جلد اول

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

[illegible]

باہتمام [illegible]

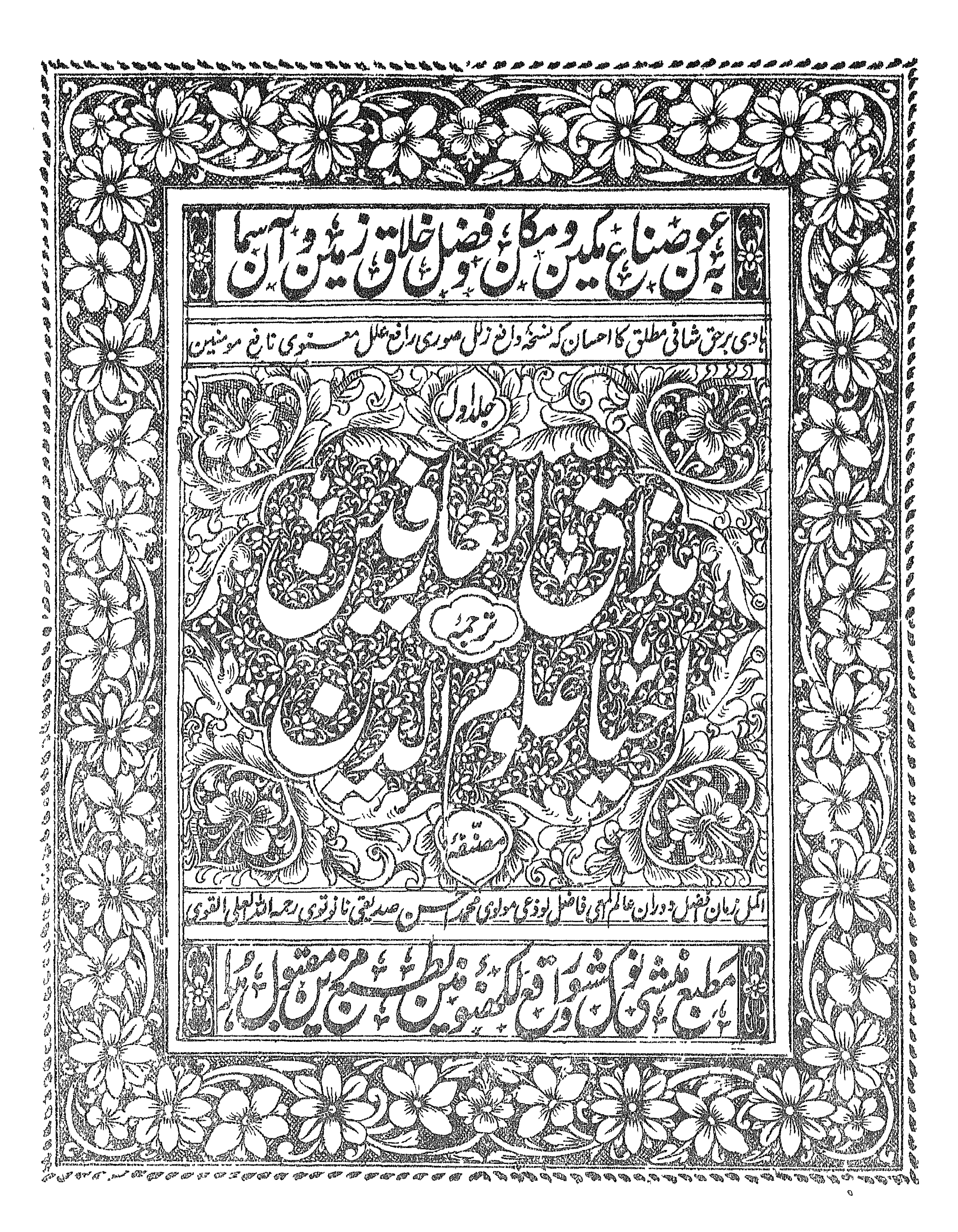
Gift

تقریظ واقف غوامض علوم دینی و دنیوی جناب مولوی امیر علی صاحب مرحوم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد دانشمندون کا قول مشہور ہے کہ جو شخص دوسرونکا خیرخواہ ہوتا ہے وہ جیسا کچھ ہر دلعزیز ہوتا اور زندگی
مین نیکنام رہتا ہے ویسا ہی اوسکو خود بخود بھلائی بھی پہونچتی رہتی ہے اور کیون نہین کہ نیکی کا بدلا نیکی ہے۔ اس مطبع اودھ اخبار نے اس قول حکمت کو مضبوط
گرہ مین باندھا اور اسکا تجربہ کرکے خود تو جانچ لیا اور جو لوگ عقل رکھتے ہین انکو بھی معلوم ہے لیکن اپنا تجربہ کرنا ضرور ہے تاکہ آئینہ کیطرح ہر ایک پر ہویدا ہو جائے دیکھو زمانہ کے
مسلمان ہندو ہر قسم و ہر قوم کے ایسے خواب غفلت مین پڑے کہ اپنے دین وملت تک سے بھی غافل ہوگئے انکو یہ بھی نہین معلوم کہ ہمارے دانشمندون نے کیا کیا حکمت
کی باتین بیان کی ہین اور بزرگون نے کس نیک راہ کی ہدایت کی ہے پھر یہ معلومات کیونکر حاصل ہون کہ وہ لوگ اُس زبان ہی سے واقف نہین جس مین یہ باتین اور
یہ مضامین بیان ہوئے ہین۔ اسمین شک نہین کہ اچھا مضمون جس زبان مین چاہو ادا کرو وہی مضمون ہے بنا برین خیرخواہی عام کی نظر سے اس مطبع نے
فارسی و سنسکرت و بھاشا اور انگریزی کی بہت سی کتابین اپنے ملک والونکے لئے انکی زبان مین ترجمہ کرادین کہ وہ بھلی باتین اور اچھے مضامین انکو اپنی زبان مین
بکارآمد ہون یہ تدبیر بہت مفید ہوئی۔ اور اس سے بہت کچھ فائدہ مترتب ہوا۔ ایک یہی کتاب مذاق العارفین ہے کہ کارخانہ کی فرمائش سے اسکا ترجمہ ہوا اور
نے اپنی عالی ہمتی اور دریادلی سے اسکے عوض مین بہت کچھ زر خطیر صرف کیا اور بیدریغ دیا حالانکہ اسوقت تک یہ نہین معلوم تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا۔ مگر ہم تو
دانشمندونکا مقولہ پہلے ہی سے نقل کرچکے ہین کہ بھلائی چاہنے والے کو بھلائی ہی ملتی ہے۔ اللہ تعالی کے فضل سے یہ کتاب پہلے دو بار چھپی تھی تو لوگونکو اسکی قدر معلوم
ہوئی چھپنے کے بعد خواہش ازحد ہوئی اور ہاتھون ہاتھ ہدیۂ طالبین ہوئی اور ہر بار خواہش جاری ہے لہذا اہتمام سے پانچوین بار اسکے چھپنے کی نوبت پہونچی اور امید ہے کہ قدردانی
خواہش کو روزافزون ترقی ہوگی اور کیون نہو درحقیقت کتاب ہی ایسی نایاب ہے اور یہ امام ہمام محمد غزالی حجۃ الاسلام کی اُس مشہور کتاب کا ترجمہ ہے جو بنام احیاء
علوم الدین مشہور و معروف ہے۔ سبحان اللہ عجب کتاب ہے اتنے سے حجم و ضخامت مین کتنے دین کے علوم بھر دیے ہین۔ بہت لوگونکو تو یہی غرہ ہے کہ یہی فقہ کی دو ایک
کتابین اور اصول و عقائد کی ایک آدھ کتاب پڑھ لی پھر علام دین کے ماہر ہوگئے یہ نہین جانتے ہین کہ یہ الف بے تتی علوم دین کا تو ابھی نام بھی کم ہی آیا اور علوم کی
تم نے ابھی کہان مزہ پایا اگر چاہتے ہو کہ دین کے علوم سے خبردار ہو تو اس باغ کی خوشبودار کلیان چنو تو اس کتاب کو دیکھو اسمین جھگڑے بکھیڑون سے کچھ کام نہین۔
الی فضول کا کہین نام نہین۔ ہر ہر بیان مین طمانیت و تسکین ہوتی ہے اور یہی تو دین کی خوبی ہے اسی کتاب سے تمکو معلوم ہوگا کہ یہ علم کیا ہے اور اسکی کیا فضیلت ہے اور کتنے
علم اور کون بہتر اور کون بدتر اور کیا برتاؤ وغیرہ امور ہین فقہ اسمین حدیث اسمین مدارک تفسیر اسمین ہے اور ان سبکے برتاؤ کے قواعد اور آداب مذکور ہین پھر سب سے
بڑھکر افعال قلبی کا بیان ہے اگر انکو دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ واقعی علم یہی ہے اور دین اسی کا نام ہے ہر شخص کو یہ مضمون حدیث معلوم ہے کہ قلب ہی کی صلاحیت و سلامتی سے
کام ہے اور جس نے اسکو درست نہ کیا اگر پڑھ لیا وہ سخت جاہل بلکہ پڑھا شیطان ہے نعوذ باللہ منہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے جو لکھا کہ مجکو اس کتاب سے بہت
ہدایت ہوئی سچ کہا اللہ تعالی اپنی رحمت و مغفرت کرے سب اہل اسلام کی کتابون مین یہ کتاب بھی بہت عمدہ کتاب ہے اور مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی عالم باعمل جو اس کتاب کے
مترجم ہین انھون نے دلی شوق و نیک نیتی سے اسکا اچھا ترجمہ کیا اور اپنے واسطے عمدہ توشۂ آخرت ساتھ لیا ہے جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء ترجمہ سلیس با محاورہ اُردو ہے چنانچہ خود
مولوی صاحب نے کہا کہ ایسا با محاورہ اُردو ترجمہ ہے کہ اول نظر مین یہ گمان نہین ہوتا کہ کسی دوسری کتاب کا ترجمہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی اصل اُردو ہی مین یہ کتاب تالیف ہوئی
فرمایا کہ عربی عبارت پڑھنا مقصود نہین بلکہ مضامین سمجھانا منظور ہے اور مترجم صاحب نے یہ بھی خوب کیا کہ اصل احیاء العلوم کی لفظ کتاب کو باب باب کو فصل بدلدیا ہے اور
ضروری امر یہ ہے جو مترجم صاحب نے خود بھی لکھدی کہ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ شافعی المذہب تھے فقہی مسائل عبادات و معاملات کو انھون نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا ہے اور
انھون نے ویسا ہی ترجمہ کردیا اور حنفی مذہب کے موافق انکی تنقیح و توضیح نہین فرمائی ہے لہذا اُن مسائل کو حنفی کتب فقہ مثل فتاوای عالمگیری وغیرہ سے معلوم کرلین
… تہذیب اخلاق وغیرہ کے جو امور مذکور ہین وہ یکسان مین اور یہ جان رکھین کہ … کے ساتھ طلب رضائے الٰہی مقصود ہے اسمین حنفیہ و شافعیہ
… بہرحال کسی قسم کے تعصب کو راہ نہ دین گروہ ضلالت اور گمراہی کا پہلا زینہ ہے اور اسکی خرابی و برائی کو کسی کتاب مین دیکھ لین اس کتاب مین ہر مضمون بتفصیل اسطرح

مذکور ہے کہ دلکو بخوبی تسکین ہوتی ہے مترجم صاحب کو فائدہ بڑھانیکی کوئی حاجت نہ تھی پھر بھی انھون نے کہین کہین بڑھایا ہے اور اس کتاب کی خیر دونون جلدین بہت ہی
نادر مضامین سے بھری ہوئی ہین جس سے پڑھے لکھے لوگ جو عالم کہلاتے ہین اور انکو جاننا واجب تھا وہ بھی غافل ہین۔ عبارت ترجمہ کی سادہ حیال پر لکھی گئی
ہے قافیہ بندی و عبارت آرائی ایسے مضامین مین نازیبا ہوتی ہے۔ آیات کتاب مجید کے ساتھ اکثر ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ سے لکھا ہے
اور تخریج احادیث جو حاشیہ پر مذکور ہے اس کتاب کیواسطے عمدہ زیور ہے کیونکہ بعضے اہل علم اس کتاب کی احادیث کو قابل اعتبار نہین جانتے تھے مصنف نے اگرچہ
ایسا کیا ہے کہ دیگر الفاظ سے معنی حدیث کو ادا کر دیا ہے لیکن یہ امر اسکا باعث نہین کہ اعتبار چھوڑ دیا جاوے۔ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ مقصود مضمون ہے نہ عبارت چنانچہ حافظ
عراقی رح نے اسکی احادیث کی تخریج مین اچھی کوشش کی اور علامہ زیلعی رح اور یہ دونون تخریج احادیث مین شریک تھے عراقی رح تو تخریج احادیث احیاء العلوم مین اور زیلعی رح
تخریج احادیث ہدایہ مین ایک دوسرے کے مؤید ہین۔ مترجم سلمہ اللہ نے تصریح کر دی کہ یہ تخریج عراقی سے احادیث کے تخریج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا ہے اور عراقی نے اپنی کتاب کے
دیباچہ مین لکھا کہ یہ تخریج اس بات کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی انھین الفاظ سے نقل کیا ہو جو الفاظ احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی تب بھی تخریج لکھدیا
کہ فلان مخرج نے اسکو اخراج کیا ہے اور مترجم صاحب نے یہ التزام کیا ہے کہ جن احادیث کی نسبت عراقی رح نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے تو مترجم نے یہان کچھ نہین لکھا اور جن احادیث کو عراقی
نے کسی وجہ سے معلول کہا انکے ساتھ ضعف وغیرہ کو ہر جگہ حاشیہ پر بیان کر دیا ہے لہذا ناظرین کیلئے تنبیہ کر دی کہ حاشیہ پر جن احادیث کے ساتھ کوئی جرح نہو انکو صحیح تصور فرماوین اور بعض جگہ
کسی خاص مصلحت سے بسند صحیح یا بسند جید کا لفظ بھی لکھدیا ہے جو لوگ اس سے استفادہ حاصل کرین یہ بات یاد رکھین۔ عراقی رح کی کوشش اسکے احادیث کی تخریج مین قابل تحسین
ہے کہ اچھی تفصیل و توضیح سے انھون نے تخریج لکھی جزاہ اللہ تعالی جزاءً وافراً۔ مطبع اودھ اخبار نے جو کوشش اس کتاب کے ترجمہ مین صرف کی عامہ اہل اسلام کے نزدیک
قابل سپاس داری ہونی چاہیئے ہے کہ اسنے اصل کتاب سے بھی زیادہ اس ترجمہ سے لوگونکو فائدہ پہونچایا۔ اور ایسے ہی اہل ہنود کے مذہب اخلاق تصوف وغیرہ کو
بھی ایسے ہی بڑے اہتمام سے ترجمہ کرایا بلکہ بہت سی سنسکرت کتابونکو مع تشریح ترجمہ کیا اور اس علم کا نفع بہت پہنچایا ہر اعلیٰ و ادنیٰ کو علی ہذا القیاس بہت سے انگریزی علوم و فنون
جس سے اہل ہند گویا بالکل بیخبر تھے اردو مین ترجمہ کر کے طبع کیے اور اسکے مصارف کثیر اپنے ذمہ لیے اور نیز جس فن کے کامل نے اپنے فن کے کمال سے جو عام مفید
یا عام پسند ہے تصنیف و تالیف کی اسے مطبع کو مطلع کیا اسکی حیثیت کے موافق اسکی قدر دانی عمل مین آئی یہ سلسلہ بھی برابر جاری ہے اور روز بروز اسمین ترقی ہے اسوقت
بھی عربی و فارسی و سنسکرت و انگریزی کے مترجم صاحبان و دیگر اہل فن کا تعلق دربارہ اس کارخانہ سے حسن اسلوب کے ساتھ قائم ہے اور طب یونانی کی بہت سی کتابین
ترجمہ ہوکر عام شائع ہوئین کارخانہ کو نہ دل سے اسکے اہتمام مین سرگرمی ہے اور نفع ہزار ہا روپیہ سالانہ کا جو ہوتا ہے انھین مصارف مین خرچ کیا جاتا ہے ایسی حالت مین کارخانہ کی
کسی خاص قوم و ملت سے نہین بلکہ عام خلائق کے ساتھ گذارش ہے کہ اپنی خاص استعداد کے وسیلون سے جو کسی نہج و طرز کے ساتھ مخصوص نہین ہین اس معاملہ مین کہ کارخانہ انکی بہبودی
و خیر خواہی مین سرگرم ہے محروم نہ فرماوین اور نہین تو یہی سہی کہ اپنے اہل ملت و قوم کو تہذیب و تعلیم پر مستعد کرین اور عمدہ عمدہ تصانیف سے انکو رغبت دلاوین
اور اگر خود ایسی تصنیف رکھتے ہین یا تیار کر سکتے ہین تو تمام کر کے کارخانہ کو دیدین کہ انکے علمی فخر اور بیان کے مالی نتیجے سے عام کی بہبودی متعلق ہے و ہل جزاء الاحسان الا الاحسان
مثل مشہور ہے کہ نیکی کا بدلا نیکی ہے اور وہ اعلان جو عام مترجم و مصنف صاحبان کو دیا گیا ہے کارخانہ کی فہرست کتب کے آخر مین درج ہے کارخانہ جن عمدہ کتابون کے حقوق
تالیف کا مالک ہے اگر انکو ذکر کیا جاوے تو فہرست دراز ہوگی انمین سے بہت سی چھپ گئین اور بعض چھپنے کو باقی ہین ان مین سے چند کتابین ناظرین کی تفریح کیلئے مطبوعہ یہان پر
ذکر ہوتی ہین چنانچہ علم اخلاق و تصوف مین تو یہی مذاق العارفین کافی ہے اور مدارک تفسیر مین ترجمہ تفسیر حسینی مسمی بہ تفسیر قادری کئی مرتبہ چھپا اور ایک چھپا اور جامع
تفسیر موسوم بہ مواہب الرحمن ہر پارہ علیحدہ جس مین بیضاوی و کشاف و مشہور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے عمدہ مضامین حقائق قرآن حضرت ابو محمد روزبہان قدس سرہ مسمی بعرائس البیان
نہایت خوبی و صحت کے ساتھ چھپکر کامل ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے و فقہ مین ترجمہ مختار شرح تنویر و فتاوی کئی بار چھپا اور حاوی و منتخب فتاوی عالمگیری ہوا جسکے ذاتی مضامین بلند پایہ ہین
ترجمہ اسکا بہت آسان عبارت کیساتھ مع حل مطالب وغیرہ کے کیا گیا ہے طبع ہو کر ہدیہ ناظرین ہوا اسکی خوبی ظاہر ہے کیا بیان کیا جاوے اور نیز یہ کارخانہ کی سعی قابل تحسین
ہے کہ اور بہت سی کتب طب الخ قانون شیخ بوعلی سینا اور کامل الصناعہ علی بن عباس مجوسی جو دو عظیم مشہور حکیم ہین ترجمہ ہو کر چھپ گئین اور عموما فارسی کتابین مثل [illegible]
[illegible] وغیرہ ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہین اب علی العموم ان فنونکا حاصل کرنا شائقین کو کچھ مشکل نہین اور انسانی لیاقت مین کمال حاصل کرنا نہایت آسان ہو۔

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد اول



بہ عون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان
ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین
جلد اول
مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
مصنفہ
اکمل زمان افضل دوران عالم الہی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ العلی القوی
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد صفوۃ الموجودات وعلی آلہ وصحبہ الکاملین لاحیاء علوم الدین
المتممین للطاعات بعد حمد وصلوٰۃ کے بندۂ ضعیف محمد احسن صدیقی نانوتوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ برادران دینی کی خدمت میں عرض
کرتا ہے کہ اس نحیف نے بغرض خیرخواہی اہل اسلام کے کتاب احیاء العلوم امام محمد غزالی کا ترجمہ زبان اردو سلیس میں کیا اور امور مفصلہ ذیل کی
رعایت اس میں رکھی **اول** یہ کہ ترجمہ محاورۂ اردو کے موافق ایسا کیا ہے کہ اول نظر میں یہ گمان نہیں ہوتا کہ دوسری کتاب کا ترجمہ ہے
بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اردو ہی میں یہ کتاب تالیف ہوئی ہے اسلیے پابندی ترجمہ لفظی کی نہیں رہی بہت سی تقدیم و تاخیر الفاظ
کی وقوع میں آئی کیونکہ مقصود مطالب کی تفہیم ہے نہ عبارت عربی کی تعلیم دوسرے یہ کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب موصوف کی چار جلدیں
کی ہیں اور ہر جلد کو دس دس کتابوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر کتاب پر دیباچہ جدا لگایا ہے اور بعض جا دیباچہ میں فہرست اس کتاب کی بھی لکھدی ہے
مترجم نے رواج حال کی رو سے زبان اردو میں اس ڈھنگ کا باقی رکھنا مناسب نہ جانا اسلیے شروع جلد کے دیباچہ کے سوا اور دیباچوں کو
حذف کر دیا ہے اور ہر دیباچہ کی جگہ ایک رباعی مضمون لاحق کے مناسب لکھدی ہے اور کتاب کو باب سے اور باب کو فصل سے بدل دیا
ہے تیسرے یہ کہ مذہب مصنف مغفور کا شافعی تھا مسائل عبادات وغیرہ اپنے مذہب کے طور پر لکھے ہیں ان میں نے صرف انکا ترجمہ
کر دیا ہے مذہب حنفی کی تصحیح نہیں کی ناظرین اگر حنفی مذہب کے موافق کسی مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیں تو کتب معتبرہ اولہ مذہب کی طرف
رجوع فرمائیں چوتھے یہ کہ اس کتاب میں ہر مضمون اس بسط و تفصیل کے ساتھ ہے کہ گویا کتاب خود اسکی شرح ہے اسلیے میں نے اپنی طرف سے
کسی مضمون میں کچھ زیادتی نہیں کی الا چند جا جو کچھ لکھا ہے تو اسی جگہ اشارہ بھی کر دیا ہے خواہ ف لکھدی ہے یا لفظ یعنی کر کے اپنی عبارت
کو جدا نہیں بنا دیا ہے ہاں فارسی یا اردو کا شعر مضمون سابق کے مناسب لکھ دینا یا ربط کلام یا نتیجہ عبارت مقدم کے لیے کسی جملہ کا کم و بیش
کرنا اکثر ہوا ہے **پانچویں** یہ کہ ترجمہ جلدین اخیرین کا اول کیا گیا اس خیال سے کہ زیادہ کار آمد وہی دونوں ہیں ایسا نہ ہو کہ اگر زندگی
وفا نہ کرے تو امر اہم ہی ہاتھ سے رہ جائے جب خداوند کریم کی عنایت سے آخر کی جلدیں ہو چکیں تو جلدین اولین کا ترجمہ کیا گیا پھر انکی
دوسری جلد سب سے آخر میں ترجمہ ہوئی اس سے ترجمہ میں لحاظ قافیہ بندی اور عبارت آرائی کا نہیں کیا گیا کہ یہ طول کلام حکایات

مین خوشنما ہی اور تہذیب اخلاق کے صحائف مین تکلف ظاہری نازیبا علاوہ برین اتنی بڑی کتاب مین اُسکا التزام دشوار اور بہ نظر غور و تامل
مخل مطلب فہمی اور زائد از کار ہی **چھٹے** یہ کہ آیات قرآنی کا ترجمہ شاہ عبد القادر مرحوم کے ترجمہ سے لکھا گیا ہی الا ماشاء اللہ اور جن احادیث
کی عبارت تیمن و تبرک کے لیے نقل کی ہی اُنکا ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہی **ساتوین** یہ کہ بعض ارباب علم کی صلاح یہ ہوئی کہ جو احادیث احیاء العلوم
مین ہین اُنکا حوالہ بھی لکھا جائے کہ کس کتاب مین کیسی سند سے مذکور ہین اور مین نے بھی خیال کیا کہ کچھ اہل علم اسکی احادیث قابل اعتبار نہین جانتے
اسلیے مین نے تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا اور جس طرح عراقی نے صرف نام کتاب اور راوی اعلی کے ذکر پر
اکتفا کیا تھا مین نے بھی اسکی تبعیت سے ویسا ہی کیا مثلاً اگر اُسمین لکھا ہی مسلم من حدیث ابی ہریرۃ یا الترمذی فی الشمائل من حدیث علی
تو مین نے حاشیہ پر یون لکھا ہی مسلم بروایت ابی ہریرہ - ترمذی در شمائل بروایت علی رضی اللہ عنہ مگر افسوس کہ تخریجات عراقی ہر چند لکھی ہوئی سنہ ۱۲۹۱ ہجری
کی تھی مگر اسقدر غلط نکلی کہ بعض احادیث کی سند بالکل فروگذاشت کر دی اور باب النکاح کی دوسری فصل سے اگلے باب کی تیسری فصل تک کی
تخریج یک قلم نہین لکھی اور دوسرا نسخہ ملا نہین کہ اُسمین دیکھ لیا جاتا ایسی حدیثون مین سے جسقدر کا نشان مجکو وارد ہی مین مل گیا مین نے لکھ دیا اور
جنکا نشان جلد نہین ملا اُنکے لیے حاشیہ پر جگہ چھوڑ دی - اور عراقی نے ہر سند کے بعد اسکی کیفیت لکھی ہی کہ صحیح ہی یا ضعیف وغیرہ مین نے حاشیہ پر صحیح الاسناد
کے بعد کچھ نہین لکھا ہان بعض جگہ کسی مصلحت خاص کے لیے سند صحیح یا جید لکھا ہی اور جہان کہین عراقی نے سند مین علت بیان کی ہی اُسکو مین نے بعینہا
نقل کر دیا ہی تو جس تخریج کے بعد حاشیہ پر کوئی علت نہو اُسکو ناظرین صحیح تصور فرمائین - اور جن احادیث کی سند مین عراقی نے کئی کئی طرق لکھے ہین
بعضے صحیح اور بعضے معلل تو ایسی صورت مین مین نے صحیح طرق کو لکھا ہی معلل کو چھوڑ دیا ہی اور بعض جا کلمات حدیث کے اختلاف کو نقل کیا ہے
تو اس جگہ مین نے بالکل اختلاف لکھ دیا ہی غرضکہ حوالہ لکھنے مین عراقی نے بہت تفصیل و تطویل کی ہی مین نے اختصار کی راہ اختیار کی
اور یہ بھی التزام کیا ہی کہ جس مخرج کے الفاظ ہون اسکا نام راوی اعلی کے نام کے پاس لکھا جاے اور ایک یہ کہ اگر حدیث مکرر کسی باب مین گذر گئی
ہی تو لفظ بیشتر وغیرہ لکھا ہی - اور اگر اسی باب مین ہو چکی ہو تو اوپر گذری لکھا ہی - اور عراقی نے اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھا ہی کہ مین نے اس بات
کا التزام نہین کیا کہ حدیث کو مخرج نے بھی اُنھین الفاظ سے نقل کیا ہو جو احیاء العلوم مین ہین بلکہ اگر روایت بالمعنی ہوئی ہی تب بھی
مین نے لکھ دیا ہی کہ فلان مخرج نے اسکو نقل کیا ہی **آٹھوین** یہ کہ اس ترجمہ مین اشعار کا ترجمہ اشعار مین کیا ہی اور یہ التزام نہین کہ اشعار
اردو ہی ہون بلکہ بعض فارسی بھی ہین جہان بندش فارسی کے الفاظ کی اچھی بن پڑی ہی اور یہ ترجمہ سب اسی طرح لکھا ہے کہ نوبت (یعنی تخریج کی ۱۲)
مسودہ کی نہین ہوئی قلم اول ہی مین جو عبارت ذہن مین گذری قلم برداشتہ لکھدی اور یہین وجہ ہو اشعار کہ کتاب مین مکرر (یعنی دوبارہ دیکھنے کی ۱۲)
واقع ہوئے ہین اُنکا ترجمہ ہر جگہ مختلف ہوا ہی اور باینہمہ مین اپنی کم استعدادی اور قلت بضاعت کا معترف ہو کر اقرار کرتا ہون کہ نہ مین
ناظم ہون نہ نثار نہ مقرر نہ فصیح گفتار مگر اپنی جانفشانی اور دردسری کی داد منصفون سے چاہتا ہون اور سہو و خطا سے اغماض اور
اغلاط کی اصلاح کے لیے التماس کرتا ہون شعر چو پوشی گر بخطائے رسی و طعنہ مزن * کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود *
اور نام اس ترجمہ کا بہ نظر تاریخ **مذاق العارفین** (۱۲۸۳) رکھا گیا - اب مین اللہ تعالی سے امیدوار ہون کہ اسکو قبول فرماے اور مجکو اور دوسرے
طالبان آخرت کو اس سے دارین مین نفع عنایت فرماوے جیسے اسکی اصل سے اُنھنے فائدہ مرحمت کیا اور جس جا مین نے مطلب نہ سمجھا ہو

یا اور کسی قسم کی لغزش عمداً یا خطائً ہوئی ہو اُسکو اپنے فضل عمیم سے معاف فرماوے وہو حسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

بعض اقسام احادیث کے جو اس کتاب کے حاشیہ مین متفرق واقع ہین اُن کی تصریح کردی جاتی ہے کہ ناظرین کو دقت نہو۔

قسم حدیث	تعریف
صحیح	وہ حدیث ہے جسکی سند راوی سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اس کے سب راوی سچے اور یاد کے پکے ہون اور روایت کا خلاف اور پوشیدہ اسباب طعن کے نہ رکھتے ہون۔
حسن	وہ حدیث ہے جسکے راویون مین کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ ہوئی ہو نہ روایت کا خلاف ہو اور وہی حدیث دوسری سند سے مروی ہو اسکا رتبہ صحیح کے رتبہ سے کم ہے۔
مرفوع	وہ ہے جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا تقریر یعنی مقرر رکھنا ہو۔
متصل	وہ ہے جسکی سند برابر ملی ہو کوئی راوی چھوٹا نہو۔
مسند	وہ حدیث ہے جسکے راویون کے نام مذکور ہون۔
مشہور	وہ حدیث ہے کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو یعنی ہر زمانے مین بہت سے راویون نے روایت کیا ہو۔
ضعیف	وہ حدیث ہے جسکے راویون مین سے کوئی دروغگو یا فاسق یا کسی اور طرح سے مطعون ہو۔
موقوف	وہ قول و فعل ہے جو کسی صحابی سے روایت کیا جاوے۔
مرسل	وہ حدیث ہے جو تابعی آنحضرتؐ سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا کہا یا ایسا کیا یعنی ذکر صحابی کا نکرے۔
منقطع	وہ حدیث ہے جسکے اسناد برابر نہون شروع مین سے خواہ بیچ مین سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو مگر اکثر اُس روایت پر بولتے ہین جو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کا ذکر نہ کرے۔
معضل	وہ حدیث ہے جسکی سند مین سے دو یا زیادہ راوی چھوٹ گئے ہون۔
مضطرب	وہ حدیث ہے جسمین روایت مختلف ہو کوئی کسی طرح روایت کرے کوئی دوسری طرح۔
غریب	وہ حدیث صحیح ہے جسکی روایت مین کسی جگہ ایک راوی اکیلا ہو اور اگر ہر زمانے مین اکیلا ہوگا تو وہ فرد کہلاتی ہے اور اگر راوی ہر جگہ دو ہون تو اسکو عزیز کہتے ہین۔
متواتر	وہ حدیث ہے جسکے راوی کثرت سے ہر زمانے مین ہون کہ انکا اتفاق جھوٹ پر عادۃً محال ہو۔
شاذ	اُس حدیث کو کہتے ہین جو کوئی ثقہ اور معتبر شخص لوگون کی روایت کے خلاف بیان کرے اسی کو شاذ بھی کہتے ہین۔
معلق	اُس حدیث کو کہتے ہین جسکے اسناد کے شروع مین سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیے جائین اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہین۔
مدلس	وہ حدیث ہے [illegible] اس فعل کو تدلیس کہتے ہین کہ راوی ایسے شخص سے روایت کرے کہ اُس سے ملاقات کی ہو یا وہ اُس کا ہمعصر ہو مگر اُس سے وہ روایت نہ سنی ہو اور ایسے لفظون سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سنا ہوا کہتا ہے۔

ف قولہ روایت کا خلاف یعنی کسی کا دوسرا راوی ثقہ اس سے دوسری طرح جو خلاف اسکی روایت کے [illegible]

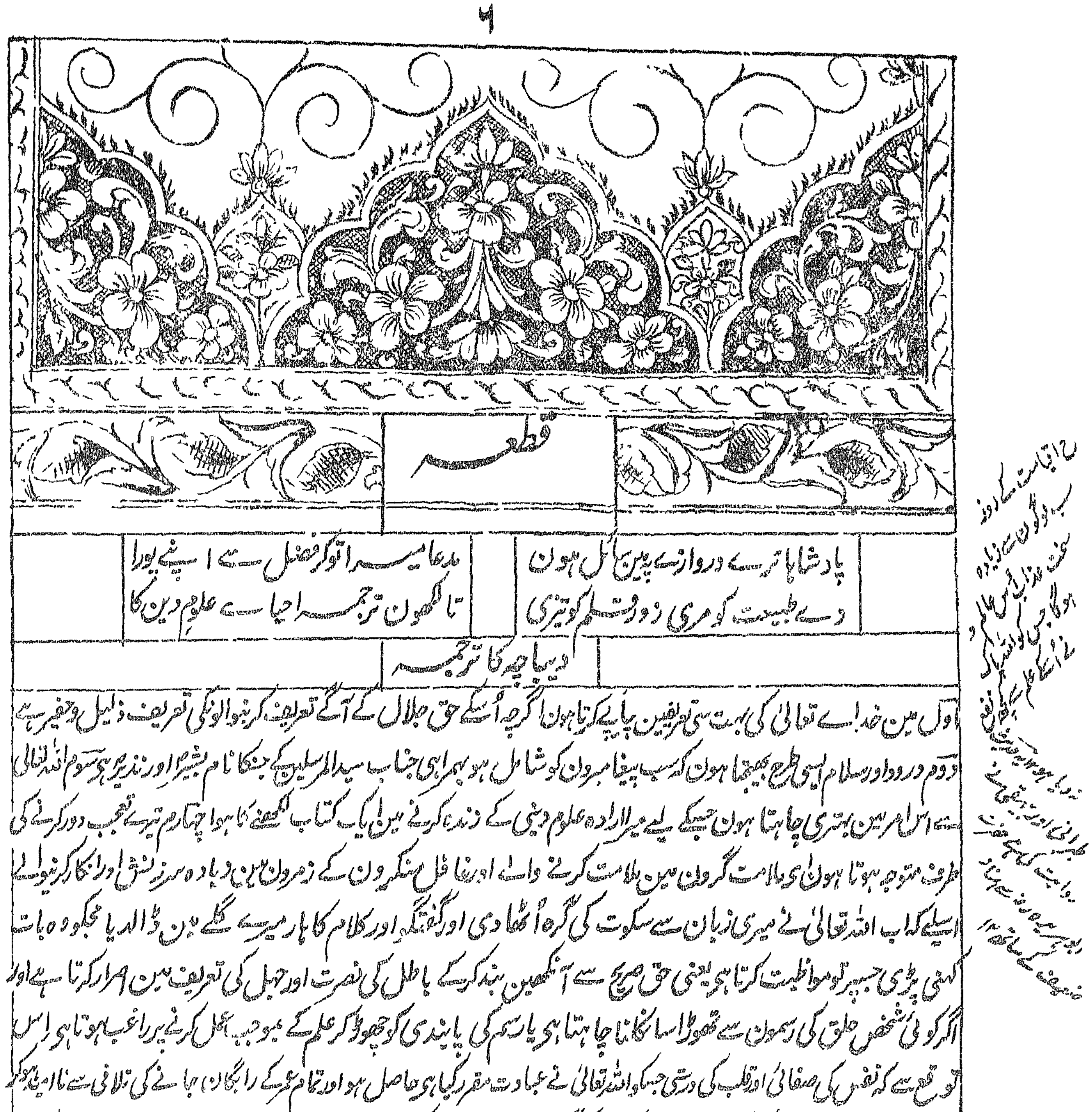
معلل ..... وہ حدیث ہی کہ ظاہر مین تو عیوب سے پاک معلوم ہوتی ہو مگر اُس مین پوشیدہ سبب طعن کے پائے جاتے ہون۔

مُدرج ..... وہ ہی کہ حدیث مین کسی راوی کا کلام درج ہو جاوے اور یہ گمان ہو کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہی یا وہ متن کہ دو اسنادون سے مروی ہون اُنکو ایک اسناد سے روایت کیا جاوے۔

موضوع .... وہ حدیث ہی جو کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا صحابہؓ کی طرف منسوب کر دی ہو۔

حال مختصر مصنف قدس سرّہ العزیز کا

لقب آپ کا امام حجۃ الاسلام زین الدین ہی اور کنیت ابو حامد اور نام محمد بن محمد اور وطن شریف غزالہ ہی طوس کے دیہات مین سے پیدایش آپ کی طوس مین سنہ چار سو پچاس ہجری مین ہوئی تحصیل علوم ابو حامد اسفرائینی اور ابو محمد جوینی سے کی اور مذہب امام شافعیؒ کے اصول اور فروع کے حافظ تھے ابتدا سے حال مین آپ طوس مین رہے پھر امام الحرمین ابو المعالی کے پاس مقام نیشاپور مین تشریف لائے اور یہ کتاب احیاء العلوم ایک ہزار پچیس دن مین تالیف کی اور اسکی تحسین و اتقان غایت درجہ کو کی اور ہر روز ایک ختم کر کے دعا مانگا کرتے کہ الٰہی جو اس کتاب کی عزت کرے اسکی تو عزت کرنا اور جو اسکی حقارت کرے اُسکو تو حقیر فرمانا آپکی تصنیفات کا مجموعہ چار سو جلدین ہین جن مین سے تفسیر یاقوت التاویل چالیس جلدون مین ہی اور کیمیاے سعادت اور بسیط اور وسیط اور وجیز اور خلاصہ اور مستصفی اور تہافۃ الفلاسفہ اور محک النظر اور معیار العلم اور مقاصد اور مضنون بہ علی غیر اہلہ اور مقصد الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی اور جواہر القرآن اور مشکوۃ الانوار اور منخول اور احیاء علوم وغیرہا ہین اور اگر آپ کی تالیف بجز اس کتاب احیاء العلوم کے اور نہوتی تب بھی آپ کے فضل و تقدس پر یہ ایک ہی دلیل کافی و وافی تھی سبحان اللہ عجب کتاب ہی کہ سلوک آخرت کے فن مین اس سے بڑھکر اور کامل تر نہ دیکھی گئی اگر اسکو قالب بے روح کہیے تو بجا ہی یا نو بہار نام رکھیے تو زیبا آپ زر سے صفحۂ قرطاس پر لکھنا اسکی کی شان ہی یا سواد چشم سے سویداے دل پر نقش کرنا اُسکے حال کے شایان ہو جزی اللہ المؤلف احسن الجزاء کہتے ہین کہ جب آپ نے کتاب منخول تالیف کی اور اُسکو اپنے استاد امام الحرمین کی خدمت مین لے گئے تو اُنھون نے فرمایا کہ تُنے مجکو زندہ ہی دفن کر دیا یعنی تمھاری تصنیف کے سامنے میری تصنیفات کی قدر جاتی رہی۔ بغداد کے مدرسۂ نظامیہ مین کچھ دنون آپ نے درس دیا آپکا درس ایسا مقبول عام ہوا کہ جب مدرسے سے مکان کو آتے تو پانسو فقیہ دہنے بائین پس و پیش آپ کے گرد ہوتے پھر آپ نے زہد اختیار کیا اور درس وغیرہ کو ترک کر کے حج کو تشریف لے گئے اور وہان سے بیت المقدس مین پہونچکر عبادت مین مشغول ہوے پھر چند روز دمشق مین رہکر اپنے وطن مالوف طوس مین رونق افروز ہوئے اور آخر عمر تک اُسی جگہ مقام فرمایا اور ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنوا کر اپنے اوقات کو تعلیم اور امور خیر مین تقسیم کیا یہانتک کہ دوشنبہ کے روز چودھوین جمادی الاخری سنہ پانسو پانچ ہجری مین پچپن برس کے ہوکر راہگراے علیین ہوے رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ فقط



قطعہ

مدعا میرا تو کر فضل سے اپنے پورا	پادشاہا ترے دروازے پہ مین سائل ہون
تا لکھون ترجمہ اچھا سے علوم دین کا	دے طبیعت کو مری زور قلم کو تیزی

دیباچہ کا ترجمہ

اول مین خدا ے تعالی کی بہت سی تعریفین جا بجا کرتا ہون اگرچہ اُسکے حق جلال کے آگے تعریف کرنیوالونکی تعریف ذلیل وحقیر ہے
دوم درود اور سلام اسیطرح بھیجتا ہون کہ سب پیغامبرون کو شامل ہو ہمراہی جناب سید المرسلین کے جنکا نام بشیر اور نذیر ہی سوم اللہ تعالی
سے اس امر مین بہتری چاہتا ہون جسکے لیے میرا ارادہ علوم دینی کے زندہ کرنے مین ایک کتاب لکھنے کا ہوا چہارم تیرے تعجب دور کرنے کی
طرف متوجہ ہوتا ہون ای ملامت کرون مین ملامت کرنے والے اور غافل منکرون کے زمرون مین زیادہ سرزنش اور انکار کرنیوالے
اسلیے کہ اب اللہ تعالی نے میری زبان سے سکوت کی گرہ اُٹھا دی اور گفتگو اور کلام کا ہار میرے گلے مین ڈالدیا مجکو وہ بات
کہنی پڑی جسپر تو مواظبت کرتا ہی یعنی حق صریح سے آنکھین بند کرکے باطل کی نصرت اور جہل کی تعریف مین اصرار کرتا ہے اور
اگر کوئی شخص خلق کی رسمون سے تھوڑا سا نکلنا چاہتا ہی یا رسم کی پابندی کو چھوڑکر علم کے موجب عمل کرنے پر راغب ہوتا ہی اس
توقع سے کہ نفس کی صفائی اور قلب کی درستی جسکو اللہ تعالی نے عبادت مقرر کیا ہی حاصل ہو اور تمام عمر کے رائگان جانے کی تلافی سے نا امید ہوکر
اپنے پچھلے گناہون ہی کا تدارک کرے اور ان لوگون کے گروہ سے منحرف ہو جنکے حق مین صاحب شریعت جناب فخر المرسلین صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ سبحانہ بعلمہ تو تو اُس شخص پر شور اور فتنہ اُٹھاتا ہی اور مجکو یقین ہی کہ انکار پر
تیرے اصرار کا باعث بجز اُس مرض کے نہین جو اکثر لوگون مین پھیل گیا ہی بلکہ عالمگیر ہو رہا ہے یعنی امر آخرت کی بزرگی کے ملاحظے
سے قاصر ہین اور اس بات کو نہین جانتے کہ معاملہ خوفناک ہی اور مہم بڑی ہی آخرت سامنے چلی آتی ہی اور دنیا پشت پھیرے جاتی ہی
اور موت قریب ہی اور سفر بعید توشہ تھوڑا ہی اور اندیشہ مزید راستہ بند اور مسدود ہی اور جو علم وعمل کہ خدا کی ذات کے سوا ہو

یعنی قیامت کے روز سب لوگون سے زیادہ سخت عذاب اُس عالم کو ہوگا جس کو اللہ تعالی نے اُسکے علم سے کچھ نفع [illegible]

وہ پر رکھنے والے عاقل کے نزدیک مردود ہی اور راہ آخرت کا چلنا باوجود بہت سی مہلک چیزون کے سدراہ ہونے کے بدون راہنما اور
رفیق کے نہایت سخت اور دشوار ہی کیونکہ اس رستے کے راہنما وہ عالم ہین جو انبیا علیہم السلام کے وارث ہین اُنسے دنیا خالی ہی بجز رسمی لوگون کے
اور کوئی نہین رہا اور اکثر پر اُن مین سے شیطان غالب ہی اور سرکشی نے اُن کو گمراہ کر رکھا ہی اور ہر ایک اُن مین سے اپنے سرِدست
کے فائدہ مین مصروف ہی اسی وجہ سے یہ حال ہوا ہی کہ اکثر اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی جانتے ہین یہانتک کہ علم دین مٹا ہوا ہو گیا
اور ہدایت کے نشان روے زمین پر سے مٹ گئے اور ان لوگون نے خلق کو یہ بات سوجھا دی کہ علم یا تو حکومت کا فتوی ہی جس سے حاکم
کینہ ورون کے جھگڑے فیصل کرنے مین مدد لین یا بحث ومناظرہ کا علم ہی کہ فخر اور بڑائی کے چاہنے والے اُسکو اپنے غالب ہونے اور
طرف ثانی کے ساکت کرنے کا وسیلہ کرین یا علم وہ چکنی مقفی باتین ہین جنکو واعظ عوام کے پھُسلانے کا ذریعہ ٹھہراوین اسلیے کہ اُنھون نے
سوا ان تین قسمون کے اور کوئی دام حرام کا اور جال دنیا کے مال کا نپایا اور طریق آخرت اور وہ راستہ جسپر اگلے نیک بخت چلتے تھے
اُسکا علم لوگون مین سے جاتا رہا ہو گیا اسکا نام تک نہ رہا حالانکہ اس علم کو خداے تعالی نے اپنی کتاب مجید مین فقہ اور حکمت اور علم اور روشنی اور
نور اور ہدایت اور راہ یابی سے تعبیر فرمایا ہی - اور چونکہ یہ امر دین مین رخنہ عظیم اور مصیبت فخیم ہی اسلیے اس کتاب کے لکھنے مین مصروف ہونا
نہایت ہی ضروری جانا تاکہ دین کے علوم زندہ ہون اور اگلے پیشواؤن کے راستے کھل جاوین اور وہ علوم جو انبیا علیہم السلام اور
اکابر سلف رحمہم اللہ کے نزدیک مفید ہین معلوم ہو جاوین اس کتاب کی بنا مین نے چار جلدون مین رکھی ہی - اول جلد مین عبادات ہین
دوم مین عادات یعنی معاملات اور آداب ہین سوم مین مہلکات یعنی وہ امور ہین جو بندے کو تباہ کرنے والے ہین - چہارم مین منجیات
یعنی بندے کو نجات دینے والی چیزین ہین - اور ان سب سے پیشتر مین نے باب علم لکھا ہی اس نظر سے کہ وہ نہایت ضروری ہی
اور اسکے مقدم کرنے سے یہ غرض ہی کہ اول وہ علم واضح کر دون جسکی طلب ہر ایک شخص پر اللہ تعالی نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی زبانی عبادت مقرر کی چنانچہ آپنے ارشاد فرمایا ہی کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم اس باب مین علم نافع کو مضر سے علیحدہ کر دونگا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین نعوذ باللہ من علم لا ینفع اور زمانے کے لوگونکا راہ صواب سے پھرنا اور چمکتے سراب کو دیکھکر دھوکا کھانا
اور علوم مین سے مغز کو چھوڑ کر پوست پر قانع ہونا بھی اس باب مین ثابت کرونگا - اب یہ جاننا چاہیے کہ ہر جلد اس کتاب کی دس دس
بابون پر مشتمل ہی یعنی **عبادات کی جلد** مین دس باب ہین - باب علم باب عقائد کے قواعد کا باب طہارت کے اسرار کا - باب نماز کے
اسرار کا - باب زکوة کے اسرار کا - باب روزے کے اسرار کا باب حج کے اسرار کا - باب تلاوت قرآن کے آداب کا - باب ذکرون اور دعاؤن کا
باب وقتون مین وظیفہ کی ترتیب کا اور **عادات کی جلد** مین دس باب ہین اول کھانے پینے کے آداب مین دوم نکاح کے آداب مین
سوم کسب کے احکام مین چہارم حلال وحرام مین پنجم صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ معاملہ کرنے مین ششم گوشہ نشینی مین ہفتم آداب سفر مین
ہشتم راگ کے سننے اور حال مین نہم اچھی بات کے کہنے اور بری بات سے منع کرنے مین دہم زندگی کے آداب اور نبوت کے اخلاق
مین اور **مہلکات کی جلد** بھی منقسم ہی اوپر دس بابون کے پہلے مین بیان قلب کے عجائب کا ہی دوسرے مین ریاضت نفس کا تیسرے مین
شہوت شکم اور شرمگاہ کی آفتون کا چوتھے مین زبان کی آفتون کا پانچوین مین غصے اور کینے اور حسد کی آفتونکا چھٹے مین دنیا کی

برائی کا ساتوین مین مال اور بخل کی مذمت کا آٹھوین مین جاہ اور ریا کی برائی کا نوین مین تکبر اور خود پسندی کی مذمت کا دسوین مین
مغالطہ کھانے کی برائی کا اور **منجیات کی جلد مین** بھی دس باب ہین اول توبہ کا دوم صبر و شکر کا سوم خوف اور رجا کا چوتھا فقر اور ترک
دنیا کا پانچوان توکل اور خدا تعالی کو ایک جاننے کا چھٹا محبت اور شوق اور انس اور رضا کا ساتوان نیت اور صدق اور اخلاص کا
آٹھوان مراقبہ اور محاسبہ یعنی نفس کی نگرانی اور حساب لینے کا نوان فکر کرنے کا دسوان موت کے یاد کرنے کا جلد عبادات مین ہم عبادات
کے پوشیدہ آداب اور انکی سنتون کی باریکیان اور انکے معانی کے اسرار وہ لکھینگے جنکی طرف عمل کرنیوالا عالم مضطر ہوتا ہی بلکہ
جو شخص ان پر واقف نہو وہ آخرت کے علما مین سے نہین اور یہ وہ باتین ہین کہ فقہ کی کتابون مین اکثر متروک ہین کسی نے انکو نہین لکھا
اور عادات کی جلد مین ان معاملات کے اسرار لکھینگے جو خلق مین جاری ہین اور انکے طریقون کی باریکیان اور جہان جہان وہ
جاری ہین ان جگہون کے پوشیدہ ورع مذکور کرینگے اسلیے کہ ایسی چیزین ہین کہ انکی حاجت ہر متدین کو ہوتی ہے اور مہلکات کی جلد مین
ہم وہ بری عادتین لکھینگے جسکا دور کرنا نفس کو انسے پاک کرنا اور دل کو صاف کرنا قرآن مجید مین وارد ہی اور ان عادتون مین سے
ہر ایک کی تعریف اور حقیقت بیان کرینگے پھر وہ سبب لکھینگے جس سے وہ عادت پیدا ہوتی ہی پھر وہ آفتین بیان کرینگے جو اس عادت پر
مترتب ہوتی ہین پھر اس عادت کی علامتین پھر طریق علاج کا جسکے باعث اس عادت سے آدمی نجات پاوے ذکر کرینگے اور ہر ایک
امر کی دلیل آیتون اور حدیثون اور آثار سے لکھی جاوینگے اور منجیات کی جلد مین ہر ایک عمدہ عادت اور اچھی خصلت جسمین رغبت ہو اور
مقربون اور صدیقون کے عادات مین سے ہو اور جس سے بندہ پروردگار عالم کے نزدیک ہو ذکر کرینگے اور ہر ایک خصلت کی تعریف
اور ماہیت اور سبب جس سے وہ حاصل ہو۔ اور ثمرہ جو اس سے پیدا ہو اور علامت جس سے وہ جانی پڑے اور فضیلت جسکے باعث اسکی
طرف رغبت ہو مع دلائل شرعی اور عقلی کے جو اسکے باب مین وارد ہین ذکر کرینگے اور لوگون نے ان باتون مین سے بعض امور مین
کتابین لکھی بھی ہین مگر یہ کتاب انکی تصانیف سے پانچ باتون مین علیحدہ ہی اول جس چیز کو انھون نے مجمل اور بے سمجھائے چھوڑا ہے
اسکو ہمنے کھول کر مفصل لکھا ہی دوم جن باتون کو انھون نے متفرق اور پریشان لکھا ہی اسکو ہمنے ترتیب وار منتظم بیان کیا ہی سوم جن امور
کو انھون نے طویل تقریر مین لکھا ہی اسکو ہمنے مختصر طور پر منضبط کیا ہی چہارم جو امر مکرر لکھے ہین انکو ہمنے حذف کیا ہی صرف
مطلب ثابت رکھا ہی پانچوین ہمنے باریک باتونکی تحقیق کی ہی جنکا سمجھنا فہمون پر دشوار ہوا ہی اور انکے ذکر کے درپے کتابون مین کوئی
نہین ہوا اس جہت سے کہ ہر چند سبھون نے ایک ہی طرح لکھا ہی مگر کچھ بعید نہین کہ ہر ایک سالک ایسے امر خفی پر مطلع ہو جاوے جس سے
اسکے ساتھ والے غافل رہین یا اسپر آگاہ کرنے سے غفلت تو نہ کرے مگر کتابون مین اسکو لکھنا بھول جاوے یا بھولے بھی نہین لیکن حقیقت
واقعی لکھنے سے اسکو کوئی مانع ہو غرض کہ اس کتاب کے خواص یہ ہین اور یہ وہ کتاب ان علوم پر مفصلاً حاوی ہی اور ہمنے جو اس کتاب
کی چار جلدین کین تو اسکی دو وجہین ہین وجہ اول جو باعث اصلی ہی یہ ہی کہ یہ ترتیب تحقیق اور سمجھانے کے باب مین گویا کہ ضروری ہی اسلیے کہ جس
علم سے آخرت کی طرف توجہ کی جاتی ہے اسکی دو قسمین ہین ایک علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور علم مکاشفہ سے ہماری غرض وہ علم ہی کہ جس سے
معلوم کے کھل جانے کی طلب کیجاے۔ اور علم معاملہ سے وہ غرض ہے کہ علوم کے کشف ہونیکے ساتھ اسپر عمل کرنا مطلوب ہو۔ اور اس

کتاب مین مقصود صرف علم معاملہ ہے نہ مکاشفہ جسکو کتابون مین لکھنے کی اجازت نہین ہرچند نہایت مقصود طالبون کا اور صدیقون کی تاک
کا مقام علم مکاشفہ ہی ہے اور علم معاملہ اُسکا ذریعہ ہے مگر انبیا علیہم السلام نے خلق کے ساتھ صرف علم معاملہ ہی مین گفتگو کی ہے اور اسیکی طرف
راہ بتایا علم مکاشفہ مین کچھ کلام نہین کیا مگر رمز و اشارہ کے ساتھ تمثیل و اجمال کے طور پر باین وجہ کہ اُنکو معلوم تھا کہ خلق کی فہمین اُسکے ادراک
اور برداشت سے قاصر ہین اور چونکہ علماء انبیا علیہم السلام کے وارث ہین تو اُنکو بھی انبیا کی پیروی سے عدول کرنیکی صورت نہین پھر علم
معاملہ کی دو قسمین ہین ایک علم ظاہر یعنی اعضاے ظاہری کے اعمال کا علم دوسرا علم باطن یعنی دلون کے اعمال کا علم اور جو عمل کہ اعضا پر جاری
ہوتے ہین وہ یا عبادت ہین یا عادت اور دل جو کہ حواس سے پردہ ہونے کے حکم مین ہین اُنپر جو عالم ملکوت سے اعمال وارد ہوتے
ہین وہ یا اچھے ہین یا بُرے غرضکہ اس علم کی تقسیم دو حصون مین ضروری ہوئی ایک ظاہر دوسرا باطن اور ظاہر جو متعلق اعضاء ہے وہ منقسم
ہوا عبادت اور عادت مین اور باطن جو دل کے احوال سے اور نفس کی عادتون سے متعلق ہے وہ بھی منقسم ہوا دو قسمون اچھی اور بُری
مین تو سب چار قسمین ہوئین علم معاملہ مین کوئی بات ان قسمون سے باہر نہین ہوتی دوسری وجہ یہ ہے کہ مین نے طالب علمون کی
رغبت صادق اُس فقہ مین دیکھی جو ایسے لوگون کے نزدیک کہ خدا تعالی کا خوف نہین رکھتے ذریعہ فخر کا ہو سکتا ہے اور جاہ و منزلت کو رغبت
کی چیزون مین قوت دل سکتی ہے اور وہ فقہ بھی چار حصون پر مرتب ہے تو چونکہ محبوب چیز کے پیرایہ مین دوسری چیز بھی محبوب معلوم ہوا کرتی ہے
اسلیے مین نے بھی اس باب مین کوتاہی نہ کی کہ اس کتاب کی صورت فقہ کی شکل پر رہے تاکہ دلون کا میل اس طرف ہو اور یہی وجہ ہے
بعض لوگون نے جو رئیسون کے دل کا میل طب کی طرف چاہا تو اُنھون نے اپنی کتاب کو ستارون کی تقویم کی صورت پر جدولوں اور رقمون
مین لکھا اور اسکا نام صحت کی تقویم رکھا اس نظر سے کہ رؤسا کو اس جنس کی طرف اُنس ہوا کرتا ہے تو بیشک اُنکی طبیعت کو ویسے والی
کتاب کی طرف کشش کریگی اور ظاہر ہے کہ ایسا حیلہ کرنا جس سے دل اس علم کی طرف کھنچ آوے جسمین فائدہ زندگی جاوید کا ہے اُس
حیلہ کی نسبت کرنا بہت ضروری ہے جس سے رغبت طب کی طرف ہو جو صرف جسم کی تندرستی کو مفید ہے کیونکہ ثمرہ علم آخرت کا دلون اور
روحون کا علاج کرنا ہے اسی طرح کہ اُس سے زندگی ابد الآباد پر پہونچ جاوین تو ایسے علم کو علم طب کہان پہونچ سکتا ہے جس سے جسمون
کا علاج ہوتا ہے اور وہ بالضرور تھوڑے ہی دنون مین جاتے آتے رہینگے - اب ہم اللہ تعالی سے توفیق اور رہنمائی کا سوال کرتے ہین

کہ وہ کریم اور جواد ہے اور بسبب مرقومہ بالا علم کا باب شروع کتاب مین لکھتے ہین

باب اول - علم کے بیان مین اور اُس مین سات فصلین ہین

رباعی گر زندگی ابد ہے تجکو منظور * گر ہی تو علم دین مین ہین حتی المقدور * احمد کو اسی سے قاب توسین ملا * موسی پہ ہوا تھا اسی سے ہی جلوۂ طور

فصل اول علم اور طلب علم اور تعلیم کی فضیلت اور اُس کے دلائل نقلی اور عقلی کے ذکر مین اور اس مین چار بیان ہین بیان اول

علم کی فضیلت مین قرآن مجید سے اُسکے فضائل یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہے شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط
تو دیکھو تو اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک سے کیسے شروع فرمایا اور دوسرے مرتبہ مین فرشتون کو ذکر فرمایا اور تیسرے مین علم والون کو اور شرف
اور فضل اور بزرگی اور اصالت کو اتنا ہی کافی ہے - اور فرمایا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے

شہادت دی اللہ نے کہ کوئی معبود نہین سوائے اسکے اور فرشتون نے اور علم والون نے

وارثون نے دی حاکم انصاف ۱۲ سے قائم اللہ اونچے کریگا اسکے درجے جو ایمان اور علم رکھتے ہین تم مین ۱۲

کہ علما کے درجات ایمانداروں کے اوپر سات سو درجے ہونگے کہ دو درجوں کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی اور فرمایا قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب اور فرمایا قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ اسمین اس بات کی تنبیہ ہو کہ وہ تخت کے لانے پر بزور علم قادر ہوا اور فرمایا وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا اسمین بیان فرمایا کہ قدر آخرت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہو اور فرمایا وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون اور فرمایا ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم اپنے حکم کو معاملات میں علما کے اجتہاد پر راجع فرمایا اور انکے رتبے کو حکم الٰہی کے معلوم کرنے میں انبیا کے رتبے کے ساتھ ملایا اور اس آیت کی تفسیر میں یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر بعضوں نے کہا ہو کہ لباس سے مراد علم ہو اور ریش سے مراد یقین ہو اور لباس تقوی سے مراد حیا ہو اور فرمایا اللہ جل شانہ نے ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ علی علم اور فرمایا فلنقصن علیہم بعلم اور فرمایا بل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم اور فرمایا خلق الانسان علمہ البیان انکو احسان جتلانے کی جگہ میں مذکور فرمایا ہو اور اخبار میں یہ فضائل وارد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ویلہمہ رشدہ اور فرمایا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی عالم انبیاء کے وارث ہیں اور ظاہر ہو کہ کوئی رتبہ نبوت کے درجے سے بڑھکر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اس رتبے کی وراثت سے بڑھکر کوئی اور شرف بھی نہیں اور فرمایا کہ عالم کیواسطے زمین اور آسمانوں میں جو چیز ہو مغفرت طلب کرتی ہو اس سے بڑھکر کونسا منصب ہوگا جس منصب والے کے لیے آسمان و زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں پس وہ تو اپنے نفس میں مشغول رہتا ہو اور فرشتے اسکے لیے مغفرت چاہنے میں مشغول رہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکمت شریف کی بزرگی زیادہ کرتی ہو اور مملوک کو اتنا اونچا کرتی ہو کہ اسکو بادشاہوں کی جگہ میں بٹھلا دیتی ہو اس حدیث میں آپ نے علم کا نتیجہ دنیا میں ارشاد فرمایا اور یہ ظاہر ہو کہ آخرت دنیا کی نسبت کہ بہتر اور پائدار ہوتی ہو اور فرمایا کہ خصلتان لا یکونان فی منافق حسن سمت وفقہ فی الدین اس حدیث میں بعض فقہاے وقت کا نفاق دیکھکر تمکو شک نکرنا چاہیے اسلیے کہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فقہ سے وہ علم نہیں جسکو تم فقہ خیال کرتے ہو بلکہ فقہ کے معنی آگے مذکور ہونگے اور ادنی درجہ فقیہ کا یہ ہو کہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہو یہ بات جب فقیہ میں ٹھیک اور غالب ہو جاتی ہو تو اسکو نفاق اور ریا سے بری کر دیتی ہو اور فرمایا کہ آدمیوں میں بہتر ایماندار وہ عالم ہو کہ اگر لوگ اسکے پاس حاجت لیجاویں تو انکو فائدہ دے اور اگر اس سے بے پروائی کریں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے اور فرمایا کہ ایمان ننگا ہو اور اسکی پوشش تقوی ہو اور اسکی آرایش حیا اور اسکا ثمرہ علم ہو۔ اور فرمایا کہ لوگوں میں سے درجہ نبوت کے قریب اہل علم اور

۱۲ ابوہریرہ سے روایت کیا ہو اور کہا ہو کہ یہ حدیث غریب ہو ۱۲ ع ح بیہقی نے موقوف روایت کی ہو ۱۲ ع ح حاکم نے ابو درداء سے باسناد ضعیف ۱۲ ع ح ابو نعیم نے ابن عباس سے بسند ضعیف ۱۲

اہل جہاد مین اہلِ علم اس وجہ سے کہ اُنھون نے لوگون کو وہ باتین بتائین جو رسول لائے تھے اور اہلِ جہاد اس وجہ سے کہ انھون نے پیغمبرون کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلوارون سے جہاد کیا اور فرمایا[ح۲] کہ ایک قبیلے کا مرجانا ایک عالم کے مرنے کی بہ نسبت آسان تر ہی اور فرمایا[ح۳] الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ فخیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا اور فرمایا[ح۴] کہ قیامت کے روز علما کی سیاہی شہیدون کے خون سے تولی جاویگی اور فرمایا[ح۴] جو شخص میری امت پر چالیس حدیثین میری سنت کی یاد کرکے پہونچاوے تو مین اُسکا شفیع اور گواہ قیامت مین ہونگا اور فرمایا[ح۵] کہ جو شخص میری امت مین سے چالیس حدیثین یاد کرے وہ قیامت کو اللہ تعالیٰ سے فقیہ اور عالم ہوکر ملیگا اور فرمایا[ح۶] جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین مین سمجھ پیدا کرے اللہ تعالیٰ اُسکو رنج سے بچاوے اور اُسکو ایسی جگہہ سے روزی پہونچاوے کہ جہان سے اُسکو گمان بھی نہو اور فرمایا[ح۷] کہ خداے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم مین علیم ہون اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہون - اور فرمایا[ح۸] کہ عالم زمین پر خداے تعالیٰ کا امانت دار ہی - اور فرمایا[ح۹] کہ میری امت مین سے دو قسمین ایسی ہین کہ جب وہ درست ہون تو سب لوگ درست ہوجاوین اور اگر وہ بگڑ جائین تو سب لوگ بگڑ جاوین ایک امرا یعنی حکام ہین دوسرے فقہا - اور فرمایا[ح۱۰] کہ جب میرے اوپر کوئی ایسا دن آوے جسمین مجھکو وہ علم زیادہ نہو جو مجھکو خداے تعالیٰ سے قریب کردے تو اُس روز کا آفتاب نکلنا مجھکو نصیب نہو جیو اور عبادت اور شہادت پر علم کو فضیلت دینے مین یون ارشاد فرمایا[ح۱۱] کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی تو اب دیکھو کہ علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث مین کیسا نبوت کے درجہ کے ساتھ کیا ہی اور جو عمل کہ علم سے خالی ہو اُسکے رتبے کو کیسا کم فرمایا ہی حالانکہ عابد جس عبادت کو ہمیشہ کرتا ہی اُسکا علم تو رکھتا ہی جسے اگر اُسکا علم نہو تو عبادت نہوگی - اور فرمایا[ح۱۲] فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب اور فرمایا[ح۱۳] یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء اس حدیث سے نہایت بڑا رتبہ علم کا ثابت ہوتا ہی کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہی باوجودیکہ شہادت کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہی - اور فرمایا[ح۱۴] کہ خداے تعالیٰ کی عبادت کسی چیز سے بہتر نہین ہوتی جیسے دین کی سمجھ سے ہوتی ہے اور ایک دین کا سمجھنے والا شیطان پر ہزار عابدون سے سخت تر ہی اور ہر چیز کا ایک ستون ہی اور اس دین کا ستون فقہ ہی - اور فرمایا[ح۱۵] تمھارے دین مین سے بہتر وہ ہی جو سب سے آسان زیادہ تر ہو اور بہترین عبادت فقہ ہی - اور فرمایا[ح۱۶] کہ ایماندار عالم ایماندار عابد سے ستر درجے بڑھکر ہی - اور فرمایا[ح۱۷] کہ تم ایسے زمانے مین ہو جسمین فقیہ بہت ہین اور خطیب کم اور سائل قلیل ہین اور دینے والے بہت اس زمانے مین عمل کرنا بہ نسبت علم کے بہتر ہی اور عنقریب لوگون پر وہ وقت آوے گا جسمین فقیہ کم ہونگے اور خطیب زیادہ دینے والے تھوڑے ہونگے اور مانگنے والے بہت اسمین علم بہ نسبت عمل کے بہتر ہوگا اور فرمایا[ح۱۸] عالم اور عابد کے بیچ مین سو درجون کا فرق ہی ہر دو درجون مین اتنا فاصلہ ہی جتنا کہ ستر برس مین ایک گھوڑا تیز دوڑکر قطع کرے - اور صحابہ[ح۱۹] نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اعمال مین سے کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ علم خداے پاک کا لوگون نے عرض کیا کہ ہم اعمال مین سے افضل پوچھتے ہین

آپ نے فرمایا کہ علم خدائے پاک کا لوگون نے عرض کیا کہ ہم عمل کو پوچھتے ہین اور آپ علم ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بے سود ہے اور فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندونکو اٹھا دیگا پھر علما کو اٹھا کر انسے ارشاد فرماویگا کہ اے گروہ علما مین نے جو تم مین اپنا علم رکھا تھا تو تمکو کچھ جانکر ہی رکھا تھا اور مین نے تم مین اپنا علم اسلیے نہین رکھا تھا کہ تمکو عذاب دون جاؤ مین نے تم کو بخشدیا۔ اللہ تعالیٰ سے ہم بھی یہی مراد چاہتے ہین کہ ہمارا انجام بھی ایسا ہی کرے اور علم کے فضائل آثار یعنی صحابہ اور تابعین کے اقوال مین بھی بہت ہین چنانچہ حضرت علیؓ نے کمیل کو ارشاد فرمایا کہ اے کمیل علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ عالم افضل ہے روزہ دار شب بیدار جہاد کرنے والے سے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پڑجاتا ہے کہ اسکو بجز اُسکے نائب کے اور کوئی بند نہین کرتا اور نیز آپ نے ایک قطعہ عربی مین فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے **قطعہ** آدمی جتنے ہین وہ صورت مین ہین سب ایک سے + باپ تو سب کا ہے آدم اور حوا سب کی ما + ہو شرف پر اصل کے گر فخر انکو تو کہین + اصل انکی کیا ہے پانی اور مٹی کے سوا + ہان بس پر علما ہی ہین کہ ہے قبا ئے فخر چست + کیونکہ خود مین راہ پایا اور دوسرون کے رہنما + حسن جس شے سے ہو حاصل ہے وہی انسان کی قدر + جاہلونکو پر عداوت عالمون سے ہے سدا + سیکھ ایسا علم جس سے ہو تو زندہ تا ابد + لوگ سب مردے ہین پر عالم ہے زندہ دائما + اور ابوالاسود[1] فرماتے ہین کہ کوئی چیز علم سے بڑھکر عزت والی نہین کہ بادشاہ لوگون پر حاکم ہوتے ہین اور علما بادشاہون پر حاکم ہوتے ہین۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم اور مال و سلطنت مین سے جو چاہو پسند کرو انھون نے علم کو پسند فرمایا تو مال اور حکومت علم کے ساتھ انکو عطا ہوئی۔ اور حضرت ابن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہین انھون نے فرمایا کہ علما پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہین فرمایا کہ زاہد پوچھا کہ کمینے کون ہین فرمایا کہ جو لوگ اپنے دین کو بیچکر کھاتے ہین غرضکہ عالم کے سوا اورون کو آدمی نہ کہا اسلیے کہ جو خاصہ کہ اُس انسان کو چوپایون سے تمیز ہوتی وہ علم ہے اور انسان جبھی تک انسان کہلاویگا کہ جس بات سے اُسکو شرافت ہو وہ اُسمین موجود ہو اور انسان کی شرافت نہ تو جسم کے زور کے باعث ہے اسلیے کہ زور مین اُس سے اونٹ مثلاً زیادہ ہے نہ بڑے جثہ ہونے کی جہت سے کہ ہاتھی اُس سے بہت بڑا ہے نہ شجاعت کے سبب سے کہ درندے اُس سے بھی زیادہ شجاع ہین نہ کھانے کے لیے کہ بیل کا پیٹ اُس سے کہین زیادہ ہے نہ صحبت کے سبب سے کہ ادنیٰ چڑیا اس باب مین اُس سے بہت بڑھکر ہے بلکہ اُسکو شرافت ہے تو صرف علم کی رو سے ہے اور اسی علم کے لیے وہ پیدا ہوا ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ ہمکو کوئی یہ بتا دے کہ جسکو علم نہ ملا اُسکو اور کیا ملا اور جسکو علم ملا اُس سے اور کیا باقی رہا۔ اور فتح موصلی کا قول ہے کہ جب مریض کو دن دن کھانا پانی دوا کچھ نہ دیا جاوے تو وہ کیا مر نہین جاویگا۔ لوگون نے کہا بیشک مرجاویگا فرمایا کہ یہی حال دل کا ہے جب اُس سے تین دن علم اور حکمت کو روک دیا جاتا ہے تو مرجاتا ہے اور یہ قول اُنکا بجا ہے اسلیے کہ دل کی غذا علم اور حکمت ہے اور انھین دونون سے اُسکی زندگی ہے جسطرح کہ بدن کی غذا کھانا ہے اور جس شخص کو علم میسر نہین تو اُسکا دل بیمار ہے اور موت اُسپر لازم مگر اُس شخص کو اپنے دل کی بیماری اور موت کی خبر نہین ہوتی اسلیے کہ دنیا کی محبت اور اُسکے کاروبار مین لگے رہنے سے اُسکی حس جاتی رہتی ہے جیسے خوف اور نشے کے غلبے مین زخم کا درد اُس وقت معلوم نہین ہوتا اگرچہ واقع مین درد ہوتا ہے لیکن جب موت دنیا کے بوجھ اور علاقے آدمی سے اُتار دیتی ہے تب اپنے دل کی موت

[1] [illegible] ابوالاسود دؤلی سے [illegible] ضعیف ۱۲

کو جانتا ہی اور افسوس کرتا ہی اُسوقت افسوس کچھ فائدہ نہین کرتا جس طرح کہ خوف والے کا خوف یا متوالے کا نشہ دور ہوجاتا ہی تو اسکو جہان
جہان نشہ یا خوف کی حالت مین زخم لگا ہوتا ہی معلوم ہوتا ہی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہین اُس روز سے کہ حقیقت حال کھلے اسلیے کہ ابھی
لوگ سوتے ہین جب مرینگے تب جاگینگے اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ عالمون کی سیاہی اور شہیدون کا خون تولا جائیگا تو سیاہی
زیادہ ٹھہریگی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ لوگو علم کو سیکھو پیشتر اس سے کہ علم اُٹھا لیا جاوے اور اسکا اُٹھانا یہ ہی کہ اسکے روایت
کرنے والے مرجاوین بس قسم ہی مجکو اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ جو لوگ راہ خدا مین مارے گئے اور شہید ہوئے وہ
عالمون کی بزرگیان دیکھکر یہ چاہینگے کہ اللہ تعالی اُنکو عالم اُٹھاتا۔ اور عالم کوئی پیدا ہوتا ہی نہین بلکہ سیکھنے سے علم آتا ہی اور حضرت
ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ علم کا تذکرہ تھوڑی سی رات مین کرنا میرے نزدیک تمام رات جاگنے سے اچھا ہی اور یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ اور
امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر مین ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة؎ فرماتے ہین کہ دنیا کے
حسنہ سے مراد علم اور عبادت ہی اور آخرت کے حسنہ سے مراد جنت اور بعض حکما سے کسی نے سوال کیا کہ کونسی چیز ذخیرہ کیجاوے جواب دیا کہ
وہ چیز ذخیرہ کرنی چاہیے کہ جب تیری کشتی ڈوب جاوے تو وہ تیرے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم ذخیرہ کرنے کے قابل ہی کہ کشتی یعنی بدن غرق
ہو جاوے تو بھی ساتھ رہے اور بعض علما کا قول ہی کہ جو شخص حکمت کو اپنا لگام بناتا ہی لوگ اسکو اپنا امام کرلیتے ہین اور جو شخص حکمت کے ساتھ معروف
ہوتا ہی اُسکو لوگ وقار اور عزت سے دیکھتے ہین اور امام شافعیؒ کا قول ہی کہ علم کی شرافت یہ ہی کہ اُسکو جس شخص کی طرف نسبت کردیا
جاوے اگرچہ کسی ادنی بات مین کیون نہو اگر کسی شخص سے کہا جاوے کہ فلان چیز کا علم رکھتا ہی تو وہ خوش ہوتا ہی اور جس شخص سے اسکی نفی کیجاوے کہ فلان چیز کا اسکو علم نہین تو وہ رنجیدہ
ہوتا ہی۔ اور حضرت عمر رضہ ارشاد فرماتے ہین کہ اے لوگو علم کے پیچھے پڑو کہ اللہ تعالی کے پاس ایک چادر محبت کی ہی جو شخص کوئی باب علم کا طلب کرتا ہی
اللہ تعالی وہ چادر اسکو اُڑھاتا ہی پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہی تو اللہ تعالی اپنی رضاجوئی اُس سے کرالیتا ہی پھر دوبارہ اگر خطا کرتا ہی تو پھر
بھی اُس سے رضاجوئی کا طالب ہوتا ہی تیسری بار بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہی اور غرض اس سے یہ ہی کہ رضاجوئی کرانے سے یہ ہوتا ہی کہ
اُس سے وہ چادر نہ چھینے اگرچہ اسکا گناہ بڑھتے بڑھتے مرنے تک پہنچ جاوے اور احنف کا قول ہی کہ علما ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ کے
بنجاوینگے۔ اور جس عزت کی مضبوطی علم سے نہو تو اسکا انجام ذلت ہوتا ہی اور سالم بن ابی جعد کہتے ہین کہ میرے آقا نے مجھکو تین سو درہم کو
لیکر آزاد کردیا تو مین نے سوچا کہ مین کون سا پیشہ کرون آخر علم کو حرفہ بنایا ایک برس بھی مجکو نہ گزرا تھا کہ حاکم شہر میری ملاقات کو آیا اور
مین نے اسکو لوٹا دیا اور پاس نہ آنے دیا۔ اور زبیر بن ابی بکر کہتے ہین کہ مجکو میرے باپ نے عراق مین خط لکھا کہ تو علم کے پیچھے پڑا رہ اسلیے کہ اگر
تو مفلس ہوجاویگا تو یہ تیرا مال ہوگا اور اگر تو غنی ہوگا تو اس سے تیری زینت ہوگی۔ اور لقمانؑ نے جو اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے
لڑکے علما کے پاس بیٹھ اور اپنا زانو اُنکے زانو سے ملا اسلیے کہ اللہ تعالی نور حکمت سے دلونکو ایسا زندہ کرتا ہی جیسے زمین کو بھاری مینہ سے
سرسبز کرتا ہی اور بعض حکما فرماتے ہین کہ جب عالم مرجاتا ہی تو اُسپر مچھلیان پانی مین اور پرند ہوا مین روتے ہین اور گو ظاہر مین اسکا چہرہ
نظر نہین پڑتا مگر اسکی یاد دلون مین نہین بھولتی۔ اور زہریؒ فرماتے ہین کہ علم نر ہی اور اسکو مردون مین سے وہی پسند کرتے ہین جو مرد ہوتے

؎ اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا مین خوبی اور آخرت مین خوبی ۱۲—

بیان دوم طلب علم کی فضیلت میں

آیتیں اس باب میں یہ ہیں فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طایفۃ لیتفقہوا فی الدین اور فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور حدیثیں یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ اور فرمایا کہ فرشتے طالب علم کے کام سے خوش ہو کر اپنے بازو اسکے لیے بچھاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اگر تو جا کر کوئی علم کا باب سیکھے تو اس سے بہتر ہے کہ سو رکعتیں نفل پڑھے اور فرمایا کہ آدمی کو علم کا کوئی باب سیکھنا اسکے حق میں دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو یعنے بہت دور ہو۔ اور فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور فرمایا کہ علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہے پس علم کا سوال کرو کہ اس میں چار شخصوں کو ثواب ملتا ہے اول سوال کرنیوالے کو دوسرے عالم کو تیسرے سننے والے کو چوتھے اسکو جو انسے محبت رکھتا ہو۔ اور فرمایا کہ جاہل کو نہ چاہیے کہ اپنے جہل پر خاموش ہو رہے اور نہ عالم کو چاہیے کہ اپنے علم پر چپکا رہے یعنی جاہل کو رفع جہالت کے لیے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اسکا جواب دینا چاہیے۔ اور حضرت ابو ذر کی حدیث میں ارشاد ہے کہ مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعتیں پڑھنے اور ہزار بیماروں کو عیادت کرنے اور ہزار جنازوں کی شرکت کرنے سے بہتر ہے پس کسی نے عرض کیا کہ قرآن کی تلاوت سے بھی بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن بدون علم کے کب مفید ہے۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو موت آوے اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لیے علم سیکھتا ہو تو اسکا اور انبیا کا درجہ جنت میں ایک ہوگا اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب میں طالب علم تھا تو ذلیل تھا اب جو میرے پاس لوگ سیکھنے لگے تو عزت والا ہو گیا اور اسیطرح ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کے مثل کوئی نہیں دیکھا اگر صورت کو دیکھو تو سب سے اچھی اور اگر گفتگو کریں سب سے فصیح اور فتوی دیں تو سب سے زیادہ علم معلوم ہو اور ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مجکو تعجب آتا ہے اس شخص پر جو علم کی طلب نہ کرے کہ اسکا نفس اسکو کسی بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے اور بعض حکمانے کہا ہے کہ مجکو جیسا دو شخصوں پر ترس آتا ہے اور کسی پر نہیں آتا ایک تو اسپر کہ علم کا طالب ہے اور سمجھتا نہیں دوسرے اسپر کہ علم کو سمجھتا ہے اور اسکی طلب نہیں کرتا اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسئلہ سیکھوں میرے نزدیک تمام رات کی شب بیداری سے اچھا ہے اور یہ بھی انھیں کا قول ہے کہ عالم اور طالب علم خیر میں شریک ہیں اور دوسرے تمام آدمی بھنگے ہیں کہ انمیں کچھ بہتری نہیں اور نیز انکا ارشاد ہے کہ یا عالم ہو یا طالب علم یا سننے والا ان تین کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہو جاویگا۔ اور عطاء رح کا قول ہے کہ ایک مجلس علم کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور حضرت عمر رض ارشاد فرماتے ہیں کہ ہزار شب بیدار روزہ دار عابدوں کا مرجانا ایسے عالم کی موت سے کم ہے جو خدا تعالی کے حلال اور حرام کا ماہر ہو۔ اور امام شافعی رح کا قول ہے کہ علم کا طلب کرنا نفل سے افضل ہے۔ اور ابن عبد الحکم نے کہا ہے کہ میں امام مالک کے پاس سبق پڑھتا تھا کہ ظہر کا وقت آگیا میں نے اپنی کتاب نماز پڑھنے کے لیے تہ کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے فلان جسکے لیے تو اٹھا ہے وہ اس سے بہتر نہیں جسمیں تو تھا بشرطیکہ نیت درست ہو اور ابو درداء فرماتے ہیں کہ جس شخص کی یہ تجویز ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہیں تو وہ اپنی عقل و تجویز میں ناقص ہے۔

تیسرا بیان تعلیم کی فضیلت میں

آیتیں اس باب میں یہ ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اس آیت میں انذار سے مراد تعلیم اور ارشاد ہے اور دوسری

جگہ فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ اس مین تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہے اور فرمایا وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْہُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَہُمْ یَعْلَمُوْنَ اس مین علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی جیسے گواہی کے چھپانے کے لیے ارشاد فرمایا ہے وَمَنْ یَّکْتُمْہَا فَاِنَّہٗ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ اور فرمایا وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا اور فرمایا اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اور فرمایا وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ اور حدیثین تعلیم کی فضیلت کی بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے کسی عالم کو جو علم دیا تو اُس سے وہ عہد بھی لیلیا ہے جو پیغمبرون سے لیا ہے کہ اُسکو بیان کرینگے اور چھپاوینگے نہین۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رض کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو اُن کو یہ ارشاد فرمایا لَاَنْ یَّہْدِیَ اللّٰہُ بِکَ رَجُلًا وَاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا اور فرمایا کہ جو شخص علم کا ایک باب اسلیے سیکھے کہ اُسکو لوگون کو سکھاوے تو اُسکو ستر پیغمبرون صدیق کا ثواب دیا جاویگا۔ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص عالم ہو اور علم کے بموجب عمل کرے اور لوگون کو علم سکھاوے وہ آسمان و زمین کے ملکوت مین عظیم کہلاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی عبادت کرنے والون اور جہاد کرنے والون سے ارشاد فرمائیگا کہ جنت مین جاؤ علما عرض کرینگے کہ الٰہی اُنھون نے ہمارے علم کے طفیل سے عبادت اور جہاد کیا یعنے شایان اکرام ہم ہین اللہ تعالی ارشاد فرمائیگا کہ تم میرے نزدیک ایسے ہی ہو جیسے بعض فرشتون کے مثل ہو تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت منظور ہوگی پس وہ سفارش کرینگے پھر جنت مین داخل ہونگے اور یہ رتبہ اُسی علم کا ہے جو تعلیم سے دوسرون کو پہونچے اُس علم کا نہین جو فقط اُسی شخص کے ساتھ رہے دوسرے کو نہ پہونچے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَنْزِعُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ اَنْ یُّؤْتِیَہُمْ اِیَّاہُ وَلٰکِنْ یَّذْہَبُ بِذَہَابِ الْعُلَمَاءِ فَکُلَّمَا ذَہَبَ عَالِمٌ ذَہَبَ بِمَا مَعَہٗ مِنَ الْعِلْمِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ اِلَّا رُؤَسَاءُ جُہَّالًا اِنْ سُئِلُوْا اَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَیَضِلُّوْنَ وَیُضِلُّوْنَ اور فرمایا مَنْ عَلِمَ عِلْمًا فَکَتَمَہٗ اَلْجَمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ اور فرمایا خوب عطا اور عمدہ ہدیہ کلمہ حکمت ہے جسکو تو سنے اور یاد رکھے پھر اُسکو اپنے بھائی مسلمان کے پاس لیجاوے اور اُسکو سکھلاوے تو ایک برس کی عبادت کے مساوی ہے۔ اور فرمایا اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِیْہَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَمَا وَالَاہُ اَوْ مُعَلِّمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ وَاَہْلَ سَمٰوٰتِہٖ وَاَرْضِہٖ حَتَّی النَّمْلَۃَ فِیْ جُحْرِہَا وَحَتَّی الْحُوْتَ فِی الْبَحْرِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ اور فرمایا مسلمان اپنے بھائی کو اس سے بڑھکر کوئی فائدہ نہین پہونچاتا کہ جو عمدہ بات اُسنے سنی ہو وہ دوسرے کو سناوے اور فرمایا ایماندار اگر ایک کلمہ خیر سنے اور سیکھکر اُسکے بموجب عمل کرے تو اُسکے حق مین ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے پھر آپ نے دو مجلسین دیکھین کہ ایک تو اللہ تعالی سے دعا مانگتے تھے اور اُسکی طرف راغب تھے اور دوسرے لوگون کو کچھ سکھلاتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجلس اول کے لوگ تو اللہ تعالی

سوال کرتے ہیں اگر وہ چاہے انکو دے اور چاہے نہ دے مگر دوسری مجلس والے لوگونکو تعلیم کرتے ہیں اور مجھکو بھی خدا نے تعلیم کرنیوالا ہی بھیجا ہے
پھر آپ دوسری مجلس والونکی طرف پھرے اور انکے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا مثل ما بعثنی اللہ عز وجل بہ من الہدی والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب
ارضا فکانت منہا بقعۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا بقعۃ امسکت الماء فنفع اللہ عز وجل بہا الناس فشربوا منہا
وسقوا وزرعوا وکانت منہا طائفۃ قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء اس حدیث میں مثال اول ان لوگون کی ہے جنکو اپنے علم سے خود فائدہ
ہوتا ہے اور دوسری ان لوگون کی جو دوسرون کو فائدہ پہونچاتے ہیں اور تیسری مثال ایسے شخصون کی ہے جو دونون باتون سے محروم ہیں
اور فرمایا اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلث علم ینتفع بہ او صدقۃ جاریۃ او ولد صالح یدعو لہ بالخیر اور فرمایا الدال علی الخیر کفاعلہ اور فرمایا لا حسد
الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ عز وجل حکمۃ فہو یقضی بہا ویعلمہا الناس ورجل آتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ہلکتہ فی الخیر اور فرمایا کہ میرے نائبون پر
خدا تعالی کی رحمت ہو لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے نائب کون ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریق کو پسند کرتے
ہیں اور اسکو خدا تعالی کے بندون کو تعلیم کرتے ہیں اور آثار تعلیم کی فضیلت کے بیان میں حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی
حدیث بیان کرے اور اسپر عمل کرے تو اسکو ثواب ان لوگون کے برابر ملیگا جو وہی عمل کرینگے - اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں
کہ جو شخص لوگون کو بہتر بات سکھاتا ہی اسکے لیے تمام چیزین سمندر میں کی مچھلیون تک استغفار کرتی ہیں - اور بعض علماء کا قول ہے
کہ عالم خدا تعالی اور اسکی مخلوق میں واسطہ پڑتا ہے - اور روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ عسقلان میں تشریف لائے
اور کچھ دنون رہے انسے کسی نے کچھ نہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو سواری کرایہ کردو کہ اس شہر سے نکل جاؤن یہ ایسا شہر ہے کہ
اس میں علم مر جاویگا اور اسی واسطے کہا کہ تعلیم کی بزرگی اور اسکی جہت سے علم کے باقی رہنے کی آپکو حرص تھی . اور عطا رح
فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی آنحضرت نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ
مجھسے کوئی کچھ پوچھتا نہیں اور بعضون کا قول ہے کہ علماء اون کے چراغ ہیں ہر ایک اپنے وقت میں شمع ہوتا ہے کہ اس سے اسکے
عہد کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر علما نہوتے تو آدمی مثل چوپایون کے ہوجاتے یعنی علما
لوگون کو تعلیم کی جہت سے حالت بہیمی سے نکالکر حد انسانیت پر پہونچا دیتے ہیں - اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس علم کا کچھ مول ہے
کسی نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ اسکو ایسے کو سکھاوے جو اچھی طرح یاد کرے اور ضائع نہ کرے - اور یحیی بن معاذ فرماتے ہیں
کہ علماء امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ماں باپ سے زیادہ رحیم ہیں لوگون نے پوچھا کہ کس طرح ہوا کہ مخصوص فرمایا کہ اسلیے کہ ماں باپ تو
لوگون کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں اور علماء آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں - اور بعض کا قول ہے کہ ابتداء علم سکوت ہے پھر سننا پھر
یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اسکو لوگون میں پھیلانا اور بعض یون فرماتے ہیں کہ اپنا علم ایسے کو سکھاؤ جو اس سے جاہل ہو اور ایسے شخص سے
سیکھو کہ جو چیز تمکو نہ آتی ہو اسکو وہ جانتا ہو جب ایسا کروگے تو جو کچھ آتا ہوگا اسکو جان جاؤگے اور جو جانتے ہوگے وہ یاد رہیگا

۴ بخاری اور مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲ ۵ ح ابن عبد البر بروایت حسن ۱۲ ۶ قولہ واسطہ پڑتا ہے [illegible] تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیونکر بیچ میں آتا ہے کذا فی الاصل ۱۲

اور حضرت معاذ بن جبل کا قول ہے اور مین نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی پایا کہ علم کو سیکھو اسلیے کہ اسکا سیکھنا خوف الٰہی ہے
اور اسکی جستجو عبادت اور اسکا درس دینا تسبیح اور اسکی بحث کرنی جہاد اور جو شخص نہ جانتا ہو اسکو اسکی تعلیم کرنی خیرات اور جو اسکا اہل ہو اسپر
اسکا خرچ کرنا قرب منزلت ہے یہی علم تنہائی مین انیس اور سفر مین جلیس اور خلوت مین گفتگو کرنیوالا اور دین کا راہ نما اور حالت تونگری
اور افلاس مین چراغ اور دوستون کے سامنے نائب اور اجنبی شخصون مین قریب کرنے والا اور دشمنون کے حق مین ہتھیار اور راہ جنت
کا منار ہے اس علم کی بدولت اللہ تعالیٰ کچھ لوگون کو بلند رتبہ عنایت فرماتا ہے کہ انکو امور خیر مین سردار پیشوا ہادی بناتا ہے انکی دیکھا دیکھی
اور ون کو خیر نصیب ہوتی ہے ان کے قدمون پر لوگ چلتے ہین اور انکے افعال کو تاکتے ہین فرشتے ان کی دوستی کے خواہان ہوتے
ہین اور اپنے بازوون سے انکو پونچھتے ہین اور تمام خشک و تر انکے لئے بخشش چاہتے ہین یہانتک کہ سمندر کی مچھلیان اور کیڑے
اور خشکی کے درندے اور چوپائے اور آسمان اور اسکے ستارے سب دعاے مغفرت کرتے ہین اسلیے کہ علم دل کی زندگی ہے اس کے
باعث جہالت نہین رہتی اور نور ہے کہ جسکے سامنے تاریکی جاتی رہتی ہے اس سے بدن کو قوت آتی ہے اور ضعف دور ہوتا ہے اس کے
باعث بندہ نیک لوگون کے مراتب اور بلند درجے حاصل کرتا ہے علم مین فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے اور اسکے درس مین مشغول ہونا
شب بیداری کے مساوی ہے اور اسی کے باعث خدا تعالیٰ کی اطاعت اور توحید و عبادت اور تمجید ہوتی ہے اسی سے ورع
اور تقوی اور صلہ رحام اور معرفت حلال اور حرام حاصل ہے علم امام ہے اور عمل اسکا تابع ہے نیک بختون ہی کے دل مین اسکا القا کیا
جاتی ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہین ہم اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کے خواہان ہین

چوتھا بیان دلائل عقلی کے ذکر مین

اب دلائل عقلی ابتک بیان ہوچکے ہین کہ غرض اس باب سے علم کی فضیلت اور نفاست کے معلوم کرنے سے ہے اور جب تک فضیلت کو نہ
سمجھو اور جو اس سے غرض ہے اسکو نہ معلوم کرو تو علم وغیرہ اشیا کی فضیلت کا جاننا ممکن نہین ہے کیونکہ معلوم کیا جاتا ہے کہ بعضے
یا نہین اور اسکو مثل حکمت کے معنی اور اسکی حقیقت معلوم نہ ہو تو چیز رہ جانے اور [illegible]
سکتی ہے جسکے معنی زیادتی کے ہین تو جب دو چیزین کسی بات مین شریک ہوئی اور ایک مین [illegible]
سے زیادہ اور افضل ہے لیکن زیادتی ایسی چیز مین ہونی چاہئے جو اس چیز کا کمال ہو مثلاً گھوڑے کو گدھے سے افضل کہتے ہین تو
اسی سبب سے کہ گھوڑا بار برداری مین گدھے کا شریک ہے مگر کر و فر اور [illegible]
اب اگر کسی گدھے کو بہت سا زیور پہنا دین تو یہ نہ کہینگے کہ یہ افضل ہے کیونکہ یہ زیادتی صرف ظاہر کی ہے باطن کی نہین کمال [illegible]
اور جانورون کی غرض انکے صفات اور قوی باطنی ہین نہ ظاہر کا جسم جب یہ معلوم کر چکے تو اب یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ [illegible]
سے دیکھو تو سمجھوگے کہ ایک طرح کا فضل ہے جیسے گھوڑے کو نسبت گدھے کے فضیلت ہے [illegible]
فضیلت نہین اضافی ہے اور علم کو بالذات اور مطلق فضیلت ہے خواہ کسی کی نسبت [illegible]
ہے اور اسی سے فرشتون اور انبیا کا شرف ہے بلکہ گھوڑون مین سے جسکو تمیز ہوتی ہے [illegible]

کو فضیلت مطلق ہی خواہ کسی کی نسبت کر ہو یا نہ ہو اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفیس چیز کی رغبت جو ہوتی ہے اُسکی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ غیر
کے لیے مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات مطلوب ہو اور ایک وہ کہ بالذات اور غیر کے لیے دونوں طرح مطلوب ہو ان تینوں قسموں میں سے جو
بالذات مطلوب ہوتی ہے وہ اول کی نسبت کر اشرف اور افضل ہے اور اول قسم یعنی جو چیزیں غیر کے لیے مطلوب ہیں وہ درم اور اشرفی ہیں کہ
دونوں خود پتھر ہیں اُنسے خود کسی طرح کا فائدہ نہیں اگر بالفرض خداوند کریم آدمیوں کی حاجتیں پوری کرنی انسے سہل نفرماتا تو انکا
اور کنکروں کا ایک سا حال ہوتا اور مطلوب بالذات آخرت کی سعادت اور لذت دیدار الٰہی ہے اور جو چیز کہ بالذات بھی اور غیر کے لیے بھی
مطلوب ہوتی ہے اُس کی مثال بدن کی سلامتی ہے مثلاً پاؤں کی سلامتی اس جہت سے بھی مطلوب ہے کہ بدن درد سے سلامت رہے
اور اس لیے بھی مطلوب ہے کہ اُس سے چلکر اپنے مطالب اور حاجات پورے کریں پس اس اعتبار سے اگر علم کو دیکھو تو اُسکو خود بھی
لذیذ پاؤ گے اور وسیلہ آخرت اور سعادت اخروی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بھی پاؤ گے [illegible]
[illegible] اور آدمی کے حق میں [illegible] سعادت ابدی ہے [illegible]
[illegible] اُسکا ملنا بدون علم و عمل کے ہرگز نہیں ہو سکتا اور عمل بھی بدون [illegible]
[illegible] دنیا اور آخرت میں سعادت کی اصل علم ہی ہے اسلیے ثابت ہوا کہ سب اعمال سے افضل علم ہے [illegible]
[illegible] بھی معلوم ہوا کرتی ہے [illegible] پہلے معلوم ہو چکا کہ علم کا نتیجہ قرب الٰہی [illegible]
[illegible] اور دنیا میں [illegible] حکم کرنا [illegible]
[illegible]
[illegible] علم زیادہ [illegible]
[illegible] فضیلت [illegible] علوم [illegible]
بیان [illegible] اور [illegible] علوم میں اختلاف ہے [illegible] فضیلت [illegible]
[illegible] ثابت ہو چکا [illegible] فضل علم [illegible]
[illegible] دین اور دنیا میں آجاتے ہیں [illegible]
[illegible] دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور جو شخص دنیا کو آلہ آخرت اور فرودگاہ جانے [illegible]
[illegible] فرودگاہ نہ کرے اور دنیا کا انتظام آدمیوں کے اعمال سے ہے اور آدمیوں کے اعمال
[illegible] اول تو اصول ہیں کہ بدون انکے عالم کا قیام نہیں اور اصول چار چیزیں ہیں [illegible]
[illegible] کے واسطے چہارم سیاست [illegible]
[illegible] کی مدد کرنے کے لیے دوسرے وہ اعمال ہیں جو اُن چاروں امور [illegible]
[illegible] طرح ہیں مثلاً آہنگری کہ زراعت کی خادم [illegible] دوسری صنعتوں [illegible]

اور دھننا اور کاتنا دونون نوربافی کے خادم ہین کہ سوت وغیرہ کا ہونا اُنپر موقوف ہی تیسرے وہ اعمال ہین کہ اصول کو پورا کرتے ہین
اور اُنکو زینت دیتے ہین مثلاً پیسنا اور پکانا زراعت کے لیے اور دھونا اور سینا نوربافی کے لیے اور ان تین طرح کے اعمال کو عالم کے
قیام مین ایسا ہی علاقہ ہی جیسے آدمی کے اجزا کو اُسکے تمام وجود کے قیام مین ہی یعنے آدمی کے اجزا بھی تین طرح کے ہین ایک اصول
ہین جیسے دل اور جگر اور دماغ ہین دوسرے وہ اعضا ہین جو اصول کے خادم ہین جیسے معدہ اور رگین اور شریانین اور پٹھے اور نسین تیسرے
تیسرے وہ اجزا ہین جو زینت کے لیے ہین مثلاً ناخن اور انگلیان اور بھوین اور بال وغیرہ ہین اور ان صنعتون مین سے اشرف اور افضل اصول
ہین اور اصول مین سے افضل سیاست ہی جسپر کہ مدار انس ہے اور انہین اچھی طرح بسر کرنیکا ہی اور اسی لیے اس خدمت کے بجالانیوالے کو
وہ کمال ہونا چاہیے جو اور صنعتون مین ہونا ضرور نہین ہی اور یہی وجہ ہی کہ اس خدمت والا اور صنعتون والون سے خدمت لیا کرتا ہی اور سب کو
اپنا تابع جانتا ہی اور خلق کی درستی کے لیے اور دنیا اور آخرت مین انکو راہ راست بتانے کے لیے سیاست کے چار مرتبے ہین اول سیاست
جو سب مین بہتر ہی سیاست انبیا علیہم السلام کی ہی اور اُنکا حکم خاص اور عام سب پر ظاہر اور باطن ہر حال مین ہی دوسرے سیاست خلفا
اور ملوک اور سلاطین کی ہی اور انکا حکم بھی خاص اور عام سب پر ہی مگر صرف ظاہر پر ہی باطن پر نہین تیسری سیاست ان علما کی ہی جو اللہ تعالی
اور اُسکے دین کے عالم ہین اور یہی علما انبیا کے وارث ہین ان کا حکم صرف خاص لوگون کے باطن پر ہی عوام کی سمجھ کا اعتبار نہین جو اُنسے
استفادہ کر سکے اور نہ اُن کو یہ قوت کہ لوگون کے ظاہر پر کسی بات کے التزام اور روکنے کا تصرف کرین چوتھی سیاست واعظون
کی ہی انکا حکم صرف عوام کے باطنون پر ہی اب ان سب سیاستون مین نبوت کے بعد اشرف اور افضل علم کی تعلیم اور لوگون کے نفس کو مہلک
عادتون اور بُری خصلتون سے بچانا اور عمدہ اخلاق اور سعادت کی طرف راہ بتلانا ہی اور تعلیم سے مراد یہی ہی اور تعلیم کو جو پیشون اور
اعمال کی نسبت کہ افضل بتایا اسکی وجہ یہ ہی کہ پیشہ کا شرف تین باتون سے جانا جاتا ہی یا تو اُس قوت کے لحاظ سے جس سے اُس صنعت کے
پہچاننے کا ذریعہ ہو مثلاً عقلی علوم لغوی علوم سے افضل ہین اسلیے کہ حکمت تو عقل سے معلوم ہوتی ہی اور لغت کان کے سننے سے اور عقل سننے
کی نسبت کہ افضل ہی تو جو چیز عقل سے معلوم ہوگی وہ بھی افضل ہوگی یا شرف باعتبار فائدے کے عام ہونیکے ہوتا ہی جیسے کھیتی بہ نسبت
زرگری کے ہی کہ اول کا فائدہ انسانون اور حیوانون کو عام ہی بخلاف زرگری کے کہ اُسکا فائدہ سب انسانون کے لیے نہین یا شرف
باعتبار محل کے ہوتا ہی جسمین اس پیشہ کا اثر ہو جیسے زرگری چمڑا پکانے کی نسبت کہ افضل ہی اسلیے کہ زرگر تو سونے پر اپنا عمل کرتا ہی اور چمڑا پکانیوالا
مردار کی کھال پر کام کرتا ہی اب تعلیم جو دیکھتے ہین تو یہ تینون وجہین شرف کی اسمین موجود ہین اسلیے کہ علوم دینی یعنی سمجھنا طریق آخرت کا ظاہر ہی کہ عقل کی
خوبی اور ذکا کی تیزی اور صفائی ہی سے ہوتا ہی اور عقل تمام صفات انسانی سے اشرف ہی جیسا کہ اسکا بیان عنقریب آوے گا اسلیے کہ عقل ہی کے
باعث خدا تعالی کی امانت مقبول ہوتی ہی اور اُسی کی جہت سے قرب الہی تک پہنچ جاتا ہی اور فائدہ کا عام ہونا اس علم مین خود ظاہر ہی کہ
تمام ہی شبہہ نہین کیونکہ اسکا فائدہ اور ثمرہ سعادت آخرت ہی اور تعلیم کے محل کی شرافت مین بھی کچھ شک نہین کیونکہ تعلیم کرنیوالا آدمی کے دلون
قلوب پر تصرف کرتا ہی اور ظاہر ہی کہ زمین پر موجود چیزون مین سب سے اشرف انسان کی جنس ہی اور انسان کے اجزا مین سے عمدہ اور اشرف انسان کا
دل ہی اور تعلیم کرنیوالا دل کی تکمیل اور جلا دینے اور پاک کرنے اور اُسکو قرب الہی تک پہونچانے مین مشغول رہتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم کا تعلیم کرنا

ایک طور سے تو اللہ تعالی کی عبادت ہو اور ایک طرح سے اُسکی خلافت اور یہ خلافت اللہ تعالی کی نہایت بڑھکر ہو کیونکہ اللہ تو نے عالم کے دل پر وہ صفت جو اُسکی صفات مین سے خاص تر ہو مفتوح فرمائی تو گویا عالم کا دل خدا تعالی کے عمدہ خزینونکا خزانچی ہوا پھر اُسکو اجازت ہو کہ جو اُس چیز کا محتاج ہو اُسکو یہ چیز دیدے پس اب غور کرو کہ اس سے زیادہ کونسا رتبہ ہوگا کہ آدمی اللہ تعالی اور اُسکی مخلوق مین واسطہ ہو کہ اُنکو خدا تعالی کی نزدیکی اور جنت فردوس کی طرف برابر کھینچتا رہے دوسری فصل علم محمود اور مذموم اور اُنکی قسموں اور حکمونکے بیان اور اسمین تین بیان ہین

بیان اول اس علم کا جو فرض عین ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ علم کا طلب کرنا فرض ہی ہر مسلمان پر اور یہ بھی فرمایا کہ علم کو طلب کرو اگرچہ چین مین ہو پس جو علم کہ ہر مسلمان پر فرض عین ہو اسمین لوگونکا اختلاف ہو اور اس باب مین بیس سے زیادہ فرقے ہو گئے ہین ہم سب کی تفصیل نہین لکھتے مگر حاصل اختلاف یہ ہو کہ ہر فریق نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہو جسکے درپے وہ خود تھا مثلاً کلام کرنے والے کہتے ہین کہ اُس علم سے غرض علم کلام ہو اسلیے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہو اور خدا تعالی کی ذات اور صفات کا علم اُسی سے آتا ہو اور فقہا کہتے ہین کہ وہ علم فقہ ہو اس جہت سے کہ اُس سے عبادات اور حلال و حرام اور معاملات مین جائز اور ناجائز معلوم ہوتے ہین اور علم فقہ سے اُنکی غرض وہ ہو جسکی طرف ہر ایک کو حاجت ہو نہ وہ معاملات جو کم واقع ہوتے ہین اور مفسر اور محدث فرماتے ہین کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہو کہ انھین دونون سے اور تمام علوم آتے ہین اور اہل تصوف کہتے ہین کہ اس علم سے غرض ہمارا علم ہو پس انمین سے بعض یون کہتے ہین کہ بندہ کو اپنے حال کا اور خدا تعالی کے نزدیک اپنے مقام کا علم مراد ہے اور بعض کا یہ قول ہو کہ وہ علم اخلاص کا اور نفس کی آفتونکا اور شیطان کے خطرون اور فرشتے کے الہام مین تمیز کرنے کا ہو اور بعض کا ارشاد ہو کہ وہ علم باطن ہو اور چند خاص لوگون پر واجب ہو جو اُسکے اہل ہین ان لوگون نے لفظ کے عموم کو بدل ڈالا اور اُسکو خاص کر لیا اور ابو طالب مکی فرماتے ہین کہ اُس سے مراد وہ علم ہو جسکو وہ حدیث متضمن ہو جسمین مبانی اسلام کا مذکور ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو کہ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الحدیث اسلیے کہ واجب یہی پانچون چیزین ہین تو ہر یہ ہی ہے انکے عمل کی کیفیت اور واجب ہونے کی کیفیت کا علم بھی واجب ہونا چاہیے اور جس امر پر طالب کو یقین کرنا چاہیے اور جس کو شک کرنا چاہیے وہ وہ ہو جسکو ہم ذکر کرتے ہین اور وہ یہ ہو کہ جیسا ہمنے اس باب کے مقدمہ مین بیان کیا ہو علم کی دو قسمین ہین اول علم معاملہ دوم علم مکاشفہ اور جو علم کہ حدیث مین ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہو اس سے مراد علم معاملہ ہو اور جو معاملات کہ عاقل اور بالغ شخص کو اُنکا حکم ہوتا ہو وہ تین ہین ایک اعتقاد اور ایک کرنا اور ایک نہ کرنا اب اگر فرض کرو کہ کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کی راہ سے دن کو چاشت کے وقت مثلاً بالغ ہو تو اول واجب اسپر یہ ہوگا کہ شہادت کے دونون کلمون کو سیکھے اور ان دونون کے معنی سمجھے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سیکھنا اور اُنکے معنی کا سمجھنا واجب ہی یہ امر واجب نہین کہ اس باب مین بحث و تکرار کرے اور دلیلون کو لکھکر اُسکا یقین کرے بلکہ اسیقدر کفایت کرتا ہو کہ ان کلمونکی تصدیق اور اعتقاد اسی طرح کرے کہ اسمین شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بھی بدون بحث اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہو اور بحث اور دلیل کے واجب نہونے کی یہ وجہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے اجلاف سے صرف تصدیق اور اقرار بدون دلیل جاننے کے کفایت فرمائی غرضکہ اگر آدمی اسیقدر جان لیگا تو واجب وقت ادا کر لیگا اور یہ جب

علم کہ اُسپر فرض عین تھا وہ کلمون کا سیکھنا اور ان دونون کو سمجھنا تھا اُسوقت مین اس کے سوا اور کوئی چیز اسکو لازم نہ تھی جیسے کہ
مثلاً اگر بعد ان دونون کلمون کی تصدیق کے مرجاوے تو بلا شبہہ خداے تعالیٰ کا مطیع مریگا اور نافرمان نہوگا اور دوسری چیزین بعد کلمون کے
جو اُسپر واجب ہوتی ہین وہ عوارض کے باعث ہوتی ہین وہ ہر شخص کے حق مین ضروری نہین ایسے بعض آدمی جدا بھی ہوسکتے ہین یہ عوارض
اور اسباب خواہ فعل مین ہوتے ہین خواہ ترک مین خواہ اعتقاد مین فعل کی مثال یہ ہے کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر تک زندہ
رہے تو ظہر کے وقت کے داخل ہونے سے ایک نیا واجب اُسپر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز کے مسائل سیکھے پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ مین
تندرست ہو اور ایسا ہو کہ اگر زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت مین سب سیکھ کے
عمل نہ کرسکیگا بلکہ اگر سیکھنے مین مشغول رہیگا تو وقت جاتا رہیگا تو ایسی صورت مین کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہے کہ یہ شخص زندہ
رہیگا اسلیے وقت سے پہلے ہی اسکو سیکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کیلیے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے
بعد ہوا کرتا ہے پس پہلے وقت سے اسپر سیکھنا واجب نہین اور اسیطرح باقی نمازون مین حال ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہیگا تو رمضان کے
سبب سے اُسپر روزہ کا سیکھنا ایک نیا واجب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور روزہ
مین واجب نیت ہے اور کھانے اور پینے اور صحبت سے بند رہنا اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے خواہ دو گواہون کی گواہی گذرنے تک
قائم رہتی ہے اب اگر اُسکے پاس مال ہوجاوے یا بالغ ہونے کے وقت ہی مال ہووے تو اسکو مقدار واجب زکوٰۃ کا معلوم کرنا
لازم ہوگا مگر اُسوقت لازم نہ ہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک برس پورا ہونے پر لازم ہوگا اور اگر اسکے پاس اونٹ ہون سوا اور کچھ نہو تو صرف
انھین کی زکوٰۃ کا سیکھنا لازم ہوگا اسیطرح تمام اقسام مال مین تصور کرنا چاہیے جب اُسپر حج کے مہینے آوین تو اسپر حج کا علم اسیوقت جاننا
ضروری نہین اسلیے کہ اسکا ادا عمر بھر مین ہوتا ہے تو سیکھنا بھی فوراً واجب نہوگا ہان علماے اسلام کو چاہیے کہ اگر اسکے پاس جمعیت بقدر زاد
و راحلہ کے ہو تو اُسکو آگاہ کردین کہ حج اُس شخص پر عمر بھر مین فرض ہے جو مالک سامان سفر اور سواری کا ہو تاکہ شاید وہ اپنے نفس پر
احتیاط ضروری جانکر جلد ہی ادا کرے پس جس وقت وہ قصد حج کرے اسوقت اُسکو حج کی کیفیت کا سیکھنا لازم ہوگا اور صرف ارکان حج
اور اُسکے واجبات کا سیکھنا واجب ہوگا نوافل کا سیکھنا واجب نہوگا اسلیے کہ جس چیز کا کرنا نفل ہے اسکا سیکھنا بھی نفل ہے تو نفل کا سیکھنا فرض
عین نہوگا۔ رہی یہ بات کہ اصل حج کے واجب ہونے پر اُسکو اُسیوقت آگاہ کردینے سے سکوت کرنا حرام ہے یہ امر متعلق فقہ کے ہے غرضکہ
سب افعال جو فرض عین ہین اُنکا جاننا بتدریج اسیطرح ہے اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی جب جیسا حال پیش آتا جاویگا اسیطرح واجب ہوگا
یہ امر آدمی کے حال کے مناسب مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً گونگے کو واجب نہین کہ جو کلام حرام ہے اُسکو معلوم کرے یا اندھے پر ضرور نہین کہ نظر ناجائز کے
مسئلے سیکھے یا جنگل کے رہنے والے پر واجب نہین کہ جن مکانات مین بیٹھنا حرام ہے انکو معلوم کرے حاصل یہ کہ اگر معلوم ہو کہ ان اشیاء کی ضرورت
اس شخص کو نہ پڑے گی تو انکا سیکھنا اسپر واجب نہین بلکہ جن امور مین وہ مبتلا ہو اُنپر تنبیہ کردینا واجب ہے مثلاً اگر مسلمان ہونیکے وقت ریشم
حریر پہنے ہو یا غصب کی زمین مین بیٹھا ہو یا غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہو تو اُسکو اطلاع ان امور کے ترک کی کردینی ضرور ہے جو چیزین ابھی در کار
مرتکب نہو بلکہ عنقریب اُن مین مبتلا ہوا چاہتا ہو جیسے کھانے پینے کی چیزین ہین تو اُسکا تعلیم کردینا واجب ہے مثلاً اگر کسی شہر مین شراب کا پینا اور سور کا

گوشت کا کھانا رائج ہو تو اُسکو اُنکا ترک سکھلانا اور آگاہ کر دینا واجب ہی اور جن چیزونکا سیکھنا واجب ہو اُنکا سکھانا بھی واجب ہی اور اعتقادات اور دلون کے اعمال کا علم بھی موافق خطرون کے واجب ہی مثلاً اگر اُسکے دل مین اُن معنون مین شک پیدا ہو جنپر کہ دونون کلمے شہادت کے دلالت کرتے ہین تو اس صورت مین اُسکو ایسی چیز سیکھنی چاہیے جس سے وہ شک دور ہو جاوے پس اگر یہ شک اُسکو نہو اور مر جاوے اور ابھی اس بات کا اعتقاد نہ کیا ہو کہ خداے تعالی کا کلام پاک قدیم ہی اور وہ قابل رویت ہی اور اسمین تبدیل کو گنجایش نہین اور سوا اُسکے اور باتین جو اعتقادات مین مذکور ہین کسی کا معتقد نہ ہوا ہو تو ایسا شخص سب کے نزدیک اسلام ہی پر مریگا لیکن یہ خطرے جو موجب اعتقادون کے ہوتے ہین بعضے تو خود آدمی کی طبیعت سے اُٹھتے ہین اور بعضے اپنے شہر والونکی گفتگو سننے سے دلمین آتے ہین پس اگر یہ شخص ایسے شہر مین ہو کہ اسمین گفتگو اور کلام بدعت کے شایع ہوان تو چاہیے کہ اُسکو ابتداے بلوغ مین امر حق سکھلا کر بدعت سے محفوظ کر دیا جاوے تاکہ امر باطل پہلے نہ جم جاوے اسلیے کہ اگر امر باطل اُسکے سننے مین آجاویگا تو اُسکا دور کرنا اُسکے دل سے واجب ہوگا اور بعض اوقات اُسکا دور کرنا دشوار پڑجاتا ہی مثلاً اگر یہ مسلم تاجر ہو اور اُس شہر مین معاملہ سود کا رائج ہو تو اُسپر سود سے بچنے کا مسئلہ سیکھنا واجب ہوگا [illegible] اسمین یہ امر حق ہی جو مینے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہی پس جو شخص کہ [illegible] کو معلوم کریگا تو وہ علم جو اُسپر فرض عین تھا اُسکو سیکھ لیگا اور صوفیون نے جو فرمایا ہی کہ [illegible] الہام کا جاننا [illegible] [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین چیزین ہلاک [illegible] نفس کو [illegible] آنکے مثل [illegible] کو نہ جان لیا جاوے اور اُنکے علاج کو نہ معلوم کر لیا جاوے تب تک اُنکا دور کرنا ممکن نہین اسلیے کہ جو شخص بدی کو نہین جانتا وہ اُس مین مبتلا ہو جاتا ہی اور علاج اسطرح ہو کہ ہر ایک [illegible] کے مخالف سے اُسکا مقابلہ کیا جاوے [illegible] کے مہلکات [illegible] جلد سوم [illegible] سے اُنکو چھوڑ رکھا ہی اور اگر یہ مسلم [illegible] اور مرنے کے بعد جی اٹھنے اور [illegible] ایمان جلدی سکھانا چاہیے تاکہ ان چیزون پر ایمان لاوے اور اُنکی تصدیق کرے یہ امر بھی دونون شہادت کے کلمونکا تتمہ ہی اسلیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاویگا تو اُسکے بعد یہ چاہیے کہ جو کچھ آپ نے پہنچایا ہو اُسکو سمجھے اور وہ یہ ہی کہ جو اطاعت کرے اللہ اور رسول کی اُسکو جنت اور جو اُن دونون کی نافرمانی کرے اُسکو دوزخ ہی سو اس ترتیب کو معلوم کر چکے تو اب جان لیا ہوگا کہ مذہب حق یہی ہی اور یہی تحقیق ہو گیا ہوگا کہ ہر شخص پر اسکے رات دن کے خیالات مین کچھ واقعات عبادتون اور معاملات کے پیش آتے ہین اسی لیے جو عجیب بات اُسپر واقع ہو اُسکا پوچھنا اُسکو لازم ہی اور جس چیز کے واقع ہونے کی عنقریب توقع غالب ہو اُسکا سیکھنا جلد ضروری ہی

پس جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد فیض بنیاد میں طلب العلم فریضة علی کل مسلم اس علم معروف سے
اُس عمل کا علم مراد لیا ہے جسکا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے اور کوئی علم مراد نہیں لیا تو اس سے صاف وجہ اس بات کی معلوم ہوگئی کہ
عمل کے واجب ہونیکے وقت میں بتدریج علم واجب ہوتا جاویگا واللہ اعلم

دوسرا بیان اُس علم کا جو فرض کفایہ ہے

واضح ہو کہ جبتک علوم کے اقسام ذکر نہ کیے جاوینگے تب تک فرض اور غیر فرض میں تمیز نہ ہوگی اور جس فرض کے ہم درپے بیان ہیں
اُسکے اعتبار سے علوم کی دو قسمیں ہیں ایک شرعی دوسری غیر شرعی اور شرعی علوم سے ہم وہ علوم مراد لیتے ہیں جو انبیا علیہم السلام سے
حاصل ہوئے ہوں عقل اور تجربہ اور سماع انکی طرف ہدایت نہ کرتا ہو جیسے علم حساب مثلاً کہ عقل سے معلوم ہوتا ہے اور علم طب تجربہ سے اور علم لغت
سننے سے اور جو علم شرعی نہیں انکی تین قسمیں ہیں ایک اچھے اور ایک برے اور ایک مباح اچھے تو وہ علم ہیں جن سے دنیا کے
کام کی مصلحت وابستہ ہے جیسے طب اور حساب [illegible] اور ان اچھے علوم میں سے بعض تو فرض کفایہ ہیں اور بعض فقط بہتر ہیں مگر فرض نہیں فرض کفایہ
وہ علوم ہیں جنکی حاجت امور دنیا کے قائم رکھنے میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور ایک زیادہ ہو جاتا ہے اور غیر شرعی علوم میں سے برے ایسے ہیں جیسے جادو اور طلسمات اور شعبدے [illegible]
جیسے اشعار جنمیں کچھ نقصان نہ ہو اور علم تاریخ اور جو اسکے مانند ہو اور علوم شرعی جنکا بیان کرنا مقصود ہے [illegible]
ہیں لیکن چونکہ کبھی دھوکا ہو جاتا ہے کہ انکو علوم شرعی جانتے ہیں اور [illegible] اسلیے انکی دو قسمیں ہیں ایک اچھے
ایک برے جو علوم اچھے ہیں وہ کچھ تو اصلی ہیں اور کچھ فروع اور کچھ مقدمات اور کچھ متممات اور تکملے اور یہ چار طرح کے ہیں اول وہ جو اصل ہیں
اور وہ چار ہیں اول کتاب اللہ دوم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوم اجماع امت چہارم آثار صحابہ اور اجماع اس جہت سے اصل ہے
کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہے مگر اسکا درجہ سنت کے بعد ہے اور یہی آثار صحابہ کا حال ہے کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتے ہیں اسلیے کہ
صحابہ نے وحی کا مشاہدہ فرمایا اور احوال کے قرینوں سے انھوں نے وہ باتیں معلوم کیں جنکا اوروں سے غائب رہنا [illegible]
باتیں کہ قرینوں سے معلوم ہوئی ہیں اگر لکھیں جاویں تو کیا عجب ہے کہ تحریر میں گنجایش انکی نہ ہو اور اسی وجہ سے علما نے انکی [illegible]

پیروی کرنی اور اُنکے آثار کو تمسک گردانا مصلحت جانا ہی مگر یہ پیروی ایک شرط خاص سے بوجہ خاص ہی جسکا بیان کرنا اس جگہہ مناسب
نہین۔ دوسری قسم علوم شرعی کے فروع ہین اور وہ ایسے علوم ہین کہ ان چارون اصول سے مفہوم ہوتے ہین نہ یہ کہ مقتضائے
الفاظ سے سمجھے جاتے ہون بلکہ معانی اور علتون کی وجہ سے جنپر عقلون کو آگاہی ہو گئی اور اُنکی وجہ سے احکام کو وسعت ہو گئی حتی کہ
لفظ ملفوظ سے اور باتین بھی سمجھ لین جنکے لیے وہ ملفوظ نہ تھا مثلاً آپکا ارشاد جو یہ ہی لا یقضی القاضی وہو غضبان اُس سے یہ بھی سمجھا گیا کہ
جسوقت قاضی کو پیشاب کا دباؤ ہو یا بھوکا ہو یا کسی مرض سے دردناک ہو اُسوقت بھی حکم نہ دیوے اور یہ علم فروع دو طرح پر ہے ایک
وہ کہ دنیا کی بہتری سے متعلق ہو اس علم کو فقہ شامل ہی اور اسکے کفیل فقہا ہین اور وہ دنیا کے عالم اور دوسرے وہ کہ جس سے آخرت
کی بہتری علاقہ رکھتی ہی اور وہ دل کے حالات اور اُنکی اچھی یا بُری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اُن مین
سے کون بات پسند ہی اور کونسی ناپسند اور اس کتاب کا نصف اخیر اسی علم کے بیان مین ہی۔ اور جو بات دل سے عضا پر عبادات
اور عادات مین مترشح ہوتی ہی اُسکا جاننا بھی اسی علم مین داخل ہی اور وہ اس کتاب کے نصف اول مین مذکور ہی تیسری قسم علوم شرعی
کے مقدمات ہین اور وہ یہ علوم ہین کہ علوم شرعی کے لیے بمنزلہ آلات کے ہین مثلاً علم لغت اور علم نحو کہ دونون کلام مجید اور حدیث شریف
کے لیے آلہ ہین حالانکہ لغت اور نحو خود علم شرعی نہین مگر انمین خوض کرنا بوجہ شریعت کے لازم ہی اسلیے کہ شریعت محمدی علی صاحبہا
الصلوۃ والسّلام لغت عربی مین آئی ہی اور ہر ایک شریعت کا حال اُسکی زبان سے ظاہر ہوتا ہی اسوجہ سے لغت عربی کا سیکھنا آلہ
ٹھہریگا۔ اور آلات مین علم کتابت بھی ہی مگر یہ علم ضروری نہین اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اگر فرض کیا جاوے کہ جتنی
باتین سُنی جاوین اُنکا یاد کر لینا ممکن ہو تو لکھنے کی کچھ حاجت نہ رہے مگر چونکہ غالباً لوگ اسطرح کے نہین ہوتے اسلیے کتابت بھی سیکھنی ضروری
چوتھی قسم علوم شرعی کے متممات ہین اور وہ قرآن مجید مین ہین اسلیے کہ متممات مین سے بعض تو متعلق الفاظ کے ہین جیسے قراءت اور
حروف کے مخارج کا سیکھنا اور بعض متعلق معنے کے ہین جیسے علم تفسیر کہ اُسکا مدار بھی نقل پر ہی صرف لغت اُسکو کافی نہین ہی اور بعض متعلق
قرآن کے احکام سے ہین جیسے ناسخ اور منسوخ اور عام اور خاص وغیرہ کا جاننا اور اُسکا ایک دوسرے کے ساتھ مین استعمال معلوم کرنا ہی
اور یہ وہ علم ہی جسکو اصول فقہ کہتے ہین اور یہین حدیث بھی شامل ہی اور حدیثون اور آثارون مین تتمے یہ ہین کہ راویون کے نام اور
نسب اور صحابہ کے اسماء اور اُنکے صفات جاننا اور راویون کی راستی اور حالات کا معلوم کرنا ہی تاکہ حدیث ضعیف کو قوی سے جدا
کیا جاوے اور راویون کی عمر کا حال معلوم کرنا بھی تتمہ ہی کہ حدیث مرسل مسند سے علیحدہ ہو جاوے غرض اسی طرح کے اور جو اس فن
سے متعلق ہون وہ سب تتمون مین داخل ہین۔ یہ چارون قسمین علوم شرعیہ کی ہین اور یہ سب اچھے ہین بلکہ فرض کفایہ مین سے ہین اب
اگر یہ کہو کہ تمنے فقہ کو علم دنیا مین اور فقہا کو دنیا کے عالمون مین کیون شامل کیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام
کو مٹی سے نکالا اور اُنکی اولاد کو جنی ہوئی مٹی اور اُچھلتے پانی سے پیدا کرکے باپ کی پشتون مین ماں کے رحمون مین اور وہان سے
دنیا مین نکالا اور دنیا سے قبر مین اور وہان سے حساب کتاب کی پیشی مین پھر جنت یا دوزخ مین غرض اُنکا ابتدا اور انتہا اور
منزلین یہی ہین اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کے لیے توشہ بنایا ہی کہ اُس مین جو چیز قابل توشہ کرنیکے ہو اُسکو توشہ کر لیا جاوے

(حاشیہ) لا یحکم ... قاضی ... حالت مین کہ غضبناک ہو ۱۷ بخاری اور مسلم ... روایت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

پس اگر انسان انصاف سے دنیا کو لیوین تو سب جھگڑے مٹ جاوین اور فقہا بیکار رہ جاوین مگر وہ تو نفس کی خواہش سے اُسکو لیتے ہین
اسی لیے اسمین جھگڑے پیدا ہوتے ہین اور اسی وجہ سے ایک سلطان کی حاجت ہوئی تاکہ وہ لوگونکو ڈانٹے رکھے اور سلطان کو
ایک قانون کی ضرورت ہی جس سے کہ خلق کو ڈانٹے پس فقیہ یعنی فقہ کا عالم قانون سیاست کا ماہر اور درصورت نزاع خلق کو برابر
رکھنے کے طریق سے واقف ہوتا ہی غرض کہ فقیہ سلطان کو وہ راہ بتاتا ہی جس سے کہ سلطان خلق کو ڈانٹے اور انکو پریشان ہونے دے
تاکہ اُن کی راستی سے دنیا مین اُنکے کام منتظم رہین ہان اسمین بھی شبہہ نہین کہ فقہ دین سے بھی متعلق ہے لیکن متعلق خود دین سے
نہین بلکہ بواسطۂ دنیا کے ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی اور دین بدون دنیا کے کامل نہین ہوتا اور سلطنت اور دین دونون
جوڑوان یعنی ایک ساتھ ہین تو دین اصل ہی اور سلطان اسکا نگہبان اور جس چیز کی جڑ نہین ہوتی وہ منہدم ہو جاتی ہی اور
جس چیز کا نگہبان کوئی نہین ہوتا وہ تلف ہو جاتی ہی اور سلطنت و انتظام بدون سلطان کے کامل نہین ہوتا اور جھگڑونکے فیصلہ کرنے
مین انتظام فقہ سے ہوا کرتا ہی اور جس طرح سے کہ سلطنت سے خلق پر سیاست کرنی علم دین اول درجہ کا نہین بلکہ جس سے کہ دین
پورا ہوتا ہی اسکی تکمیل پر سلطنت مددگار ہوتی ہی اسی طرح اس سیاست کے طریق کا جاننا یعنی علم فقہ بھی اول درجہ کا [illegible]
نہین مثلاً ظاہر ہی کہ حج بدون ایسے آدمی کے ساتھ لیے جو راہ مین بدوون سے بچاوے پورا نہین ہوتا لیکن حج ایک چیز ہی اور راہ [illegible]
راہ میں دوسری چیز اور حفاظت کرنی راہ کی جس سے حج پورا ہوتا ہی وہ تیسری چیز ہی اور جاننا طریق حفاظت [illegible] قانون
کا چوتھی چیز ہی اور علم فقہ کا حاصل طریق سیاست اور حفاظت کا معلوم کرنا ہی اور اس امر پر وہ روایت دلالت [illegible]
کے ساتھ مروی ہی [illegible] مین حکم نہ کرتے مگر تین شخص امیر یا مامور یا متکلف [illegible]
تھے اور مامور [illegible] اور متکلف والا وہ ہی [illegible] اسکا [illegible]
کرے اور صحابہ کا دستور تھا کہ حکم دینے یعنی فتوی دینے سے بہت بچتے تھے یہانتک [illegible]
جب کوئی علم قرآن اور طریق آخرت کا حال پوچھتا تھا تو احتراز نہ فرماتے [illegible]
ریاکار آیا ہی [illegible] فتوے دینے کو اختیار کرتا ہی حالانکہ اُس کام کے لیے [illegible] نہین تو اسکا ارادہ [illegible]
مال کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ تقریر تمھاری اگر درست بھی ہو تو زخمون اور حدود اور [illegible] کے احکام اور
تاوانات اور جھگڑون کے فیصلہ کرنے مین ہو سکتی ہی مگر جن امور پر کہ جلد اول اور دوم [illegible] کتاب [illegible] شامل [illegible]
مثل نماز اور روزہ کے اور عبادات مثل بیان حرام اور حلال معاملات کے اُنکو تمھاری تقریر شامل نہین [illegible]
دنیا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین اعمال آخرت مین سے جو اعمال کا فقیہ ذکر کیا کرتا ہی وہ زیادہ تر تین [illegible] اسلام
دوم نماز اور زکوٰۃ سوم حلال اور حرام لیکن ان کے باب مین بھی اگر فقیہ کے منتہا سے نظر [illegible] تو جان [illegible] دنیا کے
حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہین کرتی اور جب انھین تینون چیزون مین یہ حال ہوا اور چیزون مین تو [illegible] ظاہر ہے کہ وہ
دنیا ہی کے امور مین مثلاً اسلام مین اگر فقیہ کچھ کہیگا تو یہ بیان کریگا کہ اُسکا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نادرست ہوا [illegible]

مسلمان ہونے کی یہ ہین مگر اس سب بیان مین اُسکا التفات بجز زبان کے اور طرف نہوگا دل اِسکی حکومت سے باہر رہے
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبانِ سیف اور سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرمادیا ہی چنانچہ جس شخص نے کہ اُس
آدمی کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمۂ اسلام کہہ چکا تھا اور یہ عذر آپکی خدمت مین کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے کلمہ کہا تھا
اسکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہلا شققت عن قلبہ یعنی تو نے اُسکا کیا دل چیر کر معلوم کیا تھا کہ دل سے نہین کہتا۔ بلکہ فقیہ اسلام کی
صحت کا حکم تلوارون کے سایہ تلے کرتا ہی باوجودیکہ جانتا ہی کہ تلوار سے اُسکا شبہہ دور نہین ہوا اور ویسے پردۂ جہالت نہین اُٹھا تاہم
وہ تلوار والے پر حکم کرتا ہی یعنے تلوار مقتول کی گردن پر کھچی ہی اور ہاتھ اُسکے مال پر دراز ہی مگر زبان سے اس کلمے کے کہنے سے بحکم فقیہ
وہ اپنی گردن اور مال کو بچالیگا جبتک اُسکی حیات اور مال ہی اِس کلمہ کی بدولت دنیا مین کوئی اُسکا معترض نہوگا اور اسیوجہ سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوہا فقد عصموا منی دماءہم واموالہم
اس حدیث مین آپنے اثر اُس کلمۂ زبانی کا صرف خون اور مال مین ارشاد کردیا لیکن آخرت مین زبانی اقوال کارآمد نہین بلکہ دلون کے
انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہین اور یہ امور فن فقہ مین سے نہین اور اگر فقیہ انکا بیان کرے تو ایسا ہی جیسے علم کلام اور طب بیان کرنے
لگے اور اُسکا بیان خارج از علم فقہ ہوگا۔ اسیطرح اگر نماز کوئی شخص ظاہر کی سب شرطون سے ادا کرے اور تکبیر اولی کے سوا ساری
نماز مین شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات داد و ستد کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کریگا کہ نماز درست ہوگئی حالانکہ
یہ نماز آخرت مین کچھ بہت بکار آمد نہین جیسے زبان سے صرف کلمہ کا ادا کرلینا اسلام کے باب مین روز جزا مفید نہوگا لیکن فقیہ اسلام کی
درستی کا فتوی دیگا اِس معنی کر کہ جو کچھ اِس شخص نے کیا ہی اِس سے تعمیل صیغۂ امر کی ہوگئی اور قتل اور تعزیر اُسپر سے دور ہوگئی باقی رہا
عاجزی اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہی اور جس سے ظاہری عمل مفید ہوتا ہی اُسکے درپے فقیہ نہین ہوا کرتا اور اگر بالفرض ہو تو
علم فقہ سے علٰحدہ ہوگا اور زکوۃ کے باب مین بھی فقیہ کی نظر اُسی صورت پر ہوتی ہی جس سے مطالبہ سلطان کا اُسکے ذمہ نہ رہے
یعنی ایسی صورت ہو کہ اگر مالدار زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اُسکو زبردستی گرفتار کرنے تو اُسپر یہ حکم ہو کہ یہ شخص
بری الذمہ ہی اِسکے ذمہ زکوۃ نہین۔ اور روایت ہی کہ قاضی ابو یوسف آخر برس مین اپنا مال اپنی بی بی کو ہبہ کردیا کرتے تھے اور اسکا
مال بی بی تمام اُس سے ہبہ کرالیتے تھے تاکہ زکوۃ ساقط ہوجاوے یہ بات کسی نے حضرت ابو حنیفہ رح سے نقل کی آپ نے فرمایا کہ یہ ام
اُنکی فقہ کی جہت سے ہی اور درست فرمایا اسلیے کہ یہ حیلہ صرف دنیا کی فقہ کا ہوگا اُسکا ضرر آخرت مین ہر گناہ سے بڑھکر ہی اور ایسے حیلے کا علم
ضرر کرنے والا کہلاتا ہی۔ اور حلال و حرام کا حال یہ ہی کہ یہ صحیح ہی کہ حرام سے بچنا دین کی بات ہی مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار درجے ہین
اول وہ ہی جو گواہ کے عادل ہونے مین شرط ہی اور اگر وہ نہو تو آدمی گواہی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونیکی لیاقت نہ رکھے اسطرح کا
ورع تو صرف یہ ہی کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے دوسرا ورع نیک بختون کا ہی یعنے اُن شبہات سے بچنا جنہین احتمالونکی مساوات ہو حلت
اور حرمت دونون کے پائے جاتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دع ما یریبک الی ما لا یریبک اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الاثم
حواز القلوب یعنی گناہ دلون مین کھٹکنے والا ہوتا ہی تیسرا درجہ ورع متقیون کا ہی اور وہ خالص حلال کو اس وجہ سے چھوڑ دینا ہی

ح مسلم بروایت اسامہ بن زید ۱۲
ح مجھکو حکم ہی کہ لوگون سے لڑون جب تک کہ لا الہ الا اللہ کہین پس جب یہ کلمہ کہ لینگے تو مجھسے اپنی جانین اور مال بچا لینگے ۱۲ بخاری اور مسلم بروایت

کہ اُس سے خوف حرام تک پہونچنے کا ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لایکون الرجل من المتقین حتے یدع
مالا باس بہ مخافۃ مما بہ باس اور اس ورع کی مثال یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص لوگون کے حالات بیان کرنے سے بچے اِس خوف سے
کہ کہین غیبت نہ ہو جائے یا خواہش کی چیزون کے کھانے سے پرہیز کرے اِس خوف سے کہ کہین سرور زیادہ ہو کر سرکشی نہ ہو جاوے
جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہی چوتھا مرتبہ صدیقون کے ورع کا ہی اور وہ یہ ہی کہ خدائے تعالیٰ کے ماسوا سے منھ پھیرنا اس
ڈر سے کہ کہین کوئی ساعت زندگی کی ایسی نہ کٹ جاوے کہ جسمین خداوند کریم کی نزدیکی زیادہ نہ ہو گو یہ یقیناً معلوم اور ثابت ہو کہ
اُسمین نوبت حرام تک نہ آویگی پس سوا درجۂ اول کے سب فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہین اُسکا التفات صرف گواہون اور قاضیون کے ورع
پر اور اُن امور پر ہی جو عادل ہونے کے مزاحم ہین اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس بات کا منافی نہین کہ آخرت مین گناہ نہ ہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتوی لے اگرچہ لوگ تجھکو فتوی دین اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا فقیہ
دل کے خلجانون کا نام بیان نہین کرتا نہ اُنکے ہوتے ہوے عمل کی کیفیت کو بتاوے بلکہ صرف وہ چیزین ذکر کرتا ہی جنسے عدالت جاتی
رہتی ہی حاصل اس سب کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اس دنیا سے وابستہ ہوتی ہی جس سے کہ طریق آخرت کی بہتری ہی اور اگر وہ اُس
اور آخرت کے احکام کہتا ہی تو یہ ذکر اسکے کلام مین بطفیل دوسرے ذکر کے آجاتا ہی جسطرح کہ طب اور حساب اور نجوم اور علم کلام کا ذکر کبھی آجاتا ہی
اور جسطرح کہ حکمت علم نحو اور شعر مین کبھی آجاتی ہی اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری جو علم ظاہر کے امام ہین فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی
طلب زاد آخرت مین سے نہین ہی اور یہ بات درست ہی اسلیے کہ سب کا اتفاق ہی کہ علم مین شرافت اسی سے ہی کہ اسکے موجب عمل کیا جاوے
تو کیسے ہو سکتا ہی کہ وہ علم ظہار اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف کا ہو اور جو کوئی ان امور کو اسلیے سیکھے کہ اُنکے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی
نزدیکی ہوگی تو وہ مجنون ہی طاعتون مین عمل تو دل اور اعضا دونون سے ہوتا ہی اور دل کا علم شریف ہی اگر کہو کہ تمنے فقہ اور طب کو
برابر کیسے کر دیا کیونکہ طب بھی متعلق دنیا سے یعنی بدن کی صحت سے ہی اور اُسپر بھی دین کی درستی کا مدار ہی اور یہ برابری اجماع کے خلاف ہی
اُسکا جواب یہ ہی کہ ان دونون مین برابری لازم نہین بلکہ دونون مین فرق ہی اِس لیے کہ فقہ تین وجہون کے باعث طب سے اشرف ہی
اول یہ کہ فقہ علم شرعی ہی یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہی بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہین دوسرے یہ کہ آخرت کے طریق چلنے والون مین سے
ایسا کوئی نہین جسکو فقہ کی حاجت نہو بیمار اور تندرست دونون اُسکی حاجت رکھتے ہین بخلاف طب کے کہ اُسکی حاجت بیمار ہی کو ہوتی ہی
اور وہ کمتر ہوتے ہین تیسرے یہ کہ علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہی اسلیے کہ اُسکا حاصل اعضا کے اعمال مین نظر کرنا اور اعضا کے اعمال کا منشا
دلون کے صفات ہین کہ اچھے اعمال اچھی عادتون سے صادر ہوتے ہین اور برے اعمال بُرے صفات سے اور عضو کا دل سے ارتباط صاف
ظاہر ہی اور صحت اور بیماری کا منشا مزاج اور خلطون کے صفات ہین جو بدن کے اوصاف میں سے ہین نہ دل کے صفات سے تو جب فقہ
کو طب کی طرف اس نسبت کر دیکھا جائے تو فقہ کا شرف ظاہر ہوگا اور جب اسکو علم طریق آخرت کی طرف نسبت کر کے دیکھا جاوے تو علم آخرت
اُس سے شریف معلوم ہوگا **تیسرا بیان علم طریق آخرت کی تفصیل اجمالی کے ذکر مین** جس سے اسکے سب عنوانون پر اشارہ ہو جاوے گو تفصیلوار اُن
کو ذکر کرنا ممکن نہین واضح ہو کہ علم طریق آخرت کی دو قسمین ہین ایک علم مکاشفہ دوم علم معاملہ قسم اول کا نام علم باطن ہی اور وہ سب علوم کی

(۱) ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم بروایت عطیہ سعدی ۱۲ (۲) احمد بروایت ... بن سعید ۱۲

تھا اور علت غائی ہی چنانچہ بعض عارفون نے کہا ہی کہ جس شخص کو اس علم سے بہرہ نہو مجکو اُسکے خاتمہ کے بُرے ہونیکا خوف ہی اور ادنی بہرہ
اس علم کا یہ ہی کہ اُسکی تصدیق کرے اور جو لوگ اُسکے اہل ہین اُنکے لیے اس علم کا ہونا مانے۔ اور ایک اور شخص نے کہا ہے کہ جسمین
دو خصلتین ہون اُسکے لیے اس علم مین سے کوئی بات معلوم نہوگی وہ دونون خصلتین بدعت اور غرور ہین۔ اور بعض کا قول ہی کہ جو شخص
دنیا سے محبت رکھتا ہو یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو اُسکو یہ علم حاصل نہ ہوگا گو اور سب علمون کا محقق ہو جائے اور ادنی عذاب اس
علم کے منکر کا یہ ہی کہ اس علم مین سے اُسکو کچھ نہین ملتا حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقون و مقربون کا علم ہی اور وہ ایک نور ہوتا ہی کہ جب دل اپنی
بُری صفتون سے پاک و صاف ہوتا ہی اُسوقت اُسمین ظاہر ہوتا ہی اور اس نور سے آدمی کو بہت سی باتین منکشف ہوتی ہین جنکا پہلے
نام سُنا کرتا تھا اور اُنکے لیے کچھ معنی مجمل و مبہم کر لیتا تھا معنے واضح معلوم نہ ہوتے تھے اب اس نور کے باعث اُن سب کے معنی واضح ہوجاتے
ہین یہانتک کہ اس وقت مین خدائے پاک کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے اور اُسکے صفات کاملہ دائمی کی اور اُس کے
افعال کی اور دنیا اور آخرت کے پیدا کرنے مین حکمت کی اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت واقعی آجاتی ہے اور نبوت
اور نبی کے معنی اور وحی اور ملائکہ اور شیاطین کے معنی اور انسانون سے شیطانون کی عداوت کی کیفیت اور نبیون کو فرشتون کے معلوم
ہونے کی صورت اور اُنکے پاس وحی پہونچنے کی حقیقت اور آسمانون اور زمین کے ملکوت کی حالت اور دل کی معرفت اور اُسکے اندر
فرشتون اور شیطانون کے لشکرون کے مقابلہ کی کیفیت اور فرشتے کے اُتارے اور شیطان کے خطرہ مین فرق کی شناخت اور آخرت
اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور اس آیت کریمہ کے معنی اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ
الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا اور اس آیت کے وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ اور خدائے تعالی کی لقا اور اُسکی ذات کریم کو دیکھنے کے
معنی اور اُس سے نزدیک ہونے اور اُسکے ہمسایہ مین جا اُترنے کی غرض اور ملاء اعلی کی رفاقت اور ملائکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل
ہونیکی مراد اور بہشت والون کے درجون مین جو اتنا فرق ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھینگے جیسے چمکتا ستارہ آسمان مین معلوم ہوتا ہے
اس فرق سے مقصود اور سوا اسکے اور باتین جنکی تفصیل طویل ہی اُس نور کے سبب معلوم ہوجاتی ہین اور اس نور کے پہلے ان امور کے معنون
مین لوگ مختلف رہتے ہین انکے اصول کی تصدیق تو کرتے ہین مگر انکی غرض کے باب مین کچھ کا کچھ کہتے ہین بعضون کا اعتقاد یہ ہے
کہ یہ ساری چیزین مثالین ہین اور اللہ تعالی نے جو چیزین اپنے نیک بندون کے لیے تیار کی ہین وہ ایسی ہین کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی
نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری اور یہ کہ خلق کے لیے جنت مین سے بجز صفتون اور نامون کے اور کچھ نہین اور بعضون کا
اعتقاد یہ ہی کہ انمین سے بعض باتین تو مثالین ہین اور بعض امور ایسے کہ جو حقیقت اُنکے لفظون سے سمجھ مین آتی ہی اُسی کے موافق
ہین اور بعضون کی رائے یہ ہی کہ انجام اور کمال خدائے تعالی کی معرفت کا اُسکی معرفت سے عاجز ہونیکا اقرار کرنا ہی۔ اور بعض شخص
خدائے تعالی کی معرفت مین بڑی بڑی باتون کا دعوی کرتے ہین۔ اور بعضے لوگ کہتے ہین کہ خدائے تعالی کی معرفت کی انتہا
سب عوام کے اعتقاد کی حد ہی یعنی خدائے تعالی موجود جاننے والا قدرت والا سننے والا دیکھنے والا کلام کرنے والا ہی۔ پس ہماری
غرض علم مکاشفہ سے یہ ہی کہ ان امور پر سے پردہ شبہ برطرف ہو جائے اور صاف حق واضح ہو جائے اس طرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لیوے

اور شک کی گنجایش اُسکے بعد نہ رہے اور یہ امر انسان کے جوہر مین ہو سکتا ہے بشرطیکہ آئینۂ دل پر دنیا کی خباثتون کے زنگ کی تہین
نہ جم گئی ہون اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہو کہ آئینۂ دل کی جلا کی کیفیت کا علم اُن خباثتون سے جو اللہ تعالیٰ اور اُسکے صفات
اور افعال کی معرفت سے روکتی ہین اور اُسکی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اسکے نہین کہ شہوتون سے باز رہے اور انبیا علیہم السلام کا اقتدا انکی
سب حالتون مین کرے اِس تدبیر سے جسقدر دل صاف ہوتا جاویگا اور اُسکے مقابل امر حق کا حصہ واقع ہوگا اسیقدر روشن ہونا اُسکی حقیقتون کی
جھلک واقع ہوگی اور اِس جلا کی سبیل بجز ریاضت کے جسکی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی اور بدون سیکھنے کے اور کچھ نہین ہے یہ وہ علوم
ہین کہ کتابون مین نہین لکھے جاتے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ یہ علم کچھ بھی عنایت کرتا ہے وہ اُسکا ذکر دوسرے سے نہین کرتا صرف جو اُسکے
اہل ہین یعنے البتہ کہتا ہے اور وہی اُسکے شریک مذاکرہ اور اسرار کے طور پر ہوتے ہین اور یہ وہی علم پوشیدہ ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس حدیث مین مراد لیا ہے کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہین کہ اُنکو سوائے خدا کے عارفون کے اور کوئی نہین جانتا جب وہ اُسکو
بولتے ہین تو بجز اللہ تعالیٰ پر مغالطہ کھانے والون کے اور کوئی اُس سے جاہل نہین رہتا پس جس عالم کو خدا تعالیٰ نے کچھ علم دیا ہو
اُسکو حقیر مت جانو کیونکہ خدا تعالیٰ نے اُسکو حقیر نہین کیا اسلیے کہ اُسکو علم مذکور عنایت فرمایا اور قسم دوم یعنی علم معاملہ دل کے حالات
کا معلوم کرنا ہے خواہ اچھے حالات ہون جیسے صبر اور شکر اور خوف و رجا اور رضا اور زہد اور تقوی اور قناعت اور سخاوت اور سب حالات مین
خدا تعالیٰ کے احسان کو پہچاننا اور لوگون سے بسلوک پیش آنا اور خدا تعالیٰ پر گمان اچھا رکھنا اور حسن خلق اور حسن معاشرت اور صدق
اور اخلاق اور اُنکے مثل ہین پس اُنکی حقیقتون اور تعریفون اور اُن اسباب کو جاننا جن سے یہ حاصل ہوتے ہین اور اُنکے ثمرون اور علامتون کو
پہچاننا اور جو اُنمین سے ضعیف ہو اُسکے قوی ہوجانیکا علاج اور جو حال جاتا رہا ہو اُسکے پیدا کرنیکا طریق معلوم کرنا علم آخرت مین سے ہے
خواہ دل کے بُرے حالات ہون جیسے مفلسی کا خوف اور تقدیر پر خفا ہونا اور کینہ رکھنا اور حسد کرنی اور نفاق اور بہتری کی طلب اور
خواہش ثنا اور دنیا مین مزے اُڑانے کو زیادہ جینے کی محبت اور کبر اور شہود اور غصہ اور شیخی اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور جوش
اور تکبر اور اترانا اور تونگرون کی تعظیم کرنی اور فقیرون کی اہانت کا خواہان ہونا اور فخر اور آپ مین ایک دوسرے پر بڑائی کسی اور بڑائی کرنی اور
حق بات سے تکبر کرنا اور بیفائدہ امر مین خوض کرنا اور زیادہ گفتگو کرنے کی محبت اور دوسرے کی کھٹکتی بات کہنی اور لوگون کے لیے بن سنور کے
رہنا اور دین مین سستی کرنا اور اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اُسکی بُرائیون سے غافل ہوکر لوگونکی عیب چینی کرنی اور دلمین سے فکر کا دور ہونا اور
خوف الٰہی کا دل مین سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہونچے تو اُسکا بدلہ سختی سے لینا اور حق بات کے انتقام مین ضعیف ہونا اور باطن کی
عداوت کے لیے ظاہر کے یار بنانے اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا کہ جو کچھ اُسنے دیا ہے کہین چھین نہ لے اور طاعت پر بھروسا کرنا اور مکر اور
خیانت اور فریب اور توقع زیادہ جینے کی اور سخت دلی اور سخت کلامی اور دنیا سے خوش رہنا اور اُسکی جدائی سے رنج کرنا اور مخلوق سے
اُنس کرنا اور اُنکی علیحدگی سے وحشت کرنی اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنی اور حیا اور رحم کا کم ہونا اور جو ایسی چیزین ہون کہ یہ سب بُری
یہ سب عادتین دل کے صفات مین سے سب بُرائیون کی اور اعمال بد کی جڑ ہین اور اُنکے مقابل جو اچھی عادتین ہین وہ طاعتون اور ثوابون
کی اصل ہین غرضکہ اِن صفات کی تعریفون اور حقیقتون اور سببون اور ثمرون اور علاجون کو معلوم کرنا علم آخرت ہے اور علمائے آخرت کے

حکم کی رو سے علم فرض عین ہے پس جو شخص اس سے منھ پھیریگا وہ آخرت میں قہر بادشاہ حقیقی سے ہلاک ہوگا جسطرح کہ اعمال ظاہری سے
روگردانی کرنے والا بادشاہان دنیا کی تلوار سے فقہاے دنیا کے فتوے کے بموجب ہلاک ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ فقہا کی نظر فرض عین چیزوں
میں دنیا کی بہتری کی نسبت سے ہوتی ہے اور یہ علم جو ہمنے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت سے ہے اگر کسی فقیہ سے ان باتوں میں سے ایک بھی بات مثلاً توکل
یا اخلاص کو پوچھو یا یہ سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہے تو اس سوال کے جواب میں توقف کریگا حالانکہ یہ بات خود اسپر فرض عین ہے کہ
اسکے نہ معلوم کرنے میں آخرت میں اسکی بربادی ہے اور اگر اس سے لعان اور ظہار اور گھوڑدوڑ اور تیراندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمھارے
سامنے انکے فروعات دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کر دیگا اور قیامت تک انمیں سے کسی کی حاجت نہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو شہر اسکے بتانیوالے
سے خالی نہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت کو بچاویگا کہ رات دن اس فروعات میں اور انکے یاد کرنے اور پڑھانے میں مشقت اٹھاتا ہے اور
جو امر خاص اسکے لیے ضروری ہے اور دین میں اہم ہے اس سے غافل ہے اور اگر اسپر کوئی اس باب میں اعتراض کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں اس
علم میں اسلیے مشغول ہوا ہوں کہ یہ علم دین اور فرض کفایہ ہے اس دھوکے میں آکر فقہ کو سیکھتا ہے اور دوسرونکو دھوکا دیتا ہے عاقل شخص جانتا ہے کہ
اگر غرض اسکی یہی ہوتی یا فرض کفایہ میں حق الامر ادا کرے تو فرض کفایہ پر فرض عین کو مقدم کرتا بلکہ فرض کفایہ ہو اور چیزیں بھی ہیں انکو
فقہ پر مقدم کرتا کیونکہ بعض شہر ایسے ہیں کہ انمیں طبیب بجز کفار ذمی کے نہیں اور جو احکام فقہی کہ متعلق طبیبوں کے ہیں انمیں کفار کی شہادت
مقبول نہیں مگر باوجود اسکے طب کو نہیں سیکھتا اور علم فقہ خصوصاً مسائل خلافی اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے میں مبالغہ کرتے ہیں حالانکہ شہر میں
فقہا اس قسم کے جو فتوے دیتے ہیں اور مقدمات میں جواب لکھتے ہیں بہت بھرے ہیں تو اب ہمکو کوئی یہ بتادے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ
کی بجا آوری پر مستعد ہیں تو فقہاے دین کسطرح اسکے سیکھنے کی اجازت دینگے اور طب کیلیے جو کوئی نہیں جانتا چھوڑ دینیکا حکم کرینگے اسکا سبب
اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ طب پڑھنے کی جہت سے اوقاف اور وصیتونکا متولی ہونا اور یتیمونکے مال کا محافظ ہونا اور عہدہ قضا اور حکومت کا
ملنا اور ہمسرون پر اسکی جہت سے مقدم ہونا اور دشمنون پر غالب ہونا میسر نہیں افسوس صد افسوس کہ برے عالمون کے دھوکے سے
دین مٹ گیا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ ہم کو اس مغالطے سے بچاوے جس سے اسکی خفگی اور شیطان کی ہنسی ہے علماے ظاہر
میں سے جو اہل ورع تھے وہ علماے باطن اور صاحب دلون کی فضیلت کے مقر تھے مثلاً امام شافعی رح شیبان چرواہے کے سامنے ایسے
بیٹھتے جیسے لڑکا مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور اُنسے پوچھتے کہ فلان فلان امر میں ہم کیا کریں لوگ امام شافعی رح سے کہتے کہ
آپ جیسا شخص اس جنگلی آدمی سے پوچھتا ہے آپ فرماتے کہ جو ہمنے سیکھا ہے اسکی اس شخص کو توفیق ملی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل اور یحیی بن
معین رح معروف کرخی رح کے پاس آیا جایا کرتے حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونون کے پلے کے نہ تھے اور دونون اُنسے پوچھا کرتے تھے کہ ہم
کیسے کریں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ہمکو ایسا امر پیش ہو کہ اسکو قرآن اور حدیث میں نہ پاویں تو کسطرح
کریں آپ نے فرمایا کہ نیکبختون سے سوال کرو اور اسکو انکے مشورہ پر منحصر کر دو۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علماے ظاہر زمین اور
ملک کی زینت ہیں اور علماے باطن آسمان اور ملکوت کی۔ اور جنید رح فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز میرے مرشد سری رح نے
فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے اٹھتے ہو کسکے پاس بیٹھتے ہو میں نے کہا کہ محاسبی رح کے پاس فرمایا کہ بہتر انکا علم و ادب اختیار کرنا

اور وہ جو کلام اور متکلمون کا خلاف اور رد کرتے ہین وہ مت سیکھنا پھر جب مین آپ کے پاس سے اٹھا تو سنا کہ یہ فرمایا کہ تجکو خدا علم
حدیث والا صوفی کرے صوفی حدیث والا نہ کرے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ جو شخص حدیث اور علم کو حاصل کر کے صوفی
بنتا ہی وہ فلاح پاتا ہی اور جو پہلے علم سے صوفی بنتا ہی وہ اپنے نفس کو خطرے مین ڈالتا ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تمنے علوم کے اقسام مین کلام و
فلسفہ کو کیون نہین ذکر کیا اور انکے اچھا ہونے یا برا ہونیکا بیان کیون نہ کیا تو اسکے لیے جان لو کہ جسقدر دلیلین مفید علم کلام مین پائی
جاتی ہین انکا حاصل قرآن و حدیث مین موجود ہی اور جو امور ان دونون سے خارج ہین وہ یا تو برے جھگڑے ہین جو بدعتون مین ہین
چنانچہ عنقریب اسکا ذکر ہوگا یا فرقون کے خلافیات کی متعلق تقریرین لمبی چوڑی یا انکی تقریرون کے نقل کرنے سے طول کلام ہی تو
یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہین جنکو طبع سلیم معیوب جانتی ہی اور گوش حق نیوش انکو اپنے اندر جگہ نہین دیتا اور بعض باتین اس قسم کی ہین
کہ دین سے متعلق نہین اور نہ انکا وجود قرن اول یعنی صحابہ کے وقت مین تھا اسوقت انمین خوض کرنا بدعت تھا مگر اب اسکا حکم بدل گیا
اسلیے کہ بدعتین اسطرح کی بہت ہوگئین جو قرآن اور حدیث کے مقتضا سے منحرف کرین اور کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوگئے جنہون نے بدعتون
کے شبہات کو چکنا دیا اور انہین تقریرین بنائین اسلیے گو پہلے ان امور کے جواب مین خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کے باعث سے
اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہو گیا لیکن اسیقدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف میل کرانے کا قصد کرے تو اسکا مقابلہ ہو سکے اور اسکے
لیے ایک حد معین ہی جسکو ہم فصل آیندہ یعنی تیسری فصل مین بیان کرینگے۔ اور فلسفہ کا حال یہ ہی کہ وہ علیحدہ علم نہین ہی بلکہ اسکے
چار حصے ہین اول اقلیدس اور حساب اور یہ دونون جائز ہین جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور بجز ایسے شخص کے کہ جسپر یہ خوف ہو کہ انکے پڑھنے
سے برے علمون کی طرف میل کر جاویگا اور شخص کو انکے منع نہ کیا جاویگا اور جسپر خوف ہو اسکو منع کیا جاوے اسلیے کہ انکے ماہر جو انمین
کثرت سے مہارت کرتے ہین وہ بدعتون کی طرف میل کر جاتے ہین تو ضعیف الایمان کو ان دونون سے بچانا چاہیے جیسے چھوٹے
بچے کو نہر کے کنارے پر نہین کھڑا ہونے دیتے کہ کہین نہر مین نہ جا پڑے یا نو مسلم کو کفار کے میل جول رکھنے سے بچاتے ہین کہ کہین
ان کی صحبت اسمین اثر نہ کر جاوے بخلاف قوی کے کہ اسکو کچھ حرج نہین دوسرا حصہ فلسفہ کا منطق ہی جسمین دلیل کی کیفیت
اور شرطین اور حد کی وجہ اور شرطین مذکور ہوتی ہین اور یہ دونون باتین علم کلام مین داخل ہین تیسرا حصہ الہیات ہی یعنی ذات خدا کے
پاک اور اسکے صفات کو بیان کرنا اور یہ بھی کلام مین داخل ہی فلسفیون نے اس باب مین کوئی علم نئے طور کا ایجاد نہین کیا بلکہ انکے
مذہب جداگانہ ہین کہ بعضے کفر ہین اور بعضے بدعت اور جسطرح کہ معتزلی ہو جانا ایک علم جدا نہین بلکہ کلام والون ہی مین سے کچھ لوگون نے
بحث و دلیل کر کے مذہب باطل علیحدہ کر لیے ہین اسیطرح فلسفیون کا حال جانو۔ چوتھا حصہ طبیعیات ہی کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے
مخالف ہین وہ سرے سے علم نہین کہ اقسام علوم مین بیان کیے جاوین بلکہ جہل ہین اور بعض مین اجسام کی صفات اور خواص اور انکا تغیر
اور تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہی اسکا حال طب کے مشابہ ہی فرق یہ ہی کہ طبیب کی نظر خاص بدن انسان مین باعتبار
مرض اور صحت کے ہوتی ہی۔ اور طبیعیات والون کی نظر سب اجسام مین باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہی مگر طب کو طبیعیات پر فضیلت ہی
یعنی طب کی طرف حاجت ہوتی ہی اور طبیعیات کی طرف کچھ حاجت نہین پڑتی۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ علم کلام ان چیزون مین سے ہی کہ جنکا

سیکھنا فرض کفایہ ہی تاکہ عوام کے دلون کو بدعتیون کے خیالات سے امن ملے اور اس علم کا وجوب بدعتون کے پیدا ہونے سے واقع ہوا جیسے
راہ حج مین عرب کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہو گئی ہی اگر بالفرض عرب کے لوگ اپنی تعدی چھوڑ دین تو پھر راہ حج
کی شرطون مین سے نگاہبانی محافظین کی نہ ہو گی اسیطرح اگر بدعتی اپنی بک سے باز آوے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت
نہ رہے جو زمانہ صحابہ رضہ مین تھی پس کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہیے کہ علم کلام کی حد دین مین یہانتک ہی اور متکلم کا درجہ دین مین
ایسا ہی جیسے راہ حج مین محافظ کا تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے تو وہ ظاہر ہی کہ حاجیون مین نہ ہو گا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے
سے حاجی ہو گا اسی طرح اگر متکلم صرف مناظرہ اور بدعتیون کی روک ہی مین مشغول رہیگا اور طریق آخرت طے نہ کریگا اور اپنے
دل کی خبرگیری اور درستی مین مصروف نہ ہو گا تو وہ کبھی دین کے عالمون مین سے ہرگز نہ ہو گا اُسکے پاس بجز عقیدہ کے جسمین سب
عوام شریک ہین اور کیا ہی اور عقیدہ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہی ہان عوام سے اسقدر تمیز اُسکو ہو گی کہ عقیدہ کی نگہبانی کرسکتا ہی
اور عوام کی حفاظت کرتا ہی لیکن معرفت خدائے تعالی کی اور اُسکے صفات و افعال کی اور اُن امور کی جنکا بیان ہم نے علم مکاشفہ
مین کیا ہی وہ علم کلام سے حاصل نہین ہوتی بلکہ کیا عجب ہی کہ یہ علم اُنکا حجاب اور مانع ہو اُن تک رسائی تو مجاہدہ ہی سے ہی جسکو اللہ تعالی نے
ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہی جیسا کہ ارشاد فرمایا والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین اب اگر یہ کہو کہ تم نے متکلم کی تعریف
بھی کہدی کہ عوام کے عقیدہ کو بدعتیون کے الجھاؤ سے محفوظ رکھے جیسے محافظ کا حال ہی کہ حاجیون کے اسباب کو لوٹ سے بچاتا ہی
اور فقیہ کی تعریف یہ بیان کی کہ اُسکو وہ قانون یاد ہو جس سے بادشاہ ایک دوسرے کی تعدی کو روک سکے اور یہ علم دین کی نسبت کے بہت نیچے
مرتبے کم ہین حالانکہ علماے امت جو اہل فضل مشہور ہین وہ فقہا اور اہل کلام ہین اور وہ لوگ خدائے تعالی کے نزدیک افضل ہین
تو تم اُنکے درجون کو کس طرح علم دین کی نسبت کر ایسے پست درجے مین ڈالے دیتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص حق کو آدمیون سے
پہچانتا ہی وہ گمراہی کے جنگلون مین خاک چھانتا ہی تم کو چاہیے کہ اول حق کو جانو تب اُسکے اہل کو پہچانو بشرطیکہ طریق حق کے
سالک ہو اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگون مین مشہور ہین اُنھین پر تاک رکھتے ہو تو صحابہ رضہ کے حالات اور
مراتب بلند سے غفلت نہ کرو جن لوگون کا ذکر تمنے کیا اُن سب کا اتفاق ہی کہ صحابہ رضہ سب سے بڑھکر ہین اور دین مین کوئی اُنکی چال
نہین چل سکتا نہ ان کی گرد کو پہونچے حالانکہ اُنکی فضیلت علم کلام اور علم فقہ سے نہ تھی بلکہ علم آخرت اور اُسکے طریق کے اختیار کرنے سے
تھی حضرت ابو بکر رضہ کو جو اوروں پر فضیلت تھی تو نہ زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایت کرنے اور فتوی
دینے اور علم کلام کی جہت سے بلکہ اُس چیز کی جہت سے تھی جو اُنکے سینے مین رکھی تھی چنانچہ اُنکی شہادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُنکے لیے فرمائی پس تم کو اُس راز کی جستجو مین حرص کرنی چاہیے کہ جو ہر نفیس اور در مکنون وہی ہی اور جسکو اکثر لوگ متفق ہو کر چھوڑ بیٹھے اُس
کی جہت سے جنکی تفصیل طویل ہی بڑا جانتے ہون اور تعظیم کرتے ہون اُسکو جانے دو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہزارون
صحابہ رضہ چھوڑے جو عالم باللہ تھے اُنکی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اُنمین سے کوئی ایسا نہ تھا جو فن کلام سے اچھا واقف ہو
اور سوا سے کچھ اوپر دس شخصون کے اور کسی نے اپنے آپ کو فتوے دینے کے لیے مقرر نہ کیا حضرت ابن عمر رضہ بھی صحابہ کبار مین سے تھے

جب اُنسے کوئی فتوے پوچھتا تو فرماتے کہ فلان حاکم کے پاس جاؤ جسنے اُن لوگون کے کام اپنے ذمے لے رکھے ہین اور اس سوال کو
اُسکی گردن پر رکھو اس جواب مین یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام مین فتوے دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہے۔ اور جب کہ حضرت عمر رض
کی وفات ہوئی تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ علم کے نو دسوین حصے مرگئے لوگون نے اُن سے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیون فرماتے ہین
ہم مین تو بڑے بڑے صحابی موجود ہین اُنھون نے فرمایا کہ میری غرض علم فتوی اور حکم سے نہین ہے مقصود علم خدا تعالی کا ہے بھلا بتاؤ تو کہ
حضرت ابن مسعودؓ نے فن کلام وغیرہ مراد لی تھی اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر تمکو کیا ہوا ہے کہ اُس علم کی معرفت پر حرص نہین کرتے کہ حضرت عمر رض
کے مرنے سے اُنکے نو دسوین حصے مرگئے حالانکہ حضرت عمر رض وہ تھے جنھون نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور جب ضبیع
نے آپ کے سامنے قرآن کی دو آیتون کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باب مین سوال پیش کیا تو آپنے اُسکو دُرّہ سے
مارا اور ملنا چھوڑ دیا اور لوگون کو فرما دیا کہ اُسکو چھوڑ دین اور یہ جو تم کہتے ہو کہ علما مین سے مشہور فقہا اور اہل کلام ہین تو اُسکا جواب
یہ ہے کہ جس چیز سے خدا تعالی کے نزدیک فضیلت ہوتی ہے وہ اور چیز ہے اور جس سے لوگون مین شہرت ہوتی ہے وہ دوسری چیز ہے چنانچہ
حضرت ابوبکر کی شہرت تو خلافت کی جہت سے تھی اور فضیلت اُس راز کی جہت سے جو اُنکے دل مین منقش تھا اسیطرح حضرت عمر رض کی شہرت
سیاست کے سبب تھی اور فضیلت اِس علم کی جہت سے جسکے نو دسوین حصے آپ کی موت پر جاتے رہے اور اپنی حکومت مین جو قصد قرب الٰہی
کی نزدیکی کا اور خلق پر عدل و شفقت کا کرتے تھے اُسکی جہت سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر خفیہ آپکے دل کے اندر تھا آپکے اور افعال ظاہری
جو تھے وہ تو اور لوگون سے بھی سرزد ہونے ممکن ہین جو جاہ اور شہرت اور نام کے طالب و راغب ہون غرضکہ شہرت ایسے امر مین ہوتی ہے
جو ہلاک ہو اور فضل ایسی بات مین ہوتا ہے جو خفیہ ہو کسی کو اُسپر اطلاع نہو آپ فقہا اور اہل کلام مثل حکام اور قاضیون کے ہین اور کئی طرح
کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ اُنھون نے اپنے علم اور فتوی سے خدا تعالی کا قصد کیا ہے اور اُسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کو بچانا منظور ہے
نمود اور شہرت اُنکو مطلوب نہین اِن لوگون سے اللہ تعالی راضی ہے اور اُنکی فضیلت خدا تعالی کے نزدیک اسوجہ سے ہے کہ اُنھون نے عمل اپنے علم
کے بموجب کیا اور اپنے فتوی اور دلیل سے اُسکی ذات مراد لی اسلیے کہ ہر ایک علم عمل ہے کیونکہ علم بھی ایک فعل کسبی ہے اور ہر ایک عمل علم نہین ہے
اور طبیب بھی اپنے علم سے خدا تعالی کے تقرب پر قادر ہے تو اُسکو بھی ثواب اسی اعتبار سے ہوگا کہ اپنے علم سے خدا تعالی کے لیے کام کرتا ہے اسیطرح
اگر سلطان خلق کا معاملہ خدا کیواسطے کرے تو خدا تعالی کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ثواب ہوگا نہ اِس جہت سے کہ وہ علم دین کا ذمہ دار
ہے بلکہ اِس سبب سے کہ اُسنے اُس کام کا ذمہ لیا ہے جس سے قصد خدا تعالی کی نزدیکی کا رکھتا ہے اور جن چیزون سے کہ خدا تعالی کی نزدیکی ہو سکتی ہے
وہ تین قسم ہین ایک صرف علم وہ تو علم مکاشفہ ہے۔ دوم صرف عمل جیسے بادشاہ کا عدل کرنا اور لوگون کو مجتمع انتظام سے رکھنا سوم مرکب عمل
اور علم سے اور وہ طریق آخرت کا علم ہے جو اِس علم کا جاننے والا ہے وہ عالم اور عامل دونون ہے تو اب تم اپنے لیے تجویز کر لو کہ قیامت مین
خدا تعالی کے عالمون مین ہوگے یا عمل کرنیوالون مین یا دونون جماعتون مین ہوگے ہر ایک کے ساتھ اپنا حصہ لگاؤ گے یہ بات تمھارے حق مین
زیادہ ضروری اور مہم ہے بہ نسبت محض شہرت کے تقلید کے جیسا کہ کسی کا شعر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر لو اُسے جو کچھ کہ دیکھو جو سنو دو اُسکو چھوڑ
ہے زحل کی کیا ضرورت شمس گر ہو سامنے۔ علاوہ اسکے ہم یہان اگلے فقہا کا وہ حال لکھتے ہین جس سے تمکو معلوم ہو کہ جو لوگ

انکے مذہب مین اپنے آپ کو بتاتے ہین وہ اُنپر ظلم کرتے ہین اور قیامت کو اُنکے بڑے دشمن وہی ہونگے اسلیے کہ فقہاے سلف نے اپنے
علم سے بجز رضاے پروردگار اور کچھ قصد نہین کیا اور اُنکے احوال سے علماے آخرت کی علامتین دیکھی گئی ہین چنانچہ اُنکا بیان علماے آخرت
کی علامتون کے ذکر مین آویگا کیونکہ وہ لوگ صرف علم فقہ ہی کے لیے نہ تھے بلکہ دلونکے علم مین مشغول تھے اور اُنکے نگران رہتے تھے
اور اس علم مین جو اُنھون نے کچھ تصنیف نہین کیا اور اُسکی تدریس نہ کی تو اُسکی وجہ وہی تھی جو صحابہ کو فقہ کے باب مین تدریس اور
تصنیف کی مانع تھی حالانکہ سب صحابہ علم فتوے مین جداگانہ فقیہ تھے اور جو ہین مانع یقیناً ہوئی ہین اُنکے ذکر کی کچھ حاجت نہین ہم اب کچھ
حالات اسلام کے فقہ کا ذکر کرتے ہین جس سے تم جان لوگے کہ جو کچھ ہمنے لکھا ہے وہ فقہاے سلف کے باب مین طعن نہین بلکہ وہ اُن لوگون پر طعن ہے جو اُن کی
پیروی ظاہر کرتے ہین اور اُنکے مذہب سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہین حالانکہ وہ عمل مین اُنکے مخالف ہین پس فقہاے سلف جو فقہ کے
رئیس اور خلق کے پیشوا جنکے پیرو اکثر ہین وہ پانچ ہین امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد حنبل اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری ان مین
سے ہر ایک عابد اور زاہد اور علوم آخرت کا ماہر اور دنیا مین خلق کی بہتری کا سمجھنے والا اور اپنی فقہ سے خداتعالی کی رضا کا خواہان تھا تو
یہ پانچ خصلتین ہین جنمین سے اس زمانے کے فقیہون نے صرف ایک خصلت مین اُنکا اتباع کیا ہے یعنی فروعات سابقہ مین تعداد و مبالغہ
اسلیے کہ چار خصلتین باقی صرف آخرت ہی کے قابل ہین اور یہ ایک خصلت دنیا و آخرت دونون کے لیے ہوسکتی ہے اگر اُس سے آخرت کا
ارادہ کیا جاوے مگر دنیا کی بہتری کے لیے اُسپر جھک پڑے ہین اور اس ایک خصلت کے سبب سے دعوی اُن امامون کی مشابہت کا کرتے ہین
بھلا لوہار فرشتون کے مشابہ کیسے ہوسکتے ہین اب ہم ان امامون کے حالات وہ بیان کرتے ہین جنسے وہ چارون خصلتین انمین معلوم ہون اور پانچوین
خصلت یعنی فقہ کی مہارت تو ظاہر ہے حضرت امام شافعی رح کے عابد ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ رات کے تین حصے کیا کرتے تھے
ایک علم کے لیے دوم نماز کے لیے سوم سونے کے لیے ربیع کہتے ہین کہ امام شافعی رح رمضان مین ساٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے اور سب نماز
ہی مین ختم کیا کرتے تھے اور بویطی جو انکے شاگردون مین سے ہے رمضان مین ایک ختم ہر روز کیا کرتا تھا اور حسن کرابیسی کہتے ہین کہ مین امام شافعی رح
کے ساتھ بہت دفعہ رات کو رہا ہون آپکا دستور تھا کہ مقدار سوم حصہ شب کی نماز پڑھا کرتے تھے مینے آپکو دیکھا کہ پچاس آیتون سے زیادہ
نہ پڑھتے تھے اور جب زیادہ کرتے تو سو آیتین پڑھتے تھے اور جب کبھی آیت رحمت پر گذرتے تو اللہ تعالی سے اُسکی دعا اپنے لیے اور سب مسلمانون اور
ایماندارون کے لیے مانگتے تھے اور جب آیت عذاب پڑھتے تو اپنے آپکو اور مسلمانونکو اُس سے نجات پانیکا سوال کرتے گویا رجا اور خوف
دونون اُنکے لیے ایک ساتھ تھے اس روایت سے سمجھو کہ پچاس آیتون پر آپکا اکتفا کرنا اسرار قرآنی کو سمجھنے اور اُنپر بھید پانے پر کیسی دلالت
کرتا ہے اور خود اُنکا ارشاد ہے کہ مین سولہ برس سے شکم سیر نہین ہوا اسلیے کہ شکم سیری بدن کو گران کر لیتی ہے اور دل کو سخت اور دانائی کو کھوتی ہے
اور نیند لاتی ہے اور آدمی کو عبادات کم کرنے دیتی ہے تو اس قول سے آپکی حکمت کو دیکھنا چاہیے کہ شکم سیری کی آفتون کو ذکر کیا پھر عبادت
مین کوشش کو بجا لانا چاہیے کہ اُسکے واسطے شکم سیری ترک کردیا۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت کی اصل کم کھانا ہے۔ اور نیز بھی آپکا ارشاد ہے کہ مینے
اللہ کی قسم سچی کھائی نہ جھوٹی اس قول سے خیال کرو کہ آپ حرمت اور توقیر خداتعالی کی کتنی کرتے تھے اور جلال خداوندی کا کسقدر
علم رکھتے تھے اور آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ چپ ہورہے سائل نے کہا کہ آپ پر خداتعالی کی رحمت ہو آپ جواب نہین دیتے

فرمایا کہ جب تک مجکو یہ نہ معلوم ہو کہ سکوت مین میری بہتری ہی یا جواب دینے مین تب تک مین کچھ جواب نہ دونگا اس روایت سے تامل
کرو کہ آپ اپنی زبان کی نگاہداشت کتنی کرتے تھے حالانکہ فقہا پر سب اعضا سے زیادہ زبان مسلط ہی اور اُنکے ضبط اور قابو سے باہر
اور اِسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ آپکا بولنا اور چپ رہنا فضیلت اور ثواب کے حاصل کرنے کے لیے ہوا کرتا تھا
اور احمد بن یحییٰ بن وزیر روایت کرتے ہین کہ ایک بار آپ قندیلون کے بازار سے نکلے اور ہم آپکے پیچھے ہوے دیکھا تو ایک شخص
کسی عالم سے اُلجھ رہا ہی اور اُسکو بیہودہ کہتا ہی آپ ہماری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اپنے کانونکو فحش کے سننے سے صاف کرو
جیسے زبان کو فحش بکنے سے صاف کرتے ہو اسلیے کہ سننے والا کہنے والیکا شریک ہی اور کم عقل آدمی اپنے مغز مین جو سب سے زیادہ بری بات
دیکھتا ہی اُسکو چاہتا ہی کہ تمھارے مغز مین اوٹ دے اگر اُسکا قول اُسی پر لوٹا دیا جاوے یعنی اُسکو کانونمین جگہ نہ دیجاوے تو اُسکا نہ سننے والا
نیکبخت ہوگا جیسے بولنے والا بدبخت ہوا - اور آپ کا ارشاد ہی کہ ایک حکیم نے دوسرے کو خط لکھا کہ تجھکو خدا تعالیٰ نے علم دیا ہی اپنے علم کو
گناہونکی تاریکی سے میلا مت کر ورنہ جس روز کہ اہل علم اپنے علم کے نور مین چلینگے تو اندھیرے مین رہیگا - اور آپکا زہد اُن روایتون سے
معلوم ہوتا ہی کہ آپنے فرمایا کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے دل مین محبت دنیا کی اور محبت اُسکے خالق کی ایک ساتھ ہی وہ جھوٹا ہی - اور حمیدی
کہتے ہین کہ آپ ایکبار بعض حکام کے ساتھ یمن کو گئے اور وہان سے دس ہزار درم لیکر مکہ کو پھرے مکہ معظمہ کے باہر ایک گانو مین آپکے لیے خیمہ کردیا
گیا لوگ آپسے ملنے آتے گئے آپنے جبتک وہ سب مال تقسیم نہ کردیا وہانسے نہ ہلے اور ایک روز آپ حمام سے نکلے تو حمام والے کو بہت سا مال دیدیا
اور ایک دفعہ آپکا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا ایک شخص نے اُٹھا دیا اُسکو آپنے اُسکے عوض مین پچاس اشرفیان دین - اور سخاوت آپکی مشہور ہی بیان
کرنیکی حاجت نہین اور زہد کی اصل سخاوت ہی اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہی اُسکو روک رکھتا ہی اور جدا نہین کرتا اس صورت مین مال وہ شخص
جدا کریگا جسکی نظر و نمین دنیا حقیر ہو اور یہی معنی زہد کے ہین اور آپکے ورع اور خدا تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھنے پر اور اپنی ہمت کو آخرت مین
مشغول رکھنے پر یہ روایتین بھی دال ہین کہ سفیان بن عیینہ نے آپکے سامنے ایک حدیث رقت قلب کے بیان مین روایت کی آپکو غش آگیا لوگون نے
سفیان ثوری سے کہا کہ آپ مر گئے اُنھون نے فرمایا کہ اگر مرگئے تو اپنے زمانہ کے لوگونمین افضل مرگئے اور عبداللہ بن محمد بلوی کہتے ہین کہ مین اور عمر
بن نباتہ بیٹھے ہوے عابدون اور زاہدونکا ذکر کرتے تھے مجھسے عمر نے کہا کہ مین نے پرہیزگار اور فصیح محمد بن ادریس شافعی سے کسی کو زیادہ نہین دیکھا
کہ مین اور آپ اور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے اور حارث صالح مری کا شاگرد تھا اُسنے پڑھنا شروع کیا اور یہ شخص خوش آواز تھا جب
آیت پڑھی هذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لهم فیعتذرون مین نے آپکو دیکھا کہ آپکا رنگ بدل گیا اور بدن پر بال اُٹھ کھڑے ہوے اور زور سے
تڑپکر بیہوش ہوگئے جب آپکو ہوش آیا تو یون کہنا شروع کیا الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون جھوٹون کے ٹھکانے اور غافلون کے اعراض سے
الٰہی تیرے ہی لیے عارفونکے دل انکسار کرتے ہین اور تیرے ہی مشتاقونکی گردنین جھکتی ہین الٰہی اپنی جود کی بخشش عنایت کر اور مجھکو اپنے پردہ
کرم مین چھپا اور اپنی ذات کے کرم کے طفیل سے میری تقصیر سے درگذر کر عبداللہ کہتے ہین کہ پھر [illegible] پھر ہم سب چلے آئے جب مین بغداد
مین پہونچا آپ اُن دنون عراق مین تھے مین نہر کے کنارے نماز کے لیے وضو کرتا تھا ایک شخص میرے پاس گذرا اور کہا کہ بیٹا اپنا وضو
اچھی طرح کر خدا تعالیٰ دنیا اور آخرت مین تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آویگا مین نے جو پھر کے دیکھا تو معلوم کیا کہ ایک بزرگ ہین جنکے پیچھے بہت لوگ ہین

جھٹ پٹ وضو کرکے اُنکے پیچھے ہوا میری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تجھے کچھ کام ہے مین نے کہا کہ ہان یہ مطلب ہے کہ جو علم خدا تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے
اُس مین سے مجھکو بھی کچھ سکھا دیجیے آپنے فرمایا کہ جان رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے وہ چھٹی پاتا ہے اور جو شخص اپنے دین کا خوف رکھتا ہے
وہ تباہی سے بچا رہتا ہے اور جو شخص دنیا مین زہد کرتا ہے قیامت کو اللہ تعالیٰ کے ثواب کو دیکھکر اُسکی آنکھین ٹھنڈی ہونگی اب اور کچھ زیادہ بتاؤن
مین نے کہا بہتر آپنے فرمایا کہ جس شخص مین تین خصلتین ہین اُسنے اپنا ایمان پورا کرلیا ایک یہ کہ اچھی بات کا دوسرے کو حکم کرے اور پہلے آپ مانے
دوم یہ کہ بُرائی سے اورون کو منع کرے اور پہلے آپ باز رہے تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حدین مقرر کین ہین اُنکی نگاہداشت کرے اور اُنسے
کسی طرف تجاوز نہ کرے آپ اور کچھ بتاؤن مین نے کہا بہتر فرمایا کہ دنیا مین زاہد رہ اور آخرت کا راغب ہو اور سب باتون مین خدا تعالیٰ کو
سچا جان اس سے تو اور نجات پانیوالون کے ساتھ مین نجات پاویگا یہ کہکر آپ تشریف لے گئے مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون ہین
کہا کہ شافعیؒ ہین اس روایت سے آپکے بیہوش ہوجانیکو سوچو پھر نصیحت فرمانے کو خیال کرو کہ اس سے آپ کا زہد اور شدت خوف
کتنا معلوم ہوتا ہے اور یہ خوف اور زہد بدون معرفت اللہ تعالیٰ کے حاصل نہین ہوتا کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے انما یخشی اللہ من
عبادہ العلماء امام شافعیؒ نے یہ خوف اور زہد فقہ کے سلم اور اجارہ اور چیزون سے حاصل نہین کیا تھا بلکہ آخرت کے علوم جو قرآن و حدیث
سے نکلے ہین اُنسے پیدا کیا تھا کیونکہ تمام اولین و آخرین کی حکمتین قرآن و حدیث مین بھری ہین اور دل کے اسرار اور آخرت سے
آپکا واقف ہونا اُن حکمتون سے تمکو معلوم ہوگا جو آپ سے منقول ہین مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا کہ ریا کیا ہے آپنے بلا تامل فرمایا کہ
ریا ایک فتنہ ہے جسکو خواہش نفس نے علماء کے دلون کے سامنے لا کھڑا کیا اُنھون نے اُسکی طرف اس وجہ سے کہ نفس بُری بات اختیار کرتا ہے
دیکھا اسلیے اُنکے عمل برباد ہوگئے اور یہ آپکا قول ہے کہ جب تمکو اپنے عمل مین عجب کا خوف ہو تو سوچو کہ تم کسکی رضا چاہتے ہو اور کس ثواب کے
راغب اور کس عذاب سے ترسان اور کونسی عافیت کے شکر گزار اور کونسی مصیبت کو یاد کرتے ہو جب تم ان باتون مین سے ایک مین بھی
فکر کروگے تو تمھارا عمل تمھاری نظرون مین حقیر ہوجاویگا عجب سے مامون رہیگا پس تامل کرو کہ آپنے کسطرح ریا کی حقیقت اور عجب کا
علاج ذکر فرمایا اور یہ دونون دل کی بڑی آفتون مین سے ہین اور یہ بھی آپکا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا اُسکے
علم نے اُسکو فائدہ نہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص علم سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اُسکے راز کو سمجھتا ہے اور فرمایا کہ ہر ایک آدمی کے لیے
دوست اور دشمن ضرور ہوتے ہین جب یہ حال ہے تو تم اُنھین لوگون کے ساتھ رہو جو خدا تعالیٰ کے اہل طاعت ہین اور روایت ہے کہ عبد اللہ
بن عبد العزیز ایک مرد نیکبخت پرہیزگار تھے وہ آپ سے پرہیزگاری کے باب مین مسائل پوچھا کرتے اور آپ اُن کے ورع کی جہت سے
اُن کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایک روز اُنھون نے شافعیؒ سے کہا کہ صبر اور امتحان اور تمکین مین سے کون چیز بہتر ہے آپنے فرمایا
کہ تمکین انبیا کا درجہ ہے اور وہ بعد آزمایش کے ہوتا ہے پس جب امتحان ہوتا ہے تو صبر ہوتا ہے اور صبر کے بعد تمکین ہے دیکھو خدا تعالیٰ نے
اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا پھر اُن کو وقار عنایت کیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت ایوب علیہما السلام کا اول امتحان لیا
پھر وقار عنایت فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اول امتحان لیا پھر انکو تمکین اور ملک عطا کیے اور تمکین سب درجون سے افضل ہے
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وکذلک مکنا لیوسف فی الارض اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بعد بہت بڑی آزمایش کے تمکین دی اور فرمایا واتیناہ اہلہ

وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ تو یہ جواب امام شافعی رح کا دلالت کرتا ہی کہ آپ کو اسرار قرآنی پر خوب عبور تھا اور
جو لوگ انبیا اور اولیا اللہ تعالی کی طرف کے سالک ہین اُنکے مقامات سے خوب واقف تھے اور یہ سب باتین آخرت کے
علوم مین سے ہین اور آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آدمی عالم کب ہوتا ہی فرمایا کہ جس علم کو جانتا ہی اُسمین جب محقق ہو کر دوسرے
علوم کے درپے ہوتا ہی اور جو بات اُس سے رہگئی ہی اُسمین تامل کرتا ہی تو اُسوقت عالم ہوتا ہی چنانچہ جالینوس سے کسی نے پوچھا تھا کہ تم ایک
مرض کے لیے بہت سی دوائین مرکب لکھتے ہو اُسنے جواب دیا کہ مقصود ایک ہی دوا ہی دوسری اُسکے ساتھ اسلیے ہین کہ اُسکی تیزی کم ہوجاوے
اسلیے کہ مفرد دوائین قاتل ہین پس اسطرح کی بہت سی باتین علوم آخرت مین آپ کی معرفت الٰہی علو مرتبت پر دلالت کرتی ہین اور دوسری
یہ بات کہ آپ محض فقہ سے اور اُسمین مناظرہ کرنے سے خدا تعالی کی رضا کے خواہان تھے اسکی وجہ یہ روایتین دال ہین
کہ آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس علم سے لوگ مستفید ہون اور اُسمین سے میری طرف کوئی چیز منسوب نہو تو دیکھو کہ آپ کو
علم کی آفت و طلب شہرت کی برائی کتنی معلوم تھی [illegible] خالص نیت خدا تعالی کی رضا [illegible]
[illegible] اور آپکا ارشاد ہی کہ مین نے کبھی کسی سے مناظرہ اس ارادہ سے نہین کیا کہ چاہتا ہو کہ وہ خطا کرے اور فرمایا کہ جب مین کسی سے گفتگو [illegible]
تو یہ چاہتا ہو کہ اُسکو توفیق اور راستی و اعانت ملے اور اُسکے اوپر اللہ تعالی کی حمایت اور حفاظت [illegible]
کیا ہو تو یہ پروا نہین کی ہی کہ امر حق میری زبان پر خواہ اُسکی زبان سے نکلے اور فرمایا کہ جب [illegible]
اُسنے حق بات کو قبول کیا تو مین اُسکی ہیبت [illegible] کا معتقد ہوتا ہون [illegible]
حجت [illegible] تا ہو تو وہ میری نظرون سے گرجاتا ہو اُس سے ملنا چھوڑ دیتا ہون. تو یہی علامات [illegible]
سے اور اسمین مناظرہ کرنے سے خدا تعالی کی رضا جوئی تھی اب دیکھو کہ زمانہ حال کے لوگون نے صرف اتباع ان پانچ باتون [illegible]
صرف ایک بات مین کس طرح کیا ہی اور پھر اسمین بھی اُنکے خلاف کرتے ہین اور ابو ثور رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ [illegible]
نے کوئی شخص شافعی رح کے مثل دیکھا ہو اور احمد بن حنبل رح نے فرمایا کہ چالیس برس سے مین نے کوئی نماز ایسی نہین پڑھی جسکے بعد
امام شافعی رح کے لیے دعا نہ مانگی ہو اس روایت سے دعا مانگنے والے کے انصاف کو اور جسکے لیے دعا کی اُسکے درجہ کو خیال کرو اور
پھر اس زمانہ کے علماء کے حالات کو مطابق کرو کہ انکے دلون مین آپس مین کتنا بغض و عناد ہی تاکہ تمکو معلوم ہو کہ [illegible]
کا کرتے ہین اس دعوی مین قصور رکھتے ہین امام احمد رح کے زیادہ دعا مانگنے کی باعث [illegible] شافعی [illegible] کون شخص تھا
جسکے لیے تم اسقدر دعا مانگتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹا شافعی رح دنیا کے حق مین مثل آفتاب کے [illegible] بدن مین مثل تندرستی
کے تو آپ بتاؤ کہ ان باتون مین سے کوئی انکی نیابت کرتا ہی اور امام احمد رح فرمایا کرتے کہ جو کوئی اپنے ہاتھ مین دوات لیتا ہی اُسکی
گردن پر شافعی کا احسان ہی اور یحیی بن سعید قطان فرماتے ہین کہ مین چالیس برس سے جو نماز پڑھتا ہون اسمین شافعی رح کے لیے دعا مانگتا ہون
اسلیے کہ اللہ تعالی نے انکو علم عنایت فرمایا اور انمین طریقہ راستی ہدایت کیا [illegible] ہم آپکے حالات کو اسیقدر مختصر پر کفایت کرتے ہین اسلیے کہ
سب حالات خارج از حد شمار ہین اور یہ مناقب جو ہمنے لکھے ہین اکثر اس کتاب سے نقل کیے ہین جو نصر بن ابراہیم مقدسی نے مناقب شافعی رح

مین لکھی ہی اور **حضرت امام مالک** رحمہ اللہ بھی ان پانچون خصلتون کے ساتھ موصوف تھے چنانچہ اُنسے کسی نے کہا کہ اے مالک طلب
علم مین آپ کیا فرماتے ہین اُنھون فرمایا کہ بہتر اور اچھا ہی بلکہ جو شخص صبح سے لیکر شام تک تمھارا ساتھ نہ چھوڑے اسکا ساتھ تم بھی نچھوڑو
اور آپ علم دین کی تعظیم مین بہت مبالغہ فرماتے یہانتک کہ جب حدیث بیان کیا چاہتے تو وضو کرتے اور اپنے فرش کے صدر مقام پر
بیٹھتے اور داڑھی مین کنگھی کرتے اور خوشبو لگاتے اور بیٹھنے مین وقار اور ہیبت کو ملحوظ رکھتے پھر حدیث ارشاد کرتے لوگون نے جو اس باب
مین آپ سے کچھ کہا تو آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی عظمت کرون اور آپکا ارشاد ہے کہ علم ایک
نور ہی اُسکو خدا تعالی جہان چاہتا ہی وہان کر دیتا ہی کثرت روایت سے نہین ہوتا اور یہ حرمت و توقیر اسبات پر دال ہی کہ آپ کو اللہ تعالی
کے جلال کی معرفت نہایت قوی تھی اور علم سے آپکی غرض خدا تعالی کی رضا جوئی آپکے اس قول سے معلوم ہوتی ہی کہ فرمایا دین کے باب مین
جدل کرنا کچھ بھی نہین اور اس امر پر امام شافعی رح کا قول بھی دلالت کرتا ہی کہ مین آپکے پاس حاضر ہوا اُسوقت آپسے اڑتالیس مسئلے پوچھے
گئے تھے اُنمین سے بتیس کے جواب مین آپنے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین تو جسکو اپنے علم سے خدا تعالی کے سوا اور کچھ غرض ہوتی ہی اُسکا
نفس کبھی نہین مانتا کہ یون اقرار کردے کہ مین نہین جانتا اور اسی لیے امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ جب عالمونکا ذکر ہو تو امام مالک اُنمین
نجم ثاقب ہین اور امام مالک سے بڑھکر میرے اوپر کسیکا احسان زیادہ نہین ہوا اور روایت ہی کہ ابو جعفر منصور نے آپکو منع کر دیا تھا کہ
مکرہ کے طلاق کے باب مین حدیث مست بیان کرنا پھر ایک شخص کو خفیہ کہہ دیا کہ اُنسے اُس طلاق کا مسئلہ پوچھے جب اُس شخص نے
دریافت کیا تو آپنے سب لوگون کے سامنے کہا کہ جس شخص سے زبردستی طلاق کہلا لی گئی ہو وہ طلاق نہین ہی ابو جعفر نے آپ کے
کوڑے لگائے مگر آپنے حدیث بیان کرنا ترک نہ کیا اور امام مالک رح کا ارشاد ہی کہ جو شخص حدیث مین سچا ہوتا ہی اور جھوٹ نہین بولتا
اُسکی عقل سے اُسکو نفع دیا جاتا ہی۔ اور بڑھاپے مین آفت اور فساد عقل طاری نہین ہوتا اور دنیا مین آپ کا زہد اس روایت سے
معلوم ہوتا ہی کہ امیر المؤمنین مہدی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی مکان ہی آپنے فرمایا کہ نہین لیکن اس باب مین تمسے
ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ مینے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے سنا ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ آدمی کا نسب ہی اُسکا مکان ہی اور
ہارون رشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپکا مکان ہی آپنے فرمایا کہ نہین پس رشید نے تین ہزار دینار آپکو دیے اور کہا کہ اس سے ایک مکان خرید و آپنے
اُنکو لیکر رکھ چھوڑا خرچ نہ کیا جب رشید نے مدینہ منورہ سے چلنا چاہا تو آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپکو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے اسلیے کہ ہمنے قصد
کیا ہی کہ لوگونکو موطا کی ترغیب دین جیسے حضرت عثمان رض نے لوگونکو قرآن پر ترغیب دی تھی آپنے جواب دیا کہ لوگونکو موطا کی ترغیب
دینے کی کوئی سبیل نہین اسلیے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد حضرت صلعم کے شہرون مین چلے گئے ہین اور حدیثین روایت کی ہین
اسی لیے ہر اہل شہر کے پاس علم حدیث موجود ہی اور آپنے ارشاد فرمایا ہی کہ اختلاف امتی رحمۃ باقی رہا تمھارے ساتھ چلنا تو وہ بھی نہین ہو سکتا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون اور یہ بھی ارشاد ہی المدینۃ تنفی خبثہا کما ینفی الکیر خبث الحدید اور یہ تمھارے
دینار جون کے تون رکھے ہین چاہو لے لو چاہو چھوڑ جاؤ یعنے تم جو مجھسے مدینہ چھوڑایا چاہتے ہو تو اسلیے کہ تمنے مجھپر احسان کیا ہی لیکن
مین دینار کو حضرت کے مدینہ طیبہ پر ترجیح نہین دیتا ہون غرضکہ دنیا مین آپکے زہد کی یہ صورت تھی اور جب آپکے علم اور شاگردون

کے منتشر ہونیکی جہت سے سب طرف سے مال آپ کے پاس آنے لگا آپ اُسکو امور خیر مین خرچ کر دیا کرتے آپکی سخاوت سے آپکا زہد
اور دنیا کی محبت کی کمی معلوم ہوتی ہے اور زہد یون نہین ہوتا کہ آدمی کے پاس مال نہو بلکہ یہی صورت ہے کہ مال سے دل بے پروا ہو چنانچہ
حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت مین زہد کرتے تھے اور اس روایت سے حضرت مالک رح کا دنیا کو حقیر جاننا اور بھی معلوم ہوتا ہے کہ
امام شافعی رح سے نقل ہے کہ مین نے امام مالک رح کے دروازے پر ایک گلہ خراسان کے گھوڑون اور مصر کے خچرونکا ایسا دیکھا کہ اُس سے عمدہ مین نے
نہین دیکھا تھا مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا عمدہ ہین آپ نے فرمایا کہ ای ابو عبد اللہ یہ میری طرف سے تمکو تحفہ ہے مین نے کہا کہ آپ ایک
اُنمین سے اپنی سواری کے لیے رہنے دیجیے آپنے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی سے شرم آتی ہے کہ جس زمین مین اسکا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو
اُس زمین کو سواری کے سم کا پامال کرون اس روایت سے خیال کرو کہ سخاوت آپ مین اسقدر تھی کہ سب گھوڑے خچر ایکبارگی دیڈالے
اور پھر خاک پاک مدینہ طیبہ کی توقیر کا لحاظ کرو اور آپکی غرض علم سے خدا تعالی کی رضا جوئی اور دنیا کو حقیر جاننا آپکی اس حکایت
سے ثابت ہے کہ فرماتے ہین کہ مین ہارون رشید کے پاس گیا رشید نے مجھسے کہا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایا کیجیے تاکہ ہمارے لڑکے
آپ سے موطا سنین مین نے کہا کہ خداے تعالی امیر کی ترقی کرے یہ علم تمہین لوگونسے نکلا ہے اگر تم اسکی عزت کروگے تو عزیز ہوگا اور اگر
ذلت کروگے تو ذلیل ہوگا علم کے پاس لوگ جایا کرتے ہین علم نہین آیا کرتا رشید نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین لڑکونکو حکم دیا کہ مسجد
مین جاؤ تاکہ اور لوگونکے ساتھ موطا سنو اور حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رح بھی عابد اور زاہد اور خدا تعالی کے عارف اور اُس سے
ڈرنیوالے اور اپنے علم سے اُسکی رضا کے خواہان تھے آپکی عبادت اس روایت سے معلوم ہوتی ہے جو ابن مبارک سے مروی ہے
آپ صاحب مروت تھے اور نماز بہت پڑھتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان روایت کرتے ہین کہ آپ تمام شب عبادت کرتے تھے اور روایت
یون ہے کہ آپ نصف شب عبادت کیا کرتے تھے ایک روز آپ چلے جاتے تھے ایک شخص نے آپکی طرف اشارہ کیا دوسرے نے کہا کہ
یہ وہ ہین جو تمام شب عبادت کرتے ہین اُس روز کے بعد سے پھر امام صاحب نے تمام شب عبادت کرنی شروع کر دی اور فرمایا کہ مجکو خدا تعالی
سے شرم آتی ہے کہ اُسکی عبادت جتنی مین نہ کرتا ہون اسقدر لوگ مجھ مین بتاوین اور آپکا زہد ان روایتون سے ثابت ہے کہ ربیع بن عاصم
کہتے ہین کہ مجکو یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے بھیجا مین حضرت امام ابو حنیفہ رح کو اُسکے سامنے لیگیا اُسنے چاہا کہ آپ بیت المال کے حاکم ہون
آپ نے انکار کیا اُسنے آپکے بیس کوڑے مارے تو دیکھو کہ حکومت سے کیسے انکار کیا اور مار کو برداشت فرمایا اور حکم بن ہشام ثقفی نے
کہا ہے کہ مجھ سے شام مین امام صاحب کے باب مین ایک روایت کسی نے کی کہ آپ سب لوگون سے زیادہ امین تھے اور بادشاہ نے یہ چاہا
کہ اُنکو اپنے خزانون کی کنجیان سپرد کردے ورنہ اُنکو پٹوادے آپنے دنیا کا عذاب اختیار کیا اور خدا تعالی کے عذاب کی جرأت نہ کی۔ اور
ابن مبارک کے سامنے جو آپ کا ذکر ہوا تو کہتے ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ تم ایسے شخص کا کیا ذکر کرتے ہو کہ جسپر تمام دنیا پیش کی گئی اور اُسنے
گریز کی اور محمد بن شجاع آپ کے بعض شاگردون سے روایت کرتے ہین کہ آپسے کسی نے کہا کہ آپ کے لیے امیر المومنین ابو جعفر منصور نے
دس ہزار درہم دینے کو کہا ہے آپ راضی نہ ہوے اور جب وہ دن ہوا جسمین توقع اس مال کے آنیکی تھی آپنے صبح کی نماز پڑھی اور منھ
لپیٹ لیا اور کسی سے کچھ کلام نہ کیا پھر حسن بن قحطبہ کا قاصد وہ مال لیکر آپکے پاس آیا آپ اُس سے کچھ نہ بولے بعض حاضرین نے کہا کہ آپ ہمسے

بھی ایک آدھ بات کبھی کرتے ہین یعنی آپ کی عادت ایسی ہی ہو کہ کلام نہین کرتے اس مال کو تم اس تھیلی مین مکان کے گوشے مین گھد و پھر اسکے بعد امام صاحب نے اپنے سب اثاث البیت کی وصیت کی اور اپنے لڑکے سے کہا کہ جب مین مرجاؤن اور مجھکو دفن کر چکو تو اس تھیلی کو حسن بن قحطبہ کے پاس لیجانا اور کہنا کہ یہ تمھاری وہ امانت ہو جو تمنے ابو حنیفہ کو سپرد کی تھی آپکے صاحبزادے نے وصیت کے بموجب تعمیل کی حسن نے فرمایا کہ رحمت ہو خدا کی تیرے باپ پر اسلیے کہ وہ اپنے دین پر نہایت حریص تھے اور روایت ہو کہ اُنسے عہدہ قضا کے لیے کہا گیا تو آپنے فرمایا کہ مجھ مین اسکی لیاقت نہین لوگون نے پوچھا کہ کس وجہ سے آپنے فرمایا کہ اگر مین سچا ہون تب تو واقع مین اسکے لایق نہین اور اگر اس قول مین جھوٹا ہون تو جھوٹا شخص عہدہ قضا کی لیاقت نہین رکھتا۔ اور آپکا طریق آخرت سے ماہر ہونا اور امور دینی کی راہ سے واقف ہونا اور خدا تعالیٰ کا عارف ہونا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ خدا تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے اور دنیا مین زاہد تھے چنانچہ ابن جریج رحمہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھکو یہ خبر پہونچی ہو کہ یہ تمھارا کوفی نعمان بن ثابت خدا تعالیٰ سے [illegible] ہو [illegible] کہتے ہین کہ امام اعظم حکومت رکھتے اور ہمیشہ فکر مین مستغرق رہتے لوگون سے کلام کم کرتے [illegible] باطن کے علم اور دینی مہمات مین مشغول رہنے پر اسلیے کہ جسکو سکوت اور زہد عنایت ہوا سکو علم کامل [illegible] کا اور حضرت امام احمد بن حنبل اور سفیان ثوری کا حال یہ ہو کہ [illegible] سفیان ثوری کے تابع امام احمد کی نسبت کم ہین لیکن یہ دونون [illegible] دونون کے افعال و اقوال سے بھری ہوئی ہین اسوقت کچھ ضرورت تفصیل کی [illegible] کرو اور سوچو کہ حالات اور افعال و اقوال دنیا سے [illegible] یعنی [illegible] اور [illegible] کے جانتے سے ہوتے ہین [illegible] الغرض ہو اور تامل کرو کہ جو لوگ انکی پیروی کا دعوی کرتے ہین وہ سچے ہین یا جھوٹے [illegible]

جنکو لوگ اچھے علوم مین شمار کرتے ہین اور واقع مین وہ علوم [illegible]

بیان اول اس بات کی وجہ مین کہ بعض علم برے کیون ہوتے ہین شاید تم یہ اعتراض کرو کہ [illegible] اسطرح پر جاننا اور علم خدا تعالیٰ کی صفات مین سے بھی ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ کوئی چیز [illegible] جواب یہ ہو کہ علم کی برائی خود علم ہونے کی جہت سے نہین ہوتی بلکہ بندہ کے حق مین [illegible] وجہون [illegible] سے برا کہا جاتا ہو اول یہ کہ وہ علم خواہ عالم کے [illegible] یا دوسرے کے حق مین انجام کو مضر ہو [illegible] علم سحر حق ہو اسلیے کہ قرآن اُسکا شاہد ہو کہ سحر ایک سبب ہو جسکو خاوند بی بی مین جدائی [illegible] مذکور ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کسی نے کر دیا تھا اور اُسکے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے [illegible] علیہ السلام نے اسکی خبر آپکو دی اور وہ جادو ایک کنوین کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا اور جادو ایک علم کی قسم ہو [illegible] ستارون کے مطالعون مین حسابی امور کے جاننے سے حاصل ہوتا ہو اسطرح کہ اُن جواہر سے ایک پتلی اس شخص کی صورت پر بناتے ہین جسپر جادو

کرتے ہین اور ایک خاص وقت کے منتظر رہتے ہین جب وہ وقت ستارے کے نکلنے کا آتا ہی تو اس پتلی پر چند کلمات کفر اور فحش خلاف شرع بولتے ہین اور اُنکے ذریعہ سے شیطانون سے مدد چاہتے ہین اور ان سب تدبیرون سے بحکم عادت جاریہ خدا تعالیٰ کے مسحور شخص مین عجیب حالات پیدا ہوتے ہین اور معرفت ان اسباب کی اس اعتبار سے کہ معرفت ہی بُری نہین مگر چونکہ بجز خلق کے ضرر کرنیکے اور بدی کا وسیلہ ہونیسے اور کسی بات کی اُنھین لیاقت نہین اس سبب سے اُنکے جاننے کو علم مذموم کہتے ہین بلکہ اگر کوئی ظالم کسی ولی کے قتل کا درپے ہو اور وہ اس سے ڈر کر کسی مضبوط جگہہ مین جا چھپے تو ظالم اگر اُسکا حال پوچھے تو اُسکی جگہہ بتانی نہ چاہیے اور جھوٹ اِس موقع مین واجب ہی حالانکہ اُسکی جگہہ کا ذکر کرنا بتانا ہی اور حقیقی حال کا جتادینا لیکن بُرا اسی وجہ سے ہی کہ انجام کو مضر ہی دوم یہ کہ وہ علم غالباً عالم کے حق مین مضر ہو مثلاً علم نجوم کہ وہ خود اپنی ذات سے بُرا نہین کیونکہ وہ یا تو حساب کے متعلق ہی اور قرآن مجید مین صاف فرما دیا ہی کہ آفتاب اور چاند کی چال حساب سے ہی چنانچہ ارشاد فرمایا الشمس والقمر بحسبان اور فرمایا والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم یا احکام ہین جنکا حاصل اسباب سے واقعات کا بتانا ہی یہ ایسا ہی جیسے طبیب نبض سے بتا دیتا ہی کہ یہ مرض عنقریب پیدا ہوگا غرضکہ اسکا جاننا خلق مین خدا تعالیٰ کی عادت کا معلوم کرنا ہی مگر شرع نے اُسکو بُرا کہا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تقدیر کا ذکر ہو تو چپ ہو جاؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو چپ ہو رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو سکوت کرو اور فرمایا کہ مین اپنی امت پر تین باتوں سے ڈرتا ہون ایک اماموں کا ظلم کرنا دوم نجوم کا معتقد ہونا سوم تقدیر کا نہ ماننا۔ اور حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہی کہ نجوم کو بقدر سیکھو کہ اُس سے خشکی اور تری مین تم کو راہ ملے پھر رُک رہو اور اُس سے منع کرنیکی تین وجہین ہین اول یہ کہ اکثر خلق کو یہ مضر ہوتا ہی یعنی یہ بات دلمین پڑتی ہی کہ حالات ستارون کی چال کے بعد اسطرح ہوتے ہین تو اُن کے دلون مین یہی جمتا ہی کہ تاثیر کرنے والے ستارے ہی ہین اور یہی معبود ہین جو انتظام کرتے ہین اسلیے کہ یہ اجسام شریف اور جواہر لطیف آسمان پر ہین اور انکی عزت دل مین بڑھ جاتی ہی اور توجہ دلی اُنھین کی طرف رہتی ہی خیر کی توقع اور شر سے بچاؤ اُنھین کی جہت سے معلوم ہونے لگتی ہی اللہ پاک کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہی اسلیے کہ ضعیف آدمی کی نظر ذریعون تک ہی رہتی ہی اور پکا عالم البتہ واقف ہوتا ہی کہ چاند اور سورج اور ستارے سب خدا تعالیٰ کے امر کے مطیع ہین ضعیف آدمی کہ سورج کی جوت سورج نکلنے کے باعث دیکھتا ہی اُسکی مثال ایسی ہی جیسے چیونٹی کہ بالفرض اُسکو عقل ہو اور کاغذ پر موجود ہو اور دیکھ رہی ہو کہ قلم کی سیاہی سے کاغذ سیاہ ہوتا چلا جاتا ہی تو وہ یہی اعتقاد کریگی کہ لکھنا قلم ہی کا فعل ہی اسکی نظر قلم سے انگلیون پر اور اُنسے ہاتھ پر اور ہاتھ سے ارادے پر اور ارادے سے کاتب پر جو ارادہ کر رہا ہی اور کاتب سے اُسکی قدرت اور ہاتھ کے بنانے والے پر ہرگز ترقی نہ کریگی غرض کہ خلق کی نظر اکثر قریب اور نیچے کے ذریعہ پر رکے مسبب الاسباب تک ترقی سے باز رہتی ہی۔ اسلیے نجوم کے سیکھنے کی ممانعت کی گئی دوسری وجہ ممانعت کی یہ ہی کہ نجوم کے احکام صرف اٹکلی ہین ہر فرد خاص کے باب مین نہ یقینی معلوم ہوتے ہین نہ ظنی تو اُسکے ذریعہ سے حکم کرنا جہالت پر حکم کرنا ہی اس صورت مین اُسکی بُرائی اس اعتبار سے ہی کہ وہ جہل ہی علم ہونیکی جہت سے نہین کیونکہ یہ تو معجزہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ہی جیسا کہ مروی ہی اور یہ علم جاتا رہا اور مٹ گیا اور اگر منجم کی کوئی بات سچی بھی ہوتی ہی تو وہ اتفاقی ہی اسلیے کہ منجم بعض اوقات کسی سبب پر واقف ہوتا ہی اور سبب اُسکے بعد بدون بہت سی شرطون کے ہو جانیکے نہین ہوتا اور اُن شرطون پر

واقف ہونا آدمی کے اختیار مین نہین پس اگر اتفاقاً خدا تعالی باقی شرطونکو بھی مقدر فرما دیتا ہی تب تو منجم کا قول درست ہو جاتا ہی
اور اگر باقی سبب نہین ہوتے تو اُسکا کہنا غلط ہوتا ہی اور اُسکا حال ایسا ہی جیسے کوئی شخص دیکھے کہ پہاڑ و نپر سے بادل اُٹھ اُٹھ کر جمع
ہوتے ہین اور چلتے پھرتے ہین تو وہ اٹکل سے کہدے کہ آج مینھ برسیگا حالانکہ اکثر بعد ایسے ابر کے کبھی آفتاب نکل آتا ہی اور ابر جاتا رہتا ہی
اور کبھی مینھ بھی برستا ہی تو صرف ابر کا ہونا ہی مینھ کے آنے مین کافی نہین جبتک اور اسباب کا علم نہو اسیطرح ملاح کا قیاس کرنا کہ کشتی
سلامت رہیگی یعنی ہمیشہ سے ہواؤنکا عادی ہو اسی پر اعتماد کرکے کہدیتا ہی حالانکہ اُن ہواؤن کے اور سبب خفیہ بھی ہین کہ اُن پر
اُسکو اطلاع نہین اسی لیے کبھی تو اُسکا کہنا ٹھیک ہوتا ہی اور کبھی اٹکل غلط ہوتی ہی اور اسی وجہ سے قوی شخص کو بھی نجوم کی ممانعت ہوتی
تیسری وجہ یہ ہی کہ اس علم سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ادنی مرتبہ یہ ہی کہ امر فضول مین خوض کرنا ہی جسکی حاجت نہین اور ایک امر بیفائدہ مین
عمر کی چیز کو جو زیادہ نفیس سرمایہ انسان کا ہی تلف کرتا ہی اور یہ بات نہایت درجے کے نقصان کی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک شخص پر گذرے کہ لوگ اُسکے گرد جمع تھے آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہی لوگون نے عرض کیا کہ یہ بڑا عالم ہی آپنے فرمایا کس چیز کا عرض
کیا کہ شعر کا اور عرب کے نسبونکا آپ نے فرمایا کہ یہ علم ہی کہ مفید نہین اور جہل ہی کہ مضر نہین اور فرمایا انما العلم آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ
عادلۃ اس سے ثابت ہوا کہ نجوم وغیرہ اور اُس جیسے علوم مین خوض کرنا خطرہ مین پڑنا اور جہالت مین بیفائدہ مصروف ہونا ہی اسلیے
کہ جو کچھ تقدیر مین ہی وہ ہوتا ہی اس سے بچنا غیر ممکن ہی بخلاف طب کے کہ اُسکی طرف ضرورت داعی ہی اور اُسکی اکثر دلیلین ایسی ہین جنپر
اطلاع ہو جایا کرتی ہی اور بخلاف تعبیر کے کہ ہر چند وہ قیاسی ہی مگر نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہی اور اُسمین کچھ اندیشہ نہین
تیسری وجہ یہ ہی کہ آدمی اگر ایسی باتون مین خوض کیا کرتا ہی جسکا تحمل اُسکو نہین ہوتا تو وہ اُسکے حق مین مضر ہوتی ہی مثلاً باریک اور خفیہ
علوم کا سیکھنا پیشتر ادنی اور ظاہر علمون کے جسطرح اسرار الٰہی مین بحث کرنی کہ حکما اور اہل کلام نے اُنپر اطلاع چاہی حالانکہ اُنکا حوصلہ
اُسکے اسرار زاید تھے اُنکی تاب نہ لا سکے اور انمین سے بعض کے طریقونپر اطلاع بجز انبیا اور اولیا کے اور کسی کو نہین ہو سکتی اسلیے اُنکی بحث سے
لوگونکو روکنا اور جسقدر شرع مین وارد ہی اُسکا معتقد کرنا ضرور ہی کہ توفیق یافتہ شخص کے لیے اسیقدر کافی ہی اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ
ایک آدمی علوم مین خوض کرتا ہی اور اُسسے ضرر پاتا ہی اگر وہ انمین خوض نہ کرتا تو اُسکا حال دین مین اُس سے اچھا ہوتا جو علوم مین
خوض کرنے سے ہو گیا اور علم کا مضر ہونا بعض لوگون کے حق مین یقینی ہی اسمین انکار نہین ہو سکتا جیسے پرند کا گوشت اور لطیف حلوے
شیرخوار بچہ کو مضر ہین بلکہ بعض آدمیونکو بعض باتون سے جاہل ہی رہنا مفید پڑجاتا ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی شخص نے بی بی کے بانجھ ہونیکی
شکایت طبیب سے کی طبیب نے اس عورت کی نبض دیکھی اور کہا کہ تجھکو اب بچہ پیدا ہونیکی دوا کی ضرورت نہین کیونکہ تیری نبض سے ایسا
معلوم ہوتا ہی کہ چالیس دن مین تو مر جاویگی عورت کو نہایت خوف معلوم ہوا اور زندگی تلخ ہو گئی اور اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور وصیت کی
اور دانہ پانی سب چھوڑ دیا یہانتک کہ مدت گذر گئی اور نہ مری اُسکا شوہر طبیب کے پاس آیا اور کہا کہ وہ تو نہین مری طبیب نے کہا کہ مجھے بھی
یہ بات معلوم تھی اب تو اُس سے صحبت کر کہ تیرے اولاد اُس سے ہوگی اُسنے پوچھا کہ یہ کیسے کہا کہ مین نے اُس عورت کو موٹا دیکھا کہ چربی
اُسکے بچہ دان کے منھ پر جم رہی ہی مین نے سمجھا کہ یہ بدون موت کے خوف کے دُبلی نہو گی اسلیے مین نے اُسکو موت سے ڈرا دیا تھا اب کہ وہ دُبلی ہو گئی

۱ ابن عبدالبر بروایت ابوہریرہ ۱۲
۲ علم تین ہین یا آیت محکمہ یا سنت جاری
۳ [illegible] ابوداؤد [illegible] عبداللہ بن عمرو

تو بچہ جننے کی روک جو تھی جاتی رہی - اس حکایت سے تمکو معلوم ہوگا کہ بعض علوم کے واقف ہونے میں خطرہ ہوتا ہی اور اسی سے
تمکو معنی اس حدیث شریف کے معلوم ہوجاوینگے نعوذ باللہ من علم لا ینفع تو اس حکایت کا اعتبار کرو اور جن علوم کی مذمت شریعت نے
کی ہو اور اُنسے منع فرمایا ہو اُنکا حال مت دریافت کرو اور صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی پیروی کو لازم کر لو اور اتباع سنت پر کفایت
کرو کہ سلامتی اتباع میں ہی اور اشیاء کی بحث و تحقیق میں خطرہ ہی اور اپنی رائے اور عقل و دلیل و برہان پرست بھولو کہ ہم اشیاء
کی بحث اسلیے کرتے ہیں کہ چیزیں جوں کی توں معلوم ہوجاوین اور علم میں فکر کرنیسے ضرر کیا ہی کیونکہ اس علم کا ضرر تمکو فائدہ سے
زیادہ ہوگا اور اکثر چیزیں جنپر تم واقف ہوتے ہو ایسی ہیں کہ اُنپر تمہارا واقف ہونا اتنا ضرر کریگا کہ آخرت میں اگر خدا تعالی نے
اپنی رحمت سے تدارک نہ فرمایا تو تمکو تباہ کر ڈالیگا - اور واضح ہو کہ جسطرح علاج کے اسرار کو طبیب حاذق جانا کرتا ہی اور ناواقف شخص
علاج کو بیجا سمجھتا ہی اسیطرح انبیاء علیہم السلام دلوں کے طبیب ہیں اور آخرت کی زندگی کے اسباب سے واقف ہیں اُنکے طریق پر اپنی
عقل کو فائق نہ کرنا چاہیے ورنہ ہلاک ہوجاؤگے دیکھو بعض دفعہ کسی شخص کی انگلی میں کوئی مرض ہوتا ہی تو کم عقل اس بات کو چاہتی ہی کہ اُسی
پر دوا لگاوے مگر طبیب حاذق اُسکا علاج بعض اوقات یہ بتاتا ہی کہ دوسری طرف کے شانے پر لیپ کرو وہ اس بات کو نہایت بعید جانتا ہی اسلیے کہ اُسکو
پٹھوں کے پھوٹنے اور اُنکے اُگنے کی کیفیت معلوم نہیں اور اسیطرح کا حال آخرت کی راہ کا اور شرع کی سنتوں اور انبیاء کے دقائق کا ہی - اور
شرع نے جو عقیدے لوگوں کے عبادات کے مقرر کیے ہیں اُنمیں وہ اسرار اور لطیف باتیں ہیں کہ عقل کا وہاں دخل نہیں ہی اُن کو معلوم
کر سکے جیسے کہ پتھروں کے خواص میں بعض عجیب باتیں ہیں کہ اہل فنون سے اُنکا علم پوشیدہ ہی مثلاً آجتک کسی کو یہ معلوم نہیں ہوا
کہ مقناطیس لوہے کو کیوں کھینچتا ہی اور دواؤں اور پتھروں کی نسبت عجائب اور غرائب عقیدوں میں زیادہ ہیں اور اُن عبادتوں میں بہت زیادہ
اور بڑھکر ہیں جنسے دلوں کی صفائی اور طہارت اور صلاح ہوتی ہی اور خدا تعالی کے قرب کی طرف ترقی اور اُسکے فضل کے نفحات
کی تحصیل ہوتی ہی اور جسطرح کہ دواؤں کے کل فائدوں کے معلوم کرنیسے عقلیں قاصر ہیں اور جو ہو سکتا ہی تجربہ سے ہو سکتا ہی اسی طرح
جو باتیں کہ آخرت کی زندگی کے لیے مفید ہیں اُنکے معلوم کرنیسے بھی عقلیں عاجز ہیں اور اُنپر طریقہ یہ ہی کہ اُنکا تجربہ بھی نہیں ہو سکتا ہی اسیطرح
جو ممکن بھی اگر بالفرض کچھ مردے دنیا میں آکر کہہ جایا کرتے کہ جو عمل مقبول اور خدا تعالی کے قرب کے مفید ہیں وہ یہ ہیں اور جو اُس سے
دور کرتے ہیں وہ یہ ہیں اسیطرح عقائد کا حال کہہ دیا کرتے مگر اسطرح کے تجربہ کی طمع نہیں ہو سکتی اس صورت میں عقل کا نفع اسقدر ہی کہ وہ تمکو یہ سمجھا دے
کہ وہ تمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا جاننے کی طرف ہدایت کرے اور آپ کے اشاروں سے منشاء اور مورد سمجھادے پس جب یہ صورت
ہو جاوے تو اُسکے بعد عقل کو معزول کردو کہ کچھ تصرف نہ کرے اور اتباع کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ تمہاری سلامتی اتباع ہی سے ہوگی اور اسی لیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من العلم جہلا وان من القول عیا اور ظاہر ہی کہ علم تو جہل نہیں ہوا کرتا مگر اُسکی تاثیر ضرر پہونچانے میں جہل
کیطرح ہوتی ہی اور نیز ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی توفیق بہت سے علم سے بہتر ہی - اور حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہی کہ درخت بہت سے ہیں
مگر سب بار آور نہیں اور پھل بہت سے ہیں مگر سب بہتر نہیں اور علوم بہت سے ہیں الا سب مفید نہیں دوسرا بیان اُن علوم کے ذکر میں جنکے
لفظ بدل گئے ہیں - واضح ہو کہ بُرے علم جو شرعی علوم میں مل جل گئے اُنکا سبب یہی ہی کہ لوگوں نے عمدہ ناموں کو اپنی فاسد غرضوں کی جہت سے

ص ۱۲ ابو داود بروایت بریدہ کے اسناد میں ایک راوی کا نام [illegible] ابو الدرداء سے روایت کی ہے جس میں علم کی بدلے میں عقل کا لفظ ہے ۱۲

ان الفاظ کو تحریف اور معنون مین بدل ڈالا ہی اور جو غرض اُن الفاظ سے پہلے نیک بخت اور قرون اول کے لوگ کیا کرتے تھے اُس سے ان الفاظ کو تحریف کر کے اور مقصود ٹھہرالیا ہی اور وہ پانچ لفظ ہین فقہ اور علم اور توحید اور تذکیر اور حکمت یہ الفاظ عمدہ ہین اور جو لوگ انکے ساتھ موصوف تھے وہ دین کے رکن ہوتے تھے مگر اب یہ الفاظ بُرے معنون مین منقول ہوگئے ہین اسی لیے جو انسے موصوف ہوتا ہی اُسکی مذمت کرنے سے دلونکو نفرت ہوتی ہی کیونکہ یہ تو اول عمدہ لوگون پر بولے جاتے تھے مثلاً **اول لفظ فقہ ہی** اسمین لوگون نے خصوصیت لگانیکا تصرف کیا ہی نقل و تبدیل نہین کی یعنی فقہ کو اس معنی مین خاص کر دیا کہ فتوونکے عجیب فروعات اور اُنکی علتونکے دقائق کو جاننا اور انمین بہت سی گفتگو کرنی اور جو اقوال انسے متعلق ہون انکو یاد کرنا فقہ کہلاتا ہی تو جو شخص ان باتون مین خوب غور کرتا ہو اور زیادہ مشغول ہو وہ بڑا فقیہ کہلاتا ہی حالانکہ پہلے زمانے مین لفظ فقہ کے یہ معنی نہ تھے بلکہ مطلق طریق آخرت اور نفسونکی آفتونکے دقائق اور مفسدات عملون کے جاننے اور دنیا کی حقارت کو خوب طرح حاوی ہونے اور لذت آخرت سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف چھائے رہنے کا نام فقہ تھا اور اسکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہی لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم تو جس فقہ سے کہ ڈرانا اور خوف دلانا ہوتا ہی وہ یہی فقہ ہی جو ہمنے بیان کی نہ طلاق اور عتاق کے مسئلے اور لعان اور سلم اور اجارہ کے فروعات کہ انسے ڈرانا اور خوف دلانا کچھ بھی نہین بلکہ اگر ہمیشہ انھین کا ہو رہے تو دل کو سخت کرتے ہین اور خوف کو دل سے نکالتے ہین چنانچہ جو لوگ اب انھین کے درپے ہو رہے ہین انکا حال دیکھتے ہی ہو اور اللہ جلشانہ یہ بھی ارشاد فرماتا ہی لہم قلوب لایفقہون بہا اس سے ایمان کی باتین سمجھنے سے مراد ہی نہ فتوون کے نہ سمجھنے سے غرض نہین اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ فقہ اور فہم ایک ہی معنی کے لیے دو لفظ ہین اور استعمال کی رو سے پہلے اور حال مین انھین معنون مین بولے جاتے تھے جو ہمنے لکھے ہین اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی لانتم اشد رہبۃ فی صدورہم من اللہ ذلک بانہم قوم لایفقہون اسمین خدا تعالیٰ سے لوگونکے کم ڈرنے اور خلق کا دبدبہ جاننے کو فقہ کی کمی پر حوالہ فرمایا ہی تو تامل کرو کہ یہ بات فروعات فتاوے کی نہ یاد رکھنے کا ثمرہ ہی یا جن باتونکو ہمنے لکھا ہی اُنکے نہ ہونیکا نتیجہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کو جو آپکی خدمت مین حاضر ہوئے تھے فرمایا تھا علماء حکماء فقہاء یعنے یہ لوگ دانا اور حکیم اور فقیہ ہین حالانکہ وہ لوگ فتاوے کے فروعات کو نہ جانتے تھے اور سعد بن ابراہیم زہری رح سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے باشندون مین سے کون زیادہ فقیہ ہی اُنھون نے کہا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہی گویا اُنھون نے فقہ کے ثمرہ کو بتادیا اور خوف خدا علم باطن کا ثمرہ ہی نہ فتوون اور مقدمات کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کیا مین تمکو پورا فقیہ نہ بتادون لوگون نے عرض کیا کہ ارشاد ہو آپ نے فرمایا کہ پورا فقیہ وہ ہی کہ لوگون کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور اسکے عذاب سے اُنکو بیخوف نہ کرے اور اُسکے فیض سے اُنکو یاس نہ دلاوے اور قرآن کے سوا دوسری چیز کی رغبت مین قرآن کو ترک نہ کرے اور جب انس بن مالک رضہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا کہ لان اقعد مع قوم یذکرون اللہ تعالیٰ من غدوۃ الی طلوع الشمس احب الی من ان اعتق اربع رقاب تو یزید رقاشی اور زیاد نمیری کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ذکر کی مجلسین تمھاری ایسی نہ تھین جیسی تمھاری مجلسین ہین کہ تم مین سے ایک قصہ کہتا ہی اور وعظ کہتا ہی اور خطبہ لوگونکے سامنے پڑھتا ہی اور حدیث پیہم بیان کر دیتا ہے ہم تو یون کرتے تھے کہ بیٹھکر ایمان کا ذکر کرتے اور قرآن کو سمجھتے اور دین مین فہم لگاتے اور اللہ کی نعمتین گنتے اور پھر شمار کرتے اس روایت

مین حضرت انسؓ نے قرآن کے سمجھنے اور نعمتونکے شمار کرنیکو دین کی سمجھ یعنی تفقہ فرمایا اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہو کہ آدمی پورا فقیہ
نہین ہوتا یہانتک کہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک مین لوگون کو اپنے اوپر ناخوش نہ کرلے اور قرآن کے لیے بہت سی وجہین نہ ٹھہرا
کرے یہ روایت ابو درداؓ پر موقوف بھی مروی ہو اور اسمین اتنا جملہ اور ہو کہ پھر وہ اپنے نفس پر متوجہ ہو اور سب سے زیادہ اُس سے ناخوش
رہے اور فرقد سنجیؒ نے حسن بصری سے کوئی بات پوچھی آپنے اُسکا جواب دیا اُنھون نے کہا کہ فقہا آپ کے خلاف کہتے ہین حضرت حسنؒ نے فرمایا
کہ اے فرقد تو نے فقیہ اپنی آنکھ سے کہین دیکھا ہی فقیہ تو وہ ہی جو دنیا مین زاہد اور آخرت کا راغب اور اپنے دین مین عقل رکھنے والا اور اپنے
رب کی عبادت پر مداومت رکھنے والا اور پرہیزگار اور اپنے نفس کو مسلمانون کی اعراض سے بچانیوالا اور اُنکے مالونکی طرف رُخ نکرنیوالا
اور اہل اسلام کی جماعتونکا خیرخواہ ہو یہ ساری باتین آپ نے فرمائین انہین یہ نفرمایا کہ فروعات فتاویکا حافظ ہو اور ہم یہ نہین کہتے کہ
لفظ فقہ احکام ظاہری کے فتاوی کو شامل نہ تھا بلکہ یہ کہتے ہین کہ بطریق عموم یا تبعیت کے اُسپر بھی بولا جاتا تھا اور اکثر سلف صالحین فقہ کو علم آخرت
پر ہی بولا کرتے تھے اب جو اُسکو خاص کردیا ہی تو اُس خصوصیت سے بعض لوگونکو دھوکا ہو گیا اور صرف فتاوی کے احکام ہی کے ہو رہے اور علم
آخرت سے اور دلون کے احکام سے روگردانی کرلی اور اپنی اس تجویز پر طبیعت کی طرف سے ایک سہارا پایا کیونکہ علم باطن تو باریک ہی
اور اُسپر عمل کرنا مشکل اور اُسکے باعث اور عہدون اور جاہ و مال کا ملنا دشوار ہی اسلیے شیطان نے اس فقہ ظاہری کے دلونمین جمانیکا
خوب ہی موقع پایا کہ وہ فقہ جو شرع مین عمدہ علم تھا اُسکو خاص اس علم فتاوے کے لیے کردیا دوسرا لفظ علم ہی کہ پیشتر خدا تعالیٰ کی معرفت
اور اُسکے آیات کے جاننے اور بندونمین اور مخلوقات مین اُسکے افعال کو پہچاننے کے لیے بولتے تھے حتی کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی
تھی تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا مات تسعۃ اعشار العلم اُس علم کے نوین دسوین حصے جاتے رہے آپنے علم کو معرفت بولا پھر خود اُسکی تفسیر
کردی کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے مراد ہی اس لفظ مین بھی لوگون نے خصوصیت کا تصرف کیا ہی یعنی اکثر یہ مشہور کر رکھا ہی کہ جو شخص طرف مقابل
سے مسائل فقہیہ وغیرہ مین خوب مناظرہ کرے اور اُسی مین مصروف رہے حقیقت مین عالم وہی ہی فضیلت کی پگڑی اُسی کے سر پر ہی اور جو
مناظرہ مین مہارت نہ رکھتا ہو یا اُسمین پہلو تہی کرے اُسکو ضعیف جانتے اور اہل علم مین شمار نہین کرتے حالانکہ علم کے یہ معنی پہلے نہ تھے
یہ انھین لوگونکا تصرف ہی بلکہ جو کچھ علم اور علما کی فضیلت مین وارد ہوا ہی وہ اُنھین علما کی صفت ہی جو خدا تعالیٰ اور اُسکے احکام اور افعال
اور صفات کو جانتے ہون اب عالم اُنکو کہنے لگے کہ علم شرع سے تو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف مسائل خلافی مین لڑنے جھگڑنیکا طریق یاد ہو اور ایسے
یکتا عالمونمین گنے جاتے ہین گو تفسیر اور حدیث اور مذہب وغیرہ کو خاک نہ جانتے ہون اور یہی امر بہت سے طالب علمونکے حق مین سبب ہلاک
ہو گیا ہی تیسرا لفظ توحید ہی جسکے معنی اب یہ ٹھہرے ہین کہ فن کلام اور طریق جدل سے واقف ہونا اور طرف ثانی کی مخالف باتونپر حاوی
ہونا اور اُن باتونکے باب مین بہت سے سوال بنا ڈالنے اور کثرت سے اعتراض نکالنے اور طرف ثانی کو الزام دینا یہانتک کہ اکثر جدید فرقون نے
ایسے لوگونمین سے اپنا لقب اہل عدل و توحید ٹھہرایا ہی اور کلام والونکا نام توحید کے عالم رکھا ہی باوجودیکہ جو باتین خاص اس فن کی ہین
اُن مین سے کوئی بھی قرن اول مین نہ تھی بلکہ وہ لوگ اُس شخص پر جو جدال اور خصومت کا باب کھولتا تھا سخت انکار سے پیش آتے تھے اور
جن باتون پر کہ قرآن مجید شامل ہی یعنی دلیلین صاف صاف کہ ذہن اُنکے ماننے کو مبادرت کرتے ہین اور سنتے ہی قبول کرلیتے ہین

رواہ ابن عبد البر اور خطیب نے روایت کیا اور دیگر اور کہا کہ یہ حدیث مرفوع ثابت نہین ۱۲

اُنکو اُمین سے ہر ایک شخص جانتا تھا اور قرآن مجید کا علم پورا علم تھا اور اُنکے نزدیک توحید امر آخرت کو کہتے تھے جسکو اکثر کلام والے نہین سمجھتے اور اگر سمجھتے ہین تو اُسپر عمل نہین کرتے اور وہ یہ ہے کہ سب کامون کا خدا تعالی کی طرف سے اعتقاد کرے اسطرح کہ پھر توجہ اسباب اور ذریعہ کی طرف نہ رہے یعنی خیر اور شر کو بجز خداوند کریم کے اور کسی طرف سے اعتقاد نہ کرے اور یہ توحید ایک بڑا مرتبہ ہے جسکا ایک ثمرہ توکل ہے جسکا بیان باب توکل مین آویگا اور اسکا ایک ثمرہ خلق کی شکایت نہ کرنی اور اُنپر غصہ نہ کرنا اور خدا کے حکم پر راضی رہنا اور سب کام اُسیکے حوالہ کر دیتے ہین اور اسی توحید کا ایک ثمرہ یہ تھا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضہ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا ہم آپکے لیے طبیب کو بلا دین تو آپنے ارشاد فرمایا کہ طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے اور ایک روایت یون ہے کہ جب آپ بیمار ہوے اور لوگون نے کہا کہ طبیب نے آپکے مرض کے باب مین کیا کہا ہے تو آپنے فرمایا کہ طبیب نے کہا ہے انی فعال لما ارید یعنی مین جو چاہتا ہون سو کرتا ہون اور عنقریب باب توکل اور توحید مین انشاء اللہ اسکے دلائل مذکور ہونگے۔ اور توحید ایک جوہر نفیس ہے اور اُسکے دو پوست ہین کہ ایک مغز سے بہ نسبت دوسرے کے دور ہے لوگون نے لفظ توحید پوست کے لیے اور اُس فن کے لیے جس سے پوست کی حفاظت ہو خاص کر دیا اور مغز کو بالکل چھوڑ دیا پس توحید کا اول پوست تو یہ ہے کہ اپنی زبان سے کہو لا الہ الا اللہ اور یہ توحید وہ ہے جو تثلیث کے خلاف ہے جسکے قائل نصاری ہین مگر یہ توحید کبھی منافق سے بھی سرزد ہوتی ہے جسکا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے اور دوسرا پوست توحید کا یہ ہے کہ جو قول زبان سے کہا ہے دل مین اُسکے مضمون کا خلاف اور انکار نہ ہو بلکہ ظاہر قلب مین اس مضمون کا اعتقاد اور تصدیق موجود ہو اور یہ توحید عوام کی ہے اور کلام والے اسی توحید کو اہل بدعت سے بچاتے ہین جیسا پہلے گذرا اور مغز توحید یہ ہے کہ سب امور کو خداے تعالی کی طرف اسطرح اعتقاد کرے کہ بیچ کے واسطون پر التفات نہ رہے اور اُسکی عبادت ایسی طرح کرے کہ جس سے خاص اُسی کو معبود ٹھہراوے دوسرے کی عبادت نہ کرے اس توحید سے جو خواہش نفس کے پیرو ہین وہ خارج ہین اسلیے کہ جو شخص اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے وہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ بڑا معبود جسکی پرستش زمین مین کی جاوے وہ خواہش نفس ہے اور واقع مین اگر کوئی تامل کرے تو جان لے کہ بت پرست بت کی عبادت نہین کرتا بلکہ اپنی خواہش نفس کی عبادت کرتا ہے اسلیے کہ اُسکا نفس اپنے باپ دادون کے دین کی طرف مائل ہے اور وہ اُسی میل کا اتباع کرتا ہے اور نفس کا میل کرنا خوگرفتہ چیزون کی طرف اُنھین باتون مین سے ہے جنکو خواہش نفس کہتے ہین اور اُس توحید سے خلق پر غصہ کرنا اور اُنکی طرف التفات کرنا بھی خارج ہے اسلیے کہ جو شخص سب باتونکو خداے تعالی کی طرف سے اعتقاد کریگا وہ دوسرے پر کیسے غصہ کریگا غرض کہ پیشتر اس مقام کو توحید کہا کرتے تھے اور یہ مقام صدیقون کا ہے تو دیکھو کہ لوگون نے اُس کو کس چیز کی طرف بدل ڈالا اور کون سے پوست پر اکتفا کر لیا اور اُسکو مدح اور فخر کے باب مین کیسے تمسک ٹھہرا لیا باوجودیکہ جو اصل تعریف کی بات تھی اُس سے بالکل خالی ہین اور اسکا حال ایسا ہی ہے جیسا کوئی صبح کو اُٹھکر قبلہ رُخ ہو کر کہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا کہ اگر اُسکے دل کی توجہ خاص خداے تعالی کی طرف نہ ہوگی تو پہلے روز اول ہی اول خداے تعالی سے جھوٹ بولا کرے گا اس لیے کہ منھ سے مراد اگر ظاہر کا رُخ ہے تو اُسکا رُخ تو کعبے کی طرف ہے اور اُسکو صرف اور جہتون سے پھیر کر کعبے کی طرف کیا ہے اور کعبہ آسمان و زمین

بتانیوالے کیطرف نہین کہ جو کعبہ کی طرف متوجہ ہو جاوے وہ تو جہتون کے احاطے سے نرالا ہی اور اگر منہ سے مراد دل کی توجہ ہی جو مقصود عبادت ہی تو جس صورت مین کہ دل دنیاوی حاجات اور اغراض مین مبتلا ہی اور مال وجاہ کے جمع کرنیکے حیلے بنا رہا ہی اور بالکل اسیکی طرف متوجہ ہی اُس صورت مین تو یہ قول کیسے سچا ہوگا کہ مین نے اپنا منہ کیا اُسی کی طرف جسنے آسمان وزمین بنائے پس جملہ اصل حقیقت توحید سے خبر دیتا ہی واقع مین توحید والا وہی ہی جو سوا واحد حقیقی کے اور کسیکو نہ دیکھے اور اپنے دل کے رخ کو بجز اُسکے اور طرف نہ پھیرے اور یہ توحید اس ارشاد کا ماننا ہی کہ قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور اس سے مراد زبانی قول سے نہین اسلیے کہ زبان تو دل کے حال سے خبر دیتی ہی کبھی سچی ہوتی ہی اور کبھی جھوٹی اور اللہ تعالی کے دیکھنے کی جگہ دل ہی جو توحید کا معدن اور منبع ہی چوتھا لفظ ذکر و تذکیر ہی جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہی وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اور ذکر کی مجلسون کی تعریف کے باب مین بہت سی حدیثین وارد ہین مثلاً ارشاد فرمایا اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال مجالس الذکر اور دوسری حدیث مین یون ارشاد ہی ان للہ تعالی ملائکۃ سیاحین فی الہواء سوی ملائکۃ الخلق اذا راوا مجالس الذکر ینادی بعضہم بعضا الا ہلموا الی بغیتکم فیاتونہم ویحفون بہم ویستمعون الا فاذکروا اللہ وذکروا انفسکم اس کو ذکر کو لوگون نے بدل کر ان باتون کا نام رکھ دیا جنکو زمانہ حال کے واعظ مدام بیان کرتے ہین یعنے قصے اور اشعار اور شطح اور طامات حالانکہ قصے بدعت ہین کیونکہ اکابر سلف نے قصہ گو کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا ہی چنانچہ ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہی کہ قصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین نہ تھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت مین تھے یہانتک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو نکل کھڑے ہوے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ ایک روز وہ مسجد سے نکلے اور فرمایا کہ مجکو قصہ گو ہی نے مسجد سے نکالا اگر وہ نہوتا تو مین نہ نکلتا۔ اور ضمرہ کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوریؒ سے کہا کہ ہم قصہ گو کی طرف اپنے منہ کرین اُنھون نے فرمایا کہ بدعتون کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیر لیا کرو اور ابن عون کہتے ہین کہ مین ابن سیرینؒ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آج کچھ اچھا نہ ہوا کہ امیر نے قصہ گویون کو قصہ کہنے سے منع کر دیا آپنے فرمایا کہ امیر کو بہتر توفیق ملی۔ اور اعمش بصرہ کی جامع مسجد کے اندر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص بیان کر رہا ہی اور کہتا ہی کہ ہمسے اعمش نے روایت کی کہ آپ حلقے کے اندر گھس گئے اور اپنی بغل کے بال اُکھاڑنے لگے واعظ نے کہا کہ بابا ان تمھین شرم نہین آتی اعمش نے فرمایا کہ مین کیون شرم کرون مین تو امر مسنون کرتا ہون اور تو جھوٹا ہی کہ کہتا ہی اعمش نے ہمسے کہا ہی مین اعمش ہون مین نے تجھ سے نہین کہا اور احمد کا ارشاد ہی کہ سب لوگون مین زیادہ جھوٹے قصہ گو اور بھیک مانگنے والے ہین اور حضرت علیؓ نے بصرہ کی جامع مسجد سے قصہ گو کو نکلوا دیا اور جبکہ حضرت حسن بصریؒ کا کلام سنا تو انکو نہ نکالا اسلیے کہ وہ علم آخرت اور موت کے یاد دلانے اور نفس کے عیوب اور آفتون اور عمل پر متنبہ کرنے اور شیطانون کے وسوسے اور اُنسے بچنے کی تدبیر کے باب مین گفتگو کرتے تھے اور خدا تعالی کی نعمتون کا احسان اور شکر کرنے مین بندہ کا قاصر ہونا ذکر کرتے تھے اور دنیا کی حقارت اور عیب اور ناپائداری اور بیوفائی اور آخرت کا خطرہ اور ہولناک احوال کا اندیشہ بتاتے تھے حاصل یہ کہ عمدہ تذکیر شرعی یہی ہی جسکے لیے اس حدیث مین ترغیب وارد ہی جو ابوذرؓ سے مروی ہی کہ مجلس ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت کے پڑھنے سے بہتر ہی اور مجلس علم مین آنا ہزار بیمارون کی عیادت سے اور ہزار جنازون کے ساتھ جانے سے اچھا ہی کسی نے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید کی تلاوت سے بھی افضل ہی آپنے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا بھی [illegible]

قول ہے کہ ایک مجلس ذکر کی ستر لہو کی مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے - ان چکنی باتیں بنانیوالوں نے ان حدیثوں کو اپنے نفسوں کی صفائی
کے لیے ٹھہرا لیا ہے اور اپنی خرافات کا نام تذکیر رکھ لیا ہے حالانکہ عمدہ ذکر کی راہ بھول کر قصوں میں مصروف ہیں جنمیں کمی اور بیشی اور اختلاف
کو دخل ہے اور جو قصے کہ قرآن میں وارد ہیں اُنسے خارج اور زائد ہیں اسلیے کہ قصے بعضے ایسے ہیں جنکا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضوں کا
سننا مضر ہوتا ہے اگرچہ سچے ہوں اور جو شخص اس امر کو اپنے لیے اختیار کرتا ہے اُسپر سچ اور جھوٹ ملجاتا ہے اور مفید اور مضر میں اختلاط
ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اُس سے منع کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا کہ لوگوں کو سچے حالات بیان کرنیوالے کی بڑی
ضرورت ہے پس اگر قصہ کسی نبی کا انبیا علیہم السلام سے ہو اور وہ لوگوں کے دین کے متعلق ہو اور کہنے والا بھی سچا ہو تو ایسے قصہ کے
سننے میں تو ہمکو کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا مگر بیان کرنیوالے کو چاہیے کہ جھوٹ سے احتراز کرے اور نیز اُن احوال کی حکایتوں سے
بھی بچے جن میں لغزشوں اور سستیوں کا اشارہ پایا جاوے جنکے دریافت کرنے سے عوام کی فہم قاصر ہے اور ایسی لغزش نادر کو بھی ذکر نہ کرے
جسکے پیچھے لغزش کرنے والے نے بہت سی نیکیاں کی ہوں جنسے وہ لغزش چھپ گئی ہو اسلیے کہ عامی شخص اُس سے اپنی لغزش اور خطا
پر تمسک کیا کرتا ہے اور اپنے واسطے عذر کی تمہید کر کے حجت یوں کیا کرتا ہے کہ فلاں مشایخ کے حال میں یوں بیان کرتے ہیں اور ہم سب
گناہوں کے درپے رہتے ہیں اگر میں نے خطا کی تو کیا عجب ہے کہ فلاں شخص جو ایسا بزرگ اور مجھسے افضل تھا اُسنے بھی یہ خطا کی تھی اور اُس بات
کو یوں جانے خداتعالی پر جرأت ہو جاتی ہے پس ان دونوں امر سے اگر قصہ گو بچا رہے تو قصہ بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور
ان قیدوں کے ساتھ میں عمدہ قصے وہی رہینگے جنکو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ شامل ہیں - اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ طاعتوں کی
باب میں رغبت کی حکایتیں گڑھ لینی درست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا قصد اُنسے خلق کو حق کیطرف بلانیکا ہے اور یہ ایک شیطانی
وسوسہ ہے اسلیے کہ سچ میں بہت گنجایش ہے وہ کیا تھوڑا ہے کہ جھوٹ کی حاجت ہو اور جو چیزیں کہ اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے ذکر فرمائی ہیں اُنکے ہوتے ہوئے وعظ میں نئی بات اختراع کی ضرورت نہیں اور کیسے نہو کہ قافیہ کا تکلف مکروہ ٹھہرا ہے اور بناوٹ میں
شمار کیا گیا چنانچہ سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عمر اُنکے پاس کسی کام کے لیے آئے تھے آپنے سُنا کہ مقفی عبارت سے حاجت بیان کرتے ہیں
آپنے کہا کہ اسی سے میں تجکو بُرا جانتا ہوں تیری حاجت کبھی روا نہ کرونگا جبتک کہ تو یہ نہ کریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عبد اللہ بن رواحہ سے تین کلمے مقفی سُنکے ارشاد فرمایا کہ اے ابن رواحہ اپنے آپکو سجع سے دور رکھو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سجع دو کلموں
سے زیادہ ہو وہ داخل تکلف اور ممنوع تھا اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے جنین کے خونبہا میں یہ الفاظ کہے ایعدی
من لاشرب ولا اکل ولا صاح ولا استھل ومثل ذلک یطل یعنی ہم ایسے کی دیت کیسے دیں جسنے نہ پیا نہ کھایا نہ چیخا نہ چلایا اس جیسا تو معاف
ہی ہوتا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ اعراب کے سجع کے موافق سجع کرو اور اشعار کا حال یہ ہے کہ وعظوں میں اُنکی کثرت بُری ہے اللہ تعالی فرماتا ہے
والشعراء یتبعہم الغاون الم تر انہم فی کل واد یہیمون اور فرمایا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ اور جن شعروں کی عادت واعظوں کو پڑ رہی ہے ان میں
سے اکثر وہی ہوتے ہیں جن میں عشق کا وصف اور معشوق کی خوبصورتی اور وصال کی راحت اور جدائی کا درد مذکور ہوتا ہے اور
مجلس وعظ میں عوام اور اجلاف ہی بھرے رہتے ہیں اور اُنکے باطن شہوات سے پُر ہوتے ہیں اور اُنکے دل بھی خوبصورتوں کی طرف

التفات کرنے سے خالی نہیں ہوتے ہیں اشعار اُنکے دلون میں سے اُس چیز کو اُبھارتے ہیں جو اُنمین چھپی رہتی ہی اِس لیے شہوات کی آگ اُنمین بھڑک اُٹھتی ہی اور بیجتے ہیں اور حال کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ شعرون میں سے اکثر یا سب کا انجام ایک طرح کی خرابی ہوتی ہی اِس لحاظ سے بجز اُن اشعار کے جن میں نصیحت اور حکمت ہو اور وہ بھی دلیل اور اُنس لانے کے طور پر مذکور ہون اور کسی قسم کا شعر استعمال نہ کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی ان من الشعر لحکمة اور اگر مجلس میں خاص خواص جمع ہون اور معلوم ہو کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوے ہین اور اُنکے ساتھ کوئی اور نہو تو ایسے لوگون کے حق میں وہ شعر ضرر نہیں کرتا جو ظاہر میں خلق کی طرف معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ سننے والا جو کچھ سنتا ہی اُسکو اُسی چیز پر ڈھال لیتا ہی جو اُسکے دل پر غالب ہوتی ہی چنانچہ اِسکی تحقیق باب السماع میں مذکور ہوگی اور اسی وجہ سے حضرت جنید بغدادی رح چھ اوپر دس آدمیون میں وعظ کہا کرتے اور اگر زیادہ ہوتے تو کچھ نہ کہتے اور اُنکی مجلس میں کبھی پورے بیس آدمی نہوے اور ایک بار ابن سالم کے مکان کے دروازے پر کچھ لوگ جمع ہو گئے کسی نے کہا کہ آپ بیان فرمایئے آپ کے یار موجود ہیں اُنھون نے فرمایا کہ یہ میرے یار نہیں ہیں تو مجلس کے لوگ ہیں میرے اصحاب خاص لوگ ہیں اور شطح سے ہماری غرض کلام کی اُن دو قسمون سے ہی جسکو بعض صوفیون نے گڑھا ہی ایک تو عشق الٰہی میں اور وصال ہونے میں بڑے لمبے چوڑے دعوے جسکے بعد اعمال ظاہری کی کچھ حاجت نہ رہی یہانتک کہ بعض لوگ اتحاد کا دعوی کرنے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ حجاب اُٹھ گیا اور دیدار کا مشاہدہ ہوتا ہی اور خطاب حضوری حاصل ہی اور کہتے ہیں کہ ہمکو یہ حکم ہوا اور ہمنے یہ کہا اور اِس بات میں حسین بن منصور حلاج کی مشابہت کرتے ہیں جو شطح کے چند کلمات کے بولنے سے سولی دیا گیا تھا اور اُسکے انا الحق کہنے کو اور حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو سند لاتے ہیں یعنی آپ سے بھی منقول ہی کہ آپنے سبحانی سبحانی کہا تھا اور یہ فن کلام کا ایسا ہی کہ جسکا ضرر عوام میں بہت ہوا ہی یہانتک کہ بعض کسانون نے اپنا کام چھوڑ کر اِس شطح کے دعوے کرنے شروع کر دیے اسلیے کہ یہ کلام طبیعت کو اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ اسمین کچھ ظاہری عمل نہیں کرنا پڑتا نہ مقامات اور احوال کے لیے نفس کا تزکیہ کرنا پڑے تو پھر کم فہم اپنے لیے ایسا دعوی کیون نکرین اور کلمات خبط اور مہمل کیون نہ بکین اور اگر کوئی اُنپر اِس باب میں انکار کرے تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اِس انکار کا منشا علم اور مناظرہ ہی اور علم حجاب ہی اور مناظرہ نفس کا عمل ہی اور یہ بات جو ہمکو حاصل ہی بذریعہ مکاشفہ نور حق کے صرف باطن سے معلوم ہوا کرتی ہی غرضکہ شطح کے اوپر جہان میں پھیل گئے اور اُنکا ضرر عوام کو اتنا بڑھ گیا کہ اگر انمین سے کوئی شطح کی کچھ بات کہے تو اُسکا مار ڈالنا دس آدمیون کے زندہ رکھنے کی نسبت کرا چھا ہو۔ اور حضرت بایزیدؒ سے جو قول منقول ہی اول تو اُسکی صحت میں کلام ہی اور اگر بالفرض آپ سے وہ الفاظ کسی نے سنے تو غالبا برسبیل حکایت خداے تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے جی میں دہرا کر کہتے ہونگے جیسے مثلاً یہ آپ کہتے انني انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی تو اس سے یہ سمجھنا نہیں چاہیے تھا کہ وہ اپنا حال بیان کرتے ہیں بلکہ بطور حکایت ہی جاننا چاہیے تھا۔ دوسری قسم شطح کی وہ کلمات ہیں کہ سمجھ میں نہ آوین ظاہر کے تو اچھے ہون اور اُنکے معانی ہولناک اور فائدہ کسیطرح کا اُنسے متعلق نہو اور یہ کلمات یا تو خود کہنے والے کی بھی سمجھ میں نہیں آتے بلکہ اپنی عقل کے خبط اور خیال کی پریشانی کے باعث کہتا ہی اور اِس خبط کی وجہ یہ ہی کہ جو کلام اُسکے کان میں پڑتا ہی اُسکے معنی کم یاد کرتا ہی اور اکثر تو ایسا ہی ہی یا خود تو سمجھتا ہی لیکن اُنکو دوسرون کو نہیں سمجھا سکتا اور ایسی عبارت نہیں بنا سکتا جس سے

لح صحیح بخاری کی روایت ہے ۱۲ [illegible]

یعنی سواے میرے کوئی معبود نہیں سو میری بندگی کریا ہے سورۂ طٰہٰ کی ہے ۱۲

اسکا مافی الضمیر معلوم ہو اس جہت سے کہ علم کی مہارت کم ہو اور طریق معانی کو الفاظ مین ادا کرنیکا نہین سیکھا اور اسطرح کے کلام سے کچھ فائدہ نہین بجز اسکے کہ دلونکو پریشان اور عقلون اور ذہنون کو حیران کرے یا اُس سے وہ معنی سمجھ لیے جاوین جو اُس سے مقصود نہین ہین اس صورت مین ہر ایک شخص اُسکو اپنی خواہش اور طبیعت کے بموجب سمجھیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی تم مین سے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کریگا جسکو وہ نہ سمجھین تو وہ اُنپر ایک بلا ہو گی اور فرمایا لوگون سے وہ باتین کرو جنکو وہ جانتے ہون اور جنکو نہ جانتے ہون اُنکا ذکر نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کی تکذیب ہو اور ایسے کلام کے باب مین ہی کہ کہنے والا تو اُسکو سمجھتا ہو مگر سننے والیکی عقل اُسکو نہ پہونچتی ہو کہ ایسے کلام کا کہنا جائز نہو گا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جس کلام کو خود کہنے والا بھی نہ سمجھے اُسکو کہنا کیسے درست ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ حکمت ایسے لوگونکے سامنے نہ کہو جو اُسکے لائق نہ ہون اور نہ حکمت پر تمھاری زیادتی ہوگی اور جو اُسکے اہل ہون اُنسے حکمت کو مت روکو کہ اُنپر ظلم ہوگا پنا حال ہم اطباء کیطرح کرلو کہ جہان مرض دیکھے وہان دوا لگاوے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جو شخص حکمت نا اہلون مین بیان کرے وہ جاہل ہو اور جو حکمت کے اہل سے اُسکو روکے وہ ظالم کرتا ہی حکمت کا ایک حق ہے اور کچھ لوگ اُسکے اہل ہین پس ہر ایک اہل حق کو اُسکا حق دینا چاہیے اور طامات مین وہ امور بھی داخل ہین جو ہمنے شطح مین ذکر کیے ہین اور ایک امر اُنکے علاوہ وہ ہی کہ وہ خاص طامات مین ہی یعنی شریعت کے ظاہر الفاظ سے جو مراد مفہوم ہوتی ہی اُسکو نہ لینا اور اُنسے امور باطنی ایسے نکالنے کے ذہن مین اُنکا فائدہ نہ آتا ہو جیسے فرقہ باطنیہ قرآن مجید مین تاویلین کرتے ہین تو یہ بھی حرام ہی اور اُسکا نقصان بہت زیادہ ہی اسلیے کہ جب الفاظ کے ظاہری معنی بدون دلیل نقلی شارع کے اور بدون کسی حاجت و ضرورت عقلی کے چھوڑ دیے گئے تو اس سے الفاظ پر اعتماد جاتا رہیگا اور اُس سے کلام خدا و کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفع ساقط ہو گا کیونکہ جو کچھ لفظون سے سمجھا جاتا ہی اُسپر تو اعتماد نہ رہا اور باطن سب کا ایک طرح کا نہین ہوتا اُسمین خطرے ایک دوسرے کے خلاف ہوا کرتے ہین اور مختلف طور پر الفاظ کو ڈھال سکتے ہین یہ امر بھی بڑی عام بدعتون مین سے ہی جنکا ضرر زیادہ ہوتا ہی اور طامات والونکا مقصود ایک امر غریب نکالنا ہی اسلیے کہ غریب کی طرف نفس مائل ہوتا ہی اور اُس سے لذت پاتا ہی اس تدبیر سے باطنیہ فرقہ نے ساری شریعت کو برباد کردیا کہ ظاہر الفاظ کو تاویلین کرکے اپنی رائے کے موافق بنا لیا چنانچہ اُن کے مذہب ہمنے کتاب مستظہری مین جو اس فرقہ کی رد مین بنائی ہے لکھے ہین اور طامات والون کی تاویل کرنے کی یہ مثال ہی کہ بعض اس آیت کے معنی اذہب الی فرعون انہ طغی یون کہتے ہین کہ اُس مین اشارہ دل کی طرف ہی اور فرعون سے مراد وہی ہی اور سرکش بھی ہر ایک انسان پر وہی ہی اور وان الق عصاک کے یہ معنی ہین کہ بجز خدا تعالیٰ کے جس چیز پر بھروسا اور اعتماد ہو اُس کو ڈالدینا چاہیے اور اس حدیث مین تسحروا فان فی السحور برکۃ[ح] کہتے ہین کہ مراد سحر کے وقت استغفار سے ہی اور اسیطرح تاویلات کرتے ہین یہان تک کہ قرآن کو اول سے آخر تک ظاہری معنی اور اس تفسیر سے جو حضرت ابن عباس رض اور دوسرے علماء سے منقول ہی بدل دیتے ہین اور ان تاویلون مین سے بعض کا باطل ہونا تو یقیناً معلوم ہو جاتا ہی مثلاً فرعون سے دل کو مراد لینا اسلیے کہ فرعون ایک شخص محسوس تھا اُسکا ہونا اور حضرت موسیٰ کا اُسکو اسلام کی طرف بلانا متواتر ہمکو پہونچا ہی اور جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کافرون سے کہ وہ شخص تھے اور شیطانون

ع ابن السنی اور ابو نعیم بروایت ابن عباس ۱۲
ع بخاری سے موقوف بر علی رض
ع ابو منصور دیلمی مرفوع ۱۲

اور فرشتون مین سے نہ تھے جس سے معلوم نہین ہوتے تاکہ اُن لفظون کو ڈھال لیا جاوے ایسا ہی حال سحر کے لفظ سے
استغفار مراد لینے کا ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اُس وقت نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہلموا الی الغذاء المبارک
یعنی اس برکت والے کھانے کی طرف آؤ تو اس طرح کی تاویلین خبر متواتر اور حس سے باطل ٹھہرتی ہین اور بعضی تاویلین غالب ظن سے
معلوم ہوتی ہین اور وہ ایسے امور ہین کہ حواس یعنی دیکھنے وغیرہ سے متعلق نہون بہرحال یہ سب تاویلین حرام اور گمراہی اور لوگون
کے دین کا خراب کرنا ہین اور اُنمین سے کچھ بھی نہ صحابہؓ سے منقول ہوا نہ تابعین سے نہ حضرت حسن بصریؓ سے باوجودیکہ وہ خلق کو اسلام کی
طرف بلانے اور اُنکو نصیحت کرنے کے عاشق تھے اور یہ جو حدیث مین ارشاد ہی من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار اسکی مراد
بھی کچھ اسی طرح کی تاویل کرنے سے ہی یعنی آدمی کی غرض اور رائے ایک امر کے ثابت اور مقرر کرنیکی ہو اور اُس غرض کے ثبوت کیلیے
قرآن کو شاہد بنالے اور اُسکے لفظون سے اپنی غرض نکالے بدون اسکے کہ کوئی دلالت لفظی لغت کی راہ سے یا دلالت نقلی موجود
ہو اور اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی تفسیر استنباط اور فکر سے نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ بہت سی آیتین ہین جنمین صحابہؓ اور مفسرین
سے پانچ اور چھ اور سات معنی منقول ہین اور معلوم ہی کہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوے نہین کیونکہ وہ معانی بعض اوقات
ایک دوسرے کے ضد ہوتے ہین کہ جمع نہین ہو سکتے تو ضرور ہی کہ فہم کی خوبی اور طول فکر سے نکلے ہونگے اور اسی لیے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا تھا اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل اور جو شخص طامات والون مین کا اس جیسے تاویلات کو
درست کہتا ہی باوجودیکہ اُسے معلوم ہی کہ یہ معنی اُن لفظون سے مقصود نہین اور پھر کہتا ہی کہ میرا ارادہ ان سے لوگونکو خدا تعالی کیطرف
بلانیکا ہی تو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی ایسے امر مین جو واقع مین حق ہو مگر شریعت مین اُسکا ذکر نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی
حدیث بنادے یا ہر ایک امر کو حق سمجھکے ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موضوع کرلے تو یہ امر ظلم اور گمراہی ہی اور اس حدیث شریف
کے مضمون مین داخل ہوتا ہی من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار بلکہ الفاظ کی تاویل کرنی اس سے بھی بڑھکر ہی اسلیے کہ اس سے
تو الفاظ کا اعتبار ہی بیکار ہوتا ہی اور قرآن کے سمجھنے اور اُس سے فائدہ لینے کے طریق کو بالکل برہم کرتا ہی — اب تم کو معلوم ہوا کہ
شیطان نے لوگون کے ارادے کو اچھے علمون کی طرف سے کسطرح بُرے علمونکی طرف پھیر دیا اور یہ ساری باتین علماء بد کے نام
بدلنے کی بدولت ہین اب اگر تم انکا اتباع صرف شہرت کے اعتبار پر کروگے اور جو معانی کہ اول قرن مین معروف تھے اُنکی طرف توجہ
نکروگے تو تمہارا حال وہ حال ہوگا کہ حکمت کے سبب سے شرف کی طلب مین کسی نام کے حکیم کا اس زمانہ مین اتباع کرو اور یہ خبر نہو کہ
حکمت کے پہلے کیا معنی تھے اور اب کیا ہی پانچوان لفظ حکمت ہی کہ حکیم کا لفظ اب طبیب اور شاعر اور منجم پر بولتے ہین بلکہ جو شخص سڑکون پر
عوام کے ہاتھون مین قرعہ ڈالتا ہی اُسکو بھی حکیم کہتے ہین حالانکہ حکمت وہ ہی جسکی خدا تعالی تعریف بیان فرماتا ہی یؤتی الحکمۃ من یشاء
ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے باب مین فرمایا کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اُس کے
حق مین دنیا و ما فیہا سے بہتر ہی اب تامل کرو کہ پہلے حکمت کیا تھی اور بالفعل کس طرف منقول ہوگئی اور اسی پر باقی الفاظ کو قیاس کرو اور
علماء بد کے دھوکے اور فریب مین نہ آؤ اسلیے کہ دین پر انکی خرابی بہ نسبت شیطانون کے بڑھکر ہی کیونکہ شیطان انھین کے ذریعہ سے لوگون کے

ذلیل نظروں سے دین کو نکالتے ہیں اور اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ بدترین خلق کون ہیں تو آپنے انکار کیا اور فرمایا کہ الٰہی مغفرت کر یہانتک کہ مکرر پوچھا تو آپنے فرمایا کہ وہ لوگ علماء بد ہیں۔ پس اچھے اور برے علم کو تم جان چکے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے میں کس وجہ سے ملتبس ہو جاتے ہیں تو اب تمہیں اختیار ہے کہ اپنے نفس کی بھلائی چاہو تو سلف کا اقتدا کرو اور اگر چاہو فریب میں گرا چاہو تو پچھلوں کی مشابہت اختیار کرو جتنے علوم کہ سلف کو پسند تھے وہ سب مٹ گئے اور جنسے اب لوگ اوندھے منہ گرتے ہیں وہ اکثر بدعت اور نو پیدا ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا بجا ہے کہ بدأ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدأ فطوبی للغرباء فقیل ومن الغرباء قال الذین یصلحون ما افسدہ الناس من سنتی والذین یحیون ما اماتوہ من سنتی اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ اس چیز پر تمسک رکھنے والے ہونگے جسپر تم آج متمسک ہو اور ایک اور حدیث ہے کہ غرباء کمتر نیکبخت لوگ ہیں بہت سے لوگوں میں اور خلق میں انسے بغض رکھنے والے بہت ہوتے ہیں نسبت دوستی رکھنے والوں کے اور یہ علوم اسطرح کہ غریب ہو گئے کہ جو کوئی انکا ذکر کرتا ہے اسکے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اور اسی لیے سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی عالم کے دوست بہت دیکھو تو جان لو کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ملانیوالا ہے اسواسطے کہ اگر حق ہی کہتا تو لوگ اس سے عداوت رکھتے

تیسرا بیان عمدہ علموں میں سے مقدار محمود کے ذکر میں۔ واضح ہو کہ علم اس اعتبار سے تین قسم پر ہے ایک تو وہ کہ اسمیں تھوڑا اور بہت برا ہی ہو دوم وہ کہ اسکا قلیل اور کثیر اچھا ہو اور جسقدر بہت ہو اسیقدر بہتر اور عمدہ ہو سوم وہ کہ اسمیں سے بقدر کفایت تو اچھا ہو اور مقدار کافی سے زائد قابل تعریف نہو اور یہ تینوں قسمیں مثل بدن کے حالات کے ہیں کہ انمیں سے بعض حالت خواہ تھوڑی ہو یا بہت اچھی گنی جاتی ہے جیسے تندرستی اور خوبصورتی اور بعض حالت بری گنی جاتی ہے کم ہو یا زیادہ جیسے بدصورتی اور بدخلقی اور بعض حالتیں ایسی ہیں کہ ان میں میانہ روی اچھی مقصود ہوتی ہے جیسے مال کل کا دینا کہ اسراف قابل تعریف نہیں گو وہ بھی خرچ کرنا ہے جیسے شجاعت کہ تہور کی تعریف نہیں اگرچہ وہ بھی شجاعت کی جنس ہے اسیطرح علم کا حال ہے اسکی اول قسم جو تھوڑا ہو یا بہت برا ہی گنا جاتا ہے وہ ایسا علم ہے کہ جسمیں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا یا اسکا نقصان بہ نسبت فائدے کے زیادہ ہو جیسے علم سحر اور طلسمات اور نجوم ہیں کہ بعضوں میں تو کچھ فائدہ نہیں اور عمر سی نفیس چیز جو عمدہ سرمایہ انسانی ہے انمیں صرف کرنی مفت برباد کرنی ہے اور نفیس چیزوں کا برباد کرنا برا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ انمیں بہ نسبت اس فائدے کے جو اس علم سے مقصود ہوتا ہے یعنی دنیاوی حاجت کبھی کوئی نکل جاتی ہے انکا نقصان زائد ہوتا ہے بلکہ وہ فائدہ بہ نسبت نقصان کے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اور جو علم اس حکم سے اس سرے تک اچھا ہے وہ علم خداتعالی کی معرفت اور اسکے صفات اور افعال کا اور خلق میں اسکی عادت جاری کا اور دنیا پر آخرت کی ترجیح کی حکمت کا ہے اسلیے کہ یہی علم مطلوب بالذات اور وسیلہ سعادت اخروی ہے اور اسمیں جسقدر کوشش کیجاوے وہ مقدار واجب سے کم ہی ہو گی کیونکہ یہ دریا وہ ہے کہ جسکی تھاہ نہیں معلوم ہوتی تمام کوشش کرنے والے اسکے کنارہ ہی پر پھرتے ہیں جتنا جس سے ہو سکتا ہے اتنی گردش کرتا ہے اسکے اندر بجز انبیا اور اولیا اور مضبوط علماء کے اور کوئی نہیں جاتا اور وہ البتہ موافق اختلاف اپنے درجوں اور قوتوں کے جسقدر کہ تقدیر الٰہی نے انکے حق میں لکھدیا ہے انمیں خوض کرتے ہیں یہ وہی علم پوشیدہ ہے کہ کتابوں میں لکھا نہیں جاتا۔ اس علم پر تنبیہ ہو جانے کیلیے علم سیکھنا اور علماء آخرت کے حالات دیکھنے مفید ہوتے ہیں اور

[illegible]

۱۲ راوی ابن ماجہ

ابتدا میں چاہیے اور انجام کے لیے اس علم پر مدد مجاہدہ اور ریاضت اور قلب کے صاف کرنے اور دنیا کے علاقوں سے اسکو خالی کرنے
اور دنیا میں انبیا اور اولیا کی مشابہت پیدا کرنے سے ملتی ہے جو کوئی اس علم کے لیے اسطرح سعی کریگا تو اسکو جتنا اسکے نصیب میں ہے ملجاویگا
بقدر کوشش نہیں ملیگا ہاں مجاہدہ کی حاجت اسمیں ضرور ہے بدون مجاہدہ کچھ نہیں ہوتا کہ ہدایت کی کنجی سوا اسکے اور کوئی نہیں۔ تیسری
طرح کے علوم جو ایک مقدار خاص تک اچھے ہیں وہ وہ ہیں جنکو ہم فرض کفایہ میں لکھ آئے ہیں کہ ان میں ہر علم کے تین درجے ہیں ایک بقدر
کفایت و حاجت وہ تو ادنیٰ ہے اور ایک متوسط سے زائد کہ آخر عمر تک اسکی انتہا نہو تو آدمی کو چاہیے کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کرے
یا تو اپنے نفس کی فکر کرے یا جب اپنے نفس سے فارغ ہو جاوے تو دوسرے کی فکر کرے مگر ایسا ہرگز نہ کرے کہ اپنے نفس کی اصلاح سے
پیشتر دوسرے کی اصلاح میں مشغول ہو اگر تمکو اپنے نفس کا درست کرنا ہو تب اسی علم میں مشغول ہو جو تمپر فرض عین بحسب اقتضاء
حالات ہوتا ہے اور جو اعمال ظاہر کے متعلق ہو مثلاً نماز اور روزہ اور طہارت لیکن بڑا ضروری امر ہے جسکو سب لوگوں نے چھوڑ
رکھا ہے وہ دل کی صفتوں کا علم ہے اور یہ کہ انمیں سے کونسی اچھی ہے اور کونسی بری اسواسطے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو بری صفتوں
سے بری ہو اور حرص و حسد اور ریا اور کبر اور عجب وغیرہ اسکے اندر نہوں اور یہ صفات سب ہلاک کرنیوالے ہیں اور انکو ویسے ہی
چھوڑ دینا اور صرف اعمال ظاہری میں مشغول رہنا ایسا ہے کہ آدمی خارش یا پھوڑے پھنسی کی تکلیف میں ظاہر بدن پر لیپ کر کے اور [illegible]
مواد فاسدہ [illegible] کے نکالنے میں سستی کرے اور نام کے علما اور [illegible] اعمال ظاہری ہی [illegible] ہیں جیسے [illegible] طبیب ظاہر بدن پر
لیپ کرنے [illegible] اور آخرت کے علما بجز باطن کی صفائی اور دور کرنے مواد فاسدہ کے [illegible] اسکی جڑیں [illegible] اکھاڑ ڈالی جاویں اور کچھ
[illegible] اور اگر کوئی اعمال ظاہری [illegible] دل کی صفائی نہیں کرتے اسکی وجہ [illegible]
[illegible] اعمال [illegible] دل کے اعمال مشکل ہیں جیسے کوئی شخص [illegible] ان کو ظاہر [illegible]
[illegible] اور [illegible] ہوا اور [illegible] جاتا ہے اور اسکے [illegible] اور [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible]
[illegible] نجات ہوا [illegible] سے [illegible] اور اسکے [illegible] علم میں مشغول ہو جسطرح
[illegible] اسکی تفصیل کی ہوا [illegible] ان [illegible] مقامات [illegible] جلد چہارم [illegible]
دل [illegible] ہوتا ہے [illegible] ہوتا ہے [illegible] اور [illegible]
ہو اور [illegible] فرض کفایہ [illegible] کہ کوئی [illegible] اسکو [illegible]
تحصیل [illegible] جان کو ہلاک کرے اسلیے کہ دوسرے کی اصلاح [illegible] ہو [illegible] تو وہ [illegible] مثلاً اگر [illegible]
[illegible] بچھو [illegible] اور وہ ایک [illegible] کہ دوسرے کی [illegible]
[illegible] اور دوسرا ایسا ہو کہ اگر سانپ اور بچھو اول کو ڈسے اور ہیچ ہو [illegible] تو وہ اسکا کام [illegible] اور [illegible] مصیبت سے
[illegible] تو بھلا اس سے بڑھکر کون احمق ہوگا کہ اپنی جان کی فکر نہ کرے دوسرے کے لیے فائدہ کا [illegible] کرے۔ اور اگر تمکو اپنے نفس
کی صفائی سے فراغت ملے اور ظاہر اور باطن کے گناہ چھوڑنے پر قدرت ہو جاوے اور یہ امر ایک عادت دائمی کے طور پر تمکو حاصل

ہوجاوے اور ایسا ہونا کچھ بعید نہیں تو اسوقت البتہ فروض کفایہ میں مشغول ہونا چاہیے اور اسمین ترتیب اور درجہ کا لحاظ رکھنا چاہیے
یعنی اول کلام مجید پھر حدیث شریف پھر علم تفسیر اور علوم قرآنی ناسخ اور منسوخ اور مفصول اور موصول اور محکم اور متشابہ پہچاننے کے اور
اسیطرح حدیث کے علوم سیکھنے چاہییں پھر ان کے فروع میں مشغول ہونا یعنی علم فقہ کے مذہب معتبرہ جاننا چاہیے نہ خلافات کو پھر اصول فقہ
کو اور اسیطرح باقی اور علموں کو جہانتک کہ عمر میں گنجایش ہو اور وقت یاری دے مگر اپنی عمر کو ایک فن خاص میں مستغرق مت کرو اس لحاظ سے کہ
اسمین کمال پیدا کرو اسلیے کہ علوم بہت ہیں اور عمر تھوڑی اور یہ علوم دوسرے مقصود کے لیے آلات اور مقدمات ہیں خود مطلوب
بالذات نہیں اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو اسمین یہ نہیں چاہیے کہ اصل مقصود بھلا دیا جاوے اور ذریعہ کی کثرت کی جاوے
پس علم لغت و نحو سے اسیقدر پر اکتفا کرو جس سے کہ تم عربی زبان کو سمجھ سکو اور بول سکو اور جو لغت کم رائج ہوں ان میں سے اسقدر
جان لو کہ قرآن اور حدیث کے سب الفاظ پر وقوف ہو جاوے اس سے زیادہ میں خوض کرنا کچھ ضرور نہیں اسیطرح نحو سے اسیقدر پر اکتفا کرو
جو قرآن اور حدیث کے متعلق ہو اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ علم کے تین مراتب ہیں ایک بقدر کفایت دوم متوسط سوم درجہ کمال تو ہم حدیث
اور تفسیر اور فقہ اور کلام میں ان تینوں مراتب کو بتائے دیتے ہیں تاکہ اور علوم کو تم انھیں پر قیاس کر لو پس علم تفسیر میں مقدار کفایت یہ ہے کہ
حجم قرآن کی دونی ہو جیسے علی واحدی نیشاپوری کی تفسیر ہے جسکا نام وجیز ہے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ قرآن سے تگنی ہو جیسے تفسیر نیشاپوری
جسکو وسیط کہتے ہیں اور درجہ کمال اس سے زائد ہے جسکی کچھ حاجت نہیں اور عمر بھر تک اسکا انجام بھی نہیں ہوتا۔ اور حدیث میں مقدار
کفایت یہ ہے کہ مضمون بخاری و مسلم کا کسی شخص فاضل ماہر متن حدیث کے واقف سے سمجھ لو اور راویوں کے نام کا یاد کرنا ضرور نہیں
اسلیے کہ یہ کام تم سے پہلے لوگ کر چکے ہیں اور سب کچھ لکھ گئے ہیں تمکو اتنا ہی چاہیے کہ انکی کتابوں کو سمجھ لو اور یہ بھی تم پر لازم نہیں کہ بخاری
اور مسلم کے الفاظ حدیث کو حفظ کرو بلکہ اسطرح تحصیل کرو کہ ضرورت کے وقت جس مسئلہ کی ضرورت تم کو پڑے انھین سے نکال سکو اور متوسط
درجہ یہ ہے کہ جتنی کتابیں حدیث کی صحیح ہیں ان سب کو صحیحین کے ساتھ پڑھ لو اور درجہ کمال یہ ہے کہ جو کچھ حدیثیں منقول ہوں
خواہ ضعیف ہوں یا قوی اور صحیح ہوں یا معلل سب کو پڑھو اور اسناد کے بہت سے طریق اور راویوں کے حالات اور انکے نام اور
اوصاف معلوم کرو اور فقہ میں مقدار کفایت اسقدر ہے کہ جیسے مختصر مزنی رحمہ کی ہے جسکو ہمنے خلاصۃ المختصر میں لکھا ہے اور متوسط وہ ہے جو مختصر
کی تین گنی ہو یعنی اتنی بڑی ہو جتنی بڑی ہماری کتاب فقہ کی وسیط ہے اور درجہ کفایت اسکو سمجھو جو ہمنے بسیط میں لکھا ہے اور بڑی بڑی
کتابوں کے اور علم کلام کا مقصود صرف اتنا ہے کہ جو عقیدے اہل سنت نے سلف صالحین سے نقل کیے ہیں وہ محفوظ رہیں اور کچھ مطلب نہیں
اور آگے جو اور امور کے حقائق کا کشف ہو جانا بدون طریق کشف کے اس سے کچھ غرض متعلق نہیں آتی مقصود حفظ سنت کے لیے مقدار کافی علم
کلام کی ضرور ہونی چاہیے اور وہ ایک مختصر رسالۂ عقائد سے ہو سکتی ہے جیسے مضمون کو باب قواعد العقائد اس جلد کا حاوی ہے اور متوسط
درجہ کی مقدار یہ ہے کہ سو ورق کا رسالہ ہو جیسا کہ ہمنے کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لکھی ہے اور حاجت علم کلام کی اسوجہ سے ہے کہ اہل
بدعتی کا مناظرہ کیا جاوے اور انکی بدعت کو اعتبر کے عامی کے دل پر سے نکالدیا جاوے اور یہ بات بدون عوام ہی کے ساتھ ہے کارآمد
ہو بشرطیکہ انکو تعصب بڑھ گیا ہو اور بدعتی اگر تھوڑا سا بھی مناظرہ جان جاتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اسکو کلام مفید ہو کیونکہ اگر اسکو تقریر میں

ساکت بھی کردے تب بھی اپنا مذہب چھوڑیگا اور اپنے نفس کو ناقص سمجھکر فرض کریگا کہ اس بات کا جواب ضرور ہوگا مگر مجھکو نہین آتا طرف ثانی
مجھکو مغالطہ دیتا ہو اور قوت مناظرہ سے حق کو مشتبہ کیے ڈالتا ہو اور عامی کا حال یہ ہوتا ہو کہ اگر ذراسی تقریر مین حق سے منحرف ہو جاتا ہے تو
اُسی قدر تقریر مین پھر درست ہو سکتا ہو بشرطیکہ تعصب نہ بڑھ گیا ہو اور اگر تعصب اور اپنی جاؤ کی پیچ پر آجاویگا تو پھر عامی سے بھی نا امیدی
ہوجاتی ہو اسلیے کہ پیچ بیموقع کرنی نفسون مین عقیدون کو پختہ کردیتی ہو اور یہ آفت بُرے علما مین ہو کہ حق کے لیے تعصب مین مبالغہ کرتے
ہین اور مخالفین کو بچشم حقارت دیکھتے ہین اور اُسکا انجام یہ ہوتا ہو کہ وہ لوگ بھی مکافات اور مقابلہ پر آمادہ ہوتے ہین اور باطل کی
مدد زیادہ کرتے ہین اور جس چیز کا اُنپر الزام لگایا جاتا ہو اُسکو خوب مضبوطی سے تمسک کرتے ہین اگر حضرات علما براہ مہر و رحمت اور
خیرخواہی کے اُنکو خلوت مین نصیحت کردیتے اور تعصب و حقارت کے موقع سے قطع نظر کرتے تو غالبًا کامیاب ہوتے لیکن چونکہ
جاہ بدون لوگون کی پیروی کے راست نہین ہوتا اور پیروی پر میل لوگون کا بدون تعصب اور طرف ثانی کے لعن و شتم کے نہین
آتا اسلیے علما نے تعصب کو اپنی عادت اور حربہ ٹھہرالیا ہو اور کہتے ہین کہ ہم دین کی حفاظت کرتے ہین اور مسلمانون کی طرف سے
لڑتے ہین اور درواقع ہین اس صورت سے خلق کی بربادی اور نفسون مین بدعت کا تخم جمانا حاصل ہے اور امور خلافی جو ان پچھلے زمانون
مین پیدا ہوے ہین اور اُنمین وہ تحریرین و تصنیفین اور مناظرے نکلے ہین کہ ویسے کبھی زمانہ سلف مین نہ تھے تو اُنکے تم گرد بھی مت
پھرنا اور اُنسے ایسی طرح بچنا جیسے زہر قاتل سے اسلیے کہ وہ مرض لا علاج ہو وہی روگ ہو جسنے تمام فقیہون کو آپس کی حسد اور
مباہات مین مبتلا کردیا ہو چنانچہ عنقریب اُنکے آفات اور غوائل ہم بیان کرینگے اور کبھی اُس تقریر کو کوئی ویسا ہی عالم سنتا ہو کہ کہتا ہو کہ
جس شخص کو کوئی بات نہین آتی وہ اُسکا دشمن ہوا کرتا ہو تو تمکو اس کہنے سے یہ گمان نہو کہ ہم بھی اس علم سے ناواقف ہین بلکہ ہم
تو اس فن مین ایک عمر تلف کی اور تصنیف اور تحقیق اور جدال اور بیان مین اول لوگون پر گوے سبقت لے گئے مگر خدا تعالی
نے ہمکو راہ راست الہام کیا اور اس فن کے عیب پر مطلع فرمایا تب ہم اُسکو ترک کرکے اپنے نفس کی فکر مین مشغول ہوے اس نظر
سے تمکو نصیحت ہماری قبول کرنی چاہیے کہ تجربہ کار کا کہنا ٹھیک ہو اور اگر کوئی یون کہے کہ فتوی شریعت کا رکن ہو اور اسکی علتین بدون
علم خلاف کے معلوم نہین ہوتین اسلیے اُسکا جاننا ضروری ہو تو اس قول سے تم مغالطہ مین نہ آؤ کیونکہ مذہب کی علتین خود مذہب مین
مذکور ہین اُنسے جو باتین زاید ہین وہ صنعت کے جھگڑے ہین کہ قرن اول کے لوگون نے اُنکو نہ جانتے تھے حالانکہ اوروں کی نسبت علم فتوی کو
زیادہ جانتے تھے بلکہ یہ علتین قطع نظر اس سے کہ علم مذہب مین کچھ مفید نہین فقہ کے مزہ کو خراب کرتی ہین اور ضرر پہونچاتی ہین اسلیے کہ جس
شخص کے پیچ مفتی کا فکر شاہد ہو جاتا ہو تو اگر مفتی کی طبیعت مین ذوق صحیح فقہ کا ہوتا ہو تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہو کہ [illegible]
کی بموجب حکم کا اجرا نہین ہو سکتا اور جس شخص کی طبیعت جدل کی رسمون کی عادی ہوئی ہو اُسکا ذہن جدل کی مقتضیات کو مانتا ہو اور فقہ
ذوق کے ماننے سے پہلو تہی کرتا ہو اور اس فن مین وہی لوگ مشغول ہوتے ہین جنکو شہرت اور جاہ کی طلب ہوتی ہو اور [illegible]
مذہب کی علتین تلاش کرتے ہین حالانکہ بعض اوقات ساری عمر گذر جاتی ہو اور اُنکی ہمت ہیچ جاننے مین صرف نہین ہوتی [illegible]
اسلیے تمکو چاہیے کہ جن کے شیطانون سے بھی بچو اور انسانون کے شیطانون سے بھی حذر کرو کہ اُن لوگون نے [illegible] اور گمراہ کر چکے ہین

شیاطین جن کو راحت دیدی ہے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہے کہ تم جہان میں اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ اکیلا فرض کرو اور جان لو کہ موت اور درپیشی اور حساب اور بہشت اور دوزخ سامنے ہیں پھر تامل کرو کہ ان سامنے کی چیزوں میں کونسی بات تمکو درکار آمد ہے اسکو تو اختیار کرو اور سوا اسکے سب کو ترک کرو والسلام بعض مشائخ نے کسی عالم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جن علوم سے تم جھگڑا کیا کرتے تھے اور انکے باب میں مناظرے برروے کار لاتے تھے انکا احوال کہو عالم نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر اسمیں پھونک ماری اور کہا سب خاک کی طرح اُڑ گئے مجکو صرف دو رکعتین کام آئیں جو رات کو میں نے ادا کیں صرف وہی میری تھیں۔ اور حدیث شریف میں ارشاد ہے ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرأ ما ضربوہ لک الا جدلا بل ہم قوم خصمون اور ایک حدیث میں اس آیت کے معنوں میں فاما الذین فی قلوبہم زیغ یہ ارشاد ہے کہ ہم اہل جدل الذین عناہم اللہ تعالیٰ بقولہ فاحذرہم ان ینتقوک اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہونگے کہ عمل کا دروازہ ان پر بند کر دیا جاویگا اور جدل کا دروازہ انکے لیے کھل جاویگا اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ تمہیں عمل کا الہام ہوا ہے اور عنقریب ایک قوم آئیگی کہ انکے دلوں میں جدل ڈالا جاویگا۔ اور حدیث مشہور میں وارد ہے ابغض الخلق الی اللہ تعالیٰ الالد الخصم [illegible] روایت ہے کہ جس قوم کو گفتگو ملی وہ عمل سے روک دی گئی۔ اور علی بن [illegible] سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے خلیل بن احمد کو ان کی وفات کے خواب میں دیکھا اور کہا کہ ہمکو خلیل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ملا کہ اس سے کچھ پوچھیں [illegible] فرمایا کہ [illegible] مصروف تھے اسکا حال بھی تمہیں معلوم کیا ہمکو تو سوا ان کلمات کے اور کوئی چیز مفید نہوئی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

چوتھی فصل اس ذکر میں کہ علم خلاف پر خلق کے متوجہ ہونے کا کیا سبب ہوا اور مناظرہ کی آفتوں کی تفصیل [illegible]

پانچویں فصل میں بیان ہے [illegible] علم خلاف پر [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] خلفاے راشدین [illegible] فتاوی کے [illegible]

ان لوگوں کو [illegible] بہت ہی کم حاجت [illegible]

[illegible] اسی لیے علما [illegible] فتاوی [illegible]

[illegible] اور بہت [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] خلافت [illegible]

[illegible] خلافت [illegible] چاہتے [illegible]

[illegible] وہ لوگ [illegible]

[illegible] اگر [illegible]

[illegible] طلب [illegible]

[illegible] کو کون کی طرف [illegible]

[illegible] علم فتاوی [illegible] اپنے آپ کو حاکموں کے سامنے پیش کیا [illegible]

[illegible] ہونگی خواری

سے نہ بچے غرض کہ فقہا جو مطلوب رہا کرتے تھے اب طالب ہو گئے اور پیشتر جو سلاطین کو منہ نہ لگاتے تھے اور عزت سے تھے اب اُن کے
پاس آنے سے ذلیل بنے مگر پھر بھی علمائے دین الٰہی میں سے جنکو توفیق عنایت ہوئی وہ ہر وقت میں آفات سے محفوظ رہے اور
اُس زمانے میں اکثر توجہ لوگوں کی فتاوے اور مقدموں کے علم پر تھی اسلیے کہ عہدوں اور حاکموں میں اسکی بڑی ضرورت تھی پھر
اُسکے بعد بعض رؤسا اور امرا ایسے ہوے کہ انہوں نے عقائد کے قواعد میں لوگوں کی گفتگو سنی اور اسباب میں دلائل سننے کا اُن کو
شوق ہوا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ اُن امرا کو رغبت علم کلام کے مناظرہ اور جھگڑنے کی ہے تو اُسیکا چرچا شروع کر دیا اور اُس میں بہت سی تصنیفات
کیں اور طریق جھگڑنے کے نکالے اور طرف ثانی کے اقوال پر اعتراضات کے ڈھنگ ایجاد کیے اور یہ خیال کیا کہ ہمکو دین الٰہی کی طرف سے
بُری باتوں کا دفع کرنا اور سنت کی طرف سے لڑنا اور بدعت کا استیصال کرنا منظور ہے جیسا اُنسے پیشتر کے فقہا کہتے تھے کہ ہماری غرض دین
کے فتاوے کا اچھی طرح جاننا اور مسلمانوں کے احکام کا متکفل ہونا ہے اور اُسمیں خلق خدا پر شفقت اور اُنکی خیرخواہی منظور ہے پھر کچھ مدت
بعد بعض رؤسا ایسے ہوے کہ اُنکو علم کلام میں خوض کرنا اچھا نہ معلوم ہوا اس جہت سے کہ اُسمیں مناظرہ کا باب مفتوح ہو کے بڑے بڑے
تعصبات اور خصومات پیدا ہوے جنسے نوبت کشت و خون اور شہروں کی بربادی کی پہونچی مگر اُن کو فقہ میں مناظرہ ہونے کا اور خاص
امام شافعی اور امام اعظم رح کے مذہبوں میں دلائل کے معلوم کرنیکا ذوق ہوا اسلیے لوگوں نے علم کلام اور دوسرے فنوں کو ترک کر دیا اور خاص
اِن دونوں اماموں کے مسائل خلافی کی طرف میل کیا جو خلاف کہ امام مالک اور احمد اور سفیان ثوری رح وغیرہم کے ساتھ ہے اُسمیں سہولت برتی
اور اپنے خیال خام میں یہ سمجھا کہ ہماری غرض شریعت کی باریک باتوں کا نکالنا اور مذہب کی علتوں کا ثابت کرنا اور فتاوے کے اصول کی بنا ڈالنی
ہے اور اِس بات میں بہت سی تصانیف لکھیں اور طرح طرح کے جھگڑے اُنمیں درج کیے اور اب تک اسی پر چلے جاتے ہیں نہیں معلوم کہ ہمارے بعد کے
زمانوں میں خدا تعالیٰ نے کیا مقدر کر رکھا ہے غرض کہ باعث خلافیات پر جھکنے کا اور مناظروں پر مائل ہونیکا یہی تھا اور کچھ نہ تھا اگر بالفرض
دنیا والوں کے نفس کی خواہش اور امام کے ساتھ خلاف معلوم کرنیکی طرف راغب ہو جاویں یا کسی اور علم کی طرف شائق ہوں تو علما بھی اُنکے ساتھ ہی
جھکینگے اور اس بہانے سے باز نہ آوینگے کہ جس علم میں ہم مشغول ہیں یہ علم دین ہے اور ہمکو مطلب سوائے تقرب خدائے تعالیٰ کے اور کچھ نہیں

دوسرا بیان اس بات کی غلطی میں کہ یہ مناظرے صحابہؓ کے مشوروں اور اکابر سلف کی تقریروں کے مشابہ ہیں۔ جاننا چاہیے کہ علما کبھی
لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ ہماری غرض ان مناظروں سے حق بات پر بحث کرنا ہے تاکہ حق کھلجاوے اسلیے کہ امر حق مطلوب ہے اور فکر کرنے
میں ایک دوسرے کی مدد کرنی اور بہت سی رایوں کا متفق ہو جانا مفید ہے اور صحابہ کی عادت بھی اپنے مشوروں میں اسی طرح کی تھی
مثلاً دادا کے ساتھ میں بھائیوں کے محروم ہونیکی صورت اور شرابخواری کی سزا میں اور جب امام چوک جاوے تو اُسپر تاوان کے واجب
ہونیمیں جیسا اُس مسئلہ میں کہ کسی عورت نے بباعث خوف حضرت عمرؓ کے اپنا بچہ گرا دیا تھا اور یہی مسائل فرائض وغیرہ میں اُنکے مشورے
مشہور ہیں اور جو خلاف کہ شافعی اور احمد اور محمد اور مالک اور ابو یوسف وغیرہم رحمہم اللہ سے منقول ہے وہ اسی بات کا ممد ہے اور ہم تمکو اُس
مغالطہ کی تہ بتائے دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ طلب حق پر ایک دوسرے کی مدد چاہنی البتہ دین کی بات ہے مگر اُسکے لیے کئی شرطیں اور علامتیں
ہیں اول یہ کہ جب مناظرہ فرض کفایہ ہو تو جو شخص کہ فرض عین سے فراغت نہ کر چکے اُسکو اُسمیں مشغول ہونا نہ چاہیے اور جس شخص پر فرض

عین ہو اور وہ فرض کفایہ مین مصروف ہو جاوے اور کہے کہ میری غرض طلب حق ہی تو وہ جھوٹا ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی خود تو نماز
ترک کر بیٹھے اور کپڑون کے پیدا کرنے اور بننے مین کوشش کرتا پھرے اور کہے کہ میری غرض اس سے یہ ہی کہ جو شخص ننگے بدن نماز پڑھے اور کپڑا
نہ میسر ہو اسکا ستر عورت کرون کیونکہ یہ بات کبھی ہو بھی جاتی ہی اُسکا واقع ہونا ممکن ہی جیسا کہ فقیہ کہتا ہی کہ جو امر کہ اُنسے خلاف مین بحث
ہوتی ہی اُنکا واقع ہونا ممکن ہی گو کم ہوتے ہون - اور جو لوگ مناظرہ مین مشغول رہتے ہین وہ ایسی باتونکو چھوڑے ہوئے ہین جو باتفاق فرض عین ہین اور
اگر کوئی ودیعت کو فوراً ادا کرنا چاہے اور کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندہ لے جو سب ثوابون سے عمدہ ہی اور کسی شرط وغیرہ کا لحاظ نکرے تو ظاہر ہی
کہ اس نماز سے وہ نافرمان خداتعالی کا ہوگا اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع ہونے مین بھی امر کافی نہین کہ وہ کوئی فعل طاعت کی جنس کا کرتا ہی
جبتک کہ اُسمین وقت اور شرط اور ترتیب کا لحاظ نکرے دوسرے یہ کہ مناظرہ کی نسبت اگر کوئی دوسرا فرض کفایہ اہم نہ دیکھے لگر اُسکی
نسبت اور فرض کفایہ اہم اُسکو معلوم ہوا اور پھر مناظرہ مین مشغول ہوگا تو نافرمان ہوگا اور اُسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص ایک جماعت
کو دیکھے کہ پیاس کے مارے مرے جاتے ہین اور لوگون نے اُنکو چھوڑ دیا ہی خبرگیری نہین کرتے اور اُسکو اُنکے جلانیکی یعنی پانی پلانے کی
قدرت ہی تو اب یہ پانی نہ پلاوے پچھنے لگانے سیکھے اور کہے کہ اسلیے سیکھتا ہون کہ یہ فرض کفایہ ہی اگر شہر مین اسکا جاننے والا نہ رہیگا تو لوگ
ہلاک ہو جاوینگے اور کوئی اُس سے کہے کہ شہر مین تو سینگی لگانیوالے بہت ہین اسیقدر کافی ہین تو جواب دیتا ہی کہ اس بات سے اس فعل کا
فرض کفایہ ہونا تو نہین گیا غرض کہ جو شخص ایسا کرے اور جو کام کہ نہایت ضرور ہی اُسکو نکرے یعنی پیاسے مسلمانون کی خبر نہ لے اُسکا حال اس
شخص جیسا ہی کہ مناظرہ مین فرض کفایہ سمجھکر مصروف رہے اور شہر مین جن فرضون کفایہ کو کوئی نہین کرتا اُنمین مشغول نکرے مثلاً فتوے
ہی ہی کہ اسکے لیے بہت لوگ ہین اور فرض کفایہ ہر ایک شہر مین کچھ نہ کچھ چھوٹے ہوئے ہین کہ اُنکی طرف فقہا توجہ بھی نہین کرتے مثلاً سب سے نزدیک طب
ہی ہی کہ اکثر شہرونمین مسلمان طبیب نہین جسکی گواہی شرعاً امور طبیہ مین درست ہو اور فقہا مین سے کوئی طب کی رغبت نہین کرتا اسیطرح امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہی اکثر مناظرہ کرنیوالا مجالس مناظرہ مین دیکھتا ہی کہ حریر کا لباس ہی یا فرش بچھا ہی اُسکو چپکا دیکھا کرتا ہی اور ایسے مسئلہ مین مناظرہ
کرتا ہی کہ وہ کبھی واقع نہو اور اگر ہو بھی تو اُسکے بتانیوالے بہت سے ہون پھر یہ کہتا ہو کہ مین فرض کفایہ مین مشغول ہونے سے خداتعالی کا قرب
چاہتا ہون اور حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک ہو جاوینگے
آپنے فرمایا کہ جب آج تمسے بہتر لوگونمین مداہنت پیدا ہوگی اور بڑونمین بیحیائی اور چھوٹونمین سلطنت چلی آئیگی اور رذیلونمین فقہ تیسری یہ کہ
مناظرہ کرنیوالا مجتہد ہو کہ اپنی راے سے فتوی دے مذہب امام شافعی اور امام اعظم وغیرہ پر مقید ہو کر فتوی نہ دے یہانتک کہ اگر اُس کو حق
امام ابوحنیفہ کے مذہب سے معلوم ہوا تو امام شافعی کی تجویز کو ترک کرے اور جو کچھ امر حق معلوم ہوا ہی اُسی کے بموجب فتوی دیدے جسطرح کہ صحابہ
اور امام کیا کرتے تھے اور جس شخص کو کہ اجتہاد کا رتبہ نہین جیسا کہ حال سب زمانہ بھر کا ہی اور جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہی تو اپنے امام کا قول
نقل کرکے حکم دیتا ہی اور اگر اپنے امام کے مذہب مین کچھ ضعف معلوم ہوتا ہی تو اُس مذہب کا چھوڑنا اُسکو جائز نہین تو ایسے شخص کو مناظرہ سے کیا
فائدہ ہی مذہب تو اُسکو معلوم ہی ہی اُسکے سوا اور مذہب پر فتوی دینے کا اُسکو اختیار نہین اور جو بات اُسکو مشکل پڑے تو اُسکے جواب مین یہ کہنا
لازم ہی کہ شاید ہمارے امام کے یہان اسکا کچھ جواب ہوگا ہمکو اجتہاد مین استبداد و رسوخ نہین کہ اصل شرع مین سے بات نکالین اور اگر ایسے مسائل

رواہ ابن ماجہ باسناد حسن

مین مباحثہ کرتا کہ جنمین اسکے امام سے دو صورتین یا دو قول ہین تو البتہ مناسب تھا کیونکہ وہ مثلاً اکثر ایک روایت کے بموجب حکم دیدیتا ہی تو بحث
سے یہ فائدہ ہوگا کہ جونسی روایت قوی ہوگی وہ معلوم ہو جائیگی حالانکہ ایسے مسائل مین کبھی مناظرے نہین ہوتے بلکہ جس مسئلہ مین امام سے دو وجہین یا قول
مروی ہون اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور ایسا مسئلہ تلاش کیا جاتا ہی جسمین قطعاً دوسرے امام کا خلاف ہو چوتھی یہ کہ مناظرہ ایسی صورتون مین کرے
جو ہو چکی ہون یا عنقریب ہونیکو ہون اسلیے کہ صحابہ رضی نے اُنھین واقعات مین مشورہ فرمایا ہی جو نئے ہوے ہین یا جو اکثر ہوا کرتے ہین جیسے
فرائض کے مسائل مگر مناظرہ کرنیوالونکو نہ دیکھوگے کہ جن مسائل مین لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہین اور فتوی کی حاجت ہی اُنکی تحقیق کا اہتمام کبھی کرتے ہون
بلکہ ایسے ہی مسائل کو ڈھونڈھتے ہین جنمین گنجائش جھگڑنیکی کسی صورت سے نکل آوے اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جو بات اکثر واقع ہوتی ہے
اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ مسئلہ حدیث کے متعلق ہی یا مختصر ہی کچھ طویل مسئلہ نہین بس تعجب کی بات ہی کہ مقصود تو امر حق دریافت کرنا ہو
اور یہ مسئلہ کو یہ کہکر چھوڑ دین کہ متعلق بہ حدیث ہی اسکے باب مین امر حق حدیثون سے دریافت ہوتا ہی یا اس وجہ سے ترک کرین کہ مسئلہ طویل نہین کہ
اُس مین کلام کو طول دیا جاوے حالانکہ امر حق مین مقصود یہی ہوتا ہی کہ کلام مختصر کرکے جلد مطلب پر پہونچ جاوین یہ نہین کہ تقریر کو طول
دیا جاوے پانچوین یہ کہ خلوت اور تنہائی مین مناظرہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو بہ نسبت محفلون اور امرا اور حکام کے سامنے ہونیکے اسلیے
کہ خلوت مین ہمت مجتمع اور ذہن اور فکر صاف رہتے ہین اور حق کو جلد سمجھتے ہین اور لوگون کے سامنے نمود کے لوازم اُبھر کھڑے ہوتے ہین
اور ہر کسی کو فریقین مین سے یہی حرص ہوتی ہی کہ مین ہی برتر رہون اُسکی پروا نہین کہ حق پر ہون یا باطل پر اور تمکو معلوم ہی کہ اب مناظرہ
کرنیوالے محفلون اور مجمعون مین بحث کرنیکے زیادہ حریص ہین اور ایک شخص دوسرے کے ساتھ مدتون رہتا ہی مگر تنہائی مین کچھ تقریر نہین کرتا
بلکہ اگر ایک کچھ پوچھتا ہی تو دوسرا جواب نہین دیتا اور اگر کوئی رئیس وہان ہو یا مجمع ہو تو پھر کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتا تاکہ کلام مین منفرد رہا جاے
چھٹی یہ کہ امر حق کی طلب مین ایسا حال ہو جیسے کوئی کھوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہے کہ اس بات کی تمیز نہ کرے کہ وہ میرے ہاتھون سے
یا دوسرے کے اور بحث کرنیمین طرف ثانی کو اپنا مددگار جانے مقابل اور خصم نہ سمجھے اگر وہ اسکی غلطی پر آگاہ کردے یا حق بات بتادے
تو اُسکا شکرگزار اور ممنون ہووے جسطرح کہ گمشدہ چیز کی تلاش مین اگر ایک رستہ چلتا ہو اور دوسرا شخص اُسکو وہ چیز دوسری طرف کو
بتادے تو یہ شخص دوسرے کا مشکور ہوتا ہی اُسکی برائی نہین کرتا اور اس سے خوش ہوتا ہی اُسکو برا نہین جانتا اور صحابہ کے مشورون کا بھی حال ایسا ہی تھا
یہانتک کہ ایک عورت نے حضرت عمر رض کو عین خطبہ مین مجمع کے سامنے ٹوکا اور حق پر آگاہ کیا تو آپنے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور مرد نے
غلطی کی۔ اور ایک شخص نے حضرت علی رض سے کچھ پوچھا آپنے جواب دیا اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین یہ مسئلہ اسطرح نہین ایسے ہی آپنے فرمایا کہ
تو درست کہتا ہی مین نے خطا کی اور ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا علم والا ہی۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے حضرت ابوموسی اشعری رض کو وہ بات
بتادی جو اُنسے فوت ہو گئی تھی تو اُنھون نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم مین ہی تب تک مجھسے کچھ نہ پوچھا کرو اور وہ حال اسطرح ہی کہ کسی نے
حضرت ابوموسی رض سے یہ پوچھا کہ ایک شخص نے خدا کی راہ مین جہاد کیا اور مارا گیا اسکا حال کیا ہی آپنے فرمایا کہ وہ جنت مین ہی اور اُسوقت آپ
کوفہ کے حاکم تھے حضرت ابن مسعود رض نے سائل سے فرمایا کہ امیر سے دوبارہ پھر پوچھو شاید وہ تمھارا سوال سمجھے نہین اُسنے دوبارہ وہی سوال کیا
آپنے پھر وہی جواب دیا حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہونچا تب جنتی ہی حضرت ابوموسی رض نے فرمایا کہ حق

بھی ہی جو آپ نے فرمایا اور واقع مین جو طالب حق ہو تو اُسکو یون ہی انصاف کرنا چاہیے اگر اسطرحکی بات آجکل کسی ادنی فقیہ کے سامنے کوئی
ذکر کرتا تو وہ نہ مانتا اور بعید جانتا اور یہ کہتا کہ مسئلہ مذکور مین حق کو پہونچنے کی قید کی کچھ حاجت نہین کہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہی غرضکہ اپنے اُس
زمانیکے مناظرین کو دیکھو کہ اگر امر حق طرف مقابل کی زبان سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسکا چہرہ کیسا سیاہ پڑ جاتا ہی اور پھر چھپ کر جہانتک اُس سے بنتا ہی اُس حق کے
انکار مین کوشش کرتے ہین اور جو شخص اُنکو الزام دیتا ہی اُسکی برائی عمر بھر کرتے رہتے ہین اور پھر شرم نہین کرتے کہ مناظرے مین اپنے
آپ کو صحابہ رضہ کے مشابہ بناتے ہین ساتوین یہ کہ مناظرہ کا شریک اگر ایک دلیل سے دوسری کی طرف آیا ایک اعتراض سے دوسرے
پر بدلنا چاہے تو اسکو روکنا نہ چاہیے اسلیے کہ سلف کے مناظرے سب ایسے ہی ہوتے تھے اُنکے کلام سے سب جھگڑنے کے دقائق جو اب
نئے نکلے ہین خارج تھے مثلاً اس کہنے سے کیا حاصل کہ اس بات کا ذکر مجھپر لازم نہین کہ یہ امر تمھاری پہلی تقریر کے خلاف ہی اس لیے
نہین مانا جاویگا کیونکہ امر حق کی طرف رجوع کرنا تو ہمیشہ باطل کے خلاف ہوتا ہی مگر حق کا قبول کرنا واجب ہی اور باب مناظرہ کی مجلسون کو
دیکھتے ہو کہ سب ایک دوسرے کی بات کاٹنے اور لڑائی جھگڑے مین بسر ہو جاتی ہین مثلاً ایک شخص اپنے گمان مین کسی اصل کی ایک علت ٹھہرا کر
استدلال کرتا ہی تو دوسرا اُس سے کہتا ہی کہ اسکی کیا دلیل ہی کہ اصل مین حکم اسی علت سے ہوا ہی تو وہ جواب دیتا ہی کہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہی
اگر تمکو کوئی اور علت واضح تر اور بہتر معلوم ہوئی ہو تو اسکو ذکر کرو کہ مین بھی اُسمین تامل کرون تو معترض اصرار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ جو علت
تمنے ذکر کی اُسکے سوا اور بات ہی اور مین اُسکو جانتا ہون مگر کہونگا نہین اسلیے کہ مجھکو اسکا کہنا ضروری نہین اور استدلال کرنیوالا کہے جاتا ہے
کہ جس امر کو تم علت بتاتے ہو اُسکو ظاہر کرو اور معترض یہی اصرار کرتا ہی کہ مجھپر تو کہنا لازم نہین اور اسیطرح کے سوالون وغیرہ سے مناظرونکی
مجلسون مین شور و غوغا رہتا ہی اور معترض بیچارہ کو یہ معلوم نہین کہ اُسکا یہ کہنا کہ مین جانتا ہون اور علت حکم کو بیان نہین کرتا اسلیے کہ مجھپر
ذمہ پر بیان کرنا ضروری نہین شریعت پر جھوٹ بولنا ہی اسلیے کہ اگر واقع مین حکم کی علت کو نہین جانتا اور صرف اپنے مقابل شخص کے
عاجز کرنے کو دعوے جاننے کا کرتا ہی تب تو وہ فاسق اور جھوٹا اور خدا تعالی کا نافرمان اور مستحق اسکی خفگی کا ہی کہ جو بات اُسکو نہین آتی اُسکے جاننے
کا دعوی کرتا ہی اور اگر اپنے دعوے مین سچا ہی تب بھی فاسق ہی اسلیے کہ جو امر شرعی اُسکو معلوم ہی اُسکو چھپاتا ہی حالانکہ اُسکا بھائی مسلمان اُس سے
پوچھ رہا ہی تاکہ اُسمین سمجھکر تامل کرے اگر وہ علت قوی ہو تو خود بھی اُسکو اختیار کرے اور اگر ضعیف ہو تو اُسکا ضعف ثابت کرکے معترض کو جہل کی تاریکی سے
علم کی روشنی مین پہونچا دے اور یہ امر باتفاق ثابت ہی کہ آدمی علوم دین مین سے جو کچھ جانتا ہو اگر کوئی اُس سے پوچھے تو سوال کے بعد اُسکو
بتانا اور ظاہر کرنا واجب اور لازم ہوا کرتا ہی پھر معترض جو یہ کہتا ہی کہ مجھکو اُسکا بیان کرنا لازم نہین اس سے یہ غرض ہی کہ اس طریق جدل
مین جو ہمنے بموجب خواہش اور رغبت حیلہ جوئی اور تقریر لڑانے کے ایجاد کیا ہی اس شریعت مین لازم نہین ورنہ شرع محمدی علی صاحبہا
الصلوۃ والسلام مین جو اُسپر بیان کرنا لازم ہی اسلیے کہ بیان نہ کرنیسے یا جھوٹا ٹھہرتا ہی یا فاسق - اب صحابہ رضہ کے مشورون اور علماے
سلف کی تقریرون کو دیکھکر اُنمین کہین اسطرحکی بات سنی ہی اور کبھی اُنمین سے کسی نے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف جانیسے
منع کیا ہی اور قیاس سے قول صحابی کی طرف اور حدیث سے آیت کی طرف میل کرنیسے روکا ہی بلکہ اُنکے تو سب مناظرے اسیطرح کے ہوتے تھے
کہ جو اُنکے دلمین گذرا بجنسہ اسیطرح ذکر کر دیا اور پھر اُسمین سبنے تامل کیا آٹھوین یہ کہ مناظرہ ایسے شخص سے کرے جس سے کہ توقع فائدہ

اُٹھانے کی ہو اور جو کہ علم میں مشغول ہوا اور اب غالبا یہ رواج ہو کہ مناظرہ کرنیوالے بڑے بڑے علما سے مناظرہ کرتے ہوے ڈرتے ہیں کہ امر حق
اُنکی زبان سے نہ نکل جاوے اور ہماری قلعی کھلجاوے اور جو لوگ اپنے آپ سے علم میں کم ہیں اُنکے ساتھ مناظرہ کرنے کے راغب ہیں کہ اُنکے
سامنے باطل کو رواج دیں - یہ شرطیں ہیں مناظرہ کی اور اُنکے سوا اور شرطیں باریک بہت سی ہیں مگر تمکو ان آٹھ شرطوں ہی سے مناظرہ کرنیوالے
کا حال معلوم ہوجاویگا کہ خدا تعالی کیواسطے مناظرہ کرتا ہی یا کسی اور سبب کے لیے اور حاصل اسکا یہ ہو کہ جو شخص شیطان سے تو مناظرہ
نہ کرے کہ وہ اُسکے دل پر چھاوی اور سب میں بڑا دشمن اور ہمیشہ ہلاک کا خواہان ہی اور دوسرے شخص سے ان مسائل اختلافی میں مناظرہ کرے
کہ اُنمیں اجتہاد کرنیوالا یا مصیب ہی یا ثواب میں مصیب کا شریک ہی تو وہ شیطان کا ہنسانا اور اخلاص والون کیلیے عبرت ہی اور ایسی
شیطان نے اُس سے راضی ہوکر اُسکو اُن آفات کے گرداب میں غوطہ دیا جنکی شمار اور تفصیل بعون اللہ وحسن توفیقہ ہم آگے لکھتے ہیں تیسرا بیان
مناظرہ کی آفتوں اور اُن مہلک عادتوں کے ذکر میں جو مناظرہ سے پیدا ہوتے ہیں - واضح ہو کہ جو مناظرہ اس غرض کے لیے ہو کہ اپنا
غالب ہونا اور دوسرے کا ساکت کرنا اور اپنے فضل اور شرف کا اظہار اور لوگوں میں اپنی فصاحت اور خوش تقریری اور فخر کو دکھلانا اور لوگون
کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا اس سے منظور ہو تو ایسا مناظرہ تمامی عادتیں کہ خدا تعالی کے نزدیک مذموم اور اُسکے دشمن یعنی شیطان کے
نزدیک اچھی ہیں سبکا منبع ہوتا ہی اور باطن کی برائیوں سے یعنی کبر اور حسد و عجب اور حرص اور تزکیہ نفس اور محبت جاہ وغیرہ کو اس
مناظرے سے وہ نسبت ہی جو ظاہر کی خرابیوں مثل زنا اور گالی اور قتل اور چوری وغیرہ کو شراب پینے سے ہی اور جسطرح کسی شخص کو شراب
پینے اور ان ساری خرابیوں کے کرنے میں اختیار دیا جاوے تو وہ شراب پینے کو ادنی جانکر جرأت کریگا اور پھر نشے کی حالت میں اس سے
باقی خرابیاں بھی سرزد ہوں اسیطرح جسکے دل میں محبت دوسرے کی ساکت کرنے اور اپنے غلبہ مناظرہ کی اور جاہ و فخر کی طلب غالب ہوگئی ہی
تو یہ باتیں اسکو اس امر کی مقتضی ہوتی ہیں کہ سب طرح کی خباثتیں اُسکے دل میں مخفی ہوں اور سب عادات بد ہیجان میں آویں اور ان
عادات بد کی مذمت حدیثوں اور آیتوں سے جلد ثالث میں ہم بیان کرینگے مگر یہاں صرف اُن عادات کو کلیۃً بیان کرتے ہیں جو مناظرے
سے اُبھرتی ہیں سو ایک اُن میں سے حسد ہی جسکے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب اور
مناظرہ کرنیوالا حسد سے خالی نہیں ہوتا اسلیے کہ وہ کبھی غالب ہوتا ہی اور کبھی مغلوب اور بعض اوقات اُسکے کلام کی تعریف ہوتی ہی اور بعض اوقات
غیر کے کلام کی تو جب تک دنیا میں ایک بھی ایسا شخص ہوگا جو قوت علمی و مناظرہ میں معروف ہو یا مناظرہ کرنیوالے کے گمان میں اُسکا شہرہ
اور کلام اُس سے بہتر اور قوی ہو تو بالضرور اسکا حسد کریگا اور خدا تعالی کی نعمت کو اُس سے دور ہونا چاہیگا اور یہ پسند کریگا کہ لوگوں
دل اُس سے پھر کر میری طرف ہوجاویں اور حسد ایک جلتی آگ ہی جو اُسمیں مبتلا ہوتا ہی وہ دنیا میں عذاب الیم میں رہتا ہے اور
آخرت کا عذاب سخت اور زیادہ تر ہی اور اسلیے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہی کہ علم کو جہاں سے پاؤ حاصل کرو اور فقہا کے اقوال جو ایک
دوسرے پر ہوں اُنکا درست مانو کہ وہ لوگ ریوڑون کے بکروں کی طرح لڑتے رہتے ہیں اور ایک اُنمیں تکبر کرنا ہی جسکے باب میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص تکبر کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو پست کرتا ہی اور جو شخص فروتنی کرتا ہی اللہ اُسکو بلند کرتا ہی اور حدیث
قدسی میں یوں ارشاد ہی کہ العظمۃ ازاری والکبریاء ردائی فمن نازعنی واحدا فیہما قصمتہ اور مناظرہ کرنیوالے اپنے اقران و ہمسروں پر تکبر کرنے اور

حسد نیکیون کو ایسا کھا جاتا ہی جیسے آگ سوکھی لکڑی کو ۱۲ ابو داود و ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ
۱۲ جو تکبر ... بروایت ... بسند حسن بروایت ابو سعید یعنی مضمون
۱۲ بزرگی اور عظمت میرا تہمد اور کبریا میری چادر ہی جو شخص کسی سے ان دونون میں میرے ساتھ نزاع کریگا میں اُسکو توڑ دونگا ۱۲ ابو داود بروایت ابو ہریرہ

بڑائی ڈھونڈھنے اور اپنی لیاقت سے بڑھکر جگہ پانیسے خالی نہیں رہتے یہانتک کہ جو مقام صدر مکان کے قریب یا دور ہوتا ہے یا بلندی
خواہ پستی میں اسکی رغبت کیجاتی ہے اسمیں بیٹھنے کے لیے لڑمرتے ہیں اور راستے کی تنگی کی صورتمیں پہلے پانے پر کشت و خون کرتے ہیں اور بعض
اوقات نہیں جوتا واقعہ اور مکار فریبی ہوتا ہے وہ بہانہ کرتا ہے کہ ہمکو عزت علم کی حفاظت منظور ہے اور ایماندار کو اپنے نفس کو ذلیل بنانا بھی
[illegible] جسکی صفت اللہ تعالیٰ نے اور اسکے تمام انبیا نے فرمائی ہے ذلت بتاتا ہے اور تکبر کو جو خدا تعالیٰ کے نزدیک [illegible]

[illegible]

دریافت ہو جاوے پھر مناظرہ کے وقت اگر اسکی طرف سے ذرا سا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہی تو خود اگر وہ صفدار ہوتا ہے تو اس عیب کو کنایۃً اس سے
کہتا ہی اور اس امر کو اور لوگ بھی پسند کرتے ہیں اور خود مناظرہ والا اس بات کو ایک لطیفہ سبب جانتا ہی اور اگر خود بیباک ہوتا ہی تو کھلا کھلی
اور علانیہ اس عیب کے جتانے میں بھی کمی نہیں کرتا چنانچہ ایک قوم کا حال اسی طرح کا سنا گیا ہی جو بڑے معتبر مناظرہ کرنیوالوں میں ہیں اور ایک لوگوں
کی برائی سے خوش ہونا اور انکی خوشی پر رنج کرنا ہی اور جو شخص کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہ بات نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا تو وہ ایمان والوں
کے اخلاق سے بہت دور ہی تو جو شخص کہ فضل کے جتانے سے فخر کا طالب ہوا اسکو بالضرور وہ بات اچھی معلوم ہوگی جو اسکے
ہمسروں و ہم فضل کے شریکوں کو بری لگے اور انمیں عداوت ایسی ہی ہوگی جیسے سوتنوں میں ہوا کرتی ہی تو جس طرح ایک سوت دوسری
دوسری کو دیکھ کر کانپ اٹھتی ہی اور زرد پڑ جاتی ہی اسی طرح مناظرہ کرنیوالا جب دوسرے کو دیکھتا ہی اسکا رنگ بدل جاتا ہی اور فکر میں پریشانی
آجاتی ہی گویا بھوت سامنے آگیا یا کوئی درندہ اسکو مقابل ہوا پس ان لوگوں میں وہ الفت و راحت کہاں ہی جو علما سے دین میں ملاقات کے وقت
ہوا کرتی ہی اور جو حکایت بھائی چارہ اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنی اور رنج و راحت میں شریک ہونا انسے مروی ہی وہ ان لوگوں
کو کہاں نصیب ہی کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اہل فضل اور عقل والوں میں علم ایک قرابت قریبہ ہی جو باہم ملا ہوا معلوم کر جن لوگوں کے علم کے سبب عداوت
قطعی ہو گیا ہو وہ لوگ امام شافعی کے مذہب کی اقتدا کا کیسے دعوی کرتے ہیں بھلا کیسے ہو سکتا ہی کہ [illegible]
انس شایستہ ہو پھر کبھی ہرگز نہ ہوگا اور اس مناظرہ کی برائی تمکو اتنی ہی کافی ہی کہ [illegible]
کرے اور ایک نفاق دوسری برائی کی دلیلیں لکھنے کی کچھ حاجت ہی نہیں اور مناظرہ والے [illegible]
اور پیروں سے ملتے ہیں تو ناچار زبان سے انکی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور شوق جتاتے ہیں اور انکے ملنے کے قائل ہیں [illegible] کہنے والا
[illegible] انکی باتیں سننے والا [illegible] جانتے ہیں کہ سب جھوٹ ہی اور مکر اور نفاق اور بدکاری ہی کہ ظاہر میں زبان سے تو دوست [illegible] اور
دل سے دشمن خدا تعالی ایسی عادت سے پناہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدمی علم سیکھیں اور عمل نہ کریں اور
زبان سے دوست بنے رہیں اور دل سے ایک دوسرے کے دشمن ہوں [illegible] تو اللہ تعالی [illegible]
کر دیتا ہی [illegible] اور انکی بینائی کھو دیتا ہی [illegible] اور اس حال کا مشاہدہ [illegible]
دیکھنی اور اس سے نفرت کرنی اور [illegible]
سے امر حق ظاہر ہو اور جب ایسا ہوتا ہو تو [illegible]
اسکے دفع کیلیے مکر و فریب و حیلہ کرتا ہی [illegible]
اس پر اعتراض [illegible] قرآن مجید کی دلیلوں [illegible] شریعت کی [illegible]
مقابلہ [illegible] کرتا ہی اور جھگڑنا ایسا برا ہی کہ باطل کے مقابلہ میں [illegible]
باطل پر جھگڑنا [illegible] ارشاد فرمایا چنانچہ ایک حدیث میں [illegible]
[illegible] اور اللہ تعالی نے خود [illegible]

فمن افترى على الله كذبا وكذب بالحق لما جاءه اور فرمایا فمن أظلم ممن كذب على الله وكذب بالصدق إذ جاءه اور ایک ریا اور خلق کو دکھلانا اور
نیکو ونکے پھیرنے مین کوشش کرنی ہے اور زیادہ مرض لاعلاج ہے جس سے سب مین بڑا کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان باب الریا مین
آویگا اور منافق کا مقصود صرف خلق مین نمود ہوتی ہے اپنی تعریف مین اُنکی زبان کا گویا ہونا ہے تو سب باطن کی برائیان [illegible] مین جو سب
خرابیون کی جڑ ہین اور جو خرابیان کہ غیر و ضعفا اور نمین ہو جایا کرتی ہین وہ اُنکے علاوہ ہین مثلاً اسطرح جھگڑنا کہ نوبت [illegible]
اور لات گھونسے اور کپڑے پھاڑنے اور داڑھی پکڑنے اور ماں باپ اور اُستادونکو بُرا کہنے اور صریح گالی دینے کی پہونچے اسطرح کے لوگ
زمرۂ انسانیت سے خارج ہین جو لوگ کہ عاقل اور بزرگ ہین اُنمین یہ دسون خصلتین ضرور ہوتی ہین ہان بعض وقت کوئی مناظر والا
ان عادتون مین سے بعض سے بچ بھی رہتا ہے بشرطیکہ اُسکا مقابل بظاہر اُس سے کم رتبہ ہو یا بہت بڑھکر ہو یا اُسکے شہر [illegible]
سے دور رہتا ہو اور جو مناظرہ والے کہ ہمسر اور پاس پاس رہنے والے اور درجے مین مساوی ہون وہ ان دسون [illegible] خالی [illegible]
خصلتون سے دس اور پاجی حرکات متفرع ہوتی ہین جنکی تفصیل ایک ایک کی ہم طول سمجھکر قلم انداز کرتے ہین مثلاً ناک چڑھانی [illegible] غصہ کرنا [illegible]
طمع اور جاہ و مال کی طلب کی محبت جو غلبہ اور مباہات والے کو ہوتی ہے اور خوش ہونا اور اترانا اور تواضع اور [illegible] تعظیم اور اُنکے [illegible]
آنا جانا اور اُنکے مال حرام مین سے لینا اور گھوڑون اور سواریون اور ممنوع لباس سے زینت کرنا اور فخر و تکبر سے لوگون کو حقیر جاننا اور بیفائدہ
امر مین خوش کرنا اور کلام بہت کرنے اور دل مین سے خوف و رجا کا جاتا رہنا اور اُسپر غفلت کا چھا جانا اس درجہ تک کہ ان مین سے نماز
پڑھنے والے کو یہ معلوم نہو کہ کتنی پڑھی اور کیا پڑھتا ہے اور کس سے مناجات کرتا ہے اور اپنے دل مین خشوع کی خبر تک نہو باوجودیکہ عمر بھر اُن
علوم مین وہ بارہے جو مناظرہ پر ہون یہانتک کہ عبارت کا اچھا بولنا اور لفظ مقفی کہنا اور نادر [illegible] کا یاد کرنا وغیرہ [illegible]
مین مصروف رہتا ہے حالانکہ آخرت مین یہ کچھ کام نہ آوینگے اور مناظرہ کرنیوالے مناظرہ مین موافق اپنے درجون کے مختلف ہوتے ہین اور اُنکے
درجات بہت سے ہین اور جو شخص کہ اُنمین سے بڑا دیندار اور زیادہ عاقل ہوتا ہے اُسمین بھی ان اخلاق کے مواد جمع رہتے ہین اور نہایت اسکی
یہ ہے کہ نفس پر جہاد کرکے انکو پوشیدہ رکھتا ہے اور یہ رذیل عادتین اُس شخص کے ساتھ بھی رہتی ہین جو وعظ و نصیحت مین مشغول رہتا ہو
بشرطیکہ اُسکا ارادہ وعظ سے لوگون مین مقبول ہونا اور جاہ و ثروت و عزت کا حاصل کرنا ہو اگر کوئی شخص علم مذہب و فتاوی [illegible]
اور اُنکی غرض یہ ہو کہ عہدہ قضا اور وقفونکی تولیت ملے اور ہمسرون پر فوقیت ہو تو اسکو بھی یہ عادتین لازم ہونگی حاصل یہ کہ یہ عادتین ایسے
شخص کے ساتھ ہونگی جو علم سے سوائے آخرت کے ثواب الہی کے غیر چیز کا طالب ہو اور ایسے علم کے ساتھ بھی ہونگی جو عالم کو ویسا ہی
نہ رکھے بلکہ ہمیشہ کو ہلاک کرے یا زندہ جاوید بنائے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کو سخت عذاب آدمیون مین
اُس عالم کو ہوگا کہ اللہ تعالی اُسکو اُسکے علم سے نفع نہ دے تو دیکھو کہ علم نے گو نفع نہ دیا مگر نقصان کیا اور کاش اس سے اور ونکے برابر ہی
عذاب ہو کر نجات ملجاوے مگر یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ علم کا خطر بہت بڑا ہے اور اُسکا طالب ملک دائم اور دولت قدیم کا طالب ہے تو ضرور ہے کہ
یا سلطنت ہی ملے یا ہلاک ہی ہو جاوے کہ طالب علم کا حال مثل اس شخص کے ہے جو دنیا مین سلطنت کا خواہان ہو کہ اگر اتفاق سے سلطنت نہ ملے تو یہ توقع نہین
کہ ادنی شخصونکی طرح بچا رہے بلکہ بڑی بڑی رسوائیان ہونی ضرور ہین اب اگر یہ کہو کہ مناظرہ کی اجازت دینے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگونکو طلب

علم کی رغبت ہوتی ہی اسلیے کہ اگر ریاست کی محبت نہو تو علم ہی مٹ جاوے اس شوق مین پڑھتے تو ہین تو واقع مین یہ تمہارا کہنا ایک
طرح سے درست تو ہی مگر مفید نہین اسلیے کہ اگر لڑکونکو گیند بلّے اور چڑیون سے کھیل کا وعدہ نہ کیا جاوے تو اُنکو مکتب کی رغبت نہین ہوتی
اس سے یہ نہین نکلتا کہ اُنمین یہ رغبت کرنی اچھی ہی اسیطرح اگر محبت ریاست نہو تو علم مٹ جاوے یہ جملہ اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ جو شخص ریاست کا
طالب ہو وہ نجات کا پانیوالا ہی بلکہ وہ تو اُن لوگونمین سے ہی جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین ان اللہ لیؤید
ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم اور دوسری جا ارشاد ہی ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اس سے معلوم ہوا کہ طالب ریاست خود تو
ہلاک ہونیوالا ہی ہے مگر کبھی اُسکے باعث سے دوسرے کی بہتری ہو جاتی ہی جس صورت مین کہ وہ دوسرون کو ترک دنیا کی طرف بلاتا ہو
اور یہ ایسے رئیسونمین ہوتا ہی جنکا ظاہر حال بظاہر مثل علماے سلف کے ظاہر حال کے ہوتا ہی مگر باطن مین جاہ کا قصد پوشیدہ
رکھتے ہین اُنکی مثال شمع کی سی ہی کہ خود تو جلتی ہی اور دوسرے اُس سے روشنی پاتے ہین لیکن دوسرونکی بہتری اُنکے ہلاک ہونیسے ہوا کرتی ہی
لیکن اگر کوئی رئیس دنیا کی طلب کی رغبت دلاوے تو اُسکو آتش سوزان کی طرح جانو جو آپ جلتی ہی اور دوسرونکو پھونکتی ہی غرض کہ
علما تین طرح کے ہین یا تو وہ کہ آپ بھی ہلاک ہون اور دوسرونکو بھی ہلاک کرین وہ تو ایسے ہین جو علانیہ طلب دنیا کی تصریح کرتے ہین
اور اُسکی طرف متوجہ ہین یا وہ کہ خود بھی سعید ہین اور دوسرونکو سعید کرتے ہین وہ ایسے علما ہین کہ خلق کو ظاہر اور باطن دونون مین خدا تعالیٰ
کی طرف بلاتے ہین یا وہ کہ خود ہلاک ہونیوالے ہین اور دوسرونکو سعید کرتے ہین وہ ایسے عالم ہین کہ آخرت کی طرف بلاتے ہین اور ظاہر
مین دنیا کے تارک ہین مگر دل مین یہی مقصود ہی کہ لوگون مین مقبول ہون اور جاہ قائم ہووے تم اپنے حال مین غور کرلو کہ تم کونسی قسم سے ہو
اور وہ کونسا شخص ہی جسکے لیے تم تیاری مین لگے ہو اور یہ ہرگز مت گمان کرنا کہ خدا تعالیٰ علم و عمل مین سے ایسے کو قبول کرے گا
جو اُسکی ذات پاک کے لیے خالص نہو اور انشاء اللہ ہم باب ریا بلکہ تمام جلد ثالث مین وہ بیان کرینگے جس سے تمکو شک اس بات مین کچھ نہ رہیگا

پانچوین فصل طالب علم اور معلم کے آداب کے ذکر مین اور اسمین دو بیان ہین بیان اول طالب علم کے آداب مین ہر چند طالب علم کے آداب
بہت ہین مگر وہ سب دس آداب مین آجاتے ہین ادب اول یہ ہی کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بُری صفات سے پاک کرے اسلیے
کہ علم دلکی عبادت اور باطن کی درستی اور اسکا نزدیک ہونا خدا تعالیٰ سے ہی اور جسطرح نماز کہ وظیفہ اعضاے ظاہری ہی بدون طہارت
ظاہر کے حدث اور نجاست سے درست نہین ہوتی اسیطرح عبادت باطن یعنی علم کے باعث دل کی عبادت بھی بدون بُرے اخلاق
اور نجس صفات سے پاک ہونیکے درست نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بنی الدین علی النظافۃ یعنی دین ستھرائی پر بنی ہوا
ہی تو ستھرائی ظاہر و باطن دونون کی چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انما المشرکون نجس یعنی مشرک ناپاک ہین اسمین عقلونکو اس بات کی آگاہی
دی گئی ہی کہ طہارت اور نجاست ظاہری ہی پر موقوف نہین جو آنکھ سے سوجھے بلکہ مشرک بعض اوقات کپڑے بھی صاف پہنے ہوتا ہی اور نہایا ہوا
ہوتا ہی مگر باطن اُسکا پلیدی مین آلودہ رہتا ہی اور نجاست اُسکو کہتے ہین جس سے احتراز کیا جاوے اور علیحدگی مطلوب ہو اور صفات باطن کی نجاست سے
احتراز کیے جانے کے لیے زیادہ اہم ہین اسلیے کہ وہ سردست تو پلیدی ہی ہین اور انجام کو ہلاک کرنیوالی ہین اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا ہی لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب اور قلب انسان کا وہ گھر ہی جسمین فرشتونکا گذر اور اترنا اور مقام ہوتا ہی اور بُری صفتین مثل غضب اور شہوت

۱ح اللہ تعالیٰ اس دین کو ایسے لوگونسے تائید کرتا ہی جنکو دین مین کچھ حصہ نہو ۱۲ نسائی و ابن حبان
۲ح اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید بدکار آدمی سے کرتا ہی بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ
۳ح یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نہین ملی مگر ابن حبان کی ضعفا مین بروایت عائشہ یہ وارد ہی تنظفوا فان الاسلام نظیف یعنی صفائی اختیار کرو کہ اسلام صاف ہی ۱۲
۴ح فرشتے نہین آتے اس گھر مین کہ کتا ہو ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو طلحہ انصاری ۱۲

اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب وغیرہ کے بھونکنے کتے ہین تو جب دلمین یہ کتے بھرے ہونگے تو پھر فرشتونکا گذر اسمین کہان ہوگا اور نور علم جو خدا تعالیٰ دلمین پہونچاتا ہی وہ صرف فرشتونکے ذریعہ سے پہونچاتا ہی چنانچہ خود فرماتا ہی وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء اور اسیطرح علوم کی رحمت جو وہ بھیجتا ہی اسکے کفیل بھی وہ فرشتے ہوتے ہین جو ان علوم پر مقرر ہین اور فرشتے پاک اوصاف اور صفات مذمومہ سے مبرا ہین تو وہ پاک ہی جگہ دیکھتے ہین جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے اُنکے پاس ہین اُنکو پاک ہی دلمین بھرتے ہین۔ اور ہم یہ نہین کہتے کہ حدیث مذکور مین بیت سے مراد دل ہی اور کلب غضب اور صفات مذمومہ ہین تاکہ فرقہ باطنیہ ہمپر اعتراض کرین کہ جس امر سے ہمکو مانع ہو وہی خود کرتے ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اس حدیث سے تنبیہ اس مطلب پر پائی جاتی ہی اور ظاہر لفظون کو بدل کر باطن کے معنے لینے اور بات ہی اور ظاہری معنی قائم رکھکر باطنی معنون کی طرف اُس سے تنبیہ پائی جانی اور بات ہی یہ دوسری شق عبرت حاصل کرنے کی ہی اور علما اور نیک بندون کا طریق یہی ہی اسلیے کہ عبرت اسی کو کہتے ہین کہ جو چیز دوسرونکو کہی جاوے اُس سے اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ خود نصیحت حاصل کرے مثلاً اگر کوئی عاقل غیر پر مصیبت دیکھے تو وہ اپنے لیے اُسکو عبرت کرلیتا ہی کہ ہم بھی ہدف مصیبت ہین اور دنیا مین انقلاب ہوتا ہی رہتا ہو تو دوسرے کا حال دیکھکر اپنے نفس کی طرف خیال کرنا اور لفرش سے اصل دنیا کو سوچنا ایک عمدہ عبرت ہی اسیطرح اس بیت سے جو خلق کا بنایا ہوتا ہی تم بھی دل کی طرف خیال کرو جو خدا تعالیٰ کے گھر مین سے ایک مکان ہی۔ اور کلب سے جسکی مذمت صفت کے سبب سے یعنی درندگی اور نجاست سے ہوئی ہی نہ صورت کی جہت سے روح سگی کا دھیان کرو جو درندگی ہی۔ اور جان لو کہ جس دلمین غضب اور دنیا کی حرص اور اُسپر لڑنا جھگڑنا اور مال پر ریجھ ہونا اور لوگون کی ہتک کرنا بھرا ہی وہ دل باطن مین کلب ہی اور ظاہر مین قلب اور نور عقل باطن کو دیکھا کرتا ہی ظاہر کا لحاظ نہین کرتا اور اس جہان مین معانی پر صورتین غالب ہین اور معانی اُنکے اندر رہین اور آخرت مین صورتون کے معانی کار آمد ہونگے اور معانی غالب ہونگے اسی لیے ہر شخص کا حشر اسکی معنوی صورت پر ہوگا مثلاً جو شخص لوگونکی ہتک عزت کرتا ہوگا وہ اُس کتے کی شکل پر اُٹھیگا جو شکار پر چھوٹا ہوا اور جو شخص کہ لوگون کے مال کا حریص ہوگا وہ ظالم بھیڑیے کی صورت پر اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اور ریاست کا طالب شیر کی صورت پر اُٹھے گا اس مرح پہ اخبار وارد ہین اور صاحبان بصیرت و بصارت کے نزدیک عبرت اسپر شاہد ہے پس اگر کوئی کہے بہت سے طالب علم اخلاق بد رکھتے ہین اور انھون نے علوم حاصل کیے ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ کبھی نہین ہوسکتا جو شخص اخلاق بد رکھتا ہے اُسکو علم حقیقی جو آخرت مین کار آمد موجب سعادت ابد ہو کبھی نہ آوے گا وہ اُس سے بمراحل دور ہی اس لیے کہ اُس علم کے آغاز ہی مین یہ ہی کہ طالب کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ گناہ زہر قاتل اور ہلاک کرنے والے ہین اور تمنے کبھی کسی کو دیکھا ہی کہ زہر کھالیوے باوجود دیکھا جاتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہے جس علم کو تمنے سنا ہی وہ رسمی لوگون کی ایک بات ہی کہ کبھی اپنی زبان پر اُسکو چکنا دیتے ہین اور کبھی اپنے دلون مین اسکو یاد رکھتے ہین اُسکو علم مین کچھ دخل نہین حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ وہ ایک نور ہی کہ دل مین ڈالا جاتا ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہی کہ علم صرف خوف الٰہی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء گویا اللہ صاحب نے علم کے ثمرات مین جو خاص ثمرتھا اُسکی طرف اشارہ کردیا اور اسی جہت سے بعض محققون نے اس آیہ کے معنی

ف ۱ اور کسی آدمی کی حد نہین کہ اس سے باتین کرے اللہ مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہونچاوے اُسکے حکم سے جو چاہے ۱۲

ف ۲ ح اوپر والی روایت راوی سند ضعیف سے مضمون بالا روایت کیا ہو ۱۲

ف ۳ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے رہتے ہین اُسکے بندون مین جنکو سمجھ ہی ۱۲

ف ۴ مقام نفیر اور وضیع مقام رفیع والقلاب سے کنایہ ہی الاصل ۱۲ امیر علی

ف ۵ اصل مین ہی ح عمومی اور آخرت مین ضرورتین معانی کے تابع ہونگی ۱۲ امیر علی

کہ تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی العلم ان یکون الا للہ یعنی ہمنے غیر خدا کے واسطے علم سیکھا مگر علم نے انکار کیا بجز اُسکے کہ خدا کیلیے ہو اسطرح کہتے ہین کہ علم ہمکو نہ آیا اور اسکی حقیقت ہمپر نہ کھلی صرف ظاہری الفاظ و عبارت حاصل ہوئی۔ اب اگر کہو کہ ہم تو بہت سے علماے محققین اور فقہا کو دیکھتے ہین کہ فروع و اصول مین فائق اور بڑے ماہرون مین شمار کیے جاتے ہین مگر اُنکے اخلاق بُرے ہین اُنسے وہ پاک و صاف نہین ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب تم علوم کے مراتب اور علم آخرت کو جان لوگے تو تمکو ظاہر ہوگا کہ جس علم مین یہ علما مشغول ہین وہ علم ہونیکی جہت سے کم مفید ہے اُسکا فائدہ صرف اس جہت سے ہوتا ہے کہ اسکی طلب اللہ تعالیٰ کیلیے ہو اور مقصود اُس سے خدا تعالیٰ کا قرب ہو چنانچہ اس بات کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین اور عنقریب اس باب مین زیادہ بیان اور توضیح کیجاویگی انشاء اللہ تعالیٰ دوسرا ادب یہ ہے کہ طالب العلم دنیا کے شغل سے علاقے کم کر دے اور اپنے اقارب اور وطن سے دوری اختیار کرے اسلیے کہ علاقے سب حاجب اور مانع ہین اور اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے اندر دو دل نہین بنائے تو جب فکر بٹا رہیگا حقیقتون کے دریافت سے قصور کریگا اور اسی لیے کسی نے کہا ہے کہ علم تجکو اپنا تھوڑا حصہ نہ دیگا جبتک تو اسکو اپنا سب دل و جان حوالہ نہ کرے اور جب تو ایسا کریگا تو تھوڑا حصہ جو تجکو علم دیگا اُس سے تجکو خطر ہی معلوم نہین کہ نافع ہو یا نہو اور جو فکر بہت کامون مین بٹا رہتا ہے اُسکا حال نالے کا سا ہے جسکا پانی پھیل گیا ہو کہ کچھ تو زمین پی جاتی ہے اور کچھ ہوا اسکو اڑا دیتی ہے تو اسمین اتنا نہین رہتا کہ اکٹھا ہو کر کھیتی مین پہونچے تیسرا ادب یہ ہے کہ علم پر تکبر نہ کرے اور نہ استاد پر حکومت بلکہ اپنے معاملے کو ہر حال مین بالکل اُسکے اختیار پر چھوڑ دے اور اُسکی نصیحت کو ایسا مانے جیسے جاہل بیمار طبیب شفیق و حاذق کی مانتا ہے اور چاہیے کہ استاد سے انکسار کے ساتھ پیش آوے اور اُسکی خدمت سے ثواب و شرف کا طالب ہو شعبی روایت کرتے ہین کہ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازے کی نماز پڑھی پھر اُنکا خچر قریب کر دیا گیا کہ اُسپر سوار ہون حضرت ابن عباس تشریف لائے اور اُنکی رکاب تھام لی زید بن ثابت نے فرمایا کہ اے چچا زاد بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ رکاب چھوڑ دین آپ نے فرمایا کہ ہمکو یونہی حکم ہے کہ علما اور بڑے لوگون سے اسطرح پیش آوین انھون نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ ہمکو بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے ساتھ اسیطرح کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایماندار کی عادت مین نہین کہ خوشامد کرے الا علم کی طلب مین پس طالب العلم کو نہ چاہیے کہ علم پر تکبر کرے مثلاً تکبر علم پر اسطرح بھی ہو سکتا ہے کہ اُسی سے پڑھین گے جو معروف و مشہور عالم ہو دوسرے سے پڑھنے مین کتیاوے یہ امر عین حماقت ہے اسلیے کہ علم نجات اور سعادت کا سبب ہے تو جو شخص کسی درندہ ضرر پہونچانے والے سے مفر اور گریز کا طالب ہو وہ اس بات مین فرق نہ کریگا کہ اُسکو گریز کی تدبیر کوئی مشہور آدمی بتاوے یا گمنام اور ظاہر ہے کہ درندہ آتش کا نقصان خدا تعالیٰ کا نہ جاننے والون پر بنسبت ہر ایک درندہ کے ضرر کے نہایت سخت ہوگا اور حکمت ایماندار کی گم ہوئی چیز ہے جہان ملجاوے اُسکو غنیمت جانے اور جو کوئی اُسے اُس تک پہونچاوے اسکا احسان مانے خواہ کوئی ہو اور اسی لیے کسی نے شعر کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر علم کو اہل تکبر سے تنفر ہے مدام جیسے رکھتی ہے مکانون سے عداوت سیلاب غرض کہ علم بدون انکسار اور کان لگانے نہین آتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید یعنی دل والا ہونے سے غرض یہ ہے کہ علم کی قابلیت اور سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو پھر سمجھنے پر قادر ہونا بھی کافی نہین جبتک کہ کان حضور دل سے نہ لگاوے تاکہ جو کچھ کان مین ڈالا جاوے اُسکو اچھی طرح سنکر انکسار اور شکر اور خوشی و رغبت کے ساتھ

ہے اور وہ سب پی جاوے کہ جب اُستاد کوئی قبول کرے اُستاد کے سامنے شاگرد کو ایسا رہنا چاہیے جیسے نرم زمین جسپر بہت سا مینھ برسے اور وہ سب پی جاوے کہ جب اُستاد کوئی
طریق تعلیم کا اسکو بتا دے اُسکی پیروی کرے اپنی رائے کو دخل نہ دے اسلیے کہ مرشد اگر خطا پر بھی ہوگا تو وہ خطا خود شاگرد کے صواب
سے اُسکے حق میں زیادہ مفید ہی کیونکہ تجربہ سے ایسی باتیں باریک معلوم ہوتی ہیں جنکے سُننے سے تعجب آتا ہی مگر اُنکا فائدہ بہت ہوتا ہی
مثلاً بہت سے بیمار گرم مزاج ہوتے ہیں کہ طبیب اُنکا علاج بعض اوقات میں گرم دواؤں سے کرتا ہی تاکہ حرارت اتنی قوی ہو جاوے
کہ علاج کا صدمہ اُٹھا سکے تو جس شخص کو فن علاج میں وقوف نہیں اُسکو اس علاج سے تعجب ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر و حضرت
موسیٰ علیہم کے قصہ سے تنبیہ فرمادی کہ حضرت خضر نے یہ فرمایا انک لن تستطیع معی صبرا وکیف تصبر علی ما لم تحط بہ خبرا[1] پھر شرط کرلی کہ چپ رہنا اور جبتک
میں نہ کہوں کچھ مت پوچھنا چنانچہ فرمایا فان اتبعتنی فلا تسألنی عن شیء حتی احدث لک منہ ذکرا[2] مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر نہ کیا اور بار بار اُنکو ٹوکتے
رہے یہانتک کہ یہی دونوں میں جدائی کا باعث ہوا حاصل یہ کہ جو شاگرد اپنے استاد کی رائے کے سامنے اپنے آپ رائے اور اختیار باقی رکھیگا تو وہ
اپنی حاجت سے محروم رہیگا۔ اب اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون[3] اسسے تو پوچھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہی تو اسکا
جواب یہ ہی کہ واقع میں پوچھنا درست ہی لیکن جن چیزوں کے پوچھنے کی اجازت استاد دے وہی پوچھے اسلیے کہ ایسی بات پوچھنی جسکی سمجھ کا درجہ
تمکو حاصل نہیں بُری ہی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوچھنے سے منع فرمایا تھا غرضکہ وقت سے پیشتر
سوال نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ استاد کو خوب معلوم کہ تمکو کس چیز کی حاجت ہی اور کس وقت بتانی چاہیے اور ہر مقام میں درجات کے مراتب
جبتک کہ بتانیکا وقت نہیں آتا تب تک پوچھنے کا وقت بھی نہیں آتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ عالم کا حق یہ ہی کہ اس سے سوال
بہت مت کرو اور جواب میں اُسکو طعنہ مت دو اور جب وہ تھک جاوے تو اصرار نکرو اور جب اُٹھے تو اُسکا کپڑا مت پکڑو اور اُس کے بھید کو
ظاہر نکرو اور نہ اُسکے پاس کسی کی غیبت کرو اور نہ اُسکی لغزش کی تلاش کرو اور اگر وہ لغزش کرے تو اُسکا عذر قبول کرو اور اسکی عزت و توقیر
خدا کیواسطے اپنے اوپر لازم سمجھو جبتک کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرے اور اُسکے آگے مت بیٹھو اور اگر اُسکو کوئی حاجت ہو تو سب لوگوں سے پیشتر
اُسکے لیے اُٹھو چوتھا ادب یہ ہی کہ طالب علم ابتداے امر میں لوگوں کے اختلاف کے سننے سے احتراز کرے خواہ علم دنیا کا طالب ہو خواہ علم
آخرت کا اسلیے کہ اختلافوں کے سننے سے مبتدی کی عقل متحیر اور ذہن پریشان اور رائے سست ہو جاتی ہی اور ادراک و اطلاع سے مایوس ہو جاتا ہی
بلکہ یوں چاہیے کہ اول ایک عمدہ طریقہ جو اُستاد کے نزدیک پسندیدہ ہو اُسکا تو یقین کرے پھر اُسکے بعد اور مذہبوں اور اُنکے شبہوں کو سُنے
اور اگر اُسکا استاد ایسا ہے کہ اختیار کرنے میں پختہ نہو اور اُسکی عادت یہی ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے میں بدلتا رہتا ہو اور اُنکے اقوال کو نقل
کرتا ہو تو ایسے استاد سے بچنا چاہیے اسلیے کہ ایسا شخص ہدایت کم کرتا ہی اور گمراہ زیادہ تو بھلا اندھونکو اندھا راہ بتانیکے لائق کب ہو اور
اسطرح کا شخص ہنوز وادی حیرت اور تیہ نابینائی میں ہی ع او خویشتن گم ست کرا رہبری کند + اور مبتدی کو شبہات سے منع کرنا ایسا ہی جیسے نو مسلم کو
کفار کے ملنے سے اور منتہی کو اختلاف میں نظر کرنیکی ترغیب ایسی ہی جیسے قوی الایمان کو کفار کے ملنے کی اسلیے کہ ہر کاروے و ہر مردے اسیواسطے
نامرد کو نہیں کہا کرتے کہ کفار پر حملہ کر بلکہ شجاع آدمی کو اس کام کے لیے بلاتے ہیں۔ اور بعض ضعیفوں نے اس دقیقہ سے غافل ہو کر یہ گمان
کرلیا کہ جو مسائل سخت قوی لوگوں سے منقول ہیں اُنمیں اقتدا کرنا درست ہی یہ نسمجھا کہ زبردستوں کے معاملات کمزوروں کے معاملات

[1] تو نہ کر سکیگا میرے ساتھ صبر اور کسطرح صبر کریگا دیکھ کر ایک چیز جسکی سمجھ تیرے قابو میں نہیں ۱۲
[2] پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو کوئی چیز جبتک میں نہ شروع کروں ۱۲
[3] سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں ۱۲

علیحدہ ہین اور اس باب مین بعض مشایخ نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے مجکو ابتدا مین دیکھا وہ تو صدیق ہوگیا اور جسنے انتہا مین دیکھا وہ زندیق ہوا
اسلیے کہ انتہا مین اعمال باطن پر جا ٹھہرتے ہین اور ظاہر کے اعضا بجز فرائض کے اور حرکات سے ساکن ہوجاتے ہین تو دیکھنے والون کو یہی
سوجھتا ہی کہ یہ امر سستی اور کسل اور بیکار رہنا ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ یہ تو دل کی نگرانی عین حضوری کے اندر اور بدام ذکر کا ملازم رہنا ہی جو
سب اعمال سے بہتر ہی اور ضعیف آدمی جو قوی کے ظاہر حال کو دیکھا جانتا ہی کہ یہ لغزش ہی اور خود ویسا کرتا ہی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص
ایک پانیکے کوزہ مین تھوڑیسی نجاست ڈالدے اور اسکا عذر یہ کرے کہ سمندر مین تو اسکی ہزار گنی نجاست ڈالدیتے ہین اور وہ کوزہ سے
کہین بڑا ہی تو جو بات سمندر کو درست ہی وہ کوزہ کو بطریق اولی ہونی چاہیے اور اس بیچارہ کو یہ معلوم نہین کہ سمندر اپنی قوت کے باعث
نجاست کو پانی بنا لیتا ہی اور سمندر کے غلبہ سے نجاست بھی اسیطرح کی ہوجاتی ہی اور تھوڑی نجاست کوزے پر غالب ہوتی ہے وہ کوزہ کو
اپنی طرح کردیتی ہے اور اسیطرح کی دلیل کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ بات درست کی گئی جو غیرون کے لیے نہوئی مثلاً
آپکے لیے نو بیبیان مباح ہوئین اس لیے کہ آپ مین اتنی قوت تھی کہ اُسکے باعث عورتون مین عدل فرماتے تھے گو کتنی ہی بہت ہون لیکن
اور دوسرا شخص تھوڑی پر بھی عدل نہین کرسکتا بلکہ اُنکے درمیان کا نقصان خود اس تک بڑھ آویگا کہ انکی رضامندی کی طلب مین نوبت
خداتعالی کی نافرمانی کی پہونچیگی بھلا جو شخص فرشتون کو لوہارون پر قیاس کرے کہین اُسکو فلاح ہوگی پانچوان ادب یہ ہی کہ طالب علم
عمدہ علوم مین سے کوئی فن اور کوئی قسم بدون دیکھے نہ چھوڑے اور اسطرح دیکھے کہ اسکے مقصود اور غایت غائی سے مطلع ہوجاوے پھر اگر زندگی
وفا کرے تو اُسمین کمال پیدا کرنیکا طالب ہو ورنہ جو اہم ہو اُسمین مشغول ہوکر اُسکو تو کامل کرے اور باقی علوم مین سے تھوڑا تھوڑا حاصل کرلے کیونکہ
علوم ایک دوسرے کے مددگار اور آپسمین وابستہ ہین اور سردست جو اُسکو نہین سیکھتے تو عداوت کی جہت سے ہی کہ جو چیز آدمی کو نہین آتی اُسکا
دشمن ہوا کرتا ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم اور کسیکا شعر ہی شعر مرد جسکا ہو مرض سے کڑوا شیرین
پانی کو وہ جانے کڑوا غرض کہ عمدہ علوم اپنے مدارج کے موافق یا تو بندہ کو خدائے تعالی کی راہ کا سالک کرتے ہین یا سلوک مین کسی قسم
کی اعانت کرتے ہین اور مقصود سے دوری اور نزدیکی مین ہر ایک علم کا ایک مقام خاص ٹھہرا ہوا ہی جو لوگ اُن علوم سے آگاہ ہین
وہ ایسے ہین جیسے جہاد مین گھاٹیون اور گھاتون کے محافظ ہوتے ہین اور ہر ایک کے لیے انہین سے ایک مرتبہ ہی اور اپنے درجے
کے موافق آخرت مین ہر ایک کو ثواب ہی بشرطیکہ اس علم سے خداتعالی کی رضا قصد کی ہو چھٹا ادب یہ ہی کہ علم کے فنون مین سے کسی
فن کو دفعۃً اختیار نہ کرے بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور جو اہم ہو اُس سے شروع کرے اسوجہ سے کہ عمر تو اکثر سب علوم کے لیے کافی نہین
ہوا کرتی اس نظر سے احتیاط کی بات یہ ہی کہ ہر چیز مین سے عمدہ حاصل کرے اور اُسمین سے تھوڑی سی پر قانع ہو اور تھوڑے سے علم کے
باعث جتنی قوت ہوتی ہو وہ سب اُس علم کے پورا کرنے مین صرف کرے جو اشرف علوم ہی یعنی علم آخرت کی دونون قسمون معاملہ اور مکاشفہ مین
کہ غایت غائی علم معاملہ کی مکاشفہ ہی اور مکاشفہ کا انجام خداتعالی کی معرفت ہی اور ہماری غرض علم مکاشفہ سے وہ اعتقاد نہین جسکو عوام
باپ دادا کون سے سنتے آئے ہون یا زبانی یاد کرلیا ہو اور نہ طریق کلام مراد ہی کہ طرف ثانی کے مقابلہ مین بات بنی رہے وہ قدح کرسکے
چنانچہ غایت کلام جاننے والے کی اتنی ہی ہی بلکہ علم مکاشفہ سے ہماری غرض ایک قسم کا یقین ہی جو اُس نور کا نتیجہ ہوتا ہی جسکو خداتعالی

بندے کے دلمین ڈالدیتا ہی جبکہ وہ اپنے باطن کو مجاہدہ کرکے خباثتون سے پاک کرلیتا ہی یہانتک کہ ہوتے ہوتے حضرت ابوبکر کے ایمان
کے مرتبے تک پہونچ جاتا ہی جسکی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی کہ اگر ابوبکر کا ایمان تمام عالم کے ایمان سے تولا جاوے
تو وہی جھکتا رہیگا۔ ہمارے نزدیک یہ نہین معلوم ہوتا کہ جس بات کا معتقد عامی ہی اور جسکو متکلم بناتا ہی کہ وہ بھی عامی سے صرف کلام کی
صنعت مین بڑھکر ہی اور اسیوجہ سے اُسکے فن کا نام کلام ہوا ہی یہ بات نہ تھی کہ یہ صنعت حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ
عنہم کو نہ آتی اور حضرت ابوبکر اُس مین ان سے فائق ہوتے بلکہ اُنکی افضلیت کی بات عامی اور متکلم کے عقائد کے سوا تھی یعنی اُس بھید کے
سبب اُنکو فضل تھا جو اُنکے سینے مین ڈالاگیا تھا اور تعجب اُس شخص سے ہی کہ اس جیسے اقوال صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے پھر
اُسکے موافق جو کچھ سنے اسکو حقارت کرے اور کہے کہ یہ صوفیون کی بیہودہ باتین ہین اور کچھ سمجھ مین نہین آتین اس بات مین آدمی کو
تامل کرنا چاہیے کہ اسی جگہ راس المال جاتا رہتا ہی حاصل یہ کہ تمکو اُس بھید کی معرفت کا حریص ہونا چاہیے جو فقہا اور متکلمین کے حوصلہ
اور سرمایہ سے خارج ہی اور تمکو اُسکا راستہ بجز اُسکے نہ ملیگا کہ اُسکے طلب کے حریص ہو۔ خلاصہ یہ کہ سب علوم مین اشرف اور سب کی
علت غائی خدا تعالی کی معرفت ہی اور وہ ایک دریا ہی جسکی تھاہ معلوم نہین ہوتی اس باب مین سب آدمیون سے بڑھکر انبیا کا درجہ
ہی پھر اولیا کا پھر جو اُنکے متصل ہون اور ایک روایت ہی کہ پہلے حکیمون مین سے دو حکیمونکی تصویر کسی مسجد مین نظر پڑی ایک کے ہاتھ مین ایک
پرچہ ہی جسمین یہ لکھا ہی کہ اگر تم ہر ایک چیز کو درست کرلو تو یہ نجانو کہ ایک چیز کو بھی درست کیا ہی جبتک کہ خدا تعالی کو نہ پہچانو اور یہ جان لو
کہ مسبب الاسباب اور چیزونکا ایجاد کرنے والا وہی ہے اور دوسرے کے ہاتھ کے پرچے مین یہ ہی کہ خدا تعالی کی معرفت سے پہلے مین
پانی پیتا تھا اور پیاسا رہتا تھا یہانتک کہ جب اُسکو پہچانا تو بدون پیے ہی پیاس بجھ گئی ساتوان ادب یہ ہی کہ کسی فن مین قدم نرکھے
جبتک کہ اُس سے پیشتر کے فن کو پورا نہ کرلے اسلیے کہ علوم ایک ترتیب ضروری سے مترتب ہین اور ایک علم دوسرے کا راستہ ہی تو توفیق یافتہ وہی ہی
جو اس ترتیب اور درجات کا لحاظ رکھے اللہ تعالی فرماتا ہی اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاهُمُ الْکِتَابَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ یعنی ایک فن سے آگے نہین بڑھتے جبتک
کہ علم و عمل کی رو سے اُسکو پختہ نہ کرلین اور چاہیے کہ جس علم کا قصد کرے اُسمین نیت اُس سے اوپر کے علم پر ترقی کرنے کی ہو اور اگر کسی علم
مین لوگون کا اختلاف واقع ہو یا کسی ایک شخص اُسمین خطا کرین یا اپنے علم کے بموجب عمل نکرین تو چاہیے کہ ان وجہون سے اس علم کو
نکما نہ کہدے جیسے بعض لوگ معقولات اور فقہیات نہین دیکھتے اور کہتے ہین کہ اگر اُنکی کچھ اصل ہوتی تو جو لوگ اُنکے ماہر ہین اُن کو ملتی
اور کتاب معیار العلم مین ہم اس شبہہ کا جواب لکھ چکے ہین اور بعض لوگ طبیب کی خطا دیکھکر طب کو نکما سمجھتے ہین اور ایک نجومی کی باتین
اتفاقاً سچ نکلنے سے کچھ لوگ اُسکی درستی کے معتقد ہوگئے ہین اور کچھ لوگ دوسرے نجومی کی خطا معلوم کرکے اُسکو بیکار بتاتے ہین حالانکہ
سب غلطی پر ہین بلکہ یون چاہیے کہ چیز کو فی نفسہ جان لین کیونکہ ہر شخص کسی علم مین اتنا تبحر نہین رکھتا کہ اُسکی سب جزئیات سے
واقف ہو اور اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ حق کو مردون سے مت پہچانو بلکہ حق کو معلوم کرلو پھر حق والون کو خود جان جاؤگے
آٹھوان ادب یہ ہی کہ اُس سبب کو معلوم کرے جس سے علوم کا شرف حاصل ہوتا ہی اور شرف دو چیزون کے باعث سے ہوتا ہے
اول ثمرہ کے شرف سے دوم دلیل کی پختگی اور قوت سے مثلاً علم دین اور علم طب کو جو دیکھتے ہین تو اول کا ثمرہ زندگی ابدی ہی اور دوسرے کا

له ابن عدی بروایت ابن عمر بسند ضعیف اور بیہقی نے ابن عمرو سے ... [illegible]

ثمرہ زندگانی فانی اسی جہت سے علم دین اشرف ہوگا کہ اُسکا ثمرہ اشرف ہو اور علم حساب اور علم نجوم کو اگر دیکھو تو حساب کی دلیلین پختہ اور قوی ہین اسکو علم نجوم پر شرف ہی اور اگر حساب کو علم طب کے لحاظ سے دیکھین تو اس صورت مین طب کو ثمرہ کے اعتبار سے شرف ہی اور حساب کو دلیلون کی رو سے اور ثمرہ کا لحاظ کرنا بنسبت دلیلون کے بہتر ہی اسلیے طب حساب سے اشرف ہی اگرچہ علم طب اکثر تخمین اور قیاس سے ہی۔ اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ سب علوم سے اشرف علم خدا تعالی اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولونکا اور وہ علم ہے جو ان علوم تک پہونچنے کا ذریعہ ہو تو اب تم کو بجز اس علم کے اور علم کی طرف رغبت اور حرص نہ کرنی چاہیے نوان ادب یہ ہی کہ طالب علم کا قصد علم سے سردست تو یہ ہو کہ اپنے باطن کو آراستہ اور فضیلت سے مزین کرے اور انجام کو یہ ہو کہ خدا تعالی کا قرب اور فرشتون اور مقربان ملاء اعلی کی ہمسائگی حاصل ہو اور علم سے غرض ریاست اور مال وجاہ اور بیوقوفون سے جھگڑنے اور ہمسرونپر فخر کرنیکی نہو اور جس شخص کی نیت علم سے قرب الٰہی ہو تو بالضرور وہ ایسے علم کو طلب کرے جو اُسکے مقصود سے بہت قریب ہو یعنی علم آخرت کا طالب ہو اور باوجود اسکے اسکو نہ چاہیے کہ علم فتاویٰ اور علم نحو اور علم لغت جو متعلق کتاب اور سنت کے ہین اور سوا اُنکے اور علوم کو جنکا ذکر ہمنے مقدمات اور متممات مین کیا ہی اور وہ فرض کفایہ علمون کے اقسام مین ہین اُنکو حقارت کی آنکھ سے دیکھے۔ اور ہمنے جو علم آخرت کی تعریف مین بہت مبالغہ کیا ہی اس سے تم یہ مت سمجھنا کہ یہ علوم بُرے ہین اس لیے کہ جو لوگ ان علمون کے عالم ہین اُنکا حال مثل اُن لوگون کے ہی جو گھاٹیونکی محافظت اور اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرتے ہین یعنے اُن مین سے بعض لوگ تو لڑتے ہین اور بعض لوگ مدد کرتے ہین اور کچھ اُنکو پانی پلاتے ہین اور کچھ سواریون کی حفاظت اور خدمت کرتے ہین اور اُمین سے کوئی شخص ثواب سے خالی نہین بشرطیکہ اُسکی نیت خدا تعالی کے بول بالا کرنیسے ہو یہ نہو کہ لوٹ ملیگی اسیطرح علما کا حال ہی اللہ تعالی فرماتا ہی یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فرمایا ہم درجات عند اللہ یعنی وہ کئی درجہ ہین اللہ کے نزدیک غرض کہ اہل علوم کی فضیلت اعتباری اور اضافی ہے کہ کسی کی نسبت اعلی ہی اور کسی کے لحاظ سے ادنی یہ نہین کہ بذات خود حقیر ہون مثلاً اگر صرافون کو بادشاہون کی نسبت کم رتبہ کہا جاوے تو اس سے یہ معلوم ہوگا کہ اگر جاروب کشون کی نسبت کر اُنکو قیاس کرین تب بھی حقیر ہونگے پس یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ جو علم اعلی رتبہ سے کم ہو وہ بیقدر ہی بلکہ یون جاننا چاہیے کہ سب سے اعلی رتبہ انبیا کا ہی پھر اولیا کا پھر اُن علما کا جو علم مین مضبوط ہین پھر نیک بندون کا موافق اُنکے درجات کے حاصل یہ کہ جو ذرہ برابر خیر کریگا اُسکا ثواب اسکو ملیگا اور جو شخص علم سے خدا تعالی کی رضا قصد کریگا خواہ کوئی سا علم ہو تو وہ علم اسکو مفید ہوگا اور بالضرور اسکا رتبہ بلند کریگا دسوان ادب یہ ہی کہ علم کی نسبت اصلی مقصود کی طرف معلوم کرے تاکہ جو مقصود سے قریب ہو اسکو بعید پر ترجیح دے اور جو علم اہم ہو اسکو اختیار کرے اور معنی اہم کے یہ ہین کہ جو تمکو فکر مین ڈالے اور ظاہر ہی کہ دنیا اور آخرت مین تمکو بجز تمہارے حال کے اور کوئی چیز فکر مین نہین ڈالتی اور چونکہ تمسے نہین ہوسکتا کہ دنیا کے مزون اور آخرت کی راحتون کو اکٹھا کرو جیسا کہ قرآن مجید مین اسکا ذکر آچکا ہی اور نور بصیرت بھی اسکا شاہد ہی جو بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم وہی ہی جو ابدالآباد تک رہے اور اس صورت مین دنیا ایک منزل ہو جاویگی اور بدن سواری اور اعمال مقصود کی طرف کو چلنا۔ اور مقصود بجز دیدار الٰہی کے اور کچھ نہین کہ تمام لذت وراحت اُسی مین ہی گو اس جہان مین اسکی قدر کم لوگ جانتے ہین اور علوم کو اگر خدا تعالی کی ملاقات اور اُسکی ذات پاک کی دیدار کی نسبت کر دیکھو تو تین قسم کے ہین اور دیدار سے وہ غرض نہ

بلند کریگا اللہ ایمان والون کو تم مین سے اور ان کو جو علم دیے گئے درجے ۱۲ وہ لوگ کئی درجے ہین ۱۲

جسکے طالب بنیا تھے اور وہی اُنکو سمجھتے تھے وہ دیدار مراد نہین جو عوام اور کلام والونکے ذہن مین آتا ہے ان قسمون کو تم ایک مثال سے سمجھو گے
وہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام سے کہا جاوے کہ اگر تو حج کریگا اور اعمال کو کامل طور پر بجا لاویگا تو تو آزاد ہوجائیگا اور سلطنت بھی ملیگی اور اگر تو حج
کا راستہ شروع کریگا اور اُسکی تیاری کریگا اور راہ مین کوئی مانع پیش آویگا تو تو آزاد بھی ہوجاویگا اور بند غلامی سے رہائی پاویگا مگر
سلطنت کی سعادت سے مشرف نہوگا تو غلام مذکور کو تین طرح کے کام پیش آوینگے اول سامان سفر کرنا یعنی اونٹ خریدنا اور مشک سینا اور توشہ وغیرہ کا لینا
دوم وطن سے جدا ہوکر کعبہ کو منزل بمنزل چلدینا سوم اعمال حج مین مشغول ہونا اور ایک ایک رکن کو بترتیب ادا کرنا ان تینون حالتون سے
اور احرام اور طواف رخصت سے فارغ ہوکر غلام مذکور مستحق آزادی اور سلطنت کا ہوگا اور ہر حال مین بھی غلام مذکور کے بہت سے مراتب ہین یعنی
شروع سامان سے اُسکے آخر تک اور آغاز سفر سے اُسکے تمام ہونے تک اور ابتداے ارکان حج سے اُسکے انجام تک بہت سے درجات ہین اب یہ
ظاہر ہے کہ جو شخص ابھی زاد اور سواری کی تیاری مین ہو یا چلنا شروع کردیا ہو وہ سعادت سے اتنا قریب نہوگا جتنا وہ شخص ہوگا جس نے ارکان حج
شروع کر دیے کیونکہ وہ دو حالات طے کرچکا ہے اور نہایت قریب پہونچ گیا ہے جب یہ مثال معلوم ہوچکی تو اب علوم کی بھی تین قسمین ہین ایک تو وہ
علوم ہین کہ بمنزلہ سامان سفر کے خریدنے کے ہین اور وہ علم طب اور فقہ ہین اور جو علوم کہ دنیا مین بدن کی مصلحتونکے متعلق ہین اور ایک قسم
بمنزلہ جنگل کے چلنے اور گھاٹیون کے طے کرنے کے ہین اور وہ صفات کی کدورتون سے باطن کا پاک کرنا اور ان اونچی گھاٹیونپر چڑھنا ہے جنسے
سوا توفیق یافتہ لوگونکے اگلے پچھلے سب عاجز ہین تو یہ اور راہ کے چلنے مین داخل ہین اور انکا علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے راہ کی طرفون اور
منزلون کا جان لینا اور جس طرح کہ صرف منزلون اور جنگل کی راہون کا جان لینا بدون انکے طے کرنیکے کافی نہین اسیطرح تہذیب اخلاق کا
جان لینا کفایت نہین کرتا جبتک کہ تہذیب نہ کرے گو عادتون کی تہذیب بدون علم کے نہین ہوسکتی اور تیسری قسم وہ ہے جو بمنزلہ نفس حج اور
اُسکے ارکان کے ہے اور وہ خدا تعالی اور اُسکے صفات اور فرشتون اور افعال کا علم اور اُن باتونکا علم ہے جو علم مکاشفہ کے رتبے مین ہم ذکر کر چکے ہین
اس قسم کے بعد رہائی اور سعادت ملا کرتی ہے مگر رہائی یعنی سلامتی تو ہر سالک طریق کو نصیب ہوتی ہے بشرطیکہ اُسکی غرض مقصود حق ہو اور سعادت کو
پہونچنا بجز خدا تعالی کے عارفون کے اور کسی کو نہین ملتا اور یہی لوگ مقرب ہوتے ہین اور انھین پر خدا تعالی کے ہمسایہ مین رحمت اور راحت و
ریحان و جنت نعیم کا انعام ہوتا ہے اور جو لوگ کمال کے مرتبے سے ادھر رہ گئے ہین اُنکو نجات و سلامتی حاصل ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فاما ان
کان من المقربین فروح و ریحان و جنت نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین اور جو لوگ کہ متوجہ مقصد نہوے اور اُسکی طرف
حرکت نہ کی یا حرکت تو کی مگر بغرض فرمانبرداری اور بندگی کے نہ کی بلکہ کسی دنیاوی غرض کے لیے کی تو وہ لوگ اصحاب شمال اور گمراہ ہوئین ہین انکے لیے
یہ ارشاد ہے فنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم اور یہ جان لینا چاہیے کہ مضبوط علما کے نزدیک یہ امر حق الیقین ہے یعنی اُنھون نے اُسکو اپنے باطن کے مشاہدہ سے
دریافت کر لیا ہے جو آنکھون کے مشاہدہ کی نسبت قوی تر اور ظاہر تر ہے اور شنیدہ سننے کی حد سے ترقی کرگئے ہین اور انکا حال ایسا ہے جیسا کوئی شخص
کوئی خبر سنے اور اُسکو سچ جانے پھر آنکھ سے دیکھ لے اور یقین کرے اور دوسرونکا حال ایسا ہے کہ خبر کی تصدیق اعتقاد و ایمان کی خوبی کی جہت سے
کرلے مگر آنکھ سے دیکھنا نصیب نہوا ہو غرضکہ سعادت علم مکاشفہ کے بعد ہے اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد ہے یعنی طریق آخرت کے چلنے اور
صفات کی گھاٹیون کے طے کرنیکے بعد ہوتا ہے اور صفات مذمومہ کو مٹانے کی راہ چلنی صفات کے جاننے اور طریق علاج اور چلنے کی کیفیت

معلوم کرنے کے بعد ہو اور یہ امر بدن کی سلامتی اور اسباب تندرستی کی موافقت کے جاننے پر منحصر ہو اور بدن کی سلامتی اجتماع اور ایک دوسرے
کی مدد کرنے سے جس سے کہ پوشاک اور غذا اور سکونت ملا کرتی ہو وہ سلطان کے متعلق ہو اور اُسکا قاعدہ لوگونکو بدلائے سیاست کے طور پر
منتظم رکھنے کا فقیہ کے مغز مین رہتا ہو اور صحت کے اسباب طبیب کے مغز مین - اور جس شخص نے کہ کہا ہو کہ علم دو ہین علم بدن اور علم دین اور
اس سے اشارہ فقہ کا کیا ہو تو اُس نے علوم مروجہ ظاہری کو مراد لیا ہو علوم باطنی کا ارادہ نہین کیا - اسکا ہم اسبات کی وجہ لکھتے ہین
کہ ہمنے علم طب اور فقہ کو بمنزلہ تیاری زاد و راحلہ کے کیون کہا ہو تو معلوم کرنا چاہیے کہ خداے تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنیکو اُسکی طرف
چلنے والا دل ہو بدن نہین اور ہماری غرض دل سے وہ گوشت نہین جو آنکھ سے سوجھا کرتا ہو بلکہ وہ ایک لطیفہ اور بھید ہو خدا تعالیٰ کے لطیفون
اور بھیدون مین سے جو حواس سے نہین معلوم ہوتا اور کبھی اُسکو روح کہا کرتے ہین اور بعض اوقات نفس مطمئنہ بولتے ہین اور شرع اُسکو دل سے
تعبیر فرماتی ہو اسلیے کہ دل اُس بھید کی اول سواری ہو اُسی کے ذریعہ سے تمام بدن اُسکی سواری اور آلہ بن رہا ہو اور اس بھید کا حال
بخوبی علم مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہو اور وہ راز قابل افشا نہین بلکہ اسکے ذکر کرنیکی اجازت نہین اور غایت جائز اتنا ہی ہو کہ یہ کہدین کہ بیشک
کہ وہ ایک جوہر نفیس اور گوہر عزیز ہو کہ ان جواہر محسوس کی نسبت کہ اشرف ہو اور ایک امر الٰہی ہو چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہو ویسئلونک
عن الروح قل الروح من امر ربی اور کل مخلوقات خدا تعالیٰ کیطرف منسوب ہین مگر اُسکی نسبت تمام اعضاے بدن کی نسبت سے اشرف ہو کیونکہ خلق اور امر
دونون اللہ ہی کے ہین اور امر خلق کی نسبت کہ اشرف ہو اور یہ جوہر نفیس جو خدا تعالیٰ کی امانت کا اُٹھانیوالا ہو اور اس سبب سے آسمانون
اور زمین اور پہاڑون سے مقدم ہو کہ وہ اُس بار کے اُٹھانے سے ڈر کر انکار کر گئے عالم امر سے ہو اور اس بیان سے کوئی اسکے قدیم ہونیکا اشارہ
مت سمجھنا اسلیے کہ جو شخص روح کے قدیم ہونیکا قائل ہو وہ جاہل اور مغالطہ کھانیوالا ہو اُسکو دقوف نہین کہ کیا کہتا ہو - ابہم عنان بیان کو
اس فن سے روکتے ہین کہ جس بات کے ہم درپے ہین اُس سے یہ فن خارج ہو مقصود یہ ہو کہ یہ لطیفہ اپنے رب کی طرف سعی کرنیوالا ہوتا ہو اسلیے
کہ وہ امر رب سے ہو تو خدا تعالیٰ ہی اسکا مصدر ہو اور اُسی کی طرف اسکا رجوع اور بدن اُس لطیفے کی سواری ہو جسپر سوار ہو کر اُسی کے
ذریعہ سے چلتا ہو تو بدن خدا تعالیٰ کی راہ مین دل کے لیے ایسا ہو جیسے بدن کے لیے راہ حج مین اونٹنی ہوتی ہو بیشک جسمین پانی بھرا رہتا
اور بدن کو اُسکی حاجت ہوتی ہو غرضکہ جو عمل کہ اُسکا مقصود بدن کی مصلحت ہو وہ سواری کی مصلحتونمین داخل ہو اور ظاہر ہو کہ طب سے
بھی بدن کی بہتری مقصود ہو اسلیے کہ بدن کی صحت کی نگاہداشت کے لیے کہین اُسکی ضرورت پڑتی ہو اور اگر انسان بالفرض اکیلا
ہوتا تو طب کی حاجت اُسکو ہوتی اور فقہ اور طب مین یہی فرق ہو کہ اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ فقہ کی ضرورت پڑتی لیکن
اُسکی پیدایش اسطرح ہوتی ہو کہ تنہا نہین زندہ رہ سکتا کیونکہ سب کام اکیلے سے نہو سکینگے کہ کھانے کیلیے جوتنا بونا پیسنا پکانا اور لباس اور
سکونت کا حاصل کرنا اور ان سب چیزون کے آلات تیار کرے ایک شخص کسطرح کرے تو اس خطرے سے دوسرون سے ملنا اور اُنسے مدد لینی
ضرور ہوئی اور جب آدمی ملے اور اُنکی خواہشین اُبھرین تو شہوت کے اسباب کو اُنکی طرف کھینچا تانی کی اور آپس مین نزاع اور قتال کرنے لگا اور
اُن لڑائی جھگڑون سے برباد ہونے لگے اور سبب ہلاکی کا یہی نزاع اور مخالفت ظاہری ہوئی جیسے اندر کی خلطون کے بگاڑ سے بربادی ہوا
کرتی ہو اور طب سے جو نزاع اور فساد خلطون مین ہو جاتا ہو اُسکا بچاؤ کیا جاتا ہو اور سیاست اور عدل سے ظاہر کے فساد کو دور کرکے اعتدال

خواہشون مین کردیا جاتا ہی اور خلطون کے معتدل رکھنے کا طریق معلوم کرنا طب ہی اور معاملات مین لوگونکے حوالکو معتدل رکھنے کا طور جاننا فقہ ہی اور یہ دونون بدن کی حفاظت کے لیے ہین جو دل کی سواری ہی پس جو شخص صرف علم فقہ اور طب کا ہو رہے اور اپنے نفس پر مجاہدہ نہ کرے وہ ایسا ہی کہ صرف اونٹنی لیکر اُسکو گھاس دانہ دیوے اور مشک لیکر اُسکو تیار کرے اور راہ حج مین قدم نہ رکھے اور جو شخص کہ عمر بھر اُن کلمات کے وثیقون مین پڑا رہے جو فقہ کی بحثون اور مناظرون مین آتے ہین وہ ایسا ہی کہ عمر بھر ایسے وسیلون مین ڈوبا رہے جنسے حج کے لیے مشک مضبوط سی جاتی ہی اور ایسے فقیہون کو اصلاح قلب یعنی ذریعہ علم مکاشفہ کے طریق پر چلنے والون سے وہ نسبت ہی جو مشک کی درستی مین رہنے والون کو راہ حج چلنے والون سے یا اُسکے ارکان کے بجالانیوالون سے ہی پس اس بات کو اول تامل کرو اور اُس شخص کی نصیحت قبول کرو جو تم سے اُسکی مزدوری نہین چاہتا اور اکثر اسی امر مین رہا ہی اور تمکو یہ بات بدون بہت سی سخت محنت کے حاصل نہوگی عوام اور خواص سے علیحدہ ہونے کے لیے جرأت کامل کرنی پڑیگی اور صرف اپنی خواہش کے بموجب اُنکی پیروی کرنے سے باز آنا ہوگا طالب علم کے لیے اتنے ہی وسیلے کافی معلوم ہوتے ہین **دوسرا بیان** اُستاد کے آداب کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ علم کے باب مین آدمی کے چار حال ہین جیسے مال کے حاصل کرنیمین ہوتے ہین مثلاً مال والا اول تو مال پیدا کرتا ہی اُس وقت کمانیوالا کہلاتا ہی دوم اپنی کمائی کو جمع کرتا ہی تو تونگر ہوجاتا ہی کہ حاجت دوسرے سے مانگنے کی نہین رکھتا سوم اُس مال کو خود اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اُس سے منتفع اور متمتع ہوتا ہی چہارم اُسکو دوسرونکو دیتا ہی اس صورت مین سخی اور اہل فضل گنا جاتا ہی اور یہ پچھلی حالت اور حالتون سے اشرف ہی اسیطرح علم کا حال ہی وہ بھی مال کی طرح تحصیل کیا جاتا ہی اور چار حالتین اُسکی بھی ہین ایک طلب کا زمانہ اور ایک حاصل کیے ہوئے پر ایسا عبور ہونا کہ حاجت سوال کی نرہے اور ایک جس بات کو حاصل کیا ہی اُسمین فکر کرکے اُس سے مستفید ہونا اور ایک یہ کہ دوسرے کو اُس سے فائدہ پہونچانا اور یہ حال سب مین اشرف ہے اسلیے کہ جو شخص علم تحصیل کرے اور عمل کرے اور لوگونکو علم سکھلاوے تو ایسے ہی شخص کو آسمان و زمین کے ملکوت مین عظیم کہا کرتے ہین کہ اُسکا حال آفتاب کی طرح ہی کہ دوسرونکو روشنی دیتا ہی اور آپ بھی روشن ہی یا مشک جیسا ہی کہ دوسرون کو معطر کرتا ہی اور خود بھی خوشبو ہی اور جو شخص دوسرون کو بتاتا ہی آپ علم کے بموجب عمل نہین کرتا اُسکا حال دفتر کا سا ہی کہ دوسرے کو اُس سے فائدہ ہوتا ہی اور وہ خود علم سے خالی ہی یا سان کا سا ہی کہ لوہے کو تیز کردیتی ہی اور خود نہین کاٹتی یا سوئی کا سا ہی کہ غیرونکے لیے لباس تیار کرتی ہی اور خود ننگی رہتی ہی یا چراغ کی بتی ہی کہ اورونکو روشنی دیتی ہی اور اپنے آپ جلتی ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی شعر بے عمل علم ہی فتیلہ شمع خود جلے پر ہوا اُس سے روشن جمع اور جب آدمی تعلیم مین مشغول ہوا تو ایک بڑا کام اور نہایت درجہ کا خطر اپنے ذمے لیا اسلیے اُسکے آداب و قواعد کو یاد کرنا چاہیے **ادب اول** یہ ہے کہ شاگردون پر شفقت کرے اور اُن کو اپنے بیٹون کے برابر جانے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انما انا لکم مثل الوالد لولدہ یعنی آخرت کی آگ سے شاگردونکو بچانیکا قصد کرے اور یہ بات ماں باپ کی اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچانیکی نسبت کراہم ہی اور اسی لیے استاد کا حق ماں باپ کے حق سے بڑھکر ہی اسلیے کہ باپ اسکی زندگی اور وجود فانی کا سبب ہی اور استاد زندگانی باقی کا باعث ہی اگر استاد نہوتا تو جو چیز باپ سے حاصل ہوئی تھی وہ ہلاک دائمی کی طرف پہونچ جاتی اُستاد ہی کی بدولت زندگانی اُخروی ہمیشہ کو ہوتی ہی مگر اُستاد سے ہماری مراد علوم آخرت کا سکھانیوالا یا دنیا کے علوم آخرت کی نیت سے بتانے والا ہی نہ دنیا کے ارادے سے اسلیے

(حاشیہ) میں تمہارے حق میں ایسا ہوں جیسا باپ اپنے بیٹے کے ... حدیث میں ۱۲ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۱۲

کہ تعلیم کرنا دنیا کے ارادے سے تو خود بھی تباہ ہونا ہی اور دوسرے کو بھی تباہ کرنا ہی ایسی تعلیم سے خدا پناہ دے۔ اور جسطرح کہ ایک شخص کے بیٹون کا دستور ہی کہ آپسمین پیار و محبت سے رہتے ہین اور مقاصد پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسیطرح ایک اُستاد کے شاگردون مین دوستی اور یاری ہونی چاہیے اور اگر انکا مقصود آخرت ہوتی ہی تب تو ایسے ہی ہوتے ہین اور اگر دنیا مراد ہوتی ہے تو آپس مین حسد اور بغض ہوتا ہی اسلیے کہ علما اور آخرت کے لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنے والے اور دنیا سے اُسکی طرف گذر جانے والے ہین اور دنیا کے برس اور مہینے اس راہ کی منزلین ہین اور جو مسافر شہرون کو جاتے ہین راہ مین اُنکو رفیق کا ملنا دوستی اور یاری کا سبب ہو جاتا ہی اور جب جنت اعلیٰ کا سفر ہو تو اُسکے راستے مین رفیق کے ساتھ محبت کیسے نہوگی اور سعادت اُخروی مین تنگی نہین ہی کہ ایک کو ملجاویگی تو دوسرا نپاویگا تو اسی جہت سے آخرت کے لوگون مین نزاع اور حسد نہین ہوتا بخلاف دنیا کی سعادت کے کہ اُنمین گنجایش نہین اسی لیے ہمیشہ اُنکے باب مین لڑائی جھگڑے رہتے ہین۔ اور جو لوگ کہ علوم سے طلب ریاست کی طرف مائل ہین وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے خارج ہین کہ انما المؤمنون اخوۃ ف۱ اور اس آیت کے مضمون مین داخل ہین الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین ف۲ دوسرا ادب یہ ہی کہ تعلیم کے باب مین صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرے یعنی علم سکھانے پر نہ مزدوری طلب کرے نہ اور کسی طرح کے بدلے کی نیت ہو نہ شکر کا خواہان ہو بلکہ صرف خدا تعالیٰ کے واسطے اور اُسکے قرب کی طلب کے لیے سکھاوے اور یہ نجانے کہ شاگردون پر میرا احسان ہوتا ہی بلکہ اُن کا احسان ف۳ ذہن مین بھی ہونا اور یہ تصور کرنا لازم ہی کہ فضل مجکو اُنھین کے سبب سے ہوا ہی کہ اُنھون نے اپنے دلون کی تہذیب کی اور میرے حوالے کیے کہ مین اُنمین علوم کو بوکر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرون جیسے کوئی شخص تمکو اپنی زمین عاریتہ دیدے تاکہ تم اپنے واسطے اُسمین کھیتی کرو تو ظاہر ہی کہ زمین والے کے فائدے کی نسبت تمکو فائدہ زیادہ ہوگا پس جب اُستاد کو تعلیم مین شاگرد کی بہ نسبت کہ ثواب خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہوتا ہو تو پھر شاگرد پر احسان رکھنے کے کیا معنی اگر شاگرد نہوتا تو اُستاد کو یہ ثواب کہان سے ملتا اسی لیے بجز خدا تعالیٰ کے ثواب اور بدلہ اور کسی سے نہ مانگنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل لا اسئلکم علیہ اجرا ف۴ اسلیے کہ مال اور دنیا کی چیزین بدن کی خادم ہین اور بدن نفس کی سواری ہی اور مخدوم علم ہی کہ اسی کی بدولت سے نفس کا شرف ہی تو جو شخص علم کے بدلے مین مال طلب کرے اُس کی مثال ایسی ہی کہ کسی کی جوتی مین نجاست لگ گئی ہو اور وہ اُسکو صاف کرنیکے لیے اپنے منہ سے رگڑ لے تو ظاہر ہی کہ اُسنے مخدوم کو خادم کر دیگا اور خادم کو مخدوم اور یہ بکمال درجہ کا انقلاب ہی اور اسیطرح کا شخص قیامت مین مجرمون کے ساتھ اپنا سر اوندھائے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ حاصل یہ کہ فضل اور منت اُستاد کو ہی اب دیکھو کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہمارا قصد خدا تعالیٰ کی طرف نزدیک ہونیکا ہی اُنکی نوبت علم فقہ اور کلام مین اور اُنکی تدریس مین کہانتک پہونچی ہی کہ مال اور جاہ خرچ کرتے ہین اور طرح طرح کی ذلتین سلاطین کی خدمتمین جاگیرین لینے کے لیے اُٹھاتے ہین اور اگر اسی بات کو وہ ترک کردین اُنکو کوئی نہ پوچھے اور نہ اُنکے پاس کوئی جاوے پھر اسپر یہ ہی کہ اُستاد شاگرد سے بھی توقع رکھتا ہی کہ میری ہر آڑی مین کام آوے اور میرے خیرخواہ کی مدد کرے اور بدخواہ سے عداوت رکھے اور ضروریات دنیاوی مین گدھے کی طرح لدا کرے اور سب حاجات مین فرمانبردار بنا رہے اور اگر اس امر مین ذرا بھی قصور کرے تو پھر اُستاد جی اُسکے دلی دشمن ہین پس اسطرح کا عالم نہایت ذلیل درجہ میں ہی جو اپنے لیے یہ عزت

ف۱ اسلیے کہ ایمان کے سبب سے بھائی بھائی ہین ۱۲ منہ

ف۲ خلیل دوست ہین وہ اس دن دشمن ہونگے ایک دوسرے کے مگر پرہیزگار ۱۲

ف۳ ... مین نہین چاہتا تم سے اس پر مزدوری

۱۲ ف۵ بلکہ الخ اصل بات یون ہی کہ اگرچہ اسکا احسان تو شاگردون پر لازم ہے ان سے یہ توقع دالانین ہو بلکہ یہ تصور کرے کہ فضل مجکو انہین کی وجہ سے ملا ہی ابن علی

پسند کرے اور اُسپر خوش ہو اور اس قول سے شرم نہ کرے کہ میری غرض پڑھانے سے علم کا پھیلانا ہی تاکہ اُسکی نزدیکی اور اسکے دین کی
مدد ہو غرضکہ نشانیون اور علامات کو دیکھو تاکہ تمکو مغالطہ مین پڑنے کے اقسام معلوم ہو جاوین تیسرا ادب یہ ہی کہ شاگرد کی نصیحت مین
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے مثلاً باین طور کہ اگر وہ قابلیت سے پہلے کسی رتبہ کا درپے ہو یا علم ظاہر تحصیل کرنیسے پیشتر علم باطن اور
مخفی مین مشغول ہونا چاہے تو اُسکو منع کرے پھر اُسکو تنبیہ کردے کہ علوم کی طلب قرب الٰہی کے لیے کرے نہ ریاست کی طلب اور فخر کرنیکے
لیے اور اس امر کی برائی اُسکے دل مین جسقدر ممکن ہو اول ہی جما دے اسلیے کہ عالم فاجر کی اصلاح کم ہوتی ہی اور خرابی زیادہ پس اگر اُستاد
اپنے شاگرد کے باطن سے یہ معلوم کرے کہ یہ شخص دنیا ہی کے لیے علم کا طالب ہی تو جس علم کی طلب ہو اُسکو دریافت کرے اگر وہ علم فقہ
مین جھگڑا کرنیکا اور کلام مین اور مقدمات کے فتاوے اور احکام مین مناظرہ کرنیکا ہو تو شاگرد کو اُن سے باز رکھے اور منع کردے کہ یہ علوم
آخرت کے علم نہیں اور نہ اُن علوم مین سے ہین جنکے باب مین کسی بزرگ کا قول ہی کہ ہمنے علم کو غیر خدا کے لیے سیکھا تھا مگر علم نے انکار کیا
کہ بجز خدا تعالی کے اور کسی کے لیے ہو اور اصطلاح کے علوم علم تفسیر اور حدیث اور علم آخرت جسمین سلف کے لوگ مشغول رہتے تھے
اور اخلاق نفس کو پہچاننا اور انکی تہذیب کی کیفیت معلوم کرنی ہین پس اگر طالب علم ان علوم کو دنیا کی غرض سے سیکھے تو اُستاد مزاحم نہو
اسلیے کہ طالب علم وعظ کی طمع اور لوگونکو پیروی مین لانیکی لالچ سے اُنپر مستعد ہوتا ہی اور بعض اوقات اثنائے تحصیل مین انجام سے آگاہ
ہو جاتا ہی اسلیے کہ اُنمین وہ علوم ہین کہ اللہ تعالی سے خوف دلاتے ہین اور دنیا کو نظر مین حقیر اور آخرت کو بڑی کرتے ہین اور اسکی توقع
پڑتی ہی کہ انجام کو طالب مذکور راہ راست پر آجاوے اور جن اُمور کی نصیحت دوسرونکو کرے اُنپر خود بھی نصیحت مانے اور لوگونمین مقبول
ہونے اور جاہ پیدا کرنیکی محبت علم کی تحصیل مین ایسی ہی جیسے پرندونکے شکار کے جال کے گرد دانے ڈالدیتے ہین اور اللہ تعالی نے یہ امر
اپنے بندون کے ساتھ ملحوظ فرمایا ہی کہ شہوت کو پیدا کیا تاکہ خلق کی نسل اُس کے ذریعہ سے باقی رہے اور محبت جاہ کو بھی اسی لیے پیدا کیا
ہو کہ سبب علوم کے قائم رہنیکا ہو اور یہ بات انھین علوم مذکورہ مین ہو سکتی ہی مگر محض خلافی مسائل اور کلام کے جھگڑے اور اُنکے فروعات
عجیبہ کو معلوم کرنا ایسے ہین کہ اگر آدمی انھین کا ہو رہے اور دوسرے علوم سے اعراض کرے تو دل کی سختی اور خدا تعالی سے غافل رہنا
اور گمراہی ہمیشہ پڑا رہنا اور جاہ کا طالب ہونا اُنسے بڑھتا ہی اور کچھ فائدہ نہین مگر جسکو کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے بچالے یا ان باتونکے ساتھ
اور کوئی علم دینی ملالے تو البتہ فائدہ ہو سکتا ہی اور تجربہ اور مشاہدہ کی طرح اسپر کوئی دلیل نہین پس دیکھکر عبرت کرو اور چشم بصیرت کھولو تاکہ
اسکی تحقیق بندون اور شہرون مین تمکو معلوم ہو اور اللہ سے مدد درکار ہی۔ ایک بار حضرت سفیان ثوری کو کسی نے ملول دیکھا اور باعث
ملال کا پوچھا فرمایا کہ ہم دنیا دارون کے لیے تجارت گاہ بنگئے کہ علم کے لیے اُنمین سے کوئی ہمارے پیچھے پڑتا ہی یہانتک کہ جب سیکھ لیتا ہی تو قاضی
یا عامل یا خانساماں کردیا جاتا ہی چوتھا ادب جو تعلیم کے باب مین عمدہ اور باریک ہی وہ یہ ہی کہ شاگرد کو اخلاق بد سے جہانتک ہو سکے کنایہ اور رحم
کی راہ سے منع کرے تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اسلیے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کرتی ہی اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور
اصرار پر حریص ہونیکا موجب ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کل اُستادون کے اُستاد ہین ارشاد فرماتے ہین کہ اگر آدمیون کو
مینگنیان توڑنے سے منع کردیا جاوے تو انکو ضرور بھگو دین اور کہین کہ ہمکو جو اس سے منع کیا ہی تو ضرور انمین کوئی بات ہی اور اسی امر پر (۱)

(۱) اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ... ۱۲

قصہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کا جنکو درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا تھا ایک خوب شاہد ہے ہمنے جو اس قصہ کو تمکو یاد دلایا تو اسلیے نہیں ہے کہ تم کہانی سے جان لو بلکہ اسلیے کہ اُس سے عبرت کے طور پر خبردار ہو جاؤ۔ اور ایک وجہ تصریح نکرنے کی یہ بھی ہے کہ جو نفوس اچھے اور ذہن تیز ہوتے ہین وہ کنایۃً کہنے مین بھی اُسکے معانی نکال لیتے ہین اور مقصود کو سمجھ جانیکی خوشی اُسکے بموجب عمل کرنے کی رغبت دلاتی ہے تاکہ دوسرون کو معلوم ہو کہ یہ بات اُسکی دانائی سے مخفی نہ رہی **پانچوان ادب** یہ ہے کہ استاد جس علم کو سکھاتا ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد کے دل مین اُس علم کے اوپر کے علوم کی بُرائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانیوالے کی عادت ہوتی ہے کہ علم فقہ کو بُرا کہا کرتا ہے اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہے کہ علم حدیث اور تفسیر کی بُرائی بیان کرتا ہے کہ یہ علوم صرف نقل اور سننے کے متعلق اور بڈھیون کے لیے زیبا ہین عقل کو انمین دخل نہین اور کلام والا فقہ سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ علم فقہ ایک فرع ہے جسمین عورتونکے حیض کا بیان ہے وہ کلام کو کہان پہونچ سکتا ہے جسمین ذکر صفت رحمان ہے تو اُستادون مین یہ عادتین بُری ہین اُنسے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ جو استاد ایک علم کی تعلیم کا کفیل ہو اُسکو چاہیے کہ شاگرد پر دوسرے علم کے سیکھنے کی راہ بھی نکالدے اور اگر کئی علم کا کفیل ہو تو انمین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ شاگرد ایک رتبہ سے دوسرے پر ترقی کرتا جاوے **چھٹا ادب** یہ ہے کہ شاگرد کے سامنے بیان کرنے مین صرف اُسکی سمجھ پر کفایت کرے ایسی بات اُس سے نہ کہے جس تک اُسکی عقل نہ پہونچے تاکہ وہ اُس سے نفرت نہ کرنے لگے یا اُسکی عقل خبط نہو اور اس ادب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیا کے گروہ ہین ہمکو یہ حکم ہے کہ لوگونکو اُنکے مرتبون مین رکھین اور اُنکی عقلونکے بموجب اُنسے گفتگو کرین۔ تو اُستاد کو بھی چاہیے کہ شاگرد کے سامنے حقیقت کسی امر کی اُسوقت ظاہر کرے کہ اُسکو معلوم ہو جاوے کہ شاگرد اسکو اچھی طرح سمجھ جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہے کہ جسکو اُنکی سمجھ نہین پہونچتی تو اُن مین کچھ لوگونپر فتنہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اسمین بہت سے علوم ہین بشرطیکہ اُنکے سمجھنے والے ہون یعنی مین اُن کو اسلیے اظہار نہین کرتا کہ اُن علوم کا کوئی متحمل نہین اور آپ نے سچ فرمایا کہ نیک بندونکے دل بھیدونکی قبرین ہین اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو نہ چاہیے کہ جو کچھ جانتا ہو اُسکو ہر کسی سے کہدے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ طالب علم اُسکو سمجھتا ہو مگر اُس سے فائدہ لینے کا اہل نہو اور جس صورت مین کہ سمجھتا ہی نہو تب تو بطریق اولی ذکر کرنا اُسکے آگے نہ چاہیے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جواہر کو سورون کی گردن مین مت ڈالو کہ حکمت جوہرون سے بہتر ہے اور جو شخص اُسکو بُرا جانتا ہے وہ سورون سے بدتر۔ اور اسی جہت سے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ ہر شخص کو اُسکی عقل کے پیمانیکے بموجب ناپو اور اُسکی سمجھ کی ترازو کے بموجب اُسکے لیے سخن سنج ہو تاکہ تم اُس سے بچے رہو اور وہ تمسے نفع پاوے ورنہ وہ تنگی حوصلہ کے سبب نہ مانیگا اور کسی شخص نے ایک عالم سے کوئی بات پوچھی اُسنے جواب نہ دیا سائل نے کہا کہ تمنے سنا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص علم مفید کو چھپاویگا روز قیامت مین اُسکے منہ مین آگ کی لگام دیجاویگی عالم نے جواب دیا کہ لگام کو رہنے دو اور چلے جاؤ اگر کوئی سمجھنے والا آویگا اور اُس سے مین چھپاؤنگا تو وہ مجھکو لگام دیویگا اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ولا تؤتوا السفہاء اموالکم اسمین بھی یہی تنبیہ ہے کہ علم جس شخص کو خراب کرے اور ضرر پہونچاوے اُسکو اس سے باز رکھنا بہتر ہے اور غیر مستحق کو چیز کے دینے مین بہ نسبت مستحق کے نہ دینے کے کچھ ظلم کم نہین بلکہ دونون ظلم برابر ہین چنانچہ کسی نے قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ بسند ضعیف ۱۲

یعنی مت دو اپنے اموال بیوقوفون کو اپنے مال ۱۲

سلک گہر کو کرکے مین جو انو مین نثار ٭ غمگین کیون ہون گر مجھے راحی کہین ہزار ٭ چروا ہونکو ہو جبکہ کب جوہر ونکی قدر ٭ دانستہ انکو کیسے بناؤن گدھونکا ہار ٭
گر فضل سے خدا کے کریم و لطیف کے ٭ علم و ہنر کا اہل کوئی ہو وے آشکار ٭ تب قفل اس خزانیکا کھولون براہ مہر ٭ ورنہ چھپاؤن اسکو مین جون گرشاہوار ٭
تعلیم جو کوئی کرے ناکس کو ہے بیاد ٭ گر اہل کو سکھائے نہ کچھ ہے ستم شعار ٭ ساتوان ادب یہ ہے کہ جب شاگرد کا حال معلوم ہو جاوے کہ کم سمجھ ہے تو
اُستاد کو چاہیے کہ اُسکو موٹی بات جو اُسکے لائق ہو بتا وے اور اُس سے یہ نہ کہے کہ یہین کوئی دقیق بات بھی ہے جو ہمنے تجکو نہین بتائی کیونکہ اس
کہنے سے شاگرد کی رغبت اُس موٹی بات مین پھیکی پڑجاویگی اور اُسکے دل کو پراگندگی ہوگی اور یہ وہم کریگا کہ مجکو بتانے سے دریغ کرتے ہین
کیونکہ اپنے گمان مین ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ مین ہر ایک علم دقیق کا قابل ہون اور ہر شخص خدا تعالیٰ سے اس بات پر راضی ہے کہ میری
عقل کامل بنائی اور بڑا احمق اور کم عقل وہ ہے جو اپنی عقل کے کامل ہونیسے زیادہ خوش ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام مین سے
اگر کوئی شخص شرع کا پابند ہو اور جو عقیدے کہ سلف سے منقول ہین بلاتشبیہ اور بدون کسی تاویل کے اُسکے دل مین جمے ہون اور باوجود
اسکے اُسکا باطن بھی اچھا ہو اور اُسکی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہو تو ایسے شخص کے اعتقاد کو پریشان نہ کرنا چاہیے بلکہ اُسکو اُس کے
کام مین مشغول رہنے دینا چاہیے اسلیے کہ اگر اُسکے سامنے ظاہر کے تاویلات ذکر کیے جاوین تو عوام کی بندش سے نکلجاویگا اور خواص مین
داخل ہونا اُسکو میسر نہوگا تو جو آڑ اسمین اور گناہون مین تھی وہ دور ہو جاویگی پھر پورا شیطان سرکش بنکر اپنے آپ کو اور غیرون کو
ہلاک کریگا پس عوام کے سامنے باریک علمون کی حقیقتین بیان ہی نہ کرنی چاہیین بلکہ اُنکو تو صرف عبادات اور جن کامون مین وہ
ہون انمین ایمانداری کی تعلیم کرنی مناسب ہے اور قرآن کے مضمون کے بموجب جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے اُنکے دلون کو پُر کرنا
چاہیے اور کسی شبہہ کی تحریک اُنکے سامنے نکیجاوے کہ اکثر شبہہ اُنکے دلمین اٹک رہتا ہے اور اُسکا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے
ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہین حاصل یہ کہ عوام کے لیے باب بحث مفتوح نکرنا چاہیے ورنہ اُنکو اُنکے کام سے کھو دینا ہے جسپر کہ مدار خلق کے قائم
رہنے اور خواص کی زندگی جاوید کا ہے آٹھوان ادب یہ ہے کہ اُستاد اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہو ایسا نہو کہ کہے کچھ اور کرے کچھ اسلیے کہ علم
تو دل کی آنکھ سے معلوم ہوتا ہے اور عمل ظاہر کی آنکھ سے اور ظاہر بین لوگ بہت سے ہین تو اگر عمل علم کے خلاف کریگا تو ہدایت نہوگی اور
جو شخص خود ایک کام کو کرے اور دوسرونکو کہے کہ اُسکو نہ کرو کہ زہر قاتل ہے تو لوگ اُس سے تمسخر کرینگے اور تہمت اُسکا دینگے اور اُس کام کے کرنیکے
زیادہ حریص ہونگے اور کہینگے کہ اگر یہ کام اچھا اور مزہ دار نہوتا تو اُستاد جی کیون اختیار کرتے اور اُستاد کو اگر شاگرد کے لحاظ سے دیکھو تو ایسا ہے جیسا نقش کا
حال نگارے کی نسبت کر اور لکڑی سایہ کے لحاظ سے تو جس چیز مین خود نقش نہوگا وہ نگارے مین کیسے نقش کریگی اور لکڑی اگر خود سیدھی نہوگی تو اُسکا
سایہ کیسے سیدھا ہوگا اسی لیے کسی نے اس مضمون مین شعر کہا ہے شعر ٭ کرو اُس سے جسمین تو مشغول ہے ٭ یہ بڑا عیب ہے ٭ اور امر نامعقول ہے
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور یہین وجہ گناہ ہونیکا و بال عالم پر بنسبت جاہل کے زیادہ ہے اسوجہ سے
کہ عالم کے مبتلا ہونیسے ایک عالم مبتلا ہو جاتا ہے اور لوگ اُسکی پیروی کرتے ہین اور جو شخص کہ کوئی طریق بد نکالتا ہے تو اُسپر اُسکا گناہ اور جو کوئی
اس طریق پر چلے اُنکا گناہ ہوتا ہے اور اسی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دو شخصون نے میری کمر توڑی ایک تو اُس عالم نے اپنی عزت
کھو دی ہو اور علانیہ مرتکب گناہ ہو دوسرے اُس جاہل نے کہ زاہد بن رہا ہو اسلیے کہ جاہل اپنے زاہد بننے سے لوگونکو دھوکا دیتا ہے اور عالم [illegible]

خطا سے مغالطہ دیتا ہے واللہ اعلم۔ **چھٹی فصل علم کی آفتوں اور علماے آخرت اور علماے بد کی علامتوں کے بیان میں۔** علم اور علما کے فضائل
میں جو کچھ وارد ہوا ہے اُسکو تو ہم بیان کر چکے ہیں اور علماے بد کے باب میں بہت سخت وعید آئی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں عذاب
زیادہ تر سخت اور لوگوں کی نسبت کر انھیں پر ہوگا اسلیے جاننا اُن علامتوں کا جو علماے آخرت اور علماے دنیا کو علیحدہ کر دیں بہت ضرور
ہوا اور ہماری غرض علماے دنیا سے علماے بد ہیں جنکی غرض علم سے دنیا میں چین اُڑانا اور اہل دنیا کے نزدیک جاہ و منزلت کا ذریعہ ہو جانا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کو سب لوگوں کی نسبت کر سخت تر عذاب اُس عالم پر ہوگا کہ اللہ تعالی نے اُسکو اُسکے علم سے نفع
نہ دیا ہو اور فرمایا آدمی عالم نہیں ہوتا جبتک کہ اپنے علم پر عامل نہو اور فرمایا العلم علمان علم علی اللسان فذلک حجۃ اللہ تعالی علی ابن آدم وعلم
فی القلب فذلک العلم النافع اور فرمایا کہ آخر زمانہ میں عابد جاہل ہونگے اور علما فاسق اور فرمایا علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اُس سے علما
کے ساتھ فخر کرو اور بیوقوفوں سے بحث کرو اور لوگوں کے منھ اپنی طرف پھیر دو اور جو کوئی ایسا کریگا تو وہ دوزخ میں جاویگا۔ اور فرمایا جو
شخص اپنے پاس کے علم کو چھپاوے اُسکو خدا تعالی آگ کی لگام دیگا۔ اور فرمایا البتہ میں دجال کی نسبت کر غیر دجال سے تمپر زیادہ خوف
کرتا ہوں کسی نے عرض کیا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ گمراہ کرنے والے اماموں سے ڈرتا ہوں۔ اور فرمایا جو شخص علم میں زیادہ ہو اور ہدایت
میں زیادہ نہو وہ اللہ تعالی سے دوری میں زیادہ ہوگا۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کبتک آخر شب میں چلنے والوں کے لیے
تم راستہ صاف کروگے اور خود حیرت والوں کے ساتھ کھڑے رہوگے غرضکہ یہ اخبار اور اُنکے سوا اور بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ
علم کا خطر بڑا ہے اسلیے کہ عالم یا تو ہلاک ابد کا متعرض ہوتا ہے یا سعادت جاوید کا اور علم میں خوض کرنے سے اگر سعادت نپاویگا تو سلامت رہنے
سے بھی محروم رہیگا اور آثار بھی اس باب میں بہت ہیں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجکو اس امت پر زیادہ تر خوف منافق علم والے کا ہے
لوگوں نے عرض کیا کہ منافق کس طرح علیم ہو سکتا ہے فرمایا کہ زبان کا علیم ہو اور دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل اور حضرت حسن بصریؒ کا
قول ہے کہ تو اُن لوگوں میں نہو کہ علم اور ظرافت کو مثل علما اور حکما کے رکھتے ہوں اور عمل میں بیوقوفوں کے برابر ہوں۔ اور ایک آدمی نے
حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ میں علم سیکھنا چاہتا ہوں مگر ڈر ہے کہ میں اُسکو ضائع نکروں آپ نے فرمایا کہ علم کو ضائع کرنے کے لیے تمھارا
چھوڑ بیٹھنا ہی کافی ہے اور ابراہیم بن عتبہ سے کسی نے کہا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ ندامت کس کو ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ دنیا میں
تو اُسکو ہوتی ہے جو ایسے شخص پر احسان کرے کہ اُسکا مشکور نہو اور موت کے وقت اُس عالم کو ہوگی جسنے عمل میں کوتاہی کی ہے اور خلیل
بن احمد نے کہا ہے کہ آدمی چار ہیں ایک وہ کہ واقع میں جانتا ہے اور جانتا ہے کہ میں جانتا ہوں تو وہ شخص عالم ہے اُسکا اتباع کرو اور ایک
وہ کہ جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جانتا ہوں تو وہ سونیوالا ہے اور اُسکو ہشیار کرو اور ایک وہ کہ نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ نہیں جانتا ایسا
شخص طالب ہدایت کے قابل ہے اُسکو ہدایت کرو اور ایک وہ کہ نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ نہیں جانتا تو وہ جاہل ہے اُسکو ترک کردو اور حضرت
سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کو پکارتا ہے اگر عمل نے مان لیا تو خیر ورنہ علم رخصت ہوتا ہے۔ اور ابن مبارک فرماتے ہیں کہ آدمی
جبتک طالب علم رہتا ہے تب تک عالم ہوتا ہے اور جب یہ گمان کرتا ہے کہ میں جان چکا تو جاہل ہو جاتا ہے۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ مجکو تین شخصوں پر ترس آتا ہے ایک وہ شخص کہ اپنی قوم میں عزت رکھتا تھا اور ذلیل ہو گیا اور ایک وہ کہ قوم میں تونگر تھا اور مفلس

جابر بسند صحیح ۱۲
ع حاکم بروایت
انس باسناد ضعیف ۱۲
ع ابن ماجہ
بروایت جابر رضی
ع احمد بروایت

ہو گیا اور ایک وہ عالم جس سے دنیا کھیل کرتی ہو اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ علما کا عذاب دل کا مر جانا ہو اور دل کی موت
یہ ہو کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو اور پھر ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہو قطعہ عجب ہو اُس سے جو دیکر ہدایت لیوے گمراہی +
جو دین کو دیکے دنیا لے تو ہی زاید عجب اُس سے + دلے اُن دونون سے زاید تعجب اُس سے ہو مجکو + کہ بدلے غیر کی دنیا کے
اپنے دین کو بیچے + اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان العالم لیعذب عذابا یطوف به اہل النار استعظاما لشدۃ عذابہ اس مین
مراد عالم بدکار سے ہو اور اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ یون فرماتے تھے یؤتی بالعالم یوم
القیامۃ فیلقی فی النار فتندلق اقتابہ فیدور بہا کما یدور الحمار بالرحی فیطوف بہ اہل النار فیقولون مالک فیقول کنت آمر بالخیر ولا آتیہ وانہی
عن الشر وآتیہ اور معصیت کے سبب سے عالم کے عذاب کے مضاعف ہونیکی وجہ یہ ہو کہ اُسنے دانستہ نافرمانی کی اور اسی لیے خدا تعالی
فرماتا ہو ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنے منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے مین رہین گے اسلیے کہ اُنھون نے
علم کے بعد انکار کیا ہو اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے یہودیون کو نصاری سے بدتر فرمایا باوجودیکہ اُنھون نے خدا تعالی کو ثالث ثلثہ
تیسرا تین مین کا نہین کہا مگر چونکہ اُنھون نے علم کے بعد انکار کیا چنانچہ خود فرماتا ہو یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم اسکو جانتے ہین جیسا اپنے
بیٹون کو جانتے ہین اور دوسری جا ارشاد ہو فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین اسلیے بڑے ٹھہرے۔ اور بلعام بن باعورا کے قصے
مین ارشاد ہو واتل علیہم نبا الذی آتیناہ آیاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض
واتبع ہواہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث یہی حال عالم بدکار کا ہو بلعام کو بھی کتاب اللہ ملی تھی مگر وہ شہوات مین جم گیا اسلیے کتے
کے ساتھ تشبیہ دیا گیا کہ برابر ہو اُسکو حکمت ملی یا نہ ملی وہ شہوات کی طرف ہانپتا ہو۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ علماے بد کی مثال
ایسی ہو جیسے کوئی پتھر نہر کے مُنھ پر رکھ دیا جاوے کہ وہ نہ خود پانی پیوے نہ پانی کو بہنے دے کہ کھیتی مین جاوے اور علماے بد کی مثال ایسی ہو جیسے
باغون مین کے پختہ نالے کہ باہر گچ ہو اور اندر بدبو یا قبرون جیسے ہین کہ اوپر سے آباد ہین اور اندر مردون کی ہڈیان ہین۔ پس ان اخبار اور آثار سے
معلوم ہوتا ہو کہ جو عالم دنیا دارون مین سے ہو وہ جاہل کی نسبت کہیں رذیل حال اور سخت عذاب مین ہوگا اور جو لوگ فلاح کو پہونچنے والے اور
مقرب ہین وہ آخرت کے عالم ہین اور اُنکی بہت سی علامتین ہین ایک یہ کہ اپنے علم کی جہت سے دنیا کی طلب نکرے اسلیے کہ کمتر درجہ عالم کا یہ ہو
کہ دنیا کی حقارت اور خست اور کدورت اور ناپایداری اور آخرت کی بزرگی اور پایداری اور اُسکی نعمتون کی صفائی اور اُسکی سلطنت کی
بڑائی معلوم کرے اور جان لے کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مثل دو سوتون کے ہین کہ جب ایک کو راضی کرو تو دوسری ناخوش ہو
اور ترازو کے دو پلون کی طرح ہین کہ جتنا ایک جھکے اُتنا ہی دوسرا اُٹھے یا مشرق و مغرب جیسے ہین کہ جتنا ایک سے پاس ہو اُتنا ہی دوسرے
دور ہو یا دو پیالون کی طرح ہین جنمین ایک بھرا ہو اور ایک خالی تو جسقدر بھرے ہوے مین سے خالی مین اُسکے بھرنے کو ڈالو گے اُتنا ہی بھرا ہوا
خالی ہوگا۔ اور جو شخص کہ دنیا کی حقارت اور اُسکی کدورت اور اُسکے نوش کا نیش کے ساتھ نہین جانتا اور نہ یہ جانے کہ جو لذت دنیا کی
صاف بے خلش ہوتی ہو وہ بھی کچھ مدت ہو کر گذر ہی جاتی ہو تو ایسا شخص عقل مین فساد رکھتا ہو اسلیے کہ دیکھنا اور تجربہ امر مذکور ثابت ہو تو
جس شخص کو عقل ہی نہو وہ علما مین سے کسطرح ہوگا اور جو شخص کہ امر آخرت کی بزرگی اور پایداری کو نہین جانتا وہ کافر مسلوب الایمان ہو جسکا

جیسے کتا اُسپر تو لانہ تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے ۱۲ سے ۵ یہ اسلیے کہا کہ وہان کے لوگون کا دستور ہو کہ پاخانہ باغون مین پھیرتے ہین ۱۲

ایمان ہی نہین وہ عالم کیسے ہوگا اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ضد ہونا نہین جانتا اور یہ کہ ان دونون کو جمع کرنا ایک طمع بے سود ہی تو وہ
سب انبیا کی شریعتون سے ناواقف ہی وہ قرآن مجید کا اول سے آخر تک منکر ہی تو ایسا شخص بھی علما مین شمار نہین ہو سکتا اور جو شخص ان سب
باتون کو جان کر آخرت کو دنیا پر اختیار نہ کرے تو وہ شیطان کا قیدی ہی کہ اُسکی شہوت نے اُسکو تباہ کر دیا اور بدبختی اُسپر غالب آ گئی تو جن لوگون کے
یہ درجے ہون وہ علما کے زمرہ مین کیسے متصور ہو سکتے ہین اور حضرت داؤد علیہ السلام کی روایات مین اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسطرح مروی ہی کہ عالم
جسوقت اپنی شہوت کو اختیار کرتا ہی تو ادنی بات اُسکے ساتھ مین یہ کرتا ہون کہ اُسکو اپنی مناجات کے مزے سے محروم کر دیتا ہون ای داؤد میری کیفیت
ایسے عالم سے مت پوچھنا جسکو دنیا نے متوالا کر دیا ہو ورنہ وہ تجھکو میری محبت کی راہ سے روک دیگا اس قسم کے لوگ میرے بندونکے حق مین
راہزن ہین ای داؤد جب تو کوئی میرا طالب دیکھے تو اُسکا خادم بن اے داؤد جو شخص کسی بندے بھاگے ہوے کو میری طرف ہٹا لاتا ہی مین
اُسکو بڑا ہوشیار خبردار لکھتا ہون اور جسکو ایسا لکھ لیتا ہون اُسکو کبھی عذاب نہین کرتا اور اسی جہت سے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہی کہ علما کی
سزا دل کا مرجانا ہی اور دل کی موت عمل آخرت کے عوض مین دنیا کا طلب کرنا ہی اور یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہین کہ جب علم اور حکمت سے
دنیا طلب کی جاتی ہی تو اُنکی جوت جاتی رہتی ہی اور سعود بن مسیبؒ نے فرمایا ہی کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ بات کا افشا کرتا ہی تو وہ چور ہی اور حضرت
عمرؓ نے فرمایا ہی کہ جب تم عالم دنیا کا خواہان دیکھو تو تم اُسکو دین مین متہم جانو اسلیے کہ خواہشمند کسی چیز کا اپنی خواہش کی چیز ہی مین گھسا رہتا ہی
اور مالک بن دینار کا قول ہی کہ مین نے بعض پہلی کتابون مین پڑھا ہی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ عالم جب دنیا کی محبت کرتا ہی تو سب سے ادنی
امر مین اُسکے ساتھ یہ کرتا ہون کہ اپنی مناجات کی حلاوت اُسکے دل مین سے نکال لیتا ہون۔ اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تجھکو علم
عنایت ہوا ہی اپنے علم کے نور کو گناہون کے اندھیرے سے مت بجھانا ورنہ جس روز اہل علم اپنے علم کے اُجالے مین چلین گے تو تاریکی مین
رہیگا۔ اور یحییٰ ابن معاذ رازیؒ علماے دنیا کو یون کہا کرتے تھے کہ علم والو تمھارے محل قیصر کے سے ہین اور مکانات کسریٰ کے سے اور کپڑے
بہت ٹیپ ٹاپ کے اور موزے جالوت کی طرح کے اور سواریان قارون کی سی اور برتن فرعون کے سے اور گناہ جاہل کی طرح کے اور مذہب
شیطان کے ہین تو شریعت محمدی کہان ہی کسیکا شعر ہی شعر گلہ زگرگ سے راعی بچاتے ہین گلہ پر وہ جو خود ہی وہ بنجا ئین گرگ تب کیا ہو
اور کسی دوسرے نے کہا ہی شعر نمکین کلام بولے اگر کچھ ہو اُسکو یاد مصلح نمک کا کیا ہی بڑے اُنہین جب فساد اور کسی شخص نے ایک عارف سے پوچھا کہ آپکے
نزدیک جس شخص کو گناہ ہونے سے راحت ہوتی ہی کیا وہ خداتعالیٰ کو نہین پہچانتا اُنھون نے فرمایا کہ مین تو اس بات مین شک نہین کرتا کہ جسکے نزدیک دنیا
بنسبت آخرت کے ترجیح رکھتی ہی وہ بھی خداتعالیٰ کو نہین پہچانتا حالانکہ یہ شخص بنسبت پہلے شخص کے بہت کم ہی۔ اور یہ مت گمان کرنا کہ مال کا ترک کرنا
علماے آخرت مین ملنے کے لیے کافی ہی اسلیے کہ جاہ کا ضرر مال سے زیادہ ہی اور اسیوجہ سے بشرؒ نے کہا ہی کہ لفظ حدثنا جو روایت کے لیے
کہا جاتا ہے دنیا کے دروازون مین سے ایک دروازہ ہی جب تم کسی کو حدثنا کہتے ہوے سنو تو وہ یہ کہتا ہی کہ مجھکو جگہ دو اور انھین بزرگ نے
کچھ اوپر دس بستے کتابون کے دفن کر دیے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو خواہش ہی کہ حدیث بیان کرون اگر یہ خواہش جاتی رہے تو حدیث بیان کرون
اور اُنھون کا یا اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب تم کو خواہش ہو کہ حدیث کہو تب خاموش ہو رہو اور جب خواہش نہو تب بیان کرو
اور اسکی وجہ یہ ہی کہ تعلیم اور ارشاد کا منصب ملنے سے جاہ کی لذت تمام دنیاوی لذتون سے بڑھکر ہی تو جو اپنی خواہش کی باتون مین مانیگا وہ

عم اصلح نیست [illegible] علما [illegible] شہر [illegible] بڑے طعام [illegible] ہوتا ہے ۱۲ اسمٰعیل

دنیا داروں میں سے ہوگا اور اسی لیے سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث کا فتنہ مال و اہل اور اولاد کے فتنہ سے بڑھکر ہے اور کیونکر اسکا فتنہ
قابل خوف نہو کہ سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا اور سہل تستری فرماتے ہیں
کہ سب دنیا ہے اُسمیں سے آخرت صرف اسپر عمل کرنا ہے اور عمل بالکل گرد ہے سوائے اخلاص کے اور یہ بھی انھیں کا ارشاد ہے کہ آدمی عالموں کے
سوا سب مردے ہیں اور عالم عاملوں کے سوا سب متوالے ہیں اور عامل اخلاص والوں کے سوا سب مغالطہ میں پڑے ہیں اور اخلاص
والوں کو یہ ڈر ہے کہ انکا انجام کیا ہوگا۔ اور ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی حدیث کو طلب کرے یا نکاح کرے یا طلب معاش کے لیے
سفر کرے تو وہ دنیا کا مائل ہو چکا اُسمیں اُنکی غرض طلب حدیث سے اونچی سندیں طلب کرنی یا ایسی حدیث کی طلب کہ جسکی آخرت میں حاجت
نہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی رفتار اپنی آخرت کی طرف ہو اور وہ دنیا کی راہ کیطرف متوجہ ہو تو وہ اہل علم کیونکر
ہوگا اور جو شخص کلام کا طالب اسلیے ہو کہ اُس سے اخبار کرے نہ اس غرض سے کہ اُسپر عمل کرے تو وہ اہل علم کیسے ہوگا۔ اور صالح بن حسان
نفری کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے اکابر اساتذہ سے ملاقات کی وہ سب اللہ سے پناہ مانگتے تھے بدکار عالم حدیث سے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] من طلب علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ تعالیٰ لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ اور
اللہ تعالیٰ نے علماے بد کا وصف یہ فرمایا کہ علم کے باعث دنیا کھاتے ہیں اور علماے آخرت کی صفت فروتنی اور زہد سے فرمائی چنانچہ
دنیا کے عالموں کے باب میں یہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا
قلیلا اور علماے آخرت کی شان میں یہ فرمایا وان من اہل الکتب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بایت
اللہ ثمنا قلیلا اولئک لہم اجرہم عند ربہم اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ علما انبیا کے جتھے میں اُٹھیں گے اور قاضیوں کا حشر سلاطین کے
زمرہ میں ہوگا اور جس فقیہ کا قصد اپنے علم سے دنیا کی طلب ہو وہ بھی قاضیوں کے حکم میں ہے۔ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیا کو وحی بھیجی کہ تو اُن لوگوں سے جو دین کے سوا اور چیز کے لیے فقہ پڑھتے ہیں اور
عمل نہ کرنے کے لیے علم سیکھتے ہیں اور آخرت کے عمل سے دنیا کو طلب کرتے ہیں لوگوں کی نظروں میں بکریوں کی کھال پہنتے ہیں اور اُن کے
دل بھیڑیوں کے سے ہیں زبان اُنکی شہد سے میٹھی اور دل ایلوا سے زیادہ کڑوے ہیں مجھی کو فریب دیتے ہیں اور مجھی سے ٹھٹھول کرتے ہیں
یہ بات کہدے کہ میں اُنکے لیے ایسا فتنہ برپا کرونگا جس سے حلیم بھی حیران رہ جائے۔ اور ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے عالم دو شخص ہیں ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو علم دیا اور اُسنے اُسکو لوگوں میں خرچ کیا
اور اُسپر کچھ مال کی حرص نہ کی اور اُس سے تھوڑا سا مول لیا تو ایسے شخص پر اوپر کے پرند اور سمندر کی مچھلیاں اور زمین کے چوپائے اور
کراما کاتبین سب رحمت بھیجتے ہیں اور وہ قیامت میں خداتعالیٰ کے پاس سید اور شریف ہوکر آویگا یہانتک کہ رسولوں کے ہمراہ ہوگا اور ایک وہ کہ اللہ
تعالیٰ نے اُسکو علم دیا مگر اُسنے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اُسپر بخل کیا اور مال کی طمع کی اور اُسکے عوض میں تھوڑا سا مول لیا تو ایسا شخص قیامت کو
آگ کی لگام دیا ہوا آویگا اور ایک پکارنیوالا خلق کے سامنے پکاریگا کہ یہ فلاں ہے فلاں کا بیٹا اُسکو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم دیا مگر اُسنے علم پر بخل
کیا اور اُسکے بندوں کو نہ سکھایا اور طمع کا دامن پھیلایا اور علم کے عوض تھوڑا سا مول لیا اُسکو عذاب ہوگا یہانتک کہ سب آدمیوں کے حساب

[1] جو شخص طلب کرے ایک علم ان علوم میں سے کہ انکا باعث خداتعالیٰ کی رضا طلب کیجاتی ہے اور طلب سے اسکی غرض یہ ہو کہ دنیا کا کچھ مال مل جائے تو وہ قیامت کے روز جنت کی بو نہ پاویگا ۱۲ ابوداود اور ابن ماجہ

[2] ابن عبد البر بسند ضعیف ۱۲

[3] طبرانی بسند ضعیف

اور اگر ہم تجھکو نہ ثابت قدم رکھتے تو ایسا ہو چلا تھا کہ تو انکی طرف کچھ تھوڑا سا جھکے

فراغت ہو جاوے۔ اور اس سے بھی سخت یہ روایت ہی کہ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا لوگون مین کہنے
شروع کیا کہ مجھسے موسیٰ صفی اللہ نے ایسا کہا اور موسیٰ نجی اللہ نے یون فرمایا اور موسیٰ کلیم اللہ نے یون ارشاد کیا یہانتک کہ اُسکے پاس
بہت سا مال ہو گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسکو نہ دیکھا تو اسکا حال پوچھنا شروع کیا مگر کہین اُسکا سراغ نہ ملا یہانتک کہ ایک
روز ایک شخص آپ کی خدمت مین ایک سور کے گلے مین سیاہ رسّی ڈالے ہوئے لایا اور عرض کیا کہ آپ فلان شخص کو جانتے ہین آپنے
فرمایا کہ ہان اُسنے کہا کہ یہ سور وہی شخص ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو اُسکو اصلی صورت پر کر دے تاکہ مین
اس سے پوچھون کہ کس بات سے اس نوبت کو پہونچا اللہ تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ اگر تم اُن صفات سے مجکو یاد کروگے جو آدم سے لیکر
آجتک کے انبیا اور اولیا نے مجکو اُن صفات سے پکارا ہی تب بھی مین اس بات کو نہ مانونگا لیکن جس سبب سے مین نے اسکی صورت مسخ کی
ہی وہ بتائے دیتا ہون کہ یہ شخص دین کے بدلے مین دنیا طلب کیا کرتا تھا۔ اور اس سے بھی سخت تر روایت وہ ہی جو معاذ بن جبل سے
مروی ہی موقوفاً اور ایک روایت مین مرفوعاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی مصیبت یہ ہی کہ بولنا اُسکے نزدیک سننے سے
اچھا ہو حالانکہ تقریر مین زینت اور زیادتی ہو جاتی ہی اور صاحب تقریر خطا سے مامون نہین اور خاموشی مین سلامتی اور علم ہی اور علما مین سے
ایک وہ ہی کہ اپنے علم کو جمع کر رکھتا ہی یہ نہین چاہتا کہ وہ دوسرے کے پاس بھی موجود ہو تو وہ شخص دوزخ کے اول طبقے مین ہوگا اور ایک
وہ ہی کہ اپنے علم مین بادشاہ کی طرح ہو کہ اگر اُسپر کچھ اعتراض کیا جاوے یا اُسکے حق مین کچھ سستی کیجاوے تو آگ بگولا ہو جاوے یہ شخص
دوزخ کے دوسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہی کہ اپنے علم اور عمدہ حدیثوں کو خاص شرفا اور دولت والون کے لیے کر دیتا ہے اور جنکو اُنکی
حاجت ہوتی ہی اُنکو اہل نہین جانتا یہ شخص دوزخ کے تیسرے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہی کہ اپنے آپکو فتوی کے لیے ٹھہرالیتا ہی اور سخت حکم
کر دیتا ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ تکلف والون سے بغض رکھتا ہی یہ شخص دوزخ کے چوتھے طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہی کہ یہود اور نصاریٰ
کی بولیان بولتا ہی تاکہ اپنے علم کو زیادہ کرے ایسا شخص پانچوین طبقے مین ہوگا اور ایک وہ عالم ہی کہ اپنے علم کو لوگون مین بلندی اور بڑائی
اور مروت ٹھہراتا ہی وہ چھٹے طبقے مین رہیگا اور ایک وہ ہی کہ کبر اور عجب کو خفیف جانتا ہی اگر وعظ کہتا ہی تو درشتی کرتا ہی اور اگر اُسکو کوئی نصیحت
کرتا ہی تو ناک چڑھاتا ہی ایسا شخص دوزخ کے ساتوین طبقے مین ہوگا اور تجکو چاہیے کہ علم مین خاموشی اختیار کرے تاکہ شیطان پر غالب ہو
اور بدون کسی عجیب بات کے خندہ ہرگز نہ کر اور نہ بدون حاجت کے اپنی جگہ سے ہل اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ ان العبد لینشر لہ من
الثناء ما بین المشرق والمغرب وما یزن عند اللہ جناح بعوضۃ اور روایت ہی کہ حضرت حسن بصری مجلس وعظ سے اُٹھے ایک خراسان کے
شخص نے ایک گٹھری جسمین پانچ ہزار درم اور دس تھان باریک کپڑے کے تھے آپکی نذر کیے اور عرض کیا کہ درم تو خرچ کے لیے ہین اور کپڑا
پہننے کو آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمکو عافیت سے رکھے یہ خرچ اور تھان اُٹھالو اپنے ہی پاس رہنے دو ہمکو اسکی حاجت نہین جو شخص میرے سے
مجلس مین بیٹھے اور اس جیسی نذر قبول کرے وہ جس روز اللہ تعالیٰ کے سامنے جاویگا تو دین سے بے بہرہ جاویگا۔ اور جابر سے موقوفاً اور
مرفوعاً روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو کہ پانچ امور سے پانچ چیزونکی
طرف بلاوے اول شک سے یقین کی جانب دوم ریا سے اخلاص کی طرف سوم دنیا کی خواہش سے زہد کی طرف چہارم کبر سے تواضع

اندلیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیامۃ ولا یزن عند اللہ جناح بعوضۃ یعنی آدمی قیامت کے روز بڑا اور موٹا آویگا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے بازو کے برابر بھی نہ ہوگا ۱۲

کی جانب پیچھے عداوت سے خیر خواہی کی طرف اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی فخرج علے قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یا لیت لنا مثل
ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم ۵ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا ولا یلقہا الا الصابرون اس آیت مین اہل علم کی
صفت دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے اور اختیار کرنے کی فرمائی اور ایک علامت آخرت کے علما کی یہ ہی کہ اُسکا فعل قول کے خلاف نہو بلکہ کوئی چیز
کرنے کو جبھی کہے کہ جب اول اُسکا خود عامل ہولے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون
اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ اور دوسری جا واتقوا اللہ واعلموا اور
بعض جا واتقوا اللہ واسمعوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے مریم کے بیٹے تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت پذیر
ہو جاوے تب لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھسے حیا کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مررت لیلۃ اسری بی باقوام کان تقرض شفاہم بمقاریض
من نار فقلت من انتم فقالوا کنا نامر بالخیر ولا ناتیہ وننہی عن الشر وناتیہ اور فرمایا کہ میری امت کی بربادی عالم بدکار اور عابد جاہل ہی اور سب برون مین
کے برے علماے بد ہین اور سب اچھون سے اچھے علماے بہتر ہین۔ اور اوزاعی کہتے ہین کہ نصاریٰ کے مقبرون نے جناب الٰہی مین شکایت
کی کہ کفار کے مردون کی بدبو ہم کو بہت ستاتی ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم بھیجا کہ علماے بد کے پیٹ مین زیادہ بدبو ہی اُس بدبو سے جو تمہارے اندر ہی
اور فضیل بن عیاض فرماتے ہین کہ ہمنے ایسا سنا ہی کہ قیامت مین بت پرستون سے پیشتر علماے بد کا حساب ہوگا۔ اور ابو درداؓ نے فرمایا ہے کہ جو
شخص نہین جانتا اُسکو تو ایک دفعہ ہلاکی ہی اور جو جانتا ہی اور عمل نہین کرتا اُسکے لیے سات بار خرابی ہی۔ اور شعبیؒ نے فرمایا ہی کچھ لوگ جنت کے دوزخ
کے بعض لوگونکو دیکھکر کہینگے کہ تم دوزخ مین کس لیے گئے ہمکو تو خدا تعالیٰ نے تمہاری تعلیم اور تادیب کے طفیل سے جنت مین داخل کیا وہ کہینگے
کہ ہم اورونکو خیر کا حکم کرتے تھے خود نیک کام نہ کرتے تھے۔ اور حاتم اصمؒ نے فرمایا ہی کہ قیامت مین اُس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہوگی
جسنے لوگون کو سکھایا اور لوگون نے اُسپر عمل کیا اور خود اُسنے عمل نہ کیا تو لوگ تو اُسکے سبب سے اپنے مقصد کو پہونچ گئے اور وہ خود تباہ ہو گیا
اور مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہی کہ عالم جب اپنے علم کے بموجب عمل نہین کرتا تو اُسکی نصیحت دلونپر ایسی رپٹ جاتی ہی جیسے قطرہ چکنے پتھر پر سے ڈھل
جاتا ہی اور پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ کرتے ہو نا صحو لوگونکو نصیحت تو مگر + عیب اُنمین جو بتاتے ہو وہ خود کرتے ہو +
کیا ہوا جہد اگر اُنکے لیے پند مین کی نصیحت کرنے سے جسوقت نہین ڈرتے ہو + دنیا اور مائل دنیا کو برا کہتے ہو لیک + اُسپہ سب لوگون سے
زیادہ تو تمھین مرتے ہو + اور کسی دوسرے کا شعر ہی شعر منع کرتے ہو جس قصور سے تم ننگ ہی تمکو گر کرو اُسکو + اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہین
کہ مکہ معظمہ مین میرا گذر ایک پتھر پر ہوا جسپر یہ لکھا تھا کہ مجکو الٹ کر عبرت حاصل کر جب اُسکو پلٹا تو اُسپر یہ لکھا تھا کہ تو جو کچھ جانتا ہی اُسپر تو عمل
کرتا ہی نہین پس ایسی چیز کا علم کیسے طلب کرتا ہی جو تجکو معلوم نہین ہے اور ابن سماکؒ نے فرمایا ہی کہ بہت سے لوگ ایسے ہین کہ خدا کی یاد دلاتے ہین
اور خود اُسکو بھولے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ سے ڈراتے ہین اور خود اُسپر دلیر ہین اور بہت اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرنیوالے ہین کہ خود اُس سے
دور ہین اور بہت اُسکی طرف اوروں کو بلاتے ہین اور خود اُس سے بھاگتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہین اور اُسکے آیات

غلطی دہین۔ اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے کلام کو فصیح کیا تو اُس مین غلطی نہ کی مگر اعمال مین غلطی کی تو اُسکو درست نہ کیا۔ اور اوزاعی رح
فرماتے ہین کہ جب خوش تقریری کو دخل ہوتا ہی تو خشوع جاتا رہتا ہی۔ اور مکحول عبد الرحمن بن غنم سے راوی ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجھسے دس
صحابیون نے یہ حدیث بیان کی ہی کہ ہم علم کا چرچا مسجد قبا مین کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا
کہ جسقدر چاہو سیکھو لو اللہ تعالی تمکو ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ جو شخص علم سیکھتا ہی اور پھر عمل
نہین کرتا اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اُسکو حمل رہجائے اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو اسیطرح جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل
نہین کرتا اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن مجمع مین فضیحت کریگا اور حضرت معاذ کا قول ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اسلیے کہ لوگون مین اُسکی قدر
بڑی ہی اُسکی لغزش مین لوگ اُسکی پیروی کرتے ہین۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ جب عالم لغزش کرتا ہی تو اُسکی لغزش سے ایک عالم کو لغزش
ہوجاتی ہی اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ تین باتین ہین جنسے دنیا کے لوگ برباد ہوجاتے ہین ایک اُنمین سے عالم کی لغزش ہی اور حضرت ابن مسعود رض
نے فرمایا ہی کہ لوگونپر ایک وقت ایسا آویگا کہ دلون کی شیرینی کھاری ہوجاویگی اور عالم کو اُسوقت مین علم سے فائدہ نہوگا اور نہ طالب علم کو کچھ نفع
ہوگا اُنکے علما کے دل مثل زمین شور کے ہونگے کہ اُسپر پانی کے قطرے گرتے ہین اور ذرا شیرینی اُنمین نہین معلوم ہوتی اور یہ حال اسوقت ہوگا کہ علما
کے دل دنیا کی محبت کی طرف اور آخرت پر اُسکو ترجیح دینے کی طرف مائل ہونگے اُسوقت اللہ تعالی دلون مین سے حکمت کے چشمے نکال لیگا اور
ہدایت کی شمعون کو گل کردیگا جب اُنکے عالمون سے تم ملوگے تو زبان سے کہینگے کہ ہم خدا تعالی سے ڈرتے ہین مگر بدکاری اُنکے عمل مین ظاہر
ہوگی زبان کی بڑی ارزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرانی قسم ہی اُس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ یہ امر اسلیے ہوگا کہ اُستادون نے
غیر اللہ کے لیے سکھایا اور شاگردون نے غیر اللہ کے واسطے سیکھا۔ اور توریت اور انجیل مین لکھا ہوا ہی کہ جس چیز کو تم نہین جانتے اُسکا علم طلب مت کرو
جبتک کہ جسقدر تمکو معلوم ہی اُسپر عمل نہ کرلو اور حذیفہ رض فرماتے ہین کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ اگر کوئی اپنے علم کے دسوین حصے کو بھی چھوڑ دے
تو ہلاک ہوجاوے اور عنقریب ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر کوئی اُسمین اپنے علم کے دسوین حصے پر بھی عمل کریگا تو نجات پاویگا اور یہ بات جہلا
کی کثرت کے باعث ہوگی اور جان لو کہ عالم کی مثال قاضی کی طرح ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی القضاة ثلثة قاض قضی بالحق
وہو یعلم فذلک فی الجنة وقاض قضی بالجور وہو یعلم او لا یعلم فہما فی النار اور کعب رح نے فرمایا ہی کہ آخر زمانہ مین ایسے عالم ہونگے کہ لوگون کو دنیا مین
زہد کرنے کو کہینگے اور آپ زہد نہ کرینگے اور لوگون کو ڈراوینگے اور آپ نہ ڈرینگے اور حکام کے پاس آنے سے اورون کو منع کرینگے اور خود اُنکے
پاس جاوینگے اور دنیا کو آخرت پر اختیار کرینگے اور اپنی زبان کی بدولت کھاوینگے تونگرونکو اپنے پاس بٹھاوینگے نہ فقیرونکو علم پر ایسا لڑینگے
جیسے عورتین مردون پر لڑتی ہین جب کوئی اُنکا ہمنشین دوسرے کے پاس جا بیٹھیگا تو وہ اُسپر غصہ ہونگے یہ لوگ متکبر اور اللہ تعالی کے دشمن
ہونگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم پر کبھی علم ہی کے ذریعہ سے غالب ہوجاویگا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوگا
آپنے فرمایا کہ یون کہیگا کہ علم سیکھو اور جبتک سیکھ نہ چکے تب تک عمل مت کر بس آدمی علم مین مصروف رہتا ہی اور عمل مین لیت ولعل کرتا رہتا ہی
یہانتک کہ مرجاتا ہی اور کچھ عمل نہین کرتا۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ ایک شخص جو طالب علم ظاہر کا حریص تھا اُسنے عبادت کے لیے عزلت
اختیار کی مین نے اُس سے وجہ عزلت کی پوچھی اُس نے کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہی کہ خدا تجھے کتنے علم کو کبتک کھوویگا

مین نے جواب دیا کہ مین تو اُسکو یاد کرتا ہون اُسنے کہا کہ اُسکا یاد کرنا یہ ہو کہ اُسکے بموجب عمل کرے اسلیے مین نے تحصیل علم کو ترک کرکے عمل کی طرف
توجہ کی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہو کہ علم کثرت روایت سے نہین ہوتا بلکہ علم خوف خدا ہو۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا
کہ جتنا چاہو علم سیکھو لو خدا یتعالی ثواب ہرگز نہ دیگا جبتک کہ عمل نہ کروگے اسلیے کہ بیوقوفون کا مقصود علم سے روایت کرنا ہو اور علما کی
غرض رعایت اور پاسداری ہو۔ اور مالک کا ارشاد ہو کہ علم کا تحصیل کرنا اور اُسکا پھیلانا دونون اچھے ہین بشرطیکہ نیت درست ہو مگر دیکھو
کہ جو چیز صبح سے لیکر شام تک تمھارے ساتھ رہے اُسپر دوسری چیز کو اختیار مت کرو۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہو کہ قرآن اس لیے
نازل ہوا ہو کہ تم اسپر عمل کرو تم نے اُسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا اور عنقریب بہت کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ وہ اُسکو نیزہ کی طرح سیدھا کرینگے وہ کچھ
بہتر نہ ہونگے اور عالم جو عمل نہین کرتا اسکی مثال ایسی ہو جیسے بیمار کہ دوا کی صفت بیان کرے یا بھوکا شخص جو لذیذ کھانون کے نام لیا کرے
بیان کرے اور اسکو وہ جانے نہ ملین اور اس جیسے شخص کے باب مین یہ قول اللہ تعالی کا ہو ولکم الویل مما تصفون اور حدیث شریف مین ہے کہ
جن چیزون سے مین اپنی امت پر ڈرتا ہون اُنمین سے عالم کی لغزش ہو اور قرآن مین منافق کا جھگڑا اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ
اُسکی توجہ ایسے علم کی تحصیل کی طرف ہو جو آخرت مین کام آوے اور طاعت مین رغبت دلاوے اور اُن علوم سے اجتناب کرے جنکا فائدہ کم ہو اور گفتگو
اور لڑائی جھگڑا اُنمین بہت ہو اسلیے کہ جو شخص اعمال کے علم سے روگردان ہوکر لڑائی جھگڑے کے فن مین مشغول ہو اُسکی مثال ایسی ہو کہ کسی بیمار کو
بہت سے روگ ہون اور وہ کسی طبیب حاذق سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو کہ وہ شاید جلد چلا جاوے اور ایسے وقت مین وہ طبیب مذکور سے
دواؤن کی خاصیت اور طب کی عجیب باتین پوچھنے لگے اور جس ضرورت مین خود گرفتار ہو اُسکو دریافت نکرے تو اُسکی حماقت مین کیا شک ہو اور ایک
روایت مین ہو کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھکو کچھ علم کی عجیب باتین سکھلائیے آپنے فرمایا کہ تونے اصل
علم مین کیا کیا ہو اُسنے عرض کیا کہ اصل علم کیا ہے آپنے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالی کو پہچانا اُسنے کہا کہ ہان آپنے فرمایا کہ تونے اُسکے حق مین کیا کیا
اُسنے عرض کیا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ اُسکی تیاری کیا کی کہا کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ تو اب جا
اور پہلے ان امور مین پختہ ہو تب تجکو علم کے غرائب بھی بتادینگے۔ بلکہ سیکھنا اُس جنس کا ہونا چاہیے جیسے شقیق بلخیؒ کے شاگرد حاتم اصم تھے
کہ مروی ہو کہ ایک روز شقیق نے حاتمؒ سے پوچھا کہ تم کتنے دنون سے میرے ساتھ ہو اُنھون نے کہا تینتیس ۳۳ برس شقیق نے فرمایا کہ اس عرصے
مین تم نے مجھسے کیا سیکھا حاتم نے کہا کہ آٹھ مسئلے اُنھون نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون میری اوقات تمھارے اوپر ضائع ہوگئی کہ تمنے صرف
آٹھ مسئلے سیکھے حاتم نے کہا کہ یا اُستاد زیادہ مین نے نہین سیکھے اور جھوٹ بولنے کو مین ناپسند کرتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ کون سے
آٹھ مسئلے ہین کہ مین بھی سنون حاتم نے کہا کہ اول یہ ہو کہ مین نے خلق کو دیکھا تو معلوم کیا کہ ہر ایک شخص کا ایک محبوب ہوتا ہو اور قبر تک وہ اپنے
محبوب کے ساتھ رہتا ہو جب قبر مین پہونچ جاتا ہو تو اپنے محبوب سے جدا ہوجاتا ہو اسلیے مین نے اپنا محبوب نیکیون کو ٹھہرالیا کہ جب قبر مین
جاؤن تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ رہے شقیقؒ نے فرمایا کہ تمنے بہت اچھا سیکھا اب باقی سات باتین کہو اُنھون نے کہا کہ دوسرا مسئلہ یہ ہو
کہ مین نے اللہ تعالی کے اس ارشاد مین تامل کیا واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور سمجھا کہ خداے تعالی کا فرمانا
درست ہو اسلیے اپنے نفس پر خواہش کے دور کرنے کی محنت ڈالی یہانتک کہ وہ خداے تعالی کی اطاعت پر جم گیا تیسرا یہ ہو کہ اس دنیا کو جو

مسئلہ اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو ۱۲ طبرانی بروایت ابو دردا و ابن السنی ابو نعیم در کتاب الریاضۃ ۱۲

دیکھا تو یہ پایا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قدر و قیمت کی ہی اُسکو اُٹھا کر رکھ چھوڑتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اللہ تعالیٰ کے قول کو دیکھا تو
فرماتا ہی ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق تو جو کچھ قدر و قیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اُسکو مین نے خدا تعالیٰ کی طرف کو پھیر دی تا کہ اُسکے پاس موجود رہے
چوتھا یہ کہ لوگونکو جو دیکھا تو ہر ایک کا میل مال و حسب اور نسب اور شرافت کی طرف پایا اور ان امور مین جو غور کیا تو ہیچ معلوم ہوئے پھر اللہ تعالیٰ
کے ارشاد کو سوچا کہ فرماتا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اسلیے مین نے تقویٰ اختیار کیا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کریم اور بزرگ ہوجاؤن پانچوان یہ کہ
لوگونکو دیکھا کہ آپس مین ایک دوسرے پر گمان بد کرتے ہین اور برا کہتے ہین اور اسکی وجہ حسد ہی اور پھر اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف میل کیا تو یہ پایا
نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا اسلیے مین نے حسد کو چھوڑ کر خلق سے کنارہ کیا اور جان لیا کہ قسمت اللہ پاک کے یہان سے ہی اسلیے خلق کی
عداوت چھوڑ دی چھٹا یہ کہ لوگون کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت و خون کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف رجوع کیا تو فرمایا
ہی ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا اس بنا پر مین نے صرف اُس اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرا لیا اور اسی بات پر کوشش کی کہ اُس سے بچتا رہون
اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی عداوت کی گواہی فرمائی ہی اسی جہت سے اُسکے سوا مین نے اور مخلوق کی عداوت چھوڑ دی ساتوان یہ کہ لوگون کو
دیکھا کہ ہر ایک پارۂ نان کے خواہان اور اُسکے باب مین اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہین اور ایسے امور مین قدم دھرتے ہین کہ اُنکو جائز نہین پھر اللہ تعالیٰ
کے ارشاد پر غور کیا تو فرماتا ہی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا مین نے بھی سمجھا کہ مین خدا تعالیٰ کے اُن جانورون مین سے ہون جنکا رزق
اُسکے اوپر ہی اسلیے مین اُن باتون مین مشغول ہوا جو اللہ تعالیٰ کے حقوق مجھپر ہین اور میرا رزق جو خدا تعالیٰ کے ذمے ہی اُسکی طلب ترک کر دی
آٹھوان یہ کہ مین نے خلق کو دیکھا تو سب کو کسی چیز پر بھروسا کرتے پایا کوئی اپنی زمین پر بھروسا رکھتا ہی کوئی تجارت پر کوئی حرفے پر اور کوئی اپنے
بدن کی تندرستی پر غرضکہ ہر ایک مخلوق کو اپنے طرح کی مخلوق پر بھروسا کیے پایا اور خدا تعالیٰ کے قول کی طرف جو رجوع کیا تو یہ ارشاد پایا ومن یتوکل
علی اللہ فہو حسبہ اسلیے مین نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہی شقیق بلخی نے فرمایا کہ اے حاتم خدا تعالیٰ تمکو توفیق دے مین نے جو توریت اور انجیل اور
زبور اور قرآن کے علوم پر نظر کی تو اُن سب کی اصل انھین آٹھ مسئلون کو پایا وہ سب انہین آجاتے ہین جو کوئی ان آٹھون پر عمل کرے وہ گویا چارون
آسمانی کتابونکا عامل ہو۔ حاصل یہ کہ اس طرح کے علم کے ادراک و سمجھنے کا قصد علماے آخرت ہی کرتے ہین اور علماے دنیا تو اُن امور مین
مشغول ہوتے ہین جنسے مال و جاہ کی پیدائش ہو اور اُن علوم کو چھوڑ دیتے ہین جنکے لیے خدا تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو بھیجا ہو اور ضحاک [illegible]
کہتے ہین کہ مین نے اکابر کو ایسا پایا کہ ایک دوسرے سے بجز ورع کے اور کچھ نہ سیکھتے تھے اور آج بجز کلام کے اور کچھ نہین سیکھتے اور ایک علامت
علماے آخرت کی یہ ہی کہ کھانے اور پینے مین آسایش کی طرف اور لباس مین [illegible] اور مکان اور اسباب مین زینت کی طرف مائل نہو
بلکہ ان سب امور مین میانہ روی اختیار کرے اور اس باب مین سلف کے اکابر کی مشابہت پیدا کرے اور سب امور مذکورہ مین مقدار قلیل
پر گذر کرے جسقدر کہ ان چیزونکی طرف خواہش کی قلت ہوگی اُسیقدر اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھیگا اور علماے آخرت کے مرتبے کی طرف ترقی کریگا
اور یہ روایت اسکی شاہد ہی جو ابی عبد اللہ خواص کہ حاتم اصم کے شاگرد ہین روایت کرتے ہین کہ مین حاتم کے ساتھ رے مین گیا ہمارا قافلہ تین سو بیس
آدمیونکا تھا حج کے ارادے سے نکلے سب کمل پوش تھے کسی کے پاس توشہ دان اور کھانا نہ تھا ہم ایک شخص سوداگر کے یہان اُترے جو [illegible]
رکھتا تھا مگر فقیر دوست تھا اُسنے اُس شب ہماری ضیافت کی جب صبح ہوئی تو اُسنے حاتم سے کہا کہ آپکو کچھ ضرورت ہو تو فرمائیے مجھے کہین ایک

فقیہ کی عیادت کو جانا چاہتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ مریض کی بیمار پرسی مین ثواب ہی اور فقیہ کو دیکھنا عبادت ہی مین بھی تمھارے ساتھ چلتا ہون
اور وہ فقیہ جو بیمار تھا محمد بن مقاتل ری کا قاضی تھا جب ہم دروازہ پر پہونچے تو دروازہ کرسی دار بہت اچھا تھا حاتم ششدر رہ گئے کہ عالم کا
دروازہ ایسا ہی پھر جب اجازت کے بعد اندر گئے تو دیکھا کہ مکان وسیع خوبصورت فرش اور پردے کا ہی حاتم اور بھی متحیر ہوئے پھر اُس مقام پر گئے جہان
قاضی تھا وہان فرش نرم بچھا ہوا اور اُسپر قاضی لیٹا ہوا تھا اور جسکے پاس ایک غلام پنکھا لیے کھڑا تھا پس تاجر قاضی کے سرہانے کی طرف بیٹھا
اور حال پوچھا اور حاتم کھڑے رہے قاضی نے اُنکو بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا فرمایا کہ مین بیٹھنے کا نہین پوچھا کہ تمکو کچھ حاجت ہی کہا کہ ہان پوچھنا
کچھ یا ہی فرمایا کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہی کہا کہ دریافت کرو فرمایا کہ تم اُٹھکر بیٹھ جاؤ تو پوچھون قاضی اُٹھ بیٹھا حاتم نے کہا تمنے علم کس سے سیکھا ہے
کہا معتبر علما سے جنھون نے میرے سامنے حدیث بیان کی کہا اُنھون نے کس سے کہا کہ اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اصحاب نے کس سے
کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپنے کس سے کہا کہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبریل نے کس سے کہا کہ اللہ تعالی سے فرمایا
کہ جو علم خدا تعالی کے یہان سے جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا اور آپنے صحابہ کو اور اُنھون نے علما معتبر
کو اور علما نے تمکو اُسمین تمنے کہین یہ بھی سنا ہی کہ جس شخص کے گھر مین کرسی ہو اور وسعت زیادہ ہو اُسکا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک
بڑا ہوتا ہی قاضی نے کہا کہ نہین حاتم نے پوچھا کہ پھر کیسے سنا ہی کہا کہ یون سُنا ہی کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور آخرت کی خواہش کرے
اور مساکین سے محبت رکھے اور آخرت کے لیے سامان مقدم کرلے تو اُسکا مرتبہ خدا تعالی کے نزدیک بڑا ہوگا حاتم نے فرمایا کہ پھر تمنے کس کا اقتدا کیا ہی
آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب اور صلحا رحمہم اللہ کا اقتدا کیا ہی یا فرعون و نمرود کی پیروی کی ہی جنھون نے اول گچ اور اینٹ سے عمارت
بنائی تھی اے علماے بد تمھین جیسون کو جاہل آدمی جو دنیا پر گرتے ہین اور اُسکے حریص ہین دیکھکر کہتے ہین کہ عالم اس حال پر ہین تو ہم اُنسے
کیا بدتر حال بھی نہون یہ کہکر حاتم اُسکے پاس سے چلے آئے ابن مقاتل کی بیماری اور زیادہ ہوگئی اور ری کے لوگون کو معلوم ہوا کہ حاتم مین اور قاضی مین
یہ گفتگو ہوئی اسلیے اُنسے کہا کہ قزوین مین طنافسی اُس قاضی کی بہ نسبت بھی بہت زیادہ ہین حاتم اُسکے پاس قصداً گئے اور اندر جاکر کہا کہ
مین ایک عجمی شخص ہون مین یہ چاہتا ہون کہ تم مجھکو میرے دین کا آغاز اور مفتاح نماز یعنی وضو سکھلا دو طنافسی نے کہا کہ بہت بہتر غلام سے
کہا کہ جاکر ایک برتن مین پانی لے آؤ وہ پانی لے آیا طنافسی نے بیٹھکر وضو کیا اور تین تین بار اعضا دھوئے اور پھر کہا کہ اسطرح وضو کرتے ہین
حاتم نے کہا کہ آپ کھڑے رہین تاکہ تمھارے سامنے وضو کرون اور جو بات مجھے منظور ہے وہ پختہ ہوجاوے طنافسی کھڑے رہے اور
حاتم وضو کرنے کو بیٹھے اور وضو مین اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے طنافسی نے کہا کہ میان صاحب تمنے اسراف کیا حاتم نے کہا کہ کس امر
مین کہا کہ تمنے اپنے ہاتھ چار بار دھوئے حاتم نے فرمایا کہ سبحان اللہ مین نے ایک چلو پانی مین اسراف کیا تمنے ان سب ساز و نعم کے جمع مین اسراف
نہین کیا طنافسی نے جان لیا کہ اُنکو وضو سیکھنے کی غرض نہ تھی بلکہ یہی امر جتانا منظور تھا سنکر گھر مین چلے گئے اور چالیس روز تک لوگون کے
سامنے نہوئے۔ پھر جب حاتم بغداد مین گئے تو بغداد والے اُنکے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمن تم ایک عجمی شخص ہو اور رک رک کر بات کہتے ہو مگر جو
کوئی تمسے تقریر کرتا ہی تم اُسکو بند کردیتے ہو فرمایا کہ میرے پاس تین خصلتین ہین جنسے مین اپنے طرف ثانی پر غالب رہتا ہون اول یہ کہ جب طرف ثانی
امر راست کہتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون اور جب وہ خطا کرتا ہی تو رنج کرتا ہون اور اپنے نفس کو قابو مین رکھتا ہون کہ طرف ثانی پر جہالت نہ کرے

یہ خبر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو پہونچی اُنھون نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ بڑے عاقل شخص ہین چلو ہمکو بھی اُنکے پاس لے چلو جب مجمع حاتمؒ کے پاس آیا تو امام احمد نے اُن سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمن سلامتی کس بات مین ہی حاتم نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ جبتک تم مین چار خصلتین ہونگی تبتک دنیا سے سلامت نہ رہو گے اول یہ کہ لوگ اگر جہالت کرین تو تم درگذر کرو دوسرے اپنی جہل کو اُنسے روکو تیسرے اپنی چیز اُنکو دو چوتھے اُنکی چیز سے مایوس ہو جب ایسے ہو جاؤ گے تو سلامت رہو گے پھر حاتم مدینہ منورہ کو گئے وہان کے لوگ آپکے استقبال کو آئے آپنے پوچھا کہ یہ کونسا مدینہ ہی لوگون نے کہا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کہان ہی کہ مین بھی اُس مین نماز پڑھون لوگون نے کہا کہ آپکا تو کوئی محل نہ تھا آپکا تو گھر بہت پست تھا حاتمؒ نے کہا کہ آپ کے اصحابؓ کے محل ہی بتادو اُنھون نے کہا کہ اُنکا محل نہ تھے اُنکے تو گھر زمین سے لگے ہوے تھے حاتم نے کہا کہ لوگو یہ شہر فرعون کا ہی لوگون نے اُنکو گرفتار کیا اور سلطان کے پاس لیگئے اور کہا کہ یہ عجمی کہتا ہی کہ یہ مدینہ فرعون کا ہی حاکم نے کہا کہ کس لیے ایسا کہتا ہی حاتم نے کہا کہ جلدی نہ کرو مین ایک آدمی عجمی مسافر ہون جب شہر مین آیا تو لوگون سے پوچھا کہ یہ کسکا مدینہ ہی اُنھون نے جواب دیا کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مین نے کہا کہ آپکا محل کہان ہی اور سب ماجرا حرف بحرف کہکر فرمایا کہ اللہ تعالی یون فرماتا ہی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اب مین یہ پوچھتا ہون کہ تمنے کسکا اتباع کیا ہی آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یا فرعون کا جسنے اول اینٹ اور گچ سے عمارت بنائی حاکم نے لاجواب ہوکر اُنکو رہا کر دیا تو حاتم اصم کی یہ حکایت تھی اور اکابر سلف کی عادت زہد اور زینت کے ترک کرنے مین اپنے مقام مین وہ بھی مذکور ہوگی جو اس کا جاہر شاہد ہی۔ اور تحقیق یہ ہی کہ امر مباح سے زینت کرنا حرام تو نہین لیکن اُس مین لگا رہنا موجب اس سے اُنس کا ہو جاتا ہی یہانتک کہ اُسکا ترک کرنا دشوار ہو جاتا ہی اور ہمیشہ زینت مین پڑا رہنا بدون ایسے سامان کے ممکن نہین ہوتا کہ اکثر اُسکی رعایت کرنے سے مداہنت اور خلق کی طرفداری اور اُنکی خوشامد وغیرہ امور ممنوعہ کا ارتکاب لازم آتا ہی اور احتیاط اسی مین ہی کہ اس سے اجتناب کیا جاوے اسلیے کہ جو دنیا مین گھُستا ہی یقیناً اُس سے سلامت نہین نکلتا اور اگر باوجود دنیا مین مصروف رہنے کے سلامتی ہو جایا کرتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک دنیا مین کبھی مبالغہ نہ فرماتے یہانتک کہ مروی ہی کہ آپنے قمیص المعلم اور خاتم الذہب فی اثناء الخطبۃ اوتار ڈالے اور اسی طرح کی اور بہت سی باتین ترک دنیا مین آپ سے مروی ہین۔ اور کہتے ہین کہ یحیی بن یزید نوفلی نے حضرت مالک بن انسؓ کو ایک خط لکھا اسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی رسولہ محمد فی الاولین والآخرین یحیی بن یزید کی طرف سے مالک بن انس کو بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ مین نے سنا ہی کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو اور پتلی چپاتیان کھاتے ہو اور نرم بچھونے پر بیٹھتے ہو اور اپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہو حالانکہ تم مجلس علم مین بیٹھے ہو تمھارے پاس دور دراز سے لوگ سوار ہو کر آتے ہین اور تمکو اپنا پیشوا کر رکھا ہی اور تمھارے کہنے سے راضی ہین تو تمکو خوف خدا چاہیے اور تواضع اور انکسار کو اپنے اوپر لازم سمجھنا چاہیے تمکو مین نے یہ خط نصیحت کے طور پر لکھا ہی اور اسکی خبر بجز خدا تعالی کے اور کسی کو نہین والسلام حضرت مالک بن انسؓ نے اس خط کا جواب یہ لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم مالک بن انس کی طرف سے یحیی بن یزید کو ہی کہ خدا تعالی کا سلام تمپر ہو آپ کا خط پہونچا اور شفقت اور ادب مین نصیحت کے موقع پر لگا خدا تعالی تمکو تقوی سے متمتع کرے اور اس نصیحت کے عوض مین جزاے خیر دیوے اور مین بھی اللہ تعالی سے توفیق مانگتا ہون کہ گناہ سے بچنے اور اسکی طاعت بجا لانیکی طاقت بدون اُسکی مدد کے نہین ہی باقی یہ جو آپنے لکھا کہ مین باریک کپڑے پہنتا ہون اور پتلی چپاتی کھاتا ہون

اور نرم فرش پر بیٹھتا ہوں اور دربان رکھتا ہوں سو واقع میں ایسا کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق اور میں یہ جانتا ہوں کہ اسکا ترک کرنا بہ نسبت کرنیکے بہتر ہے اور تم اپنی خط وکتابت سے
ہمکو فراموش مت کرنا ہم بھی خط وکتابت آپ سے نہ چھوڑینگے والسلام اب امام مالک صاحب کے اقرار کو دیکھو کہ یہ کہہ دیا کہ اس امر کا نہ کرنا اسکے
کی نسبت کرا چھا ہے اور یہ بھی حکم کیا کہ یہ امر مباح ہے اور واقع میں دونوں باتوں میں سچ ارشاد فرمایا اور امام مالک جیسا مرتبہ والا اس جیسی
نصیحت میں اگر انصاف اور اعتراف اپنے نفس پر گوارا کرے تو اسکا نفس مباح کی حدود کو معلوم کرنے پر بھی قادر ہوگا تاکہ امور مباح کو کرنے سے
مداہنت اور ریا اور مکروہات میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے مگر دوسرے شخص کو یہ حوصلہ نہیں کہ مباح کی حدود پر قانع رہے اسلیے مباح سے لذت حاصل
کرنے میں بہت خوف ہے اور خوف الٰہی سے یہ امر بہت دور ہے اور علماے آخرت کی خاصیت خوف الٰہی ہے اور خوف خدا مقتضی اسکا ہے کہ خطر کی
جگہہ سے دوری اختیار کرے اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ حکام سے دور رہے اور جبتک اُنسے علٰحدگی کی صورت ممکن ہو کبھی اُنکے
پاس نہ جاوے بلکہ اُنکے ملنے سے احتراز کرے گو وہ خود اُسکے پاس آویں اسلیے کہ دنیا شیریں اور سبز ہے اور اُسکی باگ حکام کے قبضے میں ہے اور
جو شخص حکام سے ملتا ہے اُسکو کچھ نہ کچھ تکلف اُنکی رضاجوئی اور دلداری میں کرنا پڑتی ہے باوجودیکہ وہ ظالم ہوتے ہیں اور ہر دیندار کو اُنسے کنا[رہ]
اور اُنکے ظلم کو اظہار کرکے اُنکو دلتنگ کرنا اور اُنکے حرکات کی برائی بیان کرنی واجب ہے اور جو اُنکے پاس جاویگا وہ یا تو اُنکی زینت کی طرف توجہ
کریگا اور اپنے اوپر خدا تعالیٰ کی نعمت کو حقیر جانیگا یا اُنپر انکار کرنیسے خاموش رہیگا تو مداہنت میں مبتلا ہوگا یا اپنے کلام کو بتکلف اُن کی
مرضیوں کے موافق اُنکے افعال کو درست کرنے کے لیے ادا کریگا اور یہ صریح جھوٹ ہوگا یا اس بات کی طمع ہوگی کہ اُنکی دنیا میں سے کچھ ملے
اور یہ حرام ہے اور باب حلال وحرام میں مذکور ہوگا کہ حکام کے مالوں میں سے کیا لینا جائز ہے اور کیا ناجائز خواہ راتب ہو یا انعام وجاگیر وغیرہ
حاصل یہ کہ اُنسے ملنا تمام خرابیوں کی کلید ہے اور علماے آخرت کا طریق احتیاط کا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من بدا جفا ومن اتبع الصید غفل
ومن اتی السلطان افتتن اور فرمایا سیکون علیکم امراء تعرفون منہم وتنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع ابعدہ اللہ
تعالیٰ قیل افلا نقاتلہم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ما صلوا اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک جنگل ہے جس میں وہی عالم رہینگے جو بادشاہوں کی
زیارت اور ملاقات کو جاتے ہیں۔ اور حذیفہؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپکو فتنہ کی جگہوں سے بچاؤ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہیں ہیں
فرمایا امیروں کے دروازے کہ جب کوئی تم میں سے امیر کے پاس جاتا ہے تو جھوٹ پر اُسکی تصدیق کرتا ہے اور اُسکی شان میں وہ بات کہتا ہے جو اُسکے
اندر واقع میں نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علما خداے تعالیٰ کے بندوں پر رسولونکے امین ہیں جبتک کہ سلاطین سے میل
جول نہ کریں اور جب ایسا کریں تو اُنھوں نے رسولوں کی خیانت کی اُنسے ڈرو اور الگ ہوجاؤ روایت کیا اُسکو انسؓ نے اور اعمشؒ سے کسی نے کہا
کہ تمنے علم کو زندہ کردیا اس جہت سے کہ آپ سے بہت لوگ سیکھتے ہیں فرمایا کہ ذرا صبر کرو جتنے سیکھتے ہیں اُنمیں سے ایک تہائی تو پختہ ہونے سے
پیشتر ہی مرجاتے ہیں اور ایک تہائی سلاطین کے دروازوں پر جا چمٹتے ہیں وہ لوگ سب خلق سے برے ہیں رہے تہائی اُنمیں سے کمتر ہیں

[illegible]

لوگون کو فلاح ہوتی ہو۔ اور اسیوجہ سے سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ امراکو گھیرتا ہو تو اُس سے احتراز کرو کہ وہ چور ہے
اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز اُس عالم سے زیادہ بری نہین جو حاکم کے پاس جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[1]
کہ بدترین علما وہ ہین جو امیرون کے پاس جاتے ہین اور بہترین حکام وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین۔ اور مکحول دمشقی کہتے ہین کہ جو
شخص قرآن سیکھے اور دین مین تفقہ پیدا کرے پھر خوشامد اور طمع کی جہت سے سلطان کی صحبت اختیار کرے تو وہ بقدر اپنے قدمونکے
دوزخ کی آگ مین گھستا ہو۔ اور سمنون کہتے ہین کہ عالم کے حق مین کیا ہی برا ہو کہ کوئی مجلس مین آوے اور عالم کو نہ پاوے اور جب اُسکا حال پوچھے
تو کہین کہ وہ حاکم کے یہان ہو اور اُنھون نے یہ بھی فرمایا ہو کہ مین سنتا تھا کہ قول بزرگونکا ہو کہ جب عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہو تو
اُسکو تم اپنے دین مین متہم جانو یہانتک کہ اس مضمون کا میںنے تجربہ کرلیا یعنی جب مین حاکم کے یہان گیا اور وہان سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا
محاسبہ لیا تو معلوم ہوا کہ اسکو بہت دوری ہوگئی حالانکہ جس ڈھنگ سے مین حاکم سے ملتا ہون اُسکو تم دیکھتے اور جانتے ہو کہ سختی اور درشت
کہتا ہون اور اکثر اُسکی خواہش کی مخالفت کرتا ہون اور یہی چاہتا ہون کہ اُس تک جانیکی نوبت ہی نہ پہونچے اور باوجود اسکے مین اُس سے
کچھ لیتا نہین نہ اُسکے گھر کا پانی پیون پھر فرمایا کہ اب ہمارے زمانے کے علما بنی اسرائیل کے علما سے بھی بدتر ہین کہ بادشاہونکو جائز ہونا
بتاتے ہین اور جو اُنکی مرضی کے موافق ہون ایسی باتین سناتے ہین اور اگر اُنکو وہ امور سکھاوین جو اُنپر واجب ہین اور جنمین اُنکی نجات ہو تو حاکم
اُنسے نفرت کرین اور اپنے پاس اُنکا آنا برا سمجھین اور یہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُنکی نجات کا باعث ہو۔ اور حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ
ان لوگونمین جو تمسے پہلے تھے ایک بزرگ تھے جو اسلام مین بڑھے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھے عبداللہ بن مبارک
کہتے ہین کہ ان بزرگ سے سعد بن ابی وقاصؓ مراد ہین حسنؒ فرماتے ہین کہ وہ سلاطین کے پاس نہ جاتے تھے اور اُنسے نفرت کرتے تھے اُنکے بیٹون نے
اُنسے کہا کہ جو لوگ کہ اسلام کی زیادتی اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تمہارے برابر نہین وہ بادشاہون کے پاس جاتے ہین اگر
آپ بھی جاوین بہتر ہو اُنھون نے فرمایا کہ بیٹو دنیا مردار ہو اور کچھ لوگون نے اُسکو گھیر رکھا ہی بخدا مین حتی الوسع اُنکا شریک نہونگا اُنھون نے
کہا تو تم لاغری مین مرجاوگے فرمایا کہ مین ایمان کے ساتھ لاغری مین مرجانا اس سے اچھا جانتا ہون کہ نفاق کے ساتھ موٹا ہو کر مرون حسنؒ فرماتے ہین
کہ بخدا آپنے اُنکو ہرادیا اور خوب حجت نکالی اسلیے کہ جان لیا کہ مٹی گوشت اور فربہی کو کھاویگی اور ایمان کو نہ کھاویگی اور سمین اشارہ ہو کہ بادشاہ
کے پاس جانیسے آدمی نفاق سے یقیناً نہین بچتا جو ایمان کی ضد ہو اور حضرت ابوذر غفاریؓ نے سلمہؓ سے فرمایا کہ ای سلمہ بادشاہونکے دروازونپر
مت جائیو اسلیے کہ تمکو اُنکی دنیا مین سے جبھی کچھ ملیگا کہ جب تمہارے دین مین سے وہ اس سے بہتر لے لینگے۔ اور علما کے لیے یہ امر ایک بڑا فتنہ ہی
اور شیطان کا ایک سخت ذریعہ علما پر ہی خصوصاً ایسے عالم پر جسکی ادا اچھی اور کلام شیرین ہو اسلیے کہ شیطان ہمیشہ اسکو یہی سوجھاتا ہی کہ سلطانون
کے پاس جانے اور اُنکو نصیحت کرنیسے وہ لوگ ظلم سے باز رہینگے اور شریعت کے احکام اُنمین جاری اور قائم ہوجاوینگے اور ہوتے ہوتے یہ خیال
دل مین ڈالدیتا ہی کہ تمہارا اُنکے پاس جانا دین مین داخل ہی پھر جب اُنکے پاس جاتا ہی تو یہ نہین ہوسکتا کہ کلام مین نرمی اور مداہنت
نہ کرے اور اُنکی تعریف اور خوشامد کی نہ لے اور ان باتونمین دین کی خرابی ہو۔ اور اکابر سلف یون کہا کرتے تھے کہ علما جب جان لیتے تھے
تو عمل کرتے تھے اور عامل ہونے پر مشغول ہوتے تھے اور شاغل ہونے کے بعد گمنام ہوتے تھے اور گمنام ہونے کے پیچھے اُنکی طلب

[1] ح ابن ماجہ اس مضمون کے اول حصہ کو بروایت ابی ہریرہ بسند ضعیف روایت کیا ہے ۱۲ سے اصل کی عبارت یہ ہے کہ دو لو دوستان الخوف من الدخول علیہ کفافاً مطابق کرے جو تمنا ہو کہ کاش اسکا پاس جانے سے برابر برابر چھوٹ جاؤن یعنی اسکو نصیحت کرنیکا ثواب ملے اور اسکے پاس جانیکا عذاب ہو ۱۲ امیر علی عفی عنہ

ہوتی تھی اور طلب پر بھاگا کرتے تھے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے حضرت حسن بصری رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یہ التماس ہے کہ آپ مجکو
ایسے لوگ بتاوین جنسے مین خدا تعالی کے امر مین مدد لیا کرون آپ نے جواب مین یہ لکھا کہ اہل دین تو تمھارے پاس آنے کے نہین اور دنیا والون
سے تمکو غرض نہین تاہم تم اشراف اپنے ساتھ رکھو کہ وہ لوگ اپنے شرف کو آلودگی خیانت سے محفوظ رکھتے ہین - یہ حال عمر بن عبد العزیز کو لکھا جو
اپنے زمانے مین سب سے زیادہ زاہد تھے تو جب اہل دین کو ایسے حاکم کے پاس سے بھی گریز کرنا شرط ہو تو دوسرے حاکم کی طلب اور اس سے میل
جول رکھنا کیسے ٹھیک ہوگا اور سلف کے علما مثل حسن بصری رح اور سفیان ثوری رح اور ابن مبارک رح اور فضیل رض بن عیاض اور ابراہیم بن ادہم
اور یوسف رح بن اسباط دنیا کے علما یعنے مکہ اور شام وغیرہ کے عالمون پر وہ عیب بتایا کرتے تھے یا دنیا کا مائل ہونا یا سلاطین سے ملنا اور
ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ فتوی دینے مین جلدی نہ کرے بلکہ جبتک اُس سے بچے رہنے کی سبیل معلوم ہوتی ہے تب تک توقف اور احتراز
ہی کرے پس اگر ایسا مسئلہ کوئی پوچھے جسکو قرآن یا قطعی حدیث یا اجماع یا قیاس ظاہر سے یقیناً جانتا ہو تب تو حکم بتلا دے اور اگر ایسا مسئلہ
پوچھے جسمین شک ہو تو کہدے کہ مجھے معلوم نہین اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے جسکا حکم غالباً اپنے اجتہاد اور تخمین سے اسکو معلوم ہے تو اسمین احتیاط کرے
اور دوسرے پر حوالہ کردے کہ اُس سے پوچھ لو اگر دوسرا ٹھیک بتا سکتا ہو احتیاط کا امر یہی ہے اسلیے کہ اجتہاد کا خطر اپنی گردن پر رکھنا بہت
بڑا ہے اور حدیث مین وارد ہے العلم ثلثة کتاب ناطق وسنة قائمة ولا ادري[1] شعبی رح کہتے ہین کہ لا ادری نصف علم ہے اور جو شخص ایسے وقت مین نہ جانتا
ہو خداے تعالی کے واسطے چپ رہجاوے تو اسکو اس شخص سے ثواب کم نہوگا جو راست راست جواب بتادے اسلیے کہ نجاننے کا اقرار کرنا نفس کو
نہایت سخت ہے غرض کہ عادت اصحاب رض اور اکابر کی اسطرح تھی حضرت ابن عمر کا دستور تھا کہ جب کوئی فتوی پوچھتا تو فرماتے کہ اُس حاکم کے پاس
جاؤ جو لوگون کے امر کا کفیل بن رہا ہے اور اِس مسئلہ کو اُسکی گردن پر رکھ دو - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جو شخص لوگونکو ہر ایک مسئلہ مین فتوی
دے وہ بیشک مجنون ہے اور فرمایا کہ علم کی سپر لا ادری ہے اگر آدمی اسکو چوک جاوے تو پھر اُسکی خیر نہین - اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ شیطان پر
اس عالم سے زیادہ سخت کوئی نہین جو علم ہی سے بولے اور علم ہی کے ساتھ سکوت کرلے شیطان کہتا ہے کہ اس شخص کو دیکھو کہ اسکے بولنے سے اسکا چپکا
رہنا مجھپر بہت بھاری ہے - اور بعض اکابر نے ابدال کی صفت کی ہے کہ اُنکی غذا فاقہ ہے اور کلام ضرورت یعنی جبتک اُنسے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک
نہین بولتے اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہے اور ایسا شخص دیکھتے ہین کہ وہ بتاویگا تو چپ رہتے ہین اور اگر مجبور ہی ہوتے ہین تو خود جواب دیتے ہین اور
یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کو تقریر کی خفیہ خواہش مین شمار کیا کرتے تھے - اور حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رض ایک شخص پر گذرے
کہ وہ لوگونکے سامنے کچھ تقریر کر رہا تھا ارشاد فرمایا کہ یہ یون کہتا ہے کہ مجھے جان لو - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ عالم وہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کو اُس سے
دریافت کیا جاوے تو اُسے یہ معلوم ہو کہ گویا میری داڑھ نکالی جاتی ہے - اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہمکو پل بناؤ اور ہمپر سے
دوزخ کی طرف عبور کرو - اور ابو حفص نیشاپوری فرماتے ہین کہ عالم وہ ہے کہ سوال کے وقت اس بات سے ڈرے کہ قیامت کو کہین یہ پوچھا ہو کہ
کہان سے جواب دیا تھا - اور ابراہیم تیمی سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو روتے اور فرماتے کہ تمکو کوئی دوسرا نہ ملا کہ مجھپر چڑھائی کی - اور ابو العالیہ یا حی اور
ابراہیم نخعی اور ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری رحمہم اللہ دو یا تین شخصونکے سامنے کچھ بیان کیا کرتے اور جب لوگ زیادہ ہوجاتے تو رک جاتے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ما ادری اعزیر نبی ام لا وما ادری تبع ملعون ام لا وما ادری ذو القرنين نبي ام لا[2] اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ح ۱ علم تین ہین ایک کتاب ناطق ایک سنت جاری ایک لا ادری یعنی جواب مین یا کلام مجید یا حدیث کا یا یہ کہ مین نہین جانتا ابو داؤد بروایت ابن عمر ۱۲

[2] ح ۲ یاد رکھنے اختلاف ہے مین نہین جانتا کہ عزیر نبی ہین یا نہین اور تبع مجھے نہین معلوم

سے کسی نے پوچھا کہ سب جگہون مین بہتر کون سی ہی اور بدتر کون سی آپ نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین یہانتک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپنے اُنسے دریافت کیا اُنھون نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین حتی کہ خدائے تعالی نے انکو جتایا کہ سب جگہون مین بہتر مسجدین ہین اور سب مین بدتر بازار ہین۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے اگر کوئی دس مسئلے پوچھتا تھا تو آپ ایک کا جواب دیتے تھے اور نو کے جواب مین سکوت کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نو کا جواب دیتے تھے اور ایک کے جواب سے خاموش رہتے تھے اور فقہائے سلف مین ایسے لوگ بہت تھے جو یہ کہدیتے تھے کہ مین نہین جانتا اور جانتا ہون کہنے والے کم تھے سفیان ثوری و مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور بشر بن حارثؒ سب ایسے ہی تھے کہ لاادری اکثر کہتے تھے اور عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہین کہ مینے اس مسجد مین ایکسو بیس صحابہ دیکھے وہ سب ایسے ہی تھے کہ جب کسی سے کوئی فتوی پوچھا جاتا یا حدیث پوچھی جاتی تو یہی چاہتا کہ کوئی دوسرا بھائی اس سوال سے ہمین بچاوے اور ایک روایت اُن سے یون ہی کہ جب کوئی سوال اُنمین سے کسی پر پیش ہوتا تو وہ اُسکو دوسرے کے پاس بھیجتے اور وہ تیسرے کے پاس یہانتک کہ ہوتے ہوتے پھر اول کے پاس آجاتا۔ اور مروی ہی کہ اصحاب صفہ مین کسی کے پاس ایک بکری کی بھنی ہوئی سری بطور ہدیہ آئی اور وہ سب اسوقت بہت عسرت سے بسر کرتے تھے اُنھونے دوسرے کو ہدیہ کردی اور دوسرے نے تیسرے کو اسیطرح رفتہ رفتہ پھر اول صحابی کے پاس آگئی۔ تو اب تامل کرو کہ فی زماننا علما کا معاملہ کیسا اُلٹا ہوگیا کہ جس چیز سے پہلے لوگ بھاگتے تھے وہ اب مطلوب ہوگئی اور جو مطلوب تھی اُس سے نفرت کرنے لگے اور فتوی دینے کی کفالت سے بچنے کی خوبی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہی جو بعض اکابر نے مرفوع بیان کی ہی کہ لوگونکو فتوی نہ دین مگر تین آدمی امیر یا مامور یا متکلف۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صحابہؓ چار چیزون کو ایک دوسرے پر ٹالا کرتے تھے اول امامت دوم وصیت سوم امانت چہارم فتوی اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جسکو علم کم ہوتا تھا وہ تو جلد فتوی دینے کو تیار ہوجاتا تھا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتوی کو سب سے زیادہ دوسرے پر ٹالتا تھا اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا شغل پانچ چیزون مین تھا قرآن کی تلاوت مسجدونکی آبادی اللہ تعالی کا ذکر اچھی بات کا امر کرنا بری بات سے منع کرنا اور اسکی وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ آپنے فرمایا کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ الا ثلثۃ امر بمعروف او نہی عن منکر او ذکر اللہ تعالی اور اللہ تعالی فرماتا ہی لاخیر فی کثیر من نجوٰہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس الآیہ اور بعض علما نے کسی کو اجتہاد کرنیوالون اور فتوی دینے والون مین سے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم جو فتوی دیا کرتے تھے اور قیاس کیا کرتے تھے اسکا کیا حال پایا اُسنے ناک چڑھائی اور منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہمنے اسکو کچھ نہ پایا اور اسکا انجام ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا۔ اور ابن حصین کہتے ہین کہ عالم ایسے سوال کا جواب کہدیتے ہین کہ اگر وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو اُسکے لیے تمام اہل بدر کو جمع کرتے۔ غرضکہ سکوت کرنا ہمیشہ سے اہل علم کا قاعدہ رہا ہی بدون ضرورت ہرگز نہ کہتے تھے اور حدیث مین ہی کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اسکو عنایت ہوا ہی تو اُس سے قریب ہو کہ اسکو حکمت تعلیم کی جاتی ہی۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ عالم دو ہین ایک عوام کا عالم وہ تو مفتی ہی یہ لوگ بادشاہونکے مصاحب ہوتے ہین اور ایک خواص کا عالم وہ توحید اور دل کے اعمال کا عالم ہی ایسے لوگ متفرق اور تنہا رہتے ہین۔ اور اول مشہور تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ مثل دجلے کے ہین کہ ہر شخص اُسمین سے چلو بھر لیتا ہی اور بشر بن حارثؒ مثل میٹھے کنوین اوپر سے ڈھکے ہوئے کے ہین کہ اُنپر ایک ایک ہی شخص قصد کرتا ہی اور پہلے یون کہا کرتے تھے کہ فلان شخص عالم ہے اور فلان متکلم اور فلان کو کلام مین زیادہ دستگاہ ہی اور فلان علم مین زیادہ ہی۔ اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہین کہ کلام کی نسبت معرفت سکوت سے

رح فیصل دوسری ... ۱۲ ... ہین ... سے اور ... مسئلے ... نہین ... اسکو ... نہین ... سکو ... بات سے منع ... خدا تعالی کی ... ترمذی اور ابن ماجہ بروایت ام حبیبہ رضی ۱۲

الکثر ... بھی نہین کوئی ... مشورت ... یا نیک بات کرنا ... کروانے کو ... ۱۲ ابن ماجہ بروایت ابی خلاد بسند ضعیف ۱۲

زیادہ قریب ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب علم بہت ہوتا ہی تو کلام کم ہوجاتا ہی اور جب کلام زیادہ ہوتا ہی تو علم کم ہوجاتا ہی۔ اور حضرت
سلمان فارسیؓ نے حضرت ابودرداؓ کو ایک خط لکھا اور اُن دونون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کردیا تھا چنانچہ بخاری مین اِسی قصہ سے
یہ مضمون مروی ہی خط کا مطلب یہ تھا کہ بھائی مینے سُنا ہی کہ تمکو لوگون نے مسند طبابت پر بٹھایا ہی اور مریضون کا علاج کرتے ہو مگر سوچ لو اگر
واقع مین تم طبیب ہو تب تو بولنا کہ تمھاری گفتگو شفا ہی اور اگر بتکلف طبیب ہوگئے ہو تو بھائی خدا سے ڈرو مسلمان کو جان سے مت مارو بعد
اِس خط کے حضرت ابودرداؓ سے کوئی دوا پوچھتا تو توقف کیا کرتے۔ اور حضرت انسؓ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہمارے آقا امام حسن
علیہ السلام سے پوچھو اور حضرت ابن عباسؓ سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ جابر ابن زیدؓ سے پوچھو اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ سعید بن المسیب سے
دریافت کرو۔ اور نقل ہی کہ ایک صحابی نے حضرت حسن بصریؒ کے سامنے بیس حدیثین بیان کین کسی نے اُنکی تفسیر پوچھی اُنھون نے فرمایا کہ مین بجز
روایت کے اور کچھ نہین جانتا پس حضرت حسن بصریؒ نے ایک ایک حدیث کی تفسیر جدا جدا فرمائی لوگونکو اُنکی تفسیر اور یادداشت کی خوبی سے تعجب
ہوا صحابی نے ایک مٹھی کنکرون کی اُٹھا کر اُن لوگونکے ماری اور کہا کہ تم مجھسے علمی بات پوچھتے ہو حالانکہ یہ عالم تمھارے یہان موجود ہی اور ایک علامت
علمائے آخرت کی یہ ہی کہ علم باطن کے سیکھنے کا اور دل کی نگرانی اور طریق آخرت کے پہچاننے اور اُسکے چلنے کا زیادہ اہتمام رکھے اور مجاہدہ اور مراقبہ
سے ان امور کی حقیقت معلوم کرنیکی امید صحیح اور سچی کرے اسلیے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ اور دل کے علوم کی باریکیان پیدا ہوتی ہین اور پھر اسنے
دل مین حکمت کے چشمے پھوٹتے ہین اور کتابین اور تعلیم اس باب مین کافی نہین بلکہ اگر آدمی مجاہدہ کرے اور دل کا نگران رہے اور اعمال ظاہری
اور باطنی بجالاوے اور اللہ تعالی کے سامنے خلوت مین حضور دل اور فکر صاف سے بیٹھے اور اُسکے ماسوا سے اسی کی طرف منقطع ہوجاوے
تب حکمت بے حد وحساب اُسکے دل پر مفتوح ہو کہ کلید الہام اور منبع کشف یہی امور ہین اسلیے کہ بہت سے طالب علم ایسے ہین کہ بہت دنون تک سیکھتے
رہے مگر جسقدر سنا تھا اُس سے ایک لفظ بھی آگے نہ بڑھے اور بہت ایسے ہین کہ ضروری علم پر کفایت کرکے عمل پر اور دل کی نگرانی پر جو جھکے
تو اللہ تعالی نے لطیف حکمتین اُنکے لیے ایسی کھولدین جنمین عاقلونکی عقل متحیر ہوجاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
عمل کرے بموجب اُسکے جو اُسنے سیکھا دیتا ہے اُسکو اللہ تعالی علم اُس چیز کا کہ اُسنے نہین سیکھی۔ اور بعض پہلی کتابون مین وارد ہی کہ اے
بنی اسرائیل یہ مت کہو کہ علم آسمان مین ہی اُسکو زمین پر کون اُتاریگا یا علم زمین کی تہون مین ہی اُسکو اوپر کون چڑھاوے یا علم سمندر پار ہے
اُسکو پار کرکے کون لاوے علم تو تمھارے دلونمین رکھا ہوا ہی تم میرے سامنے روحانیونکے سے آداب برتو اور صدیقونکے اخلاق اختیار کرو مین تمھارے
دلون مین وہ علم ظاہر کردونگا کہ تمکو ڈھانپ لے۔ اور سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے ہین کہ علما اور عابد اور زاہد سب دنیا سے گئے اور اُنکے
دل مقفل رہے بجز صدیقون اور شہیدونکے دلونکے اور کسی کے دل نہ کھلے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو
آخر تک۔ اور اگر اہل دل کے دل کا ادراک نور باطن سے علم ظاہر پر حاکم اور غالب نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد نہ فرماتے کہ
اپنے دل سے فتوی لے لو اور لوگ حکم دین اور فتوی لگا دین اور ایک حدیث قدسی مین یون ارشاد فرمایا لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ
کنت سمعہ الذی یسمع بہ آخر حدیث تک اسلیے کہ بہت سے باریک معنی قرآن مجید کے اسرار کے ایسے شخص کے دل مین آجاتے ہین جو صرف ذکر اور فکر مین
لگا رہتا ہی اور وہ معنی تفسیرون مین کہین نہین ہوتے اور نہ بڑے بڑے مفسرونکو معلوم ہون اُسی شخص کو معلوم ہوتے ہین جو بارادہ معرفت اپنے

ح ابو نعیم بروایت انس بسند ضعیف ۱۲
ح احمد بروایت وابصہ دوسری فصل مین گذری ۱۲
ح بندہ میری طرف بالشت بھر نزدیک ہوتا ہی ... اُسکو دوست رکھتا ہون اور جب اُسکو دوست رکھتا ہون تو مین اُسکا کان ہوجاتا ہون جس سے وہ سنتا ہی ... بخاری بروایت ابی ہریرہ ۱۲

دل کا نگران رہے اور اگر یہ معنی منفردن کے سامنے پیش کیے جاوین تو وہ بھی انکو اچھا بتادین اور جان لین کہ یہ پرتو صاف دلون اور
خدا تعالی کے الطاف کا ہی کہ انکی طرف ہمتونکے متوجہ کرنے سے حاصل ہوا اور یہی حال مکاشفہ کے علمون اور معاملہ کے علوم کے اسرار
اور دلونکے خطرونکی باریکیون کا ہی کیونکہ انمین سے ہر ایک علم ایسا دریا ہی جسکی تھاہ نہین معلوم ہوتی ہر ایک طالب اپنی قسمت کے موافق
اور جسقدر حسن عمل کی توفیق اسکو ملتی ہی اسیقدر اسمین غوطہ لگاتا ہی اور انھین علما کی صفت مین حضرت علیؓ نے ایک بڑی حدیث مین ارشاد
فرمایا ہی کہ آدمیون کے دل ظروف ہین ان سب مین بہتر وہ ہین جنکے اندر خیر زیادہ ہو اور آدمی تین قسم ہین ایک عالم ربانی دوم بطور نجات
کے سیکھنے والے سوم بیوقوف سفلے کہ ہر باطل پر بلانیوالے کے تابع ہوجاوین جدھر کا جھونکا چلے ادھر ہی کو پھر جاوین ان لوگون نے
نہ علم کے نور سے روشنی حاصل کی نہ کسی مضبوط چیز کا سہارا لیا علم مال سے بہتر ہی علم تیری حفاظت کرتا ہی اور تو مال کی حفاظت کرتا ہی علم
خرچ کرنیسے بڑھتا ہی اور مال اس سے کم ہوتا ہی اور علم کی محبت ایک دین قابل اختیار ہی جس سے زندگی مین طاعت کمائی جاتی ہی اور مرنے
کے بعد ذکر خیر علم حاکم ہی اور مال محکوم اور مال کا فائدہ اسکے جاتے رہنے سے دور ہوجاتا ہے جو لوگ کہ مالدار تھے اور انکے جتھے کے جتھے
تھے سب مرگئے اور علما زندہ رہین گے جبتک کہ زمانہ باقی ہی پھر آپ نے ایک لنبا سانس لیا اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کرکے
فرمایا کہ یہان علم بہت ہی بشرطیکہ اسکے یاد کرنے والے مجکو ملین بلکہ مین تو طالب امون نہین پاتا یا تو ایسا پاتا ہون کہ دین کے آلہ کو دنیا
کی طلب مین استعمال کرتا ہی اور اللہ تعالی کی نعمتون سے اسکے اولیا پر تکلیف کرتا ہی اور اسکی حجت سے اسکی مخلوق پر بڑائی دیتا ہی یا ایسا پاتا ہون
کہ اہل حق کا مطیع و منقاد تو ہی مگر اول ہی شبہہ سے اسکے دل مین شک جم جاتا ہی آگاہ رہو کہ باطن کے بوجھ نہ یہ رکھتا ہی نہ وہ بلکہ لذات کے
حریص اور طلب شہوات کے بندے اور خدمتگار ہین یا مال کے جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے کے فریفتہ اور اپنی خواہش کے فرمانبردار نہایت
حریص قریب مشابہت ان دونون کو چرنیوالے چوپایون سے ہی الہی جب علم کے یاد کرنیوالے مرجاوینگے تو گویا علم یون جاتا رہیگا نہین بلکہ زمین
ایسے لوگون سے خالی نہوگی جو اللہ تعالی کی حجت اسی کیواسطے قائم کرین یا تو ظاہر اور علانیہ ہونگے یا چھپے ہوئے مغلوب تاکہ اللہ تعالی
کی حجتین اور دلیلین بیکار نہ رہین اور یہ لوگ کتنے ہین اور کہان ہین یہ لوگ شمار مین کم اور قدر مین اعظم ہین انکے وجود ظاہر مین مفقود اور
انکی تصویرین دلون مین موجود ہین اللہ تعالی انکے سبب سے اپنی حجتونکی حفاظت کرتا ہی تاکہ وے ان حجتونکو اپنے جیسے لوگونکے حوالہ کرین
اور انکے دلون مین انکو بودین علم نے انکو حقیقت امر پر پہونچادیا تو یقین کی روح سے جا ملے اور جس بات کو دولتمند مشکل جانتے تھے
اسکو انھون نے سہل پایا اور جس امر سے غافلون کو وحشت تھی اس سے انھون نے دل بہلایا دنیا مین ایسے بدنون سے جنکی روحین محل اعلی سے
وابستہ ہین رہے یہ لوگ خدا تعالی کی مخلوقون مین سے اسکے اولیا اور امین ہین اور اسکے دین کی طرف بلانے والے اور اسکی زمین کے سلاطین
پھر آپ روئے اور فرمایا کہ مجکو انکے دیدار کا بہت بڑا اشتیاق ہی بس یہ مضمون جو آپ نے آخر کو ذکر فرمایا علمائے آخرت کا وصف ہے
اور یہ وہی علم ہی جو اکثر عمل سے اور کثرت مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہی اور ایک علامت علمائے آخرت کی یہ ہی کہ یقین کے قوی کرنے مین
اسکی توجہ بہت ہو اسلیے کہ یقین دین کا راس المال ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ الیقین الایمان کلہ یعنے یقین ایمان کامل ہے
تو علم یقین کا سیکھنا ضروری ہوا یعنے اسکی ابتدا سیکھے پھر دل کو اسکا طریق خود ظاہر ہوجاویگا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ یقین کو سیکھو اسکے معنے یہ ہین کہ یقین والونکے پاس بیٹھو اور انسے علم یقین کو سنو اور انکی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمہارا یقین قوی
ہو جاوے جیسا انکا قوی ہو گیا اسلیے کہ تھوڑا سا یقین بہت سے عمل سے بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیان کیا گیا کہ ایک
آدمی کا یقین اچھا ہے اور گناہ بہت کرتا ہے اور ایک شخص عبادت مین محنت کرتا ہے اور یقین کم ہے تو آپنے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہین جو گناہ
نہ کرتا ہو لیکن جسکی سرشت عقل ہے اور عادت یقین اُنکو گناہ ضرر نہین کرتے اسلیے کہ جب گناہ کرتا ہے تو توبہ اور استغفار کرتا ہے اور پشیمان
ہوتا ہے اسلیے گناہونکا کفارہ ہوجاتا ہے اور کچھ زیادتی بچ جاتی ہے جس سے وہ جنت مین جاتا ہے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو چیز تمکو کم دی گئی وہ یقین اور عزیمت صبر ہے اور جسکو ان دونون مین سے بہرہ ملا اُسکو پروا نہین اگر شب بیداری اور دن کے روزے
اُسکو نہ ملین۔ اور لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی ہے اس مین یہ بھی ہے کہ بیٹا عمل کی استطاعت بدون یقین کے نہین ہوتی ہے اور آدمی اتنا ہی
کرتا ہے جتنا اُسکو یقین ہوتا ہے اور عامل کا یقین جبتک کم نہین ہوتا ہے تب تک وہ عمل مین کوتاہی نہین کرتا۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ توحید
کا ایک نور ہے اور شرک آگ ہے تو شرک کی آگ سے جتنی نیکیاں مشرکونکی جلتی ہین اُس سے زیادہ توحید کے نور سے موحدون کی برائیاں جل جاتی
ہین اور نور سے مراد انکی یقین ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین چند جا موقنین کے ذکر سے اشارہ فرمایا ہے کہ یقین خیرات اور سعادات
کا ذریعہ ہے اب اگر یہ کہو کہ یقین کے معنے کیا ہین اور اُسکے قوی اور ضعیف ہونے سے کیا مراد ہے تاکہ اول اسکو سمجھ لین پھر اُسکی طلب مین مشغول
ہون کیونکہ جبتک اُسکی صورت سمجھ مین نہ آوے اُسکی طلب ممکن نہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یقین ایک لفظ مشترک ہے دو فریق اُسکو دو معنی
مختلف مین بولتے ہین اول اصطلاح مناظرہ والے اور اہل کلام کی ہے کہ شک کے نہونے کو یقین کہتے ہین اسلیے کہ نفس جو کسی چیز کی تصدیق
کرتا ہے اُسکے چار مقامات ہین ایک یہ کہ تصدیق اور تکذیب برابر ہون اُسکو تو شک کہتے ہین مثلاً اگر تم سے کسی خاص شخص کی نسبت
دریافت کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ اُسکو عذاب کریگا یا نہین اور اُسکا حال تمکو معلوم نہین تو تمہارا نفس اثبات اور نفی مین سے کسی طرف
میل نہ کریگا اور کچھ حکم نہ لگاؤ گے بلکہ دونون باتین تمہارے نزدیک ہو سکنے مین برابر ہونگی تو اُسکو شک کہتے ہین۔ دوسرے یہ کہ تمہارا
نفس دونون باتون مین سے ایک طرف کو مائل ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ دوسری بھی ہو سکتی ہے مگر اُسکا ہو سکنا ایسا ہے کہ وہ اول کی
ترجیح کا مانع نہین مثلاً جس شخص کو تم نیکبخت اور متقی جانتے ہو اگر اسکا حال تم سے پوچھا جاوے کہ یہ اگر اسی حالت پر مر جاوے تو عذاب ہوگا یا نہین
تو تمہارا دل اُسکے عذاب نہ ہونے پر زیادہ مائل ہوگا بنسبت عذاب ہونیکے اسلیے کہ نیکبختی کی علامتین ظاہر ہین اور باوجود اسکے تم اس کے
باطن مین کوئی امر عذاب کے ہونیکا موجب تجویز کر سکتے ہو تو یہ تجویز اس میل کے ساتھ ہے مگر اُسکی ترجیح سے مانع نہین اس حالت کا نام ظن ہے۔ تیسرے
یہ کہ نفس کسی چیز کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ تصدیق نفس پر چھا جاوے اور اُسکا خلاف دل مین نہ گذرے اور اگر گذرے تو نفس
اُسکے قبول کرنے سے انکار کرے مگر یہ تصدیق معرفت واقعی کے ساتھ نہو یعنی اگر اس حال والا اُس امر مین خوب تامل کرے اور شک ڈالنے والے
تجویز کو سنے تو اُسکے نفس مین گنجایش اس شبہہ کے ممکن ہونیکی ہو جاوے اس حال کو اعتقاد قریب یقین کے کہتے ہین جیسے عوام کا اعتقاد تمام امور
شرعیہ مین ہے کہ صرف سننے کی جہت سے اُنکے دلون مین جم گیا ہے یہانتک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونیکا اعتقاد کرتا ہے اور اپنے امام اور
پیشوا کو جانتا ہے کہ وہی ٹھیک کہتے ہین اور اگر کوئی اُنکے سامنے بیان کرے کہ تمہارے امام سے خطا بھی ہو سکتی ہے تو اس بات کو قبول نکرینگے چوتھی

ف ابو نعیم بروایت ثور بن یزید مرسلاً ۱۲
ف ۲ حکیم ترمذی اور ابو بکر بروایت انس بسند ضعیف
ف ۳ حدیث کی اصل نہین ملی
بروایت معاذ
روایت کیا ابو بکر

تصدیق اور معرفت حقیقی ہی جو دلیل سے حاصل ہوتی ہی کہ جسمین نہ تو شک ہو نہ دوسرا کا شک مین ڈالنا متصور ہو تو جب اسمین شک کا
ہونا اور ہو سکنا دونون نہ ہووین وہ اہل مناظرہ اور کلام کے نزدیک یقین کہلاتا ہی اور اُسکی مثال یہہ ہی کہ مثلاً اگر کسی عاقل سے کہا جاوے کہ عالم
مین کوئی چیز موجود ایسی بھی ہی جو قدیم ہو تو وہ بالبداہت یعنی فوراً اسکی تصدیق نہین کر سکتا اسلیے کہ قدیم محسوس چیز نہین آفتاب اور چاند جیسے ہین کہ
اُنکے وجود کی تصدیق آنکھ کی حس سے ہوتی ہی اور کسی چیز قدیم ازلی کا جاننا بدیہی اولی نہین کہ بلا تامل کہدیا جاوے جیسے یون جاننا کہ دو زیادہ ہین ایک
سے بلکہ ایسا بھی نہین جیسا اس جملہ کو جاننا کہ کسی حادث کا وجود بدون سبب کے محال ہی کہ اس جملہ کا علم بھی بدیہی ہی کچھ تامل کا محتاج نہین
اس سے معلوم ہوا کہ عقل کی طبیعت کا اقتضا یہہ ہی کہ قدیم کے وجود کی تصدیق بداہت کے طور پر کرتے نہین توقف کرے پھر اُنمین بعض لوگ تو ایسے ہین
کہ اس بات کو سنکر ایسی تصدیق پکی کرتے ہین کہ اُسی پر چلے جاتے ہین تو اس قسم کی تصدیق تو اعتقاد ہی اور یہہ سب عوام کا حال ہی اور بعض لوگ
ایسے ہین کہ وہ قدیم کے وجود کو دلیل سے تصدیق کرتے ہین مثلاً یون کہا جاوے کہ اگر کوئی قدیم موجود نہو تو سب موجودات حادث ہونگے اور جب
سب حادث ہونگے تو یا کل بلا سبب حادث ہونگے یا ایک بلا سبب حادث ہوگا اور یہہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آوے وہ خود محال ہی
اس دلیل سے عقل مین کسی قدیم کے موجود ہونیکی تصدیق یقیناً لازم آویگی اسلیے کہ موجودات تین قسم ہو سکتے ہین یا کل قدیم ہون یا کل حادث
یا بعض قدیم ہون اور بعض حادث اگر سب قدیم ہون تو مطلب حاصل ہی اسلیے کہ قدیم کا وجود ثابت ہو گیا اور اگر کل حادث ہون تو محال ہی
کیونکہ اس سے بدون سبب کے حادث کا وجود لازم آتا ہی تو تیسری قسم خواہ اول قسم ثابت ہوگی اور وہی مطلب ہی اور جو علم کہ اس طرح پر حاصل
ہوتا ہی وہ ان لوگونکے نزدیک یقین کہلاتا ہی خواہ دلیل سے ہو جیسا ہمنے ذکر کیا خواہ حس سے یا عقل کی شہرت سے ہو جیسے حادث کے بے سبب
محال ہونیکا علم ہی یا تواتر سننے سے جیسے کہ مکہ معظمہ کے موجود ہونیکا علم ہی یا امتحان کرنے سے جیسے اس بات کا جاننا کہ محمودہ جوش دیا ہوا دست آور
ہی غرضکہ اہل مناظرہ کے نزدیک یقین کے بولنے کی شرط شک کا نہونا ہی تو جس علم مین شک نہوگا وہ اُنکے نزدیک یقین کہلاویگا اور اس
اصطلاح کے بموجب یقین کو قوی اور ضعیف نہین کہ سکتے اسلیے کہ شک کے نہونے مین کچھ فرق قوت و ضعف کا نہین کہ اسکے بموجب
یقین مین بھی قوت و ضعف ہو۔ دوسری اصطلاح فقیہون اور اہل تصوف اور اکثر علما کی ہی اس اصطلاح کے بموجب یقین وہ ہی کہ اسمین
لحاظ وہم اور شک کا نہ کیا جاوے بلکہ اُسکے دل پر استیلا اور غلبہ دیکھا جاوے تاکہ یون کہ سکین کہ فلان شخص کا یقین موت پر ضعیف ہی
باوجودیکہ موت مین وہ شک نہین جانتا یا یہ کہ فلان شخص کا یقین روزی پہونچنے پر قوی ہی حالانکہ ہو سکتا ہی کہ بعض اوقات اُسکو روزی
نہ ملے حاصل یہہ کہ جب نفس کسی چیز کی تصدیق پر مائل ہو اور یہہ تصدیق دل پر اس طرح غالب و مستولی ہو جاوے کہ نفس ہی پر تصرف
اور حکم اُسیکا ہو اور اسی کی جہت سے رغبت اچھی چیز کی اور امتناع بُری چیز سے ہو تو اس حالت کو یقین کہتے ہین اب
ظاہر ہے کہ موت کے باب مین سب لوگون کو پہلی اصطلاح کے بموجب یقین برابر ہی یعنی اُسمین کسی طرح کا شک کسی کو نہین
مگر دوسری اصطلاح کے بموجب یقین سب کو نہین ہی اسلیے کہ بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ موت کی طرف کبھی دھیان ہی نہین کرتے اور
نہ اُسکی تیاری کرین گویا اُنکو اُسکا یقین نہین اور بعضون کے دل پر یہ یقین ایسا چھایا ہی کہ اپنی تمام ہمت کو اُسکی تیاری ہی مین مستغرق کر دیا ہی
اور دوسری چیز کی اُسمین گنجایش ہی نہین رکھی تو اس جیسی حالت کو یقین کا قوی ہونا بولتے ہین اور اسی وجہ سے بعضون نے کہا ہی کہ

[illegible]

یقین مین شک نہو اور وہ مشابہ ہوجاوے ایسے شک کے جسمین یقین نہو سوت کے سوا دوسرا کچھ معلوم نہین ہوتا اور اس اصطلاح کے
بموجب یقین کی صفت قوت اور ضعف کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور ہمنے جو علامت علما آخرت کی یہ لکھی کہ اُنکی توجہ یقین کے پختہ اور
قوی کرنیکی طرف ہو تو ہماری غرض اس یقین سے ہے جو دونون اصطلاحونکے موافق ہو یعنے اول تو شک کا دور ہونا پھر نفس پر یقین کا مسلط
ہونا اسطرح کہ غلبہ اور حکم نفس پر اور تصرف اسکے اندر یقین ہی کا ہو جاوے اور جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمکو اس قول کی غرض معلوم ہو جاویگی
کہ یقین تین قسمون پر منقسم ہوتا ہے اول اسکا قوی اور ضعیف ہونا دوم زیادہ اور کم ہونا سوم پوشیدہ اور ظاہر ہونا یعنی قوی اور ضعیف ہونا
بموجب دوسری اصطلاح کے ہے کہ دلپر استیلا اور غلبہ اسکا کیسا ہے اور قوت اور ضعف مین یقین کے معانی کے درجے بے انتہا ہین اور موت
کی تیاری مین خلق بھی انھین یقین کے معنونکے فرق کے بموجب مختلف ہے اور یقین کی پوشیدگی اور ظہور مین بھی انکار نہین ہو سکتا ہے تو
اصطلاح دوم کے بموجب اور نہ اول اصطلاح کے موافق مثلاً تمکو جو تصدیق مکہ اور فدک کے موجود ہونیکی ہے اور حضرت موسیٰ اور یوشع علیہما السلام
کے وجود کا یقین ہے باوجودیکہ تمکو ان دونون تصدیقون مین شک نہین اسی لیے کہ منشا دونونکا خبر متواتر ہے مگر اول تصدیق کو تم اپنے دلمین
روشن اور ظاہر پاتے ہو بنسبت دوسری کے اسی لیے کہ سبب اول مین قوی تر ہے یعنی مخبر ونکا بہت ہونا اسیطرح مناظرہ کرنیوالا پوشیدگی اور
ظہور کا فرق اپنی نظریات مین دیکھتا ہے جو دلیلونسے معلوم ہوتے ہین کیونکہ جو بات ایک دلیل سے واضح ہوگی وہ اتنی ظاہر نہوگی جو بہت
سی دلیلون سے واضح ہوگی باوجودیکہ شک کے نہونے مین دونون برابر ہین اور اس فرق کو کبھی اہل کلام انکار کرتے ہین جو علم کو کتابون اور
سننے سے حاصل کرتے ہین اور اپنے نفس کے ادراک پر غور نہین کرتے کہ ہر حال مین متفاوت رہتا ہے۔ اور یقین کی کمی اور زیادتی متعلقات کی
کمی بیشی سے ہوتی ہے جیسے کہتے ہین کہ فلان شخص اس سے علم مین زیادہ ہے یعنے اسکی معلومات زیادہ ہین اور اسیوجہ سے کبھی عالم تمام شرع
کی باتونپر یقین قوی رکھتا ہے اور کبھی بعض باتون مین قوی الیقین ہوا کرتا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ ہمنے یقین کی قوت اور ضعف اور قلت
اور کثرت اور پوشیدگی اور ظہور کے معنی بموجب اصطلاح اول یعنے نفی شک کے اور بموجب اصطلاح ثانی یعنے دلپر استیلا ہونے کے
تو سمجھ لیے مگر متعلقات یقین کے معنے کیا ہین اور یقین کے محل کونسے ہین اور کن چیزونمین یقین مطلوب ہوتا ہے کہ ہمکو جبتک یہ معلوم نہو کہ
یقین کونسی چیزون مین مطلوب ہوتا ہے تو ہم اسکی طلب کیسے کر سکینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یقین کی محل وہ چیزین ہین جو انبیا علیہم السلام
اول سے آخر تک لائے ہین اسلیے کہ یقین ایک معرفت مخصوص کا نام ہے اور اسکے متعلق وہ معلومات ہین جنکو شریعتین لائی ہین تو اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ انکے شمار کرنیکی ہوس نہین ہو سکتی مگر ہم انمین سے بعض بتائے دیتے ہین جو یقین کے محلون کی اصل ہین مثلاً انمین سے
ایک توحید ہے یعنی تمام اشیا کو مسبب الاسباب سے سمجھنا اور درمیانی وسیلون پر التفات نکرنا بلکہ وسیلون کو اسکا فرمانبردار سمجھنا اور انکا
اثر کچھ نہ جاننا تو جو شخص ان امور کی تصدیق کریگا وہ موحد ہوگا پھر اگر تصدیق کے ساتھ دل مین سے امکان شک بھی دور ہو جاویگا تب تو
پہلی اصطلاح کے بموجب موقن ہوگا اور اگر ایمان کے ساتھ تصدیق اس طرح غالب ہو جاویگی کہ درمیانی چیزونپر غصہ ہونا اور انسے
راضی ہونا اور انکا مشکور ہونا دلسے دور ہو جاوے اور انکو اپنے دل مین ایسا سمجھے جیسے قلم اور ہاتھ انعام کے فرمان لکھنے والے کی نسبت کہ اسمین
کہ نہ قلم اور ہاتھ کا مشکور ہوا اور نہ انپر غصہ کرے بلکہ انکو آلہ اور مسخر منتظم کا جانا کرتا ہے تو اس صورت مین دوسری اصطلاح کے موافق اہل یقین

ہوگا اور یہ یقین اشرف ہی اور پہلے یقین کا ثمرہ اور فائدہ اور روح ہی آور جب آدمی کے نزدیک ثابت ہوجاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے
اور جمادات اور نباتات اور حیوانات اور تمام مخلوق خدا تعالیٰ کے امر کی اسطرح مسخر ہین جیسے قلم کاتب کے ہاتھ مین اور قدرت ازلی ہی سب
کی مصدر ہی تو اُسکے دل پر توکل اور رضا اور تسلیم کا غلبہ مستولی ہوجاویگا اور غضب اور کینہ اور حسد اور بدخلقی سے بری اور پاک ہوجاویگا
ایک محل یقین کا تو یہ ہوا دوسرا یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق کی کفالت فرمائی ہی اس آیت مین وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا اُسپر
اعتماد اور یقین کرے کہ یہ رزق ضرور پہونچیگا اور جو کچھ میری قسمت مین ہی وہ میرے پاس بھیج دیا جاویگا اور جب یہ بات دل پر غالب ہو جاویگی تو
طلب رزق شرعی طور پر کریگا اور جو چیز اُس سے فوت ہوجاویگی اسپر افسوس نہ کریگا نہ حرص و طمع کا دامن دراز کریگا اور اس یقین سے بھی بہت
طاعات اور عمدہ اخلاق ظاہر ہونگے تیسرا یہ کہ دل پر مضمون اس آیت کا غالب ہو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
یعنی ثواب اور عذاب کا یقین ہو یہانتک کہ یہ سمجھے کہ طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہی جیسے روٹی کو ہی پیٹ بھرنے سے اور گناہوں کو
عذاب سے وہ علاقہ ہی جیسے زہروں اور سانپوں کو ہی ہلاک کرنے سے تو جیسے شکم سیری کے لیے روٹی حاصل کرنیکا حریص ہوتا ہی اور تھوڑی
بہت کتنی ہی ہو اُسکی حفاظت کیا کرتا ہی اسیطرح طاعتوں کا حریص ہو اور تھوڑی بہت سب کو بجا لانیکا مشتاق ہو اور جسطرح زہر قلیل اور
کثیر سے اجتناب کرتا ہی اسیطرح گناہوں ادنیٰ اور اعلیٰ اور تھوڑے اور بہت سے اجتناب کرے اس امر مین یقین بموجب اصطلاح اول کے
تو اکثر ایمانداروں کو ہوتا ہی مگر اصطلاح ثانی کے موافق خاص مقرب شخصوں کو ہوا کرتا ہی آور اس یقین کا ثمرہ یہ ہوتا ہی کہ آدمی اپنے حرکات
اور سکنات اور خطروں کو دیکھتا رہتا ہی اور تقویٰ مین اور ہر قسم کی بُرائی سے بچنے مین مبالغہ کرتا ہی اور جسقدر یہ یقین غالب ہوگا ویسا ہی
گناہوں سے احتراز اور طاعات کے لیے تیاری زیادہ ہوگی چوتھے یہ کہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر حال مین مجھپر مطلع ہی اور میرے
دل کے وسوسوں اور خفیہ خطروں اور فکروں کو دیکھتا ہی آس بات کا یقین بموجب اصطلاح اول کے تو ہر ایماندار کو ہوتا ہی یعنی کسی کو اس
امر مین شک نہین مگر دوسری اصطلاح کے بموجب اسکا یقین کمیاب ہی اور وہی مقصود ہی آلبتہ صدیقوں کو اس مرتبے کا یقین ہوا کرتا ہی
اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہی کہ انسان تنہائی مین بھی اپنے سب کاموں مین ادب سے رہتا ہی جیسے کوئی شخص کسی بڑے بادشاہ کی نظر وآنکھ کے
سامنے بیٹھا ہو جو اسکو دیکھتا رہتا ہی تو وہ ہر وقت گردن جھکائے اپنے سب اعمال مین ادب کا لحاظ رکھتا ہی اور ایسی حرکت سے جو مخالف ادب کے
ہو احتراز کیا کرتا ہی آسیطرح جب یہ معلوم کرلے کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن پر ایسا مطلع ہی جیسا خلق کے لوگ ظاہر پر مطلع ہوتے ہین تو ظاہر کے
اعمال اور باطن کی فکر مین یکسان رہنا چاہیے بلکہ باطن کی آبادی اور صفائی اور زینت اور پاکی مین جو خدا تعالیٰ کی نظر مین ہر دم ہی
زیادہ مبالغہ کرنا چاہیے بہ نسبت ظاہر کے بناؤ کے جو لوگون کے لیے کرتے ہین اور یہ مقام یقین کا حیا اور خوف اور انکسار اور ذلت اور
مسکنت اور خضوع اور اخلاق عمدہ کا مورث ہوا کرتا ہی اور یہ اخلاق بڑی بڑی طاعتوں کے موجب ہوتے ہین۔ حاصل یہ کہ ان امور مین
کسی امر مین یقین کا حال مثل درخت کے ہی اور یہ اخلاق دل مین مثل شاخوں کے ہین جو اُس درخت سے نکلے ہوں اور اعمال و طاعات
جو اخلاق سے صادر ہوتے ہین وہ بمنزلہ پھلوں اور کلیوں کے ہین کہ شاخوں سے نکلتی ہین غرضکہ یقین اصل اور اساس ہی اور اُسکے
محل اور مقام نسبت مقامات مذکورہ بالا کے بہت زیادہ ہین چنانچہ عنقریب جلد چہارم منجیات مین انشاء اللہ انکا بیان ہوگا یہان لفظ کے

اور کوئی [illegible] زمین پر چلنے والا نہیں مگر [illegible] اللہ پر ہے اسکی روزی ۱۲

پس جس نے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لیگا اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لیگا ۱۲

معنے سمجھانے کے لیے اسقدر کافی ہو اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہو کہ غمگین انکسار کے ساتھ سر جھکائے خاموش رہے صورت اور لباس اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتگو اور خاموشی سب مین خوف کا اثر ظاہر ہو جب اُسکی صورت کوئی دیکھے تو خدا یاد آوے اور ظاہر حال ہی اُسکے عمل کی دلیل ہوجاوے اور مضمون صورت ببین حالش مپرس کا مصداق ہو علماے آخرت کی فروتنی اور ذلت اور مسکینیت اُنکے بشرے ہی سے معلوم ہوجاتی ہو اور بعض اکابر کا قول ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کوئی لباس اس سے بہتر نہین پہنایا کہ وقار کے ساتھ فروتنی ہو یہ لباس انبیا علیہم السلام کا ہو اور نیکبخت صدیقون اور علما کی علامت ہو اور گفتگو زیادہ کرنی اور خوش تقریری مین پڑا رہنا اور ہنسی مین ڈوبا رہنا اور حرکت اور کلام مین تیزی کرنی یہ سب علامتین شیخی اور خدا تعالیٰ کے عذاب عظیم اور شدت غضب سے بیخوف اور غافل بنے کی ہین اور اُن دنیا دارون کا طریق ہو جو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہین علما سے باللہ کا یہ طور نہین ہو اسلیے کہ عالم بموجب قول سہل تستریؒ کے تین ہین ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ کے امر سے واقف ہین مگر اُسکے ایام سے ناواقف یہ وہ لوگ ہین کہ حلال اور حرام کے باب مین حکم کرتے ہین اس طرح کا علم خوف خدا کا مورث نہین ہوتا اور ایک وہ کہ خدا کو جانتے ہین اور اُسکے امر اور ایام کو نہین جانتے یہ لوگ عوام ایماندار ہین اور ایک وہ کہ خدا تعالیٰ کو بھی جانتے ہین اور اُسکے امر اور ایام سے بھی واقف ہین یہ لوگ صدیق ہین اور خوف اور فروتنی صرف انھین پر غالب ہوتی ہو ایام سے اُنکی مراد اقسام عقوبات پوشیدہ اور باطنی نعمتین جنکو اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے فرقون پر مرحمت فرماتا ہو پس جس شخص کا علم اُن چیزون پر محیط ہوگا اُسکو خوف بھی بڑا ہوگا اور فروتنی بھی ظاہر ہوگی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہو کہ علم کو سیکھو اور علم کے لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور جس شخص سے سیکھتے ہو اُسکے لیے تواضع کرو اور جو شخص تم سے سیکھے اُسکو چاہیے کہ تمسے فروتنی کرے اور علما سے جابر مت ہو کہ تمھارا علم جہل کے برابر بھی نہو اور کسی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو علم دیتا ہو تو اسکو علم کے ساتھ حلم اور فروتنی اور خوش خلقی اور نرمی بھی دیتا ہو علم سفید اسی کا نام ہو اور کسی بزرگ کا ارشاد ہو کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم اور زہد اور تواضع اور خلق حسن عنایت فرماوے تو وہ متقیون کا امام ہو اور حدیث شریف مین ہو کہ بعض لوگ میری امت مین سے بہتر ایسے ہین کہ ظاہر مین تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے وسیع ہونے سے ہنستے ہین اور خفیہ اُسکے عذاب کے خوف سے روتے ہین اُنکے بدن زمین مین ہین اور دل آسمان مین اُنکی جانین دنیا مین ہین اور عقلین عقبیٰ مین وقار کے ساتھ چلتے ہین اور وسیلہ سے تقرب اللہ تعالیٰ کا کرتے ہین یعنی جس امر کو باعث تقرب جانتے ہین اُسکو بجا لاتے ہین - اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہو کہ حلم علم کا وزیر ہو اور نرمی اُسکا باپ ہو اور تواضع اُسکا لباس - اور بشر بن حارث کہتے ہین کہ جو شخص علم سے ریاست کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقرب اُس سے عداوت رکھتا ہو اسلیے کہ وہ آسمان اور زمین مین مبغوض ہو - اور بنی اسرائیل کی حکایات مین مروی ہو کہ ایک حکیم نے تین سو ساٹھ کتابین حکمت مین لکھین یہانتک کہ حکیم نامی ہوا اللہ تعالیٰ نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی بک سے زمین بھر دی اور اُن مین سے کسی چیز سے تو نے میری نیت نہین کی اور مین تیری بک سے کچھ نہین قبول کرتا جب اُس حکیم کو خبر ہوئی تو نادم ہوا اور وہ بات ترک کی اور عوام مین ملگیا اور بازارون مین پھرا اور بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کیا اور اپنے جی مین فروتنی کی پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکے نبی پر وحی بھیجی کہ اُس سے کہدو کہ اب تجکو توفیق میری رضامندی کی ملی - اور اوزاعیؒ بلال بن سعد کا حال بیان

ل ح عالم و بیہقی ۱۱۰ بروایت عبد اللہ بن سلیمان ۱۲
بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے

کرتے ہین کہ وہ کہا کرتے تھے کہ تم مین سے کوئی اگر شحنہ کے سپاہی کو دیکھتا ہی تو خدا تعالی سے اُس سے پناہ مانگتا ہی اور اگر علما سے دنیا کو
دیکھتا ہی جو اپنی عادتین بنائے رکھتے ہین اور ریاست کے شائق ہین تو اُن کو بُرا نہین سمجھتا حالانکہ سپاہی کی نسبت کر زیادہ مستحق نفرت اور
دشمنی کے یہ لوگ ہین - اور مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ
محرمات سے بچنا اور ہمیشہ خدا کی یاد مین رطب اللسان رہنا پھر کسی نے سوال کیا کہ یارون مین سے کونسا اچھا ہوتا ہی آپنے فرمایا کہ وہ عمدہ
ہی کہ جب تم ذکر خدا کرو تو تمہاری مدد کرے اور اگر تم اللہ تعالی کو بھول جاؤ تو تمھین یاد دلادے پھر پوچھا کہ ساتھیون مین بُرا کونسا ہی آپنے
فرمایا کہ سب مین بُرا وہ ساتھی ہی کہ جب تم خدا کو بھولو تو وہ یاد نہ دلاوے اور جب اُسکا ذکر کرو تو مدد نہ کرے پھر پوچھا کہ لوگون مین زیادہ
عالم کونسا ہی آپنے فرمایا کہ جو خدا تعالی سے زیادہ خوف رکھتا ہو پوچھا کہ آپ ہم کو ہم مین سے بہتر لوگ ارشاد فرما دین کہ ہم اُن کے
پاس بیٹھا کرین آپنے فرمایا کہ ایسے لوگ وہ ہین کہ جب اُنپر نظر پڑے خدا یاد آوے پوچھا کہ سب لوگون مین بُرے کونسے ہین آپ نے فرمایا کہ الٰہی
مین تجھسے مغفرت چاہتا ہون (یہ کلمہ اُنکی شر سے پناہ مین رہنے کے لیے ارشاد فرمایا) لوگون نے مکرر عرض کیا کہ آپ ہم کو بتلا دین
آپ نے فرمایا کہ وہ علما ہین جب بگڑ جاوین - اور ایک صحیح حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کے دن سب لوگون سے زیادہ امن
اسکو ہوگا جو دنیا مین فکر زیادہ کرتا تھا اور سب مین زیادہ آخرت مین وہ ہنسے گا جو دنیا مین سب سے زیادہ رویا ہوگا اور سب سے زیادہ
خوش وہ ہوگا جو دنیا مین بہت دنون رنج مین رہا ہوگا - اور حضرت علی رض نے اپنے ایک خطبے مین ارشاد فرمایا ہی کہ میرا ذمہ ہی اور مین اسبات
کا ضامن ہونگا کہ کسی قوم کی زراعت عمل کو تقوی کے ہوتے ہوئے زردی اور تباہی کا نقصان نہو اور نہ کسی کام کی جڑ کو ہدایت
ہوتے تشنگی کا زیان اور لوگون مین سے جاہل تر وہ ہی جو خوف خدا کی قدر نہ جانے اور اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہی
کہ جو علم کو ہر جگہ سے جمع کرکے فتنہ کی تاریکیون مین چھپا پھا مارے ایسے ویسے اور رذیل لوگون نے اُسکا نام عالم رکھدیا اور وہ علم مین
ایک دن بھی سلامت نہ تھا صبح کو اُٹھتا ہی وہ چیز بہت سی لی جسمین سے تھوڑی بہ نسبت بہت کے اچھی ہی یہانتک کہ جب گندے پانی
سے سیراب ہوجاتا ہی اور بے فائدہ امور کی کثرت کرتا ہی تو لوگون کے واسطے مفتی بن بیٹھتا ہی کہ جو امر غیر پر مشتبہ ہی اُسکو اُس سے خلاص کرے
اور جب کوئی مبہم بات اسکے سامنے پیش ہوتی ہی تو اُسکے لیے اپنی تجویز سے ایک لغو قیاس بنا لیتا ہی تو وہ شخص شبہون کی تاریکی
مکڑی کے سے جالے مین ہی یہ نہین جانتا کہ مین چوک گیا یا ٹھیک کہا بہت سی جہالتون کا مرتکب اور بے سمجھے عقلی تکے مارتا ہی
جس چیز کو نہین جانتا اُسکا عذر نہین کرتا کہ بچ جاوے اور نہ علم کو دانتون سے مضبوط پکڑے کہ غنیمت پاوے خون ناحق اُسکے ہاتھون روتے
ہین اور اُسکے حکم سے زنا حلال ہوتی ہین بخدا کہ جو سوال اسپر پیش ہوا نہ اُسکے جواب کی قدرت اُسکو حاصل ہی اور نہ جو امر کہ اُسکو تفویض ہوا
اُسکے وہ قابل ہی یہی لوگ ہین کہ عذاب اور عقاب کے مستحق ہین اور زندگی بھر نوحہ اور گریہ کے لائق - اور یہ بھی آپکا ارشاد ہی کہ جب تم
علم کو سنو تو خاموش رہو اور اُسکو ہزلیات مین مت ملاؤ ورنہ دلمین اُسکی تاثیر نہوگی - اور بعض سلف کا قول ہی کہ عالم جب ایک دفعہ
ہنستا ہی تو ایک لقمہ علم کا منہ سے نکال ڈالتا ہی اور بعضون نے یہ کہا ہی کہ استاد مین اگر تین باتین ہون تو اُنکے سبب سے شاگرد پر
پوری نعمت ہوگی اول صبر کرنا دوم تواضع سوم خوش خلقی اور جب شاگرد مین تین امر ہون تو اُنسے استاد پر نعمت کامل ہوجاتی ہی ایک

عقل دوسرے ادب تیسرے اچھی سمجھ۔ حاصل یہ کہ جو اخلاق کلام اللہ مین مذکور ہین علماے آخرت اُنسے خالی نہین ہوتے وہ لوگ قرآن مجید کو عمل کے واسطے سیکھتے ہین صرف پڑھنے پڑھانے کے واسطے نہین سیکھتے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہماری عمر گذری کہ ہم دیکھا کئے کہ صحابہؓ کو قرآن مجید سے پیشتر ایمان عطا ہوا تھا اور جب سورت نازل ہوتی تھی تو ہم اُسکے حلال اور حرام اور امر اور نہی کو جان لیتے تھے اور سورتون میں جس جگہ توقف چاہیے وہ مقام معلوم کر لیتے تھے اور اب مین ایسے لوگونکو دیکھتا ہون کہ انکو ایمان سے پیشتر قرآن ملتا ہے اور وہ الحمد سے لیکر آخر قرآن تک پڑھ جاتے ہین پر نہین جانتے کہ اُسمین حکم کیا ہے اور منع کس امر سے ہے اور کس جگہ توقف کرنا چاہیے اُسکو سڑے چھوہارون کی طرح بکھیرتے چلے جاتے ہین۔ اور ایک روایت مین اسی کے قریب وارد ہے کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سے پیشتر ایمان عنایت ہوا تھا اور عنقریب تمھارے بعد کچھ لوگ آوینگے کہ انکو ایمان سے پہلے قرآن ملیگا کہ وہ اُسکے الفاظ و حروف کو تو درست کرینگے اور اُسکے حدود یعنی امر و نہی کو ضائع کرینگے اور کہینگے کہ ہمنے پڑھا ہے ہمسے زیادہ پڑھنے والا کون ہے اور ہمنے جانا ہے ہمسے زیادہ جاننے والا کون ہے انکا حصہ قرآن سے اسیقدر ہے اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ یہ لوگ اس امت کے بُرے ہین۔ اور بعض کا قول ہے کہ پانچ اخلاق ہین جو علماے آخرت کی علامت ہین اور وہ قرآن مجید کی پانچ آیتون سے سمجھے جاتے ہین اول خوف دوم خشوع سوم فروتنی چہارم حسن خلق پنجم آخرت کو دنیا پر اختیار کرنا جو سب کی اصل ہے خوف تو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور خشوع اس آیت سے خاشعین للہ لا یشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلا اور فروتنی اس سے واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین اور حسن خلق اس سے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم اور زہد اس سے وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن آمن وعمل صالحا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام تو کسی نے عرض کیا کہ اس شرح سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ نور جب دل مین ڈالا جاتا ہے اُسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا کہ اُسکی کوئی پہچان بھی ہے آپنے فرمایا کہ ہان دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار پایدار کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اُسکی تیاری کرنی اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ اکثر گفتگو علم اعمال کی کرے اور جو چیزین کہ عمل کو فاسد کرتی ہین اور دلونکو پریشان کرتی ہین اور وسواس کو اُبھارتی ہین اور شر کو اُٹھا کھڑا کرتی ہین اُنکے حال سے بحث کرے کیونکہ دین کی اصل شر سے بچنا ہے اور اسی لیے کسی نے کہا ہے تعلمت الشر لا للشر لکن لتوقیہ ومن لا یعرف الشر من الناس یقع فیہ... شر کے حال سے جو آدمی نہین آگاہ ہے بعید کیا ہے کہ وہ شر مین پڑکے برباد ہو اور ایک وجہ یہ ہے کہ اعمال جو فعلی ہین وہ آسان ہین اُنمین سب سے اعلی یہ ہے کہ زبان و دل سے اللہ تعالی کے ذکر کی مداومت کرے لیکن اُنکی خوبی جب ہے کہ جو چیزین اعمال کی مفسد اور دلون کی پریشان کرنے والی ہین اُسکو پہچانے اور اُنکی شاخین اور فروعات بہت سی ہین اور طریق آخرت کے چلنے مین اکثر اُنکی طرف ضرورت ہوتی ہے اور سب اُنمین مبتلا ہوتے ہین اسلیے انکا پہچاننا ضروری ہے باقی رہے علماے دنیا تو وہ حکایات اور مقدمات کے نادر تر پاتے سیکھا کرتے ہین اور اُنمین گم رہتے ہین اور ایسی صورتون کے گھڑنے مین محنت اُٹھاتے ہین کہ قیامت تک کبھی واقع نہون اور اگر ہون تو اُنکے لیے ہون بلکہ غیرون کے لیے ہون اور اُنکے واقع ہونے کی صورت مین بھی اُنکے بتانیوالے بہت سے ہونگے اور جو چیزین کہ ان علما کے ساتھ ہر دم ہین اور رات اور دن مین اُنکے خطرون اور وسوسون اور اعمال مین کر رہی ہین اُنکو چھوڑ بیٹھے ہین اور جو شخص کہ اپنی ضرورت لازم ہر وقت ہونیوالی

حاکم و بیہقی نے صحیح ۱۲ ح ابن ماجہ ۱۲ حدیث جندب بن عبداللہ سے ... [illegible]

وے کھولدے اُسکا سینہ حکم برداری کو ۱۲

کو تو ترک کرے اور دوسرے کی ایسی مہم اختیار کرے کہ جو کمتر ہوتی ہو اور غرض اس سے خلق کے تقرب اور مقبول ہونیکو خدا تعالی کے
تقرب اور قبول پر اختیار کرتا ہو اور یہ لالچ ہو کہ ہمکو دنیا دار ہمکو فاضل محقق اور عالم مدقق کہین تو اسکے برابر سعادت سے دور اور کوئی نہوگا اور
اسکا بدلہ خدا تعالی کی طرف سے یہ ہی کہ نہ تو دنیا مین خلق کے نزدیک مقبول ہو کر منتفع ہون نہ آخرت مین خدا تعالی کے یہان بلکہ زمانے کے
مصائب سے زندگی تلخ گذرے پھر قیامت مین مفلس تہی دست جاوین اور علماے آخرت کے نفع اور مقربونکی فلاح کو دیکھکر پچتاوین یہ بڑا بھاری ٹوٹا
ہی حضرت حسن بصری لوگونکی نسبت کر کلام کرنے مین زیادہ تر مشابہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے تھے اور سیرت اور طریق مین اصحابہ
رضی اللہ عنہم کے زیادہ تر قریب اوروں سے تھے اُنکے ان دونون امرون مین سب کا اتفاق ہی اور اُنکا وعظ اکثر دلون کے خطرون اور
اعمال کی خرابیون اور نفسون کے وسوسون اور نفس کی خواہشون کی پوشیدہ خفیہ اور دقیق باتون مین ہوا کرتا تھا کسی نے اُنسے یہ بھی پوچھا
کہ آپ ایسی تقریر فرماتے ہین کہ جو ہم اوروں سے نہین سنتے آپنے تقریر کس سے سیکھی فرمایا کہ حذیفہ بن الیمان رض سے اور حضرت حذیفہ بن الیمان سے
کسی نے پوچھا کہ آپ وہ گفتگو کرتے ہین کہ آپکے سوا صحابہ مین کسی سے ہم نہین سنتے آپنے یہ کہان سے سیکھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھکو اس تقریر سے خاص فرمادیا ہی لوگ تو آپسے خیر کا حال پوچھا کرتے تھے اور مین آپسے بدی کا حال پوچھتا تھا اس
ڈر سے کہ کہین مین مبتلا ہو جاؤن اور یہ پہچان لیا تھا کہ خیر میرے پاس تو آویگی اور ایک روایت مین یہ ہی کہ مین پہچان لیا کہ جو شخص شر کو نہین پہچانتا
وہ خیر کو بھی نہین جانتا اور ایک روایت مین یون ہی کہ آپنے فرمایا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا کام کرے
اُسکو کیا ثواب ہی یعنی اعمال اور اُنکے فضائل کا حال پوچھتے تھے اور مین پوچھا کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان فلان اعمال کو کونسی
چیز فاسد کر دیتی ہی جب آپنے مجھکو دیکھا کہ عمل کی آفتون ہی کا حال پوچھتا ہون تو مجھکو خاص یہی علم تعلیم فرمایا اور حضرت حذیفہ نفاق کے
جاننے مین بھی مخصوص تھے علم نفاق اور اُسکے اسباب اور فتنہ کی باریکیون کے جاننے مین یکتا تھے حضرت عمر رض اور عثمان رض اور بڑے بڑے
صحابی رض اُنسے احوال عام اور خاص فتنون کا پوچھا کرتے اور لوگ اُنسے منافقون کا حال پوچھتے تو جتنے باقی ہوتے اُنکے شمار تو بتلا دیتے
نام نہ بتاتے اور حضرت عمر اُنسے اپنا حال پوچھا کرتے کہ مجھ مین تو کوئی نفاق کی بات نہین پاتے وہ آپکو بری اور صاف فرمادیا کرتے
جب حضرت عمر رض کسی جنازے کی نماز پڑھنے کو بلائے جاتے تو آپ دیکھتے اگر حضرت حذیفہ کو جنازے کے ساتھ شریک اور موجود پاتے
تب تو نماز پڑھتے اور اگر وہ وہان نہوتے تو نماز نہ پڑھتے اور حضرت حذیفہ کا نام صاحب السر یعنی راز دار تھا غرضکہ دل کے مقامات اور
احوال پر توجہ رکھنی علماے آخرت کا قاعدہ ہی اسلیے کہ قرب الٰہی کی طرف سعی کرنیوالا دل ہی ہی اور آپ یہ فن کمیاب اور مٹتا ہوا ہو گیا اگر کوئی عالم
فن مین کسی چیز کے درپے ہوتا ہی تو لوگونکو عجب معلوم ہوتا ہی اور بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ صرف واعظونکا ڈھونگ ہی تحقیق کہان ہی
تحقیق صرف جھگڑے کی باتون مین سمجھتے ہین واقع مین کسی نے سچ کہا ہی قطعہ طریقے ہین بہت سے پر وہ حق ہی جداگانہ جو سالک اسنا
طریقے ہین وہ بھی ہوتے ہین یکتا نہ اُنکو کوئی جانے اور نہ کوئی اُنکے مطلب کو سمجھے ہین وہ غرض جائے مقصود دکھاتا ہی
ہین جو ان مطلب کو اُس سے لوگ ہین غافل کہ اکثر خلق راہ حق سے غفلت مین ہی سو یا بالجملہ اکثر لوگ ایسی ہی چیز کی طرف راغب ہوتے ہین جو
سہل تر اور اُنکی طبیعت کے موافق ہو اسلیے کہ حق تلخ ہی اور اُسپر آگاہ ہونا مشکل ہی اور اُسکا دریافت کرنا نہایت سخت ہی اور اُسکا طریق دقیق ہی

خصوصاً دل کے صفات کو معلوم کرنا اور اسکو برے اخلاق سے پاک کرنا کہ یہ تو ہمیشہ کی جان کندنی ہی اور جو شخص اسکے درپے ہوتا ہی وہ ایسا ہی جیسے دوا پینے والا کہ دوا کی تلخی پر بامید شفاے آیندہ صبر کرتا ہی یا ایسا ہی کہ گویا عمر بھر روزے رکھتا ہی کہ وہ بھی سختیونکی برداشت اسلیے کرتا ہی کہ مرنے پر اسکی عید ہو جاوے پس ایسے طریق کی رغبت کس طرح بہت ہو سکتی ہی اور اسیو جہ سے مشہور ہی کہ بصرے مین ایک سو بیس واعظ تھے جو نصیحت و پند کیا کرتے تھے مگر علم یقین اور دلون کے حالات اور باطن کے صفات پر کوئی سوا تین شخصون کے گفتگو نہ کرتا تھا وہ سہل تستری اور صبیحی اور عبدالرحیم تھے اور ون کے وعظ مین اتنے لوگ ہوتے تھے کہ شمار سے زاید ہون اور ان تینون کے وعظ مین بہت کم ہوتے تھے کبھی ایسا ہوتا ہوگا کہ دس سے زیادہ ہوتے ہون اسلیے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے اہل خاص ہی لوگ ہوتے ہین اور جو چیز عوام کو دیجاتی ہی وہ سہل ہوتی ہی اسکے خواستگار بہت ہو جاتے ہین اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہی کہ اپنے علوم مین اعتماد اپنی بصیرت اور دل کی صفائی کے ادراک پر کرے کتابون و صحیفون پر نہ کرے اور نہ اس چیز پر جو دوسرے سے سنے تقلید کے لیے صرف صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم ہین جس بات کا آپنے امر فرمایا اور جسکو کہا انھین آپ ہی کی تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید بھی اس جہت سے کرے کہ انکا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پھر جب پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ اقوال اور افعال کے قبول کرنے مین بجالاوے تو چاہیے کہ انکا اسرار کے سمجھنے کا حریص ہو اسلیے کہ پیروی فعل اسی لیے کرتا ہے کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کیا ہی اور آپ کا کرنا ضرور ہی کہ کسی راز کے باعث ہوگا اسی لیے چاہیے کہ اعمال اور اقوال کے اسرار کے باب مین خوب تلاش کرے کیونکہ اگر جو کچھ سنے گا اسکو یاد کریگا تو علم کا ظرف ہو جاویگا عالم نہ ہوگا اور اسی لیے پہلے زمانے مین اس قسم کے آدمی کو کہا کرتے تھے کہ فلان شخص علم کے ظروف مین سے ہی اور عالم نہ کہتے تھے پس جس حال مین کہ علم والا یاد کرے اور فعل کی حکمت اور اسرار سے ناواقف ہو تو اسکو عالم نہ کہینگے اور جسکے دل سے پردہ اٹھ گیا ہو اور نور ہدایت سے منور ہو گیا ہو وہ بذات خود متبوع اور پیشوا ہو جاتا ہی اسکو نہ چاہیے کہ دوسرے کی تقلید کرے اور اسی لیے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہی کہ سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1] کے کوئی ایسا شخص نہین ہی کہ اسکی ساری باتین مان لیجاوین بعض مان لیجاتی ہین اور بعض نہین مانی جاتین اور حضرت ابن عباس نے فقہ حضرت زید بن ثابت سے سیکھی تھی اور قرأت حضرت ابی بن کعب کو سنائی تھی پھر ان دونون علمون مین دونون استادون سے اختلاف کیا اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو کچھ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہی اسکو تو ہم بسر و چشم مانتے ہین اور جو صحابہ سے پہونچا ہی انمین سے بعض کو اختیار کرتے ہین اور بعض پر عمل نہین کرتے اور جو تابعین سے پہونچا ہی تو وہ بھی آدمی ہین اور ہم بھی آدمی اور صحابہ کو فضیلت اسوجہ سے ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے قرائن کو دیکھا اور جو باتین کہ قرائن سے معلوم ہوئین انپر انکا دل متعلق ہوا اور اسی تعلق سے ٹھیک صواب پر رہے اور مشاہدہ قرینون کا ایسا ہی کہ روایت اور الفاظ مین داخل نہین ہوتا بلکہ انپر نور نبوت کا فیضان اتنا تھا کہ اکثر خطا سے محفوظ رہین اور جبکہ غیر سے سنی ہوئی بات پر اعتماد کرنا ناپسند تقلید ہی تو کتابون اور تصنیفون پر اعتماد کرنا تو زیادہ بعید ہی بلکہ کتابین اور تصنیفین نئی چیزین ہین کہ زمانہ صحابہ اور کسی قدر تابعین کے شروع زمانے مین کوئی کتاب یا تصنیف نہ تھی ہجرت کے ایک سو بیس برس پیچھے تمام صحابہ اور کچھ تابعین کی وفات کے بعد مثل وفات سعید بن مسیب اور حسن بصری اور دوسرے عمدہ

[1] اح طبرانی عن ابن عباس مرفوعاً کذا فی ۱۲

تابعین کے تالیف ہوئین بلکہ اول کے لوگ حدیث کی کتابونکا لکھنا اور تصنیف کرنا برا جانتے تھے اس غرض سے کہ لوگ اُن کتابونکے باعث یاد کرنا اور قرآن کا پڑھنا اور سمجھنا کہین نہ چھوڑ بیٹھین اور کہتے تھے کہ جیسے ہم یاد کیا کرتے تھے ویسے تم بھی یاد کرو اور اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق اور کچھ اور صحابہؓ نے قرآن مجید کا مصحف مین جمع کرنا مناسب سمجھا اور فرمایا کہ ہم کسطرح ایسی بات کرین جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا اور اس بات سے ڈرے کہ لوگ کہین لکھے ہوے قرآن پر بھروسا کرکے اُسکی تلاوت نہ چھوڑ دین اور یہ کہا کہ قرآن کو ایسا ہی رہنے دو کہ ایک دوسرے سے سیکھ پڑھ لیا کرے تاکہ اُنکا شغل اور مقصود بنا رہے یہانتک کہ حضرت عمرؓ اور باقی اصحابؓ نے قرآن کے لکھنے کو کہا اس خوف سے کہ لوگ سستی اور کسل نہ کرجاوین یا یہ کہ اگر پڑھنے مین کسی کلمہ یا مشابہات کے خلاف ہو تو کوئی اصل ایسی نہ ملے جس سے اُس خلاف کو دور کرین پس حضرت ابوبکر صدیق کا دل بھی اس بات کے لیے کھل گیا اور قرآن مجید کو ایک مصحف مین جمع کیا اور امام احمد بن حنبل امام مالک پر موطا بنانے مین انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو بات صحابہؓ نے نہین کی اُسکو تم پیدا مت کرو۔ اور کہتے ہین کہ سب سے اول کتاب جو اسلام مین بنی وہ ابن جریج کی کتاب ہے جسمین آثار اور تفسیرین جو مجاہد اور عطا اور شاگردان حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہین مندرج ہین یہ کتاب مکہ معظمہ مین تصنیف ہوئی اُسکے بعد معمر بن راشد صنعانی کی کتاب متضمن سنن ماثورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یمن مین طیار ہوئی پھر امام مالکؒ کی موطا مدینہ مین پھر سفیان ثوری رحؒ کی جامع تالیف ہوئی پھر چوتھے قرن مین کلام کی تصنیفات ایجاد ہوئین اور جنگ وجدال اور مقالات بیہودہ مین خوض کثرت سے ہونے لگا اور لوگونکو اسطرف رغبت ہوئی اور قصون اور وعظ گوئی کا شوق ہوا تو اُسوقت سے علم یقین کم ہونے لگا اور بعد کو تو یہ حال ہوا کہ دلون کا علم اور نفس کے صفات کا حال دریافت کرنا اور شیطان کے فریبون کا معلوم کرنا ایک عجیب بات ہو گئی اور سب لوگون نے اس طرف سے منھ پھیر لیا صرف چند لوگ رہ گئے جنکو ان علوم کا شوق ہے اب عالم وہی کہلاتا ہے جو مناظرہ کرنے والا اور کلام والا ہو یا وعظ مین قصون کو خوب چکنے الفاظ سے اور مقفی عبارتون سے بیان کرے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اُنکے سننے والے عوام ہوتے ہین انکو یہ تمیز نہین کہ علم واقعی کونسا ہے اور غیر واقعی کونسا اور صحابہ کی سنت اور علوم اُنکو معلوم نہین تاکہ اُسکی نسبت سے دیکھ لیتے کہ اب کے عالم اُنکے بالکل مخالف ہین اسی جہت سے جسکو کچھ کہتے سنا عالم کہدیا اور اسیطرح پچھلے بھی اگلون کی پیروی کرتے آئے اور علم آخرت تہ ہو گیا اور بجز چند خواص کے اور لوگون مین سے علم اور کلام مین کا فرق بھی اٹھ گیا البتہ خواص سے اگر کوئی پوچھتا کہ فلان زیادہ علم رکھتا ہے یا فلان تو وہ کہدیتے تھے کہ فلان علم مین زیادہ ہے اور دوسرا کلام مین غرض کہ علم اور کلام پر قدرت ہونے پر اُنکو تمیز تھی جب اگلے زمانے مین دین ایسا سست ہو گیا تو اب اس زمانے کا کیا حال پوچھتے ہو کہ نوبت اس حد تک پہونچی ہے کہ اگر کوئی کلام وغیرہ سے انکار کرے تو دیوانہ کہلاتا ہے اسی لیے بہتر یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی فکر مین لگا رہے چپکا ہو رہے

اور ایک علامت علماے آخرت کی یہ ہے کہ بدعتون سے اور نوایجاد چیزون سے بہت بچے گو اُسپر تمام عوام نے اتفاق کر لیا ہو جو چیز صحابہ کے بعد نئی ہوئی ہو اُسپر لوگون کے اتفاق کر لینے سے مغالطہ نہ کھاوے بلکہ صحابہؓ کے حالات اور سیرت اور اعمال کی جستجو کا حریص ہو اور یہ دریافت کرے کہ اُنکی ہمت اکثر کن باتون مین مصروف تھی آیا درس دینے اور تصنیف کرنے اور مناظرہ کرنے اور قاضی اور حاکم ہونے اور وقفون کے متولی اور یتیمون اور وصیتون کے مال کے امین بننے اور سلاطین سے ملنے اور اُن سے اچھی

طرح صحبت رکھتے ہیں وہ لوگ مصروف تھے یا خوف اور اندوہ اور فکر اور مجاہدہ اور ظاہر و باطن کے مراقبہ اور چھوٹے بڑے گناہوں کے بچنے اور نفس کی خفیہ خواہشوں کے معلوم کرنے اور شیطان کے حیلوں کو دریافت کرنے وغیرہ علوم باطن میں مشغول تھے اور یہ بات قطعًا جان لو کہ زمانہ کے لوگوں میں سے زیادہ عالم اور حق سے قریب تر وہ ہی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیادہ مشابہ ہو اور اکابر سلف کے طریق سے واقف تر اسلیے کہ دین انھیں لوگوں سے لیا گیا ہی اور اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا ہی کہ ہم میں سے بہتر وہ شخص ہی جو اس دین کا زیادہ تابع ہو اور یہ آپ نے اسوقت ارشاد فرمایا تھا کہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ نے فلاں شخص کا خلاف کیا۔ غرضکہ اگر تم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو تو اس بات کی پروانہ کرو کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی مخالفت ہو کیونکہ لوگوں نے اپنی طبیعتوں کی خواہش کی جہت سے ایک قیاس ٹھہرالیا اور انکا نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اقرار کریں کہ ہماری رائے جنت سے محروم ہونیکی موجب ہی تو اسی بات کے مدعی ہوے کہ جنت کی سبیل بجز اس راہ کے اور کوئی نہیں اور اسی جہت سے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہی کہ اسلام میں دو نئے شخص پیدا ہو گئے ایک تو وہ کہ جسکی رائے خراب ہی وہ کہنے لگا کہ جنت اسیکے لیے ہی جسکی رائے میری رائے جیسی ہو دوسرے وہ دولتمند کہ دنیا پرست ہی اسی کے لیے ناخوش ہوتا ہی اور اسی کے واسطے راضی اور اسی کی طلب کرتا ہی پس تم ان دونوں کو ترک کر دو اور جہنم میں جانے دو اور اگر کوئی شخص اس دنیا میں ایسا ہو کہ ادھر تو توانگر اسکو اپنی دنیا کی طرف بلاتا ہو اور ادھر بدعتی اپنی رائے فاسد کی طرف اور اس شخص کو خدا تعالیٰ نے دونوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ سلف صالح کا مشتاق ہو کہ انکے افعال کو پوچھتا ہو اور انکے آثار کا اقتدا کرکے اجر عظیم کا خواہاں ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت موقوف اور مرفوع دونوں طرح آئی ہی کہ آپنے فرمایا کہ دو ہی باتیں ہیں ایک کلام دوسری سیرت تو کلام میں سے عمدہ تو خدا تعالیٰ کا کلام ہی اور سیرت میں سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی آگاہ رہو کہ اپنے آپ کو نئے امور سے دور رکھو کہ سب امور سے بدتر نئے امور ہیں اور جو نئی بات ہی وہ بدعت ہی اور جو بدعت ہی وہ گمراہی ہی خبردار رہو کہ اپنی عمر کو زیادہ مت سمجھو ورنہ تمھارے دل سخت ہو جاوینگے یہ جان رکھو کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ نزدیک ہی دور وہی ہی جو آتی نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ خوشحالی ہی اسکو جس نے اپنے عیب دیکھکر دوسرے لوگوں کے عیب سے پہلوتہی کی اور جو مال کہ بدون معصیت کمایا اسمیں سے خرچ کیا اور فقہ اور حکمت والوں سے میل کیا اور اہل شر اور معصیت کے لوگوں سے احتراز کیا خوشحالی ہی اسکو جو اپنے جی میں ذلیل بنا اور اسکی عادت اچھی ہوئی اور باطن درست ہوا اور لوگونکو اسکی ایذا نہ پہونچی خوشحالی ہی اسکو جسنے اپنے علم کے بموجب عمل کیا اور جو کچھ مال اسکے پاس بچا وہ دیڈالا اور جو بات کہ زائد از حاجت ہوئی اسکو زبان سے نہ نکالا طریق سنت اسپر محیط رہا اور اسنے اس سے بدعت کی طرف تجاوز نہ کیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ آخر زمانہ میں سیرت کا بہتر ہونا بہت سے عمل کی نسبت اچھا ہوگا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے بہتر وہ ہی جو امور خیر میں جلدی کرتا ہی اور عنقریب تمھارے بعد ایک ایسا وقت آویگا کہ انمیں بہتر وہ ہوگا جو ثابت قدم رہے اور کام کی بجا آوری میں توقف کرے اسلیے کہ شبہات بہت سے ہونگے۔ اور یہ بات آپنے سچ فرمائی اسلیے کہ اسوقت میں اگر کوئی شخص توقف نہ کرے اور جن امور میں سب مبتلا ہیں انمیں انکی موافقت کرے اور انھیں کی سی باتوں میں خوض کرے تو جیسے وہ تباہ ہوے ایسا وہ بھی تباہ ہو جاوے

رواہ ابن ماجہ بسند جید ۱۲ و ح ابو نعیم روایت الترمذی بسند ضعیف ۱۲

اور حضرت حذیفہ نے اس سے بھی عجیب تر بات فرمائی ہی کہ تم لوگون کی نیکی اسوقت مین پہلے زمانے کی برائی ہی اور جسکو تم اب برائی
جانتے ہو وہ پہلے وقت مین بھلائی تھی اور تم جب ہی تک خیر سے رہوگے جبتک کہ حق کو پہچانوگے اور تمھارا عالم امر حق نہ چھپاویگا
اور واقع مین آپنے درست فرمایا کہ اس زمانہ کی اکثر بھلائیان ایسی ہین کہ صحابہؓ کے وقت مین اُنپر انکار ہوتا تھا مثلاً آجکل بھلائی کے
دھوکے مین مسجدون کی زینت اور آراستگی کرتے ہین اور اُسکی عمارت کے باریک کامون مین بڑے مال لگاتے ہین اور عمدہ چیزون کے
فرش بچھاتے ہین حالانکہ پہلے مسجد مین بوریونکا بچھانا بھی بدعت گنا جاتا تھا اور کہتے ہین کہ یہ فرش وغیرہ حجاج بن یوسف کا ایجاد ہی
اکابر سلف تو مسجد کی مٹی پر بہت کم فرش بچھاتے تھے یہی حال مناظرہ اور جدل کی دقیق باتون مین مشغول ہونیکا ہی کہ اسکو بھی اس زمانے کے
لوگ بہت بڑا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ بڑے ثواب کی بات ہی حالانکہ سلف مین یہ امر بُرا متصور ہوتا تھا اور اسیمین داخل ہی قرآن اور اذان
مین راگ کی سی آواز کرنی اور صفائی مین مبالغہ کرنا اور طہارت مین وسوسہ کرنا اور کپڑونکی نجاست دور کے سبب سے فرض کر لینی مگر
کھانونکے حلال و حرام مین تساہل برتتے ہین جو سب سے اول بات ہی اور اسکے سوا بہت سی باتین ہین اور حضرت ابن مسعودؓ نے سچ فرمایا ہی
کہ آج تم ایسے زمانے مین ہو جسمین خواہش نفس علم کے تابع ہی اور تمپر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ اُسمین علم خواہش نفس کا تابع ہوگا۔ اور
امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے کہ لوگون نے سنت کو چھوڑکر غرایب باتونپر توجہ کی اُنمین علم نہایت کم ہی خدا مدد کرے۔ اور مالک بن انسؓ
فرماتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین لوگ وہ امور نہین پوچھتے تھے جو آج پوچھتے ہین اور نہ علما حرام اور حلال کو بیان کرتے تھے مین نے انکو
دیکھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ مستحب ہی اور مکروہ ہی۔ اس سے یہ غرض ہی کہ اُن لوگونکی نظر کراہت اور استحباب کے دقایق مین ہوا کرتی تھی حرام
سے تو ظاہر ہی کہ بچا ہی کرتے تھے۔ اور ہشام بن عروہ کہا کرتے تھے کہ علما سے آج وہ باتین نہ پوچھو جو اُنھون نے اپنے جی سے تراشی ہین اسلیے
کہ انکا جواب اُنھون نے بنا رکھا ہی بلکہ اُنسے سنت کا طریق پوچھو کہ اسکو جانتے ہی نہین۔ اور ابو سلیمان دارانیؒ کہا کرتے تھے کہ جس شخص
کے دل مین کوئی امر خیر الہام کیا جاوے تو اُسکو چاہیے کہ اُسپر عمل نہ کرے جبتک کہ اُسکا ہونا آثار سے نہ سن لے اگر آثار مین اس امر کا
وجود پایا جاتا ہو تو خدا تعالی کا شکر کرے کہ جو بات اُسکے دل مین پڑی وہ آثار کے مطابق ہوئی اور یہ بات آپ نے اسلیے فرمائی کہ اب
رائین نئی نئی بہت سی ہوگئی ہین اُنکو سنکر آدمی کبھی دلمین جما لیتا ہی اور اُس سے بعض اوقات دل کی صفائی مین فرق آجاتا ہی اور اُسکے
باعث سے امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہی اسلیے احتیاط ضرور ہوا کہ جو امر دل مین پڑے اُسکی پشتی آثار کی تائید سے کر لے۔ اور آثار و قصہ
جب نماز عید مین مروان نے عیدگاہ کے قریب منبر بنوایا تو حضرت ابو سعید خدریؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے مروان یہ کیا بدعت ہی مروان نے
کہا کہ یہ بدعت نہین بلکہ یہ بہتر ہی اس سے کہ تم جانتے ہو آدمی بہت ہوگئے ہین اسلیے مین نے چاہا کہ آواز سب کو پہونچے آپ نے فرمایا کہ جو
مین جانتا ہون اُس سے بہتر تم کبھی نہ کروگے اور بخدا مین آج تیرے پیچھے نماز نہ پڑھونگا۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نے منبر کو اسلیے برا جانا اور
مروان پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے خطبے اور استسقا کی دعا مین کمان پر یا لاٹھی پر سہارا دے لیا کرتے تھے منبر پر نہ پڑھتے
تھے اور ایک حدیث مشہور مین آیا ہی کہ من احدث فی دیننا مالیس منہ فہو رد اور ایک دوسری حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص دھوکا دے میری
امت کو اُسپر لعنت ہی خدا کے تعالی اور فرشتون اور کل آدمیون کی کسیؓ نے عرض کیا کہ آپ کی امت کا دھوکا دینا کیا ہی آپ نے فرمایا

۱۲ بخاری و مسلم بروایت عائشہؓ
۱۲ صحیح دار قطنی بروایت انس باسناد ضعیف ۱۲

کہ یہ ہی کہ ایک بدعت پیدا کرے اور لوگوں کو اسپر ترغیب دے اور ایک حدیث میں یوں ارشاد ہی کہ خدا تعالی کا ایک فرشتہ ہی کہ ہر روز یوں پکارتا ہی کہ جو کوئی خلاف کرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اسکو شفاعت آپکی نصیب نہ ہوگی۔ اور جو شخص بدعت خلاف سنت ایجاد کرکے دین میں خلل وار ہوتا ہی اسکی نسبت دوسرے گناہگار سے ایسی ہی جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت اکھاڑنے والے کو اس آدمی کی طرف جو صرف کسی خدمت خاص میں بادشاہ کے کہنے کے خلاف کرے اور یہ تقصیر بادشاہ کبھی معاف بھی کر دیتا ہے اگر سلطنت کے درہم برہم کرنیکا قصور معاف نہیں کرتا۔ اور بعض اکابر سلف نے ارشاد فرمایا کہ جس بات میں سلف نے گفتگو کی ہے اس سے سکوت کرنا ظلم ہی اور جس بات میں انھوں نے سکوت کیا ہی اسمیں گفتگو کرنی تکلف ہی۔ اور کسی دوسرے نے کہا ہی کہ امر حق گران ہی جو شخص اس سے بڑھتا ہی وہ ظالم ہی اور جو اسمیں کمی کرتا ہی وہ عاجز ہی اور جو اسپر توقف کرتا ہی وہ کفایت کرتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی لازم پکڑو طریق اوسط کو جسکی طرف آگے جانے والا لوٹ آوے اور پیچھے چلنے والا بڑھ جاوے اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ گمراہی والوں کے دلوں میں اسکی بھی حلاوت معلوم ہوتی ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وذر الذین اتخذوا دینہم لعبا ولہوا اور فرمایا افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا تو جو چیز کہ بعد صحابہ کے پیدا ہوئی اور بمقدار ضرورت اور حاجت کے زائد ہی وہ لہو ولعب میں داخل ہی۔ ابلیس علیہ اللعن کی حکایت کرتے ہیں کہ زمانہ صحابہ میں اسنے اپنا لشکر ان لوگوں میں متفرق کر دیا وہ سب اسکے پاس بہت تھکے ماندے پھر آئے اسنے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی کہا کہ ہمنے صحابہ جیسے لوگ نہیں دیکھے کسی بات میں ہمارا داؤ انپر نہیں چلتا ہمکو تھکا دیا ابلیس نے کہا کہ واقع میں تم انپر قدرت نہ پاؤگے اسلیے کہ وہ اپنے نبی کی صحبت میں رہے اور کلام اللہ کے اترنے کو دیکھا ہی مگر عنقریب انکے بعد کچھ لوگ ہونگے کہ انسے تمھاری غرض نکلیگی جب تابعین کا زمانہ ہوا تو پھر شیطانوں کو پھیلایا اور وہ بدستور شکستہ حال واپس آئے اور کہا کہ ہمنے انسے عجیب تر لوگ دیکھے ہیں ہم کہیں ہمارا داؤ چل گیا اور کچھ گناہ کرا پائے تو جب شام ہونے لگتی ہی وہ اپنے رب سے مغفرت چاہتے ہیں اللہ تعالی انکی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہی ابلیس نے کہا کہ تم کو ان سے کچھ نہ ملیگا اسلیے کہ انکی توحید درست ہی اور اپنے نبی کی سنت کے اتباع میں چست ہیں مگر بعد کو ایک قوم ہوگی کہ انسے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہونگی اور تم انسے خوب کھیلوگے اور خواہش نفس کی باگ سے انکو جدھر چاہوگے کھینچ لوگے اگر وہ استغفار پڑھینگے اور طلب مغفرت کرینگے تو انکو معاف نہ کیا جائیگا اور توبہ کرینگے نہیں کہ خدا تعالی انکی برائیوں کو بھلائی سے بدل دے راوی کہتا ہی کہ جب اول قرنوں کے بعد لوگ ہوئے تو ابلیس نے انمیں بدعتیں پھیلا دیں اور انکو انکی نظروں میں اچھا کر دیا اسی لیے انھوں نے بدعتوں کو حلال جانا اور انکو دین ٹھہرالیا کہ نہ انسے استغفار کرتے ہیں نہ توبہ انپر دشمن غالب ہوگئے ہیں جدھر چاہتے ہیں ادھر کھینچتے ہیں اب اگر یہ کہو کہ ابلیس تو سوجھتا نہیں کسی سے باتیں کرتا ہی تو اس حکایت بیان کرنیوالے نے کیسے جانا کہ ابلیس نے یوں کہا تھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اہل دل کو جو ملکوت کے حال اور اسرار معلوم ہوتے ہیں تو کبھی تو الہام کے طور پر معلوم ہوتے ہیں کہ دل میں بطور خطرہ کے پڑ جاتے ہیں اسی طرح کہ انکو خبر نہیں اور کبھی بطور سچے خواب کے اور کبھی جاگتے میں مثالوں کے دیکھنے سے معانی ظاہر ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ہوا کرتا ہے اور جاگتے میں معلوم ہو جانا اسرار کا نبوت کے عالی درجوں میں سے ہی جیسے سچے خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہوتے ہیں اور خبردار تم یہ علم پڑھکر ایسا نہ کرنا کہ جو چیز تمھاری عقل ناقص کی حد سے باہر ہو

(حاشیہ:) اس کی اصل نہین ملی ۱۲ ع ح اور جیسا موقوفا بر علی بن ابی طالب ۱۲

اُسکو انکار کرنے لگو کہ اس مین بڑے بڑے ماہر تباہ ہوگئے جنکو دعویٰ تھا کہ ہم علوم معقول سب جانتے ہین جو علم عقلی کہ اولیاء اللہ کی ان صحیح
باتون کے انکار کی طرف بلاوے اُس سے جہالت ہی بہتر ہی اور جو شخص ان باتون کا انکار اولیاء اللہ کے لیے کرتا ہی اسکو انبیا علیہم السلام کا بھی انکار
کرنا پڑتا ہی اور دین سے بالکل باہر ہو جاتا ہی بعض عارفون نے فرمایا ہی کہ ابدال جو اطراف زمین مین چلے گئے اور عوام کی نظرون سے چھپ گئے
اسکی وجہ یہ ہی کہ اُنکو اس زمانے کے علما کے دیکھنے کی تاب نہین اسلیے کہ علما اُنکے نزدیک خدا تعالیٰ کو نہین جانتے حالانکہ اپنے گمان مین اور
جاہلون کے عندیہ مین عالم ہین سہل تستری فرماتے ہین کہ بڑی معصیت ہی جہالت سے جاہل رہنا اور عوام کی طرف نظر کرنی اور اہل غفلت کے
کلام سننے اور جو عالم کہ دنیا مین گھسا ہوا ہو اُسکا قول سننا نہ چاہیے بلکہ جو کچھ کہے اُسمین اسکو متہم جاننا چاہیے اسلیے کہ ہر آدمی کا دستور ہی
کہ اپنی محبوب چیز مین گھسا رہتا ہی اور جو چیز محبوب کے موافق نہین ہوتی اسکو دفع کیا کرتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولا تطع من اغفلنا قلبہ
عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا اور عوام گناہگار اُن لوگون کی نسبت کر اچھے ہین جو دین کے طریق سے ناواقف ہین اور اپنے آپ کو
علما سے جانتے ہین اسلیے کہ عامی گناہگار اپنی تقصیر اور خطا کا اقرار کرکے استغفار اور توبہ کرتا ہی اور یہ جاہل جو اپنے آپ کو عالم خیال کرتا ہی
وہ انھین علوم مین مشغول رہتا ہی جو دنیا کے وسیلے ہون اور طریق دین کے چلنے سے غافل رہ کر نہ توبہ کرتا ہی اور نہ استغفار بلکہ مرتے دم تک
اُسی اپنی دھن مین لگا رہتا ہی۔ اور چونکہ بجز اُن لوگون کے جنکو خدا بچاوے اکثر لوگون پر یہی حال غالب ہی اور اُنکی درستی کی طمع نہین ہی
تو اہل دین محتاط آدمی کے لیے اسلم طریق یہی ہی کہ اُنسے علیحدہ ہو کر گوشہ مین بیٹھ رہے چنانچہ اُسکا ذکر باب عزلت مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور
اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے حذیفہ مرعشی کو لکھا تھا کہ تم میرے باب مین کیا خیال کرتے ہو مین تو ایسا رہ گیا کہ کوئی میرے ساتھ خدائے تعالیٰ
کی یاد کرنیوالا نہین جو ملتا ہی تو اُسکے ساتھ ذکر کرنا گناہ اور معصیت ہی ہوتا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ذکر کا اہل کوئی نہین ملتا۔ اور یہ اُنھون نے درست فرمایا اسلیے
کہ لوگون سے ملنا غیبت کرنے اور سننے سے خالی نہین یا بُری بات کو دیکھکر چپ رہنا پڑتا ہی اور بہتر حال آدمی کا یہ ہی کہ علم سکھاوے یا سیکھے اور اگر تامل
کرے تو جان لے کہ سیکھنے والے کی غرض یہی ہی کہ علم کو ذریعہ طلب دنیا اور وسیلہ شر بناوے تو ظاہر ہی کہ استاد اس باب مین اسکا معین اور مددگار اور
اسباب شر کا تیار کرنیوالا ہوگا جیسے وہ شخص کہ تلوار اور رہزنون کے ہاتھ بیچے اور علم بھی مثل تلوار کے ہی اسمین خیر کی لیاقت ایسی ہی ہی جیسے تلوار مین
جہاد کی ہی اسیوجہ سے تلوار کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ اُسکے حال کے قرینون سے معلوم ہوتا ہو کہ رہزنی کے لیے چاہتا ہی جائز نہین۔ غرضکہ یہ تمام
علماے آخرت کی علامتین بارہ ہوئین اُنمین سے ہر ایک مین کچھ کچھ اخلاق علماے سلف کے موجود ہین تو تمکو دو شخصون مین سے ایک ہونا چاہیے
یا تو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ یا اپنی تقصیر کے مقر ہو کر ان صفات کے قائل رہو مگر خبردار ان دو کے سوا تیسرے مت ہونا ورنہ تمھارے
دل مین شبہہ پڑ جائیگا کہ دنیا کے ذریعہ کو دین کہنے لگوگے اور جھوٹون کی سیرت کو علماے راسخین کی عادت قرار دوگے اور اپنے جہل اور انکار کے باعث
ہلاک ہونیوالون کی جماعت مین ملجاؤگے جنکے بچنے کی امید نہین ہم اللہ تعالیٰ سے شیطان کے فریبون سے پناہ مانگتے ہین کہ انھین مین سب
ہلاک ہوے اور اُس سے درخواست کرتے ہین کہ ہمکو اُن لوگون مین سے کرے جنکو دنیا کی زندگی اور ابلیس مکار دھوکا اور مغالطہ دے کے

سا تو ین فصل عقل کے بیان مین اور اسکی بزرگی اور حقیقت اور اقسام کے ذکر مین اس مین تین بیان ہین بیان اول عقل کی بزرگی کے
ذکر مین۔ واضح ہو کہ عقل کا شرف اُن اشیا مین سے ہی جنکے بیان کرنے کے لیے حاجت تکلف کی نہین خصوصاً ایسے حال مین کہ اول علم کا شرف

معلوم ہو گیا اور یہ جانتے ہیں کہ عقل علم کا منبع اور مطلع اور اصل ہے علم عقل کی بہ نسبت ایسا ہے جیسے پھل کی نسبت درخت سے یا نور کی نسبت آفتاب سے یا جیسے آنکھ کی نسبت نگاہ ہے تو جو چیز دنیا اور آخرت کی سعادت کا وسیلہ ہو وہ اشرف کیسے نہو گی اور اسمیں کیسے شک ہو گا کہ چوپایہ باوجود اپنی تمیز کے کم ہونیکے عقل سے دبتا ہے یہانتک کہ چوپایوں میں جو بدن میں سب سے بڑا ہوا اور ضرر میں اور رعب میں زیادہ وہ بھی جب انسان کی صورت دیکھتا ہے تو اُس سے دبتا ہے اور خوف کھاتا ہے اسلیے کہ اسکو اتنا شعور ہے کہ انسان مجھپر غالب ہو جاویگا کیونکہ تدابیر اور حیلے اُسکے معلوم کر نیمیں مخصوص ہے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[ح] کہ بوڑھا اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں اور یہ بات اسکے مال کی کثرت اور جثہ کے بڑے ہونے اور طاقت کے زیادہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونیسے ہے جو عقل کا ثمرہ ہے اور اسیوجہ سے ترکوں اور کردوں اور عربوں کے اجلاف اور تمام خلق کے جہال کو دیکھتے ہو کہ باوجودیکہ چوپایوں کے مرتبے سے قریب ہی ہوتے ہیں مگر اپنی سرشت سے بوڑھوں کی توقیر کرتے ہیں اور اسی جہت سے جب بعضے معاندوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنا چاہا جب اُنکی نظر آپکے چہرۂ مبارک پر پڑی اور وہ روشنی سُرمۂ چشم بصیرت ہوئی تو تھرا گئے اور نور نبوت آپکے عارض تاباں کا اُنکی نظروں میں جھلکنے لگا گو یہ نور عقل کی طرح آپکی ذات مجمع کمالات میں پوشیدہ تھا غرض کہ عقل کا شرف تو بداہتہً معلوم ہوتا ہے مگر ہمارا قصد یہ ہے کہ جو آیات اور حدیثیں اسکے شرف کے باب میں آئی ہوں اُنکو ذکر کریں اللہ تعالی نے عقل کا نام نور فرمایا ہے اس آیت میں اللہ نور السموات والارض[۱۲] اور جو علم کہ عقل سے حاصل ہوتا ہے اُسکو روح اور وحی اور حیات سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا اور فرمایا او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس اور جہاں کہیں نور اور تاریکی کا ذکر فرمایا ہے وہاں مراد علم اور جہل ہے جیسا اس آیت میں یخرجھم من الظلمات الی النور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے لوگو اپنے خدا کو سمجھو اور آپسمیں ایک دوسرے کو نصیحت عقل کی کرو اُس سے جس بات کا تمکو حکم ہوا ہے اور جس سے منع کیے گئے ہو جان لوگے اور جان لو کہ عقل تمکو تمہارے رب کے پاس بزرگی دیگی اور جان لو کہ عاقل وہ ہے جو اطاعت اللہ تعالی کی کرے اگرچہ صورت میں بُرا اور قدر میں حقیر اور مرتبہ میں کم اور شکستہ حال ہو اور جاہل وہ ہے جو خدا تعالی کی نافرمانی کرے گو صورت کا اچھا اور قدر کا بڑا اور مرتبہ کا شریف اور خوش بیان اور فصیح و گویا ہو جو شخص خدا تعالی کی نافرمانی کرے اُسکی نسبت سور اور بندر زیادہ عاقل ہیں اور دنیادار اگر تمہاری تعظیم کریں تو اُنسے مغالطے میں مت آؤ ورنہ خسارہ والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور فرمایا[ح] کہ سب سے پہلے خدا تعالی نے عقل کو پیدا کیا اور اُسکو فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی پھر فرمایا کہ پشت پھیر اُسنے پشت پھیری پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت اور بزرگی کی کہ میں نے کوئی مخلوق تجھسے زیادہ اپنے نزدیک اکرم نہیں پیدا کی میں تجھی سے لونگا اور تجھی سے دونگا اور تیرے ہی سبب سے ثواب دونگا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کرونگا اب اگر کوئی یوں کہے کہ عقل اگر عرض ہے تو اجسام سے پہلے کیسے پیدا ہوئی اور اگر جوہر ہے تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی مکان میں نہو تو اُسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ عقل کی پیدائش علم مکاشفہ میں سے ہے اسکا ذکر کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں اور ہماری غرض علوم معاملہ کے ذکر سے ہے۔ اور حضرت انس سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی تعریف بیان کی گئی یہانتک کہ لوگوں نے مبالغہ کیا آپنے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اُس شخص کی عقل کیسی ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اقسام خیرات میں اُس شخص کی محنت اسکی خدمت میں ذکر کرتے ہیں اور آپ اُسکی عقل کا حال دریافت فرماتے ہیں آپنے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی جہالت کی باعث

ح ابن حبان بروایت ابن عمر و ابو منصور دیلمی بروایت ابی رافع بسند ضعیف ۱۲

۱۲ ست ۲ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی ۱۲

ست ۳ اور اسیطرح بھیجی ہمنے پاس روح اپنے حکم سے ۱۲

بدکار کی بدکاری سے زیادہ کر لیتا ہی اور فردائے قیامت مین خدائے تعالی سے قریب ہونے کے درجات موافق عقلون ہی کے بلند ہونگے
اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی کمائی مین عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہین عقل کی زیادتی
اُسکو ہدایت کی طرف رہنما ہوتی ہی اور ہلاکی سے باز رکھتی ہی اور آدمی کا نہ ایمان پورا ہو نہ دین درست و درست ہو جبتک کہ اُسکی عقل پوری نہو
اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہوا ان الرجل یدرک بحسن خلقہ درجۃ الصائم القائم ولا یتم لرجل حسن خلقہ حتی یتم لہ عقلہ فعند ذلک تم ایمانہ واطاع
ربہ وعصی عدوہ ابلیس اور حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک تکیہ ہی اور ایماندار کا سہارا
عقل ہی تو اُسکی عبادت اُسکی عقل ہی کے بموجب ہوگی کیا تمنے سُنا نہین کہ بدکار دوزخ مین یون کہینگے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر
اور حضرت عمرؓ سے مروی ہی کہ اُنھون نے تمیم داری سے پوچھا کہ تم مین سرداری کیا چیز ہی کہا کہ عقل آپ نے فرمایا کہ تمنے درست کہا مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سوال کیا تھا جیسا تمسے کیا اور آپنے بھی یہی جواب دیا جو تمنے دیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ مین نے جبریل علیہ السلام
سے سوال کیا کہ سرداری کیا چیز ہی جبریلؑ نے کہا عقل ہے۔ اور براء بن عازبؓ سے مروی ہی کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے
کثرت سے سوال کیے تو آپنے فرمایا کہ اے لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہی اور مرد کی سواری عقل ہی اور تم مین دلیل اور حجت مین بہتر وہ ہی
جو عقل مین بڑھکر ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد سے مراجعت فرمائی تو لوگونکو کہتے سنا
کہ فلان شخص فلان سے زیادہ بہادر ہی اور فلان شخص سفر آزمودہ تر ہی جبتک کہ فلان سفر آزمودہ اور تجربہ کار ہو اور دوسری اسیطرح کی
باتین کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان باتون کا علم تمکو نہین لوگون نے عرض کیا کہ کسطرح ہی آپنے فرمایا کہ اُن لوگون
نے قتال اسقدر کیا جسقدر اللہ تعالی نے انکو عقل عنایت کی تھی اور اُنکی جیت اور نیت بھی اُنکی عقلونکے موجب ہوئی لیس انمین سے جو کوئی
پہونچا وہ مقامات مختلف پر پہونچا جب قیامت کا دن ہوگا تو اپنی نیتون اور عقلون کے بموجب مراتب پاوینگے۔ اور براء بن عازبؓ سے مروی ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتون نے خدائے پاک کی طاعت مین کوشش اور اجتہاد عقل سے کیا اور ایماندارون نے بھی اپنی
کوشش اپنی عقلون کے موافق کی تو جو شخص خدا تعالی کی طاعت زیادہ کرتا ہی وہی عقل مین بھی زیادہ ہوتا ہی۔ اور حضرت عائشہؓ فرماتی
ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون کو فضیلت دنیا مین کونسی چیز سے ہی آپنے فرمایا کہ عقل سے مین نے
عرض کیا کہ آخرت مین کس چیز سے ہی آپ نے فرمایا کہ عقل سے مین نے عرض کیا کہ اپنے اعمال کے عوض اُنکو جزا نہوگی آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے عائشہؓ اُنھون نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی اللہ تعالی نے اُنکو عقل دی ہوگی تو جتنی عقل ملی اُتنے ہی عمل اُنھون نے کیے اور جسقدر عمل
کیا ہوگا اُسکی جزا ہوگی۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کا ایک آلہ اور سامان ہی اور
ایماندار کا سامان اور آلہ عقل ہی اور ہر ایک چیز کی ایک سواری ہی اور مرد کی سواری عقل ہی اور ہر چیز کا رکن ہی اور دین کا رکن عقل ہی اور ہر قوم کی
ایک غایت ہی اور بندون کی غایت عقل ہی اور ہر ایک قوم کا ایک نگہبان ہی اور عابدین کا نگہبان عقل ہی اور ہر سوداگر کی ایک ... ایضا

ہوتی ہی اور اجتہاد کرنیوالون کی بضاعت عقل ہی اور ہر اہل بیت کے لیے ایک منتظم ہی اور صدیقین کے گھر کا منتظم عقل ہی اور ہر اجاڑ کی ایک آبادی ہی اور آخرت کی آبادی عقل ہی اور ہر آدمی کے لیے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہی جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہی اور اُسکے باعث ذکر کیا جاتا ہے اور صدیقون کا پیچھے رہنے والا جسکی طرف کہ وہ منسوب ہون اور جسکے باعث ذکر کیے جاوین عقل ہی اور ہر سفر کے لیے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہی اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں مین سب سے زیادہ محبوب خدا تعالی کے نزدیک وہ ہی جو اللہ تعالی کی اطاعت مین قائم ہو اور اُسکے بندونکی خیر خواہی کرے اور اسکی عقل پوری ہو اور اپنے نفس کو نصیحت کرے اور بینا ہو کر بموجب عقل کے زندگی بھر عمل کرے اور فلاح و نجات کو پہونچے اور فرمایا کہ تم مین سے عقل مین کامل تر وہ ہی جو اللہ تعالی سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور جس چیز کا اُسکو حکم ہوا ہو اور جس سے منع کیا گیا ہو اُسمین اُسکی نظر سب سے اچھی ہو اگرچہ تطوع مین تمسے کمتر ہو دوسرا بیان عقل کی حقیقت اور اُسکی قسمون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ عقل کی تعریف مین اور اُسکی حقیقت کے باب مین لوگون نے اختلاف کیا ہی اور اکثر نے اس بات کا دھیان نہین رکھا کہ یہ لفظ مختلف معنوں پر بولا جاتا ہی اور یہی بات ان کے مختلف ہونے کی وجہ ہوئی اور اس باب مین حق ظاہر یہ ہی کہ لفظ عقل مشترک ہی اور چار معنوں پر بولا جاتا ہے جیسا لفظ عین چند معنوں پر بولا جاتا ہی یا جو اور ایسا ہی لفظ ہو تو یون نہ چاہیے کہ سب اقسام کی ایک تعریف تلاش کیجاوے بلکہ ہر ایک قسم کا حال جداگانہ کھولنا چاہیے اول عقل سے مراد وہ وصف ہی جسکے باعث انسان سب چوپایون سے ممتاز ہی یعنی جسکے باعث علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صناعات فکری کے سوچنے کی اُسکو استعداد ہوتی ہی اور یہ وہی معنی ہین جو حارث بن اسد محاسبی نے مراد لیے ہین چنانچہ عقل کی تعریف مین اُنھون نے کہا ہی کہ وہ ایک قوت ہی کہ جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لیے مستعد ہوتا ہی اور گویا کہ وہ ایک نور ہی جو دل مین ڈالا جاتا ہی جسکے باعث آدمی ادراک کے قابل ہو جاتا ہی اور جس شخص نے کہ اس تعریف کا انکار کیا اور عقل کو صرف بدیہی علم کے جاننے پر منحصر رکھا اُسنے انصاف نہین کیا اسلیے کہ جو شخص علوم سے غافل ہو یا سوتا ہو ان دونون کو عاقل کہتے ہین باوجودیکہ علوم اُسکو اسوقت نہین ہوتے مگر صرف اُس قوت کے موجود ہونے سے عاقل کہلاتے ہین اور جسطرح کہ زندگی ایک قوت ہی کہ جس سے جسم حرکات اختیاری اور ارادی پر مستعد ہو جاتا ہی اور حسی چیزون کو ادراک کرتا ہے اسیطرح قوت عقل بھی ایسی ہی کہ جس سے بعض حیوانات علوم نظری کے قابل ہو جاتے ہین اور بالفرض انسان اور گدھے کا قوت طبیعی اور محسوس چیزون کے ادراک کرنے مین برابر کرنا جائز ہو اور یون کہا جاوے کہ ان دونون مین کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ اللہ تعالی اپنی عادت جاری کے بموجب انسان مین علوم پیدا کر دیتا ہی اور گدھے اور چارپایون مین اُنکو پیدا نہین کرتا تو یہ بھی جائز ہو سکتا کہ گدھے مین اور جمادات مین زندگی کے باب مین برابری کر دیجاوے اور کہا جاوے کہ ان دونون مین اور کچھ فرق نہین بجز اسکے کہ خدائے تعالی گدھے مین خاص حرکتین بموجب اپنی عادت جاری کے پیدا کر دیتا ہی کیونکہ اگر کوئی گدھا مردہ پتھر فرض کر لیا جاوے تو واجب ہوگا کہ جو حرکت اس سے معلوم ہوتی ہی اُسکو یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی اِس حرکت کو اُسمین حسب ترتیب کے سو جھتی ہی پیدا کرنے پر قادر ہی اور جسطرح کہ یہ کہنا واجب ہی کہ گدھے اور جماد کی حرکات مین یہی فرق ہی کہ گدھے مین ایک قوت خاص ہی جسکو حیات کہتے ہین اسیطرح انسان کو چوپایہ سے ممتاز ہونے مین کہنا چاہیے کہ انسان علوم نظری کے ادراک کرنے مین ایک قوت رکھتا ہی جسکو عقل کہتے ہین اور عقل

مثل آئینہ ہی جو دوسری چیزون سے اس بات مین ممتاز ہی کہ صورتون اور رنگون کی نقل کر دیتا ہی اور ان صورتون وغیرہ کا اسمین منعکس
ہونا ایک صفت خاص کی جہت سے ہی جو جِلا کہلاتی ہی اسیطرح آنکھ بھی پیشانی سے ان صفات اور حالات مین علیحدہ ہی جنسے اُسکو لیاقت
دیکھنے کی ہوئی ہی اور اس قوت کو علوم کی طرف وہ نسبت ہی جیسے آنکھ کو ہی نگاہ کی طرف اور قرآن و شریعت کو اس قوت کی طرف علوم کے
واضح ہونے مین وہ علاقہ ہی جیسے آفتاب کی روشنی کو نور نگاہ سے ہی پس اس قوت کو اسیطرح سمجھنا چاہیے دوسرے عقل سے مراد وہ علوم ہین جو
تمیز دار لڑکے کی ذات مین ہوا کرتے ہین یعنی جائز چیزون کے جائز ہونے اور محال چیزون کے محال ہونے کا علم مثلاً اس بات کا علم کہ دو زیادہ
ہین ایک سے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت مین دو جگہ رہنا ممکن نہین اور یہی وہ ہی جسکو بعض اہل کلام نے عقل کی تعریف مین مراد لیا ہی
چنانچہ کہا ہی کہ عقل بعض بدیہی علوم ہین یعنی جائز چیزون کے ہو سکنے کا علم اور محال باتون کے محال ہونے کا علم ہی اور یہ بھی فی نفسہ صحیح ہی
اسلیے کہ یہ علوم موجود ہین اور انکا عقل کہنا بھی ظاہر ہی مگر خرابی اسمین ہی کہ اس قوت مذکورہ بالا کا انکار کیا جاوے اور کہا جاوے کہ بجز ان
علوم بدیہی کے عقل اور کچھ نہین تیسرے عقل ان علوم کو کہتے ہین جو حالات روزمرہ کے دیکھنے سے اور انکے تجربون سے حاصل ہوتے ہین کیونکہ جو شخص
تجربون مین مشاق اور طریقون سے واقف ہو جاتا ہی اُسکو رسم کے بموجب عاقل کہا کرتے ہین اور جو تجربہ وغیرہ سے متصف نہو اسکو
اور غبی اور نا تجربہ کار کہا کرتے ہین غرض کہ یہ علوم تجربی کی قسم بھی ایک ہی اسکا نام علوم کی وجہ سے عقل کہا کرتے ہین چوتھے عقل اس کو کہتے ہین کہ اسکی
قوت طبعی کی طاقت اتنی ہو جاوے کہ امور کے انجام سوچنے لگے اور جو خواہش کہ موجودہ لذت کی خواہان ہو اُسکو دبا لیوے اور
جب یہ قوت آدمی مین آ جاتی ہی تو اُسی قوت والے کو عاقل کہتے ہین اس حیثیت سے کہ وہ امور پر اقدام اور اجتناب اسطرح کرتا ہی جیسا
کہ انجام امور کا مقتضی ہی یہ نہین کہ جیسے موجودہ لذت کی خواہش کے مرتکب ہو جاوے اور یہ قسم ہی انھین خواص مین سے جنسے انسان اور
حیوانون سے علیحدہ ہی حاصل یہ کہ اول یعنی عقل تو سب کی جڑ اور بنیاد اور منبع ہی اور دوسری اول کی فرع اور اسکے قریب ہی اور تیسری اول
اور دوسری کی فرع ہی اسلیے کہ قوت طبعی اور علوم بدیہی سے تجربون کا علم حاصل ہوتا ہی اور چوتھی قسم ثمرہ آخری اور غایت نہائی ہی پس
اول کی دونون عقلین تو سرشتی ہین اور اخیر کی دونون کسب سے حاصل ہوتی ہین اور اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی عقلین
دو ہین عقلین میرے نزدیک ایک طبعی ایک سمعی پس فائدہ سمعی سے کچھ ہوتا نہین جب نہو طبعی کا دل مین کچھ اثر
جیسے سورج سے نہین کچھ منفعت گر نہووے آنکھ مین نور نظر اور اول سے مراد ہی اس قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق ایسی
نزدیک اپنے بزرگ تر عقل سے نہین پیدا کی اور چوتھی قسم مراد ہی اس حدیث شریف مین کہ جب آدمی نیکی اور اعمال صالحہ سے تقرب حاصل کرے تو تو
اپنی عقل سے تقرب حاصل کر اور یہی مراد ہی اس ارشاد مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو درداؓ کو فرمایا کہ عقل مین زیادہ ہو
تاکہ اپنے رب سے قرب مین زیادہ ہو جاؤ انھون نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے ماں اور باپ مجھے یہ کیونکر حاصل ہوگا آپ نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کے محارم سے اجتناب کر اور اسکے فرائض ادا کر تو عاقل ہو جاویگا اور اعمال نیک کیا کر تو اس دنیا مین تیری بزرگی اور کرامت
بڑھیگی اور انکی جہت سے اپنے رب کریم کا قرب اور عزت تجکو حاصل ہوگی اور سعید بن مسیب سے مروی ہی کہ حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ابو ہریرہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون مین سے زیادہ عالم کون ہی آپ نے

فرمایا کہ عاقل عرض کیا کہ سب مین عابد زیادہ کون ہے آپنے فرمایا کہ عاقل پھر عرض کیا کہ سب مین افضل کون ہے آپنے فرمایا کہ عاقل اُنہون نے عرض کیا کہ عاقل وہی نہین جو مروت کامل رکھتا ہو اور ظاہر مین فصیح ہو اور ہاتھ کا سخی اور منزلت مین بڑا آپنے فرمایا کہ یہ سب باتین تو دنیا کی زندگی کی چیزین ہین اور خدا تعالی کے نزدیک متقیون کیلیے آخرت بہتر ہے عاقل وہ ہے جو متقی ہو اگرچہ دنیا مین خسیس و ذلیل ہو اور ایک اور حدیث مین ارشاد ہے کہ عاقل وہی ہے جو اللہ تعالی پر ایمان لاوے اور اُسکے رسولونکی تصدیق کرے اور اُنکی طاعت بجا لاوے اور ٹھیک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ عقل اصل لغت مین اور استعمال مین اُسی قوت جبلی کے لیے موضوع تھا اور علوم پر جو استعمال ہوا تو صرف اسی جہت سے کہ علوم اُس قوت کے ثمرات ہین جیسے چیز کی تعریف اُسکے ثمرہ سے کر دیا کرتے ہین مثلاً کہدیتے ہین کہ علم خوف خدا ہے اور عالم وہی ہے جو خدا تعالی سے ڈرے اس لیے کہ خوف خدا علم کا ثمرہ ہے اسیطرح لفظ عقل کو اگر اُسکے کسی ثمرہ پر بولدین تو یہ بھی مجاز کی طرح پر ہوگا مگر ہمکو مقصود لغت کی بحث سے نہین بلکہ یہ مطلب ہے کہ عقل کی یہ چارون قسمین موجود ہین اور لفظ عقل ان سب پر بولا جاتا ہے اور ان چارون مین سے پہلا اول قسم کے اور کسی کے وجود مین اختلاف نہین اور صحیح یہی ہے کہ وہ بھی موجود ہے بلکہ سبکی اصل ہے اور یہ علوم سب اُس قوت شریفہ مین آئے ہوئے ہین لیکن ظاہر جب ہوتے ہین کہ کوئی سبب ایسا ہو جو انکو موجود کردے یہانتک کہ یہ علوم ایسے تو نہین ہین جو اس قوت پر باہر سے آتے ہون تو ضرور ہے کہ اُسمین چھپے ہوئے ہون اور پھر کسی وجہ سے ظاہر ہو جاوین اور انکی مثال ایسی ہے جیسے پانی کہ کنوان کھودنے سے نکل آتا ہے اور جمع ہو کر محسوس ہو جاتا ہے یہ نہین کہ باہر سے اُسمین کوئی چیز اُسکے لیے ڈالی جاتی ہو اسیطرح بادام مین تیل اور گلاب کے پھول مین گلاب رہتی ہے اور اسی بناپر اللہ تعالی نے فرمایا ہے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی اس آیت مین مراد اقرار وحدانیت سے نفسونکا اقرار ہے نہ زبانونکا کیونکہ زبانی اقرار کے اعتبار سے تو کوئی مقر ہے اور کوئی منکر اور ایسا ہی حال ہے اس ارشاد خداوندی مین ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ یعنی اگر اُنکے احوال کا اعتبار کیا جاوے تو اُنکے نفس اور باطن اُسکے شاہد ہونگے اور فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا یعنی ہر آدمی کی سرشت اسی بات پر ہوئی ہے کہ خدائے عزوجل پر ایمان لاوے بلکہ چیزون کو اُنکی ماہیت کے بموجب پہچانے یعنی سرشت انسانی گویا کہ اس معرفت کے متضمن ہے اسلیے کہ اُسمین لیاقت اُسکے ادراک کی بہت قریب ہے پھر چونکہ سرشت کے اعتبار سے ایمان نفسون مین گڑا ہوا ہے اسی لیے لوگونکی دو قسمین ہو گئین ایک وہ جنہونے روگردانی کی اور اپنی سرشت کی چیز کو بھول گیا تو وہ کافر ہین اور ایک وہ جنہونے اپنے خیال کو دوڑایا اور اسکو یاد آگیا جیسے کوئی گواہ بدا جاتا ہے اور کسی غفلت کی وجہ سے اس امر کو بھول جاتا ہے پھر یاد آجاتا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے یاد دہانی کے لفظ بہت جا ارشاد فرمائے جیسے لعلہم یتذکرون اور ولیتذکر اولوا الالباب اور واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم اور ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر اور اس قسم کا نام تذکر رکھنا بعید نہین کہ تذکر دو قسم ہے ایک یہ کہ صورت دل مین حاضر ہو اور وجود کے بعد جاتی رہی ہو اسکو یاد کرے اور دوسری یہ کہ وہ صورت سرشت سے آدمی مین آئی ہوئی ہو اسکو یاد کرے اور یہ حقیقتین اُس شخص کے سامنے جو نور عقل سے دیکھتا ہی ظاہر ہین اور جسکا تکیہ تقلید اور سننے پر ہو کشف اور دیکھنے پر اُسپر البتہ یہ باتین ثقیل ہین اور اسی واسطے اسکو دیکھتے ہو کہ ان جیسی آیتون مین خبط مین پڑتا ہے اور تذکر کے معنون اور نفوس کے اقرار کی تاویل مین طرح طرح کے تکلف کرتا ہے اور احادیث و آثار مین اُسکے خیال مین بہت سے اختلافات معلوم ہونے لگتے ہین اور کبھی یہ امر اُسپر غالب ہوتا ہے کہ انکو بنظر حقارت دیکھتا اور انکی صحت مین

اور لغو ہونیکا معتقد ہوجاتا ہی ایسے شخص کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اندھا کسی گھر میں جاوے اور برتن جو اُسمیں بترتیب رکھے ہوں اُنپر پھسل
پڑے اور کہے کہ یہ برتن راہ میں سے کیوں نہیں علیحدہ کیے جاتے اور اپنے موقع پر کیوں نہیں رکھے جاتے تو اُس سے یہ کہا جاوے کہ برتن تو سب
اپنے ٹھکانے ہیں مگر نظر کا خلل ہی یہی حال نظر باطنی کا ہی کہ اُسکے نقصان کے باعث آیات اور احادیث میں اختلاف و ابتری سوجھتی ہے
حالانکہ اُنمیں اختلاف کچھ نہیں اپنی عقل کا قصور ہی بلکہ نظر باطن کا نقصان بہ نسبت آنکھ کے نقصان کے زیادہ اور بڑا ہی اسلیے کہ نفس مثل سوار
کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے ہی اور ظاہر ہی کہ سوار کا اندھا ہونا بہ نسبت گھوڑے کے اندھے ہونیکے زیادہ مضر ہی اور باطن کی بصیرت
کو ظاہر کی بصارت سے مشابہت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ما کذب الفؤاد ما رای اور فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات
والارض اور اسکی ضد کو نابینائی فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اور فرمایا ومن کان فی ہذہ اعمی
فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا اور یہ امور جو انبیاء علیہم السلام کو ظاہر ہوتے تھے وہ بعض تو چشم ظاہر سے تھے اور بعض چشم باطن سے
معلوم ہوتے تھے مگر سب کا نام دیکھنا ہی فرمایا۔ حاصل یہ کہ جسکی چشم بصیرت کھلی نہو گی اُسکو دین کا بجز پوست اور مثالوں کے اور کچھ
ہاتھ نہ آویگا اُسکا مغز اور حقیقت کو نہ پہونچیگا - یہ بیان واقعی اُن الفاظ کا ہوا جنپر لفظ عقل بولا جاتا ہی تیسرا بیان لوگونمیں عقل کے کم زیادہ ہونے
کے ذکر میں عقل کے کم زیادہ ہونے کے باب میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہی مگر جن لوگونکو علم کم ہی اُنکی تقریر کے نقل کرنے میں کیا فائدہ تو اہم اور
مناسب یہ ہی کہ جو امر حق صریح ہو اُسکے بیان کرنیکی طرف متوجہ ہوں۔ تو اس باب میں حق صریح یہ ہی کہ کمی زیادتی عقل کی سب قسموں
میں سوا قسم دوم کے ہو سکتی ہی یعنی علم بدیہی جائز چیزوں کے ہو سکنے اور محالات کے ممتنع ہونیکا ایسا ہی کہ اُسمیں کمی بیشی نہیں مثلاً جو
جانیگا کہ دو ایک سے زیادہ ہیں وہ یہ بھی جانے گا کہ ایک جسم کا دو جگہ میں ہونا محال ہی اور ایک ہی چیز کا قدیم اور حادث ہونا نہیں ہو سکتا
اسیطرح اور مثالیں اور وہ امور ہیں جنکو محقق طور پر بدون شک کے معلوم کرے مگر تین قسموں باقی میں کمی بیشی ہوتی ہی جیسے چوتھی قسم یعنی قوت کا
اسمیں جو بہت زیادہ ہونا کہ شہوات کو اُکھاڑ دیوے اسمیں ظاہر ہی کہ لوگ متفاوت ہوتے ہیں۔ بلکہ اس باب میں صرف ایک شخص کے حالات میں بھی کمی و بیشی ہوا
کرتی ہی اور یہ تفاوت کبھی تو شہوت کے تفاوت کی جہت سے ہوا کرتا ہی کیونکہ عاقل کبھی بعض شہوات کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور بعض کے چھوڑنے پر نہیں
ہوتا گو انکا ترک کرنا کچھ امر محال نہیں مثلاً جوان آدمی زنا کے ترک سے عاجز ہوتا ہی اور جب بوڑھا ہوجاتا ہی اور اُسکی عقل پوری ہوجاتی ہے
تو اُسکے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہی اور شہوت نمود اور ریاست کی بڑے ہونے سے قوت میں بڑھتی جاتی ہی نہ ضعیف ہوتی اور کمی بیشی اس
قسم کی کبھی اسوجہ سے ہوتی ہی کہ شہوت کا ضرر جسمیں علم سے معلوم ہوتا ہی اُسمیں تفاوت ہوتا ہی اور اسیوجہ سے بعض مضر کھانوں سے
طبیب تو پرہیز کرنے پر قادر ہوتا ہی دوسرا شخص جو عقل میں طبیب کے برابر ہوتا ہی اُس سے نہیں ہو سکتا کہ پرہیز کرے گو اُسکو فی الجملہ
اعتقاد ہوتا ہی کہ اس کھانے میں ضرر ہی مگر چونکہ طبیب کا علم کامل ہی اسوجہ سے اُسکا خوف بھی زیادہ ہوتا ہی تو اس صورت میں خوف
شہوت کے اُکھاڑنے میں عقل کا سپاہی اور سامان ہوجاتا ہی اسیطرح جاہل کی نسبت کہ عالم گناہ کے چھوڑنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہی کیونکہ
معاصی کے ضرر کو خوب جانتا ہی اور ہماری غرض عالم سے عالم حقیقی ہی نہ جبہ باز اور بکواس کرنیوالے … پس اگر تفاوت شہوت کی
جہت سے ہی تب تو عقل کے تفاوت کی طرف رجوع نہ کریگا اور اگر علم کی جہت سے ہوگا تو ہم اس علم کا نام بھی عقل رکھ چکے ہیں …

کہ یہ علم قوت طبعی کی طاقت کو بڑھاتا ہے تو گویا اس علم کا تفاوت بعینہٖ عقل کا تفاوت ہوا اور کبھی یہ تفاوت صرف عقل کی قوت میں
تفاوت ہونے کی جہت سے ہوتا ہے مثلاً جب وہ قوت قوی ہوگی تو ظاہر ہے کہ شہوت کا قلع وقمع بھی بہت کرے گی تیسری قسم جو علم تجربوں
کا ہے اسمیں بھی لوگ کم و بیش ہوتے ہیں بعضے جلد بات کو پا جاتے ہیں اور انکی راے اکثر ٹھیک ہی ہوتی ہے اور بعضے ایسے نہیں ہوتے پس
اس قسم میں تفاوت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ظاہری تفاوت یا تو اختلاف طبیعت کے باعث ہوگا یا مزاولت کے تفاوت کی وجہ سے
اور قسم اول جو اصل ہے یعنی قوت طبعی تو اسکے تفاوت ہونے میں انکار کو راہ نہیں کیونکہ اسکا حال مثل ایک نور کے ہے جو نفس پر چمکتا ہے
اور اسکا مطلع اور ابتدا سن تمیز کے وقت ہوتا ہے پھر ہمیشہ بڑھتا اور زیادہ ہوتا پھیلتا جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ قریب چالیس برس
کی عمر کے کامل ہو جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے صبح کی روشنی کی ابتدا میں ایسی خفیہ ہوتی ہے کہ اسکا معلوم کرنا مشکل پڑتا ہے پھر تدریج بڑھتی
جاتی ہے یہاں تک کہ آفتاب کے نکلنے پر پوری ہو جاتی ہے اور فرق کمی بیشی کا نور بصیرت میں مثل آنکھ کے نور کے ہے کہ چندھے اور تیز بینائی والے
میں فرق معلوم ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت اپنی مخلوق میں اسیطرح جاری ہے کہ ایجاد بتدریج ہوتا ہے یہاں تک کہ قوت شہوت لڑکے میں
بالغ ہونے کے وقت یکبارگی نہیں ظاہر ہوتی بلکہ تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہے اسیطرح سب قوتوں اور صفتوں کا حال جاننا چاہیئے پس جو شخص کہ
اس قوت طبعی میں کمی بیشی کا منکر ہے وہ گویا دائرہ عقل سے خارج ہے اور جو شخص یہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل ایسی ہی تھی جیسے
کسی دیہاتی یا گنوار کی عقل ہے تو وہ شخص خود گنواروں سے بدتر ہے غرض اس قوت میں کمی بیشی کا انکار کیسے ہو سکتا ہے اگر اسمیں تفاوت نہ ہوتا تو
علوم کے سمجھنے میں لوگ متفاوت کیوں ہوتے اور ایسے کیوں ہوتے کہ کوئی تو کم فہم ہے جو کہ بہت سا سمجھانے اور استاد کے منہ بانی سے بھی سمجھے
اور کوئی ذہین تیز ہے کہ ادنیٰ رمز و اشارہ میں سمجھ جاتا ہے اور کوئی ایسا کامل ہے کہ خود اسکے نفس سے امور کے حقائق بدون تعلیم کے پیدا ہوں
سیکھنے کی نوبت نہ پہونچے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور اور یہ لوگ انبیا علیہم السلام ہیں کہ انکو
وہ باریک باتیں خود انکے دلوں میں بدون سیکھنے اور کسی سے سنے کے کھل جاتی ہیں اسکو الہام سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اسی جیسی بات
کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں بیان فرمایا کہ روح القدس نے میرے جی میں ڈالدیا ہے کہ جسکو تم چاہو دوست بنالو
اس سے تمکو جدا ہونا ہوگا اور جتنا چاہو جیو تم مرنے والے ہو اور جو عمل چاہو کرو اسکی جزا تمکو ہوگی اور فرشتوں کا نبیوں کو اسطرح خبر دینا وحی سے
ملقب ہے اسلئے کہ وحی میں کان سے آواز کا سننا اور آنکھ سے فرشتہ کا دیکھنا ہوتا ہے اور الہام میں یہ بات نہیں اسی لیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دل میں فرمایا کہ دل میں ڈالدیا اور ان لفظوں سے ارشاد نہیں فرمایا اور وحی کے درجات بہت سے ہیں ورنہ انمیں خوض کرنا علم معاملہ
کے مناسب نہیں بلکہ علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور تم یہ گمان مت کرنا کہ وحی کے درجات کا معلوم کرلینا وحی کے رتبہ کا مقتضی ہے اسلئے
کہ کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اسکا پا جانا اور چیز مثلاً کچھ بعید نہیں کہ کوئی طبیب بیمار صحت کے درجات سے واقف ہو اور عالم بدکار عدالت
ہونیکے درجات جانتا ہو حالانکہ طبیب میں صحت اور عالم مذکور میں عدالت کا وجود نہیں اسیطرح جو شخص کہ نبوت اور ولایت کو جانتا ہے وہ ضرور نہیں
کہ نبی اور ولی ہو جاوے یا جو تقوی اور ورع کو پہچانے تو وہ متقی ہو اور آدمیوں میں سے بعض کا ایسا ہونا کہ خود اپنے نفس سے متنبہ ہوکر
سمجھ لے اور بعض بدون تنبیہ اور تعلیم کے نہ سمجھیں اور بعض کو تنبیہ اور تعلیم بھی کارگر نہ ہو انکی مثال ایسی ہے جیسے زمین ہوتی ہے کہ اسکی بھی

تین قسمیں ہیں ایک تو وہ جنمیں پانی جمع ہوتا ہے اور زور پکڑتا ہے اور خود چشمہ انمین سے بہنے لگتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جسمین حاجت کنوان کھودنے کی ہوتی ہے اور پانی بدون کھودنیکے نہیں نکلتا اور تیسری وہ قسم ہے کہ انمین کھودنیسے بھی پانی نہیں نکلتا خشک ہی رہتی ہے اور اس منقسم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے جوہر اپنی صفتو نمین مختلف ہوتے ہین اسیطرح حال نفسونکا قوت عقل کے مختلف ہونیمین ہے اور عقل کی کمی بیشی پر دلیل نقلی وہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپنے ایک حدیث طویل فرمائی اور اسکے آخر مین عرش کی عظمت کو مذکور فرمایا اور یہ کہ فرشتون نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی تو نے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہے ارشاد فرمایا کہ ہان عقل عرش سے بڑی ہے عرض کیا کہ اسکی مقدار کتنی ہے حکم ہوا کہ اسپر تمھارا علم محیط نہوگا تمکو بالو کے شمار کا علم ہے عرض کیا کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مینے عقل کو بھی موافق شمار ریگ کے مختلف پیدا کیا ہے کہ بعض لوگون کو ایک رتی ملی ہے اور بعض کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی بھر اور کوئی ایسا ہے جسکو ایک فرق کی مقدار یعنی قریب آٹھ سیر کے عنایت ہوئی اور بعض کو ایک وسق یعنی اونٹ کے لادنے کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زائد مرحمت ہوئی اب اگر یہ کہو کہ جب عقل کا یہ حال ہے تو صوفی عقل کو اور جو اسکی برائی کرتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگون نے لفظ عقل اور معقول کو اسکے معنی چھوڑ کر مجادلہ اور مناظرہ کے واسطے نقل کر لیا ہے جسکو فن کلام کہتے ہین اب معقول یہی رہ گیا ہے کہ جھگڑنا اور مدعی ثانی کا الزام دینا ہو سکے تو صوفیون سے یہ تو ہو نہ سکا کہ لوگو نسے یہ اقرار کرا دین کہ تمنے اس علم کو غلطی سے معقول ٹھہرا لیا ہے اسلیے کہ یہ بات تو لوگون کے دل میں جم گئی ہے اور زبان پر رائج تو صوفیون نے غلط بتانے سے ان کے دلون سے کب ہٹ سکتی تھی اسلیے انھون نے عقل اور معقول کی مذمت کی جسکو لوگ عقل اور معقول کہتے ہین ورنہ نور بصیرت باطنی جسسے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانا جاتا ہے اور اسکے رسولوں کی تصدیق کی جاتی ہے اسکی مذمت کیسے متصور ہو سکتی ہے اسکی تعریف تو خود اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے اگر اسی کی مذمت کی جاوے گی تو تعریف کونسی چیز کی ہوگی کیونکہ اگر شرع قابل تعریف ہے تو اسکی درستی کا علم تو اسی چیز سے ہے اگر اسی چیز یعنی عقل سے ہم جسپر کہ اعتبار نہین تو شریعت بھی بُری ٹھہرتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ شریعت کی صحت کا علم چشم یقین اور نور ایمان سے معلوم ہوتا ہے تو اس قول پر لحاظ کرنا چاہیے اسلیے کہ ہماری غرض جو کچھ عقل سے ہے وہ یہی عین الیقین اور نور ایمان سے ہے یعنی وہ صفت باطنی جس سے کہ آدمی چوپایون سے ممتاز ہوتا ہے یہانتک کہ اسی کے باعث امور کی حقیقت معلوم کرتا ہے اور اکثر اسطرح کے خبط لوگون کی جہالت سے اٹھتے ہین جو حقیقتون کو الفاظ سے طلب کرتے ہین اور چونکہ الفاظ مین لوگونکی اصطلاحین مختلف ہوتی ہین اسلیے وہ بھی خبط کرتے ہین عقل کے بیان مین اسقدر کلام کافی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ باب العلم خدا تعالیٰ کی عنایت سے پورا ہوا اسکے بعد دوسرا باب قواعد عقائد کا مذکور ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی کل عبد مصطفیٰ من اہل الارض والسماء

دوسرا باب عقائد کے قواعد مین اور اسمین چار فصلین ہین

رباعی اسلام زبانی سے برآمد نہین کار صحت پہ عقائد کے ہے ایمان کا مدار تاثیر دوا کی ہوتی ہے نیت سے کہ [illegible] سے ہو کچھ [illegible]

فصل اول بیان مین عقیدہ کہ اہل سنت کے درباب دو جملون کلمۂ طیبہ یعنی لا اله الا الله محمد رسول الله کے جنکی گواہی دینی اسلام کے پانچون
رکنون مین سے ایک رکن ہی جاننا چاہیے کہ اول جملہ اس کلمۂ طیبہ کا توحید پر متضمن ہی اور دوسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اسلیے
دونونکی تفصیل جدا جدا لکھتے ہین پہلا جملہ توحید پر مشتمل ہی اسمین یہ باتین چاہیین **اول وحدانیت** یعنی یہ جاننا کہ خدا تعالی اپنی ذات
مین اکیلا ہی کوئی اسکا شریک نہین یکتا ہی کوئی اس جیسا نہین صمد ہی کوئی اسکا مقابل نہین نرالا ہی کوئی اسکے جوڑ کا نہین قدیم ازلی ہی
جسکا اول اور ابتدا نہین ہمیشہ کو قائم ابدی ہی جسکا آخر اور انتہا نہین قیوم ہی کہ اسکو انقطاع نہین اور دائم ہی جسکو کبھی فنا نہین بزرگی کی صفتون
سے موصوف ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہیگا زمانون اور مدتونکے گذرنے اور طی ہو جانے سے اسکو نہین کہہ سکتے کہ ہو چکا بلکہ وہی سب سے
اول وہی سب سے پیچھے اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہی دوسرا تنزیہ یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا تعالی نہ جسم صورت دار ہی نہ جوہر محدود اور
ذی مقدار اور نہ منقسم ہو سکتا ہی اجسام کا مشابہ نہین نہ خود جوہر ہی نہ اسمین کوئی جوہر حلول کیے ہوے ہی اور نہ وہ عرض ہی نہ اسمین کوئی
عرض حلول کیے ہوے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہی نہ اسکے کوئی موجود مانند نہ اسکے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا نہ کوئی مقدار اسکو
محدود کر سکے اور نہ اطراف وجہات اسکو محیط ہون اور نہ آسمان و زمین اسکو گھیر سکین اور یہ کہ وہ عرش پر اسطرح ہی جسطرح کہ اسنے خود فرمایا
اور جس اعتبار سے کہ اسنے قصد کیا ہی یعنی عرش کو چھونے اور اسپر جمنے اور جگہ پکڑنے اور اسمین حلول کرنے اور دوسری جگہ ٹلنے سے
پاک ہی عرش اسکو نہین اٹھاتا بلکہ عرش اور حاملین عرش سب کو اسکی لطافت قدرت اٹھائے ہوے ہی اور سب اسکے قبضۂ قدرت مین
دبے ہوے ہین اور وہ عرش اور آسمان اور حدود زمین تک کی سب چیزون کے اوپر ہی اور اسکی فوقیت اسطرح کی ہی کہ اس سے اسکو نہ
عرش سے قرب ہوا اور نہ زمین سے دوری بلکہ عرش اور آسمان کے نزدیک ہونے اور زمین اور ثریٰ سے دور ہونے سے اسکے مراتب
بلند ہین اور باوجود اسکے وہ ہر موجود چیز سے قریب ہی اور بندے کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہی اور سب چیزون کے پاس موجود کیونکہ
اسکی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونیکے مشابہ نہین جسطرح کہ اسکی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہین اور یہ کہ وہ کسی چیز مین حلول
نہین کرتا اور نہ اسمین کوئی چیز حلول کرے اس بات سے برتر ہی کہ اسکا محیط کوئی مکان ہو جیسے اس سے پاک ہی کہ کوئی وقت اسکو
گھیر سکے بلکہ وہ مکان اور زمان کے بننے سے پیشتر موجود تھا اور وہ اب بھی ایسا ہی ہی جیسا پہلے تھا اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات مین
جدا ہی نہ اسکی ذات مین اسکے سوا دوسرا اور نہ کسی دوسرے مین اسکی ذات اور یہ کہ وہ بدلنے اور انتقال سے مقدس ہی نہ حوادث اسمین
حلول کرین نہ عوارض اسپر نزول بلکہ وہ اپنی بزرگی کی صفات مین فنا اور زوال سے ہمیشہ منزہ رہتا ہی اور اپنی صفات کمال مین کسی زیادتی
کی اسکو حاجت نہین جس سے اسکا کمال پورا ہو اور یہ کہ عقلون کے سبب سے اسکا وجود بذات خود معلوم ہی اور اسکا انعام اور احسان
اچھے لوگون پر جنت مین یہ ہی کہ اپنی دولت دیدار اور لذت رویت کو پورا کرنے کے لیے اپنی ذات کو آنکھون سے دکھا دیگا سوم زندگی
اور قدرت یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالی زندہ اور قادر ہی اور جبار اور قاہر ہی اسکو ماندگی عارض ہو نہ قصور اور نہ غفلت ہو نہ خواب نہ فنا
اسپر آوے نہ موت وہی ہی ملک اور ملکوت والا اور عزت وجبروت کا مالک سلطنت اور قہر اور خلق اور امر سب اسیکا ہی آسمان اسکے ہاتھ
مین لپٹے ہوے ہین اور مخلوقات سب اسکی مٹھی مین دبے ہین پیدا کرنے اور اختراع مین وہی نرالا ہی اور ایجاد اور ابداع مین وہی یکتا

خلق کو اور اُنکے اعمال کو پیدا کیا اور اُنکے رزق و موت کا اندازہ مقرر فرمایا کوئی قدرت کی چیز اُسکے قبضے سے جدا نہیں اور نہ اُسکی
قدرت سے کاموں کے تغیرات علیحدہ نہ اُسکی قدرت کی چیزوں کا احصا ہو سکتا ہے نہ اُسکے معلومات کی انتہا چہارم علم یعنی یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ سب
معلومات کو جانتا ہے زمین کی تہ سے لیکر آسمانوں کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہے سب پر محیط ہے اُسکے علم سے ایک ذرہ بھر بھی آسمان اور زمین میں
چھپتا نہیں بلکہ کالی رات میں سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا کے بیچ میں ذرہ کے چلنے کو جانتا ہے چھپی اور کھلی بات کو معلوم کرتا ہے اور
دلوں کے وسوسوں و خطروں کے حرکات اور باطن کے پوشیدہ اسرار پر مطلع ہوتا ہے اُسکا علم قدیم ازلی ہے جس سے وہ ازل الآزال سے
موصوف رہا ہے ایسا علم نہیں ہے کہ اُسکی ذات میں حلول و انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو پنجم ارادہ یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ خدا تعالیٰ نے کائنات کو ارادہ
سے بنایا اور نو پیدا چیزوں کا انتظام وہی کرتا ہے کہ ملک و ملکوت میں جو کچھ تھوڑا یا بہت چھوٹا یا بڑا خیر یا شر نفع یا ضرر ایمان یا کفر عرفت یا جہل
کامیابی یا محرومی زیادتی یا کمی طاعت یا معصیت ہوتی ہے وہ سب اُسکے حکم اور تقدیر اور حکمت اور خواہش سے ہوتی ہے جس چیز کو چاہا وہ ہوئی
اور جسکو نہ چاہا وہ نہوئی کوئی پلک کا جھپکنا یا خاطر کا گمان آنا اُسکی خواہش سے باہر نہیں بلکہ وہی مبدی ہے اور وہی معید ہے جو چاہتا ہے
وہ کرتا ہے کوئی اُسکے حکم کا رد کرنیوالا نہیں اور نہ کوئی اُسکی قضا کا پیچھے ہٹانیوالا اور نہ بجز اُسکی توفیق و رحمت کے بندہ کو اُسکی نافرمانی سے
کوئی مفر کی صورت اور نہ سوا اُسکی خواہش و ارادے کے اُسکو اُسکی اطاعت کی طاقت اگر سب انسان اور جن اور فرشتے اور شیطان متفق ہو کر عالم میں
کسی ذرہ کو بدون اُسکے ارادے اور خواہش کے حرکت دینا یا سکون دینا چاہیں تو یہ اُن سے کبھی نہو سکیگا اُسکا ارادہ تمام اور صفتوں کے ساتھ اُسکی
ذات سے قائم ہے اور وہ ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف رہا چیزوں کے ہونے کو جن وقتوں میں کہ مقرر فرمایا ارادہ ازل میں کیا تو
جیسا ارادہ کیا اسیطرح اپنے اپنے وقت میں بدون کسی طرح کے تقدم اور تاخر کے وجود ہوئیں بلکہ اُسکے علم کے موافق اور ارادے کے
مطابق بدون کسیطرح کے تبدل و تغیر کے واقع ہوئیں امور کا انتظام اسطرح فرمایا کہ اُنمیں نہ فکروں کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ کچھ دیر کا انتظار
اور اسی وجہ سے کوئی شان اور حال اُسکو دوسری شان سے غافل نہیں کرتا ششم سننا اور دیکھنا یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے
سنتا و دیکھتا ہے کوئی سننے کی چیز کیسی ہی خفیہ ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اُسکے سننے اور دیکھنے سے غائب نہیں ہوتی اور نہ دوری اُسکے سننے
کی مانع ہو نہ تاریکی اُسکے دیکھنے کی مزاحم دیکھتا ہے گو چشم اور پلک سے منزہ ہے اور سنتا ہے مگر کانوں اور اُنکے سوراخ سے بے نیاز جیسے کہ بے دل
کے جانتا ہے اور پکڑنے میں عضو سے اور پیدا کرنے میں آلہ سے پاک ہے اسلیے کہ جیسے اُسکی ذات پاک مخلوق کی ذات کیطرح نہیں اسیطرح اُسکی صفتیں بھی مخلوق کی صفات
کے مشابہ نہیں ہفتم کلام یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنیوالا ہے اور اپنے کلام ازلی قدیم سے جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے امر اور نہی اور وعدہ وعید فرمایا
اسکا کلام خلق کے کلام کے مشابہ نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدمہ سے آواز ہوتی ہو یا زبان کی حرکت اور ہونٹوں کی ملاقات سے حرف پیدا
ہوں بلکہ ان سب سے جدا ہے اور قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اُسکی کتابیں ہیں کہ اُسکے انبیا علیہم السلام پر اُتریں اور قرآن مجید کی تلاوت
زبانوں سے ہوتی ہے اور اوراق پر لکھا جاتا ہے اور دلوں میں حفظ کیا جاتا ہے اور باوجود اسکے وہ قدیم ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات پاک سے قائم ہے
اُس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ علیحدہ ہو کر اوراق میں منتقل ہو جاوے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے کلام بدون آواز اور حروف
کے سنے جسطرح کہ ابرار آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بدون جوہر اور عرض کے دیکھیں گے اور جبکہ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کے ساتھ …

تو وہ زندہ اور عالم اور قادر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم صرف اپنی ذات سے نہیں بلکہ حیات اور قدرت اور علم اور سمع اور بصر اور کلام سے ہے
ہشتم افعال یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ جو چیز سوا اسکے موجود ہے وہ اسی کے فعل سے حادث ہے وہ اسی کے عدل سے فیض یاب ہے اور سب کی اچھی طرح
اور اکمل اور اتم اور اعدل طور پر اُسکا ظہور ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے احکام میں عادل ہے اُسکے عدل کو بندوں کے
عدل پر قیاس نہیں کر سکتے اسلیے کہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے باین طور کہ غیر کے ملک میں تصرف کرے اور خدا سے تعالیٰ سے ظلم متصور
نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکو غیر کی ملک ملتی ہی نہیں کہ جس میں اُسکا تصرف ظلم کہلاوے غرضکہ جو کچھ اُسکے سوا ہے انسان اور جن اور فرشتہ اور
شیطان اور آسمان اور زمین اور حیوان اور سبزہ اور جماد اور جوہر اور عرض اور مدرک اور محسوس وہ سب حادث ہیں اُسنے اپنی قدرت سے
اُنکو عدم سے اختراع کیا اور پردۂ ہستی سے نکالا کہ ہست فرمایا کیونکہ ازل میں وہ اکیلا موجود تھا دوسرا کوئی اُسکے ساتھ نہ تھا پھر اسنے اپنی
قدرت کے ظاہر کرنے اور ارادہ سابق کے متحقق کرنے کے لیے خلق کو پیدا کیا نہیں کہ اُسکو خلق کی طرف کچھ حاجت اور ضرورت ہو
پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور تکلیف میں صرف تفضل کرتا ہے نہ یہ کہ یہ امور واجب ہوں اور انعام اور اصلاح میں صرف جود فرماتا ہے
نہ اس لیے کہ اُسکے ذمہ لازم ہو پس فضل اور احسان اور نعمت اور منت سب اسی کے لیے سزاوار ہے اسلیے کہ وہ اس بات پر قادر تھا
کہ اپنے بندوں پر طرح طرح کے عذاب ڈال دیتا اور اُنکو اقسام مصائب اور آلام میں مبتلا کر دیتا اور یہ امر اُسکا عدل ہوتا
بری ہوتے نہ قبیح ہوتے نہ ظلم اور اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کو طاعتوں پر اپنے کرم اور وعدہ کے بموجب ثواب عنایت فرماتا ہے
نہ اس لیے کہ انکا استحقاق ہی ہے اور اپنے اوپر لازم ہو گئے ہیں کیونکہ اُسپر کسی کے لیے کوئی فعل واجب
نہیں اور نہ اُس سے ظلم متصور ہو سکے اور نہ کسی کا اُسپر کوئی حق واجب اور اُسکا حق طاعتوں میں خلق پر واجب ہے اُسی نے انبیا
علیہم السلام کی زبانوں سے واجب کیا ہے صرف عقل کی رو سے واجب نہیں کیا بلکہ رسولوں کو بھیجا اور انکا صدق ظاہر معجزوں سے
ثابت کیا تو انھوں نے اُسکے حکم اور نہی اور وعدہ اور وعید کو خلق میں پہنچایا اسلیے خلق پر رسولوں کو سچا ماننا اور جو احکام وہ لائے
ہیں انکا ماننا واجب ہے آپ دوسرے جملے کے معنی یعنی رسولوں کی گواہی دینے کو معلوم یہ اعتقاد کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی امی
قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب اور عجم اور جن اور انسانوں کی طرف رسول کر کے بھیجا اور انکی شریعت سے تمام شریعتوں کو
منسوخ کیا بجز اُنکے جنکو انھیں نے برقرار رکھا اور آپکو تمام انبیا پر فضیلت دی اور آپ کو آدمیوں کا سردار بنایا اور لا الٰہ الا اللہ کی
توحید پر گواہی دینے کو ایمان کامل نہیں مانا جبتک کہ اُسکے ساتھ رسول کی شہادت یعنی محمد رسول اللہ نہ ملایا جاوے اور جس بات کی خبر آپنے
دنیا اور آخرت کے امور میں سے دی ہے خلق پر لازم کر دیا کہ آپکو اُنمیں سچا جانیں اور کسی بندے کا ایمان قبول نہیں فرماتا جبتک کہ وہ
مرنے کے بعد کے حالات پر جنکی خبر آپ نے دی ہے ایمان نہ لاوے اُن حالات میں سے اول منکر اور نکیر کا سوال ہے یہ دونوں
شخص ہیبت ناک مہیب صورت ہیں کہ بندے کو قبر میں روح اور جسم کے ساتھ سیدھا بٹھلاتے ہیں اور اس سے توحید اور رسالت کا
حال دریافت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے اور یہ دونوں قبر کے امتحان لینے والے ہیں
اور مرنے کے بعد اول آزمائش انکا سوال ہوتا ہے دوسرے قبر کے عذاب پر ایمان لاوے کہ وہ برحق ہے اور حکمت اور عدل کے ساتھ

روح اور جسم دونون پر جسطرح خدا تعالی کی مرضی ہوگی ہوگا اور میزان پر ایمان لانا چاہیئے کہ اُسکے دو پلے اور ایک زبانہ بیچ مین پکڑ کر اٹھانے کا ہوگا اور اُسکے پلے اتنے بڑے ہونگے جتنے آسمان و زمین کے طبقات ہین اُسمین اللہ تعالی کی قدرت سے اعمال تولے جاوینگے اور باٹ اُس روز ذرہ اور رائی بھر کے ہونگے تاکہ عدل خوب کامل ہو اور نیکیون کے صحیفے اچھی صورت مین نور کے پلے مین ڈالے جاوینگے اور جسقدر اُن نیکیون کے درجے خدا تعالی کے نزدیک ہونگے اُسیقدر اُن سے ترازو اللہ کے فضل و کرم سے بھاری ہوگی اور بدیون کے صحیفے بُری صورت مین اندھیرے پلے مین ڈالے جاوینگے اور اللہ تعالی کے عدل کے باعث ترازو انسے ہلکی ہو جاویگی اور پلصراط پر ایمان لانا چاہیئے کہ دوزخ کی پشت پر ایک پل کھڑا ہے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک بنا ہوا ہے جسپر سب کا گذر ہوگا خدائے تعالی کے حکم سے کافرون کے پاؤن اُسپر پھسلین گے اور دوزخ مین گر جاوینگے اور ایمان والون کے پاؤن اللہ کی عنایت سے اُسپر جمینگے اور وہ دار القرار کو پہونچا دیے جاوینگے اور حوض پر ایمان لانا چاہیئے جسپر ایماندار ونکا گذر ہوگا یہ حوض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جسکا پانی جنت مین داخل ہونے سے پیشتر اور پل صراط سے اترنے کے بعد پیوینگے جو کوئی اسمین سے ایک گھونٹ پانی پیویگا وہ بعد کو کبھی پیاسا نہوگا اُسکا عرض ایک مہینے کی راہ ہے اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اسکے گرد آبخورے بموجب شمار آسمان کے تارون کے ہین اور اُسمین دو پرنالے جنت کے چشمہ کوثر سے گرتے ہین اور حساب پر ایمان لانا چاہیئے کہ لوگ حساب ہونے کی باب مین مختلف ہونگے بعضون سے تو حساب مین باریکی کیجاویگی بعضون سے چشم پوشی اور کچھ ایسے ہونگے کہ وہ بے حساب جنت مین داخل ہونگے اور وہ لوگ مقرب اللہ تعالی کے ہونگے اور اللہ تعالی نبیون مین جس سے چاہیگا سوال کریگا کہ تمنے مضمون رسالت کا پہونچا دیا اور کافرون مین سے جس سے چاہیگا رسولونکو جھٹلانے کی بازپرس کریگا اور بدعتیون سے سنت کا حال اور مسلمانون سے اعمال کا سوال کریگا اور یہ ایمان لانا چاہیئے کہ اہل توحید سزا کے بعد دوزخ سے نکلینگے یہانتک کہ خدا تعالی کے فضل سے جہنم مین کوئی موحد نرہیگا اس سے معلوم ہوا کہ موحد ہمیشہ دوزخ مین نرہیگا اور شفاعت پر ایمان لانا چاہیئے کہ اول انبیا کرینگے پھر علما پھر شہدا پھر اور مسلمان اور ہر ایک کی جتنی عزت اور منزلت اللہ تعالی کے نزدیک ہوگی اسیقدر اسکی سفارش منظور ہوگی اور جو ایماندار ایسے رہینگے کہ انکی سفارش کسی نے کی ہوگی انکو اللہ تعالی اپنے فضل سے دوزخ سے نکالیگا پس دوزخ مین کوئی ایماندار ہمیشہ نرہیگا بلکہ جسکے دلمین ذرہ بھر ایمان ہوگا وہ بھی اُسمین سے باہر ہوگا اور یہ اعتقاد کرے کہ صحابہ افضل ہین اور انکی ترتیب افضلیت مین اسطرح ہے کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب لوگون مین افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اُنکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُنکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُنکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہین اور صحابہ سے اچھا گمان رکھے اور انکی تعریف کرے جیسے اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تعریف فرمائی ہے اور یہ سب امور ایسے ہین کہ احادیث مین کورہین اور آثار انپر شاہد ہیں پس جو شخص ان امور پر یقین سے معتقد ہوگا وہ اہل حق و اہل سنت و جماعت والون مین ہوگا اور گمراہی اور بدعت والی جماعت سے علیحدہ رہیگا ہم اپنے لیے اور تمام مسلمانونکے واسطے خدا تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ کمال یقین عنایت فرماوے اور دین پر اپنی رحمت کاملہ سے ثابت رکھے کہ وہ ارحم الراحمین ہے و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین دوسری فصل اس بات کے بیان مین کہ ارشاد مین تدریج اور اعتقاد کے درجون مین ترتیب چاہیئے جاننا چاہیئے کہ جو کچھ ہمنے فصل اول مین لکھا ہے وہ لڑکو نکو ابتدا

ح بخاری بروایت ابو سعید ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت عائشہ ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت عثمان بن عفان ۱۲ ح بخاری بروایت ابن عمر ۱۲ ح ترمذی بروایت عبد اللہ بن مغفل ۱۲

پن تمیز مین سکھانا چاہیے تاکہ اُسکو یاد کر لیوین پھر بڑا ہونے پر اُنکو اُسکے معنی تھوڑے تھوڑے کھلتے جاوینگے غرضکہ لڑکونکی ابتدا
تو یاد کر لینا ہی پھر سمجھنا پھر اعتقاد اور یقین اور اسکا تصدیق کرنا اور یہ بات لڑکون مین بدون دلیل کے آجاتی ہی کیونکہ اللہ تعالی کا فضل
انسان کے دل پر ہی کہ ابتدا پڑھنے مین اُسکو ایمان کی طرف بلا حجت اور برہان کے کھولدیا ہی اور اسکا انکار نہین ہو سکتا اسلیے کہ سب
عوام کے عقیدونکا آغاز صرف تلقین اور تعلیم محض ہے - ہان جو اعتقاد کہ صرف تقلید سے حاصل ہوتا ہی وہ ابتدا مین کسیقدر ضعف سے
خالی نہین ہوتا یعنی اگر اُسکے دلمین اعتقاد مذکورہ کا خلاف ڈال دیا جاوے تو اعتقاد سابق دور ہو سکتا ہی اسلیے اس اعتقاد کو لڑکون
کے اور عامی کے دل مین خوب تقویت کر دینی چاہیے تاکہ پختہ ہو جاوے اور جنبش نہ کرے اور اعتقاد کی تقویت کا طریق یہ نہین کہ
فن جدل اور کلام کو جانے بلکہ اُسکی راہ یہ ہی کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اُسکی تفسیر اور حدیث پڑھنے اور اُسکے معانی
سمجھنے مین مشغول ہوا اور عبادت روزمرہ کی بجا آوری مین لگے تو اس تدبیر سے جو کچھ قرآن مجید کی دلیلین اور حجتین اسکے
کان مین پہونچینگی اور حدیث عـه مین اُسکے شاہد دیکھیگا اور عبادات کے انوار سے منور ہوگا اور نیک لوگون کے مشاہدے اور اُنکی ہمنشینی سے شمائل
ہو کر اللہ تعالی کے حضور مین اُنکی فروتنی اور مسکنت اور اُنکے ڈرنیکو دیکھیگا تو یہ سب امور اس بات کے باعث ہونگے کہ اُسکا اعتقاد روز بروز
مضبوط ہوتا جاوے پس اول لڑکپن مین ان عقیدونکا سکھلا دینا بمنزلہ سینے مین بیج ڈالنے کے ہے اور یہ لوازم اسکے لیے بمنزلہ پانی دینے
اور تولانے کے ہین تاکہ پیڑ بڑھکر زور پکڑ جاوے اور ایک شجرۂ طیبہ ہو جسکی جڑ جمی رہے اور شاخ آسمان مین پہونچے - اور چاہیے کہ لڑکون کو
کان جدل اور کلام سے نہایت درجہ کو بچاوے جاوین اسلیے کہ جھگڑے سے اتنی بات دل مین بیٹھتی نہین جتنی اُکھڑ جاتی ہی اُس سے بناؤ کم
ہی اور بگاڑ زیادہ بلکہ لڑکون کے عقیدونکو جدل سے تقویت کرنیکی مثال ایسی ہی کہ کوئی ہتھوڑا لیکر درخت کی جڑ مین مارا کرے کہ میری
غرض یہ ہی کہ اُسکی جڑ مضبوط ہو اور موٹائی پکڑے حالانکہ ہتھوڑا بعید نہین کہ اجزا کو متفرق کرکے درخت کو بگاڑ دے اور اکثر یون ہی ہوتا ہی
اسکے مشاہدہ کے سامنے کچھ بیان کی ضرورت نہین مصرع شنیدہ کے بود مانند دیدہ - جو لوگ کہ عوام مین سے نیکبخت اور پرہیزگار ہین انکے عقیدونکو
کلام والون اور جدل کے ماہرون کے عقائد سے مقابلہ کرکے دیکھو معلوم ہوگا کہ عوام کے تقلیدی تو اونچے پہاڑ کی طرح جمے ہوئے ہین کہ کسی آفت اور
بجلی سے نہین ہل سکتے اور کلام والے جو اپنے عقیدونکی حفاظت فن جدال سے کرتے رہتے ہین اُنکے عقیدے ایسے ہونگے جیسے کوئی ڈورا ہوا
مین لٹکا دیا جاوے کہ ہوا سے کبھی تو وہ اُدھر جھک جاتا ہی کبھی اِدھر جھک جاتا ہی کیونکہ جو کوئی اُنمین سے اعتقاد کی دلیل سنتا ہی اُسکو تقلید
ہی کی راہ سے مانتا ہی جیسے خود اعتقاد کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہی یعنی دلیل کے سیکھنے اور مدلول کے سیکھنے مین کچھ فرق نہین دونون مین
تقلید ہوتی ہی تو دلیل کا سیکھنا اور بات ہی اور نظر کا مستقل ہونا اور چیز ہی جو اُس سے بہت دور ہی - پھر لڑکے کا ابھار اگر اس عقیدے پر ہو
تو اگر وہ دنیا کمانے مین مشغول ہو جاویگا تب اسکو سوا اس عقیدے کے اور کچھ واضح نہوگا مگر اہل حق کا سا اعتقاد رکھنے کی جہت سے
آخرت مین سلامت رہیگا اسلیے کہ شرع نے عرب کے اجلاف کو اتنا ہی حکم دیا ہی کہ ظاہر عقائد کے موجب اپنی تصدیق پکی کر لین اور بحث
اور تفتیش اور دلیلون کو تکلف بنانے کا حکم ہرگز نہین کیا اور اگر وہ شخص مذکور طریق آخرت کے چلنے والونمین سے ہونا چاہیگا اور توفیق
اُسکی رفیق ہوگی یہانتک کہ عمل مین مشغول ہو کر تقوی کے پیچھے پڑیگا اور نفس کو خواہش سے باز رکھکر ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہوگا

عـه فی الاصل اور لڑکون مین [illegible]

تو اُسکے لیے ہدایت کے دروازے کھل جاوینگے اور ایک نور آلہی سے جو مجاہدہ کے سبب اُسکے دلمین پڑیگا ان عقیدون کی حقیقتین واضح
ہو جاوینگی کیونکہ مجاہدہ سے اس نور کے دلمین ڈالنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہو۔ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا وان اللہ
لمع المحسنین اور یہ نور ایک جوہر نفیس ہی کہ صدیقون اور مقربون کے ایمان کی غایت وہی ہی اور جو راز کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دلمین ڈالا گیا اور
اُسکی جہت سے آپ تمام خلق سے افضل ہیں وہ بھی اسی نور کی طرف اشارہ ہی اور اس راز کے کھلنے بلکہ سب اسرار کے معلوم ہونے کے بہت سے
درجات ہین جتنا کوئی مجاہدہ کریگا اور اپنے باطن کو جس قدر صاف اور غیر اللہ سے پاک رکھیگا اور نور یقین سے روشنی حاصل کریگا اسیقدر اسرار
بھی کھلینگے اور اُنکو سمجھنا چاہیے جیسے طب اور فقہ اور دوسرے علوم کے اسرار کو لوگ موافق اپنی محنت کے اور بقدر اپنی ذکا اور دانائی شستگی کے
مختلف ہوا کرتے ہین تو جسطرح پر یہ درجات علم کے بے انتہا ہین اُسیطرح درجات اسرار بھی غیر منحصر ہین مسئلہ جدل اور کلام سیکھنا بھی اُسیطرح
برا ہی یا مباح خواہ مستحب ہی جواب اس مسئلے مین دونون طرفون کو بہت سا مبالغہ اور اسراف ہی یعنی بعض تو یہ کہتے ہین
کہ اُسکا سیکھنا بدعت اور حرام ہی اور بندہ شرک کے سوا کوئی سا گناہ کرکے مرے اس سے بہتر ہی کہ خدا تعالیٰ کے سامنے علم کلام کے
ساتھ جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اُسکا سیکھنا واجب اور فرض کفایہ یا فرض عین ہی اور یہ سب اعمال سے بہتر اور ثواب کی چیزونمین عمدہ ہی
اسلیے کہ اسکا سیکھنا علم توحید کا تحقیق کرنا اور خدا تعالیٰ کے دین کی طرف سے لڑنا ہی۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور سفیان ثوری اور
سب اہل حدیث سلف کے اُسکی حرمت کے قائل ہین۔ ابو عبد الاعلیٰ کہتے ہین کہ جس روز امام شافعی نے حفص فرد سے مناظرہ
کیا تھا جو کہ معتزلہ مین سے علم کلام کا ماہر تھا مین نے سنا کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اگر بندہ شرک کے سوا ہر ایک گناہ کے ساتھ خدا تعالیٰ
سے ملے اس سے بہتر ہی کہ کچھ بھی علم کلام کے ساتھ اُسکے سامنے جاوے اور مینے حفص کی کہی ایک ایسی بات سنی جسکو مین نقل نہین کرسکتا اور یہ بھی
امام شافعی رح فرماتے ہین کہ مین اہل کلام کی ایک ایسی بات پر مطلع ہوا ہون کہ مجکو کبھی اُسکا گمان نہ تھا اور اگر بندہ خدا تعالیٰ کے تمام منہیات مین
سوا شرک کے مبتلا ہو اُسکے حق مین اُس سے بہتر ہی کہ علم کلام مین نظر کرے۔ اور کرابیسی روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح سے
کسی نے کوئی مسئلہ علم کلام کا پوچھا تو آپنے غصہ ہوکر فرمایا کہ اسکا حال حفص فرد اور اُسکے ساتھیون سے پوچھنا چاہیے خدا تعالیٰ انکو رسوا کرے
اور جب امام شافعی رح بیمار ہوئے تو حفص فرد اُنکے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کون ہے اُسنے کہا مین ہون حفص فرد آپ نے فرمایا کہ
خدا تیری حفاظت اور نگہبانی نہ کرے یہانتک کہ جس امر مین تو مبتلا ہی اُس سے توبہ نہ کرلے اور یہ بھی آپکا ارشاد ہی کہ اگر آدمیونکو معلوم
ہو جاوے کہ علم کلام مین کتنی بدعتین ہین تو اُس سے ایسا بھاگین جیسے شیر سے بھاگتے ہین۔ اور فرمایا کہ جب تم کسیکو یہ کہتے سنو کہ اسم خواہ مسمی
ہی یا مسمی کا غیر ہی تو جان لو کہ وہ کلام والونمین سے ہی اور اسکا کوئی دین نہین زعفرانی کہتے ہین کہ امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ اہل کلام کے
باب مین میری تجویز یہ ہی کہ اُنکے بیتین لگوا کر تمام قبیلونمین پھرایا جاوے اور منادی کیجاوے کہ یہ سزا ہی اُسکی جو کتاب اللہ اور حدیث کو
چھوڑ کر علم کلام مین مشغول ہو۔ اور امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہین کہ اہل کلام کو فلاح کبھی نہو گی اور جو شخص کلام کو دیکھے اُسکو ایسا کم پاؤگے
کہ اُسکے دلمین نقصان نہو اور کلام کی برائی مین آپنے یہانتک مبالغہ کیا کہ حارث محاسبی سے باوجود اُنکے زہد اور پرہیزگاری کے ملنا
چھوڑ دیا اس جہت سے کہ اُنھون نے ایک کتاب بدعتیونکی رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ کمبخت پہلے تو تو اُنکی بدعت نقل کرتا ہی پھر اُسکا

جواب لکھتا ہی تو گو یا لوگون کو اپنی تصنیف سے رغبت دلاتا ہی کہ بدعت کو دیکھین اور اُن شبہو نکا مطالعہ کرین پھر یہی امر اُن کو را سے اور
بحث کا موجب ہو جاوے - اور یہ بھی امام احمد رہ کا قول ہی کہ علماے کلام بددین ہین - اور امام مالک رہ فرماتے ہین کہ بھلا اگر کلام والیکے مقابل
ایسا شخص آ دے جو اُس سے زیادہ لڑاک ہو تو ہر روز ایک نیا دین اپنے لیے ایجاد کیا کریگا اس سے یہ غرض ہی کہ لڑنیوالون کے کلام ایک
دوسرے کی ضد ہوا کرتے ہین تو جو غالب ہو گا دوسرے کو اسی کی راے اختیار کرنی پڑیگی - اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ بدعت اور ہوا والون
کی گواہی درست نہین اور بعض آپ کے شاگرد کہتے ہین کہ اہل ہوا سے آپکی غرض اہل کلام ہین خواہ کسی مذہب پر ہون - اور امام ابو یوسف نے
فرمایا ہی کہ جو شخص علم کی طلب کلام سے کرتا ہی وہ بددین ہو جاتا ہی - اور حسن رح کا ارشاد ہی کہ اہل ہوا سے نہ جدال کرو اور نہ اُنکے پاس بیٹھو اور نہ اُنکا
قول سنو - اور سلف کے سب اہل حدیث کا کلام کی بُرائی پر اتفاق ہی اور جتنی تاکیدین شدید اُنھون نے اس باب مین فرمائی ہین وہ خارج
از حد شمار ہین اور کہا ہی کہ صحابہ رض نے جو باوجود حقائق کے زیادہ واقف ہونے اور دوسرونکی نسبت کہ الفاظ کی ترتیب مین فصیح تر ہونیکے
کلام سے سکوت کیا اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ جو کچھ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہی اُس سے واقف تھے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین بار فرمایا[1] ہلک المتنطعون یعنی ہلاک ہوے وہ لوگ کہ بحث اور کلام مین زیادہ خوض کرتے ہین اور اہل حدیث یہ حجت بھی پیش کرتے ہین کہ اگر
علم کلام دین سے ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکا امر ضرور ہی فرما دیتے اور اُسکا طریق سکھلا دیتے اور اُسکے عالمون کی تعریف کر دیتے
کیونکہ صحابہ رض کو استنجا تک تو تعلیم فرمایا[2] اور فرائض کے یاد کرنیکا ارشاد کیا اور اُنکی تعریف کی اور تقدیر مین کلام کرنیکو منع فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ[3]
تقدیر کے باب مین خاموش رہو اور اسی پر صحابہ رض بھی جمے رہے پس استاد پر زیادتی کرنی سرکشی اور ظلم ہی اور صحابہ رض ظاہر ہی کہ پیشوا اور استاد ہین
اور ہم پیرو اور شاگرد ہین - اور دوسرا فرقہ جو علم کلام کو اچھا جانتے ہین وہ یون دلیل کرتے ہین کہ اگر علم کلام مین یہ خرابی ہی کہ اُسمین جوہر
اور عرض اور دوسری اصطلاحین نادر جو صحابہ رض کے عہد مین نہ تھین موجود ہین تب تو کچھ سہل بات ہی اس لیے کہ ہر ایک علم مین اُس کے
سمجھانے کے لیے اصطلاحین نئی نئی ہین مثلاً حدیث اور تفسیر اور فقہ مین بہت اصطلاحین اس قسم کی ہین کہ اگر اُن کو صحابہ پر پیش
کریں تو وہ انکو نہ سمجھتے جیسے قیاس کی اصطلاحین نقض اور کسر اور ترکیب اور تعدید اور فساد وضع مین غرض کہ الفاظ کا بنانا مقصود صحیح
پر دلالت کرنے کے لیے ایسا ہی جیسا ایک نئی صورت کا برتن بنا کر مباح چیزین اسمین استعمال کرین اسمین کچھ خرابی نہین اور اگر علم کلام مین
خرابی لفظ کے اعتبار سے نہین غرض اور معنون کے اعتبار سے ہی تو ہماری غرض اُس سے صرف یہ ہی کہ عالم کے حادث ہونے کی اور
خداے تعالیٰ کی وحدانیت اور صفات کی دلیل پہچانین جس طرح پر کہ وہ شرع مین ثابت ہون پس خداے تعالیٰ کو دلیل کے ساتھ
پہچاننا حرام کہان سے ہوا اور اگر علم کلام مین یہ خرابی ہی کہ اسکا انجام شور و شغب اور تعصب اور عداوت اور کینہ ہے تو
یہ بیشک حرام ہی اس سے بچنا واجب ہی جیسے کہ علم حدیث اور تفسیر اور فقہ کے جاننے سے بعض لوگون کو کبر اور عجب اور
ممنود اور طلب ریاست ہو جاتی ہے کہ اُنکی بھی حرمت مین کچھ شک نہین اور اُنسے احتراز کرنا واجب مگر علم سے منع کرنا نہ چاہیے
اس خیال سے کہ انجام کو یہ خرابی اس سے ہو گی اور دلیل کا ذکر کرنا اور اسکا طلب کرنا اور اُسکے حال سے بحث کرنی ممنوع کیسے
ہو سکتی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین اور فرمایا لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ اور فرمایا

[1] مسلم بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۱۲
[2] مسلم بروایت سلمان فارسی ۱۲
[3] ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ ۱۲

قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا اور فرمایا ان عندکم من سلطان بہذا یعنی اسکی کچھ حجت اور برہان بھی ہی اور فرمایا قل فللہ الحجۃ البالغۃ اور فرمایا الم تر
الی الذی حاج ابراہیم فی ربہ ان آتاہ اللہ الملک یہانتک کہ فرمایا فبہت الذی کفر اس آیت مین اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کا حجت کرنا اور جدل کرنا اور
دشمن کو ساکت کر دینا تعریف کے طور پر ارشاد فرمایا اور فرمایا وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علی قومہ اور فرمایا قالوا یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا اور
فرعون کے قصہ مین ارشاد فرمایا وما رب العالمین یہانتک کہ کہا او لو جئتک بشیء مبین غرض یہ کہ قرآن مجید اول سے آخر تک کفار کے ساتھ
حجتین ہین چنانچہ عمدہ دلیل متکلمون کی توحید مین یہ آیت ہی لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور نبوت کے باب مین یہ آیت ہی وان کنتم
فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور حشر مین اٹھنے کے باب مین یہ آیت ہی قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ اور سوا اس کے
اور آیتین اور دلیلین ہین اور ہمیشہ سب رسول صلوات اللہ علیہم منکرون سے لڑتے اور جھگڑتے جدال و حجت کرتے آئے ہین اللہ تعالے
فرماتا ہی وجادلہم بالتی ہی احسن اور صحابہ بھی منکرون سے حجت اور جدال کیا کرتے تھے مگر حاجت کے وقت کرتے تھے اور انکے وقت مین حاجت
کم تھی اور سب سے اول بدعتیون سے حضرت علی رض نے مجادلہ کا ڈھنگ ڈالا کہ حضرت ابن عباس رض کو خارجیون سے بحث کرنے کو بھیجا
اور انھون نے انسے یہ تقریر کی کہ تم اپنے امام کی عقوبت کے خواہان کیون ہوا انھون نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ اسنے قتال کیا
اور قیدی اور غنیمت ہمکو نہین دی حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ یہ امر کفار کی لڑائی مین ہوتا ہی بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر حضرت عائشہ جمل کے روز
کی لڑائی مین قید ہو جاتین اور وہ تم مین سے کسی کے حصہ مین پڑتین تو کیا تم انسے وہی معاملہ برتتے جو اپنی لونڈیون سے کرتے ہو حالانکہ
وہ نص قرآنی کی رو سے تمھاری ماں ہین خارجیون نے جواب مین عرض کیا کہ یہ کبھی نہو تا غرض کہ اس مجادلے سے دو ہزار آدمی انکی
اطاعت مین آگئے۔ اور مروی ہی کہ حضرت حسن رض نے ایک شخص تقدیر کے منکر سے مناظرہ کیا اور وہ اپنے مذہب سے تائب ہوا۔ اور حضرت
علی رض نے ایک قدریہ سے مناظرہ کیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے یزید بن عمیرہ سے ایمان کے باب مین مناظرہ کیا اور اسمین یہ فرمایا کہ اگر
تم یہ کہو کہ مین ایماندار ہون تو یہ ضرور ہی کہ کہو کہ مین جنت مین جاؤنگا یزید بن عمیرہ نے کہا کہ اے صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپکی
خطا ہی ایمان تو اسیکا نام ہی کہ ہم اللہ پر اور اسکے فرشتون اور کتابون اور رسولون پر اور مرنے کے بعد اٹھنے اور وزن اعمال پر ایمان لاوین
اور نماز اور روزہ اور زکوۃ کو بجالاوین اور ہمارے کچھ گناہ ہین اگر ہمکو یقین ہو کہ وہ بخشدیے جائینگے تب البتہ ہم کہینگے کہ ہم اہل جنت مین سے
ہین اور انھین گناہون کی وجہ سے ہم کہتے ہین کہ ایماندار ہین مگر یہ نہین کہتے کہ اہل بہشت مین سے ہین حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ واقع
مین تمنے درست کہا بخدا مجھ سے خطا ہوئی۔ اب رہا یہ کہ صحابہ اسمین خوض کم کرتے تھے بہت سے مروون نہ ہوتے تھے اور تھوڑی تقریر کرتے تھے
زیادہ نہوتی تھی اور وہ بھی حاجت کے وقت بلا تصنیف و تدریس کرتے تھے ہمکو کوئی فن نہین مقرر کیا تھا تو اسکے لیے ہم کہینگے کہ صحابہ کا اسمین

بلکہ مصروف ہوتا تو اس وجہ سے تھا کہ حاجت کم تھی کیونکہ اس زمانہ مین بدعت کم ظاہر ہوتی تھی اور تقریر کے مختصر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ تقریر طرف
ثانی کے ساکت کرنے اور اسکے قائل ہونے اور شبہہ کے دور ہونے اور امر حق کے واضح ہونے کے لیے ہوا کرتی ہے پس اگر طرف ثانی کا
اعتراض یا اسکا اصرار زیادہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اسکا الزام بھی لمبا چوڑا ہوگا صحابہؓ بعد تقریر کے شروع فرمانے کے کسی ترازو یا پیمانہ سے
اسکی مقدار مقرر نہین کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی اور تدریس و تصنیف کے جو درپے نہوئے تو اپنی عادت کی جہت سے
نہوئے چنانچہ فقہ اور تفسیر اور حدیث مین بھی تدریس و تصنیف نہین فرمائی تو اگر فقہ مین تصنیف کرنا اور نادر صورتونکا بنانا جو کمتر واقع ہون
درست ہے اس لحاظ کہ اگر اسطرح کی صورت ہوجاوے تو مسئلہ کام آوے یا صرف جودت طبع اور تیزی ذہن طالبون کی منظور ہو تو ہم بھی
مجادلہ کے طریقون کو ہمین لحاظ ترتیب دیتے ہین کہ شاید شبہہ کے ابھرنے اور بدعتی کے جوش و خروش کرنے کے وقت کار آمد ہون
یا ذہن طالبعلمونکا تیز ہوجاوے کہ وقت پر فوراً بے تامل جواب دے سکین رک نہ رہین جیسے لڑائی کے لیے ہتھیار بنایا کرتے ہین
کہ موقع سے پہلے بیکار ہوتے ہین مگر وقت پر کام آتے ہین - یہ دونون طرفکی تقریرین ہین اور ہمارے نزدیک اگر مختار اور تحقیق پوچھو تو
یہ ہے کہ ہر حال مین مطلق کلام کو برا کہنا یا ہر حال مین اسکی تعریف کرنی دونون بیجا ہین بلکہ اس باب مین تفصیل ہونی چاہیے اسکے لیے اول
یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حرمت دو قسم ہے ایک وہ کہ کوئی چیز اپنی ذات سے حرام ہو جیسے شراب اور مردار ہے اور اپنی ذات سے حرام ہونے سے
ہماری یہ غرض ہے کہ اسکے حرام ہونیکی علت خود اسکے اندر کوئی وصف ہو جیسے شراب مین نشہ کرنا اور مردار مین موت ہے پس اسطرح کی
چیزکو جب ہم سے کوئی پوچھیگا تو ہم یہی کہینگے کہ مطلقاً حرام ہے اسکا دھیان نہ کرینگے کہ اضطرار کے وقت مردار مباح ہے یا گلے مین لقمہ اٹک
جاوے اور اسکے اترنے کے لیے سواے شراب کے اور کوئی چیز پینے والی نہو تو شراب اس غرض کے لیے مباح ہے - اور ایک وہ ہے کہ
غیر کی جہت سے حرام ہو جیسے کوئی مسلمان بیع کرچکا اسپر خیار کے وقت مین بیع کرنی یا اذان جمعہ کے وقت بیع کرنی یا مٹی کا کھانا کہ انکی حرمت
اس وجہ سے ہے کہ انمین ضرر ہے اور جو چیز ایسی ہو انکی دو نوع ہین ایک تو وہ کہ اسکی تھوڑی اور بہت دونون مضر ہون تو اسکو بھی
مطلق یہی کہا جاویگا کہ حرام ہے جیسے مثلاً زہر ہے کہ تھوڑا اور بہت اسمین سے قاتل ہے اور ایک نوع وہ ہے کہ کثرت کے وقت مضر ہوتی ہے جیسے
شہد ہے کہ اگر گرم مزاج والا کثرت سے کھاوے تو مضر ہے یا جیسے مٹی کا کھانا کہ اسکی کثرت مضر ہے تو ایسی چیز پر مباح ہونیکا اطلاق کیا جاوے گا
غرض کہ شراب پر حرمت کا اطلاق اور شہد پر حلت کا بولنا باعتبار غالب احوال کے ہے پس اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جسمین حالات ایک دوسرے کے
مخالف ہون تو اسکے حکم مین بہتر اور التباس سے دور تر یہ ہے کہ تفصیل وار بیان کیا جاوے اب ہم علم کلام کو جو دیکھتے ہین تو اسمین نفع
بھی پاتے ہین اور ضرر بھی اسلیے کہتے ہین کہ علم کلام اپنے نفع کے اعتبار سے نفع کے موقع مین حلال ہے یا مستحب یا واجب جسطرح کا حال مقتضی ہو
اور اپنے ضرر کے رو سے ضرر کے محل مین حرام ہے ضرر علم کلام کا یہ ہے کہ شبہونکو ابھارتا ہے اور عقیدون کو ہلا کر یقین اور پختگی سے انکو
دور کردیتا ہے یہ بات علم کلام کے شروع مین ہو جاتی ہے اور دلیل سے پھر پختگی پھر آنے مین شک ہے اسباب مین لوگ مختلف ہوتے ہین کوئی
دلیل کے بعد درست ہوجاتے ہین بعضے درست نہین ہوتے یہ ضرر تو اسکا امر حق کے اعتقاد مین ہے اور ایک ضرر اسمین اور ہے کہ بدعتیونکا اعتقاد
بدعت پر جم جاتا ہے اور دلونمین ایسی طرح ٹھہرتا ہے کہ اسی کے لوازم ظہور مین آتے ہین اور اسپر اصرار کے زیادہ حریص ہوجاتے ہین

مگر یہ ضرر اسی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہی جو جدل کے باعث ہیجان مین آتا ہی اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ عامی بدعتی کا اعتقاد نرمی سے بہت
جلد زائل ہو سکتا ہی لیکن جب صورت یہ ہو کہ اسکا نشو ونما ایسے شہر مین ہو جسمین جدل و تعصب ہو تب تو اگر اگلے پچھلے سب اُسپر متفق ہو کر
آوین تب بھی اُسکے سینے سے بدعت نہ نکال سکینگے بلکہ خواہش نفس اور تعصب اور بغض جدل کرنیوالون اور فرقہ مخالف کی خصومت
اُسکے دل پر ایسی غالب ہوتی ہی کہ حق بات کے ادراک سے اُسکو باز رکھتی ہی یہانتک کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ تمکو یہ منظور ہی یا نہین کہ اللہ تعالی
تمھارے سامنے سے پردہ دور کر دے اور تم آنکھون سے دیکھ لو کہ امر حق طرف ثانی کی طرف ہی تو وہ اس امر کو اس نظر سے برا جانیگا کہ اس سے
طرف ثانی کو خوشی ہوگی اور یہ بڑا روگ اور مرض ہی جو شہرون اور بندون مین پھیل گیا ہی اور یہ ایک قسم کا فساد ہی جسکو جدل کرنیوالون
نے تعصب کی جہت سے برپا کیا ہی پس یہ تو علم کلام کا ضرر ہی اور فائدہ اس علم کا یہی گمان مین آتا ہی کہ حقیقتون کا انکشاف ہو اور انکی ماہیت
اصلی کا پہچاننا ہی لیکن واقعی یہ ہی کہ کلام مین یہ مطلب ہرگز نہین غالباً کشف حقیقت اور معرفت ماہیت کی نسبت کر خبط مین ڈالنا اور
گمراہی زیادہ ہوتی ہی اور اس بات کو اگر تمھارے سامنے کوئی محدث یا کُٹھ ملا کہے گا تب تو تم اپنے دل مین یہ کہوگے کہ چونکہ یہ اس علم سے ناواقف
ہین اور آدمی جس چیز کو نہین جانتا اُسکا دشمن ہوا کرتا ہی اسلیے برا کہتے ہین لیکن اسکو ہم سے سنو کہ ہمنے اس علم کا خوب امتحان کیا اور اسکے
اقصی غایت تک پہونچے اور جو علم اس سے مناسبت رکھتے تھے اُن مین بھی خوب مہارت پیدا کی مگر بعد کو یہی پایا کہ اس علم کے ذریعہ سے
معرفت حقائق کی راہ مسدود ہی اور اسیوجہ سے اس علم سے ہمکو نفرت ہو گئی ہان اسمین کچھ شک نہین کہ بعض امور کا انکشاف اور توضیح
سے علم کلام خالی نہین مگر یہ بات بہت کم ہی اور ایسے امور ظاہر میان ہوتی ہی کہ فن کلام مین غور نہ کرنیسے بھی غالباً او سمجھ مین آجاوین تو اسکا
نفع کا تو کچھ اعتبار نہین بلکہ علم کلام کا نفع صرف ایک بات ہی یعنی جس عقیدہ کو ہمنے بیان کیا ہی اس علم کے ذریعہ سے اسکی حفاظت عوام
پر مقصود ہی اور بدعتیون کے شک و شبہہ ڈالنے سے اور جدل کرنیسے بچاو اُنکا ہو سکتا ہی اسلیے کہ عامی آدمی ضعیف ہوتا ہی بدعتی کا جدل
اُسکو گھبرا لیتا ہی پس وہ بیچارہ کلام کی جہت سے اُسکا مقابلہ کر سکتا ہی گو یہ مقابلہ فاسد بات کا فاسد بات سے ہی مگر پھر بھی اسکے اعتراض
کو ہٹا دیتا ہی اور آدمیون کے واسطے وہی عقیدہ عبادت شمار کیا جاتا ہی جسکو ہم لکھ چکے ہین اسلیے کہ وہ شریعت مین وارد ہو ہی بدین لحاظ
کہ اسمین خوبی انکے دین و دنیا کی ہی اور سلف صالح نے اسی پر اجماع کیا ہی اور علما کے لیے اُسکی حفاظت عوام کے حق مین بدعتیون
کے دھوکون سے کرنی داخل عبادت ہی جیسے سلاطین کے واسطے اُنکے مالون کو ظالمون اور غاصبون کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا امر
ثواب ہی اور جب اس علم کا فائدہ اور ضرر معلوم ہو چکا تو علما کو چاہیے کہ جیسے طبیب حاذق دواے پر خطر کو استعمال کرتے ہین اور بدون
اسکے محل اور حاجت کے استعمال نہین کرتے اسیطرح علم کلام کو بھی بوقت حاجت اور بقدر حاجت استعمال کرین اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ عوام
جو اپنے پیشون اور ہنرون مین مشغول ہین انکو واجب ہی کہ جو عقیدہ درست اُنھون نے سیکھے ہین اُنھین پر چھوڑ دیے جاوین بشرطیکہ عقائد
حق طور پر ہون جیسے ہمنے لکھے ہین اسلیے کہ ایسے لوگون کو کلام کا سکھلانا اُنکے حق مین ضرر محض ہی کیونکہ اکثر انکو شک اُبھر کھڑا ہوتا ہی اور اعتقاد
جنبش کرنا جاتا ہی اور بعد کو اُسکا برپا رہنا اصلاح سے ممکن نہین ہوتا اور جو عامی کہ معتقد بدعت کا ہو اُسکو امر حق کی طرف نرمی کے طور پر کلام
لطیف سے بلانا چاہیے اور ایسی گفتگو اُسکے آگے کرنی چاہیے جس سے نفس کو قناعت اور دل مین تاثیر ہو اور دلائل قرآن مجید اور حدیث کے

ڈھنگ کے قریب ہو اور کسی قدر اُسمین نصیحت اور تخویف بھی ملی ہوئی ہو تعصب کی راہ سے سمجھانا نہ چاہیے کیونکہ اسکے حق مین جدل کی
نسبت کر نرمی اور نصیحت ہی زیادہ کار آمد ہی اسلیے کہ عامی جب متکلمون کی شرط کے بموجب جدل سنیگا تو اسکو یہ اعتقاد ہوگا کہ یہ ایک
فن مناظرہ کا ہی جسکو طرف ثانی نے سیکھا ہی تاکہ بتدریج لوگون کو اپنے اعتقاد کی طرف کھینچے اور اگر جواب سے عاجز ہوگا تو فرض کریگا کہ
میرے مذہب والے بھی اسکا دفعیہ کرسکتے ہونگے پس ایسے آدمی کے ساتھ اور اول کے ساتھ جدل حرام ہے اور اسی طرح اُس
شخص کے ساتھ کہ شک مین پڑگیا ہو اسلیے کہ شک کا دور کرنا نرمی اور وعظ اور ان دلیلون سے چاہیے جو فہم سے قریب اور مقبول اور
کلام کے مشکلات سے بعید ہون اور جدل کو نہایت درجہ تک پہونچا دینا صرف ایک جگہ مین مفید ہی اور وہ یہ صورت ہی کہ کسی عامی نے ایک
قسم کا جدل سنکر مثلاً بدعت کا اعتقاد کر لیا ہو تو اس جدل کا مقابلہ اُسی جیسے جدل سے کیا جاوے تاکہ عامی مذکور اعتقاد حق کی طرف پھر
آجاوے اور یہ ایسے شخص کے حق مین ہوگا جسکا حال یہ معلوم ہو کہ وعظ اور عام تخویفات پر قانع نہوکر مجادلے سے اُنس رکھتا ہے اسلیے
کہ اُسکی نوبت ایسی حالت پر آگئی ہی کہ بدون جدل کے علاج کے اور تدبیر اُسکو مفید نہوگی تو ایسے کو جدل بتانا مضائقہ نہین
اور یہ امر ان شہرون مین کہ بدعت کم ہو اور مذہب انمین مختلف نہون تو ایسے شہرون مین اول انھین اعتقادات کے بیان پر اکتفا کرنی چاہیے
جو ہمنے ذکر کیے ہین اور دلیلون کے درپے ہونا نہ چاہیے اور شبہہ پڑنے کا منتظر رہنا چاہیے جب کوئی شبہہ واقع ہو تو بقدر حاجت اسکا
ذکر کردینا چاہیے اور اگر بدعت پھیلی ہوئی ہو اور خوف ہو کہ کہین لڑکے فریب مین نہ آجاوین تو ایسے وقت مین اسقدر دلائل جو ہمنے اپنے
رسالہ قدسیہ مین بیان کیے ہین لڑکون کو سکھا دینے کا مضائقہ نہین کہ اُسکے سبب سے بدعتون کے مجادلونکی تاثیر سے بچے رہین اور
یہ مقدار دلائل کی مختصر ہی اور چونکہ وہ رسالہ بھی مختصر ہی اسلیے ہمنے اُنکو یہان درج کیا ہی پس اگر مبتدی صاحب ذکا ہو اور اپنی طبیعت
کی تیزی سے سوال کی جگہ پر واقف ہوجاوے یا اسکے دل مین شبہہ اُٹھ کھڑا ہو تو ایک پرخطر روگ پیدا ہوا اب جائز ہوا کہ اُس مقدار تک
ترقی کی جاوے جسکو ہمنے اقتصاد فی الاعتقاد مین مذکور کیا ہی اور وہ بقدر چھ سات جزون کے ہوگی اسمین قواعد عقائد کا و مباحثہ متکلمین
وغیرہ کے سوا اور طرف نظر نہین پس اگر یہ کتاب اُسکو کافی ہو تب تو اُستاد اور کچھ اس فن مین اُسکو نہ سکھاوے اور اگر اُسپر وہ قانع نہو تو
روگ پرانا ہوگیا اور مرض بڑھ گیا اب اُستاد کو حتی الوسع اسکے ساتھ نرمی برتنی چاہیے اور انتظار کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے حکم سے
کوئی تنبیہ کرکے اسپر امر حق کو واضح کردیتا ہی یا وہ شک پر اور شبہہ پر اصرار کرکے کردی خویش آمدنی پیش کا مصداق بنا چاہتا ہی کیونکہ
جسقدر مضمون کو کتاب اقتصاد خواہ اور اُسکی جیسی تصنیفات شامل ہی اسقدر سے توقع ہی کہ مفید ہی باقی مضامین جو علم کلام مین ہین وہ احاطہ
نفع سے خارج وہ دو قسم ہین ایک تو وہ کہ قواعد کے عقائد کے سوا اور امور ہون جیسے اعتمادات یعنی اسباب و علل اور ادراکات یعنی علوم و قوی کا
اور اکوان یعنی موجودات کے حال سے بحث کرنی اور اس بات مین خوض کرنا کہ آیا رویت کے مخالف کا نام منع ہی یا نابینائی سب
غیر مرئی چیزون کے لیے ایک ہی منع ہی یا بعضی چیزین کہ انکی رویت ممکن ہی اُنکے لیے موافق اُنکے شمار کے منع ثابت ہی جیسے عنمریات کی
بحث ہوتی ہی اور سوا اُسکے اور بیہودہ حکی واہیات گمراہ کرنے والی ہین اور دوسری قسم یہ ہی کہ یہی دلیلین انھین قواعد عقائد کی دلیلون مین بہت سی
تقریر اور زیادہ سوال جواب کیے جاوین اسطرح پر بھی تقریر کو غایت درجہ پر پہونچانا ایسے شخص کے حق مین جو اس قدر پر قانع نہو

گمراہی اور جہالت کے سوا اور کچھ فائدہ نہیں کرتا اسلیے کہ بہت سے کلام اسطرح کے ہیں کہ طول دینے اور بڑھانے سے انمین دقت ہو جاتی ہی اور اگر کوئی یون کہے کہ ادراکات اور اعتقادات کی حکمتوں کے حالات بیان کرنے سے دلون کے تیز ہو جانیکا فائدہ ہی اور دل دین کا آلہ ہی جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہی تو دل کے تیز کرنے مین کچھ مضائقہ نہین تو یہ قول اُسکا ایسا ہو گا جیسے یون کہے کہ شطرنج کا کھیلنا دل کی تیزی کے لیے ہی تو وہ کھیل بھی دین مین سے ہی غرضکہ اس طرح کا حیلہ ایک خیال خام ہی فیالیت کے جتنے علوم ہین ان سب سے دل کو تیزی ہوتی ہی اور انمین سے کسی مین کسیطرح کے ضرر کا خوف نہین۔ اس تقریر سے تمکو علم کلام مین سے جسقدر عمدہ ہی اور جسقدر بُری ہی معلوم ہو گئی اور وہ حال بھی دریافت ہو گیا جسمین کہ مذمت اور تعریف کلام کی ہوتی ہے اور جسکو وہ مفید ہے اور جسکو مضر ہے اُن کی تفصیل بھی واضح ہو گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ اسکا تو تم اقرار کر چکے کہ بدعتیون کے دفع کرنے کے لیے علم کلام کی طرف حاجت ہی اور اس زمانے میں بدعتین بہت ہو گئین اور یہ مصیبت عام ہو گئی اور اُسکی حاجت نہایت قوی ہی تو ضرور ہے کہ اس علم کا جاننا فرض کفایہ ہو جیسے اموال کی حفاظت اور عہدۂ قضا اور تولیت وغیرہ کا بجالانا ہی اور جبتک کہ علما اس علم کے پھیلانے اور تدریس اور بحث مین مشغول نہونگے تو وہ باقی کیسے رہیگا اور اگر بالفرض اسکو ترک کر دیا جاوے تو ظاہر ہی کہ نابود ہو جاویگا اور صرف طبیعتون مین اتنا ماسکہ نہین کہ بدعتیون کے شبہہ کا حل کر دیا کرین جبتک کہ اس فن کو نہ سیکھین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس فن کی تدریس اور بحث اس زمانہ مین فرض کفایہ ہی بخلاف زمانۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ اسوقت مین اس علم کی طرف حاجت نہ تھی پس اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ واقعی یونہی ہے ایک شہر مین اس علم کا جاننے والا جداگانہ چاہیے کہ جو بدعتی اُس شہر کے شبہہ کرین وہ انکو جواب دیا کرے اور یہ بات بدون تعلیم کے ہمیشہ قائم نرہیگی لیکن ہماری غرض یہ ہی کہ اس علم کا علی العموم سبکو سکھانا اچھا نہین جیسے فقہ اور تفسیر کی تحصیل ہوتی ہی کیونکہ فقہ اور تفسیر تو بمنزلہ غذا کے ہین اور کلام مثل دوا کے ہے غذا کے ضرر کا خوف نہین کیا جاتا اور دوا کا ضرر خوف کے قابل ہی چنانچہ ہم اُسکے ضرر کے قسام کو بیان کر چکے ہین پس جو شخص اس علم کا عالم ہو اُسکو چاہیے کہ جس شخص مین تین خصلتین پاوے خاص اُسی کو یہ علم سکھاوے اول یہ کہ سیکھنے والا علم ہی کی تحصیل کے لیے ہو اور اسیکا حریص ہو اسلیے کہ اگر طالب پیشہ ور ہو گا اور اپنے کام مین لگ جاویگا تو یہ شغل اسکو علم کی تکمیل اور شبہات کے دور کرنیکا مانع ہو گا جب کبھی اسکو شکوک پیش آوین دوسرے یہ کہ صاحب ذکا اور فطنت اور فصاحت ہو اسلیے کہ غبی آدمی کو اسکے سمجھنے سے فائدہ نہو گا اور بے کند ذہن سے تقریر کرنے والے کی حجت کچھ مفید نہین ہوتی اسلیے اسکے حق مین کلام کے ضرر کا خوف ہی اور فائدے کی توقع نہین تیسرے یہ کہ اُسکی طبیعت مین صلاحیت اور دیانت اور تقوی ہو اور شہوتین اُسپر غالب نہون اسلیے کہ بدکار آدمی ادنی شبہہ سے دین سے علیحدہ ہو جاتا ہی اور جو آڑ کہ اسمین اور اُسکی لذتون مین ہوتی ہی وہ اس شبہہ سے رفع ہو جاتی ہی تو اُسکو یہ خواہش نہین ہوتی کہ شبہہ کو دور کیجیے بلکہ شبہہ کو غنیمت جانتا ہی کہ دین کی تکلیفات کی برداشت سے رہائی ملی تو ایسے آدمی سے جسقدر خرابی ظہور مین آتی ہی وہ اصلاح کی نسبت کہ زیادہ ہوتی ہی اور جب تم ان قسمون کو معلوم کر چکے تو تمکو واضح ہوا ہو گا کہ علم کلام مین حجت عمدہ وہی ہی جو قرآن کی حجتون کی جنس سے ہو یعنی کلمات نرم اور دلونمین تاثیر کرنیوالے اور نفسونکو قانع کرنے والے ایسے نہون کہ بولے جاوین ایسی تقسیمات اور دقیق باتونکو انمین دخل نہ دیا جاوے جسکو اکثر آدمی نہ سمجھین اور اگر سمجھین تو یہ اعتقاد کرین کہ یہ اہل

مقرر کا ایک شعبدہ اور ہنر ہے جسکو لوگون کے دھوکا دینے کے لیے سیکھا ہے اور اگر کوئی ایسی جیسا ہنر والا اسکے مقابلہ مین ہو تو اُسکو زیادتی
کچھ بھی نہو اور یہ بھی تمنے معلوم کر لیا ہوگا کہ امام شافعیؒ اور دوسرے اکابر سلف نے جو اس علم مین خوض کرنے اور اسی کے ہو رہنے سے
منع فرمایا ہے تو اسکی وجہ وہی تھی کہ اُسمین وہ نقصان پائے جاتے ہین جنپر ہم اشارہ کر آئے ہین اور حضرت ابن عباسؓ سے جو خارجیون
کے ساتھ اور حضرت علیؓ سے تقدیر وغیرہ کے باب مین مناظرے منقول ہین وہ کلام صاف اور ظاہر اور حاجت کے وقت مین تھے اور اس
طرحکا مناظرہ ہر حال مین بہتر ہے۔ ہان ہر ایک زمانہ مین حاجت کی کمی بیشی مین اختلاف ہوا کرتا ہے تو کچھ بعید نہین کہ اُسکی وجہ سے حکم بھی
ہر زمانے مین مختلف ہو۔ پھر جو عقیدہ خلق کے لیے عبادت مقرر ہوا ہے اُسکا حکم اور اُسکی طرف چھیڑنے اور اُسکے بچانیکا طور یہ ہے جو اوپر ذکر کیا
گیا مگر شبہہ کا دور کرنا اور حقیقتون کا واضح ہونا اور اشیا کو جیسی کی تون معلوم کرنا اور اس عقیدہ حق کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہین
اُنکے اسرار کو معلوم کرنا بجز اُسکے میسر نہین ہوسکتا کہ مجاہدہ کرے اور شہوات کو جڑ سے اُکھاڑے اور بالکل خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو اور
جدل کے شائبہ سے اپنی فکر کو صاف کرکے اُسپر مداومت کرے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو شخص اُسکے درپے ہو اُسکے جتنا نصیبا
مین ہوتا ہے موافق درپے ہونے کے اور موافق استعداد محل کے اور بموجب دل کی پاکی کے عنایت ہوتا ہے اور یہ وہ سمندر ہے جسکی نہ تھاہ معلوم
ہو سکے نہ کنارہ پر پہونچا جاوے۔ مسئلہ اگر کہو کہ تمھاری اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ ان علوم کے معانی ظاہر ہین اور اسرار ہین
اور بعض اُن مین صاف ہین کہ اول ہی معلوم ہو جاتے ہین اور بعض پوشیدہ ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل اور فکر صاف اور
باطن کو مطلوب کے سوا ہر ایک دنیاوی شغل سے خالی رکھنے سے واضح ہوتے ہین اور یہ بات عجب نہین کہ شریعت کے مخالف ہو اسلیے
کہ شریعت کا ظاہر اور باطن دو نہین اُسکا تو ظاہر اور باطن ایک ہی ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ان علوم کا دو قسم ہونا یعنی پوشیدہ
اور ظاہر ہونا ایسا ہے کہ کوئی عاقل اُسکا انکار نہ کریگا اُسکا انکار وہی لوگ کم ہمت کرتے ہین جنھون نے لڑکپن مین کوئی چیز سیکھی اور اُسی پر
جم گئے اور بلندی کی غایت اور علما اور اولیا کے درجات پر ترقی نہ کی ورنہ علوم کا منقسم ہونا دو قسمون کو ہر شرع کی دلیلون سے ظاہر ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان القرآن ظاہرا وباطنا وحدا ومطلعا اور حضرت علیؓ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان
علوم بہت سے ہین بشرطیکہ اُنکے یاد کرنیوالے مجھے ملین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیا کو حکم ہے کہ لوگون سے اُنکی عقلون کے
موافق کلام کرین۔ اور فرمایا کہ جب تم کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کرو جسکو اُنکی عقل نہ پہونچے تو وہ اُنکے لیے فتنہ ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض علم مثل در مکنون کے ہے کہ اُسکو بجز خدا تعالیٰ کے جاننے والون
کے کوئی نہین جانتا آخر حدیث تک چنانچہ باب العلم مین ہم اُسکو لکھ آئے ہین اور فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا اب کہو کوئی یہ بتاوے
کہ اگر یہ امر راز نہ تھا تو لوگون کے ادراک کے قصور کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے آپنے اُسکے بتانے سے کیون انکار فرمایا اور صحابہؓ پر اُسکا
افشا کیون نہ فرمایا حالانکہ کچھ شک ہی نہین کہ اگر آپ اُنسے ذکر فرماتے تو وہ اُسکی تصدیق ضرور کرتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس
آیت کے باب مین ارشاد فرمایا اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن یتنزل الامر بینهن کہ اگر مین اُسکی تفسیر کرون تو تم مجھکو سنگسار کرو
اور ایک روایت مین یہ ہے کہ تم مجھکو کافر بتاؤ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ظرف

۱ ح قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک نہایت اور مقطع ترقی ہے ۱۲ ابن حبان بروایت ابن مسعودؓ ۱۲
۲ ح باب العلم مین اسکی سند گذری ۱۲
۳ ح باب العلم مین گذر چکی ۱۲
۴ اور یہ کہاوتین نجاتی ہین لوگون سے واسطے اور انکو [illegible]

یعنی محل یاد کیے ہین ایک تو مین نے لوگون مین منتشر کر دیا اور اگر دوسرے کو منتشر کر دون تو میرے یہ گلے کی نرخی کٹ جاوے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر تمپر روزون اور نماز کی زیادتی سے افضل نہین ہوا بلکہ ایک راز کی وجہ سے جو اُسکے سینے مین ڈالا گیا
اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ راز دین کے قواعد کے متعلق تھا اُنسے خارج نہ تھا اور جو بات کہ قواعد دین مین سے ہوتی ہی وہ اپنے ظاہر کے
اعتبار سے دوسری چیز کی نسبت کر پوشیدہ نہین ہوتی ہی۔ اور سہل تستری فرماتے ہین کہ عالم کے لیے تین علم ہوتے ہین ایک علم ظاہر جسکو وہ ظاہر
والون کو دیتا ہی اور ایک علم باطن کہ اُسکا مقدور نہین کہ سوا اُسکے اہل کے اور کسی کے سامنے اسکو ظاہر کرے اور ایک وہ علم جو اُسکے
اور خدا تعالی کے درمیان ہی اُسکو کسی کے سامنے ظاہر نہین کرتا اور بعض عارفون نے ارشاد فرمایا ہی کہ ربوبیت کا راز کھولنا کفر ہے۔ اور
بعضون نے فرمایا ہی کہ ربوبیت کا ایک راز ہی اگر وہ ظاہر ہو جاوے تو نبوت بیکار ہو جاوے اور نبوت کا ایک راز ہی کہ اگر عیان ہو تو علم
نکما ہو جاوے اور خدا تعالی کے جاننے والونکا ایک راز ہی کہ اگر وہ اُسکو افشا کرین تو احکام بیکار ہو جاوین اس شخص نے اگر اپنے قول سے
نبوت کا بیکار ہونا ضعیفون کے حق مین بوجہ اُنکے قصور فہم کے مراد نہین لیا تو جو کچھ کہا ہی وہ ٹھیک نہین بلکہ صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ تناقض نہین اور
کامل وہی ہی جسکا نور معرفت نور ورع کو گل نہ کرے اور ورع کا مدرک نبوت ہی مسئلہ اگر پوچھو کہ ان آیات اور اخبار مین تاویلین ہوا کرتی ہین
تو ظاہر اور باطن کے اختلاف کی کیفیت کو بتانا چاہیے اسلیے کہ اگر باطن ظاہر کے خلاف ہی تب تو شریعت بیکار ہوئی جاتی ہی اور یہ اُن لوگون
کا قول ہی جو کہتے ہین کہ حقیقت خلاف شریعت کے ہی حالانکہ یہ قول کفر ہی اسلیے کہ شریعت تو ظاہر سے مراد ہی اور حقیقت باطن سے پس
اگر باطن مخالف ظاہر کے نہین تو باطن اور ظاہر دونون ایک ہی ہین اس سے تقسیم نہ رہیگی اور شریعت کا کوئی راز ایسا نہ ٹھہریگا کہ جسکا
افشا نہ کیا جاوے۔ پس اسکا جواب یہ ہی کہ یہ سوال ایک بڑے امر کی طرف جنبانی کرتا ہے اور علوم مکاشفہ مین لا ڈالتا ہی اور علم معاملہ
ہمارا مقصود ہی اور ان باتون مین ہمکو وہی بیان کرنا منظور ہی اُس سے باہر کیے دیتا ہی کیونکہ جو عقائد ہمنے ذکر کیے ہین وہ دلون کے
اعمال سے متعلق ہین اور ہمکو یہی حکم ہی کہ اُنکو قبول کرکے دل کو اُنکی تصدیق پر پکا کر دین اس بات کا امر نہین کہ کسی ذریعے سے اُنکی
حقیقتون کے کھلنے کے خواہان ہون اس بات کا حکم عام خلق کو نہین ہوا اور اگر عقائد اعمال مین سے نہوتے تو ہم اُنکو اس کتاب مین ذکر نہ
کرتے اور اگر ظاہر دل کے متعلق نہوتے اُسکے باطن سے متعلق ہوتے تو ہم ان کتاب کے نصف اول مین نہ لکھتے کیونکہ حقیقت کا کھلنا دل کے
باطن اور سر کی صفت ہی مگر چونکہ ظاہر اور باطن کے خلاف ہونے کے بارے مین تقریر کی نوبت آگئی ایسا ہی اس مشکل کے حل کرنے کے لیے کچھ مختصر
تقریر کی ضرورت ہوئی پس جو شخص یہ کہتا ہی کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہی یا باطن ظاہر کی نقیض ہی تو وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہی
اصل یہ ہی کہ جو اسرار کہ صرف مقربون کو معلوم ہوتے ہین اور اُنکے علم مین اکثر لوگ مقربون کے شریک نہین اور مقربون کو اُنکے افشا سے منع کر دیا
گیا ہی وہ پانچ قسمین ہین قسم اول یہ ہی کہ وہ چیز بذات خود دقیق ہو جسکے سمجھنے سے اکثر فہم عاجز ہوتے ہون تو اُسکا ادراک خواص
لوگ مخصوص ہوتے ہین اور اُنپر لازم ہی کہ اُسکا افشا ایسے لوگون پر نکرین جو اُسکے اہل نہون ورنہ اُسکا افشا ہونا اُنکے حق مین فتنہ ہوگا کیونکہ
اُنکے فہم اُسکے معلوم کرنے سے قاصر ہین اور اسی قسم سے ہی راز روح کا مخفی رکھنا اور اُسکے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باز رہنا اسلیے کہ روح کی
حقیقت اُن اشیا مین ہی کہ فہم اُسکے ادراک سے عاجز ہین اور وہم اُسکی کنہ ورنہ اُسکی حقیقت سے قاصر اور یہ مت گمان کرنا کہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظاہر نہ

نہی کیونکہ جو شخص روح کو نہ جانیگا وہ گویا اپنے نفس سے واقف نہوگا اور جو اپنے نفس کو نجانیگا وہ اپنے رب کو کسطرح پہچانیگا اور یہ بھی بعید نہین کہ
روح کی حقیقت بعض اولیا اور علما کو معلوم ہوجاوے گو وہ انبیا نہون مگر چونکہ شریعت کے آداب کے پابند ہوتے ہین اسلیے جس سے شرع نے
سکوت کیا ہو اُس سے وہ بھی سکوت کرتے ہین بلکہ خدا تعالی کی صفات میں بعض خفا اس طرح کے ہین کہ عوام کی سمجھ اُنکے ادراک سے قاصر ہوتی ہین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہین سے صرف ظاہر کو ذکر کردیا مثلاً علم و قدرت وغیرہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ خلق نے اپنے علم و قدرت کے
ساتھ اُن کی مشابہت وہم کر کے سمجھ لیا کیونکہ اُن مین جو اوصاف مسمی بعلم و قدرت تھے انھون نے ایک قسم کے قیاس سے اُسکے علم و قدرت
کو وہم کر لیا اور اگر خدا تعالی کے صفات مین سے ایسے ذکر کیے جاوین جنکے مناسب اور مشابہ خلق مین نہ پائے جاوین تو اُسکو نہ سمجھین گے بلکہ
جماع کی لذت کو اگر لڑکے اور نامرد کے سامنے ذکر کیا جاوے تو وہ دونون اُسکو کھانے کی چیز کی مناسبت سے سمجھینگے اور اسطرح کی سمجھ اصلی
طور پر نہوگی اور جتنا فرق کہ کھانے اور جماع کی لذت مین ہے اُس سے کہین زیادہ تفاوت خلق کے علم و قدرت اور خدا تعالی کے علم و قدرت
مین ہے حاصل یہ کہ انسان بجز اپنے نفس اور اپنے ایسے صفات کے جو اُسکو اُسوقت حاصل ہین اور چیز کا ادراک نہین کرتا یا کوئی صفت
اُسکو پہلے حاصل تھی اُسکے قیاس سے دوسری چیز کو سمجھتا ہے پھر کبھی اس بات کو مانتا ہے کہ میری صفت اور دوسری صفت مین شرف اور کمال
کی رو سے فرق ہے مثلاً آدمی کی طاقت مین صرف اتنی ہی بات ہے کہ خدا تعالی کے لیے وہ باتین ثابت کرے جو کہ اُسمین خود موجود ہین
یعنے فعل اور علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ اور اس بات کی تصدیق کرے کہ اُسکے یہ صفات کامل تر اور اشرف ہین غرضکہ انسان کی بڑی دوڑ
یہی ہے کہ اپنے صفات کے گرد پھرا کرے اور جس بزرگی اور جلال کے ساتھ خدا تعالی خاص ہے اُس تک رسائی نہو اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک اسکے یہ معنی نہین کہ جو کچھ مین نے معلوم کیا ہے اُسکے بیان کرنے سے عاجز ہون
بلکہ یہ مراد ہے کہ کنہ جلال کے ادراک سے قصور کا مقر ہون۔ اور اسی لیے کسی عارف نے کہا ہے کہ حقیقت کے ساتھ خدا تعالی کو بجز
اُسکی ذات پاک کے اور کسی نے نہین پہچانا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے ارشاد فرمایا کہ شکر ہے اُس خدا کا جسنے خلق کے واسطے اپنی معرفت کی
سبیل سوا معرفت سے عاجز رہنے کے اور کچھ نہین مقرر کی۔ اب ہم شبدیز قلم کی باگ اُس طرف سے روک کر غرض کی طرف متوجہ ہوتے
ہین کہ پوشیدہ امور مین سے ایک قسم وہ ہے جسکے ادراک سے فہم عاجز ہون اور اس قسم مین روح اور بعض اللہ تعالی کی صفتین
داخل ہین اور غالباً اسی جیسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ ان للہ سبحانہ سبعین حجاباً من نور لو کشفہا لاحرقت سبحات
وجہہ کل من ادرکہ بصرہ دوسری قسم پوشیدہ امور مین سے جسکے ذکر سے انبیا اور صدیقین باز رہتے ہین وہ باتین ہین کہ بذات خود سمجھ مین آتی ہین
اور فہم اُنکے ادراک سے قاصر نہین مگر اُسکا ذکر کرنا اکثر سننے والون کو ضرر کرتا ہے اور انبیا اور صدیقین کو مضر نہین راز تقدیر جسکے افشا سے نہی
کی گئی ہے وہ اسی قسم مین داخل ہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ بعض حقیقتون کا ذکر کرنا بعض خلق کو مضر ہو جیسے آفتاب کی روشنی شپرون کے
حق مین مضر ہوتی ہے یا گلاب کی بو گبریلے کو ضرر کرتی ہے دیکھو اگر ہم کہین کہ کفر اور زنا اور گناہ اور بدی سب خدا تعالی کے حکم اور ارادہ
اور خواہش سے ہے تو یہ بات فی نفسہ درست ہے مگر اسکا سننا بعض لوگونکو مضر ہوا یعنی اُنکو اس سے یہ وہم ہوا کہ یہ امر کم عقلی پر دلالت کرتا ہے
اور حکمت کے خلاف اور بری بات پر راضی ہونا اور ظلم اس سے نکلتا ہے اور ابن راوندی اور دوسرے مردود آدمی ایسے وہم سے ملحد ہوگئے۔ اور راز تقدیر اگر

افشا کیا جاوے تو اکثر لوگوں کو خدا تعالی کے عاجز ہونے کا وہم ہو جاوے کیونکہ جس بات سے کہ یہ وہم انکا دور ہو اسکے سمجھنے سے ان کے فہم قاصر ہیں۔ اور اگر کوئی مثلاً یون کہے کہ قیامت کی مدت اتنی ہی اور وہ بعد ہزار برس کے یا زیادہ خواہ کم کے ہوگی تو یہ مضمون سمجھ میں آتا ہے مگر اسکا ذکر بندون کی مصلحت اور ضرر کے خوف سے نہیں کیا گیا کہ شاید اگر مدت بہت ہوئی اور نفسون نے عذاب میں دیر سمجھی تو کچھ پروا نکرینگے اور اگر خدا تعالی کے علم میں قریب ہوتی اور ذکر کر دی جاتی تو خوف زیادہ ہوتا اور آدمی اعمال سے روگردان ہو جاتے اور دنیا خراب ہوتی تو یہ تقریر اگر وجہ پکڑ جاوے اور درست ہو تو دوسری قسم کی ایک مثال ہو سکتی ہی تیسری قسم وہ ہی کہ اگر اسکو صریح ذکر کیا جاوے تو سمجھ میں آوے اور اسمیں کوئی ضرر بھی نہو مگر اسکا ذکر بطور استعارہ اور اشارہ کے کیا جاتا ہے تاکہ اسکا اثر سننے والے کے دل میں زیادہ ہو اور مصلحت اسمیں یہی ہو کہ اس بات کا اثر زیادہ ہو مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے فلان شخص کو دیکھا کہ خوکون کی گردن میں موتیون کا ہار ڈالتا ہی تو اسنے اس قول میں اشارہ کیا کہ علم اور حکمت نا اہلون کو سکھاتا ہی پس سننے والا کبھی اسکے ظاہری معنی سمجھیگا اور محقق جب دیکھیگا اور جانیگا کہ اس شخص کے پاس موتی تھے اور نہ اسکے مسکن میں خوک ہی تو وہ راز باطن کو سمجھ جاویگا اور اس باب میں آدمی مختلف ہوتے ہیں اور اسیطرح کا مضمون اس قطعہ میں کسی شاعر نے کہا ہے قطعہ خیاط اور اسکے مقابل سفید باف ؛ دونون یہ کام کر سکتے ہیں بالا سے آسمان + بنتا ہی ایک خرقہ مدبر کو وا کما + سیتا دوم ہی جامۂ مقبل کو جاودان + اس قطعہ میں شاعر نے سبب آسمانی کو اقبال و ادبار کے باب میں دو شخصون کاریگر سے تعبیر کیا ہی غرضکہ اس قسم کا مال یہ ہی کہ معنی کو اس صورت میں بیان کرین کہ خود وہی معنی اسمیں پائے جاوین یا اس طرح کے ہون اور اسی قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ مسجد رینٹ سے ایسی سکڑتی ہی جیسے کھال آگ پر سکڑتی ہی اور تمکو معلوم ہی کہ مسجد کا صحن ظاہر میں رینٹ سے نہیں سکڑتا بلکہ یہ معنی ہیں کہ مسجد کی روح بزرگ اور قابل تعظیم ہی اور اسمین رینٹ کا ڈالنا اسکی حقارت کرنی ہی اور مسجدیت کے خلاف ہی جیسے آگ کھال کے اجزا کے خلاف ہی اور اسیطرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اما یخشی الذی یرفع رأسہ قبل الامام ان یحول اللہ رأسہ راس حمار اور یہ امر ظاہر میں تو نہ کبھی ہوا اور نہو مگر معنون کی راہ سے ہوا کرتا ہی یعنی گدھے کا سا سر رنگ اور شکل میں نہیں ہوتا بلکہ خاصیت میں یعنی بیوقوفی اور کم ذہنی میں ہو جاتا ہی کہ جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھا دے تو بیوقوفی اور احمق پن میں اسکا سر گدھے کا سر ہو گیا اور یہی مقصود ہی صورت مقصود نہیں وہ تو معنی کا سانچا ہوتی ہے اور اسکی بیوقوفی کی وجہ یہ ہی کہ امام کا اقتدا بھی کرتا ہی اور اس سے آگے بھی بڑھتا ہی تو نہایت احمق ہی کہ دو باتین جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں انکو جمع کرتا ہی اور اس راز کا خلاف ظاہر ہونا یا تو دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہی یا دلیل شرعی سے عقلی تو اسطرح ہی کہ حقیقی معنی پر اسکا عمل کرنا ممکن نہو جیسے اس حدیث شریف میں قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن کیونکہ اگر بالفرض ہم مومنون کے دلون کو تلاش کرین تو ان میں انگلیان نہونگی اس سے جانا گیا کہ انگلیون سے اشارہ قدرت سے ہی جو انگلیون کا سر اور روح مخفی ہی اور قدرت سے انگلیون کو ساتھ اس وجہ سے کنایہ فرمایا کہ اقتدار تمام کے سمجھانے میں اسکو بڑا اثر ہی جیسے کہتے ہیں کہ یہ چیز یا آدمی یا کام ہماری چٹکی میں ہے اور اسی قبیل سے ہی قدرت سے کنایہ کرنا اس آیت میں انما قولنا لشیء اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون کیونکہ اسمین ظاہری معنی نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد کن چیز کے خطاب کے لیے اگر اسکے وجود سے پہلے ہی تو محال ہی اسلیے کہ معدوم چیز خطاب نہیں سمجھتی اور اگر بعد موجود ہوسکنے کے

[یعنی اسکا سر گدھے کا سا ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی ۱۲ مومن کا دل درمیان دو انگلیون کے ہے خدائے تعالی کی انگلیون میں سے ۱۲ مسلم بروایت ابن عمرو رضی اللہ عنہما ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم چاہتے ہیں کہ ہوجا پس ہوجاتی ہے ۱۲]

تو اسکو پیدا کرنیکی حاجت نہیں مگر چونکہ اسطرح کا کنایہ نہایت درجہ کے اقتدار کے سمجھانے میں بہت اثر رکھتا ہو اسلیے اس کنایہ کی طرف رجوع فرمایا اور دلیل شرعی اسطرح ہو کہ ظاہری مضمون پر اسکا محمول کرنا ممکن ہو مگر شریعت میں مروی ہو کہ اس سے ظاہر کے سوا اور معنے مراد لیے گئے ہیں جیسے اس آیت کی تفسیر میں انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرہا فاحتمل السیل زبدا رابیا الآیہ کہ یہاں پانی سے مراد قرآن ہو اور جنگلوں سے دل ہیں کہ بعضوں نے بہت سی قرآن کی برداشت کی اور بعضوں نے کم کی اور بعضوں نے بالکل نہ کی اور جھاگ سے مثال کفر اور نفاق کی فرمائی کہ اگرچہ وہ ظاہر اور پانی کے اوپر ہوتا ہو مگر اسکو قیام نہیں در ہدایت جو لوگوں کے کارآمد اور مفید ہو وہ ٹھہری ہو اور اس قسم میں بعضوں نے اتنا غلو کیا کہ جو امور آخرت میں وارد ہوئے ہیں یعنی میزان اور پل صراط وغیرہ کو بھی تاویل کر لیا حالانکہ اُنکے معنی بدلنے بدعت ہیں کیونکہ شریعت سے بطریق روایت وہ معنی پہونچے نہیں اور ظاہر کے بموجب انکا ہونا محال نہیں تو ظاہر پر انکا محمول کرنا واجب ہو چوتھی قسم یہ ہو کہ آدمی اول ایک چیز کو مجمل معلوم کرے پھر بتحقیق اور ذوق کے ساتھ ادراک کرے اسطرح کہ وہ شے اسکا حال اور کیفیت لازم ہو جاوے تو ان دونوں علموں میں فرق ہوگا اور اول تو مثل پوست کے ہوگا اور دوسرا مثل مغز کے اور اول مثل ظاہر کے ہوگا اور دوسرا مثل باطن کے مثلاً کسی انسان کو اندھیرے میں یا فاصلے سے ایک وجود دکھائی دیوے تو اسکو اُسوقت کسیقدر علم ہوگا مگر جب اسکو نزدیک سے یا اندھیرے کے دور ہونیکے بعد دیکھیگا تو پہلے علم میں اور اس علم میں فرق پاویگا لیکن یہ دوسرا علم اول کی ضد نہو گا بلکہ اسکا کامل ہوگا ایسے علم اور ایمان و تصدیق کے حال کو سمجھنا چاہیئے مثلاً آدمی کبھی عشق اور مرض اور موت کے وجود کی تصدیق کرتا ہو مگر جب انہیں مبتلا ہوتا ہو تب انکا علم پہلے کی نسبت کہیں زیادہ متحقق ہوتا ہو بلکہ انسان کے حالات شہوت اور عشق اور دوسری چیزوں تین طرح کے جدا جدا ہیں اور ہر ایک کا ادراک مختلف ہو اول تو اس حال کو واقع ہونے سے پیشتر معلوم کرنا دوم واقع ہونیکے وقت اسکی تصدیق کرنی سوم بعد اسکے گذر جانے کے ادراک کرنا مثلاً بھوک کا ادراک اگر بعد جاتے رہنے کے کرو تو وہ اصلی ادراک سے علیحدہ ہوگا جو زوال گرسنگی سے پیشتر تھا یہی حال علوم دینی کا ہو کہ بعض علوم ذوق ہوکر کامل ہو جاتے ہیں اور پہلے کی نسبت گویا مثل باطن کے ہوتے ہیں مثلاً اگر بیمار آدمی کو تندرستی کا علم ہو اور تندرست کو بھی ہو تو دونوں کے علم میں بہت فرق ہو غرضکہ ان چاروں قسموں کی اشیا میں خلق کم و بیش ہوتی ہو اور انمیں کسی میں باطن ظاہر کے خلاف نہیں بلکہ اُسکا متمم اور مکمل ہو جیسے مغز پوست کا مکمل ہوتا ہو پانچویں قسم یہ ہو کہ زبان حال کو زبان قال سے تعبیر کیا جاوے پس کم فہم آدمی ظاہر واقف ہوکر اُسکو یوں اعتقاد کر لیتا ہو اور جو شخص حقیقتوں کا بینا ہوتا ہو وہ اسکے راز کو معلوم کر لیتا ہو مثلاً اگر یوں کہیں کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھکو کیوں پھاڑتا ہو میخ نے جواب دیا کہ اُس سے پوچھ جو مجھکو ٹھوکتا ہو جو پتھر میرے سر پر لگتا ہو وہ مجھکو میری راہ نہیں چھوڑتا تو یہاں جو زبان قال سے زبان حال کو تعبیر کیا اور اسی قبیل سے ہو مضمون اس آیت کا ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین پس کم فہم آدمی اسکے سمجھنے میں آسمان و زمین کے لیے زندگی اور عقل اور خطاب کا سمجھنا اور خطاب کو آواز اور حروف کا ہونا کہ جسکو وہ دونوں سنیں اور پھر آواز و حروف سے کہیں کہ ہم آتے اپنی خوشی سے فرض کر لیتا ہو اور دانا آدمی جانتا ہو کہ یہ زبان حال ہو اور اس سے یہ جتلانا منظور ہو کہ وہ دونوں مسخر اور حکم کے تابع ہیں اور اُسکی طرف انکو بے اختیار آنا پڑتا ہو اور اسیطرح ہو مضمون اس آیت کا وان من شیء الا یسبح بحمدہ کہ غبی آدمی کو یہاں ضرورت پڑتی ہو کہ جمادات کے لیے زندگی اور عقل اور آواز اور حروف سے بولنا فرض کرے تاکہ

وہ سبحان اللہ اپنی بولی میں کہیں اور انکی تسبیح ثابت ہو اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اس سے مراد زبان کی گفتگو نہیں بلکہ اپنے وجود
زبان حال سے گویا اور انکی تسبیح اور تقدیس اور وحدانیت کی شاہد ہیں جیسے کسی کا شعر ہے شعر ہر گیاہی کہ از زمین روید وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید اور جیسے
یوں کہتے ہیں کہ یہ بکی صنعت اپنے صانع کے حسن تدبیر اور کمال علم پر شاہد ہے اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ زبان سے کہتی ہے بلکہ یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات
اور حال سے اسکی شہادت مراد ہوتی ہے اسیطرح جتنی چیزیں ہیں وہ اپنی ذات سے ایجاد کرنیوالے کی محتاج ہیں جو انکو پیدا کرکے باقی رکھے
اور انکے اوصاف کو قائم رکھے اور ہر حال میں انکو بدلتا رہے تو وہ اپنی حاجت کی جہت سے اپنے خالق کی پاکی پر شاہد ہیں اور انکی شہادت
اہل بصیرت کو معلوم ہوتی ہے نہ ان لوگوں کو جو ظاہر پر تھمے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے فرمایا ولکن لا تفقہون تسبیحہم اور جنکا فہم
قصور ہے وہ تو بالکل ہی نہیں سمجھتے مگر مقربان و علماے راسخ اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے موافق سمجھتے ہیں اسکی اہمیت اور کمال کو کوئی بھی
نہیں سمجھتے اسلیے کہ ہر چیز میں اللہ تعالی کی تقدیس اور تسبیح پر بہت سی شہادتیں ہیں چنانچہ [illegible] اور انہیں استادہ [illegible]
قلندری [illegible] اور ان شہادتوں کی علم معاملہ میں بیان [illegible] حاصل یہ کہ [illegible] ان چیزوں [illegible] جنکے علم میں [illegible]
ارباب بصائر مختلف ہیں اور جیسے باطن کا جدا ہونا ظاہر سے پایا جاتا ہے اور اس مقام میں صاحبان مقامات کو پاکی اور میانہ روی [illegible]
بعض زیادتی کی طرف مائل ہوئے کہ سب الفاظ ظاہر کو بدل ڈالا حتی کہ آخرت میں جو امور ہونگے انکو بھی کہتے ہیں کہ زبان حال [illegible]
مثلاً اللہ تعالی کا ارشاد وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون اور یہ ارشاد قالوا لجلودہم لم شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء اور
اسیطرح سے [illegible] اور میزان اور پل صراط اور حساب اور دوزخ [illegible] اور جنت [illegible] اور دوزخ [illegible]
[illegible] کہ پانی یا جو کچھ تمکو خدا تعالی نے دیا ہے ہمکو دو ان سبکو زبان حال ہی سے کہتے ہیں اور دوسرے لوگ یہ مبالغہ کیا کہ تاویل کو
بالکل اڑا دیا انھیں میں سے امام احمد بن حنبل ہیں یہانتک کہ اللہ تعالی کے ارشاد کن فیکون میں بھی تاویل کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ یہ خطاب حروف اور آواز سے اللہ تعالی کی جانب سے ہر [illegible] موافق شمار ہونیوالی چیز [illegible] ہوتی [illegible]
سنا ہے کہ آپ نے بجز تین جگہ کے اور جگہ سے تاویل اڑا دی ہے اور وہ تین جگہ یہ ہیں اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الحجر الاسود یمین اللہ
فی ارضہ دوم یہ حدیث قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن تیسری یہ حدیث انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن [illegible] اور قریب تاویل
کرتے اور تاویل سے دور رکھنے کی طرف انکا میلان [illegible] کیا ہے اور امام احمد پر گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ قولاً جانتے ہونگے [illegible]
اسپر ٹھہرنا نہیں اور نہ نزول سے غرض نقل مکانی ہے مگر تاویل سے [illegible] فقط تاویل سے منع فرمایا [illegible]
رعایت اسمیں یہ ہے کیونکہ اگر باب تاویل مفتوح ہو تو کام ہاتھ سے نکل جاے اور احتیاط کا سرا مشکل پڑے اور یہ میانہ روی کی حد [illegible]
کر جاوے اسلیے کہ میانہ روی کی حد کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں کہ اس تک بس کیا جائے پس ایسی [illegible] تاویل سے منع کرنیکا [illegible]
اور سلف کی سیرت بھی اسی کی شاہد ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان امور کو جسطرح آئے ہیں اسیطرح رہنے دو یہانتک کہ جب حضرت امام مالک
سے کسی نے استوا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استوا کے معنی تو معلوم ہی ہیں اور کیفیت مجہول ہے اور ایمان اسپر واجب ہے اور اسکا حال پوچھنا
بدعت ہے اور بعض لوگوں نے میانہ روی کی طرف میل کیا ہے اور جو امور کہ صفات الہی سے متعلق ہیں انمیں تاویل کو دخل دیا ہے اور جو امور آخرت سے متعلق ہیں [illegible]

انکو ظاہر لفظوں کے بموجب چھوڑ کر تاویل سے منع کیا ہے یہ لوگ تابعین ابوالحسن اشعری کے ہیں اور معتزلوں نے یہ زیادتی کی کہ خدا تعالیٰ کے صفات میں سے رویت کی تاویل کی اور اُسکے سمیع اور بصیر ہونیکی تاویل کی اور معراج میں تاویل کر کے کہا کہ جسم سے نہیں ہوئی اور عذاب قبر اور میزان اور پل صراط اور تمام احکام آخرت میں تاویل کر ڈالی لیکن جسموں کے اُٹھنے اور حشر ہونیکا اور جنت اور دوزخ کے مقر ہیں کہ جنت میں کھانیکی اور پینے کی اور سونگھنے کی چیزیں اور نکاح اور جمیع محسوس لذتیں موجود ہیں اور دوزخ کا جسم محسوس ہے اور کھالوں کا جلانا ہے اور چربیوں کا پگھلانا ہے اور ان لوگوں نے جو ترقی اس حد تک کی تو فلسفہ والے انسے بھی بڑھ گئے انھوں نے جتنی باتیں آخرت میں ہونگی سب کے معنی بدل دیے اور اس بات کے قائل ہوئے کہ رنج اور لذتیں صرف عقلی اور روحانی ہونگی جسموں کا حشر نہ ہوگا صرف نفس ہی باقی رہینگے اور انپر عذاب یا راحت اس قسم کے ہونگے کہ حواس سے اُنکا ادراک نہو اور یہ سب فرقے اعتدال سے بڑھے ہوئے ہیں امر حق اور میانہ روی کی حد تو یہ ہے کہ بالکل تاویل میں نہ اتنا کھل جاوے جیسے یہ فرقے مذکور ہوئے اور نہ اتنا بند ہو جیسے حنبلی فرقہ ہے مگر یہ حد بہت باریک ہے کہ اسپر بجز توفیق یافتہ لوگوں کے جو امور کو نور الٰہی سے دیکھتے ہیں صرف سننے سے نہیں ادراک کرتے اور کوئی واقف نہیں اور ان لوگوں کو جب امور کے اسرار بموجب اصل حقیقت کے واضح ہو جاتے ہیں تب یہ الفاظ و ارادہ کو دیکھتے ہیں اور اس وقت اگر الفاظ کو مطابق اس امر کے پایا جو نور یقین سے اُنھوں نے مشاہدہ کیا ہے تب تو اُنکو ویسا ہی ثابت رکھتے ہیں اور اگر خلاف پایا تو اُنکی تاویل کرتے ہیں لیکن جو شخص کہ ان امور کی معرفت صرف سننے سے حاصل کرتا ہے اُسکا قدم یہیں نہیں جمتا اور نہ اُسکے ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین ہے بس ایسے شخص کے لیے مناسب تر امام احمد رح کا مقام ہے۔ اب چونکہ ان امور میں میانہ روی کی حد کو خوب واضح کرنا علم مکاشفہ میں داخل ہے اور اسکا بیان بہت طویل لہذا ہم اُسمیں خوض نہیں کرتے اور غرض اس جا یہ تھی کہ ظاہر کی باطن سے موافقت اور مخالفت کا بیان کیا جاوے سو ان پانچوں قسموں سے بہت سی باتیں واضح ہو گئیں اور جو عقیدے کہ ہم فصل اول میں لکھ آئے ہیں وہ ہماری دانست میں جمہور عوام کے لیے کافی معلوم ہوتے ہیں کہ اول جہ میں انکو بجز اُن باتوں کے معتقد ہونے کے اور کسی چیز کا حکم نہیں ہوتا مگر جس صورت میں کہ بدعت کے شائع ہونیسے اس عقیدے کی بہتری کا خوف ہو اس وقت دوسرے درجہ میں ایسے عقیدے کی طرف ترقی کرنی پڑتی ہے جسمیں مختصر اور روشن دلیلیں بدون تعمق کے موجود ہوں نظر براین ہم اُس باب میں وہ روشن دلیلیں لکھتے ہیں اور اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو ہمنے قدس والوں کو لکھا ہے اور اُسکا نام رسالۂ قدسیہ در قواعد عقائد رکھا ہے اس رسالہ کو اس باب کی فصل تیسری میں بعینہا نقل کرتے ہیں تیسری فصل عقیدے کی روشن دلیلوں کے بیان میں یعنے رسالۂ قدسیہ کے ذکر میں اور اُسکا ترجمہ مع دیباچہ کیا گیا تاکہ علیحدہ بھی ہو سکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سزاوار حمد وہ ذات ہے جسنے جماعت اہل سنت کو انوار یقین سے ممتاز کیا اور اہل حق کو دین کے رکنوں کی راہ بتانے کے لیے سرفراز فرمایا اور کجوں کی کجی اور ملحدوں کی گمراہی سے اُنکو بچا کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا نصیب کی اور آپکے صحابہ اکرم رضی اللہ عنہم کی پیروی کی توفیق دی اور سلف صالحین کے اعمال و اقوال کا اتباع انپر ایسا آسان کر دیا کہ اُنھوں نے عقلوں کے مقتضیات میں سے حبل متین پر تمسک کیا اور پہلے لوگوں کی سیرت و عقائد میں صاف راستہ جو کھلا ہے اختیار کیا عقلوں کے نتیجوں اور شرع منقول کے مقررات

کو قبول کرے مین ایک ساتھ کرکے جان لیا کہ جس کلمۂ طیبہ کا کہنا ہمارے لیے عبادت ٹھہرا ہی یعنے لا اله الا الله محمد رسول الله صرف زبان سے اُسکی شہادت دینے مین کچھ فائدہ اور ثمرہ مترتب نہین جبتک کہ اُنکے وہ اُصول جنپر مدار اس کلمہ کے جلونکا ہی نہ جان لیے جاوین۔ اور پہچان لے کہ یہ دونون جملے باوجود اپنے اختصار کے چار باتون کو متضمن ہین اول خدا تعالیٰ کی ذات کا اثبات دوم اُسکی صفات کا سوم اُسکے افعال کا چہارم اُسکے رسولونکی تصدیق کا اور اسی سے معلوم کرلیا کہ ایمان کی بنا چار رکنون پر ہی اور ہر ایک رکن کا مدار دس اصلونپر رکن اول خدا تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کی معرفت مین اور اسکا مدار دس اصلونپر ہی یعنی یہ جاننا کہ وہ موجود ہی ازلی ہی ابدی ہی جوہر نہین جسم نہین عرض نہین کسی جہت سے خصوصیت نہین رکھتا کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہین بلکہ اپنے عرش پر چڑھا ہوا ہی آخرت مین اُسکا دیدار ہوگا اکیلا ہی بدون شریک اور مثل کے پہلی اصل خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کی پہچان مین اس باب مین عمدہ طریقہ وہ ہی جسکی ہدایت قرآن مجید فرماتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھکر اور کوئی بیان نہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الم نجعل الارض مهادا والجبال اوتادا وخلقناكم ازواجا وجعلنا نومكم سباتا وجعلنا الليل لباسا وجعلنا النهار معاشا وبنينا فوقكم سبعا شدادا وجعلنا سراجا وهاجا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج به حبا ونباتا وجنات الفافا اور دوسری جا ارشاد ہی ان في خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار والفلك التي تجري في البحر بما ينفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الرياح والسحاب المسخر بين السماء والارض لايات لقوم يعقلون اور ایک جا ارشاد ہوا الم تروا كيف خلق الله سبع سموات طباقا وجعل القمر فيهن نورا وجعل الشمس سراجا والله انبتكم من الارض نباتا ثم يعيدكم فيها ويخرجكم اخراجا اور ارشاد فرمایا افرايتم ما تمنون ءانتم تخلقونه ام نحن الخالقون یہانتک کہ فرمایا نحن جعلناها تذكرة ومتاعا للمقوين پس ظاہر ہی کہ جسکو ادنی شعور بھی ہو وہ اگر ان آیتون کے مضمون مین ادنی تامل کرے اور آسمان و زمین کے عجائب مخلوقات الٰہی مین اپنی نظر کو گردش دے اور حیوانات اور نباتات کی پیدایش نادر کو دیکھے تو جان لے گا کہ اس امر عجیب اور ترتیب محکم کا کوئی بنانے والا ضرور ہی جو اسکو منتظم اور محکم رکھتا ہوا اور وقتاً فوقتاً انکو مقدر کرتا ہو بلکہ غالباً نفوس کی اصل پیدایش اسبات کی شاہد ہی کہ وہ بالکل اُسکی تسخیر کے نیچے دبے ہوئے اور اُسکی تدبیر کے موافق بدلتے رہتے ہین اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی افي الله شك فاطر السموات والارض اور اسی جہت سے سب انبیا علیہم السلام کو بھیجا کہ خلق کو توحید کیطرف بلاوین تاکہ مخلوق یہ کلمہ کہین کہ لا اله الا الله اور انکو یہ کہنے کا حکم نہوا کہ ہمارا ایک معبود ہی اور عالم کا کوئی معبود ہی کیونکہ یہ بات تو شروع پیدایش سے

اُن کی عقلوں کی سرشت میں موجود تھی اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ اور فرمایا فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم غرضکہ خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کے بیان میں انسان کی سرشت اور قرآن مجید کی دلیلیں اتنی ہیں کہ حاجت دلیل کے ذکر کرنیکی نہیں مگر ہم تاکید کے طور پر علماے مناظرین کی تقلید کرکے اُسکی دلیل بھی عقلی لکھتے ہیں وہ یہ ہو کہ بدیہی بات ہو کہ حادث چیز اپنے پیدا ہونے میں کسی سبب کی محتاج ضرور ہوتی ہے جو اُسکو حادث کرے اور عالم بھی حادث ہو تو ضرور ہو کہ وہ بھی اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہو اب ہمارا یہ قول کہ حادث اپنے حدوث میں کسی سبب کا محتاج ہوتا ہو یہ صاف بات ہو کیونکہ جو حادث ہو وہ کسی وقت سے خصوصیت رکھتا ہو کہ عقل میں اُس وقت سے اسکا پہلے اور پیچھے ہونا بھی جائز ہو پس اُس وقت خاص کے ساتھ اُسکا مخصوص ہونا اور اُس سے پہلے اور پچھلے وقت سے مخصوص نہونا ظاہر ہو کسی سبب سے ہوگا اور ہمارا یہ کہنا کہ عالم حادث ہو اُسکی برہان یہ ہو کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں اور حرکت اور سکون دونوں حادث چیزیں ہیں اور جو چیز کہ حادث چیزوں سے خالی نہو وہ بھی حادث ہو پس عالم حادث ہو اس برہان میں تین دعوے ہیں **اول** یہ کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں یہ بات بدیہی ہو اور اُسمین فکر و تامل کی حاجت نہیں اسلیے کہ اگر کوئی شخص کسی جسم کو یہ سمجھے کہ نہ متحرک ہو نہ ساکن تو وہ پابند جہالت اور خارج از عقل و فراست ہو **دوم** یہ کہ حرکت و سکون دونوں حادث ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہو اور یہ بات سب جسموں میں مشاہدہ ہوتی ہو اسلیے کہ جو ساکن ہو اسپر عقل حکم کرتی ہو کہ حرکت کرسکتا ہو اور جو متحرک ہو اُسکا ساکن ہونا عقل میں ممکن ہو تو جو حالت اُس وقت اُن دونوں میں سے جسم پر طاری ہوگی وہ تو طاری ہونے کی جہت سے حادث ہوگی اور اُس سے پہلے حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہریگی اسلیے کہ اگر وہ حادث نہو قدیم ہو تو اُسکا عدم محال ہوگا چنانچہ اُسکا بیان خدا تعالیٰ کے بقا کے اثبات میں عنقریب آویگا **سوم** یہ کہ جو چیز حوادث سے خالی نہوگی وہ حادث ہوگی اور اُسکی دلیل یہ ہو کہ اگر ایسا نہو تو ہر حادث کے پیشتر بہت سے حوادث ہوں گے جنکا شروع نہوگا اور اگر یہ حوادث سب کے سب منقطع نہونگے تو جو حادث اب موجود ہو اُسکے وجود کی نوبت نہ پہونچی ہوگی اور جس چیز کی نہایت نہو اُسکا منقطع ہونا محال ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ اگر بالفرض آسمان کے دورے ایسے ہوں کہ اُنکی انتہا نہو تو ضرور ہو کہ اُنکی شمار یا جفت ہوگی یا طاق یا جفت اور طاق دونوں یا نہ جفت نہ طاق اور دو صورتیں آخر کی محال ہیں اسلیے کہ اجتماع نفی اور اثبات کا ہوا جاتا ہو کیونکہ جفت کے ثابت کرنے میں طاق کی نفی ہوتی ہو اور اُسکی نفی کرنے میں طاق کا اثبات ہو اور صرف جفت بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ جفت ایک کے زیادہ ہونے سے طاق ہو جاتی ہو تو بے نہایت چیز ایک کی زیادتی سے کیسے بدل سکتی ہو اور طاق بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ طاق ایک کی زیادتی سے جفت ہو جاتا ہو تو جسکے اعداد کی انتہا نہیں وہ ایک کی زیادتی سے کس طرح بدل جاویگا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ نہ طاق ہو نہ جفت کیونکہ اُسکے لیے انتہا ہو اُس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عالم حوادث سے خالی نہیں وہ بھی حادث ہو اور جب اُسکا حادث ہونا ثابت ہوا تو اُسکا اپنے حادث کرنیوالے کیطرف محتاج ہونا بداہتہً معلوم ہوتا ہو **دوسری اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ قدیم ازلی ہو جسکے وجود کی ابتدا نہیں بلکہ ہر ایک چیز سے پہلے اور ہر زندہ اور مردہ سے پیشتر وہی ہے اور اُسکی برہان یہ ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ قدیم نہو حادث ہو تو وہ بھی کسی حادث کرنیوالے کا محتاج ہوگا اور وہ دوسرا تیسرے کا یہانتک کہ یہ تسلسل

بے نہایت ہو جاوے اور جو شے متسلسل ہوتی ہو وہ حاصل نہین ہوتی یا یہ کہ ایک ایسے محدث پر نوبت پہونچے کہ وہ قدیم اور سب سے
اول ہو اور اسی سے ہماری غرض ہی اسیکا نام ہمنے عالم کا بنانے والا اور حادث کرنے والا اور ظاہر کرنیوالا اور خالق اور موجد رکھا ہی
تیسری اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی باوجود ازلی ہونے کے ابدی بھی ہی کہ اُسکے وجود کا انجام نہین بلکہ وہی اول ہے اور وہی
آخر وہی ظاہر وہی باطن اسلیے کہ جسکا قدیم ہونا ثابت ہوگیا اسکا معدوم ہونا محال ہی اور اُسکی دلیل یہ ہی کہ وہ اگر معدوم ہو تو دو حال سے
خالی نہین یا خود بخود معدوم ہو یا کسی معدوم کرنیوالے مقابل کے باعث سے معدوم ہو پہلی صورت باطل ہی کیونکہ اگر جس شے کا دوام متصور ہی
اُسکا معدوم ہونا اپنے آپ جائز ہی تو یہ بھی جائز ہوگا کہ کوئی چیز خود بخود موجود بھی ہو جایا کرے اسلیے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا
محتاج ہی اسیطرح عدم کا طاری ہونا بھی سبب کا محتاج ہی اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی جہت سے اُسکا وجود معدوم
ہو اسلیے کہ یہ مقابل اگر قدیم ہو تو اسکے ہوتے ہوے وجود کیسے ہوا اور پہلی دونون اصلون سے وجود کا ہونا اور اُسکا قدیم ہونا ثابت ہوچکا تو جس
صورت مین کہ مقابل ساتھ تھا وجود کیسے ہوسکتا ہی اور اگر مقابل حادث ہی تب بھی باطل ہی اسلیے کہ وجود اس حادث کا اسی قدیم کے باعث
سے ہے تو یہ نہین ہوسکتا کہ حادث تو قدیم کے مقابلہ مین پڑکر اُسکے وجود کو قطع کردے اور قدیم اُسکی ضد مین اُسکے وجود کو دفع بھی نکرے حالانکہ دفع کرنا
بنسبت قطع کے آسان ہی اور قدیم بنسبت حادث کے قوی تر اور اولی ہی **چوتھی اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالی جوہر نہین کسی جگہ مین گھرا ہوا
نہین بلکہ وہ مکان و حیز کی مناسبت سے پاک و برتر ہی اور اُسکی برہان یہ ہی کہ ہر ایک جوہر ایک جگہ مین گھرا ہوا ہو اور اُس جگہ سے خصوصیت
رکھتا ہی اور ضرور ہی کہ اُسمین یا ٹھہرا ہوا ہوگا یا اسمین سے حرکت کرتا ہوگا غرض کہ حرکت خواہ سکون سے خالی نہوگا اور یہ دونون حسب بیان
حادث ہین اور جو چیز حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہوتی ہی اور اگر کوئی جوہر مکان مین گھرا ہوا قدیم متصور ہو سکے تو عالم کے جوہرونکا قدیم ہونا
بھی متصور ہوسکیگا اور اگر خدا تعالی کو کوئی شخص جوہر کہے اور مکان مین گھرا ہوا نہ کہے تو لفظ کے اعتبار سے خطاوار ہوگا معنون کی راہ سے نہوگا
پانچوین اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی جسم مرکب جوہرون سے نہین اسلیے کہ جسم اسی کو کہتے ہین جو جوہرون سے مرکب ہو اور جبکہ اسکا جوہر ہونا
اور مکان خاص مین متحیز ہونا باطل ٹھہرا تو اُسکا جسم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ ہر ایک جسم ایک چیز کے ساتھ مخصوص ہی اور جوہری جوہرون سے
مرکب ہی اور اُسکا خالی ہونا علیحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہی اور یہ سب علامتین حادث ہونیکی ہین اور
اگر یہ درست ہو جاوے کہ عالم کا بنانے والا جسم ہی تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ آفتاب یا ماہتاب یا اقسام جسم مین سے کسی اور چیز کے خدا ہونیکا اعتقاد
کر لیا جاوے پھر اگر کوئی گستاخ خدا تعالی کو جسم بتاوے اور جوہرون سے مرکب ہونیکا ارادہ نکرے تو یہ اُسکی اصطلاح لفظون مین غلط ہوگی مگر جسمیت
کی نفی اس سے بھی پائی جاویگی **چھٹی اصل** یہ جاننا کہ اللہ تعالی عرض نہین کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل مین حلول کیے ہو اسلیے کہ
جسم تو سب یقینًا حادث ہین اور انکا حادث کرنیوالا اُن سے پیشتر موجود ہوگا پس خدا تعالی کسی جسم مین کیسے حلول کرسکتا ہی وہ تو ازل مین سب سے
پہلے تنہا موجود تھا اور اُسکے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا پھر اجسام اور اعراض کو اپنے بعد پیدا فرمایا اور ایک وجہ یہ ہی کہ خدا تعالی علم اور قدرت اور ارادہ
اور پیدا کرنے کے ساتھ موصوف ہی چنانچہ اسکا بیان آگے آتا ہی اور یہ اوصاف اعراض پر محال ہین بلکہ یہ اوصاف اُسی موجود کیلیے سمجھ مین آتے ہین
جو خود بخود قائم اور اپنی ذات سے مستقل ہو اور ان چھئون اصول سے یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالی موجود اور اپنے آپ قائم ہی نہ جوہر ہی نہ جسم اور نہ عرض

اور عالم سب کا سب جوہر اور عرض اور جسم ہے اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کسی کے مشابہ نہین اور نہ کوئی اُسکے مشابہ بلکہ وہ زندہ اور قیوم ہے کہ اُسکے مانند کوئی چیز نہین اور کہین خالق مخلوق کے مشابہ ہو سکتا ہے یا قادر مقدور کے یا مصور تصویر کے مانند ہو سکتا ہے اور اجسام اور اعراض سب اُسکی پیدایش اور صنعت مین سے ہین تو اُنکو یہ کہنا کہ اُسکے مثل اور مشابہ ہین محال ہے ساتوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات طرفون کی خصوصیت سے پاک ہے اسلیے کہ طرفین چھ ہین یا اوپر یا نیچے یا داہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے اور یہ سب طرفین خدا تعالیٰ ہی نے بذریعہ انسان کے پیدا کرنیکے پیدا فرمائی ہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو طرفین ایسی بنائین کہ ایک زمین پر ٹکے اُسکو پاؤن کہتے ہین اور دوسری اُسکے مقابل جسکا نام سر ہے پس لفظ اوپر اُس جہت کے لیے بنا جو سر کی طرف ہے اور نیچے اُسکا نام ہوا جو پاؤن کی طرف ہو یہانتک کہ چیونٹی اگر چھت مین اُلٹی ہو کر چلے تو اُسکے حق مین کڑیون کی جانب نیچے ہو جاویگی گو ہماری بہ نسبت وہ اوپر کہلاتی ہے اور انسان کے لیے دو ہاتھ خدا تعالیٰ نے بنائے کہ اکثر اُنمین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے قوی تر ہوتا ہے تو جو قوی تر تھا اُسکے لیے داہنا نام ہوا اور اُس کے مقابل کا نام بایان رکھا گیا اور جو جہت کہ اول کی طرف پڑی اُسکا نام داہنی اور بائین کی طرف والی کا نام بائین ہوا اور پھر اُسکے لیے دو جانب بنائے کہ ایک طرف سے دیکھتا ہے اور اُس طرف کو چلتا ہے تو جس طرف کو چلتا ہے اُسکا نام آگے ہوا اور اُسکے مقابل کا نام پیچھے ٹھیرا پس یہ چھوان جہتین انسان کے پیدا ہونے سے پیدا ہوتین اگر انسان بالفرض اس وضع پر نہ پیدا ہوتا بلکہ گول مثل گیند کے ہوتا تو ان جہتون کا وجود بھی نہ ہوتا پس خدا تعالیٰ ازل مین کسی جہت سے خاص کس طرح ہو سکتا ہے کہ جہتین تو حادث ہین اور نہ اب کسی طرح کسی جہت سے خاص ہو کہ انسان کی پیدایش کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھا اور وہ منزہ ہے اس بات سے کہ اُسکے نیچے اوپر ہو کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہے کہ اُسکا سر ہو اور اوپر اُسی جہت کو کہتے ہین جو سر کی جانب ہو اسی طرح اُسکے لیے نیچے بھی نہین کیونکہ نیچے اُس سمت کا نام ہے جو پاؤن کی جانب ہو اور خدا تعالیٰ پاؤن سے مبرا ہے اور یہ سب باتین عقل کے نزدیک محال ہین اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی جہت سے مختص ہو تو یون عقل مین آتا ہے کہ یا جواہر کیطرح اپنی چیز سے خصوصیت رکھے یا اعراض کیطرح جوہر سے مخصوص ہو اور چونکہ اُسکا جوہر اور عرض ہونا دونون محال ہے چنانچہ اُسکا مختص ہونا جہت سے بھی محال ہے اور اگر جہت کے معنی سوا ان دونون معنون کے کچھ اور لیے جاوین تو وہ لفظ کے اعتبار سے غلط ہونگے گو معنی درست رہتے ہون۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ عالم کے اوپر ہو تو اُسکے محاذی ہوگا اور کسی جسم کا محاذی یا اُسکے برابر ہوتا ہے یا اُس سے چھوٹا یا بڑا اور یہ تینون امر ایسے ہین کہ اپنے مقدار کی ضرورت خدا تعالیٰ کے لیے ماننی پڑیگی حالانکہ اُسکی ذات اس سے بری ہے۔ اب باقی رہا یہ کہ دعا کے وقت ہاتھ آسمان کیطرف کیون اُٹھاتے ہین تو اسکی وجہ یہ ہے کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہے اور اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ جس سے دعا کی طلب ہے اُسمین صفت جلال اور کبریائی ہے اسلیے کہ بلندی کی جہت مجد اور برتری پر دال ہے اور اللہ تعالیٰ قہر اور بزرگی اور غلبے کی جہت سے ہر ایک موجود کے اوپر ہے آٹھوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے ان معنون سے جو اُسنے استوا سے مراد لیے ہین یعنی وہ معنی کہ اُسکے کبریا کے مخالف نہین اور نہ اُنمین حدوث اور فنا کی علامتون کو دخل ہے اور وہی معنی آسمان پر مستوی ہونے سے مقصود ہین اس آیت مین ثم استوی الی السماء وہی دخان اور وہ معنی صرف قہر اور غلبے کی جہت سے ہو سکتے ہین جیسے اس شعر مین کسی شاعر کے شعرا پشر استوی ہوا ملک عراق پر۔ تلوار کی نہ خون کی ہوئی احتیاج اُسے۔ اور اہل حق کو مجبوری اس تاویل کی طرف رجوع کرنا پڑا جسطرح اہل باطل کو اس آیت

ف ۱ یعنی جو مقام آسمان کا [illegible]

کی تاویل کرنی پڑی وہو معکم اینما کنتم یعنی وہ تمھارے ساتھ ہی جہان تم رہو کہ سبنے اسکے معنی یہی کہے ہین کہ ساتھ ہونیسے غرض احاطہ
اور علم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن قدرت اور قہر پر محمول کیا ہی اور الحجر الاسود
یمین اللہ فی ارضہ کو بزرگی اور تعظیم پر محمول کیا اسلیے کہ اگر انکو ظاہر الفاظ کے بموجب رہنے دیا جاوے تو محال لازم آتا ہی اسیطرح اگر استوا کو
ٹھہرنے اور جگہہ پکڑنے کے معنون مین رکھا جاوے تو لازم آویگا کہ جو جگہہ پکڑے وہ جسم ہو اور عرش سے لگا ہوا ہو یا تو اسکے برابر ہو خواہ اس سے
چھوٹا یا بڑا ہو اور یہ محال ہی تو جس بات سے محال لازم آئے وہ خود محال ہی نوین اصل یہ کہ خدا تعالی باوجود صورت اور مقدار سے
منزہ ہونے اور جہات و اطراف سے مقدس ہونیکے دار آخرت مین آنکھون سے دکھائی دیگا اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وجوہ یومئذ ناضرۃ الی
ربہا ناظرۃ اور دنیا مین نہین دکھائی دیتا اس ارشاد خداوندی کے سچ ہونیکی جہت سے لاتدرکہ الابصار وہو یدرک الابصار اور اس وجہ سے کہ حضرت
موسی علیہ السلام کے جواب مین خود ارشاد فرمایا لن ترانی تو مجھکو ہرگز نہ دیکھ سکیگا۔ اب ہمکو کوئی یہ بتادے کہ جو صفت اللہ تعالی کی حضرت موسی
علیہ السلام کو معلوم نہوئی اسکو معتزلی کیسے پہچان گیا اور حضرت موسی علیہ السلام نے باوجود دیدار کے محال ہونیکے کسطرح دیدار کا سوال
کیا غالبا تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ جس بات سے انبیا صلوات اللہ علیہم جاہل رہے اس سے اہل بدعت کندہ ناتراش بطریق اولی جاہل ہونگے آیت
رویت کو جو آخرت مین ظاہر پر محمول کیا گیا اسکی وجہ یہ ہی کہ اس سے محال لازم نہین آتا اسلیے کہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہی وہ بنسبت
کہ علم کی نسبت کر کامل اور واضح تر ہی پس جبکہ یہ درست ہوا کہ خدا تعالی سے علم متعلق ہو اور وہ کسی طرف مین نہو تو یہ بھی ہوسکتا ہی کہ رویت
اسکے متعلق ہو جس صورت مین کہ وہ کسی جہت مین نہو اور جیسے یہ درست ہی کہ اللہ تعالی خلق کو دیکھتا ہی اور انکے مقابل نہین تو یہ بھی درست ہوگا
کہ خلق اسکو دیکھے اور مقابلہ نہو اور جسطرح اسکا جاننا بدون کیفیت اور صورت کے ہو سکتا ہی اسیطرح اسکا دیکھنا بھی بے کیف و صورت
کے ممکن ہی دسوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک اور یکتا بدون مثل و سہیم کے ہی پیدا کرنے اور ابداع مین تنہا ہی اور
ایجاد و اختراع مین اکیلا نہ اسکا کوئی مثل کہ اسکے مشابہ یا مساوی ہو اور نہ اسکا کوئی مقابل کہ اس سے نزاع کرے یا اسکے منافی ہو
اور اس بات کی برہان یہ ارشاد خداوندی ہی لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اسکی تقریر یہ ہی کہ اگر دو خدا ہون اور ان مین سے ایک کسی کام کرنا چاہے
تو دوسرا اگر اسکی موافقت پر مجبور ہی تو ظاہر ہی کہ دوسرا عاجز اور دبا ہوا ہوگا خدا ہے قادر نہوگا اور اگر دوسرا اول کے دفع کرنے اور مخالفت پر قادر ہی تو
دوسرا قوی اور غالب ہوگا اور اول ضعیف اور قاصر ٹھہریگا خدا ہے قادر نرہیگا دوسرا رکن اللہ تعالی کے صفات کی معرفت مین اور اسکا مدار دس اصلون پر ہی
ان مین سے پہلی اصل یہ جاننا کہ خدا تعالی قادر ہی اور اپنے اس ارشاد مین سچا ہی وہو علی کل شئی قدیر اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عالم اپنی صنعت مین محکم
اور اپنی پیدایش مین مرتب اور منتظم ہی پس اگر کوئی شخص ایک کپڑا حریر کا عمدہ بنا ہوا اور نقش و نگار سے بخوبی آراستہ دیکھے پھر یہ وہم کرے کہ اسکو
کسی مردہ نے بنا ہوگا جو کچھ نہ کر سکے یا کسی آدمی نے تیار کیا ہوگا جسکو قدرت نہو تو وہ شخص دائرہ عقل سے خارج اور زمرہ حمقا اور جاہلون مین
داخل ہوگا اسیطرح خدا تعالی کے بنائے ہوئے عالم دیکھکر اسکی قدرت کا انکار نہین ہو سکتا دوسری اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالی تمام موجودات کا عالم
اور سب مخلوقات پر محیط ہی کوئی ذرہ آسمان و زمین مین اسکے علم سے غائب نہین اپنے اس ارشاد مین سچا ہی وہو بکل شئی علیم اور اسکے سچ
جاننے کیطرف اس ارشاد سے ہدایت فرماتا ہی الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر اسمین یہ ہدایت فرمائی کہ پیدا کرنیسے علم پر استدلال کرو اس

طرح کہ خلقت کی لطافت اور صنعت کی ترتیب اور نزاکت ادنیٰ چیز مین بھی اس بات پر بلاشبہہ دال ہو کہ اُسکا صانع ترتیب اور نظام کی کیفیت
کو خوب جانتا ہو بس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مذکور فرمایا ہو وہی ہدایت اور تعریف کے باب مین منتہا ہو **تیسری اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ
زندہ ہو اسلیے کہ جسکا علم اور قدرت ثابت ہو اُسکی حیات ضرور ہی ثابت ہوگی اور اگر قدرت والا عالم تدبیر کرنیوالا ایسا تصور ہوسکے جو
زندہ نہو تب تو حیوانات کی زندگی مین بھی اُنکی حرکات وسکنات کے وقت شک ہوسکتا ہو بلکہ اہل حرفہ اور صنعت والے اور شہرون و جنگلون مین
پھرنیوالے اور تاجر اطراف زمین کے مسافر جتنے ہین سبکی زندگی مین شک ہوسکتا ہو اور یہ امر ورطۂ جہالت وگمراہی مین پڑنا ہو **چوتھی اصل** یہ جاننا کہ
اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنیوالا ہو یعنی جو موجود ہو وہ اُسی کی مرضی پر تکیہ رکھتا ہو اور اُسی کے ارادے سے صادر ہے اور اُسی نے
اول پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کریگا اور جو چاہتا ہو وہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ
جو فعل اُس سے صادر ہوتا ہو ہوسکتا ہو کہ اُسکی ضد بھی اس سے صادر ہو اور جو فعل کہ ضد نہین رکھتا ممکن ہو کہ تقدیم و تاخیر سے صادر ہو
اور قدرت دونون ضدون اور وقتون سے ایکسا ہی مناسبت رکھتی ہو تو ضرور ہو کہ ایک ارادہ ہو جو قدرت کو دونون امرون مین سے
ایک کی طرف پھیر لاوے۔ اور اگر کوئی کہے کہ علم کے ہوتے ہوے ضرورت ارادے کی نہین اور چیز موجود ہوا ہے وقت مین پائی گئی اُسکی وجہ
یہ ہو کہ اُسوقت مین اُسکے موجود ہونے کا علم پہلے سے ہو تو ہم کہینگے کہ اسطرح تو قدرت کی حاجت بھی علم کے سامنے نہین کہہ سکتے ہین کہ
چیز بدون قدرت موجود ہوگئی کیونکہ پہلے سے اُسکے موجود ہونیکا علم اُسوقت مین تھا **پانچوین اصل** یہ جاننا کہ خدا تعالیٰ سننے والا اور
دیکھنے والا ہو نہ اُسکے دیکھنے سے دلونکے وسوسے اور فکر و وہم کے خفیہ امور غائب ہون اور نہ اُسکے سننے سے چیونٹی سیاہ کی چال سخت تاریک
شب تاریک مین بھی رہے اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر کیسے نہوگا کہ سننا اور دیکھنا وصف کمال ہو کچھ نقصان کی بات نہین تو یہ کیسے
ہوسکتا ہو کہ اُسکی مخلوق اُسکی نسبت کر کامل تر ہو اور مصنوع چیز صانع سے بڑھکر اور حصہ کا اعتدال کہان رہیگا جبکہ نقصان خالق کے حصے
مین رہے اور کمال مخلوق کی بانٹ مین ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت اپنے باپ سے کیسے درست ہوگی یعنی اُنکا باپ جہل کی راہ سے
بتون کو پوجتا تھا آپنے اُس سے کہا لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا تو اگر یہی باپ کے معبود مین ہو جاوے تو آپ کی حجت
باطل اور دلیل ساقط ہو جاوے اور یہ ارشاد خداوندی سچا نہ ٹھہرے وتلک حجتنا آتیناہا ابراہیم علی قومہ اور جسطرح کہ خداوند کریم کا فاعل
ہونا بدون اعضا کے اور عالم ہونا بدون دل اور دماغ کے سمجھا گیا ہو اسیطرح اُسکا بینا ہونا بدون آنکھ کے ڈھیلے کے اور شنوا ہونا بدون
کانون کے سمجھنا چاہیے کہ دونون امرون مین کچھ فرق نہین **چھٹی اصل** یہ کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہو اور اُسکا کلام ایک صفت اُسکی ذات سے
قایم ہو نہ وہ آواز ہو اور نہ حرف بلکہ اُسکے کلام کسی اور کے کلام کے مشابہ نہین جیسے اُسکا وجود دوسرے کے وجود کے مشابہ نہین اور حقیقت
مین کلام وہی ہو جو نفس کا کلام ہو حروف اور آواز تو صرف بتانے کیلیے ہین جیسے حرکات اور اشارون سے بعض اوقات سمجھا دیا کرتے ہین
اور نہ معلوم کہ یہ امر بعض غبی شخصون پر کیسے مشتبہ ہو گیا حالانکہ جاہل شعرا پر بھی یہ مشتبہ نہین چنانچہ اُنمین سے کسیکا شعر ہو شعر ہے وجود کلام
دل مین فقط ہو اور زبان بنگی ہو اُسکی دلیل ہو اور جس شخص کی نہ عقل و دانش اُسکو اس بات کے کہنے سے نہ روکے کہ میری زبان تو حادث ہو
مگر جو اُسمین میری قدرت حادثہ کے سبب سے کلام پیدا ہوتا ہو وہ قدیم ہو تو اُسکی عقل سے تو اپنی طمع کو توڑ دے اور اُسکے ساتھ خطاب کرنے

[illegible]

سے اپنی زبان بند کرا اور جو شخص یہ نہ سمجھے کہ قدیم اُسکو کہتے ہین جسکے پہلے دوسری چیز نہو اور بسم اللہ مین جو سین ہی اُس سے پہلے ب ہی اسلیے
سین ہرگز قدیم نہوگا تو ایسے شخص کی طرف دھیان کرنے سے اپنے دل کو پاک کر کیونکہ بعض بندونکو ان مطالب سے دور رکھنے مین خدا تعالے
کی کوئی حکمت ہی جسکو وہ گمراہ کرے اُسکو کوئی ہدایت نہین کرسکتا۔ اور جو شخص اس بات کو بعید جانتا ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دنیا
مین ایسا کلام سُنا ہو جسمین آواز و حروف نہون تو اُسکو اس امر کا بھی انکار کرنا چاہیے کہ آخرت مین ایک موجود کو دیکھے جو نہ جسم ہو نہ رنگ ہو
اور اگر یہ بات سمجھتا ہی کہ جو چیز رنگ اور جسم اور مقدار اور کیفیت سے مبرا ہی اُسکو دیکھیگا حالانکہ اب تک ایسی چیز کوئی دیکھی نہین تو سُننے کے باب مین بھی
وہی سمجھنا چاہیے جو دیکھنے کے باب مین سمجھا ہی اور اگر یہ سمجھ لیا ہی کہ خدا تعالی کو ایک علم ہی کہ وہی سب موجودات کا علم ہی تو اُسکی ذات کیلیے
ایک صفت کلام کی بھی سمجھنی چاہیے کہ جتنی باتین عبارت سے سمجھنے مین آتی ہین وہ اُسکا کلام ہی اور اگر یہ عقل مین آگیا ہی کہ ساتون
آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ ایک چھوٹے سے پرچے پر لکھے جاتے ہین اور دل مین سے ذرہ بھر جگہ مین یاد رہتے ہین اور سب اشیا آنکھ کے
ڈھیلے کے تل مین سوجھتے ہین مگر آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ کی ذات آنکھ کے تل اور دل اور پرچے مین نہین آجاتی اسیطرح یہ بھی عقل
مین لانا چاہیے کہ کلام ربانی زبانون سے پڑھا جاتا ہی دلونمین محفوظ ہوتا ہی مصاحف مین لکھا جاتا ہی لیکن کلام کی ذات ان چیزونمین حلول
نہین کرتی اسلیے کہ اگر لکھنے سے کلام کے ورق مین کلام کی ذات حلول کر جاتی تو خدا تعالی کا نام لکھنے سے ورق مین اُسکی ذات بھی حلول
کر جاوے اور آگ کا نام لکھنے سے کاغذ مین آگ کی ذات آجاوے اور کاغذ کو جلا دے سو نہین اصل یہ کہ جو کلام خدا تعالی کی ذات
پاک کے ساتھ قائم ہی وہ قدیم اور اسیطرح اُسکے سب صفات ہین کیونکہ خدا تعالی کا حوادث کے لیے محل ہونا محال ہی کہ حوادث بدلتے
رہتے ہین بلکہ خدا تعالی کے صفات بھی قدیم ہونیکا وصف وہی واجب ہی جو اُسکی ذات کے لیے واجب ہی تا کہ اسپر تغیرات نہ آوین اور
اسمین حوادث نہ سماوین بلکہ وہ ہمیشہ سے ازل مین عمدہ صفات کے ساتھ موصوف رہا ہی اور اسیطرح ابد مین رہیگا اور حالات کے تغیر سے
منزہ ہی اسلیے کہ جو چیز محل حوادث ہوگی وہ حادث سے نہ بچیگی اور جو چیز حوادث سے نہ بچے وہ حادث ہی اجسام پر جو وصف حادث ہونیکا
ثابت ہی وہ اسی جہت سے ہی کہ اُنپر تغیر آتا ہی اور اوصاف کے بدلنے کو قبول کرتے رہتے ہین تو اسکا خالق تغیر کے قبول کرنے مین اجسام کا شریک کیسے
ہوجاویگا اور اسپر متفرع ہوا کہ اللہ تعالی کا کلام قدیم اور اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہی اور حادث صرف آوازین ہین جو کلام موصوف پر دلالت کرتی ہین
اور جسطرح کہ یہ سمجھ مین آتا ہی کہ لڑکے کے پیدا ہونیکے پیشتر تحصیل علم کے لیے امر کرنا اُسکے باپ کے ساتھ قائم ہوتا ہی یہانتک کہ جب لڑکا پیدا
ہوتا ہی اور اُسکو عقل آتی ہی اور یہ جو امر کہ باپ کے دل مین ہی اُسکے متعلق علم خدا تعالی اُسکو پیدا کر دیتا ہی تو وہ اُس امر کا مامور ہوجاتا ہی جو
اُسکے باپ کی ذات کے ساتھ قائم ہی اور جبتک کہ لڑکا اُسکو جان نہ لیگا تب تلک اُس امر کا وجود قائم رہیگا اسیطرح یہ سمجھنا چاہیے کہ جس حکم پر کہ
ارشاد خداوندی دال ہی فاخلع نعلیک وہ اللہ تعالی کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہی اور حضرت موسی علیہ السلام کو اُسکا خطاب اُنکے وجود کے بعد
ہوا یعنی جس وقت کہ اللہ تعالی نے آپ مین اُس حکم کی معرفت پیدا کی اور کلام قدیم کے سُننے کیلیے کان بنایے آٹھوین اصل یہ کہ خدا تعالی کا علم
قدیم ہی یعنی وہ ہمیشہ سے اپنی ذات اور صفات کو اور جو کچھ مخلوقات مین حادث ہوتا ہی سب کو ازل سے جانتا ہی اور جب کبھی مخلوقات حادث ہوتے
ہین تو خدا تعالی کو اُنکا علم نیا پیدا نہین ہوتا بلکہ یہ سب حوادث علم ازلی سے اُسکے سامنے منکشف ہین مثلاً اگر ہمکو زید کے آنیکا علم آفتاب کے

نکلنے کے وقت پیدا ہوا اور جب تک کہ آفتاب نکلے تب تک یہ علم بالفرض بنا رہے تو اُسوقت میں زید کا آنا ہمکو اُسی علم سے معلوم ہوگا کوئی نیا علم اُسکے لیے نہوگا پس اللہ تعالیٰ کے علم کو قدیم ہونا بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے نوین اصل یہ کہ ارادۂ الٰہی قدیم ہے اور حوادث کے پیدا کرنے کے لیے اُنکے اوقات مخصوصہ اور مناسبہ میں موافق علم سابق کے ازل میں متعلق ہوگیا ہے اس لیے کہ اگر اُسکا ارادہ حادث ہو تو وہ حوادث کا محل ٹھہرتا ہے اور اگر اُسکا ارادہ اسکی ذات کے سوا دوسرے میں حادث ہوا تو وہ ارادہ کرنیوالا نہوگا جیسے اگر حرکت تمہاری ذات میں نہو تو تم متحرک نہ کہلاؤگے اور جسطرح چاہو مان لو دونوں صورتوں میں ارادہ کے حدوث کے واسطے دوسرے کی ضرورت ہوگی اور دوسرے کے لیے تیسرے کی یہانتک کہ نوبت تسلسل بے نہایت پہونچے جو محال ہے اسلیے اُسکے ارادہ کا حادث ہونا بھی محال ہے اور اگر یہ ممکن کہا جاوے کہ ارادے کا حادث ہونا بدون دوسرے ارادے کے ہے تو یہ بھی ہوسکیگا کہ عالم کا حادث ہونا بدون ارادے کے ہو دسوین اصل یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے علم سے اور زندہ ہے حیات سے قادر ہے قدرت سے مرید ہے ارادے سے متکلم ہے کلام سے سمیع ہے سننے سے بینا ہے دیکھنے سے اور یہ اوصاف اُسکے ان قدیم صفتوں سے ہیں اور جو شخص یوں کہے کہ عالم ہے بدون علم کے تو گویا یوں کہتا ہے کہ غنی ہے بدون مال کے یا عالم ہے بدون علم کے یا عالم ہے بدون معلوم کے اسلیے کہ علم اور معلوم اور عالم ایک دوسرے کو لازم ہیں جیسے قتل اور مقتول اور قاتل تو جسطرح قاتل بدون قتل اور مقتول کے نہیں متصور ہوسکتا اور نہ مقتول بدون قاتل اور قتل کے اسیطرح عالم بدون علم کے بھی ممکن نہیں اور نہ علم بدون معلوم کے اور نہ معلوم بدون عالم کے بلکہ یہ تینوں عقل میں متلازم ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تو جو شخص عالم کو علم سے علیحدہ ہونا تجویز کرتا ہے اُسکو چاہیے کہ عالم کو معلوم سے بھی جدا ہونا اور علم کو عالم سے علیحدہ ہونا تجویز کرے کیونکہ ان نسبتوں میں کچھ فرق نہیں سب ایک ہی سی ہیں تیسرا رکن اللہ تعالیٰ کے افعال کی معرفت میں اور اُسکا مدار بھی دس اصلوں پر ہے پہلی اصل یہ جاننا کہ عالم میں جو حادث ہے وہ اُسیکا فعل اور مخلوق اور اختراع ہے اُسکے سوا کوئی خالق اور نہ کوئی ایجاد کرنے والا خلق کو بنایا اور پیدا کیا اور اُنکی قدرت اور حرکت کو ایجاد فرمایا پس بندوں کے جتنے افعال ہیں وہ سب اُسکے پیدا کیے ہوے اور اُسکی قدرت سے وابستہ ہیں اور اُسکی تصدیق اس آیت میں ہے اللہ خالق کل شیٔ[۱] اور اُسمیں واللہ خلقکم وما تعملون[۲] اور اسمیں واسروا قولکم او اجہروا به انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر[۳] بندوں کو حکم کیا کہ اپنے اقوال افعال اور اسرار اور دل میں بات لینے میں بچتے رہیں اسلیے کہ وہ اُنکے افعال کے منشا سے واقف ہے اور اپنے علم پر پیدا کرنیسے استدلال فرمایا اور وہ بندے کے فعلوں کا خالق کیسے نہوگا کہ اُسکی قدرت کامل ہے اُسمیں کسی طرح کا قصور نہیں اور اُسکی قدرت بندوں کے بدنوں کی حرکتوں سے متعلق ہے اور حرکتیں ایک سی ہیں اور قدرت کا متعلق ہونا سب سے برابر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بعض حرکتوں سے متعلق ہوا اور بعض سے نہو یا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حیوان اختراع میں مستقل ہوجاویں مکڑی اور شہد کی مکھی اور تمام حیوانات سے وہ لطیف کام صادر ہوتے ہیں کہ جنمیں عاقلوں کی عقل دنگ ہو تو وہ کیسے مخترع ٹھہرے اور خداوند کریم مخترع نہو اُنکو تو اپنے کاموں کی مفصل خبر بھی نہیں اُنکو مخترع کہنا بعید از قیاس ہے بلکہ مخلوقات سب ذلیل ہیں اور ملکوت میں مخترع وہی ہے جو زمین و آسمانوں کا جبار ہے دوسری اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا مخترع ہونا بندوں کی حرکات کو اس بات کا موجب نہیں کہ وہ حرکات بندے کے تحت قدرت اکتساب کے طور پر نہ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قدرت اور مقدور دونوں کو پیدا کیا اور اختیار اور ذی اختیار دونوں کو بنایا

[۱] اللہ بنانیوالا ہے ہر چیز کا ۱۲
[۲] اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو تم کرتے ہو ۱۲
[۳] اور تم چھپاؤ اپنی بات یا اسکو کھولکر کہو وہ جانتا ہے جی کی باتیں بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار ۱۲

قدرت بندہ کا ایک وصف ہی اور خدا تعالی کی پیدا کی ہوئی ہی اسکا کسب نہین اور حرکت بھی خدا تعالی نے پیدا کی اور بندہ کی صفت اور
کسب ہی یعنی وہ بندہ کی ایک وصف ہی بقدرت کے قابو مین پیدا ہوئی ہی تو چونکہ حرکت دوسری صفت کی طرف منسوب ہی جسکو قدرت کہتے ہین
اس جہت سے باعتبار اس جہت کے اسکو کسب کہتے ہین اور یہ حرکت بندہ کی جبر محض نہین ہوسکتی اسلیے کہ بندہ ظاہر طور اپنی حرکت اختیاری اور لرزہ
اضطراری مین فرق جانتا ہو یہ حرکت بندہ کی پیدا کی ہوئی کیسے ہوسکتی ہی کہ اسکو تو حقیقی حرکتین کے سبب کرتا ہی انکے اجزا کی تفصیل و شمار کا علم بھی
نہین اور جب یہ دونون باطل ہوئین تو ایک صورت درمیانی اعتقاد کی رہ گئی کہ حرکت باختراع کی رو سے تو اللہ تعالی کی قدرت کے قابو مین
ہین اور بایک دوسرے علاقے کے اعتبار سے جسکو اکتساب کہتے ہین بندہ کی قدرت کے اختیار مین ہین اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جس قدرت کا
جس چیز پر قدرت کا تعلق ہو وہ فقط اختراع ہی کی جہت سے ہو دیکھو ازل مین خدا تعالی کی قدرت عالم سے متعلق تھی اور اختراع اس سے
حاصل نہ تھا اور اختراع کے وقت بھی قدرت عالم سے متعلق ہی مگر اس وقت اور قسم کا تعلق ہی غرض کہ قدرت کے متعلق ہونے سے یہ ضرور
نہین کہ مقدور چیز اسی سے حاصل بھی ہو جاوے **تیسری اصل** یہ ہی کہ بندہ کا فعل اگرچہ بندہ کا کسب ہی لیکن نہین کہ خدا تعالی
کے ارادہ سے باہر ہو جاوے اس سے یہ نکلتا ہی کہ ملک اور ملکوت مین جو کچھ ہوتا ہی خواہ پلک جھپکنا ہو یا دل کا التفات
یا خیر ہو یا شر نفع ہو یا ضرر اسلام ہو یا کفر معرفت ہو یا انکار فوز ہو یا خسران گمراہی ہو یا ہدایت طاعت ہو یا معصیت شرک ہو یا ایمان سب
قضا و قدر سے ہوتا ہی اور اسکے ارادے اور خواہش سے ظہور مین آتا ہی نہ کوئی اسکی قضا کو ٹالے اور نہ اسکے حکم کو پیچھے ہٹا دے جسکو چاہے گمراہ کرے اور
جسکو چاہے ہدایت کرے جو کچھ وہ کرتا ہی اس سے بازپرس نہین اور بندون سے بازپرس ہوگی۔ اور بندون کے فعل کا اسکی مشیت سے
ہونا دلیل نقلی رکھتا ہی وہ یہ ہی کہ تمام امت اس جملہ کو باتفاق کہتی ہی کہ ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اور اللہ تعالی فرماتا ہے ان لو
یشاء اللہ لهدی الناس جمیعا اور فرمایا ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ہدیہا اور اسکے لیے دلیل عقلی بھی ہی وہ یہ ہی کہ اگر معاصی اور فسق و فجور کو خدا
تعالی برا جانتا ہی اور انکا ارادہ نہین کرتا وہ اسکے دشمن ابلیس لعین کے ارادہ سے ہوتے ہین اور باوجودیکہ دشمن خدا ہی انکی رای
کے موافق زیادہ چیزین ہوتی ہین اور خدا تعالی کے ارادے کے موافق کم ہوتی ہین تو اب ہمکو بتاؤ کہ مسلمان آدمی خدا تعالی کی سلطنت
کو اپنے رتبے سے کسطرح گھٹا دیگا کہ اگر اس رتبے پر کسی گاؤن کے رئیس کو اتار دیا جاوے تو وہ بھی ریاست سے نفرت کرے یعنی اس
گاؤن مین اگر کوئی اسکا دشمن ہو اور اسکے ارادے کے بموجب زیادہ کام ہوتا ہو اور رئیس کے ارادے کے موافق بہت کم ہوتا ہو تو وہ اپنی
ریاست کو ذلت سمجھیگا اور اس سے دست بردار ہوگا اور چونکہ خلق مین اکثر نافرمانی ہوتی رہتی ہی اور یہ سب بموجب بدعتیون کے اعتقاد کے
خدا تعالی کے ارادے کے خلاف ہی تو یہ اس بات پر دال ہی کہ خدا تعالی ضعیف اور عاجز ہی معاذ اللہ منہا۔ پھر جب یہ ثابت ہو چکا
کہ بندون کے افعال خدا تعالی کے پیدا کیے ہوے ہین تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب اسکے ارادے کے بموجب ہین۔ اب اگر کوئی
کہے کہ جس فعل کو خدا تعالی چاہتا ہی اس سے منع کیسے فرماتا ہی اور جسکا ارادہ نہین کرتا اسکا حکم کیسے کرتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر اور ہی
اور ارادہ دوسری چیز ہی مثلا اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مارے اور حاکم وقت آقا پر عتاب کرے اور وہ عذر کرے کہ غلام نے میرا کہنا نہین مانا
اور بادشاہ اسکو کہے کہ تو جھوٹ کہتا ہی اور وہ اپنے سچ بولنے کو ثابت کرنیکے لیے چاہے کہ کوئی ایسی بات غلام سے کہے جو بادشاہ کے

[illegible margin note] ۱۲

سب لوگ ... اور اگر ہم چاہتے تو ... سوجھ اپنی راہ کی ۱۲

سامنے نہ کرے اور غلام کو امر کرے کہ اس سواری پر بادشاہ کے سامنے زین باندھو سو اُس آقا کا یہ امر ایسا ہی جسکی تعمیل اُسکو منظور نہیں اور اگر
یہ امر نہ کرتا تو بادشاہ کے سامنے اُسکا عذر ٹھیک نہ تھا اور اگر غلام سے تعمیل کا ارادہ ہو تو اپنے نفس کے قتل کا ارادہ کرنا پڑے
اور یہ ہو نہیں سکتا **چوتھی اصل** یہ کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور بندوں کو حکم کرنے میں فضل و احسان کرنیوالا ہے
یہ امور اُسپر واجب نہ تھے اور فرقہ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں اسوجہ سے کہ انمیں بندوں کی بہتری ہی اور اُنکا
قول محال ہی اسلیے کہ واجب کرنیوالا اور حکم اور منع کرنیوالا تو وہ ہی وہ کیسے ایجاب اور لزوم کا ہدف ہو سکتا ہی اور واجب کے دو معنی مقصود
ہوتے ہیں اول تو ایسا فعل کہ جسکے چھوڑنے سے آیندہ کو یا فی الحال نقصان ہو مثلاً کہیں کہ بندہ پر خدا تعالیٰ کی اطاعت واجب ہی
یعنی اُسکے ترک سے آیندہ کو آخرت میں اسپر عذاب ہوگا یا کہیں کہ پیاسے پر پانی کا پینا واجب ہی کہ اُسکے ترک سے انجام کو مر جاویگا
دوسرے ایسا فعل جسکے نہونے سے محال لازم آوے مثلاً کہیں کہ معلوم کا وجود واجب ہی یعنی اگر معلوم نہو تو محال لازم آویگا وہ یہ ہی کہ
علم جہل ہو جاویگا اب اگر معتزلیوں کی یہ مراد ہی کہ اللہ تعالیٰ پر پیدا کرنا باعتبار اول معنی کے واجب ہی تب تو گویا خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ ضرر کا
نشانہ بناتے ہیں اور اگر پیدا کرنا اُسپر دوسرے معنی کی رو سے کہتے ہیں تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علم ازلی جب خدا تعالیٰ کا ہی تو
اُسکے لیے معلوم کا وجود ضرور چاہیے اور اگر واجب کے کوئی تیسرے معنی لیے ہیں تو وہ ہم سمجھتے نہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ بندوں کی بہتری
کے لیے واجب ہی یہ کلام فاسد ہی اسلیے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی بہتری کو ترک کرے اور اُس سے اُسکو کچھ ضرر نہ پہونچے تو پھر اُسکے
حق میں وجوب کے کچھ معنی نہونگے علاوہ اسکے بندوں کی بہتری تو اسی میں ہی کہ اُنکو جنت میں پیدا کر دیتا اس بات کی طرف کونسا
عاقل طمع کرتا کہ دار المصائب میں اُنکو پیدا کرے اور ہدف معاصی بناوے پھر عذاب کے خطرے اور حساب کے خوف سے ڈراوے
پانچویں اصل یہ ہی کہ خدا تعالیٰ کو جائز ہی کہ بندوں کو ایسی بات کا حکم کرے جسکی طاقت انمیں نہو انمیں بھی معتزلی خلاف کرتے
ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ امر جائز نہو تو پھر اُسکے دور کرنے کا سوال محال ہو حالانکہ سوال کرنا خدا تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہی
ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به اور ایک وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابو جہل آپکی تصدیق نکریگا پھر ابو جہل کو
حکم کیا کہ سب اقوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے حالانکہ ایک قول آپکا یہ بھی تھا کہ ابو جہل تصدیق نکریگا تو یہ کیسے
ہو سکتا ہی کہ اس قول کی تصدیق کرے کہ تصدیق نکریگا اسکی تصدیق تو امر محال ہی **چھٹی اصل** یہ کہ خدا تعالیٰ کو درست ہی کہ اپنی
مخلوق کو بدون کسی جرم سابق اور ثواب آیندہ کے درد و عذاب پہونچاوے انمیں معتزلیوں کا خلاف ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ
وہ اپنی ملک میں تصرف کرتا ہی اُسکا تصرف اُسکی ملک سے تجاوز نہیں کرتا اور ظلم اُسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کی ملک میں بدون اُسکی
اجازت کے تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ پر ظلم محال ہی کیونکہ اُسکے سامنے دوسرے کی ملک نہیں ہی کہ اُسمیں تصرف کرنے سے ظلم ہو اور اس
امر کا وجود ہی اسکے درست ہونیکی دلیل ہی یعنی دیکھتے ہیں کہ جانوروں کا ذبح کرنا اور آدمیوں کا اُن کو انواع تکلیف پہونچانا ظاہر
کہ اُنکو درد دیتا ہی حالانکہ اُنسے کوئی تقصیر پہلے سرزد نہیں ہوا پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جانوروں کو زندہ کریگا اور جسقدر اُنکو
تکلیفیں پہونچی ہونگی اُسکا بدلہ اُنکو عنایت کریگا اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہی تو ہم کہتے ہیں کہ جو کوئی یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ پر زندہ کرنا ہرایک

جیسے پامال شدہ اور مچھلے ہوئے کا واجب ہی تاکہ انکو انکی تکلیفونکا ثواب دے تو وہ شخص دائرہ شریعت اور عقل دونون سے خارج
ہی اسلیے کہ ہم اُس سے یہ پوچھتے ہین کہ اللہ تعالی پر حشر اور ثواب کے دینے کے واجب ہونے سے کیا مراد ہی اگر یہ ہی کہ اُسکے ترک سے اُسکو ضرر
ہوگا تب تو محال ہی اور اگر واجب کے کوئی اور معنی ہین تو ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ وہ معنی غیر مفہوم ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی واجب کے
ہین اُنسے یہ قول خارج ہی **ساتوین اصل** یہ ہی کہ اللہ تعالی اپنے بندون کے ساتھ جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی اُسپر یہ واجب نہین کہ جو بندون کے
حق مین زیادہ مناسب ہو اُسکی رعایت کرے اسلیے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ خدا تعالی پر کوئی چیز واجب نہین بلکہ اُسکے حق مین وجوب
سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ جو کچھ وہ کرتا ہی اُس سے پوچھ نہین ہوسکتی مخلوق سے بازپرس ہوتی ہی۔ اور ہمکو کوئی بتاوے کہ معتزلی جو یہ کہتا ہی
کہ مناسب تر فعل کا کرنا بندونکے حق مین خدا تعالی پر واجب ہی وہ اس مسئلہ مفروضہ مین کیا جواب دیگا کہ اگر آخرت مین ایک مردہ لڑکے
اور ایک بالغ مردہ کے درمیان مین مناظرہ ہو اور دونون مسلمان مرے ہون تو اللہ تعالی بالغ کے درجے بڑھا دیگا اور لڑکے پر اُسکو فضیلت
دیگا اسلیے کہ بالغ نے طاعت الٰہی مین بعد بلوغ کے محنت اُٹھائی اور ایسا کرنا معتزلی کے قول کے بموجب خدا تعالی پر واجب ہی اس
صورت مین اگر وہ لڑکا کہے کہ الٰہی تو نے اس کا مرتبہ کیون زیادہ کیا تو اللہ تعالی فرما دیگا کہ اسلیے کہ یہ بالغ ہوا اور طاعت مین محنت کی پھر
لڑکا یہ کہیگا کہ الٰہی تو نے مجھکو تو لڑکپن مین مار دیا تھا تیرے اوپر واجب تو یہ تھا کہ میری زندگی باقی رکھتا تاکہ مین بالغ ہو جاتا اور طاعت مین
کوشش کرتا تو نے عدل اس بات مین نہ کیا کہ اُسکی عمر زیادہ کی اور میری نہ کی اُسمین یہ بھی قصور نہین ہی کہ مجھ پر اُسکو فضیلت دی اسکا خدا تعالی فرما دیگا
اسلیے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بالغ ہوتا تو شرک یا معصیت کرتا تو تیرے حق مین مناسب تر یہی تھا کہ لڑکپن مین مر جاوے یہ عذر خدا تعالی کی
طرف سے معتزلی بیان کرتے ہین اب اُسپر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ جب اللہ تعالی لڑکے کے سوال پر یہ ارشاد اس طرح کا کریگا تو کفار دوزخ کے
طبقات مین سے کافر پکار اٹھینگے اور کہینگے کہ الٰہی یہ تو تجھے معلوم ہی تھا کہ ہم بڑے ہو کر شرک کرینگے تو تو نے ہمکو لڑکپن ہی مین کیون نہ مار ڈالا
ہم تو اس مسلمان لڑکے کے درجے سے کمتر پر بھی راضی تھے تو اسکا جواب کیا دیا جاویگا۔ اب اس صورت مین یہ یقین کرنا واجب ہی کہ خداوند
کریم کے معاملات جلال کی جہت سے ایسے نہین کہ معتزلیونکی میزان مین اُنکی گنجایش ہو پس اگر یہ کہو کہ اللہ تعالی بندون کے حق مین
مناسب تر فعل کی رعایت پر قادر بیشک ہی پھر اُنپر اسباب عذاب کو مسلط کر دینا قبیح ہی حکمت سے بعید ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ قبیح کے معنی یہ ہین کہ
چیز غرض کے موافق نہو یہانتک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے حق مین قبیح ہوتی ہی اور دوسرے شخص کے حق مین بشرطیکہ اُسکی غرض کے موافق پڑے
اچھی ہوتی ہی مثلاً کسی کا مارا جانا اُسکے اقربا قبیح جانتے ہین اور اُسکے دشمن اچھا سمجھتے ہین تو اگر تمھاری غرض قبیح سے یہ ہی کہ وہ امر
خداے تعالی کی غرض کے موافق نہین تب تو محال ہی اسلیے کہ اُسکو کوئی غرض نہین اسی لیے معنون کے اعتبار سے اُس سے قبیح متصور نہین
جیسے کہ ظلم اُس سے متصور نہین یعنی یہ کہ غیر ملک مین اُسکا تصرف کرنا ہو نہین سکتا اسلیے ظلم بھی اُس سے محال ہی اور اگر قبیح سے یہ غرض ہی
کہ جو اورون کی غرض کے موافق نہو تو اُسکو خدا تعالی پر محال کیون کہتے ہو یہ تو صرف ایک تمنا ہی اُسکے خلاف پر وہی صورت شاہد
ہی جو ہم نے دوزخیون کے مناظرہ کی فرض کی ہی علاوہ ازین حکیم کے معنی یہ ہین کہ چیزون کی حقیقتون سے آگاہ اور اُنکا افعال کو اپنے
ارادے کے موافق منضبط کرنے پر قادر ہو اور اسمین یہ بات نہین پائی جاتی کہ مناسب تر کی رعایت کرنی حکیم پر واجب ہو اور ہم پر [illegible]

حکیم جو رعایت مناسب ترکی کرتے ہیں وہ صرف اپنے نفس کے لحاظ سے کرتے ہیں کہ دنیا میں اُسکے باعث تعریف حاصل ہو اور
آخرت میں ثواب یا اُسکی جہت سے کوئی آفت اپنے اوپر سے دفع کریں اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں اسلیے اصلح کی رعایت کا
اُسپر واجب ہونا بھی محال ہے **آٹھویں اصل** یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور طاعت اُسکے واجب کرنے اور اُسکی شریعت کی جہت سے
واجب ہے عقل کی جہت سے واجب نہیں معتزلی اسمیں بھی خلاف کرتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر عقل خدا تعالیٰ کی طاعت کو واجب
کرے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بیفائدہ واجب کریگی اور یہ محال ہے اسلیے کہ عقل لغو کی موجب نہیں ہوتی اور یا کسی فائدہ کے لیے واجب کریگی
اور فائدہ یا تو معبود کا ہوگا اور یہ بھی خدا تعالیٰ کے حق میں محال ہے کہ وہ سب فائدوں اور غرضوں سے پاک ہے بلکہ کفر اور ایمان اور طاعت اور عصیان
اُسکے حق میں دونوں برابر ہیں خواہ بندے کا فائدہ ہوگا اور یہ بھی محال ہے اسلیے کہ بالفعل بندے کی کوئی غرض اُس سے متعلق نہیں بلکہ طاعت
پر جو محنت کرتا ہے اور اپنے شہوات سے اُسکے باعث باز رہتا ہے اُسکا انجام بجز ثواب اور عقاب کے اور کچھ نہیں اور یہ کہاں سے جان لیا کہ خدا تعالیٰ
معرفت اور طاعت پر ثواب ہی عنایت کریگا عذاب نہ کریگا اُسکے نزدیک تو طاعت اور معصیت برابر ہیں کیونکہ اُسکو دونوں میں سے کسی کی
طرف میل نہیں اور نہ اُنمیں سے کسی کو اُسکے ساتھ خصوصیت ہے بلکہ اُسکی تمیز شریعت ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور جسنے اس امر کو خلق کے اوپر
قیاس کیا کہ مخلوق کی شکرگزاری سے مخلوق خوش اور محظوظ ہوتی ہے اور ناشکری سے ناخوش ہوا کرتی ہے تو اسیطرح خالق کا حال ہے کہ طاعت
سے اُسکو راحت ہوتی ہے اور معصیت سے نہیں ہوتی تو یہ اُس شخص کی خطا ہے پس اگر کوئی یوں کہے کہ جب طاعت اور معرفت کا وجوب بجز
شریعت کے اور کسی چیز سے نہ رہا اور شریعت جبتک نہیں حاصل ہوتی ہے جبتک کہ مکلف اُسمیں نظر نہ کرے تو اگر مکلف شخص
پیغمبر سے یہ تقریر کرے کہ عقل مجھپر نظر کو واجب نہیں کرتی اور نہ شریعت بدون نظر کرنے کے مجھپر تاثیر کرے اور میں خود نظر پر
جرأت نہیں کرتا تو چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکا جواب کچھ نہ دے سکیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اُس شخص کا کہنا ایسا ہے
جیسا زید عمرو سے کہے اور وہ کسی جگہ میں کھڑا ہو کہ تیرے پیچھے ایک درندہ بلا کو ہے اگر تو یہاں سے نہ ٹلیگا تو وہ تجھے مار ڈالے گا اور
اگر تو اپنے پیچھے منہ پھیر کر دیکھے گا تو میرا سچ کہنا تجھے معلوم ہو جاویگا اُسکے جواب میں عمرو کہے کہ تیرا سچ جبتک میں مڑ کر نہ دیکھوں
مجھے ثابت نہوگا اور جبتک مجھے تیرا سچ نہ ثابت ہو جاوے مڑنا اور دیکھنا کیا ضرور ہے تو ظاہر ہے کہ اس قول سے عمرو کی حماقت پائی جاویگی
اور خود نشانہ تیر بلا ہوگا زید کا اسمیں کیا ضرر ہوگا اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے پیچھے موت ہے اور اُسکے اُس طرف
درندہ بلا کو اور دہکتی آگ ہے اگر تم اُنسے اپنی تدبیر بچاؤ کی نہ کرلوگے تو تمکو وہ تباہ کردینگے اور میرا سچ تمکو میرے معجزوں کے دیکھنے سے معلوم ہوجاویگا
پس جو شخص معجزوں کی طرف ملتفت ہو کر اپنا بچاؤ کریگا وہ بچ جاویگا اور جسنے التفات نکیا اور غفلت پر مصر رہا وہ تباہ اور خراب ہوگا اور
اگر سارے آدمی ہلاک ہو جاویں تو اُسمیں مجھپر کچھ ضرر نہیں میرا ذمہ تو صرف صاف صاف کہدینے کا ہے غرضکہ شریعت موت کے بعد بلا کو درندوں کے
ہونیکو بتاتی ہے اور عقل شریعت کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کا فائدہ دیتی ہے اور جو باتیں شرع کے قول کے بموجب کہ آیندہ کو ہونگی اُنکا امکان جانتی ہے
اور طبیعت ضرر سے بچ رہنے پر ابھارتی ہے اور واجب ہونیکے معنی یہی ہیں کہ اُسکے ترک کرنیسے ضرر ہو اور شریعت کو جو واجب کرنیوالی کہتے ہیں
اُس سے یہ مراد ہے کہ شریعت اُس ضرر کو بتاتی ہے جسکی توقع آیندہ کو ہو کیونکہ عقل تو اس بات کی ہدایت نہیں کرتی کہ شہوات کی پیروی

کرنے سے موت کے بعد ضرر کا نشانہ بننا پڑیگا پس یہ معنی ہین شرع اور عقل کے اور واجب کے باب مین اُنکی تاثیر کے اور اگر بالفرض
مامور بہ کے ترک پر عذاب کا خوف نہوتا تو وجوب بھی ثابت نہوتا اسلیے کہ واجب تو اُسی کو کہتے ہین جسکے ترک کرنے سے آخرت مین کوئی
ضرر متعلق ہو نوین اصل یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کا بھیجنا محال نہین اسمین فرقہ براہمہ کا خلاف ہو وہ کہتے ہین کہ رسولونکے بھیجنے مین
کچھ فائدہ نہین عقل کے ہوتے اُنسے کچھ مطلب نہین اور ہم یہ کہتے ہین کہ عقل سے وہ کام نہین معلوم ہوتے جو آخرت مین نجات کے موجب
ہون جیسے کہ عقل سے وہ دوائین جو صحت کی مفید ہون معلوم نہین ہوتین تو مخلوق کو انبیا کی ایسی ہی حاجت ہو جیسے اُنکو طبیب کی حاجت ہو
فرق اتنا ہو کہ طبیب کا قول تجربہ سے سچ مانا جاتا ہو اور نبی معجزہ سے دسوین اصل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور
پہلی شریعتون یعنی یہود و نصاری اور مجوسیون کی ملتونکا ناسخ بھیجا اور ظاہر معجزات اور غالب کرامات سے آپکی تائید فرمائی جیسے چاند کا
شق ہونا اور کنکریون کا تسبیح پڑھنا اور چوپایہ کا بولنا اور انگلیون کے بیچ مین سے پانی کا بہنا وغیرہ اور آپکے ظاہر معجزات مین کہ تمام
عرب پر اسکے باعث آپکو فوقیت ہوا قرآن مجید ہو کہ باوجودیکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت مین ممتاز تھے اُسکے مقابلہ پر قادر نہوئے اسلیے
کہ جو کچھ عمدگی اور ترتیب کی خوبی اور عبارت کی درستی اُسمین ہو آدمی کی طاقت نہین کہ اسکو جمع کرسکے اور باتون مین سب مین مزاحمت کی
کہ گرفتار کرنا اور لوٹ لینا اور قتل کا ارادہ کرنا اور وطن سے نکال دینا سب کچھ کیا جیسے اللہ تعالیٰ نے انکا حال فرمادیا مگر قرآن کے مثل
نہ لاسکے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ تھے اور کتابوں کے مس نہ کیا تھا علاوہ ازین کلام مجید مین پہلے لوگونکی خبرین اور بہت
اُمور غیب کے حالات بیان کردئے ہین جنکا سچ آخر کو معلوم ہوا جیسے یہ آیت ہو لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین الآیہ
اور یہ آیت الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین اور معجزہ جو رسول کے سچ ہونے پر دلالت کرتا ہو اُسکی
وجہ یہ ہو کہ جو فعل کہ آدمی اُس سے عاجز ہون وہ بجز خداے تعالیٰ کے فعل کے دوسرے کا نہوگا تو جب اسطرحکا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ متصل ہوگا تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ گویا خداے تعالیٰ فرماتا ہو کہ یہ رسول سچ کہتا ہو اور اسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور مین
کھڑا ہو اور اسکی رعیت کے سامنے دعوی کرتا ہو کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون تو اگر یہ شخص بادشاہ سے کہے کہ اگر مین اس دعوی مین سچا ہون
تو آپ اپنے تخت پر تین بار خلاف عادت اُٹھیے اور بیٹھیے اور بادشاہ اسکے کہنے سے ویسا ہی کرے تو جو لوگ وہان موجود ہونگے ظاہر ہو کہ انکو
معلوم ہوجاویگا کہ بادشاہ نے گویا یہ کہدیا کہ ایلچی سچ کہتا ہو چوتھا رکن سنی ہوئی چیزون کے بیان مین اور جن امور کی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خبر دی ہو انکو سچ جاننے مین اور اسکا مدار دس اصلون پر ہو پہلی اصل یہ کہ حشر اور نشر ہوگا کہ شریعت مین اُسکی خبر آچکی ہو اور اسکا
سچ جاننا واجب ہو اسلیے کہ اسکا وجود عقل مین ممکن ہو اور معنی اسکے یہ ہین کہ بعد فنا کے دوبارہ موجود ہونا اور یہ امر خداے تعالیٰ کی قدرت مین ایسا ہو
جیسے اُسنے اول پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہو قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشأہا اول مرۃ یعنی ابتدا مین پیدا کرنے سے دوبارہ
پیدا کرنے پر استدلال فرمایا اور دوسری جا ارشاد ہو ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ اور دوبارہ پیدا کرنا دوسری ابتدا ہو پس وہ مثل ابتداء اول کے
ممکن ہو دوسری اصل منکر نکیر کا سوال حادیث مین آچکا ہو تو اُسکی تصدیق بھی واجب ہو اسلیے کہ عقل کی رو سے وہ ممکن ہو کیونکہ اس
مین لازم آتا ہو کہ زندگی دوبارہ کسی ایسی جزو مین آجاوے جس سے خطاب کیا جاسکے اور یہ امر بذات خود ممکن ہو اور اسپر یہ اعتراض نہین ہوسکتا

که میت کے اجزا تو ساکن رہتے ہیں اور ہمکو منکر نکیر کا سوال سُنائی نہیں دیتا کیونکہ سوتا آدمی بھی ظاہر میں ساکن ہوتا ہے مگر اندر سے رنج اور
لذتیں ایسی پاتا ہے کہ جاگنے کے بعد بھی اُنکا اثر پاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کلام سنتے تھے اور اُنکو دیکھتے تھے اور آپکے
لوگ نہ سنتے تھے اور نہ دیکھتے تھے اور نہ اُنکے علم میں سے کوئی چیز معلوم کرسکتے تھے الاماشاءاللہ غرضکہ اُن لوگوں کیلیے سننا اور دیکھنا فرشتون کا
پیدا نہیں کیا گیا تھا اسلیے حضرت جبرئیل کو نہ دیکھا **تیسری اصل** عذاب قبر شریعت سے ثابت ہے اللہ تعالی فرماتا ہے النار یعرضون علیہا غدوا
وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف کے سب نیکبختوں سے مشہور چلا آتا ہے کہ وہ عذاب
قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور قبر کا عذاب ممکن ہے تو اُسکی تصدیق کرنی واجب ہے اور میت کے اجزا کا درندون کے پیٹ میں اور پرندون کے
پوٹوں میں بٹ جانا عذاب قبر کی تصدیق کا مانع نہیں اسلیے کہ عذاب کا درد تو حیوانوں میں سے خاص اجزا کو معلوم ہوا کرتا ہے اللہ تعالی میں قدرت
ہے کہ ادراک ان اجزا میں پھر سے پیدا کردے **چوتھی اصل** میزان ہے جسکے باب میں اللہ تعالی فرماتا ہے ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ
اور دوسری جا ارشاد ہے فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون اور اُسکی
دلیل یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک جتنا عملوں کا رتبہ ہوتا ہے اُسی کے موافق نامۂ اعمال میں وزن پیدا کردیتا ہے اس سے بندوں کے اعمال
کی مقداریں بندوں کو معلوم ہوجاوینگی تاکہ اُنپر یہ بات کھل جاوے کہ اگر عذاب کریگا تو عدل ہے اور اگر ثواب دیگا تو عفو اور فضل ہے **پانچوین اصل**
پل صراط یعنی دوزخ کی پشت پر بنا ہوا ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اللہ تعالی فرماتا ہے فاہدوہم الی صراط الجحیم وقفوہم انہم مسئولون
اور اس پل کا ہونا ممکن ہے اسلیے اُسکا سچ جاننا بھی واجب ہے اور وجہ ممکن ہونیکی یہ ہے کہ جو شخص اس بات پر قادر ہے کہ پرند کو ہوا میں اڑادے
وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آدمی کو اُس پل کے اوپر چلاوے **چھٹی اصل** یہ کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں اللہ تعالی
فرماتا ہے وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموات والارض اعدت للمتقین لفظ اعدت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت مخلوق ہے اسی لیے اسکو
باعتبار ظاہر الفاظ کے رہنے دینا واجب ہے کیونکہ کوئی محال اس میں نہیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ روز جزا سے پہلے ان دونوں کے پیدا کرنے
میں کچھ فائدہ نہیں تو اُسکا جواب یہ ہے کہ جو کچھ خداے تعالی کرتا ہے اُس سے اُسکی بابت پرسش نہیں اور وہ سب سے پوچھ ہوگی **ساتوین اصل**
یہ کہ امام برحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہیں فرمائی اسلیے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو اولی یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی حاکم یا امیر آپنے شہروں
میں مقرر فرمایا وہ چھپا نہیں رہا یہ تو اُسکی نسبت کہیں زیادہ ظاہر ہونا چاہیے تھا یہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہوگیا تھا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ
ہم تک وہ حال نہ پہونچا حاصل یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق لوگوں کے پسند کرنے اور بیعت کی جہت سے امام ہوے اور اگر بالفرض کہا جاوے کہ
نص دوسرے کیلیے تھی تو کل صحابہ کو کہنا ہے کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور اجماع کا خلاف کرتا ہے اور
یہ بات ایسی ہے کہ رافضیوں کے سوا اور کسی سے اسپر جرأت نہیں ہوتی اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ سب صحابہ کو اچھا کہیں اور جسطرح

...آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے ۱۲

کہ خدائے تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تعریف کی ہے اسیطرح اُنکی تعریف کریں۔ اور جو نزاع کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی
کرم اللہ وجہہ میں ہوا اُسکی بنا اجتہاد پر تھی یہ نہیں کہ امامت کے باب میں حضرت معاویہ کی طرف سے ہوا ہو بلکہ حضرت علی نے یہ گمان کیا
کہ حضرت عثمان غنی رض کے قاتلوں کو سپرد کر دینے کا انجام یہ ہوگا کہ امامت کا معاملہ ابھی درہم و برہم ہو جاویگا بایں لحاظ کہ اُنکے قبائل بہت ہیں
اور لشکر میں ملے جلے ہیں اسلیے اُنکے سپرد کرنے میں تاخیر کو اچھا جانا اور حضرت امیر معاویہ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے اُنکے
بارے میں تاخیر کرنی اماموں کے اوپر اُنکو اُبھارنا ہے اور کشت وخون ناحق کے درپے ہونا۔ اور بڑے بڑے علما کا قول ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور
بعضے یہ کہتے ہیں کہ صواب کو پہونچنے والا ایک ہی ہوتا ہے اور کسی اہل علم کی تجویز نہیں ہے کہ حضرت علی رض کو کہا ہو کہ خطا پر تھے آٹھویں اصل
یہ کہ صحابہ رض کا فضل اس ترتیب سے ہے جسطرح پر کہ خلافت ہوئی اسلیے کہ فضل واقع میں وہ ہے جو اللہ تعالی کے نزدیک ہو اور یہ امر ایسا ہے کہ بجز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی اُسپر مطلع نہیں ہوتا اور اُن سب کی تعریف میں آیات اور احادیث بہت سی وارد ہیں و فضل کے دقائق
اور اُسکی ترتیب کو وہی لوگ جانتے ہیں جو وحی اور قرآن مجید کے اُترنے کو دیکھتے تھے اور قرآن حال سے فضل کے دقائق معلوم کرتے تھے
پس اگر وہ لوگ بزرگی کو اس ترتیب کے ساتھ نہ سمجھے ہوتے تو خلافت کو اس طرح ترتیب نہ دیتے اسلیے کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالی
کے باب میں نہ ملامت گروں کے طعن سے ڈرتے تھے اور نہ اُنکو امر حق سے کوئی مانع باز رکھتا تھا نویں اصل یہ کہ امامت کی شرطیں بعد اسلام
اور بلوغ اور عقل اور آزادی کے پانچ ہیں مرد ہونا اور ورع اور علم اور کفایت اور قریشی ہونا اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا الائمۃ من قریش یعنی امام قریش میں سے ہوتے ہیں اور جب بہت سے لوگ ایسے ہوں جنمیں یہ پانچوں صفتیں موجود ہوں تو امام وہ ہوگا
جسکے لیے بیعت اکثر خلق کی ہو جاوے اور جو اکثر لوگوں کا خلاف کرے وہ باغی ہے اسکو حق کے انقیاد کی طرف پھیرنا واجب ہے دسویں
اصل یہ کہ جو شخص امامت کا کفیل ہو اگر اسمیں ورع اور علم کا وجود دشوار ہو اور اُسکے معزول کر دینے سے ایسا فتنہ برپا ہوتا ہو جسکی تاب
لوگوں کو نہو تو ہم یہی کہینگے کہ اُسکی امامت درست ہے اسواسطے کہ اگر اُسکو معزول کر دیا جاوے تو دو حال سے خالی نہیں یا دوسرا اُسکی جگہ پر ہو
یا بالکل امامت خالی رہے اگر پہلی صورت ہوگی یعنی اُسکی جگہ دوسرا مقرر کیا جاویگا تب تو جتنا ضرر مسلمانوں کو فتنہ برپا ہونے سے ہوگا وہ اُس
نقصان کی نسبت کہیں زیادہ ہوگا جو امام مذکور میں شروط امامت کے ناقص ہونے کی جہت سے اُنکو ہوگا کیونکہ شروط مذکورہ صرف زیادتی
مصلحت کے لیے ٹھہرائی گئی ہیں تو زیادتی مصلحت کے ہونے کے خوف سے اصل مصلحت کو دور کرنا خوب نہیں جیسے کوئی ایک محل بناوے اور
شہر کو گرا دے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی شہر امام سے خالی رہیں تو سب مقدمات بگڑ جاوینگے کسیطرح ہو نہیں سکتا اسلیے ضرور اول ہی
صورت قائم رہیگی علاوہ ازیں ہم حکم دیتے ہیں کہ باغیوں کا حکم اُنکے شہروں میں جاری ہے اس نظر سے کہ اُنکو حاجت ہوتی ہے تو حاجت اور
ضرورت کے ہوتے ہوئے امامت کیسے درست نہوگی غرضکہ یہ چار رکن جو چالیس اصول پر مشتمل ہیں عقائد کے قواعد ہیں جو کوئی اُنکا معتقد ہوگا
وہ اہل سنت وجماعت کے موافق اور بدعت کے فرقے سے علیحدہ ہوگا ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنی توفیق سے ہمکو راستی پر رکھے
اور اپنے جود اور احسان و فضل سے راہ حق کی طرف ہمکو ہدایت کرے وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم چوتھی فصل ایمان
اور اسلام میں اور ان دونوں میں جو کچھ اتصال اور جدائی ہے اور جو کمی بیشی ان دونوں پر طاری ہوا کرتی ہے اور سلف کے لوگ جو

ربع ثانی

انشاء اللہ ان دونوں کے باب میں کہتے تھے اُسکی وجہ کے ذکر میں ور اس فصل میں تین مسئلے ہیں۔ **اول** اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے
کہ اسلام ایمان ہی ہے یا دوسری چیز ہے اور اگر دوسری چیز ہے تو اُس سے جدا پایا جاتا ہے یا اُسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہے پس بعض تو یہ
کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ دو چیزیں ہیں آپس میں ملتی نہیں جدا جدا ہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ دو ہیں مگر ایک دوسرے سے
وابستہ رہتی ہیں اور ابو طالب مکی نے اس باب میں ایک بہت بڑی تقریر نہایت بیہودگی لکھی ہے اب ہم حق صریح کو بیان کرتے ہیں بدون اس بات
کہ ایسی تقریر نقل کریں جسمیں کچھ فائدہ نہو۔ واضح ہو کہ اس باب میں تین بحثیں ہیں اول اس باب میں کہ لغت میں دونوں لفظوں کے معنی کیا ہیں دوم شرع
کے بولنے میں ان دونوں سے کیا مراد ہے سوم ان دونوں کا حکم دُنیا اور آخرت میں کیا ہے غرض کہ اول بحث لغوی ہے اور دوسری تفسیری اور
تیسری فقہی شرعی۔ **بحث اول** معنی لغوی کے بیان میں۔ حق یہ ہے کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما انت بمؤمن لنا
مومن سے مراد مصدق یعنی تصدیق کرنیوالے ہے اور اسلام کے معنی فرمانبرداری کو ماننے اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑ دینے کے ہیں
اور تصدیق کا ایک محل خاص ہے یعنی وہ دل سے ہوتی ہے اور زبان اُسکی ترجمان یعنی بیان کرنیوالی ہے اور ماننا عام ہے دل اور زبان اور اعضا
سب سے ہوتا ہے کیونکہ جو تصدیق دل سے ہے وہ تسلیم اور ترک انکار ہے اسیطرح زبان سے اقرار کرنا اور طاعت اور انقیاد اعضا سے کرنا ہے حاصل
یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے اسلام عام ہے اور ایمان خاص اور اسلام کے اجزا میں سے اشرف کا نام ایمان ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق
تسلیم ہے اور یہ نہیں کہ ہر تسلیم تصدیق ہو۔ **بحث دوم** اطلاق شرعی کے ذکر میں اور اس باب میں حق یہ ہے کہ شریعت میں ان دونوں کا استعمال
تینوں طور پر آیا ہے یعنی دونوں کے ایک معنی ہوں یا جدا جدا ہوں یا ایک کے معنوں میں دوسرے کے معنی داخل ہوں دونوں کے ہم معنی ہونے کی مثال
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاخرجنا من کان فیھا من المؤمنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین اور یہ امر باتفاق ثابت ہے کہ ایک ہی گھر تھا
اُسی کے لیے مومنین اور مسلمین ارشاد فرمایا یا قوم ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ بنی الاسلام علی خمس اور ایک بار جو آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو اُسکے جواب میں یہی پانچوں رکن ارشاد فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان
اور اسلام دونوں ایک ہی ہیں اور دونوں کے جدا جدا ہونے کی مثال یہ آیت ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا یعنی یہ کہو کہ ہمنے
ظاہر میں انقیاد و قبول کیا اور اس جگہ سے مراد فقط دل کی تصدیق ہے اور اسلام سے غرض زبانی خواہ اعضا کی ظاہری فرمانبرداری ہے
اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ جب اُنھوں نے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تو فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر اور اُسکے فرشتوں اور کتابوں
اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر اور حساب پر خیر و شر کو اُسی کی طرف سے جاننے پر ایمان ہے پھر پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے
تو جواب میں یہی پانچ خصلتیں مذکور فرمائیں یعنی اسلام کو بیان فرمایا کہ قول اور عمل سے تسلیم کرنے کو کہتے ہیں اور سعد بن ابی وقاص رضی
کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کچھ دیا اور دوسرے کو وہ نہ دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم آپنے اُس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے آپ نے فرمایا کہ مومن ہے یا مسلم پھر دوبارہ اُنھوں نے وہی عرض کیا آپنے دوبارہ وہی
جواب دیا اور ایک کے معنی دوسرے میں داخل ہونے کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کونسا افضل ہے
آپنے فرمایا کہ اسلام پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں

مختلف بھی ہیں اور ایک دوسرے میں داخل بھی اور یہ امر لغت کی رو سے استعمالوں میں سب سے اچھا ہے اسلیے کہ ایمان اعمال میں سے ایک عمل
ہے جو سب اعمال سے افضل ہے اور اسلام تسلیم کا نام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضا سے اور ان سب میں بہتر وہ تسلیم ہے جو
دل سے ہو اور یہ دل کی تسلیم وہی تصدیق ہے جسکو ایمان کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال جداگانہ طور پر خواہ تداخل یا ترادف کے
طور پر مجاز فی اللغۃ کے طریق سے خارج نہیں مثلاً جداگانہ طور پر استعمال یہ ہو کہ ایمان کو فقط دل کی تصدیق کا نام کہیں تو لغت کے موافق ہوگا
اور اسلام کو تسلیم ظاہری ٹھہراویں یہ بھی لغت کے موافق ہے اسلیے کہ تسلیم اگر تسلیم کی بعض جگہوں سے بھی ہوگی تو اسکا بھی نام تسلیم ہی کہینگے یہ تو شرط
نہیں کہ جہاں جہاں سے اسی کا پایا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ سب حاصل ہی ہوں جیسے مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی ٹکڑے سے
چھووے تو چھونے والا کہلاویگا گو سب بدن چھونے میں شامل نہیں اسی طرح لفظ اسلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بولنا جسوقت کہ باطن کی
تسلیم نہو لغت کے مطابق ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد سعد کی حدیث میں کہ او مسلم ہے اسلیے کہ آپنے مومن کو مسلم پر ترجیح دی اور یہ ہی غرض ہے دونوں کے معنوں کے جدا ہونے سے یہی ہے کہ
ایک دوسرے سے بڑھکر ہو اور تداخل کے طور پر بھی لغت کے موافق ہوگا یعنی اسلام کو یہ ٹھہراویں کہ دل اور قول اور عمل سب سے تصدیق کا
نام ہے اور ایمان کو کہیں کہ بعض تصدیق کا نام ہے جو اسلام میں داخل ہے یعنی صرف دل کی تصدیق اور یہ ہی غرض ہے تداخل سے بھی ہو اور ایمان کو
خاص کر دینا اور اسلام کو عام کر دینا لغت کے موافق ہے اور اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کونسا
اسلام افضل ہے تو آپنے ایمان فرمایا یعنی آپنے ایمان کو خاص کرکے اسلام میں داخل کر دیا اور ایک معنی پر استعمال کی مثال یہ ہے کہ
اسلام کے معنی تسلیم کے لیے جاویں جو دل اور ظاہر دونوں سے ہو کیونکہ تسلیم ہر دو حال ہوگی اور ایمان کے معنی بھی یہی کر دیے جاویں اس صورت
میں صرف اتنا تصرف ہوگا کہ ایمان میں جو خصوصیت دل کے تسلیم کی تھی اسکو عام کر دیا جاویگا اور ظاہر کی تسلیم کو بھی اس میں داخل کیا جاویگا
اور یہ تصرف درست ہے اسلیے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درخت بولتے ہیں
اور تسامح کے طور پر اس سے درخت مع پھل مراد ہوتا ہے تو اتنے تصرف سے ایمان ہم معنی اسلام کا اور اسکے مطابق ہو جاویگا نہ اس سے زیادہ
ہوگا نہ کم اور اسی بنا پر یہ ارشاد خداوندی ہے فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین دوسری بحث حکم شرعی کے ذکر میں اسلام اور ایمان کے
دو حکم ہیں ایک دنیاوی دوسرا اخروی حکم اخروی تو یہ ہے کہ آتش دوزخ سے نکالنا اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا مانع ہونا کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان اور اس بات میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ یہ حکم کس چیز پر
مترتب ہوتا ہے یعنی وہ ایمان کونسا ہے جسکا نتیجہ آتش دوزخ سے نکلنا ہے بعض کا قول تو یہ ہے کہ صرف یقین کرنیکا نام ہے اور کچھ یہ کہتے ہیں
کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہے اور بعض تیسری بات اور بڑھاتے ہیں یعنی اعضا سے عمل کرنا اور ہم اس بات میں اصلی
مطلب کو واضح کرتے ہیں کہ واضح ہو کہ جو کوئی ان تینوں باتوں کا جامع ہوگا تو اسمیں خلاف کسی کا نہیں کہ بیشک اسکا ٹھکانا
جنت میں ہوگا یہ تو ایک درجہ ہوا دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو باتیں پائی جاویں اور کچھ تیسری بھی ہو یعنی دل سے یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور
کچھ عمل پایا جاوے مگر اس شخص سے ایک یا زیادہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا ہو تو اس صورت میں معتزلی یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ایمان سے

[illegible] اخرجہ البخاری و مسلم بروایت ابو سعید خدری رضہ

خارج ہوا مگر کفر مین داخل نہین ہوا بلکہ اُسکا نام فاسق ہی اور ایک درجہ ہی ایمان اور کفر کے درمیان مین اور ایسا شخص دوزخ مین ہمیشہ رہیگا
اور یہ قول باطل ہی چنانچہ عنقریب اُسکا ہم بیان کرینگے تیسرا درجہ یہ ہی کہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار پایا جاوے اور اعضا سے
اعمال نہون ایسے شخص کے حکم مین لوگون نے اختلاف کیا ہی ابو طالب مکی کا قول یہ ہی کہ عمل کرنا جزو ایمان ہی اور ایمان بدون عمل کے پورا
نہین ہوتا اور اسپر اجماع کا دعویٰ ایسی دلیلون سے کیا ہی جنسے اُنکے مطلب کا خلاف معلوم ہوتا ہی جیسے مثلاً دلیل مین یہ آیت نقل کی ہی
الذین آمنوا وعملوا الصالحات کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہی ایمان مین داخل نہین ورنہ عمل حکم معاد مین ہوگا اور
تعجب یہ ہی کہ اس قول پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہین اور باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نقل کرتے ہین کہ کسی شخص کو کافر نہ
کہا جاوے مگر اُس صورت مین کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہی اُسکا منکر ہو اور فرقہ معتزلہ جو کبیرہ گنا ہون کے سبب دوزخ مین ہمیشہ رہنے
کے قائل ہین اُنکے قول کا انکار کرتے ہین حالانکہ جو اُنکے قول کا قائل ہی وہ بعینہ معتزلیون کے مذہب کا قائل ہوگا کیونکہ ہم اُس سے یہ کہینگے
کہ جو شخص اپنے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے شہادت ادا کرے اور اُسی وقت مر جاوے تو وہ جنت مین جاویگا یا نہین اُسکے جواب مین
وہ یہی کہیگا کہ ہان جنت مین جاویگا تو اس صورت مین ایمان بدون عمل کے کہنا پڑیگا اب ہم کچھ زیادہ کرکے پوچھینگے کہ وہی شخص اگر بالفرض
اتنا زندہ رہے کہ اُسپر ایک نماز کا وقت آجاوے اور وہ اُسکو ترک کرے اور مر جاوے یا زنا کرے اور مر جاوے تو وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا
یا نہین اگر وہ جواب دیگا کہ رہیگا تب تو معتزلیون کا ہی مطلب ہی اور اگر کہے گا کہ نہین تو اس بات کی تصریح ہی کہ عمل جزو ایمان نہین اور
نہ ایمان کے وجود مین شرط ہی اور نہ اُسکے باعث جنت کا استحقاق ہی اور اگر یہ کہے کہ میری غرض یہ ہی کہ وہ شخص بہت مدت تک جیوے
اور نماز نہ پڑھے اور نہ اور کوئی عمل شرعی بجا لاوے تو ہم یہ کہینگے کہ اُس بات کو معین کرو اور طاعتونکے شمار بتلاؤ جنکے چھوڑنے سے
ایمان جاتا رہتا ہی اور کبیرون کی گنتی کیا ہی جنکے ارتکاب سے ایمان باطل ہوتا ہی اور یہ بات ایسی ہی کہ اسکی مقدار نہین ہو سکتی اور نہ کبھی
کوئی اس طرف گیا چوتھا درجہ یہ ہی کہ دل کی تصدیق پائی جاوے اور ہنوز نوبت زبان سے اقرار اور عمل مین مصروف ہونیکی نہ پہونچی ہو کہ مر جاوے
تو اسکا جواب یہ کہیگا کہ یہ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایمان سے مرا حالانکہ اس مسئلہ مین خلاف ہی اور جو شخص کہ ایمان کے پورا ہونے مین
قول زبانی کی شرط کرتا ہی اُسکا یہ کہنا ہوگا کہ یہ شخص ایمان سے پہلے مرا اور یہ قول فاسد ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی
کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اس شخص کا دل تو ایمان سے لبالب تھا یہ کیسے دوزخ مین ہمیشہ رہیگا
اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مین ایمان کی شرط بجز اسکے اور کچھ نہین کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور روز آخرت
کی تصدیق کرے جیسے پہلے بیان ہوا پانچوان درجہ یہ ہی کہ دل سے تصدیق کرے اور عمر مین اتنی مہلت بھی ملے کہ شہادت کے دونون کلمے
کہلے اور انکا واجب ہونا معلوم کر لے مگر اُنکو زبان سے ادا نہ کرے تو یہ احتمال ہو سکتا ہی کہ اسکا ادا نہ کرنا ایسا ہی جیسے نماز کے پڑھنے سے
باز رہنا اور باوجود اسکے ہم کہینگے کہ وہ شخص مومن ہی اور دوزخ مین مدام نہ رہیگا اسلیے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق ہی اور زبان اُس
اعتقاد دلی کا ترجمان ہی تو ضرور ہی کہ زبان کے ادا سے پیشتر بھی ایمان کامل موجود ہو تاکہ اُسکو زبان ادا کرے اور یہی ظاہر تر ہی اسلیے کہ
بجز معانی کی پیروی کے اور کوئی سند نہین اور لغت کی رو سے یہ ہی کہ ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے

فرمایا ہی کہ دوزخ سے وہ شخص نکل جاویگا جسکے دل مین ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اگر آدمی واجب امر کے بولنے سے سکوت کرے تو دل
مین سے ایمان نہین جائیگا جیسے فعل واجب کے نکرنے سے نیست نہین ہوتا۔ اور بعضے یہ کہتے ہین کہ زبان سے کہنا بھی ایمان کا
جزو ہی اسلیے کہ شہادت کے دونون کلمے دل کے حال سے خبر نہین دیتے بلکہ وہ دوسرے معاملہ کا انشا اور ابتدا اور التزام ہین اور اول قول
ظاہر تر ہی اور اس قول مین فرقہ مرجیہ نے یہانتک مبالغہ کیا ہی کہ یہ شخص کبھی آگ مین نجاویگا اُنکا یہ قول ہی کہ مومن اگرچہ نافرمانی کرے
مگر دوزخ مین نجاویگا اور ہم اُنکے قول کو بھی عنقریب باطل کرینگے چوتھا درجہ یہ ہی کہ زبان سے کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر دل مین
اُسکی تصدیق نکرے تو ہمکو اسبات مین شک نہین کہ ایسا شخص آخرت کے حکم مین کافرون مین ہوگا اور ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اور اسمین
بھی شک نہین کہ دنیا کے احکام مین جو متعلق امامون اور حاکمون کے ہین وہ مسلمانون سے ہوگا اسواسطے کہ اُسکے دل پر تو خبر ہو ہی نہین سکتی
ہمپر بھی لازم ہی کہ جو کچھ اُسنے زبان سے کہا اُسکو یہ خیال کرین کہ یہ قول اُسکے دل کے حال پر مطابق ہو لیکن ایک تیسرے امر مین ہمکو شک
ہی کہ اُسکے اور خدا تعالی کے درمیان کے معاملہ مین حکم دنیا وہی اُسپر لیا ہونا چاہیے مثلاً اُسی حال مین اگر کوئی اُسکا رشتہ دار مسلمان مرجاوے
اور اُسکے بعد وہ دل سے تصدیق ایمان کی کرے پھر فتوی پوچھے کہ جب میرا رشتہ دار مرا تھا مجھکو ایمان یعنی دل کی تصدیق نہ تھی مگر ظاہر اسلام
کی وجہ سے اُسکی میراث مجھے مل گئی اور اب وہ میرے پاس ہی تو وہ اُس معاملہ مین جو مجھمین اور خدا تعالی مین ہی مجھپر حلال ہی یا نہین
یا اُسی پہلی حالت مین کہ بحالت نفاق کسی عورت سے اُسنے نکاح کر لیا تھا اور پھر دل سے تصدیق کی تو اب اُسپر نکاح کا دوبارہ کرنا لازم ہی یا نہین یہ
حکم محل تردد ہی اسلیے یہ بھی ہو سکتا ہی کہ کہا جاوے کہ دنیا کے احکام زبانی قول سے ظاہر اور باطن دونون سے متعلق ہین اور یہ بھی کہہ سکتے ہین
کہ قول زبانی سے غیر شخص کے حق مین وابستہ ہین اسلیے کہ اُسکا باطن غیر پر ظاہر نہین اور خود اُسکو تو اپنے باطن کا حال ظاہر ہی کہ اُسکے اور
خدا تعالی کے درمیان کیا معاملہ ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ اُسکو وہ میراث لینا حرام ہوا اور نکاح کا پھر سے کرنا لازم آوے واللہ اعلم اور اسی لیے
حضرت حذیفہ رض اگر منافقین مین سے کوئی مرتا تھا تو اُسکے جنازے پر حاضر ہوتے تھے اور حضرت عمر رض بھی اُسکی رعایت کرتے تھے کہ جس جنازے
پر وہ نجاتے تھے آپ بھی تشریف نلیجاتے تھے اور نماز دنیا مین ایک فعل ظاہر ہی اگرچہ عبادات مین ہی اور حرام سے بچنا بھی اُن امور
مین سے ہی جو خدا تعالی کے لیے واجب ہین جیسے نماز ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ اور
یہ تقریر ہماری اس قول کے خلاف نہین کہ ارث اسلام کا حکم ہی اور وہ بھی تسلیم ہی بلکہ یہ تسلیم تام وہ ہی جو ظاہر اور باطن دونون کو شامل ہو اور یہ
بحثین فقہی اور ظنی ہین کہ ظاہر اور عام الفاظ اور قیاسون پر مبنی ہین تو جو شخص علوم مین قاصر ہو وہ یہ نسمجھے کہ اسبات مین قطعی یقین ہی
اور عادت یہ ہو گئی ہی کہ ایسی چیز کو فن کلام مین ذکر کرتے ہین جسمین حکم قطعی مطلوب ہوتا ہی تو جو شخص علوم مین عادتون اور رسمون کی طرف نظر
کرتا ہی اُسکو فلاح نہین ہوتی۔ اب اگر یہ کہو کہ معتزلیون اور مرجیون کے شبہے کیا ہین اور اُنکے قول کے باطل ہونیکی کیا دلیل ہی تو اُسکا
جواب یہ ہی کہ وجہ اُنکے شبہ کی عام آیتین قرآن مجید کی ہین چنانچہ مرجیہ کہتے ہین کہ ایماندار آگ مین نجاویگا گو سب طرح کے گناہ کرے
اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فمن یومن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا اور فرمایا والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون الآیہ اور فرمایا کلما القی فیہا
فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء اور لفظ کلما القی فیہا کا عام ہی تو یہ چاہیے کہ ہر دوزخ مین

نہ لا جائے یہ وہ تکذیب ہے کہ نہو الا ہو اور فرمایا لا یصلاہا الا الاشقی الذی کذب وتولی اس آیت میں حصر اور اثبات اور نفی تینوں وجود ہیں جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بجز اشقیا اور کذبین کے اور کوئی آگ میں نہ جاویگا اور فرمایا من جاء بالحسنة فله خیر منها وهم من فزع یومئذ آمنون اور حسنات
کی جڑ ایمان ہی تو ایمان والے کو خوف کیسے ہوگا اور فرمایا واللہ یحب المحسنین اور فرمایا انا لا نضیع اجر من احسن عملا یہ آئی دلیل ہو مگر آیتوں
کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اسلیے کہ ان آیتوں میں جہاں ذکر ایمان کا ہوا ہے ایمان سے عمل مراد ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ
ایمان سے کبھی اسلام بھی مراد لیا کرتے ہیں یعنی موافقت دل و قول اور عمل کی اور ایمان میں جو ہم بتا دیں کہ ان کی دلیل یہ ہو کہ بہت سی خبریں
وارد ہیں گنہگاروں کے عذاب اور بقدر عذاب کے وارد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے نکالا جاویگا وہ شخص جسکے
دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اس سے بھی ایمان والے کا دوزخ میں جانا ثابت ہے کیونکہ اگر دوزخ میں نہ جاویگا تو باہر کیسے نکلے گا اور قرآن سے
ثبوت اس طرح ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء … تخصیص فرمایا جو
سے معلوم ہوا کہ کوئی قسم ہو … اور دوسری جگہ ارشاد ہے ومن یعص اللہ ورسوله فان له نار جهنم خالدین فیها اور جو لوگ کہ اسی آیت میں
کفر کی خصوصیت لگاتے ہیں کہ یہ کافروں کا حال ہے تو یہ ان کی زبردستی ہے آیت میں کوئی قرینہ اسکا نہیں اور فرمایا الا ان الظالمین فی
عذاب مقیم اور فرمایا ومن جاء بالسیئة فکبت وجوههم فی النار غرضکہ جیسی عام آیتیں مخصوص نقل کی ہیں … عام عذاب
پر … دلالت کرتی ہیں اور تخصیص اور تاویل کرنے کے لیے دونوں جانب کو ضرورت ہے اسلیے کہ اخبار … کہ گناہ پر
عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالی کا ارشاد وان منکم الا واردها بھی گویا صریح ہے … کیونکہ
کوئی مومن گناہ کے مرتکب ہونے سے خالی نہیں … لا یصلاها الا الاشقی الذی کذب وتولی … ہو یا لفظ
اشقی سے کبھی کوئی شخص معین مراد لیا ہے اور کلما القی فیها فوج سالهم خزنتها میں فوج سے مراد کافروں … آیتوں کا عموم
… کی بات نہیں اور … کے باعث اکثر … الفاظ عام کا انکار ہی کر بیٹھے اور … اسی طرح کے الفاظ
میں توقف کیا ہے … کہ کوئی قرینہ ظاہر ہو … معنی معلوم ہوں اور بعض لوگوں کو شبہ … اللہ تعالی نے فرمایا وانی لغفار
لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدی اور فرمایا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات اور فرمایا ان منکم الا واردها کان علی ربک
حتما مقضیا پھر ارشاد کیا ثم ننجی الذین اتقوا اور فرمایا ومن یعص اللہ ورسوله فان له نار جهنم اور جو آیتیں اس طرح کی ہیں … اللہ تعالی نے ان میں
عمل صالح کو ایمان کے ساتھ مذکور فرمایا ہے اور فرمایا ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فیها ان آیتوں سے معتزلی حجت پکڑتے
ہیں مگر یہ آیتیں بھی ایسی عام ہیں کہ ان میں خصوصیت لگی ہوئی ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء یہ اس بات کو
چاہتی ہے کہ شرک کے سوا اور گناہوں میں اس کی مشیت باقی رہی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ سے نکلے گا وہ

شخص جس کے دل مین ذرہ بھر ایمان ہو اور اللہ تعالی کا ارشاد انا لا نضیع اجر من احسن عملاً اور یہ فرمایا ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین یہی بات پر
دلالت کرتی ہین کہ اللہ تعالی ایک معصیت کی جہت سے اصل ایمان اور سب طاعتون کا ثواب تلف نہین فرماوے گا اور یہ جو فرمایا ہی کہ ومن یقتل
مؤمنا متعمداً اس سے مراد یہ ہی کہ مقتول کو جان بوجھ کر ایمان ہی کی جہت سے مار ڈالے اور اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بھی ایسا ہی تھا
اب اگر کہو کہ تمہاری تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ ایمان بدون عمل کے بھی ہوتا ہی حالانکہ اکابر سلف کا قول یون مشہور ہی کہ ایمان
دل کی تصدیق اور قول زبانی اور عمل کا نام ہی تو اس قول سے کیا غرض ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ عمل کو ایمان مین شمار کرنا کچھ بعید نہین کیونکہ عمل
ایمان کا تمام کرنے والا اور پورا کرنیوالا ہی جیسے کہتے ہین کہ سر اور دونون ہاتھ ملکر انسان ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ اگر سر نہو تو انسان بھی نہین رہتا
لیکن ہاتھ کٹا ہونے سے انسانیت سے خارج نہین ہوتا اسیطرح کہہ سکتے ہین کہ تسبیحات اور تکبیرین نماز مین سے ہین اگرچہ نماز انکے نہونے
سے باطل نہین ہوتی تو ایمان مین دل کی تصدیق بمنزلہ آدمی کے سر کے ہی کہ اگر وہ نہو تو ایمان بھی نہو اور دوسرے اعمال مثل آدمی کے ہاتھ
پاؤن کے ہین کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہی کہ لا یزنی الزانی حین یزنی وہو مؤمن تو صحابہؓ
نے اس حدیث سے معتزلیون کا مذہب اعتقاد نہین کیا کہ زنا کے باعث آدمی ایمان سے باہر ہو جاتا ہی بلکہ اُسکے معنے یہ ہین کہ وقت مین
اُسکا ایمان کامل اور تمام نہین جیسے ہاتھ پاؤن کٹے ہوئے کو کہتے ہین کہ یہ آدمی نہین یعنے اسمین کمال انسانی نہین یہ غرض نہین کہ
ہاتھ پاؤن کے جانے سے ماہیت انسانی بھی نہین رہی دوسرا مسئلہ اگر یہ کہو کہ سلف کا اتفاق ہی اس بات پر کہ ایمان طاعت کے
سبب سے زیادہ ہوتا ہی اور معصیت کی جہت سے کم ہوتا ہی پس اگر ایمان دل کی تصدیق ہی کا نام ہو تو اسمین کمی بیشی کیسے ہو سکتی ہی
تو اسکا جواب یہ ہی کہ درحقیقت سلف کے لوگ سچے گواہ ہین اور انکے قول سے منحرف ہونا کسیکو نہین چاہیے جو کچھ انہون نے فرمایا ہی بیشک
درست ہی مگر اسکے سمجھنے مین تامل چاہیے کہ انکے قول سے پایا جاتا ہی کہ عمل ایمان کا جزو نہین نہ اُسکے وجود کا رکن بلکہ ایک زائد چیز ہی جس سے
ایمان بڑھ جاتا ہی اور ظاہر ہی کہ چیز اپنی ذات سے تو بڑھتی ہی نہین بلکہ زائد سے بڑھا کرتی ہی چنانچہ نہین کہہ سکتے کہ انسان اپنے سر سے بڑھ جاتا
بلکہ یون کہتے ہین کہ داڑھی اور موٹاپے سے زیادہ ہوتا ہی اسیطرح نہین کہہ سکتے کہ نماز رکوع اور سجدے سے زیادہ ہوتی بلکہ وہ سنتون اور مستحبات
کے باعث بڑھا کرتی ہی پس سلف کے قول مین تصریح ہی کہ ایمان کا ایک وجود ہی پھر وجود کے بعد اسکا حال کمی بیشی مین مختلف ہوا کرتا ہی اب
اگر یہ کہو کہ اعتراض تو ابھی قائم ہی یعنی تصدیق کسطرح زیادہ اور کم ہو سکتی ہی وہ تو ایک حالت کا نام ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جب ہم مداہنت کو ترک
کرین اور شور یون کے شور کی پروا نہ کرین اور پردے تحقیق کے منہ پر سے اُٹھا ڈالین تو یہ شبہہ بھی برطرف ہو جاویگا اسیواسطے ہم کہتے ہین
کہ لفظ ایمان مشترک ہی اُسکا استعمال تین طریقہ پر ہی طریق اول یہ ہی کہ اُسکا اطلاق اُس تصدیق پر کیا جاتا ہی جو بطور اعتقاد اور تقلید کے ہو
کشف کے طور پر اور سینے کے کھلنے سے نہو اسطرح کا ایمان عوام کا بلکہ بجز خواص کے تمام خلق کا ہی اور یہ اعتقاد دل پر ایک گرہ ہوتی ہی کہ کبھی کڑی
ہو جاتی اور کبھی ڈھیلی جیسے ڈورے پر گرہ ہوا کرتی ہی اور اس بات کو بعید مت جانو بلکہ یہودیون اور نصرانیون اور بدعتیون کے حالات کو دیکھکر
عبرت حاصل کرو کہ انہین جنکے عقیدے سخت ہین وہ اسطرح کے ہین کہ اگر ڈرائے اور دھمکائے یا وعظ و نصیحت یا برہان [illegible] سے اُنکو اُس
عقیدے سے نکالنا چاہو تو کبھی ممکن نہین کہ وہ نکل سکین اور بعض اسطرح کے ہین کہ ادنی گفتگو [illegible] مین پڑ جاتے ہین اور اُنکو اُنکے عقیدے سے

ے نہین زنا کرتا زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے اس حال مین کہ وہ مومن ہو ۱۲ بخاری اور مسلم بروایت ابوہریرہؓ

نکال دینا ذرا سے پھسلانے یا دھمکانے سے ممکن ہی باوجودیکہ انکو اپنے عقیدے مین شک نہین ہوتا جیسے اول قسم کے لوگون کو نہین ہی
لیکن دونون قسمون کے لوگون مین پختگی کے باب مین فرق ہوتا ہی اور یہ بات اعتقاد امر حق مین بھی موجود ہی اور عمل کی تاثیر پختگی کے بڑھانے
مین اور زیادہ کرنے مین تاثیر کرتا ہی جیسے پانی دینا درختون کے بڑھنے مین تاثیر کرتا ہی اور اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہی فزادتہم ایمانا یعنی زیادہ
کیا انکا ایمان اور دوسری جا ارشاد ہی لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اخبار مرویہ مین ارشاد فرمایا ہی الایمان یزید و
ینقص اور یہ کمی بیشی دل مین طاعتون کی تاثیر سے ہوتی ہی اور اسکو وہی شخص معلوم کرتا ہی جو اپنے حالات کو دو وقتون مین دیکھے یعنی ایک تو
اسوقت کہ عبادت مین مصروف ہو اور حضور دل سے خاص عبادت ہی کا ہو رہے دوسرے اسوقت کہ عبادت نکرتا ہو تو جو حال کہ اسکے ایمانی
عقائد کا دوسرے وقت مین ہوگا اسمین اور پہلے وقت کے حال مین فرق معلوم کریگا کہ حالت اول کا عقیدہ ایسا ہوگا کہ اگر اس مین کوئی شخص
شک ڈالنا چاہے تو اسکے قابو مین نہ آویگا بلکہ جو شخص یتیم کے اوپر رحم کرنیکا معتقد ہی جب اپنے اعتقاد کے موافق عمل کریگا اور یتیم کے سر پر
ہاتھ پھیر کر اسکے ساتھ لطف سے پیش آویگا اسوقت اپنے باطن مین رحم کرنیکو مضبوط اور دوبالا پاویگا اسیطرح تواضع کا معتقد جب تواضع کا
عمل کریگا اور دوسرے کے سامنے فروتنی کریگا تو عمل کی جہت سے اپنے دل مین زیادتی تواضع کی معلوم کریگا اور یہی حال سب دل کے صفات کا ہی
کہ جب اعضا پر انکے باعث اعمال صادر ہوتے ہین تو اعمال کا اثر ان صفات پر پہونچتا ہی اور انکو مضبوط اور زیادہ کر دیتا ہی اور اسکا بیان
جلد سوم مہلکات اور جلد چہارم منجیات مین اس مقام پر کیا جاویگا جہان کہ ظاہر سے باطن کے متعلق ہونیکی وجہ اور عقائد اور دلون سے اعمال
کے وابستہ ہونیکی دلیل مذکور ہوگی اسلیے کہ یہ امر عالم ملکوت سے عالم ملک کے متعلق ہونیکی قبیل سے ہی اور ملک سے ہماری غرض یہ عالم
ظاہری ہی جو حواس سے معلوم ہوتا ہی اور ملکوت سے وہ عالم مراد ہی جو نور بصیرت سے سوجھتا ہی اور دل عالم ملکوت مین سے ہی اور اعضا اور
انکے اعمال عالم ملک سے ہین اور ان دونون عالمون مین اس درجہ کا باریک علاقہ ہی کہ بعض لوگون نے یہی گمان کیا ہی کہ دونون ایک
ہین اور دوسرے لوگون نے یہ ظن کیا ہی کہ عالم بجز عالم شہادت یعنی ان اجسام محسوسہ کے اور کوئی نہین اور جس شخص نے کہ دونون عالمون کو
معلوم کیا اور انکے جدا جدا ہونے اور پھر آپس مین ایک دوسرے سے وابستہ ہونیکو دیکھا تو انکو کتاب قطعہ مین بیان کیا قطعہ رقت سے آبگینہ
و دل مین ہی اشتباہ ۔ دونون نے اسطرح کی پائی ہی آب و تاب ۔ گویا کہ صرف مے ہی نہین جام کا وجود ۔ یا یہ کہو کہ پیالہ ہی تنہا نہین شراب ۔
اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین اسلیے کہ یہ جملہ معترضہ علم معاملہ سے خارج ہی مگر علم مکاشفہ اور معاملہ مین بھی اتصال اور ارتباط ہی
اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ علم مکاشفہ ہر دم علم معاملہ کی طرف جھکتا ہی بشرطیکہ تکلف کے ساتھ اسکو نہ روکو غرض کہ ایمان کو اگر اس اطلاق
کی وجہ سے جیسے دیکھین تو طاعت کی جہت سے اسمین زیادتی ہوجانے کی یہ صورت ہوتی ہی جو مذکور ہوئی اور اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے فرمایا ہی کہ ایمان ایک سفید نشان ظاہر ہوتا ہی پس جب آدمی نیک عمل کرتا ہی تو وہ نشان بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ تمام دل سفید ہوجاتا ہی
اور نفاق ایک سیاہ نقطہ شروع مین ہوتا ہی مگر جب آدمی برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہی تو وہ زیادہ ہوتا ہی یہانتک کہ دل بالکل سیاہ ہوجاتا ہی
اسپر مہر لگجاتی ہی اور یہ آیت آپ نے پڑھی کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون دوسرا اطلاق یہ ہی کہ ایمان کی تصدیق دل اور عمل دونون
مراد ہون جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا یا فرمایا کہ نہین زنا کرتا ہی زانی جب زنا کرے اس حال مین کہ وہ

ایماندار رہا اور جس صورت مین کہ لفظ ایمان کے معنون مین عمل بھی داخل ہو تو ظاہر ہی کہ اعمال سے اُسمین کمی بیشی ضروری ہوگی اور یہ بات کہ اُسکی تاثیر اُس ایمان مین بھی ہوتی ہی کہ نہین جسکو صرف تصدیق کہتے ہین اُسمین اختلاف ہی اور ہم اشارہ کر چکے کہ اُسمین بھی تاثیر ہوتی ہے

تیسرا اطلاق یہ ہی کہ ایمان سے غرض وہ تصدیق یقینی ہو جو کشف اور سینہ کے کھلنے اور نور بصیرت کے مشاہدہ کے طور پر ہو یہ قسم اور قسمونکی نسبت کر زیادتی اور کمی کے قبول سے دور تر ہی تاہم ہمارا قول یہ ہی کہ جو امر یقینی کہ اُسمین شک نہو اُسمین بھی نفس کا اطمینان مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً ایک بات یہ ہی کہ دو زیادہ ہین ایک سے اور دوسری یہ ہی کہ عالم بنایا ہوا اور حادث ہی ہر چند ان دونون مین سے کسی مین شک نہین مگر جیسا اطمینان پہلے پر ہی ویسا دوسرے پر نہین بلکہ تمام یقینی امور واضح ہونے اور نفس کے اُنپر اطمینان کرنے مین مختلف ہوا کرتے ہین اور ہمنے اس مضمون کو باب العلم کی اُس فصل مین لکھا ہی جسمین علماے آخرت کی علامتین مذکور کی ہین اسی لیے اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین اور سب اطلاقون مین ظاہر ہوا کہ جو کچھ سلف والون نے ایمان کے زائد اور کم ہونیکو کہا ہی وہ درست ہی اور کیسے درست نہو کہ اخبار مین وارد ہو چکا کہ دوزخ سے نکلیگا وہ شخص کہ اُسکے دلمین ذرہ بھر ایمان ہو اور بعض احادیث مین دینار بھر کی قید ہے تو اگر دل کی تصدیق مین فرق نہو تو ان مقدارون کے مختلف ہونیکے کیا معنے ہین تیسرا مسئلہ اس بات کی وجہ کیا ہی کہ سلف سے منقول ہی کہ کہ ہم مومن ہین انشاء اللہ لفظ انشاء اللہ تو شک کیواسطے ہی اور ایمان مین شک کرنا کفر ہی اور سلف کے سب لوگ ایمان کے جواب مین یقین کے الفاظ بولنے سے باز رہتے تھے اور احتراز کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جو شخص یون کہے کہ مین خدا تعالی کے نزدیک مومن ہون تو وہ جھوٹا ہی اور جو کوئی یہ کہے کہ مین حقیقت مین مومن ہون تو اُسکا یہ کہنا بدعت ہی اسمین یہ شبہہ ہوتا ہی کہ جو شخص واقع مین مومن ہی وہ جھوٹا کیسے ہوگا کیونکہ جو واقع مین مومن ہی خدا تعالی کے نزدیک بھی مومن ہوگا جیسے کوئی لمبا یا بوڑھا واقع مین ہو اور وہ اپنے اس وصف کو جانے تو وہ خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا اسیطرح اگر کوئی شخص خوش یا غمزدہ یا سننے والا یا دیکھنے والا ہو تو یہی حال ہی اور اگر کسی آدمی سے پوچھا جاوے کہ تم جاندار ہو تو اُسکے جواب مین اگر وہ کہے کہ مین جاندار ہون انشاء اللہ تو یہ جواب بیموقع ہوگا۔ اور حضرت سفیان ثوری سے جب پوچھا گیا کہ ایمان کے جواب مین کیا کہنا چاہیے تو فرمایا کہ یہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہمپر اُتارا گیا تو اس جواب [illegible] مین کہ ہم مومن ہین فرق کیا ہوا اور حضرت حسن رض سے جو کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہین فرمایا کہ انشاء اللہ سائل نے عرض کیا کہ اے ابو سعید آپ ایمان مین ایسا لفظ شک کا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ اگر مین ہان کہدون تو کہین خدا تعالی یہ نفرماوے کہ اے حسن تو جھوٹ کہتا ہی اور پھر مجھپر عذاب کا حکم ثابت ہو جاوے۔ اور حضرت حسن رح فرمایا کرتے کہ کونسی بات مجکو بیخوف کرتی ہی اس امر سے کہ خدا تعالی کو جو امر ناخوش ہو اُسکو مجھ مین دیکھ کے مجھے برا جانے اور کہدے کہ جا مین تیرا عمل قبول نہین کرتا تو مین بے واسطہ ہی عمل کرتا رہون۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا ہی کہ جب تجھسے کوئی کہے کہ تم مومن ہو تو کہو لا الہ الا اللہ اور ایک روایت مین فرمایا کہ کہو ہمارا ایمان مین شک نہین اور تیرا سوال کرنا ہمسے بدعت ہی۔ اور علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ تم مومن ہو جواب دیا کہ توقع رکھتا ہون انشاء اللہ تعالی اور سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ ہم اللہ پر اور اُسکے فرشتون اور کتابون اور رسولونپر ایمان رکھتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ اللہ تعالی کے نزدیک ہم کون ہین تو یہ لوگ جو استثنا کیا کرتے تھے اُسکی وجہ کیا ہی پس اسکا جواب یہ ہی کہ ان لوگونکا انشاء اللہ کہنا درست ہی

اور اسکی چار وجہیں ہیں دو صورتوں میں تو انشاء اللہ متعلق شک سے ہی مگر یہ شک اصل ایمان میں نہیں ہوتا بلکہ ایمان کے خاتمے
اور پورا ہونے میں ہوتا ہی اور دو وجہیں ایسی ہیں کہ انشاء اللہ شک سے متعلق نہیں پہلی وجہ جسمیں شک سے تعلق نہیں یہ ہے
کہ یقین سے احتراز اس جہت سے کیا جاوے کہ اسمیں خوف تزکیہ نفس اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا ہی اور اسکی برائی شریعت میں وارد ہے
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی فلا تزکوا انفسکم اور فرمایا الم تر الی الذین یزکون انفسہم پھر فرمایا انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب اور کسی حکیم سے پوچھا
گیا کہ برا سچ کونسا ہی کہا کہ آدمی کا خود اپنے نفس کو تعریف کرنا اور از انجا کہ ایمان بزرگی کے صفات میں سے سب سے برتر ہی اور اسکو یقین
کے ساتھ کہنا اپنی مطلق بڑائی کرنی ہی اسلیے انشاء اللہ کہنا گویا اُس بڑائی کو کم کرنا ہی جیسے کسی انسان سے کہیں کہ تم طبیب یا فقیہ
یا مفسر ہو تو وہ جواب میں کہے کہ ہاں انشاء اللہ تو اُسکی یہ غرض نہیں کہ اظہار شک کرے بلکہ اپنے نفس کو پست کرنیکے لیے انشاء اللہ
کہتا ہی اسلیے کہ یہ لفظ خبر کی سستی کے لیے ہی اور چونکہ تزکیہ نفس بھی ایک لازم ہی خبر کے لوازم سے تو گویا اُسکے ضعیف کرنے کے لیے بولا
اور جب اس لفظ کی تاویل یہ ٹھہری تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی برا وصف پوچھا جاوے مثلاً یہ کہ تم چور ہو یا نہیں تو اسمیں
انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیے دوسری وجہ یہ ہی کہ اس کلمے کے ذکر کرنے سے خدا تعالی کا نام ہر حال میں لینا اور ہر کام کو اُسکی خواہش
پر سپرد کرنا ہی چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی قاعدہ تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان
یشاء اللہ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ حوالہ مشیت انھیں امور میں کیا جاوے جنمیں شک ہو بلکہ ارشاد فرمایا لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ
آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون حالانکہ اللہ تعالی عالم تھا کہ یہ لوگ بیشک داخل ہونگے اور ہماری مشیت اس امر کے لیے ہو چکی ہی
بلکہ مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طریق تعلیم فرماوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی قاعدہ اختیار کیا کہ جس چیز
کی آپ خبر دیتے خواہ وہ یقینی ہو یا مشکوک سب میں انشاء اللہ کہتے یہانتک کہ جب قبرستان میں جاتے تو فرماتے کہ تمپر سلام ہوے ایمان والو
اور ہم انشاء اللہ تمسے ملینگے حالانکہ اُنسے ملنے میں کچھ شک نہیں لیکن ادب ہی بات کو چاہتا ہی کہ اللہ تعالی کا نام لیویں اور امور کو اُسسے وابستہ
کریں اور اس لفظ میں سے یہ بات نکلتی ہی کیونکہ عرف میں اسکا استعمال رغبت اور تمنا کے اظہار میں ہو گیا ہی مثلاً اگر تمسے کہا جاوے کہ فلاں
شخص جلد مریگا اور تم جواب میں کہو کہ انشاء اللہ تو یہ سمجھا جاویگا کہ تمکو رغبت اُسکے موت کی ہی یہ نہیں پایا جاویگا کہ تم اُسکی موت میں شک
کرتے ہو اور اگر یہ کہا جاوے کہ فلاں کا مرض جلد دور ہو جاویگا اور تندرست ہو جاویگا اور تم کہو کہ انشاء اللہ تب بھی تمہاری رغبت اُسکے
شفا پانے میں مفہوم ہوگی غرضکہ لفظ مذکور شک کے معنوں سے رغبت کے معنوں میں معدول ہو گیا ہی اور ذکر اللہ کے زبان پر آنے کے
لیے مستعمل ہو گیا ہی کوئی سا امر ہو اس نے استنادیت ہوگا تیسری وجہ کا مدار شک پر ہی اور اُسکے معنی یہ ہیں کہ میں واقع میں مومن ہوں
انشاء اللہ اسلیے کہ اللہ تعالی نے چند لوگوں کو خاص کرکے ارشاد فرمایا اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی حقیقت میں وہی لوگ مومن ہیں اس آیت
کی جہت سے مومنوں کی دو قسمیں ہو گئیں اور اس صورت میں انشاء اللہ کا شک اصل ایمان کی طرف راجع نہیں بلکہ ایمان کے کمال ہونے کی
طرف راجع ہی اور ہر ایماندار اپنے ایمان کے پورا ہونے میں شک رکھتا ہی اور یہ شک کچھ کفر نہیں کیونکہ کمال ایمان میں شک کا ہونا دو وجہ سے برحق ہی
اول یہ کہ نفاق ایمان کے کمال کو دور کر دیتا ہی اور نفاق ایک پوشیدہ امر ہی معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُس سے برأت حاصل ہوئی یا نہیں

دوسری یہ کہ ایمان طاعتوں کی وجہ سے کامل ہوا کرتا ہے اور کمال کے طور پر طاعتوں کا ہونا معلوم نہیں ہوتا اور عمل سے ایمان کا کامل ہونا اس وجہ
سے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولٰئک ہم الصادقون تو شک
اس بیچ میں ہوتا ہے اسیطرح فرمایا ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنبیین اس آیت میں بیس صفتوں کو بیان فرمایا ہے
مثلاً پورا کرنا عہد کا اور سختیوں پر صبر کرنا وغیرہ پھر ارشاد فرمایا اولٰئک الذین صدقوا اور فرمایا یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات
اور فرمایا لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیہ اور فرمایا ہم درجات عند اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان عریان ولباسہ
التقوی الحدیث اور فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا ادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق ان آیات اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا کمال اعمال سے وابستہ ہے اور نفاق اور شرک خفی
کی برائت ایسے کمال سے متعلق ہوتا ہے جیسے کہ معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں وہ ہوویں وہ منافق ہے اگرچہ روزہ رکھے اور نماز
پڑھے اور کہے کہ میں مومن ہوں جب بات کہے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امانت سپرد کیا جاوے خیانت کرے اور جب کسی سے جھگڑے تو بیہودہ بکے
اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ جب عہد کرے تو فریب دے اور حضرت ابو سعید خدری کی حدیث میں ہے کہ دل چار ہیں ایک دل صاف جس میں چراغ روشن ہو وہ
مومن کا دل ہے اور ایک دل دو رخا جس میں ایمان اور نفاق ہو ایمان کی مثال اس میں ساگ کی سی ہے جسکو شیرین پانی بڑھاتا ہے اور نفاق کی
مثال اس میں ایسی ہے جیسے زخم کہ اسکو پیپ اور ریم بڑھاتا ہے تو جونسا مادہ غالب ہوگا اسکو اسیکا حکم دیا جاویگا اور ایک روایت میں
یوں ہے کہ جو مادہ غالب ہوگا وہی اسکو لیجاویگا اور فرمایا کہ اکثر اس امت کے منافق قاری ہیں اور ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ میری امت
میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے جو سخت پتھر پر رینگے اور حضرت حذیفہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک
میں آدمی ایک بات کہتا تھا جسکے باعث مرنے تک منافق ہوجاتا تھا اور میں تمسے وہی کلمہ دن میں دس دفعہ سنتا ہوں اور بعض علما کا
قول ہے کہ لوگوں میں نفاق سے قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں نفاق سے بری ہوں اور حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ منافق آج اسقدر سے
زیادہ ہیں جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اور وہ اسوقت اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے مگر اب کے لوگ اسکو ظاہر
کرتے ہیں اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور کامل ہونے کے مخالف ہے اور وہ پوشیدہ ہے اور اس سے دور تر وہ ہے جو اس سے خوف کرتا ہے
اور قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں اس سے بری ہوں چنانچہ حضرت حسن بصری سے کسی نے پوچھا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اب نفاق نہیں
رہا آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر منافق مرجاویں تو راستوں میں تمکو وحشت ہونے لگے یعنی منافق اس کثرت سے ہیں کہ اگر سب مرجاویں تو
راستوں میں کوئی چلنے والا نہ رہے اور وحشت معلوم ہونے لگے اور یہ بھی حسن بصری یا کسی اور کا قول ہے کہ اگر منافقوں کی دمیں نکل آویں تو پھر ہمسے
زمین پر پاؤں نہ رکھ سکیں یعنی تمام زمین انکی دموں سے چھپ جاوے کیونکہ انکی کثرت بہت ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے کسی کو سنا کہ

حجاج کو کنا پڑ کچھ کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر حجاج ہوتا اور تیری گفتگو سنتا تب بھی تو اُسکا ذکر اس طرح کرتا اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے
فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اسکو نفاق تصور کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا مین دو زبان والا
ہوتا ہی اللہ تعالی اُسکو آخرت مین منافقین کے زمرہ مین کر دیتا ہی - اور فرمایا کہ شر الناس ذو الوجہین الذی یاتی ہولاء بوجہ و یاتی ہولاء
بوجہ اور حضرت حسن رض سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ ہم نفاق سے نہین ڈرتے آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر مجکو یہ معلوم ہو جاوے کہ مین
نفاق سے بری ہون تو میرے نزدیک سونے کے ٹیلون سے یہ بات محبوب تر ہی اور یہ بھی آپکا قول ہی زبان کا دل سے مختلف ہونا
اور باطن کا ظاہر سے اور مدخل کا مخرج سے جدا ہونا نفاق مین سے ہی اور ایک شخص نے حضرت حذیفہ رض سے عرض کیا کہ مین خدا کا خوف
کرتا ہون اس بات سے کہ منافق ہون آپنے جواب فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا منافق نفاق سے بے خوف ہوا کرتا ہی اور ابن ابی ملیکہ
نے کہا ہی کہ مین نے ایکسو تیس صحابہ رض کو اور ایک روایت مین ڈیڑھ سو صحابہ کو پایا ہی کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے - اور مروی ہی کہ ایک بار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب مین تشریف رکھتے تھے اصحاب رض نے ایک شخص کا ذکر کیا اور اُسکی بہت سی ثنا کی اسی اثنا مین
وہ شخص اُدھر نمود ہوا کہ چہرے سے وضو کا پانی بہتا ہوا ٹپکتا تھا اور اپنا جوتا ہاتھ مین لٹکائے تھا اور پیشانی پر سجدہ کا گھٹا تھا لوگون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی شخص ہی جسکی ہم نے تعریف کی آپ نے فرمایا کہ مجکو اسکے چہرے پر نشان شیطان کی چپیٹ کا معلوم
ہوتا ہی پس جب وہ شخص پاس آیا اور سلام کر کے لوگون مین بیٹھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ مین تجکو خدا کی قسم دیکر
پوچھتا ہون کہ جب تو نے ان لوگون کو دیکھا تھا تو تیرے دل مین یہ بھی گذرا تھا کہ نہین کہ انمین سے کوئی مجھسے بہتر نہین اُسنے عرض کیا کہ
بیشک گذرا تھا - اور آپنے اپنی دعا مین یہ الفاظ فرمائے اللھم انی استغفرک لما علمت و لما لم اعلم کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کیا ڈرتے ہین
آپنے فرمایا کہ مین کسطرح بے خوف ہو جاؤن کہ دل تو اللہ تعالی کی دو انگلیون مین ہی جسطرح چاہتا ہی اُلٹ دیتا ہی اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا
وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون اسکی تفسیر مین یون کہا گیا ہی کہ لوگ عمل کرینگے اور اُنکو نیکیان سمجھینگے اور قیامت مین وہ اعمال بدی
مین ہونگے - اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر کوئی آدمی کسی باغ مین جاوے جسمین ہر طرح کے درخت ہون اور اُنپر سب پرند ہون اور ہر
پرند اُنمین سے اُس آدمی سے ایک زبان مین گفتگو کرے اور کہے کہ اے خدا کے ولی سلام اور اُسکا دل اس بات پر مطمئن ہو تو وہ اُنکے ہاتھون مین
گرفتار ہوگا - حاصل یہ کہ ان اخبار اور آثار سے تمکو معلوم ہوگا کہ نفاق کی باریکیون اور شرک خفی کی جہت سے معاملہ پر خطر ہی اور اس سے
بے خوف رہنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ حضرت عمر رض حضرت حذیفہ رض سے اپنے نفس کا حال پوچھا کرتے کہ کہین میرا ذکر تو منافقین مین
نہین ہوا - اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہین کہ مین نے بعض امراء سے ایک بات سنی چاہا کہ اُسکا انکار کرون مگر یہ خوف ہوا کہ کہین میرے قتل کا
حکم نہ دیدے اور مجکو موت کا تو خوف نہ تھا بلکہ اس بات کا خوف تھا کہ جان نکلنے کے وقت دل پر یہ امر پیش ہو جاوے کہ خلق کی نظرون
مین اچھا ہون اسلیے مین انکار سے باز رہا - اور اس قسم کا نفاق اصل ایمان کے خلاف نہین ہوتا بلکہ اُسکی راستی اور کمال اور صفائی کے
مخالف ہوتا ہی کیونکہ نفاق دو قسم کا ہی ایک تو وہ کہ دین سے خارج کر کے کافرون مین ملا دیتا ہی اور جو لوگ دوزخ مین ہمیشہ رہینگے اُنکے
زمرہ مین داخل کر دیتا ہی اور دوسرا وہ ہی کہ اپنے مرتکب کو ایک مدت کے لیے دوزخ تک پہونچاتا ہی یا علیین کے درجات اور صدیقون کے رتبہ سے

ح ۱ بخاری نے کتاب الادب مین اور ابو داؤد نے بروایت عمار بن یاسر رض روایت کیا ہی ۱۲

ح ۲ بد ترین لوگون مین وہ ہی جو دو رخا ہو کہ اُن کے پاس ایک رخ سے آوے اور اُن کے پاس اور سے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رض ۱۲

اکثر کر دیتا ہے اس قسم میں شک ہوا کرتا ہے اسی کے لیے انشاء اللہ کہنا مستحسن ہے اور اس قسم کے نفاق کی اصل ظاہر و باطن میں تفاوت کا ہونا
اور خدائے تعالیٰ کے عذاب سے نڈر ہونا اور عجب اور دوسرے امور ہیں جن سے بجز صدیقوں کے اور کوئی بچا نہیں چوتھی وجہ بھی شک پر مبنی ہے
اور وہ خاتمے کے خوف کے باعث ہے کہ آدمی کو معلوم نہیں کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہے گا کہ نہیں اگر خدا نخواستہ خاتمہ
کفر پر ہوا تو پہلا ایمان نکما گیا اسلیے کہ وہ تو انجام کو سلامت رہنے پر موقوف تھا جیسے روزہ دار سے دوپہر کو پوچھیں کہ تیرا روزہ درست ہے
اور وہ یقیناً کہدے کہ میں روزہ دار ہوں اور دن بھر میں افطار کرے تو پہلا قول اسکا جھوٹا ہو جاویگا اسلیے کہ روزے کی صحت آفتاب کے
غروب ہونے تک پورا رہنے پر موقوف ہے گو سارا دن بھی روزے کا وقت ہے اسیطرح عمر کے سب ایام ایمان کے درستی کی مدت ہیں مگر
اسکی صحت اور کمال خاتمے کے وقت پر موقوف ہے کہ موت کے ساتھ وہی ایمان رہتا ہے اور خاتمے کے حال میں شک ہے اور نہایت
خوفناک ہے اور اسی جہت سے بہت سے خوف کرنیوالے روتے رہتے ہیں کیونکہ خاتمہ پہلے مقدمہ اور خواہش ازلی کا ثمرہ ہے اور خواہش
ازلی جبھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب وہ چیز جس پر حکم ہو چکا ہے ظاہر ہو آدمیوں میں سے کسیکو اسپر اطلاع نہیں غرضکہ خاتمہ کا خوف مثل سابقہ ازلی کے خوف کے ہے
اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حال سے وہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ مشیت سابقہ اسکے خلاف ہو اس صورت میں کون جان سکتا ہے کہ میں انھیں لوگوں میں
سے ہوں جنپر کاتب ازل خوبی لکھ چکا ہے اور بعضے مفسرین نے عبارت سکرۃ الموت بالحق کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ حق سے مراد سابقہ ازلی ہے یعنے
موت کے وقت اسکا ظہور ہو جاویگا۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہتے ہیں کہ اعمال میں سے صرف خاتمے کے اعمال تولے جاوینگے۔ اور حضرت
ابو درداء اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے کہ جو کوئی اپنے ایمان کے چھن جانے سے نڈر ہوگا اسکا ایمان چھن جاویگا اور بعض کا قول ہے کہ گناہوں میں سے
بعض گناہ ایسے ہیں کہ انکی سزا خاتمے کا برا ہونا ہے خدا تعالیٰ سے ہم اس گناہ سے پناہ مانگتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ ولایت اور کرامت
کا جھوٹا دعوی کرنیکی سزا ہے کہ خاتمہ برا ہو۔ اور بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض مجکو مکان کے دروازے پر شہید ہونا ملتا ہو اور حجرے
کے دروازے پر صرف توحید پر مرنا حاصل ہو تو میں حجرے کے دروازے پر توحید پر مرنا اختیار کروں اسلیے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ صحن کو طے
کرکے مکان کے دروازے تک جانے میں میرے دل کی توحید میں کیا تبدیلی ہو جاویگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر میں کسی شخص کو پچاس
برس تک موحد جانوں پھر میرے اور اسکے بیچ میں ستون حائل ہو جاوے اور وہ مر جاوے تو میں یہ نہ کہونگا کہ وہ توحید پر مرا اسلیے کہ اتنے عرصے میں
اسکے دل کا حال معلوم نہیں کہ ویسا ہی رہا ہو۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کہے کہ میں مومن ہوں وہ کافر ہے اور جو کہے کہ میں عالم ہوں وہ
جاہل ہے اور اس آیت کی تفسیر میں وتمت کلمة ربك صدقا وعدلا بعضوں کا قول ہے کہ صدقا اس شخص کے لیے ہے کہ ایمان پر مرا ہو اور عدلا اس کے
واسطے جو کفر پر مرا ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وللہ عاقبة الامور یعنی انجام کاموں کا اللہ کے لیے ہے تو جب شک اس وجہ کو ہے پس انشاء اللہ کا
کہنا واجب ہے کیونکہ ایمان اسکو کہتے ہیں کہ جس سے جنت کا ہو جیسے روزہ اسکو کہتے ہیں کہ بری الذمہ کرے اور جو روزہ قبل غروب کے ٹوٹ جائے
وہ بری الذمہ نہیں کرتا اسی لیے روزہ بھی نہ کہلاویگا ایسا ہی حال ایمان کا ہے بلکہ اس بنا پر اگر گذشتہ روزے کا حال کوئی بعد کو پوچھے کہ
تمنے کل روزہ رکھا تھا تو اسکے جواب میں کہنا چاہیے کہ ہاں انشاء اللہ اسلیے کہ روزہ حقیقی وہ ہے جو مقبول ہو اور مقبول کو سوائے خدا تعالیٰ
کے کوئی اور نہیں جانتا اور اسی جہت سے انشاء اللہ کہنا ہمارے نزدیک کل خیروں میں اچھا ہے اور اس میں شک اس عمل کے مقبول ہونے میں ہوگا

کیونکہ جب عمل کی سب ظاہر شرطیں پائی جاویں تو کچھ اسباب پوشیدہ جنکو سوا سے خدا ئے تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اُس عمل کے قبول ہونے کے مانع ہوا کرتے ہیں اِس نظر سے انمیں شک کرنا اچھا ہی غرضکہ ایمان کے جواب میں انشاء اللہ کہنے کی یہ وجہیں ہیں اور یہ اخیر ہے قواعد العقائد کا وصلی اللہ علی محمد و آلہ وعلی کل عبد مصطفیٰ

تیسرا باب طہارت کے اسرار کے بیان میں

رباعی باطن کی طہارت سے ملک ہوا انسان، ایمان کا کمال منحصر اُسپر جان، اگر تجھکو تردد ہو تو سن قول نبی فرماتے ہیں الطہور شطر الایمان واضح ہو کہ طہارت کے فضائل ان احادیث و آیات سے ثابت ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی الدین علی النظافۃ اور فرمایا مفتاح الصلوٰۃ الطہور اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الطہور نصف الایمان اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم پس اہل بصیرت نے ان روایات سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ امر اہم باطن کا ظاہر کرنا ہو اسلیے کہ یہ امر بعید معلوم ہوتا ہی کہ الطہور نصف الایمان سے یہ غرض ہو کہ آدمی اپنے ظاہر کو تو پانی بہا کر صاف و شستہ کرلے اور باطن پلیدیوں اور نجاستوں سے آلودہ رہے یہ ہرگز مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہی کہ طہارت کی چار قسمیں ہیں اور ہر قسم میں جتنا کام پڑتا ہی طہارت اُسکا نصف ہو اور چاروں قسمیں یہ ہیں اول ظاہر بدن وغیرہ کو حدث اور نجاست اور فضلوں سے پاک کرنا دوسری قسم اعضا کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا سوم دل کو اخلاق بد اور خصائل ناپسندیدہ سے پاک کرنا چہارم باطن کو خدا تعالیٰ کے ماسوا چیزوں سے پاک کرنا یہ چوتھی قسم مخصوص انبیا علیہم السلام اور صدیقوں سے ہی اب ہر ایک قسم کا نصف عمل ہوا اسطرح سے کہ چوتھی قسم میں علت غائی یہ ہی کہ آدمی کو خدا تعالیٰ کی جلال و عظمت منکشف ہو جاوے اور حقیقت میں معرفت الٰہی باطن میں کبھی حلول نہ کریگی جبتک کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور چیزیں باطن سے نکل نہ جاوینگی اسواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اسواسطے کہ وہ دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور کسی آدمی کے اندر خدا تعالیٰ نے دو دل نہیں بنائے کہ ایک میں معرفت الٰہی ہو اور دوسرے میں غیر اللہ ہو پس دل میں سے غیر اللہ کو پاک کرنا اور معرفت الٰہی کا آنا دو امر ہوئے جن میں سے نصف باطن کا پاک کرنا ہی اسیطرح تیسری قسم میں علت غائی یہ ہی کہ دل اخلاق حمیدہ اور عقائد شرعی سے معمور ہو جاوے اور ظاہر ہی کہ دل اُنکے ساتھ متصف نہ ہوگا جبتک کہ اُنکے مقابل کے اخلاق بد اور عقائد فاسدہ سے پاک نہو پس یہاں بھی دو باتیں ہوئیں جن میں سے نصف دل کا پاک کرنا ہوا جو دوسری بات کے لیے شرط ہی اسیطرح اعضا کا منا ہی سے پاک کرنا ایک بات ہی اور اُنکا طاعات سے معمور کرنا دوسری بات تو اعضا کا پاک کرنا نصف ہوا اُس عمل کا جو اعضا سے ہونا چاہیے اور علیٰ ہذا القیاس ظاہر کی پاکی کو سمجھنا چاہیے پس طہارت کو نصف ایمان کہنا اس اعتبار سے ہی جو اوپر مذکور ہوا غرضکہ ایمان کے مقامات ہیں اور ہر مقام کا ایک درجہ ہی اور بندہ اوپر کے درجہ کو ہرگز نہیں پہونچتا جبتک کہ نیچے کے درجہ کو طی نہ کرلے مثلاً باطن کو اخلاق ذمیمہ سے پاک کرنے اور صفات محمودہ سے معمور کرنے پر نہ پہونچیگا جبتک کہ دل کی طہارت اخلاق مذموم سے نہ کریگا اور اچھی عادتوں سے اُسکو معمور نہ کریگا اور جو شخص کہ اعضا کو مناہی سے پاک کرکے طاعت میں انکو مصروف نہ کریگا وہ دل کی طہارت کو نہ پہونچیگا اور جسقدر کہ مقصود عزیز اور شریف ہوتا ہی اسیقدر اُسکا طریق اور رستہ مشکل اور طویل ہوتا ہی اور اُسمیں گھاٹیاں بہت ہوتی ہیں پس نظر بریں تمکو یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ یہ باتیں

آرزو سے حاصل ہو جاتی ہیں اور بدون کوشش سہل الوصول ہوتی ہیں ہاں جس شخص کی چشم دل ان درجات کے دیکھنے سے اندھی ہوتی ہے وہ طہارت صرف ظاہر کی طہارت کو سمجھتا ہے جو بہ نسبت اور اقسام کے ایسی ہے جیسے اوپر کا پوست مغز کی نسبت کر ہوتا ہے اور اسی کو مقصود سمجھکر اسمیں خوب غور کرتا ہے اور اسکے طریقوں میں نہایت مبالغہ کرتا ہے اور اپنے تمام اوقات استنجا اور کپڑونکے دھونے اور ظاہر کی ستھرائی میں اور بہت سے بہتے پانی کی تلاش میں صرف کرتا ہے اس جہت سے کہ اپنے وسوسے اور فساد عقل سے یہی خیال کرتا ہے کہ طہارت مقصود اور شریف یہی ظاہر کی طہارت ہے اسکو اول لوگونکی سیرت معلوم نہیں کہ وہ لوگ اپنی تمام ہمت اور فکر دل کے پاک کرنے میں مشغول رکھتے تھے اور طہارت ظاہری کے باب میں مساہلت فرماتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے باوجود اپنے علو شان کے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا اور وہ لوگ کھانے کے بعد چربی وغیرہ کے دور کرنے کے لیے ہاتھ نہ دھوتے تھے بلکہ انگلیوں کو تلووں سے پونچھ لیا کرتے تھے اور اشنان وغیرہ کو بدعت نوایجاد میں سے جانتے تھے مسجدوں میں نماز زمین پر بدون فرش کے پڑھتے اور راہوں میں پیادہ چلتے اور جو شخص اپنے لیٹنے میں زمین پر کچھ نہ بچھاتا کہ خاک پر لیٹ رہتا وہ اکابر میں سے ہوتا تھا اور استنجا میں ڈھیلوں پر اکتفا کیا کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے اہل صفہ کا قول ہے کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے اور تکبیر نماز کی ہو جاتی تو ہم انگلیوں کو کنکروں میں ڈالکر مٹی سے مل دیتے اور نماز میں شامل ہو جاتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم اشنان کو نجانتے تھے ہمارے رومال ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے کہ جب کچھ چکنائی کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے اور کہتے ہیں کہ بعد زمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار چیزیں اول ایجاد ہوئیں ایک چھلنی دوسری اشنان تیسری دسترخوان چوتھی پیٹ بھر کر کھانا پس ان لوگوں کی توجہ بالکل باطن کی نظافت پر تھی یہانتک کہ بعض کا قول ہے کہ نماز جوتوں سمیت پڑھنا افضل ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک جب اُتاری تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکو خبر دی تھی کہ انمیں نجاست لگی ہے اور لوگوں نے جو اپنی جوتیاں اُتاریں تو آپ نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیاں کیوں اُتار ڈالیں اور نخعی جوتیاں اُتارنے کو بُرا جانتے اور کہتے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی محتاج آکر انکی جوتیاں اُٹھا لیجاوے غرضکہ ان امور ظاہری میں پہلے لوگ اس طرح تساہل کرتے تھے بلکہ راستے کی کیچڑ میں ننگے پاؤں چلتے اور اُسپر بیٹھ جاتے اور مسجدوں میں زمین پر نماز پڑھتے اور روٹی جو اور گیہوں کی کھاتے حالانکہ ان کو جانور پاؤں سے کھوندا کرتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور اونٹ اور گھوڑونکے پسینے سے احتراز نہیں کرتے تھے باوجودیکہ اکثر نجاستوں میں لوٹا کرتے ہیں اور اُنمیں سے کسیکے حال میں نہیں لکھا کہ نجاسات کی باریکیوں میں سوال کرتا ہو وہ تو اس طرح ان میں سستی کیا کرتے تھے اور اب وہ نوبت آلگی کہ رعونت کا نام ستھرائی رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دین کی بنا ہے اور اکثر اوقات اپنے ظاہر کی بناوٹ میں ایسے ہیں جیسے مشاطہ دلہن کو سنوارا کرتی ہے حالانکہ انکے باطن کبر اور عُجب اور جہالت اور ریا اور نفاق کی آلودگیوں سے بھرے ہیں اسکو برا نہیں جانتے اور نہ اُس سے تعجب کریں اور اگر کوئی شخص استنجا کرنے میں صرف ڈھیلوں پر اکتفا کرے یا زمین پر ننگے پاؤں چلے یا مسجد کے زمین یا بوریوں پر بدون مصلے بچھائے نماز پڑھے یا فرش پر بدون چمڑے کی جلیبیوں کے چلے یا کسی بڑھیا کے برتن سے یا کسی بے تکلف آدمی کے برتن سے وضو کرے تو اُسپر قیامت برپا کریں اور سخت انکار سے پیش آویں اور اُسکا لقب ناپاک ٹھہرا دیں اور اپنی ذات میں سے اسکو نکال دیں اور اسکے ساتھ کھانا پینا ملنا چھوڑ دیں سبحان اللہ انکسار اور شکستہ حالی کو جو جزو ایمان ہے ناپاکی کہتے ہیں اور رعونت کو ستھرائی بولتے ہیں

۱ ح ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن الحارث اور بروایت ابن عمرؓ بروایت ابوہریرہؓ جب حدیث بسند ان کو سند صحیح

۲ ح ابن ماجہ بروایت جابر اسی مضمون کی روایت کیا ہے جو روایت عمرؓ ہے مجھکو نہیں ملی

۳ ح ابوداؤد و حاکم بروایت ابوسعید

تو دیکھو کہ اسوقت مین کیسی بری بات اچھی ہو گئی ہے اور اچھی بری اور دین کی رسم کیسی جاتی رہی جیسے اسکی ہیئت اور علم جاتا رہا پس اگر یہ کہو کہ
یہ عادتین جو صوفیون نے اپنی صورتون اور نظافت کے باب مین ایجاد کی ہین تم کیا انکو ممنوع اور برا کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ بے تفصیل کیے
مطلق برا ہم نہین کہہ سکتے بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ ستھرائی اور تکلف اور بٹنون اور آلات کا تیار کرانا اور چیلپون کا استعمال کرنا اور لنگی غبار کے
دور کرنے کے لیے اوڑھنی اور سوا اسکے اور سامان کو اگر بلا کسی قید کے لحاظ کرین تو یہ چیزین بذات خود مباح معلوم ہوتی ہین مگر بعض اوقات
انھین احوال اور نیتون کے شامل ہو جیسے اچھی باتون مین ہو سکتی ہین اور بری مین بھی ہو سکتی ہین۔ انکے مباح ہونیکی وجہ تو ظاہر ہے کہ جو
شخص یہ باتین کرتا ہے وہ اپنے مال و بدن اور کپڑون مین تصرف کرتا ہے اور یہ تصرف اسکو مباح ہے بشرطیکہ اسمین مال کا تلف کرنا اور اسراف
ہو اور ان چیزون کے برا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ انکو دین کی اصل ٹھہرالیجائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے
بنی الدین علی النظافة اسکی تفسیر انھین امور کو سمجھین یہانتک کہ اگر کوئی شخص اسمین پہلے لوگون کی طرح تساہل کرے تو اسپر اعتراض
کرین یا یہ صورت ہے کہ ان امور سے غرض ظاہری زینت اور خلق کی نظرون مین اچھا معلوم ہوتا ہو تو اس صورت مین یہ امور داخل
ریا ہے ممنوع ہونگے پس ان دو لحاظون سے یہ باتین بری ہو سکتی ہین اور اچھی ہونیکا یہ طور ہے کہ انسے غرض بہتری ہو نہ زینت
اور جو انکو ترک کرے اسپر اعتراض نہ کیا جاوے اور نہ انکے باعث اول وقت کی نماز مین تاخیر واقع ہو اور نہ انھین مصروف ہونے کوئی
عمل اچھا بہتر یا تربیت علم وغیرہ چھوٹنے پاوے پس اگر ان سے یہ باتون مقصود ہون تو انکو مباح کہہ سکتے ہین اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیت کی
جہت سے ثواب بھی حاصل ہو لیکن اس قسم کے امور مین ثواب انھین لوگون کو ہوتا ہے جو بالفرض اگر طہارت مین مصروف نہون تو سونے مین
یا باطل قافیون مین مشغول ہون تو ایسے لوگون کا طہارت کے دھندے مین لگا رہنا بہتر ہے اسلیے کہ اس سے اور کچھ نہو گا تو یہ ضرور ہوگا کہ ذکر الٰہی اور عبادت
کی یاد دینے سے ہوگی اسی لیے اگر یہ امور اسراف اور برائی کی طرف مائل نہ کر جاوین تو کاہل وجودونکے حق مین بہتر ہین مگر علم و عمل والونکو چاہیے
کہ وہ اپنی اوقات ان امور مین حاجت کی مقدار پر صرف کرین اور زائد از حاجت انکے حق مین اچھا نہین بلکہ جوہر نفیس اپنی عمر کا جسکے اور
عمدہ فوائد لے سکتے ہین رائگان کرنا ہے اور اس بات سے تعجب نکرنا چاہیے کہ ایک ہی شے ایک لوگونکے حق مین اچھی ہے دوسرون کے حق مین
بری کیون ہوئی اسلیے کہ ایسا ہوا کرتا ہے نیکون کی خوبیان مقربون کے حق مین برائیان ہوتی ہین۔ اور بیکار آدمی کو نہ چاہیے کہ صوفیون پر
نظافت کے باب مین اعتراض کرے اور خود اسکا پابند نہو اور دعوی کرے کہ مین صحابہ کی مشابہت کرتا ہون اسلیے کہ انکی مشابہت تو اس
بات مین ہوتی ہے کہ سبجز امر اہم کے اور کسی بات کی فرصت نہو چنانچہ داؤد طائی سے کسی نے کہا کہ تم اپنی داڑھی مین کنگھی کیون نہین کرتے
انھون نے جواب دیا کہ مجھکو فرصت اس کام کی کہان یہ امر تو بیکاری سے متعلق ہے اسیوجہ سے عالم اور عامل کو ہماری دانست مین
مناسب نہین کہ دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پہنین وہم کرکے کہ شاید دھونے مین کمی کی ہوگی اور خود انکے دھونے مین اوقات ضائع کرے
کیونکہ پہلے قرن کے لوگ تو بکری ہوئی پوستین سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ دھوئے ہوئے اور بچھے ہوئے مین طہارت اور نجاست
کے باب مین بہت فرق ہے بلکہ انکا دستور تھا کہ نجاست کو جب آنکھ سے دیکھتے تو اس سے اجتناب کرتے نہین کہ باریک باتین نجاست ہون کی
نجاست مین نکالا کرتے ہون ہان ریا کی اور ظلم کی باریکیان سوچتے تھے یہانتک کہ حضرت سفیان ثوری محمد ابن شرع اپنے پاپا کہتے کے ایک کان کے اوپر

راج اسی باب مین
سترہ ہوری ہی
اور بیکاری

دروازے پر گذرے رفیق کو ارشاد فرمایا کہ تو اونچا محل مت بنانا اسلیے کہ اگر آدمی اس مکان کو نہ دیکھتے تو اسکا مالک کبھی اونچا نہ کرتا اس
یہ نکلا کہ دیکھنے والا اسراف کو اسکے اسراف پر معین ہوتا ہے غرضکہ اپنے ذہن کو جہت تک اسطرحکے دقائق کے نکالنے میں لگاتے تھے نہ کہ نجاستوں کے
وہم اور وسوسوں میں پھنساتے تھے پس اگر کوئی عالم کسی عامی کو پاوے کہ وہ اسکے کپڑے دھونے میں چلا لگے تاہم متکفل ہونا بہتر بات
ہے اسلیے کہ سستی کی نسبت کرتو بہتر ہے اور عامی مذکور کو یہ فائدہ بھی ہے کہ اُسکا نفس اس وقت ایک مباح کام میں لگا ہوا ہے آدمی بُرے کاموں سے
باز رہیگا کیونکہ نفس اگر کسی کام میں مصروف نہیں ہوتا تو آدمی کو اپنے دھندے میں لگا لیتا ہے اور جبکہ عامی مذکور ایسے کپڑے دھونے سے
عالم کا تقرب چاہتا ہے تو یہ امر اُسکے نزدیک سب امور ثواب کی نسبت کر افضل ہے اسلیے کہ عالم کا وقت اس چیز کا متکفل ہونے سے اشرف
ہے تو عامی کے متکفل ہونے سے عالم کا وقت محفوظ رہیگا اور عامی کے لیے اشرف وقت یہی ہے کہ ایسے ہی کاموں میں صرف ہو تو اسپر سب
طرف سے خیر و برکت ہوگی۔ اور اس مثال سے اور عملوں کی نظیروں کو اور اُنکے فضائل کی ترتیب کو اور ایک دوسرے پر اُنکے مقدم ہونے کو
سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ عمر کے لحظوں کو افضل بات میں صرف کرنیکے لیے خوب حساب کرنا اسی قدر اہم ہے کہ تمام دنیاوی امور میں تحقیق
کیجاوے اور جب تم اس مقدمے کو جان چکے اور ظاہر ہو گیا کہ طہارت کے چار مرتبے ہیں تو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہم اس باب میں صرف
ایک قسم کی نظافت کو ذکر کرتے ہیں یعنی ظاہری طہارت کو اسلیے کہ ہم اس کتاب کے اول حصے میں جان بوجھ کر بجز ظاہر باتوں کے اور کچھ نہیں لکھتے
پس ہم کہتے ہیں کہ طہارت ظاہر تین قسم ہے اول نجاست ظاہری سے پاک ہونا دوم نجاست حکمی سے پاک ہونا جسکو حدث کہتے ہیں سوم
بدن کے فضلوں سے پاک ہونا اور فضلات بدن سے طہارت بال کاٹنے یا استرہ سے یا اُنکے نوچنے سے ہوتی ہے قسم اول نجاست ظاہری
پاک ہونیکے ذکر میں اسمیں تین باتوں کا دیکھنا ہے ایک جس چیز کو دور کریں دوسرے جس چیز سے دور کریں اور ایک طریق دور کرنے کا بیان اول اُن
اشیا کا ذکر جو دور کی جاویں۔ دور کرنیکی چیزیں نجاستیں ہیں اور اشیا تین طرح کی ہیں اول جمادات یعنی جن میں زندگی نہیں
دوم حیوان سوم اجزا حیوان ان میں سے جمادات کا یہ حال ہے کہ سوائے شراب کے اور کل نشہ آور چیزوں کے سب پاک ہیں اور حیوانات
سوائے کتے اور سور کے اور جو چیز ان دونوں سے پیدا ہو اسکے سوا سب پاک ہیں اور جب مر جاویں تو سوا پانچ حیوانوں کے سب نجس ہیں
اور وہ پانچ یہ ہیں آدمی اور مچھلی اور ٹیڑی اور سیب کا کیڑا اور اسمیں داخل ہے وہ کیڑا جو کھانے یا سرکہ وغیرہ میں پڑ جاتا ہے پانچویں وہ جانور جنمیں
بہتا ہوا خون نہیں جیسے مکھی اور گبریلا وغیرہ کہ اسطرح کی چیزیں اگر پانی میں گر جاویں تو پانی اُنسے نجس نہ ہوگا اور حیوانات کے اجزا دو طرح کے ہیں
اول وہ کہ حیوان سے علیحدہ ہو گئے ہوں اُنکا حکم مردہ کا سا ہے مگر بال علیحدہ ہو جانے سے ناپاک نہیں ہوتا اور ہڈی ناپاک ہو جاتی ہے دوسری قسم
جو حیوان کے اندر سے نکلتی ہیں اُنمیں سے جو اس طرح کی ہیں کہ تبدیل نہیں ہوتیں وہ یا اُنکے ٹھہرنے کی جگہ معین نہیں وہ پاک ہیں جیسے آنسو اور پسینا اور
لعاب اور رینٹ اور جو چیزیں کہ اُنکا ٹھہرنا مقرر ہے اور وہ تبدیل ہوتی ہیں وہ نجس ہیں مگر اس چیز کے جو حیوان کی اصل ہو مثلاً منی اور انڈے کہ پاک
ہیں اور خون اور پیپ اور پاخانہ اور پیشاب تمام حیوانات کا نجس ہے اور ان نجاستوں میں سے تھوڑی ہوں یا بہت معاف کچھ نہیں ہاں پانچ
چیزوں کے اول ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر کچھ اثر نجاست کا رہ جاوے تو وہ معاف ہے بشرطیکہ نکلنے کی جگہ سے نہ بڑھ جاوے دوسرا راستوں کے
کیچڑ اور گوبر کا غبار راہ میں معاف ہے باوجودیکہ نجاست کا یقین ہو مگر اسقدر معاف ہے کہ اس سے بچنا دشوار ہو یعنی جسپر سے الگ کرنے کو کرلے

[illegible]

یہ نہ کہے کہ اُسنے خود لتھیڑا ہی یا پھسلکر گر پڑا ہو بلتھڑی وہ نجاست کہ موزون کے تلے مین لگ جاتی ہو اس جہت سے کہ راہون مین ضرور پڑی رہتی ہی تو وہ بھی معاف ہو رگڑنے کے بعد کیونکہ اُسکے دور کرنے مین حرج ہی چوتھی پسوؤنکا خون تھوڑا ہو یا بہت لیکن اگر عادت کی حد سے گزر جاوے تو البتہ معاف نہین خواہ تمھارے کپڑے مین ہو یا غیر کے کپڑے مین ہو اور تمنے اُسکو پہن لیا ہو پانچوین پھنسیونکا خون اور جو کچھ اُسمین سے پیپ اور کچ لہو بہے معاف ہی حضرت ابن عمرؓ نے اپنے مہاسے کو رگڑ دیا اُسمین سے خون نکلا آپ نے اُسکو نہ دھویا اور نماز پڑھ لی اور اُسی کے حکم مین ہین وہ رطوبات جو ناسورون سے نکلتی ہین یا فصد کے بعد خون کا چلکتا رہتا ہی یہ بھی معاف ہین لیکن جو پھوڑے کم واقع ہون جیسے زخم لگنا وغیرہ تو اسکا حکم خون استحاضہ سے ملا دیا جاویگا ان پھنسیونکا سا حال نہو گا جنسے انسان اکثر خالی نہین رہتا اور شریعت مین جو ان پانچون نجاستون سے چشم پوشی کی گئی اس سے تمکو معلوم ہوا ہو گا کہ طہارت کا معاملہ سہولت پر مبنی ہی اور جو کچھ اس باب مین نیا ایجاد ہوا ہی وہ فضول وسوسہ ہی اسکی کچھ اصل نہین دوسرا بیان اُن چیزونکے ذکر مین جنسے نجاست دور کیجاوے وہ دو طرح کی ہین یا جامد ہین یا بہتی ہوئی جامد چیز استنجا کا ڈھیلا ہی یہ خشک کرنیسے پاک کر دیتا ہی اور اسمین شرط یہ ہی کہ سخت ہو اور پاک ہو اور نجاست کو چوستا ہو اور حرمت نہ رکھتا ہو اور بہتی چیزون مین سے سواے پانی کے اور کسی چیز سے نجاست دور نہین ہوتی اور پانی بھی سب دور نہین کرتے بلکہ نجاست کا دور کرنے والا وہ پانی ہے جو پاک ہو اور کسی بے حاجت چیز کے ملنے سے تغیر فاحش نہو گیا ہو اگر پانی مین کوئی نجاست ملجاوے جس سے اُسکا مزا یا رنگ یا بو بدلجاوے تو وہ پانی پاک نہین رہتا اور اگر نجاست کے پڑنے سے ان تینون وصفون مین سے کوئی نہ بدلے اور پانی مقدار مین قریب ڈھائی سو چھ من تول مین ہو تو وہ نجس نہو گا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اور اگر اس مقدار سے کم ہو گا تو امام شافعی کے نزدیک نجس ہو جاویگا یہ حال ٹھہرے ہوے پانی کا ہی لیکن بہتا پانی اگر نجاست سے بدل جاوے تو جتنا بدلا ہوا ہو وہ ناپاک ہی اُس سے اوپر اور نیچے کا ناپاک نہین اسلیے کہ پانی کے بہاؤ سے سب جدی جدی ہین اور اسیطرح اگر بہتی نجاست پانی کے بہاؤ مین چلے تو جس جگہ وہ پانی مین پڑی ہی وہ نجس ہی اور جو اُسکے دہنے بائین پانی ہی وہ نجس ہی بشرطیکہ پانی قلتین سے کم ہو اور اگر پانی کی چال نجاست کی چال سے تیز ہو تو نجاست کے اوپر کی جانب کا پانی پاک ہی اور نیچے کی جانب کا نجس ہی گو دور ہو اور بہت ہو لیکن جس صورت مین کہ کسی حوض مین مقدار قلتین کے پانی جمع ہو جاویگا تو نجس نہ رہیگا اور نجس پانی اگر دو قلون کے برابر اکٹھا ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہی اور پھر جدا کرنیسے ناپاک دوبارہ نہین ہوتا یہ مذہب امام شافعی کا ہی اور مجھکو یون اچھا معلوم ہوتا تھا کہ امام شافعیؒ کا مذہب پانی کے باب مین امام مالک کے مذہب کے موافق ہوتا یعنے پانی اگرچہ تھوڑا ہو بدون تینون وصفون مین سے ایک کے بدلنے کے امام مالک کے نزدیک نجس نہین ہوتا تو امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہوتا تو خوب تھا اسواسطے کہ ضرورت تو پڑتی ہی اور قلتین کی قید لگانے سے وسوسے اُبھرتے ہین اور اسی جہت سے لوگون پر یہ شرط گران ہی اور واقع مین بھی یہ قید مشقت کا سبب ہی جو کوئی اُسکا تجربہ کرے اور سوچے اُسکو کیفیت معلوم ہوتی ہی۔ اور اسمین کچھ شبہ نہین کہ اگر قلتین کی شرط لگی ہوتی تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین بطریق اولی طہارت دشوار ہوتی اسلئے کہ ان دونون جگہون مین نہ بہتے پانی کی کثرت ہی نہ ٹھہرے کی اور اول زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آخر زمانہ صحابہ تک کوئی واقعہ طہارت کے باب مین منقول نہین اور نہ کوئی سوال نجاستون سے پانی کے بچانے کی کیفیت کے دریافت کر نہین پایا جاتا ہی اور اُن لوگونکے پانی کے برتنون پر لڑکون اور لونڈیون اور ایسے لوگون کا تصرف

لہ جب پہونچ جاوے پانی مقدار دو قلے کو تو نہین اٹھاتا پلیدی کو ۱۲ اصحاب سنن و حاکم بروایت ابن عمر رض ۱۲

ف تحقیق مصنف پانی کی نجاست مین ۱۲

رہتا تھا جو نجاستوں سے احتراز نہیں کرتے۔ اور حضرت عمرؓ نے اُس پانی سے وضو کیا جو نصرانی عورت کے گھڑے میں تھا اس سے
تو صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بجز عدم تغیر پانی کے اور کسی شرط پر اعتماد نہیں کیا ورنہ نصرانی عورت اور اُس کے برتن کا
نجس ہونا ہے کہ ظن غالب سے بادنیٰ تامل معلوم ہوتا ہے پس امام شافعیؒ کے مذہب پر مشکل سے قائم ہونا اور بیشتر کے قرنوں میں اس امر کا انفصال
نہ ہونا ایک دلیل ہے جس سے پانی میں قلتین کی شرط لگانی زائد معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمرؓ کا فعل دوسری دلیل ہے اور تیسری دلیل یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے لیے برتن جھکا دیا تھا۔ اور اُس وقت کے لوگ بلی سے برتنوں کو ڈھانپتے نہ تھے حالانکہ دیکھتے تھے کہ بلی چوہا
کھاتی ہے اور اُنکے شہروں میں حوض نہ تھے کہ جنمیں سے بلیاں پانی پیتی ہوں نہ کنووں میں اُتر کر پیتی تھیں بلکہ اُنکے برتنوں ہی میں پانی پیا
کرتی تھیں اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ امام شافعی نے تصریح فرمائی ہے کہ جس پانی سے نجاست دھوئی جاوے اُسکا دھوون پاک ہے بشرطیکہ اُسکا کوئی
وصف نہ بدلے اور اگر بدل جاوے تو دھوون ناپاک ہے پس پانی کے نجاست پر ڈالنے میں اور نجاست کے پانی میں گرنے میں کونسا فرق ہے اور بعض جو
یہ کہتے ہیں کہ پانی کے گرنے کی قوت نجاست کو دفع کرتی ہے تو اگر وہ نجاست پانی سے نہیں ملتی تو پھر اُسکے کیا معنی کہ نجاست دور ہو جاتی ہے اور اگر یہ
کہو کہ حاجت کے سبب ایسا ہوتا ہے تو حاجت تو اُسکی طرف بھی ہے کہ سوائے تغیر اوصاف کے اور قید پانی کے نجاست میں نہ لگائی جاوے اور اسمیں
کیا فرق ہوا کہ جس طاس میں نجس کپڑا ہو اُسمیں پانی ڈالدیا یا جس طشت میں پانی ہو اُسمیں ناپاک کپڑا ڈالدیا کپڑوں اور برتنوں کے دھونے میں
دونوں طرح کی عادت ہے۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ تھوڑے پانی بہتے ہوئے کے کنارہ پر استنجا کیا کرتے تھے اور امام شافعیؒ کے مذہب میں
باتفاق ثابت ہے کہ جب بہتے پانی میں پیشاب پڑ جاوے اور وہ متغیر نہو تو اُس سے وضو کرنا درست ہے گو پانی تھوڑا ہو تو بہتے اور ساکن میں
فرق کیا اور اب کوئی یہ بتاوے کہ متغیر ہونے پر حوالہ کرنا بہتر ہے یا بہنے کے سبب پانی کی قوت پر حوالہ کرنا اچھا ہے پھر اس قوت کی حد کیا ہے آیا
جو پانی کہ حمام کی ٹونٹیوں میں سے نکلتا ہے اُسپر یہ قاعدہ جاری ہے کہ نہیں اگر نہیں جاری ہے تو فرق بتانا چاہیے اور اگر جاری ہے تو بتاؤ کہ اُن پانیوں میں
پڑ جاوے اور جو برتنوں میں بدرو بہنے کی جگہ پڑ جاوے دونوں میں فرق کیا ہے آخر یہ بھی پانی بہتا ہے علاوہ ازیں پیشاب بہتے پانی میں بہ نسبت
بستہ نجاست کے خوب ملجاتا ہے تو جب یہ حکم دیدیا کہ جو پانی بستہ نجاست پر گزرے وہ نجس ہے یہانتک کہ ایک ایسے حوض میں جمع ہو کہ اُسکی
مقدار قلتین ہو تو بستہ نجاست اور بہتی نجاست میں کیا فرق ہے پانی تو ایک ہی ہے اور ملجانا بہ نسبت اوپر کے گذرنے کے زیادہ ہے تو کیا وجہ کہ پیشاب ملنے
سے وضو درست ہوا اور بندھی نجاست پر گذرنے سے ناجائز ہو چھٹی دلیل یہ ہے کہ قلتین پانی میں اگر آدھ سیر پیشاب پڑ جاوے اور وہ پانی علیحدہ
کیا جاوے تو جو پیالہ اُس سے بھرا جاویگا وہ پاک ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اُسمیں کچھ قطرے پیشاب کے ضرور ہونگے گو تھوڑے ہوں پس یہ بتاؤ
کہ پانی کی طہارت کی علت متغیر نہونے کو کہنا اچھا ہے یا کثرت کی قوت کو بتانا بہتر ہے حالانکہ کثرت تو پیالہ میں علیحدہ کرنے سے جاتی رہی اور اجزاء
نجاست اُسمیں موجود ہیں ساتویں دلیل یہ ہے کہ گذشتہ زمانوں میں حماموں میں میلے کچیلے آدمی وضو کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور برتن اُن حوضوں
میں باوجود پانی کے تھوڑا ہونیکے ڈالدیتے تھے گو یہ معلوم تھا کہ ان میں ناپاک اور پاک سب طرح کے ہاتھ پڑتے ہیں۔ تو یہ دلیلیں مع شدت حاجت
دل میں اسبات کو قوت دیتی ہیں کہ پہلے لوگ متغیر ہونے کو دیکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اعتماد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
نے پانی کو پاک پیدا کیا ہے اُسکو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی بجز اُسکے کہ اُسکے مزہ یا رنگ یا بو کو بدل دے۔ اور یہ بات یقینی واقع میں ہے کہ ہمارے بہنے والی

اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسناد ضعیف ہے
سوا پانی حدیث ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ابو سعید سے روایت کی ہے

چیز کی سرشت ہو کہ جو چیز اُسمین پڑے اُسکو اپنی صفت پر بنالے اور وہ چیز اُس سے مغلوب ہو جیسے نمک کی کان مین کتا گر پڑے تو وہ بھی نمک ہو جاتا ہو اور اُسکی طہارت کا حکم لگتا ہو اس سبب سے کہ اُس مین سے کتے ہونے کا وصف جاتا رہا نمک ہو گیا اسیطرح اگر تھوڑا سا سرکہ یا دودھ پانی مین گر جاویگا تو اُسکی صفت سے متصف ہو جاویگا اور اُسکی خاصیت اختیار کریگا مگر جس صورت مین کہ بہت اور غالب ہو تب پانی نہوگا اور اُسکا غلبہ مزہ یا رنگ یا بو کے غالب ہونے سے ہوتا ہو تو یہ اوصاف کا متغیر ہونا جانچ کی چیز ہو اور شریعت نے نجاست کے دور کرنیکے لیے پانی مین اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہو اور مناسب ہو کہ اسپر اعتماد کیا جاوے تاکہ تنگی رفع ہو اور علت پانی کے پاک ہونے کی کھل جاوے کہ دوسری چیز پر غالب ہوتا ہو تاکہ اُسکو پاک کردے جیسا کہ قلتین سے زیادہ ہونیکی صورت مین یہی حال ہے اور نجاست کے دھوون اور بہتے پانی اور بلی کے لیے برتن جھکا دینے مین یہی صورت ہو اور یہ مت خیال کرنا کہ یہ صورت معاف ہونیکی ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو استنجا کے اثر اور پیسوؤن کے خون کی طرح ہوتا کہ جو پانی اُس سے لگتا وہ ناپاک ہوتا حالانکہ دھوون ناپاک نہین ہوتا۔ نہ تھوڑا پانی بلی کے منھ ڈالنے سے ناپاک ہوتا ہو۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو لا یحمل خبثا یعنی نجاست کو نہین اُٹھاتا تو یہ لفظ اپنی ذات سے مبہم ہو کیونکہ جب متغیر ہوتا ہو تب تو نجاست کو اُٹھاتا ہو اور اگر یہ کہو کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جب متغیر نہین ہوتا اسوقت نجاست کو نہین برداشت کرتا تو ممکن ہو کہ یہ کہین کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ پانی اکثر اوقات مین معتاد نجاستون سے متغیر نہین ہوتا تو یہ بات قلتین سے کم مین بھی ممکن ہو مگر کمتر مین اسکی رعایت نہ کرنی اُن دلیلون سے جو پہلے لکھی ہین ممکن ہو اور لا یحمل خبثا کے ظاہر الفاظ اس بات پر دلالت نہین کرتے ہین کہ حمل یعنی برداشت کی نفی ہو جسکے یہ معنے ہین کہ نجاست کو اپنی صفت پر بدل لیتا ہو جیسے یہ کہتے ہین کہ کان نمک کتے وغیرہ کو برداشت نہین کرتی یعنی اسمین غیر چیزین ویسی ہو جاتی ہین اور ان معنون کے لینے کی وجہ یہ ہو کہ لوگ تھوڑے پانیون مین استنجا کیا کرتے ہین اور اپنے نجس برتن اُنمین ڈبویا کرتے ہین پھر تردد کیا کرتے ہین کہ یہ پانی اتنے امر سے متغیر ہو گیا یا نہین تو جب مقدار قلتین کے پانی ہوگا معلوم ہو جاویگا کہ ان معتاد نجاستون سے متغیر نہین ہوتا پس اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ نجاست کو برداشت نہین کرتا اور جب نجاست زیادہ ہوگی تب تو برداشت کرتا ہو تو یہ سوال اُلٹا تمہین پر پڑیگا کہ جب نجاست زیادہ ہوگی تب اُسکی برداشت حکم کی رو سے بھی کریگا جیسے دیکھنے مین کرتا ہو پس دونون مذہبون مین معتاد نجاستونکی خصوصیت لگانی ضرور ہو۔ حاصل یہ کہ نجاستون کے معاملہ مین ہمارا میل آسانی برتنے کی طرف ہو اس وجہ سے کہ پہلے لوگونکی سیرت ہمنے اسیطرح پائی اور وسواس کی جڑ اُکھاڑنی منظور ہو اور اسی وجہ سے ان مسائل مین اگر کہین خلاف واقع ہوا ہو تو ہمنے طہارت کا حکم دیا ہے **تیسرا بیان** نجاست کے دور کرنیکی کیفیت مین۔ نجاست اگر غیر مرئی ہو یعنی اُسکا جسم سوجھائی نہ دیتا ہو تو اُسپر جہان جہان پڑی ہو پانی کا بہانا کافی ہو اور اگر نجاست جسم دار ہو تو اُسکے جسم کا دور کرنا ضروری ہو اور جب تک مزہ اُسکا باقی رہیگا تب تک معلوم ہوگا کہ اُسکا جسم باقی ہو اور یہی حال رنگ کے باقی رہنے کا ہو لیکن جس صورت مین کہ رنگ چمٹ جاوے اور رگڑنے اور ملنے سے نہ جاوے تو وہ معاف ہو اور بو کا باقی رہنا نجاست کے باقی رہنے پر دال ہو اور معاف نہین لیکن اگر کوئی چیز نہایت تیز بو کی ہو کہ اُسکا دور کرنا مشکل ہو تو اُسوقت ملنا اور چند مرتبے پے در پے نچوڑنا رگڑنے کے قائم مقام ہو اور وسواس کے دور کرنیکی یہ تدبیر ہو کہ یون سمجھنا چاہیے کہ چیزین یقیناً پاک پیدا ہوئی ہین تو جسپر نجاست نہ دکھائی دیتی ہو اور نہ یقیناً معلوم ہو کہ نجس ہو تو اُس سے نماز پڑھ لے اور اس بات کی تدبیر مین کہ نجاستونکی

مقدار مقرر کرنے کے لیے استنباط کیے جاوین **دوسری قسم** حدث کی طہارت کے بیان مین۔ اور اس طہارت مین وضو اور غسل اور تیمم داخل ہین اور
ان سب سے مقدم استنجا ہی ہم ان سب کی کیفیت بترتیب مع آداب و سنت لکھتے ہین اور شروع مین وضو کے سبب کو یعنے قضاے حاجت کو
لکھتے ہین بعون اللہ تعالی **بیان اول** پاخانہ پھرنے کے آداب مین اتنی باتین ملحوظ رکھنی چاہیین کہ دیکھنے والون کی نظر سے جنگل مین دور
چلا جاوے اور کسی چیز کی آڑ اگر ہو سکے تو کرلے اور جبتک بیٹھنے کے مقام پر نہ پہونچ جاوے تب تک اپنی برہنگی نہ کھولے اور سورج اور چاند
کی طرف منھ کر کے نہ بیٹھے اور نہ قبلہ کی طرف منھ کرے نہ پیٹھ پھیرے مگر جس صورت مین کہ مکان مین پاخانہ ہو تو مضائقہ نہین اور اس صورت مین بھی
مستحب یہی ہی کہ قبلہ سے پھر کر بیٹھے اور جنگل مین اگر اپنی سواری کی یا دامن کی آڑ لے تو جائز ہی اور آدمیونکی باتین کرنیکی جگہ مین بیٹھنے سے
اجتناب کرے اور ٹھہرے ہوے پانی مین اور پھل دار درخت کے نیچے اور سوراخ کے اندر پیشاب نہ کرے اور جو جگہ نہایت سخت ہو اور ہوا کے
رخ پیشاب نہ کرے تاکہ چھینٹون سے بچا رہے اور بیٹھنے مین بائین پاؤن پر زور دے لے اور اگر مکانات کے پاخانون مین جاوے تو اندر جانے مین
بایان پاؤن اول رکھے اور باہر نکلتے وقت دہنا اول نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ جو کوئی تمسے بیان کرے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے تو اسکے قول کو سچا نہ جانو۔ اور حضرت عمر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مجکو کھڑے ہوے پیشاب کرتے دیکھکر فرمایا کہ اے عمر کھڑا ہو کر پیشاب نکر اور اس باب مین اجازت مروی ہی کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور مین آپکے لیے وضو کا پانی لایا آپنے وضو کرکے اپنے دونون موزون پر مسح کیا۔ اور نہانے کی
جگہ مین پیشاب نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر وسواس اسی سے ہوتا ہی۔ اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ اگر پانی
بہتا ہوا ہو تو اسمین پیشاب کرنے کا مضائقہ نہین اور پاخانے مین اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لیجاوے جسپر نام خدا کا یا اسکے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہو اور پاخانہ مین ننگے سر نجاوے اور پاخانے مین جانے کے وقت کہے بسم اللہ اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان
الرجیم یعنی شروع کرتا ہون اللہ کا نام پناہ مانگتا ہون اللہ سے ناپاک پلید خبیث مخبث شیطان مردود سے اور نکلتے وقت کہے الحمد للہ الذی
اذہب عنی مایوذینی وابقی علی ماینفعنی یعنی شکر ہی خدا کا کہ اسنے مجھ مین سے وہ چیز دور کی جو مجھے ایذا دے اور وہ چیز باقی رکھی جو
میرے کام آوے مگر یہ دعائین پاخانے کے باہر کہے اور استنجا کے ڈھیلے بیٹھنے سے پہلے گن لے اور جہان پاخانہ پھرے اس جگہ پانی سے طہارت
نکرے اور پیشاب کے بعد کھنکھارے اور تین دفعہ آلہ تناسل کو سونت دے اور اسکے نیچے کی جانب ہاتھ پھیر دے اور اس باب مین زیادہ
فکر نہ کرے ورنہ وسوسے مین گرفتار رہیگا اور کام مشکل پڑجاویگا اور اگر بعد کو کچھ تری معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ پانی کا اثر ہی اور اگر یہ امر اسکو ایذا
دیتا ہو تو اس مقام پر پانی چھڑک لے تاکہ نفس مین خوب جم جاوے کہ پانی کا اثر ہے قطرہ نہین اور وسوسہ کرنے سے اپنے اوپر شیطان کو مسلط نکرے
اور حدیث شریف مین نقل مروی ہی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی چھڑکا ہی اور پہلے لوگون مین جو استنجا مین جلد فراغت کرتا تھا وہ زیادہ
فقیہ ہوتا تھا تو جو شخص اسمین وسوسہ کرے معلوم ہوگا کہ اسکو سمجھ کم ہی۔ اور حضرت سلمان رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سب
چیزین تعلیم فرمائین یہانتک کہ پاخانہ پھرنا تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ ہڈی سے اور لید سے استنجا نہ کرین اور منع فرمایا اس بات سے کہ پیشاب یا پاخانہ
مین قبلہ رخ نہ بیٹھین۔ اور ایک بدوی نے جھگڑے کے وقت کسی صحابی رض سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تمکو پاخانہ پھرنا بھی اچھی طرح نہیں آتا انھون نے

رح ترمذی و نسائی
رح ابن ماجہ ۱۲ رح ابن
ماجہ بسند ضعیف ۱۲
رح بخاری و مسلم ۱۲
رح اصحاب سنن
بروایت عبد اللہ
بن مغفل ۱۲ رح
ابو داؤد و نسائی
بروایت سفیان
بن الحکم ۱۲ رح
مسلم ۱۲

فرمایا کہ کیون نہین مین تو اُس سے خوب باہر ہون راستے سے دور جاتا ہون اور ڈھیلے گن لیتا ہون جھنڈی کیطرف منھ کرتا ہون اور ہوا کیطرف
پشت پھیرتا ہون پنجون پر زور دیتا ہون اور دہنے اوپر کو رکھتا ہون - اور جائز ہی کہ آدمی دوسرے شخص کے قریب اُس سے آڑ کرکے
پیشاب کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجودیکہ بہت حیا رکھتے تھے لوگونکی تعلیم کے لیے ایسا کیا ہی اب استنجا کی کیفیت معلوم کرو کہ بعد
پاخانہ سے فارغ ہونیکے تین ڈھیلون سے اپنے مقام کو صاف کرے اگر صاف ہوجاوے تو خیر ورنہ چوتھا ڈھیلا لے اور اسیطرح اگر حاجت جانے
تو پانچوان استعمال کرے اسواسطے کہ پاک کرنا واجب ہی اور عدد طاق مستحب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من استجمر فلیوتر یعنے
جو ڈھیلے استعمال کرے چاہیے کہ طاق لیوے اور ڈھیلے کو اپنے بائین ہاتھ مین لے کر اپنے مقام پاخانہ کے اگلے کنارے پر نجاست سے
اُس طرف رکھے اور پیچھے کو پونچھتا ہوا اور ڈھیلے کو پھیرتا ہوا لیجاوے پھر دوسرا ڈھیلا لیوے اور اُسکو پیچھے کیطرف رکھکر آگے کو اسیطرح لاوے اور
تیسرا ایک مقعد کے گرد گھما دے اور اگر گھمانا دشوار ہو اور آگے سے پیچھے تک پونچھ لیا ہو تو کافی ہی پھر ایک بڑا سا ڈھیلا اپنے دہنے ہاتھ مین لے اور
ذکر کو بائین ہاتھ مین اور ڈھیلے سے اُسکو پونچھے اور بائین ہاتھ کو حرکت دے تین مرتبہ مین یا تین جگہ مین پونچھے یا تین ڈھیلون سے تین
بائین جگہ پر - یا دیوار مین پونچھے یہانتک کہ پونچھنے کی جگہ مین پیشاب کی تری معلوم نہو اگر یہ بات دو دفعہ ہوجاوے تو تیسرا طاق کرنیکے لیے
استعمال کرے اور جس صورت مین کہ صرف ڈھیلے پر کفایت کرنی منظور ہو تو تری کا موقوف کرنا واجب ہی اور اگر چار ڈھیلون مین صاف ہو
تو پانچوان طاق کرنے کے واسطے لیوے پھر اُس جگہ سے اُٹھے اور دوسری جگہ پانی سے آبدست لے اسطرح کہ دہنے ہاتھ سے پانی مقام
نجاست پر ڈالے اور بائین سے ملے یہانتک کہ اثر نجاست چھوٹنے سے معلوم ہو اور آپ مین زیادہ مبالغہ کرے کہ اندر تک دھووے اسلیے کہ
یہ وسواس کا گھر ہی اور واضح ہو کہ جہان پانی نہین پہونچتا وہ مقام اندر کہلاتا ہی اور اُس جگہ کے فضلات پر نجاست کا حکم نہین لگتا جبتک کہ باہر
نکلین اور جو مقام ظاہر ہی اور اُسپر حکم نجاست کا ہوجاتا ہی تو اسکے پاک ہونیکی حد یہ ہی کہ پانی اُس جگہ پہونچ جاوے اور نجاست دور کردے
زیادہ وسواس کی کوئی بات نہین اور جب استنجا سے فراغت پاوے تو یون کہے اللھم طھر قلبی من النفاق وحصن فرجی من الفواحش یعنی الٰہی
میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور میرے مقام شرم کو زنا سے محفوظ رکھ پھر اپنا ہاتھ دیوار سے یا زمین سے بو کے دور کرنے کے لیے
رگڑ ڈالے اگر رہ گئی ہو اور پانی اور ڈھیلون کا دونون کا استعمال کرنا مستحب ہی چنانچہ مروی ہی کہ جب یہ آیت اتری فیہ رجال یحبون ان
یتطھروا واللہ یحب المطھرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والون کو ارشاد فرمایا کہ وہ کونسی طہارت ہی جسپر خدا تعالیٰ نے تمھاری تعریف
کی اُنھون نے عرض کیا کہ ہم استنجا مین ڈھیلے اور پانی دونون استعمال کرتے ہین دوسرا بیان وضو کی کیفیت کے ذکر مین جب استنجا
سے فارغ ہو چکے تو وضو مین مشغول ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہین دیکھا کہ قضاے حاجت کے بعد آپ نے
وضو نکیا ہو اور وضو مین شروع مسواک سے کرے کہ اُسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تمھارے منھ قرآن کے راستے ہین پس
انکو مسواک سے اچھا کرو پس چاہیے کہ مسواک کرنے کے وقت نیت کرلے کہ اپنا منھ نماز کے اندر قرآن کی قرات اور ذکر اللہ کے لیے پاک کرتا ہون
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کے بعد کی نماز بدون مسواک کے پچھتر نمازون سے بہتر ہوتی ہی اور فرمایا لولا ان اشق علی امتی لامرتہم
بالسواک عند کل صلوۃ اور فرمایا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم میرے پاس زرد دانتون سے آتے ہو مسواک کیا کرو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو

بخاری و مسلم بروایت حذیفہ ۱۲ مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲
یعنی اُسمین وہ لوگ ہین جنکو شوق ہی پاک رہنے کی اور اللہ چاہتا ہے ستھرائی والون کو ۱۲
بزار بروایت ابن عباس باسناد ضعیف ۱۲
ابو نعیم بروایت علی باسناد ضعیف
بزار باسناد جید ۱۲

کئی مرتبہ مسواک کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو مسواک کا حکم
کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ آپ پر اسکے باب میں عنقریب کوئی آیت اتریگی۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لازم پکڑو مسواک
کرنیکو کہ وہ منھ کو پاک کرتی ہے اور باعث خوشنودی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مسواک حافظہ بڑھاتی ہے اور بلغم دور
کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مسواک کو کانوں پر رکھکر چلا کرتے تھے اور کیفیت اسکی یہ ہے کہ مسواک پیلو کی یا اور درختوں
کے شاخ کی کرے جو دانت کی زردی دور کردے اور مسواک عرض اور طول دونوں جانب میں کرے یعنی داڑھوں کی جانب میں بھی
پھرا دے اور مسوڑھوں کی جانب میں بھی اور اگر ایک ہی طرف پر کفایت کرے تو عرض میں کرے اور مسواک ہر نماز اور ہر وضو کے وقت کرے گو
وضو کے بعد نماز نہ پڑھے اور جب سو کے اٹھے یا بہت دیر تک منھ بند رہے یا بدبودار چیز کھا لینے سے منھ کی بو بگڑی ہو گئی ہو تو ان سب اوقات میں مسواک کرے پھر مسواک سے
فارغ ہونے کے بعد وضو کے لیے قبلہ رخ بیٹھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بسم اللہ نہ کہے اسکا
وضو نہیں ہوتا یعنی بدون بسم اللہ کے کامل نہیں ہوتا اور اسوقت کہے رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون پھر اپنے ہاتھ
برتن میں ڈالنے سے پہلے پہونچوں تک تین بار دھووے اور کہے اللھم انی اسئلک الیمن والبرکة واعوذ بک من الشوم والھلکة یعنی الٰہی میں
تجھسے سوال کرتا ہوں یمن اور برکت کو اور نحوست اور تباہی سے تجھسے پناہ مانگتا ہوں پھر حدث کے دور کرنے اور نماز کے مباح ہو جانے کی
نیت کرے اور منھ دھونے تک یہ نیت باقی رکھے اگر منھ دھونے کے وقت بھول جاویگا تو وضو نہ ہوگا پھر چلو میں پانی منھ کے لیے لیوے اور اس
سے تین کلیاں کرے اور غرارہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے کلیاں ہی کرے اور کہے اللھم اعنی علی تلاوة کتابک وکثرة الذکر لک یعنی
الٰہی اپنی کتاب کے پڑھنے اور اپنے ذکر کے زیادہ کرنے پر میری مدد کر پھر ناک کے لیے چلو بھرے اور تین دفعہ ناک میں پانی دے اور
سانس سے پانی کو نتھنوں میں چڑھاوے اور جو کچھ نتھنوں میں ہو اسکو سنک ڈالے اور ناک میں پانی دینے کے وقت یہ دعا کہے اللھم ارحنی
رائحة الجنة وانت عنی راض یعنی الٰہی تو مجھکو جنت کی خوشبو سونگھا اس حال میں کہ تو مجھسے خوش ہو اور ناک سنکنے کے وقت کہے اللھم انی اعوذ بک
من روائح النار ومن سوء الدار الٰہی میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کی بدبوؤں سے اور برے گھر سے پہلی دعا ناک میں پانی پہونچانے کے مناسب
ہے اور یہ ناک سے کوئی چیز دور کرنے کے مناسب ہے پھر چلو اپنے منھ کے لیے بھرے اور اسکو جہاں سے کہ پیشانی کی برابری شروع ہوتی ہے
وہاں سے لیکر جہاں تک ٹھوڑی سامنے معلوم ہوتی ہے اسکی انتہا تک طول میں اور ایک کان سے لیکر دوسرے کان تک عرض میں دھووے اور
منھ کی حد میں پیشانی کے دونوں گوشے جو بالوں کے اندر چلے جاتے ہیں داخل نہیں بلکہ وہ سر میں شامل ہیں اور دونوں کنپٹیوں کے اوپر
بھی پانی پہونچانا چاہیے اور یہ وہ جگہ ہے کہ عورتوں کو وہاں سے بال ہٹانے کی عادت ہوتی ہے یا اگر ایک ڈورے کا ایک سرا کان کے سر پر اور
اور دوسرا پیشانی کے گوشے پر تو اس ڈورے کے نیچے کی طرف جو منھ کی جانب پڑے اسکو تر کرنا چاہیے اور چاروں بالوں یعنی بھووں اور مونچھوں
اور رخساروں اور پلکوں کی جڑوں میں پانی پہونچانا چاہیے کیونکہ یہ چیزیں اکثر ہلکی ہوتی ہیں اور ڈاڑھی اگر ہلکی ہو تو اسکی جڑ میں بھی
پانی پہونچانا چاہیے اور ہلکی کی علامت یہ ہے کہ نیچے کی کھال اس میں نظر آتی ہو اور اگر داڑھی گھنی ہو تو اسکی جڑ میں پہونچانا ضروری نہیں اور وہ بال جو نیچے
کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہیں جنکو بچی کہتے ہیں انکا حکم ہلکی اور گھنی ہونے میں ڈاڑھی کا سا ہے پھر اسیطرح تین دفعہ کرے اور

ڈاڑھی جو لٹکی ہوئی ہو اُسکے اوپر اوپر پانی بہا وے اور آنکھ کے کویون اور میل اور سرمہ کے اکٹھے ہونیکی جگہین اُنگلی سے صاف کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور توقع کرے کہ اس فعل سے آنکھون کا قصور باہر ہو جاویگا اور اسیطرح سب اعضا کے دھونے مین توقع کرے کہ اُنکی خطائین دور ہونگی اور مُنھ دھونے کے وقت کہے اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبیض وجوہ اولیائک ولا تسود وجھی بظلماتک یوم تسود وجوہ اعدائک الٰہی میرے منھ کو اپنے نور سے سفید کر جس روز کہ تیرے دوستون کا منھ سفید ہو اور میرے مُنھ کو اپنی تاریکیون سے سیاہ مت کر جس روز کہ تیرے دشمنون کے چہرہ سیاہ ہون۔ اور مُنھ دھونے مین گھنی ڈاڑھی مین خلال کرے کہ مستحب ہے پھر اسکے بعد اپنے دونون ہاتھ کہنیون تک تین بار دھووے اور انگوٹھی کو ہلاوے اور پانی کہنیون سے آگے تک پہونچاوے کیونکہ قیامت کو وضو کرنیوالون کے ہاتھ پاؤن اور چہرہ وضو کے نشان کے باعث روشن ہونگے تو جتنی دور پانی پہونچیگا اتنا ہی عضو روشن منور ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من استطاع ان یطیل غرتہ فلیفعل اور ایک روایت مین یہ ہے تبلغ الحلیۃ من المومن حیث یبلغ الوضوء اور پہلے دہنا ہاتھ دھووے اور کہے اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا الٰہی میرا نامہ اعمال میرے دہنے ہاتھ مین دے اور مجھسے حساب ہلکا کرنا اور بائین ہاتھ کو دھونے مین کہے اللھم انی اعوذ بک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظہری الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس سے کہ تو میرا نامہ اعمال میرے بائین ہاتھ مین دے یا پشت کی جانب سے پھر اپنے سارے سر کا مسح کرے اس طرح کہ دونون ہاتھون کو تر کرکے دونون کی انگلیون کے سر ملاوے اور انکو پیشانی کے پاس سر پر رکھے اور گدی کی طرف کو کھینچ لاوے اور وہان سے پھر آگے کی طرف کو کھینچے یہ ایک مسح ہوا اسیطرح تین بار کرے اور کہے اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک الٰہی مجھکو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھپر اپنی برکتین نازل کر اور اپنے عرش کے سایہ مین اس روز کہ بجز تیرے سایہ کے اور سایہ نہوگا جگہ دے پھر اپنے دونون کانونکا مسح اندر اور باہر نئے پانی سے کرے اس طرح کہ دونون انگشت شہادت کو کانون کے دونون سوراخون مین داخل کرے اور دونون انگوٹھون کو کانون کے باہر کی جانب گھماوے پھر کانون پر دونون ہتھیلیان پوشش کے لیے رکھ دے اور یہ مسح بھی تین بار کرے اور یہ کہے اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اللھم اسمعنی منادی الجنۃ مع الابرار الٰہی مجھکو ان لوگون مین سے کر کہ قول کو سنین اور اُنمین سے بہتر کا اتباع کرین الٰہی مجھکو جنت کے منادی کی آواز نیک بندون کے ساتھ مین سنا پھر اپنی گردن کا مسح نئے پانی سے کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن کے طوق سے بچاتا ہے اور مسح گردن مین یہ کہے اللھم فک رقبتی من النار واعوذ بک من السلاسل والاغلال الٰہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر اور زنجیرون اور طوقون سے تجھسے پناہ مانگتا ہون پھر اپنا دہنا پاؤن دھووے اور بائین ہاتھ سے پاؤن کی اُنگلیون کو نیچے کی جانب سے خلال کرے اور دہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرکے بائین کی چھنگلیا پر خلال ختم کرے اور دہنے پاؤن کو دھونے مین یہ کہے اللھم ثبت قدمی علی الصراط المستقیم یوم تزل الاقدام فی النار الٰہی میرا پاؤن سیدھے رستے پر جماوے جس روز کہ پاؤن دوزخ مین پھسلین اور بائین پاؤن کے دھونے مین کہے اعوذ بک ان تزل قدمی علی الصراط یوم تزل اقدام المنافقین فی النار مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس سے کہ میرا پاؤن پھسلے جس روز کہ منافقون کے پاؤن دوزخ مین پھسلینگے اور پانی کو اپنی نصف ساق تک اونچا کرے جب فارغ ہو تو سر آسمان کی طرف اُٹھاوے اور کہے

ف ح ۲۰ قدرت رکھے اس بات کی کہ اپنی روشنی بڑھاوے تو اسکو چاہیے کہ بڑھاوے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ ح زیور ایماندار کے اس مقام تک پہونچیگا جہانتک وضو کا پانی پہونچیگا یعنی روشنی اور چمک وضو کے اثر

اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ سبحانک اللہم وبحمدک لا الہ الا انت عملت سوءًا وظلمت نفسی استغفرک اللہم واتوب الیک فاغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی عبداً صبوراً شکوراً واجعلنی اذکرک ذکراً کثیراً واسبحک بکرۃ واصیلا کہتے ہین کہ جو شخص بعد وضو کے یہ دعا پڑھے تو اُسکے وضو پر مہر کی جاتی ہے اور عرش کے نیچے اسکو پہونچایا جاتا ہے اور وہان وہ خدا تعالی کی تسبیح اور تقدیس کرتی رہتی ہے اور اسکا ثواب قیامت تک اس شخص کے لیے لکھا جاتا ہے اور وضو مین چند باتین مکروہ ہین اول تین مرتبہ سے زیادہ دھونا اور پانی کو فضول بہانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اعضا دھوئے اور فرمایا کہ جسنے زیادہ مرتبے دھوئے اُس نے ظلم کیا اور برا کیا اور فرمایا کہ عنقریب اس امت مین ایک قوم ہوگی جو دعا اور وضو مین حد سے تجاوز کریگی اور کہتے ہین کہ طہارت مین آدمی کا پانی پر حریص ہونا اُسکے علم کی سستی کی علامت ہے۔ اور ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ یون کہتے ہین کہ اول جو شروع وسواس کا ہوتا ہے تو پاک کرنے کی جہت سے ہوتا ہے۔ اور حضرت حسن کا قول ہے کہ ایک شیطان وضو کے اندر آدمی پر ہنسا کرتا ہے جسکو ولہان کہتے ہین دوسرے ہاتھونکا جھٹکنا کہ پانی دور ہو جائے تیسرے وضو کے اندر بولنا چوتھے منھ پر پانی کو طمانچہ کی طرح مارنا اور بعض لوگون نے پانی کو بدن پر سے خشک کرنا بھی مکروہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پانی میزان اعمال مین وزن کیا جاویگا اسلیے اسکا خشک کرنا مکروہ ہے یہ قول سعید بن مسیب اور زہری رح کا ہے لیکن حضرت معاذ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک کو اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھا تھا اور حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خشک کرنے کا کپڑا رہتا تھا مگر اس روایت مین طعن کیا گیا ہے۔ اور مکروہ ہے کانسے کے برتن سے وضو کرنا اور اُس پانی سے جو دھوپ مین گرم ہو گیا ہو اور اُسکی کراہت طب کی رو سے ہے۔ اور حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ سے کانسے کے برتنونکی کراہت مروی ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ شعبہ رض کے لیے کانسے کے برتن مین پانی آیا تو اُنھون نے اُس سے وضو کرنیکا انکار کیا اور اس امر کا مکروہ ہونا حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رض سے نقل فرمایا۔ اور جبکہ آدمی وضو سے فارغ ہو کر نماز پڑھنے کو متوجہ ہو تو چاہیے کہ اپنے دل مین سوچے کہ میرا ظاہر پاک ہو گیا جسکو خلق دیکھتی ہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ بدون دل کے پاک کرنیکے خدا تعالی سے مناجات کرون کہ دل اسکے دیکھنے کا مقام ہے اور یہ کھٹکا ہے کہ توبہ سے دل کو پاک کرنا اور اخلاق بد سے خالی ہونا اور عمدہ اخلاق کا عادی ہونا بہت بہتر ہے اور جو شخص کہ صرف ظاہر کے پاک کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے گھر مین بلا وے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑ کر باہر کے دروازہ پر گچ اور چونا پھیروادے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مستحق غضب سلطانی ہوگا **وضو کی فضیلت** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من توضأ فاحسن الوضوء وصلی رکعتین

لم یحدث فیہما بشئ من الدنیا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور دوسری روایت میں لم یسہ فیہما غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور ایک حدیث میں اسطرح ارشاد فرمایا الا انبئکم بما یکفر اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات اسباغ الوضوء فی المکارہ ونقل الاقدام الی المساجد وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ فذلکم الرباط اور اس کلمہ کے اخیر یعنی فذلکم الرباط کو تین بار ارشاد فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ایک ایک بار اعضاء کو دھویا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی کہ اللہ تعالی بدون اسکے نماز قبول نہیں کرتا اور دو دو بار اعضا کو دھویا اور فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور دو دو بار اعضا دھوے اللہ تعالی اسکو ثواب دو بارہ عنایت فرما دیگا اور تین تین بار اعضا دھوے اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پیشتر کے انبیا اور اللہ تعالی کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا اور فرمایا کہ جو شخص وضو کرنے میں خدا تعالی کو یاد کرے اللہ تعالی اسکا سب جسم پاک کر دیتا ہی اور جو شخص ذکر اللہ کا نکرے اسکا جسم صرف اسیقدر پاک ہوگا جہاں پانی لگیگا اور فرمایا من توضأ علی طہر کتب اللہ لہ بہ عشر حسنات اور فرمایا الوضوء علی الوضوء نور علی نور ان روایتوں سے تجدید وضو کی ترغیب معلوم ہوتی ہی۔ اور فرمایا کہ جب بندہ مسلمان وضو کرتا ہی اور کلی کرتا ہی تو خطائیں اسکے منہ سے نکل جاتی ہیں اور جب ناک صاف کرتا ہی تو اسکی ناک سے گناہ باہر نکلتے ہیں اور جب منھ دھوتا ہی تو چہرے سے خطائیں دور ہوتی ہیں یہانتک کہ پلکوں کے بالوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہی تو ہاتھوں سے قصور دور ہوتے ہیں حتی کہ ناخنوں کے تلے سے نکل جاتے ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرتا ہی تو سر سے خطائیں کانوں تک کی نکل جاتی ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہی تو دونوں پاؤں کی خطائیں ناخنوں تک کے نیچے سے دور ہو جاتی ہیں پھر اسکا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنی دونوں زائد بچتی ہیں۔ اور مروی ہی کہ طاہر مثل صائم کے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو اسکے لیے بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں کہ جس دروازے میں سے چاہے اسکے اندر جاوے۔ اور حضرت عمر نے فرمایا ہی کہ عمدہ وضو تجھسے شیطان کو دور کردیگا اور مجاہد فرماتے ہیں کہ جس شخص سے ہو سکے وہ یہ کرے کہ جب سووے طاہر اور ذاکر اور استغفار پڑھتا ہوا سووے کیونکہ روحیں اسی حال پر اٹھینگی جسپر قبض ہونگی تفسیر بیان غسل کے بیان میں اسکی کیفیت یہ ہی کہ برتن کو اپنی داہنی جانب رکھے پھر بسم اللہ کہکر اپنے ہاتھ تین بار دھوے پھر استنجا کرے جیسا ہمنے اوپر لکھا ہی اور بدن پر اگر نجاست ہو اسکو دور کرے پھر نماز کیطرح وضو کرے جیسے مذکور ہوا مگر پاؤں اسوقت نہ دھوے نہانے کے بعد دھوے کیونکہ انکو دھوکر زمین پر رکھنا پانی کا ضائع کرنا ہی پھر وضو کے بعد تین بار اپنے داہنے شانے پر پیچھے تک پانی ڈالے پھر بائیں طرف پر تین بار پھر سر پر تین بار پھر اپنا بدن آگے اور پیچھے سے ملے اور سر اور داڑھی کے بالوں میں خلال کرے اور گھنی ہوں یا تھوڑی انکی جڑ میں پانی پہونچاوے اور عورت کو مینڈھیوں کا کھولنا ضرور نہیں مگر اس صورت میں کہ جانے کہ پانی بالوں کے اندر نہ پہونچیگا اور بدن کی سلوٹوں کی خبر لے کہ پانی سب میں پہونچ جاوے اور نہانے میں آلہ تناسل کو ہاتھ نہ لگاوے اور اگر ہاتھ لگا دے تو وضو پھر ثانی کرے اور اگر وضو غسل سے پہلے کر لیا ہے تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نکرے سو غرض کہ وضو اور غسل کا طریق یہ ہی جنکو اسقدر لکھا ہی کہ طریق آخرت

سالک کے لیے جسقدر اسکا جاننا اور کرنا ضروری ہے اور اسکے سوا اور مسائل کہ بعض احوال میں انکی ضرورت پڑتی ہے اُنکے لیے فقہ کی کتابوں
کی طرف رجوع کرنا چاہیے غسل میں جو چیزیں یہ باتیں لکھی ہیں اُنمیں سے دو باتیں واجب ہیں ایک نیت کرنا دوسرے تمام بدن کو دھونا اور
وضو میں اتنی چیزیں واجب ہیں نیت منھ کا دھونا دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا اور سر کا مسح اسقدر کرنا کہ اسکو مسح کہہ سکیں
اور دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا اور ترتیب یعنی پہلے منھ دھونا پھر ہاتھ دھونے پھر مسح کرنا پھر پاؤں دھونے اور ہر [illegible]
اور چار قسم کے غسل واجب ہیں اول منی کے نکلنے سے دوم عورت و مرد کی شرمگاہ [illegible] سوم حیض کے بعد چہارم نفاس کے بعد اُنکے
سوا اور غسل سنت ہیں جیسے دونوں عیدوں کا نہانا اور جمعے کے روز اور احرام کے لیے اور عرفات یا مزدلفہ میں ٹھیرنے کے لیے اور مکے میں
داخل ہونے کے واسطے اور ایام تشریق کے تینوں دن کا نہانا اور ایک قول کے بموجب طواف وداع کے لیے غسل کرنا اور کافر کے مسلمان
ہونے کے وقت بشرطیکہ ناپاک نہو اور مجنون کے ہوش میں آنیکے وقت اور میت کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کا غسل کرنا
یہ غسل مستحب ہیں تیسری بات تیمم کے ذکر میں جس شخص کو پانی کا استعمال دشوار ہو کہ دور ہونیکی جہت سے نملتا ہو یا اُس
کسی وجہ سے نہیں پہونچ سکتا مثلاً درندے کے خوف سے یا دشمن کے ڈر سے یا پانی موجود ہو مگر اپنے یا اپنے ساتھی کی پیاس کے لیے ہو یا دوسرے
کی ملک ہو اور وہ نرخ معمولی سے زیادہ دام کو بیچتا ہو یا اُسکے بدن پر کوئی زخم خواہ مرض ہو کہ پانی کے استعمال سے عضو کے بیکار ہونیکا یا مرض کے
بڑھ جانیکا خوف ہو تو اُس شخص کو چاہیے کہ جب نماز فرض کا وقت آجائے تو اُس وقت زمین پاک کا قصد کرے جسپر غبار پاک خالص اور
نرم ہو کہ اُسمیں غبار اٹھتا ہو اور زمین پر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جوڑ کر ایک دفعہ مارے اور انکو اپنے تمام چہرے پر [illegible]
پھرا دے اور اُسوقت نماز کے مباح ہونیکی نیت کرے اور غبار کو بالوں کے نیچے پہونچانا ضروری نہیں خواہ بال تھوڑے ہوں یا بہت
مگر اس بات میں کوشش کرے کہ جہانتک ہو سکے تمام ظاہر پر غبار پہونچ جائے اور یہ ایک ضرب سے ہو جائیگا کیونکہ چہرے کا عرض دو ہتھیلی [illegible]
زیادہ نہیں اور ظن غالب کی رو سے تمام چہرے پر غبار کا پہونچ جانا کافی ہے پھر اپنی انگوٹھی نکالے اور دوسری ضرب انگلیاں کھلی رکھکر لگائے
پھر داہنے کی چاروں انگلیاں جوڑکر بائیں کی چاروں انگلیوں پر رکھے اس طرح کہ بائیں انگلیوں کے اندر کا رخ داہنے کی پشت کی جانب ہو
اور دونوں انگوٹھے علیحدہ ہوں اور ایک ہاتھ کی پوریں دوسرے کی انگشت شہادت کے سرے سے باہر نہوں پھر بائیں ہاتھ کی
چاروں انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی پشت کی جانب کہنی تک سرکاتا ہوا لیجاوے کہ ہتھیلی شامل [illegible] کہنی پر پہونچ جاوے [illegible]
بائیں کی داہنے کے اندر کی طرف پھیر [illegible] کی طرف سرکاتا ہوا پہونچے تک لاوے اور بائیں انگوٹھے کو اندر کی طرف داہنے
انگوٹھے کے باہر کھینچے پھر [illegible] اسی طرح داہنے ہاتھ سے بائیں پر عمل کرے کہ چار انگلیاں [illegible]
داہنے ہتھیلی اندر کی طرف [illegible] پہونچے تک لاوے اور انگوٹھے کو انگوٹھے پر پھراوے [illegible]
اور انگلیوں کے درمیان خلال کرے [illegible]
دشوار ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ ضروری نہیں اور زیادہ سے پورا کرلے اور اگر اس تیمم سے فرض پڑھ لیے ہوں تو نفل کا اختیار [illegible]
چاہے اسی سے پڑھے لیکن اگر دو فرضوں کو ایک ساتھ پڑھے تو چاہیے کہ دوسرے فرض کے لیے تیمم دوبارہ کرے اسی طرح [illegible]

کے لیے ایک تیمم جدا گانہ کرے واللہ اعلم تیسری قسم فضلات ظاہری سے پاک ہونیکے بیان میں اور فضلات دو نوع پر ہیں اول میل دوم اجزا
اسلیے دو بیان ہیں اسکو لکھا جاتا ہے بیان اول میل اور رطوبتیں جو آدمی میں ہوتی ہیں آٹھ ہیں اول جو سر کے بالوں میں میل اور جوئیں
ہو جاتی ہیں انکی صفائی دھونے اور کنگھی کرنے اور تیل ڈالنے سے مستحب ہے تاکہ بالونکا الجھاؤ اور چہرے کا وحشی پن دور ہو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھی کرتے اور فرماتے کہ کبھی کبھی تیل ڈالا کرو اور آپنے فرمایا کہ جس کسی کے بال ہوں
چاہیے کہ انکی خدمت کرے یعنی انکو میلا ہونے سے بچاوے اور آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ اسکی ڈاڑھی کے بال پراگندہ تھے آپنے فرمایا
کہ کیا اسکے پاس تیل نہ تھا جس سے بالونکو درست کر لیتا پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی آتا ہے جیسے شیطان ہو دوم وہ میل کہ کان کے پیچوں میں
جمع ہو جاتا ہے اسمیں سے جو اوپر ہوتا ہے وہ مسح سے دور ہو جاتا ہے اور جو سوراخوں کے اندر ہوتا ہے اسکے لیے چاہیے کہ حمام سے
باہر آنے کے وقت نرمی کے ساتھ اسکو صاف کرے اور اگر زیادہ ایسا کریگا تو وہ قوت سامعہ کو مضر ہے سوم وہ رطوبت جو ناک میں جمع
ہو کر جم جاتی ہے اور نتھنوں میں چپٹ جاتی ہے وہ ناک میں پانی دینے اور سنکنے سے جاتی رہتی ہے چہارم وہ میل کہ دانتوں پر اور زبان کے کنارہ پر
جمع ہوتا ہے وہ کلی اور مسواک سے دور ہو جاتا ہے اور ان دونوں کا حال ہم ذکر کر چکے ہیں پنجم جو میل اور جوئیں ڈاڑھی میں جمع ہو جاتی ہیں جس صورت میں
کہ اسکی خدمت نہ کیجاوے تو اسکا دور کرنا دھونے اور کنگھی کرنے سے مستحب ہے اور حدیث مشہور میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر اور
حضر میں کنگھی اور مدری اور آئینہ کبھی نہ چھوڑتے تھے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور یہ عرب والوں کا دستور ہے کہ یہ چیزیں ساتھ رکھتے ہیں
اور ایک حدیث غریب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن میں دوبار اپنی ڈاڑھی میں کنگھی کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ڈاڑھی مبارک گھنی تھی اور حضرت ابوبکرؓ کی ڈاڑھی بھی ایسی ہی تھی اور حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی لنبی اور پتلی تھی اور حضرت علیؓ کی ڈاڑھی
خوب چوڑی تھی کہ دونوں شانے گھیر لیے تھے اور ایک حدیث اس سے زیادہ غریب میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہوئے آپ انکے پاس جانے کو ہوئے میں نے دیکھا کہ آپنے پانیکے مٹکے میں جھانک کر اپنے بال سر اور
ریش مبارک کے درست کیے پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ یہ کام کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس
بات کو محبوب جانتا ہے کہ جب اپنے بھائیوں کے پاس جاوے تو بن سنور کے جاوے۔ جاہل آدمی اس سے کبھی یہ گمان کرتا ہے کہ یہ لوگونکی
لیے زینت کرنیکی محبت ہے اور آپ کے اخلاق کو غیروں پر قیاس کرتا ہے اور فرشتونکو لوہاروں سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دعوت تھا اور یہ امر آپکے لوازم میں سے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اپنے بڑا کرنے کے واسطے سعی
فرماویں تاکہ انکے نفس آپکو حقیر نہ جانیں اور اپنی صورت انکی نظروں میں اچھی بناویں تاکہ انکی آنکھوں میں چھوٹے نہ معلوم ہوں اور وہ لوگ
آپکے پاس سے بدک نہ جاویں اور منافقوں کو کوئی موقع انکے بدگمانی کا ہاتھ لگے۔ اور یہ بات ہر ایک عالم کیلیے واجب ہے کہ جو خلق کو
خدائے تعالیٰ کی طرف بلانے کے درپے ہو کہ اپنے ظاہر حال میں اس بات کا لحاظ رکھے کہ کوئی امر ایسا نہ ہو جس سے لوگ اس سے نفرت کریں اور

ع ترمذی نے شمائل میں بروایت انس روایت کیا ہے کہ کنگھی آپ ڈاڑھی میں بہت کیا کرتے تھے اور سند اسکی ضعیف ہے ۱۲ ع آپ کی ڈاڑھی کا گھنا ہونا شمائل میں بروایت ہند بن ابی ہالہ [illegible] ۱۲

ع ترمذی نے شمائل میں بروایت انس بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ آپ تیل اکثر ڈالا کرتے اور ایک جماعت [illegible] بسند صحیح [illegible] کنگھی کبھی کبھی کیا کرو ۱۲ ع ترمذی و نسائی نے بروایت [illegible] بن مغفل ۱۲ ع ابوداؤد [illegible] اور نسائی نے بسند قوی [illegible] ع طبرانی [illegible] بروایت عائشہ بسند ضعیف ۱۲

ان باتون مین نیت کا اعتبار ہے کیونکہ یہ امور بھی بذات خود وہ عمل ہین جو مقصود سے اوصاف حاصل کرتے ہین غرض اس نیت سے زینت کرنا اچھا ہی اور اگر بالونکی پراگندگی اسلیے باقی رکھے کہ لوگ جانین کہ یہ شخص زاہد ہی اور نفس کی پروا نہین کرتا تو ممنوع ہی اور اگر بالونکی نسبت دوسرا اہم احکام مین مصروف ہوکر انکی درستی نہ کرے تو اچھا ہی اور یہ حالات باطنی ہین جو بندے کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہین عاقل آدمی انکو خوب جانتا ہی کسی حال مین اسکو ایک صورت کا دوسری پر شبہہ نہین پڑتا۔ اور بہت سے جاہل ایسے ہین کہ وہ ان امور کو کرتے ہین اور انکی توجہ خلق ہی کی طرف ہوتی ہی اور خود بھی مغالطہ مین ہوتے ہین اور دوسرونکو بھی دھوکا دیتے ہین اور جانتے ہین کہ ہمارا قصد بہتر ہی مثلاً بہت سے عالم دیکھوگے کہ عمدہ لباس پہنتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارا قصد بدعتیون اور جدل کرنیوالون کو ذلیل کرنا اور خدا سے تعالی کا تقرب حاصل کرنا ہی اور یہ بات اس روز کھلیگی جس روز باطن کا امتحان لیا جاویگا اور قبرون مین سے مردے اٹھائے جاوینگے اور سینونکے اندر کی باتین علانیہ ہونگی اسوقت خالص ڈھلا ہوا سونا کھوٹے سے علیحدہ ہو جاویگا ہم اللہ تعالی سے اُس بڑی پیشی کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتے ہین ششم میل جو انگلیون کے اوپر سلوٹون مین جمع ہوتا ہی عرب کے لوگ ان جگہون کو بہت دہوتے نہ تھے اسوجہ سے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوتے تھے اسی جہت سے ان سلوٹون مین میل رہ جاتا تھا اور انہین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ان مقامات کے دھونے کے لیے ارشاد فرمایا ہفتم انگلیون کے پورون کے صاف کرنیکے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو ارشاد فرمایا تھا جو میل کہ انگلیون کے سرون پر اور ناخنون کے نیچے ہو اُسکو دور کرین اسلیے کہ ہر وقت ناخنونکا تراشنا تو ہو نہین سکتا اسلیے اُنمین میل جمع ہو جاتا ہی اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخنون کے کاٹنے اور بغل اور زیرناف کے بالون کے دور کرنے کے لیے چالیس دن کی مدت مقرر فرما دی اور ناخنون کے نیچے کے میل کے صاف کرنیکا حکم دیا اور ایک روایت مین ہی کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے مین دیر ہوئی جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہم تم پر کیسے اُترین کہ تم اپنی انگلیون کے بیچ کے جوڑ دھوتے ہو نہ پورونکو صاف کرتے ہو نہ زردی دانت کے لیے مسواک کرتے ہو اپنی امت کو ارشاد فرمایے کہ وہ یہ امور بجا لاوین اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین فلا تقل لہما اُفٍ یہ فرمایا ہی کہ اف ناخن کے میل کو کہتے ہین اور تف کان کے میل کو اور بعضے یہ کہتے ہین کہ ماں باپ کو انکے ناخن کے میل کا مت لگا اور بعضے یون کہا ہی کہ انکو اتنی ایذا بھی مت دے جتنی ناخن کے نیچے میل ہونے سے ہوتی ہی ہشتم وہ میل جو تمام بدن پر پسینے اور راستے کے غبار سے جم جاتا ہی اُسکو حمام مین نہانے سے دور کرے اور حمام مین نہانیکا کچھ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شام کے حمامون مین گئے ہین اور بعضون نے فرمایا ہی کہ حمام اچھا گھر ہی کہ بدن کو پاک کرتا ہی اور آگ کو یاد دلاتا ہی یہ قول حضرت ابو درداء اور ابو ایوب انصاری سے مروی ہی اور بعضون نے یہ فرمایا ہی کہ حمام بُری جگہ ہی کہ برہنگی کو ظاہر کرتا ہی اور حیا کو دور کرتا ہی اس قول سے اُسکی بُرائی معلوم ہوتی ہی جیسے پہلے قول سے فائدہ مفہوم ہوتا تھا اور اُسکے فائدے کی طلب کرنی درصورتیکہ اسکی آفت سے بچے مضائقہ نہین اسلیے جو باتین کہ حمام کرنیوالے کو چاہیین خواہ سنت ہون یا واجب وہ ہم لکھے دیتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ حمام کرنیوالے پر دوامر تو اپنی برہنگی کے باب مین واجب ہین اور دو باتین دوسرے شخص کی برہنگی کے باب مین واجب ہین جو دو باتین کہ خاص اپنی برہنگی مین واجب ہین انمین سے اول یہ ہی کہ اُسکو دوسرونکی نگاہ سے محفوظ رکھے دوسری یہ کہ دوسرے کے چھونے سے اُسکو بچا کے

اس سے یہ نکلا کہ اس جگہ میل دور کرنا اور ملنا اپنے آپ کرے حامی کو منع کرے کہ ران کو اور ناف سے لیکر پیڑو کو ہاتھ نہ لگاوے ہرچند
سوائے مقام شرم کے اور جگہ پر ہاتھ لگانا میل کے دور کرنیکے لیے اباحت کا احتمال رکھتا ہے لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ حرام ہو اس سبب سے
کہ دونوں شرمگاہوں کو ہاتھ لگانا درست ہے بابت انکے دیکھنے میں ملا دیا گیا ہے تو باقی برہنگی کا بھی یہی حال ہونا چاہیے یعنی جنپر نگاہ کرنا
حرام ہو انکا ہاتھ لگانا بھی حرام ہونا چاہیے اور غیر شخص کی برہنگی کے بابت دو امر واجب ہیں اول تو اپنی نظر اسپر نہ ڈالے دوم اسکو اسکے
کھولنے سے منع کرے اسلیے کہ بری بات سے منع کرنا واجب ہے اور اسکے ذمہ صرف ذکر کر دینا ہے یہ تو نہیں کہ دوسرے کا قبول کرنا بھی ہو اور ذکر
کرنیکا وجوب اسکے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ خوف پٹنے یا گالی یا اور کسی بات کا ہو جو فی نفسہ حرام ہو ایسی صورت میں
اسپر واجب نہیں کہ بری بات کو ذکر کرے کہ دوسرے کو تو کب دوسرے حرام کا کرے ہاں ذکر نہ کرنیکی یہ وجہ کہنی کہ میں جانتا ہوں کہ ذکر کرنا
مفید نہوگا اور آپ کوئی عمل نہ کریگا پوچ ہے یہ عذر نہ مانا جاویگا بلکہ ذکر کرنا ضرور چاہیے اسلیے کہ کہنے کا اثر دل پر ہوا ہی کرتا ہے اور جب گناہ ہونیکا
عیب لگایا جاتا ہے تو دل میں اس سے احتراز کرنا آ جاتا ہے اور سچ اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ کہنے والا انکی نگاہ میں اس گناہ کو برا کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو
اس سے علیحدہ رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اسلیے ذکر کرنیکو چھوڑنا جائز نہیں اور انہیں جیسی باتوں کی وجہ سے احتیاط اسمیں ہے کہ حمام میں آجکل کے
زمانہ میں داخل نہو کہ برہنگیاں ضرور کھلی رہتی ہیں خصوص ناف کے نیچے سے پیڑو تک کہ لوگ اسکو برہنگی نہیں جانتے حالانکہ شرع نے
اس مقام کو برہنگی میں لاحق فرمایا اور اسکو گویا حد اور احاطہ برہنگی کا ٹھہرایا اور اسی نظر سے مستحب ہے کہ حمام میں تنہا جاوے اور بشر حافی فرماتے
کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک درم ہو اور وہ حامی کو اس غرض سے دیدے کہ وہ حمام کو صرف اسکے لیے خالی کردے تو میں اس شخص کو
اس بات میں ملامت نہ کرونگا اور حضرت ابن عمر کو لوگوں نے حمام میں دیکھا کہ منہ اپنا دیوار کی جانب کیے ہوئے اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے اور بعض کا
قول ہے کہ حمام میں جانیکا مضائقہ نہیں مگر دو چادریں ہوں ایک کی لنگی کرے اور ایک کو سر پر ڈال لے کہ آنکھوں کے سامنے کو نگہ بند ہو جاوے
اور حمام میں نہانے کے مستحبات یہ ہیں اول نیت کرنا یعنی دنیا کے لیے اور صرف اپنی خواہش نفس کے واسطے داخل نہو بلکہ یہ قصد کرے
کہ نماز کے واسطے جو صفائی چاہیے اسکے لیے نہاتا ہوں دوسرے حامی کو اجرت حمام میں جانے سے پیشتر دیدے اسلیے کہ جو کچھ اس سے کام لیگا
وہ مجہول ہے اور یہی حال حامی کا ہے کہ جو کچھ اسکو ملنے کی توقع ہے وہ معلوم نہیں تو پیشتر دینے میں ایک طرف سے جہالت دور ہو جاتی اور
نفس کو آسائش ملیگی تیسرے داخل ہونے کے وقت بایاں پانوں دھرے اور وہ دعا پڑھے جو پاخانہ جانیکے باب میں مذکور ہوئی ہے چوتھے
تخلیہ کے وقت حمام میں جاوے یا بتکلف حمام کو خالی کرالے کیونکہ اگر بالفرض حمام میں صرف دیندار اور محتاط شخص ہونگے اور کوئی نہوگا تب بھی
انکے ننگے بدنوں کو دیکھنے میں ایک طرح کی شرم کی کوتاہی ہے اور ننگے بدنوں کو دیکھکر برہنگیوں کا دھیان دل میں گذرتا ہے علاوہ اسکے
لنگی باندھنے وغیرہ حرکات میں انسان برہنگی کھلنے سے خالی نہیں رہتا تو برہنگی پر نگاہ پڑ جاتی ہے اور یہی وجہ ہے حضرت
ابن عمر نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی پانچویں حمام میں گھسنے کیوقت دونوں ہاتھ دھو لے چھٹے گرم حمام میں جانے میں جلدی نکرے
جبتک کہ اول درجہ میں پسینہ نہ آ جاوے ساتویں پانی بہت نہ ڈالے بلکہ قدر حاجت پر اکتفا کرے اسواسطے کہ جو مقدار اسکی
اجازت سے اسکو ہے اور زیادتی کا حال اگر حامی کو معلوم ہو تو برا جانے خصوصاً گرم پانی کہ بدون محنت کے نہیں ہوتا اور حمام کی گرمی

دوزخ کی حرارت یاد کرے اور اپنے آپکو گرم درجے مین محبوس فرض کرکے جہنم کو اُسپر قیاس کرے کہ وہ درجہ جہنم کے بہت مشابہ ہو کہ نیچے آگ ہوگی اور اوپر اندھیرا معاذ اللہ منہا بلکہ عاقل آخرت کی یاد سے کسی لحظہ غافل نہین ہوتا کیونکہ وہی اُسکا مقام اور ٹھکانا ہو تو جو کچھ وہ آگ یا پانی وغیرہ دیکھتا ہو اُس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہو اسلیے کہ ہر شخص اپنے حوصلے کے موافق ہی دیکھا کرتا ہو مثلاً اگر بزاز اور بڑھئی اور معمار اور جولاہا کسی مکان آباد مین جاوین کہ اُسمین فرش لگا ہوا ہو تو دیکھو گے کہ بزاز کی نظر فرش پر پڑیگی اور اُسکی قیمت سوچیگا اور جولاہا کپڑون کو دیکھکر اُنکی بناوٹ مین غور کریگا اور بڑھئی چھتون مین نظر کرکے اُنکی ترکیب اور پاٹنے مین غور کریگا اور معمار کی نگاہ دیوارون پر ہوگی اُنکی مضبوطی اور سیدھے ہونیکو سوچیگا یہی حال طریق آخرت کے سالک کا ہو کہ جب کوئی چیز دیکھتا ہو اسکو نصیحت اور یاد آخرت ہوتی ہو بلکہ جس چیز کو دیکھتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکے لیے عبرت کا طریق کھول دیتا ہو مثلاً اگر سیاہی کو دیکھتا ہو تو لحد کا اندھیرا یاد کرتا ہو اور اگر سانپ کو دیکھتا ہو تو جہنم کے سانپ یاد کرتا ہو اور اگر بُری صورت اُسکے نظر پڑتی ہو تو منکر اور نکیر کو اور دوزخ کے فرشتون کو یاد کرتا ہو اور اگر خوفناک آواز سنتا ہو تو نفخۂ صور کو یاد کرتا ہو اور اگر کوئی عمدہ چیز دیکھتا ہو تو جنت کی نعمت یاد کرتا ہو اور بازار مین یا گھر مین کوئی بات رد یا قبول کی سنتا ہو تو اُس سے اپنا انجام حساب کے بعد یاد کرتا ہو کہ رد ہوگا یا قبول اور عاقل کے دل پر اس امر کا چھایا رہنا نہایت مناسب ہو کیونکہ دنیا کے کاروبار ہی عاقل کو اس فکر سے روکتے ہین اور اگر دنیا کے ٹھہرنے کی مدت کو آخرت مین ٹھہرنے کے زمانے سے مقابلہ کرے تو دنیا کے علائق کو پوچ اور ہیچ جانے بشرطیکہ ان لوگون سے نہو جنکے دل غافل اور چشم بصیرت نابینا ہین تو مین حمام مین جانے کے وقت سلام نہ کرے اور کوئی سلام کرے تو اُسکا جواب لفظ سلام سے نہ دے بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص جواب دیدے تب تو چپکا ہی رہے اور اگر بولنا ہی پڑے تو عافاک اللہ کہے اور حمام کے اندر لوگون سے مصافحہ کرنا اور اسکو ابتدا ہی مین عافاک اللہ کہنا کچھ مضائقہ نہین پھر اسکے اندر زیادہ گفتگو نہ کرے اور نہ آواز سے قرآن پڑھے ہان اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنے کا مضائقہ نہین و ستوین حمام مین عشا اور مغرب کے درمیان اور آفتاب کے ڈوبنے کے قریب نہ جاوے اسلیے کہ یہ وقت شیطانون کے پھیلنے کا ہے اور اُسکا مضائقہ نہین کہ دوسرا شخص بدن ملے چنانچہ یوسف بن اسباط رحمہ اللہ سے منقول ہو کہ اُنھون نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص جو آپکے شاگرد ہین غسل دیوے اور فرمایا کہ اُسنے میرا بدن حمام مین ایکبار ملا تھا مین یہ چاہتا ہون کہ اُسکے عوض مین کوئی ایسا کام اُس کا کرون جس سے وہ خوش ہو تو یہ تجویز مین نے کی ہو اس سے وہ خوش ہوگا اور اس بات کے جائز ہونے پر یہ روایت بھی دلالت کرتی ہو جو بعض صحابہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سفر مین ایک مقام مین اُترے اور اپنے پیٹ کے بل لیٹے اور ایک غلام حبشی آپکی پشت مبارک دابتا تھا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ کیا ہو آپنے فرمایا کہ مجھکو اونٹنی نے گرا دیا اسلیے کمر دبواتا ہون گیارھوین یہ کہ جب حمام سے فارغ ہو تو اللہ عز و جل کا شکر اس نعمت پر کرے اسلیے کہ مروی ہو کہ جاڑے مین گرم پانی وہ نعمت ہو جس سے سوال کیا جاویگا اور حضرت ابن عمر رضہ نے فرمایا ہو کہ حمام ان نعمتون مین سے ہو جنکو لوگون نے ایجاد کیا ہو یہ فضیلت شرع کی رو سے ہو اور طب کی جہت سے یہ ہو کہ کہتے ہین کہ نورہ کے استعمال کے بعد حمام کرنا جذام سے محفوظ رکھتا ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ ہر مہینے مین ایک بار نورہ کا استعمال کرنا حرارت کو بجھاتا ہو اور رنگ کو صاف کرتا ہو اور قوت باہ کو بڑھاتا ہو اور بعض اطبا کا قول ہو کہ جاڑے مین حمام کے اندر کھڑے ہوکر ایکبار پیشاب کرنا دوائی پینے سے زیادہ نافع ہوتا ہو اور کسیکا یہ قول ہو کہ گرمیون مین حمام کے بعد سو رہنا دوا پینے کے برابر ہو اور حمام سے نکلنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے دونون پاؤن کا

وضو نا نقرس سے بچاتا ہے اور نکلنے کے وقت سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنا برا ہے اور ایسا ہی ٹھنڈا پانی پینا اچھا نہین یہ حکم مردونکا ہے- اور عورتونکے بابا
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرد کو جائز نہین کہ اپنی بی بی کو حمام مین جانے دے درصورتیکہ گھر مین غسلخانہ موجود ہو مشہور یہ ہے
کہ عورتون کو حمام مین بدون عذر کے جانا حرام ہے اور عورت کو حمام کرنا بدون نفاس یا مرض کے حرام ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بیماری کی وجہ سے حمام
کیا تھا پس اگر عورت کسی ضرورت سے حمام مین جاوے تو پوری چادر اوڑھکر جاوے اور اُسکے خاوند کو مکروہ ہے کہ حمام کرنیکی اجرت اسکو دیوے ورنہ
بری بات پر اسکا مددگار ٹھہریگا دوسرے ایسے بدن کے اُن زوائد اجزا کے ذکر مین جنکا دور کرنا چاہیے ایسے اجزا آٹھ ہین اول سر کے بال ہین تو
جو شخص صفائی کا قصد کرے اسکو انکا منڈوا ڈالنا مضائقہ نہین اور جو شخص اُن مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اُسکو رہنے دینے مین کچھ حرج نہین
لیکن اسطرح کا رکھنا کہ کہین ہون اور کہین نہین جیسے چوٹیان اور پٹے اور گردے تو یہ درست نہین یہ وضع شہدون اور بے باکون کی ہے اور
پھندنون کا چھوڑنا شریفون کے طور پر بھی نہ چاہیے کہ یہ انکی علامت ہوگئی ہے اور یہ شخص اگر شریف یعنی علوی نہوگا تو ایسا فعل کرنا دھوکا
دینے مین شامل ہوگا دوسرے مونچھون کے بال چھٹے یا ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قصوا الشوارب واعفوا اللحی اور بعض روایات مین جزوا
الشوارب یا احفوا الشوارب آیا ہے قص اور جز کے معنی تو تراشنے کے ہین اور حف کے معنی یہ ہین کہ مونچھونکے گرد انکو کترو یہ لفظ مشتق حافۃ سے ہے
جسکے معنی گرد کے ہین اور اسی پر آیت ہے وتری الملائکۃ حافین من حول العرش اور ایک روایت مین احفوا آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جڑ سے اڑانا
مقصود ہے اور حفوا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کم تراشنی چاہیے کیونکہ احفا مبالغہ کے لیے مستعمل ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ان یسألکموها فیحفکم تبخلوا یعنی
سوال مین تمپر نہایت مبالغہ کرے۔ اور مونڈنا سو چونکہ کسی حدیث مین وارد نہین ہوا اور احفا یعنی کترانا قریب منڈانے کے صحابہ سے منقول ہے
بعض تابعین نے کسی شخص کو دیکھا کہ اپنی مونچھونکو بہت کترایا ہے فرمایا کہ تو نے مجھکو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا اور مغیرہ بن شعبہ رض
فرماتے ہین کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری مونچھین بڑھی ہوئی ہین فرمایا کہ یہان آؤ اور پاس بلا کر میری مونچھین ایک پر رکھکر
کاٹ دین اور مونچھون کے اطراف کے بالونکا رکھنا مضائقہ نہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہم نے ایسا کیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بال منھ کو نہین ڈھانپتے
اور نہ انمین کھانیکی چربی رہتی ہے کیونکہ وہانتک پہونچتی ہی نہین اور واعفوا اللحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسکے یہ معنی کہ داڑھیون کو
بڑھاؤ اور حدیث مین ہے کہ یہود اپنی مونچھین بڑھاتے ہین اور داڑھیان کتراتے ہین تو تم انکے خلاف کرو اور بعض علما نے مونڈنے کو مکروہ اور
بدعت فرمایا ہے تیسرے بغلونکے بال انکو چالیس دن مین ایکبار اکھاڑ ڈالنا مستحب ہے اور یہ بات اس شخص پر سہل ہے جو ابتدا ہی سے اکھاڑنے کا عادی
ہوگیا ہو لیکن جسکو منڈوانیکی عادت ہو اسکو منڈانا کافی ہے کیونکہ اکھاڑنے مین درد ہوتا ہے اور مقصود انکا صاف کرنا اور انکے درمیان میل کو اکٹھا
نہونے دینا ہے یہ مونڈنے سے بھی ہوسکتا ہے چوتھے موے زیر ناف انکا دور کرنا بھی مونڈنے خواہ نورہ کے استعمال سے مستحب ہے اور چاہیے کہ
چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے پاوین۔ پانچوین ناخنون کا تراشنا مستحب ہے اسلیے کہ جب بڑھ جاتے ہین تو انکی صورت بری ہوجاتی ہے اور انمین
میل اکٹھا ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ اپنے ناخن تراشو اسلیے کہ جو بڑھ جاتا ہے اُسپر شیطان بیٹھتا ہے
اور اگر ناخن کے نیچے میل ہو تو وضو کی صحت کا مانع نہین ہوتا کیونکہ پانی کے پہونچنے کا مانع نہین ہوتا اور [illegible] کے سبب سے

انمین آسانی کردی گئی ہو خصوصاً مردون کے ناخنون مین اوران میلو مین کہ عرب اور دیہاتیون کی انگلیون کی پشت اور پانون کی پشت
پر جمع ہوجاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگون کو ناخن تراشنے کے لیے ارشاد فرماتے تھے اوران مین جو میل دیکھتے تھے
اسکو برا جانتے تھے مگر یہ نہین فرماتے تھے کہ نماز اپنی پھر سے پڑھو اور اگر آپ اسکا بھی حکم فرما دیتے تو یہ فایدہ ہوتا کہ تاکید اور زجر اس امر سے
زیادہ ہوجاتی اور مین نے کتابون مین ناخنون کے تراشنے مین ترتیب کے باب مین کوئی خبر مروی نہین دیکھی مگر سنا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ناخن اسطرح ترشوائے کہ دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرکے دہنے انگوٹھے پر ختم کیا انگشت شہادت سے چھنگلیا تک
تراش کر بائین ہاتھ مین چھنگلیا کے پہلے تراشے پھر ترتیب انگوٹھے تک چلے آئے اور سب سے پیچھے دہنے انگوٹھے کے تراشے
اور جب مین نے اس ترتیب کو سوچا تو میرے دل مین وہ بات گذری جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ روایت اس بات مین صحیح ہو کیونکہ ایسی بات
ابتدا مین بدون نور نبوت کے نہین معلوم ہوتی عالم صاحب بصیرت کی بڑی دوڑ یہ ہو کہ جب اسکے سامنے فعل کی نقل کیجاے تو اُس فعل سے
وہ استنباط کر سکتا ہو ابتدا مین نہین سوجھتی اب مجکو جو بات سوجھی ہو وہ یہ ہو کہ ہاتھ پانون کے ناخنون کو تو تراشنا ضروری ہو اور ہاتھ
بہ نسبت پانون کے اشرف ہو تو اسلیے اول ہاتھ سے شروع کیا پھر دہنا بہ نسبت بائین کے اشرف ہو اسلیے دہنے ہاتھ سے شروع کیا پھر
دہنے ہاتھ مین پانچ انگلیان ہین اور انمین اشرف [illegible] شہادت [illegible] کہ دونون کلمون شہادت مین اُسی سے اشارہ ہوتا ہو اور دون سے
نہین ہوتا اسواسطے اسکا ناخن اول تراشا [illegible] چاہیے جو اسکے دہنی طرف ہو کیونکہ شرع پاک کرنے وغیرہ کو
دہنی طرف کو مستحب بتاتی ہو اب اگر ہاتھ کی پشت زمین پر رکھی جاوے تو انگشت شہادت کے دہنی طرف انگوٹھا ہوتا ہو اور اگر ہتھیلی کی
طرف سے رکھو تو بیچ کی انگلی دہنی پڑتی ہو اور ہاتھ کو اگر اپنی سرشت پر چھوڑ دو تو ہتھیلی زمین کی طرف مائل ہوگی کیونکہ دہنے ہاتھ کی حرکت
بائین طرف کو ہو اور یہ حرکت اکثر پوری نہین ہوتی کہ ہاتھ کی پشت اوپر رہے اسلیے جو امر کہ طبیعت کی خواہش کے بموجب ہو اُسی کی رعایت
کی گئی اور بیچ کی انگلی بعد شہادت کی انگلی کے [illegible] علی ہذا القیاس چھنگلیا تک ۔ پھر اگر ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ لیا جاوے تو دونون انگلیان
گویا ایک دایرے کے حلقے مین ہوجاوینگی تو دوسری [illegible] یہ چاہتی ہو کہ انگشت شہادت کے دہنی طرف کو چلکر پھر اُسی پر آجاوین [illegible]
بائین ہاتھ مین اول چھنگلیا پر پڑیگی اور آخر کو انگوٹھا ہوگا اب دہنا انگوٹھا بیچ رہا اُسی پر ناخن تراشنے کو تمام کرنا چاہیے اور ہتھیلی کو [illegible]
رکھا ہوا اسلیے فرض کر لیا کہ ساری انگلیان شکل حلقہ کے [illegible] ہوجاوین تاکہ انکی ترتیب ظاہر ہو اور یہ فرض کرنا [illegible]
کرنے سے بہتر ہو کہ دہنے کی ہتھیلی بائین کی پشت پر [illegible] کی پشت پر رکھین اسلیے کہ [illegible]
طبیعت مقتضی نہین ۔ اور پانون کی انگلیون کے ناخن تراشنے مین اگر کوئی روایت ثابت نہو تو میرے نزدیک بہتر یہ ہو کہ دہنے پانون
کی چھنگلیا سے شروع کرکے بائین کی چھنگلیا پر ختم کرے [illegible] وضو مین خلال کرنے مین [illegible] ہاتھ کے باب مین [illegible]
وہ پانون مین نہین نکلتی اسلیے کہ پانون [illegible] کی انگلی نہین بلکہ پانون کی ساری انگلیان [illegible]
ہین تو دہنی طرف سے شروع کرنا چاہیے اور ہاتھ کو [illegible] سکتے تاکہ دور حلقہ کا دہنی طرف سے کیا جاتا [illegible]
رکھکر حلقہ کرین تو طبیعت اور [illegible] نہین پاتی اور یہ ترتیب کی باریکیان نور نبوت سے دم کے دم مین معلوم ہوجاتی [illegible]

ناخنون مین ۱۲ ع ۱ انکی اصل کہین نہین ملی

پر ہو اگر بالفرض ہمسے ابتدا ہر کوئی ترتیب کو پوچھے تو کیا عجب ہے کہ دھیان مین بھی نہ آوے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہمارے
سامنے ترتیب وار مذکور ہو تب البتہ ہم سے اُس علت کا نکال لینا بعید نہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین ملحوظ فرمائی ہو اسلیے کہ
آپکے فعل مین حکم کی شہادت اور علت پر تنبیہ ہوا کرتی ہے تو اُسکے باعث استنباط کرنا بہت دشوار نہین ہے اور یہ مت گمان کرنا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال آپکی سب حرکات مین میزان اور قانون اور ترتیب سے خارج ہون بلکہ جتنے امور اختیاری کہ جن مین
دو قسمون یا زیادہ مین کرنے والا تردد کیا کرتا ہے اُن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ نہ تھا کہ کسی کام پر اتفاقاً اقدام کرین
بلکہ جیسی بات مقتضی اقدام اور تقدیم کی ملاحظہ فرما لیتے تھے اُسوقت اُسپر اقدام کرتے تھے اسلیے کہ اپنے کامون کو بیتاب کرنا جس طرح پر
اتفاق سے ہو جاوین چوپاؤن کی خصلت ہے اور عمدہ علتون کی میزان مین اُنکو تُلا ہوا رکھنا اولیاء اللہ کی خصلت ہے اور انسان کی حرکتین
اور خطرے جسقدر ضبط سے قریب تر اور مہمل ہونے سے بعید تر ہونگے اُسیقدر اُسکا رتبہ انبیاء اور اولیاء سے قریب تر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا تقرب
اُسکے لیے ظاہر تر اسلیے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوگا حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ سے قریب ہین تو وہ خدا تعالیٰ سے بھی قریب
ہوگا کیونکہ قریب کا قریب دوسرے کی نسبت کر قریب ہوتا ہے ہم خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہمارے حرکات و
سکنات کی باگ خواہش نفس کے ذریعہ سے شیطان کے ہاتھ مین ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات کا ضبط آپکے سرمہ لگانے
پر ہو تا قیاس کر لو کہ آپ اپنی دہنی آنکھ مین تین سلائیان ڈالتے تھے اور بائین مین دو اور دہنی آنکھ سے شروع کرتے تھے کہ وہ شرافت رکھتی ہے
اور دونون آنکھون مین کم و بیش کی وجہ یہ تھی کہ عدد طاق ہو کہ طاق کو جفت پر فضیلت ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق ہی اُسکو پسند ہے
پس بندہ کا فعل بھی خدا تعالیٰ کے اوصاف مین سے کسی وصف کی مناسبت سے خالی نہ ہونا چاہیے اور یہین جہت تھی کے ڈھیلون
مین عدد طاق مستحب ہوا اور باوجودیکہ تین سلائیان بھی طاق تھین مگر اُنپر اکتفا نہ کیا اسلیے کہ اُس صورت مین بائین آنکھ مین ایک سلائی پڑتی
اور ایک دفعہ کے ڈالنے مین سرمہ پلکون کی جڑون مین پورا نہین پہنچتا اور دہنی مین ایک زیادہ اسلیے ڈالی کہ طاق کو فضیلت ہے
اور دہنی بھی افضل ہے اسلیے افضل ہی فضیلت کی مستحق زیادہ ہے اور اگر یہ کہو کہ بائین آنکھ مین دو پر اکتفا کیون کیا وہ تو جفت ہے تو اُسکا
جواب یہ ہے کہ یہ اکتفا ضرورت کی جہت سے ہے کیونکہ اگر ہر ایک مین عدد طاق کی رعایت ملحوظ رہتی تو سب عدد جفت ہو جاتے کیونکہ طاق
اور طاق ملکر جفت ہو جاتا ہے اسلیے طاق کی رعایت تمام سرمہ لگانے مین کہ ایک فعل ہے بہتر ہے بہ نسبت ہر آنکھ مین رعایت طاق رکھنے سے
اور اس باب مین ایک اور صورت بھی ہے یعنی ہر آنکھ مین تین بار لگاوے جیسے وضو مین اعضا کو تین تین بار دھوتے ہین اور یہ فعل
بھی حدیث صحیح مین آچکا ہے یہ بھی بہتر ہے اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حرکات مین رعایتون کو پورا لکھنا چاہین تو بات طول
ہو جاوے اسلیے جو بات کہی اُسپر بدون کہے ہوے کو قیاس کر لو۔ جاننا چاہیے کہ عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث جبھی ہوتا ہے کہ سب
شریعت کی علتون پر مطلع ہو جاوے یہانتک کہ اُسمین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین صرف فرق نبوت کے درجے کا رہ جاوے اور یہی
درجہ وارث اور مورث مین فرق کا ہے اسلیے کہ مورث وہ ہے جسنے مال کو وارث کے لیے حاصل کیا اور خود اپنی کمائی سے پیدا کیا اور اُسپر
قادر ہوا اور وارث وہ ہے جسنے نہ کمایا نہ قادر ہوا بلکہ مورث کے پاس سے اُسکے پاس چلا آیا اور پیدا اُسکا تھا اُسنے اُس سے حاصل کیا

۱۲ طبرانی بروایت ابن عمرو بسند ضعیف ۱۲
ح ۳ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن عباس

تو اس طرح کی باتیں باوجودیکہ غور طلب اسرار کی نسبت کہ بہت سہل ہیں پھر بھی ابتداءً انکا دریافت کرنا اور خود نکالنا بجز انبیا علیہم السلام کے
اوروں سے نہیں ہو سکتا اور انبیا کی تنبیہ کرنے کے بعد انکا استنباط بھی کوئی نہیں کر سکتا بجز اُن علما کے جو وارث انبیا علیہم السلام کے
ہیں۔ چھٹے اور ساتویں ناف اور سر ذکر کی کھال کا دور کرنا اُن میں سے ناف پیدا ہونے کے وقت دور کی جاتی ہے اور ختنہ کے باب میں
یہودیوں کی عادت ہے کہ پیدایش کے ساتویں روز کر دیتے ہیں اس باب میں اُنکی مخالفت کرنی اور اگلے دانت نکلنے تک تاخیر کرنی مستحب ہے
اور خطرے سے دور تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنی مردوں کے لیے سنت ہیں اور عورتوں کے لیے عزت۔ اور چاہیے کہ
عورتوں کے ختنہ کرنے میں مبالغہ نہ کیا جاوے۔ ام عطیہ جو ختنہ کیا کرتی تھیں انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام عطیہ ذرا سی
بو سونگھا دے اور زیادہ مت کاٹ کہ اسقدر سے چہرہ کی آب زیادہ ہوگی اور خاوند کو اچھی معلوم ہوگی اس حدیث میں آپکے لفظ کی [illegible] کی
خوبی معلوم کرو کہ تھوڑا کاٹنے کو بو سونگھانے سے تعبیر فرمایا اور دنیا کی مصلحت جو کچھ اس سے تھی اُسکو ارشاد فرمایا کہ چہرہ کی رونق اور خون
اس سے زیادہ ہوتا ہے اور خاوند کو ہم بستر ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے اور تامل کرو کہ نور نبوت کی پہونچ آخرت کی مصلحت پر کتنی ہوگی نبوت کے مقاصد
میں سے اہم تو وہی مصلحتیں ہیں جس حال میں کہ دنیا کی مصلحتیں ایسے ادنیٰ معاملہ میں آپکو ظاہر ہو گئیں کہ اگر اس سے غفلت واقع ہو
تو ضرر کا خوف ہے باوجودیکہ آپ اُمّی تھے پس پاک ہے وہ ذات جسنے آپکو لوگوں کی رحمت کے لیے بھیجا تاکہ اپنے مبعوث ہونے کی
برکت سے انکے لیے دنیا اور دین کی مصلحتیں جمع فرما دیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین آٹھویں داڑھی کا بڑھانا اور اسکو بیچ سنت کے
پیچھے اسلیے ذکر کیا تاکہ اسکے باب میں جو سنتیں اور بدعتیں ہیں اُنکو بھی لادیں کیونکہ یہی موقع اُنکے ذکر کا خوب ہے لوگوں نے اس باب
میں اختلاف کیا ہے کہ داڑھی اگر لمبی ہو جاوے تو کیا کرنا چاہیے بعض کا قول ہے کہ اگر بقدر ایک مشت چھوڑ کر باقی کو کتر دے تو کچھ مضائقہ
نہیں کہ حضرت ابن عمر اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہے اور شعبی اور ابن سیرین نے اسکو اچھا جانا ہے اور حسن اور قتادہ نے اسکو مکروہ فرمایا ہے اور
کہا ہے کہ اسکو لٹکی ہوئی چھوڑ دینا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور کتر ڈالنا [illegible] سے کچھ مضائقہ نہیں [illegible]
داڑھی کے کترنے اور ہر طرف سے گول کرنے کی نہ پہونچے کیونکہ زیادہ لمبا کرنا بھی پیدایش کو برا کرتا ہے اور غیبت کرنے والوں کی زبان [illegible]
کہ فلاں لمبی داڑھی والا ہے تو اس نیت سے کہ ان دونوں باتوں سے محفوظ رہے کترانے کا مضائقہ نہیں نخعی کہتے ہیں کہ مجھے تعجب آتا ہے کہ [illegible]
عاقل لمبی داڑھی رکھتا ہے وہ [illegible] سے کیوں نہیں چھانٹتا [illegible] درمیان [illegible] کرتا ہے ہر چیز میں توسط کا درجہ اچھا ہوتا ہے
اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جب داڑھی لمبی ہو جاتی ہے تو عقل خفیف ہو جاتی ہے اور داڑھی کے [illegible] دس ہیں اور بعض [illegible]
بعض زیادہ مکروہ ہیں اول سیاہی سے خضاب کرنا اس سے منع وارد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے جوانوں [illegible]
بہتر وہ ہے جو بوڑھوں کی صورت بنائے اور بوڑھوں میں بدتر وہ ہے جو جوانوں کی صورت بنائے یعنی بوڑھوں کی صورت بنانے سے غرض یہ ہے
کہ وقار اور شائستگی میں بوڑھوں کی طرح ہو یہ نہیں کہ بال سفید کر لے اور جوانوں کی صورت بنانے سے مراد سیاہی خضاب ہے اور [illegible] ہے اور
فرمایا کہ سیاہ خضاب دوزخیوں کا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ سیاہی سے خضاب کرنا کافروں کا خضاب ہے اور ایک شخص نے حضرت عمر کے عہد میں
نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب کیا کرتا تھا جب کھونٹیاں نکل آئیں تو بوڑھاپا کھل گیا عورت کے خویش و اقارب نے یہ مقدمہ حضرت عمر کے پیش کیا

آپنے نکاح فسخ کردیا اور اُسکو خوب پیٹا اور فرمایا کہ تونے ان لوگون کو جوانی سے فریب دیا اور بوڑھاپے کو چھپایا۔ اور کہتے ہین کہ اول جس شخص نے خضاب سیاہ کیا فرعون ملعون تھا اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا کہ آخر زمانہ مین کچھ لوگ ہونگے جو سیاہ خضاب کبوترون کے پوٹون کی صورت کا کرینگے وہ جنت کی بو نہ پاوینگے دوسرا خضاب زردی و سرخی سے کرنا یہ خضاب لڑائی مین کافرون پر بوڑھاپا چھپانے کو درست ہے اور اگر اس نیت سے نہو بلکہ دینداروں کی صورت بنانے کو ہو حالانکہ خود ویسا نہو تو بُرا ہے اور اس خضاب کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زردی اسلام والونکا خضاب ہے اور سرخی ایمانداروںکا اور پہلے لوگ مہندی سے سرخی کے لیے خضاب کرتے تھے اور خلوق اور کتم کو زردی کے لیے لگاتے تھے اور بعض علمانے جہاد کے لیے سیاہ خضاب بھی کیا ہے اور جس صورت مین کہ آدمی کی نیت درست ہو اور خواہش نفس اور شہوت کی پابندی نہو تو سیاہ کا بھی مضائقہ نہین تیسیر اگندھک سے بالون کو سفید کرنا اسلیے کہ جلدی سے عمر زیادہ معلوم ہو اور لوگ عزت کرین اور گواہی مقبول ہو اور اُستادون سے روایت کرنیکو سچ جانین اور جوانون سے فوقیت حاصل ہو اور علم زیادہ معلوم ہو اس خیال سے کہ عمر مین زیادہ ہونا بزرگی زیادہ کرتا ہے حالانکہ یہ بات نہین بلکہ جاہل کو عمر کا زیادہ ہونا جہل ہی زیادہ کرتا ہے کیونکہ علم ثمرہ عقل کا ہے اور وہ سرشتی ہے بوڑھا ہونا اُسمین تاثیر نہین کرتا بس جس شخص کی سرشت حمق ہو اُسکو زیادہ دن گذرنے سے بجز حماقت کی زیادتی کے اور کیا ہونا ہے اکابر سلف کا دستور اس قول کے بموجب تھا شعر کودکے کو بہ عقل پیر بود ٭ نزد اہل خرد کبیر بود ٭ یعنی بوڑھے لوگ علم کی جہت سے جوانونکو آگے کرتے تھے حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ کو بڑے بڑے صحابہ پر مقدم کرتے تھے حالانکہ عمر مین حضرت ابن عباسؓ چھوٹے تھے اور اُنسے پوچھا کرتے تھے اور دن سے نہ پوچھتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے علم اپنے بندے کو جوانی ہی مین دیا ہے اور سب بہتری جوانی ہی مین ہے پھر آپنے یہ آیتین پڑھین قالوا سمعنا فتی یذکرہم یقال لہ ابراہیم اور انہم فتیۃ آمنوا بربہم وزدناہم ہدی اور آتیناہ الحکم صبیا اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپکے سر اور داڑھی مین بیس بال سفید نہ تھے لوگون نے اُنسے پوچھا کہ اباحمزہ اسکی وجہ کیا ہے آپکی عمر تو زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی نے اُنکو بوڑھاپے کا عیب نہ لگایا لوگون نے کہا کہ کیا بوڑھاپا بُرا ہے انہون نے فرمایا کہ تم سب اُسکو بُرا جانتے ہو۔ اور کہتے ہین کہ یحیی بن اکثم اکیس برس کے تھے کہ قاضی ہوگئے اُنکو کسی شخص نے مجلس مین چھیڑا اور اُسکی غرض یہ تھی کہ چھوٹی عمر ہونیکی جہت سے شرمادینگے پوچھا کہ قاضی صاحب کی خدا مدد کرے عمر کیا ہے فرمایا کہ عتاب بن اسید کے برابر ہون جسوقت اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا حاکم اور قاضی مقرر فرمایا تھا وہ شخص اس بات کو سنکر لاجواب ہوگیا۔ اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے بعض کتابون مین پڑھا ہے کہ تمکو داڑھی دھوکا نہ دے کیونکہ داڑھی تو بکرے کے بھی ہوتی ہے اور ابو عمرو بن علا کہتے ہین کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ لمبا قد اور چھوٹا سر اور چوڑی داڑھی ہے تو جان لوکہ بیوقوف ہے اگرچہ امیہ بن عبدالشمس ہی ہو۔ اور ایوب سختیانی کا قول ہے کہ مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک لڑکے کے پیچھے جاتا ہے اور اس سے علم سیکھتا ہے اور حضرت

امام زین العابدینؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس علم تجھ سے پیشتر آوے وہ اُس علم میں تیرا امام ہی اگرچہ عمر میں تجھ سے چھوٹا ہو۔ اور ابو عمرو بن علا سے کسی نے پوچھا کہ بوڑھے کو بھلا اچھا معلوم ہوتا ہی کہ صغیر سے علم سیکھے فرمایا کہ اگر جہل اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہی تو سیکھنا اچھا معلوم ہوگا۔ اور یحیی ابن معینؒ نے امام احمد حنبل کو دیکھا کہ امام شافعی کے خچر کے پیچھے جاتے ہیں کہا کہ ای ابو عبد اللہ تمنے سفیان ثوری کی حدیث کو باوجود انکی بزرگی کے ترک کیا اور اس لڑکے کے خچر کے پیچھے جاتے ہو اور اُن سے حدیث سنتے ہو امام احمد نے جواب دیا کہ اگر تم اُنکے علم کی قدر پہچانو تو دوسری طرف خچر کے تم ساتھ چلو اگر سفیان ثوری کا علم مجکو اُنکی برتری کی جہت نہ ملا تو نیچے کے رتبے میں اُترنے سے تو مل گیا اس جوان کی عقل تو ایسی ہی کہ اگر مجھسے رہ جاویگی تو مجکو نہ اوپر ملے نہ نیچے چوتھی داڑھی کے سفید بالونکا اُکھاڑنا بوڑھاپے کو بُرا جانکر اِس سے حدیث میں ممانعت آئی ہی آپ ﷺ نے فرمایا ہی کہ سفیدی مومن کا نور ہی اور اسکا حال سیاہ خضاب کا سا ہی اسکی علت اوپر بیان ہوئی اور سفیدی نور خدا ہی اُس سے اعراض کرنا نور سے مُنھ پھیرنا ہی پانچویں داڑھی کو کل کو یا کسی قدر کو لغو اور ہوس کے طور پر چھُوانا یہ امر بھی مکروہ اور صورت کو بگاڑنا ہی اور بچی کے دونوں طرف کے بال اُکھاڑنے بدعت ہیں ایک شخص جو یہ بال اُکھاڑا کرتا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز کی عدالت میں آیا آپ نے اُسکی گواہی قبول نہ فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ اور ابن ابی لیلی قاضی مدینہ منورہ نے اس شخص کی گواہی قبول نہ فرمائی جو اپنی داڑھی کو اُکھاڑا کرتا تھا۔ اور شروع میں داڑھی کا اُکھاڑنا اس قطر سے کہ لڑکے بنے رہیں نہایت بری بات ہی اسلیے کہ داڑھی مردوں کی زیبایش ہی کہ اللہ تعالی کے فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں کہ قسم ہی اُس ذات کی جسنے بنی آدم کو داڑھیوں سے مزین کیا اور یہ داڑھی کی تمامی ہی اور اسی سے مردوں کو عورتوں سے تمیز کرتے ہیں اور ایک تاویل غریب میں اللہ تعالی کے ارشاد یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ[۱] میں زیادتی سے غرض داڑھی ہی ہی۔ اور احنف بن قیس کے داڑھی نہ تھی اُنکے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر داڑھی بیس ہزار کو بکتی تو اُنکے لیے خرید دیتے۔ اور شریح قاضی نے کہا ہی کہ اگر میری داڑھی دس ہزار کو ہاتھ لگے تو لیلوں۔ اور داڑھی بُری کیسے ہو سکتی ہی اُسکے باعث تو آدمی کی تعظیم ہوتی ہی اور علم و وقار کی نظر سے لوگ اُسکو دیکھتے ہیں اور مجلسوں میں اونچا اُٹھاتے ہیں اور لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جماعت میں امام بناتے ہیں اور آبرو محفوظ رہتی ہی کیونکہ جو گالی دیتا ہی تو اول تو [illegible] اگر داڑھی ہوتی ہی تو پہلے اُسی پر چوٹ کرتا ہی کہ تھوک ہی اس داڑھی پر۔ اور کہتے ہیں کہ جنت کے لوگ سب بے ریش ہونگے مگر حضرت ہارون برادر حضرت موسی علیہما السلام کہ اُنکی داڑھی ناف تک ہوگی یہ اُنکی خصوصیت اور فضیلت کی جہت سے ہوگی چھٹی داڑھی کو اسطرح کترنا کہ تہ بہ تہ کیا معلوم ہوں اس نظر سے کہ عورتوں کو اچھی معلوم ہو خواہ بناوٹ پائی جاوے۔ کعبؓ کا قول ہی کہ آخر زمانہ میں کچھ قومیں ہونگی کہ اپنی داڑھیوں کو کبوتروں کی دُموں کیطرح پرکترینگے یعنی گول کرینگے اور اپنی جوتیوں سے سارنگی کی سی آواز نکالینگے ان لوگوں کو دین میں کچھ حصہ نہ ہوگا ساتویں داڑھی میں کچھ بڑھا لینا یعنی دونوں رخساروں پر جو بال کنپٹیوں پر ہوتے ہیں اور وہ واقع ہیں دونوں کنپٹیوں میں اُنکو داڑھی میں شمار کرنا اور جبڑے کی ہڈی سے تجاوز کر کے نصف رخسار تک نوبت پہونچانی یہ بھی مکروہ ہی کیونکہ مفسدوں کی صورت سے مشابہ ہی آٹھویں داڑھی میں لوگوں کے واسطے کنگھی کرنی۔ بشر فرماتے ہیں کہ داڑھی میں دو جنجال ہیں لوگوں کی خاطر کنگھی کرنی اور رہنے جانے کو اُنکی چھوڑنی نویں اور دسویں داڑھی کی سیاہی خواہ سفیدی کو عُجب کی نگاہ سے دیکھنا اور یہ بُرائی تمام اجزا بدن میں ہو سکتی ہی بلکہ سب افعال اور اخلاق میں

[۱] [illegible] حدیث [illegible] سفیان ثوری [illegible]

[۲] ابوداؤد ترمذی و نسائی بروایت عمرو بن شعیب ۱۲ بڑھاپا آدمی پیدائش میں جو بچا ۱۲

تحسب کرنا بڑا ہی چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا۔ غرض کہ زینت اور نظافت کے اقسام میں سے ہمکو اسیقدر بیان کرنا منظور تھا اور تین
حدیثوں سے جسم کے اندر بارہ چیزین مسنون پائی گئی ہین پانچ انمین سے سر مین ہین مانگ نکالنا کلی کرنی ناک مین پانی دینا موچھون کا
کترنا مسواک کرنی اور تین ہاتھ اور پاؤن مین ہین یعنی ناخن تراشنا اور اوپر کی سلوٹین انگلیون کی اور پنجے کے جوڑون کو صاف کرنا اور چار
جسم مین ہین یعنی بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے اور ختنہ کرنے اور پانی سے استنجا کرنا پہ سب ملا کر بارہ ہوا جاو بیشک ان مین وارد ہین
اور چونکہ غرض اس کتاب مین طہارت ظاہری سے متعرض ہونے سے ہی نہ باطن کے پاک کرنیسے اسی لیے مناسب ہوا کہ ہم اسیقدر پر
اکتفا کرین اور اسکو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ باطن کے فضلے اور میل جنکو پاک کرنا واجب ہی وہ ز انداز حد شمار ہین اور انکی تفصیل انشاء اللہ
جلد چہارم مین عنقریب مذکور ہوگی اور بتایا جاویگا کہ انکے دور کرنے کی تدبیر اور دل کو انسے پاک کرنیکا طریق کیا ہی۔ خدا کی عنایت سے
باب اسرار طہارت پورا ہوا اور اسکے بعد اسرار نماز کا ذکر ہوتا ہی والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم چوتھا باب

نماز کے اسرار کے بیان مین۔

رباعی۔ مفتاح بہشت کہتے ہین جسکو وہ نماز ۔ وہ اخلاص و خشوع سے جو ہووے وسماز
اسرار صلوۃ پر نظر کر احسن ۔ تا دل پہ ترے در معانی ہو باز ۔ جاننا چاہیے کہ نماز دین کا رکن اور یقین کا تمسک اور قواعد کی چیزون کی اصل
اور طاعتون مین عمدہ ہی اور ہمنے اپنی فقہی کتابون بسیط اور وسیط اور وجیز مین اسکے فروع و اصول کو خوب بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہی
اور بہت سی تفریعات نادرہ اور عجیب و غریب مسائل ان مین درج کیے ہین کہ وقت حاجت مفتی کے واسطے ذخیرہ ہون کہ کام کے وقت
ان کی طرف رجوع کرے اور مدد لے اور اب ہم اس باب مین صرف وہ باتین لکھتے ہین کہ طریق آخرت کے ارادہ کرنیوالے کے لیے ضروری
ہین یعنی نماز کے اعمال ظاہری اور اسرار باطنی زیب تحریر کرتے ہین اور اسکے خفیہ معانی کے دقائق کو واضح کرتے ہین اور خشوع اور اخلاص
اور نیت کے معنی شرح وار بیان کرتے ہین کہ ان امور کو فن فقہ مین لکھنے کی عادت نہین اور اس باب کو سات فصلون پر منقسم
کرتے ہین

فصل اول

نماز اور سجدہ اور جماعت اور اذان وغیرہ کی فضیلت مین مشتمل سات بیانون پر

بیان اول اذان کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک سیاہ کے ٹیلون پر ہونگے کہ نہ ان کو خوف حساب
ہوگا نہ اور کسی طرح کی وحشت یہان تک کہ اس حال سے فراغت کیجاویگی جو لوگون مین ہوگا ایک تو وہ شخص جسنے خدا تعالی کی
رضا جوئی کے لیے قرآن مجید پڑھا ہوگا اور لوگون کی امامت کی ہوگی اور وہ اس سے خوش رہے ہونگے اور ایک وہ شخص جسنے مسجد
مین خدا تعالی کی مرضی کی طلب مین اذان دی ہوگی اور لوگون کو خدا تعالی کیطرف بلایا ہوگا اور ایک وہ شخص کہ دنیا مین غلامی مین
مبتلا ہو گیا ہو اور اس بات نے اسکو آخرت کے عمل سے نہ روکا ہو اور فرمایا کہ لا یسمع صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیء الا شہد لہ یوم القیمۃ اور فرمایا
کہ اللہ تعالی کا ہاتھ موذن کے سر پر رہتا ہی یہانتک کہ اپنی اذان سے فارغ ہو۔ اور بعض مفسرون نے کہا ہی کہ آیت ومن احسن قولا
ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا موذنون کے باب مین اتری ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن

شاید کی ... کرتا ہوگا اور ابو داؤد نے بروایت عمار بن یاسر کلی کرنا اور ختنہ کرنا روایت کیا ہی ۱۲ کی طبرانی نے اوسط مین بروایت ابن عمر یہ مضمون روایت کیا ہی ۱۲ کی موذن کی آواز جو جن اور انسان اور کوئی چیز سنیگی وہ قیامت کو اسکے لیے گواہی دیگی ۱۲ بخاری [illegible]

[illegible]

اور یہ امر اچھا اور مستحب ہے کہ جو موذن کہے وہی آپ بھی کہتا جاوے مگر جب وہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہے تو سننے والا کہے لاحول
ولا قوۃ الا باللہ اور جب وہ کہے قد قامت الصلوۃ تو کہے اقامہا اللہ وادامہا مادامت السموات والارض اور فجر کی اذان میں جب کہے الصلوۃ
خیر من النوم تو کہے صدقت وبررت اور جب اذان کہہ چکے تو یہ دعا پڑھے اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ
والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد اور سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگل میں نماز پڑھے تو ایک
فرشتہ اسکے دہنے سے نماز پڑھتا ہے اور ایک بائیں جانب سے اگر اذان اور تکبیر کہتا ہے تو اسکے پیچھے پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں

دوسرا بیان فرض نماز کی فضیلت میں اللہ تعالی فرماتا ہے ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد فمن جاء بہن ولم یضیع منہن شیئا استخفافا بحقہن کان لہ عند اللہ عہدا ان یدخلہ الجنۃ ومن لم یات
بہن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ اور فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے شیریں پانی کی نہر تم میں سے
کسی کے دروازے پر بہتا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار نہاتا ہو تو یہ پانچ بار نہانا تمہاری دانست میں اسکے میل چھوڑیگا لوگوں
نے عرض کیا کہ کچھ نہ چھوڑے گا آپ نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں گناہوں کو ایسا ہی دور کرتی ہیں جیسے پانی میل کو دور کرتا ہے اور
ایک حدیث میں فرمایا ان الصلوات کفارۃ لما بینہن ما اجتنبت الکبائر اور فرمایا کہ ہم میں اور منافقوں میں فرق عشاء اور صبح کا حاضر
ہونا ہے کہ منافق ان دونوں میں نہیں آسکتے اور فرمایا جو شخص اللہ سے ملے اور وہ نماز کا تلف کرنے والا ہو تو اللہ تعالی اسکی نیکیوں
میں سے کسی کا اعتبار نہ کریگا اور فرمایا کہ نماز دین کا رکن ہے جس نے اسکو ترک کیا اس نے دین کو مسمار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کسی نے سوال کیا کہ اعمال میں سے کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنی اور فرمایا کہ جو شخص نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے کہ وضو
کامل سے عین وقت پر ادا کرے تو وہ نماز قیامت کو اسکے لیے نور اور برہان ہوگی اور جو کوئی اسکو ضائع کریگا اسکا حشر فرعون اور ہامان کے
ساتھ ہوگا اور فرمایا کہ نماز جنت کی کنجی ہے اور فرمایا کہ خدا تعالی نے توحید کے بعد اپنی مخلوق پر نماز سے محبوب تر کوئی چیز نہیں فرض کی
اور اگر نماز سے محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک کوئی اور چیز ہوتی تو فرشتوں کے لیے اسکو عبادت مقرر فرماتا حالانکہ فرشتے نماز ہی میں مشغول
ہیں کہ کوئی ان میں سے رکوع کر رہا ہے اور کوئی سجدہ کر رہا ہے اور کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور فرمایا کہ جس شخص نے نماز کو جان کر چھوڑا وہ کافر
ہو گیا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے قریب ہو گیا کہ اسکے ایمان کی بنیاد ڈھیلی ہو گئی اور مسمار ہو گیا جیسے کوئی شخص شہر کے

قریب پہونچتا ہو تو کہا کرتے ہیں کہ شہر میں آگیا اور پہونچ گیا۔ اور ایک حدیث میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ جس شخص نے نماز جان کر چھوڑی اُس سے ذمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بری ہو گیا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر نماز کا قصد کر کے گھر سے نکلے تو جبتک نماز کی نیت کریگا اُسوقت تک اپنی نماز ہی میں رہیگا اور ایک قدم پر اُسکو نیکی لکھی جاویگی اور دوسرے پر ایک بدی مٹا دیجاویگی پس اگر تم میں سے کوئی تکبیر سنے تو دوڑنا نہ چاہیے کیونکہ بڑا ثواب اُسی کو ہوگا جسکا گھر دور ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہو فرمایا کہ قدموں کی کثرت کی جہت سے ثواب کی کثرت ہی اور مروی ہو کہ قیامت میں جو آدمی کے اعمال دیکھے جاوینگے اُن میں سب سے اول نماز ہوگی وہ اگر پوری پائی جاویگی تو اُسکے سارے عمل مقبول ہونگے اور اگر اُسمیں نقصان ہوگا تو تمام عمل اُسکے نامنظور ہونگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ارشاد فرمایا کہ ای ابو ہریرہ اپنے گھر والونکو نماز پڑھنے کا حکم کر خدا تعالیٰ تجھکو روزی ایسی جگہ سے پہونچاویگا کہ تو گمان نہ کرتا ہو۔ اور بعض علما کا قول ہو کہ نمازی کا حال مثل سوداگر کے ہو کہ جبتک اُسکو سرمایہ حاصل نہیں ہوتا نفع نہیں ملتا اسیطرح نماز کی نفلیں مقبول نہیں ہوتیں جبتک کہ فرض کو ادا نہیں کر لیتا اور حضرت ابو بکرؓ جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے کہ کھڑے ہو اور جو آگ تم نے بھڑکائی ہو اُسکو بجھاؤ یعنی نماز کو اپنے گناہونکا کفارہ کرو۔ تیسرا بیان ارکان کے پورا کرنے کی فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز فرض کی مثال مانند ترازو کے ہی جو پورا دیگا پورا لیگا۔ اور یزید رقاشی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز برابر تھی گویا تلی ہوئی ہی یعنی سب ارکان پورا ایکطرح ادا فرماتے تھے۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو شخص میری امت میں سے نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اُن دونوں کا رکوع اور سجدہ ایک ہی ہی مگر دونوں کی نماز میں زمین و آسمان کا فرق ہو۔ اسمیں آپ نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس بندہ کی طرف نہ دیکھے گا جو رکوع اور سجدہ کے درمیان میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا اور فرمایا کہ جو شخص نماز میں اپنا منہ پھیرتا ہو کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ خدا تعالیٰ اُسکے منہ کو گدہے کے منہ سے بدلدے۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے نماز کو اُسکے وقت پر پڑھا اور اُسکے لیے وضو اچھی طرح کی اور اسکا رکوع اور سجدہ اور خشوع پورا کیا تو وہ نماز روشن ہو کر اوپر چڑھتی ہو اور کہتی ہو کہ خدا تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جسنے نماز کو بے وقت پڑھا اور وضو پوری کی اور نہ اُسکے رکوع اور سجدہ اور خشوع کو کامل طور پر ادا کیا تو یہ نماز سیاہ رنگ ہو کر اوپر جاتی ہے اور کہتی ہو کہ خدا تعالیٰ تجھکو ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا یہانتک کہ جب وہاں پہونچتی ہو جہاں خدا کی مرضی ہو تو وہ کپڑے کی طرح لپیٹی جاتی ہو اور اُس شخص کے منہ پر ماری جاتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بڑا چور وہ ہو جو اپنی نماز میں سے چوری کرے۔ اور حضرت ابن مسعود اور سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ نماز ایک پیمانہ ہی جو پورا دیگا پورا پاویگا اور جو اُسمیں کمی کریگا تو اُسکو معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیمانے کے کم کرنیوالے کے باب میں کیا کہا ہو۔ چوتھا بیان جماعت کی فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوٰۃ الجمیع تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو بعض

نمازوں میں نپایا تو فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم کردوں اور خود اُن لوگوں کو تلاش کروں جو نماز میں
نہیں آتے اور اُنکے گھر پھونک دوں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز سے بیٹھ رہتے ہیں پھر حکم کر دوں
کہ لکڑیوں کے گٹھوں سے اُنکے گھر پھونک دیے جاویں اور اگر اُنہیں سے کسی کو یہ معلوم ہو کہ مجکو پر گوشت ہڈی یا عمدہ پائے بکری کے ملینگے
تو نماز عشا میں ضرور آوے۔ اور حضرت عثمان مرفوعاً فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز عشا میں حاضر ہوا وہ گویا آدھی رات شب بیدار رہا اور جو
صبح کی نماز میں آیا وہ گویا ایک رات شب بیدار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جماعت میں نماز پڑھتا ہو تو اُسکا سینہ
عبادت سے پُر ہو جاتا ہے اور سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ بیس برس گذرے سے میرا یہ حال ہے کہ جب موذن نے اذان دی ہے تو میں مسجد میں ہوا ہوں
اور محمد بن واسع نے فرمایا ہے کہ میں دنیا سے صرف تین چیزیں چاہتا ہوں اول بھائی کہ جب میں کج ہوں مجھے سیدھا کرے دوسری غذا اور
حلال سے کہ خالی ز حق غیر ہو تیسری نماز جماعت کی کہ اُسکی بھول مجھے معاف کر دی جاوے اور اُسکی بزرگی میری لیے لکھ دیجاوے۔ اور
روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ نے ایکبار کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اس وقت شیطان میرے ساتھ لگا تھا یہانتک کہ مجھے
یہ معلوم ہوا کہ مجکو اوروں پر بڑائی ہے اب میں امامت کبھی نکرونگا۔ اور حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ جو آدمی علما کے پاس نہ آیا جاتا ہو
اُسکے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ اور نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کی امامت بدون علم کے کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کا پانی ناپتا ہے کہ اُسکی کمی اور
بیشی کو کچھ نہیں جانتا۔ اور حاتم اصم کا قول ہے کہ مجکو ایکبار جماعت کی نماز نہ ملی تو ابو اسحاق بخاری نے صرف میری تعزیت کی اور اگر میرا لڑکا
مر جاتا تو دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے مگر یہ کہ دین کی مصیبت لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت سے آسان ہے۔ اور حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اذان سنی اور نماز کو حاضر نہوا اُسنے بہتری کا قصد نہ کیا نہ اُس سے کچھ بھلائی کی گئی ہے۔ اور حضرت
ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کے کانوں میں رانگ پگھلا کر بھر دیا جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ اذان سنے اور نماز کو نہ آوے۔ اور مروی ہے کہ میمون
بن مہران مسجد میں آئے کسی نے اُنسے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھکر چلے گئے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اس جماعت کی نماز کی فضیلت مجکو
عراق کی حکومت کی نسبت کہیں زیادہ پسند ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی اربعین یوما الصلوات فی جماعۃ لا تفوتہ فیہا تکبیرۃ
الاحرام کتب اللہ لہ براءتین براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار اور کہتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو کچھ لوگ ایسے اُٹھینگے کہ اُنکے چہرے
روشن ستارے کی طرح چمکتے ہونگے فرشتے اُنسے کہینگے کہ تمھارے اعمال کیا تھے وہ کہینگے کہ جب ہم اذان سنا کرتے تھے تو طہارت
کو اُٹھ کھڑے ہوتے تھے پھر دوسرا کام ہمکو مانع نہوتا تھا پھر ایک جماعت اُٹھیگی کہ اُنکے چہرے چاند جیسے ہونگے وہ فرشتوں کے سوال
کے بعد یہ کہینگے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے پھر کچھ لوگ ایسے اُٹھینگے کہ اُنکے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے ہونگے وہ یہ کہینگے کہ ہم
اذان مسجد ہی میں سنا کرتے تھے۔ اور روایت ہے کہ اکابر سلف سے اگر تکبیر اولی فوت ہو جاتی تھی تو تین دن اپنے نفس پر تعزیت کرتے تھے
اور اگر جماعت فوت ہوتی تھی تو سات روز۔ **پانچواں بیان** سجدہ کی فضیلت میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما تقرب العبد
الی اللہ بشی افضل من سجود خفی اور فرمایا ما من مسلم یسجد للہ سجدۃ الا رفعہ اللہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا سیئۃ اور مروی ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت

اوسط وقت اور ابن ماجہ ... [illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھ کو آپ کی شفاعت والوں میں سے کرے اور جنت میں آپ کی رفاقت نصیب کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثرت سجود سے میری مدد کرو اور مروی ہے کہ بندہ زیادہ تر قریب اللہ تعالیٰ سے اس وقت ہوتا ہے کہ سجدہ کرے اور یہی مراد ہے اس ارشاد خداوندی میں واسجد واقترب اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود اس آیت میں اثر سجدہ سے بعضوں نے یہ مراد لی ہے کہ سجدہ کے وقت جو چہرہ پر خاک لگ جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ نور خشوع ہے جو باطن سے ظاہر پر چمکتا ہے اور یہ قول اصح ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے غرض وہ روشنی ہے کہ وضو کے نشان کی جہت سے قیامت کو چہرے پر ہوگی۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان علیحدہ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے مصیبت اسکو سجدے کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا تو اسکو جنت ہوئی اور مجھکو سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے نہ مانا تو مجھکو دوزخ ملی۔ اور علی بن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ وہ ہر روز ہزار سجدے کیا کرتے تھے۔ اور لوگ اسی وجہ سے انکو سجاد کہتے تھے اور مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سوائے خاک کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے اور یوسف بن اسباط کہا کرتے تھے کہ اے گروہ جوانان مرض سے پہلے تندرستی کو غنیمت سمجھو کہ میں بجز اس شخص کے اور کسی پر حسد نہیں کرتا جو اپنا رکوع اور سجدہ پورا کرتا ہو اور مجھ میں اور رکوع سجدہ میں اب مرض حائل ہو گیا ہے۔ اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ میں دنیا کی کسی چیز پر رنج نہیں کرتا بجز سجدہ کے اور عقبہ بن مسلم نے کہا ہے کہ کوئی خصلت بندہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے محبوب تر نہیں کہ بندہ خدا تعالیٰ کے ملنے کو پسند کرے اور کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں بندہ کو خدا تعالیٰ سے زیادہ قرب ہو بجز سجدہ کرنے کی ساعت کے اور حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے کہ بندہ زیادہ تر قریب خدا تعالیٰ سے سجدہ کے وقت ہوتا ہے پس سجدہ میں زیادہ دعا کیا کرو چھٹا بیان خشوع یعنی فروتنی کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واقم الصلوۃ لذکری اور فرمایا ولا تکن من الغافلین اور فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون بعضوں نے کہا ہے کہ سکاریٰ سے یہ مراد لی ہے کہ کثرت غم سے متوالے ہوں اور بعضوں نے کہا کہ دنیا کی محبت سے مست ہوں۔ اور وہب نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے ظاہر معنی ہیں کہ نشہ سے مست ہو غرض کہ اس میں تنبیہ ہے دنیا کے نشہ پر کیونکہ علت کو بیان فرمادیا ہے کہ جب تک تم جانو کہ کیا کہتے ہو اور بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ شراب نہیں پیتے ہیں مگر انکو نہیں خبر ہوتی کہ نماز میں کیا کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی رکعتین لم یحدث فیہما نفسہ بشیء من الدنیا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور فرمایا کہ انما الصلوۃ تمسکن وتواضع وتضرع وتباؤس وتنادم وترفع یدیک فتقول اللہم اللہم فمن لم یفعل فہی خداج۔ اور اللہ تعالیٰ سے اگلی کتابوں میں مروی ہے کہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر ایک نمازی کی نماز قبول نہیں کرتا بلکہ اس شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور تکبر نہ کرے اور بھوکے فقیر کو کھانا میری رضا کے لیے کھلائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کا فرض ہونا اور حج اور طواف کا حکم ہونا اور دیگر ارکان کا مقرر ہونا

صرف ذکر الٰہی کے برپا کرنے کے لیے ہی پس اگر تیرے دل میں جو مقصود ہی اُسکی یاد نہو اور عظمت اور ہیبت مطلوب سے تیرا دل خالی ہو تو تیرے ذکر کی قیمت کچھ نہیں۔ اور جس شخص کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی اُسکو ارشاد فرمایا کہ اذا صلیت فصل صلاۃ مودع یعنی اپنے نفس اور خواہش اور عمر کو رخصت کر کے اپنے مولی کی طرف چلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ اور فرمایا واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اُسکی نماز فحش اور برائی سے منع نہ کرے تو وہ خدائے تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جاویگا - اور نماز تو خدائے تعالیٰ سے مناجات کرنے کا نام ہی تو غفلت کے ساتھ کیسے ہوجاویگی - اور بکر بن عبداللہ کا قول ہی کہ اے ابن آدم اگر تو اپنے آقا کے پاس بدون اُسکی اجازت کے جانا چاہے اور بدون کسی درمیانی واسطے کے اُس سے گفتگو کرنی چاہے تو ہوسکتا ہی لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہی کہا کہ وضو کامل کرکے محراب میں آ کھڑا ہو کہ اپنے آقا کے سامنے بدون اجازت چلے جاؤگے پھر اُس سے بدون ذریعۂ درمیانی باتیں کرو - اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے باتیں کیا کرتے تھے اور ہم آپ سے کچھ کہتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ گویا ہمکو نہ پہچانتے تھے اور ہم آپکو نہ پہچانتے تھے اسقدر خدائے تعالیٰ کی عظمت میں مشغول ہوتے تھے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینظر اللہ الی صلوۃ لا یحضر الرجل فیہا قلبہ مع بدنہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز کو کھڑے ہوتے تو اُنکے دل کی آواز اضطراب دو میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی - اور سعید تنوخی جب نماز پڑھتے تو اُنکے آنسو رخسار و نپر سے داڑھی پر گرنے سے نہ تھمتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتا ہی فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اُسکے اعضا بھی خشوع کرتے - اور روایت ہی کہ حضرت حسن بصریؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کنکروں سے کھیل رہا ہی اور کہتا ہی کہ الٰہی میرا نکاح حور عین سے کر دے آپ نے فرمایا کہ تو اچھا نہیں رکھتا کہ منگنی حور عین سے چاہتا ہی اور کنکروں سے کھیلتا ہی - اور خلف بن ایوب سے کسی نے کہا کہ کیا نماز میں تمکو مکھی نہیں ستاتی کہ تم اُسکو ہٹا دو فرمایا کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی نہیں کرتا کہ میری نماز کو فاسد کردے سائل نے کہا کہ تمکو صبر کیسے ہوتا ہی فرمایا کہ میں نے سنا ہی کہ فاسق بادشاہی کوڑوں کے نیچے صبر کرتے ہیں تاکہ لوگ کہیں کہ بڑے صابر ہیں اور اس بات کا آپس میں فخر کرتے ہیں اور میں تو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہتا ہوں تو کیا اُسکی مکھی سے جنبش کروں - اور مسلم بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم آپس میں باتیں کرو اب میں تمھاری گفتگو نہیں سنونگا اور ایک روز وہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھتے تھے کہ مسجد کی ایک طرف گر گئی اسکے لیے لوگ جمع ہوئے مگر اُنکو نماز سے فارغ ہونے تک کچھ بھی معلوم نہوا اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا دستور تھا کہ جب وقت نماز کا آتا تو آپ کانپتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا پس اُنسے لوگ پوچھتے کہ یا امیر المومنینؓ آپکا کیا حال ہی فرماتے کہ اُس امانت کا وقت آیا جسکو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی اور اُسکے اُٹھانے سے سب نے انکار کیا اور انسان نے اُسکو اُٹھایا

[illegible]

حضرت امام زین العابدین رضؓ سے مروی ہے کہ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا آپکے اہل خانہ نے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا عادت ہے آپنے فرمایا کہ تم جانتی نہیں کہ میں کس شخص کے سامنے کھڑا ہوا چاہتا ہون۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا کہ الٰہی تیرے گھر میں یعنی جنت میں کون رہیگا اور تو کس شخص کی نماز قبول کرتا ہے اللہ تعالے نے انکو وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص میری عظمت کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اپنا دن میری یاد میں کاٹتا ہے اور اپنے نفس کو میرے سبب شہوات سے روکتا ہے بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور مسافر کو جگہ دیتا ہے اور مصیبت والے پر ترس کھاتا ہے وہی میرے گھر میں رہیگا اور اُسی کی میں نماز قبول کرتا ہون اسی شخص کا نور آسمانون میں مثل آفتاب کے چمکتا ہے اگر وہ مجکو پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہون اور جو مجھسے مانگتا ہے میں اُسکو عطا کرتا ہون جہل کی باتون میں اُسکے لیے علم کر دیتا ہون غفلت کو اُسکے لیے ذکر اور اندھیرے کو اُجالا کر دیتا ہون اُسکی مثال لوگون میں ایسی ہے جیسے جنت فردوس دیگر بہشتون میں ہے کہ نہ اُسکی نہرین خشک ہون نہ میوے بگڑین۔ اور حاتم اصم کے حال میں کہتے ہیں کہ اُنسے کسی نے اُنکی نماز کا حال دریافت کیا فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں وضو کامل کر کے اُس جگہ آتا ہون جہان نماز پڑھنے کا ارادہ ہو وہان آکر بیٹھتا ہون یہان تک کہ میرے اعضا سب مطمئن ہو جاوین پھر میں نماز کو کھڑا ہوتا ہون اور کعبہ کو اپنے ابرو کے سامنے اور پلصراط کو اپنے قدم کے تلے اور جنت کو داہنی طرف اور دوزخ کو بائین طرف اور ملک الموت کو پشت کے پیچھے کرتا ہون اور اس نماز کو سب سے پچھلی نماز جانتا ہون پھر خوف اور رجا کے ساتھ کھڑا ہو اللہ اکبر آواز سے کہتا ہون اور قرات اچھی طرح پڑھتا ہون اور رکوع تواضع کے ساتھ اور سجدہ خشوع کے ساتھ کرتا ہون اور بائین سُرین پر بیٹھکر بائین پانون کو بچھا لیتا ہون اور داہنے پانون کے انگوٹھے کو کھڑا رکھتا ہون اور ساری نماز میں اخلاص کا اتباع کرتا ہون پھر یہ نہیں جانتا کہ وہ مجھسے قبول ہوئی یا نہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ متوسط دو رکعتین تفکر کے ساتھ ایک رات کی شب بیداری سے بہتر ہیں جس میں دل غافل ہو۔

ساتوان بیان مسجد اور نماز کی جگہ کی فضیلت میں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من بنی للہ مسجدا ولو کمفحص قطاة بنی اللہ لہ قصرا فی الجنة اور فرمایا من الف المسجد الفہ اللہ تعالی اور فرمایا اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس اور فرمایا کہ مسجد کے ہمسایہ کی نماز بجز مسجد کے اندر پڑھنے کے نہیں ہوتی۔ اور فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ایک پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں جبتک کہ وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ میں رہتا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ الٰہی اس شخص پر رحمت بھیج الٰہی اس پر رحم کر الٰہی اسکو بخشدے بشرطیکہ نمازی بے وضو نہ ہو جاوے یا مسجد سے باہر نہ جاوے۔ اور فرمایا کہ آخر زمانے میں میری امت میں سے کچھ لوگ آوینگے کہ مسجدون میں آکر حلقہ بنا کر بیٹھینگے اُنکا ذکر دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی تم اُنکے پاس مت بیٹھنا کہ اللہ تعالی کو اُنسے کچھ مطلب نہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابون میں فرمایا ہے کہ میری زمین میں میرے گھر مسجدین ہین اور میری زیارت کرنے والے اُنکے اندر وہ ہیں جو اُنکو آباد رکھنے والے ہیں پس خوشحالی ہے اُس بندے پر کہ اپنے گھر سے پاک وصاف ہو کر میرے گھر میں میری زیارت کو آوے اور گھر والے پر حق ہے کہ اپنے مہمان آنیوالے کا اکرام کرے۔ اور فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اُسکے ایمان کی گواہی دو۔ اور حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں بیٹھے وہ اپنے رب کے ساتھ ہمنشینی کرتا ہے تو اُسکے حق میں نہایت مناسب یہ ہے کہ بجز خیر کے اور کچھ نہ کہے

اور کسی قول تابعی یا حدیث مین مروی ہی کہ مسجد مین بات کرنی نیکیونکو ایسا کھاتی ہی جیسے چوپائے گھاس کو کھاتے ہین اور نخعی رح فرماتے ہین کہ
اکابر سلف کا اعتقاد یہ تھا کہ اندھیری رات مین مسجد کو جانا جنت کا موجب ہی۔ اور حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہین کہ جو شخص مسجد مین چراغ روشن کرے
تو جبتک اُسکی روشنی مسجد مین رہتی ہی تب تک اُس شخص کے لیے فرشتے اور عرش کے اُٹھانیوالے مغفرت طلب کرتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ
وجہہ فرماتے ہین کہ جب آدمی مرجاتا ہی تو زمین مین سے اُسکی نماز پڑھنے کی جگہہ اور آسمان مین سے اُسکے عمل کے چڑھنے کی جگہ اُسپر روتی ہین اور
اُسکی تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھی فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ زمین اُس شخص پر
چالیس روز روتی ہی۔ اور عطاء خراسانی نے کہا ہی کہ جو آدمی کسی جگہہ پر زمین سے سجدہ کرتا ہی تو وہ ٹکڑا زمین کا قیامت کو اُسکی شہادت دیگا اور
جسدن وہ مریگا اُسپر رویگا۔ اور انس بن مالک رض نے فرمایا ہی کہ جس زمین کے ٹکڑے پر خدا تعالی کا ذکر نماز سے خواہ یاد سے ہوتا ہی وہ ٹکڑا
اپنے گرد کے ٹکڑونپر فخر کرتا ہی اور ذکر الٰہی کی بشارت انتہا سے ساتون درجون زمین تک پہونچاتا ہی اور جو بندہ کہ کھڑا ہوکر نماز پڑھتا ہی
اُسکے لیے زمین آراستہ ہوتی ہی۔ اور کہتے ہین کہ جس منزل مین لوگ اُترتے ہین صبح کو وہ منزل یا اُنپر رحمت بھیجتی ہی یا لعنت کرتی ہی دوسری
فصل نماز کے اعمال ظاہری کی کیفیت اور تکبیر شروع اور اُس سے پہلے کے احوال کے ذکر مین جب نمازی وضو سے اور بدن و مکان و کپڑے
کی نجاست سے پاک کرنیسے فارغ ہو اور ستر عورت کی ناف سے لیکر زانو تک کرچکے تو چاہیے کہ قبلہ رخ دونون پانونمین کچھ فاصلہ دیکر کھڑا ہو
دونون پانون کو آپس مین نہ ملائے اسطرح کھڑا ہونا آدمی کی فقہ اور سمجھ پر دلالت کرتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین صفد اور
صفن سے منع فرمایا ہی صفد تو اُسکو کہتے ہین کہ دونون پانون ایک ساتھ جوڑلے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی مقرنین فی الاصفاد اور صفن یہ ہی کہ
ایک پانون پر زور دیکر دوسرے کو ٹیڑھا کرلے جیسا اس آیت مین ہی الصافنات الجیاد یہ صورت تو دونون پانون مین قیام کے وقت قابل لحاظ ہی
اور دونون زانو اور کمر مین یہ لحاظ چاہیے کہ سیدھے قائم رہین اور سر کو چاہیے سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکالے اور گردن جھکانا فروتنی کے قریب
ہی اور نظر کو نیچا رکھنا ہی اور چاہیے کہ نظر جانماز پر رہے جسپر نماز پڑھتا ہو اور اگر جانماز نہو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنا ارادہ مین لکیر کھینچ لے
کہ نگاہ کی مسافت اس سے بھی کم ہو جاتی ہی اور فکر کو پراگندہ نہین ہونے دیتی اگر جانماز کے کنارون یا لکیر کی حدون سے نگاہ باہر جائے تو اُسکو روکنا چاہیے
اور اس قیام کو اسیطرح رکوع تک رکھنا چاہیے کہ سیدھا رہنا و دھیان مذکورہ قاعدہ قیام کا ہی جب قیام قبلہ رخ سیدھا کرلے اور ہاتھ پانون بھی سیدھے
برابر ہون اُسوقت قل اعوذ برب الناس شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے پڑھے پھر تکبیر کہے اور اگر کسی مقتدی کے آجانیکی توقع ہو تو اول
اذان کہدے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر مین دل کے اندر نیت کرے اور یہ کہے کہ مین ظہر کے فرض اللہ کے لیے ادا کرتا ہون اسمین ادا کے
لفظ سے تو قضا سے تمیز ہو جاویگی اور فرض کے کہنے سے نفل سے علیحدگی ہوگی اور ظہر کہنے سے عصر وغیرہ سے فرق ہو جاویگا اور چاہیے کہ ان
الفاظ کے معانی دل مین موجود رہین کہ نیت اُسی کو کہتے ہین اور الفاظ تو صرف یاد دلانیوالے اور اُسکے دل مین موجود ہونے کے اسباب ہین
اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب نہونے پائے جب دل مین یہ بات موجود ہو جاوے تو اپنے دونون
ہاتھ دونون شانون تک اُٹھاوے اسطرح کہ دونون ہتھیلیان مقابل دونون شانون کے ہون اور دونون انگوٹھے مقابل کانون کی لو کے
اور انگلیونکے سر مقابل دونون کانون کے ہون تاکہ اسباب مین جتنی احادیث وارد ہین سبکا جامع ہو اور دونون ہتھیلیون کو قبلہ رخ کرے اور

دونون شانون تک ابو داود [illegible] [illegible] ابن عساکر [illegible] اور ابو داود مین کان کی لو تک اور مسلم مین کان کی چوٹی تک مالک بن حویرث سے مروی ہے ۱۲

انگلیوں کو کھلا رکھے یعنی نہ بند کرے نہ پھیلانے میں تکلف کرے بلکہ انکو انکی طبیعت پر چھوڑ دے اسلیے کہ آثار میں انکا پھیلانا اور ملا رکھنا منقول ہی اور یہ صورت دونوں کے درمیان ہی اس جہت سے بھی اولی ہی اور جبکہ ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھہر جاویں تب نیت کا دل میں حاضر کرنا اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھوں کو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کر کے دونوں کو ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اس طرح کہ دہنا ہاتھ اوپر ہو اور بایاں نیچے تاکہ دہنے کو فضیلت ہو کہ بائیں کے اوپر رہے اور دہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی بائیں ہاتھ کے ساعد پر پھیلا دے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں کے پہونچے کو پکڑ لے اور اللہ اکبر کہنا روایتوں میں ہاتھ اٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہے جس وقت کہ وہ اٹھکر ٹھہر جاویں اسوقت بھی آیا ہے اور انکو باندھنے کے لیے جھکانے کے ساتھ بھی وارد ہے اور ان کل صورتوں میں کچھ حرج نہیں لیکن جھکانے کے وقت میں اللہ اکبر کہنا میرے نزدیک لائق تر ہی اسلیے کہ یہ کلمہ عقد کا ہی اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اس عقد کی صورت ہی اور یہ صورت ہاتھوں کو جھکانے سے شروع ہوتی ہی اور انکے باندھنے تک پوری ہوتی ہی اور شروع اللہ اکبر کا الف ہی اور تمامی رے تو مناسب یہ ہی کہ فعل اور عقد میں مطابقت کا لحاظ کیا جاوے باقی رہا ہاتھوں کا اٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہی اس سے اسقدر مناسبت نہیں جتنی جھکانے کی صورت سے ہی ۔ پھر اللہ اکبر کہنے میں اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھاوے اور نہ شانوں کے پیچھے انکو لیجاوے اور دہنے بائیں کو جھٹکے جبکہ اللہ اکبر کہہ چکے بلکہ انکو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکا دے پھر نئے سرے سے دہنا ہاتھ بائیں پر ہاتھ کو لٹکانے کے بعد رکھ لے اور بعض روایتوں میں وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قرأت کا ارادہ کرتے تھے تو دہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیتے تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو ہمنے ذکر کیا ہے اس سے یہ بہتر ہے ۔ اور چاہیے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے ایسا نہ کرے کہ اسکے بعد واو سی معلوم ہو پیش کو بہت بڑھانے سے واو پیدا ہو جاتی ہی اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ اکبار کہنا پایا جاوے اور اکبر کی ر کو جزم کرے اسپر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ کہنے اور اسکے ساتھ کے اعمال کی ہے قرأت پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر یہ ہی کہ اللہ اکبر کے بعد یوں ملا کر پڑھے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اسکے بعد کہے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک تاکہ جتنے متفرق اور اخبار میں وارد ہیں سب جمع ہو جاویں اور اگر امام کے پیچھے ہو اور امام اتنا لمبا سکتہ نہ کرے کہ جسمیں مقتدی الحمد پڑھ لے تو اسیقدر دعا پر کفایت کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پاوے تو بعد دعا کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہکر سورۂ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور سب تشدیدوں اور حرفوں کو پورا پڑھے اور کوشش کرے ضاد و ظا میں ملنے نہ پاوے اور آخر سورۃ میں کچھ کھینچکر کہے اور آمین کو ولا الضالین میں نہ ملاوے اور نماز صبح اور مغرب اور عشا میں قرأت پکار کر پڑھے بشرطیکہ مقتدی نہو اور آمین پکار کر کہے پھر ایک سورت یا مقدار تین آیتوں خواہ زیادہ کے پڑھے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر میں نہ ملاوے بلکہ دونوں میں فاصلہ مقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز میں طوال المفصل پڑھے اور مغرب میں قصار مفصل اور ظہر اور عصر اور عشا میں والسماء ذات البروج اور اسکے مثل اور سورتیں پڑھے اور صبح کی نماز میں سفر کی حالت میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور فجر کی سنتوں اور دوگانہ طواف اور دوگانہ تحیۃ المسجد میں بھی دونوں پڑھے اور قرأت کی انتہا تک کھڑا رہے اور ہاتھ اسیطرح باندھے رہے جیسا اوپر ہمنے بیان کیا ہی رکوع

۱۵ پاکی کہتا ہوں تیری تعریف کے ساتھ اور برکت والا ہو تیرا نام اور بڑی ہو تیری شان اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا ۱۲

ل ح بخاری بروایت ابن عمر ۱۲
ن ح مسلم بروایت ابن عمر
س ح طبرانی بروایت معاذ بسند ضعیف ۱۲
ی ح اسکی اصل نہیں ملی بروایت ابی ہریرہ
یہ حدیث ابو داؤد میں ہے۔

اور اسکے لواحق پھر رکوع کرے اور تین کئی باتون کا خیال کرے یعنی رکوع کے لیے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اُٹھا دے
اور تکبیر کو اتنا بڑھا دے کہ رکوع مین پہونچنے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیان رکوع کی اندر دونون زانو پر رکھے اور انگلیان پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول
کی جانب قبلہ رخ ہون اور اپنے گھٹنون کو سیدھا رکھے انکو ٹیڑھا نہ کرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلا دے اور گردن اور سر اور پیٹھ ایک سطح جیسے ہون کہ
سر نیچا ہو نہ اونچا اور اپنی کہنیون کو دونون پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیان پہلو سے ملی رکھے اور رکوع مین تین بار سبحان ربی العظیم کہے
اور تین بار سے زیادہ سات اور دس بار تک بہتر ہی بشرطیکہ امام نہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اُٹھے اور دونون ہاتھ شانون تک اُٹھا دے اور
کہے سمع اللہ لمن حمدہ اور سیدھا مطمئن کھڑا ہو اور کہے ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شئی بعد اور اس قیام کو بجز صلوۃ التسبیح
کے اور نمازون مین طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت مین سجدہ سے پیشتر دعاے قنوت انھی الفاظ سے پڑھے جو احادیث مین مروی ہین
سجدہ پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور اپنے گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیان کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکنے کے وقت اللہ اکبر کہے
اور بدون رکوع کے اور جگہ ہاتھ شانون تک نہ اُٹھا دے اور چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے انکے بعد دونون ہاتھ اور آخر کو سر اور
سجدہ مین ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیون کو پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پانون کی انگلیان پھیلی رکھے اور عورت پردہ کرکے
اور سجدے مین پیٹ کو رانون سے الگ رکھے اور رانین جدی جدی ہون اور عورت پیٹ کو رانون سے اور رانون کو آپس مین ملی ہوئی رکھے اور
ہاتھون کو شانون کے مقابل زمین پر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلا دے نہیں بلکہ آپس مین انگوٹھے کے ملادے اور اگر انگوٹھے کو نہ ملادے
تو کچھ مضائقہ نہیں اور اپنے ہاتھ زمین پر نہ بچھا دے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کہنیان ابھری رکھے کہنیان زمین پر لگانے سے نہی وارد ہے اور
سجدہ مین تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور اگر زیادہ دفعہ کہے تو بہتر ہی مگر جس صورت مین کہ امام ہو تین بار سے زیادہ نہ کہے پھر سجدے سے
اُٹھکر اطمینان سے بیٹھ جاوے یعنی اپنا سر تکبیر کہتا ہوا اُٹھا دے اور بائین پانون پر بیٹھکر سیدھے قدم کو کھڑا رکھے اور اپنے دونون ہاتھ رانون پر
رکھے اور انگلیان کھلی رکھے انکے ملانے مین تکلف نہ کرے نہ پھیلانے مین مبالغہ کرے اور اس جلسے مین کہے رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واہدنی
واجبرنی وعافنی واعف عنی اور اس جلسہ کو بجز صلوۃ التسبیح کے اور نماز مین بہت نہ بڑھاوے پھر پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ کرے اور اسکے
بعد تھوڑا سا جلسہ استراحت کرے اور یہ جلسہ استراحت ہر رکعت کے بعد جسمین التحیات نہو [illegible] پھر ہاتھ کا سہارا زمین پر دیکر اُٹھ کھڑا ہو مگر اُٹھنے
مین کوئی پانون آگے نہ بڑھاوے اور تکبیر کو اتنا بڑھا دے کہ بیٹھنے کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک جاری ہو یعنی اللہ کی
لا تو برابر بیٹھنے تک مین ادا ہو اور اکبر کا کاف زمین پر سہارا دینے وقت نکلے اور [illegible] پوری ہو کر آدھا کھڑا ہو جاوے اور شروع اللہ اکبر کہنا
اسوقت سے کرے کہ جب بیٹھنے کے لیے نصف اُٹھ چکا ہو تاکہ سارا اللہ اکبر اس حالت [illegible] ہو جاوے [illegible]
صورت تقلیم سے قریب ہی اور دوسری رکعت مثل اول کے ہی [illegible] شروع مین [illegible] پھر تشہد پڑھے دوسری رکعت کے بعد اول
تشہد پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی آل پر درود بھیجے اور التحیات پڑھے [illegible] بیٹھے [illegible] بیٹھا [illegible]

[illegible] ۴ نماز مین [illegible] مسلم کی [illegible] آنحضرت صلی اللہ [illegible] ابن عباس کی روایت [illegible] سجدے کے بعد [illegible] آسمان [illegible] زمین [illegible] اور [illegible] آسمانون کے اور [illegible] انکی [illegible] ۱۲

[illegible] ۱۲

یعنی بائین پانون پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا رکھے اور داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھے اور اُسکی اُنگلیان سوا انگشت شہادت کے بند کرلے
اور انگوٹھے کے کھلا رکھنے کا بھی کچھ مضائقہ نہین اور صرف داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے الا اللہ کہنے کے وقت اشارہ کرے نہ لا الہ الا اللہ
کہنے کے وقت اور اخیر کی التحیات مین بعد درود شریف کے دعاے ماثورہ پڑھے اور اخیر تشہد کا طریق مثل اول تشہد کے ہے مگر اتنا
فرق ہے کہ اسمین بائین چوتڑ پر بیٹھے کیونکہ اب اسکا ارادہ اُٹھنے کا نہین بلکہ ٹھہرا ہوا ہے اور اپنے بائین پانو کو نیچے سے داہنی طرف نکالدے
اور داہنے کو کھڑا رہنے دے اور اگر دشوار ہو تو پانون کے انگوٹھے کا سر قبلہ رخ رکھے پھر ان سب افعال کے بعد داہنی طرف کو منھ پھیر کے
السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منھ اتنا پھیرے کہ جو شخص اسکے پیچھے داہنی طرف نماز پڑھتا ہے وہ اسکا داہنا رخسار دیکھلے پھر بائین طرف منھ پھیر کر اسی
طرح دوسرا سلام کہے اور سلام پھیرنے مین نیت نماز سے باہر ہونے کی کرے اور اول سلام مین اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتون اور مسلمانون کی
نیت کرے اور اسیطرح دوسرے سلام مین نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے بہت کھینچے نہین کہ سنت یہی اسی طرح ہے یہ صورت
اکیلے شخص کی نماز کی ہوئی اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اسقدر آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے اور امامت کی نیت کرلے کہ ثواب
ملے اگر نیت نہ کریگا اور مقتدی اُسکے پیچھے اقتدا کی نیت سے نماز پڑھینگے تو انکی نماز درست ہو جاویگی اور جماعت کا ثواب سب کو ملیگا
اور امام شروع نماز کی دعا اور اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے جیسا اکیلا پڑھتا ہے اور الحمد اور سورہ دونون رکعتون مین صبح کی اور دو پہلی رکعتون مین
مغرب اور عشا کی پکار کر پڑھے اور ایسا ہی حال تنہا پڑھنے والے کا ہے اور جن نمازون مین قرات پکار کر پڑھتے ہین اُنمین امام آمین پکار کر کہے
اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی پکار کر آمین کہین اُس سے پیچھے نہ کہین اور امام الحمد کے بعد کسیقدر خاموش رہے تاکہ سانس درست ہوجاوے اور
مقتدی اس حالت خاموشی مین سورہ فاتحہ پڑھ لین تاکہ امام جسوقت قرات پڑھے اُسوقت اسکی قرات سنین اور مقتدی جہری نمازون مین
سورہ نہ پڑھے مگر جس صورت مین کہ آواز امام کی نہ سنتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور امام رکوع سے سر اُٹھانے مین سمع اللہ لمن حمدہ پکار کر کہے اور
مقتدی بھی یہی کہے اور امام رکوع اور سجدہ کی تسبیحین تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التحیات مین اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کہنے کے بعد کچھ
اور زیادہ کرے اور پچھلی دو رکعتون مین صرف الحمد پر کفایت کرے اور لوگون پر اُسکو طول نہ دے اور اخیر کی تشہد مین التحیات اور درود کے
بعد دعا اتنی نہ پڑھے کہ ان دونون چیزون سے زیادہ ہو جاوے اور امام اپنے سلام مین جسطرح قوم کی نیت کرتا ہے مقتدی اپنے سلام
مین اُسکے جواب کی نیت کرے اور امام سلام کے بعد اسقدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جاوین پھر لوگون کی طرف اپنا منھ پھیرے
اور اگر مردون کی صف کے پیچھے عورتین بھی پڑھتی ہون تب بہتر یہ ہے کہ قبلہ رخ جما رہے تاکہ عورتین سامنے نہ پڑین اور جب تک
امام نہ اُٹھے مقتدیون مین سے کوئی نہ اُٹھے امام جدھر سے چاہے پھرے خواہ داہنے ہاتھ کو خواہ بائین کو اور میرے نزدیک
داہنے طرف کو پھرنا پسند ہے اور امام صبح کی قنوت مین خاص اپنے لیئے دعا نہ مانگے بلکہ اللھم اہدنا کہے بجاے اہدنی کے اور
قنوت کو پکار کر پڑھے اور مقتدی آمین کہین اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اُٹھا دین اور دعا کے ختم پر دونون ہاتھونکو منھ پر پھیر لین کہ اسمین
ایک حدیث وارد ہے ورنہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ نہ اُٹھائے جاوین جیسے التحیات کے بعد دعا مین نہین اُٹھاتے منہیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز مین بہت سی باتون سے منع فرمایا ہے اول دونون پانون کو جوڑکر کھڑا ہونا دوم ایک پانو پر زور دیکر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا

[illegible]

سوم اقعا اسکے معنی لغت مین یہ ہین کہ دونون چوتڑون پر بیٹھکر دونون زانو کھڑے کر دے اور دونون ہاتھون کو زمین پر رکھدے جسطرح کتا
بیٹھتا ہی اور حدیث والون کے نزدیک اقعا اُس بیٹھک کو کہتے ہین کہ بجز زانو اور پاؤن کی انگلیون کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہوا ہو چہارم
سدل محدثین کا مذہب یہ ہی کہ سدل اسکو کہتے ہین کہ اپنی چادر وغیرہ مین لپیٹ کر ہاتھ اندر کرلے اور رکوع اور سجدہ اسیطرح کرے ہاتھ باہر نہ نکالے یہ فعل
یہودیون کا تھا کہ اپنی نماز مین کرتے تھے اسیلیے اُنکی مشابہت سے منع فرمایا اور کرتہ وغیرہ کا بھی یہی حکم ہی یعنی رکوع اور سجدہ کرتے کے اندر ہاتھ کیے
ہوے کرنا نہ چاہیے اور سدل کے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھ لے اور اُسکے دونون پلے دہنے بائین طرف لٹکالے بدون آنچل
مارنے کے مگر اول معنی سدل کے بہتر ہین پنجم کفت اسکی صورت یہ ہی کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اُٹھالے اور کفت بالون مین
بھی ہوتا ہی یعنی جُوڑا باندھکر نماز پڑھے اور یہ منع مردون کے لیے ہی اور حدیث شریف مین ہی امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء و لا اکف شعرا ولا ثوبا اور
امام احمدؒ نے تہمد کو کُرتے کے اوپر باندھنا مکروہ فرمایا ہی اور اسکو کفت مین داخل سمجھا ہی ششم کولہون پر ہاتھ رکھنا ہفتم قیام مین کہنیون کو ایسی طرح ہاتھ رکھنا
کہ بازو بدن سے علیحدہ رہین ہشتم مواصلت یعنی وصل کرنا ایک بات کا دوسری سے اور اس سے نہی امام کے حق مین دو چیزون سے ہی ایک یہ کہ قرارت
اللہ اکبر کہتے ہی شروع کردے اور دوسرے یہ کہ رکوع کی تکبیر قرارت کے ختم ہوتے ہی کہے اور دو سے مقتدی کو ہی ایک شروع کی تکبیر امام کی
تکبیر مین ملا دینی دوم سلام امام کے سلام کے ساتھ ملانا اور ایک بات دونون مین مشترک ہی کہ فرض کے اول سلام کو دوم کے ساتھ ملانا بلکہ دونو
کو جدا جدا کہے نہم دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی اور دباؤ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا دونون منع وارد ہو دہم موزہ پہنکر نماز پڑھنی اس طرح کی باتین
خشوع کو مانع ہین اور اُسی کے حکم مین ہی بھوک اور پیاس کے ساتھ نماز ادا کرنی اور بھوک کے ساتھ نماز سے نہی اس حدیث سے سمجھی جاتی ہی
کہ آپ صلعم نے فرمایا جب رات کا کھانا آجاوے اور نماز کی تکبیر ہو تو شروع کرو کھانا اگر اُس صورت مین کہ نماز کا وقت تنگ ہو یا آدمی دل سے مطمئن ہو
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لا یدخل احدکم الصلوة وهو مقطب ولا يصلين احدكم وهو غضبان اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ جس نماز مین
دل حاضر نہو وہ عذاب کی طرف جلد پہونچاتی ہی اور ایک حدیث مین وارد ہی کہ سات چیزین نماز کے اندر شیطان کی طرف سے ہین نکسیر اور
نیند اور وسوسہ اور جمائی اور خارش اور ادھر اُدھر دیکھنا اور کسی چیز سے کھیلنا اور بعضون نے بھول اور شک کو اسمین اور زیادہ کیا ہی
اور بعض اکابر سلف کا قول ہی کہ نماز کے اندر چار چیزین ظلم ہین ادھر اُدھر تکنا اور مُنھ پونچھنا اور کنکریون کو برابر کرنا اور راستے پر نماز
پڑھنا کہ چلنے والے سامنے کو گذرین یازدہم انگلیون کو ایک دوسری مین ڈالنا یا چٹکانا دوازدہم مُنھ کو چھپانا سیزدہم ایک ہتیلی کو دوسری پر
رکھکر رکوع مین اپنی زانو کے اندر دبا لینا اور بعض صحابہؓ نے فرمایا ہی کہ ہم پہلے ایسا کیا کرتے تھے پھر اس سے ہم کو منع کر دیا گیا چہاردہم
سجدہ کے وقت زمین پر پھونک مارنی یا ہاتھون سے کنکر وغیرہ برابر کرنا کیونکہ ان افعال کی کچھ حاجت نہین پانزدہم ایک قدم کو اُٹھا کر دوسرے
پر رکھ لینا شانزدہم قیام مین دیوار سے تکیہ لگانا پس اگر اس طرح تکیہ لگا دے کہ اگر سہارے کی چیز نکال لیجاوے تو گر پڑے تو ظاہر یہ ہی کہ [illegible]

جاتی رہیگی واللہ اعلم فرائض اور سنتون کی تمیز جو افعال کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین اُنمین فرض بھی ہین اور سنتین اور مستحبات اور اولی چیزین بھی ہین تاکہ طریق آخرت کا چلنے والا اُن سب کی رعایت کرے اب سب کو ہم جدا جدا لکھے دیتے ہین کہ اُن اعمال مین سے بارہ باتین فرض ہین اول نیت دوسری اللہ اکبر کہنا تیسری کھڑا ہونا چوتھی الحمد پڑھنا پانچوین رکوع مین جھکنا اسطرح کہ ہتھیلیان زانو پر اطمینان کے ساتھ لگجاوین چھٹی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا ساتوین اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا اور اُسمین ہاتھون کا زمین پر رکھنا واجب نہین آٹھوین سجدہ سے سر اُٹھا کر سیدھا بیٹھنا نوین دوسرا قعدہ دسوین اخیر تشہد پڑھنا گیارھوین اخیر تشہد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا بارھوین اول سلام پھیرنا اور نماز سے باہر آنے کی نیت واجب نہین۔ اور جو باتین کہ ان بارہ کے سوا ہین وہ واجب نہین بلکہ سنتین اور مستحبات ہین افعال مین چار باتین سنت ہین اول تکبیر احرام مین ہاتھون کا اُٹھانا دوم رکوع کی تکبیر مین سوم قومہ کی تکبیر مین انکا اُٹھانا چہارم تشہد اول کے لیے بیٹھنا باقی اور باتین جیسے اُنگلیون کو پھیلانا اور رفع یدین کی حد وغیرہ یہ باتین رفع یدین کی تابع ہین اور سُرین پر بیٹھنا اور پانون کا بچھانا جلسہ کے تابع ہین اور سر جھکانا اور التفات نہ کرنا قیام کے تابع ہی اور صورت کو اچھا کرنے اور جلسہ استراحت کو ہمنے افعال کی سنتون مین شمار نہین کیا اسلیے کہ یہ دونون گویا سجدہ سے قیام کے لیے اُٹھنے کی خوبی ہین داخل ہین خود اپنی ذات سے مقصود نہین اور اسی وجہ سے انکا ذکر بھی جداگانہ نہین کیا گیا ہی اور ذکر مین سنتین یہ ہین اول شروع کی دعاء دوم اعوذ باللہ پڑھنا سوم آمین کہنا کہ سنت موکدہ ہی چہارم قرات سورت کی پنجم ایک رکن سے دوسرے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا ششم رکوع اور سجدہ مین تسبیحین کہنی اور قومہ مین سمع اللہ لمن حمدہ کہنا ہفتم اول التحیات اور اُسمین درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھنا ہشتم دعا پچھلے تشہد کے آخر مین نہم دوسرا سلام پھیرنا۔ اور ان چیزونکو اگرچہ ہمنے سنت مین داخل کرکے لکھا ہی مگر انکے درجات جدا جدا ہین کیونکہ انمین سے چار چیزین ایسی ہین کہ اُنکا تدارک سجدہ سہو سے ہوتا ہی اور افعال کی سنتون مین سے فقط ایک ہی کا جبر سجدہ سہو سے ہوتا ہی یعنی پہلا جلسہ اول تشہد کے واسطے اسلیے کہ وہ جانتا ہی کہ انتظام کی ترتیب مین تاثیر رکھتا ہی کہ دیکھنے والے اُس سے یہ معلوم کر لیتے ہین کہ دو رکعتین ہین یا زیادہ بخلاف رفع یدین کے کہ اسکو انتظام کے تبدیل مین کچھ تاثیر نہین اسی لیے اسکو بعض اجزا سے تعبیر کیا گیا اور بعضونکا قول یہ ہی کہ اجزا کا جبر سجدہ سہو سے کیا جاتا ہی مگر ذکرون مین سے تین ذکر ہونگے اور کوئی سجدہ سہو کا مقتضی نہین اور وہ تینون قنوت اور پہلا تشہد اور اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہی بخلاف تکبیرون رکوع و سجدہ اور انکی تسبیحات کے اور قومہ اور جلسہ کے ذکر کے اسلیے کہ رکوع اور سجدہ کی صورت ہی ایسی ہی کہ عادت کے خلاف ہی تو اگر ان دونون مین چپ رہیگا تب بھی مقصود عبادت انکی صورت سے ظاہر ہی اس سے معلوم ہوا کہ انکے درمیان مین ذکر کا نہونا عبادت کی ہیئت کو نہین بدلتا اور پہلے التحیات کے لیے بیٹھنا ایک فعل عادت کا ہی اُسکو جو نماز مین بڑھایا ہی تو صرف تشہد کے لیے زیادہ کیا ہی اگر تشہد اُسمین نہوگا تو ظاہر ہی کہ صورت عبادت نہوگی اور دعائے استفتاح اور سورہ کا چھوڑنا بھی صورت عبادت کے بدلنے مین موثر نہین کیونکہ قیام اگرچہ فعل عادت کے مطابق ہی مگر الحمد کے پڑھنے سے عادت سے علیحدہ ہوگیا اسیطرح اخیر تشہد مین کی دعا اور قنوت کا جبر سجدہ سہو سے کرنا بعید معلوم ہوتا ہی مگر صبح کی نماز مین قیام کا طول اگر قنوت سے مشروع ہوا ہی تو اسکا حال ایسا ہوا جیسے جلسہ استراحت کہ وہ بھی بڑھادیا اور التحیات اُسمین پڑھنے سے پہلے تشہد کے لیے جلسہ ہوگیا پس اگر قنوت نہ پڑھا جاوے تو قیام لمبا عادت کے موافق رہ جاویگا جسمین کوئی ذکر واجب نہین اور لمبے قیام کی قید اسلیے لگا دی کہ صبح کے

سوا اور نماز مین آمین داخل نہون اور ذکر واجب سے خالی ہونیکی قید اسلیے ہی کہ نماز کے اندر اصل قیام سے احتراز ہو جاوے۔ اب اگر یہ
کہو کہ سنتون کا فرق فرضون سے تو سمجھ مین آتا ہی کہ فرض اُسکو کہتے ہین جسکے جاتے رہنے سے نماز کی درستی بھی جاتی رہے اور سنت کے جانے سے
صحت فوت نہین ہوتی یا یہ کہ فرض کے چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہی اور سنت پر نہین ہوتا مگر سنتون کے آپس مین جدا ہونے اور کم و زیادہ
ہونے سے کیا مراد ہی سب سنتون کا امر استحباب کے طور پر ہی اور کسی کے ترک سے عذاب نہین ہی اور کرنے پر سب کے ثواب ہوتا ہی تو
پھر فرق کیا ہوا پس اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ثواب اور عذاب اور استحباب مین سب باتین شریک ہین تو اس سے انمین فرق دور نہوگا اور ہم اس
بات کو ایک مثال سے واضح کیے دیتے ہین وہ یہ ہی کہ انسان کو جو موجود اور کامل کہتے ہین تو دو وجہ سے کہتے ہین ایک امر باطن کی جہت سے
دوم اعضا سے ظاہر کی جہت سے امر باطن تو حیات اور روح ہی اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی [illegible] اعضا مین سے بعض تو ایسے ہین کہ انکے
نہونے سے انسان فنا ہو جاتا ہی جیسے دل اور جگر اور دماغ اور [illegible] اعضا جنکے معدوم ہونے سے حیات جاتی رہتی ہی اور بعض اعضا ایسے ہین کہ
انکے نہونے سے زندگی تو نہین جاتی مگر زندگی کے مقصود فوت ہو جاتے ہین جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پاؤن اور زبان اور بعض اعضا ایسے ہین کہ انکے
نہ ہونے سے زندگی فوت ہونا [illegible] انکے نہونے سے [illegible] جاتی رہتی ہی [illegible]
ہین کہ انسے اصل خوبصورتی نہین جاتی مگر کمال خوبی کا جاتا رہتا ہی جیسے بھوون کا [illegible] اور [illegible] اعضا
کا تناسب ہونا اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا [illegible]
بنا یا ہی اور اس صورت کا حاصل کرنا [illegible] اور
دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہی جیسا کہ [illegible] قیام
اور رکوع [illegible] بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہین کہ انکے نہونے سے نماز نہین [illegible]
اور تشہد اول یہ بمنزلہ دونون ہاتھون اور آنکھون اور پاؤن کے ہین کہ انکے [illegible] نہین جاتی جیسے [illegible] اعضا [illegible]
زندگی نہین جاتی بلکہ آدمی بُری صورت کا ہو جاتا ہی لوگون کو اس سے نفرت ہوتی ہی [illegible]
ہو جاوے اور سنتون کو بجا نلاوے تو اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام [illegible]
پاؤن کٹے ہون۔ اور [illegible]
کی خوبی بدن مین ہین۔ اور [illegible] اذکار وغیرہ اُن سنتون مین ہین [illegible]
وغیرہ ہین۔ حاصل یہ کہ نماز تیرے پاس ایک [illegible]
بادشاہ دنیا کی قربت کی طلب کے لیے غلام اُسکی بارگاہ مین [illegible]
ملتا ہی اب تجھے اختیار ہی چاہے اسکی صورت اچھی بنا خواہ بُری اگر اچھی بناویگا تو اپنے واسطے [illegible] بُری بناویگا تو اپنے واسطے [illegible]
کہ فقہ کی عبارت مین سے [illegible] کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق و معلوم کرلے [illegible]
اسکو چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا کریگا تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کہے کہ آنکھ پھوڑ دینے سے آدمی کا وجود نہین جاتا [illegible] آدمی کو

اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور پر بادشاہ کے یہاں پیش کرے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو اسکے جانے سے جاتی رہی یہی حال سنتوں اور
مستحبات کے فوت ہونیکا سمجھنا چاہیے کہ جو نماز کہ آدمی اسکا رکوع اور سجدہ پورا نہ کریگا تو اسکی اول دشمن ہی ہوگی اور کہیگی کہ خدا تعالے
تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنیکے باب میں ہم احادیث ذکر کر آئے ہیں انکو دیکھو تاکہ ان باتوں کی وقعت
تمکو معلوم ہو۔ **تیسری فصل** نماز کے اندر باطنی شرطوں کے ذکر میں جو دل سے متعلق ہیں اس فصل میں ہم اول نماز کا وابستہ ہونا خشوع اور حضور
دل کے ساتھ ذکر کرینگے پھر اور باطنی حیثیت نماز کامل ہوتی ہے اور اسکے حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھینگے پھر ان امور کی تفصیل کرینگے جو ہر رکن
میں نماز کے رکنوں میں سے موجود ہونے چاہییں تاکہ نماز توشہ آخرت ہو جاوے نقل ہیں اس فصل میں چار بیان ہیں بیان اول خشوع اور
حضور دل کے شرط ہونے میں واضح ہو کہ اس بات کی دلیلیں بہت ہیں کہ نماز کے اندر خشوع اور حضور دل شرط ہے چنانچہ ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی
ہے واقم الصلوة لذکری یعنی نماز قائم کرو میری یاد کیلئے۔ ظاہر امر سے وجوب سمجھا جاتا ہے یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہے اور غفلت ذکر کی ضد ہے تو جو شخص اپنی ساری نماز میں
غافل رہے وہ نماز کا برپا کنندہ اللہ تعالی کی یاد کیلئے کیسے ہوگا اور ایک یہ ارشاد فرمایا ولا تکن من الغافلین یعنی نہ ہو غافلوں میں سے نہی کا صیغہ ہے جو بظاہر
تحریم کی حرمت پر دلالت کرتا ہے اور فرمایا حتی تعلموا ما تقولون یعنی نشہ والے کو نماز سے منع کرنیکی علت ہے اور یہ علت اس شخص کو بھی
عام ہے جو غافل اور وسوسوں میں مستغرق اور دنیاوی فکروں میں گھرا ہوا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الصلوة تمسکن وتواضع اس
حدیث میں … الف و لام کے داخل ہونے اور کلمہ انما سے حصر ثابت ہوتا ہے … تحقیق یا بعد اور تحقیر کے لیے آتا ہے … ہے یعنی نماز
… اور تواضع ہی ہے جیسا کہ فقہا نے انما الشفعة فیما لم یقسم سے … اور اثبات اور نفی سمجھا ہے اور فرمایا کہ جس شخص کو اسکی نماز برائی
اور فحش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اسکو خدا تعالے سے دوری ہی بڑھاوے گی اور ظاہر ہے کہ غافل کی نماز فحش اور برائی سے مانع نہیں۔ اور فرمایا
بہت سے کھڑے ہونیوالے ایسے ہیں کہ انکی نماز سے انکو بجز رنج و مشقت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ان سے مراد بجز غافلوں کے اور کوئی لوگ مراد نہیں۔ اور
فرمایا کہ بندہ کے لیے اسکی نماز میں سے اسیقدر ہے جسقدر کو وہ سمجھے کہ اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات
کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں یہ مضمون آگیا ہے اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہو وہ ہرگز مناجات نہ ہوگی۔ اور اسکا بیان یہ ہے کہ زکوۃ سے اگر
بالفرض آدمی غافل ہو جاوے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہے اسیطرح روزہ قوتوں کو دبانیوالا اور اس خواہش نفس کا
توڑنیوالا ہے جو دشمن خدا ابلیس کا آلہ ہے تو کچھ بعید نہیں کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہو تاہم اسکا مقصود حاصل ہو جاوے اور یہی حال حج کا ہے
کہ اسکے افعال شاق اور سخت ہیں اور انمیں اتنی محنت ہے کہ جس سے امتحان حاصل ہو جاتا ہے خواہ افعال کے ساتھ دل حاضر ہو یا نہو لیکن نماز
میں بجز ذکر اور قراءت اور رکوع اور سجدہ اور قیام اور قعود کے اور کچھ نہیں اب دیکھنا چاہیے کہ ذکر جو خدا تعالی کے ساتھ مناجات
کرنا ہے اس سے غرض یا تو خطاب اور کلام ہی مقصود ہے یا فقط حروف و آواز کا نکالنا زبان کے اعمال کے امتحان کے طور پر منظور ہے جیسے معدہ اور
شرمگاہ کا امتحان روزہ میں روکنے سے کیا جاتا ہے اور بدن کا امتحان حج کی مشقتیں اٹھانے اور دل کا امتحان زکوة نکالنے اور مال چھوڑنے
… کی مشقت سے ہوتا ہے اور … کا شبہ نہیں … یہ مقصود ہونا کہ زبان سے حروف و آواز کا امتحان ہو باطل ہے اسلیے کہ
غافل … زبان کا ہلانا … سہل ہے پس عمل ہونیکے اعتبار سے ذکر میں کچھ امتحان نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ذکر نطق ہے اور

نطق اُسی صورت مین ہوگا کہ مافی الضمیر کو ظاہر کرے اور مافی الضمیر کو ظاہر کرنا بدون حضور دل کے حاصل نہین ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہو
اور اہدنا الصراط المستقیم زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا سوال ہوگا پس جس صورت مین ذکر سے فروتنی اور دعا کا ہونا مقصود نہو تو
غفلت کے ساتھ زبان ہلانے مین کونسی دقت پڑیگی خصوصاً عادت پڑنے کے بعد تو کچھ بھی دشواری نہوگی بلکہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کوئی آدمی
قسم کھاوے اور کہے کہ مین فلان شخص کا شکر کرونگا اور اُسکی تعریف کرونگا اور اُس سے ایک حاجت کا سوال کرونگا پھر یہ باتین جن پر
قسم کھائی ہے خواب مین اُسکی زبان پر جاری ہوجاوین تو وہ اپنی قسم مین سچا نہوگا اور اگر بالفرض یہ الفاظ اُسکی زبان پر اندھیرے مین
جاری ہون اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اُسکا ہونا معلوم نہو اور نہ اُسکو دیکھتا ہو تب بھی قسم مین سچا نہوگا اسلیے کہ اسکا کلام
اُس شخص سے خطاب نہوگا [illegible] اسکے ساتھ [illegible] کریگا جب تک کہ وہ اسکے دل مین حاضر نہوگا پس اگر اسی طرح دن کی روشنی مین یہ کلمات
اُسکی زبان پر جاری ہون مگر یہ شخص کسی فکر مین ڈوبا ہوا ہو کہ جس سے ان کلمات سے غافل ہو اور اُسکا ارادہ [illegible]
وقت اُس شخص سے خطاب کریگا تو تب بھی اپنی قسم مین سچا نہوگا۔ اور اس مین شک نہین کہ قرات اور ذکر سے مقصود خداے تعالیٰ کی
حمد و ثنا اور اُسکے سامنے تضرع اور دعا ہی ہے اور جس سے خطاب ہے وہ خدا تعالیٰ جل جلالہ کی ذات ہے [illegible]
اسکے دل پر پردہ پڑا ہوا ہوگا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہوگا [illegible] تو ضرور یہی کہ مخاطب سے غافل ہوگا اور عادت کی وجہ سے
زبان چلتی ہوگی پس ظاہر ہے کہ ایسا شخص نماز کے مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الٰہی کی تجدید اور عقد ایمان [illegible]
ہوگا یہ حکم قرات اور ذکر کا ہے غرض کہ نطق مین اس خاصیت کا انکار کر نہین سکتے [illegible]
سجدہ سے [illegible] تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات درست ہو کہ آدمی اپنے فعل سے خدا تعالیٰ کی تعظیم اسطرح غافل ہوکر کرتا ہو [illegible]
ہوگا کہ وہ اپنے فعل سے کسی بت کی تعظیم کرے جو اسکے سامنے رکھا ہوا ہو اور وہ اُس بت سے غافل ہو یا کسی دیوار کی [illegible]
اور [illegible] اُس سے غفلت ہو۔ اور جب رکوع اور سجود تعظیم سے خالی ہون تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور [illegible] دشواری
نہین [illegible] امتحان مقصود ہو یا اُسکو دین کا ستون کہا جاوے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جاوے اور حج اور تمام عبادات سے مقدم
کہا جاوے اور اسکے چھوڑنے سے قتل واجب ہو [illegible] معلوم نہین ہوتا کہ یہ تمام عظمت نماز کے [illegible] اسکے اعمال ظاہری
[illegible] ہان اگر مناجات کا مقصود اسپر زائد کیا جاوے تو پھر یہ امر ہو کہ روزہ اور زکوۃ اور حج [illegible]
قربانی جو [illegible] نقصان مال کا مجاہدہ نفس کی [illegible] اور اسکے باب مین ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ
التقوی منکم اسمین تقوی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے یہاں کی سزا سے محفوظ رہنے کو کافی ہیں - رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت میں کارآمد ہوں
تو یہ امر فقہ کے حدود سے باہر ہے علاوہ ازیں بدون حضور دل کے اعمال کے کامل ہو جانے پر اجماع کا دعویٰ نہیں ہو سکتا دیکھو بشر
بن حارث سے منقول ہے اُس روایت میں کہ ابو طالب مکی نے سفیان ثوری سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ جو شخص خشوع
نہ کرے اُسکی نماز فاسد ہے اور ایک روایت حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہو وہ عذاب کی طرف جلد
جاتی ہے اور حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور قصداً یہ جانے کہ اُسکے داہنے اور بائیں کون ہے تو اُسکی نماز نہوگی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنھوں نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اُسکے لیے چھٹا حصہ اور
دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا صرف اسقدر لکھا جاتا ہے جسقدر کہ اُس میں سے سمجھتا ہے اور یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹھہرا لیا جاتا
تو اب یہ پس کسی کیسے نہ کیا جاوے اور عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہے کہ علما کا اتفاق ہے اس بات پر کہ بندے کو اُسکی نماز میں سے اسیقدر
ملتا ہے جسقدر کو اُسنے اُس میں سے سمجھا ہے اُنھوں نے حضور دل پر اجماع ہی ٹھہرا دیا اور اس قسم کی باتیں جو پرہیزگار فقہا اور علماء آخرت سے
منقول ہیں وہ غایت سے زیادہ شمار ہیں اور حق یہی ہے کہ شرعی دلیلوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اخبار اور آثار سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ
حضور دل شرط ہے لیکن فتویٰ کا مقام احکام ظاہری میں خلق کی قصور کے موافق ٹھہرایا جاتا ہے اس لحاظ سے ممکن نہیں کہ آدمیوں پر تمام
نماز میں دل کا حاضر ہونا شرط کر دیا جاوے اسلیے کہ اس سے بجز تھوڑے لوگوں کے تمام آدمی عاجز ہیں اور جبکہ تمام نماز میں شرط کرنا ممکن نہوا
تو چارنا چار اُسکا اور ایک طرح شرط کرنا پڑا اگر ایک ہی لحظہ کو لفظ حضور دل اُسپر صادق آوے سو اور سب لحظوں کی نسبت کلمہ تکبیر کا لحظہ اس شرط کے
لیے انسب تھا اسلیے حکم دیتے ہیں اُسیقدر حضور دل پر اکتفا کیا اور باوجود اسکے ہم کو توقع ہے کہ جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے
اُسکا حال اُس شخص کا سا نہوگا جو بالکل نماز ہی نہ پڑھے اسلیے کہ غافل نے کچھ تو فعل بظاہر ہی اقدام کیا اور دل کو ایک لحظہ حاضر کیا اور یہ
کیونکر نہوگا حالانکہ جو شخص بھولے سے بے وضو نماز پڑھے تو اُسکی نماز خدا تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے مگر اُسکو کسی قدر ثواب بموافق
اُسکے فعل اور عذر کے ہوگا لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں غافل کا حال تارک نماز کی نسبت بدتر نہو کیونکہ جو
شخص خدمت کو حاضر ہو کر حضور میں تقصیر کرے اور کلام غافلوں اور حقارت کرنے والوں کے سے منہ سے نکالے اُسکا حال اُس
شخص کی نسبت بدتر ہوگا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف و رجا کے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور یہ امر فی نفسہ خطرناک ہے
تو اب تمکو اسکے بعد احتیاط کرنے اور اُسکی سستی میں اختیار ہے اور باوجود اسکے فقیہ نماز کی درستی کا حکم غفلت کے ساتھ بھی دیتے ہیں
اُنکے خلاف حکم نہیں دے سکتے اسلیے کہ مفتی کو تو یہ حکم دینا ضروری ہے جیسے پہلے مذکور ہوا - اور جو شخص کہ نماز کے اسرار سے
واقف ہوا اُسکو معلوم ہو جاوے گا کہ غفلت نماز کو مضر ہے مگر چونکہ ہم باب قواعد العقائد میں علم باطن اور ظاہر کا فرق بیان کر آئے
ہیں کہ اسرار شریعت میں سے جو منکشف ہوتے ہیں اُنکی تصریح کا مانع ایک یہی ہے کہ خلق اُنکے فہم سے قاصر ہے لہذا ہم اس بحث سے اسیقدر پر
اکتفا کرتے ہیں کہ اسقدر بھی طالب آخرت کے لیے کافی ہے اور جو شخص جدال کرنے والا غالی ہے اُس سے ہم اب کلام کرنا نہیں چاہتے
اور حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ حضور دل نماز کی روح ہے اور کم سے کم جسقدر کہ یہ روح باقی رہے وہ تکبیر کے وقت حضور دل

کا ہونا ہے اور اس قدر سے اگر کم ہوگا تو صورت بنا ہی ہے اور جس قدر اس سے زیادہ حضور دل ہوگا اُسی قدر روح نماز کے اجزا میں پھیلے گی اور جو
زندہ ایسا ہو کہ اسکو حرکت نہو وہ مردہ کے قریب ہے پس جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور دل ہو اُس کی
نماز ایسے ہی زندہ کی مثل ہے جس میں حرکت نہو اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ غفلت کے دور کرنے اور حضور دل میسر ہونے میں
ہماری اچھی طرح مدد فرماوے **دوسرا بیان** - اُن امور باطنی کا جن سے نماز کی زندگی پوری ہوتی ہے واضح ہو کہ ان امور کے لیے بہت سے
الفاظ ہیں مگر چھ لفظ ان سب کو جمع کرتے ہیں جنکی تفصیل مع اسباب و علاج کے ہم آگے لکھتے ہیں ان میں سے اول حضور دل ہے اور اس سے
ہماری یہ غرض ہے کہ جس کام کو آدمی کر رہا ہے اور جس کلام کو بول رہا ہے اُسکے سوا دوسری چیزوں سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول دونوں کا
علم ہو اور ان دونوں کے سوا اور کسی چیز میں فکر جولانی نہ کرتا ہو اور جب کہ آدمی کا فکر جس کام میں وہ لگا ہوا ہے اُس سے دوسری طرف نہ جاوے اور
اُس کام کی یاد دل میں ہو اور اُسکی کسی چیز سے غفلت نہو تو حضور دل حاصل ہے دوسری بات فہم ہے یعنی کلام کے معنی کو سمجھنا اور یہ حضور دل کے
سوا دوسری بات ہے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دل لفظوں کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اُنکے معنوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا تو ہمارا مقصود فہم سے
دل میں معنی لفظ کا علم ہونا ہے اور اس مقام میں لوگ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ معانی قرآن اور تسبیحات کے سمجھنے میں سب لوگ یکساں نہیں
ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں اُنکو سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ اسکے دل میں پہلے کبھی نہ گزرے تھے
اور اسی وجہ سے نماز فحش اور بُرائی سے منع کرتی ہے یعنی ایسی باتیں سمجھاتی ہے کہ وہ بُرائی سے خواہ مخواہ مانع ہوں تیسری بات تعظیم ہے جو
حضور دل اور فہم کے علاوہ ہے کیونکہ آدمی اپنے غلام سے کوئی کلام کرتا ہے اور دل بھی اُسکا حاضر ہوتا ہے اور معنی اپنے کلام کے سمجھتا ہے مگر
غلام کی تعظیم نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھکر ہے چوتھی ہیبت یہ تعظیم سے بھی بڑھکر ہے بلکہ ہیبت اُس خوف کو
کہتے ہیں جسکا منشا تعظیم ہو کیونکہ جسکو بالکل خوف نہو اُسکو ہیبت زدہ نہیں کہتے اور نہ بچھو سے اور غلام کی بدخلقی اور دوسری اسی جیسے ادنی چیزوں
سے ڈر لینے کو ہیبت کہتے ہیں بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیبت کہتے ہیں غرض کہ ہیبت وہی خوف ہے جو اجلال اور تعظیم کی جہت سے
پیدا ہو پانچویں رجا اس میں کچھ شک نہیں کہ رجا اُن پہلی باتوں کے علاوہ ہے بہت ایسے لوگ ہیں کہ کسی بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں
اُسکی دبدبہ سے ڈرتے ہیں مگر اُس سے توقع کچھ نہیں رکھتے اور بندہ کو چاہیے کہ اپنی نماز سے خدا سے ثواب لینے کی توقع رکھے
جیسے کہ گناہ سے اُسکے عذاب کا خوف کرتا ہے چھٹی حیا یہ اُن پانچوں سے علیحدہ ہے کیونکہ اسکا منشا اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے قصور کا وہم گذرنا
ہے تو تعظیم اور خوف اور رجا ایسے ہو سکتے ہیں جن میں حیا نہو یعنی اگر قصور کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہو تو ظاہر ہے کہ حیا نہوگی غرض کہ
ان چھوں باتوں سے نماز کی روح پوری ہوتی ہے اب اُنکے اسباب جدا جدا بیان کرتے ہیں حضور دل کا سبب ہمت ہے اسلیے کہ آدمی کا
دل اُسکی ہمت کا تابع ہوتا ہے اور ہمت اہم سے مشتق ہے جسکے معنی فکر کے ہیں اور جو بات آدمی کو فکر میں ڈالتی ہے اُسی میں دل حاضر ہوتا ہے
اور یہ بات آدمی کی سرشت میں ہے کہ فکر والے کام میں دل خواہ مخواہ حاضر رہتا ہے اور نماز میں اگر دل حاضر نہو تو بیکار نہ رہیگا بلکہ دنیا کے امور میں سے
جس بات میں آدمی کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگی اُسی میں دل موجود رہیگا پس نماز میں دل کے حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہیں بجز اسکے
کہ ہمت کو نماز کی طرف پھیرا جاوے اور ہمت نماز کی طرف نہ پھریگی جب تک یہ ظاہر نہو جاوے کہ غرض مطلوب اسی سے متعلق ہے اور یہ

اس بات کا یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پائدار اور غرض مطلوب ہی اور نماز اس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہی پس جب اس بات کو دنیا اور اسکے مہمات کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونون کے مجموعہ سے نماز مین حضور دل حاصل ہوگا۔ اور جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو جو تمھارا نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اسوقت اسی جیسی بات سوچنے سے دل حاضر ہو جاتا ہی تو اگر شاہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جسکے قبضہ قدرت مین ملک اور ملکوت اور نفع اور نقصان ہی تمھارا دل حاضر نہوتا ہو تو اسکا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعیف ہونے کے اور کچھ مت گمان کرنا اور اس صورت مین تمکو اپنے ایمان کے قوی کرنے مین کوشش کرنی چاہیے اور اس کا طریق کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا۔ اور فہم کا سبب بعد حضور دل کے فکر کا دائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے ادراک کی طرف پھیرنا ہی اور اسکی تدبیر وہی ہی جو دل کے حاضر ہونے کی ہی اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہو کہ فکر پر متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ مشغول کردین انکے دور کرنے کے لیے مستعد رہنا چاہیے اور اس قسم کے وسوسون کے دفع کرنے کا علاج یہ ہی کہ انکا مواد سب قطع کر دے یعنی جن چیزون کی طرف کہ وسوسے دوڑتے ہون ان مین سے کوئی اپنے پاس نہ رکھے اور جبتک یہ مواد نہ دور ہوگا تب تک وسوسے چلے جاوینگے کیونکہ جو شخص کسی چیز کو چاہتا ہی اسکا ذکر بہت کرتا ہی اسلئے محبوب چیز کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہے اور اسی وجہ سے دیکھتے ہو کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت رکھتا ہی اسکی کوئی نماز وسوسون سے صاف نہین ہوتی۔ اور تعظیم دو چیزون کے جاننے کے سبب سے دل مین پیدا ہوتی ہی اول خداے تعالی کے جلال و عظمت کا پہچاننا جو اصل ایمان ہی کیونکہ جو شخص معتقد اسکی عظمت کا نہوگا اسکا نفس اسکی عظمت کے سامنے نہ دبیگا دوم نفس کی حقارت اور خست کو پہچاننا اور اسکو بندہ مسخر مملوک سمجھنا ان دونون باتون کے جاننے سے فروتنی اور انکسار اور اللہ تعالے کے لیے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہی جسکو تعظیم کہتے ہین اور جبتک کہ نفس کی حقارت کی معرفت خداے تعالے کے جلال کی معرفت سے نہین ملتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہین ہوتی کیونکہ جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر مامون ہو ہو سکتا ہی کہ وہ دوسرے کی صفت جانے مگر خشوع اسکو نہو اس وجہ سے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اسکا محتاج ہونا اسکے علم کا ضمیمہ نہین ہوا اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہی کہ خداے تعالے کی قدرت اور سطوت اور اسکی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کو جاننے سے پیدا ہوتی ہی یعنی یون سمجھنے سے کہ اگر خداے تعالی اگلون پچھلون کو سب کو ہلاک کر دے تو اسکے ملک مین سے ایک ذرہ کم نہوگا اور اسکے ساتھ ہی وہ باتین دیکھے جو انبیا اور اولیا پر مصیبتیں اور طرح طرح کی بلائین آتی ہین باوجودیکہ آنکے دور کرنے پر قادر ہین اور زمین کے سلاطین کا حال اسکے خلاف معلوم ہوتا ہی غرض کہ جتنا اللہ تعالی کا علم آدمی کو زائد ہوگا اتنا ہی خوف اور ہیبت زیادہ ہوگی اور جلد چہارم منجیات مین عنقریب باب خوف مین اسکے سبب مذکور ہونگے۔ اور رجا کا سبب یہ ہی کہ آدمی خداے تعالی کے لطف و کرم اور انعام عمیم اور صنعت کے لطائف کو پہچانے اور نماز کے باعث جو اسنے جنت کا وعدہ فرمایا ہی اس وعدہ کو سچا جانے پس جب وعدہ پر یقین اور اسکے لطفون کی معرفت حاصل ہوگی تو ان دونون کے مجموعہ سے بیشک رجا پیدا ہوگی اور حیا اس طرح پیدا ہوتی ہی کہ عبادت مین اپنے آپ کو قصوروار سمجھے اور جانے کہ خداے تعالے کا جتنا بڑا حق ہی اسکی بجا آوری سے مین عاجز ہون اور اس بات کو اپنے نفس کے عیب اور اسکی آفتون کے پہچاننے اور اسکی قلت اخلاص اور خبث باطن اور سب افعال مین سر دست کے فائدے پر راغب ہونے کو خیال کرنے سے قوت دے اور اسکے ساتھ ہی یہ جانے کہ خداے تعالی کا جلال کونسی عظمت کا مقتضی ہی اور یہ کہ وہ باطن پر اور دل کے وسوسون پر خواہ کتنے ہی باریک و خفیہ ہون مطلع ہی حاصل یہ کہ جب یہ معرفتین

حاصل ہونگی تو یقیناً ایک حالت پیدا ہوگی جسکو حیا کہتے ہین۔ ان چھوؤن صفت کے سبب یہ تھے جو مذکور ہوے لیس جس صفت کا طلب کرنا منظور ہو اسکی تدبیر یہی ہی کہ اسکے سبب کو پیدا کرنا چاہیے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے علاج خود معلوم ہوجاتا ہی اور ان سب سببون کا رابطہ ایمان و یقین ہی یعنی یہی معرفتین جنکا معنے اوپر ذکر کیا ہی یقینی ہوجاوین کہ ان مین کسی طرح کا شک نہ رہے اور دلپر غالب ہوجاوین اور یقین کے معنی شک نہ رہنے اور دل پر مسلط ہونے کے باب العلم مین ہم لکھ چکے ہین اور جسقدر یقین ہوتا ہی اسی قدر دل خشوع کرتا ہی اور اسی جہت سے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے باتین کرتے تھے اور ہم ان سے باتین کرتے تھے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو گویا وہ نہ ہمکو جانتے تھے اور نہ ہم انکو جانتے۔ اور روایت ہی کہ خداے تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای موسے جب تو مجھکو ذکر کرے تو ایسی طرح ذکر کر کہ اپنے اعضا کو جھاڑا اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے رہ اور جب میرا ذکر کرے تو چاہیے اپنی زبان اپنے دل کے پیچھے کرے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو ذلیل بندے کی طرح کھڑا ہو اور مجھسے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے ساتھ کر۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے انکے پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گنہگارون سے کہدے کہ میرا ذکر نہ کریں کہ مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہی کہ جو کوئی میرا ذکر کرے گا تو مین اسکا ذکر کرونگا پس اگر وہ میرا ذکر کرینگے تو مین انکا ذکر لعنت کے ساتھ کرونگا۔ یہ حال گنہگار کا ہے جو غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونون جمع ہوجاوین تب کیا حال ہوگا۔ اور جن امور کو ہمنے ادپر لکھا ہی انکی تفاوت دلون سے آدمیون کی کئی قسمین ہوگئین بعضے تو ایسے غافل ہین کہ نماز سب پڑھتے ہین مگر دل کا حضور ایک لحظہ کو نہین ہوتا اور بعضے ایسے ہوتے ہین کہ نماز پوری پڑھتے ہین اور ایک لحظہ کو بھی دل غائب نہین ہوتا بلکہ بعض وقت ایسی طرح فکر کو نماز مین لگاتے ہین کہ انکے سامنے کوئی حال گذر جاوے انکو خبر ہی نہین ہوتی اسی وجہ سے مسلم بن یسار کو مسجد کے ستون گرنے اور اسکے لیے لوگون کے جمع ہونے کی کچھ خبر نہین ہوئی اور بعض اکابر مدت تک جماعت مین حاضر ہوتے مگر کبھی نہ پہچانا کہ داہنے پر کون ہی اور بائین پر کون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے فاصلے پر سنائی دیتی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت انکے چہرے زرد ہوجاتے تھے اور شانے تھرا لیتے تھے اور یہ امور ہونے کچھ بعید نہین اسلیے کہ ایسے وہ چند دنیا دارون کے انکار اور پادشاہان زمین کے خوف سے مشاہدہ ہوتے ہین حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہین اور جو کچھ ان سے ملتا ہے وہ بھی حقیر خفیف ہے یہان تک کہ کوئی شخص پادشاہ یا وزیر کے پاس جاکر کسی ضرورت مین بات کرتا ہی اور چلا آتا ہی اس سے اگر پوچھا جاوے کہ بادشاہ کے گرد کون لوگ تھے اور اسکا لباس کیا تھا تو ہرگز نہ بتلا سکے گا کیونکہ اپنے ضرور کی فکر مین ڈوبے رہنے سے اس کو اتنی مہلت کہان تھی کہ اسکے لباس یا گردوکے لوگون کو دیکھے۔ اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال مختلف حصے ملینگے تو نماز مین ہر ایک کا حصہ اسیقدر ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم اسکی ہوگی کیونکہ اللہ تعالی کے دیکھنے کی جگہ دل ہی ظاہر کے حرکات نہین اور اسی لیے بعض صحابہ رضی نے فرمایا ہی کہ آدمی قیامت کو اسی صورت پر اٹھینگے جو انکی شکل نماز مین ہوگی یعنی اطمینان اور سکون اور نماز مین لذت کا پانا جس قدر ہوگا اسیقدر قیامت مین یہ چیزین اسکو حاصل ہونگی اور واقع مین انھون نے درست کہا کیونکہ آدمی کا حشر اسی بات پر ہوگا جس پر مرےگا اور مرے گا اسی حال پر جسپر کہ زندہ رہا ہی اور اس بات مین اسکے دل کے حال کی رعایت کیجاویگی جسم ظاہری کے حال کا لحاظ نہوگا اسلیے کہ دلون کے صفات ہی سے دار آخرت مین صورتین ڈھالی جاوینگی اور نجات اسی کو ہوگی جو اللہ تعالی کے پاس دل سالم لیکر جاویگا خدا ہمکو بھی توفیق اپنے

لطف وکرم سے عنایت فرماوے **تیسرا بیان** اُس تدبیر کے ذکر مین جو حضور دل مین مفید پڑے ۔ واضح ہو کہ مومن کے لیے ضرور ہے
کہ خدائے تعالی کی تعظیم کرنے والا اور اُس سے ڈرنے والا اور توقع رکھنے والا اور اپنی تقصیر سے نادم ہو یعنی ایمان کے بعد ان احوال سے
جدا نہو اگرچہ انکی قوت موافق اسکے یقین کی قوت کے ہوگی پس نماز مین ان حالات کا نہونا اسی جہت سے ہوگا کہ فکر پراگندہ ہو اور دھیان
بٹے اور دل مناجات مین حاضر نہو اور نماز سے غافل ہو اور نماز سے غفلت انھین وسوسون کے باعث ہوتی ہے جو دل پر وارد ہو کر اُسکو مشغول کر دیتے
ہین اس صورت مین حضور دل کی تدبیر یہی ہے کہ اُن وسوسون کو دور کیا جاوے اور چیز جب ہی دور ہوتی ہے جب اُسکا سبب دور ہو تو خواطر کے سبب کو
معلوم کرنا چاہیے کہ اُنکے وارد ہونے کا سبب یا تو امر خارجی ہوتا ہے یا کوئی امر ذاتی پوشیدہ ہوتا ہے امر خارجی وہ چیزین ہین کہ کان اور آنکھ مین پڑتی ہین یہ بھی
بعض اوقات فکر کو اچاٹ کر دیتی ہین یہان تک کہ فکر اُن اشیا کے درپے ہو کر اُن مین تصرف کرتا ہے اور اُن سے اور اشیا کیطرف کھچ جاتا ہے اور اسیطرح اور سلسلہ
بندھ جاتا ہے کہ اول بینائی فکر کا سبب ہوئی پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہوا اور علی ہذا القیاس اور جس شخص کا رتبہ قوی اور ہمت عالی ہو اُسکے حواس
کے سامنے کچھ گذرنا اسکو غافل نہین کرتا مگر ضعیف شخص کا فکر ضرور پراگندہ ہو جاتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ ان اسباب کو قطع کرے اس طرح کہ اپنی آنکھین
بند کرلے یا اندھیرے مکان مین نماز پڑھے یا اپنے سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس مین حواس مشغول ہون اور نماز کے وقت دیوار کے قریب رہے
تاکہ مسافت دیکھنے کی پھیلنے نہ پاوے اور راستون پر اور نقش ونگار کی جگہ مین اور رنگین فرشون پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے اور اسی وجہ سے عابد
لوگ ایک چھوٹے سے حجرۂ تاریک مین نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی گنجایش ہوسکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور قوی شخص مسجدون مین حاضر ہو کر اپنی آنکھین
نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدے کے مقام سے آگے نہ بڑھاتے تھے اور نماز کا کمال اس مین سمجھتے تھے کہ اس بات کو نہ جانین کہ داہنے پر کون ہے اور بائین پر
کون ۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سجدہ کی جگہ مین نہ تلوار چھوڑتے تھے نہ کلام مجید اور اگر کچھ لکھا پاتے تو اُسکو مٹا دیتے ۔ اور اسباب باطنی وسوسون
کے سخت تر ہین اسلیے کہ جس شخص کے فکر دنیا کے معاملات مین پھیل جاتے ہین اُسکا فکر ایک فن مین منحصر نہین رہتا بلکہ ہمیشہ ایک جانب سے
دوسرے کی طرف آتا رہتا ہے اور آنکھون کا نیچا کرنا اُسکو کافی نہین ہوتا اسلیے کہ جو بات دل مین پہلے سے پڑ گئی ہے وہی شغل کو کافی ہے تو باطنی وسوسے
کے دور کرنے کا طریق یہ ہے کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لاوے کہ جو کچھ نماز مین پڑھے اُسکو سمجھے اور اُس مین لگا رہے دوسری چیز مین مشغول نہو اور
اس امر پر اسکو اعانت ہوگی اگر اُسکی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کرے اس طرح کہ از سر نو نفس کو آخرت کی یاد دلاوے اور مناجات کا موقف اور
اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونے کا خطرہ اور موت کے بعد کے احوال اُسکے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پیشتر سب فکر کی چیزون سے
خالی کرے اور کوئی شغل ایسا نہ چھوڑے جسکی طرف دل التفات کرے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو ارشاد فرمایا کہ انی نسیت
ان اقول لک ان تخمر القدر الذی فی البیت فانہ لا ینبغی ان یکون فی البیت شیٔ یشغل الناس عن صلاتہم غرض کہ فکرون کے ساکن کرنے کا
یہ طور ہے اور اگر اس تدبیر سے فکرون کا ابھار ساکن نہو تو نجات کی سبیل بجز مسہل کے اور کوئی نہین چونکہ مرض کے مادہ کو رگون کی جڑون سے نکال
پھینکے اور وہ مسہل یہ ہے کہ جو امور شغل مین ڈالنے اور حضور دل سے پھیرنے والے ہین اُنکو دیکھے اور اس مین شک نہین کہ وہ اسکے مہمات ہی
ہونگے اور وہ بھی صرف شہوات کی جہت سے مہمات ہو گئے ہونگے تو اپنے نفس کو یہ سزا دے کہ اُن شہوات سے اجتناب کرے اور ان علاقون کو
قطع کردے اسلیے کہ جو چیز آدمی کو اسکی نماز سے روکے وہ اسکے دین کی ضد اور اُسکے دشمن ابلیس کا لشکر ہے تو اُسکا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے

ح ا مین لکھے ہے کہنا بھول گیا کہ گھر مین جو ہانڈی ہے اسکو ڈھانپ دے اسلیے کہ گھر مین ایسی چیز نہونی چاہیے جو آدمیون کو ان کی نماز سے روکے
۱۲ ابوداؤد وغیرہ بروایت [illegible] ۱۲

زیادہ مفید ہے اس سے نجات جبھی ہے کہ جب اسکو علیحدہ کر دے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو جہم ایک چادر سیاہ جسکے دو پلو تھے لائے اور اسکو آپ نے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز کے اُسکو اُتار ڈالا اور فرمایا کہ اسکو ابو جہم کے پاس لیجاؤ کہ اسنے مجھکو اب میری نماز سے غافل کر دیا اور مجھکو انکی سادی چادر لا دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی مین نیا تسمہ لگانے کے لیے حکم فرمایا اور نماز مین اسکی طرف دیکھا اس جہت سے کہ نیا تھا تو حکم دیا کہ اسکو نکال کر پُرانا تسمہ پھر ڈال دو۔ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوڑا پہنا اور وہ آپ کو اچھا معلوم ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور فروتنی کی تاکہ مجھپر غضبناک نہو پھر اسکو باہر لیگئے اور جو سائل اول ملا اسکو حوالہ کر دیا پھر حضرت علی کو حکم کیا کہ ایک جوڑا نرم چمڑے کا پُرانا میرے لیے خرید دو انکو آپ نے اپنے پانؤن سے مشرف فرمایا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرمت سے پہلے سونے کی انگوٹھی ہاتھ مین پہنے منبر پر تھے اُسکو نکالکر پھینکدی اور فرمایا کہ اسنے مجھے مشغول کر دیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو اور مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ مین نماز پڑھی اسکے درختون مین ایک جانور اُودے رنگ کا اوپر چلنے کو اُڑا انکو وہ پرندا اچھا معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اُسکو دیکھا کیے اور یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتین پڑھی ہین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھپر گذرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہان چاہیے وہان اُسکو صرف فرمایئے۔ اور ایک اور شخص کا ذکر ہے کہ انھون نے اپنے باغ مین نماز پڑھی اور اسکے خرما کے درخت پھلون کے مارے جھکے پڑتے تھے کہ انکو جو دیکھا تو اچھے معلوم ہوے اور یہ بھول گئے کہ کتنی نماز پڑھی ہے یہ ماجرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ وہ باغ صدقہ ہے اُسکو اللہ تعالی کی راہ مین صرف کیجیے حضرت عثمان نے اسکو پچاس ہزار کو بیچا اکابر سلف فکر کی جڑ کاٹنے کو اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لیے یہ تدبیرین کرتے تھے اور واقع مین علت کے مادے کو جڑ سے اکھاڑنے کی تدبیر یہی ہے اس کے دوسری بات مفید نہوگی کیونکہ جو بات ہمنے لکھی ہے کہ نفس کو نرمی سے ساکن کرنا چاہیے اور ذکر کے سمجھنے پر لانا چاہیے تو وہ ضعیف شہوتون اور ان فکرون مین کارآمد ہے جو دل کے اطراف ہی کو گھیرے ہون اگر شہوت قوی جو خوب زور دار ہو اس مین ساکن کرنا مفید نہین بلکہ وہ تمکو کھینچے گی اور تم اسکو کھینچتے رہوگے پھر وہی غالب رہیگی اور ساری نماز اسی کشاکش مین گذریگی اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھکر یہ چاہے کہ میرا فکر صاف ہو اور اسپر کی چڑیان بول بول کر اسکی فکر کو منتشر کرتی ہون اور وہ ایک لکڑی کو ہاتھ مین لیکر انکو اڑا دے اور پھر اپنی فکر مین مشغول ہو اور چڑیان پھر غل کرنے لگین پھر یہ لکڑی سے بھگانے لگے اور کوئی اس سے کہے کہ یہ چال جو تم چلے ہو کبھی پوری نہوگی اگر تم اس سے چھٹی چاہتے ہو تو درخت کو اکھاڑ ڈالو یہی حال شہوات کے درخت کا ہے کہ جب اسکی شاخین پھیل جاتی ہین تو اسپر افکار اسی طرح دوڑتے ہین جیسے چڑیان درخت پر دوڑتی ہین یا مکھی غلاظت پر اور انکے دفع کرنے مین کام بڑھتا ہے کیونکہ مکھی کو جب ٹالدو پھر چلی آتی ہے یہی حال وسوسون کا ہے اور یہ شہوتین بہت سی ہین اور بندہ اس سے بہت کم خالی ہوتا ہے اور ان سب کی جڑ ایک چیز ہے یعنی دنیا کی محبت یہ ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر ایک فساد کا منبع ہے اور جس شخص کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہو اور اسکی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اسکو توشۂ آخرت بنا وے یا آخرت پر اس سے مدد چاہے تو اسکو یہ طمع نکرنی چاہیے کہ نماز مین لذت مناجات کبھی اسکو صاف حاصل ہو لیکن تاہم اسکو مجاہدہ کا چھوڑنا نہ چاہیے اور جس طرح ہو سکے اول کو نماز کی طرف پھیرے اور اسباب فکر مین ڈالنے والون کی کمی کرے غرض یہ دوا تلخ ہے اور اسکی تلخی کی وجہ سے [illegible] بدمزہ جانتی ہین اور روگ پرانا اور درد لا علاج ہو گیا یہان تک کہ اکابر نے قصد کیا کہ دو رکعتین ایسی پڑھین جن مین [illegible]

ح ا- بخاری ومسلم بروایت عائشہ ع ح ۲
ح ۲- ابن مبارک بروایت بکر مرسلا ع ح ۳
ح ۳- ابو بکر بن ابی الدنیا بروایت عائشہ بسند ضعیف ع ح ۴
ح ۴- نسائی بروایت ابن عباس ع ح ۵- ترمذی
ح ۵- مالک بروایت عبد اللہ بن ابی بکر

نہ لادین تو یہ اسلیے نہو سکا جب اُن لوگون کو اس طرح کا دوگانہ میسر نہوا تو ہم جیسون کو اُسکی طمع نہین ہو سکتی اور کاش ہمکو نماز مین سے آدھی خواہ
تہائی وسواس سے خالی ملجاوے تو انھین لوگون مین سے ہوجاوین جنھون نے نیک اعمال مین اعمال بد کو ملا جلا دیا۔ حاصل یہ کہ دنیا کی فکر
اور آخرت کی ہمت دل مین ایسی ہے جیسے تیل کے بھرے پیالے مین پانی ڈالو کہ جسقدر پانی پیالے مین جاویگا اُسیقدر یقیناً تیل نکل جاویگا
یہ نہوگا کہ دونون جمع ہوجاوین **چوتھا بیان**۔ اُن اُمور کی تفصیل مین جنکا دل مین حاضر ہونا نماز کے ہر ایک رُکن اور شرط وغیرہ مین ضروری ہے
اگر تمکو آخرت منظور ہے تو تمپر پہلے لازم یہ ہے کہ جو تنبیہات کہ نماز کی شرطون اور رکنون مین ہم لکھتے ہین اُن سے غافل نہو۔ نماز کی شرطین اور جو اُمور
اُس سے پیشتر ہوتے ہین وہ یہ ہین اذان اور طہارت اور برہنگی کا ڈھانپنا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا اور سیدھا کھڑا ہونا اور نیت کرنی پس
جب موذن کی اذان سنو تو اپنے دل مین قیامت کے پکار کی دہشت حاضر کرو اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اسکی اجابت
کے لیے مستعد ہو اور جلدی کرو کیونکہ جو لوگ موذن کی اذان کے لیے جلدی کرینگے وہ قیامت کے روز لطف کے ساتھ پکارے جاوینگے
اور اذان پر اپنے دل کا جائزہ لو اگر اُسکو خوشی اور فرحت سے بھرا پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے پر ہو تو جان لو کہ روز جزا مین تمکو بشارت اور
فلاح پانے کی آواز آویگی اور اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ارحنا یا بلال یعنی نماز سے اور اُسکی اذان دینے سے ہمکو راحت
پہونچاؤ اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین تھی۔ اور طہارت کا حال یہ ہے کہ جب تم نماز کی جگہ کو پاک کرو جو تمھارا طرف
بعید ہے پھر کپڑون کو پاک کرو جو تمھارا غلاف قریب ہے پھر ظاہر کی جلد پاک کرو جو تمھارا بہت نزدیک کا پوست ہے تو اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت
سے غافل نہو اُسکی طہارت کے لیے توبہ مین اور خطاؤن پر نادم ہوتے مین کوشش کرو اور آیندہ قصد مصمم اُن قصورون کے نہ کرنیکا کرو دل کی طہارت اِن
اُمور سے ضرور کرلو کہ یہ تمھارے معبود کے دیکھنے کی جگہ ہے۔ اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ اسکے معنی یہ ہین کہ بدن کے دے مقامات لوگون کی نظر سے چھپالئے
جاوین کہ ظاہر بدن پر لوگون کی نگاہ پڑتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ باطن کی خرابیان جن پر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہین ہوتا چھپائی نہ جاوین
پس اُن سب عیبون کو اپنے دل مین حاضر کرو اور نفس سے اُنکے چھپانے کی درخواست کرو اور یہ بات دل مین ٹھان لو کہ خدائے تعالیٰ کی نظر سے
وہ عیب اور کوئی سی چیز چھپ نہین سکتی مگر اُنپر نادم ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حیا اور خوف کرنا اُنکا کفارہ ہوجاتا ہے تو ان برائیون کے دل مین حاضر کرنے
سے تمکو یہ فائدہ ہوگا کہ تمھارے دل مین خوف اور حیا جہان جہان چھپے ہونگے اُبھر کھڑے ہونگے اُسوقت تمھارا نفس دبے گا اور خجالت دل پر
چھاویگی اور خدائے تعالیٰ کے سامنے ایسے کھڑے ہوگے جیسے غلام گنہگار بدکردار بھاگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہو کر اپنے آقا کے سامنے
سر جھکائے شرمندہ خوف زدہ کھڑا ہوتا ہے۔ اور قبلہ رُخ ہونے کے یہ معنی ہین کہ اپنے ظاہر چہرے کو سب طرف سے پھیر کر خدائے تعالیٰ
کے خانۂ کعبہ کی طرف کرلو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے خدائے تعالیٰ کے امر کی طرف تمسے مطلوب نہین یہ ہرگز مت
سمجھنا بلکہ یون سمجھو کہ اسکے سوا اور کوئی مقصود نہین یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے واسطے اور اعضا کو ضبط سے رکھنے اور اُنکو
ایک طرف مین ساکن کرنے کے لیے ہین تاکہ یہ اعضا دل پر بغاوت نہ کرین کیونکہ اگر دل پر بغاوت کرینگے اور اپنے حرکات مین اور اپنے اپنے جہات
کی طرف التفات مین ظلم کرینگے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگا کر خدا کی طرف سے اُسکو پھیر دینگے اس صورت مین چاہیے کہ تمھارے بدن کی توجہ کے
ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جس طرح یہ کہ چہرۂ خانۂ کعبہ کی طرف بجز اس بات کے نہین ہو سکتا کہ اُسکو اور سب طرفون سے پھیر لیا جاوے اسی طرح

ل ح ۱۔ دارقطنی بروایت بلال رضہ و ابوداؤد
بروایت ایک صحابی سدا

دل بھی خداے تعالیٰ کی طرف نہین پھرتا جبتک اُسکو ماسوا سے خالی نہ کرلیا جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب بندہ نماز کو
کھڑا ہو اور اُسکی خواہش اور مُنھ اور دل خداے تعالیٰ کی طرف ہون تو وہ نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسے جس روز کہ اُسکی مان نے اُسکو جنا تھا اور
سیدھا کھڑا ہونے سے یہ غرض ہی کہ اپنے بدن اور دل سے خداے تعالےٰ کے سامنے خدمت کو کھڑے ہو اس صورت مین چاہیے کہ سر جو
تمھارے اعضا مین سب سے اونچا ہی پست اور جھکا ہوا اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہ ہو کہ دل پر فروتنی اور ذلت لازم ہے
اور اُسوقت کے کھڑے ہونے سے اُس روز کا کھڑا ہونا یاد کرو کہ خداے تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوکر سوال کیا جاویگا اور اب یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالےٰ
کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تمکو دیکھ رہا ہی اسی لیے اگر تم سے اُسکی کُنہ جلال کا دریافت کرنا نہو سکے تو اُسکے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے نیک
کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ تمام نماز کے قیام مین یہ فرض کرلو کہ تمکو کوئی تمھارے گھر کا بہت نیک آدمی غور سے دیکھ رہا ہی یا جسکو
تم اپنی نیکبختی جتلایا چاہتے ہو وہ تمھاری طرف نظر کرتا ہی کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہی تو اُسوقت تمھارے ہاتھ پانون ساکن اور اعضاء
ڈھیلے اور اجزا اسکنت کے ساتھ رہتے ہین اس ڈر سے کہ کہین وہ بندہ جو حقیقت مین عاجز ہی تمکو یہ نہ کہے کہ فروتنی کم کرتے ہو پس جب بندہ
مسکین کے ہوتے تم اپنے نفس کا یہ حال معلوم کرو تو اُسپر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعویٰ خداے تعالےٰ کی معرفت اور محبت کا کرتا ہی تجھے اُس کے
سامنے جرأت کرنے سے شرم نہین آتی حالانکہ اُسکے ایک ادنیٰ بندے کی توقیر کرتا ہی اور لوگون سے خوف کرتا ہی خدا سے نہین ڈرتا جس سے
ڈرنا زیبا ہی اور اسی وجہ سے جب حضرت ابوہریرہ رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کس طرح ہوتی ہی
تو آپ ح۱ نے فرمایا کہ اس سے اسطرح حیا کرو جیسے اپنے گھر کے کسی نیکبخت شخص سے حیا کرتے ہو۔ اور نیت مین یہ بات دل مین پکی کرنی چاہیے کہ اللہ
تعالیٰ نے جو حکم نماز کا کیا اُسکو بجا لانا اور اسکے پورا پڑھنے اور اسکے نواقض اور مفسدات سے باز رہنے پر اور ان سب اُمور کو خاص خداے تعالیٰ
کی رضا کے لیے کرنے پر عزم کرنا چاہیے اس غرض سے کہ توقع اسکے ثواب کی اور خوف اُسکے عذاب کا اور طلب اسکی نزدیکی کی ملحوظ خاطر رہے
اور اس باب مین اسکا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ باوجود ہمارے بے ادب اور کثرت سے گنہگار ہونے کے ہمکو اجازت اپنی مناجات کی
دی اور اپنے دل مین اسکی مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ مین کس سے مناجات کرتا ہون اور کسطرح مناجات کرتا ہون ایسی صورت مین
چاہیے تو یہی کہ تمھاری پیشانی عرق پیشانی مین عرق ہو اور ہیبت سے شانے تھراوین اور خود دیکھے مارے رنگ زرد پڑ جاوے اور اللہ اکبر کہنے مین جب زبان
کو ان الفاظ سے گویا کرو تو چاہیے کہ تمھارا دل اس قول کو جھوٹھا نہ کرے یعنی اگر دل مین کوئی چیز خداے تعالیٰ سے بڑی جانتے ہوگے تو اللہ تعالےٰ
گواہی دیگا کہ تم جھوٹے ہو اگرچہ قول تمھارا سچا ہو جیسے سورۂ منافقون مین منافقون کی زبانی کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہے کہ منافق
جھوٹے ہین یعنی دل سے اقرار رسالت نہین کرتے صرف زبان سے کہتے ہین کہ تم رسول ہو پس اگر خداے تعالیٰ کے امر کی نسبت کہ تمھاری
خواہش نفس تم پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت خداے تعالیٰ کے اسکی اطاعت زیادہ کرتے ہوگے تو گویا تمنے اپنا معبود اُسی کو ٹھہرا لیا اور اُسی کو
بڑا جانا تو کیا عجب ہی کہ تمھارا اللہ اکبر کہنا صرف ایک کلمہ زبانی ہی ہو اس وجہ سے کہ دل مین تو اسکی موافقت ہی نہین اور اس امر کا خوف
نہایت بڑا ہی بشرطیکہ توبہ اور استغفار اور اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور عفو پر حسن ظن نہو اور شروع کی دعا مین اول تم یہ کہتے ہو کہ
وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض یعنی مین نے اپنا مُنھ کیا اُسکی طرف جسنے بنائے آسمان و زمین اسمین مراد مُنھ سے ظاہر کا مُنھ نہین اسلیے

ح۱ــ یہ روایت ان الفاظ سے نہین ملی [illegible] مرسلاً [illegible] فضیلت [illegible] اسی کے قریب مضمون روایت کیا بیہقی نے بروایت سعید ابن زید مرسلاً

کہ ظاہر چہرہ کو تو تم قبلہ کی طرف کیے ہو اور خداے تعالےٰ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی جہت اسکو گھیر سکے تو بدن کی توجہ اسکی طرف نہیں ہو سکتی
ہاں دل کا منھ ہی جسکو تم خالق ارض وسما کی طرف کر سکتے ہو پس تامل کرو کہ چہرہ دل گھر اور بازار کی مہمات میں اور اپنی شہوات کی طرف مائل ہے
یا خالق ارض وسموات کی طرف متوجہ ہے اور خبردار ایسا نہ کرنا کہ اپنی مناجات کے شروع ہی میں جھوٹ اور بناوٹ کو دخل دو اور اللہ تعالےٰ
کی طرف روے دل اسی وقت پھرتا ہے کہ اسکو اس کے غیر کی طرف سے پھیر لو تو اب تمکو کوشش کرنی چاہیے کہ دل کی توجہ خداے تعالےٰ
ہی کی طرف ہو اور اگرچہ یہ بات ساری نماز میں نہ میسر ہو تو جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اسوقت تو قول سچا ہو اور جب زبان سے کہو حنیفاً مسلماً
یعنی ایک طرف مسلمان ہو کر تو اپنے دل میں یہ سوچنا چاہیے کہ مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں پس اگر تم ایسے نہیں
ہو تو اس قول میں جھوٹے ہو تو اس بات کے لیے آیندہ ہی زمانے میں کوشش کرو اور جو احوال پہلے گذرے ہوں انپر ندامت کرو اور جب یہ کہو
وما انا من المشرکین یعنی میں شرک والوں میں سے نہیں ہوں تو اپنے دل میں شرک خفی کو تامل کرو اسلیے کہ یہ آیت فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا
صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اس شخص کے باب میں اتری ہے جو اپنی عبادت سے رضاے خدا اور لوگوں کی تعریف چاہتا ہو پس اس شرک سے
بہت احتراز چاہیے اور جس صورت میں کہ تمنے زبان سے تو کہا کہ میں مشرک نہیں اور اس شرک سے برات نہیں کی تو اپنے دل میں شرمندہ
ہونا چاہیے کہ شرک تھوڑی اور بہت سبھی کو کہتے ہیں اور جب کہو محیای ومماتی للہ یعنی میرا جینا اور مرنا اللہ کے واسطے ہے تو یہ جانو کہ حال اس غلام کا ہے
جو اپنے نفس کے حق میں مفقود ہوا اور آقا کے حق میں موجود ہوا اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اسکی رضا اور غضب اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت
اور موت کی دہشت دنیا کے کاموں کے لیے ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کہنا اسکے حال کے مناسب نہیں اور جب یہ کہو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں
پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تاک لگائے ہوے ہے کہ کسی طرح تمہارے دل کو خداے تعالےٰ کی طرف
سے پھیر دے کیونکہ اسکو تمہاری مناجات پر اور خداے تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنے پر حسد ہے کہ اس کو ایک سجدہ کے چھوڑنے سے طوق لعنت گلے میں پڑا اور مردود
ابدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم جو شیطان سے پناہ مانگتے ہو تو یہ جب ٹھیک ہو کہ جو چیز شیطان کو محبوب ہو اسکو ترک کرو اور اسکے بدلے میں خداے تعالےٰ
کی محبوب چیز اختیار کرو یہ نہیں کہ صرف زبان سے پناہ کا مانگنا کافی ہو مثلاً اگر کسی شخص پر درندہ خواہ دشمن مارنے کے ارادے سے آوے اور وہ اپنی جگہ سے
بیٹھے اور زبان سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اس مضبوط قلعے کی پناہ چاہتا ہوں تو یہ کہنا اسکو کیا کام آویگا بلکہ پناہ جب ہی ہو گی کہ اپنی جگہ چھوڑ کر گڑھی میں
چلا جاوے اسی طرح جو شخص اپنی شہوات کا تابع ہے جو شیطان کو محبوب اور رحمن کو ناپسند ہیں تو اسکو زبان سے اعوذ باللہ کہہ لینا مفید نہ ہوگا بلکہ اس
زبانی قول کے ساتھ خداے تعالیٰ کے قلعہ میں پناہ لینے کا پکا ارادہ کرے اور اسکا قلعہ لا الہ الا اللہ ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمکو خبر دی ہے کہ خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون رہا اور اس
قلعہ میں پناہ لینے والا وہ شخص ہے جسکا معبود سواے خداے تعالیٰ کے اور کوئی نہو لیکن جس شخص نے کہ اپنا معبود اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہو تو وہ شیطان
کے میدان میں ہے نہ خداے تعالیٰ کے قلعہ میں اور معلوم کرنا چاہیے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہے کہ آدمی کو نماز کے اندر آخرت کی فکر میں اور
خیرات کے کاموں کے سوچنے میں لگا دیتا ہے تاکہ جو کچھ نماز میں پڑھتا ہے اسکے سمجھنے سے باز رہے تو یاد رکھو کہ جو چیز تمکو معنی قرات کے سمجھنے کی
مانع ہو وہ وسواس ہے اسلیے کہ زبان کا ہلانا تو مقصود ہی نہیں بلکہ مقصود معانی ہیں اور قرات کے باب میں آدمی تین طرح کے ہیں ایک

وہ کہ اُسکی زبان متحرک ہی اور دل غافل اور ایک وہ کہ زبان ہلتی ہو اور دل زبان کی پیروی کرتا ہو اور اُسکے الفاظ کو ایسی طرح سمجھتا اور سُنتا ہو کہ
گویا دوسرے شخص سے اُسکو سنتا ہی یہ درجہ اصحاب یمین کا ہی اور ایک شخص وہ ہی کہ اُسکا دل اول معانی کیطرف دوڑتا ہی پھر دل کی زبان تابع ہو کر
اُن معانی کو ترجمہ کرتی ہی اور بہت فرق ہی اس بات مین کہ زبان دل کی ترجمان ہو یا دل کی معلم بنے مقرب لوگون کی زبان دل کی ترجمان اور
اُسکی تابع ہوتی ہی اور دل اُسکا تابع نہین ہوتا۔ اور قراءت کے ترجمے کی تفصیل یہ ہی کہ جب تم کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم یعنی شروع کرتا ہون اللہ کے نام
سے جو بہت مہربان اور رحم والا ہی تو اس سے یہ نیت کرو کہ اللہ تعالی کے کلام پاک کے شروع کرنے کے لیے اس سے تبرک چاہتا ہون اور سمجھو کہ
اُسکے معنے یہ ہین کہ سب امور اللہ سے ہین اور اسم سے غرض اس جگہ مسمی ہی اور جب کہ سب کام اللہ کے ہوے تو الحمد للہ رب العالمین بھی ٹھیک ہوا کہ
اُسکے معنی یہ ہین کہ شکر خدا کا ہی جو پروردگار ہی سب جہانون کا کیونکہ نعمتین سب اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور جو شخص کہ کسی نعمت کو غیر اللہ کی
جانب سے جانتا ہی یا اپنے شکر سے غیر اللہ کا قصد کرتا ہو اور اُسکو اللہ تعالی کے حکم کا مسخر نہین سمجھتا تو اُسکو بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے مین اسی قدر نقصان
ہوگا جسقدر کہ وہ غیر اللہ کی طرف التفات رکھتا ہوگا اور جب تم کہو الرحمن الرحیم تو اپنے دل مین اسکے تمام انواع لطف کو حاضر کرو تاکہ تمکو اُسکی رحمت کا
حال کھلے اور اس سے تمھاری امید ابھرے پھر مالک یوم الدین کہنے سے اپنے دل مین اُسکی تعظیم اور خوف کو ابھارو عظمت اس جہت سے کہ ملک
بجز اسکے اور کسی کا نہین اور خوف اس جہت سے کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ وہ مالک ہی روز جزا اور حساب کا پس اس دن کے ہول سے ڈرنا چاہیے
پھر ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین کہنے سے اخلاص از سر نو کرو اور طاقت اور قوت سے عاجزی و بیزاری کو اس قول سے تازہ کرو ایاک
نستعین یعنی تجھی سے مدد چاہتے ہین اور خوف دل مین ٹھان لو کہ ہمکو بدون اُسکی امداد کے طاعت میسر نہین ہوئی اور یہ اُسکا بڑا احسان ہی کہ ہمکو
طاعت کی توفیق دی اور عبادت کی خدمت مین لی اور تمکو اپنی مناجات کا اہل بنایا اگر تمکو توفیق سے محروم رکھتا تو تم بھی شیطان لعین کے
ساتھ مین رانده درگاه ہوتے پھر جب اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور الحمد للہ اور ایاک نعبد اور طلب اعانت کی حاجت ظاہر کرنے سے فارغ ہو چکو تو اپنے سوال کو
معین کرو اور اُس سے وہی چیز مانگو جو تمھاری حاجتون مین سب سے زیادہ مہم ہی اور یہ کہو اہدنا الصراط المستقیم دکھا ہمکو راہ سیدھی جو ہمکو تیرے پاس
پہونچا دے اور تیری مرضیات تک لیجاوے اور اسکی شرح اور تفصیل اور تاکید زیادہ کرنے کو کہو صراط الذین انعمت علیہم یعنی ان لوگون کا راستہ جنپر
تونے نعمت ہدایت کو افاضہ فرمایا اور وہ انبیا اور صدیقین و شہدا اور صالحین ہین غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ان لوگون کی راہ نہین جنپر غصہ ہوا یا بہکنے
والے ہین اور وہ کافر یہود اور نصاریٰ اور صابئین ہین پھر اسکے بعد درخواست کے قبول ہونے کی طلب کرو اور کہو آمین یعنی الہی ایسا ہی کر پس اگر
الحمد کو اس طرح پڑھو گے تو عجب نہین کہ تم ان لوگون مین سے ہو جنکے باب مین اللہ تعالی ایک حدیث قدسی مین جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے دی ہی فرمایا ہی کہ مین نے نماز کو اپنے آپ مین اور اپنے بندے مین آدھون آدھ کر لی ہی آدھی میری ہی اور آدھی میرے بندے کی
اور میرے بندے کو وہ ملیگا جو اُسنے مانگا ہی بندہ کہتا ہی الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی اور
سمع اللہ لمن حمدہ کہنے سے غرض یہی ہی آخر حدیث تک یعنی اسکے معنی یہ ہین کہ سُنا اللہ نے اُسکا قول جسنے اُسکی تعریف کی پس اگر تمکو نماز مین کچھ بھی
اور بات نہ ہوتی بجز اسکے کہ خدا تعالے نے باوجود اپنی عظمت و جلال کے تمکو یاد کیا تو یہی کافی اور غنیمت تھا اور جس صورت مین کہ تمکو ثواب و
زیادتی کی توقع اُس سے ہی تو پھر کیا کہنا ہی۔ اور اسی طرح جو سورت تم پڑھو اُسکے معنی کو سمجھو چنانچہ باب تلاوت قرآن مین اُسکا ذکر آویگا حاصل یہ

کہ قرارت کے پڑھنے مین تمکو اُسکے امر اور نہی اور وعدہ اور وعید اور نصیحت اور انبیا کی خبرین بتلائی اور احسانات کے ذکر کرنے مین غفلت نہ کرنی چاہیئے
اور ان مین سے ہر ایک بات کا ایک حق ہی مثلاً وعدہ کا حق رجا ہی اور وعید کا حق خوف ہی اور امر اور نہی کا حق عزم مصمم اُسکی تعمیل کا ہی اور نصیحت کا حق اُس
سے نصیحت حاصل کرنا ہی اور احسان کے ذکر کرنے کا حق اُسکا شکر کرنا ہی اور نبیون کی خبرین دینے کا حق عبرت پکڑنا ہی ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے
ہین اور وہی یہ حقوق ادا کرتے ہین چنانچہ زرارہ بن ابی اوفی نماز مین جب اس قول خداوندی پر پہونچے فاذا نقر فی الناقور یعنی جب پھونکا جاوے گا
صور مین تو پچھاڑ کر گرے اور مر گئے۔ اور ابراہیم نخعی جب اذا السماء انشقت کو سنتے معنی یہ ہین کہ جب پھٹ جاوے آسمان تو اتنا بیقرار ہوتے کہ
اُنکے سارے جوڑ تھرانے۔ اور عبداللہ بن واقد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رضہ کو دیکھا کہ نماز ایسی صورت سے پڑھتے تھے جیسا کوئی
غمزدہ ہوتا ہی اور آدمی کو شایان یہی ہی کہ اُسکا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے سوختہ ہو جاوے کیونکہ وہ بندہ گنہگار اور ذلیل سامنے
جبار قہار کے ہی اور یہ باتین درجات فہم کے بموجب ہوا کرتی ہین اور فہم اسقدر ہوتا ہی جسقدر علم اور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہی اور اسکے درجات
کی کچھ انتہا نہین اور نماز دلون کی کنجی ہی اُس مین الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہین یہ ہی قرارت کا حق اور ذکر اور تسبیحون کا حق بھی یہی ہی پھر قرارت مین
صورت کا لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح ادا کرو اور جلد نہ پڑھو کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے مین آسانی ہوتی ہی اور رحمت اور عذاب کی آیتون کو اور
وعدہ وعید اور تمجید اور تحمید کی آیتون کو جدا جدا لہجون مین پڑھو ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت پڑھتے ما اتخذ اللہ من ولد و ما کان معہ من الہ تو اپنی آواز
پست کر دیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آوے کہ خدا تعالی کا ذکر اُن اوصاف سے کرے جو لائق اُسکی جناب پاک کے نہون اور مروی ہی
کہ قرآن والے کو قیامت کے دن کہا جائیگا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا مین اچھی طرح پڑھا کرتا تھا۔ اور ساری قرارت مین کھڑا رہنے سے
یہ اشارہ ہی کہ دل اللہ تعالی کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نمازی کی طرف متوجہ
ہوتا ہی جبتک کہ نمازی اور طرف دھیان نہ کرے۔ اور جس طرح کہ سر اور آنکھ کی حفاظت اور طرف دیکھنے سے واجب ہی اسی طرح باطن کی حفاظت نماز
کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے واجب ہی پس جب اس صورت مین کہ دل اور طرف متوجہ ہو تو اُسکو یاد دلاؤ کہ خدا تعالی تیرے حال پر مطلع ہی
اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات مین اُس ذات سے غفلت کرنی جس سے مناجات کرتا ہی اُسکے پاس دوبارہ جانے کو بہت بری ہی اور
اپنے دل پر خشوع کو لازم کرو کیونکہ ظاہر و باطن کا اور طرف دھیان کرنے سے نجات خشوع ہی کا نتیجہ ہی جب باطن خشوع کریگا تو ظاہر بھی فروتنی کرے گا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے مین اپنی داڑھی سے کھیل کرتے دیکھکر فرمایا کہ اگر اسکا دل خشوع کرتا تو اسکے اعضا بھی خشوع کرتے اسلیے
کہ رعیت کا حال حاکم کی طرح کا ہوتا ہی اور اسی وجہ سے دعا مین یہ وارد ہوا ہی کہ الہی راعی اور رعیت دونون کو درست کر اور راعی دل ہی اور اعضا
رعیت ہین۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز مین میخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع مین ایسے
ہو جاتے کہ چڑیان اُنپر بیٹھ جاتی تھین اور یہ سب باتین دنیا مین بادشاہون کے سامنے باقتضا طبیعت ہو جاتی ہین تو شاہنشاہ
حقیقی کے سامنے جن لوگون کو اُسکا حال معلوم ہی کیسے نہ ہونگی اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے تو خشوع سے ٹھہر کرے اور خدا تعالی کے سامنے
اُسکے ہاتھ پیر اُلجھے رہین تو وہ خدا تعالی کے جلال کی معرفت مین قاصر ہی اور نہین جانتا کہ اللہ تعالی میرے دل اور بھید سے واقف ہی
حضرت عکرمہ نے اس آیت کی تفسیر مین الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین فرمایا ہی کہ قیام اور رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت ان کو دیکھتا ہی

اور رکوع اور سجدہ مین یہ چاہیے کہ اُنکے ادا کرنے کے وقت نئے سرسے خداے تعالیٰ کی بزرگی کو یاد کرو پھر نئی نیت اور اتباع سنت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خداے تعالےٰ کے عذاب سے اُسکے عفو کی پناہ مانگتے ہوے اپنے دونون ہاتھ اُٹھاؤ اور از سرنو اُسکے سامنے ذلت
اور تواضع رکوع سے ادا کرو اور اپنے دل کے نرم کرنے اور از سرنو خشوع کرنے مین کوشش کرو اور اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کو خیال کرو
اور دل مین اس بات کے ہونے پر زبان سے مدد لو یعنی زبان سے سبحان ربی العظیم پاک ہی میرا رب بہت بڑا اور کو اُسکی عظمت تمہارے اقرار سے
ثابت ہو اور ان کلمات کو مکرر کہو تاکہ دل مین اس عظمت کی تاکید ہو پھر اپنا سر رکوع سے اُٹھاؤ اور یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرتا ہی اور اپنے اس دل کی توقع
کی تاکید ان لفظون سے کرو سمع اللہ لمن حمدہ یعنی جو شکر اللہ تعالیٰ کا کرتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکی سنتا ہی پھر اُسکے بعد شکر بیان کرو کہ اُس سے زیادتی
نعمت کی ہوتی ہی اور یہ کہو ربنا لک الحمد اور حمد کی کثرت کے لیے یہ الفاظ کہو ملأ السموات وملأ الارض یعنی ای رب ہمارے تجھکو شکر ہی مقدار آسمانون
اور زمین کی پُری کے پھر سجدہ کے واسطے جھکو کہ یہ سب مین زیادہ درجہ کی ذلت ہی یعنی اپنا مُنھ جو سب اعضا کی نسبت عزیز تر ہی اُسکو سب
چیزون مین سے ذلیل تر یعنی مٹی پر رکھو اور اگر یہ بات تمسے ہو سکے کہ زمین پر سجدہ کرو اور زمین مین اور چہرے مین کوئی حائل نہو تو ایسا ہی کرو کیونکہ
اس صورت سے فروتنی بہت حاصل ہوتی ہی اور ذلت خوب معلوم ہوتی ہی اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ مین رکھ چکے تو جانو کہ تمنے اپنے نفس کو
جہان کا تھا وہان رکھدیا اور فرع کو اصل تک پہونچادیا اور تمھاری اصل پیدائش مٹی ہی سے ہوئی اور اسی کی طرف دوبارہ جاؤگے اسوقت اپنے
دل پر خداے تعالیٰ کی عظمت از سرنو کرو اور کہو سبحان ربی الاعلیٰ اور اُسکو مکرر کہو کہ دل مین اُسکی عظمت کی تاکید کرو کہ ایک دفعہ کے کہنے کا اثر ضعیف
ہوتا ہی بس جب تمھارا دل نرم ہوا اور یہ بات تمکو معلوم ہو جاوے تو خداے تعالیٰ کی رحمت کی توقع کرو کہ اُسکی رحمت ضعف اور ذلت ہی کی طرف
جھپٹتی ہی تکبر اور شیخی پر نہین دوڑتی اب اپنے سر کو اللہ اکبر کہتے ہوے اُٹھاؤ اور اپنی حاجت ان الفاظ سے مانگو رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم یا جو تمھا
تمکو منظور ہو طلب کرو پھر تواضع کو دوبارہ سجدہ کرنے سے پختہ کرو پس اُسی طرح دوسرا سجدہ کرو۔ اور جب تشہد کے لیے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور
تصریح کرو کہ جتنی چیزین تقرب کی ہین خواہ صلوات ہون یا طیبات یعنی اخلاق طاہرہ سب اللہ کے لیے ہین اور اسی طرح ملک خدا کے
لیے ہی اور یہی معنی التحیات کے ہین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو اپنے دل مین حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اور اپنے دل مین سچی آرزو کرو کہ یہ سلام اُنکو پہونچیگا اور تمکو اسکا جواب تمھارے سلام کی نسبت کامل تر عنایت فرماوینگے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالےٰ
کے سب نیک بخت بندون پر سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ خداے تعالیٰ تمکو اس سلام کے جواب مین بقدر شمار نیک بندون کے پورے سلام
و رحمت فرماویگا پھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شہادت کرو اور خدا تعالیٰ سے عہد کو شہادت کے
دونون جملے پڑھکر نیا کرو پھر اپنی نماز کے آخر مین جو دعا حدیث مین آئی ہو تواضع اور خشوع اور مسکنت اور عاجزی اور [illegible] کی توقع
کے ساتھ پڑھو اور اپنی دعا مین اپنے مان باپ اور سب اہل ایمان کو شریک کرو اور سلام کے وقت [illegible] کرو کہ فرشتون اور [illegible] ہم سلام کرو
اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کرو اور خداے تعالیٰ کے شکر کا دل مین خیال کرو [illegible] اس [illegible] کے پورا کرنے کی [illegible]
تم اپنی اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور شاید پھر تمھاری زندگی نہو کہ پھر ایسی نماز [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو [illegible] فرمایا تھا
کہ نماز رخصت کرنیوالے کی سی پڑھو پھر اپنے دل مین نماز [illegible] اور شرم [illegible] بات سے ڈرو کہ [illegible]

کسی گناہ ظاہر یا باطن کی جہت سے بڑی ٹھوکر کھا کر پڑی ہوئی جاوے اور اسکے ساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اُسکو قبول فرمائیگا یحییٰ بن وثاب جب نماز پڑھ لیتے تو کسی قدر ٹھہرتے اور اُنکے چہرے سے آثار بدحالی اور غم کے معلوم ہوتے تھے - اور ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ ٹھہرے رہتے گویا بیمار ہین یہ صورت اُن نماز گزارون کی ہوتی ہی جو خشوع کرتے ہین اور نماز کی نگاہداشت اور مداومت کرتے ہین اور جتنی اُنکو بندگی مین مقدور و طاقت ہوتی ہی اُسکے موافق اللہ تعالیٰ کی مناجات مین مصروف ہوتے ہین پس آدمی کو چاہیے کہ جو نماز پڑھے اُس مین انھین باتون کا پابند رہے اور جس قدر اُسکو ان مین سے حاصل ہو اُس سے خوش ہونا چاہیے اور جو حاصل نہو اُسپر حسرت کرنی زیبا ہی اسکے علاج مین کوشش کرنی لازم اور غافلون کی نماز تو مقام خطر ہی ہان اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے تو کیون نہین کہ اُسکی رحمت وسیع اور کرم عام ہی ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کرے کہ ہمکو بجز اس بات کے کہ اُسکی طاعت کی بجا آوری سے عاجزی کا اقرار کرین اور کوئی وسیلہ نہین - اور جان لو کہ نماز کو آفات سے پاک کرنا اور صرف خدا کی ذات کے لیے اُسکو خالص کرنا اور مع شروط باطنی مذکورۂ بالا یعنی خشوع اور تعظیم اور حیا کے ساتھ اُسکو پڑھنا دلون مین انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہی اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لیے کنجیان ہوتے ہین پس اولیاء اللہ جو آسمان و زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ سے معلوم کرتے ہین تو وہ بھی نماز ہی کے اندر خصوصاً سجدہ کی حالت مین معلوم کرتے ہین کیونکہ سجدہ کے باعث بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واسجد واقترب یعنی سجدہ کر اور قرب حاصل کر اور ہر ایک نمازی کو نماز مین مکاشفہ اُسی قدر ہوتا ہی جسقدر کہ وہ دنیا کی کدورتون سے صاف ہوتا ہی اور یہ بات قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت ظہور اور خفا مین مختلف ہوا کرتی ہی یہانتک کہ بعضون کو چیز بعینہ منکشف ہوتی ہی اور بعضون کو اُسکی صورت مثالی معلوم ہوتی ہی جیسے بعضون کو دنیا مردار کی صورت مین معلوم ہوئی اور شیطان کو کتے کی طرح اُسپر چھائی ہوئی دیکھا کہ اُسکی طرف بلا رہا ہی اور مکاشفہ کا اختلاف منکشف کی چیزون مین بھی ہوتا ہی مثلاً بعضون کو خدا تعالیٰ کے صفات اور جلال منکشف ہوتے ہین اور بعضون کو اُسکے افعال اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیان - اور ان باتون کے معین کرنے کے لیے ہر وقت مین اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہین جنکی انتہا نہین اور سب مین زیادہ سخت ان اسباب مین فکر دلی کی مناسبت ہی کہ وہ جب کسی معین چیز مین مصروف رہتا ہی تو وہی چیز منکشف ہونے کے واسطے اولیٰ ہوتی ہی - اور چونکہ یہ باتین جلا کیے ہوئے آئینون مین ہی پرتو افگن ہوتی ہین اور آئینے سب زنگ خوردہ ہین اور اسی وجہ سے اُنپر عکس ہدایت نہین پڑتا نہ اس جہت سے کہ منعم حقیقی کی جہت سے بخل ہو بلکہ اس وجہ سے کہ ہدایت کے گرنے کے مقام پر میل کی تہین جم رہی ہین اسلیے زبانین ان مکاشفہ کی باتون کے انکار پر دوڑ پڑین کیونکہ یہ امر طبیعت کی سرشت مین ہی کہ جو چیز موجود نہین اُسکا انکار کرنے لگے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان کا انکار کرتا اور اگر صغر سن لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ اُن اُمور کا انکار کرتا جو عاقل لوگون کو آسمانون اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہین اور یہی حال انسان کا ہی کہ جس حال مین ہوتا ہی اُسکے بعد کے احوال کا گویا منکر ہوتا ہی اور جو شخص ولایت کے حال کا منکر ہو اُسپر یہ لازم آویگا کہ نبوت کے حال کا منکر ہو حالانکہ خلق کی پیدایش بہت سے حالات مین ہوئی ہی پس آدمی کو نہین چاہیے کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہو اُسکا انکار کر بیٹھے ہان ازانجا کہ ان لوگون نے اس فن کو مجادلہ اور پراگندہ مباحثہ سے تلاش کیا اور غیر اللہ سے دل کو صاف کر کے طلب نہ کیا اسی واسطے اس سے محروم رہے اس وجہ سے اسکا انکار کیا - اور جو شخص مکاشفہ والون مین سے نہو تو اس سے کم تر نہونا چاہیے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق ہی رکھے جب تک کہ

تجربہ سے خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب بندہ نماز مین کھڑا ہوتا ہی تو اللہ تعالی اپنے اور اسکے درمیان مین سے پردہ اٹھا دیتا ہی اور اسکو اپنے منھ کے سامنے کرلیتا ہی اور فرشتے اسکے مونڈھے سے لیکر ہوا تک کھڑے ہوتے ہین اسکی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہین اور اسکی دعا پر آمین کہتے ہین اور نمازی پر آسمان کے جو سے لیکر اسکے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہی اور ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا کہ کس شخص سے مناجات کرتا ہون تو ادھر ادھر متوجہ نہوتا اور یہ کہ آسمان کے دروازے نمازیون کے لیے کھل جاتے ہین اور یہ کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون پر نمازی کے صدق سے فخر کرتا ہی پس کھلنا آسمان کے دروازون کا اور روبرو ہونا خداے تعالی کا نمازی سے اسی کشف سے اشارہ ہی جسکو پہلے ذکر کیا ہی۔ اور توریت مین مکتوب ہی کہ ای ابن آدم اس بات سے عاجز نہو کہ تو میرے سامنے روتا ہوا نماز پڑھتا کھڑا ہو کہ مین اللہ ہون کہ تیرے دل سے نزدیک ہوا اور تونے غیب سے میرا نور دیکھا راوی کہتا ہی کہ ہم جانا کرتے تھے کہ رقت اور بکا اور فتوح جو نمازی اپنے دل مین پاتا ہے وہ اسی جہت سے کہ اللہ تعالی دل سے قریب ہو جاتا ہی۔ اور چونکہ یہ قرب مکان کی جہت سے نہین کہ اس سے خدا تعالی بری ہی تو ضرور ہی کہ ہدایت اور رحمت اور پردہ دور کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہوگا۔ اور کہتے ہین کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہی تو اس سے دس صفین فرشتون کی تعجب کرتی ہین جن مین کی ہر ایک صف دس ہزار کی ہوتی ہی اور اللہ تعالی اس بندے سے ایک لاکھ فرشتون پر فخر کرتا ہی اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لیے نماز مین قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ ایک ساتھ ہین حالانکہ اللہ تعالی نے ان چیزونکو چالیس ہزار فرشتون پر بانٹ رکھا ہی کہ کھڑے ہونیوالے قیامت تک رکوع نہ کرینگے اور سجدہ والے سر نہ اٹھاوینگے اور یہی حال ہی رکوع اور قعود کرنیوالون کا اور ایک وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے جو قرب اور رتبہ فرشتون کو عنایت فرمایا ہی وہ ایک ہی طرح پر مدام رہتا ہی نہ زیادہ ہو نہ کم چنانچہ خود انکا قول کلام مجید مین نقل فرمایا وما منا الا لہ مقام معلوم اور انسان کا حال اس باب مین فرشتون کا سا نہین ہی ایک درجے سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہی کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہی اور زیادتی حاصل کرتا ہی اور زیادتی کا باب فرشتون کے لیے مسدود ہی ان مین ہر ایک کا وہی رتبہ ہی جسپر وہ کھڑا ہی اور وہی عبادت ہی جس مین وہ مشغول ہی نہ اس رتبہ سے بڑھے نہ عبادت مین قصور کرے چنانچہ خداے تعالی خود فرماتا ہی لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون یسبحون اللیل والنہار لا یفترون اور زیادتی کے درجات کی کنجی نمازین ہین اللہ تعالی فرماتا ہی قد افلح المومنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون اس مین لوگون کا وصف ایمان کے بعد ایک نماز مخصوص سے فرمایا جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح پانیون کے اوصاف کو نمازی پر ختم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی والذین ہم علی صلواتہم یحافظون پھر ان صفات کے ثمرہ کے بیان مین ارشاد فرمایا اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون اول وصف فلاح سے فرمایا اور آخر مین فردوس کی وراثت سے اور مجھکو معلوم نہین ہوتا کہ زبان سے لپر لپر کرنے کو باوجود دل کی غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اور اسی وجہ سے ان لوگون کے مقابلون کے باب مین اللہ تعالی نے فرمایا ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین غرضکہ نمازی ہی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالی کے نور کے مشاہدہ کرنے والے اور انکے قرب و جوار سے تمتع پانے والے ہین خداے تعالی ہمکو بھی ان مین سے کرے اور ایسے لوگون کے عذاب سے ہمکو بچاوے جنکی باتین اچھی اور فعل برے ہون وہ کریم منان اور قدیم الاحسان ہی۔ اب ہم کچھ حکایتین در اخبار خشوع کرنے والون کی نماز کی لکھتے ہین حکایات خاشعین واضح ہو کہ خشوع ایمان کا ثمرہ اور یقین کا نتیجہ ہی کہ خداے تعالی کے جلال و عظمت سے حاصل ہوتا ہی اور جسکو خشوع نصیب ہوتا ہی وہ نماز مین اور غیر نماز مین خشوع کیا کرتا ہی یہان تک کہ تنہائی مین اور پاخانہ مین بھی فروتنی کرتا ہی کیونکہ خشوع کا موجب اس بات کو جاننا ہی کہ خداے تعالی بندے کے

حال پر مطلع ہے اور اسکی عظمت کو اور اپنی تقصیر کو پہچاننا انھیں تین معرفتوں سے خشوع پیدا ہوتا ہے اور یہ معرفتیں نماز سے خصوصیت نہیں رکھتیں
اور یہی جہت ہے بعض اکابر سے مروی ہے کہ انھوں نے خدا تعالیٰ سے شرم کے مارے اور خشوع کی جہت سے چالیس برس تک اپنا سر آسمان کی طرف
نہیں اٹھایا اور ربیع بن خثیم اپنی آنکھوں کو نیچے رکھتے اور سر جھکائے رکھتے کہ بعض لوگ خیال کرتے کہ یہ اندھے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
کے گھر بیس برس تک جایا آیا کرتے جب آپ کی لونڈی انکو دیکھتی تو آپ سے کہتی کہ آپکا اندھا دوست آیا حضرت ابن مسعود اس قول کو سنکر تبسم
فرماتے اور جب یہ دروازے پر دستک دیتے تو لونڈی نکل کر انکو گردن جھکائے آنکھیں بند دیکھتی اور حضرت ابن مسعود انکو دیکھتے تو فرماتے وبشر المخبتین
یعنی خوشخبری سنا فروتنی کرنے والوں کو اور کہتے کہ بخدا اگر تمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ تم کو
محبوب جانتے اور ایک روز حضرت ابن مسعود کے ساتھ لوہاروں میں گئے جب بھٹیوں کو دھونکتے اور آگ کو لپٹ مارتے دیکھا تو چیخ مار کر بیہوش
گر پڑے حضرت ابن مسعود انکے سر کے پاس نماز کے وقت تک بیٹھے انکو ہوش نہ آیا چار انکو اپنی پشت پر اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور وہ اسی طرح بیہوش
رہے یہاں تک کہ وہ نماز جسکا وقت آگیا تھا اور چار وقت کے قریب بیہوش رہے بعدہ ہوش آیا اور پانچ نمازیں انکی قضا ہو گئیں اور حضرت ابن مسعود انکے
سرہانے کہتے تھے کہ بخدا خوف اسکو کہتے ہیں۔ اور ربیع کہا کرتے تھے کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ اس میں بجز اسکے اور کوئی فکر ہوئی ہو جو میں اسکو کہ
میں کیا کہتا ہوں اور مجھسے کیا کہا جاویگا۔ اور عامر بن عبداللہ زمانے کے ان خشوع والوں میں سے تھے جب نماز پڑھتے تو انکی لڑکی دف بجاتی اور عورتیں گھر میں
جو چاہتیں باتیں کرتیں اگر وہ نہ سنتے اور نہ کچھ سمجھتے ایک روز کسی نے ان سے کہا کہ نماز کے اندر تمہارا نفس کوئی بات کرتا ہے فرمایا کہ ہاں اللہ
اپنا کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے سامنے اور وہاں سے دو مکانوں میں سے ایک کیطرف پھرنا دل میں گذرتا ہے کسی نے ان سے کہا کہ ہماری طرح دنیا کی باتیں
جو ہمارے دل میں گذرتی ہیں ان میں سے بھی تمکو کچھ اپنے دل میں پاتے ہو فرمایا کہ اگر مجھمیں برچھیاں ادھر کی ادھر نکل جاویں تو یہ بہتر ہے اس سے
کہ نماز میں وہ امور پیدا ہوں جو تم پاتے ہو اور کہا کرتے تھے کہ اگر پردہ اٹھا لیا جاوے تو یقین میں کچھ زیادہ نہ ہو۔ اور مسلم بن یسار بھی ایسے ہی
لوگوں میں سے تھے سنا ہے کہ نماز پڑھتے میں ستون گر پڑا اور انکو خبر نہ ہوئی۔ اور بعض اکابر کا عضو کچھ سڑ گیا تھا اس میں ضرورت اسکے
کاٹنے کی ہوئی مگر ان سے یہ برداشت نہ ہو سکا کسی نے کہا کہ نماز کے اندر جب یہ ان پر گذر جاوے ان کو خبر نہیں ہوتی پس نماز میں وہ عضو کاٹا گیا اور
بعض اکابر کا قول ہے کہ نماز آخرت میں سے ہے تو جب تم اس میں داخل ہو گئے تو دنیا سے باہر ہو گئے۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ نماز کے اندر تمہارا
دل کوئی بات دنیا کی بھی کرتا ہے یا نہیں انھوں نے جواب دیا کہ نہ نماز میں کرتا ہے نہ غیر نماز میں اور بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نماز
میں کسی چیز کو یاد کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ کیا نماز سے بہتر میرے نزدیک کوئی چیز ہے کہ میں اسکو نماز میں یاد کروں اور حضرت ابو درداء فرمایا کرتے کہ
آدمی کی سمجھ میں سے یہ بات ہے کہ نماز میں داخل ہونے سے پیشتر اپنی حاجت پوری کرے تاکہ نماز میں فارغ دل ہو کر داخل ہو اور بعض اکابر وسواس کے
ڈر کے مارے نماز میں تخفیف کیا کرتے تھے یعنی جلد پڑھ لیتے اور مروی ہے کہ عمار بن یاسر نے ایک نماز پڑھی اور تخفیف کے ساتھ ادا کی کسی نے ان سے
کہا کہ آپ نے تخفیف کی فرمایا کہ تمنے دیکھا میں نے نماز کی حدوں میں سے تو کچھ نہیں کم کیا لوگوں نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ میں نے شیطان کے وسوسے پر
جلدی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ نماز پڑھتا ہے اور اسمیں سے اسکے لیے نہ آدھی لکھی جاتی ہے نہ تہائی نہ چوتھائی نہ پانچواں حصہ نہ
چھٹا نہ دسواں اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کے لیے اسکی نماز میں سے اسیقدر رکھا جاتا ہے جسقدر کہ وہ سمجھتا ہے اور مروی ہے کہ حضرت طلحہ اور زبیر اور

کچھ دوسرے صحابی رضی اللہ عنہم سب لوگون سے زیادہ مختصر نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اسقدر سے ہم شیطان کے وسوسہ سے آگے نکل جاتے ہین۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ آدمی کے دونون رخسارے اسلام مین سفید ہوجاتے ہین حالانکہ خدا تعالی کے لیے ایک نماز بھی پوری نہین پڑھی لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ نماز کے خشوع اور تواضع کو تمام نہین کرتا اور اللہ تعالی کی طرف خوب متوجہ نہین ہوتا اسلیے کہ کوئی نماز پوری نہوئی۔ اور ابو العالیہ رضی سے کسی نے الذین ہم عن صلوتہم ساہون کا حال پوچھا فرمایا کہ وہ لوگ مراد ہین کہ اپنی نماز سے غفلت کرتے ہین یہ نہین جانتے کہ کتنی رکعتون کے بعد فارغ ہونگے جفت سے کہ [illegible] طاق سے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے وہ شخص مراد ہی کہ نماز کے وقت کو بھولا رہے یہان تک کہ وہ گذر بھی جاوے اور بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ شخص ہی کہ اگر نماز اول وقت مین پڑھے تو خوش نہو اور اگر وقت اول سے تاخیر کردی تو غم نہ کیا یعنی نہ اول وقت پڑھنے کو ثواب جانے نہ تاخیر کو گناہ۔ اور جاننا چاہیے کہ کبھی نماز کا بعض حصہ شمار مین آتا ہی اور لکھا جاتا ہی اور بعض داخل نماز اور کتابت مین نہین ہوتا چنانچہ اس بات پر اخبار دلالت کرتے ہین اگرچہ فقہ والے یہی کہتے ہین کہ صحت کے بارے مین نماز کے اجزا نہین ہوتے مگر اسکا صاحب [illegible] جہت سے ہی جو [illegible] لکھی ہی اور یہ بات حدیثون سے بھی معلوم ہوتی ہی مثلاً فرضون کے نقصان کا جبر نفلون سے ہونا اور کہی حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کہ فرائض کے سبب سے بندہ مجھ سے نجات پا گیا اور نوافل سے میری طرف نزدیک ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ مجھ سے نجات نپاویگا مگر [illegible] ادا کرے جو اس پر فرض کیے ہین اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھی اور اسکی قراءت مین ایک آیت چھوڑ دی جب آپ نماز سے فارغ ہوے پوچھا کہ ہمین نے کیا پڑھا [illegible] لوگ [illegible] حضرت ابی ابن کعب سے پوچھا انہون نے عرض کیا کہ آپ نے فلان سورت پڑھی اور اس مین فلان آیت نہین پڑھی [illegible] معلوم نہین کہ وہ منسوخ ہوگئی یا اٹھالی گئی آپ نے فرمایا کہ اے ابی تو اسکے لیے [illegible] اور دون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ لوگون کا کیا حال ہی [illegible] نماز مین حاضر ہوتے ہین اور صفون کو پوری کرتے ہین اور انکا نبی سامنے ہوتا ہی انکو خبر نہین کہ انکے [illegible] کی کتاب مین سے اپر کیا پڑھتا ہی [illegible] بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا تھا اللہ تعالی نے انکے نبی پر وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ تم اپنے بدن میرے سامنے کرتے ہو اور اپنے الفاظ مجھے دیتے ہو اور دلون سے مجھ سے غائب ہوتے ہو جس بات کی طرف تم مائل ہو وہ باطل ہی۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ امام کی قراءت [illegible] اور [illegible] آپ سورہ پڑھنے سے قائم مقام ہی۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ آدمی سجدہ کرتا ہی اور اپنے نزدیک [illegible] اللہ کا تقرب جانتا ہی حالانکہ اگر اس سجدہ کی حالت کے گناہ سارے شہر پر بانٹے جاوین تو سب لوگ ہلاک ہوجاوین لوگون نے کہا کیسے کہا کہ وہ تو خدا کے سامنے سجدہ کرتا ہی اور اسکا دل خواہش نفس کی طرف مائل ہوتا ہی اور امر باطل کا [illegible] مشاہدہ کرتا ہی۔ غرضکہ حکایات گذشتہ سے صفت خاشعین کی معلوم ہوئی اور یہ حکایات اور اخبار [illegible] بیان گذشتہ اس بات پر دال ہین کہ نماز [illegible] دل کا حاضر ہونا ہی اور صرف حرکات [illegible] آخرت [illegible] خدا تعالی ہمکو بھی اپنے لطف [illegible] زیادہ سے [illegible] ذکر مین [illegible] اعمال نماز سے بشرائط [illegible] ارکان [illegible] بعد مین [illegible] اس فصل کو چار [illegible] لکھا جاتا ہی۔ قسم اول نماز کے [illegible] مین نماز سے پہلے کام امام [illegible] اول [illegible]

آپ کو پسند نہ کرے اُن کی امامت نہ کرے اور اگر بعض ناپسند کریں اور بعض پسند کریں تو اعتبار اُن کا ہوگا جو بہت ہوں لیکن جس صورت میں کہ تھوڑے نیک بخت
اور دیندار ہوں تو کمتر ہی کا اعتبار کرنا بہتر ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ تین شخصوں کی نماز انکے سر کے اوپر نہیں اُبھرتی ایک غلام بھاگا ہوا دوسرے
وہ عورت کہ اُسکا خاوند اُس سے ناراض ہو تیسرے امام اُن لوگوں کا جو اُسکی امامت سے ناخوش ہوں ۔ اور جیسے آگے بڑھنا لوگوں کی ناخوشی کے
ساتھ ممنوع ہے اسی طرح اُس صورت میں بھی نہ چاہیے کہ مقتدیوں میں کوئی اُس سے زیادہ فقیہ اور قاری ہو ہاں اگر وہ امامت نہ کرے
تو آگے بڑھنا مضائقہ نہیں اور اگر ان امور میں سے کوئی نہو تو جب لوگ آگے بڑھنے کو کہیں بڑھ جاوے بشرطیکہ اپنے نفس میں شروط
امامت کی بجاآوری معلوم کرے اور اُس صورت میں مکروہ ہے کہ ایک دوسرے کو امامت کے واسطے کہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے
تکبیر ہو لینے کے بعد امامت کو ایک دوسرے پر ڈالا تو وہ زمین میں دھنسا دیے گئے اور صحابہؓ سے جو امامت کا ایک دوسرے پر ڈالنا مروی ہے
تو سبب اُسکا یہ تھا کہ وہ اُسکو ترجیح دیتے تھے جو امامت کے لائق تر ہوتا تھا یا اپنے نفس پر سہو کا خوف اور لوگوں کی نماز کے تاوان کا ڈر رکھتے تھے کہ
امام مقتدیوں کی نماز کے کفیل ہوتے ہیں اور ایک وجہ یہ تھی کہ اُن لوگوں میں سے جو شخص امامت کا عادی نہ تھا اُسکا دل مقتدیوں سے شرمندگی
کی وجہ سے مشغول ہو جاتا تھا اور اخلاص نماز میں جاتا رہتا تھا خصوصاً قراءت کو پکار کے پڑھنے کی صورت میں غرض کہ اُن لوگوں میں سے جو امامت
سے گریز کرتا تھا تو اُسکا سبب ایسی ہی بعض کا ہوتا تھا ۔ دوم ۔ یہ اگر آدمی کو اذان اور امامت میں اختیار دیا جاوے تو چاہیے کہ امامت اختیار کرے کیونکہ
ہر ایک فضیلت دونوں کو ہے مگر دونوں کا اکٹھا کرنا مکروہ ہے امام اور ہونا چاہیے اور مؤذن دوسرا اور جب جمع کرنا انکا دشوار ہے تو امامت بہتر ہے اور
بعضوں نے کہا ہے کہ اذان بہتر ہے چنانچہ اُسکی فضیلت ہم ذکر کر چکے اسی فضیلت کی وجہ سے اذان کو بہتر کہتے ہیں اور ایک وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امامت میں ضمانت کا خطرہ ہے ۔ اور فرمایا الامام امین فاذا رکع فارکعوا واذا
سجد فاسجدوا اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر امام نماز کو پورا کریگا تو ثواب اُسکو اور مقتدیوں کو سب کو ہوگا اور اگر ناقص کریگا تو وبال اسی پر ہوگا نہ مقتدیوں پر
اور اس حدیث کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ارشد الائمۃ واغفر للمؤذنین تو مغفرت کی طلب کرنی چاہیے کیونکہ رشد کی طلب بھی مغفرت ہی
کے لیے ہوتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک مسجد میں سات برس امامت کرے اُسکے لیے جنت واجب ہے اور جو شخص چالیس برس اذان دے
جنت میں بےحساب داخل کیا جاویگا اور یہی وجہ صحابہ سے منقول ہے کہ وہ امامت کو ایک دوسرے پر ڈالا کرتے تھے ۔ اور صحیح یہ ہے کہ امامت افضل ہے کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور اُنکے بعد اور ائمہ نے اُس پر ملاومت کی اور یہ ٹھیک ہے کہ اُس میں ضمان کا خطرہ ہے مگر فضیلت بھی خطرہ ہی کے ساتھ ہوتی
ہے جیسے رتبہ امیر اور خلیفہ ہونے کا افضل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صاحب سلطنت عادل کا ایک روز ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے
مگر ظاہر ہے کہ یہ امر خطرے سے خالی نہیں اور امامت کے افضل ہونے کی جہت سے واجب ہے کہ افضل اور فقیہ تر امام ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ تمہارے امام تمہارے شفیع ہونگے یا یوں فرمایا کہ تمہاری طرف سے خدا تعالی کے پاس جانے والے ہیں پس اگر تم اپنی نماز
کو صاف کیا چاہو تو جو تم میں سے بہتر ہو اُس کو آگے کیا کرو ۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ انبیا کے بعد علما سے افضل کوئی نہیں اور علما کے بعد نماز
پڑھانے والے اماموں سے زیادہ کوئی نہیں کیونکہ یہ تینوں فریق خدا تعالی اور اُسکی خلق میں ذریعہ ہیں انبیا اپنی نبوت کے باعث اور
علما علم کی جہت سے اور امام دین کے رکن یعنی نماز کے باعث سے اور اسی جہت سے صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلافت پر مقدم ہونے میں دلیل کی تھی

یعنی یہ کہا کہ نماز دین کا رکن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو ہمارے دین کے لیے پسند کیا اسی کو ہمنے اپنی دنیا کے لیے پسند کیا اور صحابہ
نے حضرت بلال کو خلافت کے لیے نہ پسند کیا اور یہ حجت نہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اذان کے لیے پسند کیا تھا اور اذان افضل ہے تو انکو
بھی افضل سمجھیں۔ اور یہ جو مروی ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے جس سے
میں جنت میں داخل ہوں آپ نے فرمایا کہ مؤذن ہو جا اُسنے کہا کہ مجھکو طاقت نہیں آپ نے فرمایا کہ امام ہو جا اُسنے کہا کہ مجھسے نہیں ہو سکتا آپنے
فرمایا کہ تو امام کے پیچھے نماز پڑھا کر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو شاید یہ گمان ہوا کہ امامت پر یہ راضی نہوگا کیونکہ اذان تو اُس کے اختیار میں ہے
اور امامت دوسروں کے کرنے اور آگے بڑھانے سے ہوتی ہے اسلیے اول مؤذن ہونے کو فرمایا پھر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ امامت پر قادر ہو جاوے
اسلیے اُسکا ذکر بعد کو فرمایا سوم یہ کہ امام نماز کے اوقات کو ملحوظ رکھے اور نماز اول وقت میں پڑھا دے تاکہ خدا تعالی کی رضامندی ملے کیونکہ اول
وقت کی فضیلت آخر وقت پر ایسی ہے جیسے آخرت کی فضیلت دنیا پر ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور حدیث میں ہے کہ بندہ نماز
کے آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز اُس سے فوت نہیں ہوتی مگر اُسکا جو اول وقت اُس سے فوت ہوگیا وہ اُسکے حق میں دنیا اور مافیہا سے
بہتر تھا اور جماعت کی کثرت انتظار میں نماز کو دیر کر کے ادا کرنا نہ چاہیے بلکہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کی مبادرت کرنی چاہیے اور لمبی سورت
پڑھے کہ یہ کثرت جماعت کی بہ نسبت افضل ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اکابر سلف جب دو آدمی آ جاتے تھے تو جماعت کے لیے تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے اور
جنازے میں جب چار جمع ہو جاتے تھے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے اور ایک بار سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر میں طہارت کے باعث
دیر ہوئی تو آپکا انتظار نہ کیا گیا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے امام کر دیا انھوں نے نماز پڑھائی یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی آپ اُسکو پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے راوی کہتے ہیں کہ ہمکو اس بات سے خوف ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تمنے اچھا کیا اسی طرح کیا کرو۔ اور ایکبار ظہر کی نماز میں آپکو دیر ہوگئی تو لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا یہانتک کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ نماز میں تھے آپ حضرت ابوبکر کے برابر کھڑے ہوگئے۔ اور امام پر مؤذن کا انتظار نہیں بلکہ
مؤذن کو انتظار امام کا تکبیر کہنے کے لیے چاہیے اور جب امام آ جاوے تو پھر اور کسی کا انتظار نہ کرے چہارم یہ کہ امامت اخلاص کے ساتھ کرے
اور نماز کی سب شرطوں میں خدا تعالی کی امانت ادا کرے اخلاص کی صورت یہ ہے کہ امامت پر اجرت نہ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ مؤذن ایسے کو کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے۔ اور اذان نماز کا ذریعہ ہے جب اُس پر
اجرت نہ لینے کو فرمایا تو نماز پر بطریق اولی نہ لینی چاہیے پس اگر مسجد کی آمدنی جو امام کے لیے وقف ہوا اُس میں سے اپنا رزق لے یا بادشاہ کے یہاں سے
یا لوگوں میں سے کسی سے کچھ پاوے تو یہ لینا حرام تو نہیں مگر مکروہ ہے اور فرائض کی امامت پر لینا بہ نسبت تراویح کی امامت کے زیادہ مکروہ ہے اور
یہ مزدوری اپنی حاضر باشی اور مسجد کی چیزوں کی نگرانی کی سمجھے نفس نماز پر نہ جانے۔ اور امانت یہ ہے کہ باطن فسق اور کبیرہ گناہوں اور صغیرہ پر اصرار
سے طاہر ہو کہ امامت کے متکفل کو ان امور سے بہت ہی بچنا چاہیے کیونکہ وہ لوگوں کا سفارشی اور انکی طرف سے بولنے والا ہے تو چاہیے کہ ان میں سے
بہتر ہو اور یہی حال طہارت ظاہر کا ہے کہ بے وضو ہونے اور ناپاکی سے طاہر ہو کہ ان امور پر بجز اُسکے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی پس اگر نماز کے اندر بے وضو ہونا یاد آوے
یا وضو ٹوٹ جاوے تو یہ نہ چاہیے کہ شرم کرے بلکہ جو شخص اُسکے پاس کھڑا ہو اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسکو خلیفہ کر دے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا سے

ح ابن ماجہ بروایت علی ... ابن عباس رضی اللہ عنہ ... بروایت مغیرہ بن شعبہ ... بخاری و مسلم بروایت سہل بن سعد ... بروایت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

نماز میں ناپاکی یاد ہوئی تو آپ نے خلیفہ کر دیا اور غسل کرکے پھر نماز میں آملے۔ اور سفیان ثوری نے فرمایا ہی کہ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھ لو مگر پانچ شخصوں کے پیچھے نہ پڑھو ایک جو ہمیشہ شراب پیوے دوسرا فاسق معلن تیسرا جوماں باپ کا نافرمان ہو چوتھا بدعتی پانچواں بھاگا ہوا غلام پنجم یہ کہ نیت باندھے جبتک کہ صفیں برابر ہو جاویں اور اپنے دہنے اور بائیں دیکھے اگر کچھ صفوں میں خلل دیکھے تو برابر کرنے کو کہدے کہتے ہیں کہ اکابر سلف مونڈھوں کو مونڈھوں اور ٹخنوں کو ایک دوسرے کے ٹخنوں سے ملا رکھتے تھے اور اللہ اکبر نہ کہے جب تک کہ موذن تکبیر سے فارغ نہ ہووے اور موذن اذان کے بعد تکبیر کے لیے اتنا ٹھہرے کہ لوگ نماز کی طیاری اُسوقت میں کر سکیں چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ موذن اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا ٹھہرے کہ کھانیوالا اپنے کھانے سے فراغت ہو جاوے اور بول و براز والا اپنی حاجت سے اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ آپ نے بول و براز دبا کر کی صورت میں نماز سے منع فرمایا ہی اور طعام شب کو عشا سے پہلے کھا لینے کو ارشاد کیا تاکہ دل فارغ ہو جاوے ششم یہ کہ تکبیر تحریمہ اور تمام تکبیروں کو پکار کر کہے اور مقتدی اپنی آواز اتنی ہی نکالے کہ اپنے آپ سن لے اور اپنی تکبیر امام کی تکبیر سے پیچھے کہے یعنی جب وہ اللہ اکبر کہہ لے تو آپ شروع کرے اور اکیلا پڑھنے والا امامت کی نیت کرکے کھڑا ہو تاکہ ثواب ملے اور اگر نیت امامت کی نہ کی اور لوگوں نے اُسکی اقتدا کی نیت کر لی تو نماز اُسکی اور لوگوں کی درست ہوگی اور مقتدیوں کو جماعت کا ثواب بھی ملے گا مگر اُسکو امامت کا ثواب نہ ملیگا قسم دوم قرات کے اعمال کے ذکر میں قرات میں امام کو تین امور ملحوظ رہیں **اوّل** یہ کہ شروع کی دعا اور اعوذ اکیلے شخص کی طرح آہستہ پڑھے اور الحمد اور سورت کو فجر کی تمام نماز میں اور مغرب اور عشا کی پہلی رکعتوں میں پکار کر پڑھے اسی طرح اکیلا پڑھے اور جہری نماز میں آمین پکار کر کہے اور مقتدی بھی آمین پکار کر کہے اور اپنی آمین امام کی آمین کے ساتھ ہی کہے اُس کے پیچھے نہ کہے اور بسم اللہ کو آواز سے پڑھے اس باب میں حدیثیں دونوں صورت سے آئی ہیں مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے جہر بسم اللہ کو اختیار فرمایا ہے **دوم** یہ کہ قیام کی حالت میں امام تین دفعہ سکتہ کرے سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہی **اوّل** سکتہ اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ سکتہ سب میں بڑا ہو اسقدر کہ مقتدی اُس میں الحمد پڑھ لیں اور یہ سکتہ اُسوقت کرے جب شروع کی دعا پڑھنے کا وقت ہی اسلیے کہ اگر سکتہ نہ کریگا تو مقتدیوں کو سننا قرآن کا فوت ہو جاویگا تو جو کمی انکی نماز میں نقصان ہوگا اُسکا وبال امام کے ذمہ ہوگا اور اگر امام سکتہ کرے اور مقتدی اُس میں الحمد نہ پڑھیں اور کسی چیز میں مشغول ہوں تو یہ قصور انکے ذمہ رہیگا نہ امام پر دوسرا سکتہ الحمد سے فارغ ہونے کے بعد تاکہ مقتدیوں کو اگر الحمد رہ گئی ہو تو اس سکتہ میں پوری کر لیں اور یہ سکتہ پہلے سکتہ سے آدھا ہی تیسرا سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے یہ سب سے تھوڑا ہی اتنا ہو کہ قرات رکوع کی تکبیر سے علیحدہ ہو جاوے کہ قرات کو تکبیر میں ملانے سے منع وارد ہی اور مقتدی امام کے پیچھے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی اُسکے ساتھ الحمد پڑھتا جاوے اور اُس میں قصور کرنے والا امام ہوگا ... اور اگر جہری نماز میں مقتدی فاصلہ کی وجہ سے امام کی آواز نہ سنتا ہو یا ایسی نماز ہو جسمیں قرات آہستہ پڑھی جاتی ہی تو مقتدی کو سورت پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں **سوم** یہ کہ صبح میں دو سورتیں مثانی میں سے پڑھے جن میں سو آیتوں سے کم ہوں کیونکہ فجر کی نماز میں قرات کو طول دینا اور اندھیرے میں پڑھنا سنت ہی اور اگر پڑھتے پڑھتے روشن ہو جاوے تو کچھ ضرر نہیں۔ اور دوسری رکعت میں اگر سورتوں کا آخر مقدار تیس یا بیس آیتوں کے پڑھے یہاں تک کہ سورت ختم ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ سورتوں کا آخر اکثر کانوں میں مکرر نہیں پڑتا تو اُسکا پڑھنا وعظ کی رو سے اچھا ہوگا اور زیادہ تر فکر کا موجب ہوگا اور بعض علما نے جو کو بہت ایک حصہ کے پڑھنے کی کمی ہی تو وجہ صورت یہی کہ کسی سورت کا اول پڑھکر چھوڑ دے حالانکہ حدیث میں یہ صورت بھی آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قدر سورہ یونس

بروایت ابی داؤد
اس روایت ابی بکرہ
خلیفہ کرنے کا ہی
۲۶ ترمذی و حاکم
بروایت جابر رضی اللہ عنہ اور ترمذی نے کہا کہ اسکی اسناد مجہول ہی
۳۲ سلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا
۳۴ بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ
۳۵ دارقطنی

پڑھی اور جب موسی علیہ السلام اور فرعون کا ذکر آیا تو رکوع کر دیا اور ایک روایت میں آیا ہی کہ آپ نے صبح کی نماز میں سورۂ بقرہ کی ایک آیت قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الآیہ کو ایک رکعت میں اور دوسری ربنا آمنا بما انزلت الآیہ پڑھی اور بلال کو سنا کہ کہیں کہیں سے پڑھتے ہیں ان سے اس کی وجہ پوچھی عرض کیا کہ میں عمدہ کو عمدہ سے ملاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ خوب کیا اور ظہر میں طوال مفصل تیس آیتوں تک اور عصر میں اس کا نصف اور مغرب میں مفصل کی آخر کی آیتیں یا آخر سورتیں پڑھے اور آخر نماز مغرب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اس میں سورۂ مرسلات پڑھی تھی اور پھر وفات شریف تک نماز نہیں پڑھی۔ حاصل یہ کہ مختصر پڑھنا بہتر ہی خصوصًا جس صورت میں کہ جماعت بہت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی لوگوں کو نماز پڑھاوے تو قرات مختصر کرے کہ ان میں کمزور اور بوڑھے اور کام والے ہوتے ہیں اور جب اپنے آپ پڑھے تو جتنی چاہے لمبی قرات کرے۔ اور حضرت معاذ بن جبل ایک قوم کو عشا پڑھایا کرتے تھے اس میں سورۂ بقرہ پڑھی ایک آدمی نماز سے نکل گیا اور علیحدہ نماز پڑھ لی لوگوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہو گیا اس بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی آپ نے حضرت معاذ کو جھڑکا اور فرمایا لوگوں کو مصیبت میں ڈالتے ہو اور دین سے نکالا چاہتے ہو [illegible] سبح اسم ربک الاعلی اور والسماء والطارق اور والشمس وضحاھا پڑھا کرو۔ قسم سوم ارکان کے اعمال سے۔ ان میں ورود تین ہیں۔ اول یہ کہ رکوع اور سجدہ ہلکا کرے اور ان کی تسبیحات تین بار سے زیادہ نہ کرے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ کسی کی نماز نہیں دیکھی کہ ہلکی اور پوری [illegible] ہاں یہ بھی مروی ہی کہ حضرت انس بن مالک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے نماز پڑھی اور [illegible] منقول ہے کہ فرمایا کہ میں نے اس جوان کی نماز سے زیادہ کسی کی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نہیں پایا [illegible] بعد العزیز کے پیچھے [illegible] تسبیح کہتے تھے اور ایک روایت مجمل طور پر آئی ہے کہ صحابہ نے فرمایا ہی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے [illegible] دس دس بار تسبیح کہا کرتے [illegible] یہ صورت اچھی ہے مگر جب جماعت [illegible] تین بار کہنا بہتر ہے لیکن اگر [illegible] جماعت [illegible] نہیں [illegible] روایات میں جمع کرنے کی یہ صورت [illegible] امام کو چاہیے کہ [illegible] سبقت کرنی نہ چاہیے بلکہ رکوع اور سجدہ میں اس سے پیچھے جاوے اور [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا صحابہ اسی طرح کرتے تھے اور رکوع [illegible] پیچھے [illegible] پیرو کار آدمی تین قسم پر نماز سے فارغ [illegible] ایک کو پچیس نمازوں کا ثواب [illegible] امام [illegible] کی نماز کا ثواب [illegible] امام کے ساتھ ساتھ اعمال [illegible] امام سے آگے [illegible] اور [illegible] تشہد [illegible] مقتدی [illegible] حاضر ہیں [illegible] تشہد سے [illegible] اللھم اغفرلنا [illegible] اپنے نفس کو خاص کرنا مکروہ ہے اور تشہد میں ان پانچوں کلمات سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہیں [illegible] نہیں [illegible]

جہنم وعذاب القبر و نعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات ومن فتنۃ المسیح الدجال و اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اور بعضون نے کہا ہو کہ دجال کا
نام مسیح اسلیے ہوا کہ وہ زمین کو طول میں ناپیگا اس صورت میں مسیح مساحت سے نکلا ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ مسیح مسح سے ہو بمعنی پونچھنے اور مٹانے
کے اور چونکہ اسکی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اس جہت سے مسیح کہلایا **قسم چہارم** اعمال سلام پھیرنے کے وقت کے اور وہ بھی تین ہیں **اول** یہ کہ
دونون سلامون سے نیت کرے کہ قوم پر اور فرشتون پر سلام کرتا ہون **دوسرے** یہ کہ فرضون کے بعد اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور نفل دوسری جگہ پڑھے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا ہو اور اگر اسکے پیچھے عورتین ہون تو کھڑا نہ ہو جب تک کہ عورتین نہ چلی جاوین
اور احادیث مشہور میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد صرف اُس قدر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات کہ لیتے اللھم انت السلام ومنک السلام
تبارکت یا ذوالجلال والاکرام **تیسرے** یہ کہ سلام کے بعد پھر کر اپنا مُنھ لوگون کی طرف کرے اور امام جبتک پھر نہ بیٹھے مقتدی کو کھڑا ہونا مکروہ
ہو چنانچہ مروی ہو کہ حضرت طلحہ اور زبیرؓ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو دونون صاحبون نے امام سے کہا کہ تمھاری نماز بہت خوب اور کامل تھی
مگر ایک بات رہ گئی کہ تمنے جب سلام پھیرا تو مقتدیون کی طرف کو پھر کر نہ بیٹھے پھر لوگون سے فرمایا کہ تمھاری نماز بہت بہتر ہو مگر تم امام کے پھر بیٹھنے کے پیشتر ہی
چلدیے پھر امام جدھر چاہے منھ پھیرے داہنے یا بائین ہو جاوے اور داہنی طرف بہتر ہو یہ قاعدہ سب نمازون کے بیان اور صبح کی نماز مین قنوت زیادہ کیا جاوے
یعنی امام کہے اللھم اہدنا اور اہدنی نہ کہے اور مقتدی آمین کہے اور جب امام یہ کہے انک تقضی ولا یقضی علیک تو اُس وقت مقتدی کو آمین کہنا زیبا نہیں کیونکہ
یہ دعا نہیں ہو صرف تعریف ہو تو امام کے ساتھ خود بھی یہی کلمات کہتا جاوے یا کہے بلیٰ وانا علی ذالک من الشاہدین یا کہے صدقت وبررت یا اور اسی
جیسے کلمات کہے اور قنوت مین رفع یدین کرنے کے لیے ایک حدیث مروی ہو اور جب حدیث صحیح ہوگئی تو رفع یدین کرنا مستحب ہو اگرچہ آخر
کے تشہد کی دعا کے خلاف ہو کہ اُس دعا مین ہاتھ نہیں اُٹھاتے بلکہ رکھے رہنے دینے پر اعتماد ہو۔ اور ان دونون مین ایک فرق بھی ہو وہ یہ ہو کہ تشہد
مین ہاتھون کے لیے ایک ادب معمولی ہو کہ ایک ہیئت خاص پر رانون کے اوپر رکھ لیا جاوے اور قنوت مین اُنکے واسطے کوئی وظیفہ نہیں تو کچھ بعید
نہین کہ قنوت مین انکا وظیفہ رفع یدین ہی ہو کیونکہ ہاتھون کا اُٹھانا دعا کے لیے مناسب ہو واللہ اعلم امامت کے آداب سب یہ تھے جو بیان ہوے اللہ تعالیٰ
انکی بجا آوری کی توفیق عنایت فرماوے **پانچوین فصل** جمعہ کی فضیلت اور آداب وسنت اور شرطون کے بیان مین اور اس مین پانچ بیان مین **بیان اول**
جمعہ کی فضیلت مین۔ جاننا چاہیے کہ جمعہ کا روز ایک روز عظیم ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظمت دی اور مسلمانون کو خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہو یا ایھا الذین
آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اس آیت مین اُمور دنیا مین مشغول ہونے کو اور اُن امور کو جو جمعہ مین جانے سے مانع ہون حرام
فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ عز وجل فرض علیکم الجمعۃ فی یومی ہذا فی مقامی ہذا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من ترک الجمعۃ ثلاثا من غیر عذر طبع اللہ
علی قلبہ اور دوسری روایت مین یون ہو کہ جو کوئی بلا عذر تین جمعہ چھوڑ دے اُس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیا۔ اور ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کی خدمت
مین حاضر ہوا اور ایک شخص کا حال پوچھا کہ وہ مرگیا ہو اور جمعہ اور جماعت مین حاضر نہین ہوتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین ہو وہ شخص ایک مہینے تک برابر آپکے پاس آکر
یہی پوچھا کیا اور آپ یہی کہتے رہے کہ وہ دوزخی ہو اور حدیث مین ہو کہ یہود و نصاریٰ کو جمعہ کا روز دیا گیا اُنھون نے اُس مین اختلاف کیا اسلیے اُنکو اس سے پھیر دیا گیا
اور ہمکو خداے تعالیٰ نے اُسکی ہدایت کردی اور اس اُمت کے واسطے اُسکو پیچھے ظاہر کیا اور اُسکو اُنکی عید بنایا پس اس اُمت کے لوگ جمعہ کو پانے مین سب سے
اول ہین اور یہود و نصاریٰ اُنکے تابع ہین۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام

آئے اور اُنکے ہاتھ میں ایک آئینہ روشن تھا کہا کہ یہ جمعہ ہے اللہ تعالیٰ اُسکو آپ پر پیش کرتا ہے کہ آپ کے لیے اور آپ کے بعد آپکی اُمت کے واسطے عید ہو میں نے
پوچھا کہ ہمکو جمعہ میں کیا فائدہ ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارے لیے یہ ہے کہ اس میں ایک ساعت بہت بہتر ہے جو کوئی اُس میں اپنی بہتری
کی دعا مانگے اور اُسکے نصیب میں ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکو وہ عنایت فرماتا ہے اور اگر اُسکے نصیب میں نہیں ہوتی تو اُسکی نسبت کر بہت زیادہ اُسکے لیے ذخیرہ
فرما دیتا ہے یا کوئی اُس دن میں بدی سے پناہ مانگے اور وہ اُس شخص پر لکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اُس بدی کی نسبت کر بڑی بدی سے بھی اُسکو بچا دیگا اور
ہمارے نزدیک یہ روز دنوں کا سردار ہے اور ہم اُسکو آخرت میں زیادتی کا دن کہینگے میں نے پوچھا کہ یوم المزید کہنے کی کیا وجہ ہے حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ آپکے
پروردگار نے جنت میں ایک وادی مقرر کیا ہے سفید رنگ اور مشک سے زیادہ خوشبودار جب جمعہ کا روز ہوگا علیین سے اپنی کرسی پر نزول اجلال
فرماویگا اور لوگوں کے لیے تجلی فرماویگا تاکہ اُسکے وجہ کریم کو دیکھیں ح اور ایک حدیث میں فرمایا کہ بہتر دن جسپر کہ سورج نکلا جمعہ کا روز ہے کہ اُس میں حضرت آدم
علیہ السلام پیدا ہوے اور اُسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اُسی میں زمین پر اُتارے گئے اور اُسی میں اُنکی توبہ قبول ہوئی اور اُسی میں اُنکی وفات ہوئی اور
اُسی میں قیامت قائم ہوگی اور وہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یوم المزید ہے آسمان میں فرشتے اُسکو یہی کہتے ہیں اور یہی روز ہے کہ اُس میں جنت کے اندر دیدار الٰہی ہوگا
اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے روز چھ لاکھ بندہ دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔ اور حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جب جمعہ سلامت رہتا ہے تو اور دن بھی سلامت رہتے ہیں۔ اور فرمایا کہ دوزخ ہر روز زوال سے بیشتر جب آفتاب آسمان کے بیچ میں ہوتا ہے جھونکی جاتی ہے تو
اُسوقت نماز مت پڑھو مگر جمعہ کے روز کہ وہ سب نماز کا وقت ہے اُس میں دوزخ نہیں جھونکی جاتی۔ اور حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں
سے مکہ معظمہ کو فضیلت دی ہے اور مہینوں میں سے رمضان کو اور دنوں میں سے جمعہ کو اور راتوں میں سے شب قدر کو۔ اور کہتے ہیں کہ پرندا اور موذی
کیڑے جمعہ کو آپس میں ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سلام سلام یہ اچھا دن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز مرے اللہ تعالیٰ اُس کو
شہید کا ثواب لکھتا ہے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے **دوسرا بیان جمعہ کی شرطوں کے بیان میں** واضح ہو کہ جمعہ کی شرطوں کے باب میں سب
نمازوں کا شریک ہے یعنی جو اور دنوں میں شرطیں ہیں وہ جمعہ میں بھی ہیں مگر چھ شرطیں ایسی ہیں کہ وہ جمعہ میں ہیں اور دنوں میں نہیں پہلی شرط وقت ظہر ہے پس اگر
امام کا سلام عصر کے وقت میں جا پڑیگا تو جمعہ جاتا رہیگا امام کو لازم ہے کہ دو رکعتیں اور پڑھ کر ظہر پوری کر دے اور مسبوق کی اگر رکعت باقی ظہر کے وقت میں
نہ رہیگی تو اُس میں خلاف ہے بہتر یہی ہے کہ ظہر پوری کرے دوسری شرط مکان ہے کہ جمعہ جنگلوں اور ویرانوں اور خیموں میں نہیں ہوتا بلکہ اُسکے لیے ایک ایسی جگہ ضرور
ہے جس میں عمارت غیر منقول ہو اور اُس میں چالیس آدمی اُن لوگوں میں سے جمع ہو جاویں جنکے ذمہ پر جمعہ لازم ہے اور گاؤں کا حال اس باب میں مثل شہر کے ہے اور جمعہ کے
واسطے بادشاہ کا موجود ہونا شرط نہیں اور نہ اُسکے اذن دینے کی شرط ہے مگر اُس سے پوچھ لینا مستحب ہے تیسری شرط شمار ہے کہ چالیس مرد آزاد بالغ عاقل مقیم سے کم نہوں
اور مقیم بھی ایسے ہوں کہ اس شہر سے جاڑے گرمی میں باہر سفر نہ کر جاتے ہوں پس اگر خطبہ میں یا نماز میں چالیس سے کم ہو جاویں تو جمعہ درست نہوگا بلکہ یہ چالیس کی
شمار اول سے آخر تک ہونی شرط ہے چوتھی شرط جماعت ہے کہ اگر چالیس آدمی کسی گاؤں یا شہر میں متفرق پڑھ لینگے تو اُنکا جمعہ درست نہوگا لیکن جو ایک رکعت کے بعد آکر ملا ہو اُسکا
البتہ دوسری رکعت اکیلے پڑھنی درست ہے اور اگر دوسری رکعت کا رکوع نہ ملے تو اقتدا میں نیت ظہر کی کرکے ملجاوے اور امام کے سلام کے بعد ظہر پوری کرے۔
پانچویں شرط یہ ہے کہ اُسی شہر میں اور جمعہ اُس روز نہوا ہو لیکن جس صورت میں کہ سب لوگوں کا جمع ہونا مسجد جامع میں دشوار ہو تب دو مسجدوں خواہ
تین یا چار میں بقدر حاجت جائز ہے اور اگر ضرورت دوسری مسجد کی نہو تب جمعہ وہی درست ہوگا جس کی نیت سب سے بیشتر ہوئی ہوگی

ح ۱- مسلم عن ابی ہریرہ
ح ۲ مسلم ... ترمذی اور
ابن حبان ... بروایت
... بیہقی
بروایت عائشہؓ ...
بروایت انسؓ ...
ح ... ابو داود
بروایت ابو قتادہ اور
اُس کو منقطع بتایا ہے
ح ۵ ترمذی نے
یہ مضمون بروایت عبد اللہ
بن عمرو روایت کیا ہے
اور اُسکی سند کو غیر متصل
کہا ہے ۱۲

اور حاجت کی صورت مین اگر کئی جگہ جمعہ ہو تو بہتر یہ ہی کہ اماموں مین سے جو بہتر ہو اُسکے پیچھے نماز پڑھے اور اگر امام فضیلت مین برابر ہون تو جو مسجد پہلے کی ہو اُس مین پڑھے اور اگر وہ بھی برابر ہون تو جو قریب تر ہو اُس مین پڑھے اور آدمیون کی کثرت بھی قابل لحاظ ہی چھٹی شرط دو خطبے ہین یہ دونون فرض ہین اور اُن مین قیام فرض ہی اور دونون کے بیچ مین بیٹھنا فرض ہی پہلے خطبے مین چار چیزین فرض ہین اول تحمید اور ادنی یہ ہی کہ الحمد للہ ہی کہہ لے دوم درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سوم اللہ تعالی سے ڈرنے کی نصیحت کرنی چہارم قرآن مجید مین سے ایک آیت کا پڑھنا اسی طرح دوسرے خطبہ مین چارون باتین فرض ہین مگر اُس مین آیت کی جگہ دعا مانگنی واجب ہی اور دونون خطبون کا سننا واجب ہی چالیسون آدمی نہین اور سنتین جمعہ کی یہ ہین کہ جب دوپہر ڈھل جاوے اور موذن اذان دے چکے اور امام منبر پر بیٹھے تو نماز کوئی نہین چاہیے بجز تحیۃ المسجد کے اور گفتگو اُسوقت موقوف ہوتی ہی کہ خطبہ شروع ہو جاوے۔ اور خطیب منبر پر چڑھکر جب لوگون کیطرف مُنھ کرے تو اُنکو السلام علیکم کہے اور وہ لوگ اُسکا جواب دیوین اور جب موذن اذان سے فارغ ہو چکے تو خطیب لوگون کی طرف مُنھ کر کے کھڑا ہو اور دہنے بائین متوجہ نہو اور اپنے دونون ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھ لے یا عصا پر رکھ لے تاکہ ہاتھون سے کوئی لغو کام نہ کرے یا ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ لے اور دو خطبے پڑھے جن دونون کے درمیان تھوڑا سا جلسہ ہو اور خطبون مین اجنبی لغت استعمال نہ کرے اور نہ بہت لمبا کرے اور نہ گاوے بلکہ خطبہ مختصر بلیغ سب مضامین کا جامع ہو اور مستحب ہی کہ دوسرے خطبے مین بھی آیت پڑھے اور جب امام خطبہ پڑھتا ہو اور کوئی شخص مسجد مین آوے تو سلام نہ کرے اور اگر سلام کرے تو جواب کا مستحق نہین بلکہ اشارے سے جواب دینا اچھا ہی اور چھینکنے والے کا جواب بھی نہ دینا چاہیے۔ یہ شرطین جمعہ کی صحت کی تھین جو سب کی شرطین یہ ہین کہ جمعہ اُسی شخص پر واجب ہی جو مرد بالغ عاقل مسلمان آزاد ایسی بستی مین ٹھہرا ہو جس مین اس صفت کے چالیس آدمی ہون یا شہر کے نواح مین کسی ایسے گانون مین مقیم ہو کہ اگر کوئی بلند آواز آدمی شہر کے اُس کنارے سے جو اس گانون کے متصل ہی اذان دے اور غل بھی موقوف ہو تو اُس گانون مین آواز پہونچ جاوے پس اس گانون والے پر جمعہ واجب ہوگا اس آیت کی رو سے یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع اور جن پر جمعہ واجب ہی اُنکو مینھ اور کیچڑ اور خوف اور بیماری اور بیمار کی خبر گیری کے عذر سے بشرطیکہ اور کوئی خبر گیران بیمار کا نہو جمعہ کے ترک کرنے کی اجازت ہی اس صورت مین عذر والون کو مستحب یہ ہی کہ ظہر کی نماز مین تاخیر کرین یہان تک کہ لوگ جمعہ سے فارغ ہو جاوین۔ اور اگر جمعہ مین ایسا شخص حاضر ہو جسپر جمعہ واجب نہین مثلاً مریض یا مسافر یا غلام یا عورت تو ان کا جمعہ درست ہوگا اور ظہر کی نماز سے کافی ہوگا ظہر کی ضرورت نہ رہیگی **دوسرا بیان** جمعہ کے آداب مین عادت کی ترتیب کے طور پر اور وہ دس باتین ہین **اول** یہ کہ پنجشنبہ کے روز جمعہ قصد سے اور اُسکے فضل کے استقبال کی نیت سے مستعد ہو یعنی جمعرات کی عصر کے بعد دعا اور استغفار اور تسبیح مین مشغول ہو کیونکہ یہ وقت اُس ساعت کے برابر ہی جو جمعہ مین نامعلوم ہی۔ بعض سلف کے اکابر نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی کے یہان سوا بندون کی روزیون کے ایک فضل ہی اُس فضل مین سے اسی شخص کو دیتا ہی جو اُس سے پنجشنبہ کی شام کو اور جمعہ کے روز طلب کرے۔ اور پنجشنبہ کو اپنے کپڑے دھووے اور اُنکو سفید کرے اور خوشبو پاس نہو تو تیار رکھے اور دل کو اُن کامون سے فارغ کرے جو جمعہ مین صبح سے جانے کے مانع ہون اور اس رات مین جمعہ کی روزہ کی نیت کرے کہ اسکا بڑا ثواب ہی مگر اُس مین پنجشنبہ یا ہفتہ کا روزہ ملا دینا چاہیے کہ اکیلا جمعہ کا روزہ مکروہ ہی اور اس رات کو نماز اور ختم قرآن مین کاٹ دے کہ اسکا بہت بڑا ثواب ہی اور اُسپر روز جمعہ کے فضل کا اضافہ ہوگا تو کیا کہنا ہی اور اس رات مین خواہ جمعہ کے دن مین اپنی بی بی سے صحبت کرے کہ کچھ لوگون نے اس بات کو مستحب جانا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد رحم اللہ من بکر وابتکر وغسل واغتسل کے معنی یہی کہے ہین کہ

غسل سے مراد یہ ہی کہ اپنی بی بی کو نہلاوے۔ اور بعضون نے اس کلمہ کو بے تشدید سین کے پڑھا ہی اُس صورت مین اُسکے معنی یہ ہین کہ اپنے کپڑے
دھووے اور اغتسل سے دونون صورت مین یہی مراد ہی کہ خود نہاوے۔ ان باتون کے کرنے سے استقبال جمعہ کے آداب کامل ہونگے اور غافلون کے
زمرہ سے خارج ہوگا جو صبح کو پوچھا کرتے ہین کہ آج کیا دن ہی۔ بعض سلف فرماتے ہین کہ کامل تر حصہ جمعہ مین اُس شخص کا ہی کہ ایک روز پہلے سے اُس کا
انتظار اور رعایت کرے اور کمتر حصہ اُسکا ہی جو صبح کو پوچھے کہ آج کیا دن ہی اور بعض اکابر جمعہ کی شب کو جامع مسجد ہی مین رہا کرتے تھے دوسری یہ کہ
جب صبح جمعہ کی ہو تو فجر ہوتے ہی غسل کرے اگرچہ اُسوقت جامع مسجد مین نہ جاوے مگر اُسکے قریب ہی جانا مستحب ہی تاکہ نہانا اور مسجد کا جانا پاس پاس ہو لہذا
غرض کہ جمعہ کے روز غسل کرنا مستحب بتاکید ہی اور بعض علما اُسکے واجب ہونے کے قائل ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین غسل یوم الجمعہ واجب علی کل
محتلم کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ مرد پر واجب ہی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نافع کی یہ حدیث مشہور ہی کہ من اتی الجمعۃ فلیغتسل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو شخص مردون یا عورتون مین سے جمعہ مین حاضر ہو اُسکو غسل کرنا چاہیے اور مدینہ منورہ کے لوگ ایک دوسرے کو اگر برا کہتے تو یون کہتے کہ تو اُس سے
برا ہی جو جمعہ کے روز نہ نہاوے۔ اور ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے کہ حضرت عثمان تشریف لائے حضرت عمر نے اُسوقت کے آنے کو برا جانکر
فرمایا کہ یہ کون وقت ہی یعنی پہلے سے کیون نہ آئے حضرت عثمان نے فرمایا کہ مین نے اذان سننے کے بعد اور کچھ دیر نہین کی وضو کرکے باہر چلا آیا حضرت
عمر نے فرمایا کہ ایک نشد دوشد آپ کو تو معلوم ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے فرمایا کرتے تھے پھر وضو پر اکتفا کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
صرف وضو کرنے سے معلوم ہوا کہ غسل کا ترک کرنا جائز ہی۔ اور ایک روایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے
جمعہ کے روز وضو کیا تو بہتر کیا اور جسنے غسل کیا تو غسل افضل ہی۔ اور جو شخص ناپاکی کے باعث نہاوے وہ ایکبار اپنے بدن پر جمعہ کے غسل کی نیت سے
پانی بہاوے اور ایک ہی غسل کرے گا تو کافی ہوگا اور اگر دونون کی نیت کرلیگا تو ثواب زیادہ ملیگا اور غسل جمعہ غسل جنابت کے اندر داخل ہو جاویگا
اور بعض صحابہ اپنے بیٹے کے یہان گئے کہ انھون نے غسل کیا تھا پوچھا کہ جمعہ کا غسل ہی انھون نے کہا کہ نہین بلکہ جنابت کا فرمایا کہ دوسرا غسل اور کرو
اور یہ حدیث سنائی کہ غسل جمعہ کا ہر بالغ پر واجب ہی۔ اور دوبارہ غسل کے لیے انکو اسواسطے کہا کہ انھون نے غسل جمعہ کی نیت نہین کی تھی ورنہ ایک ہی
کافی ہو جاتا اور بعید نہین کہ کوئی یون کہے کہ مقصد نظافت سے ہی اور وہ بدون نیت بھی حاصل ہو گئی مگر یہ اعتراض وضو مین بھی پڑے گا کہ نظافت بدون
نیت بھی حاصل ہی اور شریعت مین جمعہ کے لیے ایک ثواب مقرر کیا گیا ہی اسلیے اُسکے ثواب کی طلب ضروری ہی۔ اور جو شخص نہاوے پھر وضو جاتا
رہے تو وضو کرے غسل باطل نہوگا لیکن مستحب یہ ہی کہ غسل کے بعد وضو ٹوٹنے سے احتراز کرے تیسری یہ کہ اُس روز مین زینت مستحب ہی اور وہ
تین امور مین ہی لباس اور نظافت اور خوشبو لگانے مین نظافت مین مسواک کرنا اور بالون کا دور کرنا اور ناخن ترشواتے اور مونچھون کا کترنا اور جتنے امور کہ
باب الطہارت مین گذرے ہین کرنے چاہیئین حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے روز اپنے ناخن تراشے اللہ تعالے اُس مین سے مرض
نکال دیتا ہی اور شفا داخل کرتا ہی پس اگر بدھ یا جمعرات کو حمام کر چکا ہو تو مقصود حاصل ہی اب جمعہ کو جو عمدہ خوشبو اُسکے پاس ہو لگاوے اسقدر کہ بری
بوؤن پر غالب ہو اور اُسکے باعث حاضرین کے مغز کو خوشبو اور راحت پہونچے اور مردون کے لیے خوشبو وہ عمدہ ہی جسکی بو ظاہر اور رنگ مخفی ہو
اور عورتون کے لیے وہ اچھی ہی جسکا رنگ ظاہر اور بو پوشیدہ ہو آثار مین اسی طرح مروی ہی اور امام شافعی نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے کپڑے صاف رکھے
اُسکو رنج کم ہوتا ہی اور جس شخص کی خوشبو عمدہ ہو اُسکی عقل زیادہ ہوتی ہی۔ اور لباس مین سب سے اچھا سفید کپڑا ہی کیونکہ اللہ تعالے کے نزدیک محبوب تر

ح ۱ بخاری و مسلم
بروایت ابو سعید [illegible]
ح ۲ بخاری و مسلم
ح ۳ ابن حبان
ح ۴ بیہقی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ
بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ح ۵ ابوداود و ترمذی و نسائی
بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ح ۶ ابوداود و ترمذی و نسائی
بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

کپڑون مین سفید رنگ ہی اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس مین شہرت ہو اور سیاہ کپڑا مسنون نہین نہ اُس مین کچھ ثواب ہی بلکہ بعض لوگون نے اُسکی طرف دیکھنا بھی مکروہ خیال کیا ہی کیونکہ وہ بدعت ہی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی ہی - اور جمعہ کے روز عمامہ مستحب ہی واثلہ بن الاسقع نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ والون پر رحمت بھیجتے ہین پس اگر گرمی ستاوے تو نماز سے پہلا اور پیچھے اسکے اُتار دینے مین کچھ حرج نہین مگر جسوقت گھر سے جمعہ کو چلے اور عین نماز کے وقت اور امام کے منبر پر جانے کے وقت خطبہ مین نہ اُتارے چوتھی یہ کہ جامع مسجد کو صبح کو جاوے اور مستحب ہی کہ مسجد جامع کا قصد دو تین کوس سے کرے اور صبح سے چلے اور صبح صادق ہونے سے یہ وقت سویرے جانے کا شروع ہو جاتا ہی اور اسکا ثواب بہت بڑا ہی اور جمعہ کے لیے جانے مین خشوع اور تواضع سے رہے اور نماز کے ہو چکنے تک مسجد مین اعتکاف کی نیت کرے اور اس جلد جانے سے مقصود یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ندا جو جمعہ کے لیے ہی اُسکی اجابت کرتا ہون اور اُسکی مغفرت اور رضا کی طرف سبقت کرتا ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو اول ساعت مین جاوے اُسنے گویا ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری ساعت مین جاوے اُسنے گویا گاے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت مین جاوے اُسنے گویا سینگ دار مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت مین جاوے اُسنے گویا مرغی خدا کی راہ مین ذبح کی اور جو پانچوین ساعت مین جاوے اُسنے گویا ایک انڈا خداے تعالیٰ کے واسطے نذر کیا اور جب امام خطبے کے لیے نکل آتا ہی تو صحیفے لپیٹ جاتے ہین اور قلم اٹھا لیے جاتے ہین اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر ذکر سنتے ہین پھر جو شخص اُسوقت کے بعد آتا ہی تو وہ صرف نماز کے حق کے لیے آیا ہی اُسکو ثواب مین سے کچھ نہین ملیگا - اور پہلی ساعت آفتاب کے نکلنے تک ہی اور دوسری اُسکے اونچا ہونے تک بمقدار نیزہ کے اور تیسری اُسوقت تک رہتی ہی کہ دھوپ مین تیزی اتنی ہو کہ پاؤن جلنے لگین اور چوتھی اور پانچوین اُسوقت سے لیکر دوپہر ڈھلنے تک ہی اور ان دونون کا ثواب کم ہی اور زوال کا وقت نماز کا وقت ہی اس مین کچھ ثواب نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر آدمیون کو معلوم ہون کہ ان مین کیا ثواب ہی تو اپنی سواریون کو اُنکی طلب مین دوڑاوین اذان اول اور صف اول اور سویرے جانا جمعہ کو - اور امام احمدؒ نے فرمایا ہی کہ ان تینون مین بڑھکر جمعہ کے لیے پہلے سے جانا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہی تو فرشتے اپنے ہاتھون مین چاندی کے نامے اور سونے کے قلم لیکر مسجد جامع کے دروازون پر بیٹھ جاتے ہین اور اول اور دوم آنے والون کو ترتیب وار لکھتے رہتے ہین اور ایک حدیث مین ہی کہ جب کوئی بندہ اپنے وقت سے جمعہ کے روز دیر کرتا ہی تو فرشتے اُسکو تلاش کرتے ہین اور ایک دوسرے سے اُسکا حال پوچھتے ہین کہ وہ کیا کرتا ہی اور کس وجہ سے اُسکو وقت معمولی سے دیر ہوئی اور یہ کہتے ہین کہ الٰہی اگر اُسکو مفلسی کے باعث دیر ہوئی ہو تو اُسکو غنی کر اور بیماری کی وجہ سے ہوئی ہو تو شفا دے اور کام کے بارے ہوئی ہو تو اُسکو اپنی عبادت کے لیے فراغت نصیب کر اور اگر کسی کھیل نے اُسکو دیر لگا دی ہو تو اُسکے دل کو اپنی طاعت کی طرف متوجہ کر دے - اور قرن اول مین سحر کے وقت اور صبح صادق کے بعد راستے آدمیون سے بھر جاتے تھے کہ روشنی لیکر جامع مسجد مین عید کے دنون کی طرح انبوہ ہوا کرتے تھے یہانتک کہ یہ بات پرانی ہو گئی اور جاتی رہی اور کہتے ہین کہ اسلام مین اول بدعت یہی ہوئی کہ جمعہ کے روز سویرے جانا چھوڑ دیا - اور مسلمانون کو یہود اور نصاریٰ سے بھی شرم نہین آتی کہ وہ اپنے عبادت خانون مین شنبہ اور یکشنبہ کو سویرے جاتے ہین اور دنیا کے طالب خرید و فروخت اور نفع کے بازارون مین کیسے تڑکے جاتے ہین تو آخرت کے طالبون کو کیا ہوا ہی کہ اُن سے پیش قدمی نہین کرتے اور کہتے ہین کہ جب اللہ تعالیٰ کا دیدار لوگون کو نصیب ہوگا تو اُسوقت اُنکو قرب اُسی قدر ہوگا جس قدر کہ جمعہ کو سویرے گئے ہون گے - اور

ع ۱- طبرانی اور ابن عدی نے ابو درداء سے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ یہ حدیث منکر ہی اور حافظ نے اس کی سند مجھکو نہین ملی ۱۲ ع ۲ بیہقی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۱۲ ع ۳ دونون شیخون نے روایت کیا بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور

[illegible]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد جامع کو صبح سے تشریف لیگئے دیکھا کہ تین آدمی آپ سے بھی پہلے موجود ہیں اس بات سے آزردہ ہوئے اور اپنے نفس کو عتاب کر کے کہنے لگے کہ چاروں کا چوتھا ہوا یہ بھی کچھ دور نہیں پانچویں مسجد میں داخل ہونے کی کیفیت ہی کہ لوگوں کی گردنوں پر کو نہ جاوے اور نہ اُنکے سامنے کو گذرے اور بہت پہلے سے جانے میں ان دونوں باتوں کی وقت نہو گی لوگوں کی گردنیں پھاندنے میں سخت وعید وارد ہے کہ قیامت کے روز اسکو پل کر دیا جاویگا کہ لوگ اُسپر کو آویں۔ اور ابن جریج سے مرسل روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے تھے کہ اس اثنا میں دیکھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا یہانتک کہ آگے بڑھکر بیٹھ گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو اس شخص کے سامنے جاکر ملاقات کی اور فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا کہ آج ہمارے ساتھ جمعہ میں شریک نہوا اُسنے عرض کیا کہ حضور میں تو جمعہ میں حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھکو لوگوں کی گردنیں پھاندتے دیکھا تھا۔ اس حدیث سے یہ اشارہ فرمایا کہ اُسکا عمل بیکار ہو گیا اور ایک حدیث مسند میں اس طرح آئی ہے کہ آپ نے اُس شخص کو یوں فرمایا کہ کیا چیز تجھکو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے مانع ہوئی اُسنے عرض کیا کہ کیا حضور نے مجھے دیکھا نہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تو دیر کر آیا اور لوگوں کو دکھ دیا۔ ہاں جس وقت کہ صف اول چھٹی ہوئی اور خالی ہو تو اُسوقت لوگوں کے اوپر سے جانے کا مضائقہ نہیں کہ اُنھوں نے اپنا حق تلف کیا اور فضیلت کی جگہ کو چھوڑ دیا۔ حضرت حسن رضی نے فرمایا ہی کہ جو لوگ جمعہ کے روز مسجد جامع کے دروازوں پر ہی بیٹھ جاتے ہیں اُنکی گردنیں پھاندو کہ اُنکی کچھ حرمت نہیں۔ اور جب مسجد میں سب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو سلام نہ کرے اسلیے کہ بے محل جواب دینے کی تکلیف اُن لوگوں پر ہوگی چھٹی یہ کہ لوگوں کے سامنے کو نہ گذرے اور خود ستون یا دیوار کے قریب بیٹھے تاکہ کوئی آگے سے نہ نکلے یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں ہر چند نمازی آگے گذرنے سے اُسکی نماز نہیں جاتی مگر اُسکے سامنے سے گذرنے کے لیے نہی وارد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مسلمان کو چالیس برس کھڑا رہنا اس بات سے بہتر ہی کہ نمازی کے سامنے کو گذرے اور فرمایا کہ اگر آدمی راکھ اور خاک ہو جاوے کہ اُسکو ہوائیں اُڑا دیں تو اُسکے حق میں اس بات سے بہتر ہی کہ نمازی کے سامنے سے گذرے۔ اور ایک دوسری حدیث میں نمازی کو اور گذرنے والے کو برابر فرمایا ہے جبکہ نمازی راستے پر نماز پڑھے یا سامنے سے لوگوں کو ہٹانے میں کوتاہی کرے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اور نمازی اس بات کو جانیں کہ ان پر کیا گناہ ہوتا ہی تو چالیس برس تک ٹھہرا رہنا اُسکے لیے بہتر ہو سامنے سے گذرنے سے اور ستون اور دیوار اور بچھا ہوا مصلے نمازی کی حد ہی جو اُسکے اندر ہوکر گذرے تو نمازی کو چاہیے کہ اُسکو ہٹاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیدفعہ فان ابی فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانہ شیطان اور حضرت ابو سعید خدری کے سامنے ہوکر جو کوئی گذرتا تھا تو ایسا دھکا دیتے تھے کہ گر جاتا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ وہ اُن سے لپٹ جاتا اور اُنکی زیادتی کی شکایت مروان سے کرتا وہ کہدیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایسا کرنیکا حکم فرمایا ہی پس اگر ستون نہ پاوے تو چاہیے کہ اپنے سامنے کوئی چیز ایسی کھڑی کرے جسکا طول ایک ہاتھ ہو تاکہ اُسکی حد کی پہچان ہو جاوے ساتویں یہ کہ صف اول کی طلب کرے کہ اُسکا ثواب بہت ہے جیسا کہ ہمکو روایت پہنچی ہی کہ جو شخص اپنے اہل کو نہلادے اور خود نہاوے اور صبح سے جاوے اور اول خطبہ کو پاوے اور امام کے قریب ہو کر خطبہ اور قراءت سنے تو یہ باتیں اُسکے لیے دونوں جمعوں کے اندر کے دنوں مع تین دن زیادہ کے کفارہ ہو جاوینگی اور دوسری روایت میں یوں ہی کہ اللہ تعالی اُسکو ایک جمعہ سے دوسرے تک مغفرت فرماویگا اور بعض روایتوں میں یہ بھی قید ہی کہ لوگوں کی گردنوں پر کو نہ چلے اور صف اول کی طلب سے غفلت نہ کرے مگر تین صورتوں میں اول یہ کہ خطیب کے پاس کوئی ایسی بری بات ہو کہ یہ شخص اُسکے برا کہنے سے عاجز ہو مثلاً امام یا کوئی دوسرا شخص ریشمی کپڑا پہنے ہو یا بڑے بھاری ہتھیار باندھ کر نماز کو آیا ہو کہ جس سے دھیان بٹے یا سنہرے ہتھیار ہوں یا

کوئی اور اسی قسم کی چیز ہو کہ اسکا انکار اُس شخص پر واجب ہو تو اس صورت مین صف اول سے پیچھے رہنا اچھا ہے اور فکر مین پریشانی نہین آنے دیتا بعض علما نے سلامتی کی طلب کے لیے ایسا کیا ہے مثلاً بشر بن حارث سے کسی نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہین کہ آپ صبح سے آتے ہین مگر نماز آخر کی صفون مین پڑھتے ہین فرمایا کہ دلون کا قرب مقصود ہے بدنون کا پاس ہونا مراد نہین اس قول سے آپ نے اشارہ کیا کہ صفون سے پیچھے رہنا دل کے لیے اچھا ہے۔ اور سفیان ثوری نے شعیب بن حرب کو دیکھا کہ منبر کے پاس ابوجعفر منصور کا خطبہ سنتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سفیان ثوری نے اُن سے کہا کہ اُس شخص کے پاس تمھارے بیٹھنے نے میرے دل کو پراگندہ کر دیا کیا تم اُس بات سے مامون ہو کہ اگر کوئی کلام اس سے ایسے سنو کہ اسکا انکار ضرور واجب ہو تو تم اُس کو بجا نہ لاؤ پھر آپ نے یہ ذکر کیا کہ ان لوگون نے سیاہ لباس ایک نئی بدعت نکالی ہے شعیب نے کہا کہ یا ابا عبداللہ کیا حدیث مین نہین آیا کہ امام سے قریب ہو اور سن آپ نے فرمایا کہ میان یہ خلفاے راشدین مہدیین کے لیے ہے ان لوگون سے تو جتنا دور ہو اور اُنکی طرف نہ دیکھو اتنا ہی خدا عزوجل سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ اور سعید بن عامر کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے برابر نماز پڑھی انھون نے صفون سے پیچھے ہونا شروع کیا یہانتک کہ ہم سب سے پچھلی صف مین ہو گئے جب نماز سے فارغ ہوے تو مین نے اُن سے کہا کہ اول صف کیا اور ان سے بہتر نہین ہے فرمایا کہ ہان مگر یہ امت مرحومہ ہے اور امتون مین سے اسپر نظر رحمت ہے اللہ تعالی جب کسی بندہ کو نماز مین نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو اسکے پیچھے جتنے آدمی ہوتے ہین سبکو بخش دیتا ہے تو مین سب سے پیچھے یہ توقع کر کے کھڑا ہوا کہ ان مین سے کسی کی طرف نظر رحمت کرے اُسکے طفیل مین میری مغفرت فرماوے اور بعض راویون نے روایت کی ہے کہ مین نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پس جو شخص اس نیت سے پیچھے ہٹے اور دوسرے شخص کو اپنے اوپر ترجیح دے اور خوش خلقی ظاہر کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور اسوقت یہ کہا جاویگا کہ انما الاعمال بالنیات دوسری صورت یہ ہے کہ خطیب کے پاس کوئی مکان تیار علیحدہ بادشاہون کے لیے کر دیا ہو تو صف اول اچھی ہے مگر بعض علما نے اُس مکان کے اندر داخل ہونا مکروہ جانا ہے حضرت حسن بصری اور بکر مزنی اس مین نماز نہ پڑھتے تھے انکی دانست مین وہ بادشاہون کے ہی واسطے تھا اور ایک بدعت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسجدون مین پیدا ہوئی ہے حالانکہ مسجد مطلق سب لوگون کے واسطے ہے تو اس مین سے علیحدہ کر دینا خلاف ہے اور انس بن مالک اور عمران بن حصین نے اسکے اندر نماز پڑھی ہے اور قرب طلب امر کی طلب مین اسکو مکروہ نہین جانا اور غالباً کراہت اُس صورت مین ہوگی کہ اُس جگہ کو خاص کر دیا جاوے اور دوسرے لوگون کو اس مین نماز سے منع کیا جاوے اور جس صورت مین کہ ممانعت نہو کراہت کا موجب نہوگا تیسری صورت یہ ہے کہ منبر بعض صفون کو کاٹ دیتا ہے اور صف اول وہ ہے جو ایک صف ملی ہوئی منبر کے آگے ہو اور جو اسکے دونون طرف ہے وہ پوری نہین ہے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ صف اول وہ ہے جو منبر سے نکلی ہوئی اور اُسکے سامنے ہو اور اُنکا قول ٹھیک ہے کہ متصل یہی صف ہے اور اس مین بیٹھا ہوا آدمی خطیب کے سامنے ہوتا ہے اور اُسکا خطبہ سنتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بات کی رعایت نہ کی جاوے اور صف اول اسی کو کہین جو قبلہ سے قریب ہے۔ چوتھی یہ کہ بازارون اور مسجد کے چوک مین جو مسجد سے خارج ہو نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ اور بعض صحابہ لوگون کو مار کر چوکون مین سے اٹھا دیتے تھے پانچوین یہ کہ امام کے منبر پر جانے کے وقت نماز کو قطع کرے اور کلام بھی موقوف کرے بلکہ اول مؤذن کا جواب دے پھر خطبہ سننے مین مشغول ہو اور بعض عوام کی عادت ہو گئی ہے کہ جب مؤذن اذان کو اُٹھتا ہے تو وہ سجدہ کرتے ہین اور اسکی کچھ اصل حدیث مین اور آثار مین نہین ہان اگر اتفاقاً سجدۂ تلاوت اسوقت آ جاوے تو مضائقہ نہین کہ دعا کو بڑھا کر مانگے کیونکہ یہ وقت اچھا ہے اور اس سجدہ کے حرام ہونے کا حکم نہ کیا جاوے کہ حرمت اُسکی ثابت نہین اور حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص سنے

اور خاموش رہے اسکو دو ثواب ہین اور جو نہ سُنے اور چپکا رہے اسکو ایک ثواب ہی اور جو سُنے اور لغو بکے اسکو دو گناہ ہین اور جو نہ سنے اور لغو کہے اُسپر
ایک گناہ ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قال لصاحبہ والامام یخطب انصت اوصہ فقد لغا ومن لغا فلا جمعۃ لہ اس روایت سے معلوم ہوتا
ہی کہ چپ کرنا اشارہ سے خواہ کنکر مارنے سے ہونا چاہیے نہ بولنے سے۔ اور ابوذر کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے انھون
نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہی حضرت ابی نے اشارہ سے کہدیا کہ چپ رہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے
نیچے اُترے تو انھون نے حضرت ابوذر کو فرمایا کہ جاؤ تمھارا جمعہ نہین حضرت ابوذر نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کی تو آپنے فرمایا
کہ ابی نے سچ کہا ہی اور اگر امام سے دور ہو تو گفتگو نہ علم مین کرے اور نہ کسی چیز مین بلکہ چپ رہے اسلیے کہ گفتگو سے بھنبھناہٹ سننے والون تک پہونچیگی
اور جو شخص بولتا ہوا اُسکے حلقہ مین نہ بیٹھے پس جو شخص دوری کے باعث سننے سے عاجز ہو اسکو چاہیے کہ چپ رہے کہ یہی مستحب ہی اور جب کہ نماز حالت کی
حالت مین مکروہ ہی تو کلام بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ چار ساعتون مین نماز نفل مکروہ ہی اول فجر کے بعد دوم عصر کے
بعد سوم ٹھیک دوپہر مین چہارم جسوقت امام خطبہ پڑھتا ہو۔ ششم یہ کہ جمعہ کی اقتدا مین اُن امور کا لحاظ رکھے جنکو ہمنے جمعہ کے سوا اور نمازون
مین ذکر کیا ہی پس جب امام کی قرات کو سُنے تو سوا الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے اور جب جمعہ سے فارغ ہو تو بولنے سے پیشتر سات بار الحمد اور
سات بار قل ہو اللہ اور سات سات بار معوذتین پڑھے کہ بعض سلف سے مروی ہی کہ جو کوئی ایسا کریگا وہ جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بچا رہیگا اور
شیطان سے اسکو پناہ ملیگی اور مستحب ہی کہ نماز جمعہ کے بعد یون کہے اللھم یا غنی یا حمید یا مبدی یا معید یا رحیم یا ودود اغننی بحلالک عن حرامک
وبفضلک عمن سواک کہتے ہین کہ جو کوئی اس دعا پر مداومت کرے اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی مخلوق سے بے پروا کردے اور اسکو ایسے مقام سے روزی
دے کہ اُسکو گمان بھی نہو اسکے بعد جمعہ کے چھ رکعتین پڑھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتین پڑھتے
تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چار کی روایت کی ہی اور حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چھ کی روایت کی ہی اور یہ سب روایتین مختلف
حالات مین درست ہین تو افضل یہی ہی کہ اکمل روایت پر عمل کیا جاوے کہ سب پر عمل ہو جاوے۔ ہفتم یہ کہ نماز عصر کے پڑھنے تک مسجد ہی مین رہے
پھر اگر مغرب تک ٹھہرے تو زیادہ بہتر ہی۔ کہتے ہین کہ جو شخص نماز عصر مسجد جامع مین پڑھے تو اُسکو حج کا ثواب ہوتا ہی اور جو مغرب کی نماز بھی پڑھے تو اُسکو حج
اور عمرہ کا ثواب ہوتا ہی اس صورت مین اگر بناوٹ سے یا اور کسی طرح کی آفت اپنے اوپر آنے سے محفوظ نہو مثلاً لوگ اعتکاف کرو دیکھین گے یا بے فائدہ باتون مین
مبتلا ہونے کا خوف ہو تو بہتر یہ ہی کہ اپنے گھر کو خدا کا ذکر کرتا ہوا اور اسکی نعمتون کو سوچتا ہوا چلا آوے اور شکر کرے کہ اس نے توفیق عبادت دی اور
اپنی تقصیر سے ڈرتا رہے اور آفتاب کے ڈوبنے تک اپنے دل و زبان کی نگرانی رکھے تاکہ وہ ساعت شریفہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور مسجد جامع اور دوسری
مسجدون مین دنیا کی باتین نہ کرنی چاہیئین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آویگا کہ انکی باتین مسجدون مین دنیا کے امور ہونگے
اللہ کو انسے کچھ مطلب نہین تم انکے پاس مت بیٹھو چھٹا بیان اُن آداب کے ذکر مین جو ترتیب سابق سے خارج ہین اور جمعہ کے سارے دن مین عام
ہین اور وہ سات چیزین ہین۔ اول یہ کہ صبح کو یا نماز جمعہ کے بعد یا عصر کے بعد علم کی مجلسون مین حاضر ہو مگر قصہ گویون یعنی واعظون کی مجالس مین

[illegible]

نسائی ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور بروایت ابن عمر و طبرانی ... [illegible]

نہ جاوے کہ اُنکے کلام میں کچھ خیر نہیں اور سالک طریق آخرت کو چاہیے کہ جمعہ کے تمام دن میں خیرات اور دعاؤں سے خالی نہ رہے تاکہ وہ ساعت
شریف اسکو ملجائے جو بہتر ہی اور جو حلقے کہ نماز سے پہلے ہوں اُن میں نہ جانا چاہیے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز نماز سے پہلے حلقہ کرنے سے منع فرمایا ہی۔ مگر جس صورت میں کہ کوئی عالم ربانی ہو اور خدائے تعالیٰ کے انعامات
اور انتقامات کا ذکر کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھاتا ہو اور مسجد جامع میں صبح کے وقت وعظ کہتا ہو تو اُسکے پاس بیٹھے کہ اس میں صبح کو جاننا اور سننا
اس علم کا جو آخرت میں مفید ہو دونوں حاصل ہیں اور ایسے علم کا سننا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہی چنانچہ حضرت ابوذر روایت فرماتے ہیں کہ
مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہی۔ اور حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی
الارض وابتغوا من فضل اللہ یہ فرمایا ہی کہ اس سے مراد دنیا کی طلب نہیں بلکہ بیمار کی عیادت اور جنازہ کا شریک ہونا اور علم کا سیکھنا اور جس بھائی کو چاہو
فی اللہ ہو اُس سے ملنا مراد ہی اور اللہ تعالیٰ نے علم کو کلام مجید میں چند جا فضل فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما اور
فرمایا ولقد اتینا داؤد منا فضلا یعنی ہمنے داؤد کو علم دیا پس اس روز میں علم کا سیکھنا اور سکھانا افضل قربات میں سے ہی اور نماز قصہ گویوں کی مجلسوں سے
افضل ہی کیونکہ پہلے لوگ قصہ گوئی کو بدعت جانتے تھے اور قصہ گویوں کو جامع مسجد سے نکال دیتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مسجد جامع میں اپنی جگہ
پہ آئے دیکھا تو ایک قصہ گو اُسی جگہ میں بیان کر رہا ہی آپ نے فرمایا کہ میری جگہ سے اُٹھ جا اُسنے کہا کہ میں نہیں اُٹھتا میں تم سے پہلے آ کر
بیٹھا ہوں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کوتوال کو بلوا کر اسکو اُٹھوا دیا اگر بیان کرنا سنت ہوتا تو اسکا اُٹھانا کب جائز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہی کہ لا یقیمن احدکم اخاہ من مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن تفسحوا وتوسعوا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اگر کوئی شخص اپنی جگہ چھوڑ دیتا تو اُس میں
نہ بیٹھتے جبتک کہ وہ شخص اُسی جگہ نہ بیٹھے اور بروایت ہی کہ ایک قصہ گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے آنگن میں بیٹھا کرتا آپ نے حضرت ابن عمر کو کہلا بھیجا کہ
اس شخص نے اپنے قصوں سے مجھے ستا رکھا ہی اور ذکر اور تسبیح سے مجھکو روک دیا ہی آپ نے اُسکو اتنا مارا کہ ایک چھڑی اُسکی کمر پر توڑ دی پھر نکال دیا دوسری
یہ کہ جو ساعت جمعہ میں شریف ہی اُسکی نگرانی اور تاک اچھی طرح کرے کہ حدیث مشہور میں ہی کہ جمعہ میں کہ ایک ساعت ایسی ہی کہ اُسکو کوئی بندہ مسلمان اگر
خدا تعالیٰ سے کچھ سوال کرنے کے وقت میں پالیوے تو اللہ تعالیٰ اُسکو عنایت ہی کرتا ہی اور ایک روایت میں یوں ہی کہ اگر اس ساعت کو بندہ نماز پڑھنے کی حالت
میں پاوے۔ اور اس ساعت میں اختلاف ہی کہ کونسی ہی بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت آفتاب نکلنے کے وقت ہی اور بعضے زوال کے وقت اور بعضے اذان
کے ساتھ بتاتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ جب امام منبر پر چڑھکے خطبہ شروع کرتا ہی اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ جب لوگ نماز کو کھڑے ہوں اور بعضوں نے کہا ہی
کہ عصر کے وقت اختیاری کا آخر ہی اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ آفتاب کے غروب سے کچھ پیشتر ہی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُسوقت کی رعایت کرتی تھیں اور
اپنی خادمہ کو حکم فرماتیں کہ آفتاب کو دیکھتی رہ جب غروب ہونے کو ہو تو مجھکو اطلاع کر دینا آپ کی خادمہ ایسا ہی کرتی اُسوقت آپ دعا اور استغفار میں
مشغول ہوتیں یہانتک کہ آفتاب ڈوب جاتا اور فرماتیں کہ اسی ساعت کی تاک لگانی چاہیے اور اس مضمون کو اپنے پدر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم سے
اختیار کیا تھا۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ وہ ساعت تمام دن میں مبہم ہی جیسے شب قدر ہوتی ہی اسلیے کہ اُسکی تاک کی خواستگاری کثرت سے ہو۔ اور
بعضوں نے کہا ہی کہ وہ جمعہ کی ساعتوں میں بدلتی رہتی ہی جیسے شب قدر بدلتی رہتی ہی اور یہ قول بہت درست ہی اور اسکے لیے ایک بھید ہی جسکا ذکر
کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں مگر چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق کیا کرے کہ ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لہا اور

چونکہ روز جمعہ افضلین روز روں میں سے ہی تو بندہ کو چاہیئے کہ جمعہ کے تمام دن میں اُن نفحات کا جو یا حضور دل اور ملازمت ذکر کے ساتھ دنیا کے وسوسوں سے
برکنار ہو کر رہے شاید اُن نفحات میں سے کچھ اسکو بھی نصیب ہوجاوے۔ اور کعب بن احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ساعت روز جمعہ کی آخر ساعت ہے یعنی غروب کے
وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر ساعت کیسے ہوسکتی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ جس بندہ کو وہ ساعت
نماز پڑھتے میں ملجاوے اور آخر ساعت نماز کا وقت نہیں کعب احبار نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص بیٹھکر انتظار نماز کا کرے وہ
نماز ہی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ البتہ فرمایا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو یہی نماز ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے
اور حضرت کعب احبار اس بات کی طرف مائل تھے کہ یہ ساعت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اُن لوگوں کے لیے جو اس دن کے حقوق پر قائم رہے تو اس
رحمت کو اُسوقت دینا چاہیے جب کام سے فارغ ہولیں حاصل یہ کہ یہ وقت اور جسوقت امام منبر پر چڑھتا ہے دونوں شریف ہیں چاہیئے کہ دونوں میں دعا بہت
مانگے **تیسری** یہ کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت کرے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھپر جمعہ کے روز اسی بار درود بھیجے
اللہ تعالیٰ اُسکے گناہ اسی برس کے بخشدے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ درود آپ پر کسطرح بھیجیں فرمایا اسطرح کہو اللھم صل علی محمد عبدک و نبیک و
رسولک النبی الامی اور ایک عقد کرو یعنی یہ ایک بار ہوا اسی طرح اسی بار اُسکو پورا کرو۔ اور اگر درود ان الفاظ سے کہو اللھم صل علی محمد و علی آل محمد صلوۃ تکون لک
رضاء و لحقہ اداء واعطہ الوسیلۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ما ھو اھلہ واجزہ افضل ما جازیت نبیا عن امتہ وصل علی جمیع اخوانہ من النبیین و
الصالحین یا ارحم الراحمین سات بار کہو تو یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی اس درود کو سات جمعہ پڑھے اور ہر جمعہ میں سات مرتبہ کہے تو اُسکے لیے شفاعت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی واجب ہے۔ اور اگر یہ منظور ہو کہ درود کے الفاظ زیادہ ہوں تو یہ درود جو ماثور ہے اُسکو پڑھے اللھم اجعل فضائل صلواتک و نوامی برکاتک
و شرائف زکواتک و رافتک و رحمتک و تحیتک علی محمد سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین و رسول رب العالمین قائد الخیر و فاتح البر و نبی الرحمۃ و سید الامۃ
اللھم ابعثہ مقاما محمودا تزلف بہ قربہ و تقر بہ عینہ یغبطہ بہ الاولون والآخرون اللھم اعطہ الفضل والفضیلۃ والشرف والوسیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والمنزلۃ الشامخۃ المنیفۃ اللھم
اعط محمدا سولہ و بلغہ مامولہ واجعلہ اول شافع و اول مشفع اللھم عظم برہانہ و ثقل میزانہ و ابلج حجتہ و ارفع فی اعلی المقربین درجتہ اللھم احشرنا فی زمرتہ و اجعلنا من
اہل شفاعتہ واحینا علی سنتہ و توفنا علی ملتہ و اوردنا حوضہ و اسقنا بکاسہ غیر خزایا ولا نادمین و لا شاکین ولا مبدلین ولا فاتنین ولا مفتونین آمین یا
رب العالمین غرض کہ جو کوئی ان الفاظ درود کے اُس روز پڑھے گا گو تشہد ہی کے درود ہوں تو درود پڑھنے والا کہا جاویگا اور چاہیئے کہ درود پر استغفار

بھی اضافہ کرے کہ جمعہ کے روز استغفار بھی مستحب ہی چوتھی یہ کہ قرآن کی تلاوت زیادہ کرے خصوصاً سورۂ کہف پڑھے کہ حضرت ابن عباس رضؓ اور
حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہی کہ جو شخص جمعہ کے دن یا اُسکی شب مین سورۂ کہف پڑھے تو اُسکو اُسکے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک نور عطا کیا جاوے گا
اور دوسرے جمعہ تک مع تین روز زیادہ کی مغفرت کیجاویگی اور اُسپر ستر ہزار فرشتے صبح ہونے تک رحمت بھیجتے ہین اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب
اور برص اور جذام اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہی اور مستحب یہ ہی کہ اگر ہو سکے تو قرآن کو جمعہ کے دن یا اُسکی شب مین ختم کرے اور اگر قرآن رات کو
پڑھا کرتا ہو تو صبح کی سنتون مین اُسکو ختم کرے یا مغرب کی سنتون مین یا جمعہ کی اذان اور تکبیر کے درمیان ختم کرے کہ اس کا بڑا ثواب ہی
اور عابد جمعہ کے روز سورہ اخلاص ہزار بار پڑھنا مستحب جانتے تھے اور کہتے ہین کہ جو کوئی سورۂ اخلاص کو دس رکعتون مین یا بیس مین
ہزار بار پڑھے تو ایک ختم کرنے سے افضل ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہزار بار پڑھتے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہزار بار
پڑھا کرتے۔ اور اگر جمعہ کے دن یا رات مین چھ مسبّحات یعنی بنی اسرائیل اور حدید اور صف اور جمعہ اور تغابن اور اعلیٰ پڑھے تو بہتر ہی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہین ہی کہ کسی روز مین معین سورتین پڑھتے ہون بجز شب اور روز جمعہ کے کہ شب جمعہ
کی مغرب مین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور اُس رات کی عشا مین سورۂ جمعہ اور منافقون اور یہ بھی مروی ہی
کہ آپ ان دونون سورتون کو جمعہ کی دو رکعتون مین پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کی صبح مین سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دہر پڑھا کرتے تھے پانچوین
یہ کہ جب مسجد جامع مین داخل ہو تو جبتک چار رکعتین اس طرح نہ پڑھ لے کہ ہر رکعت مین پچاس دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے کہ کل دو سو بار ہو جاوین
تب تک نہ بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ جو شخص یہ عمل کریگا وہ مرنے سے پیشتر اپنا ٹھکانا جنت مین دیکھ لیگا اور دوگانہ تحیت بھی فروگذاشت
نہ کرے اگرچہ امام خطبہ پڑھتا ہو مگر اس صورت مین جلد مختصر پڑھ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لیے ایسا ہی امر فرمایا ہی اور ایک حدیث غریب مین
ہی کہ ایک شخص کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے چپ ہو گئے تھے یہانتک کہ وہ شخص دوگانہ تحیت سے فارغ ہو گیا پس کوفیون کا یہ قول ہی کہ
اگر امام خاموش رہے تو دوگانہ ادا کرے اور اُسدن مین یا اُسکی شب کو مستحب ہی کہ چار رکعتین چار سورتون کے ساتھ یعنی انعام اور کہف اور طٰہٰ اور یٰسین پڑھے اور
اگر یہ یاد نہو تو یٰسین اور الم سجدہ اور دخان اور سورۂ ملک پڑھے اور ان چارون سورتون کا پڑھنا شب جمعہ مین ترک نہ کرے کہ ان مین بہت ثواب ہی اور
جسکو اچھی طرح یاد نہو تو جو سورت اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اُسی کو پڑھے کہ ایک ختم کا ثواب ملتا ہی اور سورۂ اخلاص کو کثرت سے پڑھے اور مستحب ہی کہ صلوٰۃ التسبیح
پڑھے چنانچہ اُسکی کیفیت نوافل کی فصل مین مذکور ہو گی۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو ارشاد فرمایا تھا کہ اُسکو ہر جمعہ
مین پڑھو اور حضرت ابن عباس رضؓ اس نماز کو جمعہ کے روز زوال کے بعد ترک نہ کرتے اور اسکا بہت بڑا ثواب بیان فرماتے اور بہتر یہ ہی کہ وقت کی تقسیم اسطرح
کرے کہ صبح سے زوال تک تو نماز کے لیے اور جمعہ کے بعد سے عصر تک علم کے سننے کے لیے اور عصر سے مغرب تک تسبیح اور استغفار کے لیے مقرر کر دے چھٹی
یہ کہ اس خاص دن مین صدقہ دونا ثواب رکھتا ہی بشرطیکہ ایسے کو نہ دے جو امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت مانگے اور امام کے کلام مین بولتا جاوے کہ ایسے شخص کو دینا
مکروہ ہی صالح پسر امام احمد رحؒ کہتے ہین کہ جمعہ کے روز ایک مسکین نے امام کے خطبہ پڑھنے مین سوال کیا اور وہ میرے باپ کے برابر تھا ایک شخص نے میرے
باپ کو ایک ٹکڑا چاندی کا دیا کہ سائل کو دیدوین میرے باپ نے اسکو نہ لیا۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ جو شخص مسجد مین مانگے وہ
اس بات کا مستحق ہو چکا کہ اس کو نہ دیا جاوے اور جب قرآن پر مانگے تو اُس کو مت دو۔ اور بعض علما نے ایسے سائلون کو صدقہ دینا

۱۳ سے ۱۸ روایت بیہقی ۱۹ سے بروایت ابو سعید بیان کیا ہی اور بروایت ابن عباس و ابو ہریرہ بطور تین علی ۱۲ ۲۰ بیہقی بروایت جابر ابن سمرہ ۱۲ ۲۱ مسلم بروایت ابن عباس [illegible]

جو مسجد جامع مین لوگون کی گردنون پر کود کر جاوین مکروہ فرمایا ہی لیکن اگر ایک جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھکر مانگین اور گردنون پر نہ پھاندین تو مضائقہ نہین۔ اور کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے لیے آوے پھر لوٹ کر دو چیزین مختلف صدقہ کی قسم سے خیرات کرے اور دوبارہ آکر دوگانہ نفل پڑھے اور اُسکا رکوع اور سجدہ خوب کامل طور پر ادا کرے پھر یون کہے اللّٰہم انی اسألک باسمک بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم و باسمک الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم لا تأخذہ سنۃ ولا نوم تو اسکے بعد جو دعا اللہ سے مانگیگا وہ اللہ تعالیٰ اسکو عنایت فرماویگا۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ جو شخص جمعہ کے روز مسکین کو کھانا کھلاوے سویرے پھر جاکر جمعہ مین شریک ہو اور کسی کو ایذا نہ دے پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحی القیوم اسألک ان تغفر لی وترحمنی وان تعافنی من النار پھر جو دل مین دعا آوے وہ مانگے اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول فرماوے گا۔ **ساتوین** یہ کہ جمعہ کو آخرت کے واسطے مقرر کرے اور اُس مین تمام دنیا کے کامون سے باز رہے اور وظیفہ کثرت سے پڑھے اور سفر جمعہ کو شروع نہ کرے کہ مروی ہی کہ جو کوئی شب جمعہ کو سفر کرتا ہی اُسکے دونون فرشتے اُسپر بد دعا کرتے ہین اور جمعہ کی فجر کے بعد تو سفر حرام ہی بشرطیکہ قافلہ فوت نہوتا ہو۔ اور بعض سلف نے فرمایا ہی کہ مسجد مین سقہ سے پانی مول لینا پینے کے لیے یا سبیل کرنے کو مکروہ ہی کہ اس سے مسجد مین خرید کرنے والا ہو جاوے گا حالانکہ خرید و فروخت مسجد کے اندر مکروہ ہی اور کہتے ہین کہ اگر سقہ اُس کو باہر دے پھر مسجد کے اندر پانی پئے یا سبیل کرے تو مضائقہ نہین حاصل یہ کہ جمعہ کے روز وظائف اور خیرات زیادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہی تو اس سے عمدہ وقتون مین عمدہ کام لیتا ہی اور جب بندہ کو مبغوض جانتا ہی تو فضل وقتون مین اس سے بُرے کام لیتا ہی تاکہ یہ بُرے اعمال اُس کے عذاب مین زیادہ دردناک اور سخت تر غضب کا باعث ہون کہ وقت کی برکت سے محروم رہا اور اُس کی حرمت نہ رکھی۔ اور جمعہ کی دعاؤن کا پڑھنا مستحب ہی اور عنقریب باب الدعوات مین ہم اُنکو لکھین گے انشاء اللہ تعالیٰ وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

چھٹی فصل متفرق مسائل کے ذکر مین جن مین اکثر لوگ مبتلا ہین اور آخرت کے طالب کو اُنکے معلوم کرنے کی ضرورت ہی اور مسائل جو کم واقع ہوتے ہین اُنکو ہم نے کامل طرح پر فقہ کی کتابون مین مندرج کیا ہی۔ **مسئلہ** تھوڑے فعل سے اگرچہ نماز باطل نہین ہوتی مگر بدون حاجت کے مکروہ ہی اور حاجت کی صورت یہ ہی کہ جو سامنے کو گذر جاتا اُسکو ہٹا دے اور بچھو کے اگر کاٹنے کا ڈر ہو اُسکو ایک یا دو جوتون مین مار دے لیکن اگر تین جوتین ہونگی تو فعل کثیر ہو جاوے گا اور نماز جاتی رہیگی اسی طرح جون اور پسو سے اگر ایذا پہونچے تو اُنکو دفع کر دے یا خارش ایسی معلوم ہو کہ اسکے کھجلانے کے بدون خشوع ابتر ہو جاوے تو بدن کھجلا لے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جون اور پسو کو نماز کے اندر پکڑ لیتے تھے اور حضرت ابن عمر نماز مین جون کو مار دیتے تھے یہانتک کہ اُسکے خون کا نشان اُنکے ہاتھ پر ہو جاتا تھا۔ اور نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہی کہ جون کو پکڑ کر سست کر دے اور اگر مار ڈالے تب بھی کچھ خرابی نہین۔ اور ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ اُسکو پکڑ کر سست کر دے پھر پھینک دے۔ اور مجاہد کا قول ہی کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو چھوڑے رکھے جبتک اُتنی ایذا نہ دے جس سے نماز مین دھیان بٹے اُسوقت اُسکو اتنا سست کر دے کہ ایذا نہ دے اور ڈال دے اور یہ صورت اجازت کی ہی ورنہ کمال تو یہی ہی کہ فعل اگرچہ تھوڑا ہو اس سے بھی احتراز کرے اور اسیوجہ سے بعض اکابر مکھی کو نہین ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اپنے نفس کو اس بات کا عادی نہین کرتا ورنہ میری نماز کو خراب کر دیا کریگا اور مین نے سُنا ہی کہ فاسق تو بادشاہون کے سامنے بہت سی ایذا پر صبر کرتے ہین اور جنبش نہین کرتے اور جب جمہائی لے تو اپنے ہاتھ کو منھ پر رکھنے کا مضائقہ نہین بلکہ ہاتھ کا رکھنا بہتر ہی اور اگر نماز مین چھینک آوے تو الحمد للہ اپنے دل مین کہہ لے زبان نہ ہلاوے اور اگر ڈکار آوے

تو چاہیئے کہ اپنا سر آسمان کی طرف کو نہ اٹھاوے اور اگر چادر لٹک جاوے تو اسکو برابر نہ کرنا چاہیئے اور یہی حال عمامہ کے کنارون کا ہی غرض کہ اس قسم کے سب فعل مکروہ ہین بدون ضرورت کے نہ کرنے چاہیئین **مسئلہ** جوتیون سمیت نماز پڑھنی درست وجائز ہی اگرچہ اُن کا نکالنا سہل ہو اور موزون سے جو نماز درست ہی تو یہ نہین کہ اُنکے نکالنے کی دقت کی وجہ سے اجازت دی گئی ہو بلکہ یہ نجاست معاف ہی اور یہی حال پائتابون کا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیون کے ساتھ نماز پڑھی پھر اُنکو نکال دیا تو صحابہ نے بھی اپنی جوتیان نکال ڈالین نماز کے بعد آپ نے اُن سے پوچھا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اُتارین انھون نے عرض کیا کہ ہمنے آپ کو دیکھا کہ جوتیان اُتار دین تو ہمنے بھی اُتار دین آپنے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھکو خبر دی کہ ان مین نجاست ہی اس لیے مین نے اُتار دین پس جب کوئی تم مین سے مسجد مین قصد کرے تو چاہیئے کہ جوتیون کو لوٹ کر دیکھ لے اگر اُن مین کچھ نجاست پاوے تو اُنکو زمین سے رگڑ دے اور اُن سے نماز پڑھ لے اور بعضون نے فرمایا ہی کہ جوتیون سے نماز پڑھنی افضل ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمنے اپنی جوتیان کیون اُتارین اور یہہ قول اُن بزرگ کا مبالغہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اسلیے نہین پوچھا کہ ترک افضل کیون کیا بلکہ اسلیے استفسار فرمایا تھا کہ اُنکے سامنے اپنی جوتیان اُتارنیکا سبب بیان فرما دین کہ انھون نے آپ ہی کی موافقت کے باعث اُتارین تھین اور عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیان نکال کر بھی نماز پڑھی ہی اسلیے معلوم ہوا کہ دونون باتین آپ نے کی ہین پس جو کوئی اپنی جوتیان نکال لے تو چاہیئے کہ اپنے دہنے اور بائین طرف نہ رکھے کہ اس سے جگہ تنگ ہوگی اور جماعت ٹوٹے گی بلکہ اُنکو اپنے سامنے رکھے اور پیچھے بھی نہ رکھے ورنہ دل کا التفات اُس طرف رہیگا اور کیا عجب ہی کہ جو لوگ جوتیون سمیت نماز کو افضل کہتے ہین وہ اسی لحاظ سے کہتے ہون کہ نکالنے کی صورت مین دل کا التفات اُنکی طرف رہیگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جب کوئی نماز پڑھے تو چاہیئے کہ اپنی جوتیان ٹانگون کے بیچ مین کرے۔ اور حضرت ابوہریرہ نے ایک شخص کو فرمایا کہ ان کو اپنی ٹانگون کے درمیان کر لو اور ان سے کسی مسلمان کو تکلیف مت دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اپنی بائین طرف رکھ لیا تھا اور آپ امام تھے تو امام کو جائز ہی کہ وہ بائین طرف رکھے کیونکہ اُسکے برابر تو کوئی کھڑا ہی نہوگا کہ اُسکو تکلیف ہو اور بہتر یہ ہی کہ اُنکو دونون قدمون کے بیچ مین نہ رکھے کہ اُسکا دھیان بانٹین بلکہ قدمون کے آگے رکھے اور غالباً یہی مراد اس حدیث سے ہی جو اوپر مذکور ہوئی کہ جوتیان ٹانگون کے بیچ مین رکھے یعنی قدمون کے آگے رکھے اُنکے بیچ مین نہ رکھے حضرت جبیر بن مطعم نے فرمایا ہی کہ آدمی کا جوتیون کو قدمون کے بیچ مین رکھنا بدعت ہی **مسئلہ** جب نماز مین تھوک دے تو نماز باطل نہوگی اسلیے کہ تھوڑا فعل ہی اور جب تک کہ تھوکنے سے آواز نہ پیدا ہوگی اُسکو کلام مین شمار نہ کرینگے علاوہ ازین کلام کے حروف کی طرح پر تھوکنے کی آواز ہوتی بھی نہین مگر پھر بھی تھوکنا مکروہ ہی اُس سے احتراز کیا جاوے مگر جس طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہی اُسطرح تھوکے تو مکروہ نہین چنانچہ کسی صحابی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین تھوک دیکھا تو نہایت غصہ ہوئے پھر اُسکو ایک شاخ خرما سے جو آپکے ہاتھ مین تھی کھرچا اور فرمایا کہ تھوڑی زعفران لاؤ پس تھوک کے نشان پر زعفران لگا دی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم مین سے کون پسند کرتا ہی کہ اُسکے منھ پر تھوکا جاوے لوگون نے عرض کیا کہ یہ امر کوئی نہین پسند کرتا آپنے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی نماز مین داخل ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہی اور بعض روایت مین یہ ہی کہ خدا تعالیٰ اُسکے منھ کے سامنے ہوتا ہی تو اپنے منھ کے سامنے تھوکنا نہ چاہیئے اور نہ دہنی

ح ۱- ابوداؤد و حاکم بروایت ابو سعید
ح ۲ مسلم بروایت عبد اللہ بن السائب ۱۲
ح ۳ ابوداؤد ۱۲
ح ۴ مسلم بروایت عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ
ح ۵ مسلم بروایت جابر رضی اللہ عنہ ۱۲

طرف کو تھوکے بلکہ بائین طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوک دے (یعنی جب مسجد مین نماز نہ پڑھتا ہو اور جگہ پڑھتا ہو) اور اگر کوئی ایسی ہی ضرورت
آپڑے تو چاہیئے کہ اپنے کپڑے مین تھوکے اور اُسکو یون کر ڈالے یعنی آپ نے کپڑے کو ملکر فرمادیا کہ ایسے ملدے **مسئلہ** مقتدی کے کھڑے ہونے کے لیے سنت اور
فرض ہی سنت یہ ہی کہ ایک مقتدی ہو تو امام کی دہنی طرف تھوڑا اس سے دبکر کھڑا ہو اور اکیلی عورت امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر امام کے برابر
کھڑی ہو جاوے تب بھی ضرر نہین مگر خلاف سنت ہی اور اگر مقتدی مرد بھی ہو تو مرد امام کے دہنی طرف کھڑا ہو اور عورت اُسکے پیچھے کھڑی ہو
اور اکیلا آدمی صف کے پیچھے نہ کھڑا ہو بلکہ یا صف مین شامل ہو جاوے یا اپنے برابر کسی کو کھینچ لے اور اگر اکیلا ہی کھڑا رہا تو اُسکی نماز کراہت کے
ساتھ درست ہوگی- اور مقتدی کے کھڑے ہونے مین فرض صف کا ملا رہنا ہی یعنی مقتدیون اور امام مین کوئی رابطہ جامع ہونا چاہیئے کہ جماعت
پڑھتے ہین جسکے معنی ساتھ ہونے کے ہین تو دونون مین جمعیت کا مضمون رہے پس اگر دونون ایک مسجد مین ہون تو مسجد دونون کی جامع ہی
اسلیے کہ وہ اکٹھا کرنے ہی کو بنی ہی تو اب حاجت صف کے اتصال کی نہین بلکہ اتنا چاہیئے کہ امام کے افعال کو پہچانے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
نے مسجد کی پشت پر امام کے ساتھ نماز پڑھی ہی اور جب کہ مقتدی مسجد کے صحن مین ہو جو راستے مین پڑتا ہی یا جنگل مین امام اور مقتدی دونون کھلے
اور دونون کے بیچ مین کسی عمارت کی آڑ نہو تو مقتدی کا قریب ہونا امام سے ایک تیر کے پلے کی مقدار کافی ہی کیونکہ ایک کا فعل دوسرے کو
معلوم ہو سکتا ہی مگر جس صورت مین کہ مقتدی مسجد کے دہنے یا بائین طرف کے مکان کے صحن مین ہو اور اُس مکان کا دروازہ مسجد سے لگا ہوا ہو
تو اُس مین یہ شرط ہی کہ مسجد کی صف ہوتے ہوتے اُس مکان کی ڈیوڑھی مین سے ہوکر صحن تک جاوے بیچ مین سے جدا نہو تو اُس صف مین
یا اُسکی پچھلی صف مین جو مقتدی ہوگا اُسکی نماز ہو جاویگی اور جو شخص اس صف کے آگے ہوگا اُس کی نماز نہوگی غرض کہ مختلف عمارتون کا سب کا
یہی حال ہی اور اگر ایک ہی عمارت یا میدان وسیع ہو تو اُسکا حال مثل جنگل کے ہی **مسئلہ** مسبوق جو امام کے ساتھ پچھلی رکعتون مین ملا ہو وہ اُسکی
شروع نماز ہوتی ہی پس چاہیئے کہ امام کی موافقت کرے اور اس نماز پر اپنی باقی نماز بنا کرے اور صبح کی نماز مین اپنی نماز کے آخر مین قنوت پڑھے
اگرچہ امام کے ساتھ پڑھ لیا ہو اور اگر امام کے ساتھ مین کسی قدر قیام ملے تو دعا نہ پڑھے بلکہ الحمد آہستہ پڑھنا شروع کر دے یہ اگر پوری نہ پڑھ چکا ہو
تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اگر یہ جانے کہ امام کے ساتھ قومہ مین ملجاویگا تو تمام پڑھ لے اور اگر یہ نہو سکے تو امام کے ساتھ رکوع مین شریک ہو جاوے
اور تھوڑی سی الحمد جو پڑھ لی ہی اُسی کو کل کا حکم ہوگا اور باقی اُس سے ساقط ہو جاویگی اور اگر امام نے رکوع کیا اور مقتدی سورۃ
پڑھتا ہی تو سورت کو چھوڑ کر امام کی تبعیت کرے اور اگر امام کو سجدہ مین پاوے یا تشہد مین پاوے تو تکبیر تحریمہ کہکر بیٹھ جاوے دوبارہ اللہ اکبر نہ کہے
بخلاف اس صورت کے کہ امام کو رکوع مین پاوے کہ یہان تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر رکوع مین جھکتے وقت کہے کیونکہ تکبیرین انتقالات
کے لیے ہین تو رکوع مین جانا تو محسوب ہی اسکے باعث رکعت ملجاتی ہی اسلیے اسکی تکبیر کہنی چاہیئے اور جو انتقال کہ امام کی جہت سے کرنا پڑے جیسا کہ
اکیلا ہونے مین اُس وقت نہ کرتا تو ایسے امر کے لیے تکبیر کہنی بے موقع ہوگی اور رکعت مقتدی کو جب ہی تک ملیگی کہ امام کے رکوع کی حد مین ہوتے
ہوئے یہ بھی رکوع اطمینان سے کرے اگر رکوع مین اچھی طرح نہین جانے پایا تھا کہ امام رکوع کرنے والون کی حد سے نکل گیا تو اسکی یہ رکعت فوت ہو گئی
مسئلہ جس شخص کی ظہر قضا ہو گئی اور عصر کا وقت آگیا تو اول ظہر پڑھے پھر عصر لیکن اگر عصر کو اول پڑھیگا تب بھی کافی ہوگا مگر ترک اولیٰ ہوگا اور
شبہہ خلاف مین داخل پھر اگر عصر کی جماعت ملجائے تو اول عصر ہی پڑھے اور اسکے بعد ظہر ادا کرے کیونکہ ادا نماز کے لیے جماعت ہی بہتر ہی

اگر اول وقت میں تنہا نماز پڑھ لی پھر جماعت ملگئی تو جماعت میں نماز وقت کی نیت کرکے شامل ہوجاوے اللہ تعالیٰ جونسی ان دونوں میں سے چاہیگا
اُسکے حق میں محسوب فرماویگا اور اگر جماعت میں قضا یا نفل کی نیت کرے تب بھی درست ہے۔ اور اگر نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی پھر دوسری جماعت
ملگئی تو اس جماعت میں قضا یا نفل کی نیت سے شریک ہو کیونکہ نماز وقتی جو جماعت کے ساتھ ادا ہو چکی ہے اُسکو دوبارہ ادا کرنے کا کوئی سبب
نہیں اول صورت میں ثواب جماعت ملنے کا احتمال تھا وہ بھی یہاں نہیں رہا **مسئلہ** جو شخص نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر نجاست دیکھے تو
مستحب ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے مگر دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے اور اگر عین نماز پڑھنے میں یہ صورت ہو تو کپڑا نجس الگ کردے اور نماز پوری کرے
اور از سر نو پڑھنا مستحب ہے اور اصل اس باب میں قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں اُتارنے کا ہے کہ جب آپکو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
خبر دی کہ اُنمیں نجاست ہے تو آپ نے جوتیاں اُتار ڈالیں اور نماز کو از سر نو نہیں پڑھا **مسئلہ** جو شخص تشہد اول یا قنوت یا اول قعدہ میں
درود چھوڑدے یا بھول کر کوئی ایسا کام کرے کہ اگر جانکر کرتا تو اُس سے نماز باطل ہوجاتی یا شک کرے کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار
تو وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور دو سجدہ سہو کے سلام سے پیشتر کرے اور اگر بھول جاوے تو سلام کے بعد اگر قریب ہی یاد آجاویں کرے پس
اگر بعد سلام کے سجدہ سہو کیا اور بے وضو ہو گیا تو نماز باطل ہوجاویگی کیونکہ سلام کے بعد جب اُسنے سجدہ کیا تو گویا سلام کو بھول میں داخل کردیا کہ
بے موقع ہو گیا اُس سے نماز پوری نہوئی اور نماز میں پھر سے مشغول ہو گیا اسی جہت سے بے وضو ہونا نماز کے اندر واقع ہوا اور پہلا سلام
بے محل ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو کے بعد پھر نئے سرے سے سلام کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر سجدۂ سہو مسجد سے نکلنے کے بعد بہت دیر پر یاد آوے تو
اسکا تدارک نہیں ہو سکتا **مسئلہ** نماز کی نیت میں وسوسہ کرنے کا سبب یا تو عقل کی خرابی ہے یا شریعت سے جاہل ہونا اسلیے کہ اللہ تعالےٰ
کے حکم کو ماننا ایسا ہی ہے جیسا اُسکے غیر کے حکم کو ماننا اور قصد کے اعتبار سے جیسے اُسکی تعظیم ویسی ہی غیر کی تعظیم ہے مثلاً اگر کسی شخص پر کوئی
عالم داخل ہو اور وہ اُسکے لیے کھڑا ہو جاوے تو اسوقت اگر یہ کہے کہ نیت کرتا ہوں سیدھا کھڑے ہونے کی اس فاضل کی تعظیم کو اُسکے فضل کی جہت سے
اُسکے آنے کے ساتھ ہی اپنا منہ اُسکی طرف کرے تو ظاہر ہے کہ یہ شخص کم عقل ہوگا بلکہ جب عالم کو دیکھا اور اُسکے فضل کو جانتا ہے تو اسیوقت میں اُسکی
تعظیم کا سبب ٹھہرا اور اسکو کھڑا کر دیا تو تعظیم کرنے والا ہوگا بشرطیکہ اور کسی کام کو یا غفلت میں نہ اُٹھا ہو اور نماز کی نیت میں ظہر کا ہونا اور ادا اور فرض کا
ہونا امتثال امر کے باب میں شرط ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے آنے والے کے لیے آتے ہی کھڑا ہونا اور اُسکی طرف متوجہ کرنا اور کسی باعث کا نہونا اور اس کھڑے ہونے سے اُسکی
تعظیم کا قصد کرنا ہونا کہ واقع میں تعظیم ہو کیونکہ اگر مثلاً اُسکی طرف کو پشت پھیر کر کھڑا ہوگا یا ٹھہر رہیگا اور دیر کے بعد کھڑا ہوگا تو تعظیم کرنیوالا نہوگا پھر ان صفات کا معلوم
اور مقصود ہونا ضروری ہے اور نفس میں اُنکا حاضر ہونا ایک لحظہ میں طول نہیں چاہتا بلکہ طول اس میں ہوتا ہے کہ ایسے الفاظ کو مرتب کیا جاوے جو ان صفات پر دال
ہوں خواہ زبان سے ادا کیے جاویں یا دل میں سوچے جاویں غرض جو شخص نماز کی نیت اسطرح پر نہیں سمجھتا وہ گویا نیت ہی کو نہیں سمجھتا کیونکہ نیت میں صرف
اتنی ہی بات ہے کہ جب آدمی کو نماز کے وقت نماز کے لیے بلایا گیا اُسنے امتثال امر کیا اور کھڑا ہو گیا اب وسوسہ کرنا جہالت محض ہے کیونکہ یہ مقصود اور یہ علوم نفس میں ایک ہی
حالت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں انکے افراد کی تفصیل ذہن میں اسطرح نہیں ہوتی کہ نفس اُن کو دیکھے اور سوچے اور نفس میں چیز کا حاضر ہونا اور چیز ہے اور فکر سے
اُسکی تفصیل جاننی اور بات ہے اور حاضر ہونا غیبت اور غفلت کے مقابل ہے گو حضوری مفصل طور پر نہو مثلاً جو شخص حادث کو جانے تو وہ اُسکو ایک ہی حالت میں جان لیگا
حالانکہ حادث کا جاننا متضمن بہت سے علوم کو ہے جو حاضر ہیں گو مفصل نہیں یعنی جو حادث کو جانیگا وہ موجود اور معدوم اور پہلے ہونے اور پیچھے ہونے اور زمانے کو

بھی جانیگا اور اس بات کو بھی جانیگا کہ عدم کو تقدم ہوتا ہے اور وجود کو تاخر پس ان باتوں کو جاننا حادث کے جاننے میں متضمن ہے اسوجہ سے کہ حادث کا
جاننے والا اگر اور بات کو نجانے اور اُس سے اگر سوال کیا جاوے کہ بھلا تمنے کبھی تقدم یا تاخر یا عدم کو یا عدم کے تقدم یا وجود کے تاخر یا زمانے کو جو متقدم اور
متاخر ہوتا ہے معلوم کیا ہے اور وہ کہے کہ میں نے کبھی نہیں جانا تو وہ جھوٹا ہوگا اور اُسکا یہ کہنا اسکے مخالف پڑیگا کہ میں حادث کو جانتا ہوں اسی دقیقہ کے نجاننے سے
وسواس کا پھیرتا ہے کہ وسواسی اپنے نفس پر زور دیکر چاہتا ہے کہ اپنے دل میں ظہر ہونے اور ادا ہونے اور فرض ہونے کو ایک حالت میں حاضر کرے پھر اسکی تفصیل
الفاظ سے کرے اور خود اُس تفصیل کو دیکھے اور یہ بات ہو نہیں سکتی اگر بالفرض اسبات کی تکلیف اپنے نفس پر عالم کے پیدا ہونے کے باب میں کریگا تو اُسپر
دشوار ہوگا غرض کہ اس حال کے جاننے سے وسواس دور ہو جاتا ہے کہ خدا تعالی کے حکم کی فرمانبرداری نیت کے باب میں اسی طرح ہے جیسے غیر کے امر کی فرمانبرداری
ہوتی ہے پھر ہم تسہیل اور رخصت کے طور پر اتنی بات اور کہتے ہیں کہ اگر وسواسی نیت اسی کا نام سمجھتا ہے کہ یہ ساری باتیں مفصل حاضر کرنے سے
ہونگی اور اسکے نفس میں امتثال یکبارگی صورت نہیں پکڑتا تو اگر اثنا ے تکبیر میں اول سے آخر تک ان امور میں سے کسی قدر کو حاضر کریگا اسطرح کہ تکبیر کے پورا
ہونے تک نیت حاصل ہو جاوے تو یہ بھی اُسکو کافی ہوگا ہم اُسکو تکلیف نہیں دیتے کہ ساری باتیں تکبیر کے اول یا اسکے آخر میں جمع کرے کیونکہ یہ تکلیف نہایت
شدید ہے اگر اسکا حکم ہوتا تو پہلے لوگوں سے اُسکی پرسش ہوتی اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نیت میں وسوسہ کرتا اور یہ کہ حال سے سوال نہونا اور صحابہ کا وسوسہ نکرنا
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسکا منشا سہولت پر ہے اسی جہت سے وسواسی کو جسطرح پر نیت آسانی سے [illegible] اسیطرح قناعت کرے تاکہ اسکا عادی ہو جاوے
اور وسوسہ دور ہو اور اپنے نفس سے اسکی تحقیق کی طلب نکرے کہ تحقیق سے وسوسہ بڑھتا ہی ہے [illegible] ہم نے چند فتاوی میں ان علوم اور فنون کی
تفصیل کے باب میں جو نیت کے متعلق ہیں ذکر کی ہیں اُنکو دریافت کرنے کی حاجت [illegible] علما کو ہوتی ہے [illegible] اور وسواس زیادہ کرتا ہے اسی جہت سے
یہاں نہیں لکھی مسئلہ مقتدی کو امام سے آگے ہونا رکوع اور سجدہ اور اُنکے دونوں سے اٹھنے کی حالت میں اور تمام افعال میں نچاہیے اور یہ مناسب ہے کہ
اُسکے ساتھ ہی اعمال بجا لاوے بلکہ اسکی متابعت کرے اور پیچھے پیچھے ارکان ادا کرے کیونکہ اقتدا کے یہی معنی ہیں اور اگر امام کے برابر ہی عمداً افعال کریگا تو بھی نماز باطل
نہوگی جیسے کھڑے ہونے میں امام کے برابر کھڑا ہو جاوے اُس سے پیچھے نہ کھڑا ہو پس اگر امام سے ایک رکن [illegible] اسکی نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے
اور قریب یہی ہوا ہے کہ باطل ہونے کا حکم کیا جاوے کہ اُنکی ایسی صورت ہوتی جیسا کہ کوئی [illegible] امام سے آگے کھڑا ہو بلکہ [illegible] نماز باطل ہونی چاہیے
کیونکہ جماعت میں اقتدا فعل کا ہوتا ہے نہ کھڑے ہونے کا تو متابعت فعل میں زیادہ ضروری ٹھہری اور مکان میں آگے نہ بڑھنے کی شرط اسی لیے ہے کہ فعل
میں پیروی سہل ہو جاوے اور صورت متابعت کی پائی جاوے کہ مقتدی کو مناسب یہی ہے کہ [illegible] امام سے فعل [illegible] ہے کہ
بدون اسکے اور کوئی وجہ اسکی نہیں ہو سکتی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں نہایت تہدید فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا اما یخشی الذی یرفع
راسه قبل الامام ان یحول اللہ راسه راس حمار اور امام سے ایک رکن سے پیچھے رہنا نماز کو باطل نہیں کرتا مثلاً امام قومہ میں آگیا اور مقتدی نے ابھی رکوع
بھی نہیں کیا لیکن اس درجہ کا پیچھے رہنا مکروہ ہے پس اگر امام اپنی پیشانی زمین پر رکھدے اور مقتدی ابھی [illegible] تک نہ پہنچا ہو تو اُسکی نماز باطل
ہو جاویگی اور اسیطرح اگر امام دوسرے سجدہ کو سر رکھ [illegible] اور مقتدی نے پہلا سجدہ بھی ابھی نہ کیا ہو تو نماز باطل ہوگی [illegible]
حق ہے کہ اگر وہ [illegible] شخص نماز میں [illegible] دیکھے تو چاہیے کہ اُسکا تغیر کردے اور انکار کرے [illegible]
اور اسکو سکھلاوے [illegible] صفوں کا برابر کرنا اور اکیلے آدمی کو تنہا صف [illegible] امام سے پہلے سر اُٹھانا [illegible] اسپر انکار کرنا اور اُسکے

سوا اور باتین ہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خرابی ہی عالم کو جاہل سے کہ اُسکو تعلیم نہین کرتا اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ جو شخص
کسی کو دیکھے کہ نماز کو بُری طرح پڑھتا ہی اور اُسکو منع نہ کرے تو وہ بھی اُسکے گناہ مین اُسکا شریک ہی اور بلال بن سعد نے کہا ہی کہ قصور جب پوشیدہ
کیا جاتا ہی تو بجز اپنے مرتکب کے اور کسی کا ضرر نہین کرتا اور جب ظاہر کیا جاتا ہی اور اُسکی کوئی اصلاح نہین کرتا تو اُسکا نقصان عام ہو جاتا ہی اور حدیث مین ہی کہ
حضرت بلالؓ صفون کو برابر کیا کرتے اور لوگون کی کونچون پر دُرّہ مارتے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ نماز مین اپنے بھائیون کو دیکھا کرو جب اُنکو نہ پاؤ تو اگر بیمار ہون انکی
عیادت کرو اور اگر تندرست ہون تو عتاب کرو یعنی جماعت کے چھوڑنے پر ملامت کرو اور اس باب مین تساہل کرنا نہ چاہیے کہ پہلے لوگ اس مین مبالغہ
کرتے تھے یہانتک کہ بعض آدمی جماعت کے چھوڑنے والون کے دروازہ تک جنازہ لیجاتے تھے اس بات کے جتانے کو کہ مردہ ہو تو جماعت سے بیٹھ
رہے زندہ کو بیٹھ رہنا نہ چاہیے اور جو شخص مسجد مین داخل ہو تو چاہیے کہ صف کی دہنی جانب قصد کرے اور اسی واسطے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مین دہنی جانب پر لوگ اس کثرت سے ہوتے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ بائین طرف بالکل چھوٹ گئی آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کی بائین جانب کو معمور کرے
اُسکو دوہرا ثواب ہوگا۔ اور جب صف مین لڑکا نابالغ دیکھے اور اپنے لیے جگہ نہو تو جائز ہی کہ لڑکے کو صف سے علیحدہ کرکے آپ اُسکی جگہ کھڑا ہو جائے یہ ہی بیان اُن
مسائل کا جن مین لوگ اکثر مبتلا ہوتے ہین اور متفرق نمازون کے احکام باب اوراد مین انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مذکور ہونگے

ساتوین فصل نفل نمازون کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ فرض نمازون کے سوا اور نمازونکی تین قسمین ہین اول سنت دوم مستحب سوم تطوع سنت نماز سے ہماری مراد یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے اُسپر مواظبت منقول ہو جیسے نمازونکے بعد کی سنتین اور نماز چاشت اور وتر اور تہجد وغیرہ مین کیونکہ سنت طریق مسلوک کو کہتے ہین تو جس طریق پر آپ
ہمیشہ چلے ہونگے وہی سنت ہوگا اور مستحب سے ہماری غرض یہ ہی کہ حدیث مین اُسکی بزرگی آئی ہو مگر آپ سے اُنکا ہمیشہ پڑھنا منقول نہو جیسا کہ انشاء اللہ ذکر روزانہ اور
شبانہ ہفتہ کی نمازون مین ہم عنقریب لکھتے ہین یا جیسے گھر سے نکلنے کے وقت اور گھر مین آنیکے وقت کی نماز وغیرہ اور تطوع سے ہماری مراد یہ ہی کہ جو نمازین
ان دونون کے سوا ہون یعنی نہ اُنکے لیے کوئی خبر ہو نہ اثر مگر بندہ نے خدا تعالیٰ کی مناجات مین راغب ہوکر نماز سے کہ اُسکی بلا اطلاق فضیلت شریعت مین وارد ہی
تبرع اور سلوک کیا اور تطوع تبرع کو کہتے ہین تو گویا بندہ نے نماز تطوع سے تبرع کیا ہی کہ اُسکی طرف بلایا نہین گیا اگرچہ مطلق نماز کی طرف بلایا گیا ہی ان تینون قسمون
کو نفل اس جہت سے کہتے ہین کہ نفل کے معنی زیادتی کے ہین اور ظاہر ہی کہ یہ سب فرضون سے زیادہ ہین اور ان مقاصد کے جتانے کے لیے ہم نے نفل اور سنت
اور مستحب اور تطوع کی اصطلاح مقرر کرلی اور جو کوئی اس اصطلاح کو بدلنا چاہے تو کچھ اعتراض نہین کیونکہ مقاصد کے سمجھنے کے بعد لفظون سے کچھ غرض نہین
پھر ان قسمون مین سے ہر ایک قسم کے درجات اُسی قدر فضیلت مین متفاوت ہین جسقدر اخبار و آثار جنسے اُنکا فضل معلوم ہوتا ہی آگے باب مین وارد ہین اور جسقدر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مواظبت فرمائی ہی اور جسقدر اُنکے باب کی حدیثین صحیح اور مشہور ہین اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جماعتون کی سنتین تنہائی کی
سنتون سے افضل ہین اور جماعت کی سنتون مین سب سے افضل عید کی نماز ہی پھر کسوف کی نماز پھر طلب باران کی نماز ہی اور تنہائی کی سنتون مین سے افضل
وتر ہی پھر فجر کی دونون سنتین پھر اُنکے بعد اور سنتین موکدہ علی حسب مراتبہا ہین اور واضح ہو کہ نوافل اپنے متعلقات کی جہت سے دو قسم پر ہین اول وہ جو اسباب
سے متعلق ہون جیسے کسوف اور استسقا ہین دوسرے وہ جو متعلق اوقات سے ہون اور اس قسم کی تین قسمین ہین اسطرح کہ یا دن رات کے گھومنے سے وہ
مکرر ہوتی ہی یا ہفتہ کے دوبارہ آنے سے یا سال کے مکرر ہونے سے لہذا یہ سب قسمین نفلون کی چار ہوئین ان کو جُدا جُدا لکھا جاتا ہی قسم اول جو دن رات کے
گھومنے سے ہوتی ہین وہ آٹھ ہین پانچ تو نمازونکی سنتین ہین اور تین انکے سوا یعنی نماز چاشت اور مغرب اور عشا کے درمیان کی نفلین اور تہجد اول ...

۱۷۔ صاحب مسند الفردوس نے بروایت انس [illegible]

کی سُنتین ہین اور وہ دو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا اور اُن کا وقت صبح صادق ہونے سے شروع ہو جاتا ہی، وہ صبح کنارون کیطرف کو پھیلی ہوئی ہوتی ہی نہ لمبی اور شروع مین اسکا معلوم کرنا مشکل ہی مگر اسطرح ہو سکتا ہی کہ چاند کی منزلین سیکھے یا ستارون کے دیکھنے سے جان لے کہ فلان وقت جب ستارہ فلانی جگہ آوے گا تو صبح ہو جاویگی اور چاند سے مہینے مین دوبار پہچان ہو سکتی ہی کیونکہ چھبیسوین شب کو چاند صبح صادق کے ساتھ نکلتا ہی اور بارھوین شب کو چاند کے غروب ہونے کے ساتھ اکثر صبح ہو جاتی ہی اور ان دونون باتون مین کبھی بعض برجون مین فرق بھی پڑ جاتا ہی اور شرح اسکی طویل ہی اور منازل قمر کا سیکھنا طالب آخرت کے لیے ضروریات مین سمجھی تاکہ اس سے راتکے وقتونکی مقدار اور صبح صادق کو پہچانے اور جب صبح کے فرضون کا وقت نہین رہتا تبھی سنتون کا وقت بھی جاتا رہتا ہی یعنی آفتاب کے نکلنے پر انکا وقت نہین رہتا مگر مسنون یہ ہی کہ انکو فرضون سے پہلے ادا کرے پس اگر مسجد مین آوے اور نماز کی تکبیر ہو گئی ہو تو فرضون مین مشغول ہو جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ پھر نماز سے فارغ ہو کر کھڑا ہو جاوے اور سنتون کو پڑھ لے اور صحیح یہ ہی کہ سنتین جبتک آفتاب نکلنے سے پیشتر واقع ہون تبتک ادا ہی ہونگی اسلیے کہ وہ وقت مین فرضون کی تابع ہین اور انکو پہلے فرضون سے پڑھنا اور فرضون کو بعد کو پڑھنا سنت ہی بشرطیکہ نماز جماعت نہ پاوے اور جب جماعت موجود ہو تو ترتیب بدل جاتی ہی فرضون کو اول پڑھتے ہین اور سنتون کو پیچھے غرضکہ ادا ہی ہوتی ہین اور مستحب یہ ہی کہ سنتون کو گھر پر مختصر پڑھ لے پھر مسجد مین داخل ہو کر دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھے پھر بیٹھ جاوے اور فرض پڑھنے تک کوئی نماز نہ پڑھے اور صبح سے لیکر آفتاب کے نکلنے تک مستحب یہ ہی کہ ذکر اور فکر مین لگا رہے اور صرف فجر کی سنتون اور فرضون پر کفایت کرے **دوسری ظہر کی سنتین ہین** یہ چھ رکعتین ہین دو بعد فرضون کے اور چار پہلے اور بعد کی دونون سنت مؤکدہ ہین اور پہلے کی چار بھی سنت ہین مگر انکی نسبت کم ہین حضرت ابوہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ جو شخص چار رکعتین آفتاب کے ڈھلنے کے بعد پڑھے اور انکی قرأت اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح کرے تو اسکے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہین اور رات تک اسکیلیے دعا مغفرت کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعتین کبھی نہین چھوڑتے تھے اور اُن کو لمبی پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ دروازے آسمان کے اس ساعت مین کھلتے ہین تو مین پسند کرتا ہون کہ میرا کوئی عمل اُن مین کو اوپر جاوے اس حدیث کو ابوایوب انصاری نے روایت کیا اور راوی اسکے صرف وہی ہین۔ اور اس مضمون پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہی جو ام المؤمنین ام حبیبہ نے روایت کی ہی کہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی دن مین بارہ رکعتین فرضون کے سوا پڑھے اسکے لیے ایک مکان جنت مین بنایا جاویگا دو رکعتین فجر کے پیشتر اور چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور حضرت ابن عمر نے فرمایا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک دن مین دس رکعتین یاد کی ہین اور تفصیل اسیطرح کی جو ام المؤمنین ام حبیبہ نے بیان کی تھی مگر فجر کی دو رکعتون مین فرمایا کہ یہ وقت ایسا تھا کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ جاتا مگر مجھسے میری بہن ام المؤمنین حفصہ نے بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین دو رکعتین پڑھتے تھے پھر نکلتے تھے اور حضرت ابن عمر نے اپنی حدیث مین ظہر سے پہلے وہ رکعتین کی ہین اپنا اور بعد دو رکعتین بیان کی ہین اس صورت مین ظہر سے

پہلے کی دو رکعتیں منجملہ چار کے زیادہ مؤکد ہوگئیں اور ان رکعتوں کا وقت آفتاب کے زوال پر آجاتا ہے اور زوال کی پہچان یہ ہے کہ سیدھے کھڑے ہوئے آدمی کا سایہ پورب کی طرف کو جھکتا ہوا ہو اسلیے کہ آفتاب کے نکلنے کے وقت سایہ آدمی کا مغرب کیطرف بہت لمبا ہوتا ہے پھر آفتاب اونچا ہوتا جاتا ہے اور سایہ کم ہوتا جاتا ہے اور مشرق کی طرف پھرتا جاتا ہے یہانتک کہ آفتاب اپنی منتہائے بلندی پر یعنی نصف النہار کے قوس پر پہنچ جاتا ہے اور اسوقت تک سایہ بھی جتنا کم ہونا تھا کم ہوچکتا ہے جب نصف النہار سے آفتاب ڈھلتا ہے تو سایہ پھر بڑھنا شروع ہوتا ہے پس جسوقت سے کہ سایے کا بڑھ جانا آنکھ سے بھی معلوم ہونے لگے اسی وقت سے ظہر کا وقت آجاتا ہے اور یہ بات قطعًا معلوم ہے کہ زوال خدا تعالی کے علم مین اسوقت سے پیشتر ہوچکا مگر چونکہ احکام شرعی انھیں چیزون پر وابستہ ہوتے ہیں جو محسوس ہون اسلیے زوال اسی وقت سے کہین گے جب محسوس ہوجاوے اور جو مقدار سایہ کی آفتاب کے نصف النہار پر پہونچنے کے وقت ہوتی ہے اور جہان سے کہ سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ جاڑون مین لمبی ہوتی ہے اور گرمیون مین چھوٹی اور اسکے بڑے سے بڑے ہونیکی غایت یہ ہے کہ آفتاب برج جدی کی ابتدا پر پہنچ جاوے اور چھوٹے سے چھوٹے ہونے کی غایت یہ ہے کہ برج سرطان کے شروع پر پہونچ جاوے اور یہ بات قدمون اور میزانون سے پہچانی جاتی ہے اور طریق قریب بہ تحقیق زوال کے معلوم کرنے کا در صورتیکہ کوئی اچھی طرح اسکو لحاظ رکھے یہ ہے کہ رات کو قطب شمالی یعنی ستارۂ قطب کو دیکھے اور ایک تختہ مربع زمین پر برابر رکھے اسطرح کہ اسکا ایک ضلع قطب کی جانب ایسا ہو کہ اگر بالفرض قطب سے ایک کنکر زمین پر چھوڑین اور جس جگہ وہ کنکر زمین پر گرے وہان سے ایک خط مستقیم اس ضلع تک گذرتا ہوا فرض کرین تو یہ خط ضلع مذکور پر دو قائمے بناوے یعنی خط مذکور ضلع مسطور کے کسی سمت کی طرف جھکتا ہوا نہو اور جس نقطہ پر ضلع شمالی کے وہ خط مفروض گذرتا ہوا معلوم ہوا اسی کے مطابق خط مستقیم مثلاً ا ب تختہ کے ضلع شمالی سے جنوبی ضلع تک کھینچ دیا جاوے اور اس جگہ ایک عمود تختہ پر نقطہ ہ سے جو ضلع جنوبی مین خط مستقیم کے ملنے سے پیدا ہوا ہو قائم کرین اور فرض کرو کہ ضلع غربی تختہ کا شکل ذیل مین ب ج ہے تو اول روز مین سایہ اس عمود کا مغرب ہی کی طرف ضلع اکی طرف کو مائل ہوگا پھر دوپہر تک کم ہوتا اور شمال کی طرف کو ہٹتا رہیگا یہانتک کہ خط ا ب پر منطبق ہوجاوے اسطرح کہ اگر اسکو شمال کی جانب بڑھادین تو جس نقطہ پر قطب سے کنکر گرا ہوا فرض کیا تھا اسپر پہنچ جاوے اور یہ سایہ اسوقت ضلع شرقی اور مغربی تختہ کے موازی ہوتا ہے کسی کیطرف کو مائل نہین ہوتا ہے اور اسوقت مین آفتاب منتہائے بلندی پر ہوتا ہے پس جو سایہ خط ا ب سے شرق کی جانب کو جھکتا ہے تو آفتاب ڈھلتا ہے اور یہ بات ٹھیک ایسے وقت مین معلوم ہونے لگتی ہے کہ جو زوال حقیقی سے قریب ہی ہوتا ہے پھر دوپہر کو جس جگہ سایہ ہو وہان خط ا ب پر ایک نشان کر دیا جاوے پس جب سایہ عمود کا اتنا ہوجاوے کہ عمود مذکور اور اس زوال کے وقت کے سایہ کے برابر ہوتی ہوا سے سایہ دوپہر کے ایک مثل ہوجاوے تو وقت عصر کا آجاتا ہے پس اسقدر زوال کے جاننے کے لیے معلوم کرنے کا مضائقہ نہین مترجم کہتا ہے کہ سہل طریق زوال کے دریافت کا دائرۂ ہندی ہے جو اکثر کتب حنفیہ مین مذکور ہے اسکی صورت یہ ہے کہ زمین کو چورس کرکے خواہ تختہ کو چورس بچھا کر اسپر ایک دائرہ پرکار سے کھینچین اور مرکز دائرہ مین ایک عمود قائم کرین جسکی لنبائی تخمینًا ادپر نصف قطر سے کچھ کم ہو صبح کو اس عمود کا سایہ دائرہ کے باہر ہوگا اور کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر آجائیگا جس جگہ سایہ اندر آنا شروع کرے وہان ایک نشان کر دیا جاوے پھر دوپہر کے بعد سایہ بڑھنے لگیگا یہانتک کہ دائرہ سے باہر ہوجاوے جسجگہ سے باہر ہو وہان بھی ایک نشان کر دیا جاوے اور بیچ چھوٹی قوس دائرہ کی ان دونون نشانون کے درمیان مین ہے اسکو تنصیف کرکے نقطۂ تنصیف سے ایک خط مرکز دائرہ مین ملا دیا جاوے پس جگہ

مغرب
شمال سبا جانے زوال ۵ جنوب
مشرق

عمود کا سایہ اس خط پر منطبق ہو وہ وقت نصف النہار ہی اور جب شرق کی جانب کو اُس سے مائل ہو وہ وقت زوال ہی **تیسرے عصر کیوقت کے نوافل** وہ چار رکعتین عصر سے پیشتر ہین حضرت ابو ہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ عبدا صلی قبل العصر اربعا پس انکا پڑھنا اس توقع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مین داخل ہو جاوے مستحب ہو کیونکہ اس نظر سے کہ آپکی دعا بیشک مقبول ہوگی اور آپنے عصر سے پہلے کی رکعتون پر اتنی مواظبت نہین فرمائی جتنی ظہر سے پہلے کی دو رکعتون پر کی ہی **چوتھی مغرب کیوقت کی سنتین** اور وہ فرض کے بعد دو رکعتین ہین انمین روایت مختلف نہین ہوئی مگر دو رکعتین مغرب سے پیشتر اذان اور تکبیر کے درمیان جلد پڑھ لینی چند صحابہ سے منقول ہین مثلاً ابی بن کعب اور عبادہ بن الصامت اور ابی ذر اور زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت عبادہ وغیرہم فرماتے ہین کہ جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے ستونون کی طرف دو رکعتین پڑھنے کو جھپٹ جاتے اور بعض صحابہ فرماتے ہین کہ ہم مغرب سے پہلے دو رکعتین پڑھتے تھے یہانتک کہ نیا آنیوالا جانتا کہ ہم مغرب پڑھ چکے اور پوچھتا کہ کیا مغرب پڑھ چکے اور یہ رکعتین بھی اس حدیث شریف کے عموم مین داخل ہین بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء اور حضرت امام احمد یہ دونون رکعتین پڑھا کرتے تھے لوگون نے جو انکو عیب لگایا تو چھوڑ دین پھر جو کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ مین نے لوگون کو پڑھتے نہ دیکھا اسلیے مین نے بھی چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اگر انکو آدمی اپنے گھر یا ایسی جگہ پڑھ لیا کرے کہ لوگ نہ دیکھین تو بہتر ہی اور مغرب کا وقت آفتاب کے نظر سے غائب ہونے سے شروع ہوتا ہی اور اگر سورج چھپنا زمین برابر ہو اور اسکے گرد پہاڑ ہون اور اگر مغرب کی طرف پہاڑ ہون تو انتظار کرے یہانتک کہ مشرق کی جانب سیاہی آتی ہوئی معلوم ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا اقبل اللیل من ہہنا وادبر النہار من ہہنا فقد افطر الصائم اور مستحب یہ ہی کہ مغرب کی نماز مین خصوصاً جلدی کیجاوے اور اگر تاخیر ہو وے اور سرخی شفق کے غائب ہونے سے پیشتر پڑھ لیجاوے تو بھی ادا ہو گی مگر کراہت ہی اور حضرت عمر نے ایکبار نماز مغرب مین اتنی تاخیر کی کہ ایک ستارہ نکل آیا پس آپنے اسکے تدارک کو ایک بردہ آزاد کیا اور حضرت ابن عمر نے اتنی دیر کی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو بردے آزاد کیے **پانچوین عشا کے نوافل** اور وہ فرض کے بعد چار رکعتین ہین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد عشا کے چار رکعتین پڑھتے تھے پھر سو رہتے تھے اور بعض علما نے سب احادیث سے یہ اختیار کیا ہی کہ نوافل کی شمار سترہ ہونے چاہئین جیسے فرضون کی تعداد ہی یعنی دو رکعتین فجر سے پیشتر اور چار ظہر سے پہلے اور دو اسکے بعد اور چار عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد اور تین عشا کے بعد اور وہ وتر ہین اور جب نوافل کے باب مین جو حدیثین وارد ہین انکو معلوم کر چکے تو اب انکی شمار معین کرنے کے کیا معنی ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نماز ایک خیر ہی رکھی ہوئی پس جو کوئی چاہے زیادہ لے اور جو چاہے کم لے اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک طالب آخرت ان نمازون مین سے اتنی قدر اختیار کرتا ہی جتنی رغبت اسکو خیر مین ہوتی ہی اور ہمارے بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہو چکا کہ ان نوافل مین بعض موکد زیادہ ہین اور بعض کم تو موکد کا چھوڑ دینا بعید ہی خصوصاً اس صورت مین کہ فرضون کی تکمیل انسے ہوتی ہی تو جو کوئی نوافل نہ پڑھے گا کیا عجب ہی کہ اُسکے فرض کسر وار رہجاوین اور انکا نقصان بے تدارک رہے **چھٹی وتر** کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کے بعد تین رکعتون کا وتر پڑھتے تھے اول مین سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری مین کافرون اور تیسری مین اخلاص پڑھا کرتے تھے اور ایک حدیث مین یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وتر کے دو رکعتین بیٹھکر پڑھتے تھے اور بعض روایت مین ہی کہ پالتی مار کر پڑھتے تھے اور بعض مین یہ ہی کہ جب اپنے بستر پر آتے تو اسپر چار زانو ہو جاتے اور سونے سے پیشتر دو رکعتین پڑھتے اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین سورۂ تکاثر اور ایک روایت مین سورۂ کافرون ہی

اور وتر جدا بھی دو سلامون سے درست ہی اور ملا ہوا ایک سلام کے ساتھ بھی جائز ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت اور تین اور پانچ اور سات اور
نو اور گیارہ سے وتر پڑھا ہی اور تیرہ رکعتون مین روایت متردد ہی اور ایک حدیث شاذ مین سترہ رکعتین ہین اور یہ سب رکعتین جنکو ہمنے وتر کہا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب یعنی تہجد تھا اور تہجد رات کو سنت موکدہ ہی اور عنقریب اسکی فضیلت باب الاوراد مین آویگی اور اسمین اختلاف ہی
کہ وتر مین افضل کیا ہی پس بعضون نے یہ کہا ہی کہ ایک رکعت تنہا وتر افضل ہی اسلیے کہ صحیح ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت سے وتر کرنے پر
مواظبت کیا کرتے تھے اور بعض کہتے ہین کہ وتر ملے ہوئے بہتر ہین تاکہ شبہ خلاف کا نہ رہے خصوصاً امام کو ملانا ضرور ہی اسلیے کہ بعض اوقات اس کا اقتدا
ایسا شخص کرتا ہی جو ایک رکعت تنہا کو نماز نہین اعتقاد کرتا پس اگر ملا کر پڑھے تو سب کی نیت وتر کی کرے اور ایک رکعت اگر عشا کے بعد کی دوگانہ کے
بعد یا فرضون کے پیچھے پڑھے تو اسمی سے وتر کی نیت کرے اور یہ نماز درست ہوگی اسلیے کہ وتر کی شرط یہ ہی کہ خود اپنی ذات سے طاق ہو اور دوسری نماز جو اس سے
پہلے ہو گئی ہو اسکو طاق کر دے تو جب فرضون کے بعد ایک رکعت پڑھی تو فرضون کو طاق کر دیگی اور اگر وتر قبل عشا کے ادا کریگا تو درست نہوگی یعنی جو فضیلت
وتر کی حدیث مین آئی ہی کہ وتر سرخ اونٹون سے بہتر ہین اسکا ثواب نہ ملیگا ورنہ ایک تو جسوقت مین پڑھے گا درست ہوگی اور عشا سے پہلے وتر کی رکعت
صحیح نہونے کی یہ وجہ کہ تمام خلق کے اجماع کے خلاف ہی اور دوسری یہ کہ اس سے پہلے کوئی نماز نہین ہوئی کہ وہ اس وتر سے طاق ہو جاوے اور جب وتر کی
تین رکعتین جدا جدا دو سلامون سے پڑھنا چاہے تو اول کے دوگانہ کی نیت مین تامل ہی اگر ان سے نماز تہجد یا عشا کی سنتون کی کریگا تب تو وہ وتر نہ رہینگے
اور اگر وتر کی نیت کریگا تو وہ خود وتر نہین بلکہ وتر رکعت ہین اسکے بعد کی ایک رکعت البتہ وتر ہی مگر ظاہر یہی ہی کہ جیسے تین ملی ہوئی رکعتون مین وتر کی نیت
کرے اسیطرح انمین بھی وتر ہی کی نیت کرے باقی رہی یہ بات کہ دوگانہ اول وتر نہین تو اسکی صورت یہ ہی کہ وتر کے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ بذات خود طاق
ہو دوسرے یہ کہ اسلیے ہوا ہو کہ یا بعد سے ملا کر طاق کر دیا جاوے اس صورت مین تینون رکعتین ملکر بھی وتر ہونگی اور دو رکعتین منجملہ تین کے بھی وتر ہونگی مگر انکا وتر
ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہوگا اور چونکہ نمازی کا قصد یہی ہی کہ اس دوگانہ کو تیسری رکعت سے وتر کردیگا تو اسکو جائز ہی کہ ان دونون کے لیے بھی وتر کی نیت
کرلے اور تیسری رکعت خود بھی اپنی ذات سے وتر ہی اور دوسری کو بھی وتر کرتی ہی اور دوگانہ اول خود وتر ہی نہ دوسرے کو وتر کرتا ہی مگر دوسرے سے ملکر
البتہ وتر ہو جاتا ہی اور چاہیے کہ نماز شب کے آخر مین وتر ہو پس تہجد کے بعد ہونا چاہیے اور فضیلت وتر و تہجد کی اور ان دونون مین ترتیب کی کیفیت باب ترتیب الاوراد
مین عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگی **ساتوین نماز چاشت** کہ اسپر مواظبت کرنی عمدہ اور افضل اعمال مین سے ہی اور شمار اسکی رکعتون کی زیادہ سے زیادہ
آٹھ رکعتین منقول ہین حضرت ام ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتین پڑھین
اور انکو طول دیا اور اچھی طرح پڑھا اور یہ شمار اور کسی آدمی نے نہین نقل کیا حضرت عائشہ نے ذکر فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعتین
پڑھا کرتے تھے اور کبھی کچھ زیادہ بھی کر دیتے تھے تو حضرت عائشہ رضی نے زیادتی کی حد نہین بیان کی اتنا معلوم ہوا کہ چار رکعتون پر آپ مواظبت فرماتے
تھے اس سے کم نکرتے تھے اور کبھی کچھ بڑھا بھی دیتے تھے۔ اور ایک حدیث مفرد مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چھ رکعتین
پڑھتے تھے اور نماز چاشت کے باب مین حضرت علی رضی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چھ رکعتین دو وقتون مین پڑھتے تھے
ایک جب آفتاب نکلکر اونچا ہوتا تو آپ کھڑے ہوکر دو رکعتین پڑھتے اور یہ نمازون کے دوسرے ورد کا شروع ہی جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا دوم جسوقت
آفتاب پھیلتا اور چہارم آسمان پر مشرق کی جانب سے ہوتا اسوقت آپ چار رکعتین پڑھتے غرض کہ اول دوگانہ اسوقت تھا کہ آفتاب مقدار نصف

۱ – وتر ایک رکعت سے بخاری و مسلم بروایت ابن عمر تین رکعت سے احمد و نسائی بروایت عائشہ پانچ رکعتون سے بروایت عائشہ رض سات رکعتون سے ابوداود بروایت عائشہ نو رکعتون سے مسلم بروایت عائشہ گیارہ رکعتون سے ابوداود [illegible]

نیزہ کے اونچا ہونا اور دوسری نماز پہر دن چڑھے مقابل عصر کی نماز کے ہوتی کہ عصر کا وقت پہر دن رہے ہوتا ہی اور ظہر دوپہر ڈھلے ہوتی ہی تو چاشت
اسوقت ہوئی کہ آفتاب کے نکلنے سے زوال تک کے وقت کو آدھا کرکے پڑھی جاوے جیسے زوال سے غروب تک کے وقت کو آدھا کرنے پر عصر
ہوتی ہی اور یہ وقت افضل ہی حاصل یہ کہ آفتاب کے اونچا ہونے سے زوال کے پیشتر تک چاشت کا وقت ہی آٹھوین مغرب و عشا کے درمیان
کے نوافل یہبھی سنت مؤکدہ ہین اور انکی شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے چھ رکعتین منقول ہین اور اس نماز کا ثواب بہت بڑا ہی اور بعض نے
کہا ہی کہ تتجافی جنوبہم عن المضاجع سے یہی نماز مراد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا جو کوئی مغرب اور عشا کے درمیان نماز
پڑھے تو وہ نماز خدا کی طرف رجوع کرنے والون کی نماز ہی۔ اور فرمایا کہ جو شخص مغرب اور عشا کے درمیان مین اپنے نفس کو جماعت والی مسجد مین
روکے اور نماز اور قرآن کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالی پر حق ہی کہ اسکے لیے جنت مین دو محل بناوے کہ ہر ایک محل کا فاصلہ انکے بیچ سو برس کا ہو اور
اسکے لیے ان دونون کے درمیان اتنے درخت لگادے کہ اگر زمین کے باشندے انمین گھومین تو سب کی گنجایش ہوجاوے اور باقی فضل اس نماز کا
انشاء اللہ تعالی باب الاوراد مین عنقریب مذکور ہوگا دوسری قسم نوافل کی وہ ہی کہ ہفتہ کے پھرنے سے آتی جاتی ہین اور وہ ساتون روز کی اور
انکی راتون کی نمازین ہین ہر ایک روز و شب کی جدا جدا ہین اولی نون مین سے ہم یکشنبہ سے شروع کرتے ہین یکشنبہ حضرت ابوہریرہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جو کوئی یکشنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آمن الرسول ایکبار پڑھے
اللہ تعالی اسکے لیے موافق شمار ہر نصرانی مرد اور نصرانی عورت کے حسنات لکھیگا اور اسکو ایک نبی کا ثواب عنایت کریگا اور ایک حج اور عمرہ اسکے لیے
ارقام فرماویگا اور ہر رکعت کے بدلے مین ہزار نمازون کا ثواب لکھیگا اور جنت مین اسکو ہر حرف کے عوض ایک شہر مشک خالص کا دیگا۔ اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یکشنبہ کے روز نماز کی کثرت سے خدا تعالی کی توحید کرو کیونکہ وہ واحد لاشریک ہی پس جو کوئی
یکشنبہ کے روز ظہر کے فرضون اور سنتون کے بعد چار رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور الم السجدہ اور دوسری مین الحمد اور سورہ تبارک پڑھکر التحیات پڑھکر
سلام پھیرے پھر کھڑا ہوکر دو رکعتین اور پڑھے اور اول مین الحمد اور سورہ جمعہ اور دوسری مین بھی یہی دونون سورتین پڑھے اور اللہ تعالی سے
اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالی پر اسکی حاجت کا پورا کرنا لازم ہوگا دوشنبہ حضرت جابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے
فرمایا جو شخص دوشنبہ کے روز آفتاب کے اونچا ہونے کے وقت دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی ایکبار اور قل ہو اللہ اور معوذتین ایک ایکبار
اور جب سلام پھیرے دس بار استغفار اور دس بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اسکے سب گناہ بخشدے۔ اور حضرت انس بن مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی دوشنبہ کو بارہ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی ایکبار اور نماز سے فارغ ہوکر سورہ اخلاص
اور استغفار بارہ بارہ مرتبہ پڑھے تو قیامت کے روز اسکو پکارا جاویگا کہ فلان بن فلان کہان ہی اٹھے اور اپنا ثواب خدا تعالی سے لیوے پس اول ثواب
اسکو یہ ہوگا کہ ہزار لباس بہشتی دیے جاوینگے اور تاج سر پر رکھا جاویگا اور حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو پھر ہزار فرشتے اسکے استقبال کو جاوینگے ہر ایک کے ساتھ ہدیہ ہوگا
اور اسکے ساتھ ساتھ پھرینگے یہانتک کہ وہ ہزار نور کے محلون پر دورہ کرے جو چمکتے ہونگے سہ شنبہ یزید رقاشی حضرت انس سے راوی ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی سہ شنبہ کے روز دوپہر ہونے کے قریب اور بعض روایت مین ہی کہ آفتاب کے
اونچا ہونے کے وقت دس رکعتین اسطرح پڑھے کہ ہر رکعت مین الحمد اور آیۃ الکرسی ایکبار اور قل ہو اللہ تین بار تو اسکے ذمہ ستر دن تک گناہ نہ لکھا جاویگا

ع ۱ عراقی
... بروایت عطار ... اور صحیح ... ضعیف ۱۲
... ابن ابی ... سرخسی ...
... آن کی ... ابن ماجہ
... ابن ... حسین ...
ع ۱۲ ابو ... ابن ...
بروایت ابن ...
ع ... ابو ...
ابوالولید صفار ...
ابو ... زید ... موضوع
ابو ... مہدی ... موضوع
ابو ... حدیث ...
ابن ابی ... الاباطیل
... بہت ضعیف
ضعیف ۱۲ ع ... ابو ...
علی سے ... بدون استغفار
روایت کیا ہی ۱۲ ع ...
ابو موسی مدنی ... حدیث
جابر روایت ... اور
یہ حدیث منکر ہی ۱۲ ع ...
ابو موسی ... حدیث ...
اور یہ حدیث منکر ہی ...
ابو موسی ... ضعیف ...
اور اس مین ... تکبیر ۱۲
ع ... اصل مین ایک
... ۱۲

پس اگر ستر دن کے درمیان مریگا تو شہید مریگا اور اسکے ستر برس کے گناہ بخش دیے جاوینگے **چارشنبہ** ابوادریس خولانی حضرت معاذ بن جبل رض سے راوی
ہین کہ اُنھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص چارشنبہ کے روز دن چڑھے بارہ ۱۲ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور
آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار اور معوذتین تین تین بار پڑھے تو اُسکو عرش کے پاس سے فرشتہ پکارتا ہی کہ ای اللہ کے بندے عمل پھر سے کر
تیرے پہلے گناہ بخشدیے گئے اور اللہ تعالی اُس پر سے عذاب قبر اور اسکا اندھیرا اور تنگی دور کریگا اور قیامت کی سختیان اُس سے اُٹھالیگا اور اُسی روز سے
اسکے لیے ایک پیغمبر کا عمل اوپر چڑھا کریگا **پنجشنبہ** حضرت عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے
فرمایا جو شخص پنجشنبہ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان مین دو ۲ رکعتین پڑھے اول مین الحمد ایکبار اور آیۃ الکرسی سو بار اور دوسری مین الحمد ایکبار اور اخلاص سو بار
اور سو بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اُسکو ثواب اُس شخص کا عنایت فرماویگا جسنے رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہون اور اُسکو خانہ کعبہ کے
حج کرنے والے کا سا ثواب ہوگا اور اللہ تعالی اُسکے لیے ان لوگون کے شمار کے موافق جو اُس پر ایمان لائے ہین اور توکل کرتے ہین ثواب لکھیگا **جمعہ**
حضرت علی رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مین ایک نماز ہی جو بندۂ ایماندار آفتاب کے کامل نکل آنے اور بقدار
ایک نیزہ کے یا زیادہ اونچا ہونے پر کھڑا ہو اور وضو اچھی طرح پوری کرے اور نماز چاشت دو رکعتین ایمان اور طلب ثواب کی روسے پڑھے تو اللہ تعالی
اُسکے لیے دو سو نیکیان لکھیگا اور دو سو خطائین مٹادیگا اور جو کوئی چار رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے چار سو درجے جنت مین اونچے کریگا اور جو شخص
آٹھ رکعتین پڑھے اُسکے آٹھ سو درجے جنت مین بلند کریگا اور اُسکے سب گناہ بخشدیگا اور جو کوئی بارہ رکعتین پڑھے اُسکے لیے بارہ سو نیکیان تحریر
فرماویگا اور بارہ سو برائیان اسکے نامۂ اعمال سے دور کریگا اور جنت مین بارہ سو درجے اوپر چڑھادیگا ۔ اور نافع حضرت ابن عمر رض سے راوی ہین اور وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز مسجد جامع مین داخل ہو اور چار رکعتین دوگانہ جمعہ سے پیشتر
پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور پچاس بار اخلاص پڑھے وہ جبتک مریگا کہ اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھ لیگا یا اُسکو دکھلا دیا جاویگا **شنبہ** حضرت
ابوہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شنبہ کے روز چار رکعتین پڑھے ہر رکعت مین ایکبار الحمد اور تین بار سورہ
کافرون پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر آیۃ الکرسی پڑھے تو اللہ تعالی اُسکے ہر ایک حرف کے بدلے مین ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھیگا اور ہر ایک حرف
کے بدلہ مین ایک برس کے دنون کے روزہ دن اور راتون کی شب بیداری کا ثواب عنایت فرماویگا اور ہر ایک حرف کے عوض مین ایک شہید
کا ثواب دیگا اور پیغمبرون اور شہیدون کے ساتھ عرش کے سایہ تلے رہیگا اب راتون کا حال سُننا چاہیے **اتوار کی رات**
حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص اتوار کی رات مین بیس ۲۰ رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد
اور پچاس بار اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور سو بار استغفار پڑھے اور اپنے لیے اور اپنے ماں باپ کے لیے سو دفعہ دعاے مغفرت کرے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود بھیجے اور اپنی قوت وطاقت سے علیحدہ ہو کر خداے تعالی کی قوت وطاقت کی طرف التجا کرے پھر کہے
اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان آدم صفوۃ اللہ وفطرتہ وابراہیم خلیل اللہ وموسی کلیم اللہ وعیسی روح اللہ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ تو اُسکو
موافق شمار ان لوگون کے جو خداے تعالی کے لیے اولاد کے قائل ہین اور جو اُسکے لیے اولاد کے قائل نہین ثواب ملیگا اور قیامت کے روز
اللہ تعالی اُسکو امن والون کے ساتھ اُٹھاویگا اور اللہ تعالی پر لازم ہوگا کہ اسکو جنت مین پیغمبرون کے ساتھ داخل کرے **پیر کی رات**

۱۲۶؎ ابو موسی مدنی نے کہا ہی کہ اس کے راوی معتبر نہین اور حدیث مرسل ہی گو کہین کہتا ہون کہ اس کی سند مین ابن حمید ہے جو دروغ گو ہی اور یہ ابن حمید محمد ابن حمید رازی ہے

اعمش حضرت انسؓ سے راوی ہین کہ انھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص پیر کی رات کو چار رکعتین پڑھے اول مین
الحمد اور دس بار اخلاص دوم مین الحمد اور بیس بار اخلاص سوم مین الحمد اور تیس بار اخلاص چہارم مین الحمد اور چالیس بار اخلاص پڑھے پھر سلام
پھیر کر پچھتر بار اخلاص پڑھے اور اپنے لیے اور ماں باپ کے لیے پچھتر بار دعاے مغفرت کرے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالی پر ٹھہرا
ہوا ہی کہ اسکو جو مانگے وہ دیوے اور اس نماز کو نماز حاجت کہتے ہین **منگل کی رات** مین دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور اخلاص اور معوذتین
پندرہ بار اور سلام کے بعد آیۃ الکرسی پندرہ بار اور استغفار پندرہ بار حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ جو شخص منگل کی رات
مین دو رکعتین پڑھے ہر ایک مین ایکبار الحمد اور انا انزلنا اور قل ہو اللہ احد سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالے اُس کی گردن دوزخ سے
آزاد کرے اور قیامت کے روز جنت کی طرف اُسکا راہبر اور لیجانے والا ہو **بدھ کی رات** حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
راوی ہین کہ آپ نے فرمایا جو شخص بدھ کی رات مین چھ رکعتین تین سلامون سے ادا کرے اور ہر رکعت مین الحمد کے بعد قل اللہم مالک الملک
سے دو آیتون تک پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ستر بار کہے جزی اللہ محمدا عنا ما ہو اہلہ یعنی بدلہ دیوے اللہ تعالے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہماری طرف سے وہ بدلہ جو اُنکی شان کے لائق ہو تو اللہ تعالی اُسکے ستر برس کے گناہ بخشدیگا اور اُسکے لیے دوزخ سے بری ہونا لکھدیگا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی بدھ کی رات مین دو رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور دس بار قل اعوذ
برب الفلق اور دوسری مین الحمد کے بعد دس بار قل اعوذ برب الناس پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار اور دس بار درود شریف پڑھے تو ہر آسمان
سے ستر ہزار فرشتے اُترین اور اُسکے ثواب کو قیامت تک لکھین **جمعرات کی رات** حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جمعرات کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین الحمد اور پانچ بار آیۃ الکرسی اور
پانچ بار اخلاص اور پانچ بار معوذتین اور نماز سے فارغ ہوکر پندرہ بار استغفار پڑھکر اُس کا ثواب اپنے ماں باپ کو بخشدے تو حق ماں باپ کا اُسکے ذمہ
تھا وہ اُسنے ادا کیا اگرچہ اُنکی نافرمانی کرتا ہو اور اللہ تعالی اُسکو وہ چیز عنایت کریگا جو صدیقون اور شہیدون کو دیوے گا **جمعہ کی رات** حضرت
جابرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی جمعہ کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین ادا کرے ہر رکعت
مین الحمد ایکبار اور اخلاص گیارہ بار پڑھے تو گویا اُسنے خدا تعالی کی عبادت بارہ برس اس طرح کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری
کی اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی رات مین نماز عشا جماعت سے پڑھے اور دونون سنتین
پڑھے اور بعد فرضون اور سنتون کے دس رکعتین پڑھے کہ ہر ایک مین الحمد اور قل ہو اللہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھکر پھر تین رکعتین وتر
کی پڑھے اور اپنی دہنی کروٹ پر قبلہ رُخ سو رہے تو گویا ساری شب قدر کی شب بیداری کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ روشن رات اور منور روز مین مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو یعنے جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن مین **ہفتہ کی رات** حضرت انسؓ فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کی رات مین مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین پڑھے تو اُس کے لیے ایک محل
جنت مین بنایا جاوے اور گویا کہ ہر ایک مومن مرد اور عورت پر خیرات بانٹی اور یہودی ہونے سے بری ہوا اور اللہ تعالی پر حق ہی کہ اُسکو
بخشدے **تیسری قسم** وہ نوافل جو سال کے دوبارہ ہونے سے مکرر ہوتے ہین اور وہ چار ہین عیدین کی نماز اور تراویح اور نماز رجب اور نماز شعبان

ح ا اسکی سند حدیث بالا کی طرح [illegible] ابو موسیٰ [illegible] روایت ابن [illegible] روایت کیا ہے [illegible] حدیث منکر [illegible] ضعیف [illegible] ابو موسیٰ [illegible] حدیث [illegible] ح [illegible]
بجاے اصل [illegible] ح [illegible] ابو منصور در مسند فردوس بروایت ابن عباس اور یہ حدیث منکر ہی ح ۹ طبرانی در اوسط بروایت ابی ہریرہؓ اور اسکی سند مین عبد المنعم بن بشیر [illegible] ہین اور ابن حبان نے ضعیف کہا ہی ح ۹ ابو موسیٰ مدنی اور یہ حدیث منکر ہے ۱۲

اول عیدین کی نماز یہ نماز سنت موکدہ ہی اور دین کا ایک شعار ہی اس مین سات باتون کی رعایت کرنی چاہیے اول تکبیرین بانتظام کے
ساتھ یعنی یہ کہنا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون یہ تکبیر عید فطر
کی رات سے شروع کرے اور جب تک کہ نماز عید کی شروع ہو اسوقت تک اسکا وقت ہی اور عید اضحی مین تکبیر عرفہ کے دن کی فجر سے شروع ہوتی ہی اور
تیرھوین تاریخ کی شام تک رہتی ہی اس مین اختلاف بھی ہی مگر قول کامل تر یہی ہی اور تکبیر فرض نمازون اور نوافل کے بعد کہنی چاہیے اور فرضون کے
بعد موکد زیادہ ہی دوسری یہ کہ جب روز عید کی صبح ہو تو نہاوے اور زینت کرے اور خوشبو لگاوے جیسے جمعہ مین ہمنے ذکر کیا ہی اور مردون کے لیے چادر
اور عمامہ افضل ہی اور چاہیے کہ لڑکے ریشمی کپڑے سے اور بوڑھی عورتین نکلنے کے وقت بناؤ سنگار سے احتراز کرین تیسری یہ کہ ایک راہ سے عیدگاہ کو
جاوے اور دوسری سے واپس آوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوان عورتون اور پردہ والیون
کو بھی عید مین نکلنے کی اجازت دیتے تھے چوتھی یہ کہ مستحب یہ ہی عید کے لیے جنگل مین جانا مگر مکہ معظمہ اور بیت المقدس مین مسجد مین نماز پڑھنی چاہیے
اور اگر مینہ برستا ہو تو مسجد مین نماز پڑھ لینے کا مضائقہ نہین اور اگر بادل ابر آسمان مین نہو تو امام کو جائز ہی کہ کسی شخص کو اجازت دیدے کہ ضعیفون اور
ناتوانون کو کسی مسجد مین نماز پڑھا دے اور خود مع قوی لوگون کے باہر جاوے اور سب تکبیر کہتے نکلین۔ پانچوین یہ کہ وقت کی رعایت کی جاوے
عید کی نماز کا وقت آفتاب کے نکلنے سے زوال تک ہی اور قربانی کرنے کا وقت دسوین تاریخ کو اتنے دن چڑھے سے شروع ہوتا ہی کہ دو رکعتین اور
دو خطبے اس عرصہ مین ہو جاوین اور اسوقت سے تیرھوین کے آخر تک رہتا ہی۔ اور عید اضحی کی نماز کو جلد پڑھنا مستحب ہی کہ بعد نماز قربانی کرنی ہوتی
ہی اور عید فطر کی نماز مین دیر کرنی مستحب ہی کہ نماز سے پیشتر صدقۂ فطر تقسیم کرنا پڑتا ہی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق ہی چھٹی نماز کی کیفیت
مین یہ ملحوظ رہے کہ لوگ راہ مین تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ کو جاوین اور جب امام وہان پہونچے تو بیٹھے نہین اور نہ نفل پڑھے دوسرے لوگون کو
نفل جائز ہی پھر ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہے الصلوۃ جامعۃ پھر امام دو رکعتین پڑھے پہلی رکعت مین تکبیر تحریمہ اور رکوع کے سوا سات بار
اللہ اکبر کہے اور ہر دو تکبیرون کے بیچ مین کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور شروع کی تکبیر تحریمہ کی وجہت وجہی للذی فطر السموات
والارض الخ کہے اور اعوذ باللہ کو ساتون تکبیرون زائد کے بعد پڑھے اور پہلی رکعت مین سورۂ ق الحمد کے بعد پڑھے اور دوسری مین اقتربت الساعۃ
اور دوسری رکعت مین زائد تکبیرین پانچ ہین سوائے تکبیر قیام اور رکوع کے اور ہر دو تکبیرون مین وہی الفاظ کہے جو پہلی رکعت مین کہے تھے پھر دو
خطبے پڑھے جنکے درمیان مین جلسہ ہو اور جس شخص سے نماز عید کی فوت ہو گئی ہو وہ قضا پڑھ لے ساتوین یہ کہ قربانی مینڈھے کی کرے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن من لم یضح من امتی اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ جو شخص
ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اسکا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اپنے بال اور ناخن مین سے کچھ نہ ترشوادے ابوایوب انصاری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک مین آدمی اپنے گھر بھر کی طرف سے ایک بکری قربانی کر لیتا اور وہ سب کھاتے اور کھلا دیتے اور جائز ہی کہ قربانی مین سے تین
دن کے بعد اور اس سے زیادہ کھاوے پہلے اس سے نہی ہو گئی تھی پھر اجازت ہو گئی اور سفیان ثوری نے فرمایا ہی کہ عید فطر کے بعد بارہ رکعتین اور

مسلم بروایت انس ... ابو داود و ترمذی ... [illegible]

بخاری ... [illegible] ... ابن ماجہ ... [illegible] ... بروایت ابوہریرہ ... بخاری و مسلم بروایت ام عطیہ ... ابن حجر ... [illegible]

عید اضحی کے بعد چھ رکعتین پڑھنی مستحب ہین اور فرمایا کہ یہ عمل مسنون ہی دوسری **تراویح** اور وہ بیس رکعتین ہین اور انکی کیفیت مشہور ہی اور وہ بھی سنت مؤکدہ ہین گو عیدین کی نماز سے کم ہین۔ اور علما کو اختلاف ہی کہ تراویح جماعت سے پڑھنی افضل ہین یا تنہا پڑھنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مین دو یا تین راتین جماعت کے واسطے نکلے تھے پھر نہ نکلے اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہی کہ تمپر واجب نہو جاوین اور حضرت عمرؓ نے آدمیون کو تراویح مین جماعت پر اکٹھا کر دیا اسوجہ سے کہ بباعث موقوف ہو جانے وحی کے واجب ہونے کا خوف نہین رہا تھا پس بعض لوگ اسی حضرت عمرؓ کے فعل کی وجہ سے کہتے ہین کہ جماعت افضل ہی اور یہ بھی وجہ ہی کہ اجتماع مین برکت ہی اور فرضون کی جماعت سے جماعت مین ثواب کا ہونا پایا جاتا ہی علاوہ اسکے تنہائی مین کبھی کاہلی بھی ہو جاتی ہی اور جمعیت کے دیکھنے سے طبیعت کو سرور ہوتا ہی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ تنہا پڑھنا افضل ہی اسلیے کہ عیدین کی طرح یہ نماز دین کا شعار نہین ہی تو اسکو نماز چاشت اور تحیۃ المسجد مین ملانا بہتر ہی اور ان مین جماعت مشروع نہین ہوئی بلکہ عادت یون ہی کہ اگر مسجد مین بہت سے آدمی ایک ساتھ داخل ہون وہ بھی تحیۃ المسجد جماعت سے نہین پڑھتے اور ایک وجہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نفل نماز کو گھر مین پڑھنا بہ نسبت مسجد مین پڑھنے کے اتنا زیادہ ہی جیسے فرض نماز کو مسجد مین پڑھنا بہ نسبت گھر پر پڑھ لینے کے زیادہ ہی اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد مین ایک نماز اُسکے سوا دوسری مسجدون مین کی سو نمازون سے افضل ہی اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی ہزار نمازون سے بہتر ہی اور ان سب سے افضل اس شخص کی نماز ہی کہ اپنے گھر کے کونے مین دو رکعتین پڑھے اور انکو سواے خداتعالی کے اور کوئی نہ جانے۔ اور اُسکی وجہ یہ ہی کہ نمود اور بناوٹ اکثر آدمی پر مجمع ہی مین آتی ہی اور تنہائی مین اس سے مامون رہتا ہی غرضکہ اُنکا قول تنہائی کی افضلیت مین یہ ہی جو مذکور ہوا مگر مختار یہ ہی کہ جماعت افضل ہی جیسے حضرت عمرؓ نے تجویز فرمائی اسلیے کہ بعض نوافل مین جماعت مشروع ہی اور تراویح ایک ایسا شعار ہی کہ اسکا ظاہر ہونا بھی مناسب ہی اور جماعت مین ریا کی طرف اور تنہائی مین کسل کی طرف التفات کرنا اس بات سے عدول کرنا ہی جو اجماع کی فضیلت مین بحیثیت جماعت نظر کرنے سے مقصود ہی اور گویا کہ اس کا قائل یہ کہتا ہی کہ نماز کا پڑھنا کسل کے مارے اُسکے چھوڑ دینے سے بہتر ہی اور اخلاص ریا کی بہ نسبت بہتر ہی تو اب ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی کہ کسل تنہائی کی صورت مین نہ کریگا اور اگر جماعت مین حاضر ہو تو ریا نہ کریگا پس اسکے لیے کونسی بات بہتر ہی جماعت کی برکت تو جماعت مین ہی اور قوت اخلاص کی زیادتی اور حضور دل تنہائی مین ہی اس صورت مین ایک بات کو دوسری پر ترجیح دینے مین تردد ہی رہیگا۔ اور نماز وتر مین ماہ رمضان کے نصف اخیر مین قنوت پڑھنا مستحب ہی **رجب کی نماز** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد مروی ہی کہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی رجب کے اول پنجشنبہ کو روزہ رکھے پھر مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعتین دو دو رکعتین ایک سلام سے جدا کر کے پڑھے ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور سورۂ قدر تین بار اور اخلاص بارہ مرتبے اور جب نماز سے فارغ ہو تو مجھپر ستر بار اس طرح درود بھیجے اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ پھر سجدہ کرے اور اپنے سجدہ مین کہے سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح ستر بار پھر اپنا سر اٹھاے اور ستر بار کہے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم پھر دوسرا سجدہ کرے اور جیسا پہلے سجدہ مین کہا تھا ویسا ہی کہے پھر سجدہ ہی مین اپنی حاجت مانگے تو وہ حاجت پوری کیجاویگی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھیگا اللہ تعالی اُسکے سب گناہ بخشدیگا اگرچہ سمندر کی جھاگ اور ریت کے شمار اور پہاڑون کے وزن اور درختون کے پتون کے برابر ہون اور قیامت کے دن اپنے خاندان کے سات سو

ح ۱۔ اسکے سند [illegible] ہونیکا [illegible]
متفق علیہ عن [illegible]
ح ۲ بخاری ومسلم
بروایت عائشہ رض ۱۲
ح ۳ ابن ماجہ
[illegible] ضمرة بن حبیب [illegible]
بیہقی از صحابہ [illegible]
ح ۴ [illegible] در ثواب
بروایت انس رض ۱۲
ح ۵ رزین نے اپنی
کتاب مین اسکو روایت
کیا ہی مگر یہ حدیث
موضوع ہی ۱۲

آدمیون کی شفاعت کریگا جو مستحق دوزخ کے ہونگے غرض کہ یہ نماز مستحب ہی اور ہمنے اسکو تیسری قسم مین اسلیئے بیان کیا کہ سال کے مکرر ہونے
سے مکرر ہوتی ہی اور ہر چند یہ نماز تراویح اور نماز عید کے درجے کو نہین پہونچتی اسلیئے کہ اسکو احاد نے نقل کیا ہی مگر ہمنے قدس کے والون کو دیکھا ہی کہ
سب اُسپر مداومت کرتے ہین اور اُسکا چھوڑنا گوارا نہین کرتے اسی سبب ہم کو بھی اسکا بیان کرنا اچھا معلوم ہوا **شعبان کی نماز** ماہ شعبان
کی پندرھوین شب کو سو رکعتین ایک ایک سلام مین دو دو پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھے اور اگر چاہے تو دس
رکعتین ہر رکعت مین الحمد کے بعد سو بار سورۂ اخلاص پڑھے یہ نماز بھی اور نمازون کے ضمن مین مروی ہی سلف کا یہ دستور تھا کہ اسکو پڑھا کرتے تھے
اور اسکو صلوٰۃ خیر کہتے تھے اور اُسکے لیے جمع ہوا کرتے تھے اور کبھی جماعت سے بھی پڑھتے تھے اور حضرت حسن بصری سے روایت ہی کہ مجھ سے
تیس صحابہ نے یہ حدیث بیان کی کہ جو شخص اس نماز کو اس رات مین پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی طرف ستر بار نگاہ فرماویگا اور ہر دفعہ کی نگاہ
مین ستر حاجتین اُس کی پوری کریگا کہ اُن مین سے ادنی مغفرت ہی **چوتھی قسم** نوافل کے وہ ہین کہ عارضی اسباب سے متعلق ہون اور وقتون
سے وابستہ نہون اور وہ نو نمازین ہین مثل نماز خسوف اور کسوف اور استسقا کے اور تحیۃ المسجد اور دوگانہ وضو اور اذان و تکبیر کے درمیان کا
دوگانہ اور گھر سے نکلتے وقت اور اُس مین آنے کے وقت کا دوگانہ اور اسی جیسی اور نمازین اور ہم اُن مین سے وہ لکھتے ہین جو ہم کو
اس وقت یاد ہین **اول گہن کی نماز** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللّٰہ لا ینخسفان لموت
احد ولا لحیاتہ فاذا رأیتم ذلک فافزعوا الی ذکر اللّٰہ والصلوٰۃ یہ آپ نے اُس وقت فرمایا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی وفات ہوگئی تھی اور گہن سورج کو لگا تو لوگون نے کہا کہ اُن کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن ہوا ہی۔ اور اس نماز کی کیفیت یہ ہی
کہ جب سورج کو گہن لگے خواہ ایسے وقت مین ہو جس مین نماز مکروہ ہی خواہ جس مین مکروہ نہو تو آواز دیجاوے کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور امام لوگون کو
مسجد مین دوگانہ پڑھاوے اور ہر رکعت مین دو رکوع کرے کہ اول کا رکوع بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا اور قرأت پکارکر نہ پڑھے بلکہ چپکے پہلی رکعت
کے اول قیام مین الحمد اور سورۂ بقر پڑھے اور رکوع اول کے بعد دوسرے قیام مین الحمد اور آل عمران پڑھے اور دوسری رکعت کے اول
قیام مین الحمد اور سورۂ نسا اور دوسرے قیام مین فاتحہ اور مائدہ پڑھے یا قرآن مین سے جہان سے چاہے اتنا ہی اور اگر ہر قیام مین سورۂ
فاتحہ ہی پر اکتفا کرے تو کافی ہی اور اگر سورتون مین سے چھوٹی سورتون پر اکتفا کرے تو مضائقہ نہین اور طول کرنے سے نماز مین یہ مقصود ہی
کہ اتنا بڑھاوے کہ آفتاب گہن سے صاف ہوجاوے اور اول رکوع مین بقدر سو آیتون کے تسبیح کرے اور دوسرے مین اسی آیتون کے برابر
اور تیسرے مین ستر کی مقدار اور چوتھے مین پچاس کے موافق اور چاہیے کہ سجدہ مطابق رکوع کے ہو جیسے جس رکعت مین رکوع ہون ویسے ہی
سجدے ہون پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور اُن کے درمیان مین بیٹھے اور دونون خطبون مین لوگون کو صدقہ دینے اور آزاد کرنے
اور توبہ کرنے کا حکم کرے اور یہی صورت چاند گہن مین کرے مگر اُس مین قرأت پکارکر پڑھے کہ اُس کی نماز رات کو ہوگی اور اُسکا
وقت شروع چاند گہن سے اُسکے صاف ہونے تک ہی اور سورج گہن کی نماز کا وقت اس طرح بھی جاتا رہتا ہی کہ سورج گہن لگا ہوا ڈوب جاوے
اور اگر چاند کو گہن لگا ہوا ہو اور آفتاب نکل آوے تو اُسکا وقت جاتا رہیگا اس لیے کہ رات کا غلبہ جاتا رہا اور اگر چاند گہن کی حالت مین
غروب ہوجاوے تو وقت نہ جاویگا کیونکہ تمام رات قمر کی سلطنت ہی اور اگر چاند یا سورج نماز کے اندر ہی بالکل صاف ہوجاوے تو

۱۲ یہ حدیث بے اصل ہی گو ابن ماجہ نے بروایت علی رضی کچھ اور جیسے پندرھوین شعبان کی رات ہو تو رات کو جاگو اور دن کو روزہ رکھو اسکی سند ضعیف ہی ۱۲ ع

۱۲ سورج اور چاند اللہ کی نشانیان ہین

نماز کو مختصر کرکے پورا کر لیا جاوے اور جو شخص کہ گہن کی نماز کا دوسرا رکوع امام کے ساتھ پاوے اُس سے وہ رکعت نا فوت ہوگئی اسلیے کہ اصل اول رکوع ہی اگر وہ ملتا تو رکعت ملتی **دوسری نماز مینہ کے طلب کی** ہاتھ جس وقت نہرون کا پانی اندر کو چلا جاوے اور مینہ برسنا موقوف ہوجاوے اور نالیان سوکھ جاوین تو امام کو مستحب ہی کہ اول لوگون سے کہے کہ تین دن روزے رکھین اور مقدور کے موافق خیرات کرین اور جس کے ذمہ پر لوگون کے حق ہون اُن کو ادا کرین اور گناہون سے توبہ کرین پھر چوتھے روز اُن کو لیکر مع بوڑھیون اور لڑکون کے نہائے دھوئے نکلے اور کپڑے پرانے پھٹے جن سے فروتنی معلوم ہو پہنین برخلاف [illegible] جاوین بخلاف عید کے کہ اُس مین یہ باتین نہین ہین۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ چارپایون کا نکالنا بھی مستحب ہی کہ پانی [illegible] وہ بھی [illegible] شریک [illegible] علاوہ ازین حدیث شریف مین بھی وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر [illegible] بوڑھے اور [illegible] تم پر [illegible] علیکم العذاب صبا اور اگر یہود بھی ایسے نکلین کہ اُن مین اور مسلمانون مین [illegible] تو اُنکو منع نکیا جاوے [illegible] جمع ہوچکین تو الصلوٰۃ جامعۃ پکارا جاوے اور امام اُنکو دو رکعتین نماز عید کی طرح بدون تکبیر زائدہ کے پڑھاوے پھر دو خطبے پڑھے اور دونون کے درمیان تھوڑا سا جلسہ کرے اور اکثر مضمون دونون خطبون کا استغفار ہونا چاہیے اور دوسرے خطبے کے درمیان امام لوگون کی طرف پشت پھیر کر رو بقبلہ ہوجاوے اور اپنی چادر کو اس طرح بدلے کہ نیچے کی اوپر ہوجاوے اور داہنی [illegible] بائین [illegible] آجاوے اور لوگ بھی اپنی چادرین اسی طرح پلٹ لین اور اس وقت مین آہستہ دعا مانگین اور چادر [illegible] حال تھا اور خشکی کا بدل جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہی پھر امام لوگون کی طرف منہ پھیر کر خدا کی حمد [illegible] اور [illegible] پلٹی ہوئی بدستور رہنے دین یہانتک کہ جب کپڑے اُتارین تب اُنکو بھی اُتارین اور دعا اس طرح مانگین الٰہی تو نے [illegible] اور دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہی تیرے حکم کے بموجب ہم مانگتے ہین تو اپنے وعدہ کے مطابق قبول فرما الٰہی [illegible] ہون اُنکی مغفرت سے ہمپر احسان کر اور مینہ کے لیے اور ہمارے رزق کے زیادہ ہونے کے [illegible] باہر نکلنے سے پیشتر تین دن کے اندر اگر نمازون کے بعد دعا مانگین تو کچھ مضائقہ نہین اور اس دعا کے لیے چند آداب [illegible] توبہ اور حق والون کی حق رسانی وغیرہ کہ جنکو عنقریب باب الدعوات مین مذکور ہون گے **تیسری نماز جنازہ** [illegible] اور زیادہ تر جامع دعا سے ماثور اس نماز مین وہ ہی جسکو روایت صحیح مین عوف بن مالک نے روایت کیا ہی فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی مین نے آپ کی دعا یاد کر لی کہ یہ فرماتے تھے اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ [illegible] مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ [illegible] من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار حضرت عوف کہتے ہین کہ مین نے [illegible] کی کہ کاش یہ مردہ مین ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا میرے واسطے ہوتی۔ اور جو شخص دوسری تکبیر پاوے تو چاہیے کہ نماز کی رکعتون کی سی ترتیب کا لحاظ رکھے

[illegible]

یعنے باقی تکبیرین امام کے ساتھ کہتا جاوے اور جب امام سلام پھیرے تو جو تکبیر اس سے رہ گئی تھی اُسکو ادا کرے جیسے مسبوق رکعت کو پیچھے پڑھتا ہے
اور اگر ان تکبیرات مین سبقت کر جائے تو پھر امام کی اقتدا سے کیا غرض ہوئی اس نماز کے ارکان ظاہری تو تکبیرین ہی ہین اور مناسب یہی ہے
کہ جیسے اور نمازون مین رکعتین ہوتی ہین اس نماز مین اُنکا قائم مقام تکبیرین ہون یہ میرے نزدیک معقول تر معلوم ہوتا ہے گو اور بھی احتمال رکھتا ہے
اور جنازہ کی نماز کے ثواب مین اور اسکے ساتھ جانے کی فضیلت مین جو حدیثین وارد ہین وہ مشہور ہین اس لئے اُنکے نقل کرتے ہین ہم طول نہین
دیتے۔ اور اُسکا ثواب زیادہ کیون نہوگا کہ یہ نماز تو فرض کفایہ ہے نفل اُسی شخص کے حق مین ہوتی ہے جسپر دوسرے شخص کے موجود ہونے سے
متعین نہین ہو جاتی اور نمازی کو اس سے ثواب فرض کفایہ کا ہی ملتا ہے گو اُسپر متعین نہوئی ہو کیونکہ سب نمازیون نے ایک امر فرض کی بجاآوری
کی اور دوسرے شخصون سے تنگی کو دُور کیا تو یہ نفل کیطرح نہین کہ جسکے پڑھنے سے کسی کے ذمہ سے فرض دور نہو۔ اور جنازے کی نماز مین جماعت
کی کثرت مستحب ہے کہ بہت لوگون کے باعث ہمت اور دعا کی کثرت ہوگی اور اُن مین کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا چنانچہ کریب نے
حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپکا ایک لڑکا گذر گیا آپ نے فرمایا کہ کریب دیکھ کہ آدمی اُس کے واسطے کتنے اکٹھے ہوئے
ہین مین نے نکلکر دیکھا تو بہت تھے مین نے عرض کیا کہ بہت ہین فرمایا کہ چالیس ہین مین نے عرض کیا کہ ہین فرمایا کہ اب جنازہ نکالو
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو مسلمان مرجاوے اور اُسکے جنازے پر چالیس آدمی کہ خداے تعالی کا شریک
کسی کو نہ کرتے ہون کھڑے ہون تو اللہ تعالی اُنکی سفارش اُسکے باب مین قبول فرماتا ہے۔ اور جب جنازے کے ساتھ چلکر قبرستان مین پہونچے
یا ویسے قبرستان مین جاوے تو یون کہے السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم
لاحقون اور بہتر یہ ہے کہ جب تک میت دفن نہ ہولے وہان سے نہ پھرے جبکہ اُسکو مٹی دیدیجاوے تو اُسکی قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہے کہ الٰہی تیرا
بندہ تیری طرف ہٹایا گیا تو اُسپر یافت اور رحمت کر الٰہی اسکے دونون پہلوؤن سے زمین کو علحدہ کر اور اُسکی روح کے لیے آسمان کے دروازے
کھولدے اور حسن قبول کے ساتھ اُسکے اعمال پذیرا فرما الٰہی اگر یہ نیک تھا تو اُسکی نیکی دونی کر اور اگر برا تھا تو اُسکی برائیون سے درگذر فرما
نماز تحیۃ المسجد کی دو رکعتین یا زیادہ ہے یہ نماز سنت مؤکدہ ہے یہانتک کہ جمعہ کے روز اگر امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی ساقط نہین ہوتی باوجودیکہ خطبہ سننا
واجب مؤکد ہے اور اگر مسجد مین جاکر فرض یا قضا مین مصروف ہو گیا تو تحیۃ المسجد ادا ہو گیا اور ثواب حاصل ہوا اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ شروع مسجد مین جانا
ایسی عبادت سے خالی نہو جو مسجد کے لیے خاص ہے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور اسی وجہ سے مسجد مین بے وضو جانا مکروہ ہے اور اگر مسجد مین سے ہو کر
دوسری طرف جانے کو یا مسجد مین بیٹھنے کے لیے داخل ہو تو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہلے کہتے ہین کہ انکا ثواب برابر دو رکعتون کے
ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ تحیۃ کا دوگانہ مکروہ اوقات مین مکروہ نہین یعنی عصر اور صبح کی نمازون کے بعد اور زوال کے وقت اور طلوع اور غروب
کے اوقات مین مکروہ نہین کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد عصر کے دو رکعتین پڑھین کسی نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس
سے ہم کو منع فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دو رکعتین ہین بعد ظہر کے پڑھا کرتا تھا باہر کے لوگ جو آئے اُن کے سبب سے نہ پڑھ سکا اس حدیث سے
دو باتین معلوم ہوئین ایک یہ کہ مکروہ ہونا ایسی نماز کے ساتھ مخصوص ہے جسکے لیے کوئی سبب نہین اور قضا کرنا نفلون کا ایک سبب ضعیف ہے اسلیے
علما اس باب مین اختلاف رکھتے ہین کہ نوافل کی قضا ہونی چاہیے یا نہین اور جو نوافل قضا ہو گئے ہین اگر ان جیسے اور پڑھیگا تو اُنکی قضا ہو جاوے گی

یا نہین پس جیسا اس سبب ضعیف کے باعث نفلون کی کراہت بعد عصر کے نہ رہی تو مسجد مین آنا جو سبب کامل ہی اُسکے باعث بطریق اولی کراہت نہ آویگی اور اسی وجہ سے نماز جنازے کی جس وقت جنازہ آجاوے کروہ نہین ہی ورنہ نماز خسوف اور نماز استسقا کے طلب کی کسی وقت مین مکروہ ہی کیونکہ ان نمازون کے سبب ہین اور مکروہ وہ نماز ہوتی ہی جسکا کوئی سبب نہو دوسری یہ کہ نفلون کا قضا کرنا درست ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلون کی قضا پڑھی تو اگر اور کوئی پڑھیگا تو اُسکی تعیین عمدہ ہو گی اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اگر غلبہ خواب یا مرض کی وجہ سے آپکی آنکھ کھل نہ سکتی اور رات کو نہ پڑھ سکتے تو دن کو پڑھ لیتے اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ جو شخص نماز مین ہو اور موذن کا جواب اس سے رہ جاوے تو سلام کے بعد اُسکو قضا کرے اور جو اسپر یہ کہے کہ موذن چپ ہو گیا اور اب کوئی اگر کہے کہ یہ بات افضل اولی کے مثل ہی اور نفل جو اگلا ذکر ہوا اول کی قضا نہین تو اس قول کے کچھ معنی نہین اسلیے کہ اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو وقت مکروہ مین نہ پڑھتے ہان اگر کسی کا کوئی وظیفہ معین ہو اور اُسکو کسی عذر سے اُس سے روک دیا ہو تو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے اسکے ترک کرنے کی اجازت نہ دے بلکہ اُسکا تدارک دوسرے وقت مین کرے تاکہ اُسکا نفس آسائش اور آرام کی طرف مائل نہو اور اُسکا تدارک ایک تو نفس کے مجاہدہ کے لیے اچھا ہی دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی احب الاعمال الی اللہ تعالی ادومہا وان قل تو تدارک سے یہ نیت کر لے کہ دوام عمل نہ ٹوٹے اور حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالی کی عبادت کرے پھر اُسکو تھک کر چھوڑ دے تو اللہ تعالی اُسپر نہایت غصہ ہوتا ہی تو چاہیے کہ وعید سے بچے داخل ہونے سے خوف کرے اور اس حدیث کا ثبوت کہ اللہ تعالی عبادت کے چھوڑنے سے اُسپر نہایت غصہ ہوتا ہی اور ملال ہی یعنی اگر غصہ اور دوری نہوتی تو ملال اور تھکن اُسپر کیون مسلط کیا جاتا پانچوین تحیۃ الوضو دوگانہ وضو مستحب ہی اسلیے کہ وضو ایک ثواب ہی اور اُسکا مقصود نماز ہی اور بے وضو ہونا ہر وقت لگا ہی رہتا ہی تو یہ بات کہ نماز سے پہلے ہی آدمی بے وضو ہو جاوے اور پہلے وضو کی محنت بیکار جاوے اسلیے مستحب ہی کہ وضو کر کے ہی اُسکا مقصود جلدی سے ادا کیا جاوے تاکہ مقصود فوت نہونے پاوے اور یہ بات حضرت بلال کی حدیث سے معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بہشت مین داخل ہوا تو بلال کو اُسکے اندر دیکھا مین نے بلال سے پوچھا کہ تو کس طرح مجھسے پہلے پہونچ گیا اُس نے کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا سوا اسکے کہ جب وضو کرتا ہون تو اُسکے بعد دو رکعتین پڑھتا ہون یا اور کسی طرح فرمایا چھٹی نماز گھر مین جانے اور باہر نکلنے کے وقت دوگانہ پڑھنا ہی حضرت ابوہریرہ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعتین پڑھ لے یہ دونون تجھکو برے نکلنے سے مانع ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو دو رکعتین پڑھ وہ تجھکو برے داخل ہونے سے روکینگی اور ہر ایک امر کی ابتدا جو خیر کا ہو اسی حکم مین داخل ہی یعنی اُس کی ابتدا مین دو رکعتین پڑھی جائین اور اسی وجہ سے دوگانہ احرام کے وقت اور دوگانہ سفر کی ابتدا مین اور سفر سے رجوع کرنے کے وقت مسجد مین دو رکعتین ادا کرنی گھر مین جانے سے پیشتر وارد ہین اور یہ سب دوگانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ماثور ہین اور بعض صلحا جب کوئی غذا کھاتے یا پانی پیتے تو دوگانہ پڑھتے اسی طرح جو امر پیش آتا اُس مین ایسا ہی کرتے اور امور کے شروع مین خدا تعالی کا ذکر تبرکا چاہیے اور وہ تین طرح پر ہی بعض افعال امور ایسے ہین کہ دو اکثی کئی دفعہ ہوتے ہین جیسے کھانا اور پہننا تو

[illegible]

اُس مین شروع بسم اللہ سے چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل امر ذی بال لم یبدأ فیہا ببسم اللہ الرحمن الرحیم فہو ابتر دوسرے وہ امور ہین کہ بہت تو نہین ہوتے مگر اُن مین وقعت ہوتی ہے جیسے نکاح اور صحت کا شروع اور مشورہ وغیرہ تو اُن مین یہ مستحب ہے کہ ان باتون کو خدا کی حمد سے شروع کرے مثلاً نکاح پڑھانے والا کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نے اپنی لڑکی تیرے نکاح مین دی اور نوشہ کہے الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نے نکاح قبول کیا اور صحابہؓ کی عادت تھی کہ پیام کے ادا کرتے وقت اور نصیحت کرتے اور مشورہ کرتے مین اول حمد خدا کیا کرتے تھے تیسرے وہ کہ بہت مکرر ہوا کرتے ہون مگر ہونے کے بعد دیر پا ہون اور وقعت ان مین باقی ہو جیسے سفر اور نئے مکان کا خریدنا اور احرام باندھنا اور دوسرے امور انکی طرح کے تو ایسے کامون کے پیشتر دو گانہ پڑھنا مستحب ہے اور ادنیٰ … مین سے باہر جانا اور اسکا اندر آنا ہے کہ وہ بھی ایک چھوٹے سے سفر کی طرح ہے سا تو ین نماز استخارہ جو شخص کسی کام کا قصد کرے اور اسکے انجام کو نہ جانتا ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ بہتری اسکے کرنے مین ہے یا نہ کرنے مین تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو رکعتین پڑھے اول مین الحمد اور کافرون اور دوسری مین فاتحہ اور اخلاص پڑھے اور جب فارغ ہو تو دعا مانگے اللہم انی

[illegible]

[illegible]

والفضل سبحان ذی العز والکرم سبحان ذی الطول اسئلک بمعاقد العز من عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک باسمک الاعظم وجدک الاعلیٰ وکلماتک
التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر ان تصلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد پھر اپنی حاجت مانگے بشرطیکہ اُس میں کوئی معصیت نہو تو انشاء اللہ مقبول ہوگی
وہیب کہتے ہیں کہ ہمنے سنا ہے کہ یوں اگلے لوگ کہا کرتے تھے کہ اس دعا کو بیوقوفوں کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ اسکے ذریعے سے خدائے تعالیٰ کی معصیت پر
مدد لینگے اس روایت کو حضرت ابن مسعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے چوتھی قسم صلاۃ التسبیح یہ نماز جوں کی توں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور کسی وقت اور سبب سے خاص نہیں اور مستحب یہ ہے کہ اس سے کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی نہ رہے ایک دفعہ
پڑھ لیا کرے عکرمہؒ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرمایا کہ چچا کیا میں
تمکو ایک چیز دوں ایک شے عطا کروں ایک بات سکھا دوں کہ جب تم اسکو کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے نادانستہ اور
دانستہ پوشیدہ اور ظاہر سب معاف کردے وہ یہ ہے کہ تم چار رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورت پڑھو جب اول رکعت میں قرأت سے فارغ
ہو جاؤ تو کھڑے ہوئے کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پھر رکوع کرو اور دس بار یہی کلمات کہو پھر قومہ کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ
کرو اور دس بار کہو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار کہو پھر دوسرے سجدے میں دس بار پھر جلسۂ استراحت میں دس بار تو یہ کل پچھتر بار ہر رکعت میں ہوئے
چاروں رکعتوں میں اسی طرح کرو اگر تم سے ہوسکے تو ہر روز پڑھو ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایک بار ورنہ سال بھر میں ایک بار دوسری
روایت اس طرح ہے کہ شروع نماز میں کہے سبحانک اللہم وبحمدک الخ پھر پندرہ بار تسبیح مذکور کہے قرأت سے پہلے اور دس بار قرأت کے بعد اور باقی
روایت اول کے مطابق مگر دوسرے سجدے کے بعد کچھ نہ کہے اور یہی روایت بہتر ہے اور ابن مبارک نے اسی کو پسند کیا ہے اور دونوں روایتوں
بموجب کل تسبیح کی تین سو ہوتی ہیں پس اگر دن کو پڑھے تب تو چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو دو سلام سے
پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صلاۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ اور اگر بعد تسبیح مذکور کے یہ کلمات بھی پڑھ لے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو بہتر
ہو کیونکہ بعض روایات میں یہ کلمات آئے ہیں [illegible] یہ نمازیں [illegible] اور ان [illegible]
اور خسوف اور استسقا کی نماز کے اور کوئی قسم نہیں [illegible] اور [illegible]
[illegible]
وضو [illegible] اسلیے کہ وضو نماز کا سبب نہیں ہوتی بلکہ نماز وضو کا سبب ہے [illegible]
نماز پڑھتے ہیں کہ نماز اسلیے پڑھتے کہ وضو کیا ہے علاوہ ازیں جب وضو کر لیا وقت میں نماز پڑھنا چاہے تو [illegible]
اور نماز پڑھے [illegible] دوگانہ [illegible]
نفل پڑھا اور اپنے وضو کو خالی نہیں چھوڑتے جیسے حضرت بلالؓ کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دوگانہ نفل [illegible] اور بلالؓ کی [illegible]
معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وضو [illegible] کی طرح سبب ہوا کہ نیت [illegible] وضو کا دوگانہ [illegible]
بلکہ یوں چاہیے کہ وضو سے نماز کی نیت کرے اور یہ نہ کہے کہ وضو [illegible] کرتا ہوں اپنی نماز کے واسطے اور نماز میں [illegible] نماز
پڑھتا ہوں اپنے وضو کے واسطے بلکہ جو شخص یہ چاہے کہ کراہت کے وقت میں اپنے وضو کو نماز سے خالی نہ رہنے دے تو اس کو چاہیے کہ دوگانہ

وضو کے بعد پڑھے اُس سے نیت قضا کی کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اُسکے ذمہ پر کوئی نماز قضا ہو جس کی ادا مین کسی باعث سے خلل ہوا ہو
تو قضا کی نیت کا کچھ مضائقہ نہوگا اسلیے کہ نماز قضا مکروہ وقتون مین بھی مکروہ نہین لیکن ان وقتون مین نیت نفل کی کرلینے کی کوئی وجہ نہین ان
اوقات مین جو نوافل سے منع کیا گیا ہے اُس مین تین باتین مقصود اور مہم ہین اول آفتاب کی پرستش کرنے والون کی مشابہت سے بچنا دوم
شیطانون کے پھیلنے سے احتراز کرنا کہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نکلتا ہے اور اُسکے ساتھ شیطان کے
سینگ کا کونا ہوتا ہے نکلنے مین اُسکے ساتھ رہتا ہے اور جب آفتاب اُٹھ جاتا ہے تو جدا ہو جاتا ہے جب برابر دوپہر ہوتی ہے تو ملجاتا ہے جب ڈھلجاتا تو ٹلجاتا ہے
پھر جب غروب پر آفتاب مائل ہوتا ہے تو شیطان کا اُس سے متصل ہو جاتا ہے اور جسوقت غروب ہو جاتا ہے تو علیحدہ ہو جاتا ہے- اور ان اوقات مین
نماز سے منع فرمایا اور اُسکی علت پر آگاہ کر دیا سوم یہ کہ طریق آخرت کے سالک ہمیشہ سب وقتون مین نماز پر مواظبت رکھتے ہین اور عبادات
مین سے ایک ہی طرح پر مواظبت کرنی انجام کو ملال پیدا کرتی ہے اور جس صورت مین کہ ایک ساعت روکدیا جاوے تو خوشی زیادہ ہوتی ہے اور
ارادے ابھرتے ہین اور انسان کو منع کی ہوئی چیز کی حرص ہوتی ہے تو ان وقتون کو خالی چھوڑنے مین زیادہ تر وقت گذرنے کے انتظار پر
ترغیب ہوتی ہے اس وجہ سے یہ اوقات تسبیح و استغفار کے خاص کر دیئے گئے کہ مداومت کے باعث تھکن سے بھی بچے رہین اور ایک قسم
کی عبادت سے دوسری قسم کی سیری بھی ہو جاوے کیونکہ ہر نئی بات مین لذت جداگانہ ہے اور ایک ہی چیز کی مداومت مین گرانی اور کسل
ہوتا ہے اور ان مین لحاظ نماز نہ محض سجدہ ہوتی نہ صرف رکوع نہ قیام بلکہ اعمال مختلف سے اور جداگانہ ذکرون سے عبادتون کی ترتیب
ہوتی ہے کیونکہ دل ان مین سے ہر ایک عمل سے لذت جداگانہ اُسکو ادا کرتے وقت پاتا جاوے اور اگر ایک ہی چیز پر مداومت شروع ہوتی
تو دل پر تھکن جلدی آتی پس جس صورت مین کہ اوقات مکروہ مین نماز کے منع کرنے سے یہ باتین مقصود ہین اور ان کے سوا اور
اسرار ہین کہ جنکو سوا ے خدا ے تعالی اور اُس کے رسول کے بشر کی طاقت نہین کہ معلوم کرے تو اس طرح کے امور کو چھوڑ دینا
بجز ایسے اسباب کے نہین چاہیئے جو شرع مین ضروری ہون جیسے نمازون کی قضا اور مینھ کی نماز اور گہن کی نماز اور تحیۃ المسجد کا
دوگانہ ہے اور جو اسباب کہ ضعیف ہون انکو اس نہی کے مقصود کے مقابل نہ کرنا چاہیئے ہمارے نزدیک یہی قول معلوم ہوتا ہے
آگے خدا جانے باب اسرار نماز پورا ہوا اُسکے بعد باب اسرار زکوٰۃ انشاء اللہ آتا ہے والحمد للہ اولا و آخرا والصلوٰۃ علی رسولہ المصطفی

پانچوان باب اسرار زکوٰۃ کے بیان مین

حمد پاکی اُسی کو ہے جسنے زکوٰۃ کا نہ دینا وہ گناہ کہ جس پر وعید ہے ٹھیرایا اور صاحب مال کو شکر کرنے سے خیرات نہ
نا مخصوص بنا تجارت و بہبودی کی راہ ہے جاننا چاہیئے کہ خدا ے تعالی نے زکوٰۃ کو ایک رکن اسلام بنایا اور نماز کے بعد اسی کا ذکر فرمایا
جیسا کہ ارشاد ہو واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و
رسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ اور اللہ تعالی نے زکوٰۃ کے نہ دینے والون کے باب مین نہایت سختی سے وعید فرمائی ہے کہ ارشاد فرمایا والذین یکنزون

نہین کرتے اللہ کی راہ مین سو ان کو خوشخبری سنا دے دکھ والی مار کی

[illegible] بخاری و مسلم [illegible]

الذہب والفضۃ ولاینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔ اس آیت مین جو انفاق فی سبیل اللہ مذکور ہی اس کے معنی حق زکوٰۃ کے نکالنے کے ہین احنف بن قیس کہتے ہین کہ مین قریش کے چند لوگون مین تھا کہ حضرت ابوذر گذرے اور فرمایا کہ کافرون کو سُنا دو ایک داغ کی خبر کہ انکی پیٹھون مین لگیگا اور پسلیون مین سے نکلے گا اور ایک داغ اُنکی گُدّیون کی طرف سے لگیگا اور پیشانیون مین سے پار ہو جاویگا اور ایک روایت مین یہ ہی کہ داغ آدمی کی پستان کے سر پر رکھکر دونون شانون کی ملائم ہڈی سے نکالدیا جاویگا اور ہڈی سے رکھکر پستان کے سر مین تھرتھراتا ہوا نکالا جاویگا اور حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا اُسوقت مین کہ آپ خانۂ کعبہ کے سایہ مین بیٹھے تھے جب آپ نے مجھکو دیکھا فرمایا کہ قسم ہی رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان مین ہین مین نے عرض کیا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ جنکے پاس مال بہت ہین مگر جو کوئی ایسے ایسے اپنے دہنے اور بائین اور سامنے اور پیچھے بکھیرے اور خیرات کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہین اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا یا بکریون خواہ گایون والا انکی زکوٰۃ نہ ادا کریگا وہ چوپائے قیامت مین نہایت بڑے اور بہت موٹے ہوکر آوینگے اور اس شخص کو اپنے سینگون سے مارینگے اور کھُرون سے کچلینگے جب اول سے آخر تک سب چوپائے مار چکینگے تو پھر دوبارہ اسیطرح شروع کر دینگے اور یہ عذاب اُسوقت تک ہوگا کہ لوگون کے درمیان حکم کیا جاوے اور جبکہ بخاری اور مسلم مین زکوٰۃ نہ دینے والون کی یہ وعید مروی ہین تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا اور اُسکے شروط ظاہری اور باطنی اور اُسکے معانی صوری اور معنوی کا لکھنا ضروریات دین سے ٹھہرا اسلیے ہم اس مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہین اور اُنھین باتون پر کفایت کرتے ہین جنکا جاننا زکوٰۃ کے دینے والے اور لینے والے کو ضرور ہی

فصل اول زکوٰۃ کے اقسام اور اُسکے واجب ہونے کے اسباب کے بیان مین۔ جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ باعتبار اُن مالون کے جن سے وہ علاقہ رکھتی ہی چھ قسم ہی ہر ایک کو جُدا جُدا لکھا جاتا ہی۔ **قسم اول** چوپایون کی زکوٰۃ۔ زکوٰۃ خواہ چوپایون کی ہو یا دوسرے مال کی اُسی شخص پر واجب ہوتی ہی کہ آزاد اور مسلمان ہو اور بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط نہین بلکہ لڑکے اور مجنون کے مال مین بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہی یہ تو شرط زکوٰۃ کے دینے والے کی ہی جسپر زکوٰۃ واجب ہو اور مال کی شرطین پانچ ہین یعنی چوپایون کا خاص ہونا اور جنگل مین چرنا اور برس روز گذرنا اور ملک کامل کا اُسپر ہونا اور نصاب کا پورا ہونا۔ شرط اول خاص چوپائے اسلیے کہے کہ زکوٰۃ صرف اونٹ اور گاے اور بکری مین ہی گھوڑون اور خچرون اور گدھون مین اور اُن جانورون مین جو ہرن اور بکری سے پیدا ہون زکوٰۃ نہین۔ شرط دوم چرنے کی اسلیے ہی کہ اگر گھر پر گھاس کھلایا جائیگا تو زکوٰۃ نہوگی اور جب کچھ دنون جنگل مین چرا ہو اور کچھ دنون گھر پر گھاس کھلایا ہو تو اس صورت مین بھی زکوٰۃ نہین بشرطیکہ گھاس گھر پر دینے مین بظاہر دام لگا ہو۔ تیسری شرط برس کے گذرنے کی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول۔ اور اس حکم مین سے مال کے بچے مستثنیٰ رہین گے کیونکہ وہ تابع بڑے جانورون کے ہوتے ہین اور اصول پر برس دن گذرنے سے انکی بھی زکوٰۃ لیجاویگی گو اُن پر برس نہ گذرا ہو۔ اور جب مال کو برس کے اندر بیچ ڈالے یا ہبہ کردے تو برس کٹ گیا وہ جانور حساب مین شمار نہونگے۔ چوتھی شرط مالک کا مال اور پورا تصرف مال پر چاہیئے اس صورت مین اگر کوئی جانور رہن ہوگا تو اُسکی زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ خود اُسنے اپنے نفس کو روکا ہی اُسپر قبضہ کرنا اُسکے اختیار مین ہی اور گم شدہ اور چھینی ہوئی مین زکوٰۃ واجب نہین جب تک کہ مع اپنی زیادتی کے پھر کر نہ آوے تو پھر کر آنے پر زکوٰۃ ایام گذشتہ کی واجب ہو جاویگی اور جس شخص پر کہ قرض اتنا ہو کہ اُسکے سب مال کو حاوی ہو جاوے تو اُسپر زکوٰۃ نہین اسلیے کہ وہ مال کے باعث غنی نہین ہی کیونکہ غنی جب ہوتا کہ مال زائد از حاجت ہوتا حالانکہ حاجت

ادا ے قرض اُسکو موجود ہو ۔ پانچوین نصاب کا پورا ہونا اور یہ ہر چو پائے مین جدا جدا ہی مثلاً اونٹ پر کچھ زکوٰۃ نہین جب تک اُسکا شمار پانچ[۵] کو نہ پہونچ جاوے پانچ[۵] اونٹ کے لیے نصاب ہی اس مین بھیڑ کا ایک جذعہ یا بکری کا ایک ثنیہ دینا ہوگا جذعہ اُسکو کہتے ہین کہ ایک سال کا ہوکر دوسرے مین لگا ہو اور ثنیہ اُسکو کہتے ہین کہ دو برس کا ہوکر تیسرے مین لگا اور دس[۱۰] اونٹون مین دو بکریان ہین اور پندرہ[۱۵] مین تین[۳] اور بیس[۲۰] مین چار[۴] اور پچیس[۲۵] مین بنت مخاض یعنی مادہ ہونا جو دوسرے برس مین ہو اور اگر بنت مخاض مال مین نہو تو نر لونا جو تیسرے سال مین ہو لیا جاوے اگرچہ بنت مخاض کو خرید سکتا ہو اور چھتیس[۳۶] اونٹون مین بنت لبون یعنی مادہ جو تیسرے سال مین ہو پھر چھیالیس[۴۶] مین حقہ یعنی مادہ جو چوتھے سال مین ہو اور اکسٹھ[۶۱] مین جذعہ یعنی پانچوین سال کی مادہ اور چھہتر[۷۶] مین دو بنت لبون اور اکانوے[۹۱] مین دو حقے اور ایک سو اکیس[۱۲۱] مین تین بنت لبون پھر جب ایک سو تیس[۱۳۰] ہو جاوین تو اب حساب جم گیا کہ ہر پچاس[۵۰] مین ایک حقہ اور ہر چالیس[۴۰] مین ایک بنت لبون لیا جاوے گا پس ایک سو تیس[۱۳۰] ہین اس حساب سے ایک حقہ اور دو بنت لبون ہونگے اور گائے بیل مین کچھ زکوٰۃ نہین جب تک کہ تیس[۳۰] نہو جائین پھر تیس[۳۰] پر ایک تبیع یعنی بچھڑا ہی جو دوسرے سال مین ہو اور چالیس[۴۰] پر ایک مسنہ یعنی بچھڑی تیسرے برس کی اور ساٹھ[۶۰] مین دو تبیع اور بعد اسکے حساب ٹھیک ہو جاتا ہو کہ ہر چالیس[۴۰] مین ایک مسنہ اور ہر تیس[۳۰] مین ایک تبیع اور بھیڑ بکریون مین زکوٰۃ نہین جبتک کہ چالیس[۴۰] نہو جاوین چالیس[۴۰] پر ایک جذعہ بھیڑ کا یعنی جو ایکسال کا ہو گیا ہو خواہ ثنیہ بکری کا یعنی وہ بچہ کہ دو سال کا ہو کر تیسرے مین ہو پھر اُنمین کچھ نہین یہانتک کہ ایک سو اکیس[۱۲۱] ہو جاوین اس شمار پر دو بکریان ہین دو سو[۲۰۰] تک اور دو سو ایک[۲۰۱] مین تین ہین چار سو[۴۰۰] تک اور چار سو[۴۰۰] مین چار بکریان ہین پھر ہر سیکڑے پر ایک بکری ہی ۔ اور دو شریکون کی زکوٰۃ نصابون مین مثل ایک مالک کے ہوگی مثلاً دو شخصون کی شرکت مین چالیس[۴۰] بکریان ہین تو اُنپر ایک ہی بکری ہوگی اور اگر تین شخصون کی شرکت مین ایک سو بیس[۱۲۰] بکریان ہون تو سب پر ایک ہی بکری ہوگی حالانکہ جدا کرنے مین ہر شریک کے حصہ مین چالیس[۴۰] آسکتی ہین مگر مال شرکت کو ایک ہی مالک کا سا سمجھینگے اور شرکت خواہ باعتبار سہامون کے ہو یا اور طرح پر دونون کا حکم ایک ہے مگر یہ شرط ہی کہ دونون شریک ایک ساتھ ہی چراتے ہون اور ساتھ پانی پلاتے ہون اور مکان پر بٹھا کر لانا اور دودھ نکالنا اور نر کا ڈلوانا ایک ساتھ کرتے ہون اور دونون صاحب زکوٰۃ ہون اور اگر شرکت ذمی یا مکاتب کے ساتھ ہو تو اُسکا اعتبار نہین ہی اور جس صورت مین کہ مال واجب سے کم سن کا جانور لیا جاوے تو جائز ہی بشرطیکہ بنت مخاض سے کم نہو اور کمی کا نقصان اسطرح پورا کیا جاوے کہ ایکسال کی کمی مین دو بکریان یا بیس[۲۰] درم اور لیے جاوین اور دو برس کی کمی مین چار بکریان خواہ چالیس[۴۰] درم لیوین اور مالک مال اگر زیادہ عمر کا اونٹ دیوے تو ہو سکتا ہی بشرطیکہ جذعہ سے زیادہ نہو اور مقدار زیادتی کو بیت المال کے کارندون سے واپس لیوے اور زکوٰۃ مین بیمار جانور نہ لیا جاوے جس صورت مین کہ گلہ مین اچھے بھی ہون اگرچہ ایک ہی تندرست ہو اور اچھے جانورون مین سے اچھا لیا جاوے اور بُرون مین سے بُرا اور مال مین سے دانہ خوری کا جانور اور جو توگی ہو اور دودھیل اور سانڈ نہ لیا جاوے اور نہ ردی اور آخور لیا جاوے بلکہ میانہ لینا چاہیئے **دوسری قسم** وہ پیداوار چیزون کی زکوٰۃ ہی جو پیداوار کہ غذا کی قسم ہو اور آٹھ سو سیر یعنی بیس من ہو اُس مین دسوان حصہ واجب ہی اور اُس سے کمتر مین کچھ نہین اور نہ میوون اور روئی مین زکوٰۃ ہی بلکہ اُس جنس مین ہی جو غذا بنائی جاتی ہی اور چھوہارون اور کشمش مین زکوٰۃ ہی اور بیس[۲۰] من کا ہونا معتبر ہی یعنی سوکھنے پر بیس[۲۰] من ہونے چاہیئن تر کا اعتبار نہین اور شریکون کے مال کو ایک دوسرے مین ملا کر پورا کر لیا جاویگا جس صورت مین کہ شرکت سہامون سے ہو مثلاً ایک باغ چند وارثون مین مشترک ہی اور اُسکی پیداوار بیس[۲۰] من کشمش ہی تو سب پر دو من کشمش واجب ہونگے حصہ رسد اپنے حصہ مین سے ویکر دو من کر دین اور اگر شرکت اسطرح نہو بلکہ درخت باغ مین جدا جدا ہر ایک کے

پاس ہو اور ایک جگہ ہو تو اس شرکت کا اعتبار نہین اور گیہون کے نصاب کو جو سے پورا نہ کیا جاویگا ہان جو کے نصاب کو اُس جو سے پورا کر لینگے کہ جس پر چھلکا نہین ہوتا کیونکہ وہ بھی جو ہی کی قسم ہی اور یہ دہ یکی اُس صورت مین ہی کہ جاری پانی یا کول وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو اور جس صورت مین کہ کنوئین مین سے ڈول خواہ چرسے سے پانی دیتے ہون تو بیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر دونون طرح پانی دیا جاتا ہو تو غالب کا اعتبار ہی اور واجب کی صفت یہ ہی کہ خشک چھوہارے اور کشمش اور جنس غلہ مین سے بعد بھس دُور کرنے کے لیے جاوین اور انگور اور تر کھجورین نہ لیوین مگر اُس صورت مین کہ درختون پر کوئی آفت پڑے اور پکنے سے پہلے ہی اُنکے توڑنے مین مصلحت ہو ایسی صورت مین تو پیمانے مالک کو اور ایک پیمانہ فقیرون کو ناپ دیا جاوے اور اس صورت پر یہ اعتراض نہین پڑتا کہ بانٹنا تو بیع مین داخل ہی پس پھلون کی بیع اگر درست نہین تو بانٹنا کب جائز ہوگا اسلیے کہ ہم کہینگے کہ حاجت کے سبب سے اس تقسیم کی اجازت ہی۔ اور زکوۃ کے واجب ہونے کا وقت اسوقت ہوتا ہی کہ پھل گدرانے لگین اور غلہ سخت ہونے لگے اور اُسکے ادا کا وقت خشک ہونے کے بعد ہی **تیسری قسم** چاندی سونے کی زکوۃ ہی جو چاندی خالص دو سو درم مکہ کی تول سے ہو اور اُسپر برس روز گذر جاوے تو اسکی زکوۃ پانچ درم یعنی چالیسوان حصہ ہی اور اگر چاندی زیادہ ہو تو اسی حساب سے زکوۃ اُس پر بھی ہوگی کہ ایک ہی درم زائد ہو۔ اور سونے کی نصاب بیس مثقال خالص مکہ کے وزن سے ہی اُس مین بھی چالیسوان حصہ زکوۃ ہی اور زائد پر اسی حساب سے ہوگی اور اگر نصاب سے ایک ہی رتی بھی کم ہو تو اُسپر زکوۃ نہین اور جسکے پاس کھوٹے درم ہون اور اُن مین دو سو درم بھر خالص چاندی ہو تو اُسپر زکوۃ واجب ہوگی۔ اور سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعمل زیورون اور سونے چاندی کے برتنون مین اور سونے کی کاٹھیون مین زکوۃ واجب ہی اور مستعمل زیورون مین واجب نہین اور اگر قرض کسی ایسے کے ذمے ہو جو دیر کر دیوے تو اُسپر بھی زکوۃ ہی مگر جب وہ ادا کرے اُسوقت واجب ہوتی ہی اور اگر قرض کی کچھ مدت ہو تو جبتک یہ مدت نہ گذرے تب تک واجب نہوگی **چوتھی قسم** مال تجارت کی زکوۃ ہی اور اُسکا حال چاندی سونے کی زکوۃ کا سا ہی یعنی چالیسوان حصہ واجب ہوتا ہی اور برس اُسوقت سے لیا جاویگا جسوقت سے کہ نقد روپیہ جس سے مال تجارت خریدا ہی اُسکی ملک مین آیا ہو بشرطیکہ نقد مذکور مقدار نصاب ہو اور اگر وہ نقد نصاب سے کم ہو یا اسباب کے بدلے مین تجارت کی نیت سے مال خریدا ہو تو ابتدا سال خریدنے کے وقت سے معتبر ہوگا اور زکوۃ مین وہ سکہ دے جو شہر مین چلتا ہو یا اور اس سے مال کا دام لگایا جاوے اور اگر نقد سے مال تجارت لیا ہو اور نقد نصاب کی مقدار کو تو شہر کے چلن کی نسبت اُسی نقد سے دام لگانا بہتر ہی۔ اور اگر مال اپنے پیے رکھا تھا پھر اس مین تجارت کی نیت کرے تو ابتدا سال صرف نیت کے وقت سے نہوگا بلکہ اُسوقت سے ہوگا کہ اُس مال کے عوض مین دوسری چیز مول لیوے اور جس صورت مین کہ برس روز پورا ہونے سے پہلے تجارت کی نیت موقوف کر دے تو زکوۃ ساقط ہو جاویگی مگر بہتر ہی کہ اُس برس کی زکوۃ دے ڈالے اور اسباب مین جسقدر نفع آخر سال مین ہوا ہو اصل مال پر برس گذرنے سے اُس پر بھی زکوۃ واجب ہو جاتی ہی یہ نہین کہ اُسپر از سر نو برس گذرے جیسا کہ جانورون کے بچے برس کی تمامی پر بڑون مین ملائے جاتے ہین کہ برس روز کے نہون اور صرافون کے مال کا برس اُنکے آپس کے مبادلے ہونے سے جاتا نہین رہتا جیسے اور تجارتون کی خرید و فروخت مین برس بدستور رہتا ہی ویسا ہی اُنکا بھی رہتا ہی اور مال مضاربت کے نفع کی زکوۃ مضارب پر اُسکے حصہ کے موافق ہوگی اگرچہ قسمت نفع کی نہ ہوئی ہو اور قرین قیاس یہی ہی کہ برس گذرتے ہی اُسپر واجب ہو جاوے **پانچوین قسم** دفینہ اور کان کی زکوۃ ہی دفینہ سے وہ مال مراد ہی جو کفر کے عہد کا مدفون ہو اور ایسی زمین ملے کہ اسلام مین اُسپر کسی کی ملک نہوئی ہو تو جو شخص اس دفینہ کو پاوے تو چاندی اور سونے مین سے اُس سے پانچوان حصہ لیا جاوے اُس مین برس کا گذرنا معتبر نہین اور بہتر یہ ہی کہ نصاب کا اعتبار بھی نہو کیونکہ خمس واجب ہونے سے اس مال کی مشابہت مال غنیمت سے

زیادہ ہی اور اگر نصاب کا اعتبار کرین تب بھی بعید نہین کہ آخر مصرف اس خمس کا اور زکوۃ کا ایک ہی ہی اور اسی وجہ سے مذہب صحیح کے بموجب دفینہ خالص سونے چاندی کو کہینگے اور کسی چیز کو نہ کہینگے اور کان کی چیزون مین سوائے سونے چاندی کے اور کسی چیز پر زکوۃ نہین اور یہ دونون جبوقت نکال لیے جاوین تو چالیسوان حصہ ان مین سے لیا جاویگا دو قولون مین سے صحیح تر کے بموجب اور اس قول کے بموجب نصاب کا ہونا معتبر ہوگا اور سال تمامی کے باب مین دو قول ہین اور ایک قول یہ ہی کہ کان کے سونے چاندی مین پانچوان حصہ واجب ہی تو اس اعتبار سے سال کا اعتبار نہ چاہیے اور نصاب کے باب مین دو قول ہین اور مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہی کہ کان کو مقدار واجب مین تو مال تجارت کی زکوۃ مین ملا دین کیونکہ وہ بھی ایک طرح کا مال حاصل کرنا ہی اور سال کے باب مین وہ پکی والی چیزون مین ملا دین کہ سال کا اعتبار نہ کیا جاوے اور نصاب کا بھی اعتبار نہ کیا جاوے جیسا کہ وہ پکی والی چیزون مین نہین کیا جاتا ہی اور احتیاط یہ ہی کہ تھوڑی کان ہو یا بہت سب مین سے خمس نکال دیا جاوے اور مخصوص چاندی سونے پر نہ رکھے ہر ایک کانی چیز مین یہی کرے تاکہ شبہہ ان اختلافون کا نہ رہے کیونکہ یہ اقوال ایک دوسرے کی ضد سے معلوم ہوتے ہین اور یقیناً کسی پر فتوی ہو نہین سکتا کہ شکلین انکی ملتی جلتی نہین ایک دوسرے کے مخالف ہین **چھٹی قسم** صدقہ فطر ہی اور وہ زبان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک مسلمان پر واجب ہی جس کے پاس عید فطر کے روز اور اس کی شب مین اسکے اور اس کے عیال کے کھانے سے زائد جنس غذا مین سے ایک صاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے موجود ہو اور صاع دو سیر اور دو تہائی سیر کی ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ صاع اس پیمانے کا نام ہی جس مین ایک ہزار چالیس درم ماش یا مسور آجاوے اور یہ وزن ہندوستان کے سو بھر کے سیر سے تین سیر اور آدھ چھٹانک سا ہوتا ہی۔ صدقہ فطر کو اس غلہ مین سے دیوے جو آپ کھاتا ہو یا اس سے بہتر دیوے پس اگر آپ گیہون کھاتا ہو تو جو دینے درست نہونگے اور اگر مختلف غلہ کھاتا ہو تو سب مین بہتر دیوے اور اگر کوئی سا دے دیگا تب بھی جائز ہوگا۔ اور صدقہ فطر کی تقسیم مثل زکوۃ کی تقسیم کے ہی کہ مصرف کے سب اقسام کو پہونچنا واجب ہی اور آٹا اور ستو چھنی ہوئی جنس دینی جائز نہین۔ اور مسلمان مرد پر صدقہ اپنی زوجہ اور غلامون اور اولاد کا اور ان رشتہ دارون کا جنکا نفقہ اسپر واجب ہی جیسے باپ دادا ماں نانی وغیرہ ہین واجب ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان لوگون کا صدقہ ادا کرو جنکا خرچ تم اٹھاتے ہو اور مشترک غلام کا صدقہ دونون شریکون کے ذمہ واجب ہی اور کافر غلام کا صدقہ واجب نہین۔ اور اگر زوجہ اپنی طرف سے آپ صدقہ دے دے تو کافی ہی اور شوہر کو اسکی طرف سے صدقہ دینے مین اسکی اجازت ضرور نہین۔ اور اگر اسکے پاس اتنا ہی کھانا زائد ہو کہ بعض کی طرف سے دے سکتا ہی تو بعض ہی کی طرف سے ادا کرے اور پہلے انکا دیوے جنکے نفقہ کی تاکید بہت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے نفقہ کو زوجہ کے نفقہ پر مقدم فرمایا اور زوجہ کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر حاصل یہ کہ یہ احکام فقہی ہین کہ مالدار کو انکا پہچاننا ضروری ہی اور بعض اوقات اسکو کچھ صورتین نادر بھی پیش آجاتی ہین جو ان صورتون سے خارج ہین تو ایسی حالت مین اسکو چاہیے کہ علماء سے فتوی لیکر اسپر اعتماد کرے اور ان حالات کو اول یاد کرے

دوسری فصل زکوۃ کے دینے اور اسکی ظاہری اور باطنی شرطون کے ذکر مین اور اس مین دو بیان ہین

پہلا بیان ظاہری شرطین۔ واضح ہو کہ زکوۃ دینے والے پر پانچ باتون کی رعایت واجب ہی **اول** نیت یعنی دل سے نیت فرض زکوۃ کے دینے کی کرے یہ ضرور نہین کہ مالون کو معین کرے کہ فلان فلان کی زکوۃ دیتا ہون پھر اگر کوئی مال اسکے پاس نہین اور کہین ہی اور اسنے کہدیا کہ اگر

ح ۱ بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضی ۱۲
ح ۲ دار قطنی و بیہقی بروایت ابن عمر رضی ۱۲
ح ۳ ابوداود بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

ن گوندھی ہوئی ۱۲

میرا مال غائب بچا ہوا ہی تو یہ اسکی زکوۃ ہی ورنہ صدقہ نفل ہی تو یہ جائز ہی اسلیے کہ اگر بالفرض تصریح نہ کرتا تب بھی تو یہی ہوتا اور ولی کی نیت مجنون اور صغیر کی نیت کے قائم مقام ہی۔ اور بادشاہ کی نیت مالک مال کی نیت کے قائم مقام ہی جو زکوۃ نہ دیتا ہو مگر دنیا کے حکم ظاہری مین ہوگی نہ آخرت کے مطالبہ ظاہری نہ رہیگا لیکن آخرت کے مواخذہ سے بری نہوگا جبتک کہ از سر نو زکوۃ نہ دے۔ اور جس وقت کہ زکوۃ دینے کے لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل کرتے وقت نیت کرلی یا وکیل کو نیت کا بھی وکیل کردیا تو کافی ہی کیونکہ نیت کیلئے وکیل کرنا بھی نیت ہی۔ دوسری بات [illegible] جلدی کرنا ہی اور صدقہ فطر کو عید فطر کے روز سے تاخیر نہ کرے۔ اور اسکے واجب ہونے کا وقت آخر دن رمضان کے آفتاب ڈوبنے سے ہو جاتا ہی اور [illegible] دینے کا وقت تمام ماہ رمضان ہی اور جو شخص باوجود قدرت کے مال کی زکوۃ دیر کردے تو گنہگار ہوگا اور پھر اگر اسکا مال جاتا رہیگا اور مستحق زکوۃ کے پانے پر قادر ہوگا تو زکوۃ اسکے ذمہ سے ساقط نہوگی۔ اور اگر مستحق کے نہ ملنے کی جہت سے تاخیر کی اور اس اثنا مین مال جاتا رہا تو اسکے ذمہ سے زکوۃ ساقط ہو جاویگی اور زکوۃ کا پیشتر دینا بھی جائز ہی بشرطیکہ مال نصاب کے برابر ہو لیا ہو اور سال شروع ہو گیا ہو اور دو برس کی زکوۃ پیشتر دینی [illegible] ہین کہ زکوۃ پیشتر دے اور مسکین زکوۃ لینے والا برس روز پورا ہونے سے پیشتر مر گیا یا مرتد ہو گیا یا [illegible] مالک کا مال جاتا رہا تو جو کچھ اسنے پیشتر دیا تھا وہ زکوۃ مین شمار نہوگا اور اسکا واپس کرنا ہو نہیں سکتا [illegible] کرلینگے لہذا مالک مال کو انجام کار پر بھی لحاظ ضرور رکھنا [illegible] زکوۃ واجب کا عوض باعتبار قیمت [illegible] بلکہ جو چیز واجب [illegible] یہانتک کہ سونے کے عوض چاندی نہ دے نہ چاندی کے عوض سونا اگرچہ قیمت بڑھا کر ہی دے [illegible] امام شافعی [illegible] مین تساہل کرتے ہین اور مقصود دیکھتے ہین کہ فقیر کی حاجت کا روکنا ہی اور یہ بات علم سے بہت دور ہی کیونکہ [illegible] کہ زکوۃ دینے [illegible] بند کرنا ہی مگر یہ کل مقصود نہین مقصود کا ایک [illegible] کیونکہ شرع کے واجب تین طرح کے ہین ایک [illegible] عبادت [illegible] دخل نہین جیسے کہ حج مین کنکرون کو پھینکنا کہ جمرات کو کنکر دینا کہ ان تک پہونچنے سے کچھ غرض نہین تو اس [illegible] تاکہ بندہ اپنی بندگی اور غلامی ایسے فعل سے ظاہر کرے کہ جسکے معنی کچھ سمجھ مین نہین آتے کیونکہ جسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اسپر کبھی طبیعت [illegible] اور اسکی طرف بلاتی ہی تو اس سے غلامی اور بندگی کا خلوص ظاہر نہوگا اسلیے کہ بندگی اسی کو کہتے ہین کہ [illegible] معبود کے امر کے باعث [illegible] کسی جہت سے نہو اور اعمال حج کے اکثر اسی طرح کے ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام مین ارشاد فرمایا لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا۔ اس مین تنبیہ ہی کہ یہ احرام صرف امر کی فرمانبرداری سے بندگی کا اظہار ہی اور جسطرح حکم ہوا ہی اسکو بجا لانا [illegible] بدون اسکے کہ عقل کو کوئی [illegible] اس مین ایسی ملی ہو جسکی طرف وہ میل کرے یا اسپر ابھارے دوسری طرح واجبات شرع کی وہ ہی کہ اس [illegible] اور ایک غرض معقول [illegible] قرضدارون کا قرض ادا کرنا اور چھینی ہوئی چیز کا واپس کرنا ہی کہ اسمین معتبر صرف نیت اور فعل نہین بلکہ [illegible] عوض [illegible] حقدار کی رضامندی سے کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور شریعت کا خطاب [illegible] دونون طور ایسے ہین کہ [illegible] سکتے ہین تیسری قسم واجبات کی وہ ہی جس سے دونون باتین مقصود ہین کہ بندون کی غرض بھی نکلے اور مکلف کی بندگی کا امتحان بھی [illegible] مارنے مین جو عبادت محض تھی اور حقوق کے دینے مین جو غرض بندہ کی تھی وہ دونون اسمین ایک ساتھ ہین تو یہ [illegible] بذات خود معقول ہی اگر [illegible] واجب بندہ پر مقرر فرماوے تو دونون باتون کا جمع کرنا واجب ہی اور ان دونون مین سے ظاہر تر کو دیکھ کر جو مضمون عبادت [illegible] بھولنا

نہ چاہیے اسلیے کہ کیا معلوم ہی شاید باریک تر ہی اہم ہو اور زکوٰۃ اسی قسم کا واجب ہی اور اس نکتہ پر بجز امام شافعی رح کے اور کوئی واقف نہین ہوا پس زکوٰۃ
مین فقیر کی حاجت کو بند کرنا صاف بات ہی اور جلد سمجھ مین آتی ہی اور حق عبادت تفصیل وار دینے مین مقصود شرع ہی اور اسی اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج
کی ہمسر ٹھہری کہ ایک بناے اسلام ہی اور اس مین شک نہین کہ مالدار پر اپنے مال کی جنسون کو جدا کرنے اور ہر ایک جنس مین سے حصہ رسد زکوٰۃ نکالنے مین اور
پھر اسکو آٹھون قسم کے مصرف پر تقسیم کرنے مین بڑی دقت ہی اور اس باب مین ساہل کرنے سے فقیر کی غرض مین تو کچھ خلل نہین اگر عبادت ہونے کے
مقصود مین خلل پڑتا ہی اور انواع کی تعیین سے مقصود شارع عبادت کا ہوتا ان باتون سے معلوم ہوتا ہی جنکو ہمنے فقہی مسائل کے خلافی مسائل مین بیان کیا ہی
اور انمین سے واضح تر یہ ہی کہ شریعت نے پانچ اونٹون مین ایک بکری واجب کی ہی اس مین اونٹون سے بکری کی طرف میل کیا کچھ نقد نہ دلایا نہ قیمت کا
اعتبار کیا اور اگر کوئی یہ کہے کہ نقد روپیہ عرب والون کے پاس کم ہوتا ہی اسلیے نقد کو نہین لیا تو یہ قول اس صورت سے باطل ہوگا جو شریعت نے
نقصان سن کے کسر بھرنے مین دو بکریون کے عوض مین بیس درم ذکر کیے ہین یعنی کسر بھرنے مین یہ کیون نہ کہا کہ جس قدر قیمت ناقص ہو اس قدر
لینا چاہیے بیس درم کی قید کیون لگائی اور اگر کپڑے اور اسباب سب ایک سے ہین تو دو بکریون کی قید کیا ضرور تھی غرض کہ یہ اور اس جیسی در
تخصیصون سے معلوم ہوتا ہی کہ زکوٰۃ بھی عبادت سے خالی نہین جیسے حج کے افعال ان سے خالی نہین لیکن زکوٰۃ مین دو باتین اکٹھی ہین اور چونکہ
ضعیف ذہن مرکب چیزون کے دریافت سے قاصر ہین اسی وجہ سے انمین غلطی کرتے ہین چوتھی یہ کہ صدقہ کو دوسرے شہر مین نہ لیجاوے کیونکہ ہر شہر
کے مساکین وہان کے مالون کو تاکتے ہین اگر یہ وہان سے لیجاویگا تو انکے گمان باطل اور امیدین جھوٹی پڑینگی پھر اگر ایسا کرے گا تو ایک قول
کے بموجب کافی ہوگا مگر خلاف کے شبہہ سے باہر ہو جانا اچھا ہی یعنی ہر ایک مال کی زکوٰۃ اسی شہر مین نکالے اور وہان کے غریبون پر اسکو تقسیم
کردے پانچوین یہ کہ زکوٰۃ کے مال کے اتنے حصے کرے جتنے مصرف کے اقسام اس شہر مین موجود ہون کیونکہ مصرف کی ساری قسمون کو پہونچانا
زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہی اور اس پر ظاہر قول خداوندی دلالت کرتا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیۃ یعنے
صدقات ان لوگون کو پہونچنے چاہیئین یہ آیت ایسی ہی جیسے کوئی مریض کہے کہ میرا تہائی مال فقرا اور مساکین کے لیے ہی یہ وصیت بھی
چاہتی ہی کہ مال مین دونون فریق شریک ہین اسی طرح آیت مین تمام اقسام کی شرکت مراد ہی اور عبادات مین ظاہر امور پر چلنے سے
احتراز کرنا چاہیے باطن کے مقاصد کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے اب ان آٹھ قسمون مین سے دو قسمین تو اکثر شہرون مین مفقود ہین یعنی ایک وہ
کہ انکو تالیف قلوب کے لیے دیا جاوے دوسری زکوٰۃ کے عامل اور چار قسمین تمام شہرون مین موجود ہین یعنی فقرا اور مساکین اور قرضدار اور
مسافر جنکے پاس مال نہو اور دو قسمین ایسی ہین کہ بعض شہرون مین ہین اور بعضون مین نہین یعنی غازی اور مکاتب پس اگر زکوٰۃ دینے والے کے
شہر مین پانچ قسمین مصرف زکوٰۃ مین سے ہون تو چاہیے کہ مال زکوٰۃ کے پانچ حصے برابر کرے اور ایک حصہ ایک قسم کا معین کردے پھر
ان پانچون حصون کے تین تین ٹکڑے یا زیادہ کرے خواہ برابر ہون یا کم و بیش اور یہ واجب نہین کہ ان قسمون کے ہر ہر شخص کو بھی برابر
دیوے بلکہ اختیار ہی کہ ایک قسم کے دس آدمیون کو دے اور دوسری کے بیس شخصون کو اور ظاہر ہی کہ انکا حصہ اول شخصون سے آدھا ہوگا
مگر قسمون مین کمی بیشی نہین ہوسکتی ہر قسم مین تین آدمیون سے کم نہ کرے اور اگر مقدار واجب صدقہ فطر کا ایک صاع ہو اور شہر مین پانچ قسمین
مصرف کی ہون تو چاہیے کہ اس صاع کو پندرہ آدمیون کو پہونچاوے کہ ہر قسم مین سے تین ہو جاوین اور اگر باوجود امکان کے ایک کو نہ پہونچے تو

اُسکو اپنے پاس سے تاوان دے پس اگر مقدار واجب کی کمی کی جہت سے اسطرح تقسیم کرنا اُسپر دشوار پڑے تو اس صورت مین چاہیے کہ جن لوگون پر زکوٰۃ واجب ہو اُنکے شریک ہوجاوے اور اپنا مال اُنکے مال مین ملاوے خواہ مستحق شخصون کو جمع کرکے اُنکے حوالہ کرے تاکہ وہ آپس مین تقسیم کرلین کیونکہ سب کو پہونچانا اس پر ضروری ہی۔

دوسرا بیان زکوٰۃ کے آداب باطنی کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ طریق آخرت کے طالب کے لیے زکوٰۃ دینے مین کئی آداب ہین **ادب اول** زکوٰۃ کے واجب ہونے کو اور اُسکی علت کو سمجھنا اور اُس مین امتحان کی وجہ خیال کرنی اور یہ بات دریافت کرنی کہ زکوٰۃ اسلام کے ارکان مین سے کیون ہوئی باوجودیکہ یہ تصرف مالی ہی بدنی عبادت نہین اور اسکے وجوب کی تین وجہین ہین - اول یہ کہ شہادت کے دونون کلمون کا بولنا توحید کا لازم پکڑنا اور معبود کی وحدانیت کی گواہی دینی ہی اور اُسکو اچھی طرح پورا کرنا اسطرح ہی کہ موحد کے نزدیک سوائے واحد یکتا کے اور کوئی محبوب نہ ہے کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہین کرتی اور صرف زبان سے توحید کا بولنا نافع کم ہی بلکہ درجہ محبت کا امتحان محبوب چیزون کی مفارقت سے کیا جاتا ہی اور خلائق کے نزدیک مال بہت محبوب ہین کہ دنیا کی کاربرآری کا ذریعہ وہی پڑتے ہین اور اس جہان مین اُنھین سے اُنکو اُنس رہتا ہی اور موت سے نفرت کرتے ہین باوجودیکہ موت مین ملاقات محبوب میسر ہی اسلیے اپنے صدق دعوی کے ثبوت کے لیے امتحان اس محبوب چیز کا لیا گیا کہ جو شے تمھاری منظور نظر اور معشوق ہی اُسکو ہماری راہ مین دو اور اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ہی ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ اور یہ امر جہاد سے متعلق ہی یعنی خدا تعالی کے شوق دیدار مین جان سے دست بردار ہونا اور مال سے چشم پوشی کرنی تو جان کی بہ نسبت بہت سہل ہی اور جب کہ مالون کے خرچ کرنے مین یہ معنی سمجھے گئے تو اس بنا پر آدمیون کی تین قسمین ہوگئین ایک تو وہ جنھون نے توحید کو سچی طرح سے ادا کیا اور اپنے عہد کو پورا کیا اور اپنے سب مال سے دست بردار ہوے نہ اشرفی رکھی نہ روپیہ اور اس بات کے درپے ہی نہوے کہ اُنپر زکوٰۃ واجب ہو یہانتک کہ بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ دوسو درہم مین زکوٰۃ کتنی واجب ہی اُنھون نے فرمایا کہ عوام پر تو شرع کے حکم سے پانچ درم واجب ہین لیکن ہم لوگون پر سب کا دے ڈالنا واجب ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سب مال دے ڈالا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمنے اپنے گھر والون کے لیے کیا چھوڑا تو فرمایا کہ اللہ اور اُسکا رسول اور حضرت عمر سے پوچھا کہ تمنے کیا چھوڑا عرض کیا کہ اتنا ہی گھر والون کے لیے چھوڑا ہی جتنا حاضر خدمت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ تم دونون مین اتنا ہی فرق ہی جتنا تم دونون کے دونون کلمون مین ہی غرضکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صدق کو پورا کیا کہ اپنے پاس سوائے محبوب یعنی اللہ اور اُسکے رسول کے اور کچھ نہ چھوڑا - دوسری قسم وہ لوگ ہین جنکا درجہ اُنکے درجہ سے کم ہی اور وہ لوگ اپنے مال کو روکے ہین اور حاجت کے وقتون اور خیرات کے موسمون کو تاکتے رہتے ہین غرضکہ جمع کرنے سے اُنکا قصد یہ ہوتا ہی کہ بقدر حاجت خرچ کرین عیش مین نہ اڑادین اور جو کچھ حاجت سے بچ رہے اُسکو نیک راہ مین جب موقع ملے دے ڈالین اور یہ لوگ صرف مقدار زکوٰۃ پر قناعت نہین کرتے بلکہ اُسکے سوا اور صدقات بھی دیتے ہین اور نخعی اور شعبی اور عطاء اور مجاہد جیسے علماء کی یہ رائے ہی کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا اور حقوق بھی ہین چنانچہ شعبی سے جب پوچھا گیا کہ مال مین زکوٰۃ کے سوا کوئی اور حق بھی ہی تو فرمایا کہ ہان اور بھی ہی کیا تونے نہین سنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی الآیۃ - اور ان علما کا استدلال اس آیت سے بھی ہی ومما رزقناہم ینفقون - اور اس سے وانفقوا مما رزقنکم - اور کہتے ہین کہ یہ آیتین آیت زکوٰۃ سے منسوخ نہین ہوتی ہین بلکہ مسلمانون کا حق جو

ترجمہ اللہ نے خرید لی ہین مسلمانون سے اُن کی جان اور مال اس عوض پر کہ اُن کو بہشت ہے ۱۲ حدیث ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ترجمہ یعنی ایک جماعت سے ۱۲ وہ لوگ جن سے سلام

یعنی اس جماعت حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ روایت کیا ہے ۱۲ ترجمہ اور دیوے مال اُس کی محبت پر ناتے والون کو اور یتیمون کو ۱۲ ترجمہ اور ہمارا دیا ہوا میں سے خرچ کرتے ہین ۱۲ ترجمہ اور خرچ کرو ہمارا دیا ۱۲

ایک دوسرے پر ہی اُس میں داخل ہیں اور انکے معنی یہ ہیں کہ توانگر آدمی جب کسی محتاج کو پاوے تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکی حاجت کو مال زکوٰۃ کے سوا دور کرے اور جو امر کہ فقہ میں اس باب میں درست ہی وہ یہ ہی کہ جب حاجت سے آدمی کی جان پر آبنے تو اُسکا دور کرنا اور وہ بھی فرض کفایہ ہی اسلیے کہ مسلمان کا تلف کرنا درست نہیں مگر ہو سکتا ہی کہ یون کہا جاوے کہ دولت والے پر صرف اتنا واجب ہی کہ جسقدر سے محتاج کی حاجت دور ہو وہ اُسکو قرض دیدیوے یہی دے ڈالنا جس صورت میں کہ زکوٰۃ اپنے ذمہ سے ادا کر چکا ہو لازم نہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُسپر لازم ہی کہ فی الحال اُسکو خرچ دے ڈالے قرض دینا درست نہیں ہر حال اس مسئلہ میں اختلاف ہی لیکن قرض دینے کی صورت سب سے اخیر درجہ کی طرف اُترنا ہی جو عوام کے درجات میں سے ہی اور تیسری قسم بھی ہی یعنی تیسری قسم ایسے لوگ ہیں کہ صرف واجب ادا کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں نہ اُسپر بڑھاتے ہیں نہ اُس سے گھٹاتے ہیں اور یہ مرتبہ سب سے اُتر ہوا سے کم ہی اور عوام سب کے سب اسی پر کفایت کرتے ہیں اسوجہ سے کہ مال پر مائل اور بخیل ہوتے ہیں اور آخرت کی محبت اُنکی کم ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان یسألکموها فیحفکم تبخلوا یعنی اگر تم سے مال مانگے اور مبالغہ کرے تو تم بخل کرو پس اس بندے میں جس سے اللہ تعالیٰ نے مال اور جان جنت کے عوض میں خرید لی ہو اور اُس میں کہ جسپر بخل کے باعث مبالغہ نہ کیا جاتا ہو بہت فرق ہی۔ اصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندونکو اموال کے صرف کرنے کو حکم کیا ہی اُسکی ایک وجہ یہ تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ دوسری وجہ صفت بخل سے پاک کرنی ہی کہ یہ صفت مہلکات میں سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث مهلكات شح مطاع وهوى متبع واعجاب المرء بنفسه اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون جلد دوم مہلکات میں ہم اسکے مہلک ہونے کی وجہ اور اُس سے نجات کی صورت بیان کرینگے۔ اور ظاہر ہی کہ بخل کی صفت اسی طرح دور ہوتی ہی کہ آدمی مال کے دے ڈالنے کا عادی ہو کیونکہ کسی چیز کی محبت جدا نہیں ہوتی جب تک کہ نفس کو اُسکی مفارقت پر زور نہ دیا جاوے یہانتک کہ اُس جدا ہونے کا خوگر ہو جاوے اور اس وجہ کے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنیوالی ہی یعنی زکوٰۃ دینے والے کو بخل کی ناپاکی سے جو مہلک ہی پاک کر دیتی ہی اور اُسکا پاک کرنا اُسی قدر ہوگا جسقدر آدمی کو دینے سے خوشی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے سے راحت ہوگی تیسری وجہ شکر نعمت ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر خود اُس میں اور اُسکے مال میں دونوں میں ہی پس عبادات بدنی نعمت بدن کا شکر ہی اور مالی نعمت مال کا اس صورت میں وہ شخص بڑا خسیس ہی جو فقیر کو دیکھے کہ اُس پر روزی تنگ ہی اور اپنا محتاج ہو کر آیا ہی اور باوجود اسکے اسکا نفس گوارا نہ کرے کہ خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ مجھکو سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو میرا دست نگر بنایا اور چالیسوان حصہ خواہ دسوان نہ نکالے بلکہ اس نعمت کا شکرانہ ضرور چاہیے ؎

نہ خواہندہ بہر در دیگران ؛ بشکرانہ خواہندہ از در مران ؛

دوسرا ادب ادا کے وقت میں ہی ارباب دین کے آداب میں سے ہی کہ وقت وجوب سے پیشتر ہی زکوٰۃ ادا کریں تاکہ معلوم ہووے کہ حکم خدا کی تعمیل کی رغبت رکھتے ہیں اور فقرا کے دلوں کو آسائش پہونچے اور زمانہ کے موانع سے برطرف رہیں کہ نہ معلوم خیرات میں کچھ حرج نہ پڑ جاوے اور یہ بھی وہ جانتے ہیں کہ تاخیر میں بہت سی آفتیں ہیں ایک یہ ہی کہ اگر وقت وجوب سے تاخیر ہو جاوے تو اُس میں معصیت ہونا پڑیگا بس جبکہ باطن میں خیر کا باعث ظاہر ہو تو آدمی کو چاہیے کہ اُسکو غنیمت جانے کیونکہ یہ فرشتے کا اُتارا ہی اور مومن کا دل خدائے تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہی اُسکو پلٹتے دیر نہیں لگتی علاوہ ازین شیطان مفلسی کا خوف دلاتا ہی اور فحش اور منکرات کا حکم کرتا ہی اور بہر فرشتے کے اُتارے پیچھے اُسکا اُتارا دل پر ہوتا ہی تو سبب خیر کے دل میں گذرنے کو غنیمت جانے اور اگر اکٹھی زکوٰۃ دیا کرتا ہو تو ادا کرنے کے لیے کوئی خاص مہینہ مقرر کرے اور اس باب میں کوشش

کرنی چاہیے کہ جو مہینہ مقرر کیا وہ زکوۃ دینے کے اوقات مین سے افضل وقت ہو تاکہ قربت بھی اس کے باعث زیادہ ہوا ور زکوۃ بھی دوچند ہو جاوے مثلاً ماہ محرم مین دیوے کہ یہ سال کا شروع مہینہ ہی اور محترم مہینون مین سے ہی یا رمضان مین زکوۃ نکالے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ مین سب سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور آندھی کی طرح ہوتے تھے کہ کوئی چیز گھر مین نہ چھوڑتے تھے اور رمضان مین شب قدر کی بھی فضیلت ہی اور قرآن اُس مین نازل ہوا ہی اور مجاہدؒ کہا کرتے کہ رمضان مت کہو کہ یہ ایک نام خدا تعالی کا ہی بلکہ شہر رمضان کہا کرو۔ اور ماہ ذیحجہ بھی بہت فضیلت رکھتا ہی محترم مہینون مین سے ہی اور اُس مین حج اکبر ہوتا ہی اور ایام معلومات یعنی پہلا عشرہ اُس مین ہی اور ایام معدودات جو تشریق کے دن ہین وہ بھی اُس مین ہین اور ماہ رمضان کے دنون مین سے بہتر پچھلے دس روز ہین اور ماہ ذیحجہ کے دنون مین سے اول کے دس روز **تیسرا ادب** زکوۃ کو پوشیدہ دینا ہی کہ نمود اور شہرت اور ریا سے دور رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین افضل الصدقۃ جہد المقل الی فقیر فی سر اور بعض علماء نے کہا ہی کہ تین چیزین خیرات کے خزانون مین سے ہین ان مین سے ایک صدقہ کا پوشیدہ دینا ہی اور ایک حدیث مسند سے بھی یہ مضمون مروی ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کوئی کام خفیہ کرتا ہی تو اللہ تعالی اُس کو خفیہ مین ارقام فرماتا ہی پھر اگر وہ اُس کو ظاہر کرتا ہی تو اللہ تعالی اُسکو خفیہ کے دفتر سے ظاہر مین نقل کر دیتا ہی اور اگر وہ شخص اس عمل کو کسی اور سے کہتا ہی تو خفیہ اور ظاہر دونون کے دفتر مین سے اُس کو دور کر کے ریا مین لکھ دیتا ہی۔ اور حدیث مشہور مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہین کہ اللہ تعالی اُنکو اس روز سایہ مین رکھیگا جس روز کہ کوئی سایہ بجز اُس کے عرش کے سایہ کے نہوگا اُنمین ایک شخص وہ ہی کہ اُسنے کوئی صدقہ دیا ہو اور اُسکے بائین ہاتھ کو خبر نہوئی ہو کہ اُسکے دہنے نے کیا دیا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ صدقۃ السر تطفی غضب الرب اور اللہ تعالی فرماتا ہی وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم یعنی اور پوشیدہ دینے کا فائدہ ریا اور شہرت کی آفت سے چھوٹنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالی شہرت والے اور زبان کھلا اور منت رکھنے والے سے قبول نہین فرماتا۔ اور جو شخص اپنے صدقہ کو کہتا پھرتا ہی وہ شہرت کا طالب ہی اور جو لوگون کے مجمع مین دیتا ہی وہ ریا کا خواہان ہی اور پوشیدہ دینا اور چھپا رہنا ان دونون آفتون سے بچاؤ ہی اور بعض اکابر نے پوشیدہ خیرات کرنے مین بہت مبالغہ کیا ہی یہانتک کہ اس باب مین کوشش کی کہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچانے اسکے لیے بعض اندھے کے ہاتھ مین خیرات ڈال دیتے تھے اور بعض فقیر کے راستہ مین اور اُسکے بیٹھنے کی جگہ مین پھینک دیتے تھے ایسی طرح کہ وہ چیز کو دیکھ لے اور دینے والے کو نہ دیکھے اور بعض سوتے ہوئے فقیر کے پلہ مین باندھ دیتے تھے اور بعض دوسرے شخص کے ہاتھون فقیر کے پاس پہونچا دیتے تھے کہ اُسکو دینے والے کا حال نہ معلوم ہو اور درمیانی شخص اُسکا حال پوشیدہ رکھتا تھا اور وہ درمیانی سے کہہ بھی دیتا تھا کہ ظاہر مت کرنا اور یہ سب اس لیے تھا کہ خدا تعالی کے غضب کو بجھانے کا ذریعہ پیدا کرین اور شہرت اور ریا سے بچے رہین۔ اور جب ایسی صورت ہو کہ بدون ایک شخص کے معلوم کیے خیرات کا دینا نہو سکے تو بہتر ہی کہ وہ ایک وکیل کو سپرد کر دے کہ وہ مسکین کو حوالہ کرے اور اُس کو خبر نہو کہ کسنے دیا اس لیے کہ مسکین کے پہچاننے مین ریا اور احسان دونون ہین اور درمیانی کے جاننے مین صرف ریا ہی ہوگی دو باتین نہونگی اور جس صورت مین کہ دینے

ح شعب ... ابن عباس ... طب ... صدقۃ ... ابن مسعود ... الدیلمی ... رضی اللہ عنہ ... ابو داؤد ... رضی اللہ عنہ ... ح ... [illegible]

والے کو شہرت مقصود ہو تو اُسکا عمل لغو ہو جاویگا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے دُور کرتے اور مال کی محبت کم کرنے کو ہی اور جاہ کی محبت بہ نسبت مال کی محبت
کے نفس پر زیادہ چھاتی ہی۔ اور آخرت مین ان دونون مین سے ہر ایک مہلک ہی مگر بخل کی صفت قبر مین بشکل گزندہ بچھو کے متمثل ہوگی اور ریا کی صفت
سانپ کی سی ہوگی اور آدمی کو ان دونون چیزون کے شکست کرنے کا خواہ مار ڈالنے کا حکم ہی تاکہ انکی اذیت بالکل نہو یا کمتر ہو پس جب کہ قصد ریا
اور شہرت کا کریگا تو گویا بچھو کے بعض اجزا کو سانپ کی غذا بناویگا تو ظاہر ہی کہ جس قدر بچھو کمزور ہوگا اسیقدر سانپ زور آور ہوگا اس سے تو اگر ویساہی
رہنے دیتا تو اُسپر آسان ہوتا۔ اور ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے ہی غرض کہ اس مین کیا فائدہ ہی کہ سبب بخل کے تو خلاف کرے
اور بسبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو ادنی چیز کمزور ہو جاویگی اور قوی کو اور زیادہ قوت ہوگی اور قریب ہی کہ جلد سوم مہلکات مین ان امور کے اسرار دیکھیگا

چوتھا ادب یہ ہی کہ جہان یہ جانے کہ میرے ظاہر مین زکوٰۃ دینے سے اور لوگون کو ترغیب ہوگی اور میرا اتباع کرینگے تو وہان ظاہر دیوے اور اس
صورت مین ریا سے آدمی کے بچنے کا طریق وہ ہی جسکو ہمنے باب الریا مین علاج ریا کا ذکر کیا ہی اور ظاہر دینے کے باب مین اللہ تعالے فرماتا ہی
ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ یہ اسی جگہ کے لیے ہی کہ حال مقتضی ظاہر دینے کا ہو یا دوسرون کی اقتدا کے لیے یا اسلیے کہ سائل نے مجمع مین
سوال کیا ہی تو ریا کے ڈر کے مارے ظاہر مین تصدق کرنے کو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ خیرات کرنی چاہیے اور اپنے باطن کو حتی الوسع ریا سے
محفوظ رکھنا چاہیے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ ظاہر دینے مین ایک اور خرابی بھی ہی سوا احسان اور ایذا کے اور وہ فقیر کے پردہ کو پھاڑنا ہی کیونکہ اکثر
سائل کو اس بات سے ایذا ہوتی ہی کہ کوئی اُسکو محتاج کی صورت مین دیکھے پس جبکہ خود اسنے اپنے پردہ کو خیال نہ کیا اور بظاہر سوال کیا تو یہ
تیسری خرابی اُس شخص کے حق مین ممنوع نہین اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی فسق چھپا کر کرتا ہو کہ اُسکا ظاہر کرنا اور سراغ لگانا اور غیبت کرنی
ممنوع ہی مگر جو شخص خود فسق کو ظاہر کرے تو ایسے کے فسق کو ظاہر کرنا اُسکی سزا ہی مگر اُسکا سبب وہ خود ہی ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہی کہ من القی جلباب الحیاء فلا غیبۃ لہ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وانفقوا مما رزقناہم سرا وعلانیۃ۔ اس آیت مین علانیہ دینے کے لیے
بھی ارشاد فرمایا اس وجہ سے کہ اس مین اورون کی ترغیب کا فائدہ ہی غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ ظاہر دینے مین جو فائدہ ہی اُسکو اُس خرابی سے جو
اُس مین لازم آتی ہی فکر دقیق سے سوچ لے اسلیے کہ یہ امر احوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے اور کا اور ہو جاتا ہی یہانتک کہ بعض اوقات
کچھ حالات مین بعض شخصون کو ظاہر دینا ہی بہتر ہو جاتا ہی اور جو شخص کہ فائدون اور خرابیون کو معلوم کرے اور شہرت کی نظر سے قطع نظر کرے
اُسکو ہر حال مین واضح ہو جاویگا کہ بہتر اور الیق کونسی طرح کا دینا ہی۔

پانچوان ادب یہ ہی کہ اپنے صدقہ کو من واذی سے باطل نہ کرے اللہ تعالی فرماتا ہی لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔ اور ان دونون لفظون کی
حقیقت مین لوگون نے اختلاف کیا ہی بعض کا یہ قول ہی کہ من کے یہ معنی ہین کہ صدقہ کا ذکر کرے اور اذی سے مراد یہ ہی کہ اُسکو ظاہر کر
دیوے۔ اور سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص من کرتا ہی اُس کا صدقہ بیکار ہو جاتا ہی اُنسے کسی نے دریافت کیا کہ من کس طرح ہی فرمایا کہ اسکو ذکر کرے
اور لوگون سے کہے اور بعضون نے کہا ہی کہ من سے مراد یہ ہی کہ صدقہ کے عوض اپنا فقیر سے خدمت لیوے اور اذی یہ ہی کہ اُسکو فقیری کا ننگ دلاوے
اور کچھ کہتے ہین کہ من یہ ہی کہ فقیر پر اپنے دینے کی جہت سے تکبر کرے اور اذی یہ ہی کہ اُسکو جھڑکے اور سوال پر توبیخ کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ اللہ تعالی منت رکھنے والے کا صدقہ قبول نہین فرماتا ہی اور میرے نزدیک یہ ہی کہ من کی ایک جڑ اور منبع ہی جو دل کے احوال و صفات

صفحہ ۱۱۰ اگر کھلی درخواست دیکیا [illegible] جن سے عزم کا پردہ اٹھا دیا ہو تو اس کی غیبت نہین ۱۲ ابن عمران در [illegible]

مین [illegible] احسان [illegible] الفاظ اسکی [illegible] ۱۲

مین سے ہی پھر اُس سے زبان اور اعضا پر احوال متفرع ہوتے ہین پس اصل اُسکی یہ ہی کہ اپنے آپکو سمجھے کہ مین نے فقیر پر احسان اور انعام کیا حالانکہ اُسکو سمجھنا
چاہیے تھا کہ فقیر نے مجھپر احسان کیا کہ اللہ تعالی کا حق مجھسے وصول کر لیا جس سے میری طہارت اور دوزخ سے نجات ہوگی اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میں اُس
حق مین پھنسا رہتا تو زیبا یہ تھا کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنا ہاتھ خداے تعالی کے حق کے وصول کرنے کے لیے اُسکی طرف سے
قائم مقام کر دیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ صدقہ پیشتر اس سے کہ سائل کے ہاتھون مین پہونچے خدا تعالی کے ہاتھ مین پڑتا ہی تو دینا
سمجھنا چاہیے کہ مین اللہ تعالی کا حق دیتا ہون اور فقیر جو اُسکو لیتا ہی وہ خدا تعالی سے اپنا رزق لیتا ہی مگر پہلے یہ مال خدا تعالی کا ہو جاتا ہے
پھر فقیر کو ملتا ہی اگر بالفرض کسی شخص کا اس مالدار کے ذمہ قرض ہوتا اور قرضخواہ اُس سے کہہ دیتا کہ یہ قرض میرے خادم یا غلام کو دے دینا اور اُس
خادم اور غلام کا خورد ونوش اُس قرضخواہ کے ذمہ ہوتا تو اب یہ شخص اگر یہ خیال کرتا کہ مین اس غلام یا خادم پر احسان کرتا ہون تو اُسکی حماقت
اور جہالت تھی کیونکہ اُسپر احسان تو وہ کرتا ہی جو اُسکے خورد ونوش کا کفیل ہی یہ شخص تو اُسکا وہ قرض ادا کرتا ہی جو اُسکے ذمہ کسی محبوب چیز کے
لینے کی جہت سے ہوا ہی پس قرض کا ادا کرنا اپنے حق مین فائدہ کرتا ہی نہ دوسرے پر احسان جتانا۔ اور جب وہ تین جہتین جو ہمنے زکوٰۃ کے بیان
مین ذکر کی ہین آدمی معلوم کرے یا اُن مین سے ایک سمجھ لے تو پھر اپنے آپ کو دوسرے پر احسان کرنے والا نہ جانے گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ خود
اپنے نفس پر احسان کرتا ہون یعنی مال کو خواہ خداے تعالی کی محبت ظاہر کرنے کے لیے دیتا ہون یا اپنے نفس کو بخل کی برائی سے پاک
کرنے کے لیے یا مال کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے دیتا ہون کہ خدا تعالی اور زیادہ دیوے اور ان تینون صورتون مین اُسکا اور فقیر کے درمیان[1]
مین کوئی معاملہ نہیں تاکہ یہ سمجھے کہ مین فقیر پر احسان کرتا ہون اور جب اس اصل سے جاہل ہوتا ہی اور اپنے آپ کو فقیر پر محسن سمجھتا ہے تو پھر
اُسکے ظاہر پر اس سے وہ باتین متفرع ہوتی ہین جو من کے معنون مین مذکور ہوئی ہین یعنی صدقہ کا ذکر کرنا اور ظاہر کرنا اور فقیر سے اسکا
بدلہ چاہنا کہ شکر گزار اور دعاگو ہو اور خدمت اور تعظیم کرے اور حقوق بجا لاوے اور مجلسون مین آگے بٹھلاوے اور کامون مین پیروی کرے
کہ یہ سب باتین منت کے ثمرے ہین اور منت کے معنی باطن مین وہی ہین جو ہم لکھ چکے ہین۔ اور اذی کے معنی ظاہر مین تو جھڑکی اور عیب لگانے
اور درشت کلامی اور ترش روئی اور ظاہر دینے سے پردہ دری اور فقیر کے ساتھ اقسام کی سبکی کے کار بند ہونے کے ہین اگر باطن مین جو اسکا منشا ہے
وہ دو باتین ہین دل بال پر سے ہاتھ اٹھانے کو برا جاننا اور نفس پر اُسکا سخت گزرنا کہ خلق کو بہت دشوار ہوا کرتا ہی دوسرے اپنے آپ کو سمجھنا
کہ مین فقیر سے بہتر ہون یہ شخص اپنی حاجت کے سبب مجھسے رتبہ مین کم ہی اور ان دونون باتون کا منشا جہالت ہی مثلاً مال کے دینے کو
برا جاننا خالی از حماقت نہیں کیونکہ جو کوئی ہزار کے عوض مین ایک درم کے دینے کو برا جانے تو اُس سے زیادہ احمق کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ مال
خدا تعالی کی رضا جوئی اور ثواب آخروی کے لیے دیا کرتے ہین تو یہ چیزین مال کی نسبت کہیں اشرف ہین یا مال کو بخل کی برائی سے
دور کرنے کو دیتا ہی یا زیادتی نعمت کے لیے بوجہ شکر کے ادا کرتا ہی بہرحال نہیں سے کوئی سی وجہ ہو ناگوار معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور
دوسری بات بھی جہالت ہی اسلیے کہ اگر آدمی فقیری کا فضل تونگری کی نسبت کو معلوم کرے اور تونگرون کے خطر کو پہچانے تو کبھی فقیر کو حقیر
نہ جانے بلکہ اُسکے ذریعہ سے تبرک حاصل کرے اور اُسکے رتبہ کی تمنا کرے کیونکہ تونگرون مین نیکبخت آدمی فقیرون سے پانسو برس بعد جنت مین
داخل ہونگے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہم الاخسرون ورب الکعبۃ حضرت ابوذر نے پوچھا کہ وہ کون ہین فرمایا کہ ہم الاکثرون[2]

(۱) دار قطنی بروایت ابن عباس ... آخر میں ... جس کے بیان ... الاسلام ...

(۲) ... کی کوشش کرتا ہی ... دوسرا جو احسان کیون جتاتا ہی ... ۳۷ ... زیادہ نقصان والے قسم ... بخاری و مسلم بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ

اسوا اگر یعنی جن لوگون کے پاس مال بہت ہی پھر فقیر کو کیسے حقیر جانتا ہی جسکے لیے خدا تعالیٰ نے اسکو مسخر کر رکھا ہی یعنی مالدار اپنی کوشش سے مال
کماتا ہی اور اسکو محنت کرکے بڑھاتا ہی اور حفاظت کرتا ہی پھر اسپر لازم کردیا گیا ہی کہ فقیر کو بقدر حاجت دے ڈالے اور زائد حاجت سے اسکو
نہ دے جسکے دینے سے اسکو ضرر ہو پس اس صورت مین مالدار فقیر کی روزی کے کمانے کے لیے کاروبار کرتا ہی اور فقیر سے اس بات مین جدا ہی
کہ لوگون کے حقوق اپنی گردن پر لیتا ہی اور مشقتین بہت سی اٹھاتا ہی اُن زوائد کی حفاظت مرتے دم تک کرتا ہی یہانتک کہ بعد کو اسکے دشمن
اُس مال کو کھاتے ہین پس جب آدمی کے دل سے بُرائی دینے کی نکلجاوے اور بُرائی کے بدلے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق واجب کے
ادا کرنے کی دی اور فقیر کو بھیجدیا جسکو مال حوالہ کرکے اسکے حق سے ادا ہوا اور فقیر نے اسکو قبول بھی کرلیا تو اس صورت مین اذی اور جھڑکی اور
ترش روئی کچھ بھی نہ رہیگی بلکہ فقیر کو دیکھ کر خوش ہوگا اور اسکی تعریف کریگا اور اسکا احسان مانیگا۔ اب اگر یہ کہو کہ منت اور اذی کا منشا یہ بتایا
کہ آدمی اپنے آپ کو محسن خیال کرے اور یہ ایک باریک امر ہی اسکی کوئی پہچان بھی ہی جس سے معلوم ہو کہ دینے والے نے اپنے نفس کو محسن نہین
سمجھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہان اسکی علامت باریک و صاف ہی اور وہ یہ ہی کہ فرض کرے کہ اس فقیر نے اسکا کچھ نقصان کردیا یا اسکے کسی دشمن سے
جا ملا پھر دیکھے کہ دینے سے پیشتر اگر ایسی صورت ہوتی اور طبیعت کو بُری معلوم ہوتی اتنی ہی بُرائی اب بھی ہی یا کچھ زیادہ ہی اگر زیادہ ہو تو صدقہ دینے
مین کچھ نہ کچھ میل منت کا ضرور ہی اسلیے کہ اُسنے اس صدقہ کے سبب سے اُس بات کی توقع کی جسکی توقع اسکو اس صدقہ سے پیشتر نہ تھی اور یہ امر
ایسا باریک ہی کہ کسی کا دل اس سے خالی نہین ہوتا اور اسکا علاج ایک ظاہری ہی اور ایک باطنی دوا سے باطنی تو وہ حقیقت کا معلوم کرنا ہی جسکو ہم وجوب
کی وجہ دون مین لکھا ہی اور اس بات کو جاننا کہ فقیر ہم پر احسان کرتا ہی کہ ہماری خوشی کو قبول کرکے ہمکو پاک کرتا ہی اور دوا ظاہر یہ ہی کہ دینے والا ایسے
افعال کرے جیسے کوئی ممنون شخص کیا کرتا ہی کیونکہ جو افعال اعضا سے صادر ہوتے ہین وہ جس طرح کا اخلاق کے ہوتے ہیں دل کو انہین کا رنگ چڑھا دیتے
ہین چنانچہ اسکے اسرار اس باب کے نصف اخیر مین مذکور ہونگے اور اسوجہ سے بعض اکابر صدقہ کو فقیر کے سامنے رکھکر اپنے آپ کھڑے ہوتے اور فقیر سے
التجا اسکے قبول کرنے کی کرتے یہانتک کہ خود اسکے سامنے سائلون کی صورت بناتے اور فقیر کو اپنے پاس آتا اچھا نہ جانتے بلکہ خود فقیر کے پاس جا کر
دینے کو نہایت مناسب سمجھتے اور بعض اکابر ہاتھ پر صدقہ رکھکر فقیر کے سامنے ہتھیلی پھیلا دیتے تاکہ فقیر اسکو اٹھالے اور اوپر ہاتھ فقیر ہی کا رہے
اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ جب کچھ خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتین تو قاصد سے کہدیتین کہ جو کچھ فقیر دعا کے کلمات کہے وہ یاد کرلینا جب وہ آکر بیان کرتا
تو وہی کلمات آپ بھی کہدیتین اور فرماتین کہ دعا کا بدلہ دعا اسلیے ہم نے کیا کہ ہمارا صدقہ بچا رہے غرضکہ اول کے لوگ فقیر سے دعا کی توقع نہ رکھتے
تھے اسلیے کہ دعا بھی ایک مکافات کا سا طور ہی اور اگر کوئی اُنکے لیے دعا کرتا تھا تو اسکے بدلہ مین ویسی ہی دعا اسکے لیے خود کردیا کرتے تھے
حضرت عمر رضہ اور حضرت عبداللہ بن عمر نے ایسا ہی کیا ہی پس ارباب دل اپنے دلون کا علاج ایسے کیا کرتے تھے اور ظاہر کی رو سے بجز ان اعمال
کے جو تواضع اور ذلت پر دلالت کرتے ہین اور فقیر کی طرف سے احسان کا ماننا اُن سے معلوم ہوتا ہی اور کوئی علاج نہین اور باطن کے اعتبار
سے ان امور کا جاننا جنکو ہم ذکر کرچکے ہین وہ تو عمل کی رو سے ہی اور یہ علم کی رو سے اور دل کا علاج ایسی ہی تدبیر سے ہوتا ہی جو مرکب علم اور عمل
دونون سے ہو اور زکوٰۃ مین من اور اذی کے نہونے کی شرط قائم مقام نماز کے اندر خشوع کرنے کے ہی چنانچہ دونون باتین حدیث شریف سے ثابت ہین نماز کے
باب مین ارشاد ہی لیس للمرء من صلوٰۃ الا ما عقل منہا اور زکوٰۃ مین فرمایا لا یقبل اللہ صدقۃ منان اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی لیکن فقیہ کا

غنی ہی کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی اور آدمی اس سے بری الذمہ ہوا گو اُس مین یہ شرط مفقود ہو تو یہ دوسری بات ہی ہمنے اسکی غرض کی طرف باب الصلوٰۃ مین اشارہ کیا ہی
چھٹا ادب یہ ہی کہ اپنی دہش کو کم جانے اسلیے کہ اگر بہت جانیگا تو عُجب کریگا اور عجب مہلک چیزون مین سے ہی اور اعمال کو باطل کرتا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی
ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا۔ اور کہتے ہین کہ طاعت جسقدر چھوٹی جانی جاوے وہ خداے تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہوگی اور معصیت کو
جسقدر بڑا جانو خداے تعالیٰ کے نزدیک چھوٹی ہوگی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خیرات کرنی بدون تین چیزون کے پوری نہین ہوتی اول اُسکو چھوٹا
جاننا دوم جلد ادا کرنا سوم چھپا کر دینا اور خیرات کو زیادہ جاننا من اور اذی کے سوا تیسری بات یہ ہی اسلیے کہ اگر بالفرض اپنے مال کو مسجد یا سرا
کے بنانے مین صرف کرے تو ممکن ہی کہ اُسکو زیادہ اور بڑا سمجھے مگر اس صورت مین من اور اذی ممکن نہین۔ بلکہ عُجب اور بڑا جاننا سب عبادتون مین
چلتا ہی اور اسکی دوا علم اور عمل دونون مین علم تو اس طرح کہ یہ جانے کہ دسوان یا چالیسوان حصہ سب مین سے نہایت کم ہی اور جو درجے خیرات
کرنے کے ہین جنکو ہم وجوب زکوٰۃ کی وجہون مین لکھ آئے ہین اُنمین سے یہ بہت خسیس مرتبہ ہی یون مناسب یہ ہی کہ اس خسیس درجہ پر قناعت کرنے سے
حیا کرے نہ یہ کہ اپنی خیرات کو بڑا جانے اور اگر ادب کے درجہ پر ترقی کر جاوے یعنی اپنا کل مال یا اکثر خدا کی راہ مین دے ڈالے تو ایسے شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ مال
میرے پاس کہان سے آیا اور کس چیز مین اسے صرف کرتا ہون کیونکہ مال تو خداے تعالیٰ کا ہی اور اُسکا احسان ہی کہ بندہ کو وہ مال دیا پھر توفیق اُسکے خرچ کرنے کی
دی تو خداے تعالیٰ کے حق مین اکثر دینے کو بڑا جاننا نہ چاہیے کہ وہ تو عین اُسی کا ہی اور اگر مال کو اس نظر سے دیا کہ ثواب آخرت ملے تو جسکے بدلہ مین بہت ثواب کئی
چوگنے پاویگا اُسکو بڑا کیون جانتا ہی۔ اور عمل یہ ہی کہ صدقہ کو شرمندہ ہو کر دیوے کہ بقیہ مال کو روک رکھا اور خداے تعالیٰ کی چیز کو اُسکی راہ مین اپنے سے کم دیا
اور انکسار اور ظاہر حالت ایسی صورت پر ہو جیسے کسی کے پاس کوئی امانت رکھ جاوے اور وہ شخص اُسکے واپس دینے کے وقت کچھ تو پھیر دے اور کچھ اپنے پاس
رہنے دے کیونکہ مال سب کا سب خداے تعالیٰ کا ہی اور سب کا دے ڈالنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہی اور سب کے دینے کا اسلیے بندہ کو حکم نہین کیا کہ
اُسکے بخل کے باعث اُسپر دشوار گذرتا چنانچہ خود فرمایا فیحفکم تبخلوا یعنی اگر مبالغہ کرے اور حکم دے کہ سب مال کو خرچ کر ڈالو تو تم بخل کرو اور بر رضا اور خوشی سے نہ دو
ساتوان ادب یہ ہی کہ اپنے مال مین صدقہ کے لیے بہت عمدہ اور پاکیزہ اور جو اُسکو زیادہ پسند ہو چھانٹے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہی اور پاک ہی مال کو
قبول کرتا ہی اور جب مال صدقہ شبہہ کا ہوگا تو عجب نہین کہ وہ اُسکی ملک ہی نہو تو اپنے موقع پر نہوگا۔ اور ابان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشی ہو اُسکو جو اپنے اُس مال مین سے دیوے جسکو بدون معصیت کمایا ہو اور اگر مال صدقہ عمدہ مال نہوگا تو یہ بے ادبی ہی کیونکہ
اپنے یا اپنے گھر والون اور خادم کے لیے تو اچھا رکھے اور خداے تعالیٰ پر اورون کو ترجیح دے اگر بالفرض اپنے مہمان سے کوئی اسطرح پیش آوے کہ خراب کھانا
اُسکے سامنے رکھ دے تو ظاہر ہی کہ مہمان اُسکا دشمن ہو جاویگا اور یہ وہ صورت ہی کہ آدمی صدقہ دینے مین خداے تعالیٰ کا خیال کرے اور جسمین صورت یہ ہی
کہ اپنے نفس کے لیے اور ثواب آخرت کے لحاظ سے دیوے تب تو صاف بات ہی کہ کوئی عاقل دوسرے کو اپنے نفس پر ترجیح نہین دیتا اور اس کا
مال اُسی قدر ہوگا جتنا کہ دیدے اور باقی رکھے یا کھا کر فنا کر دے ورنہ مال کو کھاتا ہی اس مین سر دست کی ادا حاجت ہی اور عقل کی بات
نہین کہ سر دست پر نگاہ کرے اور ذخیرے کا دھیان نہ کرے علاوہ ازین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما
اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ یعنی ایسی چیز سے دو جسکو تم بدون کراہت اور حیا کے نہ لو اور یہی معنی
اغماض کے ہین غرضکہ ایسی چیز کو اپنے پروردگار کے لیے اختیار نکرو۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ ایک درہم لاکھ درہم پر سبقت لیجاتا ہی۔ اور اسکی وجہ

یہ ہی کہ انسان اُس درم کو اپنے نہایت عمدہ اور اچھے مال مین سے نکالتا ہی اسی لیے یہ صدقہ رضامندی اور خوشی سے دیا جاتا ہی اور کبھی ایک لاکھ درم ایسے مال مین سے دے دیتا ہی جسکو خود بُرا جانتا ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جس چیز کو محبوب جانتا ہی اُس سے خدائے تعالے کو ترجیح نہین دیتا اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُن لوگون کی مذمت فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی چیز ٹھہراتے ہین جسکو مکروہ جانتے ہین چنانچہ فرمایا ویجعلون للہ ما یکرہون وتصف السنتہم الکذب ان لہم الحسنی لا جرم ان لہم النار۔ اس آیت مین بعض قاریون نے لا پر وقف کیا ہے اُن لوگون کی تکذیب کے لیے اور جرم سے جدا جملہ شروع کیا ہی جرم کے معنی کسب کے ہین یعنی اُن کی اس حرکت نے کہ خدائے تعالے کے لیے مکروہ چیزون کو ٹھہراتے ہین اُن کے لیے آگ کمادی

آٹھوان ادب یہ ہی کہ اپنے صدقہ کے لیے ایسے لوگ ڈھونڈھے جنسے صدقہ کو رتبہ اور طہارت ہو جاوے یہ نہین کہ آٹھون قسمون مین جیسا اسکو پہونچا دینا چاہیئے بلکہ اُن اشخاص مین چھ صفتون کا لحاظ کرے جس مین دو صفات پاوے اسکو صدقہ دیوے **اول** صفت یہ ہی ایسے لوگ تلاش کرے جو پرہیزگار اور دنیا سے روگردان اور صرف آخرت کی تجارت مین مشغول ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا تاکل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا التقی۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ پرہیزگار آدمی کھانے سے تقویٰ پر مدد لیگا تو کھلانے والا اسکی طاعت مین اسکا شریک ہوگا اس جہت سے کہ طاعت پر اسکی مدد کی اور فرمایا کہ اپنا کھانا پرہیزگارون کو کھلاؤ اور سلوک جو کچھ کرو ایمانوالون پر کرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ اپنے کھانے کے لیے اس شخص کی ضیافت کرو جس سے تم کو محبت فی اللہ ہو۔ اور بعض علما اپنا مال فقرائے صوفیہ کے سوا اور کسی کو نہ دیتے تھے اُنسے کسی نے کہا کہ اگر آپ یہ مال سب فقیرون کو دیا کرین تو اس سے بہتر ہو کہ ایک فرقۂ خاص کو دیتے ہین انھون نے فرمایا کہ نہین یہ وہ لوگ ہین کہ انکی ہمت خدائے تعالیٰ کے لیے ہی جب انکو فاقہ ہوتا ہی تو انکی ہمت پریشان ہو جاتی ہی پس اگر ایک شخص کو مین صدقہ دیکر اسکی ہمت خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ کرون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ ہزار شخصون کو دون جن کی ہمت دنیا کی طرف ہو پس یہ کلام حضرت جنید بغدادیؒ کے سامنے کسی نے نقل کیا آپ نے اسکو مستحسن فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ شخص اولیاء اللہ مین سے ہی اور مین نے بہت مدت سے اس سے بہتر کلام نہین سُنا پھر کہتے ہین کہ اُن بزرگ کے حال مین خلل آگیا اور قصد کیا کہ دوکان چھوڑ دین حضرت جنیدؒ نے اُنکے پاس کچھ مال بھیجدیا اور فرمایا کہ اس سے اسباب خرید لو اور دوکان مت چھوڑو کہ تم جیسے آدمی کو تجارت مضر نہین اور وہ بقال تھے مفلس جو اُنسے سودا خریدتے اُنسے دام نہین لیا کرتے تھے **دوم** صفت یہ ہی کہ جسکو دے وہ خاص کر اہل علم مین سے ہو کہ اسکو دینے سے علم پر مدد کرنا ہوگا اور علم بہت عبادتون سے اشرف ہی بشرطیکہ اُس مین نیت درست ہو حضرت ابن مبارک اپنا صدقہ خاص اہل علم کو دیا کرتے کسی نے اُنسے کہا کہ خوب ہو اگر آپ خیرات کو عام کر دین آپ نے فرمایا کہ مین نبوت کے درجہ کے بعد کوئی درجہ علما کے درجہ سے افضل نہین جانتا پس جب عالم کا دل اپنی کسی حاجت مین مشغول ہوگا تو وہ علم کے لیے مہلت نہ پاویگا نہ سیکھنے پر متوجہ ہوگا اسلیے انکو دنیا کو یا علم کے لیے انکو فرصت نکالدینی بہتر ہی **سوم** صفت یہ ہی کہ وہ شخص اپنے تقویٰ مین سچا ہو اور علم توحید مین پکا ہو اور توحید اس طرح ہی کہ جب کسی سے مال لیوے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اور جانے کہ یہ نعمت اُسی کی طرف سے ہی درمیانی شخص کا لحاظ نہ کرے اور بندہ دل کا شکر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی جناب مین یہی ہی کہ تمام نعمت کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے۔ اور لقمان نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ اپنے اور خدائے تعالیٰ کے درمیان مین دوسرے کو

نعمت دینے والا مت ٹھیرانا اور دوسرے کی نعمت کو اپنے اوپر فرض شمار کرنا - اور جو شخص خداے تعالی کے سوا دوسرے کا شکر کرتا ہی تو اُس نے گویا منعم کو پہچانا ہی نہین اور اس بات کا یقین نہین کیا کہ درمیانی آدمی مغلوب اور اُسکی تسخیر مین مسخر ہی کیونکہ خداے تعالی ہی نے اُس پر [illegible] کے لوازم مسلط کیے اور اسباب دینے کے مہیا کر دیے تب اُسنے دیا پس وہ دینے کے لیے مجبور ہی اگر وہ چاہتا کہ نہ دیوے تو اس سے نہو سکتا اسلیے کہ پیشتر خداے تعالی نے اُسکے دل مین ڈال دیا ہی کہ تیری دین و دنیا کی بہتری دینے مین ہی تو جب باعث قوی ہوتا ہی جب ہی ارادہ مین پختگی آتی ہی اور قدرت اُبھرتی ہی اُسوقت بندے سے اس باعث قوی کی مخالفت بن نہین پڑتی جس مین کچھ تردد نہین ہوتا اور باعثون کا پیدا کرنے والا خدا تعالی ہی اور وہی اُنکو قوت و زور دیتا ہی اور اُنکے ضعف و تردد کو دور کرتا ہی اور اُنکی خواہش کے مطابق قدرت کو اُبھارتا ہی پس جو شخص اس امر پر یقین کریگا اُسکی نظر بجز مسبب الاسباب کے اور طرف نہین ہوگی - اور اس جیسے بندے کا یقین دینے والے کے حق مین دوسرون کی تعریف اور شکر سے زیادہ مفید ہی اس لیے کہ وہ تو ایک زبان کی حرکت ہی اکثر اُسکا نفع کم ہی ہوتا اور اس جیسے موحد کی اعانت بیکار نہین جاتی علاوہ ازین جو شخص دینے کے باعث تعریف کرتا ہی اور دعاے خیر مانگتا ہی وہ نہ دینے کے سبب سے برائی بھی کریگا اور بددعا منھ سے نکالیگا اُسکا حال ایک سا نہین رہیگا - اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فقیر کے پاس کچھ صدقہ بھیجا اور قاصد سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ وہ کہے یاد کر لینا اُس فقیر نے مال لیکر کہا کہ خدا کا شکر ہی جو اپنے ذکر کرنے والے کو نہین بھولتا اور نہ اپنے شکر کرنے والے کو رائگان کرے پھر کہا کہ الٰہی اگر تو نے مجھکو فراموش نہین کیا تو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کر دے کہ تجھکو نہ بھولین قاصد نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ اس کلام سے خوش ہوے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہیگا - تو اس فقیر کے حال کو دیکھو کہ اپنے التفات کو کیسا صرف خداے تعالی پر منحصر کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ توبہ کر اُسنے کہا کہ مین صرف خدا تعالی کی طرف توبہ کرتا ہون محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہین کرتا آپ نے فرمایا کہ اُسنے حق دار کا حق جان لیا - اور جب کہ حضرت عائشہؓ کی بہتان سے برات اُتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُنسے کہا کہ کھڑی ہو اور سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بخدا مین یہ نہ کرونگی اور نہ بجز خدا کے اور کسی کا شکر کرونگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ اُسکو جانے دو کچھ مت کہو - اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ جواب دیا الحمد للہ لا بحمدک ولا بحمد صاحبک اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا باوجودکہ برات کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت عائشہؓ کو پہونچا تھا

اور چیزون کو خداے تعالی کے سوا اور کی طرف سے جاننا کافرون کا وصف ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون - اور جس شخص کا باطن درمیانی واسطون کی طرف التفات کرنے سے صاف نہین اور درمیانی کو صرف واسطہ نہین سمجھتا تو اُسکا دل گویا کہ شرک خفی سے علیحدہ نہین ہوا اُسکو چاہیے کہ اللہ تعالی [illegible] سے خوف کرے اور اپنی توحید کو شرک کی کدورتون اور شبہون سے صاف کرے صفت چہارم یہ کہ وہ شخص [illegible]

[illegible]

یقین نہین رہتا اور جب تام [illegible] سوا اور دون کا تب ہی وہ خوشیان کرنے لگین ۱۲

چھپاتا ہو شکایت و درد بہت نہ بیان کرتا ہو یا یہ کہ صاحب مروت ہو جسکی نعمت جاتی رہی ہو اور عادت باقی رہ گئی ہو اور زندگی وضع کے
نباہنے کے ساتھ کرتا ہو اس قسم کے لوگون کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یحسبھم الجاہل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لایسئلون الناس الحافا یعنی سوال
مین مبالغہ نہین کرتے اس وجہ سے کہ وہ لوگ اپنے یقین سے غنی ہین اور صبر کے باعث عزت دار اور اس قسم کے لوگون کی تلاش دیندارون
کی معرفت ہر محلہ مین کرنی چاہیئے اور خیرات کرنے والون کو وضعدار لوگون کے باطن کا حال دریافت کرنا چاہیئے اسلیے کہ صدقہ کا ان لوگون پر خرچ
کرنا ان لوگون کو دینے کی نسبت کہ جو علانیہ سوال کرتے ہین کئی گنا ثواب زیادہ رکھتا ہے **صفت پنجم** یہ کہ وہ شخص صاحب عیال یا مرض مین
گرفتار یا اور کسی سبب مین مبتلا ہو اور اُسکی مصداق یہ آیت ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لایستطیعون ضربا فی الارض یعنی جو لوگ
طریق آخرت مین بسبب عیال کے یا تنگی روزی کے یا دل کی اصلاح کے گھر گئے ہون کہ زمین مین جانے کی قدرت نہ رکھتے ہون
اسوجہ سے کہ ان اسباب نے اُنکے بازو توڑے ہوے اور ہاتھ پاؤن رکے ہوے ہون حضرت عمر رض ایک گھر کے لوگون کو ایک گلہ بکریون وغیرہ کا
دس یا اس سے زیادہ کا دیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا عیال کے موافق عنایت فرمایا کرتے تھے اور حضرت عمر رض سے کسی نے
پوچھا کہ جہد البلا یعنی حالت شاقہ سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ عیال کی کثرت اور مال کی قلت **صفت ششم** یہ ہے کہ وہ شخص
قریبون اور ذوی الارحام مین سے ہو تو اُسکے دینے مین صدقہ بھی ہوگا اور صلہ رحم بھی ہوگا اور صلہ رحم مین جسقدر ثواب ہے وہ ظاہر ہے حضرت
علی فرماتے ہین کہ اگر مین ایک درم سے اپنے کسی بھائی کا صلہ رحم کرون تو میرے نزدیک بیس درم خیرات سے بہتر ہے اور اگر بیس درم سے کرون
تو سو درم خیرات سے مجھکو زیادہ پسند ہے اور اگر سو درم سے کرون تو میرے نزدیک ایک بردہ آزاد کرنے سے اچھا ہے اور جانکار شخصون مین سے
دوستون اور اہل خیر کو مقدم دینا چاہیئے جیسے بیگانون کی نسبت کہ رشتہ دار مقدم ہین پس ان دقائق کا لحاظ رکھنا چاہیئے غرضکہ صفات
مطلوبہ یہی ہین اور ان مین سے ہر صفت مین بہت سے درجے ہین پس چاہیئے کہ سب سے اعلیٰ درجہ والے کی تلاش کرے اور اگر کوئی شخص
ایسا ملجاوے جسمین ان صفات مین سے کئی ہون تو بڑی دولت اور عمدہ نعمت ہے اور جس صورت مین کہ آدمی طلب اور تلاش مین محنت کرے
اور مقصود کو حاصل کرے تو اسکو دوہرا ثواب ملیگا اور اگر خطا ہو جاویگی تب بھی ایک ثواب کہین نہین گیا اسلیے دو ثواب کی صورت یہ ہے کہ ایک بات
تو سردست حاصل ہوتی ہے یعنی نفس کو بخل کی صفت سے پاک کرنا اور دل مین محبت الٰہی کا پختہ ہونا اور اُسکی طاعت مین کوشش کرنی اور
دوسری بات انجام کو ہوتی ہے کہ لینے والا اسکے حق مین دعا اور ہمت کرے کیونکہ نیکبختون کے دلون کے آثار سردست اور انجام کو ظاہر ہوا کرتے
ہین پس اگر زکوٰۃ دینے والے کو عمدہ شخص ہاتھ لگ گیا اور اسکی کوشش پر ثواب ہوئی تب تو دونون باتین حاصل ہونگی اور اگر کوشش خطا
کر گئی تو اول بات حاصل ہوگی یعنی نفس کی طہارت بخل سے اور محبت الٰہی کی تاکید ہو جاویگی جو پیدا ہونا شوق اللہ تعالیٰ کی لقا کا ہے اور دوسری بات
حاصل نہوگی یعنی ہمت وہ تھا کہ جو فائدہ منصور تھا وہ حاصل نہوگا پس صواب کی صورت دو تا اجر ملنے سے یہاں اور دوسرے مقام مین یہی غرض ہے واللہ اعلم

تیسری فصل زکوٰۃ لینے والے اور اُسکے استحقاق کے اسباب اور لینے کے آداب مین پانچ بیانون پر مشتمل ہے۔

پہلا بیان استحقاق کے سببون کے ذکر مین۔ جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ کا مستحق وہی شخص ہے جو مسلمان اور آزاد ہو اور ہاشمی و مطلبی نہو اور اس مین
ایک صفت اُن آٹھ صفتون مین سے ہو جو قرآن مجید مین مذکور ہین آیت انما الصدقات۔ اور زکوٰۃ کافر کو اور غلام کو اور ہاشمی اور مطلبی کو نہ دنی

چاہیئے مگر لڑکے اور دیوانہ کا ولی اگر انکی طرف سے زکوۃ کو لے لے تو انکو دینا درست ہی اب آٹھون قسمون کو جُدا جُدا یاد کر لینا چاہیئے پہلی قسم فقیر ہین اور فقیر اُسکو کہتے ہین جسکے پاس مال نہو اور نہ کمانے پر قادر ہو پس جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا اور لباس ہو وہ فقیر نہین بلکہ مسکین ہے اور اگر اُسکے پاس آدھے دن کی غذا ہو تو وہ فقیر ہی اور اگر قمیص تو رکھتا ہو مگر رومال اور موزہ اور پاجامہ نہ رکھتا ہو اور قمیص کی اتنی قیمت نہین ہی کہ اُس سے سب چیزین فقرا کے حال کے موافق لیجا سکین تب بھی وہ فقیر ہی کیونکہ سردست اُسکے پاس وہ اشیا نہین جنکی اسکو حاجت ہی اور اُنکے حاصل کرنے سے عاجز ہی غرضکہ فقیر مین اس بات کی قید لگانی ضرور نہین کہ اُسکے پاس سوا مقدار ستر عورت کے کچھ نہو کیونکہ یہ قید مبالغہ ہی اور غالبًا ایسا شخص نایاب بھی ہو اور جس شخص کو عادت سوال کرنے کی ہو تو اُس سے وہ زمرۂ فقرا سے خارج نہوگا اسلیے سوال کرنا کوئی کمائی کا پیشہ نہین ہان جس صورت مین کمانے پر قادر ہو تو فقیری سے خارج ہو جاویگا پس اگر اوزارون سے کمانے پر قادر ہو تو فقیر ہی ایسے شخص کے لیے زکوۃ کے مال مین سے اوزار خرید دینے درست ہین اور اگر ایسے پیشے پر قادر ہو جو اُسکی مروت اور شان کے لائق نہو تب بھی فقیر ہی متصور ہوگا اور اگر وہ شخص فقیہ ہو اور کوئی پیشہ کرنا اُسکو مانع فقہ سیکھنے کا ہو تو وہ بھی فقیر ہی اور اُسکا قادر ہونا معتبر نہین اور اگر وہ شخص عابد ہو اور پیشہ کرنے سے عبادات اور وظیفون مین حرج ہوتا ہو تو اُسکو پیشہ کرنا چاہیئے اسلیے کہ صدقہ کی نسبت کسب کرنا بہتر ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ اس سے مقصود یہی ہی کہ کمانے مین کوشش کرنی چاہیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا ہی کہ شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہی اور اگر اُسکے پاس اُسکی قوت سے خرچ زیادہ ہو کہ اپنے باپ یا اُسکی نفقہ کرتا ہو جسکا نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہو تو کسب کی نسبت اور ہی اسکو فقیر نہ کہینگے دوسری قسم مسکین ہین اور مسکین اُسکو کہتے ہین جسکی آمدنی خرچ کو کافی نہوتی ہو تو وہ ہوسکتا ہی کہ ہزار درم کا مالک ہو اور مسکین ہو اور بعض اوقات کلہاڑی اور رسّی کے سوا اور کچھ نہ رکھتا ہو اور مسکین نہو اور مکان مختصر رہنے کا اور کپڑے اپنے حال کے مناسب پہننے سے مسکینون کے زمرہ سے خارج نہوگا اسی طرح اسباب خانہ داری یعنی اُن چیزون کا ہونا جنکی حاجت ہوتی ہو مسکین ہونے سے خارج نہین کرتا بشرطیکہ اُسکے حال کے موافق اشیا ہون اسی طرح فقہ کی کتابون کا مالک ہونا مانع مسکینی نہین اور جس صورت مین بجز کتابون کے اور کسی چیز کا مالک نہو تو اُسپر صدقہ فطر واجب نہین اور کتابون کا حال مثل کپڑون اور گھر کی ضروری چیزون کے ہی کہ اُنکی بھی حاجت ہوتی ہی مگر کتاب کی حاجت کو سمجھنے مین احتیاط کرنی چاہیئے اور جان لینا چاہیئے کہ کتاب کی حاجت تین غرضون کے لیے ہوتی ہی ایک پڑھانا دوسرے پڑھنا تیسرے مطالعہ کرنا اور سیر کی حاجت کا اعتبار نہین مثلاً شعر اور اور تاریخ اور اخبار کی کتابون کا جمع کرنا یا اور اسی طرح کی کتابین جو آخرت مین مفید نہون اور نہ دنیا مین کار آمد بجز سیر اور بہلانے دل کے ہون تو اس قسم کی کتابین کفارہ اور صدقہ فطر مین بیچ ڈالی جاوین اور مسکین ہونے کو ایسی کتابین مانع ہین اور پڑھانے کی حاجت اگر اس طرح ہو کہ اجرت پر پڑھاتا ہو جیسے معلم اور مؤدب اور مدرس ہوتے ہین تو انکے حق مین کتابین مثل اوزارون کے ہین جیسے درزی وغیرہ پیشہ ورون کے آلات ہین تو صدقہ فطر مین بیچنا نہ چاہیئے اور اگر فرض کفایہ کی بجا آوری کے لیے تعلیم دیتا ہو تو بھی نہ بیچی جاوین اور اس صورت مین کتابون کے ہونے سے مسکینیت اُسپر سے دور نہوگی کیونکہ تعلیم ایک حاجت ضروری ہی اور پڑھنے اور استفادہ کی حاجت مثلاً طب کی کتابین اس غرض سے مہیا کرنی کہ اپنے آپ کا علاج کرے یا وعظ کی کتاب اس نظر سے رکھنی کہ اُنہین مطالعہ کرکے نصیحت پذیر ہو سکے تو اس

صورت مین اگر شہر مین کوئی طبیب اور واعظ ہو تب تو اس شخص کو اُن کتابون کی حاجت نہین اور اگر نہو تب البتہ حاجت کی چیز ہے۔ اور مطالعہ
کی کتاب مین یہ لحاظ رہے کہ ایسی کتاب نہو جسکے مطالعہ کی برسون تک حاجت نہو بلکہ اُسکی مدت قریب بقیاس یہ ہو کہ برس روز مین کبھی
نہ کبھی اُسکے مطالعہ کی نوبت آتی ہو اور اگر ایسی کتاب ہو کہ برس کے اندر اسکی حاجت نہ پڑتی ہو تو اُسکو زائد از حاجت جاننا چاہیے اس لیے
کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا سے زیادہ بچا ہو اُسپر صدقہ فطر لازم آتا ہے تو جب صدقہ فطر کے لیے ایک روز فرض کیا گیا ہے تو اسباب خانہ داری
اور بدن کے کپڑون کے لیے برس روز کا معین ہونا چاہیے اور اسی نظر سے گرمی کے کپڑے جاڑون مین نہین بیچے جاتے اور چونکہ کتابین بھی کپڑون
اور لوازم خانہ داری کے زیادہ مشابہ ہین اسی لیے اُنکے مطالعہ کے لیے بھی برس روز مقرر ہونا بہتر ہے۔ اور بعض اوقات ایک کتاب کے دو نسخے
ہوتے ہین تو اس وقت ایک کو زائد از حاجت جاننا چاہیے اور اگر مالک کہے کہ اُن مین سے ایک نسخہ زیادہ صحیح ہے اور دوسرا خوبصورت زیادہ
اس لیے مجھے دونون کی ضرورت ہے تو ہم یہ کہین گے کہ صحیح تر کو رہنے دو اور خوبصورت کو بیچ دو اور دید بازی اور رفاہیت طلبی سے
ہاتھ اُٹھاؤ۔ اور اگر ایک علم کی دو کتابین ہون ایک بڑی ہو اور ایک مختصر تو اگر اُسکا مقصود استفادہ ہو تو بڑی کو رہنے دے۔ اور اگر پڑھانے
کی نیت ہو تو دونون کی حاجت اُسکو ہے اس لیے کہ اُن مین سے ہر ایک مین جدا فائدہ ہے جو دوسری مین نہین اور اسطرح کی صورتین بیشمار ہین اور علم فقہ
مین اُن سے بحث نہین کی جاتی ہم نے ان کو اس لیے لکھا ہے کہ لوگ اس مین بہت مبتلا ہین اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا لحاظ کتابون کے سوا
اور چیزون مین بھی کرین کیونکہ سب کا لکھنا تو ممکن نہین کہ ہر ایک چیز مین یہ نظر ہو سکتی ہے مثلاً اثاث البیت کی مقدار اور شمار اور قسم کو دیکھین
اور بدن کے کپڑون پر غور کرین اور گھر کی تنگی اور فراخی مین تامل کرین اور ان چیزون کی کوئی حد معین نہین بلکہ فقیہ اپنی رائے سے اجتہاد
کرتا ہے اور حد مقرر کرتا ہے جو تخمین مناسب جانتا ہے اُسکو مقرر کرتا ہے اور شبہات کے خطرے مین داخل ہوتا ہے اور پرہیزگار آدمی اس
باب مین زیادہ محتاط کو اختیار کرتا ہے اور شک کی چیز کو چھوڑ کر بے کھٹکے بات عمل مین لاتا ہے اور بیچ کے درجے جو اطراف متقابل [illegible]
[illegible] اور انکا جائز ہونا یا ناجائز ہونا مشتبہ ہے اور [illegible] احتیاط [illegible] اور کوئی صورت بجز [illegible] تیسری قسم
عامل یعنی [illegible] قاضی و بادشاہ کے سوا جو عامل زکوٰۃ وصول کرتے ہین وہ اس قسم مین داخل ہین اور اس مین عریف اور [illegible] اور [illegible] اور
[illegible] آگئے اور انمین سے کسی کو اُس کام کی معمولی مزدوری سے زیادہ نہ دینا چاہیے پس اگر آٹھوین حصہ زکوٰۃ مین سے ان
لوگون کو [illegible] کے موافق اُجرت دینے کے بعد کچھ بچ رہے تو اُسکو باقی قسمون پر تقسیم کر دینا چاہیے اور اگر کم ہو تو بیت المال مصلحتون کے لیے رکھا
رہتا ہے اُس مین سے پورا کر لینا چاہیے چوتھی قسم - وہ لوگ ہین جنکو مسلمان ہونے کے لیے تالیف کے طور پر دیا کرتے ہین اور ایسے لوگ
اپنی قوم کے سردار ہوتے ہین [illegible] دینے سے مسلمانی پر اُنکا ثابت رہنا اور اُنکے ہمجنسون اور تابعین کی ترغیب مقصود ہے۔ پانچوین قسم
مکاتب ہین یعنی وہ غلام جنکو اُن کے آقاؤن نے کچھ مال کے عوض آزاد کرنے کو کہا ہے پس مکاتب کا حصہ اُسکے آقا کو دے دینا چاہیے
اور اگر خود مکاتب کو دے دے تب بھی درست ہے اور آقا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے مکاتب کو نہ دے کیونکہ وہ ابھی اُسکا غلام ہے۔
چھٹی قسم - قرضدار ہین جنہون نے امر طاعت خواہ مباح مین قرض لیا۔ اور افلاس کے باعث ادا نہوا پس اگر معصیت مین قرض
لیا ہو تو اُسکو کچھ نہ دینا چاہیے جب تک کہ توبہ نہ کرے اور اگر تونگر کے ذمہ قرض ہو تو اُسکا قرض ادا کرنا نہ چاہیے ہان اگر اسنے کسی بہتری

خلق خواہ فتنہ کے فرو کرنے کے لیے قرض لیا ہو تو ایسے قرض کے ادا کرنے کا مضائقہ نہیں ساتویں قسم غازی ہیں جنکا
رابتہ دار دیوان دفتر میں کچھ نہو تو انکو زکوٰۃ میں سے ایک سہم دینا چاہیے اگرچہ وہ مالدار ہوں اس مراد سے کہ جہاد پر اُن کی مدد ہو۔
آٹھویں قسم مسافر ہیں یعنی جو شخص اپنے شہر سے بارادہ سفر باہر نکلیں خواہ زکوٰۃ دینے والے کے شہر میں اُنکا گذر ہو جاوے اور اُنکا
سفر معصیت کے لیے نہو تو ایسے لوگ اگر مفلس ہوں تو انکو دینا چاہیے اور اگر اپنے گھر پر مال رکھتے ہوں تو اسقدر دیوے کہ وہ اپنے
مال تک پہونچ جاویں۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ صفات شناخت کا نہ معلوم کس طرح ہوں تو فقیر اور مسکین ہونا تو لینے والے کے قول سے معلوم
ہوتا ہے اس سے اس امر کے گواہ نہ لیے جاویں نہ قسم لیجاوے بلکہ اُسکا صرف کہدینا کافی ہے کہ میں فقیر ہوں بشرطیکہ جھوٹے ہونے کا یقین نہو
اور جہاد اور سفر آئندہ کی بات ہے لہذا جو کوئی کہے کہ میرا ارادہ سفر خواہ جہاد کا ہے تو اسکو اسکے کہنے کے مطابق دیدے اگر وہ اپنے قول کو پورا نہ
کرے تو اسکو جسقدر دیا ہو واپس کر لے باقی جو چار قسمیں رہیں اُن میں سے گواہوں کا ہونا ضروری ہے غرضکہ استحقاق کی شرطیں اور
اسباب یہ تھے جو اوپر مذکور ہوے اور یہ امر کہ ان اقسام میں ہر ایک کو کسقدر دینا چاہیے اسکا بیان عنقریب آتا ہے

دوسرا بیان لینے والے کے آداب کے ذکر میں اور اسکے آداب پانچ ہیں۔ اول یہ کہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالی نے جو مجھکو مال کا لانا اور
کیا ہے تو اسلیے کہ مجھکو اور فکر چھوڑ کر ایک ہی فکر کے ہو رہیں اور خدا تعالی نے اپنی مخلوق کے لیے ایک ہی فکر ہونے کو عبادت مقرر فرمایا یعنی یہ صرف اسکو خدا کی یاد
اور روز قیامت کی فکر رہے اور کوئی فکر دامنگیر نہو چنانچہ اسی ارشاد میں یہی مراد ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لیکن بااینہمہ تقاضاء حکمت
یہ ہوا کہ بندہ پر شہوتیں اور حاجتیں مسلط کیجاویں اور وہ اسکی فکر کو پریشان کریں اسی لیے محض فضل و کرم یوں ٹھہرا کہ بندہ پر نعمت ہو کہ جاوے
کہ اُسکی حاجتوں کو کافی ہو جاوے نظر بال بہت سے پیدا فرما کر اپنے بندوں کے ہاتھ میں دیدیے تاکہ انکی حاجتوں کو دفع کرنے کے
کے واسطے فرصت ملنے کا ذریعہ ہو بعض لوگوں کو بہت سا مال دیا تاکہ انکے حق میں امتحان اور فتنہ ہو وہ لوگ گرداب خطر میں
سرفراز فرمایا تو انکو دنیا سے ایسا بچایا جیسے کوئی غمگسار مشفق بیمار کو پرہیز کراتا ہے یعنی انسے دنیا کے زوائد کو علیحدہ رکھا اور بقدر حاجت کو والا
ہاتھ سے اُن تک پہونچا دیا تاکہ کمانے کی فکر اور جوڑنے کی محنت اور حفاظت کا تردد مالداروں کے ذمہ رہے اور اُسکا فائدہ فقیر کو پہونچے
خدا تعالی کی عبادت ہی کے ہو رہیں اور موت کے بعد کے لیے تیاری کریں دنیا کے زوائد انکی مزاحم نہوں اور فاقہ اس
انکو روکے اور یہ نہایت درجہ کی نعمت ہے اور فقیر کو شایان ہے کہ فقیری کی نعمت کی قدر پہچانے اور خوب دل میں سمجھے کہ اللہ تعالی
فضل مجھ پر اس چیز میں زیادہ ہے جو مجھ سے علیحدہ رکھی ہے بہ نسبت اُس فضل کے جو چیز کے مرحمت فرمانے میں کیا ہے چنانچہ اسکی
تفصیل باب الفقر میں عنقریب مذکور ہوگی حاصل یہ کہ فقیر جو کچھ لیوے اسکو اپنے رزق اور طاعت پر مدد کے لیے لیوے اور اُس میں
کرے کہ اُسکی جہت سے خدا تعالی کی طاعت پر قوی ہو جاویگا اور اگر یہ بات نہو سکے تو اُس مال کو ایسے مصارف میں خرچ کرے جنکو خدا
تعالی نے مباح فرمائے ہیں اگر اس سے خدا تعالی کی معصیت پر مدد لیگا تو اُس کی نعمتوں کا ناشکر اور اُسکی خفگی اور ناخوشی کا مستحق
ہوگا دوم یہ کہ دینے والے کا مشکور ہو اور اُسکے حق میں دعا بخیر کرے اور یہ شکر اور دعا ایسی طرح ہوں کہ اُسکو درمیانی ہونے سے
خارج نہ کر دیں بلکہ یہی سمجھے کہ خدا تعالی کی نعمت پہونچنے کا طریق وہ شخص ہو گیا ہے اور چونکہ خدا تعالی نے اُسکو ذریعہ اور واسطہ کر دیا ہے

اسلیے اُسکا واسطہ ہونا بیشک ہی اور اس طرح خیال کرنا اس بات کا منافی نہین کہ نعمت کو خداے تعالیٰ کی طرف سے معلوم کرے
چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہی کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ[۱] اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے اعمال پر اُنکی تعریف بہت جگہ فرمائی
ہی حالانکہ اعمال پیدا کرنے والا اور اُنکی قدرت کا ایجاد کرنے والا وہی ہی مثلاً فرمایا نعم العبد انہ اواب یعنی ایوب اچھا بندہ ہی اور ہماری طرف
رجوع کرنے والا ہی اور سوا اُسکے اور بہت سی آیتین ہین۔ اور لینے والا دعائین یون کہے کہ خداے تعالیٰ پاک لوگون کے دلون مین
تیرے دل کو پاک کرے اور نیک لوگون کے عمل کے ساتھ تیرے عمل کو صاف کرے۔ اور شہیدون کی روح کے میل مین تیری روح پر
رحمت بھیجے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۲] کہ جو کوئی تمھارے ساتھ کچھ سلوک کرے تو تم اُسکا تدارک کرو اگر تمسے نہو سکے تو اُسکے لیے
دعا مانگو یہانتک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ مکافات ہو گئی۔ اور منجملہ شکر یہ ہی کہ اگر عطا مین کچھ عیب ہو تو اُسکو چھپا دے اور اُسکی تحقیر اور مذمت
نہ کرے اور دینے والے کو نہ دینے کا ننگ نہ دلاوے جس صورت مین کہ وہ نہ دیوے۔ اور اگر وہ دیوے تو اُسکے فعل کو اپنے نزدیک اور
لوگون کے سامنے بڑا جانے کیونکہ دینے والے کا ادب اپنی دہش کو چھوٹا جاننا ہی اور لینے والے کا ادب یہ ہی کہ جو کوئی دے اُسکا ممنون ہو
اور اُسکی دہش کو بڑا جانے اور ہر شخص پر لازم ہی کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اسمین کچھ مخالفت نہین اسلیے کہ اسباب چھوٹا جاننے اور بڑا جاننے کے
جدا جدا ہین دینے والے کے حق مین چھوٹا جاننے کے اسباب کا لحاظ مفید ہی اور اُسکے خلاف کرنا مضر ہی اور لینے والے کا حال اُسکے برعکس ہی اور یہ
باتین اسکے منافی نہین کہ نعمت کو خداے تعالیٰ کی طرف سے جانے ہان جو کوئی درمیانی شخص کو واسطہ نہ جانے وہ جاہل ہی اور جو واسطہ کو اصل سمجھا وہ
برا ہی[illegible] یہ کہ جو مال لینا چاہے اسکو پیشتر دیکھ لینا چاہیے اگر وہ ناجائز اور حرام سے ہو تو اُس سے پرہیز کرے اللہ تعالیٰ اور کہین سے پہونچا دیگا
[illegible] بات نہین کہ جو شخص حرام سے احتراز کرے تو اُسکو حلال مال نہین پہونچیگا غرضکہ
[illegible] اور سرکاری عملون کے مال اور ان لوگون کے جنکی اکثر کمائی حرام ہی نہ لیوے لیکن اگر اُس پر وقت تنگ ہو اور جو مال اُس کو
دیا جاتا ہی اُسکا کوئی مالک معین نہ معلوم ہو تو ایسی صورت مین اُسکو اپنی حاجت کے موافق لینا جائز ہی کہ شرع کا فتویٰ اُس جیسی صورت مین
یہی ہی کہ اُسکو خیرات کردے جیسا کہ باب حلال و حرام مین آویگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ حلال سے عاجز ہو اور اگر ایسا مال لیگا تو زکوٰۃ کا لینے والا
نہین [illegible] تو حرام ہی جسنے زکوٰۃ مین دیا اُسکی طرف سے زکوٰۃ مین ادا ہی نہین چھپا رہے کہ شک کی جگہون سے احتراز کرے اور جو کچھ لیوے
اگر [illegible] تو اُس سے بچے اور جسقدر مباح ہو اُسیقدر لیوے اور جبتک یہ نہ معلوم کرے کہ مجھمین استحقاق کی صفت موجود ہی تبتک
نہ لیوے مثلاً اگر مکاتب ہونے یا قرضدار ہونے کی جہت سے زکوٰۃ لیتا ہو تو قرض کی مقدار سے زائد نہ لیوے اور اگر عامل ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اُجرت مثل سے
زیادہ نہ لیوے اور اگر زیادہ دیا بھی جاوے تو اُس سے انکار کرے کیونکہ یہ مال کچھ دینے والے کا نہین تاکہ وہ سلوک مین داخل ہو اور اگر مسافر ہو تو توشہ اور
[illegible] سواری کے کرایہ کی مقدار سے زیادہ نہ لیوے اور اگر غازی ہو تو جہاد کی چیزون کے جو خاص اُسی مین کام آوین مثل گھوڑے اور
ہتھیار اور خرچ کے اور کچھ نہ لے اور ان اشیا کا اندازہ اُسکے اجتہاد سے متعلق ہی اُسکی کوئی حد مقرر نہین اور یہی حال مسافر کے توشے کا ہی اس صورت مین
[illegible] کی چیز چھوڑ دے اور یقینی بات اختیار کرے اور اگر مسکین ہونے کی جہت سے لیتا ہو تو اول اپنے لوازم خانہ داری اور کپڑون اور کتابون مین تامل کرے کہ ان مین
کونسی چیز کی خود کی حاجت نہین اور کس چیز کے نفیس ہونے کی ضرورت نہین اُسکو بیچ کر ہو سکتا ہو کہ کارروائی کے موافق دوسری چیز آجاوے اور کچھ دام

۱ یعنی جو شخص لوگون کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کرتا ۱۲ ترمذی بروایت ابو سعید خدری ۱۲
۲ ح - ابوداؤد و نسائی بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہم

بیچ رہین اور یہ بات بھی فقیر کے اجتہاد سے متعلق ہی اسمین ایک طرف ظاہر ہوتی ہی اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص مستحق ہی اور ایک دوسری طرف اسکے مقابل ہوتی ہی جس سے یہ سمجھ مین آتا ہی کہ مستحق نہین اور ان دو طرفون کے بیچ مین بہت سے درجے متوسط ہین جنمین شبہہ پڑتا ہی اور کاجل کی کوٹھری کا سا حال ہی جس سے کہ غالبًا دھبا لگنے سے نہ بچے اور اس بات مین اعتماد لینے والے کے قول پر ظاہر ہی اور تنگی برتنے اور فراخی برتنے مین نکلنے کے بہت سے مقام ہین کہ انکے شمار نہین ہو سکتے پرہیزگار آدمی اپنی حاجتون کا اندازہ تنگی کے ساتھ کیا کرتا ہی اور سہل انگار کا میل وسعت اور فراخی کیطرف ہوتا ہی یہانتک کہ اپنے نفس کو بہت سی باتون کی ضرورت سمجھا کرتا ہی اور یہ امر شریعت مین برا ہی بہرحال جب حاجت ثابت ہو جاوے تو چاہیئے کہ بہت سا مال نہ لے بلکہ اسقدر لے کہ لینے کے وقت سے ایک سال تک کافی ہو یہ مدت بڑی سے بڑی ہی اسوجہ سے کہ برس کے مکرر ہونے سے آمدنی کے اسباب مکرر ہوتے ہین اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کے واسطے ایکسال کی غذا جمع بھی فرمائی ہی تو بہتر یہ ہی کہ فقیر اور مسکین کے لیے بھی یہی مقرر ہو اور اگر ایک مہینے خواہ ایک دن کی حاجت پر بس کرے تو تقوی کے قریب تر ہی اور جو مقدار کہ زکوٰۃ اور صدقہ مین لینی چاہیئے اسکے باب مین علما کے مذاہب مختلف ہین بعضے کمی مین اسقدر مبالغہ کرتے ہین کہ انھون نے ایک دن رات کی غذا پر کفایت کرنے کو واجب کر دیا ہی اور اپنی دلیل اس روایت کو کہتے ہین جو سہل بن حنظلیہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنا کے ہوتے ہوے سوال کرنے سے منع فرمایا پھر غنا کو جو آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ صبح اور شام کا کھانا پاس [illegible] اور دوسرون نے یہ کہا ہی کہ تونگری کی حد تک لیوے اور تونگری کی حد زکوٰۃ کی نصاب ہی اسلیے کہ اللہ تعالی نے زکوٰۃ صرف تونگرون پر واجب فرمائی ہی تو انھون نے یہ نکالا کہ اپنے واسطے اور اپنے کنبے مین سے ہر شخص کے واسطے اسکو زکوٰۃ کی نصاب تک لینا درست ہی اور بعض لوگون نے تونگری کی حد پچاس درم فرمائی ہی اسلیے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من سأل وله مال يغنيه جاء يوم القيامة وفي وجهه خموش [illegible] اور بعضون نے کہا کہ اس حدیث کا ایک راوی قوی نہین اور بعض لوگون نے تونگری کی حد چالیس درم فرمائی ہی اسوجہ سے کہ عطا بن یسار سے منقطع روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سأل وله اوقية فقد الحف في السؤال اور دوسرے علما نے وسعت مین مبالغہ کرکے فرمایا ہی کہ فقیر کو اتنا لینا درست ہی کہ اس سے [illegible] جس سے تمام عمر کو بیفکر ہو جاوے یا اس سے کوئی مال تجارت [illegible] حاجت نہ ہو [illegible] اسی کا نام ہی کہ تمام عمر کو ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ جب دو تو غنی کر دو یہانتک کہ بعضون کا مذہب [illegible] کہ اگر کوئی شخص مفلس ہو جاوے تو اسکو اتنا لینا درست ہی کہ پھر اسکا حال [illegible] لوگون کا ہزار درم سے ہوتا ہو [illegible] صورت مین کہ [illegible] اعتدال سے خارج [illegible] حضرت ابو طلحہ [illegible] اور اسکی طرف درمیان [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو اپنے قرابتیون [illegible] صدقہ کر [illegible] حضرت [illegible] ایک باغ [illegible] دو شخصون کو بہت [illegible] غنی کر دیا اور حضرت عمر نے ایک اعرابی کو ایک اونٹنی مع اسکے [illegible] دے ڈالی [illegible] زیادہ لینا پایا جاتا ہی غرضکہ دونون طرف کے دلائل ہین اور ہمارے نزدیک یہ ہی کہ کمی کے [illegible] ایک سال [illegible] دن کی غذا [illegible] سوال نکرے اور در در [illegible] پھرے اور گداگری بری چیز ہی اسکا حکم [illegible] عمر بھر کو غنی ہو جاوے اس قلت کی بہ نسبت [illegible] زیادتی [illegible] اعتدال [illegible] سے زیادہ [illegible] تنگی ہو اور [illegible] اندازہ نہین [illegible] باب مین [illegible]

پہونچتا ہی کہ جیسا دیکھے ویسا حکم کرے پھر پرہیزگار سے کہدیا جاوے کہ تو اپنے دل سے فتوی لے لے گو اور لوگ تجھکو کچھ کچھ فتوی دین جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کیونکہ گناہ دلون پر غالب ہونے والا ہی پس اگر لینے والا اپنے دل مین اُس مال کی طرف سے خلش پاوے تو چاہیئے کہ خدائے تعالے سے ڈرے اور فتوی کے بہانے سے اُس کی اجازت اپنے لیے نہ سمجھے کیونکہ علماء ظاہر کے فتوی ضرورتون کی قید سے آزاد ہوتے ہین اور اُن مین تخمین اور شبہون مین داخل ہونا بہت ہی اور دینداروں اور طریق آخرت کے سالکون کی عادت شبہات سے احتراز کرنے کی ہوتی ہی پنجم یہ کہ صاحب مال سے پوچھے کہ تمیز زکوٰۃ کتنی واجب ہی اور جب اُسکی مقدار معلوم ہو تو جو کچھ اپنے آپ کو ملا ہو اُسکو دیکھے اگر یہ مقدار کل زکوٰۃ کے آٹھوین حصہ سے زائد ہو تو اُس مین سے کچھ نہ لے اسلیے کہ یہ اور اسکے دو اور شریک ملکر صرف آٹھوین حصہ کے مستحق ہین پس آٹھوین حصہ مین دو اپنی قسم کے آدمیون کا حصہ کم کر کے لیوے ورنہ کچھ نہ لے اور یہ بات دریافت کرنی اکثر لوگون پر واجب ہی کیونکہ خلق اس تقسیم کی رعایت نہین کرتی خواہ جہالت کے باعث یا سہولت برتنے کی جہت سے البتہ جس صورت مین گمان غالب حرمت کے احتمال کا نہو تو اُسوقت اُن چیزون کو دریافت نکرنا جائز ہی اور سوال نکرنے کے مواقع اور احتمال کے درجات باب الحلال والحرام مین انشاء اللہ مذکور ہونگے۔

چوتھی فصل صدقہ نفل اور اُسکی فضیلت اور اسکے لینے اور دینے کے آداب کے ذکر مین اور اس فصل مین تین بیان ہین۔

پہلا بیان صدقہ کی فضیلت مین احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو اگرچہ ایک کھجور ہی ہو اس لیے کہ وہ کسیقدر بھوکے کی تکلیف بند کرتا ہی اور گناہ کو ایسا بجھاتا ہی جیسا پانی آگ کو بجھاتا ہی اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرة فان لم تجدوا فبکلمة طیبة اور فرمایا کہ جو بندہ مسلمان اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہی اور خدا تعالی پاک ہی کو قبول بھی فرماتا ہی تو اللہ تعالی اس صدقہ کو اپنے دہنے ہاتھ مین لیتا ہی پھر اسکی پرورش کرتا ہی جیسے تم مین سے کوئی اپنے اونٹ کے بچہ کو پالتا ہی یہانتک کہ کھجور بڑھکر احد کے برابر ہو جاتی ہی اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اسمین پانی زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والون کو دیکھو اور اسمین سے انکو پہونچاؤ اور فرمایا ہی کہ جو بندہ صدقہ اچھا دیتا ہی اللہ تعالی اُسکے ترکہ مین برکت بھی خوب ہی دیتا ہی اور فرمایا کل امرئ فی ظل صدقته حتی یقضی بین الناس اور فرمایا الصدقة تسد سبعین بابا من الشر اور فرمایا صدقة السر تطفئ غضب الرب عز وجل اور فرمایا کہ جو شخص کہ وسعت کے باعث دیتا ہی وہ ثواب مین اُس سے افضل نہین جو حاجت کے سبب سے قبول کرتا ہی اور غالبا اس سے مقصود یہ ہی کہ جو شخص مال اسلیے لے کہ اپنی حاجت اسلیے دفع کرے کہ دین کے لیے فراغت ملجاوے تو وہ شخص دینے والے کے مساوی ہوگا جو اپنی وسعت سے نیت اپنے دین کی آبادی کی کرتا ہی اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ صدقہ کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت مین صدقہ افضل ہی کہ تندرست اور مال پر کنارہ کرنے والا ہو اور تو زندہ بہت جینے کی رکھتا ہو اور فاقہ سے ڈرتا ہو اور صدقہ دینے مین تاخیر نہ کرے یہانتک کہ جان جب نرخرے مین آ پہونچے تو کہنے لگے کہ اتنا فلانے کو اور اتنا فلانے کو دینا حالانکہ یہ مال وارث کا ہو چکا ہی اور ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ صدقہ کرو ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو اپنے نفس پر خرچ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس ایک اور ہی فرمایا کہ اُسکو اپنی بی بی پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہی فرمایا کہ اپنی اولاد پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہی فرمایا کہ اُسکو اپنے خادم پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہی فرمایا کہ اُسکی نگاہ

مجھکو زیادہ ہی یعنی جہان اچھا موقع دیکھو وہان خرچ کرو۔ اور فرمایا کہ آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہین کہ وہ لوگون کا میل ہی اور فرمایا کہ سائل کی حرمت ہٹا دو اگرچہ
اتنے کھانے سے ہو جتنا پرند کا سر ہوتا ہی اور فرمایا کہ اگر سائل سچ کہتا ہی تو جو کوئی اُسکو محروم پھیرے گا اُسکو فلاح نہوگی اور حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہی کہ جو شخص سائل کو
اپنے گھر سے محروم پھیرتا ہی فرشتے اُس گھر پر سات روز سایہ نہین ڈالتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو کام کسی دوسرے کو سپرد نہ فرماتے تھے اپنے آپ انکو کیا کرتے تھے
ایک تو یہ کہ رات کو وضو کا پانی اپنے آپ رکھتے اور اُسکو ڈھانپ دیتے دوسرے یہ کہ مسکین کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماتے اور فرمایا کہ مسکین وہ نہین ہی کہ اُسکو
ایک کھجور یا دو کھجورین اور ایک لقمہ یا دو لقمے ہٹا دین بلکہ مسکین وہ ہی جو سوال کرنے سے باز رہے اگر تم چاہو تو پڑھو دیکھو لا یسألون الناس الحافا یعنی نہین مانگتے
لوگون سے لپٹ کر اور فرمایا کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہی تو وہ اللہ تعالی کی حفاظت مین رہتا ہی جبتک کہ اُس کپڑے کا مسکین کے بدن پر
پیوند رہتا ہی اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہین کہ حضرت عائشہ نے پچاس ہزار خیرات کیے حالانکہ اُن کا کرتہ پیوند دار
ہی رہا۔ اور مجاہدؒ نے اس آیت مین ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا علی حبه کی تفسیر یہ فرمائی ہی کہ اُسکی خواہش رکھتے ہون۔ اور حضرت
عمرؓ فرمایا کرتے کہ الٰہی مال اور توانگری ایسے شخصون کو دے جو ہم مین بہتر ہون کہ شاید وہ لوگ اُسکو ہم مین حاجتمندون کو پہونچا دین اور عبد العزیز
بن عمیر فرماتے ہین کہ نماز آدمی کو آدھے راستہ پر لیجاتی ہی اور روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہونچاتا ہی اور صدقہ بادشاہ کے سامنے
جا کھڑا کرتا ہی اور ابن ابی الجعد کا قول ہی کہ صدقہ آدمی سے ستر خرابیون کی قسمین دور کرتا ہی اور پوشیدہ دینا صدقہ کا ظاہر کی نسبت کہ ستر گنا ہوتا ہی اور
صدقہ ستر شیطانون کے جبڑے چیر دیتا ہی اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ ایک شخص نے ستر برس خدا تعالی کی عبادت کی پھر اُس سے کوئی گناہ کبیرہ
سرزد ہوا اور اُسکا عمل باطل کر دیا گیا پھر اُسکا گذر ایک مسکین پر ہوا اور اُسکو ایک روٹی صدقہ دی اللہ تعالی نے اُسکی خطا معاف فرمائی اور ستر برس
کے عمل پھر اُسکے بحال کر دیے۔ اور لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جب تو کوئی خطا کرے تو صدقہ دینا۔ اور یحییٰ ابن معاذ فرماتے ہین کہ مجھے نہین
معلوم کہ کوئی دانہ وزن مین دنیا کے پہاڑون کے برابر ہو جاوے بجز صدقہ کے دانہ کے کہ یہ البتہ اتنا ہو جاتا ہی اور عبد العزیز بن ابی رواد فرماتے ہین کہ
تین چیزین اول زمانہ مین جنت کے خزانون مین سے کہا کرتے تھے اول مرض کا چھپانا دوم صدقہ کا چھپانا سوم مصیبتون کا چھپانا اور یہ روایت
مسند بھی آئی ہی۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ اعمال نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو صدقہ نے کہا کہ مین تم سب سے افضل ہون اور عبد اللہ بن عمرؓ شکر خیرات
مین دیا کرتے اور کہتے کہ مین نے دیکھا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون اور اللہ تعالی جانتا ہی کہ مین شکر سے محبت رکھتا ہون۔ اور نخعیؒ
فرماتے ہین کہ جب کوئی چیز خدا کے واسطے کے لیے ہو تو مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اُسمین کوئی عیب ہو۔ اور عبید بن عمیرؒ فرماتے ہین کہ قیامت کے
روز لوگ سب دنون سے زیادہ بھوکے اور پیاسے اور ننگے اُٹھین گے پس جسنے اللہ تعالی کے لیے کھانا کھلایا ہوگا اللہ تعالی اُسکو شکم سیر کریگا اور جسنے
اللہ کے لیے پانی پلایا ہوگا اُسکو سیراب کریگا اور جسنے اُسکے واسطے کپڑا پہنایا ہوگا اُسکو کپڑا پہنا دیگا۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ اگر اللہ تعالی
چاہتا تو تم سب کو توانگر کر دیتا کہ کوئی تم مین فقیر نہوتا مگر اُسنے تم مین سے بعض کا امتحان بعض سے لیا ہی۔ اور شعبیؒ نے کہا ہی کہ جتنی حاجت فقیر کو مالدار
کے صدقہ کی ہی اگر مالدار اُسکی نسبت کر اپنے آپ کو صدقہ کے ثواب کا زیادہ حاجتمند نجانے تو اُسکا صدقہ بیکار ہی اور یہ صدقہ اُسکے منہ پر
مارا جاویگا اور امام مالکؒ فرماتے ہین کہ جو پانی صدقہ کیا جاتا ہی اور مسجد مین پلایا جاتا ہی اگر اُسمین سے توانگر پی لے تو ہم مضائقہ نہین جانتے اسلیے کہ جسنے
اُسکو سبیل کیا ہی تو پیاسون کے لیے کیا ہی کوئی ہون اُسکا مقصود خاص محتاجون اور مسکینون پر صدقہ کرنے کا نہین کہتے ہین کہ ایک لڑکا ایک لونڈی سے

ایسے حضرت حسن بصری کے پاس ہو گذرا آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اسکے دام مین ایک یا دو درم پر بھی راضی ہو اُسنے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو
جا اللہ تعالی تو حورون کے باب مین ایک پیسے اور لقمہ پر راضی ہے

دوسرا بیان صدقہ کے پوشیدہ اور ظاہر لینے کے ذکر مین۔ اخلاص کے طالبون کا اسمین اختلاف ہو کہ دونون مین سے بہتر کونسا ہے بعض کا میلان اسطرف ہے کہ پوشیدہ لینا افضل ہے اور بعض اس طرف جھکے ہین کہ ظاہر لینا افضل ہے اور ہم ان دونون باتون مین جو فوائد اور آفتین پائی جاتی ہین اول انکی طرف اشارہ کرتے ہین پھر امر حق کی تشریح کرینگے۔ جاننا چاہیے کہ پوشیدہ لینے مین پانچ فائدے ہین **اول** یہ کہ لینے والے کا پردہ بنا رہتا ہے کیونکہ ظاہر لینے مین اپنا پردہ مروت کو بہا دینا اور حاجت کا ظاہر ہو جانا اور سوال نہ کرنے کی ہیبت سے خارج ہونا ہے اور یہ صورت سوال کرنے کی مجبوری ہے کہ اسکے پیچھے دیکھنے والون کی نظر مین آدمی غنی معلوم ہوتا ہے **دوسرا فائدہ** یہ ہے کہ لوگون کے دل اور زبانین محفوظ رہینگی کہ ظاہر لینے سے لوگ اسپر حسد کرتے ہین یا اُسکے لینے پر انکار کرتے ہین اس خیال سے کہ یہ باوجود تونگری کے لیتا یا زیادہ لینے کی طرف منسوب کرتے ہین اور حسد اور بدگمانی اور غیبت بڑے گناہ ہین [illegible] اور لوگون کو ان گناہون سے بچانا منظور رکھنا بہتر ہے ابو ایوب سختیانی کہتے ہین کہ مین نئے کپڑے کا پہننا اسلیے ترک کرتا ہون کہ مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہین میرے ہمسایون مین اس سے حسد پیدا ہو اور کسی زاہد کا قول ہے کہ مین اکثر چیز کا استعمال اپنے بھائیون کی خاطر چھوڑ دیتا ہون کہ لوگ نہ کہین کہ اسکے پاس یہ کہان سے آگئی اور ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ انہون لوگون نے نیا قمیص پہنا دیکھا اُنکے بعض بھائیون نے پوچھا کہ یہ تمہارے پاس کہان سے آیا فرمایا کہ میرے بھائی خیثمہ نے مجھے پہنایا ہے اور اگر مین یہ جانتا کہ اس امر کی اطلاع اسکے گھر والون کو ہوئی تو ہرگز اُسکو قبول نہ کرتا **تیسرا فائدہ** یہ ہے کہ دینے والے کو کام کے خفیہ کرنے پر اعانت ملتی ہے اور ظاہر [illegible] کے باب مین خفیہ کو علانیہ پر فضیلت ہے تو لینے والا اگر اس باب مین اعانت دینے والے کی کریگا تو بہتر ہوگا کہ اچھی بات کی تکمیل پر اعانت کرنا بھی اچھی ہے اور پوشیدہ کرنا بدون دونون کے ممکن نہین سکتا اگر اسکا حال ظاہر کردے تو دینے والے کا حال معلوم ہو جاوے گا کسی شخص نے بعض علما کو کوئی چیز ظاہر مین دی اُنہون نے نہ لی اور دوسرے شخص نے ایک چیز پوشیدہ دی تو لے لی کسی نے اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دوسرے شخص نے اپنی خیرات مین ادب اور قاعدہ کو ملحوظ رکھا کہ چھپا کر دیا اسواسطے مین نے قبول کر لیا اور اول شخص نے اپنے عمل مین بے ادبی کی اسلیے مین نے اسکا لینا [illegible] جانا اور کسی شخص نے ایک درویش کو کوئی چیز مجمع مین دی انہون نے پھیر دی [illegible] اس شخص نے کہا کہ جو چیز مجکو اللہ نے دی اُسکو [illegible] درویش نے کہا کہ جو چیز خالص خدا تعالی کے لیے تھی اسکو تو نے دوسرے کا شریک کر دیا [illegible] اور خدا تعالی [illegible] پر اکتفا نہ کی تو میں شرک [illegible] اور بعض عارفون نے ایک چیز پوشیدہ قبول کر لی [illegible] اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ [illegible] تو نے [illegible] اسکی اطاعت پوشیدہ دینے کے [illegible] سے تیری اطاعت کی اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر مین یہ جانتا کہ کوئی شخص [illegible] نہ کریگا اور لوگون سے [illegible] قبول کر لیتا **چوتھا فائدہ** یہ ہے کہ [illegible] ذلت اور خواری سے بچنا ہے کہ ظاہر لینے مین ذلت ہوتی ہے اور اہل علم کو نہین چاہیے کہ اپنے آپکو [illegible] اور ذلیل کرے بعض علما کو خفیہ اگر کوئی کچھ دیتا تو لیتے اور ظاہر ہرگز نہ لیتے اور کہتے کہ ظاہر لینے مین علم کی ذلت اور علما کی بے عزتی ہے [illegible] کہ دنیا کے مال کو تو اونچا کرون اور اسکے عوض علم اور علما کو پست کرون **پانچوان فائدہ** شرکت کے شبہ سے احتراز کرنا ہے [illegible] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی ہدیہ آوے اور اسکے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہون تو وہ سب اُس ہدیہ مین شریک ہون اور

اور سونا چاندی ہوتے ہدیہ سے خارج نہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ افضل ہدیہ جو آدمی اپنے بھائی کے پاس بھیجے چاندی ہے یا اُسکو
کھانا کھلانا۔ پس اس حدیث مین چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مجمع مین ایک شخص خاص کو بدون سب کی رضامندی کے کچھ دینا مکروہ
ہے اور رضامندی کا حال مشتبہ رہتا ہے اسلیے تنہائی مین دے دینا اس شبہہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اب صدقہ کو برملا لینے اور اسکا ذکر دوسرے شخص سے کرنے مین چار فائدے ہین۔ دل خلاص اور صدق کا ہونا اور اپنے حال کو لوگون کے دھوکا دینے سے بچانا اور ریا سے محفوظ رہنا ہے کہ جیسا واقع
مین ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا یہ بات نہین کہ حقیقت مین کچھ ہے اور نمود کی وجہ سے اُسکو ظاہر نہین کرتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جاہ و منزلت دور ہو جاتی
ہے اور بندگی اور مسکنت ظاہر ہوتی ہے اور تکبر اور بے حاجت ہونے کے دعوی سے تبری پائی جاتی ہے اور لوگون کی نظرون سے نفس گر جاتا ہے بعض
عارفون نے اپنے شاگرد کو فرمایا کہ لینے کو ہر حال مین ظاہر کر دے کیونکہ جب تو ایسا کریگا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسمون پر ہو جاوینگے ایک تو وہ ہونگے جنکے دلون سے تو گر جاوے گا
تو یہ تو مقصود ہی ہے اسوجہ سے کہ یہ امر دین کی سلامتی کے لیے نافع تر ہے اور اس سے نفس کی آفتین بھی کم ہوتی ہین دوسرے وہ ہونگے جنکے دلون مین تیری تنہا تیری
زیادہ ہوگی اس نظر سے کہ تو نے ٹھیک ٹھیک اپنا حال ظاہر کر دیا اور یہ وہ بات ہے کہ جسکو تمھارا بھائی چاہتا ہے کیونکہ اُسکا مقصود ثواب کا زیادہ ہونا ہے جس قدر
مین وہ تجھسے محبت زیادہ کریگا اور تعظیم بہت کریگا تو اُسکو ثواب قطعاً زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجھکو بھی ہوگا کہ اُسکے ثواب زیادہ ہونیکا سبب تو ہی ہوا ہے تیسرا
فائدہ توحید کا شرک سے بچانا ہے اسلیے کہ عارف کی نظر بجز خدائے عزوجل کے اور طرف نہین ہوتی پوشیدہ اور ظاہر اُسکے حق مین یکسان ہے تو اس حال کا مختلف ہونا توحید
مین شرک ہے بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص پوشیدہ لیتا تھا اور برملا ظاہر ہٹا دیتا تھا اُسکی دعا کا ہم اعتبار نہ کرتے تھے اور خلق کی طرف التفات کرنا خواہ وہ
موجود ہون یا غائب حال مین نقصان ہے بلکہ چاہیے کہ نظر واحد یکتا پر منحصر ہو کہتے ہین کہ کوئی بزرگ اپنے سب مریدون مین سے ایک طرف زیادہ مائل تھے
اور مریدون کو یہ بات شاق معلوم ہوئی اُن بزرگ نے چاہا کہ ان لوگون پر اس مرید کی فضیلت ظاہر کریں چاہیے اسلیے ہر ایک مرید کو ایک ایک مرغی
دی اور کہا کہ ہر ایک اپنی اپنی مرغی لیکر ایسی جگہ ذبح کر لاؤ جہان کوئی نہ دیکھے سب مرید چلے گئے اور اپنی اپنی مرغی ذبح کر لائے مگر وہ مرید مرغی زندہ لایا اُن سے
جو بزرگ نے پوچھا تو کہا کہ ہمکو جیسا حکم تھا اُسکی تعمیل کر دی جب اُس مرید سے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیون کی طرح کیون نہ ذبح کی اُسنے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہان
کوئی نہ دیکھتا ہو اسلیے کہ اللہ تعالی سب جگہ ناظر تھا اُن بزرگ نے اُن لوگون سے کہا کہ اسوجہ سے مین اسپر زیادہ مائل ہون کہ وہ سوائے خدا کے اور طرف دھیان نہ
کرتا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ ظاہر کرنے مین سنت شکر کو ادا کرتا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث اور نعمت کو چھپانا ناشکری مین داخل ہے اللہ تعالی
اُن لوگون کی مذمت کرتا ہے اور انکو بخیل فرماتا ہے جو اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہین چنانچہ ارشاد ہے الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون
ما آتاہم اللہ من فضلہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو یہ بھی پسند کرتا ہے کہ وہ نعمت اُسپر دیکھی جاوے
اور ایک شخص نے کسی عارف کو کچھ چھپا کر دیا عارف نے اپنا ہاتھ اونچا کر دیا اور کہا کہ یہ دنیا کی چیز ہے اسمین ظاہر کر دینا افضل ہے پوشیدہ کرنا آخرت کے
کامون مین افضل ہوتا ہے اور اسی لیے بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جب تمکو کچھ مجمع مین دیا جاوے تو لے لو پھر اُسکو تنہائی مین واپس کر دو اور صدقہ کے باب مین
شکر کی رغبت منقول ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ عزوجل اور شکر قائم مقام مکافات کا ہوتا ہے یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تمھارے ساتھ سلوک کرے اُسکی مکافات کرو اور اگر مکافات نہو سکے تو اُسکی تعریف اچھی طرح کرو اور اُسکے لیے دعا
خیر یہانتک کرو کہ تمکو یقین ہو جاوے کہ مکافات کر چکے اور جب مہاجرون نے شکر کے باب مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمسے ان لوگون سے زیادہ

لوگ نہین دیکھے کہ ہم اُنکے پاس آتے تو اُنھون نے اپنا مال ہمکو بانٹ دیا یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین تمام ثواب یہی نہ لیجادین آپنے فرمایا کہ ایسا نہین جبتک تمنے
اُنکا شکر کیا اور تعریف کی یعنی اس سے اُنکی مکافات ہوگئی پس ان تمام فوائد کو تو تم معلوم کر چکے اب یہ جاننا چاہیئے کہ لوگون کا اختلاف جو اس بات مین منقول
ہی وہ مسئلہ مین اختلاف نہین ہی بلکہ حال کا اختلاف ہی پس تحقیق اس باب مین یہ ہی کہ ہم یہ حکم یقینی نہین کرتے کہ پوشیدہ لینا ہر حال مین افضل ہی یا ظاہر
مین لینا اچھا ہی بلکہ یہ بات نیتون کے اختلاف کے باعث مختلف ہوتی ہی اور نیتین احوال اور اشخاص کے اختلاف سے جدا جدا ہوجاتی ہین اس صورت
مین اخلاص والے کو چاہیئے کہ اپنے نفس کا نگران رہے اور مغالطہ مین نہ پڑے نہ طبیعت کے دھوکے فریب کھاوے نہ شیطان کے دام فریب مین
آوے اور مکر و فریب پوشیدہ لینے کے وجوہات مین بہ نسبت ظاہر لینے کے زیادہ ہی باوجودیکہ اسکو دخل دونون مین ہی پس خفیہ لینے مین تو فریب کو دخل
اسلیے ہی کہ طبیعت خفیہ لینے پر راغب ہی اس نظر سے کہ اس صورت مین جاہ و منزلت محفوظ رہتی ہی لوگون کی آنکھون سے قدر نہین گرتی کوئی مسکین کو بچشم حقارت
اور دینے والے کو محسن اور منعم اُسے نہین دیکھتا یہ روگ طبیعت مین گڑا رہتا اور نفس مین پوشیدہ ہوتا ہی اور شیطان اُسکے ذریعہ سے فوائد کا اظہار کرتا ہی
یہانتک کہ جو پانچ فوائد ہمنے لکھے ہین اُن سب کو علت اُسکے خفیہ لینے کی بیان کردیتا ہی اور ان سب کی کسوٹی ایک ہی بات ہی وہ یہ ہی کہ آدمی کو اپنے صدقہ
لینے کا حال کھلجانے سے اتنا ہی رنج ہو جتنا کہ کوئی اُسکا ہمجنس اور لفظ اگر خفیہ لیوے اور اُسکا حال برملا ہوجاوے اُس سے رنج ہو غرضکہ برملا ہونے کا رنج
اپنے حال اور غیر کے حال کا یکسان ہو اسلیے کہ اگر خفیہ لینے سے اُسکا یہ مقصود تھا کہ لوگ غیبت اور حسد مین مبتلا نہون اور بدگمانی نہ کرین یا پردہ دری سے
بچنا خواہ دینے والے کو خفیہ دینے کی رغبت دلانی یا علم کو ذلت سے بچانا منظور تھا تو یہ ساری باتین دوسرے بھائی کے صدقہ لینے کا حال کھلنے سے بھی
ہو وینگی اس صورت مین اگر اپنا حال برملا ہوتا تو ناگوار زیادہ ہوتا اور دوسرے اپنے بھائی کا حال کھلنا اتنا گران نہو تو پھر یہ کہنا کہ مین خفیہ اُن فوائد کے
سبب لیتا ہون محض مغالطہ اور شیطان کا مکر ہی کہ علم کی ذلت ممنوع ہی کسی کا ہو یہ نہین کہ خاص زید یا عمرو کے علم کی ذلت تو ناجائز ہی اور بکر کی
جائز ہو اسی طرح غیبت اسی وجہ سے ممنوع ہی کہ کسی محفوظ آبرو کے درپے ہونا اُس مین پایا جاتا ہی یہ نہین کہ زید کی آبرو کا تعرض ہو تو ناجائز ہو اور
بکر کی آبرو کا ہو تو جائز ہو اور جو شخص اس بات کو اچھی طرح لحاظ رکھتا ہی اُس سے شیطان اکثر ہارا رہتا ہی ورنہ پھر تو یہ صورت ہوتی ہی کہ عمل بہت سا
کرے اور اُس مین سے تھوڑا نصیب ہو۔ اور ظاہر لینے کی طرف طبیعت کو اسوجہ سے رغبت ہی کہ اس سے دینے والے کے دل کو خوشی ہوتی ہی اور اسکو
ایسے افعال پر اُبھارتی ہی اور دوسرون کے سامنے ذکر کرنے سے اُنکو یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص بہت شکر یہ ہوتا ہی اُسکی تعظیم اور حال کی جستجو زیادہ چاہتے
اور یہ بات دل مین مدفون رہتی ہی اور شیطان دیندار پر اور کسی طرح اس خیانت کے نکالنے پر قادر نہین ہوتا ہی مگر سنت کی آڑ مین بہکاتا اور یون مارتا ہی اور
کہتا ہی کہ شکر کا ادا کرنا سنت ہی اور خفیہ رکھنا ریا مین داخل ہی اور جو وجہین ہمنے ظاہر کرنے کے باب مین لکھی ہین اُنکو اُسکے پیش کرتا ہی تاکہ ظاہر کرنے پر اسکو
آمادہ کرے اور قصد باطنی اُسکا وہی ہوتا ہی کہ دینے والا اپنی تعریف سے تو زیادہ خیر گیران ہو اور دوسرے لوگون کو شوق خدمت پیدا ہو اور اُسکا
امتحان یہ ہی کہ اپنے نفس کا میل شکر کی طرف اس صورت مین خیال کرے کہ اُس شکر کی خبر تو دینے والے کو پہونچے اور اُن لوگون کو جن کو
رغبت اُسکے کچھ دینے کی ہی اور اُس جماعت کے سامنے شکر کا خیال کرے جو ظاہر مین دینے کو بُرا جانتے ہون اور خفیہ دینے پر راغب ہون اور اُنکی
عادت یہ ہو کہ بجز خفیہ رکھنے والے کے اور کو نہ دیتے ہون تو اگر یہ حالات اُسکے نزدیک برابر ہون تب تو جان لے کہ صدقہ کے ظاہر کرنے کا سبب
شکر کی سنت ادا کرنی اور نعمت کو ظاہر کرنے کیلیے ہی ورنہ سمجھ لے کہ یہ شیطان کا فریب اور مغالطہ وہی ہی پھر جب یہ معلوم ہوجاوے کہ باعث ظاہر

کرنے کا شکر کی سنت کو ادا کرتا ہو تو چاہیئے کہ دینے والے کے حق ادا کرنے سے غافل نہو یعنی اُسکو دیکھے اگر وہ ایسے لوگون مین سے ہو جو شکر اور نعمت کے ظاہر کرنے کو پسند کرتے ہون تو چاہیئے کہ اُسکے صدقہ کو خفیہ رکھے اور شکر نہ کرے کیونکہ اُسکا حق اس بات کو چاہتا ہو کہ ظلم پر اُسکی اعانت نکرے اور اُسکا طالب ہونا شکر پر ایک ظلم ہو تو اُسپر اعانت نہ چاہیئے اور جب اُسکا حال یہ معلوم ہو کہ وہ شکر کو پسند نہین کرتا۔ اور نہ اُسکو صدقہ سے شکر مقصود ہو تو اس صورت مین اُسکا شکر کرے اور اُسکے صدقہ کو ظاہر کرے اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگون نے ایک شخص کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تمنے اُسکی گردن ماردی اگر وہ سُنے گا تو فلاح نہ پاویگا باوجودیکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کی تعریف اُنکے مُنہ پر کیا کرتے تھے اسلیے کہ آپ کو اُنکے یقین پر اعتماد تھا اور جانتے تھے کہ یہ تعریف اُنکو مضر نہوگی بلکہ اُنکو خیر کی رغبت زیادہ کرے گی مثلاً ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ یہ جنگل والون کا سردار ہو اور دوسرے کے حق مین ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا کریم آوے تو اُسکی تعظیم کرو اور ایک شخص کے کلام سننے تو آپ کو اچھے معلوم ہوئے اور فرمایا اِنَّ مِنَ البیان سحرا اور فرمایا جب تم مین سے کوئی شخص اپنے بھائی مین کوئی بہتری معلوم کرے تو چاہیئے کہ اُسکو خبر کردے کہ وہ خیر مین اور زیادہ رغبت کریگا اور فرمایا اذا مدح المومن ربی الایمان فی قلبہ اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچانے اُسکو لوگون کی تعریف مضر نہین ہوتی۔ اور یوسف بن اسباط کو حضرت سفیان نے فرمایا کہ جب مین تمکو کچھ مال دون تو تمھاری نسبت کر مجھکو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہو اور اُسکو مین سمجھتا ہون کہ خداے تعالی نے مجھپر نعمت کی تم چاہو شکر کرو خواہ نہ کرو غرضکہ جو شخص اپنے دل کی خبر گیری چاہتا ہو اُسکو چاہیئے کہ ان باریک باتون کا لحاظ رکھے کیونکہ اعضا کے اعمال مین اگر یہ باریکیان ملحوظ نہ رہین تو وہ شیطان کی ہنسی اور اُسکی خاطر خواہ ہونگی کہ محنت بہت ہو اور نفع کم اور اسی جیسے علم کے باب مین کہا کرتے ہین کہ اُسکا ایک مسئلہ سیکھنا برس روز کی عبادت سے افضل ہو کیونکہ اس علم سے عمر بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہو اور اس علم کو نہ جاننے سے تمام زندگی کی عبادت مرجاتی ہو اور بیکار ہوتی ہو حاصل یہ کہ مجمع مین لینا اور خفیہ چھپ دینا سب طریقون مین عمدہ اور محفوظ تر ہو اسکو چکنی باتون سے دور نہ کرنا چاہیئے ہان اگر معرفت کامل ہو اور ظاہر و باطن آدمی کے نزدیک برابر ہو جاوے تو پھر خفیہ لینے کا بھی مضائقہ نہین لیکن ایسا شخص عنقا ہو کہ اُسکا ذکر ہوتا ہو اور دیکھنے مین نہین آیا اللہ تعالے سے ہم سوال کرتے ہین کہ ہماری مدد کرے اور توفیق عنایت فرماوے

تیسرا بیان اس باب مین کہ صدقہ کا لینا افضل ہو یا زکوٰۃ کا ابراہیم خواص اور حضرت جنید بغدادی اور بعض اور بزرگون کی تو یہ راے تھی کہ صدقہ کے مال مین سے لینا بہ نسبت زکوٰۃ مین سے لینے کے افضل ہو اسلیے کہ زکوٰۃ کے لینے مین مسکینون کے لیے مزاحمت اور تنگی کرنی ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ بعض اوقات زکوٰۃ کے لینے کا استحقاق اپنے آپ مین پورا نہین ہوتا یعنے جیسا وصف کلام مجید مین مذکور ہو وہ صفت خود مین نہین ہوتی اور صدقہ کے حال مین گنجائش زیادہ ہو اور بعض لوگون نے کہا ہو کہ زکوٰۃ کا لینا چاہیئے نہ صدقہ کا کیونکہ زکوٰۃ لینے سے لوگونکو واجب ادا کرنے پر اعانت ہوتی ہو اگر سب مسکین زکوٰۃ لینا چھوڑ دین تو سب گنہگار رہونگے اور ایک وجہ یہ کہ اُسمین کسی کا احسان نہین وہ خدا تعالی کا حق واجب [illegible] مین اُسکے محتاج بندون کی روزی ہوتی ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ زکوٰۃ کا لینا تو حاجت کے سبب ہو اور حاجت ہر شخص کی اُسکے نفس کو قطعاً معلوم ہوا کرتی ہو اور صدقہ کا لینا دین کے باعث ہو کیونکہ غالب یہی ہو کہ دینے والا اُسی کو دیتا ہو جس مین بہتری کا معتقد ہوتا ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ مساکین کی موافقت ذلت اور مسکنت مین بہت دخل رکھتی ہو اور تکبر سے دور تر ہو اسلیے کہ صدقہ کو تو آدمی کبھی ہدیہ کے طور بھی لیتا ہو تو صدقہ اور ہدیہ مین فرق نہین رہتا

۱ ح بخاری و مسلم بروایت ابو بکرہ ۱۲ ۲ ح ابن حبان بروایت قیس بن عاصم اور یہی شخص تھا جسکو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ جنگل والون ۳ ح ابن ماجہ بروایت ابن عمر ۱۲ ۴ ح بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲ ۵ ح دارقطنی در علل بروایت ابن المسیب عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۶ ح جب مومن کی تعریف کی جاتی ہو تو اُس کے دل مین ایمان بڑھتا ہو ۱۲ طبرانی بروایت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ۱۲

اگر زکوٰۃ کے لینے مین لینے والے کی حاجت اور ذلت پر تصریح ہوتی ہے۔ اور اس باب مین قول حق یہ ہے کہ یہ امر ہر ایک شخص کے حالات کے بموجب مختلف ہوا کرتا ہے اور جسطرح کی حالت اُسپر غالب ہو اور جو نیت ہو اُسیطرح کا حکم کیا جاتا ہے پس اگر کسی کو صفت استحقاق سے اپنے آپ کے موصوف ہونے مین شبہہ ہو تو اُسکو زکوٰۃ کا لینا نہ چاہیے اور جس صورت مین کہ جانے مین قطعاً مستحق ہون مثلاً اپنے ذمہ قرض رکھتا ہے جسکا روپیہ عمدہ طریقون مین خرچ کیا ہے اور کوئی صورت اُسکے ادا کی نہین تو بیشک مستحق ہے تو اسطرح کا شخص اگر صدقہ اور زکوٰۃ مین اختیار دیا جاوے تو یہ سوچے کہ اگر مین یہ صدقہ نہ لونگا تو مالک یا مال اُسکو صدقہ نہ کریگا تب تو صدقہ ہی لے کیونکہ زکوٰۃ واجب کو مالک مستحقین کو ادا کریگا تو اس صورت مین خیرات زیادہ بھی ہوگی اور مسکینون کو بھی زیادہ پہونچے گا اور اگر مالک نے وہ مال بھی صدقہ ہی کی نیت سے رکھا ہے کچھ خاص کسی کے لینے ہی پر منحصر نہین اور زکوٰۃ کے لینے مین مساکین پر کچھ تنگی بھی نہوتی ہو تو ایسی صورت مین اختیار ہے خواہ صدقہ لیوے یا زکوٰۃ ہر چند ان دونون کے لینے مین حال ایک ہی سا ہے مگر پھر بھی زکوٰۃ کا لینا نفس کے توڑنے اور ذلیل کرنے کے باب مین غالباً بہت زائد ہے واللہ اعلم۔ باب اسرار زکوٰۃ خداے تعالیٰ کی عنایت سے ختم ہوا اسکے بعد اسرار صوم کا باب مذکور ہوتا ہے والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ علی محمد خیر الوریٰ و علیٰ کل عبد مصطفیٰ۔

چھٹا باب روزون کے اسرار کے بیان مین

رباعی: ارکان مین ایمان کے ہے اشرف روزہ * جسکو ہے احادیث مین نسبت بخدا * صائم کے لیے خاص ہے باب الریان * محسوب عبادت مین ہے سونا اسکا

واضح ہو کہ روزہ ایمان کا چہارم جزو ہے اسلیے کہ ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الصوم نصف الصبر اور دوسری مین فرمایا الصبر نصف الایمان اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان کے نصف کا نصف ہے یعنی چوتھائی ہے اور چونکہ روزہ کو نسبت خداے تعالیٰ کی طرف اور سب ارکان اسلام پر ہے تو اس خاصیت کے سبب اسکو اور دن پر فوقیت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول اس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہے کہ سب نیکیان دس گنے ثواب سے سات سو گنے تک ہونگی مگر روزہ رکھنا کہ وہ خاص میرے واسطے ہے اور مین ہی اُسکی جزا دونگا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب یعنی صبر والون کو ثواب اُنکا بے حساب ملیگا اور روزہ صبر کا آدھا ہے تو اس صورت مین اسکا ثواب بھی قانون حساب سے باہر ہوگیا اور اسکی فضیلت مین یہی جاننا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک یقول اللہ عز وجل انما یذر شھوتہ و طعامہ وشرابہ لاجلی فالصوم لی وانا اجزی بہ اور فرمایا للجنۃ باب یقال لہ الریان لا یدخلہ الا الصائمون یہ وہ موعود بلقاء اللہ تعالیٰ فی جزاء صومہ اور فرمایا للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار و فرحۃ عند لقاء ربہ اور فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے اور فرمایا روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینا داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھلجاتے ہین اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہین اور شیطان باندھ دیے جاتے ہین اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر بس کر اور وکیع اس آیت کی تفسیر مین کلوا واشربوا ھنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ فرماتے ہین کہ وہ دن روزے کے ہین اسلیے کہ ان مین کھانا اور پینا چھوڑ رکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے دنیا کے زہد اور روزہ کو مباہات مین یکجا فرمایا ہی چنانچہ زہد کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی جوان عابد سے اپنے فرشتون پر فخر فرماتا ہی اور
ارشاد کرتا ہی کہ ای جوان میرے لیے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا مین اپنی جوانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہی جیسا کوئی میرا فرشتہ ہو اور روزہ دار کے
باب مین فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ اے فرشتو میرے بندے کو دیکھو کہ اپنی شہوت اور لذت اور کھانا اور پینا میرے سبب سے چھوڑ دیا ہی اور بعضون
نے اس آیت کی تفسیر مین فرمایا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون کہ انکا عمل روزہ تھا اسلیے کہ صابرون کے حق مین فرمایا ہی انما
یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب اس سے معلوم ہوتا ہی کہ صابر کے لیے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دیے جاوینگے کہ وہم و اندازہ مین نہ آسکے اور ایسا ہی ہونا
شایان ہی اسلیے کہ روزہ خدا تعالی کے لیے ہی اور اسکی طرف منسوب ہونے سے اسکو شرف ہی ہر چند ساری عبادتین اسی کے لیے ہین مگر روزے کو ایسا شرف
ہی جیسا خانہ کعبہ کو ہی گو زمین بالکل خدا تعالی کی ہی اور یہ شرف دو وجہ سے ہی اول یہ کہ روزہ رکھنا چند چیزون سے باز رہنا اور ترک کرنا بعض
افعال کا ہی اور یہ امر باطنی ہی اسمین کوئی عمل ایسا نہین جو آنکھ سے سوجھے اور دوسری عبادتین لوگون کی نظر گاہ مین ہوتی ہین اور روزے کو بجز خدا تعالی
کے اور کوئی نہین دیکھتا کیونکہ وہ عمل باطن کا ہی صرف صبر کرنے سے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ روزہ خدا تعالی کے دشمن پر دباؤ اور غالب ہوتا ہی کیونکہ
شیطانون کا وسیلہ شہوات ہین جو کھانے پینے سے قوی ہوتی ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمی مین خون کے
چلنے کی جگہون مین پھرتا ہی پس اسکی راہون کو بھوک سے تنگ کر دیا اور اسی لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا کہ جنت کے
دروازے ہمیشہ کھٹکھٹایا کر انھون نے عرض کیا کہ کس چیز سے آپ نے فرمایا کہ بھوک سے اور بھوک کی فضیلت باب غذا کی کثرت حرص اور اسکی تدبیر
مین جلد سوم مین مذکور ہوگی پس چونکہ روزہ خاصکر شیطان کا بیخ کن اور اسکی راہون کا بند کرنے والا اور اسکے راستون کا تنگ کرنے والا ہی اسوجہ سے مستحق
اسکا ہوا کہ خاص خدا تعالی کی طرف منسوب ہو کیونکہ دشمن خدا کی بیخ کنی مین خدا تعالی کی نصرت ہی اور اللہ تعالی کا بندے کو مدد کرنا اس بات پر موقوف
ہی کہ بندہ اسکی نصرت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم غرضکہ شروع کرنا کوشش کا بندے کیطرف سے ہی اور ہدایت کا عوض
دنیا اللہ تعالی کیطرف سے چنانچہ فرماتا ہی والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور فرمایا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم اور تغیر کے لیے شہوات
کو توڑنیکا حکم اسلیے ہی کہ شہوات شیطانون کی چراگاہ ہین پس جبتک یہ ہری بھری رہینگی ان کی آمد و رفت موقوف نہوگی اور جبتک آتے جاتے
رہینگے تب تک بندے کو خدا تعالی کا جلال ظاہر نہوگا اور اسکی لقا سے محجوب رہیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر بنی آدم کے دلون پر
شیاطین دورہ نکرتے رہتے تو وہ آسمان کے ملکوت کو دیکھنے لگتے غرضکہ اس جہت سے روزہ عبادت کا دروازہ اور سپر ہوا ہی اور جب اسکی فضیلت
اس حد کو پہنچ گئی ہی تو ضرور ہوا کہ اسکی ظاہری اور باطنی شرطون کو مع اسکے ارکان و سنتون کے بیان کیا جاوے اور یہ باتین تین فصلون مین بیان ہونگی۔

فصل اول روزہ کے واجبات اور ظاہری سنتون اور افطار کے لوازم کے ذکر مین اور اس مین چھ باتین ہین

بیان اول واجبات ظاہری کے ذکر مین اور وہ چھ ہین **اول** ابتداے ماہ رمضان کو معلوم کرنا اور یہ بات یا تو چاند کے دکھائی دینے سے معلوم
ہوتی ہی یا اگر آسمان صاف نہو تو شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے اور چاند کے دیکھنے سے یہ غرض ہی کہ علم اسکی رویت کا ہو جاوے اور علم رویت
ایک عادل شخص کے کہنے سے ہو جاتا ہی اور عید فطر کا چاند بدون دو عادل شخصون کے کہنے کے ثابت نہین ہوتا کیونکہ عبادت کی احتیاط اسی کو مقتضی ہی اور
اور جس شخص نے چاند کی رویت ایک عادل آدمی سے سنی اور اسکے کہنے کا اعتبار کیا اور غالب ظن اسکو یہی ہی کہ یہ شخص راست کہتا ہی تو اسکو روزہ

رکھنا لازم ہوگا اگرچہ قاضی اسکی روایت پر حکم نہ دیوے پس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اپنی عبادت کے باب میں اپنے ظن کے بموجب عمل کرے اور جب چاند
ایک شہر میں دیکھا جاوے اور دوسرے شہر میں نظر نہ آوے اور ان دونوں شہروں میں دو منزل سے کم فاصلہ ہو تو روزہ سب پر واجب ہوگا اور اگر فاصلہ
زیادہ ہو تو ہر شہر کا حکم جدا ہے ایک کا وجوب دوسری جگہ تجاوز نہ کریگا دوم نیت ہے اور نیت ہر ایک شب کے لیے رات میں تعیین اور جزم کے ساتھ چاہیے پس
اگر تمام ماہ رمضان کی نیت ایک ہی دفعہ کرے تو کافی نہوگا اسی لیے ہم نے نیت میں قید ہر شب کی لگائی اور اگر نیت دن کو کریگا تو نہ رمضان کا روزہ
نہ فرض بلکہ نفل کے سوا اور کچھ نہوگا اسواسطے ہم نے قید رات سے نیت کرنے کی لگائی اور اگر نیت مطلق روزہ کی یا فرض مطلق کی کریگا تو جائز نہوگا
اسی غرض سے ہم نے کہا ہے کہ نیت تعیین کے ساتھ ہو کہ روزہ رمضان فرض خدا کے حکم کا رکھتا ہوں اگر شک کی رات میں یوں نیت کرے کہ کل اگر رمضان
ہوگا تو روزہ رکھونگا تو یہ نیت کافی نہ ہوگی کیونکہ اسمیں جزم نہیں یعنی یقین نہیں ہاں اگر نیت ایک عادل شخص کے کہنے پر اعتبار کرکے کی ہو تو اگر غلطی بھی پڑے
تو احتمال جزم باطل نہوگا یا قرینہ حال کی ہمراہی میں نیت کی ہو مثلاً آخر رمضان میں شک ہو تو یہ شک تعیین کا مانع نہیں یا یہ بات کہ اجتہاد
پر مبنی ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی اندھیری میں قید ہو اور اسکے گمان میں غالب یہی ہو کہ رمضان شروع ہو گیا اور اسکی رات میں شک اسی امر کی ہو تو اس کا
شک کرنا اسکی نیت کا مانع نہیں اور جبکہ شک کی رات میں اسکو شک ہو تو پھر زبان سے نیت یقینی کرنی مفید نہیں اسلیے کہ نیت کا محل تو دل ہے
اس میں تو قصد یقینی شک کے ساتھ ممکن نہیں مثلاً بیچ رمضان کے یوں کہے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھونگا کہ شک اسکو مضر نہیں کیونکہ یہ
شک صرف زبان پر ہو دل جو محل نیت ہے اسمیں تردد نہیں بلکہ اسکو یقین ہے اس بات کا کہ کل رمضان ہے اور اگر کوئی شخص رات کو نیت
کریگا اور بعد نیت کے کچھ کھانا کھایا تو اسکی نیت نہیں جاتی اور اگر عورت نے حالت حیض میں روزہ کی نیت کی اور فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اس کا
روزہ درست ہوگا سوم یہ کہ واجب ہے کہ روزہ کی یاد ہوتے ہوئے باہر کی کوئی چیز پیٹ میں پہنچانے سے پرہیز کرے اس سے یہ نکلا کہ اگر روزہ
میں دانستہ کھاویگا یا پیویگا یا ناک کی راہ سے کوئی چیز پیٹ میں چلی جاویگی یا حقنہ کریگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور فصد کھلانے یا پچھنے لگوانے
اور سرمہ لگانے اور کان میں سلائی ڈالنے سے نہیں ٹوٹیگا اور پیشاب گاہ میں سلائی ڈالنا بھی روزے کا مفسد نہیں ہاں اگر اس میں ایسی چیز پہنچاوے جو
مثانہ میں پہنچ جاوے تو البتہ مفسد ہے اور جو چیز بلا قصد پیٹ میں پہنچ جاوے جیسے راستہ کا غبار یا مکھی یا کلی کرنیکے وقت پانی چلا جاوے
تو مفسد نہیں لیکن اگر مبالغہ کرنے میں جاویگا تو مفسد ہوگا کہ قصور روزہ دار کا ہے اور ہماری غرض دانستہ فعل کرنے سے یہی ہے کہ ایسے فعل کا مرتکب ہو
جس میں احتمال قوی روزے کے فاسد ہونے کا ہو اور روزہ کے یاد ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ بھولنے والا اس سے مستثنی ہو جاوے کیونکہ بھول کر
اگر مفسد روزہ کا نہیں اور جو شخص جان بوجھ کر سحری کھاوے یا افطار کرے پھر معلوم ہو کہ صبح تھی یا دن باقی تھا تو اسپر قضا لازم ہوگی اور اگر اپنے گمان اور
اجتہاد کے حکم پر بدستور رہا تو قضا لازم نہ آویگی اور ان دونوں وقتوں میں بدون گمان اور اجتہاد کے کھانا نہ چاہیے چوتھا واجب جماع سے باز
رہنا ہے اور اسکی حد یہ ہے کہ سر ذکر غائب ہو جاوے اور اگر بھول کر صحبت کریگا تو مفسد نہوگی اور اگر رات کو صحبت کی یا خواب میں احتلام ہو گیا اور حالت
ناپاکی میں صبح ہو گئی تو اس سے روزہ نہیں جاتا اور اگر روزہ دار اپنی بی بی سے صحبت کرتا تھا کہ صبح ہو گئی اور فوراً علیحدہ ہو گیا تو روزہ درست ہوگا اور اگر
ٹھیرا رہیگا تو فاسد کریگا اور علیحدہ نہوگا تو کفارہ لازم آویگا اور روزہ ٹوٹ جاویگا پانچواں واجب منی نکالنے سے باز رہنا یعنی منی کو قصداً بذریعہ جماع کے
یا بے جماع نکالے کہ قصداً اسکا نکالنا روزہ کا مفسد ہے اور اپنی زوجہ کا بوسہ لینا اور پاس لٹانا روزے کا مفسد نہیں جبتک کہ انزال نہ ہو مگر یہ مکروہ ہے

ہان اگر روزہ دار بوڑھا ہو یا اپنی شہوت پر قابو رکھتا ہو تو بوس و کنار کا مضائقہ نہین پھر بھی اُسکا نکرنا بہتر ہے اور جس صورت مین کہ بوسہ سے انزال ہونیکا خوف کرتا تھا پھر بوسہ لیا اور منی نکل پڑی تو روزہ جاتا رہیگا کہ اپنی طرف سے قصور کیا۔ چھٹا سواجتنا کرنے سے بندش کرلی ہے کہ اپنے آپ قے کرنا روزہ کا مفسد ہے اور اگر آپسے ہو جاوے تو مفسد نہین اور اگر بلغم حلق مین سے یا سینے سے نکلجاوے تو روزہ فاسد نہوگا کیونکہ اُسکی ضرورت مین سب مبتلا ہین ہان اگر بلغم کے منھ مین پہونچنے کے بعد نگلیگا تو روزہ ٹوٹ جاوے گا۔

دوسرا بیان ہے افطار کے لوازم کے ذکر مین افطار صوم کے لیے چار باتین لازم ہین قضا اور کفارہ اور فدیہ دینا اور باقی دن مین امساک کرنا روزہ داروں کی طرح سے اور ہر ایک ان باتون مین سے جدا جدا مخصوص ہے لیکن قضا ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہے جو روزہ عذر کے باعث یا بلا عذر ترک کیا [illegible]

[illegible]

ایک مسکین کو دیوین اور روزہ کی قضا کرین [illegible]

تیسرا بیان روزہ کی سنتون کے ذکر مین [illegible]

[illegible]

کے لیے باہر نکلے تو جب لوٹ کر آوے تو چاہیے کہ از سر نو نیت اعتکاف کی کرے لیکن جب دل ہی میں پورے دس روز کی نیت کر چکا تو پھر کچھ ضرورت نہیں تاہم تجدید افضل ہے

دوسری فصل روزہ کے اسرار اور باطنی شرطوں کے ذکر میں جاننا چاہیے کہ روزہ کے تین درجے ہیں ایک روزہ عوام کا ہے اور ایک خواص کا اور ایک خص الخواص کا عوام کا روزہ تو یہ ہے کہ پیٹ اور شرمگاہ کو انکی خواہش ادا کرنے سے روکا جاوے جیسا کہ اوپر اسکی تفصیل گذری اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے روکا جاوے اور اخص الخواص کا روزہ اس طرح ہے کہ دل کو بری ہمتوں اور دنیوی فکروں سے دور رکھا جاوے اور سوا خدا تعالیٰ کے اور چیزوں سے مطلقاً اسکو روک دیا جاوے اس قسم کا روزہ خدائے تعالیٰ اور آخرت کے سوا اور چیزوں میں فکر کرنے سے اور دنیا میں فکر کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے ہاں جو دنیا کہ دین کے لیے مقصود ہوتی ہے اسکا فکر اس روزہ کو افطار نہیں کرتا کیونکہ وہ زاد آخرت ہے دنیا میں سے نہیں یہانتک کہ اہل دل فرماتے ہیں کہ جس شخص کی ہمت دن کو اس باب میں مصروف ہو کہ افطار کی چیز کی تدبیر کرنی چاہیے تو اسپر خطا لکھی جاویگی اسوجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کم کیا اور اسکے رزق موعود پر یقین تھوڑا ہوا اور یہ رتبہ انبیا اور صدیقین اور مقربین کا ہے اور ہم اس مرتبے کی تفصیل میں تقریر قولی کو طول نہیں دیتے بلکہ عمل کی رو سے اسکی تحقیق بتاتے ہیں کہ وہ روزہ اسوقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام ہمت خدا تعالیٰ کی طرف آدمی متوجہ ہو اور خدا تعالیٰ کے غیر سے منھ پھیرے اور اس آیت کا مضمون اسپر چھا جاوے قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون اور خواص کا روزہ یعنی نیکبخت لوگوں کا جو اعضا کو گناہوں سے باز رکھنے سے ہوتا ہے وہ چھ باتوں سے پورا ہوتا ہے **اول** نظر کا نیچے رکھنا اور جو باتیں بری اور مکروہ ہیں انکی طرف اسکو نہ جانے دینا اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل بٹتا ہو اور خدا تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو انسے نظر کو روکنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نظر کرنا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے جو کوئی اسکو خدا تعالیٰ کے خوف سے ترک کریگا اللہ تعالیٰ اسکو ایسا ایمان عنایت فرماویگا جسکی حلاوت وہ اپنے دل میں پاویگا اور حضرت جابر آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خمس یفطرن الصائم الکذب والغیبۃ والنمیمۃ والیمین الکاذبۃ والنظرۃ بشہوۃ **دوم** زبان کا بند رکھنا بیہودہ بات اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور فحش اور ظلم اور جھگڑے اور بات کاٹنے سے اور سکوت کو اسپر لازم کرنا اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں مصروف رکھنا کہ یہ زبان کا روزہ ہے سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ غیبت روزہ کی مفسد ہے اس روایت کو انسے بشر بن حارث نے روایت کیا ہے اور لیث حضرت مجاہدؒ سے راوی ہیں کہ دو خصلتیں روزے کی مفسد ہیں غیبت اور جھوٹ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ روزہ سپر ہے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ بکے نہ جہالت کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو چاہیے کہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور بھوک اور پیاس کی انکو آخر روز میں یہ شدت ہوئی کہ قریب ہلاکت ہو گئیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں افطار کی اجازت کے لیے کسیکو بھیجا آپ نے انکے پاس ایک پیالہ بھیجا اور آدمی سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہے اسکو اس پیالے میں قے کردو ایک عورت نے نصف پیالہ خون تازہ اور گوشت تازہ سے بھر دیا اور دوسری نے بھی یہی چیزیں قے کیں یہانتک کہ پیالہ لبالب ہو گیا لوگوں نے اس سے تعجب کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے جو چیز اللہ کی حلال کی ہوئی تھی اس سے روزہ رکھا اور جو انپر خدا تعالیٰ نے حرام کی تھی اس سے افطار کیا ایک ان میں سے دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کی یہ گوشت پیالہ میں وہی ہے جو ان دونوں نے لوگوں کا گوشت کھایا تھا **سوم** بری بات کے سننے سے کانوں کو باز رکھنا اسواسطے کہ جن امور کا کہنا حرام ہے انکا سننا بھی حرام ہے اور یہیں جہت خدا تعالیٰ نے سننے والوں اور حرام خواروں کو برابر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے سماعون للکذب اکالون للسحت اور فرمایا لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت

پس غیبت کو سنکر خاموش رہنا حرام ہی اور فرمایا انکم اذا مثلہم اور اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المغتاب والمستمع شریکان فی الاثم
چہارم ہاتھ پانون اور دوسرے اعضا کو بری باتون سے روکنا اور افطار کے وقت شکم کو شبہات سے باز رکھنا کیونکہ اگر حلال سے دن بھر باز رہے اور حرام
پر افطار کیا تو روزہ کچھ نہوا ایسے روزہ والے کی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص ایک محل بناوے اور ایک شہر کو منہدم کرے اسلیے کہ حلال کھانے کی کثرت ہی
مضر ہوتی ہی اور روزہ اُسکی کمی کے لیے ہوتا ہی اور جو شخص کہ بہت سی دوا کھانے کے ضرر سے ڈرکر زہر کھانا اختیار کرے وہ بیوقوف ہی اور حرام کھانا ایک
زہر ہی جو دین کو ہلاک کرتا ہی اور حلال ایک دوا ہی کہ اُسکا کمتر کھانا مفید اور زیادہ کھانا مضر ہی اور روزے سے غرض حلال کی کمی ہی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش اسمین بعضون نے یہ کہا ہی کہ مراد اُس شخص سے ہی جو حرام پر افطار کرے اور بعضون کا یہ
قول ہی کہ وہ شخص مراد ہی جو طعام حلال سے رکا رہے اور افطار لوگون کے گوشت یعنی غیبت سے کرے جو حرام ہی اور بعض کہتے ہین کہ وہ شخص مقصود ہی جو اپنے اعضا کو گناہون
سے نہ بچاوے پنجم یہ کہ افطار کے وقت حلال غذا بھی بہت نہ کھاوے کہ پیٹ تن جاوے کیونکہ خدا تعالی کے نزدیک کوئی ظرف اتنا برا نہین جتنا شکم جو حلال سے بھر کر
اور ایک شبہ یہ ہی کہ روزہ سے آدمی شیطان کو کسطرح دبا جاویگا اور شہوت کو کیسے توڑیگا جس صورت مین کہ تمام دن کی بھوک پیاس کا تدارک افطار کے وقت کریگا اور اکثر ایسا
ہوتا ہی کہ کھانے کے اقسام روزہ مین زیادہ ہی ہوتے ہین چنانچہ عادت ٹھہر گئی ہی کہ سب کھانون کو رمضان کے لیے رکھ چھوڑتے ہین اور رمضان مین اتنا
کھاجاتے ہین کہ اور دنون مین کئی مہینے مین بھی نہ کھاوین اور ظاہر ہی کہ روزہ سے مقصود پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہی تاکہ غرض کہ
نفس تقوی پر قوی ہوجاوے اور جس صورت مین کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو ٹالا یہان تک کہ اُس کی خواہش جوش مین آئی اور رغبت قوی
ہوئی پھر لذیذ چیزین کھائین اور خوب سیر کردیا تو صاف بات ہی کہ اُس کی لذت اور قوت دوبالا ہوگی اور وہ خواہشین اُبھرینگی کہ اگر بالفرض
بے روزہ رہتا تو نہ اُبھرتین غرضکہ روزہ کی روح اور اصل یہ ہی کہ جو قوتین کہ برائیون کی طرف کھینچنے کے وسیلے اور شیطان کے دوا ہین وہ
ضعیف ہوجاوین اور یہ بات بدون کم کھانے کے میسر نہین ہوتی یعنی اتنی ہی غذا کھاوے جتنی بدون روزہ رکھنے کے ہر شب مین معمول تھا اور جس
صورت مین کہ دوپہر کی غذا اور شب کی غذا کو ایک ساتھ کھا لیا تو روزہ سے فائدہ نہوگا بلکہ مستحب یہ ہی کہ دن کو بہت نہ سووے تاکہ بھوک اور پیاس کو
معلوم کرے اور قوتون کے ضعیف ہونے پر آگاہ ہو اور کچھ ایک ضعف رات کو بھی بنا رہے تاکہ تہجد اور وظائف پر آسانی ہو اور کیا عجب ہی کہ اس صورت مین
شیطان اُسکے دل کے گرد نہ پھٹکے اور وہ آسمان کے ملکوت دیکھے اور شب قدر اُسی رات کا نام ہی جسمین کچھ ملکوت آدمی پر منکشف ہون اور خدا تعالی کے
قول سے بھی یہی مراد ہی کہ فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور جو شخص اپنے دل اور سینے کے درمیان مین غذا کی آڑ کریگا وہ اس سیر ملکوت سے محجوب رہیگا اور جو آدمی اپنا
معدہ خالی رکھیگا اُسکو بھی حجاب دور ہونے کے لیے اُسی قدر کافی نہین جبتک کہ اپنی ہمت کو غیر اللہ سے خالی نکرے کہ تمام بات یہی ہی اور اس سب کی اصل غذا ہی
کی کمی ہی اور اُسکا زیادہ بیان غذاؤن کے باب مین انشاء اللہ لکھا جاویگا ششم یہ کہ بعد افطار کے دل خوف اور رجا سے وابستہ اور متردد رہنا چاہیے کیونکہ معلوم
نہین کہ اُسکا روزہ مقبول ہوکر مقربین کے زمرہ مین اُسکا شمار ہوا یا روزہ نامنظور ہوا اور خفگی کے مستحقون مین محسوب ہوا اور ہر عبادت کے فارغ ہونے پر ایسا ہی
کا حال ہونا چاہیے چنانچہ حضرت حسن بصری سے مروی ہی کہ عید کے روز اُنکا گذر کسی قوم پر ہوا جو ہنس رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے رمضان کے
مہینے کو اپنی مخلوقات کے لیے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہی کہ سب آدمی اُسکی اطاعت کے لیے اُسکے اندر دوڑین تو کچھ لوگ تو آگے بڑھکر اپنے مطلب کو پہونچ
گئے اور کچھ پیچھے رہ کر ناامید ہوے پس جس روز مین کہ جلدی کرنے والے اپنے مطلوب کو پہونچے اور باطل والے محروم رہے اُس روز مین ہنسی اور کھیل کرنے والے

سب سے بڑا تعجب ہی بخدا اگر حقیقت حال واضح کر دیجاوے تو مقبول آدمی کو اتنا سرور ہو کہ اسکو کھیل سے باز رکھے اور نامنظور کو اتنا غم ہو کہ اسکو ہنسی سے
روک دے اور احنف بن قیس سے کسی نے کہا کہ تم بوڑھے بزرگ شخص ہو اور روزہ تم کو ضعیف کر دیتا ہی بہتر ہی کہ اسکے لیے کوئی اور سبیل کرو فرمایا کہ مین
روزہ کو ایک بڑے لنبے سفر کے لیے تیار کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ کی طاعت پر صبر کرنا اسکے عذاب پر صبر کرنے کی نسبت کہ بہت آسان ہی بالجملہ روزہ مین
چھ باتین باطنی یہ ہین جو مذکور ہوئین اب اگر یہ کہو کہ جو شخص شکم اور شرمگاہ کی شہوت سے باز رہنے پر کفایت کرتا ہی اور ان باتون کو بجا نہین لاتا تو فقہا
یہ کہتے ہین کہ اسکا روزہ درست ہی پس اسکے کیا معنی ہین کہ فقہا درست بتاوین اور تم صحیح نہین بتاتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ظاہر کے فقہا ظاہر کی
شرطون کا اثبات ایسی دلیلون سے کرتے ہین جو باطنی شرطون مین ہماری بیان کی ہوئی دلیلون سے نہایت ضعیف ہین خصوصاً غیبت وغیرہ کے
باب مین مگر چونکہ فقہاے ظاہری حکم ایسی چیز پر لگاتے ہین جسمین غافل اور دنیا کے متوجہ لوگ بھی داخل ہو سکین اسلیے انکو شروط ظاہری کے بموجب صحیح
کہنا پڑتا ہی اور علماے آخرت کی غرض صحت سے قبول ہونا ہی اور قبول ہونے سے انکی مراد مقصود کو پہونچنا ہی اور وہ یہ سمجھتے ہین کہ روزہ سے
مقصود یہ ہی کہ خدا تعالیٰ کے اخلاق مین جو ایک خلق صمدیت ہی یعنی بھوک اور پیاس وغیرہ کا نہونا اسکو اپنی عادت کرین اور شہوات سے رکنے مین حتی الوسع
فرشتون کی اقتدا کرین کہ وہ شہوات سے پاک ہین اور انسان کا مرتبہ چوپایون کے مرتبہ سے تو اوپر ہی اسلیے کہ نور عقل سے اپنی شہوت کے توڑنے پر قادر
ہی اور فرشتون کے مرتبہ سے نیچے ہی بایں وجہ کہ اسپر شہوات غالب ہین اور انکے دبانے مین مبتلا کیا گیا ہی اسی لیے جب کبھی یہ شہوات مین ڈوبتا ہے تو
اسفل السافلین مین اتر جاتا ہے اور بہائم کے زمرہ مین لاحق ہو جاتا ہی اور جس وقت کہ شہوات کو اکھاڑتا ہی تو اعلیٰ علیین کی طرف ابھر کر فرشتون کے
کنارہ سے جا لگتا ہی اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہین اور جو کوئی انکا اقتدا کرتا ہی اور انکی سی عادتین اختیار کرتا ہی وہ بھی انکی طرح خدا تعالیٰ سے قریب
ہو جاتا ہی کہ قریب کا ہمشکل بھی قریب ہی ہوتا ہی اور یہ قرب مکان اور فاصلہ کے اعتبار سے نہین بلکہ صفات کے لحاظ سے ہی پس جبکہ روزہ کی اصل
ارباب عقل و اہل دل کے نزدیک یہ ٹھہری تو ایک غذا کے دیر کر دینے اور شام کو دونون کو ایک ساتھ کھا لینا اور دن بھر اور شہوات مین ڈوبے
رہنے سے کونسا فائدہ ہی اور اگر اس جیسے روزہ سے بھی فائدہ ہوتا ہی تو اس حدیث شریف کے کیا معنی ہین کہ کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع
والعطش اور اسی وجہ سے حضرت ابو الدرداء رض نے فرمایا ہی کہ دانا آدمیون کا سونا اور افطار کرنا کیا خوب ہی بیوقوفون کے روزہ اور بیداری کو کیسا برا جانتے
ہین اہل یقین اور تقوی کا ایک ذرہ مغالطہ والون کی پہاڑون کے برابر عبادت سے افضل اور غالب ہی اور اسی وجہ سے بعض علما نے فرمایا ہی کہ بہت
سے روزہ دار افطار کرنے والے ہین اور بہت سے افطار کرنے والے روزہ دار ہوتے ہین یعنی افطار کرنے والے روزہ دار وہ لوگ ہین جو اپنے اعضا
کو گناہون سے محفوظ رکھکر کھاتے پیتے ہین اور روزہ دار افطار کرنے والے وہ ہین کہ بھوکے پیاسے تو رہتے ہین مگر اپنے اعضا کو مقید نہین رکھتے اور
روزہ کے معنی اور اسکی اصل کے سمجھنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو کوئی کھانے اور صحبت سے تو بچا رہے اور گناہون کے ارتکاب سے روزہ کو افطار
کرے اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی وضو مین اپنے کسی عضو پر تین بار مسح کرے کہ ظاہر مین تو تین بار ہو گیا مگر اصل مقصود جو دھونا تھا وہ چھوڑ دیا تو اسکی نماز بباعث
اسکی جہالت کے اسی پر واپس کیجاویگی اور جو شخص کہ کھانے سے افطار کرے اور اپنے اعضا کو برائیون سے باز رکھے تو اسکی مثال ایسی ہی کہ وضو مین کوئی اپنے
اعضا کو ایک ایک بار دھووے تو اسکی نماز انشاء اللہ مقبول ہوگی کہ اسنے اصل فرض کو ادا کیا گو فضیلت کا تارک ہوا اور جو شخص کھانے پینے سے بھی روزہ رکھے اور
اعضا سے بھی روزہ رکھے یعنی انکو برائیون سے روکے اسکی مثال ایسی ہی کہ اپنے ہر ایک عضو کو تین بار دھووے تو یہ شخص اصل اور فضیلت دونون کا جامع ہوگا جو مرتبہ

کمال ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان الصوم امانۃ فلیحفظ احدکم امانتہ اور جبکہ آپنے یہ آیت پڑھی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھکر ارشاد فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہی اور اگر سننا دیکھنا روزہ کی امانتون مین سے نہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ اگر کوئی لڑائی کرے تو کہدے کہ مین روزہ دار ہون یعنی مین نے اپنی زبان کو امانت رکھا ہی مین اُسکی حفاظت کرتا ہون تیرے جواب دینے مین اسکو کیسے چھوڑدون۔ اور جبکہ معلوم ہوا کہ ہر ایک عبادت کے لیے ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک پوست ہی اور ایک مغز اور اسکے پوست کے بہت سے درجے مین اور ہر درجے کے بہت سے طبقات ہین تو اب تمکو اختیار ہی چاہو مغز کو چھوڑکر پوست پر قناعت کرو یا زمرۂ اہل خرد مین داخل ہونا پسند کرو

تیسری فصل نفل روزہ رکھنے کے بیان مین

اور افضلیت کے اعتبار سے نفل روزون کی ترتیب کے ذکر مین واضح ہو کہ روزے کا بہتر ہونا اچھے دنون مین موکد ہوتا ہی اور عمدہ روزون مین سے بعضے تو سال بھر مین پائے جاتے ہین اور بعضے ہر مہینے مین اور کچھ ہر ہفتے مین جو ایام کہ سال مین پائے جاتے ہین وہ رمضان کے بعد روز عرفہ اور روز عاشورہ اور عشرہ اول ذیحجہ اور عشرۂ محرم ہین اور تمام ماہ حرام روزہ کے لیے عمدہ اوقات ہین اور آنحضرت صلعم شعبان مین اس کثرت سے روزہ رکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ماہ رمضان ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ بعد رمضان کے روزون کے افضل روزے اللہ تعالی کے ماہ محرم کے ہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ مہینا ابتداء سال ہی اُسکو نیکی سے معمور کرنا بہتر ہی اور توقع ہی کہ سال بھر اُسکی برکت رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ ماہ حرام ایک دن روزہ رکھنا اور دنون کے تیس روزون سے بہتر ہی اور رمضان کے ایک دنکا روزہ ماہ حرام کے تیس روزون سے افضل ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جو کوئی کہ ماہ حرام مین تین دن روزے رکھے یعنی جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ کو تو اللہ تعالی اُسکے لیے ہر ایک روزے کے عوض مین سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ جب شعبان کا نصف ہوجاوے تو رمضان تک پھر کوئی روزہ نہین اور اسی جہت سے رمضان سے پیشتر چند روز افطار کرنا مستحب ہی اور اگر شعبان کو رمضان سے ملاوے تب بھی جائز ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار ایسا کیا ہی اور بہت دفعہ نہین ملایا اور رمضان کے استقبال کی نیت سے دو تین روز پیشتر روزہ رکھنا درست نہین لیکن اس صورت مین کہ وہ ایام اُسکے معمولی دنون کے روزون کے مطابق آپڑین اور بعض صحابہ نے تمام ماہ رجب مین روزہ رکھنا مکروہ فرمایا اس نظر سے کہ ماہ رمضان کے مشابہ نہو غرضکہ بہتر مہینے ذی الحجہ اور محرم اور رجب اور شعبان ہین اور حرام مہینے ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم اور رجب ہین تین انمین سے پے درپے ہین اور رجب تنہا اور جدا ہی اور ان سب مین افضل ماہ ذیحجہ ہی اسلیے کہ اُسمین حج کا روز اور ایام معلومات اور معدودات ہین اور ماہ ذیقعدہ حرام مہینون مین سے ہی اور حج کے مہینون مین بھی ہی اور شوال صرف حج کے مہینون مین سے ہی حرام مہینون مین سے نہین اور محرم اور رجب حج کے مہینون مین سے نہین ہین اور ایک حدیث مین ہی کہ کوئی دن ایسے نہین جنمین عمل اللہ تعالی کے نزدیک افضل یا محبوب تر ذیحجہ کے دس روز کی نسبت کرہو کہ انمین سے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزون کے برابر ہی انمین سے ایک رات کی بیداری شب قدر کے جاگنے کے مساوی ہی لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنا بھی اُنکے عمل کے برابر نہین آپنے فرمایا کہ جہاد بھی برابر نہین مگر اُس صورت مین کہ اُسکے گھوڑے کی کونچین کاٹی جاوین اور اُسکا خون بہادیا جاوے اور جو ایام کہ مہینے مین مکرر ہوتے ہین وہ مہینے شروع اور درمیان اور آخر کے ایام ہین اور مہینے کے درمیان کے روز ایام بیض ہین یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین اور ہفتے کے دنون مین دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ ہین غرضکہ عمدہ ایام یہ ہین انمین روزہ رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنی مستحب ہی تاکہ ان اوقات کی برکت سے اُن اعمال کا ثواب دوبالا ہوجاوے باقی رہا ہمیشہ کا روزہ رکھنا تو وہ ان سب دنون کو شامل ہی مع زیادتی کے لیکن سالکون کے اس باب مین کئی مذہب ہین بعضے تو ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانتے ہین اس وجہ سے کہ احادیث سے اُسکی کراہت پائی جاتی ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکی کراہت دو وجہ سے ہوتی ہی ایک تو یہ کہ عیدین اور ایام تشریق

ا ح رجالہ ثقات حفظ امانت ... ۲ ح ... ۳ ح ... ۴ ح رواہ ابوداود بروایت ... ۵ ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ ... ۶ ح ... بروایت ابن عباس ... ۷ ح ... ۸ ح ابوداود و ترمذی و نسائی بروایت ابوہریرہ ۹ ح ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ بروایت ام سلمہ ۱۰ ح ابوداود بروایت عائشہ ۱۱ ح ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ ...

بھی افطار نہ کرے جسکا نام صوم دہر ہے دوسرے یہ کہ افطار کے باب مین سنت سے اعراض کرے اور روزے کو اپنے اوپر لازم ٹھہرا لے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کو اُنکی
اجازتون کی بجا آوری اچھی معلوم ہوتی ہے جیسے اور فرائض و واجبات کی تعمیل پسند ہے اور جس صورت مین کہ مدام روزہ رکھنے مین ان دونون خرابیون مین سے کوئی سی
بھی نہو اور آدمی کو اپنے نفس کی بہتری مدام روزہ رکھنے مین معلوم ہوتی ہو تو روزہ مدام رکھے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری مروی ہے کہ فرمایا من صام الدہر کلہ ضیقت علیہ جہنم ہکذا وعقد تسعین اور اسکے معنی یہ ہین کہ جہنم مین اس شخص کے لئے
جگہ نہین رہتی اور اس سے کم ایک اور درجہ ہے کہ آدھے دہر کے روزے رکھے یعنی ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے اور یہ امر نفس پر سخت تر گذرتا
اس سے نفس خوب دبتا ہے اور اسکی فضیلت مین احادیث وارد ہین اسلیے کہ ایسے روزون مین بندہ ایک روز صبر کرتا ہے اور ایک روز شکر چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر دنیا کے خزانون کی کنجیان اور زمین کے دفینے پیش کیے گئے مین نے انکو واپس کردیے اور کہا کہ مین ایک روز بھوکا رہونگا
اور ایک روز شکم سیر جب میرا پیٹ بھریگا تو تیری حمد کرونگا اور جب بھوکا ہونگا تو تیری طرف عاجزی کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ افضل الصیام
صیام اخی داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم یوما ویفطر یوما اور اسی کی موید وہ روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو روزہ کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت
مین عرض کرتے تھے کہ مین اس سے بھی افضل چاہتا ہون آخر کو آپنے فرمایا کہ ایک روز روزہ رکھ اور ایک روز افطار کر انھون نے کہا کہ مین اس سے افضل
چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہین اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے روزے پورے سوائے ماہ رمضان کے
کبھی نہین رکھے بلکہ کچھ دن ہر مہینے مین افطار کیا کرتے تھے اور جس شخص سے آدھی عمر کے روزے بھی نہو سکین تو کچھ مضائقہ نہین وہ تہائی عمر کے روزے رکھے
یعنی ایکدن روزہ رکھے اور دو روز افطار کرے اور اگر تین دن اول مہینے مین اور تین ایام بیض کے اور تین آخر مہینے مین رکھ لیا کرے تو تہائی بھی ہوجاوین
اور عمدہ دنون مین بھی واقع ہون اور اگر دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھا کرے تو یہ بھی تہائی سے کچھ زیادہ ہوجاتے ہین اور چونکہ فضیلت کے اوقات
آجاوین تو کمال کی بات یہ ہے کہ آدمی روزہ کے معنی سمجھے اور جانے کہ روزہ کا مقصود دل کا صاف کرنا اور ہمت کا خداتعالیٰ کے لیے فارغ کرنا ہے اور جو شخص
باطن کی باریکیون کو سمجھتا ہے وہ اپنے حالات مین نظر کرتا رہتا ہے پس بعض اوقات اسکا حال یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور کبھی یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ افطار کرے
اور کبھی اُسکا حال اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ افطار کو روزہ کے ساتھ ملاوے اور جب آدمی روزے کے معنی سمجھ لیگا اور طریق آخرت کے چلنے مین
دل کے مراقبہ سے اسکی حد ثابت ہوجاویگی تو اسپر اسکے دل کی بہتری پوشیدہ نہ رہیگی اور دل کی بہتری کے لیے کوئی ترتیب دوامی ضروری نہ ٹھہرے گی
اور یہی وجہ ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے کہ اب افطار نہ کرینگے اور افطار بھی اتنا کرتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ
نہ رکھینگے اور رات کو اسقدر سورہتے کہ یہ کہا جاتا کہ اب تہجد کو نہ اٹھینگے اور شب بیداری اتنی کرتے کہ کہا جاتا کہ اب سوینگے اور جسقدر کہ نور نبوت آپ کو
اوقات کے حقوق ادا کرنے کا حال معلوم ہوتا تھا اسیقدر ان امور کو بجا لاتے تھے اور بعض علما نے چار روز سے زیادہ پیہم افطار کرنیکو مکروہ فرمایا ہے اور
چار روز کی قید عید کے روز اور ایام تشریق کے خیال سے لگائی ہے اور فرمایا ہے کہ چار روز سے زیادہ افطار کرنا دل کو سخت کرتا ہے اور بُری عادتین پیدا
کرتا ہے اور شہوات کے دروازون کو کھولتا ہے اور واقع مین اکثر لوگون کے حق مین افطار کی یہی تاثیر ہے خصوصاً جو لوگ دن رات مین دو دفعہ کھاتے ہین

(۱) ح ۴ بخاری و مسلم بروایت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ۱۲ [illegible]

اُن کے حق میں بہت مضر پڑتا ہے۔ نفل روزوں کی ترتیب میں ہمکو اسی قدر بیان کرنا مقصود تھا باب اسرار صوم خدائے تعالیٰ کی عنایت سے تمام
ہوا اُسکے بعد اسرار حج کا ذکر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرماوے وہی کافی اور مددگار ہے والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ کل عبد مصطفےٰ

ساتوان باب حج کے اسرار و مہمات کے بیان میں

رباعی اُحسن سفر کعبہ کی کر کچھ ہمت ٭ ہے سعی رہ حرم سراسر رحمت ٭ اتنا ہے یہان شرف کہ کہتے ہیں حسن ٭ پاویگا لاکھ اگر کرے ایک طاعت ٭ واضح ہو
کہ ارکان اسلام میں سے حج عمر بھر کی عبادت کی خوبی اور کار کا انجام اور اسلام کی تمامی اور دین کا کمال ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے باب میں ارشاد فرماتے ہیں من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا
وان شاء نصرانیا تو ایسی عبادت کا کیا کہنا ہے جسکے نہونے سے دین کا کمال نہ رہے اور اُسکا چھوڑنے والا گمراہی میں یہود و نصاریٰ کے برابر ہو جاوے اور جبکہ
اس رکن کی عظمت اتنی ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اُسکی شرح اور اُسکے ارکان اور سنن و مستحبات اور فضائل و اسرار کی تفصیل کی طرف عنان قلم کو پھیرا
جاوے اور یہ سب ان شاء اللہ تین فصلوں سے واضح ہو جاوینگے فصل اول میں مکہ معظمہ اور کعبہ شریفہ کے فضائل وغیرہ کا ذکر ہوگا اور دوسری میں ابتدا
سفر سے لوٹنے تک سب اعمال ظاہری بیان ہونگے اور تیسری میں اسرار خفیہ اور اعمال باطنی لکھے جاوینگے

فصل اول مشتمل ہے دو بابوں پر پہلا بیان حج کے فضائل اور کعبہ اور مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفاً کی فضیلت اور ان مقامات متبرکہ کی طرف سفر کی تیاری کے
ذکر میں **حج کی فضیلت** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اُسکی
تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حج کی اطلاع کردو تو اُنھوں نے پکار کر کہا کہ اے
لوگو اللہ تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے اُسکا حج کرو اللہ تعالیٰ نے اُنکی یہ آواز اولاد آدم میں سے اُن لوگوں کے کان میں پہنچادی جنکو قیامت تک اُسکی مشیت
وارادہ میں حج کرنا نصیب ہوگا اور فرمایا لیشہدوا منافع لہم بعض مفسرین منافع سے یہ غرض کہتے ہیں کہ ایام حج کی تجارت اور بعض آخرت کا اجر اور بعض
اکابر سلف نے جب یہ مضمون سنا تو فرمایا بخدا اُنکی مغفرت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کا قول نقل فرمایا ہے لاقعدن لہم صراطک المستقیم اُسکی تفسیر
میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد مکہ معظمہ کا راستہ ہے شیطان اُسپر بیٹھتا ہے تاکہ لوگوں کو اُس سے منع کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے من حج البیت فلم یرفث ولم یفسق خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ اور فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی روز میں ذلیل تر
اور زیادہ راندہ اور حقیر تر اور غضبناک تر نہیں دیکھا گیا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ نزول رحمت الٰہی اور بڑے گناہوں کو خدائے تعالیٰ کا معاف فرمانا
اُسکی نظر سے گزرتا ہے کہ کہتے ہیں کہ بعض گناہ اسطرح کے ہیں کہ بجز عرفہ کے ٹھہرنے کے اور کوئی چیز اُنکا کفارہ نہیں اور اس مضمون کو حضرت امام جعفر
علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی مستند کیا ہے اور بعض مقربان اہل مکاشفہ نے ذکر کیا ہے کہ ابلیس ملعون ایک آدمی کی صورت میں اُنکے
سامنے آیا کہ دبلا بدن زرد رنگ چشم گریان پشت شکستہ ہے اُنھون نے پوچھا کس سبب سے روتا ہے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ حاجی بدون تجارت کے اُسکی طرف نکلے
ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ اب تو وہ خدا ہی کو مقصود کر چکے ہیں کہیں ایسا نہو کہ اللہ تعالیٰ اُنکو محروم نہ فرماوے مجھے یہی غم ہے پھر اُنھون نے پوچھا کہ تیرے
جسم کے دبلے ہونے کی کیا وجہ ہے اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑوں کا ہنہنانا اگر وہ میری راہ میں ہوتے تو مجھے اچھا معلوم ہوتا اُنھوں نے پوچھا کہ
تیرا رنگ کیوں متغیر ہے شیطان نے کہا کہ طاعت پر لوگوں کی ایک دوسرے کی مدد کرنے سے اگر وہ ایک دوسرے کی گناہ پر مدد کرتے تو مجھکو زیادہ

مجھ سے ہو سکا پوچھا کہ تیری کمر کیوں ٹوٹ گئی کہا بندے کی اس عادت کہ اس میں مجھے خاتمے کی بہتری چاہتا ہوں تو میں یہ کہتا ہوں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے عمل سے عجب بھی کیا تو کہیں ایسا نہو کہ اُسکی بُرائی سے واقف ہو جاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے اور مر جاوے تو اُسکے لیے حج کرنے والے عمرہ کرنے والے کا ثواب قیامت تک جاری رہیگا اور جو شخص حرمین شریفین میں سے ایک میں مرجاوے تو وہ نہ حساب کے لیے پیش ہوگا نہ اُس سے حساب لیا جاویگا اور اس سے کہا جاویگا کہ جنت میں داخل ہو اور فرمایا حجۃ مبرورۃ خیر من الدنیا بما فیہا و حجۃ مبرورۃ لیس لہا جزاء الا الجنۃ اور فرمایا کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے خدا تعالی کے قاصد اور اُسکے مہمان ہیں اگر اُس سے کچھ مانگتے ہیں تو اُنکو دیتا ہے اور اگر اُس سے مغفرت چاہتے ہیں تو اُنکی مغفرت کرتا ہے اور اگر دعا مانگتے ہیں تو قبول کرتا ہے اور اگر سفارش کرتے ہیں تو اُنکی سفارش منظور فرماتا ہے۔ اور ایک حدیث میں جو بروایت اہل بیت علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند ہے آیا ہے اعظم الناس فی عرفات ذنبا من وقف بعرفۃ فظن ان اللہ تعالی لم یغفر لہ اور حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں اُترتی ہیں ساٹھ تو طواف کرنے والوں کے لیے اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے واسطے اور بیس اُسکو دیکھنے والوں کے لیے اور یا ایک حدیث میں ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف بہت کیا کرو کہ وہ بڑی بزرگ چیزوں میں سے ہے جسکو تم قیامت کے روز اپنے نامۂ اعمال میں پاؤگے اور اسکے برابر اور کوئی عمل غبطہ کے قابل نہ پاؤگے۔ اور یہیں جہت بدون حج اور عمرہ کے اول ہی طواف کرنا مستحب ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ننگے پاؤں ننگے بدن سات پھیرے کا طواف کرے تو ایسا ہے جیسا ایک بردہ آزاد کیا اور جو کوئی سات پھیرے طواف کے مینہ برستے میں کرے اُسکے پچھلے گناہ بخش دیے جاوینگے اور کہتے ہیں کہ عرفہ کے میدان میں اگر اللہ تعالی کسی بندے کا کوئی گناہ بخشتا ہے تو جو شخص اس بندے کی جگہ پر بعد حج جاتا ہے اسکی بھی مغفرت فرماتا ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ جب عرفہ کا روز جمعہ کے دن پڑتا ہے تو عرفات کے سب حاضرین کو اللہ تعالی مغفرت فرماتا ہے اور عرفہ کو جمعہ کا پڑنا دنیا میں سب دنوں سے افضل ہے اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج وداع کیا اور آپ عرفات کے میدان ہی میں تھے کہ یہ آیت اُتری الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اہل کتاب نے کہا کہ یہ آیت اگر ہم پر اُترتی تو ہم جس روز اُتری تھی اس روز کو عید ٹھہرا لیتے حضرت عمر رضی نے ارشاد فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن میں اُتری یعنی عرفہ کے روز اور جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری کہ آپ عرفات پر تشریف رکھتے تھے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللھم اغفر للحاج ولمن استغفر لہ الحاج اور مروی ہے کہ علی بن موفق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چند حج کیے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن موفق تو نے میری طرف سے حج کیا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر فرمایا کہ تو نے میری طرف سے لبیک کہا میں نے عرض کیا کہ ہاں ارشاد فرمایا کہ میں اسکا بدلہ تجھے قیامت میں یہ دونگا کہ محشر میں حساب کی سختی سے تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دونگا اور سب لوگ اور دوسرے

مسئلہ ۱۹۷ الٰہی مغفرت حاجیوں کی اور جس کے لئے وہ استغفار کریں

[illegible]

علما نے فرمایا کہ حاجی جب مکہ معظمہ میں آتے ہیں تو فرشتے اونٹوں کے سواروں کو تو سلام کرتے ہیں اور گدھوں کے سواروں سے مصافحہ کرتے ہیں
اور پیادہ لوگوں سے بغلگیر ہو کر ملتے ہیں اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ جو شخص رمضان کے بعد مرے یا غزوہ جہاد کے بعد یا حج کے بعد وہ شہید
مرتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حاجیوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور ذی الحجہ اور محرم اور صفر اور ربیع الاول کی بیسویں تک
میں جس کے لیے وہ مغفرت کی درخواست کریں اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اور اکابر سلف کا یہ دستور تھا کہ غازیوں کو رخصت کرنے کو ساتھ جاتے تھے اور
حاجیوں کے لینے کو جاتے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور ان سے اپنے لیے دعا منگواتے اور پیشتر اس سے کہ وہ مرتکب گناہ ہوں
یہ باتیں کر گذرتے۔ اور علی بن موفق سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور عرفہ کی شب کو منیٰ کی مسجد خیف میں ٹھہرا میں نے
خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے سبز لباس پہنے ہوئے اترے اور ایک نے دوسرے کو عبد اللہ کہہ کر پکارا دوسرے نے کہا لبیک اول نے
پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ اس سال میں ہمارے پروردگار کے گھر کا کتنے لوگوں نے حج کیا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں اول نے کہا کہ چھ لاکھ آدمیوں
نے حج کیا ہے اب تم کو یہ معلوم ہے کہ ان میں سے کتنوں کا حج مقبول ہوا ہے دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں اول نے کہا کہ ان میں سے صرف
چھ آدمیوں کا حج مقبول ہوا ہے یہ کہکر وہ دونوں آسمانوں کی طرف اٹھ گئے یہانتک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے میں خوف زدہ جاگا اور نہایت
شدت کا غم مجھ پر طاری ہوا اور مجھے اپنی فکر ہوئی اور دل میں کہا کہ جب چھ آدمیوں ہی کا حج مقبول ہوا ہے تو میں ان میں کہاں ہونگا جب میں
عرفہ سے لوٹ کر آیا اور مشعر حرام کے پاس رات کو رہا تو یہی فکر تھا کہ آدمی اس کثرت سے ہیں اور حج اتنے تھوڑے لوگوں کا مقبول ہوا ہے
اتنے میں مجھے نیند آگئی دیکھا تو وہی دونوں فرشتے اپنی پہلی صورتوں پر اترے اور ایک نے دوسرے کو پکار کر وہی گفتگو کی پھر کہا کہ
تمھیں معلوم ہے کہ اس رات میں ہمارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہا کہ اللہ جل شانہ نے چھ آدمیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک
لاکھ آدمی دیے ہیں یعنی ان کی سفارش انکے حق میں مقبول ہو گی ابن موفق کہتے ہیں کہ پھر میری آنکھ کھلی تو مجھ کو خوشی بے انداز میسر ہوئی اور ایک
اپنی روایت اور کہتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور جب سب ارکان ادا کر چکا تو ان لوگوں کا فکر ہوا جن کا حج مقبول نہ ہوگا میں نے دعا
کی کہ الٰہی میں نے اپنا حج اور اس کا ثواب اس شخص کو دیا جس کا حج مقبول نہ ہوا ہو وہ کہتے ہیں کہ [illegible]
[illegible] سامنے سخاوت [illegible]
[illegible] حج قبول کیا [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible] داخل ہوگا [illegible]
[illegible] ارشاد فرمایا کہ حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے اور وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائیگا کہ اس کے دو آنکھیں ہونگی اور ایک زبان
ہو گی [illegible] گواہی دیگا جس نے اس کو حق اور صدق کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] اور آپ اگر سواری پر طواف کرتے تو [illegible] اور حضرت عمرؓ

[illegible]

اسکو بوسہ دیا پھر فرمایا کہ میں جانتا ہون کہ تو پتھر ہے نہ ضرر کرتا ہی نہ نفع پہونچاتا ہی اور اگر مین رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھکو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو ہرگز تجھکو بوسہ نہ دیتا پھر آپ روئے یہانتک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی پھر اپنے پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پایا اُن سے کہا کہ ای ابوالحسن یہ وہ مقام ہی کہ یہان آنسو بہائے جاوین اور دعائین مقبول ہوتی ہین حضرت علی رضنے فرمایا کہ یا امیرالمومنین یہ پتھر ضرر اور نفع کرتا ہی آپ نے پوچھا کہ کسطرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولاد آدم کا عہد لیا تھا تو ایک نوشتہ لکھکر اس پتھر کو کھلا دیا تھا پس یہ ایماندار کے لیے عہد کے پورا کرنے کی اور کافر پر عہد شکنی اور انکار کی گواہی دیگا کہتے ہین کہ بوسہ دینے کے وقت لوگ جو یہ کہتے ہین اللّٰھم ایمانا بک و تصدیقا بکتابک و وفاء بعہدک اس سے وہی مراد ہی جو حضرت علی رضنے ارشاد فرمایا۔ اور حضرت حسن بصری رح سے مروی ہی کہ مکہ معظمہ مین ایکدن کا روزہ رکھنا برابر ایک لاکھ روزے کے ہی اور ایک درم کا خیرات کرنا برابر لاکھ درم خیرات کرنے کے ہی اور اسی طرح ہر ایک نیکی لاکھ نیکیون کے مساوی ہی۔ اور کہتے ہین کہ سات دفعہ کا طواف ایک عمرہ کے برابر ہی اور تین عمرے ایک حج کے مساوی ہین۔ اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہی کہ عمرۃ فی رمضان کحجۃ معی اور فرمایا انا اول من تنشق الارض عنہ ثم اٰتی اہل البقیع فیحشرون معی ثم اٰتی اہل مکۃ فاحشر بین الحرمین اور ایک حدیث مین ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام جب افعال حج پورے کر چکے تو اُنسے فرشتون نے ملاقات کرکے کہا کہ ای آدم تمہارا حج مقبول ہوا ہمنے اس گھر کا حج تم سے دو ہزار برس پیشتر کیا ہی اور ایک روایت مین آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر شب مین اہل زمین کی طرف نظر کرتا ہی اور سب سے پیشتر اہل حرم کی طرف نظر کرتا ہی اور اہل حرم مین مسجد کعبہ والون کو پیشتر دیکھتا ہی پس جسکو طواف کرتے دیکھتا ہی اسکو بخشدیتا ہی اور جسکو نماز پڑھتے دیکھتا ہی اُسکی مغفرت کرتا ہی اور جسکو روبقبلہ کھڑا دیکھتا ہے اُسکی مغفرت کرتا ہی اور بعض اولیا کو مکاشفہ ہوا تو اُنھون نے دیکھا کہ سب گھاٹیان جزیرۂ عبادان کو سجدہ کرتی ہین اور جزیرۂ مذکور جدہ کی طرف کو سجدہ کرتا ہی۔ اور کہتے ہین کہ جب ہر روز آفتاب ڈوبتا ہی تو خانہ کعبہ کا طواف ایک ابدال ضرور کرتا ہی اور کسی رات کی صبح ایسی نہین ہوتی کہ اس مین ایک اوتاد مین سے کوئی شخص کعبہ کا طواف نکرے اور جب یہ بات نہ رہیگی تو زمین پر سے کعبہ کے اُٹھ جانے کا سبب ہوگی کہ لوگ صبح کو اٹھکر دیکھینگے کہ کعبہ اٹھ گیا جہان اسکا نشان نہ دیکھینگے اور یہ بات جب ہوگی کہ سات برس گذر جاوینگے اور کعبہ کا حج کوئی نہ کریگا پھر قرآن کے حروف مصحفون مین سے اٹھ جاوینگے لوگ صبح کو دیکھینگے کہ ورق سادے سفید ہین کوئی حروف اُن مین نہین پھر قرآن دلون مین سے محو کر دیا جاوے گا کہ اُسکا ایک لفظ بھی یاد نہ رہیگا پھر لوگ شعرون اور راگون اور ایام جہالت کے اخبار کی طرف میل کرینگے پھر دجال نکلے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُترکر اُسکو قتل کرینگے اور قیامت اُسوقت ایسی قریب ہوگی جیسے پورے دنون کی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے کی عنقریب توقع ہوتی ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ اس گھر کا طواف بہت کرو پیشتر اس سے کہ اُٹھا لیا جاوے کیونکہ دو دفعہ یہ ڈھا یا گیا ہی اور تیسری بار مین اُٹھا لیا جاویگا اور حضرت علی رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کہ جب مین دنیا کو خراب کرنا چاہونگا تو اپنے گھر سے شروع کرونگا اول اسکو خراب کرونگا پھر اسکے بعد دنیا کو خراب کرونگا مکہ معظمہ مین مقام کرنے کی خوبی اور برائی علماء میں سے جو لوگ خوف کرنیوالے اور احتیاط دار ہین وہ مکہ معظمہ مین ٹھیرنے کو تین جہون سے برا سمجھتے ہین اول اُکتا جانے اور مانوس ہوجانے کا خوف [illegible] کیونکہ یہ بات

اکثر دل کی حرارت کو جو حرمت کے باب مین ہوتی ہی فرو کرنے مین تاثیر کرتی ہی اور یہی وجہ حضرت عمر رض حاجیون کو حج سے فراغت ہونیکے بعد مارتے
اور کہتے کہ اے یمن والو اپنے یمن کو جاؤ اور شام والو شام کو رخصت ہو اور عراق والو عراق کی راہ لو اسوجہ سے حضرت عمر رض نے قصد کیا کہ لوگون کو طواف
کی کثرت سے منع فرماوین اور فرمایا کہ مجھکو یہ خوف ہی کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جاوین یعنی پھر اُن کو اُسکی حرمت مساوات سی ہو جاویگی
دوسری وجہ مقام کو برا جاننے کی یہ ہی کہ جدا ہونے سے شوق ابھرتا ہی اور پھر آنے کا سامان جمتا ہی کیونکہ اللہ تعالی نے خانہ کعبہ کو مثابۃ للناس و امنا
فرمایا ہی اور مثابہ کے معنی یہی ہین کہ اُسکی طرف بار بار آوین اور اپنی غرض اور حاجت پوری نہ کرنے پاوین اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ اگر تم کسی
اور شہر مین ہو اور تمہارا دل مکہ کا مشتاق ہو اور خانہ کعبہ سے متعلق رہے تو یہ اس بات سے بہتر ہی کہ تم مکہ مین رہ کر مقام سے اکتاؤ اور کسی
اور شہر مین تمہارا دل ہو۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ بہت سے آدمی خراسان مین ہین کہ وہ خانہ کعبہ سے بہ نسبت اُسکے طواف کرنے والون کے
قریب ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ کعبہ شریفہ خداے تعالی کے تقرب کے لیے اُنکا طواف کرتا ہی تیسری وجہ مکہ
مین خطاؤن اور گناہون کے مرتکب ہونے کا خوف ہی کہ اُس مین خطرہ ہی اور ضرور ہی کہ جگہ کی بزرگی کی جہت سے خدا تعالی کے غصہ کا موجب ہو وہیب
ابن ورد مکی روایت کرتے ہین کہ مین ایک رات حطیم مین نماز پڑھتا تھا مین نے سنا کہ دیوار کعبہ اور پردہ کے بیچ سے یہ آواز آتی ہی کہ اے جبرئیل
میرے گرد طواف کرنے والے جو جہل کی باتین اور لغو اور اذکر کرتے ہین ان امور سے مجھکو رنج ہوتا ہی اُسکی شکایت مین اول اللہ سے کرتا ہون پھر تم سے
کرتا ہون اگر یہ لوگ ان باتون سے باز نہ آوینگے تو مین ایک پھر پھری ایسی لونگا کہ میرا ہر ایک پتھر اُس پہاڑ پر چلا جاویگا جہان سے جدا کیا گیا تھا
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ کوئی شہر مکہ کے سوا ایسا نہین جس مین عمل سے پیشتر صرف قصد پر مواخذہ کیا جاوے پھر یہ آیت پڑھی
ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی یہ عذاب وہان صرف ارادہ کرنے پر فرمایا۔ اور کہتے ہین کہ مکہ مین جیسی نیکیان مضاعف ہوتی
ہین ویسی برائیان بھی مضاعف ہوتی ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرمایا کرتے کہ مکہ مین غلہ خرید کر بند کر رکھنا اور گرانی کا منتظر رہنا حرم مین
الحاد کرنے کی قسم سے ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ جھوٹ بھی اس مین داخل ہی اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ اگر مین رکیہ مین ستر گناہ کرون تو
میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ مین مکہ مین ایک گناہ کرون اور رکیہ مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک منزل ہی اور اسی خوف کی جہت سے
بعض مقام کرنے والون کی یہ نوبت ہوئی تھی کہ زمین حرم مین پاخانہ نہ پھرتے تھے بلکہ پاخانہ پیشاب کے لیے زمین حل مین جاتے تھے اور بعض
لوگ مہینہ بھر مکہ مین رہے اور اپنے پہلو زمین پر نہ رکھے۔ اور مکہ مین ٹھہرنے کی مخالفت کی جہت سے بعض علما نے یہان تک کہ گھرون کا کرایہ مکروہ
فرمایا ہی اور تم یہ گمان مت کرنا کہ ٹھہرنے کا مکروہ ہونا جگہ کی فضیلت کے مساوی ہی اسلیے کہ اس مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہی کہ اس جگہ پاک کے
حقوق ادا کرنے سے خلق کے لوگ قاصر ہین پس جب ہم یہ کہتے ہین کہ مکہ مین مقام نہ کرنا بہتر ہی اسکے یہ معنی ہین کہ وہان ٹھہر کر قصور کرنے اور اکتا جانے
کی بہ نسبت نہ ٹھہرنا اچھا ہی یہ نہین کہ اُسکے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرنے کی بہ نسبت بھی اچھا ہی اور کیسے ہو سکتا ہی یہ تو وہ مقام ہی کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین لوٹ کر تشریف لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو خداے تعالی کی زمین مین سب سے بہتر اور تمام جگہون کی
بہ نسبت مجھکو زیادہ محبوب ہی اگر مین تجھ مین سے نکالا نہ جاتا تو ہرگز نہ نکلتا علاوہ ازین خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہی اور نیکیان اسمین کئی گنا بڑھتی
ہین پھر کیسے ہو سکتا ہی کہ اس مین ٹھہرنا نہ ٹھہرنے کی بہ نسبت مطلق افضل ہو۔ مدینہ منورہ کی فضیلت تمام شہرون پر ایسی ہے کہ کوئی جگہ افضل

مدینۂ طیبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین کہ اعمال اُس مین بھی مضاعف ہوتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوٰۃ فی مسجدی
ہذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام اور اسیطرح مدینہ منورہ مین ہر ایک عمل ہزار کے برابر ہی اور بعد مدینہ منورہ کے بیت المقدس ہی کہ اُس مین ایک
نماز پانسو نمازون کے برابر ہی اور یہی حال ورا اعمال کا ہی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا کہ ایک نماز مدینہ کی مسجد مین دس ہزار
نمازون کے برابر ہی اور بیت المقدس مین ایکہزار کے برابر اور مسجد حرام مین ایک لاکھ کے برابر اور فرمایا لا یصبر علی لأوائہا وشدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ اور
فرمایا کہ جس سے ہوسکے مدینہ مین مرے وہ ایسا ہی کرے کیونکہ جو کوئی اُسمین مریگا قیامت کو مین اُسکا شفیع ہونگا ۔ اور بعد ان تینون مقامون کے اور جگہین
سب برابر ہین بجز گھاٹیون کے کہ اُنمین دشمن کی نگاہبانی کے لیے ٹھہرنے مین بہت فضیلت ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لا تشد الرحال
الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصیٰ اور بعض علما نے اس حدیث سے دلیل کر کے مقامات متبرکہ اور علما اور صلحا کی قبرون پر جانے کو منع کیا ہی اور
ہمکو معلوم نہین ہوتا کہ اُنکا استدلال درست ہو بلکہ زیارت قبور کی اجازت ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا
اور حدیث بالا مساجد کے باب مین آئی ہی مشاہد کا حکم ویسا نہین ہی اسلیے کہ مسجدین اُن تین مسجدون کے سوا ایک سی ہین اور کوئی شہر ایسا نہین جس مین مسجد نہو
پھر دوسری مسجد مین جانے کے کیا معنی اور مشاہد سب یکسان نہین بلکہ اُنکی زیارت کی برکت اُسی قدر ہوتی ہی جتنے ان لوگون کے درجے اللہ تعالیٰ
کے نزدیک ہوتے ہین ہان اگر آدمی ایسے گانون مین ہو کہ جس مین مسجد نہو تو اُسکو جائز ہی کہ کسی ایسے گانون کی طرف سفر کرے جس مین مسجد ہو اور بالکل اُسی
مین جا رہے اگر چاہے پھر ہمکو معلوم نہین کہ یہ کہنے والا انبیا علیہم السلام مثل حضرات ابراہیم وموسیٰ ویحییٰ وغیرہم کی قبرون پر جانے سے بھی منع کریگا کہ نہین اور
منع کرنا تو نہایت درجہ کو محال ہی پس جب اُنکی قبرون پر جانا درست کہیگا تو اولیا اور علما اور صلحا کی قبرین بھی اُنھین قبرون کے حکم مین ہین اور بعید
نہین کہ اُنکی قبرون پر جانا سفر کی اغراض مین سے ہو جیسے علما کی زیارت زندگی مین مقصود ہوتی ہی یہ حال تو سفر کا ہی اب مقام کا حال سنو کہ مرید کیلیے
اگر سفر سے غرض علم کا حاصل کرنا نہو تو بہتر یہی ہی کہ اپنے مکان مین بیٹھا رہے بشرطیکہ وطن مین حال اُسکا درست بنا رہے اور اگر سلامت نرہے تو ایسی جگہ
تلاش کرے جسمین اُسکو کوئی نہ جانے اور دین سلامت رہے اور بفراغ دل عبادت میسر ہو کہ اُسکے حق مین یہ مقام سب سے افضل ہی چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ شہر سب اللہ کے ہین اور لوگ سب اُسکے بندے ہین پس جو جگہ تمھین تو نرمی اور آسانی دیکھے وہان ٹھہر جا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کر
اور ایک حدیث مین ہی کہ جس شخص کو کوئی چیز روزی ہو اُسکو لازم پکڑے اور جسکی معاش کسی چیز مین کردیگئی ہو اُس سے نہ ہٹے یہانتک کہ وہ چیز اُسپر بگڑ جاوے اور
ابو نعیم کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری کو دیکھا کہ اپنا توشہ دان مونڈھے پر اور پانی کا کوزہ ہاتھ مین لیے ہین مین نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ کہان کا
ارادہ ہی فرمایا کہ ایسے شہر کو جاتا ہون جہان ایک درم مین اپنا توشہ دان بھر لون اور ایک روایت مین ہی کہ اُنھون نے بیان کیا کہ مینے ایک گانون مین ارزانی
سنی ہی وہان ٹھہرونگا راوی نے کہا کہ مین نے پوچھا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم کسی شہر مین ارزانی سنو تو اُسکا قصد کرو کہ اس سے تمھارا دین
بھی سلامت رہیگا اور فکر کم کرنا پڑیگا ۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ خرابی کا ہی گمنام اسمین مطمئن نہین رہ سکتے مشہورون کا تو کیا ذکر ہی یہ زمانہ تو نقل مکان
کا ہی کہ آدمی ایک گانون سے دوسرے گانون مین اپنے دین کو فتنون سے بچاتے پھرے ۔ اور یہ بھی اُنھین کی حکایت ہی کہ فرمایا بخدا مجھے معلوم نہین کہ کون سے

شہر مین رہون لوگون نے کہا کہ خراسان مین فرمایا کہ وہان کے مذہب مختلف اور تجویزین خراب ہین لوگون نے کہا کہ شام مین رہیئے فرمایا کہ وہان شہرت
ہوجاتی ہے کسی نے کہا کہ عراق مین سکونت کیجیے فرمایا کہ وہ ملک ظالمون کا ہے کہا کہ مکہ معظمہ مین رہیئے فرمایا کہ مکہ دانائی اور بدن کو تحلیل کرتا ہے اور ایکبار کسی مسافر
شخص نے اُنسے کہا کہ مین نے نیت کرلی ہے کہ اب مکہ مین رہونگا مجھکو کچھ نصیحت فرمایئے فرمایا کہ تین باتون کی وصیت کرتا ہون اول یہ کہ صف اول مین
نماز مت پڑھنا دوم کسی قریشی کی صحبت مت اختیار کرنا سوم صدقہ ظاہر کرکے مت دینا صف اول مین پڑھنے سے اسلیے منع فرمایا کہ آدمی مشہور ہوجاتا
ہے یعنی جب غائب ہوتا ہے تو اُسکی تلاش ہوتی ہے اس صورت مین عمل مین زینت اور بناوٹ ملجاتی ہے

دوسرا بیان حج کے واجب ہونے اور درست ہونے کی شرطون اور اُسکے رکنون اور واجبات و ممنوعات کے ذکر مین واضح ہو کہ شرطین چار طرح کی ہین
اول حج کے درست ہونے کی شرطین ہین اور وہ دو ہین ایک وقت دوسرے مسلمان ہونا اس سے یہ نکلا کہ اگر لڑکا حج کرے تو اُسکا حج درست ہے اگر وہ تمیز والا ہو تو احرام
خود باندھے اور اگر چھوٹا ہو تو اُسکی طرف سے اُسکا ولی احرام باندھے اور افعال حج کے طواف اور سعی وغیرہ سب اُسکو کراوے اور وقت حج کا ماہ شوال سے لیکر
ذیحجہ کی دسوین شب یعنی یوم نحر کی صبح صادق ہونے تک ہے پس جو شخص اس وقت کے سوا اور دنون مین احرام باندھیگا تو حج کا نہوگا بلکہ عمرہ کا ہوگا اور عمرہ کا وقت تمام سال
ہے مگر جو شخص منے کے ایام مین مناسک حج ادا کرنیکا پابند ہو اُسکو عمرہ کا احرام نہ کرنا چاہیئے اسلیے کہ عمرہ کرنے کے بعد پھر اُس سے منے کے اعمال نہو سکینگے
دوم حج کے حج اسلام ہوجانیکی شرطین اور وہ پانچ ہین اول مسلمان ہونا دوم آزاد ہونا سوم بالغ ہونا چہارم عاقل ہونا پنجم وقت کا ہونا پس اگر لڑکا یا
غلام احرام باندھے اور عرفہ مین لڑکا بالغ یا غلام آزاد ہوجاوے یا مزدلفہ مین ایسا ہو اور صبح صادق سے پیشتر عرفہ کو چلا جاوے تو حج اسلام
ہوجاوے گا اسلیے کہ حج عرفات پر کھڑے ہونے کا نام ہے اور وہ حالت بالغ ہونے اور آزاد ہونے مین میسر ہوگیا اور ان دونون پر ذبح کرنا قصور
جانور کا لازم نہ آویگا اور فرض عمرہ کی بھی یہی شرطین ہین سواے وقت کے سوم حج کے نفل ہونے کی شرط آزاد اور بالغ کے حق مین یہ ہے کہ حج
اسلام سے فارغ ہو کیونکہ حج اسلام مقدم ہے اُسکے بعد اس حج کی قضا ہے جسکو عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت فاسد کردیا ہو پھر نذر کا حج ہے پھر دوسرے کی طرف سے
نائب ہوکر اگر حج کرے اُسکا مرتبہ ہے پھر حج نفل ہے یہ ترتیب اسیطرح ضروری ہے اور گو نیت اسکے خلاف ہو مگر حج اسیطرح ہوگا یعنی اگر ایک شخص کے ذمہ
حج اسلام ہے اور وہ حج نذر کی نیت سے یا دوسرے کی نیابت کرکے احرام باندھے تو اُسکی نیت کا اعتبار نہوگا بلکہ حج اسلام ہوجاویگا چہارم حج کے لازم ہونے
کی شرطین ہین اور وہ پانچ ہین بلوغ اور اسلام اور عقل اور آزادی اور قدرت اور جس شخص پر حج فرض لازم ہوتا ہے اُسی پر فرض عمرہ بھی لازم ہوتا ہے اور
جو شخص زیارت یا تجارت کے لیے مکہ مین جانا چاہے اور لکڑی بیچنے والا نہو تو ایک قول کے بموجب اُسپر احرام باندھنا لازم ہے پھر عمرہ یا حج کے اعمال
کرکے احرام کھول ڈالے۔ اور قدرت کی دو قسمین ہین ایک تو خود اعمال حج کو بجالانے کے لیے اسکے واسطے کئی باتین چاہیئین اول تندرست ہونا
دوم راستہ مین نرخ کی ارزانی اور خوف خطر کا نہونا خواہ تری کا ہو یا خشکی کا سوم مال اسقدر ہونا کہ جانے اور وطن مین لوٹ آنے کو کافی ہو خواہ اُسکے
گھر والے ہون یا نہون اسلیے کہ وطن کا چھوڑنا آدمی کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور جن لوگون کا نفقہ اُسکے ذمہ پر لازم ہے اُنکے لیے بھی اتنے دنون کا خرچ ہو
اور اسقدر پاس ہو کہ اُس سے اپنے قرض ادا کردے اور سواری کے لینے پر خواہ کرایہ کرنے پر قادر ہو خواہ سواری کا جانور علیحدہ ہو یا اگر پیدل کے جانور پر نہ
بیٹھ سکے تو اُسی کی قدرت چاہیے۔ دوسری قسم قدرت کی اپاہج کے حق مین ہے وہ یہ ہے کہ اتنا مال رکھتا ہو کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو جو حج کرے
کو بھیجے کہ وہ اپنا حج اسلام کرکے دوسرے سال اسکی طرف سے حج کرے اور اس صورت مین خرچ سواری پیدل کے جانور کا کافی ہے۔ اور اگر اپاہج آدمی کا

[illegible] احرام کے بعد [illegible] سے عمرہ مین مشغول نہین ہوسکتا کیونکہ وہ ان اعمال منی ادا کرنے مین مشغول ہے ۱۲ ابو الحسن علی عفی عنہ

اوکا راستہ میں اُسکی خدمت کرنے کو تیار ہو تو اُس صورت میں وہ معذور نہ گنا جاویگا بلکہ قدرت والا ہو جاوے گا اور اگر بیٹا اپنا مال باپ کے سامنے رکھدے تو اُس سے وہ قادر نہوگا کیونکہ بدن کی خدمت میں بیٹے کی سعادتمندی ہی اور مال کے دینے میں باپ پر احسان ہی۔ اور جس شخص کو قدرت ہو جاوے اُسپر حج کرنا واجب ہی اور تاخیر سے جانا اُسکو درست ہی مگر تاخیر کرنے میں خطرہ ہی اگر آخر عمر تک بھی حج نصیب ہو جاوے گا تو فرض ساقط ہو جاویگا لیکن اگر بعد لازم ہونے کے حج کرنے سے پیشتر مر جاوے گا تو خدا کے سامنے حج کے نہ کرنے سے عاصی ہو کر جاویگا اور حج اسکے ترکہ میں سے کرایا جاوے گو اُسنے وصیت نہ کی ہو جیسے اور قرضوں کا حال ہی کہ وہ بھی بدون وصیت ادا کرنے پڑتے ہیں اور اگر ایک سال میں اُسکو قدرت ہوئی اور لوگون کے ساتھ حج کو نہ نکلا پھر اُسکا مال لوگون کے حج کرنے سے پیشتر جاتا رہا اور یہ شخص بھی مر گیا تو اسپر حج کا مواخذہ نہو گا اور جو شخص باوجود تونگری کے حج نہ کرے اور مر جاوے تو اُسکا معاملہ خدا تعالی کے نزدیک نہایت سخت ہی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہی کہ مین نے قصد کیا کہ شہرون میں ایک پروانہ بھیجدون کہ جو شخص حج کی قدرت پاکر نہ کرے اُسپر کچھ جزیہ لگا دیا جاوے اور سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی اور مجاہد اور طاؤس رضؓ سے مروی ہی کہ اگر ہمکو معلوم ہو کہ کسی شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کرنے سے پیشتر مر گیا تو ہم اُسپر نماز نہ پڑھینگے۔ اور بعض اکابر کا ہمسایہ تونگر تھا مگر اُسنے حج نہیں کیا تھا اور مر گیا اُن بزرگ نے اُسکی نماز نہ پڑھی اور حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ جو شخص بدون زکوۃ دیے اور بغیر حج کے مرتا ہی تو دنیا میں پھر آنے کی درخواست کرتا ہی اور یہ آیت پڑھی رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت اعمل صالحا سے غرض آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ حج کرون۔ اور ارکان حج کے جنکے بدون حج درست نہیں پانچ ہیں اوّل احرام دوم طواف سوم طواف کے بعد صفا و مروہ میں دوڑنا چہارم عرفات میں ٹھہرنا پنجم ایک قول کے بموجب بال منڈانے اور عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں سوا عرفات پر ٹھہرنے کے اور حج کے واجبات جنکے چھوڑنے کا تدارک دم یعنے ذبح کرنا جانور قربانی کا کر دیتا ہی وہ چھ ہیں اوّل میقات پر سے احرام کا باندھنا تو جو کوئی بدون احرام میقات سے آگے بڑھ جاوے گا اُسپر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہوگی دوم جمرات کو کنکریان مارنی ان جمرون کے ترک کے سبب روایتون کے بموجب دم لازم ہوتا ہی سوم عرفہ میں آفتاب کے ڈوبنے تک ٹھہرنا چہارم رات کو مزدلفہ میں پنجم منی میں رات کو رہنا ششم طواف وداع اُن چار رون کے چھوڑنے سے ایک روایت کے بموجب دم لازم آتا ہی اور دوسری روایت کے بموجب دم دینا لازم نہیں بلکہ مستحب ہی۔ اب جاننا چاہیے کہ حج اور عمرہ کے ادا کرنے کے تین طور ہیں اوّل افراد اور یہی افضل ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ پیشتر صرف حج کرے اور جب فارغ ہو جاوے تو زمین حل میں جاکر احرام باندھے اور عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام کے لیے حل میں سے بہتر جگہ جعرانہ ہی پھر تنعیم پھر حدیبیہ اور افراد کرنے والے پر کوئی دم واجب نہیں لیکن اگر نفل کرے تو اختیار ہی دوم قران یعنی احرام میں حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کرکے کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ معًا ایسے شخص کو اعمال حج کرنے کافی ہیں انھیں میں عمرہ بھی آجاتا ہی جیسے غسل میں وضو آجاتی ہی لیکن اگر طواف اور سعی عرفات کے ٹھہرنے سے پیشتر کریگا تو سعی تو دونون میں شمار ہوگی اور طواف حج میں نہ گنا جاوے گا کیونکہ حج میں فرض طواف کی شرط یہ ہی کہ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد ہو اور قران والے پر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہی لیکن اگر مکہ کا رہنے والا ہو تو اُسپر دم نہیں ہی کہ اُسنے اپنی میقات کو ترک نہیں کیا کیونکہ اُسکی میقات مکہ ہی سوم تمتع ہی اسکی یہ صورت ہی کہ میقات پر سے احرام عمرہ کا باندھے اور مکہ میں حلال ہو کر احرام میں جو امور اُسکو ممنوع ہو گئے تھے حج کے وقت تک اُن سے منتفع ہو پھر حج کا احرام کرے اور بدون پانچ باتون کے تمتع نہیں ہوتا اوّل شرط یہ ہی کہ مسجد حرام کے حاضرین میں سے نہو اور حاضر سے یہ غرض ہی کہ اُس میں اور مسجد حرام میں اتنا فاصلہ نہو جس میں نماز قصر

سے پڑھی جاوے یعنی سفر شرعی سے کم فاصلہ پر ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ عمرہ کو حج سے پیشتر کرے تیسری یہ کہ عمرہ حج کے مہینوں میں ہو چوتھی یہ کہ حج کی میقات تک لوٹ کر نہ جاوے اور نہ حج احرام کے لیے اتنی ہی مسافت تک لوٹے پانچویں یہ کہ اسکا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں جب یہ پانچوں شرطیں پائی جاوینگی تو تمتع والا ہوگا اور اسپر ایک بکری کا دم لازم ہے اور اگر بکری میسر نہو تو تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پیشتر متفرق خواہ ایک ساتھ ایام حج میں رکھے اور سات روزے اپنے وطن میں جاکر رکھے اور اگر حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھے ہوں یہانتک کہ وطن کو چلا آیا تو دس روزے خواہ اکٹھے یا متفرق وطن میں رکھ لے اور یہی حال ہے اگر قرآن کا دم میسر نہو یعنی اُسکے عوض بھی دس روزے رکھے اور افضل ان تینوں صورتوں میں افراد ہے پھر تمتع پھر قران اور حج و عمرہ کے ممنوعات چھ ہیں اول کرتا اور پاجامہ اور موزہ اور عمامہ کا پہننا بلکہ تہمد اور چادر اور نعلین یعنی چپلیاں پہننی چاہئیں اگر چپلیاں نہوں تو جوتیاں پہنے اور اگر تہمد نہ ملے تو پاجامہ پہنے اور کمر میں پٹکا باندھنے کا اور کجاوہ کے سایہ میں بیٹھنے کا مضائقہ نہیں مگر اپنے سر کو ڈھانپنا نہ چاہیے کیونکہ مرد کا احرام سر میں ہے اور عورت کو ہر ایک سِیا ہوا لباس پہننا درست ہے بشرطیکہ اپنے منہ کو ایسی چیز سے نہ چھپاوے جو چہرے پر لگے کیونکہ اسکا احرام اسکے چہرے میں ہے دوسرے خوشبو لگانا نہ چاہیے کہ جس چیز کو عقلا خوشبو جانتے ہوں اُس سے پرہیز کرے اگر خوشبو لگاویگا یا سیاہ لباس پہنیگا تو اُسپر بکری کا دم لازم آویگا تیسرے بال منڈانا اور کترانا اس سے بھی دم لازم آتا ہے اور سرمہ لگا لینے اور حمام میں جانے اور فصد کھلوانے اور پچھنوں سے خون نکلوانے اور کنگھی کرنیکا مضائقہ نہیں چوتھے عورت سے ہمبستر ہونا اور یہ صورت اگر ذبح اور حلق سے پیشتر کریگا تو حج جاتا رہیگا اور بدنہ یعنی اونٹ یا گاے یا سات بکریاں ذبح کرنی لازم ہونگی اور اگر بعد ذبح اور سر منڈانے کے صحبت کریگا تو بدنہ لازم آویگا اور حج نہ جاویگا پانچویں صحبت کے لوازم مثل بوس و کنار اور اسی صورت سے عورتوں کو ہاتھ لگانا کہ مذی وغیرہ نکل آوے حرام ہے اور اسمیں ایک بکری لازم ہے اور اسی طرح ہاتھ سے منی نکالنے کی صورت میں بکری دینی چاہیے اور احرام والے کو اپنا یا غیر کا نکاح کرنا حالت احرام میں حرام ہے اور اسمیں دم نہیں ہے کیونکہ اُسکا نکاح ہوتا ہی نہیں چھٹے جنگل کے شکار کا مارنا کہ جسکا گوشت کھایا جاتا ہو یا وہ حلال اور حرام جانور سے پیدا ہوا ہو پس اگر احرام والا شکار مارے تو اُسپر چارپایوں میں سے اُسی صورت کا جانور لازم ہوگا جسکو مارا ہو اور دریا کا شکار حلال ہے اور اُس میں کچھ بدلا نہیں

دوسری فصل شروع سفر سے لوٹ آنے تک کے اعمال ظاہری کی ترتیب میں اور اسمیں دس بیان ہیں

پہلا بیان نکلنے کے آغاز سے احرام تک کی سنتوں کے ذکر میں اور وہ آٹھ باتیں ہیں اول مال کے متعلق ہے کہ ارادہ سفر کے وقت اول توبہ کرے اور جن لوگوں کے حق زبردستی سے لیے ہوں اُنکو واپس کردے اور قرضخواہوں کا قرض چکاوے اور جن لوگوں کا کھانا وغیرہ اپنے ذمہ ہو اُنکا نفقہ لوٹنے تک کے ایام کا مہیا کردے اور جو امانت کسی کی ہو وہ اُسکے حوالے کرے اور مال میں سے حلال و پاکیزہ اسقدر ساتھ لے کہ جانے اور آنے کو کافی ہو تنگی کی نوبت نہ آوے بلکہ ایسی طرح ہو کہ ضعفا اور فقرا کے ساتھ بھی بقدر گنجائش سلوک کرسکے اور اپنے نکلنے سے پیشتر کچھ خیرات کرے اور اپنے لیے ایک مضبوط جانور سواری کے لیے جو کمزور نہو یا کرایہ کرلے مگر کرایہ کی صورت میں مالک جانور سے سب چیزوں کا نام لے دے جو لادنی منظور ہوں خواہ تھوڑی ہوں یا بہت تاکہ اُسکی رضامندی حاصل ہوجاوے دوسرے سفر کے رفیق کے متعلق ہے کہ راہ کے لیے ایک ساتھی ایسا تلاش کرے جو نیکبخت اور خیر دوست اور نیکی کا مددگار ہو کہ اگر بھولے تو وہ یاد دلاوے اور اگر یہ یاد کرے تو وہ مدد کرے اگر یہ نامردی کرے تو وہ شجاعت دلاوے اگر عاجزی کرے تو قوت دلاوے اگر اسکا

دلتنگ ہو تو وہ صبر پر آمادہ کرے چہارم اپنے رفیق و سفر مین نہ جاوین اُنسے اور اپنے بھائیون اور ہمسایون سے رخصت ہو اور انکی دعا کا طالب ہو کہ
اللہ تعالی انکی دعا مین خیر و برکت کرتا ہی اور رخصت ہونے مین سنت یہ ہی کہ کہے استودع اللہ دینک و امانتک و خواتیم عملک و آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مسافر کو یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے فی حفظ اللہ و کنفہ و زودک اللہ التقوی و جنبک الردی و غفر ذنبک و جہک للخیر اینما توجہت پنجم
گہر سے نکلنے کے متعلق ہی جب نکلنے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اول دوگانہ نماز پڑھے اول رکعت مین بعد الحمد کے سورہ کافرون اور دوسری مین سورہ
اخلاص اور سلام کے بعد اپنے ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالی سے اخلاص کامل اور نیت صادق سے دعا مانگے کہ الہی تو ہی سفر مین ہمارا ساتھی ہی اور تو ہی
ہمارے گھر اور مال اور اولاد اور یارون مین نائب اور محافظ ہی ہمکو اور انکو ہر ایک آفت اور مصیبت سے بچانا اور الہی ہم اس سفر مین تجھسے
نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہین اور ایسا عمل ہمسے ہووے جس سے تو راضی ہو الہی ہم تجھسے سوال کرتے ہین کہ زمین کو ہمارے لیے
طے کر دینا اور سفر کو ہمپر آسان کرنا اور ہمارے سفر مین ہمارے بدن اور ہمارے دین اور مال کی سلامتی نصیب کرنا اور اپنے گھر کی اور
اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت تک ہمکو پہونچانا الہی ہم تجھ سے سفر کی سختی اور بُری طرح لوٹنے اور گھر والون اور مال اور اولاد
اور یارون کو بُرے حال مین دیکھنے سے پناہ مانگتے ہین الہی ہمکو اور انکو اپنی حفاظت مین لے اور ہمسے اور انسے اپنی نعمت مت چھین اور
جو آرام ہمکو اور انکو تونے دے رکھا ہی اسکو مت بدل ششم جب گھر کے دروازے پر پہونچے تو کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ
رب اعوذ بک ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی الہی مین اکڑ کی راہ سے اور اترانے اور
نمود اور شہرت کے لیے نہین نکلا ہون بلکہ تیرے غضب سے خوف کرکے تیری رضا جوئی کے لیے اور تیرے فرض کے ادا کرنے اور تیرے
نبی کی سنت کی پیروی کرنے کو اور تیرے دیدار کے شوق مین نکلا ہون اور جب چلے تو یہ دعا پڑھے اللہم بک انتشرت و علیک توکلت
و بک اعتصمت و الیک توجہت اللہم انت ثقتی و انت رجائی فاکفنی ما اہمنی و ما لا اہتم بہ و ما انت اعلم بہ منی عز جارک و جل ثناءک و لا الہ غیرک
اللہم زودنی التقوی و اغفر لی ذنبی و وجہنی للخیر اینما توجہت اور جس منزل سے چلا کرے اس دعا کو پڑھ لیا کرے ہفتم سواری کے باب مین
سنت یہ ہی کہ جب سوار ہو تو یون کہے بسم اللہ و باللہ و اللہ اکبر توکلت علی اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان و ما لم یشاء
لم یکن سبحان الذی سخر لنا ہذا و ما کنا لہ مقرنین و انا الی ربنا لمنقلبون اللہم انی وجہت وجہی الیک و فوضت امری کلہ الیک و توکلت فی
جمیع اموری علیک انت حسبی و نعم الوکیل اور جب سواری پر خوب اطمینان سے جم جاوے اور سواری قابو مین ہو جاوے تو سات بار کہے
سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ اور کہے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا و ما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللہم انت الحامل

علی الظہر وانت المستعان علی الامور **ششم** اُترنے کے باب مین یہ مسنون ہے کہ جبتک دھوپ تیز نہو جاوے تب تک نہ اُترے اور بہت سا راستہ رات کو طے کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخر شب مین چلنا اختیار کرو کہ راستہ رات کو طے ہوتا ہے اتنا کہ دن کو نہین ہوتا اور چاہیئے کہ رات کو کم سووے تاکہ اس سے رات کے چلنے پر مدد ملے اور جب منزل معلوم ہونے لگے تو کہے اللّٰہم رب السموات السبع وما اظللن و رب الارضین السبع وما اقللن و رب الشیاطین وما اضللن و رب الریاح وما ذرین و رب البحار وما جرین اسئلک خیر ہذا المنزل و خیر اہلہ و اعوذ بک من شر ہذا المنزل و شر ما فیہ اصرف عنی شر شرارہم اور جب منزل مین اُترے تو دو رکعتین نماز پڑھے پھر کہے اللّٰہم انی اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق اور جب رات کی تاریکی چھا جاوے تو کہے یا ارض ربی و ربک اللّٰہ اعوذ باللّٰہ من شرک و شر ما فیک و شر ما یدب علیک اعوذ باللّٰہ من شر کل اسد و اسود و حیۃ و عقرب و من شر ساکن البلد و والد و ما ولد و لہ ما سکن فی اللیل و النہار و ہو السمیع العلیم **ہفتم** حفاظت کے باب مین یہ چاہیئے کہ دن کو احتیاط کرے کہ قافلے سے اکیلا ہو کر نہ چلے کیونکہ عجب نہین کہ کوئی مار ڈالے یا راستہ بھول کر قافلے سے علیحدہ پڑ جاوے اور رات کو سوتے وقت ہوشیاری سے رہے اگر اول شب مین سووے تو اپنے ہاتھ پھیلائے اور اگر آخر شب مین سووے تو ہاتھ کو کسی قدر اُٹھا رکھے اور سر کو ہتھیلی پر رکھکر لیٹے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفرون مین یہی طرح سویا کرتے تھے کیونکہ اور طرح پڑ لیٹنے مین بعید نہین کہ گہری نیند آجاوے اور آفتاب نکل آوے اور اسکو خبر بھی نہو اور نماز کا فوت ہو جانا حج کے ثواب سے اہم ہو جاوے ۔ اور رات کو مستحب یہ ہے کہ دو رفیق نوبت بنوبت حفاظت کرین کہ جب ایک سووے تو دوسرا جاگتا رہے اور پہرا دے اسی طرح جو کی دینی مسنون ہے پس اگر رات کو یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ اس پر قصد کرے تو چاہیئے کہ آیۃ الکرسی اور شہد اللّٰہ انہ لا الہ الا ہو اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور یہ دعا اس کا ضمیمہ کرے بسم اللّٰہ ما شاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ حسبی اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ ما شاء اللّٰہ لا یاتی بالخیرات الا اللّٰہ ما شاء اللّٰہ لا یصرف السوء الا اللّٰہ حسبی کفی سمع اللّٰہ لمن دعا لیس وراء اللّٰہ منتہی ولا دون اللّٰہ ملجا کتب اللّٰہ لاغلبن انا و رسلی ان اللّٰہ قوی عزیز تحصنت باللّٰہ العظیم واستغنت بالحی الذی لا یموت اللّٰہم احرسنا بعینک التی لا تنام واکنفنا برکنک الذی لا یرام اللّٰہم ارحمنا بقدرتک علینا فلا نہلک انت ثقتنا و رجاءنا اللّٰہم اعطف علینا قلوب عبادک و امائک برافۃ و رحمۃ انک انت ارحم الراحمین **ہشتم** راستہ مین جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو مستحب ہے کہ تین بار اللّٰہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھے اللّٰہم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال اور جب بستی مین اُترے تو سبحان اللّٰہ کہے اور سفر مین اگر وحشت کا خوف دل پر آوے

رحمت کرم ہلاکت ... جان تو ہمارا اعتماد اور توقع ہو الٰہی اپنے بندون کے دلون کو اور اپنی لونڈیون کے دلون کو رافت اور رحمت کے ساتھ مہربان کردے تو ارحم الراحمین ہے الٰہی بلندی پر اور ہر حال مین

تو یوں کہے سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت۔

دوسرا بیان میقات سے لے کر مکہ میں داخل ہونے تک احرام کے آداب میں اور وہ پانچ باتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جب میقات پر پہونچے یعنے اُس مشہور جگہ پر جہاں سے کہ لوگ احرام باندھتے ہیں تو احرام کی نیت سے غسل کرے اور بدن کو خوب صاف کرے اور سر اور داڑھی میں کنگھی کرے اور ناخن ترشواوے اور مونچھیں کتراوے اور جو صفائی کی باتیں ہم طہارت میں لکھ آئے ہیں وہ سب اچھی طرح بجا لاوے دوم یہ کہ سِلے ہوئے کپڑے اُتار ڈالے اور احرام کے دو کپڑے پہنے اسطرح کہ ایک سفید کپڑے کا تہ بند کرے اور دوسرے کو چادر کرے سفید کپڑا خدا ئے تعالےٰ کے نزدیک سب کپڑوں سے بہتر اور محبوب ہے اور اپنے کپڑوں اور بدن میں خوشبو لگاوے اور اُسکا کچھ مضائقہ نہیں کہ احرام کے بعد اُس خوشبو کا جرم رہ جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک جس کو آپ نے احرام سے پیشتر لگایا تھا بعد احرام کے لوگوں نے دیکھی ہے سوم یہ کہ بعد کپڑے پہننے کے اتنا صبر کرے کہ اگر سوار ہو تو سواری اُٹھ کھڑی ہو یا پیادہ ہو تو چلنا شروع کرے اُس وقت احرام کی نیت کرے کہ حج کے لیے ہے یا عمرہ کے لیے قران ہے یا افراد جس طرح منظور ہو وہ نیت کرے اور احرام ہو جانے کے لیے صرف دل سے ارادہ کافی ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نیت میں لفظ لبیک بھی اضافہ کرے اور زبان سے یہ کہے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک اور اگر زیادہ کہنا ہو تو یوں کہے لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیدیک والرغباء الیک لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد چہارم جب احرام لبیک کہنے سے منعقد ہو چکے تو مستحب ہے کہ یہ کہے اللھم انی اریدالحج فیسرہ لی واعنی علی اداء فرضہ وتقبلہ منی اللھم انی نویت اداء فریضتک فی الحج فاجعلنی من الذین استجابوا لک وآمنوا بوعدک واتبعوا امرک واجعلنی من وفدک الذین رضیت عنھم وارتضیت وقبلت منھم اللھم فیسرلی اداء مانویت من الحج اللھم قد احرم لک لحمی وشعری ودمی وعصبی ومخی وعظامی وحرمت علی نفسی النساء والطیب ولبس المخیط ابتغاء وجھک والدار الآخرۃ اور احرام کے وقت سے اُسپر وہ چھوٹی باتیں جنکو ہم ممنوعات حج میں اوپر ذکر کر چکے ہیں حرام ہو گئیں پنجم احرام قائم رہنے کے لیے از سر نو لبیک کرنا مستحب ہے خصوصاً رفیقوں سے ملاقات کے وقت اور لوگوں کے اجتماع کے وقت اور چڑھائی اور اُترنے کے وقت اور سوار ہونے اور سواری سے نیچے آنے کے وقت پکار کر لبیک کہنا چاہیئے اس طرح کہ نہ گلا پڑے نہ سانس رُکے کیونکہ بہرے اور غائب کو تو پکارنا نہیں ہے کہ حاجت اتنے چلانے کی ہو جیسا کہ حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔ اور مسجد حرام اور مسجد خیف اور مسجد میقات میں لبیک کو بلند آواز سے کہنے کا مضائقہ نہیں کہ یہ تینوں مسجدیں ارکان حج کی جگہ ہیں مگر اُسکے

سوا اور مسجدون مین بدون آواز کے بلند کرنے کے لبیک کہنے کا مضائقہ نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز تعجب مین ڈالتی تو فرماتے لبیک ان العیش عیش الآخرة۔

تیسرا بیان مکہ معظمہ مین داخل ہونے کے آداب مین طواف تک اور وہ چھ امور ہین۔

اول یہ کہ مکہ مین داخل ہونے کے لیے ذی طوی مین غسل کرے اور غسل مستحب مسنون حج مین نو ہین پہلا احرام کیلئے میقات پر دوسرا مکہ مین داخل ہونے کو تیسرا طواف قدوم کے لیے چوتھا عرفات مین ٹھہرنے کو پانچوان مزدلفہ مین ٹھہرنے کو چھٹا طواف الزیارة کو پھر تین غسل تینون جمرات کے کنکریان مارنے کے لیے ہین اور جمرۂ عقبہ کی کنکریون کے لیے غسل نہین پھر طواف وداع کے لیے اور امام شافعی نے مذہب جدید مین طواف الزیارة اور طواف وداع کے لیے غسل نہین تجویز فرمایا تو اس صورت مین سات ہی غسل رہتے ہین مترجم کہتا ہے کہ غسل شمار مین دس ہوتے ہین غالباً مری حماسے جو تین غسل لکھے ہین وہان دو کی جگہ تین لکھے گئے ہین دوم یہ کہ مکہ کے باہر جب حرم مین داخل ہو تو یون کہے اللهم هذا حرمك وامنك فحرم لحمي ودمي وبشري على النار وآمني من عذابك يوم تبعث عبادك واجعلني من اوليائك واهل طاعتك سوم یہ کہ مکہ مین کداکی گھاٹی سے پانی کے سیل کی طرف جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ کا پیچ چھوڑ کر اسی راہ کو اختیار فرمایا تھا اسلیے آپ کا اقتدا اس باب مین کرنا بہتر ہے۔ اور جب مکے سے نکلے تو کدی (بضم کاف) کی گھاٹی سے نکلے یہ گھاٹی کچھ پست ہے اور پہلی اونچی ہے چہارم جب مکہ مین داخل ہو اور بنی جمح کی روم پر پہونچ جاوے تو اسوقت اسکی نگاہ کعبہ پر پڑے گی اسوقت یہ کہنا چاہیے لا اله الا الله والله اكبر اللهم انت السلام ومنك السلام ودارك دار السلام تباركت ياذا الجلال والاكرام اللهم ان هذا بيتك عظمته وكرمته وشرفته اللهم فزده تعظيما وزده تشريفا وتكريما وزده مهابة وزد من حجه برا وكرامة اللهم افتح لي ابواب رحمتك وادخلني جنتك واعذني من الشيطان الرجيم پنجم جب مسجد حرام مین داخل ہو تو بنی شیبہ کے دروازے سے جاوے اور یون کہے بسم الله وبالله ومن الله والى الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم اور جب کعبہ شریف سے قریب ہو تو کہے الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اللهم صل على محمد عبدك ورسولك وعلى ابراهيم خليلك وعلى جميع انبيائك ورسلك اور ہاتھ اٹھا کر یہ کہے اللهم اني اسالك في مقامي هذا في اول مناسكي ان تقبل توبتي وتتجاوز عن خطيئتي وتضع عني وزري الحمد لله الذي بلغني بيته الحرام الذي جعله مثابة للناس وامنا وجعله مباركا وهدى للعالمين اللهم اني عبدك والبلد بلدك والحرم حرمك والبيت بيتك جئت اطلب رحمتك اسالك مسئلة المضطر الخائف من عقوبتك الراجي لرحمتك الطالب مرضاتك ششم یہ کہ بعد

اسکے حجر اسود کے پاس جاکر اُسکو اپنے داہنے ہاتھ سے چھووے اور بوسہ دیکر یہ کہے اللھم امانتی ادیتھا ومیثاقی وفیتہ اشھد لی بالموافاۃ اور اگر بوسہ دینا نہو سکے تو اُسکے سامنے کھڑا ہوکر یہی دعا پڑھ لے پھر طواف کے سوا اور کسی چیز کی طرف میل نکرے اور اس طواف کا نام طواف القدوم ہے اور اگر لوگ فرض نماز پڑھتے ہون تو اپنے آپ بھی جماعت مین شریک ہوجاوے پھر طواف کرے

چوتھا بیان طواف کے ذکر مین جب آدمی طواف قدوم یا اور کوئی طواف شروع کیا چاہے تو چاہیے کہ چھ امور کا لحاظ رکھے ۔

اول یہ کہ نماز کی شرطون کی رعایت کرے کہ بے وضو نہو اور کپڑا اور بدن اور طواف کی جگہ پاک ہون اور برہنگی کو ڈھانپے اسلیے کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ اسکے بیچ مین گفتگو کرنی مباح فرمادی ہے اور ابتداے طواف کے پیشتر اضطباع کرلینا چاہیے اسکی صورت یہ ہے کہ اپنی چادر کا بیچ داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونون پلے بائین مونڈھے پر کرلے اس صورت مین ایک کنارہ تو پشت پر لٹکیگا اور ایک چھاتی پر اور ابتداے طواف کے وقت سے لبیک کہنا موقوف کردے اور طواف مین وہ دعائین پڑھے جن کو ہم لکھتے ہین دوم یہ کہ جب اضطباع سے فارغ ہو چکے تو خانہ کعبہ کو بائین طرف کرے اور حجر اسود کے پاس تھوڑا سا اُس سے ہٹ کر کھڑا ہو تاکہ شروع طواف مین سارا بدن حجر اسود کے مقابل کو گذر جاوے اور چاہیے کہ اپنے درمیان اور کعبہ شریفہ کے درمیان مین تین قدم کی مقدار فاصلہ چھوڑدے تاکہ خانہ کعبہ کے قریب بھی رہے کہ افضل ہے اور شاذروان پر طواف بھی نہو کہ وہ خانہ کعبہ مین سے ہے اور حجر اسود کے پاس شاذروان زمین سے ملی ہوئی ہے اُس پر دیکھا پڑجاتا ہے جو اُس کے اوپر طواف کرتا ہے اُس کا طواف درست نہین کیونکہ وہ گویا اندر کعبہ کے طواف کرتا ہے اور حکم اسکے گرد باہر طواف کرنے کا ہے واضح ہو کہ شاذروان دیوار کعبہ کا عرض ہے کہ نیو کے پاس سے چوڑا ہے پھر زمین سے اوپر دیوار بنائی ہے تو کچھ عرض باقی چھوڑ دیا گیا ہے اس چھوٹے ہوئے عرض کو شاذروان کہتے ہین اُس پر طواف نہ کرنا چاہیے غرضکہ پھر جب مذکورۂ بالا حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کرے سوم یہ کہ ابتداے طواف مین کہ حجر اسود سے ابھی نہ بڑھا ہو یہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر طواف کرے اور حجر اسود سے بڑھتے ہی خانہ کعبہ کے مقابل پہونچیگا اُس وقت یہ کہے اللھم ھذا البیت بیتک وھذا الحرم حرمک وھذا الامن امنک وھذا مقام العائذ بک من النار اور مقام کے ذکر کے وقت آنکھ سے مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرے اللھم ان بیتک عظیم ووجھک کریم وانت ارحم الراحمین فاعذنی من النار ومن الشیطان الرجیم وحرم لحمی ودمی علی النار وآمنی من اھوال یوم القیامۃ واکفنی مؤنۃ الدنیا والآخرۃ پھر سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے یہان تک کہ رکن عراقی پر پہونچ جاوے اور اس وقت یون کہے اللھم انی اعوذ بک من الشرک والشک والکفر والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد اور جب میزاب پر پہونچے تو کہے اللھم اظلنا تحت عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اللھم اسقنا بکاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شرتہ لا اظلم بعدہا ابدًا اور جب رکن شامی کے مقابل پہونچے تو کہے اللّٰہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرام اور جب رکن یمانی کے مقابل ہو تو کہے اللّٰہم انی اعوذ بک من الکفر و اعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ اور رکن یمانی اور حجر اسود کے بیچ میں یہ کہے اللّٰہم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ برحمتک عذاب القبر وقنا عذاب النار اور جب حجر اسود پر پہونچ جاوے تو کہے اللّٰہم اغفر لی برحمتک اعوذ برب ہذا الحجر من الدین والفقر وضیق الصدر وعذاب القبر اور اسوقت ایک پھیرا پورا ہوا اسی طرح سات پھیرے کرے اور ہر پھیرے میں یہ دعائیں مانگے چہارم یہ کہ پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی چار میں عادت کے موافق چلے اور رمل کے معنی یہ ہیں کہ چلنے میں جلدی کرے اور قدم پاس رکھے اور رمل کی چال دوڑنے سے کم ہوتی ہے اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ ہوتی ہے اور مقصود اضطباع اور رمل سے چست ہونا اور جوانمردی کا ظاہر کرنا ہے اور وہ امر پہلے مقرر ہوا تھا کہ کفار اسباب امید نہ رکھیں۔ اور بعد کو یہ سنت جاری ہو گئی اور رمل خانہ کعبہ کے قریب میں افضل ہے لیکن اگر اژدحام کی جہت سے قریب میں میسر نہ ہو تو فاصلہ سے رمل کرنا بہتر ہے یعنی مطاف کے کنارے پر پہونچ کر رمل کرے اور تین پھیرے رمل کے ساتھ کرکے خانہ کعبہ کے قریب اژدحام میں ملجاوے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے ادا کرے اور اگر حجر اسود کا بوسہ ہر پھیرے میں ممکن ہو تو بہتر ہے اور اگر اژدحام کی وجہ سے نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ حجر اسود کی طرف کرکے ہاتھ کو بوسہ دے لے اسی طرح رکن یمانی کا بوسہ دینا مستحب ہے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اس پر رکھتے اور جو شخص بوسہ دینا حجر اسود پر اکتفا کرے اور رکن یمانی کو صرف ہاتھ سے چھو دے تو یہ صورت بہتر ہے کیونکہ اس کی روایت زیادہ مشہور ہے پنجم۔ جب طواف کے ساتوں پھیرے ختم ہو چکیں تو ملتزم پر آوے یعنی حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان میں کہ یہ مقام دعا کے قبول ہونے کا ہے یہاں دیوار سے چمٹ جاوے اور پردوں کو پکڑے اور اپنا پیٹ دیوار سے ملا دے اور داہنا رخسار دیوار پر رکھے اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیاں ان پر پھیلا دے اور یوں کہے یا رب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار واعذنی من الشیطان الرجیم واعذنی من کل سوء وقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیما آتیتنی اللّٰہم ان ہذا البیت بیتک والعبد عبدک وہذا مقام العائذ بک من النار اللّٰہم اجعلنی من اکرم وفدک علیک پھر اس مقام پر بہت سی حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور آنحضرت اور تمام انبیا صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت درود بھیجے اور اپنے مطالب خاص کے لیے دعا مانگے اور گناہوں سے مغفرت کی درخواست کرے بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خادموں سے کہتے کہ میرے پاس سے علیحدہ ہو جاؤ تاکہ میں اپنے

پروردگار کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرے۔ **ششم** یہ کہ جب ملتزم سے فارغ ہو تو چاہیئے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ نماز پڑھے پہلی میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ اور یہ دوگانہ طواف کا ہے زہری نے کہا ہے کہ سنت ہمیشہ سے یوں ہے کہ ہر سات پھیروں پر دوگانہ پڑھے اور اگر بہت سے طواف کیے اور سب کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے تب بھی جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور سات پھیرے مل کر ایک طواف ہوتا ہے اور طواف کے دوگانہ کے بعد یہ دعا پڑھے اللّٰہم یسّر لی الیسریٰ وجنّبنی العسریٰ واغفر لی فی الآخرۃ والاولیٰ اللّٰہم اعصمنی بالطافک حتی لا اعصیک واعنّی علی طاعتک بتوفیقک وجنّبنی معاصیک واجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ورسلک ویحب عبادک الصالحین اللّٰہم حبّبنی الی ملائکتک ورسلک والی عبادک الصالحین اللّٰہم فکما ہدیتنی الی الاسلام فثبّتنی علیہ بالطافک وولایتک واستعملنی لطاعتک وطاعۃ رسولک واجرنی من مضلات الفتن پھر حجر اسود پر دوبارہ آوے اور اس کو بوسہ دے کر طواف کو ختم کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرے کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو ایسا ثواب ہے کہ جیسا بردہ کے آزاد کرنے کا ہوتا ہے۔ صورت طواف کرنے کی یہ تھی جو مذکور ہوئی اس سب میں شروط نماز کے بعد واجب یہ ہے کہ شمار پھیروں کے سارے کعبہ کے گرد سات پورے کر دے اور شروع حجر اسود سے کرے اور خانہ کعبہ کو بائیں ہاتھ رکھے اور طواف مسجد کے اندر اور خانہ کعبہ کے باہر کرے کہ نہ شاذروان کے اوپر ہو اور نہ حطیم کے اندر کو اور سب پھیرے پیہم کرے اُن میں جدائی معمولی سے زیادہ نہ کرے اور اس کے سوا اور امور سنت اور مستحب ہیں۔

پانچواں بیان صفا اور مروہ کے درمیان میں سعی کے ذکر میں جب طواف سے فارغ ہو چکے تو باب الصفا سے نکلے اور یہ دروازہ کعبہ کی اس دیوار کی سیدھ میں ہے جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے پس جب اس دروازہ سے باہر نکلے اور صفا پر پہنچے جو ایک پہاڑی ہے تو اس کے چند زینوں پر چڑھے کہ قد آدم بھر مذکور کے پنچے نہ ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنا پر چڑھتے تھے کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آنے لگا تھا اور شروع سعی کا کوہ صفا کی جڑ سے کافی ہے اور اتنا چڑھنا مستحب ہے لیکن چونکہ بعض سیڑھیاں نئی بن گئی ہیں تو چاہیئے کہ ان کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اسلیے کہ اسقدر جگہ سعی میں رہ جائیگی اور سعی کامل نہ ہوگی مصنف نے لکھا ہے کہ اب کوہ صفا کی جڑیں اتنی مٹی زیادہ ہو گئی ہے کہ جڑ میں سے بھی کعبہ نظر آتا ہے اور ایک دو سیڑھیوں پر چڑھنے سے بھی بر اہ احتمال سعی کے ناقص رہنے کا نہیں ہے اگر سیڑھیوں پر نہ چڑھے غرض کہ ابتدا سعی صفا سے کرے کہ صفا اور مروہ کے درمیان میں سات بار سعی کرے اور صفا پر چڑھنے کے وقت کعبہ کی طرف کو منھ کر کے کہے اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ علی ما ہدانا الحمد للہ بمحامدہ کلہا علی جمیع نعمہ کلہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

له الملك وله الحمد يحيي ويميت بيده الخير وهو على كل شيء قدير لا اله الا الله وحده صدق وعده ونصر عبده واعز جنده وهزم الاحزاب وحده لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون لا اله الا الله مخلصين له الدين الحمد لله رب العالمين فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون وله الحمد في السموات والارض وعشيا وحين تظهرون يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويحيي الارض بعد موتها وكذلك تخرجون ومن آياته ان خلقكم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون اللهم اني اسالك ايمانا دائما ويقينا صادقا وعلما نافعا وقلبا خاشعا ولسانا ذاكرا واسالك العفو والعافية والمعافاة الدائمة في الدنيا والآخرة اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اللہ جل شانہ سے اس دعا کے بعد جو چاہے دعا مانگے پھر اتر کر سعی شروع کرے اور یہ کہتا جاوے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاكرم اللهم آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اور نرمی کے ساتھ چلے یہانتک کہ سبز میل تک پہونچ جاوے اور یہ میل صفا سے اترتے ہی ملتا ہے اور مسجد حرام کے کونے پر ہے جبکہ اس میں اور میل کی سیدھ آنے میں چھ ہاتھ کا فاصلہ رہے جلد چلنا شروع کرے یعنی رمل کی سی چال چلے یہانتک کہ دوسرے میل سبز تک پہونچ جاوے پھر وہاں سے نرم چلنا شروع کرے جب مروہ پر پہونچے تو اسکے زینوں پر چڑھے جیسا صفا پر چڑھا تھا اور وہی دعا مانگے جو صفا پر مانگی تھی یہ ایک بار سعی ہوئی اور جب صفا پر دوسری بار آویگا تو دو بار ہوگی اسی طرح سات بار سعی کرے کہ ہر سعی میں سبز میلوں کے درمیان میں رمل کرے اور آہستہ چلنے کی جگہ میں آہستہ چلے جیسا اوپر ذکر ہوا اور ہر بار صفا اور مروہ پر چڑھے جب سعی سے فارغ ہو جاوے تو اب طواف قدوم اور سعی سے فارغ ہو گیا اور یہ دونوں باتیں سنت ہیں اور سعی کے لیے پاک ہونا مستحب ہے واجب نہیں بخلاف طواف کے کہ اسمیں پاک ہونا واجب ہے اور جب سعی کر چکے تو چاہیے کہ عرفات میں کھڑا ہونے کے بعد پھر سعی دوبارہ نکرے بلکہ اسی سعی کو حج کا بھی رکن ہونے کو کافی سمجھے اسلیے کہ سعی کی شرط یہ نہیں کہ وقوف عرفہ کے بعد ہو بلکہ طواف زیارت میں قید بعد وقوف کے ہے ہاں سعی میں یہ قید ہے کہ طواف کے بعد ہو خواہ کسی طرح کا طواف کیوں نہو چھٹا بیان عرفات کے ٹھہرنے کے ذکر میں اور جو امور اس سے پہلے چاہییں انکی کیفیت میں حاجی جس صورت میں کہ عرفہ کے روز عرفات پہونچ جاوے تو طواف قدوم اور مکہ میں جانے کے لیے وقوف سے پہلے تیاری نکرے بلکہ اول عرفات میں ٹھہرنے کو اختیار کرے ہاں اگر عرفہ سے کچھ دنوں پیشتر پہونچے تب مکہ میں داخل ہو کر طواف قدوم کرے اور ساتویں ذی الحجہ تک احرام باندھے ہوئے مکہ میں ٹھہرا رہے پھر امام اسی تاریخ میں ظہر کے بعد کعبہ شریف کے پاس خطبہ پڑھے اور لوگوں کو حکم دے کہ آٹھویں تاریخ منے کے جانے کی تیاری کریں اور رات کو وہاں رہیں اور نویں کی صبح کو وہاں سے عرفات کو جاویں کہ بعد زوال کے وقوف عرفہ کا فرض ادا کریں کیونکہ وقوف کا وقت نویں کے زوال سے دسویں کی صبح صادق ہونے تک ہے پس حاجی کو منی کو لبیک کہتا ہوا نکلے اور مستحب یہ ہے کہ مکہ سے ارکان حج کے لیے تمامی حج تک اگر قدرت ہو تو پیادہ چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے وقوف کی جگہ تک پیادہ چلنے کی بہت تاکید ہے اور افضل ہے پس جب منی میں پہونچے تو کہے اللهم هذه منى فامنن علي بما مننت به على اوليائك واهل طاعتك اور نویں تاریخ تک منی میں رہے اور یہ مقام منزل اور رات کے رہنے کا ہے کوئی فعل حج اس وقت میں اس سے متعلق نہیں جب عرفہ کی صبح ہو تو فجر کی نماز پڑھے اور کوہ ثبیر پر آفتاب نکلے تو عرفات کو یہ کہتا ہوا چلے اللهم اجعلها خير غدوة غدوتها قط واقربها من رضوانك وابعدها من سخطك اللهم اليك غدوت واياك رجوت وعليك اعتمدت ووجهك اردت فاجعلني ممن تباهي به اليوم من هو خير مني وافضل اور جب عرفات میں آوے تو اپنا خیمہ نمرہ میں جو مسجد کے قریب ہی کھڑا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ اسی جگہ کھڑا کیا تھا اور نمرہ بطن عرنہ کا نام ہے جو موقف اور عرفہ کا سطر ہے اور وقوف کے لیے غسل کرنا چاہیے

[illegible]

تیری طرف میں چلی اور تجھی سے توقع کی اور تجھی پر اعتماد کیا اور تیری رضا کا ارادہ کیا پس تو مجھکو ان لوگوں میں سے کر دے جن سے تو آج مجھ سے بہتر اور افضل لوگوں یعنی فرشتوں پر فخر کرے ۱۲ مسلم اور حدیث طویل جابر رضی اللہ عنہ ۱۲

اللھم انک جعلت لکل ضیف قری ونحن اضیافک فاجعل قرانا منک الجنۃ اللھم ان لکل وفد جائزۃ ولکل زائر کرامۃ ولکل سائل عطیۃ ولکل راج ثوابا ولکل ملتمس لما عندک جزاء ولکل مسترحم عندک رحمۃ ولکل راغب الیک زلفی ولکل متوسل الیک عفوا وقد وفدنا الی بیتک الحرام ووقفنا بھذہ المشاعر العظام وشھدنا ھذہ المشاھد الکرام رجاء لما عندک فلا تخیب رجاءنا الھنا تابعت النعم حتی اطمانت النفس بتتابع نعمک واظھرت العبر حتی نطقت الصوامت بحججک وظاھرت المنن حتی اعترف اولیاءک بالتقصیر عن حقک واظھرت الآیات حتی افصحت السموات والارضون بادلتک وقھرت بقدرتک حتی خضع کل شیء لعزتک وعنت الوجوہ لعظمتک اذا اساء عبادک حلمت وامھلت وان احسنوا تفضلت وقبلت وان عصوا سترت وان اذنبوا عفوت وغفرت واذا دعونا اجبت واذا نادینا سمعت واذا اقبلنا الیک قربت واذا ولینا عنک دعوت الھنا انک قلت فی کتابک المبین لمحمد خاتم النبیین قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف فارضاک عنھم الاقرار بکلمۃ التوحید بعد الجحود وانا نشھد لک بالتوحید مخبتین ولمحمد بالرسالۃ مخلصین فاغفر لنا بھذہ الشھادۃ سوالف الاجرام ولا تجعل حظنا فیہ انقص من حظ من دخل فی الاسلام الھنا انک احببت التقرب الیک بعتق ما ملکت ایماننا ونحن عبیدک وانت اولی بالتفضل فاعتقنا وانک امرتنا ان نتصدق علی فقرائنا ونحن فقراؤک وانت احق بالتطول فتصدق علینا ووصیتنا بالعفو عمن ظلمنا وقد ظلمنا انفسنا وانت احق بالکرم فاعف عنا ربنا اغفر لنا وارحمنا انت مولینا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا برحمتک من عذاب النار

اور دعائے خضر علیہ السلام بھی کثرت سے پڑھتا رہے اور وہ یہ ہے یا من لا یشغلہ شان عن شان ولا سمع عن سمع ولا تشتبہ علیہ الاصوات یا من لا تغلطہ المسائل ولا تختلف علیہ اللغات یا من لا یبرمہ الحاح الملحین ولا تضجرہ مسئلۃ السائلین اذقنا برد عفوک وحلاوۃ رحمتک اور اسکے سوا جو دعا اسکو معلوم ہو پڑھے اور ہم مترجم کی دانست میں دعائے حزب الاعظم بہت عمدہ ہے کہ ادعیہ قرآن و حدیث کو شامل ہے اور اسی کے لیے

اور ماں باپ کے لیے اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرے اور دعا میں خوب الحاح کرے اور بہت بڑی رغبت سے مانگے کہ اللہ تعالے کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں۔ اور مطرف بن عبد اللہ نے عرفہ میں یہ کہا تھا کہ الٰہی تو میری جہت سے سب لوگوں کو نامنظور مت کرنا۔ اور بکر مزنی نے کہا ہے کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ جب میں نے عرفات والوں کو دیکھا تو یہ گمان کیا کہ اگر میں ان میں نہ ہوتا تو سب کی مغفرت ہو جاتی

ساتواں بیان وقوف کے بعد کے اعمال یعنی مزدلفہ میں رہنے اور جمروں کو کنکریاں مارنے اور ذبح کرنے اور بال منڈانے اور طواف کرنے کے ذکر میں جب آفتاب ڈوبنے کے بعد عرفات سے پھرے تو چاہیے کہ وقار اور آرام کے ساتھ رہے گھوڑے یا اونٹ کو دوڑاوے نہیں جیسے بعض لوگوں کا دستور ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کے گھوڑے اور اونٹ کے جھپٹانے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو کہ ضعیف آدمی کو نہ روندو اور نہ مسلمان کو ایذا دو۔ اور جب مزدلفہ میں پہونچے تو اُسکے لیے نہاوے اسلیے کہ مزدلفہ حرم میں سے ہے اس جہت سے اس میں نہا کر داخل ہونا چاہیے اور اگر اُس میں پیادہ ہو کر داخل ہو تو اور بھی افضل اور حرم کی عزت کے مناسب تر ہے اور راستہ میں لبیک پکار کر کہتا چلے اور جب مزدلفہ میں پہونچے تو کہے اللھم ان ہذہ مزدلفۃ جمعت فیہا السنۃ مختلفۃ تسالک حوائج موتنفۃ فاجعلنی ممن دعاک فاستجبت لہ وتوکل علیک فکفیتہ پھر مزدلفہ میں عشا کے وقت میں مغرب اور عشا ایک اذان اور دو تکبیروں سے اکٹھے پڑھے اور عشا کو قصر کرے اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھے مگر مغرب اور عشا کی نفلیں اور وتر بعد دونوں فرضوں کے پڑھ لے پہلے مغرب کی نفلیں پڑھے پھر عشا کی جیسے فرض پڑھے تھے اور اسی طرح جو شخص سفر میں نماز جمع کرے وہ نفلوں کو ادا کرے کہ سفر میں نفلوں کا چھوڑ دینا ظاہری نقصان ہے اور اُن کو اُنکے اوقات میں ادا کرنے کا حکم دینا خالی از ضرر نہیں علاوہ ازیں فرض کے تابع نہ رہیں گے اور جدا پڑ جاوینگے پس جس صورت میں کہ ایک تیمم سے فرائض کے ساتھ میں نوافل کا ادا کرنا درست ہو تو جمع کے لحاظ سے فرضوں کی تبعیت میں انکا ادا کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور نوافل کا فرضوں سے لیکن بعض احکام میں جدا ہونا مثلاً انکا ادا کرنا سواری پر جائز ہونا کچھ اس امر کا مانع نہیں کیونکہ ہم تو اشارہ کر چکے کہ تبعیت اور حاجت کے باعث اُن کو اس طرح ادا کرنا چاہیئے۔ پھر اُس رات مزدلفہ میں رہے اور یہ رات کو رہنا حج کے اعمال میں سے ہے اور اگر کوئی شخص آدھی رات سے پیشتر وہاں سے چلا جاوے اور رات کو نہ رہے تو اُسپر دم لازم آویگا اور اُس رات کو درود وظائف میں کاٹنا عمدہ ثواب کی چیزوں میں سے ہے بشرطیکہ ہو سکے پھر جب آدھی رات ہو جاوے تو کوچ کی تیاری شروع کرے اور یہاں سے کنکریاں جمروں کے لیے اُٹھالے کہ یہاں نرم پتھر ہیں اور ستر کنکریاں لیوے کہ بقدر حاجت اُتنی ہی ہونگی اور اگر گر پڑنے کے احتمال سے زیادہ بھی لے لیوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کنکریاں ہلکی ہوں یعنی کہ انگلی کی پور پر آسکیں پھر نماز صبح اندھیرے میں پڑھے اور اپنی راہ لے یہانتک کہ جب مشعر الحرام پر پہونچے جو مزدلفہ کا آخر ہے تو وہاں ٹھہر جاوے اور خوب روشنی ہو جانے تک دعا مانگے اور کہے اللھم بحق المشعر الحرام والبیت الحرام والشہر الحرام والرکن والمقام ابلغ روح محمد منا التحیۃ والسلام وادخلنا دار السلام یاذا الجلال والاکرام پھر وہاں سے آفتاب نکلنے سے پہلے چلدے اور جب اُس جگہ پہونچے جسکو وادی محسّر کہتے ہیں تو مستحب ہے کہ سواری کو ہانکے یہانتک کہ اُس میدان کے عرض کو طے کر جاوے اور اگر پیادہ ہو تو قدم تیز کرکے چلے اور جب صبح دسویں کی ہو جاوے لبیک میں تکبیر کو ملادے یعنی کبھی لبیک کہے اور کبھی تکبیر یہانتک کہ منیٰ میں پہونچے اور جمرات آجاویں اور یہ شمار میں تین ہیں پس پہلے اور دوسرے سے بڑھ جانا چاہیئے کہ دسویں کو انکے ساتھ کوئی کام متعلق نہیں اور جب جمرہ عقبہ پر پہونچے

اور آفتاب بقدر نیزہ اونچا ہو تو جمرہ مذکور کو کنکریان مارے یہ جمرہ قبلہ رخ آدمیون کے دہنے طرف رستہ مین پہاڑ کے نیچے ہی اور کنکریان مارنے
کی جگہ کچھ اونچی ہی اور کنکریون کے پڑنے سے صاف معلوم ہوتا ہی اور کنکریان مارنے کی صورت یہ ہی کہ قبلہ کی طرف منھ کرکے کھڑا ہو اور
اگر جمرہ کی طرف کو منھ کرے تب بھی کچھ مضائقہ نہین اور سات کنکریان ہاتھ اٹھا کر مارے اور لبیک کی عوض تکبیر کہے اور ہر کنکر کے ساتھ
یہ کہے اللہ اکبر علی طاعۃ الرحمٰن و رغم الشیطان اللہم تصدیقا بکتابک واتباعا لسنۃ نبیک اور جب کنکریان مار چکے تو لبیک و تکبیر دونون موقوف
کردے مگر فرض نمازون کے بعد دسوین کی ظہر سے تیرھوین کی صبح کے بعد تک تکبیر کہتا رہے اور تکبیر نماز کے بعد اسطرح ہی اللہ اکبر اللہ اکبر
اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لا الہ الا اللہ
وحدہ صدق وعدہ و نصر عبدہ و ہزم الاحزاب وحدہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور اس روز دعا کے واسطے جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے
بلکہ دعا اپنے مکان پر مانگے پھر اگر اسکے ساتھ ہدی ہو تو اسکو ذبح کرے اور بہتر یہ ہی کہ خود اپنے آپ ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ واللہ اکبر اللہم منک
وبک والیک تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراہیم اور قربانی کرنی اونٹ کی افضل ہی پھر گاے کی پھر بکری کی اور ایک اونٹ یا گاے مین چھہ
شخصون کے شریک ہونیکی بہ نسبت بکری افضل ہی اور بکری کی بہ نسبت دنبہ بہتر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الاضحیۃ الکبش الاقرن اور
سفید رنگ بھورے اور سیاہ کی بہ نسبت بہتر ہی حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ ایک سفید دنبہ قربانی مین دو سیاہ رنگ دنبون سے افضل ہی
اور ہدی اگر نفل ہو تو اس مین سے کھاوے اور جس جانور مین کوئی عیب ہو اسکی قربانی نہ کرے اور عیب مانع قربانی کے یہ ہین لنگڑا ہونا ناک
یا کان کا کٹا ہوا ہونا کان کا اوپر خواہ نیچے سے چرا ہوا ہونا سینگون کا ٹوٹا ہوا ہونا اگلے پاؤن کا چھوٹا ہونا خارشتی ہونا کان کا اگلا یا پچھلا حصہ
سوراخ دار ہونا اور اتنا دبلا ہونا کہ ہڈیون مین گودا نہ رہے۔ بعد اسکے بال منڈوادے اور اس مین سنت یہ ہی کہ قبلہ رخ بیٹھے اور سر کے
اگلے حصے سے شروع کرے اور دہنی طرف کے بال گدی تک کی اونچی ہڈی تک منڈوادے پھر باقی کو منڈوادے اور یہ کہے اللہم اثبت
لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح عنی بہا سیئۃ وارفع لی بہا عندک درجۃ اور عورت اپنے بالون کو تھوڑا چھوٹا کردے اور گنجے کے لیے مستحب ہی کہ سر پر
استرہ پھروادے اور جب جمرہ کو کنکریان مارنے کے بعد بال منڈالے تو پہلا حلال ہونا اب حاصل ہوگیا اور تمام ممنوعات احرام سوا
عورتون اور شکار کے اسکو حلال ہوگئے اب مکہ مین جا کر طواف کرے جس صورت سے کہ ہمنے لکھا ہی یہ طواف حج مین رکن ہی اور اسکو طواف زیارت
بھی کہتے ہین اور اسکے وقت کی ابتدا دسوین شب کے آدھے ہونے کے بعد سے ہی اور اسکا بہتر وقت دسوین تاریخ ہی اور آخر وقت کی
کوئی حد نہین جب تک چاہے تاخیر کردے مگر جبتک طواف نہ کریگا تب تک کچھ ایک علاقہ احرام کا لگا رہیگا یعنی عورت اسکو حلال نہوگی اور جب
طواف رکن کریگا تو اب پورا حلال ہوگیا کہ عورت سے صحبت بھی حلال ہوگئی اور احرام بالکل دور ہوا اور صرف اب ایام تشریق مین جمرون کو
کنکریان مارنا اور رات کو منی مین رہنا باقی رہا اور یہ دونون امر احرام کے دور ہونے کے بعد حج کے اتباع کے طور پر واجب ہین اور طواف
زیارۃ کی صورت مع دوگانہ نماز کے ویسی ہی ہی جیسا ہم طواف قدوم مین لکھ چکے ہین پس جب دوگانہ نماز سے فارغ ہو تو اگر طواف قدوم کے بعد
سعی صفا و مروہ کی نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد اسی طرح کرے جیسا ہم لکھ آے ہین اور اگر سعی کر لی ہو تو وہی سعی رکن ہوگئی اب دوبارہ
نہ کرنی چاہیے۔ اور حلال ہونے کے تین سبب ہین کنکریون کا مارنا اور سر منڈانا اور طواف رکن کرنا اور جب ان تین چیزون مین سے دو ادا کرے

اللہ بہت بڑا ہی مین کنکر مارتا ہون واسطے خدا کی طاعت اور شیطان کی ذلت کے اور سچی تیری کتاب کی تصدیق کر اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کے لیے ۱۲ شروع کرتا ہون اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہی الٰہی یہ قربانی تیری طرف سے عطا ہوئی اور تیرے ہی واسطے ہی [illegible]

تو ایک حلال ہونا اسکو حاصل ہوجاویگا - اور ان تین چیزون کو مع ذبح کے مقدم و موخر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر بہتر یہ ہو کہ پہلے کنکریان مارے پھر ذبح کرے پھر سر منڈواسے پھر طواف کرے - اور امام کے لیے مسنون یہ ہو کہ زوال کے بعد دسوین کو خطبہ پڑھے اور یہ خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کا تھا غرضکہ حج مین چار خطبے ہین ایک ساتوین کو ایک نوین کو ایک دسوین کو ایک اول رخصت ہونے کے روز منی سے یعنی بارھوین کو اور یہ چارون خطبے زوال کے بعد ہین اور سب ایک ایک ہین بجز عرفہ کے خطبے کے کہ وہ دو ہین اور دونون کے درمیان مین کچھ دیر بیٹھنا ہو پھر جب طواف زیارت سے فارغ ہو چکے تو رات کے رہنے کے لیے اور کنکریان مارنے کو منے مین لوٹ آوے اور اس رات کو منی مین رہے اور اس رات کا نام لیلۃ القر یعنے شب قرار ہو کیونکہ لوگ اسکی صبح کو منی مین ٹھہرتے ہین اور چلے نہین جاتے جب گیارھوین تاریخ کو دوپہر ڈھل جاوے تو کنکریان مارنے کے لیے نہاوے اور پہلے جمرہ کا قصد کرے جو عرفات کی طرف سے اول ملتا ہو اور وہ عین سڑک پر ہو اسپر سات کنکریان مارے اور جب اس سے آگے بڑھے تو تھوڑا سا راستہ سے علحدہ ہو کر قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو اور اللہ تعالی کی تحمید اور تہلیل اور تکبیر کرکے حضور دل اور اعضا کی فروتنی کے ساتھ اتنی دیر دعا مانگے جتنی دیر مین سورہ بقر پڑھتے ہین پھر درمیانی جمرہ کی طرف بڑھے اور اسکو بھی اول جمرہ کی طرح کنکریان مارے اور ویسا ہی توقف کرے جیسا اول کیا تھا پھر آگے بڑھکر جمرہ عقبہ کو سات کنکریان مارے اور اب کوئی کام نہ کرے بلکہ اپنے اترنے کی جگہ مین آکر رات کو رہے اور اُس رات کو شب نفر اول کہتے ہین جب صبح ہو اور ظہر کی نماز ایام تشریق کے روز دوم یعنی بارھوین تاریخ کی پڑھ چکے تو اسروز اکیس کنکریان پہلے دن کی طرح تین جمرون پر مارے اسکے بعد اختیار ہو چاہے منی مین ٹھہرے چاہے مکہ کو لوٹ آوے اگر آفتاب کے ڈوبنے سے پیشتر منے سے باہر ہوجاویگا تب تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر رات ہونے تک ٹھہرا رہیگا تو اس صورت مین اسکو باہر جانا جائز نہین بلکہ رات کو منی مین ٹھہرے اور تیرھوین کو اکیس ۲۱ کنکریان بدستور سابق مارے اور اگر رات کو نہ رہیگا اور کنکریان نہ ماریگا تو دم دینا آویگا اور اُس کے گوشت کو صدقہ کردے اور جائز ہو کہ جن راتون مین منی مین شب باش ہو ان مین خانہ کعبہ کی زیارت کرے لیکن اس شرط سے کہ رات کو منی مین رہے پھر منی مین رہتے ہوے فرض نمازین امام کے ساتھ مسجد خیف مین پڑھے کہ اسکا ثواب بہت بڑا ہو اور جب منی سے مکہ کو جاوے تو بہتر ہو کہ محصب مین ٹھہرے اور عصر اور مغرب و عشا وہان پڑھے اور تھوڑا سا سووے کہ یہ سنت ہو اور بہت سے صحابہ نے اسکو روایت کیا ہو اور اگر ایسا نہ کریگا تو اسپر کچھ کفارہ دینا نہ آویگا

آٹھوان بیان عمرہ اور اسکے بعد کے اعمال کے ذکر مین طواف وداع تک - جو شخص حج سے پہلے یا پیچھے عمرہ کرنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ نہا کر احرام کے کپڑے پہنے جس صورت سے کہ حج مین مذکور ہوا اور عمرہ کے میقات سے عمرہ کا احرام کرے اسکے لیے افضل میقات جعرانہ ہو جو مکہ اور طائف کے درمیان مین ایک جگہ ہی بعد اسکے تنعیم ہو اسکے بعد حدیبیہ اور احرام کے وقت نیت عمرہ کی کرکے لبیک کہے اور مسجد عائشہ رض مین جاکر دو رکعتین نماز پڑھے اور جو دل چاہے دعا مانگے پھر لبیک کہتا ہوا مکہ مین آوے یہانتک کہ مسجد حرام مین داخل ہو مسجد کے اندر گھسکر لبیک کہنا موقوف کرے اور سات پھیر طواف کرکے سات بار سعی صفا و مروہ کے درمیان کرے جیسے ہم پہلے ان دونون کو لکھ چکے ہین اور سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈاوے اب عمرہ تمام ہوگیا اور جو شخص مکہ مین ٹھہرا ہوا ہو اُس کو چاہیے کہ عمرہ اور طواف بہت کرے اور خانہ کعبہ کی طرف بہت دیکھا کرے - اور جب خانہ کعبہ کے اندر جاوے تو چاہیے کہ دو رکعتین دونون ستونون کے درمیان پڑھے کہ یہ صورت افضل ہو اور کعبہ کے اندر ننگے پاؤن وقار کے ساتھ داخل ہو کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم آج اپنے پروردگار کے گھر مین بھی گئے انھون نے فرمایا کہ مین نے ان قدمون کو اس قابل تو جانتا ہی نہین کہ اپنے

ح ابن حبان نے اپنی روایت
ابی بکرہ سے دوسری روایت
ابن عباس سے نقل کیا اور
اس کے آخر مین کہا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے لوگون سے
رخصت ہونیکی ہے
اسلیے اس کا نام حجۃ
الوداع ہوا ۱۲

ح ۲۲ ابو داود نے روایت
طاؤس سے مرسلاً اور
ابن عدی نے اس
روایت کو ابن عباس
سے وصل کردیا ہے
۱۲

پروردگار کے گھر کے گرد طواف کرون اس قابل کیسے جانون کہ ایسا اس گھر کو پامال کرون مجھے تو معلوم ہی کہ یہ کہان کہان اور کس جگہ تک چلے ہین
اور چاہیے کہ زمزم کثرت سے پیوے اور اگر ہوسکے تو اپنے ہاتھ سے کھینچکر پیوے دوسرے کی مدد اُس مین نہو اور خوب سیراب ہوکر پیوے
کہ کوکھین کھنچ جاوین اور یہ دعا پڑھے اللھم اجعلہ شفاء من کل داء و سقم وارزقنی الاخلاص و الیقین والمعافاۃ فی الدنیا والآخرۃ کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین ماء زمزم لما شرب لہ یعنی جس مقصود کے لیے پیا جاوے وہ حاصل ہوتا ہی اس لیے دعا مانگنی چاہیے
نوان بیان طواف وداع کے ذکر مین جب حج اور عمرہ کے بعد دل مین یہ آوے کہ وطن کو چلیے تو چاہیے کہ اپنے سب کام تمام کرے اور سواری کس
ستبنے پیچھے خانہ کعبہ کی رخصت کو رہنے دے اور اُس سے رخصت ہونیکا طریق یہ ہی کہ حسب مذکورۂ بالا سات پھیرے کا طواف کرے اور اُس مین رمل اور اضطباع
نہ کرے اور طواف سے فارغ ہوکر دو رکعتین مقام کے پیچھے پڑھے اور زمزم کا پانی پی کر ملتزم پر آوے اور دعا اور تضرع کرے اور یون کہے اللھم ان البیت
بیتک والعبد عبدک وابن عبدک وابن امتک حملتنی علی ما سخرت لی من خلقک حتی سیرتنی فی بلادک و بلغتنی بنعمتک حتی اعنتنی علی قضاء مناسکک فان کنت رضیت
عنی فازدد عنی رضی والا فمن الآن قبل تباعدی عن بیتک ہذا وان انصرافی ان اذنت لی غیر مستبدل بک ولا ببیتک ولا راغب عنک ولا عن
بیتک اللھم اصحبنی العافیۃ فی بدنی والعصمۃ فی دینی واحسن منقلبی وارزقنی طاعتک ابدا ما ابقیتنی واجمع لی خیر الدنیا والآخرۃ انک علی کل شیء قدیر اللھم
لا تجعل ہذا آخر عہدی ببیتک الحرام وان جعلتہ آخر عہدی فعوضنی عنہ الجنۃ اور بہتر یہ ہی کہ اپنی آنکھ خانہ کعبہ سے نہ پھیرے [illegible] کہ اُس سے الگ ہوجاوے
دسوان بیان مدینہ منورہ کی زیارت اور اُسکے آداب کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ من زارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی
حیاتی اور فرمایا من وجد سعۃ ولم یفد الی فقد جفانی اور فرمایا من جاءنی زائرا لا یہمہ الا زیارتی کان حقا علی اللہ سبحانہ ان اکون لہ شفیعا جو شخص کہ زیارت
مدینہ طیبہ کا قصد کرے اسکو چاہیے کہ راستہ مین درود بہت پڑھے اور جب اُسکی نگاہ مدینہ منورہ کی دیوارون اور درختون پر پڑے تو یہ کہے اللھم ہذا حرم
رسولک فاجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اور بقیع کی زمین کے درمیان غسل کرے اور خوشبو لگاوے اور اپنے عمدہ کپڑے پہنے پھر جب
مدینہ طیبہ مین داخل ہو تو تواضع اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو اور کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من
لدنک سلطانا نصیرا پھر مسجد کا قصد کرے اور اُسکے اندر جاکر منبر شریف کے پاس دو رکعتین اس طرح پڑھے کہ ستون منبر کو اپنے دہنے شانہ کے مقابل کرے
اور منہ اُس ستون کی طرف ہو جسکے برابر صندوق ہی اور جو دائرہ کہ مسجد کے قبلہ مین ہی وہ آنکھون کے سامنے ہو کہ یہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے

ہونے کی تھی جب تک کہ مسجد میں کچھ تبدیل نہوئی تھی اور اس باب میں کوشش کرے کہ جسقدر مسجد بڑھانے سے پیشتر تھی اسمیں نماز پڑھے پھر قبر مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوے اور آپ کے روے مبارک کے بائین کھڑا ہو اسطرح کہ کعبہ کی طرف پشت کرے اور قبر کی دیوار کی طرف
منھ کرے اور جو ستون کہ اس دیوار کے کونے میں ہے اس سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو اور قندیل کو اپنے سر پر کرے۔ اور یہ مسنون نہیں کہ دیوار کو ہاتھ
لگاوے یا بوسہ دے بلکہ دور کھڑا ہونا تعظیم کے ساتھ مناسب تر ہی اور یہ کہے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا امین اللہ
السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا صفوة اللہ السلام علیک یا خیرة اللہ السلام علیک یا احمد السلام علیک یا محمد السلام علیک یا ابا القاسم
السلام علیک یا ماحی السلام علیک یا عاقب السلام علیک یا حاشر السلام علیک یا بشیر السلام علیک یا نذیر السلام علیک یا طہر السلام علیک یا طاہر السلام
علیک یا اکرم ولد آدم السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا رسول رب العالمین السلام علیک یا قائد الخیر السلام علیک
یا فاتح البر السلام علیک یا نبی الرحمة السلام علیک یا ہادی الامة السلام علیک یا قائد الغر المحجلین السلام علیک وعلی اہل بیتک الذین اذہب اللہ عنہم
الرجس وطہرہم تطہیرا السلام علیک وعلی اصحابک الطیبین وعلی ازواجک الطاہرات امہات المؤمنین جزاک اللہ عنا افضل ما جزی نبیا عن قومہ ورسولا
عن امتہ وصلی علیک کلما ذکرک الذاکرون وکلما غفل عنک الغافلون وصلی علیک فی الاولین والآخرین افضل واکمل واعلی واجل واطیب
واطہر ما صلی علی احد من خلقہ کما استنقذنا بک من الضلالة وبصرنا بک من العمایة وہدانا بک من الجہالة اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد
انک عبدہ ورسولہ وامینہ وصفیہ وخیرتہ من خلقہ واشہد انک قد بلغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة وجاہدت عدوک وہدیت امتک و
عبدت ربک حتی اتاک الیقین فصلی اللہ علیک وعلی اہل بیتک الطیبین وسلم وشرف وکرم وعظم اور اگر کسی نے اپنا سلام کہنے کے لیے کہا ہو تو یوں کہے السلام
علیک من فلان پھر ایک ہاتھ کی قدر ہٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رض پر سلام پڑھے اسلیے کہ آپکا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے پاس ہے اور
حضرت عمر رض کا سر حضرت ابو بکر رض کے شانہ کے پاس ہے اسی لیے ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر رض پر سلام بھیجے اور یوں کہے السلام علیکما یا وزیری رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم والمعاونین لہ علی القیام بالدین ما دام حیا والقائمین فی امتہ بعدہ بامور الدین تتبعان فی ذلک آثارہ وتعملان بسنتہ فجزاکما اللہ
خیر ما جزی وزیری نبی عن دینہ پھر ہٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس قبر اور اس ستون کے درمیان میں جا بیٹھے

[illegible]

قبلہ رخ کھڑا ہو کر خدا تعالی کی تحمید اور تمجید کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجے اور کہے تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول بجا ہے ولو انہم
اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما الٰہی ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تیرے امر کی اطاعت کی اور تیرے نبی کے
پاس آئے اور اسکو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے باب میں جنکے بوجھ سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفیع کیا ہم اپنی لغزشوں سے تائب ہیں اور
اپنی خطاؤں اور تقصیرات سے مقر الٰہی پس ہماری توبہ قبول کر اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے باب میں منظور فرما اور اس حق منزلت
کی بدولت جو تیرے نبی کریم کو تیرے پاس حاصل ہے ہمکو رتبہ بلند عنایت فرما پھر کہے اللہم اغفر للمہاجرین والانصار واغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان اللہم لا تجعلہ آخر العہد من قبر نبیک ومن حرمک یا ارحم الراحمین پھر روضہ میں جاوے یعنی جو درمیان قبر شریف اور منبر کے جو جگہ ہے جس جاکر دو رکعتیں
پڑھے اور جتنی ہو سکے بہت سی دعا مانگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علی حوضی اور منبر کے
پاس دعا مانگے اور مستحب یہ ہے کہ اپنا ہاتھ نیچے کے رمانہ یعنی پایہ پر رکھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی حالت میں اپنا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے
اور مستحب ہے کہ جمعرات کے روز جبل احد کو جاوے اور شہدا کی قبروں کی زیارت کرے یعنی صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھکر زیارت کو باہر جاوے اور
ظہر پھر مسجد شریف میں پڑھے تاکہ کوئی نماز فرض کی جماعت مسجد شریف میں فوت نہونے پاوے اور مستحب ہے کہ ہر روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے
کے بعد بقیع میں جاوے اور حضرت عثمان غنی رض اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرے اور اسی میں قبر حضرت امام زین العابدین اور حضرت
امام باقر اور حضرت امام جعفر علیہم السلام کی ہے انکی زیارت سے مشرف ہو اور حضرت فاطمہ رض کی مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی قبروں کی زیارت کرے کہ سب بقیع میں ہیں اور مستحب ہے کہ ہر شنبہ کے روز مسجد قبا میں
جاکر نماز پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے گھر سے نکلکر مسجد قبا میں آوے اور اس میں نماز پڑھے تو اسکے لیے ایک عمرہ کے
برابر ہوگا۔ اور چاہ اریس کی زیارت کرے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اسمیں ڈالا ہے یہ کنواں مسجد قبا کے متصل ہے اسکے
پانی سے وضو کرے اور پیوے اور مسجد فتح میں جاوے جو خندق پر ہے اسی طرح سب مساجد اور زیارات کو جاوے اور کہتے ہیں کہ سب زیارات
اور مسجدیں مدینہ پاک کی تیس ہیں اور وہاں کے باشندے انکو جانتے ہیں تو جسقدر پہ جا سکے وہاں کا قصد کرے اور اسیطرح جن کنوؤں سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے انپر جاوے اور طلب شفا کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک سمجھکر انکے پانی سے نہاوے اور پیوے اور
وہ سات کنوئیں ہیں۔ اور اگر باوجود حرمت حق ادا کرنے کے مدینہ منورہ میں ٹھہر سکے تو اسکا بہت بڑا ثواب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لا یصبر علی لاوائہا وشدتہا احد الا کنت لہ شفیعا یوم القیمۃ اور فرمایا من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت فانہ لن یموت بہا احد الا کنت لہ شفیعا او
شہیدا یوم القیامۃ پھر جب اپنے کاموں سے فارغ ہوئے اور مدینہ سے نکلنے کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ قبر شریف کے پاس آوے اور دعاء زیارت حسب دستور بالا

[illegible]

پھر پڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو اور اللہ تعالی سے دعا مانگے کہ پھر حضرت کی زیارت سے مشرف ہونا نصیب کرے اور اپنے سفر مین سلامت رہنے کی دعا مانگے پھر چھوٹے روضہ مین دو رکعتین نماز پڑھے اور یہ جگہ مسجد کے اندر مقصورہ زیادہ ہونے سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہونے کا مقام ہے جب مسجد سے باہر نکلے تو اول بایان پاؤن باہر رکھے پھر دہنا پاؤن باہر نکالے اور کہے اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد ولا تجعلہ آخر العہد بنبیک فحط اوزاری بزیارتہ واصحبنی فی سفری السلامۃ ویسر رجوعی الی اہلی ووطنی سالما یا ارحم الراحمین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاورون کو جو کچھ مقدور ہو دیوے اور جو مسجدین کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مین ہین اُن کو تلاش کرے اور اُن مین نماز پڑھے اور وہ بیس جگہ ہین۔

خاتمہ سفر سے لوٹنے کی سنتون کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج وغیرہ سے لوٹتے تو ہر ایک زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ اور بعض روایتون مین یہ الفاظ بھی آئے ہین کل شئ ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون تو آدمی کو چاہیے کہ سفر سے لوٹتے مین اس طریقہ مسنون کا استعمال کرے اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو سواری کو کچھ تیز چلاوے اور کہے اللھم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا پھر اپنے گھر کسی شخص کو خبر کے لیے بھیج دے تاکہ دفعۃً نہ جا پہونچے پہلے سے آنے کی اطلاع کر دینی سنت ہے اور رات کو نہ آنا چاہیے جب شہر مین داخل ہو تو اول مسجد مین جاوے اور دو رکعتین پڑھے کہ مسنون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر مین جاوے تو کہے توبا توبا لربنا اوبا لا یغادر علینا حوبا جب مکان مین رہنے لگے تو چاہیے کہ جو انعام اللہ تعالی نے اُس پر کیے ہین کہ اپنے گھر اور حرم کی زیارت اور قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت روزی فرمائی اُن کو بھولے نہین اور اُن سے غفلت کر کے اور کھیل اور گناہون مین مبتلا ہو کر اُن انعامون کا ناشکر نہ بنے کہ حج مقبول کی یہ پہچان نہین بلکہ اُسکی علامت یہ ہے کہ حج سے جو واپس آوے تو دنیا مین زاہد اور آخرت مین راغب ہو اور بعد زیارت بیت کے زیارت صاحب بیت کے لیے تیاری کرے۔

تیسری فصل حج کے آداب دقیق اور اعمال باطنی کے ذکر مین اور اس فصل مین دو بیان ہین۔

بیان اول آداب دقیق کے ذکر مین جو شمار مین دس ہین ادب اول یہ ہے کہ نفقہ حلال کا ہو اور ہاتھ ایسی تجارت مین نہ لگا ہو جس سے دل بٹے اور ہمت پراگندہ ہو بلکہ ہمت خاص خدائے تعالی کے لیے ہو اور دل بالکل اُسکے ذکر اور اُسکے شعائر کی تعظیم کی طرف راجع اور اطمینان سے رہنے والا ہو حدیث مین طریق اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو لوگ حج کو چار قسم کے ہو کر نکلینگے بادشاہ سیر و تماشا کو اور تونگر تجارت کو اور فقیر مانگنے کو اور قاری شہرت کو اس حدیث مین دنیا کی اُن تمام غرضون کی طرف اشارہ ہے جو حج مین مل سکین اور یہ سب اُمور ایسے ہین

کہ حج کی فضیلت کے مانع ہین اور خاص لوگون کو حج کے زمرہ سے خارج کردیتے ہین خصوصاً جب یہ صورتین خاص حج ہی سے وابستہ ہون
مثلاً مزدوری لے کر غیر کے لیے حج کرے تو اس صورت مین آخرت کے کام پر دنیا کا طالب ہوگا اور پرہیزگار اور اہل دل اس امر کو برا جانتے ہین ہان اگر
کسی شخص کی نیت مکہ معظمہ مین رہنے کی ہو اور اسکے پاس سامان وہان تک پہونچنے کا نہو تو اس نیت سے کچھ لینے کا مضائقہ نہین غرضکہ دین کو
ذریعہ وصول دنیا کا نہ کرے بلکہ دنیا کو ذریعہ دین کے حاصل کرنے کا بناوے اس صورت مین چاہیئے کہ نیت خانہ کعبہ کی زیارت کی اور اپنے
مسلمان بھائی کے اوپر سے فرض ادا ہونے مین مدد کرنے کی کرے - اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جیسے معنون پر محمول ہے
کہ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی ایک حج کے سبب تین آدمیون کو جنت مین داخل کریگا اول جسنے اسکی وصیت کی ہو دوم جسنے اسکو جاری کیا ہو
سوم جسنے اپنے بھائی کی طرف سے اسکو ادا کیا ہو اور ہم یہ نہین کہتے کہ جب آدمی فرض اسلام اپنے ذمہ سے ساقط کر چکے تو اب اسکو حج
کے لیے اجرت لینی ناجائز اور حرام ہے بلکہ یہ کہتے ہین کہ اولی یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور نہ اس امر کو اپنا پیشہ اور تجارت تقرر کرے اسلیے کہ اللہ تعالی
دین کے باعث سے دنیا دیدیتا ہے اور دنیا کے باعث سے دین عنایت نہین کرتا اور اجرت جسطرح پر مباح ہے اسکی مثال حدیث شریف مین یون
مذکور ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی راہ مین لڑتا ہے اور مزدوری لیتا ہے اسکی مثال حضرت موسی کی ماں کی طرح ہے کہ اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھین
اور اسکی اجرت لیتی تھین - تو جو شخص حج کرنے پر اجرت لینے مین حضرت موسی کی والدہ جیسا ہو تو اسکو اجرت لینے کا مضائقہ نہین یعنی اسواسطے اجرت
لیوے کہ حج پر اور خانہ کعبہ کی زیارت پر قادر ہو جاوے اور حج اسلیے نہ کرے کہ مزدوری ملیگی جیسے حضرت موسی کی والدہ اجرت اسلیے لیتی تھین کہ
اپنے بچہ کو دودھ بھی پلا دیوین اور انکا حال بھی لوگون پر پوشیدہ رہے **ادب دوم** یہ ہے کہ خدا کے دشمنون کو چونگی دیکر مدد نہ پہونچاوے اور یہ لوگ کہ مکہ کے
امیرون اور عرب کے سردارون مین سے ہوتے ہین کہ راہون مین بیٹھکر مسجد حرام کے جانے سے روکتے ہین ایسے لوگون کو مال کا دینا ظالم پر مدد کرنا اور اسباب
ظلم کو انکے لیے مہیا کرنا ہے تو گویا خود اپنی جان سے انکی اعانت کی اسلیے اس چونگی سے بچے رہنے کے لیے کوئی تدبیر ضرور چاہیئے اور اگر نہو سکے تو بعض علما
فرماتے ہین کہ حج نفل کو نہ کرنا اور راستہ مین سے لوٹ آنا ان ظالمون کی اعانت کرنے سے بہتر ہے کہ یہ ظلم ایک بدعت نو ایجاد ہے اسکی اطاعت
کرنے مین یہ خرابی ہے کہ وہ ایک دستور عام ہو جاویگا اور اسکے قائم رہنے مین مسلمانون کو ذلت اور خواری ہے کہ جزیہ دینا پڑتا ہے اور واقع مین جوان بزرگ
نے فرمایا درست ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ جو ہمسے چھینا جاتا ہے اور دیتے ہین ہم مضطر ہین تو اسکے کچھ معنی نہین کیونکہ اگر آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے
یا راستہ سے لوٹ جاوے تو اس سے کوئی کچھ نہین لیتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جسکو کھاتا پیتا دیکھتے ہین اسی سے زیادہ مانگتے ہین اگر فقرا کے
لباس مین ہو تو کوئی نہین طلب کرتا اس سے معلوم ہوا کہ اس اضطرار کی حالت کو خود اپنی طرف کھینچ لیا ہے **ادب سوم** توشہ زیادہ لینا اور
بدون تنگی اور اسراف کے بخوشی خاطر میانہ روی کے طور پر دینا اور خرچ کرنا اور اسراف سے ہماری غرض یہ ہے کہ عمدہ کھانے کھاوے اور
اقسام آسایش سے جو بہتر ہو مالدارون کی طرح اسی کو اختیار کرے اور داد و دہش کی کثرت سے اسراف نہین ہوتا کیونکہ کسی کا قول ہے کہ
اسراف مین بہتری نہین اور خیرات مین اسراف نہین اور راہ حج مین توشہ کا دے دینا خدا تعالی کی راہ مین خرچ کرنا ہے جس مین ایک درم سات
سو کے برابر ہوتا ہے حضرت ابن عمر رض نے فرمایا ہے کہ یہ بھی آدمی کے کرم مین سے ہے کہ سفر مین توشہ اچھا رکھے اور فرمایا کرتے کہ حاجیون مین سے

(۱) افضل وہ ہے جسکی نیت سب سے خالص تر اور نفقہ پاکیزہ اور یقین بہتر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة

(۱) ح ۱ - بیہقی بروایت جابر بسند ضعیف ۱۲
ح ۲ - ابن عدی بروایت معاذ اور کہا کہ اسناد اچھی نہین اور [illegible]

یا رسول اللہ ما بر الحج فقال طیب الکلام واطعام الطعام **ادب چہارم** فحش اور بدکاری اور لڑائی نہ کرنا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج رفث مین سب طرح کے کلام لغو اور فحش داخل ہین اور عورتون سے باتین اور چہل کرنی اور صحبت کی حالت اور اسکے لوازم کو ذکر کرنا بھی اس مین داخل ہین کیونکہ ان امور سے شوق ہمبستری کا ابھرتا ہی جو ممنوع ہی اور ممنوع بات کا شوق دلانے والی چیز بھی ممنوع ہوتی ہی اور فسوق خدائے تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلنا ہی کسی طرح کا ہو اور جدال اسکو کہتے ہین کہ خصومت اور بات کاٹنے مین یہانتک مبالغہ کرے کہ کینہ کا موجب ہو اور سر دست ہمت مین پریشانی آجاوے اور حسن خلق کے مخالف پڑے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ جو شخص حج مین فحش بکے اسکا حج خراب ہوجاتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح گفتگو کرنے اور کھانا کھلانے کو حج کے مقبول ہونے کے لیے فرمایا ہی اور بات کاٹنا طیب کلام کے مخالف ہی اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی حج کی راہ مین اپنے ساتھی اور ساربان وغیرہ یارون پر بہت اعتراض نہ کرے بلکہ جتنے بیت اللہ کے جانے والے ہون سب سے دبا رہے اور حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرے اور حسن خلق یہی نہین ہے کہ کسی کو ایذا نہ دے بلکہ یہ ہی کہ اور کی ایذا برداشت کرے۔ اور بعض کا قول ہی کہ سفر کو اسی لیے سفر کہتے ہین کہ وہ آدمیون کے اخلاق کو ظاہر کردیتا ہی۔ اور اسی جہت سے جب ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کیا کہ مین فلان شخص سے واقف ہون تو آپنے فرمایا کہ تو کبھی اسکے ساتھ سفر مین رہا ہی جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوجایا کرتے ہین اسنے عرض کیا کہ ایسا تو نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ میری دانست مین تو اس سے واقف نہین **ادب پنجم** یہ ہی کہ اگر قدرت ہو تو حج پیادہ کرے کہ نہایت افضل ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے قریب اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ بیٹو پیادہ حج کرنا کہ پیادہ حاجی کو ہر قدم پر حرم کے حسنات مین سے سات سو حسنات ملتے ہین اسنے کسی نے پوچھا کہ حرم کے حسنات کیا ہین فرمایا کہ ایک نیکی لاکھ نیکیون کے برابر اور راستہ کی بہ نسبت اعمال حج مین اور مکہ سے عرفات تک پیادہ پا چلنا زیادہ تر مستحب ہی اور اگر پیادہ چلنے کے ساتھ اپنے گھر ہی سے احرام بھی باندھ لے تو کہتے ہین کہ یہ حج کا پورا کرنا ہی جسکا حکم اللہ نے فرمایا ہی واتموا الحج والعمرۃ للہ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین یہی فرمایا ہی۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ سوار ہونا افضل ہی کہ اس مین خرچ پڑتا ہی اور نفس تنگ نہین ہوتا ہی اور اپنے آپ کو ایذا کم ہوتی ہی اور احوال اپنے سلامت رہنے اور حج کے پورا ہونے کا زیادہ تر ہی۔ اور تحقیق کی رو سے اگر دیکھین تو یہ امر پہلی بات کے مخالف نہین بلکہ تفصیل وار کہنا چاہیئے کہ جس شخص کو پیادہ چلنا سہل ہو اسکو پیادہ جانا افضل ہی اور اگر پیادہ پا ہونے سے ضعیف ہوجاوے یا بد خلقی آجاوے یا عمل کرنے مین کوتاہی ہو تو اس صورت مین سوار ہونا بہتر ہی جیسے مسافر اور مریض کے حق مین روزہ رکھنا بہتر ہی بشرطیکہ ضعف اور بد خلقی کی نوبت آنکو نہ آوے۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ عمرہ کو پیادہ جانا بہتر ہی یا ایک درم کو گدھا کرایہ کرلیا جاوے فرمایا کہ اگر درم دینا اسکو ناگوار تر ہو تب تو سواری کرایہ کرنی بہ نسبت پیادہ چلنے کے بہتر ہی اور اگر تونگر لوگون کی طرح پیادہ چلنا شاق معلوم ہوتا ہو تو پیادہ جانا افضل ہی۔ اس جواب مین گویا وہ مذہب اختیار کیا جس مین نفس پر مجاہدہ ہو خیر یہ بھی ایک وجہ ہی لیکن افضل یہ ہی کہ پیادہ جاوے اور جسقدر کرایہ مین خرچ ہوتا ہی وہ خیرات کردے کہ یہ بہ نسبت اس کے بہتر ہی کہ کرایہ کرنے والے کو اسکے چوپایہ سے کام لینے کے عوض دے۔ اور اگر اسکا نفس اس بات کو گوارا نہ کرے کہ اپنے اوپر دوہری مشقت پیادہ چلنے اور خرچ کرنے کی لیوے تو جو صورت بیان ہوئی جو بعض علما نے ذکر کی **ادب ششم** یہ ہی کہ بجز بیل کے جانور کے اور کسی جانور کے اوپر سوار ہو اور محمل سے علیحدہ رہے ہان جس صورت مین کہ کسی عذر

باعث پرتل کے جانور پر سوار نہو سکے تب محمل کا مضائقہ نہیں اور پرتل پر سوار ہونے میں دو فائدے ہیں اول اونٹ کو آرام دینا کہ محمل سے اُسکو ایذا ہوتی ہے دوسرے
دولتمندون اور متکبرون کی ہیئت سے محفوظ رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجھ کے اونٹ پر حج کیا تھا اور آپ کے نیچے پُرانا پالان اور ایک پُرانی چادر تھی
جسکی قیمت چار درہم تھی اور طواف اُسی سواری پر کیا تاکہ لوگ آپ کی سیرت اور عادت کو دیکھیں اور ارشاد فرمایا کہ خذوا عنی مناسککم اور کہتے ہیں کہ یہ محمل
حجاج کے ایجاد ہیں اُسکے عہد کے علما اُنکو بُرا جانتے تھے چنانچہ سفیان ثوریؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھون نے کہا کہ میں کوفہ سے قادسیہ کو
حج کے لیے نکلا اور راہ میں بہت سے شہرون کے رفیق ملگئے میں نے سب حاجیون کو دیکھا کہ پرتل کے اونٹون اور تھیلیون اور پالانون پر سوار ہیں اُن
سب میں بجز دو محملون کے اور میں نے نہیں دیکھے اور حضرت ابن عمرؓ جب حاجیون کے قافلہ میں حجاج کے ایجاد کیے ہوئے لباس اور محمل دیکھتے تو فرماتے
کہ حاجی تھوڑے ہیں اور سوار بہت ہیں پھر آپ نے ایک مسکین خستہ حال کو دیکھا کہ اُسکے نیچے گون ہیں فرمایا کہ حاجیون میں یہ شخص بہتر ہے۔
ادب ہفتم یہ ہے کہ خستہ حال اور اُلجھے بال اور غبار آلودہ رہے زینت بہت نہ کرے اور نہ تفاخر اور کثرت مال جتانے کے لوازم پر مائل ہو تاکہ کہیں
متکبرون اور آرام طلبون کے دفتر میں داخل اور ضعفا و مساکین اور خاص صالحین کے زمرہ سے خارج نہو جاوے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فضالہ بن عبید کی حدیث میں ژولیدہ موئی اور پیادہ پائی کے لیے امر فرمایا ہے اور تن آسانی اور تنعم سے منع فرمایا اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حاجی
وہی ہے کہ بال اُلجھے ہون اور بدن میں سے بو آتی ہو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے گھر کی زیارت کرنے والون کو دیکھو کہ چوڑی اور گہری گھاٹیون سے ژولیدہ مو
غبار آلود چلے آتے ہیں اور اللہ تعالی نے فرمایا ثم لیقضوا تفثہم تفث کے معنی بال اُلجھنے اور غبار آلودہ ہونے کے ہیں اور اُسکے ختم کر دینے سے بال منڈانا
اور مونچھیں اور ناخن کترانی مراد ہیں اور حضرت عمرؓ نے لشکرون کے سردارون کو نامہ لکھا کہ پُرانے کپڑے پہنا کرو اور سختی کی برداشت کی عادت ڈالو
اور کسی کا قول ہے کہ اہل یمن حاجیون کے قافلہ کی زینت ہیں کیونکہ وہ لوگ انکسار اور ضعف کی حالت اور اگلے سلف کی سیرت پر ہیں اور لباس
کے باب میں سُرخ سے علی الخصوص احتراز کرے اور جس میں شہرت ہو خواہ کسی طرح کا ہو اُس سے عموماً اجتناب چاہیے کہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اپنے کسی سفر میں تھے آپ کے اصحاب ایک منزل میں اُترکر اونٹ چرانے لگے آپ نے دیکھا کہ اونٹون کے پالانون پر سُرخ چادرین پڑی ہیں آپ نے
فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سُرخی تم پر غالب ہو گئی ہے راوی کہتے ہیں کہ ہم سب اُٹھ کھڑے ہوے اور اُن چادرون کو اونٹون کی پشت پر سے اُتار لیا
یہانتک کہ بعض اونٹ بھاگ بھی گئے **ادب ہشتم** یہ ہے کہ چوپایہ کے ساتھ نرمی کرے اور جو چیز اُسکی طاقت سے زیادہ ہو اُسکو نہ لادے اور محمل بھی اُسکی
طاقت سے خارج ہے اور اُسپر سونا اُسکو تکلیف دیتا ہے اور گران گزرتا ہے اہل تقوی کا دستور تھا کہ اونٹون پر سوتے نہ تھے صرف بیٹھے بیٹھے اونگھ جایا کرتے تھے
اور چوپایون پر بہت دیر بیٹھے نہ رہتے تھے اُترتے چڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سواریون کی پشت کو چوکیان مت بناؤ اور مستحب ہے کہ
صبح اور شام کو سواری کے آرام دینے کے لیے اُتر پڑے کہ یہ امر سنت ہے اور اس باب میں اکابر سلف سے بھی آثار وارد ہیں اور بعض بزرگ کرایہ اس شرط پر
کرتے کہ سواری سے نہ اُترینگے اور کرایہ پورا دینگے پھر اُتر پڑتے تاکہ جانور کو آرام ملے اور اس بات کا ثواب اپنے نامۂ اعمال میں ہو مالک کے اعمال میں نہ ملے
اور جو شخص کسی چوپایہ کو ایذا دیگا اور اُسکی طاقت سے زیادہ لادیگا تو قیامت میں اُس سے مطالبہ اس امر کا ہوگا حضرت ابو درداؓ نے اپنی موت کے وقت
اپنے اونٹ سے کہا کہ مجھ سے اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا مت کرنا میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی تجھپر نہیں لادا حاصل یہ کہ ہر ایک جاندار
چیز میں ثواب ہوتا ہے اسلیے چوپایہ کے حق کو اور کرایہ کرنے والے کے حق کو لحاظ رکھنا چاہیے اور ایک ساعت کے اُتر پڑنے میں چوپایہ کو بھی آرام ملجاتا ہے

۱؎ ابن ماجہ و ترمذی و شمائل ابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲ ۲؎ مسلم بروایت جابر ۱۲ ۳؎ طبرانی و ابن ابی شیبہ ... عبداللہ بن ابی حدرد سند ضعیف ۱۲ ۴؎ ابوداؤد بروایت فضالہ بن عبید ۱۲ ۵؎ ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن عمر ... حدیث غریب ۱۲ ۶؎ حاکم بروایت ابوہریرہؓ اور اُس میں ... ۷؎ ابوداؤد بروایت رافع بن خدیج ۱۲ ۸؎ ابن حبان و حاکم بروایت معاذ بن انس ۱۲ ۹؎ طبرانی در اوسط بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲

اور مالک کا دل بھی خوش ہوتا ہے ایک شخص نے حضرت ابن مبارکؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ میرا خط لیے جائیے اور مکتوب الیہ کو پہونچا دیجیے آپنے
فرمایا کہ میں اونٹ والے سے پوچھ لوں تو لیلوں گا کیونکہ میں نے اونٹ کرایہ کیا ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ خط کے لیجانے سے بھی جتنا ملک جسمیں کچھ وزن نہیں ہوتا
اور تقوی کے باب میں احتیاط کا طریق یہی ہے اسلیے کہ اگر کم کی راہ کھلتی ہے تو پھر بہت پر رفتہ رفتہ نوبت پہونچ جاتی ہے ادب ششم یہ کہ جانور سے کہ ذبح کرنے
سے تقرب کرے گو اسپر واجب نہوا اور اس باب میں کوشش کرے کہ جانور نفیس اور موٹا ہو اور اگرچہ قربانی نفل ہو تو خود اسمیں سے کھاوے اور
اگر واجب ہو تو نہ کھاوے بعض لوگوں نے ومن یعظم شعائر اللہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹی قربانی کرنے سے ہے
اور ہدی کا لیجانا بشرطیکہ کچھ دقت اور مشقت نہو میقات پر سے افضل ہے اور ہدی کے خریدنے میں دام گھٹانے کا فکر نہ کرے کہ اکابر سلف تین چیزوں
کی گراں قیمت دیا کرتے اور کمی قیمت کے تردد کو ان میں برا جانتے اول ہدی دوم قربانی سوم غلام لونڈی کے مول لینے میں کیونکہ ان میں سے افضل
وہی ہے جسکا دام زیادہ ہو اور مالک کے نزدیک نفیس تر ہو۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک بہت عمدہ نسل دار
اونٹنی ہدی میں روانہ کی لوگوں نے اس سے تین سو اشرفیوں کو مول لینی چاہی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے باب میں عرض کیا کہ اگر
اجازت ہو تو اسکو بیچکر اسکے دام سے بہت سے اونٹ لے لوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اسی کو ہدی میں روانہ کر دو اور یہ اسوجہ سے کہ عمدہ چیز تھوڑی
بہت سی چیزوں غیر نفیس سے بہتر ہے اور تین سو اشرفیوں کی قیمت تیس اونٹوں کی تھیں اور ان میں گوشت کی کثرت ہوتی مگر قربانی میں گوشت مقصود نہیں بلکہ نفس کو بخل
کے عیب سے پاک صاف کرنا اور زیور تعظیم الٰہی سے آراستہ کرنا منظور ہے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم اور
یہ بات قیمت کی نفاست سے ہوتی ہے شمار جانوروں کا کم ہو خواہ زیادہ۔ اور کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حج کی مقبولیت کیا ہے آپ نے
فرمایا کہ لبیک پکار کر کہنا اور بدنہ کا نحر کرنا اور حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من عمل آدمی یوم النحر احب الی اللہ
عز وجل من اہراقہ دما وانہا لتاتی یوم القیامۃ بقرونہا واظلافہا وان الدم لیقع من اللہ عز وجل بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بہا نفسا اور ایک حدیث میں
ارشاد فرمایا کہ لکم بکل صوفۃ من جلدہا حسنۃ وکل قطرۃ من دمہا حسنۃ وانہا لتوضع فی المیزان فابشروا ادب ہفتم یہ ہے کہ جو کچھ زاد و خرچ اور ہدی میں خرچ کرے
اس سے دل میں خوش ہو اسی طرح اگر کچھ نقصان یا مصیبت مالی خواہ بدنی پہونچے تو اس سے دل خوش رہے کہ یہ علامتیں حج کے قبول ہونے کی
ہیں اسلیے کہ راہ حج میں مصیبت ہونی ایسی ہے جیسے راہ خدا میں ایک درم دینے سے سات سو کے برابر ہوتا ہے اس طریق میں حج کا ہونا بمنزلہ جہاد کی
راہ میں سختی پہونچنے کے ہے کہ جو ایذا اور نقصان پہونچے سب میں ثواب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان میں سے کوئی اکارت نہیں ہوتی اور
کہتے ہیں کہ قبول حج کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا انکو چھوڑ دے اور نکمے یاروں کے بدلے نیکوں سے بھائی چارہ کرے
اور کھیل اور غفلت کی مجلسوں کے عوض ذکر اور ہوشیاری کے مجالس اختیار کرے

دوسرا بیان اعمال باطنی کے ذکر میں اور نیت میں اخلاص کی صورت اور مقامات متبرکہ سے عبرت حاصل کرنے کے طریق میں اور اس بات میں
کہ شروع حج سے آخر تک اعمال کے اندر فکر کرنا اور انکے اسرار و معانی کو یاد کرنا کس طرح چاہیئے واضح ہو کہ حج میں سب سے اول یہ سمجھنا ہے کہ دین میں حج کا رتبہ

کیا ہو پھر اُسکی طرف شوق کا ہونا پھر ارادہ کرنا پھر جو حج کے موانع ہیں اُنکو برطرف کرنا پھر احرام کا کپڑا مول لینا پھر توشہ کا خریدنا پھر سواری کا کرایہ کرنا پھر اپنے وطن سے باہر ہونا پھر جنگل میں چلنا پھر میقات پر سے لبیک کے ساتھ احرام باندھنا پھر مکہ میں داخل ہونا پھر بموجب بیان گذشتہ افعال حج کو پورا کرنا ہی اور ان باتون میں سے ہر ایک میں یاد کرنے والے کے لیے تذکرہ ہی اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہی اور مرید صادق کے واسطے تنبیہ اور دانا آدمی کے لیے تعریف اور اشارہ ہی اب ہم انکی کلیدون کی طرف اشارہ کرتے ہین کہ جب اُنکا دروازہ کھلجاویگا اور اُسکے اسباب معلوم ہوجاوینگے تو ہر ایک حاجی کو بقدر اُسکے دل کی صفائی اور باطن کی طہارت اور فہم کی کثرت کے اُنکے اسرار معلوم ہوجاوینگے اب ہر ایک کی تفصیل سننا چاہیئے **فہم** جاننا چاہیے کہ جبتک آدمی شہوات سے پاک نہو اور ضروری چیزون پر اکتفا کرکے لذات سے باز نہ رہے اور تمام حرکات و سکنات مین خاص اللہ تعالی کے لیے نہو رہے تب تک خدا تعالی تک اُسکی رسائی نہین ہوسکتی اور اسی وجہ سے پہلے ملتون کے لوگ خلق سے تنہا ہوکر راہب ہوگئے اور پہاڑون کی چوٹیون پر جارہے اور خدا تعالی کے ساتھ انس حاصل کرنے کو خلق سے وحشت اختیار کی اور اسی کی خاطر موجود لذتون کو چھوڑکر آخرت کی طمع مین اپنے نفسون پر سخت مجاہدے لازم کیے اور خدا تعالی نے قرآن مجید میں اُنکی ثنا فرمائی چنانچہ ارشاد ہی ذلک بان منہم قسیسین و رہبانا و انہم لا یستکبرون[ت] پس جب یہ بات پرانی پڑگئی اور خلق شہوات کی پیروی پر متوجہ ہوئی اور عبادت الٰہی کے لیے خاص ہو رہنے کو چھوڑکر عبادت مین سستی اختیار کی تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طریق آخرت کے زندہ کرنے اور پہلے رسولون کے طریقہ پر چلنے کی تجدید کے لیے مبعوث فرمایا ملتون کے لوگون نے آپ سے رہبانیت اور سیاحت کا حال پوچھا کہ آپ کے دین مین ہین یا نہین آپ نے فرمایا کہ[ح] اللہ تعالے نے اُن دونون کے عوض ہمکو دو چیزین بدل مین دی ہین یعنی جہاد اور بلندی پر تکبیر کہنا جس سے مراد حج ہی - اور صائحین[ملازمت مسجد ۱۲] کو جو کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا[ح] کہ وہ لوگ روزہ دار ہین - غرضکہ خدا تعالے نے اس اُمت پر انعام فرمایا کہ حج کو اُنکے لیے رہبانیت کردیا پھر خانہ کعبہ کو کتنے شرف عنایت فرمائے کہ اُسکو اپنی ذات پاک کی طرف منسوب کیا اور اپنے بندون کا مقصود اُسکو ٹھہرایا اور اُسکے گرد کی زمین کو اُسکی عظمت اور شان کے لیے حرم بنایا اور عرفات کو ایسا کردیا جیسے حرم کے سامنے میدان ہوتا ہی پھر اُس جگہ کی حرمت کی تاکید زیادہ کی کہ اُسکے شکار اور درخت کو حرام کردیا اور اُسکو ایسا بنا دیا جیسے پادشاہون کا دربار ہوتا ہی کہ زیارت کرنے والے دور دراز راہون سے ژولیدہ مو غبار آلود رب البیت کے لیے انکسار کرتے اور اُسکے جلال و عزت کے سامنے خضوع و خشوع سے دبتے چلے آوین باوجود اسکا اس بات کے مقرہون کہ اللہ تعالی اس امر سے منزہ ہی کہ کوئی گھر اُسکو گھیرے یا کوئی شہر اُسکو اپنے درمیان مین لیوے تاکہ اس بات سے اُنکی غلامی اور بندگی بڑھجاوے اور فرمانبرداری اور انقیاد کامل تر ہوجاوے اور اسی لیے بندون پر حج مین وہ اعمال مقرر فرمائے جنکے ساتھ نفس مانوس نہون اور اُنکی وجہون کو عقلین نہ پاسکین مثلاً پتھرون پر کنکریاں مارنا اور صفا مروہ کے درمیان چند بار آمد و رفت کرنا وغیرہ اور ان جیسے اعمال سے کمال غلامی اور بندگی ظاہر ہوتی ہی کیونکہ دوسرے اعمال مین کچھ نہ کچھ نفس کا حظ ہی جیسے زکوٰۃ مین مثلاً دہش ہی اور اُسکی علت معلوم ہی کہ بخل طبیعت مین نہ رہے اور عقل کو اُسکی طرف رغبت ہی اور روزہ مین کسر شہوت ہی جو شیطان کا آلہ ہی اور دوسرے شغلون سے باز رہکر عبادت کے لیے فارغ ہوجانا ہی اور نماز مین سجدہ اور رکوع کرنا خدا تعالی کے لیے تواضع کی صورت کے افعال کرنے سے انکسار کرنا ہی اور اللہ تعالی کی تعظیم سے نفسون کو انس ہوتا ہی مگر سعی کے پھیرون اور کنکریون کے پھینکنے اور دوسرے اسی طرح کے اعمال مین تو نفس کو کچھ حظ ہی نہ طبیعت کو اُنسے اُنس ہی نہ عقل اُنکی وجہون کی طرف راہ پاتی ہی اس صورت مین ان اعمال کی بجا آوری کا

[ت] اس واسطے کہ اُن مین عالم ہین اور درویش ہین اور یہ لوگ تکبر نہین کرتے ۱۲
[ح] ۴ ابو داؤد بروایت ابو امامہ ۱۲
[ح] ۳ بیہقی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

باعث بجز تعمیل ارشاد اور کچھ نہین کہ امر واجب الاتباع ہی اُسکو ماننا چاہیے اس باب مین عقل کا تصرف بالاے طاق ہوجاتا ہی اور نفس اور طبیعت کو
اُنکے انس کے محل سے پھیرنا پڑتا ہی کیونکہ جتنی چیزون کے معانی عقل سمجھ جاتی ہی تو اُنکی طرف کچھ ایک طبیعت کی رغبت ہوتی ہی اور یہی رغبت اُس امر کی
مددگار اور اُس کی تعمیل پر اُبھارتی ہی اسی وجہ سے ایسے اوامر کی بجا آوری سے کمال غلامی و اطاعت ظاہر نہین ہوتی کہ لگاؤ میل طبیعت کا بھی رہتا ہی
اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حج کے باب مین ارشاد فرمایا تھا لبیک بحجۃ حقا تعبدا ورقا اور یہ الفاظ نماز اور روزہ وغیرہ مین ارشاد نہ
فرمائے اور از انجا کہ خواہش حکمت الٰہی کی یہ ہوئی کہ خلق کی نجات کو اُنکے ایسے اعمال سے وابستہ کرے جو اُنکی طبیعتون کے خلاف ہون اور یہ کہ نجات کی
باگ شرع کے اختیار مین رہے تا کہ اپنے اعمال مین انقیاد کے طریق اور عبادت کی مقتضا پر تردد کرین اسی لیے ضرور ہوا کہ جن اعمال کی وجہون کو
عقلون کو راہ نہین ملتی وہ تزکیۂ نفوس کے باب مین سب عبادتون مین سے کامل تر ہون کیونکہ نفسون کو مقتضاے طبع اور اخلاق سے پھیرنا غلامی
کا منشا ہی اور تمکو یہ معلوم ہوچکا تو اب سمجھ جاؤگے کہ ان افعال عجیب سے نفسون کا تعجب کرنا اسی سبب سے پیدا ہوا کہ اُنکو عبادات کے اسرار سے
غفلت ہی اور اسقدر بیان کرنا اصل حج کے سمجھانے کے لیے انشاء اللہ کافی ہی اور شوق - اس بات کے سمجھنے اور یقین لینے کے بعد اُبھرتا ہی کہ گھر خدا
عزوجل کا ہی اور اُسنے اُسکو بادشاہی دربار کی طرح بنایا ہی تو جو اس دربار کا قصد کرتا ہی وہ خداوند کریم کا قصد اور زیارت کرتا ہی اور جو شخص دنیا مین اس گھر
کا قصد کرتا ہی شایان ہی کہ اُسکی زیارت ضائع نہو اور مقصود زیارت یعنی دیکھنا دیدار الٰہی کا میعاد معین مین نصیب ہو اسوجہ سے کہ دنیا مین آنکھ کو بوجہ
قصور اور فنا کے یہ استعداد نہین کہ دیدار الٰہی کے نور کو قبول کرے اور اُسکی تاب لاسکے اور آخرت مین اُسکو بقا کی مدد ملیگی اور تغیر و فنا سے محفوظ
رہیگی اسلیے استعداد نظر اور دیدار کی ہوجاویگی لیکن تاہم بوجہ خانہ کعبہ کے قصد کرنے اور اُسکی طرف دیکھنے کے بموجب وعدۂ خداوند کریم کے اُسکو
استحقاق رب البیت کے دیدار کا ہوجاویگا اب ظاہر ہی کہ شوق دیدار الٰہی اُسکے سبب کا یعنی دیدار کعبہ کا شائق کردیگا علاوہ ازین عاشق کو معشوق کی
طرف منسوب چیز کی رغبت ہوا ہی کرتی ہی اور کعبہ خداے تعالی کی طرف منسوب ہی تو بالضرور آدمی کو صرف اُسی نسبت کے لحاظ سے اُسکا مشتاق ہونا
چاہیے اور ثواب کثیر موعود کے حاصل کرنے کو قطع نظر کرنا چاہیے اور ارادہ کے باب مین یہ جانے کہ مین نے اپنے گھر والون اور وطن کے جدا ہونے کا
اور شہوات اور لذات سے علیحدہ رہنے کا قصد اس غرض سے کیا ہی کہ زیارت خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہون پس اپنے دل مین خانہ کعبہ اور رب البیت
کی قدر بہت بڑی سمجھے اور یہ جانے کہ مین نے ایک بڑے رفیع الشان امر کا ارادہ کیا ہی جسکا معاملہ خطرناک ہی اور جو کوئی بڑی بات کا طالب ہوتا ہی وہ
بڑے خطرے مین پڑتا ہی اور چاہیے کہ اپنے ارادہ کو خالص اللہ تعالی کے لیے کردے اور ریا اور شہرت سے دور رکھے اور خوب دل مین جمالے کہ ارادہ
اور عمل مین سے بجز خالص کے اور مقبول نہوگا اور نہایت لغو اور بُری بات ہی کہ آدمی قصد تو بادشاہ کے گھر اور حرم کا کرے اور مقصود اُسکے سوا دوسرا
ہو اسلیے اپنے دل مین ارادہ کو اخلاص کے ساتھ درست کرلینا چاہیے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ جن باتون مین ریا اور شہرت ہو اُنسے کنارہ کرے
پس ضرور ہوا کہ جو چیز اعلی اور بہتر ہی اُسکو ادنی سے بدلنے سے احتراز کرے اور قطع علائق کے معنی یہ ہین کہ حقوق حقدارون کے حوالہ کرے
اور سب گناہون سے توبہ خالص خداے تعالی کے لیے کرے اسلیے کہ جو مظلمہ ہی وہ ایک علاقہ ہی اور ہر ایک علاقہ ایسا ہی جیسے کوئی قرضخواہ موجود ہو اور
گریبان پکڑیون کہتا ہو کہ تو کہان جاتا ہی کیا شاہنشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا ہی حالانکہ اُسکے امر کو اپنے گھر مین بجا نہین لاتا اُسکو حقیر جانتا ہی کہ
تعمیل نہین کرتا کیا تجھے شرم نہین آتی کہ اُسکے سامنے بندہ گنہگار کی طرح جاتا ہی تا کہ تجھے ہٹا دے اور قبول نہ کرے اگر تجھے اپنی زیارت کے

قبول ہونے کی رغبت ہی تو اُسکے حکم کی تعمیل کر اور حقوق جو ظلم سے لیے ہون واپس کر اور اول سب گناہون سے توبہ کر اور اپنے دل کا علاقہ
اور طرف التفات کرنے سے قطع کر تاکہ تو اُسکی طرف اپنے دل کے چہرے سے متوجہ ہو جسطرح کہ ظاہر حال سے تو اُسکے گھر کا متوجہ ہی اور اگر تو
ایسا نہ کریگا تو اپنے سفر سے تجھکو بجز اُسکے کہ ابتدا مین رنج اور مشقت ہو اور انجام کو مردود ہونا اور نکالا جانا نصیب ہو اور کچھ وصول نہوگا اور وطن
سے علاقہ کو ایسی طرح منقطع کرے جیسے کوئی وہان سے اُٹھا جاتا ہو اور فرض کرلے کہ پھر لوٹ کر نہ آؤنگا اور اپنے اہل و فرزند کے لیے وصیت لکھدے
کہ مسافر ہدف موت ہوتا ہے بجز اس شخص کے کہ خدا بچاوے اور سفر حج کرنے کے لیے علاقون کو قطع کرتے وقت یہ یاد کرے کہ سفر آخرت
کے لیے بھی اسی طرح علاقے چھوٹ جاوینگے اسلیے کہ یہ سفر عنقریب آگے چلا آتا ہی اور سفر حج مین جو کچھ کرے اس سے سفر آخرت کی آسانی کی
طمع کرے کہ اقرارگاہ اور بازگشت وہی ہی اسی لیے چاہیے کہ سفر حج کی تیاری کرنے مین سفر آخرت کو نہ بھولے اور توشہ کو حلال جگہ سے ڈھونڈھنا
چاہیے اور جب اپنے نفس مین یہ خواہش پاوے کہ کسی طرح خرچ بہت سا ہو اور باوجود سفر دور و دراز کے بچ رہے اور منزل مقصود تک پہونچنے سے پیشتر اُسمین
خرابی اور تبدیل نہو تو چاہیے کہ یاد کرے کہ سفر آخرت اس سفر کی نسبت کہین دراز ہی اور اُسکا توشہ تقوی ہی اور تقوی کے سوا جس چیز کو توشہ جانتا ہی وہ
مرنے کے وقت سب پیچھے رہ جاویگا اور اس سے دغا کریگا جیسے پکا کھانا تازہ کہ سفر کے پہلے ہی منزل مین سڑ جاتا ہو اور پھر بھوک کے وقت آدمی حیران
اور محتاج رہجاتا ہی کہ کوئی تدبیر نہین بن پڑتی تو اسلیے ضرور ہوا کہ اس بات سے ڈرے کہ کہین ایسا نہو کہ اعمال جو آخرت کا توشہ ہین موت کے بعد اپنے
ساتھ نہ رہین اور ریا اور شہرت کی آمیزش اور قصور کی کدورت سے خراب ہو جاوین **اور سواری** جسوقت سامنے آوے اسوقت اپنے دل مین خدا تعالے
کی نعمت کا شکر کرے کہ چوپایون کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ہمکو تکلیف نہو اور مشقت ہلکی ہو جاوے اور یہ یاد کرے کہ دار آخرت کی سواری بھی ایک روز
اسی طرح سامنے آ جاویگی یعنی جنازہ کی تیاری ہوگی کہ اُسپر سوار ہو کر دار آخرت کا کوچ کرنا پڑیگا غرضکہ حج کا حال کچھ ایک مشابہ سفر آخرت کے ہی تو ضرور
نظر کر لینا چاہیے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا اس قابل ہی کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہو سکے کیونکہ سفر آخرت آدمی سے بہت ہی قریب ہی کیا معلوم ہی کہ
موت قریب ہی اور اونٹ کی سواری سے پیشتر تابوت پر سوار ہو جاوے اور تابوت کی سواری یقینا ہوگی اور سامان سفر کا مہیا ہو جانا مشکوک امر ہی تو مشکوک
سفر مین احتیاط کرنا اور توشہ اور سواری سے مدد لینی اور یقینی سفر سے غافل رہنا کب بیجا ہی **اور احرام** کے دونون چادرون کے خریدنے کیوقت اپنے کفن کو اور
اسمین اپنے لپٹنے کو یاد کرے کیونکہ احرام کی چادر اور تہمد تو اُسوقت باندھیگا کہ خانہ کعبہ کے نزدیک ہوگا اور کیا عجب ہی کہ یہ سفر پورا نہو اور خدا تعالی سے ملاقات
کفن مین لپٹے ہوئے ہونی بیشک ہی تو جسطرح کہ خدا تعالی کے گھر کی زیارت بدون مخالفت لباس اور ہیئت معمولی کے نہین ہوتی اسیطرح خدا تعالی کی
زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اس صورت کے نہوگی کہ دنیا کے لباس کے مخالف لباس ہو اور احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ بھی ہی کہ سیا ہوا نہ وہ ہوا اور نہ یہ **اور شہر سے نکلنے** مین
یہ جانے کہ مین اپنے اہل و وطن سے جدا ہو کر ایسے سفر مین خدا تعالی کی طرف متوجہ ہوتا ہون جو دنیا کے سفرون کے مشابہ نہین تو اُسوقت اپنے دل مین یہ سوچنا چاہیے کہ مین
کیا ارادہ کرتا ہون اور کہان جاتا ہون اور کسکی زیارت کو متوجہ ہوتا ہون اور یہ سمجھے کہ مین شاہنشاہ کی طرف اُسکی زیارت کرنے والون کے زمرہ مین متوجہ ہون
جو ندا کے ساتھ حاضر ہوئے اور جنکو شوق دلایا گیا تو مشتاق ہو گئے اور جنکو جانے کا حکم ہوا تو علاقون کو قطع کر اور خلقت کو چھوڑ خدا تعالی کے گھر کی طرف جسکی شان
عظیم اور قدر رفیع اور امر فخیم ہی متوجہ ہوئے تاکہ رب البیت کی زیارت کے عوض اُسکے گھر کی زیارت سے دل بہلا دین یہانتک کہ انکو انکی نہایت آرزو یعنی
اور اپنے مولی کے دیدار سے اپنی مراد پا دین اور اپنے ملنے تک توقع رسائی اور قبول کی کرے نہ اسطرح کہ اپنے اعمال پر بھروسا ہو کہ ہم اتنی دور سے گھر بار چھوڑ کر آئے ہین بلکہ خدا تعالی کے

کے فضل پر بھروسا کرے اور چونکہ اُسنے اپنے گھر کے زیارت کرنے والون کے حق مین وعدہ فرمایا ہے تو توقع کرے کہ وہ اپنے وعدہ کو سچا کریگا اور یہ توقع کرے کہ
اگر مین خانہ کعبہ تک نہ پہونچا اور اثناء راہ ہی مین طعمہ اجل ہوا تو خدا تعالیٰ سے ملاقات اسی حال مین ہوگی کہ اُسکے پاس جا رہا ہون کیونکہ وہ خود فرماتا ہے ومن یخرج
من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ اور جنگل مین جسکو میقات تک گھاٹیون کے دیکھنے مین وہ احوال یاد کرے جو
موت کے باعث دنیا سے نکلکر میقات قیامت تک ہونگے اسکے ہر ایک حال کو اُسکی ہر کیفیت سے مناسبت کرے مثلاً رہزنون کی دہشت سے منکر نکیر
کے سوال کی دہشت یاد کرے اور جنگل کے درندون سے قبر کے سانپ بچھو و کیڑے دھیان کرے اور اپنے گھر بار اور اقارب سے علٰحدہ ہونے سے قبر کی وحشت اور
سختی اور تنہائی سوچے غرضکہ اپنے اعمال و اقوال مین جو خوف کرے اُسکو قبر کے خوفون کے لیے توشہ کرے اور میقات پر احرام اور لبیک کہنے سے یہ جانے کہ
لبیک کے معنی یہ ہین کہ خدا تعالیٰ کی پکار پر یہ کہنا کہ مین حاضر ہون تو اُسوقت یہ توقع کرے کہ یہ جواب مقبول ہوا اور خوف کرے کہ کہین یہ نہ کہدیا جاوے
کہ لا لبیک ولا سعدیک اسلیے ضرور ہوا کہ خوف و رجا کے درمیان متردد رہے اور اپنی تاب و طاقت سے علٰحدہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و
کرم پر تکیہ رکھے اسلیے کہ لبیک کہنے کا وقت ہی حج کا شروع ہے اور وہ خطرہ کی جگہ ہے سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
نے حج کیا جب آپ نے احرام باندھا اور سواری پر چڑھ بیٹھے تو رنگ زرد ہوگیا اور لرزہ تمام بدن پر آگیا اتنی طاقت نہ رہی کہ لبیک کہین کسی نے
پوچھا کہ آپ لبیک کیون نہین کہتے فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ کہین مجھکو یون نہ کہا جاوے لا لبیک ولا سعدیک پھر جب آپ نے لبیک کہا تو
بیہوش ہوکر سواری پر سے گر گئے اور حج کے پورا کرنے تک یہی کیفیت آپ کی رہی اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین ابو سلیمان دارانی کے
ساتھ تھا جب اُنھون نے احرام باندھا تو ایک میل تک اسی طرح چلے آئے اور لبیک نہ کہا پھر اُنکو غش آگیا اور افاقہ کے بعد فرمایا کہ اے احمد اللہ تعالیٰ نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ظالمون سے کہدو کہ میرا ذکر کم کرین کیونکہ اُن مین سے جو مجھکو یاد کرتا ہے مین اُسکو لعنت کے ساتھ ذکر کرتا ہون
اے احمد مینے ایسا سُنا ہے کہ جو شخص بوجہ ناجائز حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا لبیک ولا سعدیک حتی ترد ما فی یدیک تو ہم بھی کچھ ڈرتے نہین
اس سے کہ کہین ہمکو بھی نہ کہا جاوے اور لبیک کہنے والا جب میقات مین لبیک پکار کر کہے اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کی پکار کا جواب دیتا ہون کہ اُسنے
فرمایا ہے واذن فی الناس بالحج تو دھیان کرے کہ صور کے پھکنے سے لوگ اسی طرح پکارے جاوینگے اور قبرون سے اُٹھکر میدان قیامت مین جمع ہونگے
اور اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دینگے اور اُنکی بہت سی قسمین ہونگی کوئی مقرب ہونگے کسی پر غصہ ہوگا بعضے مقبول ہونگے اور بعضے مردود اور ابتدا مین
خوف و رجا کے درمیان متردد ہونگے جیسے میقات مین حاجیون کو تردد ہوتا ہے کہ معلوم نہین حج کا پورا کرنا اور اسکا مقبول ہونا میسر ہوگا کہ نہین اور مکہ مین
داخل ہونے کے وقت یہ دھیان کرے کہ اب حرم امن مین پہونچ گیا اور خدا تعالیٰ سے توقع کرے کہ اس مین داخل ہونے کی بدولت عذاب
سے محفوظ رکھیگا اور اس بات کا خوف کرے کہ مبادا قرب کا اہل نہوا تو حرم مین آنے سے گنہگار اور مستحق غضب ٹھہرونگا مگر سب
وقتون مین رجا غالب ہونی چاہیے کہ اُسکا کرم عام ہے اور خانہ کعبہ کی شرافت نہایت بڑی اور آنیوالے کے حق کی رعایت کیا ہی کرتے ہین اور پناہ مانگنے
والے اور دہائی دینے والے کی حرمت تلف نہین کیا کرتے اور کعبہ پر نظر کرنے کے وقت اسکی عظمت دل مین حاضر کرے اور فرض کرے کہ گویا رب البیت
کو دیکھ رہا ہے اور توقع کرے کہ خدا تعالیٰ نے جسطرح اپنے بیت عظیم کا دیکھنا روزی کیا ہے اُسی طرح اپنی ذات پاک کی طرف دیکھنا نصیب کریگا
اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اُسنے ایسے مرتبہ پر پہونچایا اور اپنے پاس آنے والون کے زمرہ مین داخل فرمایا اور اُسوقت یہ بھی دھیان کرے کہ

کہ قیامت میں سب لوگ جنت کی طرف بتوقع اُسمین داخل ہونے کے اسی طرح جھکینگے پھر اُنکے دو فریق ہوجاوینگے کہ بعض کو تو اجازت اندر جانے کی ہوگی اور بعض لوٹا دیے جاوینگے جیسے حاجیون کے دو فریق ہین کہ بعض کا حج مقبول ہی اور بعض کا نامنظور اور جو احوال حج مین پیش آوے اُسکو دیکھکر اُمور آخرت کی یاد سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ حاجیون کے سب حالات پر آخرت کے حالات دلالت کرتے ہین اور کعبہ کے طواف کو نماز تصور کرنا چاہیے اسی لیے دل مین طواف کے وقت تعظیم اور خوف اور رجا اور محبت کو اس طرح حاضر کرنا چاہیے جیسا کہ باب اسرار الصلوۃ مین ہم مفصل لکھ آئے ہین۔ واضح ہو کہ آدمی طواف کی جہت سے اُن مقرب فرشتون کے مشابہ ہوجاتا ہی جو عرش کے گرد جمع ہوکر طواف کرتے ہین۔ اور تم یہ مت خیال کرنا کہ طواف سے مقصود یہی ہی کہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے بلکہ مقصود یہ ہی کہ آدمی کا ذکر دل رب البیت کا طواف کرے یہان تک کہ ذکر کا آغاز اور انجام اُسی پر ہو جیسے طواف کی ابتدا اور انتہا بیت پر ہوتی ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ عمدہ طواف دل کا طواف گرد حضرت الوہیت کے ہی اور خانہ کعبہ عالم ظاہری مین اُس دربار کا نمونہ ہی کیونکہ وہ عالم باطنی مین ہی اور آنکھ سے محسوس نہین ہوتا جیسے عالم ظاہری مین بدن دل کا نمونہ ہی کہ دل عالم غیب مین ہی اور آنکھ سے نہین محسوس ہوتا اور یہ بھی جان لو کہ عالم ظاہری عالم غیب کا زینہ ہی اُس شخص کے حق مین کہ اللہ تعالی یہ دروازہ اُسکے لیے کھول دے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس قول مین کہ بیت المعمور آسمان مین کعبہ کے مقابل ہی اور فرشتے اُسکا طواف اسی طرح کرتے ہین جیسے انسان کعبہ کا طواف کرتے ہین۔ اور چونکہ اکثر خلق کا رتبہ اس جیسے طواف سے قاصر رہے لہذا اپنے مقدور بھر اُن فرشتون کی مشابہت کے لیے اُنکو حکم ہوا اور وعدہ اُنسے ہوگیا کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اُنھین مین سے ہوگا اور جو شخص فرشتون کے سے طواف پر قادر ہی تو وہ ایسا شخص ہی کہ کہ سکتے ہین کہ کعبہ اُس کی زیارت اور طواف کرتا ہے چنانچہ بعض مکاشفہ والون نے بعض اولیاء اللہ کا حال ایسا ہی دیکھا ہی اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالے سے اُسکی طاعت پر بیعت کرتا ہون اور اب ارادہ پختہ کرے کہ اس عہد کو پورا کرونگا کیونکہ جو شخص بیعت مین دغا کرتا ہی مستحق غضب ہوتا ہی حضرت ابن عباس نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی کہ آپ نے فرمایا[۱] الحجر الاسود یمین اللہ عزوجل فے الارض یصافح بہا خلقہ کما یصافح الرجل اخاہ اور پردہ کعبہ کو پکڑنے اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت یہ نیت کرے کہ بیت اور رب البیت کی محبت اور شوق مین قرب کا طالب ہون اور بدن کے لگنے کو برکت جانے اور یہ توقع کرے کہ جو عضو بدن کعبہ سے ملجاوے گا وہ آگ سے محفوظ رہے گا اور پردہ پکڑنے مین یہ نیت ہو کہ طلب مغفرت اور درخواست امان مین الحاح کرتا ہون جیسے کوئی خطاوار جسکا قصور کرتا ہی اُسکے دامن مین لپٹتا ہی اور عفو قصور کے لیے اُسکے سامنے انکسار کرتا ہی اور یہ ظاہر کرتا ہی کہ میرا ملجا اور ماوا بجز تیرے اور کہین نہین اور بدون تیرے کرم اور عفو کے اور کہین ٹھکانا نہین اور اب مین تیرا دامن نہ چھوڑونگا جبتک کہ خطا معاف نہ کردے اور آئندہ کو امن نہ دے دے اور سعی صفا اور مروہ کے درمیان خانہ کعبہ کے چوک کے اندر ایسی ہی کہ جیسے غلام پادشاہ کے محل کے چوک مین باربار آتا جاتا ہو اس نظر سے کہ خدمت مین اپنا خلوص ظاہر کرے اور اس اُمید سے کہ نظر رحمت سے سرفراز ہووے یا جیسے کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہو اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے باب مین کیا حکم کرے گا منظور فرماوے گا یا نامنظور تو دربار کے چوک مین باربار آتا جاتا ہی اس اُمید سے کہ اول دفعہ مین اگر رحم نہ کرے گا تو دوسری بار مین مرحمت فرماویگا سچ ہی ؎ دو باداوگر

[۱] ح-ابوداود-ترمذی- ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲
[۲] ح حجر اسود اللہ عزوجل کا داہنا ہاتھ ہے زمین مین کہ اُس سے اپنی مخلوقات سے مصافحہ کرتا ہی جیسے آدمی اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے ۱۲ یہ حدیث باب دوم مین گذری بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

آید کسے بخدمت شاہ با سوم ہر آئینہ در وے کند بہ لطف نگاہ با اور صفا اور مروہ کے درمیان آمد ورفت کرنے کے وقت یہ خیال کرے کہ
میدان قیامت مین میزان کے دونون پلون کے بیچ مین اسی طرح پھرنا ہوگا صفا کو حسنات کا پلہ سمجھے اور مروہ کو برائیون کا اور پھر خیال
کرے کہ دونون پلون کے درمیان اسیطرح آنا جانا ہوگا کہ دیکھیے کونسا پلہ غالب رہتا ہو اور کونسا مغلوب اور عذاب اور مغفرت مین تردد
ہوگا کہ کس کا مستحق ہوتا ہون اور عرفات پر ٹھہرنے مین جب لوگون کا ازدحام اور آوازون کا بلند ہونا اور زبانون کا اختلاف
اور مشاعر کی آمد و رفت مین ہر ایک فرقہ کا اپنے اپنے امامون کے قدم بہ قدم چلنا نظر پڑے تو یہ یاد کرے کہ میدان قیامت مین بھی تمام
امتین مع انبیا کے اسی طرح اکٹھی ہونگی اور ہر امت اپنے نبی کی پیروی کرے گی اور انبیا کی شفاعت کی طمع کرینگی اور اس میدان مین
قبولیت اور عدم قبولیت کے باب مین حیران رہینگی اور جب آدمی کو عرفہ مین یہ خیال گذرے تو چاہیئے کہ اپنے دل کو انکسار اور اللہ کی
طرف رجوع کرنا لازم کر دے تاکہ فلاح دالون اور مرحوم فرقہ کے ساتھ حشر ہو۔ اور اس جگہ اپنی رجا کو قبول ہی سمجھے کیونکہ یہ میدان شریف ہی
اور رحمت الٰہی دربار جلال سے تمام خلق پر نازل ہوتی ہو اور اُسکے آنے کا ذریعہ دلہاے عزیزین کے اوتادون کے ہوتے ہین
اور یہ میدان ابدال اور اوتاد کے گروہ سے کبھی خالی نہین رہتا اور صالحین کے گروہ بھی اس مین ضرور ہوتے ہین پس جب ان لوگون کی
ہمتین جمع ہو کر انکے دل انکسار و زاری کرتے ہین اور ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلاتے ہین اور گردنین اُسکی طرف کو کھنچتی ہین اور ایک نیت
کے ساتھ طلب رحمت کے لیے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہین تو پھر یہ گمان مت کرنا کہ وہ اپنی اُمید مین محروم رہین اور انکی کوشش بیکار جاوے
بلکہ اُنپر وہ رحمت نازل ہوتی ہی کہ سب کو ڈھانپ لے اور اسیواسطے کہتے ہین کہ بہت بڑا گناہ یہ ہی کہ آدمی عرفات مین موجود ہو کر یہ گمان کرے
کہ خداے تعالیٰ نے میری مغفرت نہین کی اور حج کا راز اور غایت مقصود یہی ہی کہ ہمتون کا اجتماع ہو اور جو ابدال و اوتاد کہ شہرون کے
اطراف سے مجتمع ہوتے ہین اُنکے پاس ہونے کے سبب جمع ہمت مین سہارا ملے۔ غرضکہ رحمت الٰہی کے اُتارنیکا طریق اُسکے برابر اور
کوئی نہین کہ ہمتین اکٹھی ہون اور ایک وقت مین ایک زمین پر دل ایک دوسرے کی مدد کرین اور کنکرون کے پھینکنے مین یہ قصد کرے
کہ غلامی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے لیے امر کی طاعت کرتا ہون اور صرف تعمیل ارشاد کے لیے اُٹھتا ہون بدون اسکے کہ اس فعل مین کچھ
عقل و نفس کا حظ ہو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا قصد کرے کہ اس مقام پر آپکو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تاکہ آپ کے حج
مین کچھ شبہہ ڈالدے یا کسی معصیت مین مبتلا کرے آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اسکے دفع کرنے کو اور اُسکی امید منقطع کرنیکو اُسکو کنکریان مارو
اگر یہ کہو کہ حضرت ابراہیم پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اُسکو دیکھا تھا اسلیے اُسکو مارا تھا اور ہمپر تو شیطان ظاہر ہوتا نہین پھر کنکریون کے مارنے سے
کیا غرض ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ شبہہ شیطان کی طرف سے ہی اور اُسی نے اُسکو تمھارے دل مین ڈالا ہی تاکہ تمھارا ارادہ کنکریان مارنے کا سست پڑجاوے
اور تمھارے خیال مین یہ آوے کہ یہ فعل ایسا ہی جس مین کچھ فائدہ نہین ایک کھیل کی سی صورت ہی اسمین کیون مشغول ہوتے ہیں پس خوب کوشش اور مضبوطی کے
ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکریان مارکر اپنے نفس سے دفع کردو اور جانو کہ ہر چند ہم کنکریان بظاہر پتھر پر مارتے ہین لیکن فی الحقیقت شیطان کے
منھ پر مارتے ہین اور اُسکی پیٹھ توڑتے ہین کیونکہ اُسکی ذلت اسی مین ہی کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم کی بجا آوری کرین جسکی تعمیل میں نفس اور عقل کو کچھ حظ نہین
صرف اُسکی تعظیم ملحوظ ہی اور ہدی کے ذبح کرنے کے وقت یہ جانو کہ یہ فعل بسبب امتثال امر کے باعث تقرب ہی اسیلیے تمام اور اُسکے اجزا کو پورا

دیکھ لینا چاہیے اور یہ توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہر جزو کے عوض مین ہمارے ہر جزو کو آگ سے آزاد کر دیگا کیونکہ وعدہ اسطرح ہوا ہے پس جسقدر ہدی بڑی ہوگی اور اسکے اجزا بہت ہونگے اسیقدر آگ دوزخ سے رہائی کی صورت زیادہ متصور ہے اور مدینہ منورہ کی دیوارون پر جب نگاہ پڑے تو یہ دھیان کرنا چاہیے کہ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا اور اسکو آپکا دار الہجرۃ بنایا یہ وہ مکان ہے جسمین آپنے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور سنن مشروع فرمائے اور اسکے دشمن کے ساتھ جہاد کیا اور اسکے دین کو ظاہر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنی جوار رحمت مین بلا لیا پھر آپ کی قبر اسمین مقرر کی اور آپ کے دو وزیرون کی قبر جو آپ کے بعد بجا آوری حق مین رہے اسمین ٹھہرائی پھر اپنے دل مین تصور باندھو کہ آپ کے قدم مدینہ منورہ مین چلتے پھرتے پڑتے ہونگے اور کوئی پانون رکھنے کی جگہ ایسی نہین جہان آپکے قدم مبارک نہ آئے ہون اس خیال کے بعد جو پانون رکھو وہ وقار اور خوف کے ساتھ رکھو اور سوچو کہ مدینہ پاک مین آپ ہر گلی کوچہ مین نکلتے ہونگے اور پھر رفتار مین آپکی فروتنی اور وقار کا تصور کرو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ کو آپکے دل مین ودیعت رکھی تھی اور آپکے ذکر کو کیسا اونچا کیا کہ اپنے ذکر کے ساتھ آپکا ذکر ملا دیا اور جو شخص آپکی تعظیم نہ کرے گو آپکی آواز پر اپنی آواز ہی اونچی کرنے سے کیون نہو اسکے عمل باطل کر دیے پھر یہ دھیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگون پر بڑا احسان کیا جنھون نے آپکی صحبت پائی اور مشاہدہ جمال اور استماع اقوال سے سعادت حاصل کی اور اپنے حال پر نہایت افسوس کرو کہ یہ دولت ہمکو نہ ملی اور نہ آپکے اصحاب رضی کی صحبت نصیب ہوئی پھر یہ دھیان کرو کہ ہمکو دنیا مین تو آپکی زیارت روزی نہوئی اور آخرت کے دیکھنے مین شبہہ ہے شاید آپکی زیارت نگاہ حسرت ہی سے ہو کہ اعمال بد کے باعث ہمکو قبول نہ فرماوین چنانچہ ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ لوگ میرے سامنے لائے جاوینگے اور وہ کہینگے یا محمد یا محمد ص مین کہونگا کہ الٰہی یہ میرے اصحاب ہین حکم ہوگا کہ تمکو معلوم نہین کہ تمھارے بعد انھون نے کیا نیا کام کیا تب مین کہونگا کہ الگ ہٹو اور دور ہو پس اگر تمنے بھی آپکی شریعت کی توقیر نہ کی ہوگی گو ایک ہی دقیقہ مین کیون نہو تو تم بھی اس بات سے مامون نہین ہو کہ تمھارے اور آپ کے درمیان مین دوری ہو جاوے اور آپکے طریق سے علیحدہ پڑ جاؤ اور باوجود اسکے زیادہ توقع یہی رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اور آپکے درمیان مین دوری نہ ڈالے کہ تمکو ایمان روزی کیا اور آپکی زیارت کے لیے تمکو تمھارے وطن سے اٹھا کھڑا کیا کوئی تجارت یا حظ دنیاوی تمکو مقصود نہ تھا صرف آپکی محبت اور آپکے آثار شریفہ کے دیکھنے کا شوق ہوا اسلیے کہ جب آپکا دیکھنا تمکو نصیب نہوا تو تمھارے نفس نے اسی پر قناعت کی کہ آپکی قبر کی دیوار ہی نظر پڑ جاوے جب خدا تعالیٰ نے یہ سامان تمھارے لیے کر دیے تو اب اسکی رحمت کے شایان یہی ہے کہ تمھاری طرف نظر رحمت سے دیکھے اور جب تم مسجد نبوی مین پہونچو تو یہ دھیان کرو کہ یہ وہ جگہ ہے کہ اسکو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون مین سے اول اور افضل لوگون کے لیے تجویز کیا اللہ تعالیٰ کے فرائض اول اسی مقام مین ادا ہوے یہی زمین ہے جسمین تمام مخلوق سے افضل لوگ حالت حیات مین بھی اور حالت موت مین بھی جمع ہین اسصورت مین ایسی جگہ کے داخل ہونے سے تمکو بڑی توقع کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمپر رحم ہی کریگا پھر مسجد مین خشوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ خطہ پاک اسی بات کا شایان ہے کہ ہر ایماندار دل سے خشوع کا طالب ہو چنانچہ ابو سلیمان نقل کرتے ہین کہ حضرت اویس قرنی نے حج کیا اور مدینہ منورہ مین داخل ہوے جب مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوے تو انسے لوگون نے کہا کہ قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ سنتے ہی غش کر گئے اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھکو یہان سے لے چلو کہ مجھکو وہ شہر اچھا معلوم نہین ہوتا جسمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاک کے اندر ہون آنحضرت صلعم کی زیارت اسطرح کھڑے ہو کر کرنی چاہیے جیسے ہم لکھ آئے ہین اور آپکی زیارت موت کے بعد ایسی ہی کرو جیسے زندگی مین کرتے اور آپکی قبر شریف کے اتنا ہی قریب ہونا چاہیے جیسے آپکے جسم مبارک کے حالت حیات مین قریب ہوتے اور جسطرح کہ آپکے

ا ح - بخاری و مسلم بروایت انس ابن مسعود و غیرہما [illegible]

زندگی مین آپکے جسم پاک کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے مین اختلاف تعظیم اور سوء ادب جانتے بلکہ دور سے کھڑے ہوے آپکی طرف کو مائل رہتے اسی طرح اب بھی کرنا چاہیے کیونکہ زیارات کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا نصاری اور یہود کی عادت ہے اور جان لینا چاہیے آنحضرت کو تمھارے آنے اور کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے اور تمھارا درود و سلام آپکی خدمت مبارک مین پہونچتا ہے پس زیارت کے وقت تم آپکی صورت کریم کو یون خیال کرو کہ تمھارے سامنے لحد مین موجود ہے اور پھر اپنے دل مین آپ کے مرتبہ عظیم کو تصور کرو اور درود و سلام کا آپکو پہونچنا اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آپکی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے وہ آپکو آپکی اُمت کے لوگون کا سلام پہونچایا کرتا ہے اور یہ بات اس شخص کے حق مین ہے جو آپکی قبر شریف پر حاضر نہوا ہو تو جو شخص آپ کی زیارت کے شوق مین قبر کی زیارت پر اکتفا کرنے کے ارادہ سے وطن کو چھوڑ اور جنگلون کو طے کر حضوری مین حاضر ہوگا اُسکا سلام کیسے نہ پہونچیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا تو یہ بدلہ تو صرف زبان سے درود کہنے کا ہے تو جس صورت مین کہ آپ کی زیارت کے لیے تمام بدن سے حاضر ہوا اسکا بدلہ کیسا کچھ ہوگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس آؤ اور یہ خیال کرو کہ آپ منبر پر چڑھے کھڑے ہین مہاجر اور انصار آپ کے گرد حلقہ کیے ہین اور آپ اُنکو اپنے خطبہ مین خدا تعالی کی طاعت پر ترغیب دلاتے ہین اور اللہ تعالی سے درخواست کرو کہ قیامت مین تمھارے اور آپ کے درمیان مین جدائی نہ کرے غرضکہ حج کے اعمال مین دل کا وظیفہ یہ ہے جو مذکور ہوا جب اعمال حج سے سب سے فارغ ہو چکے تو چاہیے کہ اپنے دل پر رنج اور خوف کا التزام کرے اور یہ کہ معلوم نہین کہ ہمارا حج مقبول ہوا اور محبوب لوگون کے زمرہ مین رہے یا حج نامنظور رہا اور نکالے ہوون مین ملائے گئے اور یہ امر اپنے دل اور اعمال سے معلوم کرے یعنی حج کے بعد اگر اپنے دل کو پاوے کہ دنیا سے زیادہ کنارہ کرنے لگا اور انس باللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اعمال شریعت کی میزان کے بموجب سنجیدہ سرزد ہوتے ہین تو قبول ہونیکا اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی اُسی شخص کا حج قبول کرتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے اور جسکو دوست رکھتا ہے اُسکا متولی ہوتا ہے اور اپنی محبت کے آثار اسپر ظاہر کرتا ہے اور اپنے دشمن ابلیس مردود کا دباؤ اُسپر سے ہٹا دیتا ہے تو جب اسطرح کی باتین ظاہر ہونگی تو معلوم ہوگا کہ حج قبول ہوا اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو عجب نہین کہ اس سفر سے آدمی کو بجز مشقت اور سختی کے اور کچھ وصول نہو معاذ اللہ منہا باب اسرار حج تمام ہوا اسکے بعد باب آداب تلاوت مذکور ہوگا والحمد للہ اولا و آخرا و صلی اللہ علی کل عبد مصطفی

آٹھوان باب آداب تلاوت قرآن کے بیان مین

رباعی منظور اگر تجھے ہو قرب یزدان
دیکھ اقرأ وارتق ورتل کی حدیث
ترتیل سے دن رات پڑھا کر قرآن
ہو مرتبے قاری کے ہین تجھپر ہو دن عیان

واضح ہو کہ اللہ تعالی کا بڑا احسان بندون پر یہ ہوا کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنکو صرف بخشا اور اپنی کتاب منزل سے اُنکی گردنون مین طوق منت ڈالا یہ وہ کتاب ہے کہ اُسکے آگے اور پیچھے سے باطل اُسپر نہین آتا اہل فکر کو اُس سے گنجائش ہو گئی کہ اُسکے قصے اور خبرون سے عبرت حاصل کرین اور چونکہ اُس مین تفصیل احکام اور تفریق حلال و حرام کی بخوبی ہے اس نظر سے سیدھے راستے اور طریق عمدہ کا چلنا اُنکو واضح ہو گیا حقیقت مین ضیا اور نور وہی ہے اور اُسی کے باعث مثالہ سے نجات ہوتی ہے اور اُسمین ایمان و تو حید دل کو شفا ہے جبارون مین سے جو اُسکے مخالف ہوا اُسکی کمر اللہ نے توڑ دی اور جس نے اُسکے سوا دوسری کتاب مین علم کو طلب کیا وہ حکم الٰہی سے گمراہ ہوا حبل متین اور نور مبین اور عروۃ وثقی اسکا نام اور قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر پر حاوی ہونا اُسکا کام نہ اُس کے عجائب ختم اور نہ اُس کے غرائب کی کمی

نہایت نہ اہل علم کے نزدیک اُسکے فوائد کی کوئی حد و غایت تلاوت والون کے نزدیک زیادہ پڑھنے سے پُرانی نہین ہوتی بلکہ ہر بار لذت جدید دیتی ہی اور اولین اور آخرین کو وہی ہدایت کرتی ہی یہ وہ کتاب ہی کہ جب اُس کو جنون نے سُنا تو اپنی قوم کی طرف جلد رجوع کیا اور اس طرح انکو خبر دی فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا جو اس پر ایمان لایا وہی صاحب توفیق ہی اور جو اسکا قائل ہو وہی اہل تصدیق جسنے اُسپر تمسک کیا اُسکو ہدایت ملی اور جسنے اُسکے بموجب عمل کیا اُسنے سعادت و فلاح پائی اور از انجا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے باب مین یہ ارشاد فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اور دلون اور مصاحف مین اُسکے محفوظ رہنے کا سبب روز مرہ کی تلاوت اور اُسکے آداب شروط کی رعایت اور اُسمین سبکے اعمال باطنی اور آداب ظاہری کی محافظت ہو اسی نظر سے ان اُمور کا بیان کرنا ضروری ہوا چار فصلونمین یہ سب مقصود بیان کیا جائیگا

فصل اول قرآن مجید اور اُسکے پڑھنے والون کی فضیلت اور اُسکی تلاوت مین قصور کرنے والون کی بُرائی مین اس فصل مین دو بیان ہین۔

بیان اول قرآن مجید کی فضیلت کے ذکر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص قرآن پڑھے پھر یہ جانے کہ کسی کو مجھ سے زیادہ ملا ہوگا تو وہ اُس چیز کو چھوٹا جانیگا جسکو خدا تعالیٰ نے بڑا کیا ہی اور فرمایا کہ قیامت کے روز کوئی شفیع خدا تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے بڑھکر مرتبہ مین نہین کوئی نبی ہی اور نہ فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا شخص اور فرمایا کہ اگر بالفرض قرآن مجید چمڑے مین ہو تو اُسکو آگ نہ لگیگی اور فرمایا افضل عبادۃ امتی تلاوۃ القرآن اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کے پیدا کرنے کے ہزار برس پیشتر سورہ طٰہٰ اور یٰس پڑھی جب فرشتون نے قرآن کو سُنا تو کہا کہ وہ اُمت خوش نصیب ہی جس پر یہ اُتریگا اور خوشحالی ہی اُن دلون کو جو اُسکو یاد کرینگے اور اُن زبانون کو جو اسکو پڑھینگی۔ اور فرمایا خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جس شخص کو قرآن کا پڑھنا مجھ سے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتا ہی مین اُسکو شکر گذارون کے ثواب سے بہتر عنایت کرتا ہون اور فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص مشک اسود کے ٹیلون پر ہونگے نہ اُنکو خوف ہوگا اور نہ اُنسے حساب لیا جاویگا یہان تک کہ لوگون کے درمیان کے معاملے سے فراغت ہو اُنمین سے ایک وہ شخص ہی جسنے قرآن خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پڑھا اور لوگون کا امام ہوا اور وہ اُس سے خوش رہے اور فرمایا اہل القرآن اہل اللہ وخاصتہ۔ اور فرمایا کہ یہ دل لوہے کی طرح سے زنگ کھا جاتا ہی کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُنکی جلا کی کیا چیز ہی فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اور موت کو یاد کرنا اور فرمایا اللہ اشد اذنا الی قاری القرآن من صاحب القینۃ قینتہ۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہین کہ قرآن کو پڑھو اور یہ لٹکے ہوئے قرآن تم کو مغالطہ مین نہ ڈالین یعنی اُسپر بس مت کرو کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہی کہ اللہ تعالیٰ اُس دل کو عذاب نہین کرتا جو قرآن کا ظرف ہو اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہی کہ جب تم علم کا ارادہ کرو تو قرآن کو تحصیل کرو کہ اُس مین اگلون پچھلون کا علم ہی اور یہ بھی اُنھین کا ارشاد ہی کہ قرآن کو پڑھو کہ تمکو اُسکے ہر حرف پر دس نیکیون کا ثواب ملیگا اور مین یہ نہین کہتا کہ الم ایک حرف ہی بلکہ الف ایک حرف ہی اور لام دوسرا اور میم تیسرا۔ اور یہ بھی اُنکا قول ہی کہ تم مین سے جب کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن ہی کی کرے اس لیے کہ اگر قرآن سے محبت رکھتا ہوگا اور قرآن اُسکو اچھا معلوم ہوتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور اگر قرآن سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہوگا۔ اور

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ قرآن کی ہر ایک آیت جنت کا ایک درجہ ہی اور تمھارے گھرون کا چراغ ہی اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہی اُس کے دونون پہلو مین نبوت مندرج ہوجاتی ہی اتنا فرق ہوتا ہی کہ اُس پر وحی نہین آتی - اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاتا ہی وہ گھر کے لوگون پر وسیع ہوجاتا ہی اور اُسکی خیر بہت ہوجاتی ہی اور فرشتے اُس مین آتے ہین اور شیطان اُس سے نکل جاتے ہین اور جس گھر مین قرآن نہین پڑھا جاتا وہ گھر والون پر تنگ ہوجاتا ہی اور اُسکی خیر کم ہوجاتی ہی اور فرشتے اُس مین سے چلے جاتے ہین اور شیطان آموجود ہوتے ہین - اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہین کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی جن چیزون سے تقرب کے طالب تیرا قرب حاصل کرتے ہین اُن مین سے افضل کون سی چیز ہی فرمایا کہ ای احمد سب سے افضل میرے کلام سے تقرب چاہتا ہی مین نے عرض کیا کہ الٰہی سمجھنے کے ساتھ یا بدون سمجھے حکم ہوا کہ دونون طرح سے - اور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب آدمی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سے سنین گے تو یہ معلوم ہوگا کہ گویا پہلے کبھی نہ سُنا تھا - اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ قرآن کے حافظ کو چاہیے کہ بادشاہ سے لیکر ادنیٰ شخصون تک کسی کی طرف اُس کو حاجت نہ ہو بلکہ خلق کے لوگ اُسکے حاجتمند ہونے چاہیین اور بھی اُنکا قول ہی کہ جو شخص قرآن کا حافظ ہی وہ اسلام کا علم بردار ہی اُس کو چاہیے کہ لہو اور سہو اور لغو والون کے ساتھ ان اُمور مین مشغول نہ ہو کہ حق قرآن کی تعظیم اسی بابت کو چاہتی ہی - اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہی تو فرشتہ اُس کی دونون آنکھون کے درمیان بوسہ دیتا ہے - اور عمرو بن میمون کہتے ہین کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد قرآن کھول کر سَو آیتین پڑھے اللہ تعالیٰ اُسکو تمام دنیا والون کے عمل کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہی - اور مروی ہی کہ خالد بن عقبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے سامنے قرآن پڑھیے آپ نے آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک پڑھی اُسنے عرض کیا کہ دوبارہ پڑھیے آپ نے دوبارہ پڑھی اُسنے کہا کہ اسمین تو حلاوت اور ملاحت ہی اسکا نیچے کا حصہ مینہ سا برستا ہی اور اوپر کا حصہ بہت سا ثمرہ رکھتا ہی اور یہ آدمی کا قول نہین ہی - اور حضرت حسن بصری رح کا قول ہی کہ بخدا کہ قرآن سے بڑھکر کوئی تونگری نہین اور نہ اسکے بعد کوئی احتیاج اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص سورۂ حشر کا آخر صبح کے وقت پڑھے اور اُس روز مر جاوے تو شہیدون کی مُہر اُسکے لیے لگے گی اور جو کوئی اُس کو شام کو پڑھے اور اُس رات مین مرے اُسکا بھی یہی حال ہی - اور قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہین کہ مین نے ایک عابد سے پوچھا کہ یہان کوئی ایسا نہین جس سے تمکو انس ہو اُسنے اپنا ہاتھ قرآن مجید کی طرف بڑھا کر اُسکو اپنی گود مین رکھ لیا اور کہا کہ یہ انیس ہی اور حضرت علی رض ارشاد فرماتے ہین کہ تین چیزین ہین جن سے حافظہ زیادہ ہوتا ہی اور بلغم دُور کرتی ہین اوّل مسواک کرنا دوم روزہ رکھنا سوم قرآن پڑھنا

دوسرا بیان غافل شخصون کی تلاوت کی مذمت مین حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہین کہ بہت لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین حالانکہ قرآن اُنکو لعنت کرتا ہی - اور میسرہ نے کہا ہی کہ بدکار آدمی کے پیٹ مین قرآن مسافر اور بیکس ہی اور ابو سلیمان دارانی کہتے ہین کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرین تو دوزخ کے فرشتے بُت پرستون کی بہ نسبت ایسے ہی حافظون کو جلد پکڑینگے - اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہی پھر اور گفتگو اُس مین ملا دیتا ہی پھر پڑھنے لگتا ہی تو اُس سے کہا جاتا ہی کہ تجھکو ہمارے کلام سے

ح ا بیہقی بروایت ابن عباس اخرجہ ابن نصر ولید بن مغیرہ کا ابن نصر خالد بن عقبہ کا

کیا علاقہ۔ اور ابن رباح کا قول ہو کہ مین کلام مجید کو یاد کرکے پچتایا اسلیے کہ مین نے سُنا ہو کہ قیامت مین قرآن والون سے وہ سوال ہوگا جو انبیا علیہم السلام سے ہوگا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ حافظ قرآن کو بہت باتون سے پہچاننا چاہیے اول رات کو جس وقت آدمی سوتے ہون دوم دن کو جس وقت آدمی قصور کرتے ہون سوم اُسکے غم کرنے سے آدمیون کی خوشی کے وقت چہارم اُس کے رونے سے جبکہ لوگ ہنستے ہون پنجم اُس کے سکوت سے جب لوگ ادھر اُدھر کی باتون مین لگے ہون ششم اُسکے خشوع سے جسوقت آدمی تکبر کرتے ہون اور حافظ قرآن کو چاہیے کہ خاموشی اور نرمی زیادہ رکھتا ہو جفا کار اور بات کاٹنے والا اور غل و شور مچانے والا اور سخت نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اُمت کے اکثر منافق قاری ہونگے اور فرمایا کہ قرآن کو اُسوقت تک پڑھ کہ تجھکو بُری باتون سے منع کرے اور جب قرآن کی قرأت تجھکو مانع نہو تو تو اُسکی تلاوت نہین کرتا یعنی ایسا پڑھنا نہ پڑھنے مین داخل ہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص قرآن کے محرمات کو حلال جانے اُسکو قرآن کے ساتھ انس نہین ہوا۔ اور بعض سلف کا قول ہو کہ بندہ ایک سورۃ شروع کرتا ہو اور فرشتے اُسپر دعاے رحمت کرتے ہین یہانتک کہ اُس سورۃ کو تمام کرے اور بعض بندہ سورۃ شروع کرتا ہو اور فرشتے اُسپر لعنت کرتے رہتے ہین یہانتک کہ اُس سے فارغ ہو کسی نے پوچھا کہ یہ صورت کس طرح ہوتی ہو فرمایا کہ جب اُسکے حلال کو حلال جانیگا اور حرام کو حرام تب اُسپر رحمت بھیجتے ہین ورنہ لعنت کرتے ہین اور بعض علما نے فرمایا ہو کہ آدمی قرآن کی تلاوت کرتا ہو اور نادانستہ اپنے آپکو لعنت کرتا ہو یعنی کہتا ہو الا لعنۃ اللہ علی الظالمین حالانکہ اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا وہی ہو اور کہتا ہو الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور خود جھوٹون مین سے ہو اور حضرت حسن بصریؒ کا قول ہو کہ تمنے قرآن کو منزلین ٹھہرائی ہین اور رات کو اونٹ مقرر کیا ہو کہ اُسپر سوار ہو کر اپنی منزلین قطع کرتے ہو اور جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کا فرمان سمجھتے تھے کہ رات کو اُسکے معنی سوچتے تھے اور دن کو اُنکی تعمیل کیا کرتے تھے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہو کہ قرآن لوگون پر اسلیے نازل کیا گیا ہو کہ اُسکے بموجب عمل کرین لوگون نے اُسکے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرالیا ہو کہ ایک شخص شروع سے آخر تک قرآن پڑھ جاتا ہو یہانتک کہ ایک حرف بھی اُس سے نہین رہتا مگر اُسکے بموجب عمل نہین کرتا۔ اور حضرت ابن عمر اور جندب رضی اللہ عنہما کی حدیث مین ہو کہ ہماری اتنی عمر ہوئی ہم مین سے کسی کو ایمان قرآن سے بیشتر مرحمت ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی تو وہ اُس سورۃ کے حلال اور حرام کو سیکھتا اور امر اور زجر سے واقف ہوتا اور جس مقام پر توقف چاہیے اُسکو جانتا پھر ہمنے ایسے لوگ دیکھے کہ اُن مین سے کسی کو قرآن ایمان سے بیشتر ملتا ہو کہ الحمد سے لیکر آخر تک پڑھ جاتا ہو اور یہ نہین سمجھتا کہ اس مین امر اور زجر کی کونسی آیتین ہین اور توقف کس جا مناسب ہو گھاس سی کاٹتا چلا جاتا ہو اور توریت مین آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو کہ اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہین آتی کہ اگر تو راہ مین ہوتا ہو اور کسی تیرے بھائی کا خط تیرے پاس آتا ہو تو راہ سے کنارہ چلکر بیٹھ جاتا ہو اور خط کو پڑھکر ایک ایک حرف پڑھتا ہو کہ اُس مین سے کوئی مطلب تجھ سے نہین رہتا اور مین نے جو تجھپر یہ اپنی کتاب اُتاری تو دیکھ تیرے لیے کیسا قول کو مشرح فرمایا اور کس طرح ایک بات کو کئی کئی دفعہ ذکر کیا اس لیے کہ تو اُس کے طول اور عرض کو سمجھے گا مگر تو اُس سے روگردانی کرتا ہو بھلا مین تیرے نزدیک تیرے کسی بھائی سے بھی گیا گذرا کہ اُسکے خط کو غور سے پڑھے اور میری کتاب کو بے پروائی سے اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آبیٹھتا ہو تو تو اُسکی طرف تمام توجہ التفات کرکے ہمہ تن اُس کی گفتگو سُنتا ہو اور اگر کوئی بول اُٹھتا ہو یا کوئی اور کام تجھکو پیش ہوتا ہو تو تو اُس سے اشارہ کردیتا ہو کہ ٹھہر جاؤ اور کیونکہ مین تیری طرف متوجہ ہون اور تجھ سے باتین کرتا ہون اور تو اپنے دل سے میری طرف سے روگردان کیا

ا ح ر ا حمد بروایت عقبہ بن عامر اور اُس کی اسناد مین ابن لہیعہ ہے ۱۲ ح ۲ طبرانی بروایت عبداللہ بن عمر سند ضعیف ۱۲ ح ۳ ترمذی بروایت صہیب سند ضعیف

میری قدر اپنے نزدیک اپنے کسی بھائی کے برابر بھی نہیں کرتا

دوسری فصل تلاوت کے ظاہری آداب کے بیان میں اور وہ دس ہیں **ادب اول** قاری کے حال میں ہے کہ با وضو اور با ادب وقار کی صورت پر ہو کھڑا ہو یا بیٹھا اور قبلہ رُخ گردن جھکائے ہو نہ چار زانو ہو نہ تکیہ لگائے نہ تکبر کی صورت پر بیٹھا ہو اور تنہا اس طرح بیٹھے جیسے اُستاد کے سامنے بیٹھتے ہیں اور سب حالتوں سے بہتر یہ ہے کہ قرآن کو نماز کے اندر کھڑا ہو کر مسجد میں پڑھے کہ یہ تلاوت افضل اعمال میں سے ہے اور اگر کلام مجید کو بے وضو لیٹ کر پڑھیگا تب بھی ثواب تو لیگا لیکن یہ ثواب نہو گا جو وضو سے کھڑے ہو کر ہوتا اللہ تعالی فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1]۔ اس آیت میں تعریف سب حالتوں کی فرمائی مگر قیام کو اول ذکر فرمایا اُسکے بعد قعود کو اُسکے بعد لیٹنے کو حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نماز کے اندر کھڑا ہو کر کرے اُسکو ہر حرف کے بدلہ میں سو ۱۰۰ نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز کے اندر بیٹھکر قرآن پڑھے اُسکو ہر حرف پر پچاس نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز میں نہو اور وضو سے قرآن پڑھے پچیس ۲۵ کا ثواب پاویگا اور اگر بے وضو پڑھے گا تو دس ۱۰ نیکیاں ملیں گی۔ اور رات کو اگر قیام ہو تو سب میں بہتر ہے کہ رات کے وقت دل کو جمعیت خوب ہوتی ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ سجدوں کی کثرت دن کو ہوتی ہے اور زیادہ کھڑا رہنا رات کو **ادب دوم** قرات کی مقدار کے باب میں کہ بہت اور تھوڑا پڑھنے میں لوگوں کی عادت جُدا جُدا ہے کوئی دن رات میں ایک ختم کرتا ہے اور کوئی دو ۲ اور بعض نے تین ختم تک پہونچادی ہے اور بعض لوگ ایک مہینہ میں ایک ختم کرتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ مقدار قرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف رجوع کیا جاوے کہ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ لَّمْ یَفْقَھْہُ[2]۔ اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھنا تلاوت کما حقہ کا مانع ہے اور حضرت عائشہؓ نے جب ایک شخص کو سُنا کہ قرآن مجید کو بہت جلد پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اس شخص نے نہ تو پڑھا نہ چُپکا رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ ایک ہفتہ میں ایک ختم کیا کرو[3] اور چند لوگ صحابہؓ میں سے ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ ایک ہفتہ میں ختم پڑھا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمان وزید بن ثابت اور ابن مسعود اور ابی بن کعب سب کا یہی دستور تھا غرض کہ ختم کے چار درجے ہیں ایک تو یہ کہ دن رات میں ختم کریں اُسکو تو کچھ لوگوں نے مکروہ جانا ہے اور ایک یہ کہ تیس پارہ دن ایک ایک ہر روز پڑھکر مہینے میں ایک ختم کریں اور یہ قرات گویا بہت ہی کم جیسے اول صورت بہت زیادہ تھی اور ان دونوں کے درمیان میں دو درجے میانہ ہیں ایک تو یہ کہ ہفتہ میں ایک بار ختم کریں اور دوسرے یہ کہ ہفتہ میں دو بار تاکہ تین دن کے قریب میں ایک ختم ہو جاوے۔ اور اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ ایک ختم دن میں پڑھا کرے اور ایک رات کو اور دن والے ختم کو دو شنبہ کے روز صبح کی دو رکعتوں میں یا اُن دونوں کے بعد تمام کیا کرے اور رات کے ختم کو جمعہ کی شب میں مغرب کی دو رکعتوں میں یا اُن کے بعد تمام کیا کرے تاکہ اول روز اور ابتدا شب میں دونوں ختم ہو جاویں اس غرض سے کہ اگر ختم شب کو ہوتا ہے تو فرشتے صبح تک قاری پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اگر دن کو ہوتا ہے تو شام تک یہی حال ہوتا ہے تو ابتدا روز و شب میں ختم سے یہ فائدہ ہے کہ فرشتوں کی برکت تمام دن اور رات کو حاوی ہوگی۔ اور مقدار قرات کی تفصیل یہ ہے کہ اگر پڑھنے والا عابد ہو اور طریق آخرت کو عمل کے ذریعہ سے طے کرنا چاہتا ہے تو اُسکو نہ چاہیے کہ ایک ہفتہ میں دو ختموں سے کم کرے اور اگر دل کے اعمال سے طے کرتا ہو یا علم کے پڑھانے میں مصروف رہتا ہو تو وہ اگر ایک ہفتہ میں ایک ہی ختم پر اکتفا کریگا تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر قرآن کے معانی میں نہایت غور کرتا ہو تو اُسکو ایک مہینہ میں ایک ہی ختم کافی ہے اس نظر سے کہ اُسکو مکرر پڑھنے اور معانی سوچنے کی

[1] وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں ۱۲

[2] جس شخص نے قرآن کو تین روز سے کم میں پڑھا اس نے کچھ نہیں سمجھا

[3] اصحاب سنن بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲

حاجت ہی۔ **ادب سوم** تلاوت کی منزلون کے باب مین کہ جو شخص ہفتہ مین ایک ختم کرے وہ قرآن مجید کی سات منزلین کرلے کہ صحابہؓ نے بھی یہی منازل مقرر فرمائی ہین چنانچہ مروی ہی کہ حضرت عثمانؓ شب جمعہ کو شروع سے لیکر سورۂ مائدہ کے اخیر تک پڑھتے اور شنبہ کی شب کو انعام سے ہود تک اور یکشنبہ کی رات کو سورۂ یوسف سے مریم تک اور دوشنبہ کی شب کو طٰہٰ سے قصص تک اور منگل کی رات کو عنکبوت سے صاد تک اور بدھ کی رات کو زمر سے سورۂ رحمٰن تک اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ واقعہ سے آخر قرآن مجید تک پڑھتے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی سات ہی منزلین کرتے تھے مگر اس طرح نہین اُنکی ترتیب جدا تھی۔ اور کہتے ہین کہ قرآن کی سات منزلین ہین اول منزل سورۂ فاتحہ کی تین سورتون کی دوسری پانچ کی تیسری سات کی چوتھی نو کی پانچوین گیارہ کی چھٹی تیرہ۱۳ کی ساتوین سورۂ قاف سے لیکر آخر تک کی اب ان منازل کو فمی بشوق کہتے ہین کہ ہر حرف شروع منزل کی سورت کا پہلا حرف ہی یعنی ف سے فاتحہ اور م سے مائدہ اور ی سے یونس اور ب سے بنی اسرائیل اور ش سے شعرا اور و سے والصّافات اور ق سے سورۂ قاف صحابہؓ نے اسطرح قرآن مجید کی منزلین کی ہین اور اسی طرح پڑھا بھی کرتے تھے اور اس باب مین ایک حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی اور یہ بات خمس اور عشر اور اجزا کے بننے سے پیشتر سے ہی یہ ساری چیزین بعد کو ایجاد ہوئی ہین۔

ادب چہارم لکھنے کے باب مین مستحب ہی کہ قرآن مجید کو خوشخط اور صاف لکھے اور سرخی سے نقطے اور علامتون کے کرنے کا مضائقہ نہین کہ اسمین زینت اور توضیح اور پڑھنے والون کو غلط پڑھنے سے روکنا ہی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ قرآن مجید مین خمس اور عشر اور جزو کو بُرا جانتے تھے اور شعبی اور ابراہیم سے مروی ہی کہ وہ بھی سُرخی سے نقطے لگاتے اور اُسپر اُجرت لینے کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن کو صاف رکھو اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان لوگون نے جو ان اُمور کو مکروہ کہا تو اسوجہ سے کہ کہین رفتہ رفتہ اور زیادتیان نہ بڑھ جاوین اسلیے گو انمین کچھ خرابی نہ تھی مگر اس راہ کے بند کرنے اور تغیر سے قرآن کے محفوظ رکھنے کو ایسا فرمایا اور جس صورت مین کہ ان اُمور سے کوئی خرابی نہوئی اور سب کے نزدیک یہ ٹھہرا کہ انسے شناخت زیادہ ہوجاتی ہی تو اب انکے استعمال مین کچھ مضائقہ نہین اور انکا نو ایجاد ہونا اس مطلب کا مخل نہین اسلیے کہ اکثر باتین نو پیدا اچھی ہین چنانچہ تراویح کی جماعت کو کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کی ایجاد ہی اور یہ عمدہ ایجاد اور بدعت حسنہ ہی بُری بدعت وہ ہی جو قدیم سنت کی ضد پر ہو اور سنت کو بدلے دیتی ہو۔ اور بعض اکابر کہا کرتے کہ مین نقطے دیے ہوے قرآن مجید مین تلاوت کرلیتا ہون مگر خود اُسپر نقطے نہین لگاتا ہون۔ اوزاعی یحییٰ ابن کثیر سے نقل کرتے ہین کہ قرآن مصحفون مین اول صاف تھا پہلے پہل جو بات نئی پیدا ہوئی یہ تھی کہ ب اور ت پر نقطے دیے اور کہا کہ اسکا مضائقہ نہین کہ یہ قرآن کا نور ہی پھر بعد اُسکے آیتون کی تمامی پر بڑے نقطے ایجاد کیے اور کہا کہ انکا کچھ مضائقہ نہین کہ اس سے آیتون کا سرا معلوم ہوتا ہی پھر بعد اسکے انجام و آغاز کے نشانات پیدا ہوے ابوبکر ہذلی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ مصحف مین اعراب لگانے کیسے ہین انھون نے فرمایا کہ قرآن پر اعراب کا کچھ مضائقہ نہین اور خالد حذاء کہتے ہین کہ مین حضرت ابن سیرینؒ کے پاس گیا اور انکو دیکھا کہ اعراب دیے ہوے قرآن مین تلاوت کرتے ہین حالانکہ اعراب کو بُرا جانتے تھے اور کہتے ہین کہ اعراب حجاج کے نکالے ہوے ہین اور اُسنے قاریون کو بلوایا انھون نے قرآن کے کلمات و حروف گنے اور اُسکے حصے برابر کرکے تیس۳۰ پارون مین تقسیم کیا اور نصف ربع وغیرہ تقسیمین کین **ادب پنجم** کلام مجید کو اچھی طرح ٹھہر کر پڑھنا مستحب ہی کیونکہ ہم عنقریب بیان کرینگے کہ قرارت سے مقصود تفکر ہی پس جب اچھی طرح ٹھہر کر پڑھیگا تو تفکر پر مدد ملیگی اور اسی جہت سے حضرت ام سلمہؓ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کی صفت بیان کی تو کلمہ کلمہ کو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ مین اگر سورۂ بقرہ اور آل عمران

ح ۱۔ ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ح ۲۔ ابوداؤد و نسائی و ترمذی ۱۲

ٹھہر کر پڑھون اور اُنکو سمجھتا جاؤن تو اس سے اچھا جانتا ہون کہ سب قرآن کو جلد جلد پڑھ جاؤن۔ اور یہ بھی اُنھین کا ارشاد ہے کہ مین اگر اذا زلزلت اور القارعہ سمجھکر پڑھون تو اس سے بہتر سمجھتا ہون کہ سورۂ بقر اور آل عمران کو گھسیٹ جاؤن۔ اور مجاہد سے کسی نے پوچھا کہ دو شخص نماز مین کھڑے ہوے اور برابر ہی کھڑے رہے مگر ایک نے سورۂ بقر ہی پڑھی اور دوسرے نے تمام قرآن پڑھا تو ثواب کسکو زیادہ ہوا فرمایا کہ دونون شخصون کو برابر ثواب ہوا اور یاد رکھنا چاہیے کہ ٹھہر کر پڑھنا اسی لیے مستحب نہین ہے کہ اُسکے معنی ہی سمجھے کیونکہ اگر عجمی عربی نہ جانتا ہو وہ قرآن کے معنے کیسے سمجھیگا مگر پڑھنا ٹھہر کر اُسکو بھی مستحب ہے اسلیے کہ ٹھہر کر پڑھنے مین توقیر اور حرمت قرآن کی زیادہ ہے اور جلد پڑھنے کی نسبت اسکا اثر بھی دل مین زیادہ ہوتا ہے۔ ادب ششم قرأت کے ساتھ رونا مستحب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو پڑھو اور گریہ کرو اور اگر رونہ سکو تو رونی صورت بناؤ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خواب مین قرآن مجید پڑھا آپ نے فرمایا کہ صالح یہ تو قرأت ہوئی ہے رونا کہان ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ جب تم سجدہ خدا تعالی کا پڑھو تو سجدہ کرنے مین جلدی مت کرو جب تک کہ گریہ نہ کرلو اگر تم مین سے کسی کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو چاہیے کہ اُسکا دل گریہ کرے اور بتکلف رونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے دل پر حزن موجود کرے کہ رونا غم سے ہی پیدا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قرآن حزن کے ساتھ اترا ہے پس جب تم اُسکو پڑھو تو حزن کیا کرو۔ اور حزن کو دل مین موجود کرنے کی یہ صورت ہے کہ قرآن کی تہدید اور وعید اور عہد و میثاق کو سوچے اور پھر اُسکے اوامر و نواہی مین اپنی کوتاہی کو خیال کرے تو اس سے ضرور ہی حزن اور گریہ آویگا اگر اس تامل پر بھی صاف دل والون کی طرح حزن اور گریہ دل مین نہ موجود ہو تو حزن و گریہ کے نہونے کے لیے رووے کہ یہ نہایت بڑی سختی ہے۔ ادب ہفتم یہ ہے کہ آیات کے حقوق کا لحاظ رکھے یعنے جب آیت سجدہ پر گذرے تو سجدہ کرے یا دوسرے سے سجدہ سنے تو جس وقت پڑھنے والا سجدہ کرے آپ بھی سجدہ کرے بشرطیکہ طہارت رکھتا ہو اور قرآن مجید مین چودہ سجدے ہین اور سورۂ حج مین دو سجدے ہین اور سورۂ ص مین سجدہ نہین اور ادنی درجہ سجدۂ تلاوت کا یہ ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر لگا دے اور کامل سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہکر سجدہ کرے اور سجدے مین ایسی دعا مانگے جو مناسب آیت سجدہ ہو مثلاً جب یہ آیت پڑھے خروا سجدا و سبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون تو سجدہ مین یہ دعا مانگے اللھم اجعلنی من الساجدین لوجھک المسبحین بحمدک و اعوذ بک ان اکون من المستکبرین عن امرک و علی اولیائک۔ اور جب یہ آیت پڑھے ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا تو یون دعا مانگے اللھم اجعلنی من الباکین الیک الخاشعین لک۔ اسی طرح ہر آیت سجدہ کے موافق سجدہ مین دعا پڑھے اور سجدۂ تلاوت مین نماز کی شرطین شرط ہین یعنی ستر عورت اور قبلہ رو ہونا اور کپڑے کا پاک ہونا اور بدن کا حدث اور نجاست سے طاہر ہونا اور جو شخص سجدے کے سننے کے وقت طہارت نہ رکھتا ہو وہ جس وقت طہارت کرے اُس وقت سجدہ کرلے۔ اور بعضون نے سجدۂ تلاوت کے کمال مین یہ کہا ہے کہ ہاتھ اُٹھا کر نیت تحریمہ کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرنے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سر اُٹھانے کے لیے اللہ اکبر کہے پھر سلام پھیرے اور بعض بڑھانے والون نے سجدۂ تلاوت مین تشہد کو زیادہ کیا ہے اور اسکی کچھ اصل معلوم نہین ہوتی بجز اسکے کہ نماز پر قیاس کیا ہو اور اس سجدے کا نماز پر قیاس کرنا بعید ہے کیونکہ یہ سجدے کے لیے حکم ہوا ہے کی جہت سے وارد ہوا ہے تو اس مین لفظ سجدہ ہی کا اتباع چاہیے اور سجدے مین جانے کے لیے اللہ اکبر کہنا البتہ شروع کرنا سبب ہے اسکے سوا اور اُمور مین بعد معلوم ہوتا ہے۔ پھر مقتدی کو چاہیے کہ امام کے سجدہ کرنے کے وقت سجدہ کرے خود اپنی تلاوت کا اقتدا کی حالت مین نکرے

ادب ہشتم یہ ہی کہ جب تلاوت شروع کرے اُس وقت کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین و اعوذ بک
رب ان یحضرون۔ اور قل اعوذ برب الناس اور سورۂ الحمد پڑھے اور ہر سورۃ کے تمام ہونے پر کہتا جاوے صدق اللہ تعالیٰ و بلغ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انفعنا بہ و بارک لنا فیہ الحمد للہ رب العالمین و استغفر اللہ الحی القیوم۔ اور اثناے تلاوت مین جب آیت تسبیح پر گذرے
تو سبحان اللہ واللہ اکبر کہے اور جب دعا اور استغفار کی آیت آوے تو دعا اور استغفار کرے اور جب آیت رجا آوے تو اُسکی درخواست
کرے اور خوف کی آیت پر گذرے تو پناہ مانگے اس سوال و پناہ مانگنے وغیرہ کو زبان سے کہے خواہ دل مین کہے مثلاً یون کہے سبحان اللہ نعوذ باللہ
اللھم ارزقنا اللھم ارحمنا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقر شروع کی تو آپ کسی آیت
رحمت پر نہ گذرے کہ دعا نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت عذاب پر کہ پناہ نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت تنزیہ پر کہ سبحان اللہ نہ کہا ہو۔ اور جب تلاوت سے فارغ ہو
تو وہ دعا پڑھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم کے وقت فرمایا کرتے تھے اور وہ یہ ہے اللھم ارحمنی بالقرآن واجعلہ لی اماما و نورا و ھدی و رحمۃ اللھم
ذکرنی منہ ما نسیت و علمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ آناء اللیل و اطراف النہار واجعلہ لی حجۃ یا رب العٰلمین۔ ادب نہم قرارت کا پکار کر پڑھنا ہے
اور اتنا پکار کر پڑھنا تو بیشک ضروری ہے کہ اپنی آپ سُنے اسلیے کہ قرارت کے معنی یہ ہین کہ آواز کو حروف سے پارہ پارہ کرے تو آواز کا ہونا ضروری
ہے جسکے ٹکڑے ہووین اور ادنیٰ مرتبہ قرارت کا یہ ہے کہ اپنی آپ سُنے اور اگر خود نہ سُنے گا تو ایسی قرارت سے نماز نہوگی اسلیے وہ داخل قرارت نہین باقی رہا
اتنا پکار کر پڑھنا کہ دوسرا شخص سنے تو وہ ایک طرح سے اچھا ہے اور ایک وجہ سے بُرا۔ اور آہستہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ پڑھنے کی فضیلت پکار کر پڑھنے پر اتنی ہے جتنی خفیہ صدقہ دینے کو علانیہ خیرات کرنے پر ہے اور ایک دوسری روایت
ہے کہ قرآن کو پکار کر پڑھنے والا ایسا ہے جیسے علانیہ صدقہ دینے والا اور اسکو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسے خفیہ خیرات کرنیوالا اور ایک حدیث مین عام
ارشاد ہے کہ خفیہ عمل علانیہ عمل سے ستر گنا زیادہ ہے اور اسی طرح یہ ارشاد خیر الرزق ما یکفی و خیر الذکر الخفی اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے
درمیان کی قرارت مین ایک دوسرے پر پکار کر مت پڑھو اور ایک رات سعید بن مسیب نے مسجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین حضرت عمر بن عبد العزیز کو نماز مین پکار کر
کلام مجید پڑھتے سُنا اور آپ خوش آواز تھے حضرت سعید بن مسیب نے اپنے غلام سے کہا کہ اس نمازی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنی آواز کو پست کرو غلام نے کہا کہ
مسجد کچھ ہماری نہین اور اس شخص کا بھی اسمین حق نماز پڑھنے کا ہے مین کیسے منع کرون آپنے با آواز بلند کہا کہ اے نمازی اگر تجھکو اپنی نماز سے خداے تعالیٰ مقصود ہے تو اپنی
آواز پست کر اور اگر خلق مقصود ہے تو وہ خداے تعالیٰ کے یہان تیرے کسی کام نہ آوے گی یہ سُنکر حضرت عمر بن عبد العزیز چپ ہو گئے اور رکعت کو مختصر پڑھ
اور سلام پھیر اپنی جوتیان لیکر مکان کو چلے آئے اور وہ اُس وقت مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ اور پکار کر پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دال ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو سُنا کہ رات کی نماز مین قرآن پکار کر پڑھتے ہین آپ نے اُن کے پڑھنے کو درست فرمایا اور ایک

حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم مین سے کوئی رات سے اُٹھ کر نماز پڑھے تو قرارت پکار کر پڑھے کہ فرشتے اور اُس مکان کے جنات اُس کی قرارت سنتے ہین اور وہی نماز وہ بھی پڑھتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مین سے تین شخصون پر گذرے جنکے حالات مختلف تھے حضرت ابوبکرؓ پر گذرے تو اُنکو دیکھا کہ بہت آہستہ پڑھ رہے تھے آپ نے اُن سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ جس سے مین مناجات کرتا ہون وہ بیشک میری سنتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ پر گذرے کہ وہ پکار پکار کر پڑھ رہے تھے آپ نے اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھون نے عرض کیا کہ مین سوتے شخصون کو جگاتا ہون اور شیطان کو جھڑکتا ہون۔ اور حضرت بلالؓ پر گذرے کہ وہ چند آیتین ایک سورت کی اور چند دوسری کی پڑھ رہے تھے اُنسے جو آپ نے سبب پوچھا تو اُنھون نے عرض کیا کہ مین عمدہ کو عمدہ کے ساتھ ملا رہا ہون آپ نے فرمایا کہ تم سب نے خوب کیا اور بہتر کیا جب خفیہ اور علانیہ دونون کے پڑھنے مین احادیث وارد ہین تو اُن مین تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آہستہ پڑھنا ریا سے بعید تر ہے اور بناوٹ کو اسمین دخل نہین تو جو شخص اپنے نفس پر ریا اور بناوٹ کا خوف رکھتا ہو اُسکے حق مین آہستہ پڑھنا بہتر ہے اور اگر ایسا امر کا خوف نہو اور نہ پکار کر پڑھنے سے کسی دوسرے کے پڑھنے مین خلل ہوتا ہو تو اس صورت مین پکار کر پڑھنا افضل ہے اسلیے کہ اسمین عمل بہت ہے اور اُسکا فائدہ غیر کو بھی پہونچتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو خیر دوسرے کو بھی پہونچے وہ اُس سے بہتر ہے جو ایک ہی کو پہونچے اور ایک وجہ یہ ہے کہ پکار کر پڑھنا قاری کے دل کو ہوشیار کرتا ہے اور اُسکی ہمت کو قرآن مین فکر کرنے کے لیے جمع کر دیتا ہے اور اُسکے کان کو اُسکی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور نیند کو دفع کر دیتا ہے اور پڑھنے کا زور زیادہ ہوتا ہے اور تکان کم کرتا ہے اور یہ بھی اُمید ہوتی ہے کہ کوئی سوتا ہوا آواز سنکر جاگ پڑے تو اُسکی شب بیداری کا باعث پڑھنے والا ہی ہوگا اور بعض اوقات کوئی غافل بیکار آدمی اُسکو دیکھکر خواب غفلت سے ہوشیار ہوتا ہے اور بنحواے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد قاری کی کیفیت اُسکے دل مین اثر کر جاتی ہے اور کچھ کرنیکا مشتاق ہو جاتا ہے پس اگر قاری کی ان نیتون مین سے کوئی نیت ہو تو پکار کر پڑھنا اچھا ہے اور اگر یہ سب نیتین جمع ہو جاوین تو اجر بھی مضاعف ہوگا کیونکہ نیتون کی کثرت سے اعمال بڑھتے ہین اور اُنکا ثواب مضاعف ہوتا ہے مثلاً ایک کام مین دس نیتین ہون تو اسمین دس ثواب ہونگے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ قرآن کو مصحف مین دیکھکر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اسمین آنکھ کا کام اور مصحف کا دیکھنا اور اُٹھانا زیادہ ہے اسی وجہ سے اُسکا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ دیکھکر قرآن پڑھنا سات گنا ثواب رکھتا ہے اسلیے کہ مصحف کا دیکھنا بھی تو عبادت ہے حضرت عثمانؓ کی کثرت سے مصحف مین تلاوت کرتے تھے کہ دو قرآن آپکے پاس پھٹ گئے تھے اور اکثر صحابہؓ کا یہی دستور تھا کہ دیکھکر تلاوت کرتے تھے اور یہ برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن ایسا گذرے جسمین مصحف کو نہ دیکھین مصر کے ایک فقیہ حضرت امام شافعیؒ کے پاس سحر کے وقت آئے اور آپکے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا آپ نے اُس فقیہ سے کہا کہ فقہ نے تمکو قرآن سے روک دیا مجھکو دیکھو کہ مین عشا پڑھکر قرآن اپنے سامنے رکھتا ہون اور صبح تک اُسکو نہین بند کرتا **ادب دہم** قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا اور قرارت کو سنوار کر ادا کرنا مگر حروف کو اتنا نہ کھینچے کہ الفاظ بدل جاوین یا انکے انتظام مین ابتری ہو جاوے بلکہ ایک خوبی اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھے کہ سنت یہی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین زینوا القرآن باصواتکم اور فرمایا ما اذن اللہ لشئ ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن۔ اور فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن بعضے اس حدیث سے یہ مراد کہتے ہین کہ استغنا مقصود ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس سے مراد لہجہ کا سنوارنا اور الحان سے پڑھنا اور لغت والون کے نزدیک صواب کے قریب پچھلے ہی معنی ہین اور مروی ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کا انتظار کرتے تھے وہ دیر کر کے تشریف لائین آپ نے فرمایا کہ دیر کیون ہوئی اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین ایک شخص کی قرارت سنتی تھی کہ اُس سے

زیادہ خوش آواز مین نے نہین سُنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور تشریف لیجا کر اُس شخص کی تلاوت دیر تک سنکر لوٹ آئے اور فرمایا کہ یہ شخص ابوحذیفہ کا مولا ہے خدا کا شکر ہے کہ جسنے میری اُمت مین ایسا شخص کیا۔ اور ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی تلاوت سُنی اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے بہت دیر تک کھڑے رہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اراد ان یقرأ القرآن غضًا کما انزل فلیقرأہ علی قراءۃ ابن ام عبد[2] اور ایکبار آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو فرمایا کہ قرآن مجھکو سُناؤ انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ پر تو اُترا ہی ہے آپ ہی کو سُناؤن آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو دوسرے شخص سے سُنون پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چشم مبارک سے آنسو بہاتے تھے۔ اور ایکبار آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کا پڑھنا سُنا تو فرمایا کہ اس شخص کو آل داؤد کی مزامیر مین سے کچھ عنایت ہوا ہے یہ خبر حضرت موسیٰ اشعری کو پہونچی انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ آپ سنتے ہین تو مین آپکے لیے اور بنا اور سنوار کر پڑھتا۔ اور قاری ہثیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا وہ کہتے ہین کہ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہثیم تو ہی ہے جو قرآن کو اپنی آواز سے سنوارتا ہے مین نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجھکو جزاے خیر دیوے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب جمع ہوتے تو اپنے مجمع مین سے ایک شخص سے کہتے کہ تم کوئی سورت قرآن کی پڑھو اور حضرت عمرؓ حضرت ابوموسیٰ سے کہتے کہ ہمکو ہمارے رب کی یاد دلاؤ حضرت ابوموسیٰ رض آپ کے سامنے یہان تک قرآن پڑھتے کہ نماز کا وقت درمیانی ہونے کو آجاتا اُسوقت لوگ کہتے کہ یا امیر المومنین الصلوٰۃ الصلوٰۃ تو آپ فرماتے کہ ہم کیا نماز مین نہین ہین یعنی یہ ارشاد اشارہ تھا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر کہ فرماتا ہے ولذکر اللہ اکبر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید مین سے ایک آیت سُنیگا وہ اُسکے لیے قیامت مین نور ہوگی اور ایک حدیث مین ہے کہ اُسکے لیے دس نیکیان لکھی جاوینگی اور جب سننے والے کو اتنا ثواب ہوا اور پڑھنے والا اس ثواب کا سبب ہے تو وہ بھی اسمین شریک ہوگا بشرطیکہ اُسکا قصد ریا اور تکلف نہو۔ **تیسری فصل تلاوت کے اعمال باطنی کے ذکر مین** اور وہ دس ہین اول سمجھنا اصل کلام کا یعنی کلام کی عظمت اور بزرگی کو جاننا اور خداے تعالیٰ کے فضل و احسان کو خلق پر سمجھنا کہ اُسنے عرش بریں سے اس کلام کو ایسے درجہ مین اُتار دیا کہ خلق کی سمجھ مین آجاوے تو اب تامل کرنا چاہیے کہ خداے تعالیٰ کی مہربانی خلق پر کتنی ہے کہ جو کلام کہ اُسکی صفت قدیم اور اُسکی ذات کے ساتھ قائم تھا اُسکے معانی کو خلق کی سمجھ مین پہونچا دیا اور وہ صفت حروف و اصوات کے بیچ مین پڑکر کس طرح خلق کو ظاہر ہوگئی حالانکہ حروف و اصوات بشر کے صفات ہین لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہین کہ بدون ذریعہ اپنے صفات نفس کے خداے تعالیٰ کے صفات کو سمجھ سکے اسلیے ان حروف و اصوات کے پیرایہ مین اُس صفت کو کردیا اگر بالفرض کلام الٰہی کے کنہ جلال حروف کے پیرایہ مین چھپی نہوتی تو عرش بھی اُس کلام کے سُننے پر نہ ٹھہرتا نہ خاک کو تاب اُسکے سُننے کی ہوتی بلکہ اُسکی عظمت اور اشعہ نور سے عرش سے فرش تک سب متفرق ہوجاتے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداے تعالیٰ ثابت نہ رکھتا تو اُن کو اُس کے کلام سننے کی تاب نہوتی جیسے پہاڑ کو اُسکی ادنیٰ تجلی کی طاقت نہوئی اور ریزہ ریزہ ہوگیا اور کلام کی عظمت کا سمجھنا بدون ایسی مثالون کے ممکن نہین جو خلق کی فہم کی حد تک ہون اور اسی نظر سے بعض عارفون نے اُس عظمت کو اسطرح تعبیر کیا ہے کہ کلام الٰہی مین سے لوح محفوظ مین ہر حرف کوہ قاف سے بڑا ہے اور سب فرشتے اگر اس بات پر متفق ہون کہ اُسکے ایک حرف کو اُٹھا دین تو انکو اُسکی طاقت نہو یہانتک کہ اسرافیل علیہ السلام جو لوح محفوظ کے فرشتہ ہین آکر اُٹھا لیتے ہین اور اُنکا اُٹھانا بھی خداے تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ اُنکے زور و طاقت سے اللہ تعالیٰ نے اُنکو اُسکے اُٹھانے کی طاقت

[2] ح اسا احمد و نسائی بروایت عمر رضی اللہ عنہ
[3] ح ۹۴. جو شخص چاہے کہ قرآن آہستہ اور اچھی آواز سے پڑھے جیسا اُترا ہے تو اُسکو چاہیے کہ ابن مسعود کی قراءت پر پڑھے
[4] ح ۳۴ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رض
ح ۳۴ شیخین بروایت ابوموسیٰ ... مسلم ... اور البتہ ... کی روایت ... احمد نے بروایت ابوہریرہ ... روایت کیا ہے اور اس کی اسناد مین ضعف اور انقطاع ہے

دے دی ہی اور اُس مین اُن کو مصروف رکھا ہی۔ اور باوجود کلام کے عالی درجہ ہونے کے اُسکے معانی فہم انسان مین پہونچین اور آدمی کم رتبہ ہوکر
اُسکے سمجھنے مین ثابت رہے اُسکے لیے ایک حکیم نے نہایت پاکیزہ وجہ بیان کی ہی اور ایک مثال لکھی ہی جس مین کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہین کیا وہ یہ ہی کہ اُس نے کسی بادشاہ سے استدعا کی کہ انبیا علیہم السلام کی شریعت اختیار کرو بادشاہ نے اُس حکیم سے چند باتین
پوچھین اُنکا جواب حکیم نے ایسا دیا جو بادشاہ کی سمجھ مین آسکے پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا یہ بتاؤ کہ جو کلام انبیا لاتے ہین اُسکو تم دعوی کرتے ہو
کہ آدمیون کے کلام نہین بلکہ خدائے تعالی کا کلام ہی پھر اُس کلام کو آدمی کیسے سمجھتے ہین حکیم نے جواب دیا کہ ہم دیکھتے ہین کہ جب آدمی کسی
چوپایہ یا پرند کو سمجھانا چاہتے ہین مثلاً آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا یا سامنے منھ کرنا یا پشت پھیرنا وغیرہ اور اُنکو معلوم ہی کہ چوپایون کی سمجھ اس بات سے
قاصر ہی کہ جو کلام ہمارے نور عقل سے حسن ترتیب اور انتظام نادر کے ساتھ سرزد ہوتا ہی اُسکو سمجھ لیوین تو اپنے تئین اُنکو بہائم کے درجہ کی طرف اُترنا پڑتا
ہی اور اپنے مقصود کو اُنکے اندر ایسی آوازون سے پہونچاتے ہین جو بہائم کی سمجھ کے مناسب ہون جیسے سیٹی کرنا اور سیٹی بجانا اور اُسی کے
قریب دوسری آوازین جنکو جانور سمجھ سکین اسی طرح آدمی بھی کلام الٰہی کو اُس کی ماہیت اور کمال صفات کے ساتھ سمجھنے سے عاجز ہین تو انبیا کو
اُنکے ساتھ وہی چال چلے جو آدمی چوپایون کے ساتھ برتتے ہین یعنی اُس کلام پاک کو ایسے الفاظ حروف مین بیان کیا جس سے آدمی اُسکی
حکمت کو سمجھ جاوین جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے اُنکے مطالب کو سمجھ لیتے ہین۔ اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف و اصوات مین پوشیدہ رہتے
ہین اسی جہت سے اُن معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب سے کلام کی عظمت کیجاتی ہی تو گویا آواز حکمت کا جسم اور مکان ہی اور حکمت آواز کی
روح اور جان ہی جیسے آدمیون کے جسم روح کے ہونے کے باعث مکرم اور معزز ہوتے ہین اسیطرح کلام کے اصوات و حروف بھی اُن حکمتون
کی جہت سے جو اُنکے اندر ہوتی ہین شرف مقصود ہوتے ہین اور کلام منزلت بلند اور درجہ رفیع رکھتا ہی غالب ہی زبردست حق یا طل مین
حکم جاری کرنے والا حاکم عادل اور گواہ پسندیدہ ہی اسی سے امر ہوتا ہی اور یہی نہی کرتا ہی باطل کو یہ تاب نہین کہ حکمت کے کلام کے سامنے ٹھہرے
جیسے سایہ آفتاب کی شعاع کے سامنے نہین ٹھہرتا اور انسانون کو یہ طاقت نہین کہ حکمت کی تہ کے پار ہوجاوین جیسے اُنکو یہ مقدور نہین کہ اپنی
آنکھون کو جسم آفتاب کے پار کردین لیکن آفتاب کی روشنی سے اُنکو اُسی قدر ملتا ہی کہ جس سے اُنکی آنکھون مین نور آجاوے اور صرف اپنی حاجات
معلوم کرلین غرض کلام کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کوئی بادشاہ ہی جسکا چہرہ معلوم نہین ہوتا اور اُسکا حکم جاری ہی یا آفتاب ہی کہ اُسکی روشنی ظاہر اور
اُسکا عنصر پوشیدہ ہی یا ستارہ روشن ہی کہ بعض اوقات جس شخص کو اُسکی چال سے واقفیت نہین اُسکو بھی اُس سے راہ ملجاتی ہی غرض کلام
نہایت نفیس خزانون کی کلید ہی اور وہ آب حیات ہی کہ جس نے اُس مین سے پیا وہ زندۂ جاوید ہوا اور ایسی دوا ہی کہ جسنے اُسکو نوش کیا
کبھی بیمار نہوا غرضکہ یہ امر جو حکیم نے بیان کیا ہی معنی کلام کے سمجھانے کے لیے ایک شمہ ہی اور اس سے زیادہ بیان کرنا علم معاملہ کے مناسب
نہین اسی لیے اسی قدر پر اقتصار کیا جاتا ہی۔ دوم متکلم کلام کرنیوالے کی عظمت کہ قاری کو تلاوت قرآن کے شروع کرنے کے وقت
دل مین متکلم کی عظمت حاضر کرنی چاہیئے اور یہ جانے کہ جو کچھ مین پڑھتا ہون یہ آدمی کا کلام نہین اور یہ کہ کلام مجید کی تلاوت مین بہت خطرہ ہی
اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا لا یمسہ الا المطہرون۔ اور جس طرح کہ ظاہر جلد قرآن کی اور اُسکے ورق اس بات سے محفوظ ہین کہ آدمی کی جلد بغیر
طہارت اُسکو لگے اسی طرح اُسکے اندر کے معنی بھی بباعث اُسکی عزت و بزرگی کے دل کے اندر بدون ہر طرح کی ناپاکی سے پاک ہونے کے اور نور

تعظیم و توقیر سے منور ہونے کے نہیں آسکتے اور جس طرح کہ ہر ایک ہاتھ جلد مصحف کے چھونے کا شایان نہیں اسی طرح اُسکے حروف کی تلاوت کو بھی ہر ایک
زبان لیاقت نہیں رکھتی اور نہ ہر ایک دل کو اُس کے معانی کے حاصل کرنے کی قابلیت۔ اور اسی جیسی تعظیم کی جہت سے عکرمہ بن ابی جہل
جب قرآن مجید کو کھولتے تو بیہوش ہو جاتے اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہے یہ کلام میرے رب کا ہے **خلاصہ** یہ کہ کلام کی عظمت
سے متکلم کی عظمت ہوتی ہے اور متکلم کی عظمت دل میں نہیں آتی جب تک کہ اُسکے صفات اور بزرگی اور افعال میں فکر نہ کریں پس جب کہ
قاری کے دل میں عرش اور کرسی اور آسمان اور زمین اور اُنکے درمیان کی چیزیں یعنی جن اور انسان اور حیوانات اور درخت آویں اور جانے کہ
ان سب کا پیدا کرنیوالا اور اُنپر قدرت رکھنے والا اور اُنکو روزی دینے والا واحد یکتا ہے اور سب کے سب اُسکے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اُسکے
فضل و رحمت اور عذاب اور سطوت میں متردد ہیں اگر وہ انعام کریگا تو اپنے فضل سے اور اگر عذاب کریگا تو اپنے عدل سے اور اسی کا یہ ارشاد ہے کہ
یہ لوگ بہشت کے لیے ہیں اور مجھکو پروا نہیں اور یہ لوگ دوزخ کے واسطے ہیں اور مجھکو پروا نہیں اور یہ نہایت عظمت اور بزرگی ہے کہ کسی چیز کی پروا
نہو تو ایسی باتوں کے سوچنے سے متکلم کی عظمت دل میں آتی ہے پھر کلام کی تعظیم اسمیں جاگزین ہوتی ہے **سوم** دل کا حاضر ہونا اور حدیث نفس کا نہونا بعض
مفسرین نے یا یحییٰ خذ الکتٰب بقوۃ کی تفسیر میں کہا ہے کہ قوت سے مراد کوشش اور اجتہاد ہے اور کتاب کو کوشش سے لینے کی یہ معنی ہیں
کہ اسکو پڑھنے کے وقت اسی کے لیے ہو رہے اور ہمت کو اُس میں مصروف کردے دوسری چیزوں میں صرف ہمت نہ کرے۔ اور بعض اکابر سے کسی نے
پوچھا کہ جب تم قرآن مجید پڑھتے ہو تو تم اپنے نفس میں کسی چیز کی بات کرتے ہو یا نہیں فرمایا کہ بھلا قرآن سے زیادہ مجھے کوئی چیز پیاری ہے
جسکی بات میں اپنے جی میں کروں اور بعض اکابر سلف کا دستور تھا کہ جب کوئی سورہ پڑھتے اور اُس میں دل حاضر نہوتا تو اُس کو دوبارہ
پڑھتے اور یہ صفت حضور دل کی پہلی صفت یعنی کلام کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ جس کلام کو آدمی پڑھتا ہے اگر اُس کی تعظیم کرے گا تو اُس
سے اُنس حاصل کرے گا اور بشارت کا خواہاں ہوگا اور اُس سے غافل نہوگا اور قرآن مجید میں وہی چیزیں ہیں جن میں اُنس ہو
اور دل لگے بشرطیکہ پڑھنے والا اُسکا اہل ہو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرآن پڑھے وہ دوسری چیزوں میں فکر کرنے سے اُنس کا طالب ہو قرآن
تو خود سیرگاہ اور تماشا کا مقام ہے جو شخص سیر کے مقاموں کا تماشا کرتا ہوگا وہ اُن کے سوا اور چیزوں میں فکر نہ کرے گا چنانچہ کہتے ہیں
کہ قرآن میں میدان اور بستان اور مقصورے اور عروسیں اور دیبا اور گلزار اور سرائیں ہیں اس طرح کہ میم اُسکے میدان ہیں اور
قرآن کے بستان اور رح اُسکے حجرے اور جن سورتوں کے شروع میں سبحان یا سبح یا یسبح ہے اور وہ اُسکی عروسیں ہیں اور ساتوں حم
اُسکے دیبا ہیں اور مفصل سورتیں اُسکے گلزار ہیں اور اُنکے سوا سرائیں ہیں پس جسوقت قاری میدانوں میں داخل ہو اور بوستانوں کے
میوے توڑے اور حجروں میں گھسے اور عروسوں کو دیکھے اور دیبا پہنے اور گلزار کی گلگشت کرے اور سراؤں کی کھڑکیوں میں ٹھہرے تو یہ
باتیں اُسکو دوسری طرف متوجہ نہونے دینگی انھیں میں ڈوبا رہیگا اُسکا دل علیحدہ نہوگا نہ فکر بٹیگا **چہارم** قرات میں تامل کرنا یہ امر
حضور دل کے سوا ہے کہ بعض اوقات تلاوت کرنے والا قرآن کے سوا دوسری چیزوں میں تو فکر نہیں کرتا مگر صرف قرآن اپنی زبان سے
سنتا ہے اُسکو سمجھتا نہیں حالانکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور تامل کرنا ہے اور اسی وجہ سے اُسکو ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہوا ہے کہ اگر ظاہر میں ٹھہر کر
پڑھیگا تو دل میں سوچنا اور سمجھنا ہو سکیگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں سمجھ نہ ہو نہ اُسمیں برکت ہوتی ہے اور نہ جس

تلاوت مین تامل ہو اُسمین بہتری ہوتی ہے۔ اور اگر تلاوت کرنے والا بدون دوبارہ پڑھنے کے معنی مین تامل نہ کرسکے تو چاہیئے کہ دوبارہ پڑھے لیکن امام کے پیچھے ایسا نہ چاہیئے کیونکہ اگر یہ ایک آیت کو سوچتا رہیگا اور امام دوسری آیت مین مشغول ہوجاوے گا تو بُرا کریگا اور اُس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص اُسکے کان مین بات کہے اور یہ ایک ہی لفظ سے تعجب کرنے لگے اور اُسکی باقی گفتگو کچھ نہ سمجھے اور یہی حال ہے اگر امام رکوع مین ہو اور یہ اُسکی پڑھی ہوئی آیت مین فکر کررہا ہو بلکہ جس رکن مین جاوے اور جو کچھ پڑھے اُسی کو سوچے دوسری بات سوچنا داخل وسواس ہے چنانچہ عامر بن عبد قیس سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجھکو نماز مین وسواس ہوا کرتا ہے لوگون نے کہا کہ دنیا کے معاملات کا وسوسہ ہوتا ہے فرمایا کہ دنیا کے وسوسون سے تو مین اپنے حق مین اُسکو بہتر جانتا ہون کہ نیزون کی بھالین میرے وار پار کردی جاوین بلکہ وہ یہ صورت ہے کہ میرا دل اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے مین لگ جاتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہان سے کیسے پھرون۔ تو دیکھو کہ اُنھون نے اُسکو بھی وسواس جانا اور واقع مین اس اعتبار سے وسواس ہے کہ جس رکن مین آدمی ہو اُسکو سمجھنے نہین دیتا اور شیطان ایسے لوگون پر بدون اس صورت کے قابو نہین پاتا کہ اُنکو کسی دینی ضرورت مین مشغول کردے اور جو افضل بات ہے اُس سے روک دے اور جب یہ معاملہ حضرت حسن بصری کے سامنے مذکور ہوا تو فرمایا کہ اگر تم انکا یہ حال سچ کہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان نہین کیا اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بیس[2] دفعہ اُسکو دہرایا اور اتنی دفعہ پڑھنے کی یہی وجہ تھی کہ آپ اُسکے معانی مین فکر کرتے تھے۔ اور حضرت ابوذر رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ہمکو نماز پڑھائی اور تمام رات ایک ہی آیت کو مکرر پڑھتے رہے اور وہ یہ آیت ہے ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ اور تمیم داری نے ایک رات اس آیت مین بسر کردی تھی ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم ساء ما یحکمون اور سعید بن جبیر نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کردی وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک سورۃ شروع کرتا ہون اس مین بعض بات ایسی مشاہدہ کرتا ہون کہ صبح تک کھڑا رہتا ہون وہ سورت پوری نہین ہوتی۔ اور بعض اکابر یہ فرمایا کرتے کہ جتنی آیتین مین نہین سمجھتا اور ان مین میرا دل نہین ہوتا اُن مین ثواب نہین جانتا۔ اور ابو سلیمان دارانی سے منقول ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین ایک آیت پڑھتا ہون اور چار یا پانچ شبین اُسی مین بسر ہوجاتی ہین اگر مین خود اُس مین فکر کرنا نہ چھوڑون تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آوے اور بعض اکابر سلف سے منقول ہے کہ وہ سورۂ ہود مین چھ مہینے رہے اُسی کو مکرر پڑھا کیے اور اُس مین فکر کرنے سے فرصت نہ ملی اور بعض عارف فرماتے ہین کہ میرا ختم ایک تو ہفتہ وار ہے اور ایک ہر مہینہ مین اور ایک ہر سال مین اور ایک وہ ہے کہ تیس برس سے مین نے شروع کیا ہے ابھی تک اُس سے فارغ نہین ہوا یعنی جس قدر تفکر اور تفتیش زیادہ ہو اُسی قدر مدت ختم کی بڑھتی ہے اور یہ بھی اُن بزرگ کا قول تھا کہ مین نے اپنے نفس کو مزدور کے قائم مقام کر رکھا ہے اسی لیے مین روزینہ پر بھی کام کرتا ہون اور ہفتہ وار بھی اور مشاہرہ اور سالانہ کے اعتبار سے بھی۔ تفہیم چہارم تفہیم ہے یعنی ہر آیت سے جو مضمون اُسکے لائق ہو اُسکو نکالے کیونکہ قرآن مین ذکر اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کا اور ذکر انبیا کے احوال اور اُنکے مکذبین کے حالات کا ہے اور یہ امر کہ وہ کس طرح ہلاک کردیے گئے اور ذکر خدا تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کا اور ذکر جنت و دوزخ کا ہے صفات کی آیتین یہ ہین کہ مثلاً ارشاد ہے لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر۔ اور فرمایا الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر پس ان اسما اور صفات کے

حج ابوذر ... روایت ابن ماجہ ... ضعیف ... ابن ماجہ ۱۲ ... سمجھ کر ... سورت ... حکمت ... خیال ... والا سرار ... سمجھنے مین ... کیا حکم ... صبح ... سورت ... لائیے ... کام ایک ساآن کا جینا اور مرنا برا ہے جو حکم کرتے ہین ۱۲ ... اور تم الگ ہوجاؤ اے گنہگارو ۱۲ ... نہین ہے اسکی طرح کا کوئی اور وہی ہے سننے دیکھنے والا ۱۲ ... بادشاہ پاک ذات ہر عیب سے سالم امن دینا پناہ مین لینا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا ۱۲

معنون مین تامل کرے تاکہ اُنکے اسرار واضح ہون کہ ہر ایک کے اندر بہت معانی مدفون ہین اور بجز توفیق یافتہ شخصون کے اور کسی کو معلوم نہین ہوتے
اور اسی کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہو اپنے اس قول مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات مجھکو خفیہ ایسی نہین بتائی کہ لوگون
سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت کر دیتا ہو پس اس فہم کی طلب کا حریص ہونا چاہیے جس کو
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو شخص اولین و آخرین کے علم کا ارادہ کرے اُسکو چاہیے کہ قرآن مجید کے
علم کی بحث کرے اور علوم قرآن مین سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کے اندر ہین کہ اکثر لوگون کو انھین سے وہی باتین دریافت ہوئی
ہین جو اُنکے فہم کے لائق ہین اُنکی تہ کو نہین پہونچے اور **افعال** اللہ تعالیٰ کے یہ ہین کہ آسمان اور زمین وغیرہ کا پیدا کرنا اور مارنا اور جلانا وغیرہ
تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ ان افعال سے خدا تعالیٰ کے اسما اور صفات سمجھے اسلیے کہ فعل فاعل پر دلالت کیا کرتا ہو اور فعل کی عظمت سے
اُسکے فاعل کی عظمت معلوم ہوتی ہو اسلیے یہ چاہیے کہ فعل مین فاعل کا مشاہدہ کرے صرف فعل ہی کا لحاظ نہ رکھے کہ جو کوئی حق کو پہچانتا ہو وہ اُسکو
ہر چیز مین دیکھتا ہو کیونکہ ہر چیز اُسی سے ہو اُسی کی ذات سے قائم اور اُسی کی ملک تو واقع مین ہمہ اوست کا یہ مضمون ہو اور جو شخص اُسے نہ دیکھے
ہو ہر چیز مین اُسکو نہین دیکھتا اُسنے گویا اُسکو پہچانا ہی نہین اور جس نے اُس کو پہچان لیا ہے اُس نے یہ جان لیا ہو کہ سوا خدا تعالیٰ کے
ہر چیز باطل ہو اور بجز اُسکی ذات کے ہر ایک چیز فانی ہو یہ نہین کہ ثانی الحال باطل ہو جاویگی بلکہ اگر اُس کے وجود کو اُسکی ذات کے اعتبار سے
دیکھین تو بالفعل باطل ہو ہان اگر اُسکے وجود کو اس لحاظ سے دیکھین کہ وہ خدا تعالیٰ کے باعث اور اس کی قدرت کی جہت سے موجود ہو تب
البتہ اُسکو تبعیت کے طور پر ثبات ہوگا اور مستقل ہو کر تو صرف باطل ہو اور یہ امر علم مکاشفہ کا آغاز ہو اور اسی وجہ سے تلاوت کرنے والے کو
چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ کے یہ ارشاد پڑھے افرأیتم ما تحرثون افرأیتم ما تمنون افرأیتم الماء الذی تشربون افرأیتم النار التی تورون ۔ تو اپنی نظر کو
آگ اور پانی اور کھیتی اور منی پر کوتاہ نہ کرے بلکہ انکا سب حال سوچے مثلاً منی مین تامل کرے کہ وہ نطفہ ایک ہی اجزا کا تھا اُسکی ہڈیان اور
گوشت اور رگین اور پٹھے کیسے بنے اور اعضا مختلف شکلون کے سر اور ہاتھ اور پانون اور جگر اور دل وغیرہ کس طرح ہو گئے پھر اُس مین
صفات عمدہ سننے دیکھنے عقل وغیرہ کے اور برے اخلاق مثل غضب و شہوت اور کفر اور جہالت اور انبیا کا جھٹلانا اور جدل کرنا کیونکر
پیدا ہو گئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین ۔ تو ان عجائب مین تامل کرے ان سے
ایک اور عجب العجائب کی طرف ترقی کر جاوے اور وہ صفت ہو کہ جس سے یہ عجائب صادر ہوے ہین غرضکہ مدام جب فعل کو دیکھے اُس سے فاعل
کی طرف نظر کرے اور انبیا کا احوال جب سُنے کہ وہ کس طرح جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے اور ان مین سے بعض جان سے مارے گئے تو اس سے
خدا تعالیٰ کی بے پروائی سمجھے کہ اُسکو نہ رسولون کی حاجت ہو نہ اُنکی جن کے پاس رسولون کو بھیجا ہو اور اگر وہ سب کو ہلاک کر دے تو اُسکی
سلطنت مین کچھ اثر نہ ہوگا اور جب انبیا کی مدد کا حال انجام کو سُنے تو یون سمجھے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہو اور حق کی مدد کیا کرتا ہو اور مکذبین کا حال
مثل عاد و ثمود کے جب سُنے کہ اُنپر کیا گذرا تو اُس سے خدا تعالیٰ کی سطوت اور انتقام سے ڈرے اور اپنے نفس کے باب مین اُن حالات
سے عبرت حاصل کرے کہ اگر مین غافل رہونگا اور بے ادبی کرونگا اور اس مہلت چند روزہ پر پھولونگا تو کیا عجب ہو کہ مجھپر بھی ایسا ہی عذاب نازل
ہو اور وہی حکم نفاذ پاوے اور ایسا ہی سوچنا اُسوقت چاہیے کہ جنت اور دوزخ کا وصف سُنے یا اور کوئی قرآن مین کا حال گوش زد ہو

سنہ ۱ ۔ بھلا دیکھو تو جو بوتے ہو ۱۲ سنہ ۲ بھلا دیکھو تو جو پانی ٹپکاتے ہو ۱۲ سنہ ۳ بھلا دیکھو تو پانی جو پیتے ہو ۱۲ سنہ ۴ بھلا دیکھو تو آگ جو سلگاتے ہو ۱۲

سنہ ۵ ۔ کیا نہین دیکھا آدمی نے کہ ہم نے اُس کو بنایا ایک بوند سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے والا بولتا

اسلیے کہ جتنی باتین اُس مین سے سمجھی جاتی ہین اُنکا بالاستیعاب لکھنا ناممکن ہی اسوجہ سے کہ کوئی اُنکی حد نہین ہر بندہ کو جسقدر نصیب ہوا اُسکا اُسقدر ملتا ہی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اور ایک جا ارشاد فرمایا قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ اور اُس کی انتہا نہونے کی جہت سے حضرت علی رضی نے فرمایا ہی کہ اگر مین چاہون تو الحمد کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دون۔ اور ہمنے جو ذکر کیا ہی اُس سمجھنے کے طور پر تنبیہ کردی ہی تاکہ اُسکی راہ کھلے ورنہ اُسکے پورا بیان کرنے کی طمع نہین ہوسکتی اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین مین ادنی درجہ کی سمجھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ اُن لوگون مین داخل ہوگا جنکے باب مین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ومنہم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم اور جو پردہ موانع ہین جنکو ہم ذیل مین لکھتے ہین۔ اور بعضون کا قول ہی کہ آدمی مرید نہین ہوتا جب تک کہ جس چیز کو چاہے قرآن مین نہ پالے اور نقصان کو فائدہ سے تمیز نہ کرے اور مولی کے سبب بندون سے بے پروا نہو جاوے۔ **ششم**۔ فہم کے موانع سے یکسو ہونا کہ اکثر لوگ جو قرآن کے معانی سمجھنے سے باز رہے اُسکا سبب یہی ہی کہ شیطان نے اُنکے دلون پر اسباب ورحجاب ایسے ڈال دیے ہین کہ قرآن کے عجائب اُنکو نہین سوجھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی الملکوت۔ اور معانی قرآن کے بھی ملکوت مین داخل ہین اور جو چیز حواس سے غائب ہی اور بدون نور عقل کے نہین معلوم ہوتی وہ ملکوت مین سے ہی اور قرآن کے معانی ایسے ہی ہین اور سمجھنے کے حجاب چار ہین پہلا یہ کہ ہمت اس بات کی طرف مصروف ہو کہ حروف کو مخرج سے نکالنا چاہیے اور اس بات کا متولی ایک شیطان ہی جو قاریون پر معین ہی اسلیے کہ اُنکو معانی قرآن کے سمجھنے سے اور طرف پھیر دے تو وہ قاریون کو اسی بات پر آمادہ کرتا ہی کہ حروف کو مکرر ادا کرین اور اُنکے خیال مین بسا دیتا ہی کہ ابھی یہ حرف اپنے مخرج سے نہین نکلا تو جس صورت مین کہ قاری کا تامل صرف حروف مخارج ہی پر منحصر ہو تو اُسکو قرآن کے معانی کہان واضح ہونگے اور جو شخص شیطان کے اس چھپے دھوکے مین آجاتا ہی وہ اُس کا بڑا ہی مسخرہ بنتا ہی۔ **دوسرا** یہ کہ کسی مذہب کو سنکر اُسکا مقلد ہو گیا ہو اور اُس کی تعریف کرتا ہو اور اُسکے دل مین اُسکی پیچ صرف سنی ہوئی بات کے اتباع سے جم گئی ہو یہ نہین کہ بصیرت اور مشاہدہ سے دیکھکر اُسکی پیچ کرتا ہو ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہی کہ اپنے اعتقاد کی زنجیر مین مقید رہتا ہی کہ وہ اُسکو ٹلنے نہین دیتی اسی لیے اُسکے دل مین بجز اُسکے اعتقاد کے اور چیز خطور نہین کرتی اُسکی نظر صرف اپنی سنی ہوئی بات پر موقوف ہوتی ہی اور اگر کوئی چمک دور سے ہو جاتی ہی اور کچھ معنی اُسکے اعتقاد کے خلاف ظاہر ہوتے ہین تو شیطان تقلید اُسپر حملہ کرتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ بات تیرے دل مین کیسے گذری یہ تو تیرے اکابر کے عقیدون کے خلاف ہی پس وہ شخص اُن معنون کو شیطان کا فریب جانکر اُس سے دوری کرتا ہی اور اُس جیسے معانی سے احتراز کرتا ہی اور اسی وجہ سے صوفیہ کرام فرماتے ہین کہ علم حجاب ہی اور علم سے اُنکا مقصود اُن عقائد کا علم ہی جنپر اکثر لوگ صرف تقلید کی جہت سے چلے جاتے ہین یا مذہب کے متعصبون نے کلمات جدل لکھکر اُنکو سکھلا دیے ہین ورنہ علم حقیقی جو کشف اور نور بصیرت کا مشاہدہ ہوتا ہی وہ کسطرح حجاب ہوسکتا ہی منتہاے مطلوب تو وہی ہی اور یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہی اور اس صورت مین مانع فہم ہی جیسے کوئی عرش پر مستوی ہونے کے باب مین جگہ پکڑنا اور ٹھہرنا اعتقاد کرے پس اگر صفت قدوسیت مین اُسکے دل مین یہ بات گذرے کہ جتنی باتین خلق پر ہوسکتی ہین وہ سب ایسی پاک ہین تو اُسکے دل مین تقلید اس بات کو جمنے نہ دیگی اور اگر بالفرض جم جاوے تب تو اُس سے دوسرا کشف اور [illegible]

مگر مقلد اس امر کو اپنے دل سے بوجہ اپنی تقلید باطل کے جلد دُور کر دیتا ہے۔ اور بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہے اور وہ بھی فہم اور کشف کی مانع ہوتی ہے اسلیے کہ جسمیں حق کے اعتقاد کرنے کا خلق کو حکم ہوا ہے اُسکے بہت سے مراتب اور درجے ہیں اور اُسکا ایک مبدا ظاہری ہوتا ہے اور ایک تہ باطنی اور جب طبیعت ظاہر پر جم جاتی ہے تو باطن کو تہ تک پہونچنے کی مانع ہوا کرتی ہے جیسا کہ علم ظاہر اور باطن کے فرق بیان کرنے میں ہمنے باب قواعد العقائد میں ذکر کیا ہے تیسرا حجاب یہ ہے کہ کسی گناہ پر مصر ہو یا کبر کے ساتھ موصوف یا دنیا کی خواہش میں کچھ مبتلا ہو کہ یہ چیزیں دل کی تاریکی اور زنگ کی موجب ہوتی ہیں اور انکا حال ایسا ہے جیسے آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر ٹھیک ٹھیک عکس اُسمیں نہیں پڑتا اسیطرح دل پر اگر یہ چیزیں ہوتی ہیں تو امر حق کی تجلی اُسمیں صاف نہیں ہوتی اور حجاب دل کے لیے سب میں بڑا ہے اور اسی سے اکثر لوگ محجوب ہو گئے اور جسقدر کہ شہوات کا انبوہ دل پر زیادہ ہوگا اسی قدر معانی قرآن پر زیادہ حجاب اسکی طرف سے ہوگا اور جسقدر دنیا کا بوجھ دل پر ہلکا ہوگا اُسیقدر معانی کی تجلی نزدیک آجاویگی اسلیے کہ دل مثل آئینہ کے ہے اور شہوات مثل زنگ کے اور معانی قرآنی مثل اُن صورتوں کے ہیں جنکا عکس آئینہ میں پڑتا ہے اور دل سے ریاضت یعنی شہوات کو دور کرنا ایسا ہے جیسے صیقل گر آئینہ کو جلا کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میری اُمت دینار و درہم کو بڑا جانیگی تو اُس میں سے اسلام کی ہیبت جاتی رہیگی اور جب اچھی بات کا امر کرنا اور بُری بات سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے محروم رہینگے حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ علم قرآن سے محروم رہینگے اور اللہ تعالیٰ نے فہم اور تذکرہ میں انابت کو شرط فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب اور فرمایا وما یتذکر الا من ینیب اور فرمایا انما یتذکر اولوا الالباب۔ تو جو کوئی دنیا کے دھوکے کو آخرت کی نعمت پر اختیار کرے وہ صاحبان عقل سے نہیں اور اسی وجہ سے اسرار قرآنی منکشف نہیں ہوتے چوتھا حجاب یہ ہے کہ کوئی تفسیر ظاہر پڑھ لی ہو اور یہ اعتقاد کر لیا ہو کہ جو کچھ حضرت ابن عباس اور مجاہد رض نے کلمات قرآن کی تفسیر بیان کی ہے درست ہے اُنکے بیان کے سوا کلمات کے اور کچھ معنی نہیں جو اُنکے سوا معنی کہے وہ قرآن کو اپنی عقل سے بیان کرتا ہے جسکی شان میں یہ وارد ہے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ سے تلاش کرلے تو یہ بھی ایک حجاب ہے اور چوتھی فصل میں ہم بیان کرینگے کہ راے سے تفسیر کرنے کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ یہ امر حضرت علی رض کے ارشاد کے خلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن میں سمجھ عنایت کر دیتا ہے اور ایک یہ کہ اگر معنی ظاہری اور منقول ہی ہوا کرتے تو آدمی اُسمیں اختلاف ہی کیوں کرتے ۵ تخصیص خاص کرنا اور اسکی صورت یہ ہے کہ قرآن میں کے ہر خطاب میں فرض کرلے کہ میں ہی مقصود ہوں یعنی اگر امر اور نہی سُنے تو فرض کرے کہ حکم مجھکو ہوا ہے اور مجھی کو منع کیا گیا ہے اسی طرح اگر وعدہ اور وعید سُنے اُنکو اپنے حق میں فرض کرے اور اگر پہلے لوگوں اور انبیا کے قصے سُنے تو جانے کہ قصے مقصود نہیں بلکہ ان سے عبرت حاصل کرنی منظور ہے اور یہ غرض ہے کہ اُنکے درمیان میں جو کچھ اپنی حاجت کی بات ہو اُسکو اختیار کرلینا چاہیے کیونکہ قرآن مجید کے جتنے قصے ہیں اُنکے مضامین سے کچھ نہ کچھ فائدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اُمت کے حق میں ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما نثبت بہ فوادک۔ تو تلاوت کرنے والے کو فرض کرلینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبیوں کا حال اور ایذا پر اُنکا صبر کرنا اور خدا تعالیٰ کی مدد کے انتظار میں جمے رہنا بیان فرمایا ہے اس سے ہمارے دل کا ثابت رکھنا چاہتا ہے اور اسے فرض کرنے اور تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے نہیں اترا بلکہ وہ تمام عالموں کے لیے شفا اور ہدایت اور نور اور رحمت ہے اور اسلیے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو نعمت کتاب کا شکر کرنیکا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے واذکروا نعمۃ اللہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہ۔ اور فرمایا لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم افلا تعقلون۔ اور فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم

شفا ۱۔ سمجھانے کو اور یاد دلانے کو اس بندے کو جو رجوع رکھے ۱۲ ... یاد دہانی ... عقل ۱۲ ... اور یاد وہ ... احسان ... آسمانی کتاب اور حکمت کی باتیں کر کر سمجھاتا ہے ... [illegible]

اور فرمایا کذلک یضرب اللہ للناس امثالہم اور فرمایا واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم۔ اور فرمایا ہذا بصائر للناس وہدی ورحمۃ لقوم یوقنون۔ اور فرمایا ہذا بیان للناس وہدی وموعظۃ للمتقین۔ اور جبکہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ خطاب سے سب لوگ مقصود ہیں اور قاری بھی انھیں میں سے ہی تو بیشک خطاب میں شریک ہوگا اسلیے اُسکو فرض کرنا چاہیے کہ اس خطاب سے میں مقصود ہوں اللہ تعالی فرماتا ہی واوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن پہونچا تو گویا خدا تعالی نے اُس سے کلام کیا۔ اور تلاوت کرنے والا جب اپنے آپ کو مخاطب سمجھے تو اپنا عمل صرف سرسری پڑھ لینا مقرر نہ کرے بلکہ اُسکو اسطرح پڑھے جیسے غلام اپنے آقا کا پروانہ پڑھے جس میں اُسنے لکھا ہو کہ اُسکو سوچ سمجھکر اُسکے بموجب کاربند ہونا اور اسی جہت سے بعض علمانے فرمایا ہی کہ یہ قرآن ہمارے رب کی طرف سے خطوط عہد و پیمان کے ساتھ آئے ہیں کہ اُنکو نمازوں میں ہم سمجھیں اور تنہائیوں میں اُنپر واقف ہوں اور طاعات میں اُنکی تعمیل کریں۔ اور حضرت مالک بن دینار کہا کرتے کہ اے قرآن والو قرآن نے تمھارے دلوں میں کیا بویا ہی قرآن مومن کے حق میں بہار ہی جیسے زمین کے حق میں مینھ بہار ہوتا ہی اور قتادہ رضہ نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے قرآن کی ہمنشینی کی وہ یا فائدہ ہی لیکر اُٹھا یا گھٹی کھاکر کیا اللہ تعالی فرماتا ہی ہو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظلمین الا خسارا ششم متاثر ہونا یعنی جس طرح آیتیں مختلف مضامین کی آتی جاویں اسی طرح دل میں مختلف آثار ہوتے جاویں اور جس مضمون کو حزن اور خوف اور رجا کے لیے سمجھے اُسی حالت اور کیفیت سے دل موصوف ہوجاوے اور جب کہ آدمی کی معرفت کامل ہوگی تو اُسکے دل پر اکثر خوف غالب ہیگا کیونکہ آیات قرآنی میں تضییق بہت ہی مثلاً ذکر رحمت ومغفرت کو ایسی شرطوں سے وابستہ پاوگے کہ عارف اُنکے حاصل کرنے سے قاصر ہو دیکھو مغفرت کے باب میں چار شرطیں ذکر فرمائیں وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی۔ اور فرمایا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اس میں بھی چار شرطیں ارشاد فرمائیں اور جس جگہ مختصر فرمایا وہاں ایک شرط ایسی لگادی ہی کہ وہ سب کی جامع ہو مثلاً فرمایا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین کہ رحمت کے لیے احسان کی شرط لگادی ہی کہ وہ سب کی جامع ہو اسی طرح اگر کوئی قرآن کو اول سے آخر تک ڈھونڈھے تو ایسے ہی مضامین بہت پاوے گا اور جو شخص اس بات کو سمجھ لیگا اُسکو شایان یہی ہی کہ اُسکا حال خوف اور حزن ہو۔ اور اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ جو بندہ آج قرآن پڑھتا ہی اور اُسپر ایمان رکھتا ہی اُسکا حزن بہت ہوجاتا ہی اور خوشی کم اور رونا زیادہ ہوتا ہی اور ہنسنا تھوڑا اور رنج اور شغل کثرت سے ہوجاتا ہی اور راحت اور بیکار رہنا قلیل آور وہیب بن الورد کہتے ہیں کہ ہمنے ان حدیثوں اور وعظ کی باتوں میں نظر کی مگر قرآن کی تلاوت اور تدبر سے زیادہ کسی چیز کو نہ پایا جس سے دل نرم ہو اور حزن کو خوب کھینچ لاوے۔ غرضکہ بندہ کا تلاوت سے متاثر ہونا یہ ہی کہ جو آیت پڑھے اُسکی صفت کے ساتھ موصوف ہوجاوے مثلاً آیت وعید پر اور جہاں کہ مغفرت کو بہت شرطوں پر وابستہ کیا ہی خوف سے اتنا گھٹے کہ گویا مرجاویگا اور جس جگہ وسعت رحمت اور وعدہ مغفرت ہو وہاں اتنا خوش ہو کہ گویا خوشی سے اُڑجاویگا اور خدا تعالی کے صفات اور اسما کے ذکر کے وقت اپنی گردن اُسکے جلال کے سامنے خضوع کرنے اور اُسکی عظمت کو معلوم کرنے کی جہت سے جھکادے اور جب کافروں کا ذکر آوے اور اُنکے وہ قول پڑھے جو اللہ پر محال ہیں مثلاً اُنکا یہ کہنا کہ خدا کیلیے ...

مذکور ہونے پر اسکے خوف کے مارے بدن تھرا اُٹھے اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کو ارشاد فرمایا کہ قرآن مجھکو سناؤ تو حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ مین نے سورۂ نساء شروع کی جب مین اس آیت پر پہونچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہین آپ نے فرمایا کہ اب بس کرو۔ اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اس حالت کے مشاہدہ مین آپ کا دل بالکل مستغرق ہوا اور خوف کرنے والون مین بعض اس طرح کے تھے کہ وعید کی آیتون پر بیہوش ہو کر گر جاتے تھے اور بعض ایسے بھی گذرے کہ آیتون کے سننے مین انتقال کر گئے ہین حاصل یہ کہ اسطرح کے احوال سے تلاوت کرنے والا صرف نقال نہین رہتا مثلاً جب کہے انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم۔ اور دل مین خوف نہو تو یہ پڑھنا صرف کلام کا نقل کرنا ہوا اور جب پڑھے علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر اور توکل و انابت کی حالت نہو تو یہ کہنا زبانی حکایت ہوگی اور جب پڑھے ولنصبرن علی ما آذیتمونا۔ تو چاہیئے کہ اُس کا حال صبر خواہ عزیمت ہو تاکہ اس آیت کے پڑھنے کی کیفیت وحلاوت پاوے اور اگر ان صفات سے موصوف نہوگا اور ان حالات مین اسکا دل بدلتا رہیگا تو تلاوت سے اسکو صرف زبان کی حرکت کا فائدہ ہوگا اور اپنے نفس کو صریح لعنت کریگا ان آیتون کے پڑھنے سے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین اور کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اور وہم فی غفلۃ معرضون اور فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا اور ومن لم یتب فاولئک ہم الظلمون۔ اور سوا اسکے اور اسی طرح کی آیتون کے پڑھنے سے اپنے آپ کو طعن کریگا اور اس آیت کا مصداق بنیگا ومنہم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی یعنی صرف تلاوت ہی جانتے ہین اور اس آیت کے معنون مین داخل ہوگا وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون اسلیے کہ ان علامتون کا بیان اچھی طرح قرآن مجید مین ہے اور جب پڑھنے والا ان سے گذر جاوے اور متاثر نہو تو اُنسے روگردان ہوگا۔ اور یہین وجہ کسی نے کہا ہے کہ جو شخص اخلاق قرآنی سے متصف نہین ہوتا وہ جسوقت کلام اللہ پڑھتا ہے اللہ تعالے اسکو پکار کر فرماتا ہے کہ تجھکو میرے کلام سے کیا علاقہ تو تو مجھ سے روگردان ہے اگر تو میری طرف رجوع نہین کرتا تو میرے کلام کو مت پڑھ اور گنہگار آدمی جو قرآن کو مکرر پڑھتا ہے اُسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہی پروانہ کو دن بھر مین کئی دفعہ پڑھ لیا کرے اور اُس مین حکم ہو کہ ہمارے ملک کو آباد کرو اور وہ اسکے اجاڑنے مین مشغول ہو اور اُسکے پروانہ کو صرف پڑھ لینے پر اکتفا کرے اور تعمیل اُلٹی کرے بس اگر وہ پروانہ نہ پڑھتا اور حکم کے خلاف کرتا تو اسمین بادشاہی پروانہ کی حقارت اور غضب سلطانی کا استحقاق غالبًا کم ہوتا اور اس صورت مین ظاہر ہے کہ اُسکی حرکت نہایت نازیبا ہے اور اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے فرمایا ہے کہ مین قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہون مگر جب اُسکے مضامین یاد کرتا ہون تو غضب الٰہی سے ڈر جاتا ہون اور قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر تسبیح اور استغفار پڑھنے لگتا ہون اور جو شخص کہ قرآن پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہے وہ اس آیت کے مطابق ہے فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کو اُسوقت تک پڑھو کہ تمھارے دل مانوس ہین اور جلدین نرم ہون اور جب یہ حال نرہے تو پڑھنا موقوف کرو اور ایک روایت مین ہے کہ اُسکے پاس سے اُٹھ کھڑے ہو اللہ تعالے فرماتا ہے الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون مین قرآن کا

خوش آوازہ ہی کہ جب اُسکو پڑھتے ہوے سُنو تو جان لو کہ خدا تعالی سے ڈرتا ہی اور فرمایا کہ قرآن کسی کے مُنھہ سے ایسا اچھا نہین معلوم ہوتا جیسا اُس شخص کے مُنھہ سے معلوم ہوتا ہی جو خدا تعالی سے ڈرتا ہی پس قرآن اسی غرض سے پڑھا کرتے ہین کہ دل پر یہ احوال کھنچ آوین اور اُسکے بموجب عمل کیا جاوے ورنہ صرف الفاظ پر زبان ہلانے مین کیا محنت ہی اور اسیواسطے بعض قاری کہتے ہین کہ مین نے اپنے اُستاد کو قرآن سنایا پھر مین دوبارہ اُنکی خدمت مین گیا کہ دوبارہ سُناؤن اُنھون نے مجھکو جھڑک دیا اور فرمایا کہ میرے سامنے پڑھنے کو تو نے عمل ٹھہرالیا جا خدا کے سامنے پڑھ اور دیکھ کہ تجھکو کیا حکم کرتا ہی اور کیا سمجھاتا ہی اور یہی وجہ اصحاب کا شغل احوال و اعمال مین ہوتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف جب ہوئی تو بیس ہزار صحابی اپنے چھوڑ گئے مگر اُنمین سے کل قرآن صرف چھ شخصون نے یاد کیا تھا اُنمین سے بھی دو مین اختلاف ہی اکثر صحابہ ایک سورت یا دو یاد کیا کرتے تھے اور جو شخص کہ سورہ بقر اور انعام یاد کرلیتا تھا وہ اُنمین عالم ہوتا تھا۔ اور جب ایک شخص قرآن سیکھنے کو آیا اور اس آیت پر پہونچا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ تو کہا کہ مجھے یہ کافی ہی اور چلا آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اُس حال مین پھرا کہ فقیہ ہی اور واقع مین محبوب اور کمیاب وہی حالت ہی جو اللہ تعالی ایماندار کے دل پر آیت سمجھنے کے بعد رحمت فرماتا ہی اور صرف زبان کی حرکت مفید کم ہی بلکہ جو شخص زبان سے تلاوت کرے اور عمل سے روگردان رہے وہ اس بات کا سزاوار ہی کہ اس آیت کا مصداق ہو ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک آیاتنا فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی یعنی آیتون کو تو نے ویسے ہی چھوڑ دیا اُن مین تامل نہ کیا اور نہ اُنکی کچھ پروا کی کیونکہ جو شخص کسی کام مین تقصیر کرتا ہی اُسکو کہا کرتے ہین کہ وہ اُسکو بھول گیا اور تلاوت کا حق اسکو کہتے ہین کہ اُس مین زبان اور عقل اور دل شریک ہون زبان کا کام اُسمین حرفون کا صحیح کرنا اور ٹھہر کر پڑھنا ہی اور عقل کا کام معانی کا بیان کرنا اور دل کا کام حکم ماننے اور جھڑکی قبول کرنے سے متاثر ہونا تو گویا زبان مع اعظ ہی اور عقل مترجم اور دل نصیحت قبول کرنے والا۔ تھم ترقی کرنی یعنی تلاوت مین یہانتک ترقی کرے کہ قرآن کو اللہ تعالی سے سُننے نہ اپنے آپ سے کیونکہ پڑھنے کے تین درجے ہین سب مین ادنی یہ ہی کہ بندہ اپنے آپ کو فرض کرے کہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہو کر پڑھتا ہون اور وہ میری طرف دیکھتا ہی اور میرے پڑھنے کو سُنتا ہی تو اس صورت مین اُسکی حالت سوال اور تملق اور انکسار اور عاجزی کی ہوگی دوسرا درجہ یہ ہی کہ اپنے دل سے مشاہدہ کرے کہ گویا اللہ تعالی اُسکو دیکھتا ہی اور اپنے الطاف سے اُسکو خطاب کرتا ہی اور اپنے انعام و احسان سے اُس سے بھید کہتا ہی ایسی صورت مین تلاوت کرنے والے کا مقام حیا اور تعظیم اور سُننا اور سمجھنا ہوگا تیسرا درجہ یہ ہی کہ کلام مین متکلم کو دیکھے اور کلمات مین صفات پر نظر کرے یعنی نہ اپنے نفس کو دیکھے اور نہ اپنی قرأت پر لحاظ کرے اور نہ اپنے منعم علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے اوپر انعام کے متعلق ہونیکا دھیان کرے بلکہ اپنی ہمت اور فکر کو کلام کرنے والے پر منحصر اور موقوف کردے اس طرح کہ گویا متکلم کے مشاہدہ مین غیر کیطرف سے کچھ خبر نہین یہ درجہ مقربون کا ہی اور اس سے پیشتر کے دو درجے اصحاب الیمین کے ہین اور جو قرأت ان تینون درجون کے سوا ہی وہ غافلون کا درجہ ہی اور حضرت

[illegible]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے درجہ سوم کو اسطرح ارشاد فرمایا کہ بخدا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنی مخلوق کے لیے تجلی فرمائی مگر خلق کے لوگ اُسکو نہیں دیکھتے۔ اور ایک بار آپ کو نماز میں ایسی حالت ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑے جب آپ کو افاقہ ہوا تو کسی نے اُس حالت کی کیفیت پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں آیت کو بار بار اپنے دل پر پڑھ رہا تھا یہان تک کہ اُسکو مین نے متکلم سے سُنا پس اُسکی قدرت کے معائنہ کے لیے میرا جسم نہ ٹھیرا اس جیسے درجے میں حلاوت اور مناجات کی لذت بہت ہوتی ہو۔ اور اسی جہت سے بعض حکما نے کہا ہو کہ مین قرآن پڑھا کرتا تھا مگر اُسکی حلاوت نپاتا تھا یہان تک کہ مین نے اسطرح پڑھا کہ گویا اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنتا ہون کہ آپ اپنے اصحاب کو سُناتے ہین پھر ایک درجہ اور اوپر بڑھا اور اس طرح پڑھا کہ گویا حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کرتے ہین اور مین سُن رہا ہون پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرتبہ عنایت فرمایا کہ اب مین اُسکو متکلم سے سُنتا ہون اور مجھکو وہ حظ اور حلاوت نصیب ہو کہ مجھ سے صبر نہین ہو سکتا۔ اور حضرت عثمانؓ اور حذیفہؓ نے فرمایا ہو کہ اگر دل پاک ہو جاوین تو قرآن کی قرأت سے سیر نہون اور یہ اسلیے فرمایا کہ دل طہارت کی وجہ سے کلام مین متکلم کے مشاہدہ کی طرف ترقی کرتے ہین اور بہین وجہ ثابت بنانی نے فرمایا ہو کہ بیس برس تو مین نے قرآن مین مشقت ہی اُٹھائی مگر بیس برس اُس سے مجھکو دولت حلاوت ملی۔ اور آدمی اگر متکلم ہی کو مشاہدہ کرے اور اُسکے سوا پر نظر نہ ڈالے تو ان ارشادون کی تعمیل کرنے والا ہوگا اول ففروا الی اللہ دوم ولا تجعلوا مع اللہ الٰہا آخر۔ حاصل یہ کہ جو شخص ہر چیز مین خدا تعالیٰ پر نظر نہ کرے وہ اُسکے غیر پر التفات کرنے والا ہوگا اور جو شخص خدا تعالیٰ کے سوا اور چیز کی طرف ملتفت ہوگا اُسکے التفات مین کسی قدر شرک خفی ہوگا اور توحید خالص اسکو کہتے ہین کہ ہر چیز مین سواے خدا تعالیٰ کے اور کچھ نہ دیکھے چوتھم منقطع ہونا اپنی طاقت و قوت سے یعنی اپنے نفس پر بچشم رضا اور تزکیہ التفات کرنے سے قطع نظر رکھے مثلاً جب صالحین کے لیے وعدہ اور تعریف کی آیتین پڑھے تو اُسوقت اپنے آپکو اُنمین نہ سمجھے بلکہ اہل یقین اور صدیقین کے لیے وہ مدارج خیال کرے اور اس بات کا شائق ہو کہ اللہ تعالیٰ اُنمین مجھکو بھی شامل کرے اور جب غصہ اور خفگی کی آیت اور گنہگارون اور تقصیر والون کی بُرائی پڑھے تو اُنمین اپنے نفس کو مشاہدہ کرے اور یہی فرض کرے کہ یہ خطاب میرے ہی نفس کو ہو تا کہ اُسکو خوف پیدا ہو اور اسیوجہ سے حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے کہ الٰہی مین تجھ سے اپنے ظلم و کفر سے مغفرت چاہتا ہون لوگون نے اُنسے پوچھا کہ ظلم تو معلوم ہو کفر سے آپ مغفرت کیسی چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ان الانسان لظلوم کفار یعنی اسی کفر سے مغفرت چاہتا ہون جسکا ثبوت آدمی مین آیت سے یقینی ہو۔ اور یوسف بن اسباط سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو کیا دعا مانگتے ہو۔ فرمایا کہ دعا کیا مانگون اپنی تقصیر کی مغفرت ستر بار چاہتا ہون پس جس صورت مین کہ قرأت مین اپنے نفس کو تقصیر کی صورت پر دیکھے گا تو یہ دیکھنا اُسکے قرب کا موجب ہوگا اسلیے کہ جو شخص قرب مین دُوری کا مشاہدہ کرتا ہو اُسکے لیے خوف مرحمت ہوتا ہو اور یہ خوف اُسکو قرب کے ایک درجہ پر پہونچا دیتا ہو جو اول درجہ سے اعلیٰ ہو اور جو شخص دُوری مین قرب کا مشاہدہ کرتا ہو تو اُسکو خوف سے مامون دیجاتی ہو جو انجام کو اُسکو اور درجہ جو دُوری مین اول سے نیچے ہوتا ہو پہونچا دیتی ہو اور جس صورت مین اپنے نفس کو بچشم رضا دیکھے گا تو خود اُسکے نفس ہی کا حجاب اُس مین اور اسرار مین ہو جاتا ہو اور کچھ نہین دیکھتا ہان جس صورت مین کہ اپنے نفس کی طرف التفات چھوڑ دیتا ہو اور بجز خدا تعالیٰ کے قرأت مین اور کوئی چیز مشاہدہ نہین کرتا تب البتہ اُسکو اسرار عالم ملکوت کے واضح ہوتے ہین سلیمان بن ابی سلیمان دارانی کہتے ہین کہ ابن ثوبان نے ایک اپنے بھائی سے اقرار کیا کہ مین تمہارے پاس افطار کرونگا پھر اُنکے پاس نہ جا سکے یہان تک کہ صبح ہو گئی دن نکلے اُنکے بھائی ملے اور کہا کہ تمنے میرے پاس افطار کرنیکا وعدہ کیا تھا اگر

تشریف نہ لائے اُنھون نے فرمایا کہ اگر مین تمسے وعدہ نہ کرلیتا تو جس بات سے تمھارے پاس نہ آسکا تمسے نہ کہتا صورت یہ ہوئی کہ جب مین عشا پڑھ چکا تو دل مین کہا کہ تمھارے پاس آنے سے پیشتر وتر بھی پڑھ لون کہ شاید موت پھر فرصت نہ دے جب مین وتر کی دعا پڑھنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغیچہ کردیا گیا جسمین طرح طرح کے پھول جنت کے تھے مین اُنکو صبح تک دیکھتا رہا اسلیے فرصت آنے کی نہوئی اور اس قسم کے مکاشفات اُسوقت ہوتے ہین کہ آدمی اپنے نفس سے اور اُسکی طرف التفات کرنے سے اور اُسکی خواہشون کا دھیان کرنے سے قطع نظر کرے پھر یہ مکاشفات کشف والے احوال کے بموجب خاص ہوجایا کرتے ہین مثلاً جب آیات رجا پڑھتا ہے اور اُسکے حال پر بشارت غالب ہوتی ہے تو اُسکو جنت کی صورت منکشف ہوتی ہے اور اُسکو ایسی طرح مشاہدہ کرتا ہے کہ گویا آنکھ سے ظاہر مین دیکھ رہا ہے اور اگر اُسپر خوف غالب ہوتا ہے تو دوزخ اُسپر منکشف ہوتی ہے یہانتک کہ اُسکے عذاب طرح طرح کے اُسکو معلوم ہوتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید مین کلام نرم اور لطیف اور سخت اور درشت اور مملو از رجا اور پر از خوف سب طرح کے ہین کیونکہ جیسے اوصاف متکلم کے ہین ویسے ہی کلام مین مضامین ہین اور اُسکے اوصاف مین سے رحمت اور لطف اور انتقام اور گرفت ہین پس یہی صفات کلمات مین پائے جاتے ہین تو جسطرح کے کلمات اور صفات کا مشاہدہ ہوگا اُسی طرح دل کا حال بھی بدلیگا اور اسی کے موافق ایسی بات کے منکشف ہونے کے لائق ہوجاویگا جو اُسکے حال کے مناسب ہو کیونکہ یہ تو محال ہے کہ سننے والے کا حال یکسان ہی رہے اور کلام بدلتا جاوے اسلیے کہ کلام مین متکلم کے صفات کا اثر موجود ہے کوئی جزو اُسکا راضی کا کلام ہے اور کوئی غضب والے کا اور کوئی انعام دینے والے کا اور کوئی انتقام لینے والے کا اور بعض جابر متکبر کا جو پروا نہین کرتا اور بعض شفقت والے مہربان کا جو بیکار نہین چھوڑتا تو ضرور ہے کہ سننے والے کا حال بھی بدلے

چوتھی فصل اپنی عقل سے قرآن کے سمجھنے اور بدون نقل کے اُسکی تفسیر بیان کرنے مین شاید تم یہ کہو کہ تم نے سابق مین اسرار قرآن کے سمجھنے اور جو معانی قرآنی صافی دلون کو واضح ہوتے ہین اُنکے باب مین بڑی تاکید کی ہے یہ بات مستحب کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من فسر القرآن برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار اور اسی وجہ سے جو لوگ ظاہر تفسیر کو جانتے ہین وہ اہل تصوف پر تشنیع کرتے ہین اس باب مین کہ جس کلمات کی تاویل حضرت ابن عباسؓ وغیرہ مفسرین سے منقول نہین وہ لوگ اپنی طرف سے تصوف کے طور پر بیان کرتے ہین بلکہ علاوہ تشنیع کے اُس تاویل کو کفر کہتے ہین پس اگر اہل تفسیر کا قول صحیح ہو تو قرآن کے سمجھنے سے بجز اسکے کیا غرض ہے کہ اُسکی تفسیر کو یاد کرلینا چاہیے اور اگر اُنکا قول صحیح نہین تو حدیث مذکورۂ بالا کے کیا معنی ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتے ہین کہ قرآن کے معنی وہی ہین جسکا بیان ظاہر تفسیر کرتی ہے تو وہ لوگ اپنے نفس کی انتہا سے خبر دیتے ہین اور اپنا حال بیان کرنے مین درست کہتے ہین مگر اور لوگون کو جو اپنے ہی درجہ اور مقام پر لانے کا حکم کرتے ہین اس مین غلطی پر ہین کیونکہ حدیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ اہل فہم کو قرآن کے معانی مین گنجایش ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ خداے تعالے کسی بندے کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت فرماتا ہے اگر قرآن کے معنی سواے ترجمۂ منقول کے اور کچھ نہین ہین تو پھر اس سمجھ سے کیا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لیے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک حد ہے اور ایک مطلع اور یہ روایت حضرت ابن مسعودؓ سے بھی ہے موقوفاً اور یہ صحابی تفسیر کے عالمون مین سے ہین پس ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع کے کیا معنی ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اگر مین چاہون تو الحمد کی تفسیر سے ستر اونٹ بھردون اس سے کیا مراد ہے ظاہر تفسیر الحمد کی تو بہت تھوڑی سی ہے اور حضرت ابو درداؓ نے فرمایا ہے کہ آدمی فقیہ نہین ہوتا جبتک کہ قرآن کی کئی صورتین نکرلے اور بعض علما کا قول ہے کہ ہر آیت کے لیے ساٹھ ہزار فہم ہین اور جسقدر سمجھنے سے باقی رہتا ہے وہ اور بھی زیادہ ہین اور کسی دوسرے کا قول ہے کہ قرآن ستتر ہزار دو سو کلموں پر حاوی ہے اسلیے کہ ہر کلمہ کے لیے ایک علم ہے اور چونکہ ہر ایک کے پیدا ہونے...

باطن اور حد اور مطلع ہی تو چونسٹھ ہو گئے ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بیس بار مکرر پڑھا اسکے معنی یہی کہ سمجھنے کے لیے پڑھا ورنہ اسکا ترجمہ اور تفسیر تو ظاہر ہی ہے اسکی تکرار کی کیا حاجت تھی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کا فرمانا کہ جو کوئی اگلوں پچھلوں کا علم چاہے علم قرآن کی بحث کرے یہ بھی صرف ظاہر تفسیر سے حاصل نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے افعال و صفات میں تمام علوم داخل ہیں اور قرآن میں اسکی ذات اور افعال و صفات کا بیان ہے اور ان علوم کی کچھ انتہا نہیں اور قرآن مجید میں انکی طرف مجملاً اشارہ کر دیا ہے اور انکی تفصیل میں غور کرنا قرآن مجید کے سمجھنے پر منحصر ہے صرف تفسیر ظاہری سے تفصیل کی طرف اشارہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ جو باتیں کہ ناظرین پر مشکل پڑتی ہیں خواہ نظریات اور معقولات میں لوگوں کا اختلاف ہے قرآن مجید میں ان سب کی طرف رموز اور اشارات ہیں کہ ان کو بجز اہل فہم کے اور کوئی معلوم نہیں کر سکتا اس صورت میں ظاہر الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر ان امور کے لیے کیسے کافی ہونگے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرؤا القرآن والتمسوا غرائبہ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو حدیث منقول ہے اس میں ارشاد ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھکو نبی برحق کر کے بھیجا کہ میری امت اپنے اصل دین و جماعت کو چھوڑ کر تہتر فرقے ہو جاوے گی کہ کل فرقے گمراہ اور بہکانے والے ہونگے اور دوزخ کی طرف بلاوینگے جب یہ صورت پیش آوے تو تم اپنے اوپر قرآن مجید کو لازم پکڑنا کہ اسمیں جو تم سے پہلے ہو گیا ہے اسکا حال بھی ہے اور جو تم سے بعد ہوگا اسکا بھی اور جو معاملات تم میں ہیں انکا حکم بھی اس میں موجود ہے جو شخص جابروں میں سے اسکے خلاف کریگا اسکو خدا تعالیٰ توڑ دیگا اور جو شخص اسکے سوا دوسری چیز میں علم کا طالب ہوگا اسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیگا وہ اللہ تعالیٰ کی حبل المتین اور اسکا نور مبین اور شفا ہے مفید ہے جسنے اسکو پکڑا وہ محفوظ رہا جو اس کا تابع ہوا اسکو نجات ملی نہ وہ ٹیڑھا ہو کہ وہ درست ہووے اور نہ مائل ہو کہ اسکو راستی کی حاجت پڑے اسکے عجائب کبھی منقطع نہیں ہوتے اور نہ بہت سا پڑھنے سے پرانا ہوا آخر تک۔ اور حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد امت کو اپنی امت کے اختلاف اور بھٹنے کی خبر دی تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اس وقت کو پاؤں تو آپ مجھکو کیا حکم فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ کو سیکھنا اور اسکے موجب عمل کرنا کہ نکاس کی صورت وہی ہے میں نے تین بار یہی سوال کیا آپ نے یہی فرمایا کہ کتاب اللہ کو سیکھنا اور جو کچھ اس میں ہے اسپر عمل کرنا کہ نجات اسی میں ہے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو سمجھ جاتا ہے وہ جملہ علوم کو بیان کر دیتا ہے اس سے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن مجید تمام علوم کلی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کی سمجھ ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ففہمناہا سلیمان وکلا آتینا حکما وعلما اس آیت میں جو چیز حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں کو عنایت کی اس کا نام علم و حکم رکھا اور جس بات کو خاص حضرت سلیمان نے سمجھا اس کا نام فہم فرمایا اور اس کو حکم اور علم پر مقدم کیا غرضکہ ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معنی سمجھنے میں بہت بڑی گنجائش ہے اور ظاہر تفسیر قرآنی جو منقول ہے وہ اس کے مضامین معلوم کرنے کی انتہا نہیں ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھ سکیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے من فسر القرآن برایہ الخ اور اپنی رائے سے تفسیر بیان کرنے کو منع فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہوں تو کونسی زمین مجھے اٹھاوے اور کون آسمان مجھے چھپاوے اور سوا ان کے اور احادیث و آثار جو رائے سے تفسیر کہنے کی ممانعت میں وارد ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ ان سے غرض یہ ہو کہ تفسیر کے باب میں نقل اور سننے پر

ا ح ۱؎ اس سے پہلی فصل میں گذری ۱۲
۲؎ ح بیہقی در شعب بروایت ابوہریرہؓ بلفظ اعربوا بجائے التمسوا بسند ضعیف اور معنی یہ ہیں کہ قرآن کو پڑھو اور اسکے غرائب کو ڈھونڈو ۱۲
۳؎ ترمذی میں ہے بہ ایک اختلاف الفاظ کے یہ روایت آئی ہے

کفایت کرنی چاہیئے اور استنباط اپنی عقل سے اور جداگانہ معنی سمجھنے نہ چاہئین یا کوئی اور غرض اسکے سوا ہو اور یہ غرض ہوئی کہ قرآن مین
کوئی سوا سُنی ہوئی باتون کے اور کچھ نہ کہے کئی وجہون سے قطعاً باطل ہے وجہ اول یہ ہے کہ سُننے مین یہ شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
سُنا ہو یا آپ کی طرف منسوب ہو حالانکہ یہ امر قرآن کے تھوڑے ہی حصہ مین پایا جاتا ہے اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو تفسیر حضرت ابن عباس رض
اور ابن مسعود رض اپنی طرف سے کہتے ہین وہ نہ مانی جاوے اور اُسکو بھی کہدیا جاوے کہ یہ تفسیر رائے سے ہے کیونکہ اُنھون نے اُسکو آنحضرت صلعم سے
نہین سُنا ایسا ہی اُنکے سوا اور اصحاب کی تفسیر کا حال جانو دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ رض اور مفسرین نے بعض آیتون کی تفسیر مین اختلاف کیا
ہے اور مختلف قول فرمائے ہین کہ وہ کسی طرح ایک دوسرے سے متفق نہین ہوسکتے اور ان سب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننا محال ہے اور اگر بالفرض
کوئی قول آپ سے سُنا ہوا ہوتا تو باقی اقوال متروک ہوجاتے اُس سے قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مفسر نے معنی وہ کہے ہین جو اسکو استنباط سے سُوجھے
ہین یہانتک کہ حروف مقطعات کے باب مین جو سورتون کے شروع مین ہین سات قول مختلف کہتے ہین مثلاً الم مین بعضے کہتے ہین کہ یہ حروف
الرحمٰن مین کے ہین اور بعض کا قول ہے کہ الف سے مراد اللہ ہے اور ل سے لطیف اور م سے رحیم اور بعض اسکے سوا کہتے ہین اور ان سب کو جمع کرنا
ممکن نہین تو سب مسموع کیسے ہوسکتے ہین تیسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رض کے حق مین دعا کی اور فرمایا
اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل پس اگر قرآن کی طرح تاویل بھی مسموع اور محفوظ ہے تو حضرت ابن عباس رض کو اُسکے لیے خاص کرنے کے کیا معنی
ہونگے چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم اس آیت مین اہل علم کے لیے استنباط ثابت کیا اور ظاہر ہے کہ استنباط سُنی ہوئی
چیز کے سوا ہے اور جتنے آثار کہ ہمنے پیشتر قرآن کے سمجھنے مین نقل کیے ہین وہ سب اس خیال کے خلاف ہین اس سے معلوم ہوا کہ معنی قرآن مین سُننے
کی قید لگانی باطل ہے بلکہ ہر عالم کو جائز ہے کہ قرآن مین سے اپنی فہم اور عقل کے موافق استنباط کرے باقی رہی ممانعت تو اسکو دو وجہون پر محمول
کرسکتے ہین اول یہ کہ آدمی کو کسی چیز مین ایک رائے ہو اور اُسکی طرف میل طبعی رکھتا ہو پھر قرآن کے معنی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق کہے تاکہ اُسکا
مطلب درست ٹھہرے اور اگر اُسکی یہ رائے نہوتی تو قرآن مین سے یہ معنی اُسکو معلوم نہوتے اور یہ امر کبھی تو علم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی بدعت
درست کرنے کو قرآن کی بعض آیات سے حجت کرتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ آیت سے یہ مراد نہین مگر اپنے مقابل کو دھوکا دیتا ہے اور کبھی یہ نہین جانتا
ہوتا کہ آیت سے یہ مراد نہین مگر چونکہ آیت محتمل کئی وجہ کی ہوتی ہے تو اسکی رائے اُسی طرف کو دوڑاتی ہے جو اُسکی غرض کے مطابق ہو اور اُسی جانب
کو اپنی عقل اور خواہش سے ترجیح دے لیتا ہے تو ایک صورت رائے سے تفسیر کرنے کی یہ ہے یعنی اس تفسیر کا باعث اُسکی رائے ہی پڑتی ہے
اگر یہ رائے نہوتی تو یہ تفسیر بھی اُسکے نزدیک غالب نہ ٹھہرتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کا ایک صحیح مطلب ہوتا ہے اور اُسکے لیے قرآن سے
دلیل تلاش کرتا ہے اور حجت ایسی آیت کو کردیتا ہے کہ اُسکو معلوم ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود نہین مثلاً اگر کوئی پچھلی رات مین لوگون سے استغفار
کرنے کو کہتا ہو اور اپنی حجت اس حدیث کو پیش کرے تسحروا فان فی السحور برکۃ اور کہے کہ تسحر سے مراد ذکر کرنے سے ہے حالانکہ جانتا ہے کہ
اُسکی غرض سحر کھانے سے ہے یا کوئی شخص کسی سخت دل کو مجاہدہ کے لیے کہتا ہو اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذھب الی فرعون انہ
طغیٰ اور اس سے اشارہ دل کیطرف کرے اور کہے کہ فرعون سے مراد دل ہی ہے تو یہ بھی رائے سے تفسیر کرنا ہے اس جنس کی تفسیر کو بعض واعظ
اپنے صحیح مقصودون مین استعمال کرتے ہین اس نظر سے کہ کلام درست ہوجاوے اور سُننے والون کو ترغیب ہو گو اُنکی نیت صحیح ہوتی ہے لیکن

اس طرح کی تفسیر ممنوع ہی اور کبھی اس تفسیر کو فرقہ باطلہ اپنے خراب مطالب مین لوگون کے دھوکا دینے اور اُنکو اپنے مذہب مین کرنے کے لیے استعمال کرتے ہین اور قرآن کے معنی اپنی راے اور مذہب کے مطابق کہہ دیتے ہین حالانکہ قطعًا جانتے ہین کہ یہ معانی مراد نہین۔ غرضکہ ایک صورت تو راۓ سے تفسیر کے منع کی یہ ہوئی جو مذکور ہوئی یعنی راے سے مراد وہ راے ہی جو فاسد اور موافق خواہش نفس کے ہو یہ نہین کہ اجتہاد صحیح بھی اسمین داخل ہو اور ہر چند راے کا لفظ صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہی مگر کبھی راے خاص اُسی کو کہتے ہین جو موافق خواہش کے ہو دوسری صورت راے سے تفسیر کے منع ہونے کی یہ ہی کہ ظاہر الفاظ عربی کے خیال سے تفسیر قرآن کی طرف مبادرت کرے اور اُس مین سُنا سُنایا کچھ نہ ہو نہ قرآن کی غریب لفظون سے واقف ہو نہ اُسکے الفاظ مبہم اور مبدل سے ماہر نہ اختصار اور حذف و اضمار پر آگاہ نہ اُسکی تقدیم و تاخیر کے قاعدہ سے خبردار ہو پس جو شخص ظاہر معانی قرآنی سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھتا ہوگا اور صرف عربی سمجھنے پر اکتفا کر کے معانی کے استنباط پر مبادرت کرنے لگے گا وہ بیشک بہت غلطیان کریگا اور راے سے تفسیر کہنے والون کے زمرہ مین داخل ہوگا کیونکہ ظاہر معنی کے جاننے کے لیے نقل اور سماع پہلے چاہیئے تاکہ غلطی کے مقامات سے محفوظ رہے پھر تفسیر ظاہری پختہ ہونے کے بعد البتہ فہم اور استنباط کی گنجایش زیادہ ہو جاتی ہی اور جو الفاظ غریب کہ بدون سُننے کے سمجھ مین نہین آتے وہ بہت سے اقسام ہین ہم انمین سے کسی قدر کیطرف اشارہ کیے دیتے ہین تاکہ انسے اور ونکا حال واضح ہو اور معلوم ہو جاوے کہ ابتدا مین تفسیر ظاہر کے یاد کرنے مین سُستی درست نہین اور یہ کہ بدون ظاہر کے پختہ کرنے کے باطنی اسرار تک پہونچنے کی طمع نہین ہو سکتی اور جو شخص کہ اسرار قرآنی کے سمجھنے کا دعویٰ کرے اور تفسیر ظاہری مین پختگی حاصل نہ کی ہو اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کسی مکان کے شہ نشین تک پہونچنے کا دعویٰ کرے اور دروازہ مین قدم نہ رکھا ہو یا یہ دعوی کرے کہ مین ترکیون کے کلام کے مطلب سمجھ لیتا ہون حالانکہ زبان ترکی کے مقاصد نہ سمجھتا ہو کیونکہ تفسیر ظاہری قائم مقام لغت کی تعلیم کے ہی جو سمجھنے کے لیے ضرور ہی اور جن چیزون مین سُننا ضروری ہی وہ بہت سی ہین اول حذف و اضمار سے مختصر کر دینا جیسے وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا مین ہی کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ ایک اونٹنی ثمود جاتے کو بینے ثمود کو دی انھون نے اپنے نفسون پر اُس کے مار ڈالنے سے ظلم کیا ظاہر الفاظ عربی کا دیکھنے والا یہ گمان کریگا کہ اونٹنی بینا تھی اندھی نہ تھی اور یہ نہین جانیگا کہ انھون نے ظلم کیا کیا اور اپنے اوپر کیا یا غیر پر اور اس ارشاد خداوندی واشربوا فی قلوبہم العجل بکفرہم مین حب کا لفظ محذوف ہی یعنی گوسالہ کی دوستی انکے دلون مین پلا دی گئی۔ اور اذا لاذقناک ضعف الحیوۃ وضعف الممات مین یہ مراد ہی کہ ہم تجھکو زندون کے عذاب کا دونا اور مُردون کے عذاب کا دونا چکھا دینگے یہان عذاب کو حذف کر دیا ہی اور زندون اور مُردون کی جگہ حیات اور ممات کو بولا ہی یہ حذف و تبدیل لغت فصیح مین درست ہی اور واسئل القریۃ اللتی کنا فیہا مین لفظ اہل محذوف اور پوشیدہ ہی یعنی سوال کر واُس گانون کے باشندون سے جس مین ہم تھے اور ثقلت فی السموات والارض مین ثقلت کے معنے پوشیدہ ہوے کے ہین یعنی قیامت آسمان و زمین والون پر پوشیدہ ہی اور جب کوئی چیز مخفی رہتی ہی تو بھاری پڑ جاتی ہی اس لیے لفظ کی تبدیل ہوگئی اور اہل کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ اور وتجعلون رزقکم انکم تکذبون مین شکر کا لفظ محذوف ہی یعنی اپنی روزی دینے کا شکر کرتے ہو کہ جھٹلاتے ہو اور واتنا ما وعدتنا علی رسلک مین السنہ محذوف ہی یعنی دے ہمکو جو اپنے رسولون کی زبان پر وعدہ کیا ہی اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ضمیر غائب قرآن کی طرف ہی حالانکہ اُسکا ذکر پیشتر نہین ہوا اسی طرح حتی توارت بالحجاب مین ضمیر آفتاب کی طرف ہی جو پیشتر مذکور نہین اور والذین اتخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی مین یہ مراد ہی کہ وہ یہ کہتے ہین ما نعبدہم الخ یقولون کو یہان سے حذف کر دیا ہی اور اس آیت مین

فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک یہ مراد ہے کہ وہ سمجھتے نہیں اپنے اس قول کو ما اصابک من حسنۃ الخ اور اگر یہ مراد نہو تو اس آیت کا مضمون اس ارشاد کے مخالف ہو جاویگا قل کل من عند اللہ حالانکہ اس سے ظاہر اندہب قدریہ فرقہ کا سمجھ میں آتا ہے **دوم** لفظ بدلا ہوا منقول ہونا جیسے وطور سینین میں سیناء کی جگہ سینین ہے اور سلام علی الیاسین بجائے الیاس کے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ادریسؑ ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں سلام علی ادراسین ہے **سوم** لفظ کا مکرر ہونا جو ظاہر میں کلام کے اتصال کو قطع کرتا ہے جیسے اس آیت میں وما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکاء ان یتبعون الا الظن کہ اسکے معنی ہیں ان یتبعون مکرر آیا ہے اور اس آیت میں قال الملاء الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن آمن منھم کہ اس میں ایک لام اور ایک ضمیر مکرر ہے اور مراد ہیں آمن من الذین استضعفوا سے ہے **چہارم** مقدم اور مؤخر ہو جانا الفاظ کا اور یہ مقام غلطی کرنے کا ہے کہ اگر آدمی سمجھ نہ لے تو غلطی کرتا ہے جیسے اس آیت میں ولولا کلمۃ سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لولا کلمۃ واجل مسمی لکان لزاما اور اگر یوں نہو تو اجل کو منصوب ہونا چاہیے جیسے لزاما ہے اور یسئلونک کانک حفی عنھا میں معنی اس طرح ہیں کہ یسئلونک عنھا کانک حفی بھا اور لھم درجات عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم کما اخرجک ربک من بیتک بالحق میں کما اخرجک الخ جملہ سابق قل الانفال للہ والرسول سے مرتبط ہے یعنی غنیمت کے مال تمھارے لیے اسیلیے ہوے کہ تم اپنے نکلنے سے راضی ہوا اور کافر ناراض ہیں پس حکم تقویٰ وغیرہ کا جملہ معترضہ کلام کے بیچ میں آگیا ہے اور اسیطرح کی آیت یہ ہے حتی تؤمنوا باللہ وحدہ الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک۔ **پنجم** لفظ کا مبہم ہونا یعنی کوئی کلمہ یا حرف ایسا ہو جو کئی معنوں میں مشترک ہو جیسے شئے اور قرین اور امت روح وغیرہ اور کلمات مشترک کی مثال ہیں مثلاً اللہ تعالی فرماتا ہے ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا لا یقدر علی شئ۔ یہاں شئ سے مراد نفقہ کرنا ہے اس چیز میں سے کہ اسکو روزی ہوئی ہے اور وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم لا یقدر علی شئ میں شئ سے مراد عدل اور راستی کے ساتھ حکم کرنا ہے اور فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شئ میں صفات ربوبیت مراد ہیں یعنی وہ علوم جن کا پوچھنا عارف کو حلال نہیں جب تک کہ زمانہ استحقاق وقابلیت کو شروع نہ کرے اور ام خلقوا من غیر شئ ام ھم الخالقون میں شئ سے غرض خالق ہے اور اسکے ظاہر الفاظ سے کبھی یہ وہم ہوتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ شئ ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور لفظ قرین کے مشترک ہونے کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وقال قرینہ ھذا ما لدی عتید۔ اس میں قرین سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اسپر مؤکل ہے اور اس آیت میں قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ قرین سے غرض شیطان ہے اور لفظ امت عربی میں آٹھ طرح پر مستعمل ہے اول بمعنی جماعت جیسے اس آیت میں وجد علیہ امۃ من الناس یسقون۔ دوم نبیوں کے پیرو جیسے یوں کہیں کہ ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں سوم وہ آدمی کہ خیر کا جامع اور پیشوا ہو جیسے اس آیت میں ان ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا۔ چہارم دین جیسے انا وجدنا اباءنا علی امۃ میں پنجم وقت اور زمانہ جیسے الی امۃ معدودۃ اور وادکر بعد امۃ

مین ہشتم فذ کے معنون مین جیسے کہتے ہین کہ فلان شخص حسن الامۃ یعنی خوش قد ہی ہشتم وہ شخص کہ کسی دین مین یکتا ہو کوئی اُس کا شریک اُسمین نہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کو لشکر کے ساتھ بھیجتے ہوے فرمایا تھا اُمۃ وحدۃ یعنی اُمت کا یگانہ اور یکتا ہی ہشتم مان کے معنون مین آیا ہی جیسے کہین ہذہ امۃ زید یہ زید کی مان ہی۔ اور لفظ روح بھی قرآن مین کئی معنون مین آیا ہی مگر اُن کے ذکر سے ہم طول کلام نہین کرتے۔ اور حروف مین ابہام کی مثال یہ آیت ہی فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا یعنی پھر اُٹھاتے اُس مین گرد پھر بیٹھ جاتے اُسوقت فوج مین اس مین اول ضمیر بہ کی سمون کی طرف ہی جو اوپر والعادیات ضبحا مین مذکور ہی یعنی قسم ہی دوڑتے گھوڑون ہانپتے کی جو سمون سے گرد اُٹھادین اور دوسری بہ کنایہ غارت سے ہی جو مغیرات صبحا مین ہی یعنی صبح کو دھاڑ دیتے اور فوج مشرکین دھاڑ ڈالنے کی قسم ہی اور فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات مین ضمیر اول ابر کی طرف ہی اور دوسری پانی کی طرف اور اس طرح کے ابہام قرآن مجید مین بیشمار ہین ہشتم رفتہ رفتہ بیان کرنا مثلاً شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن مین قرآن کا اُترنا رمضان مین فرمایا مگر اس سے یہ ظاہر نہوا کہ رات کو اترا یا دن کو پھر انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ سے رات کا اُترنا ثابت ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کونسی شب مین اُترا پھر انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وہ عقدہ بھی حل ہوگیا حالانکہ ظاہر الفاظ آیات اُن مین اختلاف کا گمان ہوتا ہی۔ غرضکہ یہ اُمور اسطرح کے ہین کہ بدون نقل و سُننے کے اور کوئی بات اُن کو کافی نہین اور قرآن مجید اول سے لیکر آخر تک اس قسم کی باتون سے خالی نہین اسلیے کہ وہ لغت عربی مین اُترا ہی تو جتنی قسمین ایجاز اور تطویل اور اضمار اور حذف اور ابدال اور تقدیم اور تاخیر کی عرب کے کلام مین ہین اُن سب پر قرآن بھی حاوی ہی تاکہ اُنکا ملزم ٹھہرے اور عاجز کردے پس اگر کوئی شخص ظاہر الفاظ عربی کو سمجھ کر قرآن کی تفسیر پر مبادرت کرے اور سُننے اور نقل سے اعانت اُن اُمور مین نہ لیوے تو وہ اُن لوگون مین داخل ہوگا جو قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہین مثلاً اُمت کے معنی مشہور سمجھکر اُسکی طبیعت اور رائے اُسی کی طرف مائل ہو اور جب دوسری جگہ اس لفظ کو سُنے تو اُسکی رائے اسی طرف جاوے جو مشہور معنی سُن رکھے ہین اور اُسکے معنی کی کثرت کی تلاش نہ کرے کہ کتنے مسموع ہین تو یہ البتہ ممنوع ہونے کی صورت ہی نہ اسرار قرآنی کو سمجھنا جیسا پیشتر مذکور ہوا حاصل یہ کہ جب اسطرح کے اُمور سُننے سے معلوم ہو جاوینگے تو ظاہر کی تفسیر یعنی الفاظ کا ترجمہ معلوم ہو جاویگا اور ترجمہ جاننا معانی کے حقائق کے سمجھنے مین کافی نہین۔ اور حقائق معانی اور لفظی ترجمہ مین فرق ایک مثال سے سمجھ مین آویگا مثلاً اللہ تعالی فرماتا ہی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اسکا ظاہری ترجمہ تو یہ ہی کہ تونے نہین پھینکا جب پھینکا بلکہ اللہ تعالی نے پھینکا اور معنی حقیقی اسکے باریک ہین اسلیے کہ اس مین پھینکنے کا ثبوت اور نفی دونون ہین اور ظاہر مین اجتماع ضدین کی سی صورت ہی جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جاے کہ پھینکنا اور اعتبار سے ہی اور نہ پھینکنا اور جہت سے اور جس اعتبار سے کہ نہین پھینکا ہی اُس سے خداے تعالی نے پھینکا ہی اور اسی طرح یہ آیت ہی قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدیکم کہ اس مین جب قتل کی نسبت مسلمانون کی طرف ہی تو اللہ تعالی کافرون کو عذاب دینے والا کس طرح ہی اور اگرچہ کہو کہ خداے تعالی اسوجہ سے عذاب دینے والا ہی کہ مسلمانون کے ہاتھون کو کفار کے قتل کے لیے وہی ہلاتا ہی تو پھر مسلمانون کو قتال کے لیے امر کرنے کے کیا معنی پس ان معنون کی حقیقت علوم مکاشفات کے ایک بڑے سمندر سے معلوم ہوتی ہی ترجمہ ظاہر الفاظ اس مین کارآمد نہین بلکہ اُسکے معلوم کرنے کا طریق یہ ہی کہ پہلے یہ جانے کہ آدمی کے افعال اُسکی قدرت

حادثہ سے وابستہ ہین اور یہ قدرت خداوندکریم کی قدرت سے مرتبط ہی اسی طرح بہت سے باریک علمون کے واضح ہونیکے بعد یہ منکشف ہوگا کہ واقعہ مین وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی درست و بجا ہی اور اگر بالفرض ان معنون کے اسرار دریافت کرنے اور اُسکے مقدمات ولواحق کے باہم مرتبط ہونے مین تمام عمر صرف کردی جاوے تو غالبًا اُسکے سب لواحق پُورے ہونے کے پیشتر ہی عمر تمام ہوجاوے اور کوئی کلمہ قرآن مجید کا ایسا نہین جس کی تحقیق مین ان جیسے اُمور کی ضرورت نہ ہوتی ہو مگر علم مین پکے لوگون کو اُس کے اسرار اس قدر معلوم ہوتے ہین جسقدر اُن کے علم مین کثرت اور دلون مین صفائی اور تامل کرنے کی رغبت مین زیادتی اور طلب مین خلوص ہوتا ہی اور ہر شخص کو ترقی کرنے مین ایک حد ہوتی ہی کہ اُس سے اعلیٰ درجہ پر ترقی کرسکتا ہی مگر یہ ممکن نہین کہ سارے مدارج طے کرجاوے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی اگر سمندر سیاہی بنے اور درخت سب قلم ہوجاوین تب بھی اسرار کلمات الٰہی کے تحریر نہو سکین گے ماور اسی وجہ سے لوگ اسرار کی سمجھ مین مختلف ہوتے ہین باوجودیکہ ترجمہ ظاہری سب جانتے ہین مگر تفسیر ظاہری اسرار کے فہم مین کافی نہین اور اسرار کے سمجھنے کی مثال یہ ہی جو بعض اہل دل آنحضرت صلعم کے سجدے کی حالت مین اس دعا سے سمجھے ہین اعوذ برضاک من سخطک اعوذ بمعافاتک من عقوبتک اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی جب آپکو حکم ہوا کہ سجدہ سے قرب حاصل کرو آپ نے سجدہ مین قرب پایا اور صفات الٰہی کی طرف نظر کرکے بعض صفات کے ساتھ بعض سے پناہ مانگی یعنی رضا کے ساتھ سخط سے پناہ مانگی اور یہ دونون صفین ہین اسیطرح معافات اور عقوبت دونون صفات ہین کہ اول کی بدولت دوم سے پناہ مانگی پھر آپکا قرب زیادہ ہوا اور پہلا قرب بھی اسی مین مندرج ہوگیا تب آپ نے صفات سے ذات کی طرف ترقی کی اور فرمایا کہ اعوذ بک منک یعنی تیری ذات کی پناہ پکڑتا ہون تجھ سے پھر آپکا قرب اتنا زیادہ ہوا کہ آپ کو شرم آئی کہ بساط قرب پر ہوکر پناہ مانگتا ہون اُسوقت ثنا و تعریف کی طرف جھکے اور فرمایا لا احصی ثناء علیک یعنی مین تیری تعریف نہین احاطہ کرسکتا پھر آپ نے جانا کہ یہ بھی قصور ہی کہ ثنا کو اپنی طرف منسوب کیا تب فرمایا انت کما اثنیت علی نفسک تو ایسا ہی جیسا تو خود اپنی ذات کی ثنا کرے غرضکہ اہل دل کے لیے اسیطرح کے رموز واضح ہوا کرتے ہین پھر ان رموزون کی اور تہین ہین یعنی قرب کے معنون کو سمجھنا اور قرب خاص سجدہ مین ہونا اور ایک صفت کے ذریعہ سے دوسری سے پناہ مانگنا اور اُس سے اُسکی ذات کی پناہ پکڑنا وغیرہ اور اس کے اسرار بہت ہین ظاہر لفظون کے ترجمہ سے معلوم نہین ہوتے اور ترجمۂ ظاہری کے مخالف بھی نہین بلکہ اُسسے اسکی تکمیل اور مغززی ہوتی ہی اور معانی باطنی سمجھنے سے ہماری مراد بھی یہی ہی یہ مراد نہین کہ وہ معانی ترجمۂ ظاہری کے مخالف ہون باب آداب تلاوت تمام ہوا والحمد للہ اولًا وآخرًا والصلوٰۃ علی کل عبد مصطفیٰ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ اسکے بعد باب ذکر اور دعاؤن کا مذکور ہوتا ہی

نوان باب ذکر اور دعاؤن کے بیان مین

رباعی دعوٰی استجب ہی جب قول خدا ॥ احسن جو کچھی بندہ کرے ہی بیجا ॥ دشمن بھی تو اس در سے نہین ہی محروم ॥ دیکھو کہ پذیرا ہوئی شیطان کی دعا ॥ ازانجا کہ بعد تلاوت قرآن مجید کے کوئی عبادت زبانی اس سے بہتر نہین کہ خداتعالیٰ کا ذکر کیا جاوے اور خالص دعاؤن سے اپنے مطالب اُسکی جناب مین عرض کیے جاوین لہذا بیان کرنا ذکر اور دعا کی فضیلت اور اُنکے آداب شرط کا ضروری ہی اور یہ باتین پانچ فصلون مین مذکور ہونگی

اول فصل آیات واحادیث وآثار سے ذکر کی فضیلت اور فوائد کے بیان مین مجمل اور مفصل طور پر اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول مطلق ذکر کی فضیلت مین۔ آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی فاذکرونی اذکرکم ثابت بنانی رحمتہ کہا ہی کہ مجھے

معلوم ہی کہ میرا پروردگار مجھکو کس وقت یاد کرتا ہی لوگ اُنسے ڈر گئے اور پوچھا کہ آپ یہ کیسے جانتے ہین فرمایا کہ جب مین اُسکو یاد کرتا ہون وہ مجھکو یاد کرتا ہی اور
فرمایا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً - اور فرمایا فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ہداکم اور فرمایا فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ
کذکرکم آباءکم او اشد ذکراً - اور فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبہم - اور فرمایا فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہی کہ رات کو اور دن کو خشکی اور تری مین حضر اور سفر مین توانگری اور مفلسی مین
بیماری اور صحت مین باطن اور ظاہر مین ذکر کرتے رہو - اور منافقون کی مذمت مین ارشاد فرمایا ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً - اور فرمایا اذکر ربک
فی نفسک تضرعاً وخیفۃ ودون الجہر من القول بالغدو والآصال ولا تکن من الغافلین - اور فرمایا ولذکر اللہ اکبر حضرت ابن عباس رضہ نے
فرمایا کہ اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ جتنا تم خدائے تعالی کو یاد کرتے ہو اُس سے خدائے تعالی کا تمکو یاد کرنا بڑا ہی اور دوسرے یہ کہ خدا تعالی کا ذکر اور
تمام عبادتون سے زیادہ ہی اور انکے سوا اور بہت آیات ہین اور احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غافلون کے بیچ
مین اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا ایسا ہی جیسا سوکھے اور ٹوٹے ہوے درختون کے درمیان سبز درخت ہوتا ہی اور فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کالمقاتل
فی الفارین اور فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کالحی بین الاموات - اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ساتھ ہون -
جب تک وہ مجھکو یاد کرے اور میری یاد مین اُسکے ہونٹھ ہلتے رہین - اور فرمایا کہ آدمی کا کوئی عمل عذاب الٰہی سے بچانے والا ذکر اللہ سے بڑھکر
نہین صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالی کی راہ مین جہاد کرنا بھی نہین آپ نے فرمایا کہ راہ خدا مین جہاد بھی نہین مگر
اُس صورت مین کہ اپنی تلوار سے اتنا مارے کہ ٹوٹ جاوے پھر اُس سے مارے کہ ٹوٹ جاوے پھر اُس سے ضربین لگاوے کہ ٹوٹ جاوے
اور فرمایا کہ جس کسی کو یہ پسند ہو کہ جنت کے گلزارون مین چرے اُسکو چاہیئے کہ خدا تعالی کا ذکر بہت کرے - اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ اعمال مین سے کونسا افضل ہی آپ نے فرمایا کہ افضل یہ ہی کہ ایسے حال مین مرو کہ ذکر اللہ سے تر زبان ہو - اور فرمایا کہ صبح اور شام خدا تعالی
کے ذکر سے تر زبان رہو تا کہ صبح اور شام کو ایسے ہو جاؤ کہ تمھارے اوپر کوئی خطا نہو - اور فرمایا کہ صبح اور شام کو خدا تعالی کا ذکر کرنا راہ خدا مین
تلوارون کے توڑنے اور پانی بہانے کی طرح مال کے دینے سے افضل ہی - اور فرمایا کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہی کہ جب بندہ مجھکو اپنے جی مین
یاد کرتا ہی تو مین بھی اُسکو اپنے جی مین یاد کرتا ہون یعنی میرے سوا کسی کو اُسکی خبر نہین ہوتی - اور جب مجھکو مجمع مین یاد کرتا ہی تو مین اُسکو اُسکے
مجمع سے بہتر مین یاد کرتا ہون اور اگر وہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہی تو مین اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہون اور اگر وہ
مجھسے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہی تو مین اُس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہون اور اگر وہ میری طرف کو آہستہ چلتا ہی تو مین اُسکی طرف جھپٹتا ہون یعنی جلد دعا

ص ۱۵ ابن حبان و طبرانی و بیہقی بروایت معاذ رضی اللہ عنہ ۱۲ ص ۱۴ ابو القاسم اصفہانی در ترغیب و ترہیب ۱۲ ح ۱۵ ابن شیبہ بروایت انس
بسند ضعیف ح ۱۵ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

[illegible]

قبول کرتا ہون اور فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو اللہ تعالی اپنے سایہ مین جگہ دیگا اُس روز کہ بجز اُسکے اور کوئی سایہ نہوگا ان مین ایک شخص وہ ہی کہ اللہ
تعالی کو تنہائی مین یاد کیا اور اُسکے خوف سے رویا ہو - اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا مین تمکو وہ بات نہ بتا دون جو
تمھارے اعمال مین بہتر ہو اور تمھارے مالک کے نزدیک بہت ستھری اور تمھارے درجات مین سب سے اونچی اور تمھارے حق مین سونے اور چاندی کے
دینے سے بہتر اور تمھارے لیے اس امر سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنون سے دوچار ہو اُن کی گردنین بل رو اور وہ تمھاری گردنین کاٹین صحابہؓ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ وہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا ہمیشہ ذکر کرنا اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ جس کسی کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک
دے گا اُسکو وہ چیز دونگا کہ جو کچھ مانگنے والون کو دیتا ہون اُس سے بہتر ہو اور **آثار** اس باب مین یہ ہین کہ فضیل کہتے ہین کہ ہمنے سنا ہی کہ
اللہ تعالی کا ارشاد ہی کہ ای ابن آدم تو مجھکو ایک ساعت صبح کے بعد اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر مین تجھکو اُن دونون کے درمیان مین
کفایت کرونگا - اور بعض علما کا قول ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ جس بندہ کے دل پر مطلع ہو کر مین یہ دیکھ لیتا ہون کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اُسپر غالب ہی
تو مین اُسکے انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہون اور اُسکا ہمنشین اور ہمکلام اور انیس ہو جاتا ہون - اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ذکر دو ہین ایک
خدائے تعالی کو اپنے جی مین یاد کرنا کہ بجز خدائے تعالی کے اور کسی کو علم نہو یہ نہایت عمدہ ہی اور اُسکا ثواب بہت بڑا ہی اور اس سے بڑھکر اللہ تعالی کا اُس وقت یاد
کرنا ہی کہ وہ محروم کر دے - اور مروی ہی کہ دنیا سے سب نفس پیاسے نکلین گے بجز اللہ تعالی کے ذکر کرنے والون کے اور حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے
ہین کہ جنت کے لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کرینگے بجز اُس ساعت کے جو اُنپر آئی ہوا ور اُنھون نے اُس مین ذکر خدا نہ کیا ہو واللہ اعلم

دوسرا بیان ذکر کی مجلسون کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس مین بیٹھکر ذکر الہی کرتے ہین تو اُنکو فرشتے گھیر لیتے ہین
اور رحمت ڈھانپ لیتی ہی اور اللہ تعالی اُنکا ذکر اپنے پاس کے لوگون یعنی ملاء اعلی مین کرتا ہی - اور فرمایا کہ جو لوگ اکٹھے ہو کر اللہ تعالی کا ذکر کرتے
ہین اور اُس ذکر سے بجز اُسکی رضا کے اور کچھ اُنکا مقصود نہین ہوتا تو اُنکو ایک منادی آسمان سے پکارتا ہی کہ اُٹھو تمھاری مغفرت ہو گئی اور تمھاری
برائیان نیکیون سے بدل دی گئین اور فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ مین بیٹھکر خدائے تعالی کا ذکر نہ کرینگے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجینگے تو
قیامت کو اُنکے لیے حسرت ہوگی - اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الہی جب تو مجھکو دیکھے کہ مین ذکر کرنے والون کی مجلس سے غافلون کی
مجلس کی طرف بڑھا جاتا ہون تو اُن تک پہونچنے سے پہلے میری ٹانگ توڑ دے کہ یہ بھی منجملہ تیرے احسانون کے ہوگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نیک مجلس ایماندار کی بیس لاکھ بری مجلسون کا کفارہ ہو جاتی ہی - اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آسمان والے اہل زمین کے اُن گھرون کو
جن مین خدائے تعالی کا ذکر ہوا ہوگا ایسے دیکھینگے جیسے ستارے دیکھے جاتے ہین اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہین کہ جب لوگ اکٹھے ہو کر خدائے تعالی کا ذکر
کرتے ہین تو شیطان اور دنیا الگ ہو جاتے ہین اور شیطان دنیا سے کہتا ہی کہ دیکھتی ہی یہ کیا کرتے ہین تو دنیا کہتی ہی کہ کر لینے دے یہ جب جدے
ہونگے مین اُنکی گردنین پکڑ کر تیری طرف لے آؤنگی - اور حضرت ابوہریرہؓ ایک بار بازار مین گئے اور لوگون سے فرمایا کہ تم یہان ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی میراث مسجد مین تقسیم ہو رہی ہی لوگون نے بازار کو ترک کیا اور مسجد کو روانہ ہوے وہان کچھ مال نہ دیکھا حضرت ابوہریرہؓ سے آکر کہا کہ ہمنے تو کوئی
میراث بٹتے نہ دیکھی آپ نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا اُنھون نے کہا کہ کچھ لوگون کو دیکھا کہ اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہین اور قرآن پڑھتے ہین آپ نے فرمایا
یہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تو ہی - اور اعمش ابن ابی صالح سے اور وہ حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہین

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے بہت سے فرشتے نامۂ اعمال کے لکھنے والون کے سوا زمین مین پھر کرکے حلقے ڈھونڈھتے رہتے
ہین جب کسی قوم کو دیکھتے ہین کہ اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہین تو ایک دوسرے کو پکارتے ہین کہ اپنے مطلوب کی طرف چلو سب فرشتے وہان آتے ہین
اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے والون کو گھیر لیتے ہین پھر اللہ تعالی اُنسے پوچھتا ہی کہ تمنے میرے بندون کو کیا کرتے چھوڑا وہ عرض کرتے ہین کہ ہمنے
اس حال مین چھوڑا کہ تیری حمد اور بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ بھلا اُنھون نے مجھے دیکھا ہی وہ کہتے ہین کہ نہین اللہ جلشانہ
فرماتا ہی کہ اگر وہ مجھے دیکھ لین تو کیا ہو فرشتے کہتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو زیادہ تر تیری تسبیح اور تحمید اور تمجید کرین پھر پوچھتا ہی کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہین وہ
کہتے ہین کہ دوزخ سے فرماتا ہی کیا اُنھون نے دوزخ کو دیکھا ہی عرض کرتے ہین کہ نہین فرماتا ہی کہ اگر اُسکو دیکھین تو کیسی ہو عرض کرتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو
اُس سے زیادہ تر گریز اور نفرت کرین پھر پوچھتا ہی کہ وہ کیا مانگتے ہین وہ کہتے ہین کہ جنت کے سائل ہین فرماتا ہی کہ اُنھون نے کیا اُسکو دیکھا ہی
عرض کرتے ہین کہ نہین فرماتا ہی اگر دیکھ لین تو کیا ہو عرض کرتے ہین کہ اگر دیکھ لین تو اُسکے زیادہ تر حریص ہو جاوین پھر اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اُنکو بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی ان مین فلان شخص تھا وہ انکے ارادے سے نہین آیا تھا بلکہ اپنے
کسی کام کو آیا تھا اللہ تعالی فرماتا ہی کہ یہ وہ لوگ ہین کہ اُنکا ہمنشین اُنکے طفیل مین محروم نہین ہوتا

تیسرا بیان لا الٰہ الا اللہ کہنے کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ مین نے اور مجھ سے پیشتر کے انبیا نے کہا ہی افضل ما قلت
انا والنبیون من قبلی انھین سے افضل یہ قول ہی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار کہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیٔ قدیر اُس کے لئے دس بردے آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور سو نیکیان اُسکے واسطے لکھی جاینگی
اور سو برائیان اُس کی دور کی جاوین گی اور اُس روز شیطان سے شام تک اُسکو پناہ رہیگی اور اُسکے عمل سے بڑھکر اور کسی کا عمل نہین بجز
اُس شخص کے کہ دس سے زیادہ یہ کلمہ پڑھے اور فرمایا کہ جو شخص وضو اچھی طرح کرکے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاوے اور کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ تو اسکے لیے جنت کے دروازے کھل جاوین گے جون سے مین سے چاہے اندر چلا جاوے اور فرمایا کہ
لا الٰہ الا اللہ کہنے والون کو نہ قبر مین وحشت ہی نہ قبرون سے اُٹھنے مین گویا کہ مین اُن کو دیکھ رہا ہون کہ نفخ صور کے وقت اپنے سر سے
مٹی جھاڑ رہے ہین اور یہ کہتے ہین الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور۔ اور حضرت ابوہریرہ کو ارشاد فرمایا ہی کہ اے
ابوہریرہ جو نیکی تم کروگے وہ قیامت کے دن وزن کی جاویگی مگر اس بات کی گواہی دینی کہ لا الٰہ الا اللہ اسکے لیے ترازو نہین رکھی جاویگی اسلیے
کہ اگر یہ کلمہ اُس شخص کے پلہ مین رکھا جاویگا جسنے اسکو صدق کے ساتھ کہا ہو اور ساتون آسمان اور ساتون زمینین اور اُنکے درمیان کی چیزین
دوسرے پلہ مین رکھی جاوینگی تو ان سب سے لا الٰہ الا اللہ ہی جھکتا رہیگا۔ اور فرمایا کہ اگر صدق کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا بقدر زمین کے گناہ
لاوے گا تو اللہ تعالے اُنکو معاف کر دے گا۔ اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ جو شخص مرنے کو ہو اُسکو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت تلقین کر دو کہ وہ گناہون کو

[illegible]

دیتی ہی حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مرنے والون کے لیے ہی زندون کے لیے کیا صورت ہو فرمایا کہ اُنکے
حق مین زیادہ تر ڈھاتی ہی - اور فرمایا من قال لا آلہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ اور فرمایا کہ تم سب جنت مین بیشک جاؤگے مگر جو شخص
بانکار پیش آوے اور اللہ تعالیٰ سے ایسا بدلے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدل جاتا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالیٰ
سے بانکار کون پیش آتا ہی فرمایا کہ جو لا آلہ الا اللہ نہ کہے پس لا آلہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو پیشتر اس سے کہ تم مین اور اس کلمہ مین آڑ کر دی
جاوے کیونکہ یہ کلمۂ توحید اور کلمۂ اخلاص اور کلمۂ تقویٰ اور کلمۂ طیبہ اور دعوۃ الحق اور عروۃ الوثقیٰ ہی اور جنت کا دام بھی یہی ہی - اور اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اس مین کہا گیا ہی کہ دنیا مین تو احسان لا آلہ الا اللہ کا کہنا ہی اور آخرت مین جنت ہی اور للذین
احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ مین کہا گیا ہی - اور حضرت براء ابن عازبؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دس بار کہے لا آلہ
الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر اُسکو ایک بردے کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا - اور عمرو بن شعیب اپنے
باپ سے اور وہ اپنے دادے سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایکدن مین دو سو دفعہ کہے لا آلہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر اُس سے نہ تو وہ سبقت لیجاویگا جو اُس سے پہلے تھا اور نہ اُسکو وہ پاویگا جو اُسکے بعد ہوگا مگر جو کوئی اس کے
عمل سے افضل کریگا وہ البتہ اُس سے بڑھ لیجاویگا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بازار مین کہے لا آلہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد
یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شئی قدیر - اُسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھی جاوینگی اور دس لاکھ برائیان دور ہونگی اور ایک مکان اُسکے لیے جنت مین
بنایا جاویگا - اور مروی ہی کہ بندہ جب لا آلہ الا اللہ کہتا ہی تو یہ کلمہ اُسکے نامۂ اعمال کی طرف آتا ہی تو جس خطا پر گذرتا ہی اُسکو مٹاتا جاتا ہی یہانتک کہ
جب کوئی اپنی طرح کی نیکی دیکھتا ہی تو اُسکے پہلو مین بیٹھ جاتا ہی - اور حدیث صحیح مین حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کہے لا آلہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر تو ایسا ہی کہ جیسے چار بردے حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کیے - اور نیز حدیث صحیح مین حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو کوئی رات سے جاگے پھر کہے لا آلہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا آلہ الا اللہ واللہ اکبر
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر کہے کہ الٰہی تو مجھے بخشدے تو اُسکی مغفرت ہوجاویگی یا دعا مانگیگا تو مقبول ہوگی اور اگر وضو کرکے نماز پڑھیگا تو اُسکی نماز مقبول ہوگی

چوتھا بیان سبحان اللہ اور الحمد للہ اور باقی ذکرون کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور
تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہے اور سو پورا کرنے کو لا آلہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر کہے اُسکے گناہ
بخشے جاوینگے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہون - اور فرمایا جو شخص دن مین سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے اُسکے گناہ دور ہو جاوینگے گو سمندر
کی جھاگ جیسے ہون - اور مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھ سے دنیا نے پشت پھیری اور مین تنگدست
ہوگیا آپ نے فرمایا کہ تو فرشتون کی نماز اور خلق کی تسبیح کیون نہین پڑھتا اُس سے تو لوگون کو روزی ملتی ہی اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہی آپ نے فرمایا

کہ صبح صادق کے طلوع سے فجر کی نماز پڑھنے تک کے اندر سو بار سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم استغفر اللّٰہ پڑھ لیا کر دنیا تیرے پاس خوار و ذلیل ہو کر آویگی اور اللّٰہ تعالیٰ ہر کلمہ سے اس دعا کے ایک فرشتہ پیدا کرے گا کہ وہ اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح قیامت تک کرتا رہیگا اور اُسکا ثواب تجھکو ملیگا اور فرمایا کہ جب بندہ الحمد للّٰہ کہتا ہے تو زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے پھر جب دوسری دفعہ الحمد للّٰہ کہتا ہے تو ساتویں آسمان سے لیکر سب سے نیچے کی زمین تک پُر کر دیتا ہے پھر جب تیسری بار الحمد للّٰہ کہتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مانگ تجھکو ملیگا۔ اور رفاعہ زرقی سے مروی ہے کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ نے رکوع سے اپنا سر اُٹھا کر سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہا تو ایک شخص نے آپکے پیچھے سے کہا ربنا لک الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوے تو فرمایا کہ کون بولا تھا اُس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللّٰہ میں تھا آپنے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر تیس فرشتوں کو دیکھا کہ اُس کلام کی طرف جھپٹتے تھے کہ اُسکو کون پہلے لکھے۔ اور فرمایا کہ باقیات الصالحات یہ ہیں لا الٰہ الا اللّٰہ وسبحان اللّٰہ واللّٰہ اکبر والحمد للّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ اور فرمایا کہ اگر زمین کے اوپر کوئی شخص کہے لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر و سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ تو اُسکے گناہ بخشدیے جاوینگے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اسکو ابن عمر نے روایت کیا ہے اور نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللّٰہ تعالیٰ کے جلال اور تسبیح اور تہلیل اور تحمید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے گرد پھرتے ہیں اور شہد کی مکھی کا سا بھنبھناہٹ اُنکا ہوتا ہے کہ اپنے پڑھنے والے کا ذکر پروردگار کے پاس کرتے ہیں کیا تمہے کسی کو اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ اُسکا ذکر اللّٰہ تعالیٰ کے پاس ہوتا رہے اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سُبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہوں تو میرے نزدیک اُس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا ہے (یعنی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے) اور ایک روایت میں لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ زیادہ ہے اور فرمایا کہ یہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسند کلام یہ چار کلمات ہیں سُبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہ جونسی شے شروع کرو گے کچھ تمکو خلل نہ کریگا اس روایت کو سمرہ بن جندب نے روایت کیا ہے اور ابو مالک اشعری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للّٰہ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور سُبحان اللّٰہ واللّٰہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور خیرات کرنا بُرہان ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے نفع یا نقصان کے لیے حجت ہے سب آدمی صبح کو اُٹھکر یا تو اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں پھر اُسکو ہلاک کر دیتے ہیں یا اپنے نفس کو خریدتے ہیں اور اُسکو آزاد کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہیں سُبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا کلام محبوب تر ہے آپ نے فرمایا کہ جو کلام اُسنے اپنے فرشتوں کے لیے چُن لیا ہے یعنی سُبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کلام میں سے ان کلمات کو چھانٹ لیا ہے سُبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پس جب بندہ سبحان اللّٰہ کہتا ہے تو اُسکے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس برائیاں اُس سے دور کیجاتی ہیں اور جب اللّٰہ اکبر کہتا ہے تب بھی اسیطرح ہوتا ہے اور آخر تک کلمات کو ذکر فرمایا کہ ہر ایک کے کہنے میں ویسا ہی حال ہے

اور حضرت جابرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سبحان اللہ وبحمدہ کہے اُسکے لیے ایک درخت جنت مین لگایا جاویگا اور حضرت ابوذر رضہ سے مروی ہی کہ فقراء صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ دولتمند ثواب لے گئے وہ نماز پڑھتے ہین جیسے ہم پڑھتے ہین اور روزہ رکھتے ہین جیسے ہم رکھتے ہین اور اپنے بچے ہوئے مالون سے خیرات کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی نے کیا تمھارے لیے کوئی چیز نہین بنائی جس سے تم صدقہ کرو تمھارے واسطے ہر سبحان اللہ کہنا صدقہ اور الحمد للہ کہنا صدقہ ہی ہر تہلیل صدقہ ہی ہر ایک تکبیر صدقہ ہی اچھی بات کے لیے امر کرنا صدقہ ہی بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہی تم مین سے کوئی اپنی بی بی کے منھ مین لقمہ دے تو یہ اُسکے حق مین صدقہ ہی اور تمھارے لیے بی بی سے ہم بستر ہونے مین صدقہ ہی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو اپنی شہوت کے پورا کرنے مین بھی ثواب ہی آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ تو کہو کہ اگر شہوت کو حرام مین صرف کرتا تو گناہ ہوتا کہ نہین انھون نے عرض کیا کہ بیشک گناہ ہوتا آپ نے فرمایا کہ اسیطرح اگر حلال مین اُسکو صرف کریگا تو اُسکو ثواب ہوگا اور حضرت ابوذرؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مالدار ثواب مین ہم سے بڑھ گئے کہ جو ہم کہتے ہین اُسکو وہ بھی کہتے ہین اور وہ خرچ کرتے ہین اور ہم نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو ایسا عمل نہ بتا دون کہ جب تو اُسکو کرے تو جو تجھ سے اول ہوا اُسکو جا لے اور جو تیرے بعد ہو اُس پر فائق ہو بجز اُس شخص کے کہ تیرے قول کے موافق کہے وہ یہ ہی کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہہ لیا کر اور یسیرہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای عورتو اپنے اوپر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سبوح قدوس کہنا لازم کر لو کہ اُس سے غفلت نہ کرو اور عدد کے شمار عقد انامل سے کیا کرو کہ انگلیون کی پورین قیامت کے روز شہادت دینگی اور بولینگی اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سبحان اللہ کہنے کو شمار کرتے جاتے تھے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بندہ جب کہتا ہی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ سچ کہتا ہی کہ کوئی معبود میرے سوا نہین اور مین سب سے زیادہ بڑا ہون اور جب بندہ کہتا ہی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندہ نے سچ کہا کوئی معبود میرے سوا نہین مین یکتا ہون کوئی میرا شریک نہین اور جب وہ کہتا ہی لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ درست کہتا ہی گناہ سے بچنے کی طاقت اور طاعت کے لیے قوت بجز میرے اور کسیطرح نہین اور جو شخص ان کلمات کو مرنے کے وقت کہے تو اُسکو دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کسی سے یہ نہین ہوسکتا کہ ہر روز ایک ہزار نیکیان کما لیا کرے لوگون نے عرض کیا کہ کیسے ہو آپ نے فرمایا کہ سو بار سبحان اللہ کہہ لیا کرے اُسکے لیے ہزار تو نیکیان لکھی جائینگی اور ہزار برائیان اُس سے دور کیجا دینگی اور فرمایا کہ ای عبد اللہ بن قیس یا حضرت ابو موسی کو خطاب فرما کر کہا کہ کیا مین تجھکو جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ نہ بتلا دون انھون نے عرض کیا کہ ارشاد فرمایئے فرمایا کہ کہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا کہنا جنت کے خزانون مین سے عرش کے نیچے کا ایک عمل ہی جب بندہ اُسکو کہتا ہی تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرا بندہ اسلام لایا اور فرمانبردار ہوا۔ اور فرمایا کہ جو شخص صبح کو یہ کہہ لیا کرے کہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ورسولا تو ضرور ہی کہ خدائے تعالی اُسکو قیامت کے روز راضی کر دے اور ایک روایت مین ہی کہ جو کوئی اس دعا کو

ابن ماجہ ترمذی [illegible]
ابن ماجہ ۱۲ مسلم ۱۲ ح ابوذر
مسلم ۱۲ [illegible]
[illegible] ابوداود
ابوداود ۱۲ ح ابو ہریرہ
ترمذی و حاکم ۱۲ ح
ابوداود و نسائی و ترمذی
۱۲ ح ترمذی و
نسائی در الیوم واللیلۃ
و حاکم ۱۲ ح ترمذی
۱۲ ح نسائی در الیوم واللیلۃ
و حاکم ۱۲ ح متفق علیہ
بالا ۱۲ ح ابن ماجہ
[illegible] جانتے ہین اور اسلام کو دین
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
نبی اور رسول مانتے ہین
ابوداود و نسائی و حاکم از حدیث
خادم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲

پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوتا ہے۔ اور مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور بسم اللہ کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو ہدایت کیا گیا
اور جب کہتا ہے کہ توکلت علی اللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو کفایت کیا گیا اور جب کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو حفاظت کیا گیا پھر
اُسکے پاس سے شیطان علیحدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُسپر تمھارا بس نہ چلیگا کہ یہ ہدایت اور کفایت اور حفاظت میں داخل ہوا
اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ ذکر الٰہی باوجود زبان پر ہلکا ہونے اور تھوڑی مشقت کے ایسا ہو گیا کہ یہ سب عبادتوں کی نسبت کہ مفید تر اور
افضل ہو گیا حالانکہ عبادات میں محنت بہت ہوتی ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اس امر کی تحقیق تو بدون علم مکاشفہ کے اور جگہ زیبا نہیں مگر جسقدر کا
ذکر کرنا علم معاملہ میں گوارا کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جس ذکر سے تاثیر اور نفع ہوا کرتا ہے وہ حضور دل کے ساتھ ہمیشہ کو ذکر کرنا ہے اور زبان سے ذکر کرنا اور
دل کا غافل ہونا بہت کم نافع ہے ؎ زبان در ذکر و دل در فکر خانہ ؛ چہ حاصل زین نماز پنجگانہ ؛ اور یہی بات احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے اور کسی
لحظہ میں ذکر دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیا میں مشغول ہو کر خدائے تعالیٰ سے غافل ہونا بھی کم مفید ہے بلکہ حضور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہمیشہ یا اکثر
اوقات سب عبادتوں پر مقدم ہے بلکہ اسی سے سب عبادتوں پر شرف ہے اور وہی عملی عبادتوں کی علت غائی ہے اور ذکر کا ایک شروع ہے اور ایک
انجام ابتدائے ذکر تو موجب اُنس و محبت کا ہوتا ہے اور اسکی انتہا یہ ہے کہ اُنس و محبت اُسکے موجب ہو جاویں اور اُنھیں کے باعث سے ذکر سرزد ہو اور
مطلوب بھی یہی اُنس و محبت ہوتی ہے جو باعث ذکر ہو کیونکہ مرید اپنے ابتدائے حال میں کبھی بتکلف اپنے دل اور زبان کو وسواس سے روک کر
اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف کرتا ہے اور اگر بتوفیق الٰہی اُسپر مداومت کرتا ہے تو اُس سے مانوس ہو جاتا ہے اور اُسکے دل میں مذکور کی محبت جم جاتی ہے
اور اس بات سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ امر تو عادت میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک غائب شخص کا ذکر کرو اور اُس کی
خصلتوں کو بکر رسہ کر اُسکو سناؤ تو وہ اُس سے محبت کریگا بلکہ کبھی صفت اور کثرت ذکر ہی سے عاشق ہو جاتا ہے پھر جب ابتدا میں بتکلف ذکر سے
عاشق ہو جاتا ہے تو انجام کو کثرت ذکر پر مجبور ہو جاتا ہے اسطرح کہ اُس سے صبر نہیں کر سکتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اُسکا ذکر زیادہ
کیا کرتا ہے اور جو شخص کسی چیز کا ذکر بہت کرتا ہے گو تکلف ہی سے ہو وہ اُسی شے کو محبوب جانتا ہے اسیطرح ذکر الٰہی اول میں تکلف کے ساتھ بھی اس امر کا ثمرہ
دیتا ہے کہ مذکور کے ساتھ یعنی خدائے تعالیٰ سے آدمی کو اُنس و محبت ہو جاوے اور انجام کو یہ صورت ہوتی ہے کہ اس سے صبر نہیں کر سکتا تو جو چیز
اول میں واجب تھی وہ موجب ہو جاتی ہے اور جو چیز ثمرہ تھی وہ علت ٹھہرتی ہے اور یہی معنی ہیں اس قول کے جو بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے بیس
برس قرآن پر محنت ہی کھینچی پھر بیس برس اس سے دولت ملی اور یہ دولت بجز اُنس و محبت کے اور کسی چیز سے صادر نہیں ہوتی اور اُنس و محبت جبھی حاصل ہوتی
ہے کہ بہت مدت تک بتکلف مشقت اُٹھائی جاوے یہانتک کہ تکلف کا امر سرشتی ہو جاوے اور اس امر کو بعید نہ جانو کہ دیکھتے ہی ہو کہ آدمی بعض اوقات کسی
چیز کے کھانے میں تکلف کرتا ہے اور اول بدمزگی کے باعث اُسکو بُرا جانتا ہے اور زبردستی نگلتا ہے مگر اُسپر مداومت کرنے سے اُسکی طبیعت کے موافق
پڑ جاتی ہے یہانتک کہ پھر اُس سے صبر نہیں کرتا غرضکہ آدمی کا نفس متحمل ہوتا ہے جسطرح کی عادت ڈالو ویسا ہی عادی ہو جاتا ہے اور جو چیز اُس سے اول بتکلف
کراؤ اخیر کو وہ اُسکے لیے سرشت ہو جاتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُنس حاصل ہو جاتا ہے تو اُسکے ماسوا سے منقطع ہو جاتا ہے اور اُسکے سوا وہ چیزیں
ہیں کہ مرنے کے وقت اُس سے جدا ہو جاوینگی مثلاً گھر کے لوگ اور مال اور اولاد اور حکومت قبر میں کوئی ساتھ نہ ہو گی اور بجز ذکر الٰہی کے اور کچھ نہ ہوگا پس
اگر ذکر الٰہی سے اُنس رکھتا ہو گا تب تو اُس سے منتفع ہو گا اور جو علاقے کہ اُس سے روکتے تھے اُنکے برطرف ہونے سے لذت پاوے گا کیونکہ دنیا کی

زندگی مین حاجتون کی ضرورتین ذکر اللہ سے روکتی ہین اور موت کے بعد کوئی مانع نہ رہیگا تو گویا اُسوقت انھین اور اُسکے محبوب مین تخلیہ کر دیا جاویگا اس صورت مین اُسکا حال بہت بہتر ہوگا اور اس قیدخانہ سے چھوٹ جاویگا جسمین اپنے اُنس کی چیز سے کا ہوا تھا۔ اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل مین ڈال دیا ہے کہ تم جس چیز کو چاہو محبوب کر لو مگر اُسکو تمھین چھوڑنا پڑیگا۔ اس سے مراد وہ چیزین ہین جو دنیا کے متعلق ہون اسلیے کہ مرنے سے آدمی کے حق مین یہی چیزین جاتی رہتی ہین کہ جتنی چیزین زمین پر ہین سب فانی ہین صرف ذات پاک پروردگار کی باقی ہے۔ اور دنیا کا اُسکے حق مین موت کے باعث فنا ہونا اُسوقت تک رہیگا کہ وہ شخص مدت مکتوب کے پورا ہونے پر واقع مین فنا ہو جاوے۔ اور اس اُنس سے بندہ اپنی موت کے بعد لذت پاتا رہیگا یہانتک کہ خدا تعالی کے جوار مین نازل ہو کر ذکر سے لقا کی طرف ترقی کر جاوے اور یہ بات قبرون مین سے اُٹھنے اور سینون کے اندر کی باتین معلوم ہونے کے بعد ہوگا۔ اور اس دلیل سے کہ مرنا عدم ہے اُسکے ساتھ ذکر کیسے رہ سکتا ہے موت کے بعد ذکر الٰہی کے ساتھ رہنے سے انکار نہ کرنا چاہیے کیونکہ مرنے سے آدمی ایسا معدوم نہین ہوتا کہ ذکر کا مانع ہو بلکہ اُسکا معدوم ہونا صرف دنیا اور عالم ظاہری سے ہے عالم ملکوت سے معدوم نہین ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین کہ القبر اما حفرۃ من حفر النار او روضۃ من ریاض الجنۃ اور اس حدیث مین ارواح الشہداء فی حواصل طیور خضر اسی بات کی طرف اشارہ ہے جو ہمنے ذکر کی ہے اور اُس ارشاد مین بھی یہی اشارہ ہے جو آپ نے جنگ بدر کے مشرک مقتولون کو ہر ایک کا نام لیکر فرمایا کہ اے فلان اے فلان جو کچھ تمھارے رب نے وعدہ کیا تھا اُسکو تمنے سچ پایا کہ نہین مجھسے تو جو کچھ میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا اُسکو مین نے سچا پایا حضرت عمرؓ نے آپکے اس قول کو سنکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیسے سنین اور کیونکر جواب دین وہ تو مر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے تم میرے کلام کو اُنسے زیادہ نہین سنتے مگر یہی فرق ہے کہ انکو جواب دینے کی قدرت نہین اور یہ روایت حدیث صحیح مین ہے یہ ارشاد آپکا مشرکین کے باب مین ہے اور ایماندارون کے لیے آپنے فرمایا ہے کہ انکی روحین سبز جانورون کے پوٹون مین عرش کے نیچے لٹکتی ہین اور یہ حالت اور جو کیفیت کہ ان الفاظ سے پائی جاتی ہے ذکر الٰہی کے مخالف نہین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور ذکر الٰہی کے شرف کی جہت سے رتبہ شہادت بڑا ٹھہرا اسلیے کہ مقصود خاتمہ ہے اور ہماری غرض خاتمہ سے دنیا کا رخصت ہونا اور اللہ کے سامنے ایسے حال پر آنا ہے کہ دل خدا تعالی مین ڈوبا ہوا اور اُسکے سوا سے منقطع ہو پس اگر کوئی بندہ اس بات پر قادر ہو کہ اپنی ہمت کو خدا تعالی مین مستغرق کر دے تو اُس سے اس حالت پر مرنا بجز صف جنگ کے اور طرح نہ ہو سکیگا کیونکہ صف جنگ مین اپنی جان اور مال اور اولاد بلکہ تمام دنیا سے طمع جاتی رہتی ہے اسلیے کہ ان چیزون کو زندگی کے لیے چاہا کرتا ہے اور بسبب محبت الٰہی اور اُسکی رضا جوئی مین اسکے دل پر زندگی بیقدر ہو گئی تو ان چیزون کی بھی قدر نہ رہیگی اس سے معلوم ہوا کہ اس سے بڑھکر خدا تعالی کے لیے ہو رہنے کی اور کوئی صورت نہین اور یہین بلحاظ شہادت کا معاملہ بہت بڑا ٹھہرا اور اسکے فضائل بیشمار وارد ہوے مثلاً جب اُحد کی لڑائی مین حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری شہید ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لڑکے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ اے جابر

مین تجھے ایک بشارت دیتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ بہتر خدا تعالیٰ آپکو خیر کی بشارت دے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کر کے اپنے سامنے بٹھلایا اسطرح کہ اُنمین ور خدا تعالیٰ مین کوئی پردہ نہ تھا پھر فرمایا کہ اے میرے بندے جو کچھ چاہے مجھسے تمنا کرمین تجھکو دونگا تیرے باپ نے کہا کہ الٰہی میری یہ تمنا ہے کہ تو مجھکو دنیا مین دوبارہ بھیجدے تاکہ مین تیری راہ مین اور تیرے رسول کی اطاعت مین پھر سے مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس باب مین تو میرا حکم پہلے ہوچکا ہے کہ لوگ دنیا مین پلٹ کر نہ جاوین پھر قتل اُس جیسی حالت پر مرنے کا باعث ہے کیونکہ اگر مارا نہ جاوے اور مدت تک زندہ رہے تو کیا عجب ہے کہ دنیا کی شہوات اُسکی طرف لوٹ آوین اور اُسکے دلپر جو ذکر الٰہی کا غلبہ ہے اُس پر غالب ہوجاوین اسی جہت معرفت والے خاتمہ کے معاملہ سے بہت خوف کرتے رہتے ہین کیونکہ دل ہرچند ذکر الٰہی کو لازم رکھتا ہو مگر تاہم بدلتا رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ التفات دنیا کی شہوات کی طرف رکھتا ہے اور قصور اور سستی عارضی سے خالی نہین ہوتا پس اگر معاذ اللہ آخر حال مین اُسکے دلمین دنیا کا معاملہ صورت پکڑ کر چھا جاوے اور دنیا سے اسی حالت مین کوچ کر جاوے تو قریب قیاس یہی ہے کہ اُسی معاملہ کا غلبہ اُسکے دلپر باقی رہے اور مرنے کے بعد اُس کا مشتاق ہو کر دنیا مین پھر سے آنے کی تمنا کرے اور یہ تمنا اُسی جہت سے ہوتی ہے کہ آخرت کا بہرہ کم ہوتا ہے کیونکہ آدمی کی موت اُس حال پر ہوتی ہے جس پر زندگی کرتا ہے اور حشر اسپر ہوتا ہے جسپر مرتا ہے اس صورت مین اس خطرہ سے زیادہ بچاؤ کی صورت شہادت کا خاتمہ ہے بشرطیکہ شہید کی غرض مال کا حاصل کرنا یا بہادری مین مشہور ہوجانا وغیرہ نہو جنکا ذکر حدیث مین آیا ہے کہ ایسے شہید دوزخ مین جاوینگے بلکہ قصد اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُسکا بول بالا ہونیکا ہو اور یہی حالت ہے جو اس آیت مین مذکور ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ اور اسطرح کا شخص دنیا کو آخرت کے عوض مین بیچتا ہے اور شہید کا حال کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی مراد کے موافق ہے اسلیے کہ اُسکا مقصود بجز اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہین اور ہر ایک مقصود معبود ہوتا ہے اور ہر معبود الٰہ ہے تو شہید اپنی زبان حال سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے کہ اُسکے سوا اُسکا مقصود نہین اور جو شخص کہ یہ کلمہ اپنی زبان سے کہے اور اُسکا حال اُس کلمے کے موافق نہو تو اُسکا معاملہ مشیت ایزدی مین ہے اور اُسکے حق مین خطرہ سے مامون نہین اسی وجہ مذکورہ سابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الٰہ الا اللہ کے کہنے کو سب ذکرون پر فضیلت دی اور بعض جا تو مطلق اُسکے کہنے کو ذکر کیا ہے تاکہ لوگون کو ترغیب ہو پھر بعض جا صدق اور اخلاص کو اضافہ کرکے ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا من قال لا الٰہ الا اللہ مخلصًا اور اخلاص کے یہ معنی ہین کہ حال بموجب قول زبانی کے ہووے ہم خداے تعالیٰ سے سوال کرتے ہین کہ خاتمہ مین ہمکو ان لوگون مین سے کردے جو حال و قال و ظاہر و باطن مین لا الٰہ الا اللہ والے ہون تاکہ ہم دنیا کو ایسی طرح چھوڑین کہ اُسکی طرف ذرا دھیان نہو بلکہ اُس سے دق ہون اور خدا تعالیٰ کی لقا کے خواہان کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی لقا کو چاہتا ہے اللہ اُسکی لقا چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا بُرا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکی صورت دیکھنا بُرا جانتا ہے غرضکہ یہ ذکر کے معانی کے وہ اشارات ہین کہ اُنسے زیادہ علم معاملہ مین بیان نہین ہوسکتا

دوسری فصل دعا کے آداب و فضیلت مین اور استغفار اور درود شریف کی فضیلت مین

اس مین تین بیان ہین

بیان اول دعا کی فضیلت و آداب مین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین اور فرمایا قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ اور فرمایا وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور احادیث

اسکے فضل میں یہ ہین کہ نعمان بن بشیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا الدعاء ہو العبادۃ پھر آپ نے ادعونی استجب لکم کو آخر آیت تک پڑھا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی الدعاء مخ العبادۃ اور حضرت ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کوئی چیز اللہ کے نزدیک دعا سے بزرگتر نہین۔ اور فرمایا کہ بندہ دعا سے ایک نہ ایک تین باتون مین سے جانے نہین دیتا یا تو اسکا گناہ بخشا جاتا ہی یا کوئی بہتری سردست ملجاتی ہی یا کوئی خیر اسکے لیے ذخیرہ کردیجاتی ہی اور حضرت ابوذر رضی نے فرمایا کہ نیکی کرنیکے ساتھ دعا اسقدر کافی ہی جیسے کھانیکے ساتھ نمک کی مقدار ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی سے اسکے فضل کی درخواست کرو کہ اسکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اس سے کوئی مانگے اور بہترین عبادت کشادگی کا منتظر رہنا ہی اور دعا کے آداب دس ہین ادب اول یہ ہی کہ دعا کے لیے اوقات شریف کو تاکتا رہے جیسے سال مین سے عرفہ کا روز اور مہینون مین رمضان کا مہینا اور ہفتہ مین جمعہ کا روز اور رات کی ساعتون مین سحر کا وقت ہی جسکے لیے اللہ تعالی فرماتا ہی وبالاسحار ہم یستغفرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی ہر شب مین جب تہائی پچھلی رات رہتی ہی آسمان دنیا پر نزول جلال فرماکر ارشاد فرماتا ہی کہ کوئی ہی مجھسے دعا مانگے اور مین قبول کرون اور کوئی ہی مجھسے مانگے تو مین اسکو دون اور کوئی ہی کہ مجھ سے مغفرت کا خواہان ہو پس مین اسکو بخشدون۔ اور کہتے ہین کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنی اولاد سے کہا تھا کہ سوف استغفر لکم ربی یعنی مین تمھارے لیے اپنے رب سے عنقریب درخواست مغفرت کرونگا تو اس سے انکی غرض یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کرین چنانچہ کہتے ہین کہ آپ پچھلے تڑکے اٹھے اور دعا مانگی اور انکی اولاد انکے پیچھے آمین کہتی جاتی تھی اللہ تعالی نے انکو وحی بھیجی کہ مین نے انکا قصور معاف کیا اور انکو پیغمبر کردیا ادب دوم یہ ہی کہ عمدہ حالات کو غنیمت جانے حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ جب راہ خدا مین فوجین دشمنون سے بھڑتی ہین اور مینھ کے برسنے کے وقت اور فرض نماز کے لیے تکبیر کہنے کے وقت آسمان کے دروازے کھلجاتے ہین پس ان وقتون مین دعا مانگنا غنیمت جانو اور حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ نمازین بہتر ساعات مین مقرر ہوئی ہین تو انکے بعد دعا مانگنا اپنے اوپر لازم کرلو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اذان اور تکبیر کے بیچ مین دعا رد نہین ہوتی اور فرمایا کہ روزہ دار کی دعا رد نہین ہوتی۔ اور واقع مین اوقات کے بہتر ہونے سے حالات بھی بہتر ہوتے ہین مثلاً سحر کا وقت دل کی صفائی اور اخلاص اور تشویش مین ڈالنے والی چیزون سے خالی ہونے کا وقت ہی اور عرفہ اور جمعہ کا روز ہمتون کے جمع ہونے اور خدا تعالی کی رحمت اتارنیکے لیے دلون کے متفق ہونے کا وقت ہی۔ اور وقتون کی عمدگی کا یہ ایک سبب ہی کہ حالات اس سے عمدہ ہوتے ہین باقی اسرار جو ان مین ہین انپر بشر کو واقفیت نہین اور سجدہ کی حالت بھی دعا کے مقبول ہونیکے مناسب ہی حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب حالتون سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت مین ہوتا ہی پس سجدہ مین دعا کی کثرت کرو۔ اور حضرت ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مجھکو قرآن کا پڑھنا حالت رکوع اور سجدہ مین منع کردیا گیا پس رکوع مین تعظیم اللہ تعالی کی کیا کرو اور سجدہ مین دعا کے لیے خوب کوشش کرو کہ یہ حالت اس بات کی شایان ہی کہ تمھاری دعا قبول ہو ادب سوم یہ ہی کہ دعا قبلہ رخ ہوکر مانگے اور اپنے ہاتھ اتنے اونچے کرے کہ بغلون کی سفیدی معلوم ہونے لگے۔ جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے موقف مین تشریف لائے اور قبلہ رخ ہوکر دعا کرتے رہے یہانتک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اور سلمان رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا

حیا والا کریم ہے جب بندہ اُسکی طرف اپنے دونون ہاتھ اُٹھاتا ہے تو وہ حیا کرتا ہے اس سے کہ وہ اُنکو خالی پھیر دے۔ اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین اپنے ہاتھ اتنے اُٹھاتے کہ آپ کی بغلون کی سفیدی معلوم ہونے لگتی اور دعا مین اپنی دونون اُنگلیون سے اشارہ
نہ کرتے اور حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے کہ وہ دعا مانگتا تھا اور اپنی دونون شہادت کی
اُنگلیون سے اشارہ کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ ایک اُنگلی پر اکتفا کر۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ان ہاتھون کو دعا کے لیے اُٹھاؤ پہلے اس سے
کہ زنجیرون مین جکڑے جاوین پھر دعا کے آخر مین چاہیئے کہ دونون ہاتھون کو اپنے مُنھ پر پھیرے حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دستور تھا کہ جب اپنے ہاتھون کو دعا مین پھیلاتے تو اُن کو نہ ہٹاتے جب تک کہ اپنے چہرہ مبارک پر نہ پھیر لیتے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے
ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو دونون ہتھیلیان ملا لیتے اور ان کا اندر کا رُخ اپنے مُنھ کی طرف کو رکھتے یہ صورت ہاتھون
کی ہوئی اور چاہیئے کہ دعا مین اپنی نگاہ آسمان کی طرف کو نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاہیئے کہ لوگ اپنی نگاہین
دعا کے اندر آسمان کی طرف اُٹھانے سے باز رہین ورنہ اُن کی نگاہین اُچک لیجاوینگی **ادب چہارم** آواز کا پست کرنا آہستہ اور پکار
کے پڑھنے کے درمیان مین کیونکہ حضرت ابوموسی اشعری رض روایت کرتے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب آئے جب مدینہ منورہ
کے قریب پہونچ گئے تو آپ نے تکبیر کہی اور لوگون نے بھی اللہ اکبر کہا اور آواز خوب بلند کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لوگو جس شخص کو تم پکار رہے ہو وہ نہ بہرا ہے نہ غائب ہے بلکہ وہ تمھارے اور تمھاری سواریون کی گردنون کے درمیان ہے اور حضرت
عائشہ رض نے ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا مین فرمایا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ اپنی دعا مین جہر و اخفا مت کرو۔ اور خداوند کریم نے اپنے نبی زکریا
علیہ السلام کی اس باب مین تعریف فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا اذ نادی ربہ نداء خفیا اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین
ادب پنجم یہ ہے کہ دعا مین قافیہ کا تکلف نہ کرے اسلیے کہ دعا مانگنے کا حال تضرع اور انکسار کرنے والے کا سا ہونا چاہیئے اور اُسکو تکلف مناسب
نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ دعا مین حد سے تجاوز کرینگے اور بعض لوگون نے ادعوا ربکم تضرعا
وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین کی تفسیر مین فرمایا کہ معتدین کے معنی قافیون مین تکلف کرنے والے ہین۔ اور بہتر یہ ہے کہ دعوات ماثورہ کے سوا
اور کچھ نہ مانگے اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ دعا مانگنے مین حد سے تجاوز کر جاوے اور ایسی چیز مانگنے لگے جو مقتضائے مصلحت نہو کہ ہر کوئی اچھی طرح دعا
مانگنا بھی نہین جانتا اور اسی لیے حضرت معاذ بن جبل سے حدیث یا اُنھین کا قول مروی ہے کہ علما کی حاجت جنت مین بھی ہوگی جس وقت کہ
جنت والون سے کہا جاویگا کہ تمنا کرو تو اُنکو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تمنا کس طرح کرین یہانتک کہ علما سے سیکھ کر تمنا کرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ دعا مین سجع سے دُور رہو تم مین سے کسی کو یہی کہنا کافی ہے اللھم انی اسألک الجنۃ وما قرب الیھا من قول وعمل واعوذ بک من النار
وما قرب الیھا من قول وعمل اور حدیث مین ہے کہ کچھ لوگ عنقریب ایسے آوینگے کہ دعا اور طہارت مین حد سے تجاوز کرینگے۔ اور بعض اکابر سلف

کا گذر ایک واعظ پر ہوا کہ وہ دعا مین قافیہ بندی کر رہا تھا اُنھون نے فرمایا کہ کیا خدا ے تعالیٰ کے سامنے بلاغت جتاتے ہو گواہ رہو کہ مین نے
حبیب عجمی کو دعا مانگتے دیکھا ہی جنکی دعا کی برکت مشہور ہی وہ اپنی دعا مین اس سے زیادہ نہین فرماتے تھے اللّٰھم اجعلنا جیدین اللھم لا تفضحنا
یوم القیامۃ اللھم وفقنا للخیر اور آدمی ہر طرف سے آپ کے پیچھے دعا مانگتے تھے اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ ذلت اور عاجزی کی زبان سے دعا
مانگو نہ فصاحت اور طلاقت کی زبان سے - اور کہتے ہین کہ علما اور ابدال ہین سے کوئی دعا مین سات جملون سے زیادہ نہین بڑھاتے تھے
اور اسکا شاہد سورۂ بقر کا آخر ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کی دعا کسی جگہ اُس سے زیادہ نہین بتائی جتنی اس رکوع مین ہی - اور جاننا چاہیے کہ
مراد قافیہ سے کلام کا تکلف سے کہنا ہی کہ یہ امر انکسار اور ذلت کے مناسب نہین اور مطلق قافیہ سے غرض نہین کہ یہ تو جو دعائین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین اُن مین بھی موجود ہی کہ کلمات مقفی ہین مگر وہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ نہین آمد کے طور پر ہین جیسے اس
دعا مین اسئلک الامن یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشھود والرکع السجود الموفین بالعھود انک رحیم ودود وانک تفعل ما ترید اور
اسکے سوا اور دعائین اس قسم کی ہین بس چاہیے کہ جو دعائین حدیث مین منقول ہون اُنھین پر اکتفا کرے یا زبان تضرع اور خشوع سے بدون قافیہ
اور تکلف کے دعا کرے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عاجزی ہی پسند ہی ادب ششم تضرع اور خشوع کرنا اور رغبت اور خوف رکھنا ہی
اللہ تعالیٰ فرماتا ہی انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورھبا اور فرمایا ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہی تو اُسکو مبتلا کر دیتا ہی تاکہ اُسکا تضرع سُنے ادب ہفتم یہ کہ دعا قطعی طور پر کرے اور قبول ہونے کا
یقین کرے اور اس باب مین سچی توقع کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جب تم مین سے کوئی دعا مانگے تو چاہیے کہ یہ نہ کہے کہ الٰہی تو مجھکو
بخشدے اگر چاہے اور تو مجھپر رحم کر اگر چاہے بلکہ قطعی درخواست کرے کہ مجھکو بخشدے اور رحم کر کیونکہ اُسپر کوئی زبردستی کرنے والا نہین - اور فرمایا کہ جب
تم مین سے کوئی دعا مانگے تو چاہیے کہ رغبت بہت کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کو کوئی چیز بڑی نہین معلوم ہوتی - اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت مین
دعا مانگو کہ تمکو قبول ہونے کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہین فرماتا - اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا ہی کہ تم اپنے
نفس کی خرابی سے واقف ہو کر دعا سے باز نہ رہو اور یہ مت جانو کہ ہم بُرے ہین ہماری دعا قبول نہوگی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو خلق مین سب سے
بُرے یعنی شیطان ملعون کی بھی دعا قبول فرمائی چنانچہ قرآن مین موجود ہی قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنظرین ادب ہشتم
یہ ہی کہ دعا مین مبالغہ کرے یعنی عمدہ حالات مین اُسکی مداومت کرے اور تین بار دعا کے الفاظ کہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے اور اگر سوال کرتے تو تین دفعہ کرتے اور چاہیے کہ دعا کے قبول ہونے مین یہ نہ سمجھے کہ دیر ہوگئی
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تم مین سے کسی کی دعا جب قبول ہوگی کہ جلدی نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ مین نے دعا مانگی اور قبول
نہوئی اور جب دعا مانگو تو اللہ تعالیٰ سے بہت چیز مانگو کہ تم کریم سے مانگتے ہو اور بعض کا قول ہی کہ مین بیس برس سے ایک حاجت طلب کرتا ہون
اور وہ قبول نہین ہوئی مگر مجھکو اُسکے قبول ہونے کی توقع ہی وہ یہ ہی کہ مین نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا ہی کہ مجھکو بے فائدہ چیز کے چھوڑنے کی

توفیق عنایت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب کوئی تم مین سے اپنے پروردگار سے کچھ سوال کرے اور معلوم ہو کہ قبول ہو گیا تو یہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات اور جسکے لیے قبول مین کچھ دیر ہو جاوے تو کہے الحمد للہ علی کل حال **ادب نہم** یہ ہے کہ دعا کو خدا تعالی کے ذکر سے شروع کرے اول ہی سوال نہ کرنے لگے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہین سنا کہ آپ نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہے ہون سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص کچھ حاجت اللہ تعالے سے مانگنی چاہے اسکو چاہیے کہ اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنی حاجت مانگے پھر خاتمہ درود شریف پر کرے اسلیے کہ اللہ تعالی دونون درودون کو قبول کرتا ہے تو وہ اس بات سے بزرگ ہے کہ درودون کے بیچ کے مطلب کو چھوڑ دے اور ایک حدیث مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالی سے حاجت مانگو تو ابتدا میرے اوپر درود پڑھنے سے کرو کہ اللہ تعالی کا کام اس امر کا مقتضی نہین کہ اس سے کوئی دو حاجتین مانگے تو ایک پوری کردے اور دوسری کو نہ کرے روایت کیا اسکو ابو طالب مکی نے **ادب دہم** متعلق باطن سے ہے اور قبول ہونے کے باب مین اصل وہی ہے یعنی توبہ کرنا اور حقدارون کے حقوق انکو پہونچا کر تمام ہمت سے خداے تعالے کی طرف متوجہ ہونا کہ قبول کرنے مین سبب قریب یہی ہے کعب احبار سے مروی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے عہد مین لوگون مین ایک سخت قحط پڑا حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے مگر مینھ نہ برسا پھر آپ تین دن باہر تشریف لے گئے اور بارش نہوئی اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ مین تمھاری اور تمھارے ساتھیون کی دعا قبول نہ کرونگا کہ تم مین چغل خور ہے حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون شخص ہے ہمکو بتادے کہ اسکو اپنے درمیان سے ہم نکال دین حکم ہوا کہ اے موسی چغلی سے مین تم کو منع کرتا ہون اور مین ہی پھر چغلی کھاؤن آپ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب چغلی سے توبہ کرو جبھون نے توبہ کی اسوقت مینھ برسا اور سعید بن جبیر کہتے ہین کہ بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کے زمانہ مین قحط پڑا اور لوگون نے مینھ کی دعا مانگی اس بادشاہ نے یہ کہا کہ یا تو خداے تعالے ہم پر مینھ برساوے ورنہ ہم اس کو ستاوینگے لوگون نے اس کو کہا کہ تم اس کو کس طرح ستا سکتے ہو وہ تو آسمان مین ہے اس نے کہا کہ مین اس کے اولیا اور طاعت والون کو مار ڈالونگا یہی باعث اسکی ایذا کا ہوگا اللہ تعالی نے ان پر مینھ برسا دیا اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل مین ایکبار سات برس کی خشکی ہوئی یہانتک کہ مردار اور لڑکون کو کھا گئے اور پہاڑون مین جا جا کر روتے اور تضرع کیا کرتے تھے پس اللہ تعالی نے ان کے پیغمبرون پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلوگے کہ تمھارے گھٹنے تک گھس جاوین اور تمھارے ہاتھ آسمان کے بادلون کو لگ جاوین اور دعا کرتے کرتے زبانین تھک جاوین تب بھی مین کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرون نہ کسی رونے والے پر ترس کرون جب تک کہ حقدارون کے حقوق انکو نہ پہونچا دوگے جب سب اس امر کے بموجب کار بند ہوے تو اسی روز مینھ برسا۔ اور حضرت مالک بن دینار فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین قحط پڑا اور کئی دفعہ مینھ کے لیے باہر نکلے اور مینھ نہ برسا اور ان کے پیغمبر پر وحی ہوئی کہ انسے کہدو کہ تم میری طرف ناپاک بدنون سے نکلتے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو جن سے بہت سے خون کیے اور اپنے پیٹون کو حرام سے بھر رکھا ہے اب میرا غصہ تمپر بہت زیادہ ہو گیا اور دوری کے سوا تمکو اور کچھ مجھسے ہرگز نہ ملے گا۔ اور ابو الصدیق ناجی کہتے ہین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایکبار مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی کمر کے بل پڑی ہے اور پاؤن آسمان کی طرف کو کرکے کہ رہی ہے

ح ۱۰ بیہقی در دعوات بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۵ شکر ہے اس خدا کو جس کی نعمت سے پوری ہوتی ہین نیکیان ۱۲ ۵ شکر ہے خدا کا ہر حال پر ۱۲

کہ الٰہی ہم بھی تیری مخلوقات مین سے ایک مخلوق ہین اور ہم کو تیری روزی سے کسی طرح بے پروائی نہین ہم کو دوسرون کے گناہون کے عوض مین ہلاک مت کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگون سے فرمایا کہ لوٹ چلو تم کو مینھ تمھارے سوا دوسرے حیوان کی دعا سے ملگیا اور اوزاعی کہتے ہین کہ لوگ مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے اُن مین بلال بن سعد نے کھڑے ہوکر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ ای گروہ حاضرین تم کو اپنے خطاوار ہونے کا اقرار ہی کہ نہین انھون نے کہا کہ بیشک اقرار ہی پھر بلال بن سعد نے کہا کہ الٰہی ہمنے سُنا کہ تو نے اپنی کتاب مجید مین فرمایا ہی ما علی المحسنین من سبیل یعنی نیک کارون پر کچھ الزام نہین اور ہم تو اپنی برائی کا اقرار کر چکے پس تیری مغفرت ہمین جیسون کے لیے ہی الٰہی ہمکو مغفرت کر اور ہمپر رحم کر اور ہمپر مینھ برسا یہ کہکر اپنے ہاتھ اُٹھائے اور لوگون نے بھی ہاتھ اُٹھائے اور پانی برسا اور مالک بن دینار سے لوگون نے کہا کہ آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے مینھ کی دعا کیجیے انھون نے فرمایا کہ تم مینھ مین دیر سمجھتے ہو اور مین پتھرون مین دیر جانتا ہون یعنی خطائین ہماری اس قابل ہین کہ پتھر برسین - اور مروی ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مینھ کے لیے دعا کرنے کو نکلے جب جنگل مین پہونچے تو آپ نے لوگون سے فرمایا کہ جس شخص نے تم مین سے گناہ کیا ہو وہ لوٹ جاوے اس کہنے پر سب آدمی لوٹ گئے صرف ایک شخص اُس جنگل مین رہ گیا آپنے اُسکو فرمایا کیا تو نے کوئی گناہ نہین کیا اُسنے عرض کیا کہ مین ور تو کچھ گناہ نہین جانتا مگر یہ البتہ ہوا ہی کہ ایک روز مین نماز پڑھتا تھا اور پاس کو ایک عورت گذری مین نے اُسکو اپنی آنکھ سے دیکھا جب وہ چلی گئی تو مین نے آنکھ مین انگلی ڈالکر نکال لی اور اُس عورت کے پیچھے پھینکدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکو فرمایا کہ تو دعا کر اور مین آمین کہتا جاؤن اُس شخص نے دعا مانگی اُسی وقت آسمان بادلون سے چھپ گیا اور خوب پانی پڑا - اور یحییٰ غسانی کہتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد مین خشک سالی ہوئی لوگون نے اپنے علما مین سے تین شخص چھانٹے اور اُنکے ساتھ دعا کے لیے نکلے ان مین سے ایک نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین فرمایا ہی کہ جو ہمپر ظلم کرے اُسکو ہم معاف کردین الٰہی ہمنے اپنی جانون پر ظلم کیا تو تو ہمکو معاف کر اور دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین فرمایا ہی کہ ہم اپنے غلامون کو آزاد کرین الٰہی ہم بھی تیرے غلام ہین پس تو ہمکو آزاد کر اور تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو نے توریت مین ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے دروازون پر مسکین کھڑے ہوون ہم اُنکو محروم نہ پھیرین الٰہی ہم بھی تیرے مساکین ہین اور تیرے دروازے پر کھڑے ہین ہماری دعا کو تو نا منظور مت کر اسکے بعد آخر مینھ برسا - اور عطار سلمی کہتے ہین کہ ایک سال خشک سالی ہوئی ہم مینھ کی دعا کے لیے باہر نکلے دیکھا تو سعدون مجنون قبرستان مین ہین انھون نے مجھکو دیکھکر کہا کہ کیا دن قیامت کا آگیا یا قبرون سے لوگ نکل پڑے ہین مینے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہین بلکہ مینھ نہین برستا اسکے لیے دعا کو نکلے ہین انھون نے فرمایا کہ ای عطا کو نسے دلون سے دعا مانگتے ہو زمینی سے یا آسمانی سے مین نے کہا کہ آسمانی سے انھون نے کہا کہ ہرگز نہین ای عطا کھوٹے سکے والون سے کہدو کہ کھوٹے دام نہ چلاوین کیونکہ پرکھنے والا بڑا بینا ہی پھر انھون نے اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھکر کہا کہ الٰہی و سیدی و مولائی اپنے شہرون کو اپنے بندون کے گناہون سے ہلاک مت کر بلکہ بطفیل اپنے اسماے مکنون اور اپنی نعماے مخزون کے ہمکو کثرت سے شیرین پانی عنایت فرما جس سے تو بندون کو زندہ کرے اور شہرون کو سیراب فرماوے تو ہی ہر چیز پر قادر ہی عطا کہتے ہین کہ سعدون نے یہ دعا تمام نہ کی تھی کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلا دھار گرنے لگا سعدون وہانسے یہ کہتے ہوے چلدیے قطعہ زاہد اور اہل عبادت کو ہی واقع مین فلاح کیونکہ مالک کے لیے کرتے ہین فاقے ہمیشہ چشم بیدار مین اُنکی نہین ہی خواب کو دخل یاد محبوب مین رہتی ہین وہ شب بھر تمام ہین عبادت مین خدا کی وہ بہاننک مصروف ہانکو نسبت ...

کرتا ہو سارا عالم۔ اور ابن مبارک فرماتے ہین کہ مین ایک سال مدینہ منورہ مین آیا کہ خشکی بہت تھی لوگ دعا کے لیے نکلے مین بھی انکے ساتھ نکلا۔ اتفاقاً ایک غلام حبشی آیا کہ ایک موٹی چادر کا تہمد کیے تھا اور دوسری اپنے شانے پر ڈال رکھی تھی وہ میرے برابر بیٹھ گیا مین نے سنا کہ اُسنے یون کہا الٰہی گناہون کی کثرت سے اور اعمال بد کی جہت سے تیرے نزدیک یہ صورتین ذلیل ہو گئی ہین اور تونے مینھ کو آسمان سے روک دیا ہو کہ اس سے اپنے بندون کی تادیب کرے پس اے حلم و وقار والے اور اے وہ شخص کہ تیرے بندے تیری طرف سے نیکی اور احسان کے سوا اور کچھ نہین جانتے ہین تجھسے سوال کرتا ہون کہ تو انکو اسی وقت اسی گھڑی پانی دے وہ لڑکا یہی کہتا رہا کہ ابھی اور اسی وقت دے یہانتک کہ آسمان بادلون مین چھپ گیا اور ہر طرف سے مینھ آیا ابن مبارک کہتے ہین کہ پھر مین فضیل رح کے پاس گیا انھون نے مجھکو کہا کہ تم اُداس معلوم ہوتے ہو مین نے کہا کہ ایک بات تھی کہ بسبب دوسرا شخص ہم سے آگے بڑھ گیا اور وہی اُسکا کفیل ہوا ہم تک نوبت نہ پہونچی پھر مین نے اُنسے اُس قصہ کو نقل کیا وہ چیخ مار کر بیہوش گر پڑے۔ اور مروی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کے لیے حضرت عباس رض کو ساتھ لے گئے جب حضرت عمر دعا سے فارغ ہو لیے تو حضرت عباس رض نے فرمایا کہ الٰہی کوئی بلا آسمان سے بدون گناہ کے نہین اُتری اور نہ بدون توبہ کے کبھی ٹلی اور لوگون نے میری قرابت تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے مجھکو تیرے سامنے کر دیا ہو اور یہ ہمارے ہاتھ گناہون کے ساتھ تیری طرف پھیلے ہوے ہین اور ہماری پیشانی کے بال توبہ سے تیری طرف کھنچے ہوے اور تو وہ نگاہبان ہو کہ بہکے ہوؤن سے بیخبر نہین رہتا اور نہ شکستہ حال کو تلف کے موقع مین چھوڑے اب چھوٹے تضرع کرتے ہین اور بڑے روتے ہین اور دُہائی کی آوازین بلند ہوئین اور تو باطن اور سب سے زیادہ خفیہ امر کو جانتا ہو الٰہی پس اپنی فریاد رسی کی بدولت انکو پانی دے پیشتر اس سے کہ وہ ناامید ہو کر تباہ ہو جاوین کہ تیری رحمت سے بجز کافرون کے اور کوئی ناامید نہین ہوتا راوی کہتا ہو کہ آپنے یہ کلام پورا نہین کیا تھا کہ پہاڑ جیسا بادل گھر آیا اور برسنے لگا **دوسرا بیان** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اور مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور آپکے چہرۂ مبارک پر بشارت معلوم ہوتی تھی آپنے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ تم کیا اس بات سے راضی نہین کہ جو کوئی تمھاری اُمت مین سے تمپر درود بھیجے تو مین اُسپر دس بار رحمت بھیجون اور جو تمپر تمھاری اُمت مین سے سلام بھیجے تو مین اُسپر دس مرتبہ سلام بھیجون اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھپر درود بھیجے اُسپر فرشتے درود بھیجتے ہین جبتک کہ مجھپر درود پڑھے پس چاہیے کوئی بندہ تھوڑا درود پڑھے یا بہت مرتبہ پڑھے اور فرمایا کہ مجھسے قریب تر آدمیون مین سے وہ ہوگا جو اُن مین سے مجھپر درود بہت پڑھتا ہوگا۔ اور فرمایا کہ ایماندار کو اتنا ہی بخل بہت ہو کہ میرا ذکر اُسکے سامنے ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اور فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھپر درود کثرت سے پڑھو اور فرمایا کہ جو شخص میری اُمت مین سے مجھپر درود بھیجے اُسکے لیے دس نیکیان لکھی جاوینگی اور اُسکی دس برائیان مٹا دی جاوینگی اور فرمایا کہ جو شخص اذان اور تکبیر سُنکر یہ دعا پڑھے اللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالشَّفَاعَۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اُسکے لیے میری شفاعت ضرور ہوگی اور فرمایا جو شخص کہ مجھپر لکھنے مین درود پڑھے تو فرشتے اُسکے لیے ہمیشہ مغفرت چاہینگے جبتک میرا نام اُس کتاب مین رہیگا۔ اور فرمایا کہ زمین مین کچھ فرشتے پھرتے رہتے ہین جو میری اُمت کا سلام مجھکو پہونچاتے ہین۔ اور فرمایا کہ جب کوئی مجھپر سلام بھیجتا ہو تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھپر واپس بھیجتا ہو تاکہ مین اُسکے سلام کا جواب دون اور

بروایت ابن علی عن ابیہ ۱۲ ح ابوداؤد و نسائی و حاکم بروایت ادریس بن ادریس ۱۲ ح نسائی و ابن حبان بروایت جابر ۱۲ ح بخاری بروایت ذکر نہین ابن عمر کی صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام دونون ... بروایت ابن مسعود ۱۲ ح ترمذی ... بروایت ابوہریرہ ... ابوداؤد بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترمذی ابن حبان ... ابن ماجہ ... ابوداؤد ... نسائی ... ابن حبان ... احمد ...

اصحابؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ پر درود کسطرح بھیجین آپ نے فرمایا کہ یون کہو اللّٰھم صل علیٰ محمد عبدک وعلیٰ آلہ وازواجہ وذریتہ
کما صلیت علیٰ ابراہیم وآل ابراہیم وبارک علیٰ محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علیٰ ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد لوگون نے حضرت عمرؓ کو سُنا کہ رو رو کر یہ کہتے تھے یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون ایک خرما کے درخت
کا کندہ تھا جسپر آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے جب لوگون کی کثرت ہوئی تو آپ نے منبر بنوایا تا کہ آواز سب کو سُناوین اس کندہ نے آپ کے فراق مین
نالہ کیا یہانتک کہ آپ نے اُسپر اپنا ہاتھ رکھدیا تو وہ چُپ ہو گیا اب آپکی اُمت کو تو بطریق اولیٰ آپ کے فراق مین زاری کرنا زیبا ہے یا رسول اللہ
آپ پر میرے مان باپ فدا ہون آپ کا مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس درجہ کو پہونچا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی چنانچہ ارشاد
فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ تصدق ہون آپکا مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس درجہ کو پہونچا کہ
اسنے آپکے قصور معاف کرنے کا حال آپ سے کہدیا پیشتر اس سے کہ قصور کا حال آپکو بتا دے چنانچہ فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لہم یا رسول اللہ
آپ پر میرے مان باپ فدا ہون آپکا مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہوا کہ آپ کو سب نبیون کے آخر مین مبعوث فرمایا اور آپکا ذکر سب سے پیشتر
اپنی کتاب مین کیا چنانچہ فرمایا واذ اخذنا من النبیین میثاقہم ومنک ومن نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ الآیہ یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ تصدق ہون
آپکا رتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہے کہ دوزخ کے لوگ دوزخ کے طبقات مین عذاب مین مبتلا یہ تمنا کرینگے کہ کاش ہمنے آپکی اطاعت کی ہوتی
چنانچہ انکا حال قرآن مجید مین اسطرح موجود ہے یقولون یا لیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون اگر حضرت موسیٰ
بن عمران کو اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر عنایت کیا تھا جس مین نہرین پھوٹتی تھین تو وہ کچھ آپکی انگلیون سے عجیب تر نہ تھا جن مین سے پانی کے فوارے بہے
رحمت خدا آپ پر ہو یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر تصدق ہون اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا عنایت فرمائی جسکی چال
صبح وشام کو ایک ایک مہینے کی راہ تھی تو یہ کچھ آپ کے بُراق سے عجیب تر نہ تھی جسپر آپ ساتوین آسمان تک سیر کر کے اُسی رات نماز صبح ابطح مین پڑھی
آپ پر رحمت خدا ہو یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو معجزہ مردے کو زندہ کرنیکا عطا
فرمایا تھا تو یہ اس سے عجیب نہین کہ زہر ملی ہوئی بکری بھُنی ہوئی آپ سے بولی اور اسکے دست نے عرض کیا کہ مجھکو نہ کھایئے کہ مجھ مین زہر ہے یا رسول اللہ
میرے مان باپ آپ پر تصدق ہون حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لیے یہ دعا مانگی تھی رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا اگر آپ ہمارے لیے
ایسی ہی دعا فرماتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے حالانکہ پشت آپ کی روندی گئی چہرہ آپ کا مجروح ہوا سامنے کے دانت آپکے ٹوٹے مگر آپ نے
کلمۂ خیر ہی فرمایا اور یہ کہا اللّٰھم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون آپکی کم سنی اور تھوڑی ہی عمر مین اتنے لوگ
تابع ہو گئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اتنے نہوے باوجودیکہ انکا سن بہت تھا اور بہت زندگی پائی اور آپ پر بہت لوگ ایمان لائے اور انپر
تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون اگر بالفرض آپ اپنے پاس بجز اپنے برابر کے اور کسی کو نہ بٹھاتے تو ہمکو
ہمنشینی کہان نصیب ہوتی اور اگر آپ اپنے ہمسر سے نکاح کرتے تو ہم دولت مناکحت سے محروم رہتے اور اگر آپ اپنے جیسے شخص کے ساتھ

کھانا کھاتے تو ہمکو ساتھ کھاتے کا شرف کب میسر ہوتا مگر چونکہ آپ نے ہمسے ہمنشینی اور مناکحت کی اور ساتھ کھلایا اور صوف پہنا اور دراز گوش پر
سوار ہوئے اور اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اور اپنے کھانے کو زمین پر رکھا اور اپنی انگلیاں چاٹیں اور یہ سب باتیں آپ نے فروتنی کے لیے
کیں خدا تعالی آپ پر رحمت کرے اور سلام بھیجے۔ اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں حدیث لکھا کرتا تھا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ
لکھ لیتا تھا مگر سلام نہ لکھتا تھا میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تو مجھ پر صلوٰۃ پوری کیوں نہیں کرتا اسکے بعد
جب میں نے لکھا آپ پر صلوٰۃ وسلام کہہ لیا۔ اور ابو الحسن شافعی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا
کہ یا رسول اللہ امام شافعی نے جو اپنے رسالہ میں کہا ہے وصلی اللہ علی محمد کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون اس کو آپکی طرف سے
کیا عوض ملا آپ نے فرمایا کہ یہ عوض ہماری طرف سے ملا کہ میدان قیامت میں حساب کے لیے کھڑا نہ کیا جاویگا۔ تیسرا بیان استغفار کی فضیلت
میں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم علقمہ اور اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ
فرمایا کہ قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں کہ جو بندہ گناہ کرے اور انکا پڑھے تو اللہ تعالی اسکا گناہ بخشدیتا ہے ایک تو یہ آیت جو اوپر گذری اور دوسری
یہ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا اور فرمایا
والمستغفرین بالاسحار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ الفاظ فرمایا کرتے سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفر لی انک انت التواب الرحیم اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص استغفار کی کثرت کرے اللہ تعالی اسکے لیے ہر رنج سے کشادگی اور ہر تنگی سے نکاسی کی صورت
کر دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے روزی پہونچاتا ہے کہ اسکو خیال بھی نہ ہو۔ اور فرمایا کہ میں دن میں ستر بار اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہوں اور اسکے سامنے
توبہ کرتا ہوں باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہوگئے تھے اسپر بھی آپ استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے۔ اور
ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر میل آجاتا ہے یہانتک کہ میں اللہ تعالی سے ہر دن میں سو مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں۔ اور فرمایا کہ جو
شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تین بار یوں کہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ تو اللہ تعالی اسکے گناہ بخشدے گا گو سمندر
کے جھاگ کے مثل ہوں یا عالج کی ریت کے شمار کے برابر یا درختوں کے پتوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے عدد کے مطابق ہوں اور
ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص یہ کہیگا اسکے گناہ بخشے جاوینگے اگرچہ صف جنگ سے بھاگنے والا ہو۔ اور حضرت حذیفہ فرماتے
ہیں کہ میں اپنے گھر والوں پر سخت زبان تھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ کہیں میری
زبان مجھکو دوزخ میں نہ داخل کرے آپ نے فرمایا کہ تم استغفار سے غافل کیوں ہو میں تو دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں

[illegible]

[illegible]

اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قصہ بہتان میں مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست اور توبہ کر کیونکہ گناہ سے توبہ ندامت اور استغفار ہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استغفار میں یہ فرمایا کرتے تھے اللھم اغفرلی خطیئتی وجہلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی جدی وہزلی وخطائی وعمدی وکل ذلک عندی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر اور حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں ایسا آدمی تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو اللہ تعالیٰ کو جس قدر اس سے مجھ کو فائدہ دینا منظور ہوتا تھا اسقدر نفع پہونچاتا تھا اور جب کوئی آپ کے اصحاب میں سے مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اسکو قسم کھلاتا تھا جب وہ قسم کھا لیتا تو میں یقین کر لیتا تھا اور مجھسے ایکبار ابوبکر صدیق رضی نے حدیث بیان کی اور انھوں نے سچ فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو بندہ گناہ کرے پھر طہارت اچھی کر کے کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالیٰ اسکا گناہ بخشدیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذین اذا فعلوا فاحشۃ آخر تک۔ اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار جب گناہ کرتا ہے تو اسکے دل میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنی حرکت سے باز آوے اور استغفار پڑھے تو دل اسکا اس نقطہ سے صاف ہو جاتا ہے ورنہ گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے اسکے دل پر چھا جاتا ہے اور اسی سیاہی کو کہا جاتا ہے کہ اسکا نام ران ہے جسکا ذکر اس آیت میں ہے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور یہ بھی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا درجہ جنت میں اونچا کریگا وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ مرتبہ مجھکو کیسے عنایت ہوا حکم ہوگا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی بدولت ملا جو تیرے لیے استغفار پڑھا

اور حضرت عائشہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساؤا استغفروا اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہ کرے اور کہے اللھم اغفرلی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر معلوم کیا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور معاف بھی کرتا ہے اے میرے بندے جو چاہے سو کر میں نے تجھے بخشدیا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو استغفار کرتا رہتا ہے وہ گناہ پر مصر نہیں کہلاتا اگرچہ ایک روز میں ستر بار اسی گناہ کو کرے اور فرمایا کہ ایک آدمی نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا آسمان کی طرف نظر کر کے کہا کہ میرا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اے میرے رب مجھے بخشدے اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں نے تجھے بخشدیا اور فرمایا کہ جس شخص نے گناہ کیا پھر اسکو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ میرے حال پر مطلع ہے تو اسکا گناہ بخشا جاویگا گو وہ مغفرت کی درخواست نہ کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے کل بندے خطاوار ہیں مگر جس کو میں معاف کر دوں لہٰذا تم مجھسے مغفرت چاہو میں مغفرت کر دونگا اور جو شخص اس بات کا یقین کرے کہ مجھے اسکے بخشدینے پر قدرت ہے تو میں اسکو بخشدونگا اور کچھ پروا نہ کرونگا اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے سبحانک ظلمت نفسی وعملت سوءا فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اسکے گناہ بخشے جاوینگے

اگرچہ چیونٹی کے نال جیسے ہون - اور مروی ہے کہ افضل استغفارون مین سے یہ کلمات ہین اللھم انت ربی وانا عبدک خلقتنی وانا علی عھدک ووعدک
ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء علی نفسی بذنبی فقد ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی ما قدمت منھا وما اخرت
لا یغفر الذنوب جمیعھا الا انت آثار - خالد بن معدان کہتے ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندون مین مجھکو زیادہ محبوب وہ لوگ ہین جو میری محبت کے
باعث آپس مین محبت رکھتے ہین اور انکے دل مسجدون سے وابستہ ہین اور تڑکے سے اٹھکر استغفار کرتے ہین یہ وہ لوگ ہین کہ جب مین زمین والون کو عذاب
دینی چاہتا ہون تو وے یاد آجاتے ہین اسلیے انکے طفیل مین زمین والون کو جانے دیتا ہون اور عذاب کو انپر سے ہٹا لیتا ہون اور قتادہ فرماتے
ہین کہ قرآن مجید تمکو تمھارا مرض اور دوا دونون بتاتا ہے تمھارا روگ تو گناہ ہین اور دوا استغفار - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کہ
تباہ ہوتا ہے اس سے تعجب آتا ہے کہ نجات اسکے ساتھ ہے پھر کیسے ہلاک ہوجاتا ہے لوگون نے پوچھا کہ نجات کیا ہے آپنے فرمایا کہ استغفار ہے اور آپ فرمایا کرتے
تھے کہ اللہ تعالی نے کسی بندے کے دل مین استغفار نہین ڈالا کہ اسکو عذاب دینا چاہتا ہو یعنی جسکو عذاب دینا منظور نہین اسکو استغفار کا الہام کردیتا ہے
اور فضیل کا قول ہے کہ بندے کے استغفر اللہ کہنے کے یہ معنی ہین کہ مجھکو معاف کردے - اور بعض علما فرماتے ہین کہ بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان
ہے ان دونون چیزون کی اصلاح بجز استغفار اور شکر کے نہین - اور ربیع بن خثیم کہتے ہین کہ تم مین سے کوئی یون مت کہو کہ استغفر اللہ و
اتوب الیہ کہ یہ گناہ اور جھوٹ ہوگا اگر اس کے بموجب کاربند نہوگے بلکہ یون کہا کرو اللھم اغفر لی وتب علی اور فضیل فرماتے ہین کہ استغفار بدون
گناہ ترک کرنے کے جھوٹون کی توبہ ہے - اور رابعہ عدویہ نے کہا ہے کہ ہم لوگون کے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے یعنی غافل سے استغفار
کرنا بھی ایک گناہ اور ہنسی ہے اسکے لیے اور استغفار کرنا چاہیے اور بعض حکمانے فرمایا ہے کہ جو کوئی ندامت سے پیشتر استغفار کرے تو وہ اللہ
کے ساتھ ہنسی کرتا ہے اور انکو اس بات کا علم نہین اور ایک اعرابی کو کسی نے سنا کہ کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا یہ کہ رہا تھا کہ الہی باوجود گناہ پر
اصرار کرنے کے میرا استغفار کرنا ملامت ہے اور تیرے عفو کی وسعت کو معلوم کرکے میرا استغفار سے چپ رہنا بھی عاجزی ہے تجھکو ہر چند میری پروا
نہین مگر تو مجھپر نعمتین اور احسان کرکے میرا دوست بنتا ہے اور میری یہ شامت ہے کہ باوجود تیری طرف محتاج ہونے کے گناہ کرکے تیرا دشمن بنتا ہون
اور وہ شخص کہ وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے اور عذاب سے ڈراتا ہے تو معاف فرماتا ہے تو میرے بڑے گناہ کو اپنی بڑی عفو مین داخل کرلے یا ارحم الراحمین
اور ابو عبد اللہ وراق کہتے ہین کہ اگر تیرے اوپر قطرون کے شمار اور سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ ہون تو جب تو اپنے رب سے یہ دعا
اخلاص کے ساتھ مانگیگا انشاء اللہ تعالی وہ گناہ تجھسے دور ہوجاوینگے دعا یہ ہے اللھم انی استغفرک من کل ذنب تبت الیک منہ ثم عدت فیہ واستغفرک
من کل ما وعدتک بہ من نفسی ثم لم اوف لک بہ واستغفرک من کل عمل اردت بہ وجھک فخالطہ غیرک واستغفرک من کل نعمۃ انعمت بھا علی فاستعنت بھا
علی معصیتک واستغفرک یا عالم الغیب والشھادۃ من کل ذنب اتیتہ فی ضیاء النھار وسواد اللیل فی ملاء وخلاء وسر وعلانیۃ یا حلیم اور کہتے ہین کہ

تیسری فصل ماثور دعاؤن کے بیان مین

جو اپنے سبب اور ارباب کی طرف منسوب ہین اور جن کا پڑھنا آدمی کو صبح اور شام اور ہر نماز کے پیچھے مستحب ہی اُن مین سے ہم یہان سترہ دعائین لکھتے ہین پہلی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فجر کی سنتون کے بعد آپ سے مروی ہی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ مجھکو حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا مین آپکی خدمت مین شام کو آیا اسوقت آپ میری خالہ میمونہ کے گھر مین تشریف رکھتے تھے پھر آپ شب کو اٹھکر نماز پڑھتے رہے جب صبح کی سنتین پڑھ چکے تو یہ دعا پڑھی

اللّٰہم انی اسئلک رحمۃ من عندک تہدی بہا قلبی وتجمع بہا شملی وتلم بہا شعثی وترد بہا الفتی وتصلح بہا دینی وتحفظ بہا غائبی وترفع بہا شاہدی وتزکی بہا عملی وتبیض بہا وجہی وتلہمنی بہا رشدی وتعصمنی بہا من کل سوء اللّٰہم اعطنی ایمانا صادقا ویقینا لیس بعدہ کفر ورحمۃ انال بہا شرف کرامتک فی الدنیا والآخرۃ اللّٰہم انی اسئلک الفوز عند القضاء ومنازل الشہداء وعیش السعداء والنصر علی الاعداء ومرافقۃ الانبیاء اللّٰہم انی انزل بک حاجتی وان ضعف رائی وقلت حیلتی وقصر عملی وافتقرت الی رحمتک فاسئلک یا قاضی الامور ویا شافی الصدور کما تجیر بین البحور ان تجیرنی من عذاب السعیر ومن دعوۃ الثبور ومن فتنۃ القبور اللّٰہم ما قصر عنہ رائی وضعف عنہ عملی ولم تبلغہ نیتی وامنیتی من خیر وعدتہ احدا من عبادک او خیر انت معطیہ احدا من خلقک فانی ارغب الیک فیہ واسئلک یا رب العالمین اللّٰہم اجعلنا ہادین مہتدین غیر ضالین ولا مضلین حربا لاعدائک وسلما لاولیائک نحب بحبک من اطاعک من خلقک ونعادی بعداوتک من خالفک من خلقک اللّٰہم ہذا الدعاء وعلیک الاجابۃ وہذا الجہد وعلیک التکلان وانا للّٰہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم یا ذا الحبل الشدید والامر الرشید اسئلک الامن یوم الوعید والجنۃ یوم الخلود مع المقربین الشہود والرکع السجود والموفین بالعہود انک رحیم ودود وانت تفعل ما ترید سبحان الذی تعطف بالعز وقال بہ سبحان الذی لبس المجد وتکرم بہ سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الا لہ سبحان ذی الفضل والنعم سبحان ذی القدرۃ والکرم سبحان الذی احصی کل شیء بعلمہ اللّٰہم اجعل لی نورا فی قلبی ونورا فی قبری ونورا فی سمعی ونورا فی بصری ونورا فی شعری ونورا فی بشری ونورا فی لحمی ونورا فی دمی ونورا فی عظامی ونورا من بین یدی ونورا من خلفی ونورا عن یمینی ونورا عن شمالی ونورا من فوقی ونورا من تحتی اللّٰہم زدنی نورا واعطنی نورا واجعل لی نورا

دوسری دعا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ تم یہ کلمات جو تمام دعاؤں کے جامع اور معنی کے پورے
اور مہمات دارین اور جمیع حاجات کو شامل ہیں اپنے اوپر لازم کر لو اور کہا کرو اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ عاجلہ وآجلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک
من الشر کلہ عاجلہ وآجلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واسئلک الجنة وما قرب الیہا من قول وعمل واعوذ بک من النار وما قرب الیہا من قول وعمل واسئلک من الخیر ما سألک
عبدک ورسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم واستعیذک مما استعاذک منہ عبدک ورسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسئلک ما قضیت لی من امر ان تجعل عاقبتہ رشدا برحمتک یا ارحم الراحمین
تیسری دعا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تجھکو کیا چیز مانع ہے میری وصیت سننے سے میں کہتا ہوں
کہ یوں کہا کر یا حی یا قیوم برحمتک استغیث لا تکلنی الی نفسی طرفة عین واصلح لی شانی کلہ چوتھی دعا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تعلیم فرمایا کہ اس طرح کہیں اللھم انی اسئلک بمحمد نبیک وابراہیم خلیلک وموسی نجیک وعیسی کلمتک وروحک وبکلام موسی
وانجیل عیسی وزبور داؤد وفرقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین وبکل وحی اوحیتہ او قضاء قضیتہ او سائل اعطیتہ او غنی افقرتہ او فقیر اغنیتہ او ضال
ہدیتہ واسئلک باسمک الذی انزلتہ علی موسی صلی اللہ علیہ وسلم واسئلک باسمک الذی تثبت بہ ارزاق العباد واسئلک باسمک الذی وضعتہ
علی الارض فاستقرت واسئلک باسمک الذی وضعتہ علی السموت فاستقلت واسئلک باسمک الذی وضعتہ علی الجبال فارست واسئلک
باسمک الذی استقل بہ عرشک واسئلک باسمک الطھر الطاھر الاحد الصمد الوتر المنزل فی کتابک من لدنک من النور المبین واسئلک باسمک
الذی وضعتہ علی النھار فاستنار وعلی اللیل فاظلم وبعظمتک وکبریائک وبنور وجھک الکریم ان ترزقنی القرآن والعلم بہ وتخلطہ بلحمی ودمی وسمعی
وبصری وتستعمل بہ جسدی بحولک وقوتک فانہ لا حول ولا قوۃ الا بک یا ارحم الراحمین پانچویں دعا حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی ہے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو فرمایا کہ اے بریدہ کیا مین تمکو ایسے کلمات نہ سکھا دون کہ اللہ تعالی اُنکو اُسی شخص کو سکھایا کرتا ہی جس کے ساتھ
اُسکو بہتری کرنی منظور ہوتی ہی پھر وہ اُنکو کبھی نہین بھولتا حضرت بریدہ نے عرض کیا کہ بہتر آپ سکھا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کہو اللّٰھم انی ضعیف
فقو فی رضاک ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتہی رضای اللّٰھم انی ضعیف فقونی وانی ذلیل فاعزنی وانی فقیر فاغننی **چھٹی دعا**
حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کی ہی کہ جب اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو چند کلمات ایسے سکھلا دیجئے کہ اللہ تعالی اُنسے
مجھکو نفع دیوے اسلیے کہ میری عمر زیادہ ہوئی اور بہت سے اعمال کہ مین اُنکو کیا کرتا تھا اب مین اُنسے تھک گیا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے لیے تو جب
صبح کی نماز پڑھ چکو تین مرتبے کہو سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہ جب تم اُنکو کہو گے تو غم اور جذام
اور برص اور فالج سے مامون رہوگے اور اپنی آخرت کے لیے یہ پڑھا کرو اللّٰھم اھدنی من عندک وافض علی من فضلک وانشر علی من رحمتک وانزل علی من برکاتک
پھر آپ نے فرمایا کہ جو بندہ اُنکو برابر پڑھیگا اور ترک نہ کریگا اُسکے لیے جنت کے چار دروازے کھولے جاوینگے کہ جنمین سے چاہے اندر چلا جاوے -
ساتوین دعا **حضرت ابو درداء** رضی اللہ عنہ کی ہی اُنسے کسی نے کہا کہ تمھارا گھر جل گیا اُسوقت کہ اُنکے محلہ مین آگ لگی تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی ایسا
نہین کریگا تین مرتبے اُنسے یہی کہا گیا اور اُنھون نے یہی جواب دیا کہ خدا تعالی ایسا نہین کریگا پھر ایک شخص نے آکر ان کو اطلاع دی کہ جب
آگ تمھارے گھر کے پاس آئی تو بجھ گئی آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہوگا لوگون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ آپ کے دونون قولونمین
مین سے کونسا عجیب تر ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ آپ نے فرمایا ہی کہ جو کوئی ان کلمات کو رات مین یا دن
مین کہیگا اُسکو کوئی چیز ضرر نہ کریگی اور مین نے اُنکو پڑھ لیا تھا اسلیے مجھے یقین تھا کہ میرا نقصان نہوگا وہ کلمات یہ ہین اللّٰھم انت ربی لا الہ الا انت علیک
توکلت وانت رب العرش العظیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علما
واحصی کل شیء عددا اللّٰھم انی اعوذ بک من شر نفسی ومن شر کل دابۃ انت اٰخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم آٹھوین دعا **حضرت ابراہیم خلیل** علی
نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی ہی کہ آپ صبح کو اُس کو پڑھا کرتے تھے اللّٰھم ھذا خلق جدید فافتحہ علی بطاعتک واختمہ لی بمغفرتک ورضوانک
وارزقنی فیہ حسنۃ تقبلھا منی وزکھا وضعفھا لی وما عملت فیہ من سیئۃ فاغفرھا لی انک غفور رحیم ودود کریم اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی

صبح کو اُٹھکر یہ دعا پڑھے تو اُسنے اُس روز کا شکر ادا کر دیا **نوین دعا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی** ہے کہ آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم انی اصبحت لا استطیع دفع ما اکرہ ولا املک نفع ما ارجو واصبح الامر بید غیری واصبحت مرتھنا بعملی فلا فقیر افقر منی اللھم لا تشمت بی عدوی ولا تسوء بی صدیقی ولا تجعل مصیبتی فی دینی ولا تجعل الدنیا اکبر ھمی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یاحی یاقیوم **دسوین دعا حضرت خضر علیہ السلام کی** ہے کہتے ہین کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام جب حج کے دنون مین ہر سال ملتے تو جدا اُسوقت ہوتے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرتے بسم اللہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کل نعمۃ من اللہ ماشاء اللہ الخیر کلہ بید اللہ ماشاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ جو کوئی اس دعا کو صبح کو اُٹھکر تین دفعہ پڑھ لیا کرے وہ جلنے اور ڈوبنے اور چوری سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا **گیارھوین دعا حضرت معروف کرخیؒ کی** ہے محمد بن حسان کہتے ہین کہ مجھے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو دس کلمات سکھائے دیتا ہون پانچ دنیا کے لیے اور پانچ آخرت کے لیے جو کوئی اُنکو پڑھکر خدا تعالیٰ سے دعا مانگیگا اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ پاویگا مین نے عرض کیا کہ آپ اُنکو میرے لیے لکھدیجیے حضرت معروف کرخی نے فرمایا کہ لکھونگا نہین بلکہ تیرے سامنے کئی بار پڑھ دونگا جیسے بکر بن خنیس نے میرے سامنے کئی مرتبہ پڑھے تھے وہ یہ ہین حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ لدنیای حسبی اللہ الکریم لما اھمنی حسبی اللہ الحلیم القوی لمن بغی علی حسبی اللہ الشدید لمن کادنی بسوء حسبی اللہ الرحیم عند الموت حسبی اللہ الرؤف عند المسائلۃ فی القبر حسبی اللہ الکریم عند الحساب حسبی اللہ اللطیف عند المیزان حسبی اللہ القدیر عند الصراط حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم اور حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ جو کوئی ہر روز سات بار اس آیت کو پڑھے فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم اللہ تعالیٰ اُسکے آخرت کے امر مہم کو کفایت کریگا خواہ وہ اس قول مین سچا ہو یا جھوٹا یعنی خواہ توکل رکھتا ہو یا نہین **بارھوین دعا عتبہ غلام کی** ہے کہ اُنکو کسی نے خواب مین دیکھا تو فرمایا کہ مین اس دعا کے باعث جنت مین داخل ہوا اللھم یاھادی المضلین ویا راحم المذنبین ومقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلھم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین آمین یارب العالمین **تیرھوین دعا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی** ہے حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ منظور کرے تو اُنھون نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اُسوقت کعبہ بنا ہوا نہ تھا بلکہ ایک سُرخ ٹیلا تھا پھر اُنھون نے کھڑے ہو کر دو رکعتین نماز پڑھین پھر یہ دعا پڑھی اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبتہ علی وارضنی بما قسمتہ لی یاذا الجلال والاکرام پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی بھیجی کہ مین نے تمکو معاف کر دیا اور جو کوئی تمھاری اولاد مین سے یہی دعا کو پڑھکر مجھسے دعا مانگے گا مین اُسے بخشدونگا اور اُس کے غم اور رنج دور کردونگا اور مفلسی کو اُسکی دونون آنکھون سے نکال دونگا اور ہر تاجر سے زیادہ اُسکو نفع دونگا اور دنیا اُسکے پاس ذلیل ہو کر آوے گی گو وہ اُس کو نہ چاہے۔

چودھوین دعا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جسکو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر روز اپنی بڑائی کرتا ہے اور فرماتا ہے انی انا اللہ رب العالمین انی انا اللہ لا الٰہ الا انا الحی القیوم انی انا اللہ لا الٰہ الا انا العلی العظیم انی انا اللہ لا الٰہ الا انا لم الد ولم اولد انی انا اللہ لا الٰہ الا انا العفو الغفور انی انا اللہ لا الٰہ الا انا مبدئ کل شیء والی یعود العزیز الحکیم الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین خالق الخیر والشر خالق الجنۃ والنار الواحد الاحد الفرد الصمد الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا الفرد الوتر عالم الغیب والشہادۃ الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق الباری المصور الکبیر المتعال المقتدر القہار الحکیم الکریم اہل الثناء والمجد عالم السر واخفی القادر الرازق فوق الخلق والخلیقۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کلمہ کے پیشتر انی انا اللہ لا الٰہ الا انا مذکور فرمایا جیسے ہمنے شروع کے چند اسماء مین لکھا ہے پس کوئی ان اسماء کے ذریعہ سے دعا مانگے اُسکو چاہیئے کہ ہر جگہ انک انت اللہ لا الٰہ الا انت کہے یعنی انی کی جگہ انک اور انا کی جگہ انت اور جو کوئی ان اسماء سے دعا مانگیگا وہ سجدہ کرنے والون اور خشوع کرنے والون مین لکھا جاویگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیا صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پڑوس مین قیامت کے روز رہین گے اور اُسکو آسمان اور زمینون کے عابدون کا ثواب ملیگا **پندرھوین دعا ابی المعتمر سلیمان تیمی رحمۃ اللہ کی** اور اُن کی تسبیحات ہین مروی ہے کہ یونس بن عبید نے اُن لوگون مین سے جو روم مین شہید ہوے تھے ایک شہید کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم نے اعمال مین سے وہان کونسا زیادہ افضل پایا انھون نے فرمایا کہ ابی المعتمر کی تسبیحون کی قدر خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہے اور وہ یہ ہین سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عدد ما خلق وعدد ما ہو خالق وزنۃ ما خلق وزنۃ ما ہو خالق وملء ما خلق وملء ما ہو خالق وملء سمواتہ وملء ارضہ ومثل ذلک واضعاف ذلک وعدد خلقہ وزنۃ عرشہ ومنتہی رحمتہ ومداد کلماتہ ومبلغ رضاہ حتی یرضی واذا رضی وعدد ما ذکرہ بہ خلقہ فی جمیع ما مضی وعدد ما ہم ذاکروہ فیما بقی فی کل سنۃ وشہر وجمعۃ ویوم ولیلۃ وساعۃ من الساعات ونفس من الانفاس من ابد الی ابد ابد الآباد من الابد الی الابد ابد الدنیا وابد الآخرۃ واکثر من ذلک لا ینقطع اولاہ ولا ینفد اخراہ **سولھوین دعا حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کی** ہے ابراہیم بن بشار انکے خادم روایت کرتے ہین کہ ابراہیم بن ادہم ہر جمعہ کی صبح اور شام کو یہ دعا پڑھا کرتے تھے مرحبا بیوم المزید والصبح الجدید والکاتب

والشهيد يومنا هذا يوم عيد اكتب منا ما نقول بسم الله الحميد المجيد الرفيع الودود الفعال في خلقه ما يريد اصبحت بالله مؤمنا وبلقائه مصدقا وبحجته معترفا ومن

ذنبي مستغفرا ولربوبية الله خاضعا ولسوى الله في الالهية جاحدا والى الله فقيرا وعلى الله متوكلا والى الله منيبا اشهد الله واشهد ملائكته وانبيائه

ورسله وحملة عرشه ومن خلقه ومن هو خالقه بانه هو الله الذي لا اله الا هو وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم تسليما وان الجنة

حق وان النار حق والحوض حق والشفاعة حق ومنكرا ونكيرا حق ووعدك حق ولقاءك حق والساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور

على ذلك احيى وعليه اموت وعليه ابعث ان شاء الله اللهم انت ربي لا اله الا انت خلقتني وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك اللهم

من شر ما صنعت ومن شر كل ذي شر اللهم اني قد ظلمت نفسي فاغفر لي ذنوبي فانه لا يغفر الذنوب الا انت واهدني الاحسن الاخلاق فانه لا يهدي

لاحسنها الا انت واصرف عني سيئها فانه لا يصرف سيئها الا انت لبيك وسعديك والخير كله بيديك انا بك واليك استغفرك واتوب اليك آمنت اللهم

بما ارسلت من رسول وآمنت اللهم بما انزلت من كتاب وصلى الله على محمد النبي الامي وعلى آله وسلم تسليما كثيرا خاتم كلامي ومفتاحه وعلى انبيائه ورسله اجمعين

آمين يا رب العالمين اللهم اوردنا حوض محمد واسقنا بكاسه مشربا رويا سائغا هنيئا لا نظما بعده ابدا واحشرنا في زمرته غير خزايا ولا ناكثين للعهد ولا مرتابين و

لا مفتونين ولا مغضوب علينا ولا ضالين اللهم اعصمني من فتن الدنيا ووفقني لما تحب وترضى واصلح لي شاني كله وثبتني بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي

الآخرة ولا تضلني وان كنت ظالما سبحانك سبحانك يا علي يا عظيم يا باري يا رحيم يا عزيز يا جبار سبحان من سبحت له السموات باكنافها وسبحان من سبحت له

الجبال باصدائها وسبحان من سبحت له البحار بامواجها وسبحان من سبحت له الحيتان بلغاتها وسبحان من سبحت له النجوم في السماء بابراجها وسبحان من سبحت له

الشجر باصولها وثمارها وسبحان من سبحت له السموات السبع والارضون السبع ومن فيهن ومن عليهن سبحان من سبح له كل شيء من مخلوقاته تباركت وتعاليت

سبحانك سبحانك يا حي يا قيوم يا عليم يا حليم سبحانك لا اله الا انت وحدك لا شريك لك تحيي وتميت وانت حي لا تموت بيدك الخير وانت على كل شيء قدير

چوتھی فصل اُن دعاؤن مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہین اور اُن کی اسناد مذکور نہ کرینگے اور یہ دعائین ابو طالب مکی اور ابن خزیمہ اور ابن منذر رحمہ اللہ کے مجموعون سے انتخاب کی گئی ہین۔ آخرت کے چاہنے والے کو مستحب ہے کہ جب صبح کو اُٹھے تو اُسکا کچھ وظیفہ دعا ہو چنانچہ اُسکا ذکر باب الاوراد مین آتا ہے پس اگر تمکو آخرت کی کھیتی منظور ہے اور جن دعاؤن سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے اُن مین آپکی پیروی چاہتے ہو تو اپنی دعاؤن کے شروع مین نمازون کے بعد یون کہا کرو سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک لہ الحمد وہو علی کل شیئ قدیر اور تین بار یہ کہو رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا اور یہ کہو اللہم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ رب کل شیئ وملیکہ اشہد ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ اور کہو اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی اللہم استر عوراتی وآمن روعاتی واقلنی عثراتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک ان اغتال من تحتی اللہم لا تؤمنی مکرک ولا تولنی غیرک ولا تنزع عنی سترک ولا تنسنی ذکرک ولا تجعلنی من الغافلین اور تین بار سید الاستغفار پڑھو اللہم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اور تین بار یہ کہو اللہم عافنی فی بدنی وعافنی فی سمعی وعافنی فی بصری لا الہ الا انت اور کہو اللہم انی اسئلک الرضی بعد القضاء وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجہک وشوقا الی لقائک من غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ واعوذ بک ان اظلم او اظلم او اعتدی او یعتدی علی او اکسب خطیئۃ او ذنبا لا تغفرہ اللہم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلک شکر نعمتک وحسن عبادتک واسئلک قلبا سلیما وخلقا مستقیما ولسانا صادقا وعملا

مستقبلا واسألک من خیر ما تعلم واعوذ بک من شر ما تعلم واستغفرک مما تعلم فانک تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللّٰھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت

وما اعلنت فانک انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر وعلی کل غیب شہید اللّٰھم انی اسألک ایمانا لا یرتد ونعیما لا ینفد وقرة عین الابد ومرافقة

نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اعلی جنة الخلد اللّٰھم انی اسألک الطیبات وفعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین واسألک حبک وحب من احبک وحب کل عمل یقرب

الی حبک وان تتوب علی وتغفر لی وترحمنی واذا اردت بقوم فتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون اللّٰھم بعلمک الغیب وقدرتک علی الخلق احینی ما کانت الحیوة

خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاة خیرا لی واسألک خشیتک فی الغیب والشہادة وکلمة العدل فی الرضا والغضب والقصد فی الغنی والفقر ولذة النظر الی

وجہک والشوق الی لقائک اعوذ بک من ضراء مضرة وفتنة مضلة اللّٰھم زینا بزینة الایمان واجعلنا ہداة مہتدین اللّٰھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ

بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تہون بہ علینا مصائب الدنیا اللّٰھم املأ وجوہنا منک حیاء وقلوبنا منک فرقا

واسکن فی نفوسنا من عظمتک ما تذلل بہ جوارحنا لخدمتک واجعلک اللّٰھم احب الینا ممن سواک واجعلنا اخشی لک ممن سواک اللّٰھم اجعل اول یومنا

ہذا صلاحا واوسطہ فلاحا وآخرہ نجاحا اللّٰھم اجعل اولہ رحمة واوسطہ نعمة وآخرہ تکرمة ومغفرة الحمد للّٰہ الذی تواضع کل شیء لعظمتہ وذل کل شیء لعزتہ وخضع

کل شیء لملکہ واستسلم کل شیء لقدرتہ والحمد للّٰہ الذی سکن کل شیء لہیبتہ واظہر کل شیء بحکمتہ وتصاغر کل شیء لکبریائہ اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد وازواج محمد

وذریتہ وبارک علی محمد وعلی آلہ وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک ونبیک النبی الامی رسولک

الامین واعطہ المقام المحمود الذی وعدتہ یوم الدین اللّٰھم اجعلنا من اولیائک المتقین وحزبک المفلحین وعبادک الصالحین واستعملنا لمرضاتک عنا



ووفقنا لمحابك منا ومرضاتنا بحسن اختيارك لنا اللهم انا نسألك جوامع الخير وفواتحه وخواتمه ونعوذ بك من جوامع الشر وفواتحه وخواتمه اللهم بقدرتك علي تب علي

انك انت التواب الرحيم وبحلمك عني اعف عني انك انت الغفار الحليم وبعلمك بي ارفق بي انك انت ارحم الراحمين وبملكك لي ملكني نفسي و

لا تسلطها علي انك انت الملك الجبار سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت عملت سوءا وظلمت نفسي فاغفر لي ذنبي انك انت ربي انه لا يغفر الذنوب الا

انت اللهم الهمني رشدي وقني شر نفسي اللهم ارزقني حلالا لا تعاقبني عليه وقنعني بما رزقتني واستعملني به صالحا تقبله مني اللهم اني اسألك العفو والعافية

وحسن اليقين والمعافاة في الدنيا والآخرة يا من لا تضره الذنوب ولا تنقصه المغفرة هب لي ما لا يضرك واعطني ما لا ينقصك ربنا افرغ علينا صبرا وتوفنا

مسلمين انت وليي في الدنيا والآخرة توفني مسلما والحقني بالصالحين انت ولينا فاغفر لنا وارحمنا وانت خير الغافرين واكتب لنا في هذه الدنيا حسنة وفي الآخرة

ربنا عليك توكلنا واليك انبنا واليك المصير ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمين ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا واغفر لنا ربنا انك انت العزيز الحكيم ربنا اغفر لنا

ذنوبنا واسرافنا في امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك

رؤف رحيم ربنا آتنا من لدنك رحمة وهيئ لنا من امرنا رشدا ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ربنا اننا سمعنا مناديا ينادي للايمان ان

آمنوا بربكم فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا وآتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد ربنا لا تؤاخذنا

ان نسينا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين

رب اغفر لي ولوالدي وارحمهما كما ربياني صغيرا واغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم والاموات رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم وانت

الاعز الاکرم وانت خیر الراحمین و خیر الغافرین وانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علی
سیدنا محمد خاتم النبیین و آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا وہ دعائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز سے پناہ مانگی ہے اللھم انی اعوذبک من البخل
واعوذبک من الجبن واعوذبک من ان ارد الی ارذل العمر واعوذبک من فتنۃ الدنیا واعوذبک من عذاب القبر اللھم انی اعوذبک من طمع یھدی الی
طبع ومن طمع فی غیر مطمع ومن طمع حیث لا مطمع اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع وقلب لا یخشع ودعاء لا یسمع ونفس لا تشبع واعوذبک من الجوع فانہ بئس
الضجیع ومن الخیانۃ فانھا بئست البطانۃ ومن الکسل والبخل والجبن ومن الھرم ومن ان ارد الی ارذل العمر ومن فتنۃ الدجال وعذاب القبر و
من فتنۃ المحیا والممات اللھم انا نسئلک قلوبا اواھۃ مخبتۃ منیبۃ فی سبیلک اللھم انی اسئلک عزائم مغفرتک وموجبات رحمتک والسلامۃ من کل اثم
والغنیمۃ من کل بر والفوز بالجنۃ والنجات من النار اللھم انی اعوذبک من التردی واعوذبک من الغم والغرق والھدم واعوذبک من ان اموت فی سبیلک
مدبرا واعوذبک من ان اموت بطلب الدنیا اللھم انی اعوذبک من شر ما علمت ومن شر ما لم اعلم اللھم جنبنی منکرات الاخلاق والاعمال والادواء والاھواء
اللھم انی اعوذبک من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء اللھم انی اعوذبک من الکفر والدین والفقر واعوذبک من عذاب جہنم و
اعوذبک من فتنۃ الدجال اللھم انی اعوذبک من شر سمعی وبصری وشر لسانی وقلبی وشر منیی اللھم انی اعوذبک من جار السوء فی دار المقامۃ فان جار البادیۃ
تحول اللھم انی اعوذبک من القسوۃ والغفلۃ والعیلۃ والذلۃ والمسکنۃ واعوذبک من الکفر والفقر والفسوق والشقاق والنفاق وسوء الاخلاق والسمعۃ والریاء
واعوذبک من الصمم والبکم والعمی والجنون والجذام والبرص وسیئ الاسقام اللھم انی اعوذبک من زوال نعمتک ومن تحول عافیتک ومن فجاءۃ نقمتک و
من جمیع سخطک اللھم انی اعوذبک من عذاب النار وفتنۃ النار وعذاب القبر وفتنۃ القبر وشر فتنۃ الغنی وشر فتنۃ الفقر وشر فتنۃ المسیح الدجال واعوذبک من

[illegible]

[illegible]

۱۰ح حاکم بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲ ۱۱ح مسلم بروایت ابن عمر ۱۲ ۱۲ح بخاری ومسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲

اعزم بها لا اثم اللّٰهم انی اعوذ بک من نفس لا تشبع وقلب لا یخشع وصلوة لا تنفع ودعوة لا تستجاب اعوذ بک من شر الهم وفتنة الصدر اللّٰهم انی اعوذ بک من غلبة الدین وغلبة العدو وشماتة الاعداء

پانچویں فصل

اُن دعاؤں کے بیان میں جو کسی کام کے واقع ہونے پر مروی ہیں جب تم صبح کو اُٹھو اور اذان سنو تو تمکو مستحب ہے کہ جسطرح ہم ذکر کر چکے ہیں اُسطرح مؤذن کا جواب دو اور نیز باب الطہارۃ میں ہم پاخانہ میں جانے اور باہر آنے کی دعائیں اور وضو کی دعائیں لکھ چکے ہیں انکو حسب موقع پڑھنا چاہیئے پھر جب مسجد کو چلو تو کہو اللّٰهم اجعل فی قلبی نورا وفی لسانی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا واجعل خلفی نورا وامامی نورا واجعل من فوقی نورا اللّٰهم اعطنی نورا اور یہ بھی کہو اللّٰهم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشای هذا الیک فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة خرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک فاسئلک ان تنقذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت اور جب گھر سے کسی کام کو نکلے تو کہے بسم اللّٰه رب اعوذ بک ان اظلم او اظلم او اجهل او یجهل علی بسم اللّٰه الرحمن الرحیم لا حول ولا قوة الا باللّٰه التکلان علی اللّٰه اور جب مسجد کے دروازے پر پہونچکر اسکے اندر داخل ہونا چاہو تو کہو اللّٰهم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وسلم اللّٰهم اغفر لی جمیع ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور داخل ہونے میں داہنا پانوں پہلے رکھو اور اگر مسجد میں کسی کو بیع و شرا کرتے دیکھو تو کہو کہ خدا تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دیوے اور اگر کسی کو مسجد میں دیکھو کہ اپنی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہے تو کہو کہ خدا تعالیٰ کرے کہ وہ نہ ملے آنحضرت صلی اللّٰه علیہ وسلم نے اس امر کی اجازت فرمائی ہے اور جب صبح کی دو رکعتیں پڑھ چکو تو کہو بسم اللّٰه اللّٰهم انی اسئلک رحمة من عندک تهدی بها قلبی آخر دعا تک چنانچہ ہم اسکو تیسری فصل میں حضرت ابن عباسؓ سے لکھ آئے ہیں اور جب رکوع کرو تو رکوع میں کہو اللّٰهم لک رکعت ولک خشعت وبک آمنت ولک اسلمت وعلیک توکلت انت ربی خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی وما استقلت به قدمی للّٰه رب العالمین اور اگر چاہو یوں کہو سبحان ربی العظیم تین بار کہو سبوح قدوس رب الملائکة والروح اور جب اپنا سر رکوع سے اُٹھاؤ تو کہو سمع اللّٰه لمن حمده ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما بینهما وملء ما شئت من شیء بعد اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور جب سجدہ کرو تو کہو اللّٰهم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره فتبارک اللّٰه احسن الخالقین سجد لک سوادی وجنانی وآمن بک فوادی ابوء بنعمتک علی وابوء بذنبی وهذا ما جنیت علی نفسی فاغفر لی انه لا یغفر الذنوب الا انت یا یہ کہو تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ اور جب نماز سے فارغ ہو تو کہو اللّٰهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام اور جو دعائیں ہم لکھ چکے ہیں پھر اُن سب کو پڑھو اور جب کسی مجلس سے اٹھو اور کوئی ایسی دعا پڑھنی چاہو کہ مجلس کی بیہودہ باتوں کا کفارہ ہو جاوے تو کہو سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک عملت سوءا وظلمت نفسی فاغفر لی انه لا یغفر الذنوب الا انت اور جب بازار میں داخل ہو تو کہو لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له الملک وله الحمد یحیی ویمیت وهو حی لا یموت بیده الخیر وهو علی کل شیء قدیر بسم اللّٰه اللّٰهم انی اسئلک خیر هذه السوق وخیر ما فیها اللّٰهم انی اعوذ بک من شرها ومن شر ما فیها اللّٰهم —

[illegible]

انی اعوذ بک ان اصیب فیہا یمینا فاجرۃ او صفقۃ خاسرۃ اور جب تمہارے اوپر قرض ہو تو کہو اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک اور
جب نیا کپڑا پہنو تو کہو اللّٰھم کسوتنی ہذا الثوب فلک الحمد اسئلک من خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ اور جب کوئی شگون ایسا دیکھو جو تم کو برا معلوم
ہو تو کہو اللّٰھم لا یاتی بالحسنات الا انت ولا یذھب بالسیئات الا انت لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور جب چاند دیکھو تو کہو اللّٰھم اھلہ علینا بالامن والایمان والبر والسلامۃ
والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربی وربک اللہ اور کہو ہلال رشد وخیر امنت بخالقک اللّٰھم انی اسئلک خیر ہذا الشہر وخیر القدر واعوذ بک من شر یوم الحشر اور
تین بار اس دعا سے پہلے اللہ اکبر بھی کہہ لے اور جب آندھی چلے تو کہو اللّٰھم انی اسئلک خیر ہذہ الریح وخیر ما فیہا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا وشر ما ارسلت
اور جب کسی کے مرنے کی خبر سنو تو کہو انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون اللّٰھم اکتبہ فی المحسنین واجعل کتابہ فی علیین واخلفہ علی عقبہ فی الغابرین اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا
بعدہ واغفر لنا ولہ اور صدقہ دینے کے وقت کہو ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اور نقصان ہونے کے وقت کہو عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون اور
کام کے شروع کرنے کے وقت کہو ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا رب اشرح لی صدری ویسر لی امری اور آسمان پر نظر کرنے کے وقت
کہو ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا وقمرا منیرا اور جب رعد کی گرج سنو تو کہو سبحان من یسبح
الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ اور اگر بجلی زیادہ تڑپتے دیکھو تو کہو اللّٰھم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اور جب آسمان سے پانی برسے
تو کہو اللّٰھم سقیا ہنیئا وصیبا نافعا اللّٰھم اجعلہ صیب رحمۃ ولا تجعلہ صیب عذاب اور جب غصہ ہو تو کہو اللّٰھم اغفر لی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من
الشیطان الرجیم اور جب کسی قوم سے ڈرو تو کہو اللّٰھم انا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم اور جب جہاد کرو تو کہو اللّٰھم انت عضدی ونصیری وبک
اقاتل اور جب کان بولے تو کہو اللّٰھم صل علی محمد ذکر اللہ من ذکرنی بخیر اور جب دیکھو کہ تمہاری دعا قبول ہوئی تو کہو الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم
الصالحات اور جو دعا مقبول ہونے میں دیر ہو جاوے تو کہو الحمد للہ علی کل حال اور جب مغرب کی اذان سنو تو کہو اللّٰھم ہذا اقبال لیلک وادبار نہارک و
اصوات دعاتک وحضور صلواتک اسئلک ان تغفر لی اور جب تم کو کوئی تردد پیش آوے تو کہو اللّٰھم انی عبدک ابن عبدک وابن امتک ناصیتی
بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک اسئلک بکل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک وانزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک واستاثرت بہ فی
علم الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء غمی وذہاب حزنی وہمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کسی کو غم پیش آوے

یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالی اُسکے تردد کو رفع کرتا ہی اور اُس غم کی جگہ خوشی بدل دیتا ہی پھر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس دعا کو سیکھ نہ لین آپ نے فرمایا کہ بیشک جو کوئی اُسکو سُنے اُسکو یاد کر لینا چاہیئے اور جب کوئی درد اپنے جسم مین یا کسی دوسرے کے جسم مین پاؤ تو اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتر سے جھاڑ دو کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ کے سامنے کسی زخم وغیرہ کی شکایت کرتا تو آپ اپنی انگشت سبابہ زمین پر رکھتے پھر اُسکو اُٹھاتے اور یہ فرماتے بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا لیشفی بہ سقیمنا باذن ربنا اور جب تیرے جسم مین کسی جگہ درد ہو تو درد کی جگہ اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار کہو اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر اور جب تمکو کوئی مصیبت پہنچے تو کہو لا الہ الا اللہ العلی الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات السبع ورب العرش الکریم اور جب سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو داہنا ہاتھ کو سر تلے رکھو اور قبلہ رخ ہو جاؤ پھر چونتیس بار اللہ اکبر اور تینتیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ کہکر یہ کہو اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک منک اللھم انی لا استطیع ان ابلغ ثناء علیک ولو حرصت ولکن انت کما اثنیت علی نفسک اللھم باسمک احیا واموت اللھم رب السموات ورب الارض ورب کل شیء وملیکہ فالق الحب والنوی ومنزل التوراۃ والانجیل والفرقان اعوذ بک من شر کل ذی شر ومن شر کل دابۃ انت آخذ بناصیتھا انت الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاہر فلیس فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء اقض عنی الدین واغننی من الفقر اللھم انک خلقت نفسی وانت تتوفاہا لک مماتھا ومحیاہا اللھم ان امتھا فاغفر لھا وان احییتھا فاحفظھا اللھم انی اسئلک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ باسمک ربی وضعت جنبی فاغفرلی ذنبی اللھم قنی عذابک یوم تجمع عبادک اللھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظہری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجا ولا منجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت اور یہ دعا سب دعاؤں کے آخر مین پڑھنی چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لیے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہی اور اس دعا سے پیشتر یہ پڑھ لینا چاہیئے اللھم ایقظنی فی احب الساعات الیک واستعملنی باحب الاعمال الیک تقربنی الیک زلفی وتبعدنی من سخطک بعدا اسئلک فتعطینی واستغفرک فتغفرلی وادعوک فتستجیب لی اور صبح کو جب نیند سے جاگو تو یوں کہو الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور اصبحنا واصبح الملک للہ والعظمۃ والسلطان للہ والعزۃ والقدرۃ للہ اصبحنا علی فطرۃ الاسلام وکلمۃ الاخلاص وعلی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وملۃ ابینا ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین اللھم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک المصیر اللھم انا نسئلک ان تبعثنا فی ہذا الیوم الی کل خیر ونعوذ بک ان نجترح فیہ سوءا او نجرہ الی مسلم فانک قلت وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی اللھم فالق الاصباح وجاعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا اسئلک خیر ہذا الیوم وخیر ما فیہ واعوذ بک من شرہ وشر ما فیہ بسم اللہ ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کل نعمۃ من اللہ ما شاء اللہ الخیر کلہ بید اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ربنا علیک توکلنا والیک انبنا

والیک المصیر اور شام کو بھی یہی دعا پڑھو مگر اصبح کی جگہ امسی کہو اور اسکے ساتھ یہ دعا بھی پڑھو اعوذ بکلمات اللہ التامات و اسمائہ کلہا من شر ما ذرا و برا و من شر کل ذی شر و من شر کل دابۃ انت آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم اور جب آئینہ دیکھو تو یہ کہو الحمد للہ الذی سوی خلقی فعدلہ و کرم صورۃ وجہی وحسنہا وجعلنی من المسلمین اور جب کوئی خادم یا غلام یا کوئی جانور خریدو تو اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھو اللہم انی اسئلک خیرہ و خیر ما جبل علیہ و اعوذ بک من شرہ و شر ما جبل علیہ اور جب نکاح کی مبارکباد دو تو یون کہو بارک اللہ فیک و بارک علیک و جمع بینکما فی خیر اور جب قرض ادا کرو تو جسکو دو اسکو کہو بارک اللہ لک فی اہلک و مالک اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ قرض کا عوض یہ ہی کہ قرض دینے والے کا مشکور ہو اور ادا کردے غرضکہ یہ دعائین ہین کہ طالب آخرت کو انکا یاد کر لینا ضرور ہی اور انکے سوا دعائین سفر اور نماز اور وضو کی ہم باب الحج اور باب الطہارۃ اور باب نماز مین لکھ چکے ہین اب اگر یہ کہو کہ دعا سے فائدہ کیا ہی حکم الٰہی کو تو کسی طرح ٹال ہی نہین سکتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ دعا سے بلا کا ٹلنا بھی حکم الٰہی ہی دعا بلا کے ٹلنے کا سبب اور رحمت کے کھینچنے کا باعث ہوتی ہی جیسے ڈھال تیر کے روکنے کا سبب ہی اور پانی سبزہ کے نکلنے کا باعث پس جسطرح ڈھال تیر کو ٹال دیتی ہی اور دونون مین مقابلہ ہوتا ہی اسی طرح دعا اور بلا کا مقابلہ ہوتا ہی اور حکم الٰہی کے ماننے سے یہ ضرور نہین کہ آدمی ہتھیار نہ باندھے کیونکہ اللہ تعالی خود فرماتا ہی وخذوا حذرکم یا بیج ڈالنے کے بعد زمین کو پانی نہ دے اور یہ کہے کہ اگر تقدیر مین بیج کا جمنا ہوگا تو جم جاویگا ورنہ نہین جمیگا بلکہ اصل یہ ہی کہ مسببات کا اسباب سے وابستہ ہونا یہ حکم اول ہی جسکے لیے ارشاد فرمایا ہی کلمح البصر او ہو اقرب اور اسکا نام قضا ہی اور پھر آہستہ آہستہ ایک ایک سبب پر مسبب کا مرتب ہوتا جانا دوسرا حکم ہی جو قدر کہلاتا ہی اور جس ذات نے کہ خیر کو مقدر فرمایا ہی کسی سبب پر منحصر رکھا ہی اور شر کو جو بنایا ہی تو اسکے دور کرنے کا ایک سبب رکھدیا ہی اس صورت مین جس شخص کی بصیرت کھلی ہوئی ہی اسکے نزدیک ان باتون مین کچھ مخالفت نہین علاوہ ازین دعا مین جو فائدہ ہی اسکو ہم ذکر کے بیان مین لکھ چکے ہین کہ دعا سے خدا تعالی کے ساتھ دل کی حضوری ہو سکتی ہی جو منتہائے عبادات ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ دعا عبادت کا مغز ہی اور خلق کا اکثر یہی معاملہ ہی کہ انکا دل ذکر الٰہی کیطرف مائل جبھی ہوتا ہی کہ جب انکو کوئی حاجت یا مصیبت پڑے چنانچہ خود اللہ تعالی فرماتا ہی واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض پس دعا کی ضرورت تو حاجت کے لیے ہی اور دعا دل کو اللہ تعالی کی طرف تضرع اور مسکنت کے ساتھ پھیر دیتی ہی اور اسی کے ذریعے سے ذکر حاصل ہوتا ہی جو اشرف عبادات ہی اور یہی وجہ ہی کہ بلا انبیا اور اولیا پر اور افضل شخصون پر زیادہ ہوتی ہی اسلیے کہ وہ دل کو تضرع اور حاجت کے باعث اللہ تعالی کی طرف پھیر دیتی ہی اور اسکی یاد سے غافل ہونے کی مانع ہی اور توانگری اکثر تکبر کا باعث ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی اذکار اور دعاؤن مین سے یہان ہم کو اسی قدر بیان کرنا منظور تھا باقی دعائین کھانے اور سفر اور بیمار پرسی وغیرہ کی انشاء اللہ اپنے اپنے مقام پر مذکور ہونگی باب نہم تمام ہوا اب باب الاوراد خدائے تعالی کی عنایت سے شروع ہوتا ہی یہ اول جلد کا خاتمہ ہی والحمد للہ اولا و آخرا والصلوۃ والسلام علی کل عبد مصطفیٰ۔

دسوان باب اوراد یعنی اوقات وظائف کی ترتیب اور شب بیداری کی فضیلت مین

باعی

احسن مخلوقات مین کٹتی ہی دن رات ⁂ لا تعلم ان ما مضے لیس یات ⁂ کھوتا ہی خرافات مین کیون عمر عزیز ⁂ فاعبد مولاک فی جمیع الاوقات ⁂

واضح ہو کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندون کے لیے زمین کو تابع کیا ہی تو اس غرض سے نہین کہ اسکے اونچے مکانون مین رہین بلکہ اس مراد سے ہی کہ اسکو فرودگاہ جانین اور اس مین سے ایسا توشہ حاصل کرین جو انکو انکے وطن اصلی کے سفر مین کام آوے اور عمل اور فضل کے تحفے دنیا مین سے اپنے لیے ذخیرہ کرین اور اس کے پھندون اور

۱ح احمد بروایت عبدالرحمن بن خنیش بکچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہی ۲ح طبرانی در اوسط و ابن سنی در یوم و لیلہ بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ ۳ح ابوداود و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۱۲ ۴ح ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۵ح نسائی بروایت عبداللہ بن ابی ربیعہ ۱۲ ۶ح [illegible] ۷ح [illegible] ۸ح [illegible]

مہلک مقامون سے بچے رہین اور جان لین کہ عمر انکو ایسے لیے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سوارون کو لے جاتی ہے کہ اس عالم مین آدمی سب مسافر ہین انکی اول منزل پالنے مین ہوتی ہے اور آخر لحد ہین اور وطن سب کا یا جنت ہے یا دوزخ اور عمر سفر کا فاصلہ ہے کہ برس اسکے مرحلے ہین اور مہینے فرسنگ ہین اور دن میل ہین اور سانس قدم ہین اور طاعت اس سفر کی پونجی ہے اور اوقات راس المال ہین اور شہوات اور غرضین اس طریق کے راہزن ہین اور یہان کا نفع یہ ہے کہ دار السلام مین بڑی سلطنت اور پایدار نعمت کے ساتھ خدا تعالی کے دیدار سے کامیاب ہو اور ٹوٹا یہ ہے کہ طوق اور قید اور عذاب شدید دوزخ کے طبقات کے ساتھ خدا تعالی سے دوری میسر ہو اس صورت مین جو شخص اپنی ایک سانس سے بھی غفلت کرے یہانتک کہ اسمین کوئی طاعت باعث قرب الہی نہو تو وہ قیامت کے روز اتنا خسارہ اٹھاویگا کہ اسکی کچھ حد نہین اور اسی بڑے خطر اور ہولناک امر کے لیے توفیق والون نے مستعد ہو کر لذات نفسانی کو بالکل چھوڑ دیا اور بقیہ عمر کو غنیمت جانا اور دن اور رات کو ذکر الہی مین بسر کرنے کے لیے اور ہر ایک وقت مین جدا جدا وظیفہ مقرر کیا تاکہ خدا تعالی کے قرب کے طالب ہون اور دار القرار کی طرف ساعی اسی جہت سے طریق آخرت کے علم مین ضرور ہے کہ وظائف کی تقسیم کی تفصیل بیان کیجاوے اور جو عبادات کہ انکی تشریح پہلے ہو چکی ان کو مقادیر اوقات پر بانٹ دیا جاوے اور یہ امر دو فصلون سے واضح ہوگا انشاء اللہ تعالی پہلی فصل اوراد کی فضیلت اور ترتیب اور احکام کے بیان مین

بیان اول اس بات کے ذکر مین کہ اوراد پر مواظبت کرنی ہی اللہ تعالی کی طرف کا طریق ہے اور وردون کی فضیلت بھی اسمین ذکر ہوگی

جاننا چاہیئے کہ نور بصیرت سے دیکھنے والون نے جان لیا ہے کہ نجات کی صورت بدون اللہ تعالی کی لقا کے نہین اور لقا کی سبیل بجز اسکے کوئی نہین کہ بندہ اللہ تعالی کا محب اور عارف ہو اور اسی حال پر مرے اور محبت اور انس بدون محبوب کے ذکر دائمی کے میسر نہین ہوتا اور معرفت بدون اسکی ذات اور صفات و افعال مین فکر دائمی کے حاصل ہو اور سوا اسکے اور اسکے افعال کے اور کچھ موجود نہین اور دوام ذکر و فکر جبھی میسر ہوتا ہے اگر کہ دنیا اور اس کی شہوات کو رخصت کر دے اور اس سے بجز اس مقدار کے کہ زندگی کے لیے ضرور ہے علیحدگی اختیار کرے اور یہ سب باتین اسوقت ہوتی ہین کہ آدمی اپنے تمام رات دن کے اوقات کو ذکر اور فکر مین ڈوبا رکھے اور از انجا کہ نفس کی سرشت مین ہے کہ ایک طرح پر ذکر اور فکر کرنے سے تھک جاتا ہے اور ایک ڈھنگ پر صبر نہین کرتا اور اللہ تعالی نہین تھکتا جبتک کہ بندہ نہ تھکے تو نفس کے ساتھ نرمی کی رعایت ضرور ہوا کہ ہر وقت مین نئے ڈھنگ کا ورد اسکے لیے مقرر کیا جاوے تاکہ اس تبدیل اطوار سے اسکی لذت زیادہ ہو اور رغبت بڑھے اور دوام رغبت کے سبب سے مواظبت بھی ہمیشہ کو ہوجاوے اسی وجہ سے اوراد کی تقسیم مختلف طور پر کی گئی ہے غرضکہ ذکر اور فکر تمام اوقات خواہ اکثر کو حاوی ہونی چاہیئین کیونکہ نفس اپنی طبیعت سے دنیا کی لذتون کی طرف مائل ہے پس اگر آدمی اپنے نصف اوقات دنیا کی تدبیرات اور اسکی مباح خواہشون مین مصروف اور نصف اوقات عبادت کے لیے رکھے تو چونکہ پہلے نصف مین میل طبعی کی نسبت سے ترجیح موجود ہے تو برابری دونون وقتون کی کب رہی گو دیکھنے کی رو سے برابر ہین لیکن ایک طرف میل طبعی ہونے کی ترجیح ہے کیونکہ دنیا کے کام ظاہر و باطن موافق ہوتے ہین اور دل دنیا کی تلاش مین خوب صاف اور مجرد رہتا ہے اور عبادات کی طرف دل کا پھیرنا بناوٹ اور زبردستی سے ہوتا ہے تو عبادات مین اکا اخلاص اور حاضر ہونا کبھی میسر ہو جاتا ہے اسلیے جو شخص جنت مین بے حساب جانا چاہے تو اسکو چاہیئے کہ اپنے سارے اوقات طاعت مین مصروف رکھے اور جو کوئی اپنے حسنات کے پلہ کا بھاری رہنا چاہے وہ اپنے اکثر اوقات کو طاعت مین لگا دے اور جو کوئی کچھ اعمال

نیک کرے اور کچھ برے تو اسکا معاملہ خطرناک ہے تاہم خدائے تعالی کے کرم سے امید منقطع نہیں اور معاف ہونے کی توقع ہے کہ کیا عجب ہے کہ وہ
اپنے جود و کرم سے اسکو بخشدے۔ اور رات دن کے اوقات کو ذکر اور فکر میں مصروف رکھنا نور بصیرت سے دیکھنے والوں کو تو منکشف ہوجاتا ہے
لیکن اگر تم اہل بصیرت سے نہو تو اللہ تعالی کا خطاب اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ لو اور نور ایمان سے خیال کرلو کہ اس سے
کیا سمجھا جاتا ہے یعنی اللہ تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ وہ سب بندوں سے مقرب تر اور درجہ میں سب سے برتر ہیں یہ
ارشاد فرماتا ہے آیت ان لک فی النہار سبحا طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا اور فرمایا آیت واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلا
طویلا اور فرمایا آیت وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود اور فرمایا آیت وسبح بحمد ربک حین تقوم ومن اللیل فسبحہ وادبار
النجوم اور فرمایا آیت ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ واقوم قیلا اور فرمایا آیت ومن آناء اللیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضی اور فرمایا آیت واقم الصلوۃ طرفی النہار
وزلفا من اللیل ان الحسنات یذہبن السیئات پھر اس باب میں تامل کرو کہ جو بندہ اللہ تعالی کے کامیاب ہیں ان کی صفت میں اللہ تعالی نے کیا بیان
فرمائی ہے مثلاً ارشاد ہے آیت امن ہو قانت آناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الآخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ قل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور فرمایا آیت تتجافی
جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا اور فرمایا آیت والذین یبیتون لربہم سجدا وقیاما اور فرمایا آیت کانوا قلیلا من اللیل ما یہجعون وبالاسحار ہم یستغفرون اور
فرمایا آیات فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون یعنی شام و صبح کو اللہ تعالی کی پاکی بیان کرو اور فرمایا
آیت ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ پس ان آیات میں تامل کرنے سے تمکو معلوم ہوجاویگا کہ اللہ تعالی کی طرف کا راستہ
اوقات کی نگرانی اور انکو وردوں سے مدام بھرپور رکھنا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک اسکے بندوں
میں سے زیادہ تر محبوب وہ ہیں جو سورج اور چاند اور سایوں کو ذکر الہی کے لیے دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے آیت الشمس والقمر
بحسبان اور فرمایا آیات الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا اور فرمایا آیت والقمر قدرناہ منازل
اور فرمایا آیت وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا بہا فی ظلمات البر والبحر پس یہ گمان مت کرو کہ آفتاب اور چاند کی رفتار منتظم اور مرتب اور حساب سے ہونے اور سایہ اور
روشنی اور ستاروں کے پیدا کرنے سے یہ غرض ہے کہ انسے دنیا کے امور میں مدد لیجاوے بلکہ انکو اسلیے بنایا ہے کہ انسے اوقات کی مقداریں پہچانکر ان میں طاعات
بجا لاؤ اور دار آخرت کی تجارت میں لگو چنانچہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا جاتا ہے آیت وہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا
یعنی رات اور دن کو ایک دوسرے کی نیابت کرنے کو بنایا تاکہ اگر دونوں میں سے ایک میں کچھ عبادت رہ جاوے تو اسکا تدارک دوسرے میں ہوسکے

اور بیان فرمادیا کہ یہ امر ذکر و شکر کے لیے ہی نہ اور کسی کام کے لیے۔ اور فرمایا وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا
فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب اور فضل سے مطلوب ثواب اور مغفرت ہی ہو دوسرا بیان اوقات وظائف کے شمار اور ترتیب کے
ذکر میں جاننا چاہیئے کہ دن کے ورد سات ہین اور رات کے چار اب ہر ایک کی فضیلت اور ہیئت وغیرہ کو تفصیل وار سننا چاہیئے دن کے
وظیفون مین سے پہلے کا وقت صبح صادق کے طلوع سے آفتاب کے وقت تک ہی اور یہ وقت شریف ہی اسکی شرافت ان وجہون سے معلوم
ہوتی ہی کہ خدائے تعالی نے اسکی قسم کھائی چنانچہ فرمایا والصبح اذا تنفس اور اپنی مدح مین مذکور فرمایا فالق الاصباح اور فرمایا قل اعوذ برب الفلق
اور اسوقت مین سایہ کو سمیٹنے سے اظہار قدرت کیا چنانچہ فرمایا ثم قبضناہ الینا قبضا یسیرا اور یہی وقت ہی کہ آفتاب کے نور پھیلنے سے رات کا سایہ
سمٹ جاتا ہی اور لوگون کو اسوقت مین تسبیح کے لیے ارشاد فرمایا یعنی یہ فرمایا فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون اور فرمایا فسبح بحمد ربک قبل
طلوع الشمس اور فرمایا ومن آناء اللیل فسبح واطراف النہار لعلک ترضی اور فرمایا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا اور دن کے اوراد کی ترتیب اسطرح
کہ شروع اپنے جاگنے سے کرے یعنی جسوقت جاگے ابتدا ذکر الہی سے کرے کہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور آخر دعاؤن تک۔ جو ہم
پہلے باب مین جاگنے کے بعد پڑھنے کے ذکر مین لکھ آئے ہین اور اثنا ے دعا مین کپڑے پہنے اور کپڑے کے پہننے مین نیت ستر عورت کی حکم خدا
کے بموجب اور اسکے عبادت پر مدد لینے کی کرے اُسکے سوا اور قصد ریا اور تکبر وغیرہ کا نہ کرے پھر اگر حاجت ہو تو پاخانہ مین جاوے اور اپنا
بایان پاؤن پہلے پاخانہ کے اندر رکھے اور وہ دعائین جو باب الطہارت مین پاخانہ مین جانے اور نکلنے کی ذکر کر چکے ہین پڑھے پھر مسنون طور پر
مسواک کرے جیسے پہلے بیان ہو چکا ہی اور وضو سب سنتون اور دعاؤن کے ساتھ کرے جنکا بیان طہارت مین گذر چکا ہی کیونکہ ہم پہلے فرادا عبادت کو
اسی لیے لکھ آئے ہین کہ اس باب مین صرف اُنکے مرکب کرنے اور آگے پیچھے ادا کرنے کو ذکر کرین اور جب وضو سے فارغ ہو تو دو رکعتین فجر کی
سنتون کی اپنے گھر مین ادا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور سنتون کے بعد خواہ اُنکو گھر مین پڑھے یا مسجد مین وہ دعا
پڑھے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہی اور جسے ہم لکھ آئے ہین یعنی اللہم انی اسئلک رحمۃ من عندک تہدی بہا قلبی آخر دعا تک پھر گھر سے مسجد کو
چلے اور اس دعا سے غافل نہو جو مسجد کو چلتے وقت ہم لکھ چکے ہین اور نماز کے لیے جھپٹ کر نہ چلے بلکہ آہستہ تسکین اور وقار کے ساتھ چلے کہ حدیث مین اسی طرح
وارد ہی اور اپنی انگلیون کو ایک دوسرے مین نہ ڈالے اور مسجد کے اندر داہنا پاؤن پہلے رکھکر جاوے اور مسجد مین جانے کی دعا یاد کرکے پڑھ لے
پھر مسجد مین صف اول مین جگہ تلاش کرے بشرطیکہ گنجائش ہو اور لوگون کی گردنین نہ پھاندے نہ کسی کو تکلیف دے جیسے کہ جمعہ کے باب مین اسکا
ذکر ہو چکا ہی پھر اگر سنتین فجر کی گھر مین نہ پڑھی ہون تو مسجد مین ادا کرے اُنکے بعد کی دعا مین مشغول ہو جاوے اور اگر سنتین پڑھ چکا ہو تو مسجد
مین دوگانہ تحیت پڑھکر جماعت کا منتظر بیٹھ جاوے اور جماعت کے لیے مستحب اندھیرے سے ادا کرنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تاریکی
مین ادا فرمایا کرتے تھے اور جماعت کو کسی وقت کی چھوڑنا نہ چاہیئے اور خاص کر صبح اور عشا کی جماعت ہرگز نہ چھوڑے کہ ان دونون مین
ثواب زیادہ ہی چنانچہ حضرت انس بن مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے نماز صبح کے باب مین ارشاد فرمایا ہی کہ
جو کوئی وضو کرکے مسجد کو جاوے کہ اسمین نماز پڑھے تو اسکو ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ہوگا اور ایک برائی اسکی دور کیجاویگی اور نیکی کا ثواب
دس گنا ملا کرتا ہی پھر اگر نماز پڑھکر آفتاب کے نکلنے تک بیٹھا رہیگا تو جتنے بال اسکے بدن مین ہونگے اُسقدر نیکیان اسکے لیے لکھی جاوینگی اور ایک سارج

مقبول کا ثواب لیکر پھریگا اور اگر اسقدر اور بیٹھے کہ نماز چاشت بھی پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض دس لاکھ نیکیون کا ثواب ملیگا اور جو شخص نماز
کو مسجد مین جماعت سے پڑھے تو اُسکو بھی اسی قدر ثواب ہی اور ایک عمرہ مقبول لیکر پھرے گا اور اکابر سلف کی عادت تھی کہ مسجد مین صبح ہونے
سے پیشتر جایا کرتے تھے چنانچہ ایک تابعی روایت کرتے ہین کہ مین مسجد مین صبح صادق ہونے سے پیشتر گیا دیکھا تو حضرت ابوہریرہ رضہ مجھ سے
پہلے پہونچ چکے ہین اُنھون نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ بھتیجے اپنے گھر سے اسوقت کس مطلب کو نکلے مین نے عرض کیا کہ صبح کی نماز کے لیے فرمایا کہ
تمکو مژدہ ہو کہ ہم ایسے نکلنے اور مسجد مین بیٹھنے کو خدا کی راہ مین جہاد کرنے کے برابر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین جہاد کے برابر
سمجھتے تھے۔ اور حضرت علی رضہ سے مروی ہی کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہان تشریف لائے اسوقت مین سوتا تھا اور حضرت
فاطمہ زہرا بھی خواب مین تھین آپ نے فرمایا کہ تم نماز کیون نہین پڑھتے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری جانین خداے تعالے کے قبضے مین
ہین جب وہ ہمکو اُٹھانا چاہتا ہی اٹھ کھڑے ہوتے ہین آپ وہان سے لوٹ گئے اور مین نے سُنا کہ آپ نے اپنا ہاتھ ران مبارک پر مارا
اور کہا وکان الانسان اکثر شی جدلا یعنی ہی انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑنے کو۔ پھر فجر کی سنتون اور اُنکے بعد کی دعا کے پیچھے استغفار اور
تسبیح مین مشغول رہنا چاہیے جب تک کہ تکبیر ہو یعنی ستر بار یون کہے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو بار کہے سبحان اللہ
والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پھر نماز فرض تمام ظاہری و باطنی آداب کی رعایت سے پڑھے چنانچہ اُس کا ذکر باب نماز مین ہم لکھ آئے
ہین۔ جب نماز سے فارغ ہو تو مسجد مین بیٹھ کر آفتاب کے نکلنے تک ذکر الٰہی بموجب ترتیب آئندہ کرتا رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ جس جگہ مین نماز صبح پڑھون اُس مین میرا بیٹھا رہنا اور نماز سے لیکر آفتاب نکلنے تک ذکر الٰہی کرنا مجھکو اس بات سے محبوب تر ہی
کہ چار بردے آزاد کرون۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو نماز کی جگہ مین آفتاب نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے
اور بعض روایت مین ہی کہ آفتاب کے نکلنے کے بعد دو رکعتین پڑھتے تھے اور اس کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہوا ہی۔ اور حضرت حسن رضہ سے
مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی رحمت کے ذکر مین فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ای ابن آدم فجر کی نماز کے بعد ایک
ساعت اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میرا ذکر کرنے مین تجھکو ان دونون وقتون کے درمیان مین کافی ہونگا۔ اور جب اس بیٹھنے اور ذکر
کی فضیلت معلوم ہو چکی تو چاہیے کہ آفتاب نکلنے تک بیٹھا رہے اور بات نہ کرے بلکہ آفتاب کے طلوع تک چار طرح کا وظیفہ رکھے اول دعائین دوم ذکر
جسکو تسبیح پر پڑھے سوم قرآن کی تلاوت چہارم فکر کرنا دعائین تو نماز سے فارغ ہوتے ہی شروع کردے اور کہے اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آل
سیدنا محمد اللہم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام پھر دعا وہ
شروع کرے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع کیا کرتے تھے یعنی یہ کہے سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

[illegible]

[illegible]

لہ الملک لہ الحمد یحیی و یمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر لا الٰہ الا اللہ اہل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون پھر وہ دعائیں پڑھے جن کو ہم تیسری اور چوتھی فصل میں باب نہم کی لکھ آئے ہیں اور اگر ہو سکے تو وہ سب پڑھے ورنہ اُن میں سے اسقدر یاد کرے جس قدر کو دیکھے کہ میرے حال کے موافق اور دل کو نرم کرنیوالی اور زبان پر ہلکی زیادہ ہیں اور ذکر کے کلمات وہ ہیں جنکے مکرر پڑھنے میں بہت سے فضائل وارد ہیں اور ہمنے طول کلام کی جہت سے اُنکو نہیں لکھا اُنکے مکرر پڑھنے کا ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ ہر کلمہ کو تین بار یا سات بار پڑھے اور اکثر یہ ہے کہ سو دفعہ یا ستر مرتبہ پڑھے اور اوسط درجہ یہ ہے کہ دس بار پڑھے پس جسقدر فرصت اور وقت میں گنجائش پاوے اسقدر مکرر پڑھے اور ظاہر ہے کہ زیادہ کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور دس بار پڑھنا اوسط ہے کہ اسپر مداومت ہو سکتی ہے اور کاموں میں سے بہتر وہی ہے جو ہمیشہ کو نبھ سکے اگرچہ تھوڑا ہو اور جس وظیفہ کی کثیر پر مداومت نہ ہو سکے تو اُسکا قلیل مع مداومت کے بہتر ہے اور اُسکی تاثیر بھی دل پر زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت بہت کے جو ہمیشہ نہ ہو سکے ناغہ کے ساتھ ہو اور تھوڑا وظیفہ جو دائمی ہو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے پانی کے قطرے زمین پر پے درپے ٹپکتے ہوں کہ اُسے زمین میں گڑھا پڑ جاتا ہے اگرچہ وہاں پتھر ہی ہو اور بہت سا وظیفہ جو ناغہ کے ساتھ ہو وہ ایسا ہے جیسے پانی یکبارگی یا کئی دفعہ کرکے دیر دیر کے بعد گرا دیا جاوے کہ اُسکی تاثیر کچھ نہ معلوم ہوگی اور یہ کلمات دس ہیں اول لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر دوم سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ سوم سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح چہارم سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پنجم استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الحی القیوم واسالہ التوبۃ ششم اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ہفتم لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین ہشتم بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم نہم اللہم صل علی محمد عبدک و نبیک و رسولک النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم دہم اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم رب اعوذ بک من ہمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون تو یہ دس کلمات اگر دس دس بار پڑھے جاویں تو سو مرتبہ ہو جاوینگے اور یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک ہی کلمہ کو سو بار پڑھیں اسلیے کہ ان کلمات میں سے ہر ایک کے لیے ثواب و فضیلت علٰحدہ ہے اور دل کو ہر ایک سے ایک طرح کی تنبیہ اور لذت ہے اور ایک کلمہ سے دوسرے کی طرف انتقال کرنے میں نفس کو بھی گونہ راحت اور اکتانے سے امن ہے اور قرارت قرآن میں مستحب یہ ہے کہ وہ آیتیں پڑھے جن کے فضائل احادیث میں وارد ہیں یعنے سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول سے آخر سورۂ بقر تک اور یہ آیت شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو اور دو آیتیں قل اللہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء سے بغیر حساب تک اور لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورہ تک اور لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق آخر سورۂ فتحنا تک اور قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا آخر سورۂ بنی اسرائیل تک اور پانچ آیتیں سورۂ حدید کے اول کی اور ہو اللہ الذی

لا الٰہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ سے آخر سورۂ حشر تک پڑھے۔ اور اگر مسبعات عشر پڑھے یعنی وہ دس چیزیں جو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم تیمی کو بطور تحفہ تعلیم کیں اور انکو وصیت کی کہ ان کلمات کو ہر صبح و شام سات سات بار پڑھا کرنا تو اس صورت میں ثواب پورا ملے اور سب دعاؤں کا ثواب اسکو حاصل ہو جاوے چنانچہ کرز بن وبرہ جو ابدال میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک میرا بھائی شام سے آیا اور مجھکو ایک تحفہ دیا اور کہا کہ بھائی اسکو قبول کرو کہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہے میں نے اُسسے کہا کہ بھائی تمکو یہ تحفہ کسنے دیا ہے اُنھوں نے کہا کہ مجھکو ابراہیم تیمی نے دیا ہے میں نے کہا کہ تمنے ابراہیم سے نہ پوچھا کہ اُنکو کسنے دیا ہے اُنھوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے یہ سوال کیا تھا ابراہیمؒ نے جواب دیا کہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا تھا اور تہلیل اور تسبیح اور تحمید میں مشغول تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میری داہنی طرف بیٹھ گیا میں نے اپنی عمر میں اُس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ دیکھا تھا اور نہ اسکے کپڑوں سے عمدہ کپڑے اور نہ اسقدر سفید اور خوشبودار دیکھے تھے میں نے اُس سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تم کون ہو اور کہاں سے تشریف لائے اُنھوں نے فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے پوچھا کہ آپ میرے پاس کس غرض سے آئے فرمایا کہ تجھسے سلام علیک کرنے آیا اور تجھسے مجھکو محبت فی اللہ ہے اور میرے پاس ایک تحفہ ہے اُسکو میں تجھے دینا چاہتا ہوں میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ آفتاب کے نکلنے اور زمین پر پھیلنے سے پیشتر اور غروب سے پہلے سورۂ الحمد اور معوذتین اور اخلاص اور کافرون اور آیۃ الکرسی سات سات بار پڑھنا پھر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سات بار اور درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات بار اور استغفار اپنے لیے اور اپنے والدین اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے سات بار پھر یہ دعا سات بار اللّٰھم افعل بی وبھم عاجلا وآجلا فی الدین والدنیا والآخرۃ ما انت لہ اہل ولا تفعل بنا یا مولٰنا ما نحن لہ اہل انک غفور حلیم جواد کریم رؤف رحیم اور خبردار انکو کسی صبح اور شام میں ترک نہ کرنا میں نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھکو بتا دیں کہ یہ عطا آپ کو کسنے بخشی آپ نے فرمایا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائی ہے میں نے کہا کہ مجھکو اسکے ثواب سے مطلع فرمایئے فرمایا کہ جب تم کو زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو تو اسکا ثواب پوچھ لینا کہ وہ ارشاد فرما دینگے ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا فرشتے میرے پاس آئے ہیں اور مجھکو اُٹھا کر لیگئے ہیں یہانتک کہ جنت میں داخل کیا اور وہاں عجیب و غریب اشیاء دیکھیں پھر میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ سب سامان کسکے لیے ہے اُنھوں نے کہا کہ جو کوئی تیرا سا عمل کرے اسکے لیے ہے اور ابراہیم تیمیؒ نے بہت سی چیزیں جو جنت میں دیکھی تھیں اُنکا بیان بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے وہاں کا میوہ کھایا اور پانی پیا پھر میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ساتھ ستر پیغمبر اور ستر صفیں فرشتوں کی تھیں کہ ہر صف اس قدر تھی جیسے پورب و پچھم کا فاصلہ ہے آپ نے مجھکو سلام سے مشرف فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے خضر علیہ السلام نے کہا ہے کہ اُنھوں نے یہ حدیث آپ سے سنی ہے آپ نے فرمایا کہ خضر نے درست کہا اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ سب حق ہوتا ہے زمین کے لوگوں میں عالم وہی ہے اور ابدال کا سردار ہے اور اللہ تعالےٰ کے لشکروں میں سے ہے جو زمین میں ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو شخص یہ عمل کرے اور جیسا میں نے اپنے خواب میں دیکھا نہ دیکھے تو جو چیزیں مجھے ملی ہیں اُنمیں سے اسکو بھی کچھ مرحمت ہوگا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھکو اُس ذات کی جسنے مجھکو نبی برحق بھیجا ہے کہ اُسکا عامل اگرچہ مجھکو نہ دیکھے اور نہ جنت کو دیکھے مگر اتنا ثواب اُسکو ملیگا کہ اُسکے تمام گناہ کبیرہ جو اُسنے کیے ہونگے بخشے جا دینگے اور اللہ تعالیٰ اسپر سے

لہ پنجشنبہ کو پڑھے اللّٰھم اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منہم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین ۱۲ لہ یعنی تو مجھسے اور ان سے کر دست اور آیندہ کو دین اور دنیا اور آخرت میں وہ معاملہ کر جس کے

اپنا غصہ اور خفگی اٹھا لیگا اور بائیں طرف والے فرشتے کو حکم فرماویگا کہ سال بھر تک اسکی کچھ برائی نہ لکھے اور قسم ہے مجھکو اس ذات کی جس نے مجھکو نبی برحق بھیجا ہے اسپر عمل وہی کریگا جسکو اللہ تعالی نے سعید پیدا کیا ہے اور اسکو وہی ترک کریگا جس کو اسنے بدبخت بنایا ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ ابراہیم تیمی نے چار مہینے تک نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا تو شاید اسی خواب کے بعد کا حال ہوگا۔ غرضکہ قراءت کا وظیفہ یہ تھا جو مذکور ہوا اگر اسپر اپنی معمولی منزل بھی پڑھ لے یا اسی قدر پر اکتفا کرے دونوں صورتیں اچھی ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ذکر اور فکر اور دعا سب کا ثواب ہے بشرطیکہ تامل کے ساتھ پڑھے جسطرح کہ تلاوت کے ذکر میں ہم اسکے آداب اور فضائل کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور فکر کو بھی اپنا ایک معمول کر لینا چاہیے اور جن چیزوں میں فکر کرے اسکی تفصیل اور فکر کی کیفیت جلد چہارم کے باب تفکر میں مذکور ہوگی لیکن مجموع فکر دو قسموں میں آجاتی ہیں ایک یہ کہ چیزوں میں فکر کرے جو علم معاملہ میں اسکو مفید ہوں مثلاً اپنے نفس سے گذشتہ تقصیر دن کا حساب لے اور جو روز انہ اسکے سامنے ہو اسکے وظائف کی ترتیب کرے اور جتنے امور کہ خیر کے مانع ہوں انکو رفع کرے اور اپنی خطا یاد کرے اور جن باتوں سے عمل میں خلل پڑتا ہے انکو سوچے تاکہ عمل میں اصلاح ہو اور اپنے دل میں خود اپنے اعمال کے باب میں اور مسلمانوں کے معاملہ کرنے میں عمدہ نیتوں کو حاضر کرے۔ دوسری قسم فکر کی یہ ہے کہ ان چیزوں میں فکر کرے جو علم مکاشفہ میں نافع ہوں مثلاً خدائے تعالی کی ظاہری اور باطنی نعمتوں میں اور انکے پے در پے آنے کی فکر کرے تاکہ انکی معرفت زیادہ حاصل ہو اور انکا بہت سا شکر بن پڑے یا اسکی سزاؤں اور عقوبتوں میں فکر کرے کہ اس سے معبود کی قدرت کی معرفت بڑھے اور عقوبات و انتقامات سے زیادہ خوف کرے۔ اور ان امور میں سے ہر ایک کے بہت سے شعبے ہیں کہ بعض لوگوں کو انمیں فکر کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی کہ انکو خوب اچھی طرح جلد چہارم میں ہم لکھینگے۔ اور جب فکر کرنا میسر ہو جاوے تو یہ اشرف عبادات ہے کیونکہ اس میں فکر الہی بھی ہے اور دو باتیں زیادہ ہیں ایک تو معرفت کا زیادہ ہونا کیونکہ فکر معرفت اور کشف کی کلید ہے دوم محبت کا زیادہ ہونا اسلیے کہ دل محبت اسکی کرتا ہے جسکی عظمت کا معتقد ہوتا ہے اور یہ خدائے تعالی کی عظمت بدون اسکے صفات اور عجائب افعال اور قدرت کی معرفت کے منکشف نہیں ہوتی تو یہ سلسلہ اسطرح ہوتا ہے کہ فکر سے معرفت ہوتی ہے اور معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت اور ہر چند ذکر بھی انس کا موجب ہوتا ہے اور انس ایک قسم کی محبت ہی ہے مگر وہ محبت جسکا سبب معرفت ہوتی ہے وہ انس کی نسبت کہ بہت قوی اور دیرپا اور نہایت بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کی خوبصورتی آنکھ سے دیکھے اور اسکے حسن اخلاق اور افعال اور خصال حمیدہ پر تجربہ سے مطلع ہو کر عاشق ہو جاوے اور دوسرا شخص ایک غائب آدمی کا حسن و جمال چند بار مجملاً سنے اور خوبصورتی کی باتیں مفصل اسکو معلوم بھی نہ ہوئی ہوں کہ اسکا فریفتہ ہو جاوے تو پہلے شخص کے عشق کو دوسرے کی محبت سے وہی نسبت ہوگی جیسے عارف کی محبت کو ذاکر غیر عارف کے انس سے نسبت ہے کیونکہ مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ عارف کی محبت ایسی ہے جیسے دیکھنے والے کی ہوتی ہے اور ذاکر کی محبت مثل سننے والے کی محبت کے ہے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی کے ذکر پر دل اور زبان مداومت رکھتے ہیں اور صرف ایمان تقلیدی سے جو کچھ کہ رسول لائے ہیں اسکی تصدیق کرتے ہیں انکے پاس خدائے تعالی کے محاسن صفات میں سے چند امور مجمل ہی ہیں جنپر انکا اعتقاد دوسرے دین بتلانے سے ہو گیا ہے اور جو لوگ عارف ہیں انھوں نے اس جمال و جلال الہی کو چشم بصیرت سے مشاہدہ کیا ہے جو ظاہری بینائی سے قوی تر ہے اور کسیکو یہ بات میسر نہیں ہوتی کہ اسکے جلال و جمال کی ماہیت پر واقف ہو جاوے اسلیے کہ سوا اسکے تو خلق میں سے کسی کی یہ تاب نہیں جو معلوم کر سکے لیکن ہر شخص اسقدر مشاہدہ کرتا ہے جس قدر کہ اسکے لیے حجاب دور ہوتا ہے اور جمال حضرت الوہیت کی کچھ

انتہا نہين ورنہ اُسکے حجابون کی تعداد ہان جن حجابون کو نور کہنا زیبا ہے اور جن تک سالک پہونچکر جاننے لگتا ہے کہ مین اصل تک پہونچ گیا اُنکی تعداد ستر
حجاب ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے ستر پردے نور کے ہین اگر وہ اُنکو اُٹھا دے تو اُسکے چہرے کے انوار جسکو
اُسکی بینائی پہونچے پھونکدین یعنی تمام خلق کو جلادین اور یہ حجاب بھی ایک دوسرے کے بعد ترتیب وار ہین اور اُسکے نور آپس مین ایسے مختلف ہین
جیسے آفتاب اور چاند اور ستارون کے نور ہین اور ابتدا مین سب سے چھوٹا نور ظاہر ہوتا ہے اُسکے بعد اُس سے زیادہ پھر اُس سے زیادہ اور اسی
بنا پر بعض صوفیون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجات کے معنی بیان کیے ہین جو اُنکو ترقی کرتے مین ظاہر ہوے تھے اُنھون نے تفسیر
فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا کی یہ کہی ہے کہ جب حضرت ابراہیم پر امر مشتبہ ہو گیا تو آپ ایک نور کے حجاب پر پہونچے جو اورون سے کم تھا اسی جہت سے
اُسکو ستارہ سے تعبیر فرمایا اور اس آیت مین ستارہ سے مراد یہ ستارے رات کے چمکتے ہوے نہین اسلیے کہ اُنکو تو عوام مین سے ہر کوئی جانتا ہے کہ
رب ہونا ان اجسام کو لائق نہین بلکہ وہ دیکھتے ہی اُنکے خیال مین یہ بات آجاتی ہے پس جس چیز کو عوام خدا نہ کہین اُسکو خلیل اللہ کس طرح خدا
کہتے اور ان حجابون کو جو نور کہا تو اُس سے یہ روشنی مراد نہین جو آنکھ سے سوجھتی ہے بلکہ اُس سے نور کے معنے وہ مراد ہین جو اُس آیت
سے مقصود ہین اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ اب ہم ان باتون سے عنان قلم پھیرتے ہین کہ یہ علم معاملہ سے
خارج ہین اور انکی حقیقتون تک پہونچنا بدون کشف کے جو فکر دائم کے بعد ہوتا ہے میسر نہین اور ایسے لوگ کم ہین جنپر یہ دروازہ مفتوح
ہو اور جمہور خلق کو تو انھین امور مین فکر میسر ہوتا ہے جو علم معاملہ مین مفید ہون اور اس فکر کا فائدہ بھی بہت ہے اگر یہی میسر ہو جاوے غرضکہ
اس بات کی ضرورت ہے کہ چاہیے کہ ان چارون چیزون یعنی دعا اور ذکر اور قرأت اور فکر کا وظیفہ صبح کی نماز کے بعد کرے بلکہ ہر وقت مین نماز معمولی سے
فارغ ہونے کے بعد اسکا وظیفہ کرے کہ نماز کے بعد کوئی وظیفہ ان چارون سے بہتر نہین اور ان امور پر قادر ہونے کی یہ تدبیر ہے کہ اپنے ہتھیار
ڈھال سپر لیوے یعنی روزہ وہ سپر ہے جس سے شیطان کی راہین تنگ ہوتی ہین اور یہی بڑا دشمن اور خیر کی راہ سے روکنے والا ہے اور صبح
صادق ہونے کے بعد سوا فجر کی دو سنتون اور دوگانہ فرض کے آفتاب نکلنے تک اور کوئی نماز نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ
عنہم اس وقت مین ذکر مین مشغول رہا کرتے تھے اور یہی بہتر ہے کہ ذکر اسوقت مین کرے لیکن اگر فرضون سے پیشتر اُسکو نیند کا غلبہ ہو اور نیند بدون
نماز کے نہ جاتی ہو تو اُسکے دفع کرنے کو اگر نماز پڑھے گا تو کچھ مضائقہ نہین دوسرا وقت دن کے وظیفہ کا آفتاب نکلنے سے چاشت کے وقت تک
ہے اور چاشت سے ہماری مراد یہ ہے کہ آفتاب نکلنے سے زوال کے وقت تک کا نصف ہو جاوے اور یہ وقت اگر دن کو بارہ گھنٹے کا فرض
کرین تو تین گھنٹے دن چڑھے ہو جاویگا یعنی چار پہر مین سے ایک پہر گذر جائیگا اس ایک پہر مین دو وظیفہ زائد ہین اول نماز چاشت اور اسکا بیان
ہم باب اسرار نماز مین ذکر کر چکے ہین اور بہتر یہ ہے کہ دو رکعتین اشراق کے وقت پڑھے یعنی جب آفتاب زمین پر پھیل جاوے اور بمقدار
نصف نیزہ کے بلند ہو جاوے اور چار یا چھ یا آٹھ رکعتین اُس وقت پڑھے جب آفتاب کی دھوپ سے ریت گرم ہو جاوے اور پاؤن کو پسینا
آنے لگے دوپہر دن چڑھے پس دو رکعتون کا وقت تو وہ ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنے اس قول مین مراد لیا ہے یسبحن بالعشی والاشراق
کیونکہ یہی وقت آفتاب کے چمکنے اور زمین کے بخارات اور غبارات کے مقابلے سے اونچا ہو کر اُسکا نور کامل ظاہر ہونے کا ہے کہ یہ بخارات و غبار
اُس کے کامل نور کے مانع ہوتے ہین اور چار رکعتون کا وقت چاشت کہتے ہین جس کی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہے اور فرمایا والضحی واللیل

اذا سجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے دیکھا تو وہ اشراق کی نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ خبردار ہو کہ اوابین کی نماز کا وقت اسوقت ہے کہ پاؤں جلنے لگیں اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جسکا ایک نماز پر اکتفا کرنی ہو اور چاشت و اشراق دونوں نہ پڑھے تو چاشت کا وقت بہت افضل ہے گو اصل ثواب اس طرح بھی ملجاتا ہے کہ آفتاب کے نصف نیزہ کے قدر اونچا ہونے سے لیکر زوال سے کسی قدر پیشتر تک میں پڑھ لے کہ دو مکروہ وقتوں کے بیچ میں اس نماز کا وقت ہے اور اس تمام وقت کو چاشت ہی کہتے ہیں مگر افضل وقت وہی پہر دن چڑھے ہے اور گویا کہ اشراق کا دوگانہ اسوقت ہوتا ہے کہ مکروہ وقت آفتاب کے نکلنے کا گذر کر نماز کی اجازت کا وقت شروع ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آفتاب کے نکلنے کے ساتھ شیطان کا سینگ بھی نکلتا ہے جب آفتاب اونچا ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور مکتر رتبہ آفتاب کے ابھرنے کا یہ ہے کہ زمین کے بخاروں اور غباروں کے اوپر ہو جاوے اور یہ امر تخمین اور انداز سے معلوم ہو جاتا ہے دوسرا وظیفہ اسوقت میں یہ ہے کہ جو عمدہ کام اوروں کے متعلق ہوں اور انکی عادت صبح کو کرنے کی ہو وہ اسوقت بجالاوے مثلاً کسی بیمار کو پوچھنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور نیکی اور تقوی پر مدد کرنی اور مجالس علم میں حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنی یا اور ایسے ہی امور خیر کرے اور اگر ان امور میں سے کوئی کرنے کو نہو تو انہیں چاروں وظیفوں کی طرف رجوع کرے یعنی دعاؤں اور ذکر اور قراءت اور فکر میں لگے اور اگر چاہے نماز نفل میں مصروف ہو کیونکہ صبح صادق ہونے کے بعد وہ مکروہ تھی مگر اسوقت مکروہ نہیں ہے تو اسوقت کے وظیفوں میں نماز پانچواں وظیفہ ہو جاویگی مگر فرض صبح کے بعد کل نمازیں جنکا کوئی سبب نہو مکروہ ہیں اور صبح صادق ہونے کے بعد سے بہتر یہی ہے کہ صرف دوگانہ تحیت مسجد اور سنتوں پر اکتفا کرے اور نفلیں نہ پڑھنے لگے بلکہ وہ چاروں وظیفہ ادا کرے جو اوپر بیان کو ہوئے تیسرا وقت دن کے وظیفوں کا چاشت سے لیکر زوال تک ہے اور چاشت سے ہماری مراد یہی چوتھائی دن کا چڑھنا اور اسکے تھوڑا سا پیشتر کا وقت ہے اور کہ ہر تین گھنٹوں کے بعد نماز کا حکم ہے مثلاً تین گھنٹے بعد طلوع کے گذریں تو اسوقت اور انکے گذرنے سے پیشتر نماز چاشت ہے اور جب تین گھنٹے اور گذریں تو ظہر ہے اور جب تین اور گذریں تو عصر ہے اور جب تین اور ہوں تو مغرب ہے اور چاشت کا مرتبہ طلوع اور زوال کے درمیان میں ایسا ہے جیسے زوال اور غروب کے درمیان میں عصر کا مرتبہ ہے اتنا فرق ہے کہ چاشت فرض نہیں اس وجہ سے کہ یہ وقت اسطرح کا ہے کہ لوگ اس میں اپنے کاموں پر جھکے ہوتے ہیں اس وجہ سے انپر آسانی رکھی گئی کہ یہ نماز فرض نہ ہوئی اور اسوقت کا وظیفہ بھی وہی چاروں امور مذکورہ ہیں اور دو باتیں زائد ہیں اول کمائی میں مشغول ہونا اور معیشت کی تدبیر کرنی اور بازار میں جانا پس اگر یہ شخص سوداگر ہے تو چاہیئے کہ صدق اور ایمانداری سے تجارت کرے اور اگر کوئی پیشہ ور ہو تو خلق کی خیر خواہی اور شفقت مد نظر رکھے اور اپنے سب کاموں میں خدا تعالی کا ذکر نہ بھولے اور جیسا ہر روز کمانے پر قادر ہو تو اتنی کمائی پر اکتفا کرے جو اس روز کی حاجت کی قدر ہو جب اتنا ملجاوے کہ اس روز کی قوت کو کافی ہو تو چاہیئے کہ اپنے پروردگار کے گھر میں جا کر اپنی آخرت کے لیے توشہ حاصل کرے کیونکہ آخرت کے توشہ کی زیادہ ضرورت ہے اور اس سے نفع لینا دائمی ہے اور یہ [illegible] کرنا اس زیادہ طلبی سے اہم ہے جو سردست کی حاجت سے زیادہ ہو چنانچہ کہتے ہیں کہ ایماندار آدمی تین باتوں میں سے ایک بات کا ایسا ہوتا ہے یا تو مسجد کو [illegible] وغیرہ سے اسکو آباد کرتا ہوگا یا اپنے گھر میں لوگوں سے کنارہ کیے ہوگا یا کسی اپنی حاجت ضروری کے لیے معیشت میں ہوگا اور ایسے شخص بہت کم ہیں جو جانتے ہوں کہ ضروری چیز کی مقدار کیا ہے اکثر لوگ جن چیزوں سے انکو مفر بھی ہوتا ہے انکو بھی ضروری جانتے ہیں کہ انکے سوا انکا گذر نہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ

شیطان انکو مفلسی سے ڈراتا ہی اور بُری باتون کے لیے حکم کرتا ہی تو اسی کے کہنے کو پذیرا کر کے جو نہین کھاتے اُنکو بھی محتاج ہونے کے ڈر سے جوڑ رکھتے
ہین اور اللہ تعالی انکو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہی جو اُس سے روگردانی کرتے ہین اور زراعت نہین ہوتے دوسرا وظیفہ اسوقت کا دوپہر کا
سونا ہی اور وہ سنت ہی اس نظر سے کہ اس سے رات کے جاگنے پر مدد ملے جیسے کہ سحر کھانا اسلیے مسنون ہی کہ دن کے روزے پر اس سے مدد ملے
پس اگر رات کو نہ اُٹھتا ہو لیکن دن کو اگر نہین سوتا تو کوئی امر خیر نہین کرتا بلکہ غالبًا غفلت والون مین بیٹھکر گپ بانکتا ہی تو ایسی صورت مین اُسکے
حق مین سونا ہی اچھا ہی بشرطیکہ اُسکی دل لگی اذکار و وظائف مذکورہ سے نہوتی ہو کیونکہ سوتے مین سکوت اور سلامتی تو ہی اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ
لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسمین سکوت اور سونا اُنکے سب عملون سے افضل ہوگا اور بہت سے عابد اسطرح کے ہین کہ اُنکا عمدہ حال سونیکی حالت
اور یہ اس صورت مین ہی کہ عبادت مین اخلاص نکرتے ہون بلکہ عبادت سے نمود منظور ہو تو جب عابد کا یہ حال ہوگا تو غافل بدکار کا سونا کیسے
اچھا نہوگا حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ سلف کے اکابر شب سونے کے لیے فارغ ہوتے تو طلب سلامتی کے واسطے اسکو اچھا جانتے
غرض کہ دن کو سلامتی کی طلب اور شب بیداری کی نیت سے سونا ثواب ہی مگر چاہیے کہ زوال سے اتنا پیشتر جاگے کہ نماز کی تیاری کرے
یعنی وضو کرکے مسجد مین نماز کے وقت سے پیشتر جاوے کہ یہ عمدہ اعمال مین سے ہی اور اگر دن کو نہ سوئے اور نہ کمائی مین مشغول ہو بلکہ نماز
اور ذکر مین مصروف رہے تو کیا کہنا ہی کہ دن کے اوقات مین سے عبادت کا افضل وقت یہی ہی اس لیے کہ اسوقت لوگ اپنے پروردگار سے
غافل ہوتے ہین اور دنیا کے ترددات مین مبتلا رہتے ہین تو جو دل اپنے رب کا کام ایسے وقت مین کرے اور بندے اُسکے دروازے سے
علیحدہ ہون وہ اس بات کا مستحق ہی کہ اللہ تعالے اُسکو پاک کرے اور اپنے قرب و معرفت کے لیے پسند فرماوے اور اسوقت کی عبادت کا ثواب
رات کی عبادت کے ثواب کے مثل ہی کہ وہ وقت بھی لوگون کے سونے کی وجہ سے غفلت کا ہی اور یہ وقت خواہش نفسانی کی پیروی اور ترددات
دنیاوی مین مبتلا ہو کر غافل رہنے کا ہی اور یہ عبادت دن کی وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً کے دو معنون مین سے ایک کے مطابق
ہوتی ہی کہ اس سے ایک غرض یہ ہی کہ رات دن کو فصل مین ایک دوسرے کے بعد لاتا ہی اور دوسری غرض یہ ہی کہ ایک کو دوسرے کا نائب کیا کہ
آدمی سے جو ایک مین رہجاوے اسکا تدارک دوسری مین کرے تو رات کی عبادت کا تدارک اسوقت مین ہو جاتا ہی چوتھے وقت کے شامل ہی چوتھا
وقت دن کے وظیفون کا زوال سے لیکر ظہر کے فرائض اور سنتون سے فارغ ہونے تک ہی اور یہ وقت دن کے سب وقتون سے چھوٹا اور
افضل ہی پس جب زوال سے پیشتر وضو کرکے مسجد مین موجود ہو جاوے تو جسوقت دوپہر ڈھلے اور موذن اذان کہنی شروع کرے تو اس کی
اذان کے جواب تک صبر کرے پھر اذان اور تکبیر کے درمیان کے وقت کو عبادت مین صرف کرنے کے لیے کھڑا ہو کہ وقت اظہار کا یہی ہی جو
ارشاد خداوندی وَحِينَ تُظْهِرُونَ مین مراد ہی اور اُسوقت مین چار رکعتین پڑھے کہ اُن مین سلام نہ پھیرے اور دن کی تمام نفل نمازون مین بھی
ایک نماز ہی کہ بعض علما اسکو ایک سلام سے پڑھنے کو کہتے ہین مگر اس روایت مین طعن کیا گیا ہی۔ اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہی کہ ان کو بھی
اور دن کے نوافل کی طرح دو دو پڑھے اور احادیث صحیحہ مین اسی طرح وارد ہی اور چاہیے کہ ان رکعات کو لمبی لمبی پڑھے کہ اسوقت مین آسمان کے
دروازے کھلتے ہین چنانچہ اس باب مین ہمنے حدیث نماز نفل کی فصل مین بیان کی ہی اور چاہیے کہ اُن مین سورۂ بقر پڑھے یا اور سورتین یا
کی یا چار سورتین مفصل سے بڑی اور تنہا آیت کی سورتون سے چھوٹی پڑھے کہ ان گھڑیون مین دعا قبول ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا

الصلوٰۃ اور وہی ہے جس نے بنایا رات اور دن بدلتے ۱۲ ح ابوداود
روایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

معلوم ہوتا تھا کہ ان گھڑیون مین آپکا کوئی عمل اوپر جاوے پھر یہ چار رکعتین بڑی بڑی بطور مذکور پڑھنے کے بعد خواہ چھوٹی چھوٹی رکعتین پڑھنے کے
بعد ظہر کے فرض جماعت سے پڑھے غرض چار سنتین پیشتر کی چھوڑے نہین جس طرح بن سکے پڑھکر فرض پڑھے اور بعد فرضون کے دو رکعتین
پڑھے پھر چار پڑھے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ذکر کیا ہے کہ فرضون کے بعد اتنی ہی رکعتین بدون فاصلہ کے پڑھی جاوین اور مستحب ہے کہ ان نفلون
مین آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کی تمامی کی آیتین اور وہ آیتین جنکو ہم اول وقت کے وظیفہ مین لکھ آئے ہین پڑھے تاکہ اسکا پڑھنا دعا اور ذکر
اور قرارت اور نماز اور تحمید اور تسبیح کو مع وقت کی شرافت کے شامل ہو **پانچوان وقت** دن کے وظیفون کا ظہر کے بعد سے عصر تک ہے اس وقت
مین یہ مستحب ہے کہ مسجد مین بیٹھکر ذکر اور نماز یا اور کسی خیر مین مشغول ہو اور عصر کی نماز کے انتظار مین معتکف رہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا
انتظار کرنا عمدہ اعمال مین سے ہے اور یہ امر پہلے اکابر کا دستور ہے جو کوئی اسوقت ظہر و عصر کے درمیان مسجد مین داخل ہوتا تو نمازیون کی تلاوت کی گونج
مکھی کی آواز کی طرح سنتا پس اگر گھر پر رہنے سے دین کی سلامتی اور فکر مین جمعیت زیادہ ہو تو اس صورت مین اسکے حق مین گھر پر چلا جانا افضل
ہے غرضکہ یہ وقت بھی لوگون کی غفلت کا وقت ہے اسکو عمل خیر مین بسر کرنا ایسا ہے جیسا تیسرے وقت مین عمدہ کام کرنا اور جو شخص رات
سے بے شغل سو چکا ہو اسکو اسوقت سونا مکروہ ہے اسلیے کہ دن کو دو بار سونا اچھا نہین اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ تین باتون پر اللہ تعالیٰ بہت
غصہ کرتا ہے اول ہنسنا بدون تعجب کے دوم کھانا بدون بھوک کے سوم دن کو سونا بدون شب بیداری کے اور سونے کی مقدار معتدل
یہ ہے کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین ان مین سے آٹھ گھنٹے رات دن دونون مین سونے مین صرف کرے اور اگر رات کو آٹھ گھنٹے سو چکا
ہو تو پھر دن کو سونے کے کچھ معنی نہین ہان اگر رات کو کم سویا ہو تو دن کو اتنا اور سو رہے کہ دونون وقت کا سونا آٹھ گھنٹے ہو جاوے کیونکہ آدمی کو یہی کافی ہے
کہ اگر ساٹھ برس کی عمر ہو تو بیس برس عمر مین سے کم ہو جاوین اور جس صورت مین کہ آٹھ گھنٹے کل رات اور دن کی [illegible] تو ظاہر ہے کہ عمر کی تہائی کم
ہوگئی لیکن انسانکا سونا روح کی غذا ہے جیسے کھانا بدن کی غذا ہے اور ذکر اور علم دل کی غذا ہے سونے کو بالکل منقطع کر دینا ممکن نہین اور درمیانی مقدار
اسکی آٹھ گھنٹے ہین اور اس سے کم کرنا بعض اوقات بدن کو مضطر کر دیتا ہے ہان اگر کوئی جاگنے کی عادت ڈالے تو ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ اسکا خوگر
ہو جاوے اور اضطراب بھی نہ ہونے پاوے۔ اور یہ وقت زیادہ لمبے وقتون مین سے ہے اور بندون کو اس مین [illegible] زیادہ ہوا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسکا ذکر
لیے فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرہا وظلالہم بالغدو والآصال [illegible] اور جس صورت
مین کہ جمادات اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتے ہون تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ باوجود عقل کے انواع عبادات سے غافل رہے **چھٹا وقت** عصر کے وقت
سے شروع ہے کہ جیسے عصر کا وقت داخل ہوتا ہے اور سورۂ عصر مین اسی وقت کی قسم اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے ایک معنی والعصر کے یہی ہین [illegible] والعشی [illegible] مین
[illegible] عشی سے دو تفسیرون مین سے ایک [illegible] بالعشی والاشراق [illegible] اسوقت [illegible]
چار رکعتون کے درمیان اذان اور تکبیر عصر کے جیسے ظہر کے فرضون سے پہلے چار رکعتین تھین اور کوئی نماز نہین [illegible] نفل [illegible] فرض
پڑھے اور چارون وظیفون مذکورہ سابق مین [illegible] کہ آفتاب دیوارون کی منڈیرون پر چلا جاوے اور زرد پڑ جاوے اور چونکہ
اسوقت مین نماز ممنوع ہے تو بہتر یہ ہے کہ تلاوت قرآن کرے اور تامل اور سمجھنے کے ساتھ پڑھے کہ وہ ذکر اور دعا اور فکر سبکو شامل ہے [illegible] تلاوت مین
تینون باتین جمع ہو جاوینگی تو گویا چارون وظیفون کا ثواب حاصل ہوگا **ساتوان وقت** دن کے وظیفون کا آفتاب کے زرد پڑ جانے کے وقت سے

شروع ہو یعنی جسوقت آفتاب زمین کے اتنا قریب ہو جاوے کہ زمین پر کے بخارات اور غبار اُسکے نور کی آڑ ہو جاویں اور روشنی میں زردی آجاوے
اسوقت سے ساتوان وقت ہے اور جس طرح کہ پہلا وقت صبح صادق سے آفتاب نکلنے تک تھا اُسی کے مثل یہ وقت ہے کہ یہ غروب سے پیشتر ہے اور وہ
طلوع سے پیشتر تھا اور یہی وقت مراد ہے اللہ تعالی کے اس قول میں فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون اور اطراف جو اس ارشاد میں واقع ہے فسبح
واطراف النہار تو دوسری طرف دن کی یہی وقت ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اکابر سلف اول روز کی نسبت آخر روز کی زیادہ
تعظیم کیا کرتے تھے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ سلف کے لوگ اول روز کو دنیا کے لیے رکھتے تھے اور آخر کو آخرت کے لیے غرضکہ اسوقت میں تسبیح و استغفار
تو بالخصوص مستحب ہے اور جو باتیں ہمنے اول وقت میں لکھی ہیں وہ عموماً مستحب ہیں مثلاً یون کہنا چاہیئے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واسألہ التوبۃ
اور سبحان اللہ العظیم وبحمدہ اور یہ تسبیح و استغفار کا کہنا اس آیت سے نکالا گیا ہے واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار اور استغفار میں وہ نام اللہ تعالی
کے لیئے اچھے ہیں جو قرآن مجید میں ہیں جیسے یون کہنا استغفر اللہ انہ کان غفارا استغفر اللہ انہ کان توابا رب اغفر وارحم انت خیر الراحمین فاغفر لنا و
ارحمنا وانت خیر الراحمین فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الغافرین اور آفتاب کے غروب سے پیشتر سورۂ والشمس اور سورۂ واللیل اور معوذتین کا پڑھنا مستحب ہے
اور آفتاب ایسی طرح ڈوبے کہ استغفار پڑھ رہا ہو پھر جب اذان سنے تو یون کہے اللھم ہذا اقبال لیلک وادبار نہارک آخر تک جیسے پہلے مذکور ہوا پھر
موذن کا جواب دے اور مغرب کی نماز میں مشغول ہو اور آفتاب کے غروب ہونے پر دن کے اوقات تمام ہو جاتے ہیں اب بندے کو اپنے حالات کا
ملاحظہ کرکے اپنے نفس کا حساب کرنا چاہیئے کیونکہ اُسکے طریق میں سے ایک منزل قطع ہو گئی اگر وہ روز گذشتہ روز کے برابر ہوا تو اُسکو خسارہ رہا اور اگر
گذشتہ دن کی نسبت یہ بُرا ہوا تو ملعون ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[29] کہ جس روز میں کہ میں خیر کے اعتبار سے زیادہ نہوں اُس میں مجھے
برکت نہو پس اگر اپنے نفس کو دیکھے کہ تمام دن خیر کی کثرت میں رہا اور تکلفات سے بری اور علیحدہ رہا تو یہ ایک مژدہ ہے خدا تعالی کا شکر کرنا
چاہیئے کہ اُسنے توفیق دی اور اپنے طریق پر قائم رکھا اور اگر دوسری حالت معلوم ہو یعنی دن میں کچھ خیر اچھی طرح نہ بن پڑی ہو تو پھر رات دن
کا نائب ہے چاہیئے کہ جو کچھ قصور دن کو ہوا ہو اُسکے تدارک کا قصد کرے کہ نیکیوں سے برائیاں جاتی رہتی ہیں اور خدا تعالی کا شکر کرے کہ اُسنے
جسم کو تندرست رکھا اور رات بھر کی زندگی باقی رکھی کہ اُسمیں تدارک خطا کا ہو سکتا ہے اور آفتاب کے غروب ہونے پر اپنے دل میں یہ دھیان کرے کہ زندگی
کے روز کا بھی یونہی آخر ہے کہ اُسمیں آفتاب حیات ایسا غروب ہوگا کہ پھر کبھی نہ نکلیگا اور اُسوقت تدارک و عذر کرنے کا دروازہ بند ہو جاویگا کیونکہ زندگی کے
چند روز ہیں وہ بیشک گذر جاوینگے سو کاش ان کے گذرنے پر آموجود ہو گئی ہے صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یونہی تمام ہوتی ہے تیسرا بیان
رات کے وظائف کے اوقات کا اور وہ پانچ ہیں اول وقت کا شروع آفتاب کے غروب ہونے سے ہے اور اُسکا آخر سرخی شفق کی دور ہونے پر شفق کے
جانے کے بعد عشا کا وقت آجاتا ہے اسوقت کا وظیفہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز پڑھے اور پھر تا اول عشا تک پڑھتا رہے اللہ تعالی نے اسوقت کی قسم کھائی ہے
چنانچہ فرمایا فلا اقسم بالشفق اور اسوقت میں نماز ناشئۃ اللیل ہے کیونکہ رات کی ابتدا ساعات میں واقع ہوتی ہے اور آیت ومن آناء اللیل فسبح میں جو آناء آیا ہے
اُسمیں سے ایک پارہ یہ ہے اور صلوۃ اوابین بھی اسوقت کی نماز ہے اور آیت تتجافی جنوبھم عن المضاجع سے بھی یہی نماز مراد ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ
سے مروی ہے اور ابن ابی زیاد نے اس روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں کسی نے اس آیت

کے حال سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز مراد ہے پھر آپ نے فرمایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز اپنے اوپر لازم
کروکہ وہ دن کے لغویات کو دور کرتی اور اُسکے انجام کو اچھا کرتی ہے۔ اور حضرت انسؓ سے کسی نے اسوقت میں سونے کے لیے پوچھا آپ نے فرمایا کہ
ایسا نہ کرکہ یہ ساعت وہ ہے جو تتجافی جنوبھم عن المضاجع میں مراد ہے اور اسوقت کی عبادت کی فضیلت ہم عنقریب دوسری فصل میں ذکر کرینگے
یہاں اسقدر لکھتے ہیں کہ اسوقت ترتیب وظیفہ اسطرح کرنی چاہیے کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اول میں سورۂ کافرون اور
دوسری میں سورۂ اخلاص ہو اور اُن میں نہ کوئی گفتگو حائل ہو نہ اور کوئی کام بلکہ فرضون کے بعد ہی متصل پڑھے پھر ان دو کے بعد چار رکعتیں دراز
پڑھے پھر سرخی شفق کی غائب ہونے تک جو کچھ بن پڑے پڑھے اور اگر مسجد گھر سے نزدیک ہو اور عشا کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہنے کا
ارادہ نہ ہو تو ان نوافل کو گھر پر پڑھنے کا مضائقہ نہیں اور اگر عشا کا انتظار کرنا منظور ہو تو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ نمود اور تکلف سے
بچا ہوا ہو **دوسرا وقت** عشا کے وقت کی ابتدا سے لوگوں کے سونے کے وقت تک ہے اور یہ وقت اندھیرے کے مستحکم ہونے کا آغاز ہے اور اللہ تعالیٰ
نے اسوقت کی قسم کھائی ہے چنانچہ فرمایا واللیل وما وسق یعنی قسم ہے رات کی اور اندھیرے کی جو اُس میں جمع ہوتا ہے اور فرمایا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی
غسق اللیل۔ یعنے نماز پڑھو آفتاب کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور تاریکی اُسی وقت زیادہ ہو کر مستحکم ہو جاتی ہے اور اُسوقت کے
وظائف کی ترتیب تین باتوں کی رعایت سے ہوتی ہے اول یہ کہ عشا کے فرضوں کے سوا دس رکعتیں پڑھے چار تو فرضوں سے پیشتر تاکہ اذان
و تکبیر کے درمیان کا وقت خالی نہ رہ جاوے اور چھ فرضوں کے بعد کہ اول دو رکعتیں ہوں اور پھر چار رکعتیں اور اُن میں قرآن میں سے
مخصوص آیتیں پڑھے جیسے سورۂ بقر کا آخر اور آیۃ الکرسی اور سورۂ حدید کا شروع اور سورۂ حشر کا آخر اور دوسری اسی طرح کی آیتیں دوم یہ کہ
تیرہ رکعتیں پڑھے کہ اُن کا آخر وتر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے رات کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رکعتیں
پڑھی ہیں اور ہوشیار آدمی تو شروع شب میں ان رکعات کے اوقات ٹھہرا لیتے ہیں اور قوی آخر شب کے اوقات اختیار کرتے
ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ اول شب اختیار کیجاوے کیونکہ کیا عجب ہے کہ پچھلے کو آنکھ نہ کھلے یا نماز کا پڑھنا بھاری پڑ جاوے ہاں جس
صورت میں کہ پچھلے کو اُٹھنا عادت ہو جاوے تو البتہ آخر شب میں ان رکعات کا پڑھنا افضل ہے پھر اس نماز میں مقدار تین سو آیتوں
کی اُن خاص سورتوں میں سے پڑھنی چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے مثلاً سورۂ یٰس اور الم سجدہ اور دخان
اور ملک اور زمر اور واقعہ اور اگر نماز مذکور نہ پڑھے تو سونے سے پیشتر ان سب سورتوں کی خواہ بعض کی قرارت ترک نہ کرے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ہر شب پڑھا کرتے تھے تین حدیثوں میں مروی ہے اُن میں مشہور تر میں سورۂ الم سجدہ اور ملک اور زمر
اور واقعہ ہیں اور ایک روایت میں زمر اور بنی اسرائیل ہے اور ایک میں یہ ہے کہ آپ مسبحات یعنی حدید اور حشر اور صف اور جمعہ اور تغابن ہر شب
پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے اور علما مسبحات کو چھ قرار دیتے ہیں اور سورۂ اعلیٰ کو اول کی
پانچ پر زیادہ کرتے ہیں اسوجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلیٰ کو محبوب جانتے تھے اور وتر کی تین
رکعتوں میں تین سورتیں سبح اسم اور کافرون اور اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتروں سے فارغ ہو کر سبحان الملک القدوس تین بار ارشاد
فرماتے۔ سوم وتر کا پڑھنا کہ سونے سے پہلے پڑھ لینی چاہئیں بشرطیکہ تہجد کی عادت نہ ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

... ابو داؤد و ترمذی بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ... ابو داؤد و ترمذی و نسائی در کبریٰ بروایت عرباض بن ساریہ ... احمد و بزار بروایت علی رضی اللہ عنہ بسند ضعیف ... ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ بروایت ابی بن کعب ...

کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ بدون وتر پڑھے نہ سوؤن - اور اگر تہجد کی عادت ہو تو تاخیر وتر افضل ہی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہین اور جب صبح ہوجانے کا تجھکو خوف ہو تو ایک رکعت سے اسکو طاق کردے -
اور حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر اول شب مین پڑھی اور درمیان مین اور آخر مین بھی اور آپ کے وتر کی
نوبت سحر تک پہونچی تھی - اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہی کہ وتر تین طرح پر ہین چاہو تو وتر اول شب پڑھ لو پھر تہجد کی دو دو رکعتین پڑھو یعنے یہ
تہجد اپنے پیشتر کے وتر سے مل کر طاق ہوجاوے گا اور چاہو وتر ایک رکعت سے پڑھو پھر جب آنکھ کھلے تو اسمین دوسری رکعت ملا کر جفت کردو
پھر آخر شب مین وتر پڑھو اور چاہو سب سے پیچھے وتر پڑھو تاکہ آخر نماز وتر ہوجاوے یہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہی اسمین سے اول یا تیسرے طور کا تو
مضائقہ نہین مگر دوسرے قول کے بموجب وتر کے توڑنے مین ممانعت آئی ہی اسکو توڑنا نہ چاہیے اور ایک مطلق روایت بھی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب مین دو وتر نہین اور جسکو اپنے جاگنے مین تردد ہو تو اسکے لیے ایک سہل تدبیر ہی جسکو بعض علما نے
مستحسن جانا ہی وہ یہ ہی کہ وتر کے بعد سوتے وقت اپنے بستر پر بیٹھکر دو رکعتین پڑھے آنحضرت جب اپنے بستر پر جاتے تو یہ دونون رکعتین پڑھتے
اول مین اذا زلزلت اور دوسری مین الہٰکم التکاثر کیونکہ ان دونون سورتون مین خوف دلانا اور وعید ہی اور ایک روایت مین تکاثر کی جگہ قل یا
ایہا الکفرون ہی کہ اسمین ورد ون کی عبادت سے بیزاری اور عبادت کا مخصوص خدا تعالی کے لیے کرنا ہی غرضکہ ان دونون رکعتون کو پڑھکر اگر پھر آنکھ کھلے
تو کہا گیا ہی یہ دونون رکعتین قائم مقام ایک رکعت کے ہوجاوینگی اور پیشتر کے وتر دونون سے ملکر گویا جفت ٹھہرینگی اس صورت مین نماز تہجد کے بعد وتر کی
ایک رکعت از سر نو پڑھے یعنی بہتر جانا ہی اس امر کو ابو طالب مکی نے مستحسن جانا ہی اور فرمایا ہی کہ اسمین تین عمل ہین ایک زندگی کی توقع کم بھی دوسرے وترون کا
ہوجانا تیسرے آخر شب مین وتر کا ہونا اور یہ انکا قول تو درست ہی مگر اسمین ایک شبہہ ہوتا ہی کہ اگر یہ رکعتین پہلے وترون کو جفت کرتی ہین تو یہی حال ان کا
ہونا چاہیے گو آنکھ نہ کھلے اور وتر اول باطل ہوجانے چاہیئین اسکے کیا معنی کہ اگر آنکھ کھلے تب تو وتر کو جفت کرین اور اگر آنکھ نہ کھلے تو نہ کرین ہان اگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوجاوے کہ آپنے ان دو رکعتون سے پیشتر وتر پڑھے ہین اور پھر آخر شب مین وتر کو دوبارہ پڑھا ہی تب البتہ معلوم ہوگا
کہ یہ دونون رکعتین ظاہر مین جفت ہین اور باطن مین طاق تو نہ جاگنے کی صورت مین مع وتر وتر خیال کرلیے جاوینگے اور جاگنے کی صورت مین جفت پھر
کر سلام کے بعد یہ کہنا مستحب ہی سبحان الملک القدوس رب الملائکة والروح جللت السموات والارض بالعظمة والجبروت وتعززت بالقدرة وقهرت العباد
بالموت مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر نمازین فرضون کے سوا وفات شریف تک بیٹھکر ہوتی تھین اور آپ نے فرمایا ہی کہ بیٹھنے والے
کو کھڑے ہونے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہی اور لیٹنے والے کو بیٹھنے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ نفل کا لیٹ کر
پڑھنا بھی درست ہی **تیسرا وقت** رات کے وظیفون کا سونا ہی اور سونے کو وظیفہ جاننا کچھ مضائقہ نہین اس لیے کہ اگر سونے کے آداب
مرعی رہین تو اسکا شمار بھی عبادات ہی مین ہی چنانچہ مروی ہی کہ بندہ جب طہارت پر سووے اور اللہ تعالی کو یاد کرے تو اپنے بیدار ہونے تک نماز
پڑھنے والا لکھا جاویگا یا اسکے لباس و بدن مین فرشتہ آجاویگا کہ اگر سونے مین حرکت کرکے خدا تعالی کا ذکر کرے گا تو فرشتہ اسکے لیے دعاے خیر کریگا
اور خدا تعالی سے اسکے لیے مغفرت چاہیگا اور حدیث مین ہی کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہی تو اسکی روح عرش تک اٹھائی جاتی ہی
یہ عام بندون کے حق مین ہی تو علما اور صاف دل والون کے لیے کیون نہوگا کہ انکو سوتے مین اسرار معلوم ہوتے ہین اور اسی وجہ سے آنحضرت

ا ح بخاری ومسلم ۱۲ ۲ ح بخاری ومسلم بروایت ابن عمرؓ ۱۲ ۳ ح بخاری ومسلم ۱۲ ۴ ح بخاری نے قول علیؓ بعد وتر مین ... اور بیہقی نے قول ابن عباسؓ کا اس باب مین نقل کیا ہی ۱۲ ۵ ح ابو داود ترمذی ونسائی بروایت طلق بن علیؓ ۱۲ ۶ ح ابن ابی الدنیا ... ۱۲ ۷ ح ... ۸ ح ... ۹ ح عمران بن حصین ۱۲ ۱۰ ح ابن حبان بروایت ابن عمرؓ ۱۲

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم کا سونا عبادت ہے اور اسکا سانس لینا تسبیح ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے پوچھا کہ تم
شب بیداری مین کیا کرتے ہو انھون نے فرمایا کہ مین تمام رات جاگتا ہون اور کچھ بھی نہین سوتا اور قرآن کو بتدریج پڑھتا رہتا ہون یعنی لگاتار نہین
پڑھتا تھوڑا سا پارہ ایکبار پڑھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ذرا سا پڑھ لیا اور علی ہذا القیاس حضرت معاذ بن جبل رضؓ نے فرمایا کہ مین اول تو سوتا ہون پھر
جاگتا ہون اور اپنے سونے مین ثواب کی نیت وہی کر لیتا ہون جو جاگتے مین کرتا ہون پھر دونون حضرات نے یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا آپ نے حضرت ابوموسیٰ رضؓ کو فرمایا کہ معاذ تم سے زیادہ فقیہ ہے اور سونے کے آداب دس ہین **اول** طہارت اور مسواک
کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہے تو اسکی روح کو عرش تک لیجاتے ہین اسوجہ سے اسکا خواب سچا ہوتا ہے
اور اگر طہارت پر نہین سوتا تو اسکی روح وہان تک پہونچنے سے قاصر رہتی ہے اسوقت جو خواب دیکھتا ہے وہ پراگندہ ہوتا ہے سچ نہین ہوتا اس
حدیث مین طہارت سے مراد ظاہر و باطن دونون کی طہارت ہے اور غیب کے حجابون کے برطرف ہونے مین باطن ہی کی طہارت مؤثر ہے **دوم**
یہ کہ مسواک اور وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھ لے اور رات کو اٹھنے کی نیت کرے اور جب آنکھ کھلے جبھی مسواک کرے بعض اکابر سلف کی جتنے
بار رات کو آنکھ کھلتی مسواک کر لیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ تمام رات مین کئی دفعہ مسواک کرتے ہر سونے کے وقت اور
ہر ایک جاگنے کے وقت اور اگر اکابر کو پانی وضو کا نہ ملتا تھا تو صرف اعضا کو پانی سے مسح کر لیتے تھے۔ اور اگر پانی اسقدر بھی نہوتا تو قبلہ رخ بیٹھکر ذکر
اور دعا اور خدا تعالی کی نعمتون اور قدرت کے اور تفکر مین مشغول ہونا چاہیئے کہ یہی قائم مقام تہجد کے ہو جاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص اپنے بستر پر آوے اور اسکی نیت یہ ہو کہ رات سے اٹھکر نماز پڑھونگا پھر صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو جو کچھ اسنے نیت کی تھی وہ اسکے لیے
لکھی جاویگی یعنے تہجد پڑھنے کا ثواب ملیگا اور اسکا سوجانا خدا تعالی کا صدقہ اسکے حق مین ہوگا **سوم** یہ کہ جس کسی کو کچھ وصیت کرنی ہو وہ جب
بھی سووے جب اپنی وصیت لکھکر سرہانے رکھ لے اسلیے کہ سونے مین قبض روح کا خوف ہے اور جو کوئی بدون وصیت مرجاتا ہے اسکو عالم برزخ مین
بولنے کی اجازت قیامت تک نہین ہوتی مردے اسکی زیارت کو آتے ہین اور باتین کرتے ہین مگر وہ نہین بولتا تو آپس مین کہتے ہین کہ یہ مسکین بدون
وصیت کے مرا ہے اور ناگہانی موت کے خوف سے وصیت کر دینی مستحب ہے اور موت ناگہانی مردے کے حق مین تخفیف ہے مگر جو شخص کہ موت کے لیے تیار نہو
اور لوگون کے حق سے پشت دوتا رکھتا ہو اسکے حق مین تخفیف نہین **چہارم** یہ کہ ہر ایک گناہ سے توبہ کرے سب مسلمانون سے صاف دل ہو کر سووے
کسی کے ستانے کا ذکر اپنے جی مین کرے نہ اٹھنے کے بعد کسی گناہ کا ارادہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور
کسی کے ستانے کی نیت نہ رکھتا ہو نہ کسی پر کینہ رکھتا ہو تو جو کچھ اسنے گناہ کیا ہوگا وہ بخشا جاویگا **پنجم** یہ کہ عمدہ بچھونے بچھانے سے آرام طلب نہو
بلکہ بچھونے کو ترک کرے یا اسکے باب مین میانہ روی اختیار کرے بعض اکابر سلف بچھونا بچھانا مکروہ جانتے تھے اور سونے کے لیے اسکو تکلف سمجھتے تھے
اور ارباب صفہ رضی اللہ عنہم سونے کے لیے زمین پر کچھ اپنے نیچے نہ ڈالتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوے اور اسی مین جاوینگے اور
سرہانا مرکو اپنے دلون کی نرمی اور نفسون کی تواضع مین زیادہ مؤثر جانتے تھے پس اگر کسی شخص کا دل اس مشقت کو گوارا نہ کرے تو وسط درجہ کا بچھونا بچھالے
ششم یہ کہ جبتک نیند کا غلبہ نہو تب تک نہ سووے اور نیند کو زبردستی اپنے اوپر نہ لے ہان جس صورت مین کہ آخر شب کو اٹھنے کیلیے سونے سے مدد چاہے
تو البتہ تکلف سے سو رہنے کا مضائقہ نہین اکابر سلف کا سونا غلبہ نیند کی حالت مین ہوا کرتا تھا اور کھانا فاقہ کی صورت مین اور بولنا ضرورت کے وقت مین

باب العصوم مین گزری ... بخاری و مسلم ... بروایت ابوموسیٰ رضؓ ... ضعیف ... باب اسرار الطہارت ... نسائی و ابن ماجہ بروایت ابو درداء ... ابن ابی الدنیا بروایت انس ... ضعیف

اسی لیے اللہ تعالے نے انکا وصف فرمایا کانوا قلیلا من اللیل ما یہجعون اور اگر نیند اتنی غالب ہو کہ نماز اور ذکر کی طلب ہو اور یہ نہ جانے کہ کیا کہ رہا ہی تو چاہیے
کہ سو رہے جبتک کہ اپنا قول سمجھنے لگے۔ اور حضرت ابن عباس بیٹھکر اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے اور ایک حدیث میں ہی کہ رات میں سختی مت کھینچو اور کسی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلان عورت رات کو نماز پڑھتی ہی اور جب اسپر نیند غالب ہوتی ہی تو ایک رسی میں لٹک جاتی ہی
آپ نے اس امر سے ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی رات میں جسقدر ہو سکے نماز پڑھے اور جب اسکو نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اور
فرمایا کہ عمل میں سے اسی قدر کرو جسکی طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالی ہرگز نہیں تھکتا جبتک تم نہ تھکو۔ اور فرمایا کہ اس دین میں سے بہتر وہ ہی جو آسان تر
ہو اور کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلان شخص نماز پڑھتا ہی اور سوتا نہیں اور روزے رکھتا ہی تو افطار نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ میں تو نماز
بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں۔ یہ میرا طریقہ ہی جو اس طریق سے منھ موڑے وہ مجھ سے نہیں اور فرمایا
کہ اس دین سے مقابلہ نہ کرو یہ مضبوط ہی اور جو کوئی اس سے مقابلہ کریگا یعنی بہ تکلف اپنی طاقت سے زیادہ کام کا التزام اپنے ذمہ کریگا تو دین ہی اسپر
غالب آویگا اپنے نفس کے نزدیک عبادت الٰہی کو برا نہ ٹھہراؤ۔ پنجم یہ کہ قبلہ رخ ہو کر سووے اور قبلہ رخ ہونا دو طرح ہی ایک تو ایسی طرح جیسے
مرنے والا لٹایا جاتا ہی یعنی چت لیٹے کہ منھ اور تلوے قبلہ کی طرف رہیں اور دوسری طرح لحد میں کی صورت ہی کہ داہنی کروٹ پر لیٹ کر منھ اور سامنے
کا حصہ بدن کا قبلہ کی طرف کو کرے۔ ششم یہ کہ سونے کے وقت دعا مانگے اور کہے باسمک ربی وضعت جنبی آخر دعا ماثورہ تک جو ہم نے ذکر کی
میں لکھے ہیں۔ ہفتم یہ کہ سونے کے وقت خاص آیتیں پڑھے مثلا آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقر اور والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم ان فی
خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا
وبث فیہا من کل دابۃ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون کہتے ہیں کہ جو کوئی اس آیت کو سونے کے وقت پڑھ
لیا کرے اللہ تعالی اسکو کلام مجید یاد کرا دے کہ کبھی نہ بھولے اور سورۂ اعراف میں سے یہ آیتیں پڑھے ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام
ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب
المعتدین ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا وطمعا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور قل ادعوا اللہ سے سورۂ بنی اسرائیل کے
آخر تک کہ انکے پڑھنے سے ایک فرشتہ اسکے لباس میں داخل ہو کر اسکی حفاظت کرتا ہی اور اسکے لیے دعاء مغفرت کرتا ہی اور معوذتین کو پڑھکر
اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کرے اور ہاتھوں کو اپنے منھ پر اور تمام بدن پر پھیرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اسی طرح مروی ہی اور دس
آیتیں سورۂ کہف کے شروع کی اور دس آیتیں اسکے آخر کی پڑھے یہ آیتیں رات کو آنکھ کھلنے کے لیے ہیں کہ جس وقت چاہے اٹھے اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ جس شخص کی عقل کامل ہو وہ بدون سورۂ بقر کی دو آخر کی آیتوں کے پڑھے
سو رہے اور چونتیس بار یہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تاکہ یہ چاروں کلمات ملکر سو بار ہو جاویں۔ ہشتم یہ کہ سونے کے وقت

[illegible]

درمیان کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہے اور جاگنا ایک طرح کا جی اُٹھنا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت
فی منامہا اور فرمایا وہو الذی یتوفاکم باللیل غرضکہ سونے کو وفات کے نام سے ذکر فرمایا اور جس طرح کہ جاگنے والے کو سونے مین وہ مشاہدات
منکشف ہوتے ہین جو اُسکے حالات کے مناسب نہین ہوتے اسی طرح مرنے کے بعد جو شخص اُٹھتا ہے وہ ایسی چیزین دیکھتا ہے کہ کبھی اُس کے دل
مین نہ گذری ہون اور نہ حس سے محسوس ہوئی ہون اور زندگی اور موت کے درمیان مین سونا ایسا ہے جیسے دنیا و آخرت کے درمیان مین
برزخ ہے لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا کہ بیٹا اگر تجھکو موت مین شک ہے تو سونا مت جیسے تو سو جاتا ہے ویسے ہی مر جاویگا اور اگر تجھکو
مرنے کے بعد جی اُٹھنے مین تردد ہے تو سو کر جاگیو مت کہ جیسے سونے کے بعد جاگتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد جی اُٹھیگا۔ اور کعب احبار نے فرمایا کہ
جب تو سووے تو اپنی دہنی کروٹ پر لیٹ اور مُنہ قبلہ کی طرف کو کر سونا بھی ایک مرنا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب سوتے تو اپنا رخسار مبارک دہنے ہاتھ پر رکھتے اور جانتے کہ اسی رات مین وفات پاؤن گا اور سب سے آخر دعا آپ کی اسوقت
یہ ہوتی۔ اللہم رب السموات السبع ورب العرش العظیم ربنا ورب کل شیٔ وملیکہ آخر دعا تک جو ہمنے باب الدعوات مین ذکر کی ہے غرضکہ بندہ کا حق
یہ ہے کہ سوتے وقت اپنے دل کو ٹٹولے کہ کس بات پر سوتا ہے اور اسوقت دل پر کیا چیز غالب ہے اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے ملنے کی محبت غالب ہے
یا دنیا کی محبت زیادہ ہے اور بعد اسکے یقین کرے کہ میری موت بھی اسی حال پر ہوگی جو دل پر غالب ہے اور اُسی پر حشر ہوگا آدمی جس شخص اور
جس چیز سے محبت رکھتا ہے اُسی کے ساتھ رہتا ہے دوسرے جاگنے کے وقت دعا پڑھنا تو جب کبھی جاگے اور کروٹ لے اُسوقت وہ دعا پڑھے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللّٰہ الواحد القہار رب السموات والارض وما بینہما العزیز الغفار اور اس بات مین کوشش کرے کہ
سونے کے وقت بھی سب سے پیچھے دل پر خدا تعالی کا ذکر جاری رہے اور جاگنے کے وقت بھی سب سے اول ذکر اللہ دل پر جاری ہو کہ یہ محبت کی
پہچان ہے اور ان دونون حالتون مین دل اُسی چیز کے ساتھ رہیگا جو اسپر غالب ہو جاے تو اُسکو دیکھے کہ یہ علامت محبت دل کے اندر سے معلوم ہوا کرتی ہے
اور یہ ذکر اسی لیے مستحب ہوئے ہین کہ دل کو اللہ تعالی کے ذکر کی طرف کشش ہو پس جب آنکھ کھلے اور اُٹھنا چاہے تو کہے الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما
اماتنا والیہ النشور آخر دعا تک جو ہم جاگنے کی دعاؤن مین لکھ آئے ہین چوتھا وقت رات کے وظیفون کا آدھی رات کے گذر جانے
سے شروع ہوتا ہے اور اسکی انتہا اسوقت تک ہے کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہجاوے اسوقت مین آدمی کو تہجد کے لیے اٹھنا چاہیے کیونکہ تہجد وہی ہے
جو نیند کے بعد ہو تہجد کے معنی یہی ہین کہ خواب کے ہٹانے کے ہے اور سونا آدھی رات تک ہوگیا اور یہ وقت دن کے اوقات مین زوال کے بعد کے وقت سے مشابہ ہے کہ وہ بھی دن
کے بیچا بیچ مین ہے اور یہ رات کے بیچ درمیان مین اور اسکی قسم اللہ تعالی نے کھائی ہے چنانچہ واللیل اذا سجی یعنی قسم ہے رات کی جب ٹھہر جاوے
اور اسکا ٹھہرنا اور آرام اسی وقت مین ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ اسوقت مین جاگتی نہین بجز اُس ذات پاک کی آنکھ کے جسکو اونگھ اور نیند کچھ نہین اور
بعضون نے یہ معنی کہے ہین کہ قسم ہے رات کی جب گھنگھور آوے اور لمبی ہو اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ سجی کے معنی ہین تاریک ہو بہر حال اسوقت
کی فضیلت مین کچھ شک نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ رات کے اجزا مین سے کون سا جز ہے جس مین دعا زیادہ سُنی جاتی ہے اور مستحق قبولیت
ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ رات کا درمیانی حصہ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الہی مین عرض کیا کہ الہی مین یہ چاہتا ہون کہ تیری عبادت کرون
پس سب سے بہتر وقت اسکے لیے کونسا ہے اللہ تعالی نے اُنکو وحی بھیجی کہ اے داؤد نہ اول شب مین اُٹھ نہ آخر مین کیونکہ جو اول شب مین جاگتا ہے وہ آخر شب

مین سورہتا ہی اور جو آخر مین جاگتا ہی وہ اول مین نہین جاگتا اس صورت مین تورات کے ٹھیک درمیان مین عبادت کرتا کہ تو میرے ساتھ تنہا ہو اور مین
تیرے ساتھ تنہا ہون اور تیری حاجتون کو پورا کرون - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ رات کا کونسا حصہ افضل ہی آپنے فرمایا کہ نصف
شب آخرین بہتر ہی - اور آخر شب کے باب مین احادیث مین آیا ہی کہ عرش جھومتا ہی اور جنات عدن سے ہوائین پھیلتی ہین اور آسمان دنیا پر جناب باری کا
نزول اجلال ہوتا ہی اور سوا اسکے اور بہت سے فضائل وارد ہین اور اسوقت کے وظیفہ کی ترتیب یہ ہی کہ جب جاگنے کی دعاؤن سے فارغ ہووے تو بموجب بیان
سابق برعایت آداب وسنن وضو کرے اور اسکی دعائین پڑھتا جاوے پھر اپنی جانماز پر آکر قبلہ رُخ ہوکر کھڑا ہو اور یہ کہے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ
بکرۃ واصیلا پھر دس بار سبحان اللہ کہے اور دس بار الحمد للہ اور دس بار لا الٰہ الا اللہ پھر کہے اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ والجلال
والقدرۃ پھر یہ کلمات کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ تہجد کے وقت انکو پڑھا کرتے تھے اللھم لک الحمد انت نور السموات والارض
ولک الحمد انت بہاء السموات والارض ولک الحمد انت زین السموات والارض ولک الحمد انت قیام السموات والارض ومن فیھن ومن علیھن انت الحق
ومنک الحق ولقاءک حق والجنۃ حق والنار حق والنشور حق والنبیون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت و
الیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لے ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت
اللھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا ومولٰھا اللھم اھدنی لاحسن الاعمال فانہ لا یھدی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت
اسئلک مسئلۃ البائس المسکین وادعوک دعاء المفتقر الذلیل فلا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین ویا اکرم المعطین اور حضرت عائشہ رض
سے مروی ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے اور نماز شروع کرتے تو یہ فرماتے اللھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموات و
الارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم پھر
نماز شروع کرے اور دو رکعتین چھوٹی پڑھے پھر دو دو رکعتین جتنی بن پڑے پڑھ لے اور اگر وتر پہلے نہ پڑھے ہون تو وتر پر خاتمہ کرے اور مستحب ہی کہ جب دو
رکعتون کے بعد سلام پھیرے تو ہر سلام کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ کہہ لے تاکہ آرام ملتا جاوے اور نماز کا سرور زیادہ ہو اور صحیح روایت مین آچکا ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز شب مین اول دوگانہ خفیف پڑھا پھر دوگانہ لمبا ادا کیا پھر تیسرا دوگانہ دوسرے کی بہ نسبت کم اور چوتھا تیسرے کی بہ نسبت

کم اور اسی طرح ادا فرمائے یہانتک کہ تیرہ رکعتین ہوگئین اور حضرت عائشہ رضی سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلعم نماز تہجد مین قرأت آواز سے پڑھتے تھے یا آہستہ آپ نے فرمایا کبھی آواز سے اور کبھی آہستہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ رات کی نماز دو دو رکعتین ہین اور جب تجھکو صبح ہوجانیکا خوف ہو تو ایک رکعت کا وتر ادا کر۔ اور فرمایا کہ مغرب کی نماز نماز دن کو طاق کردیتی ہی تو رات کی نماز کو طاق کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو زیادہ سے زیادہ رکعتین تہجد کی پڑھنی ثابت ہوئی ہین وہ تیرہ ہین کہ آپ ان رکعات مین قرآن مجید کا معمولی ورد خواہ مخصوص سورتون میں سے جو آپکے اوپر ہلکی ہوتین پڑھا کرتے تھے اور یہ مخصوص سورتین بھی وردہی کے حکم مین تھین اور جبتک کہ قریب رات کا چھٹا حصہ پچھلا نہ آجاتا تب تک آپ رکعتین پڑھتے رہتے پانچوان وقت رات کے وظیفون کا رات کا چھٹا حصہ پچھلا ہی جسکا نام وقت سحر ہی اللہ تعالی فرماتا ہی وبالاسحار ہم یستغفرون یعنی سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہین اسکے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ نماز پڑھتے ہین کیونکہ نماز مین بھی استغفار ہوتا ہی اور یہ وقت فجر کے وقت کے قریب ہی جسوقت کہ رات کے فرشتون کے لوٹ جانے اور دن کے فرشتون کے آنیکا وقت ہوتا ہی اور یہ وہ وقت ہی کہ حضرت سلمان نے اپنے بھائی ابو درداء کو بتایا جس شب کو حضرت ابو درداء رض کی ملاقات کو تشریف لائے تھے یہ قصہ ایک بڑی حدیث مین مذکور ہی اسکے آخر مین یہ ہی کہ جب رات ہوگئی تو حضرت ابو درداء نماز کو چلے حضرت سلمان نے فرمایا کہ سو رہو وہ سو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھکر چلے انھون نے فرمایا کہ سو رہو وہ سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوا اسوقت حضرت سلمان رض انکو فرمایا کہ اب اٹھکر نماز پڑھو پھر دونون نے تہجد پڑھا اور حضرت سلمان رض نے انکو فرمایا کہ تمھارے اوپر کچھ حق تو تمھارے نفس کا ہی اور کچھ مہمان کا اور کچھ تمھاری بی بی کا تو سب حقدارون کا حق ادا کرنا چاہیئے اور اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو درداء کی بی بی نے حضرت سلمان سے کہدیا تھا کہ تمھارے بھائی رات کو نہین سوتے پھر صبح کو دونون صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے اور رات کی گفتگو خدمت مبارک مین عرض کی آپنے فرمایا کہ سلمان رض نے درست کہا غرض کہ یہ پانچوان وقت ہی اس مین سحر کھانی مستحب ہی یعنی اگر صبح صادق ہوجانے کا خوف ہو تو اسوقت مین کھاوے اور وظیفہ اسوقت اور چوتھے وقت کا نماز ہی ہی اور صبح صادق ہوجاوے تو اب رات کے وظیفون کا خاتمہ ہوا دن کے اوقات شروع ہوگئے تو اسوقت اٹھکر فجر کی سنتین پڑھے اور یہی معنی ہین اس آیت کے فسبحہ وادبار النجوم یعنی اسکی پاکی بول اور ستارون کے پیٹھ دیتے پیچھے پھر یہ آیت پڑھے شہد اللہ انہ لا الہ الا اللہ ہو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ہو العزیز الحکیم پھر یہ کہے وانا اشہد بما شہد اللہ بہ لنفسہ وشہدت بہ ملئکتہ واولوا العلم من خلقہ واستودع اللہ ہذہ الشہادۃ وہی لی عند اللہ ودیعۃ واسالہ حفظہا حتی یتوفانی علیہا اللہم احطط بہا عنی وزرا واجعل لی بہا عندک ذخرا واحفظہا علی وتوفنی علیہا حتی القاک بہا غیر مبدل تبدیلا غرضکہ اوقات کی ترتیب عابدون کے لیے یہ تھی جو مذکور ہوئی اور اکابر سلف ان باتون کے سوا ہر روز چار باتین اور بھی مستحب جانتے تھے روزہ رکھنا اور صدقہ دینا اگرچہ کم ہی ہو اور بیمار کو پوچھنا اور جنازے پر حاضر ہونا کہ حدیث شریف مین ہی کہ جو کوئی ان چار باتون کو ایکدن مین کرے اسکے گناہ بخشدیے جاوینگے اور ایک روایت مین ہی کہ وہ جنت مین داخل ہوگا اور اگر اتفاق سے ان چیزون مین سے کچھ میسر ہون اور کچھ نہون تو اسکو ثواب سب کا اسکی نیت کے بموجب ملیگا اور پہلے لوگ اس بات کو برا جانتے تھے کہ سارا دن گذرجاوے اور کچھ خیرات نہ کرین گو ایک خرما یا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیون نہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت مین آدمی اپنے صدقہ کے سایہ تلے رہیگا جبتک کہ آدمیون مین حکم اخیر ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ آگ سے بچو اگرچہ خرمے کا ایک ٹکڑا ہی دے کر ہو اور حضرت عائشہ رضی نے ایک سائل کو صرف ایک انگور دیا اسنے لے لیا وہان جو لوگ موجود تھے سبھون نے ایک دوسرے کی طرف تاکنا شروع کیا

حضرت عائشہؓ نے اُنکو فرمایا کہ تمکو کیا ہوا ہے اس انگور میں بہت سے ذروں کا وزن ہے یعنی خداے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ایک ذرہ کے برابر خیر کریگا وہ دیکھ لیگا
تو اس میں تو بہت سے ذرے ہیں اور اُنکا یہ سلف سائل کا پھیر دینا اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف ایسی ہی تھی ایسا
نہیں ہوا کہ آپ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ نے انکار کر دیا ہو ہاں اگر اُسکے دینے پر آپکو قدرت نہوتی تو چپ ہو جاتے تھے اور ایک حدیث میں ہے کہ
ابن آدم صبح کرتا ہے اس حال میں کہ اُسکے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے اور بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں پس اچھی بات کے لیے تیرا کہنا صدقہ ہے
اور بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ضعیف کی طرف سے کفیل ہونا صدقہ ہے اور راستہ بتانا صدقہ ہے اور ایذا کی چیز کا دُور کرنا راستے میں صدقہ ہے
یہاں تک کہ سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کو بھی ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ دو رکعتیں چاشت کی صدقہ ہیں ان سب کو ادا کرتا یا یون فرمایا کہ یہ سب اپنے لیے جمع کرتی جاتی ہیں

چوتھا بیان اس امر کے ذکر میں کہ حالات کے مختلف ہونے سے اوقات کے معمولات مختلف ہو جایا کرتے ہیں جاننا چاہیے کہ جو شخص آخرت کی
کھیتی کرنی چاہتا ہو اور طریق آخرت اختیار کرتا ہو وہ چھ حال سے خالی نہیں یا عابد ہوگا یا عالم یا طالب العلم یا حاکم یا اہل حرفہ یا موحد کہ واحد یکتا میں
مستغرق رہے اُسکے سواے کی طرف التفات نہ کرے اب ان سب کے معمولی وظائف جدا جدا ہیں تفصیل سننا چاہیے اول عابد یعنی وہ شخص کہ
محض عبادت کے لیے ہو رہے اُسکے سوا کوئی کام اُسکو نہو اور اگر عبادت کو چھوڑ دے تو نکما بیٹھا رہے اُسکے لیے اوقات و وظائف کی ترتیب
وہی ہے جو ہم نے دن رات کے اوقات میں ذکر کی اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اُسکے وظائف میں اند کے اختلاف ہو اسطرح کہ اپنے اکثر اوقات کو صرف
نماز میں یا تلاوت میں یا سبحان اللہ کہنے میں مستغرق کرے کہ صحابہؓ میں بعض کا وظیفہ ایک دن میں بارہ ہزار دفعہ تسبیح کا تھا اور بعض اُن میں ایسے تھے
کہ تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتے تھے اور بعضوں کا معمول تین سو رکعتوں سے لیکر چھ سو اور ہزار رکعت تک کا تھا اور کم سے کم رکعتیں جو اُن سے مروی
ہیں وہ دن رات میں سو رکعتیں تھیں اور بعضوں کا وظیفہ کثرت سے قرآن پڑھنے کا تھا کوئی ایک روز میں ایک ختم کرتا تھا اور کسی سے دن میں
دو ختم مروی ہیں اور بعض ایسے تھے کہ ایک دن یا تمام رات ایک ہی آیت کے فکر میں گذار دیتے تھے اور اُسی کو بار بار پڑھتے جاتے تھے
اور کرز بن وبرہ مکہ معظمہ میں ٹھہرے ہوے تھے تو ایک روز میں ستر طواف سات پھیروں کے کیا کرتے اسی طرح ہر شب میں ستر طواف کرتے
تھے اور باوجود اسکے دن رات میں دو ختم قرآن مجید کے بھی کر لیتے تھے اب اگر اسکا حساب لگاؤ تو دن رات کے طوافوں میں قریب بتیس
کوس کے تو مسافت پڑتی ہے اور ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعتیں طواف کی جمع کرنے سے دو سو اسی رکعتیں ہوتی ہیں اور دو ختم قرآن کے ہوے تو بہت
بڑی مشقت ہوئی اب اگر یہ کہو کہ ان وظائف میں سے اکثر اوقات کس وظیفہ میں صرف کرنے بہتر ہیں تو اس کا حال یہ ہے کہ نماز میں کھڑے ہوکر
قرآن میں تامل اور سمجھ کے پڑھنا سب باتوں کو شامل ہے لیکن چونکہ اُسپر مواظبت کرنی مشکل ہے اس لیے ہر شخص کے حال کے لحاظ سے
بہتر وظیفہ مختلف ہوگا۔ اور غرض وظیفوں سے دل کا تزکیہ اور پاک کرنا اور زیور ذکر الٰہی سے اُسکو آراستہ کرنا اور ذکر سے اُسکو گرمانا ہے تو
طالب کو چاہیے کہ اپنے دل پر غور کرے اور جس بات کا اثر اُس میں زیادہ ہوا ہی پر مواظبت کرے اور جب اُس سے دل کو تھکن اور رُکنا معلوم
کرے تو دوسرا وظیفہ بدل لے اور اسی واسطے اکثر خلق کے حق میں ان امور خیر کا مختلف اوقات میں بموجب تفصیل گذشتہ کے بجا لانا اور
ایک قسم سے دوسری قسم کو بدلتے رہنا ہی ہمکو اچھا معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ اُکتا جانا سرشت انسانی پر غالب ہے اور ہر ایک شخص کے حالات
اس باب میں بھی مختلف ہیں مگر جب وظائف کی غرض اور اصل معلوم ہو گئی تو جس وظیفہ سے اصل غرض حاصل ہوتی ہو اسی کو اُس وقت

اختیار کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی تسبیح سنے اور اُسکی تاثیر اپنے دل مین پاوے تو اُسکی تکرار پر مواظبت کرے جبتک اُسکی تاثیر ہو حضرت ابراہیم ابن ادہم
بعض ابدال کی نقل کرتے ہین کہ وہ ایک رات دریا کے کنارے نماز پڑھتے تھے کہ ایک آواز بلند تسبیح کی سُنی اور کسی کو نہ دیکھا تب کہا کہ تو کون ہے کہ
مین تیری آواز سنتا ہون اور جسم نہیں دیکھتا اُسنے کہا کہ مین فرشتہ ہون اور اس دریا پر متعین ہون جب سے مین پیدا ہوا ہون اسی تسبیح سے
خدائے تعالے کی پاکی بولتا ہون پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے کہا مہلہیائیل ان ابدال نے پھر پوچھا کہ اس تسبیح کے پڑھنے والے کا ثواب کیا ہے اس
فرشتے نے کہا کہ جو کوئی اُسکو سو بار پڑھے وہ مرنے سے پیشتر اپنی جگہ جنت مین دیکھ لیتا ہے یا اُسکو دکھلادی جاتی ہے اور وہ تسبیح یہ تھی سبحان اللہ
العلی الدیان سبحان اللہ الشدید الارکان سبحان من یذہب باللیل ویاتی بالنہار سبحان من لایشغلہ شان عن شان سبحان اللہ الحنان المنان
سبحان اللہ المسبح فی کل مکان پس یہ تسبیح یا اور ایسی ہی اگر طالب کے کان مین پڑے اور دل مین اُسکی تاثیر پاوے تو اس کا التزام کرے اور جس چیز
سے دل مین اثر ہو اور خیر کا دروازہ اُسکے منھ پر اس سے کھلتا ہو اُسی پر مواظبت کرے **دوم** عالم جو فتوی دیتے اور پڑھانے اور تصنیف کرنے
سے لوگون کو فائدہ پہونچاتا ہو تو اُسکے اوراد کی ترتیب عابد کے وظائف سے مختلف ہے کیونکہ عالم کو کتابون کا مطالعہ کرنا اور تصنیف کرنا اور
پڑھانا ضروری چیزین ہین اور اُنکے لیے وقت درکار ہے پس اگر وہ اپنے سارے اوقات اُنھین امورمین مستغرق کردے تو فرائض وسُنن کے
بعد اور کوئی چیز اُس سے بڑھ کر نہیں اور باب العلم مین جو ہمنے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ذکر کی ہے وہ اسکی دلیل ہے اور کیسے نہو کہ علم مین تو ذکر
الٰہی کی مواظبت اور اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلعم کے قول مین تامل کرنا ہی ہوتا ہے اور لوگون کو فائدہ پہونچانا اور طریق آخرت بتانا اسی سے ہوتا
ہے اکثر مسائل ایسے ہین کہ ان مین سے طالب علم ایک سیکھکر اپنی عمر بھر کی عبادت کی اصلاح کر لیتا ہے اور اگر اسکو نہ سیکھتا تو سعی اکارت جاتی اور ہماری
غرض اس علم سے جو عبادت پر مقدم ہے وہ علم ہے جو لوگون کو آخرت کی ترغیب دیوے اور دنیا مین اُنکو زاہد کردے اور جب اُسکو سیاہ کسی طریق
آخرت کی مدد کے لیے سیکھین تو اس باب مین اُن کا مدد ہو اور وہ علوم مراد نہیں ہین جنسے مال جاہ اور لوگون کے درمیان مقبول ہونیکی خواہش
زیادہ ہو اور عالم کے حق مین بھی بہتر یہی ہے کہ اپنے اوقات کو کامون کے لیے چھانٹ دے کیونکہ سارے اوقات تعلیم مین بسر کرنے کی تاب طبیعت کو نہوگی
اس صورت مین تقسیم اوقات یون مناسب ہے کہ صبح سے آفتاب نکلنے تک تو ذکر اور وظائف کے لیے کردے جیسے ہمنے دن کے اوقات مین پہلے وقت کا
حال لکھا ہے اور طلوع کے بعد سے دوپہر تک پڑھانے مین صرف کرے بشرطیکہ کوئی شخص آخرت کے لیے پڑھنا چاہتا ہو اور اگر ایسا طالب علم نہو تو اسوقت کو فکر مین
بسر کرے اور وہ چیزین سوچے جو علوم دینی مین سے اُسپر مشکل ہون اسلیے کہ ذکر کرنے کے بعد اور دنیا کے ترددات مین مشغول ہونے سے پیشتر دل کی
صفائی مشکلات کے سمجھنے پر مدد ہوا کرتی ہے اور دوپہر سے عصر تک تصنیف اور کتاب بینی مین صرف کرے اور اُسکو بجز کھانے اور پاخانہ اور فرض نماز
اور دن کو تھوڑا سا سونے کے اوقات کے اور کسی وقت مین ترک نہ کرے اور دن کا سونا بھی ایسی صورت مین ہے کہ دن بڑا ہو اور عصر سے آفتاب کے
زرد ہونے تک جو کوئی تفسیر اور حدیث اور علم مفید اس کے پاس پڑھے اُسکے سننے مین مشغول رہے اور آفتاب کے زرد پڑجانے سے غروب تک استغفار اور تسبیح مین
مشغول رہے غرضکہ اول وقت طلوع سے پیشتر کا تو عمل زبانی مین گزریگا اور دوسرا وقت دوپہر تک دل کے عمل مین بسر ہوگا اور تیسرا وقت عصر تک
آنکھ اور ہاتھ کے عمل مین تمام ہوگا کہ آنکھون سے مطالعہ کریگا اور ہاتھ سے لکھیگا اور چوتھا وقت عصر کے بعد کا کان کے عمل مین ختم ہوگا تاکہ آنکھ
اور ہاتھ آرام لے لین اور نیز بعد عصر کے لکھنے اور مطالعہ کرنے سے کبھی آنکھ کو ضرر بھی ہوا کرتا ہے اور پانچوان وقت زردی کے بعد کا پھر ذکر زبانی

مین مصروف ہوگا تو اس صورت مین کوئی حصہ دن کا اعضا کے اعمال سے خالی بھی نرہیگا اور سب مین دل بھی حاضر رہیگا ۔ اور رات کی تقسیم
عالم کے باب مین وہی بہتر ہی جو امام شافعی رح نے کر رکھی تھی کہ رات کے تین حصے کرتے ایک تہائی تو مطالعہ اور علم پڑھانیکے لیے دوسری تہائی
درمیان شب کی نماز کے لیے اور پچھلی تہائی سونے کیواسطے اور یہ بات تو جاڑون مین ہوسکتی ہی مگر گرمی کے موسم مین غالبًا اسکا تحمل اسکو نہو مگر ایک صورت
سے کہ دن کو بہت سا سولیوے حاصل یہ کہ عالم کے اوقات کی ترتیب ایسی ہونی چاہیئے جیسے مذکور ہوئی ۔ سوم طالبعلم اسکو طلب علم مین مشغول
ہونا ذکر اور نوافل مین لگے رہنے کی بنسبت کہ اچھا ہی اسی لیے ترتیب اوقات کے باب مین اُسکا اور عالم کا ایک حکم ہی اتنا فرق ہی کہ جسوقت مین عالم افادہ
مین مشغول ہو اُسوقت طالبعلم استفادہ مین مصروف ہو اور جو وقت عالم کی تصنیف کا ہی اُسوقت یہ حاشیہ چڑھانا اور کتابت کرنی اختیار کرے باقی
اوقات اسیطرح ہین جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے ہین اور جو کچھ ہمنے باب العلم مین علم کی اور اُسکے سیکھنے کی فضیلت لکھی ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ علم کا سیکھنا
اُن وظائف سے بہتر ہی بلکہ اگر کوئی شخص مجلس علم مین حاضر ہو کر یون نہ سیکھے کہ لکھتا جاوے اور یاد کرتا جاوے کہ عالم ہو جاوے بلکہ وہ شخص عوام
ہی مین سے ہو تب بھی اُسکا ذکر اور وعظ اور علم کی مجلسون مین حاضر ہونا اُن وظائف سے کہین اچھا ہی جو ہم بعد صبح اور طلوع کے پیچھے اور دوسرے تمام
اوقات مین لکھ آئے ہین کیونکہ ابوذر کی حدیث مین آچکا ہی کہ مجلس ذکر مین حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے اور ہزار جنازون کے شریک ہونے سے اور
ہزار بیمار پرسی سے اچھا ہی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ جب تم جنت کے گلزار دیکھو تو اُن مین چرو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت کے گلزار کیا
ہین آپنے فرمایا کہ ذکر کے حلقے اور کعب احبار رض فرماتے ہین کہ اگر علما کے مجالس کا ثواب لوگون کے سامنے ظاہر ہو جاوے تو اُسپر کٹ مرین یہانتک کہ ہر ایک امیر اپنی امارت
چھوڑ دے اور ہر ایک بازاری اپنے بازار سے دست بردار ہو اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ آدمی اپنے گھر سے ایسی طرح نکلتا ہی کہ اُسپر تہامہ کے پہاڑون کے
برابر گناہ ہوتے ہین مگر جب کسی عالم کا کلام سنتا ہی اور اپنے گناہون پر افسوس و ندامت کرتا ہی تو اپنے گھر ایسی طرح لوٹتا ہی کہ اسپر کوئی گناہ نہین ہوتا بس
تم علما کی مجلسون سے علیحدہ مت رہو کہ اللہ تعالی نے تمام روے زمین پر کوئی جگہ علما کے مجالس سے بزرگتر نہین پیدا کی ۔ اور کسی شخص نے حضرت حسن بصری رح
سے کہا کہ مین آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتا ہون آپنے فرمایا کہ مجالس ذکر مین بیٹھا کر سختی دل جاتی رہے گی ۔ اور عمار زاہد نے مسکینہ طفاوی
کو خواب مین دیکھا جو ہمیشہ ذکر کے حلقون مین حاضر ہوتی تھین اور کہا کہ اے مسکینہ مرحبا اُسنے کہا کہ اب مسکنت دور ہوگئی اور توانگری آئی عمار نے کہا کہ یہ
حال تو کہو مسکینہ نے کہا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسکے لیے جنت بالکل مباح کر دی گئی عمار نے کہا کہ یہ درجہ کس سبب سے حاصل ہوا کہا کہ اہل ذکر کے پاس
بیٹھنے سے ۔ حاصل یہ کہ اگر کسی واعظ خوش کلام پاک سیرت کے کہنے سے دل کے اوپر سے محبت دنیا کی گرہون مین سے ایک بھی کھلجاوے تو یہ کی
بہ نسبت اشرف اور مفید تر ہی کہ باوجود دل مین دنیا کی محبت ہونے کے بہت سی رکعتین آدمی پڑھے ۔ چہارم اہل حرفہ کہ اپنے عیال کے لیے کمائی کا
محتاج ہو اُسکو جائز نہین کہ اپنے عیال کو فاقون مار ڈالے اور سارے اوقات عبادتون مین مستغرق کر دے بلکہ اسکو یہی چاہیئے کہ کام کے وقت بازار جاوے
اور اپنے پیشہ مین مشغول ہو ہان مناسب یہ ہی کہ اپنے پیشہ مین ذکر الٰہی کو نہ بھولے بلکہ تسبیحات اور ذکر اور تلاوت پر مواظبت رکھے کہ یہ باتین
کام کرنے کے ساتھ بھی ممکن ہین البتہ نماز کام کے ساتھ مین نہین ہوسکتی لیکن جس صورت مین کہ باغ وغیرہ کا محافظ ہو تو نماز کا ورد بھی ادا کرسکتا ہی
اور جب بمقدار کفایت کما چکے تو چاہیئے کہ وہی وظائف معمولی بجالاوے جو اوپر مذکور ہوے ۔ اور اگر دن بھر پیشہ مین لگا رہے اور جو اپنی حاجت سے
زائد ہو اسکو دے ڈالے تو یہ اُن اوراد سے بہتر ہی جو ہمنے لکھے ہین کیونکہ جس عبادت کا فائدہ اوروں کو بھی پہونچے وہ اُس سے بہتر ہی کہ اُس کا نفع

خاص ایک ہی شخص کو ہو اور صدقہ اور خیرات کی نیت سے کمانا بذات خود ایسی عبادت ہین کہ اللہ تعالی سے نزدیک کرتی ہین پھر اُس سے دوسرون کو
فائدہ پہونچتا ہو اور مسلمانون کی دعا کی برکت حاصل ہوتی ہو اور اس سے ثواب دونا چوگنا ہو جاتا ہو پنجم حاکم جیسے امام اور قاضی اور مسلمانون کے امور
کے نگرانی کا متولی تو ایسے شخص کے حق مین مسلمانون کی حاجتون کا پورا کرنا اور شریعت کے موافق اخلاص کی نیت سے اُنکی غرضین نکالنین اوراد مذکورہ
کی نسبت بہتر ہو اسلیے اُسکے حق مین یہ مناسب ہو کہ دن کو تو فرض نماز پر اکتفا کرکے لوگون کے حقوق مین مشغول رہے اور وظائف مذکورہ کو
رات مین ادا کرے جیسے حضرت عمر رضہ کیا کرتے تھے چنانچہ اُنھون نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھکو نیند سے کیا علاقہ کہ اگر مین دن کو سوؤن تو مسلمانون کو
تلف کرتا ہون اور رات کو سوتا ہون تو اپنے نفس کو تباہی مین ڈالتا ہون اور بیان گذشتہ سے تمنے سمجھ لیا ہوگا کہ دو باتین عبادات بدنی پر مقدم
ہوتی ہین اول علم دوسری مسلمانون کے ساتھ نرمی برتنی اسلیئے کہ یہ دونون چیزین بذات خود عمل و عبادت ہین اور عبادات مین سے انھین کو
فضیلت ہوتی ہو جن کا فائدہ دوسرون کو پہونچے اور نفع پھیلے چونکہ یہ دونون باتین اسی قسم کی ہین اسلیئے عبادات پر مقدم ٹھہرین ششم وہ
موحد کہ واحد پاک مین مستغرق ہو اور اُسکے سوا اُسکو اور کوئی فکر ہی نہ ہو نہ بجز اللہ تعالی کے اور سے محبت کرتا ہو اور نہ اُسکے سوا کسی سے ڈرتا ہو
اور نہ کسی دوسرے سے رزق کی توقع رکھتا ہو اور جب کسی چیز کو دیکھتا ہو تو اس مین خدا ہی نظر آتا ہو پس جس شخص کا رتبہ اس درجہ پر پہونچ جاوے تو اُسکو
اپنے اوقات کے بانٹنے اور بھانٹنے کی ضرورت نہین بلکہ بعد فرائض کے اُسکے لیے ایک ہی وظیفہ ہو یعنی اللہ تعالی کے ساتھ ہر حال مین دل کا حاضر
رہنا یعنی جو امر اُسکے دل مین گذرے اور جو آواز کان مین پڑے اور جو شے آنکھون کے سامنے ہو سب مین اُسکو عبرت اور فکر مزید حاصل ہو نہ اُسکا کوئی
محرک خدائے تعالی کے سوا ہو اور نہ کوئی ساکن کرنے والا ایسے شخص کے جمیع حالات اس بات کے شایان ہوتے ہین کہ اُسکے زیادتی مراتب کا سبب
ہون اسی وجہ سے ایسے لوگون کے نزدیک ایک عبادت اور دوسری مین کچھ فرق نہین ہوتا ہو یہی لوگ ہین کہ اللہ تعالی کی طرف گریز کر گئے ہین اور انھین کے
حق مین اللہ تعالی کا یہ قول صادق ہوا ہو واذا اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فاووا الی الکہف ینشر لکم ربکم من رحمتہ اور اس آیت مین بھی انھین
کی طرف اشارہ ہو انی ذاہب الی ربی سیہدین اور یہ درجہ صدیقون کے رتبہ کی انتہا ہو اس درجہ پر آدمی نہین پہونچتا ہو مگر بعد اسکے کہ ایک مدت
دراز تک ترتیب وار اوراد اور اُنکی مواظبت کرے پس طالب آخرت کو نہ چاہیئے کہ ان باتون مین سے کچھ سنکر براہ مغالطہ اپنے نفس مین اسکا مدعی ہو
اور اپنی معمولی عبادتون مین سستی کرنے لگے کیونکہ ایسے لوگون کی پہچان یہ ہو کہ اُنکے دلون مین کوئی وسوسہ نہ کھٹکے نہ گناہ کا خطرہ ہو نہ ہجوم اہوال سے
اپنی جگہ سے ہلین بڑے بڑے اشغال اُنکے مقصود سے حارج ہون پس یہ رتبہ ہر شخص کو کہان نصیب ہو اس صورت مین تمام لوگون کو حق مین اوراد کی
ترتیب ویسی ہی ہو جیسی ہمنے ذکر کی ہو اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہو وہ سب اللہ تعالی کی طرف کے راستے ہین اللہ تعالی فرماتا ہو قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ہو
اہدی سبیلا اور راہ یاب سب ہین مگر بعض کو بعض کی بہ نسبت ہدایت زیادہ ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ ایمان کے تین سو تینتیس طریقے ہین جو شخص کہ ان مین سے
ایک طریق کی شہادت پر بھی مریگا وہ جنت مین داخل ہوگا اور بعض علما نے فرمایا ہو کہ ایمان بموافق شمار رسولون کے تین سو تیرہ اخلاق ہین پس جو ایماندار کہ ان مین
ایک خلق پر ہو وہ اللہ کیطرف راستے کا سالک ہی حاصل یہ کہ لوگون کے طریقے اگرچہ عبادت کے باب مین مختلف ہین مگر سب راہ پر ہین آیت اولئک الذین
یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب انکا مصداق ہو اُن مین اگر فرق ہو تو صرف قرب کے درجات مین ہو نہ اصل قرب مین اور سب سے قریب تر
اللہ تعالی کی طرف وہ ہین جو سب کی بہ نسبت زیادہ عارف ہین اور سب سے زیادہ عارف ضرور ہو کہ وہی ہونگے جو اُسکی عبادت زیادہ کرتے ہون کیونکہ جو شخص اُسکو

پہچان لیتا ہے وہ دوسرے کی عبادت نہین کرتا۔ اور وظیفون کے باب مین ہر صنف کے حق مین اصل مداومت ہے کیونکہ غرض وظائف سے صفات باطنی کا
بدلنا ہے اور عمل کا ایک دو بار کرنا تاثیر کم کرتا ہے بلکہ اُسکا اثر معلوم بھی نہین ہوتا اثر تو سب اعمال پر مترتب ہوا کرتا ہے اور جب ایکبار عمل کرنے کا اثر ظاہر مین معلوم
نہین ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اُسکی تشنی جلد نہین کیجاتی تو دل کا اثر بالکل ہی مٹ جاتا ہے اور اُسکا حال فقیہ کا سا حال ہوجاتا ہے جو یہ
چاہے کہ مین خوب فقیہ ہوجاؤن کہ وہ بھی بدون بہت سی دفعہ مسائل کے دوہرانے کے فقیہ نہوگا اگر مثلاً ایک رات بیٹھکر مسائل کو دو چار بار کہہ لے اور مہینہ بھر یا ہفتہ بھر
چھوڑ دے پھر ایک رات مین محنت کرے تو اسکا کچھ اثر نہوگا اور اگر اُس محنت کو بہم راتون پر تقسیم کرکے ہر شب تھوڑی تھوڑی محنت کیا کرے تو اُسکا اثر اُسمین ہوگا اور
اسی بھید کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل اور حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے عمل کا حال لوگون نے پوچھا تو فرمایا کہ آپ کا عمل دائمی تھا اور جب کوئی عمل آپ کرتے تھے تو اُسکو مستحکم کرتے تھے اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو خدا تعالی نے کسی عبادت کا عادی کردیا ہو اور وہ اُسکو اکتا کر چھوڑ دے تو اللہ تعالی اُس سے نہایت ناراض ہوتا ہے اور یہی
سبب تھا کہ آپ سے جب باہر کے لوگون کے آنے کی جہت سے دو رکعتین رہ گئین تو اُنکو عصر کے بعد تدارک مافات کے لیے پڑھ لیا پھر آئندہ کو وہ دو رکعتین ہمیشہ
عصر کے بعد پڑھتے رہے مگر اپنے مکان پر پڑھتے مسجد مین نہ پڑھتے تاکہ کوئی اس باب مین آپکی پیروی نہ کرے اس امر کو حضرت عائشہؓ و ام سلمہ رضی اللہ عنہما
نے روایت کیا ہے۔ اب اگر کہو کہ عصر کے بعد کا وقت تو مکروہ ہے اُسمین دوسرے شخص کو بھی آنحضرت صلعم کی اقتدا سے یہ دو رکعتین جائز ہین کہ نہین تو
اسکا جواب یہ ہے کہ اسوقت مین نماز کا مکروہ ہونا تین وجہون سے ہے جو ہم بیان کرچکے ہین اول آفتاب پرستون کی مشابہت سے بچنا یا شیطان کے سینگ نکلنے
کے وقت سجدہ سے احتراز کرنا یا اکتانے کے خوف سے عبادت مین آرام کا ملجانا اور یہ تینون صورتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین نہین
سکتین اسی لیے اس باب مین دوسرے کو آپ کے اوپر قیاس نہین کرسکتے اور اُسکا شاہد یہ ہے کہ آپنے اس فعل کو گھر مین کیا تاکہ کوئی آپکی اقتدا نہ کرے

دوسری فصل مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت اور رات کی عبادت کی فضیلت مین اور اُن سببون کے ذکر مین جن سے رات کو جاگنا آسان ہو اور رات کے پھاٹنے کی کیفیت اور ان راتون کے بیان مین جنکا جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے اور اس فصل مین پانچ بیان ہین

پہلا بیان مغرب و عشا کے درمیان کی عبادت وغیرہ کی فضیلت مین حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالی کے نزدیک
سب نمازون مین افضل مغرب کی نماز ہے کہ اسکو نہ مسافر سے کم کیا نہ مقیم سے رات کی نماز کو اُس سے شروع کیا اور دن کی نماز کو اُس سے تمام کیا پس جو شخص مغرب کی نماز
پڑھے اور بعد اُسکے دو رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے لیے دو محل جنت مین بناوے راوی فرماتے ہین کہ مجھے معلوم نہین کہ سونے کے فرمائے یا چاندی کے اور
جو شخص اُسکے بعد چار رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے بیس برس کے گناہ بخشدے یا چالیس برس کے گناہ عفو فرمائے اور حضرت ام سلمہؓ و حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعتین پڑھے تو اُسکے لیے یہ رکعتین ایک برس کامل کی عبادت کے برابر ہونگی یا یہ فرمایا کہ
گویا شب قدر کو تمام رات نماز پڑھی اور سعید بن جبیر حضرت ثوبانؓ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مغرب و عشا کے
درمیان مسجد جماعت مین معتکف ہو کہ سوائے نماز یا قرآن کے اپنے آپ کوئی کلام نہ کرے تو اللہ تعالی پر شایان ہوگا کہ اُسکے لیے دو محل جنت مین بناوے کہ اُن
دونون مین سے ہر محل کا فاصلہ سو برس کی راہ ہوگا اور دونون کے درمیان درخت لگاویگا کہ اگر اُن مین تمام زمین والے پھرین تو سب کی گنجایش کرجاوین
اور ایک حدیث مین فرمایا جو شخص مغرب و عشا کے درمیان مین دس رکعتین پڑھے اللہ تعالی اُسکے لیے ایک محل جنت مین بناوے پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

۱ ح غریب
اسرار نماز مین گذری ۱۲
۲ ح بخاری و مسلم
بروایت ام سلمہ و عائشہ ۱۲
۳ ح طبرانی در اوسط
بسند ضعیف ۱۲
۴ ح ترمذی و ابن ماجہ اور
ترمذی نے اسکو ضعیف
کہا ہے اور یہ جملہ کہ گویا شب قدر
مین تمام رات نماز پڑھی
قول کعب احبار کا ہے بقول
ابو الولید صفار ۱۲

یا رسول اللہ تب تو ہمارے محل بہت سے ہو جاوینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ بہت بڑا ہے اور بڑے فضل والا ہے یہ فرمایا کہ اللہ بہت پاک ہے اور حضرت انس
بن مالک رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب جماعت مین پڑھے پھر اُسکے بعد دو رکعتین پڑھے اور اس درمیان مین دنیا کے باب مین
کچھ نہ بولے اور پہلی رکعت مین الحمد اور دس آیتین سورہ بقر کے شروع کی اور دو آیتین اُسکے درمیان مین کی یعنی والہکم الہ واحد سے لقوم یعقلون تک اور پندرہ بار
قل ہو اللہ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرکے جب دوسری رکعت کو کھڑا ہو تو الحمد اور آیۃ الکرسی اور دو آیتین اُسکے بعد اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تک اور
تین آیتین سورہ بقر کے آخر کی للہ ما فی السموات وما فی الارض سے آخر سورہ تک اور قل ہو اللہ احد پندرہ بار پڑھے تو انکا ثواب حدیث مین اس قدر
ذکر فرمایا کہ خارج از حصر ہے اور کرز بن وبرہ جو ابدال مین سے ہین کہتے ہین کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھکو کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ مین اُس کو
ہر شب کیا کرون انھون نے فرمایا کہ جب تم مغرب پڑھو تو عشا کے وقت تک نماز ہی مین رہا کرو اور کسی سے کلام مت کرو اور دھیان نماز ہی مین رکھو
اور ہر دوگانہ کے بعد سلام پھیرو اور ہر رکعت مین ایکبار الحمد اور تین بار سورہ اخلاص پڑھو اور جب عشا کی نماز سے فارغ ہو تو اپنے مکان کو چلے آؤ
اور کسی سے کلام نہ کرو اور دو رکعتین مکان پر پہونچکر پڑھو ہر رکعت مین الحمد ایکبار اور قل ہو اللہ سات بار پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور سات بار
اللہ تعالی سے مغفرت کا سوال کرو اور سات بار پڑھو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر اپنا سر سجدہ سے
اٹھاکر برابر بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھاکر یہ دعا پڑھو یا حی یا قیوم یا ذی الجلال والاکرام یا الہ الاولین والآخرین یا رحمن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما یا رب یا رب
یا رب یا اللہ یا اللہ یا اللہ پھر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھاکر یہی دعا مانگو پھر جہان چاہو قبلہ رخ دہنی کروٹ پر لیٹ رہو اور آنحضرت صلعم پر درود پڑھو اور درود
تمام پڑھو کہ پڑھتے پڑھتے سو رہو مین نے کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ یہ بتاوین کہ آپنے یہ دعا کس سے سُنی ہے انھون نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اس دعا کی وحی ہوئی تھی اور آپ نے ایک شخص کو تعلیم فرمائی تھی مین اُسوقت آپ کی خدمت مین گیا تھا اور آپ کے پاس موجود تھا یہ معاملہ
میرے سامنے ہوا پس جس شخص کو آنحضرت صلعم نے سکھائی تھی اُس سے مین نے سیکھی ہے اور کہتے ہین کہ جو کوئی اس دعا اور اس نماز پر حسن یقین اور
صدق نیت سے مداومت کرے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نکلنے کے پیشتر خواب مین دیکھے اور بعض لوگون نے جو اس عمل کو کیا تو
خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے اور وہان انبیا علیہم السلام کو دیکھا اور کسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب
ہوئے اور آپ نے اُنسے گفتگو فرمائی اور تعلیم فرمایا۔ حاصل یہ کہ اسوقت کی عبادت کی فضیلت مین بہت کچھ وارد ہوا ہے یہانتک کہ کسی نے عبید آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مولی سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواے نماز فرض کے اور کسی نماز کے لیے بھی حکم فرماتے تھے کہ نہین انھون نے فرمایا کہ ہان مغرب
اور عشا کے درمیان کی نماز کے لیے ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مغرب و عشا کے درمیان مین نماز پڑھے تو یہ نماز اوابین
کی ہے اور اسود کہتے ہین کہ مین جب کبھی حضرت ابن مسعود کی خدمت مین اُسوقت حاضر ہوا تو اُن کو نماز پڑھتے دیکھا مین نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی آپنے
فرمایا کہ یہ وقت غفلت کا ہے اسلیے اسمین نماز پڑھتا ہون اور حضرت انس رض اس نماز پر مواظبت فرماتے اور کہتے کہ یہ ناشئۃ اللیل یعنی رات کی اٹھان ہے
اور اسی کے باب مین یہ آیت اتری ہے تتجافی جنوبہم عن المضاجع اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے ابو سلیمان دارانی سے پوچھا کہ
آپ کے نزدیک بہتر ہے کہ مین دن کو روزہ رکھون اور مغرب و عشا کے درمیان مین کھانا کھاؤن یا یہ اچھا ہے کہ دن کو افطار کرون اور اُسوقت مین
نماز پڑھون آپ نے فرمایا کہ روزہ بھی رکھو اور نماز بھی پڑھو مین نے کہا کہ اگر دونون نہو سکین فرمایا کہ دن کو افطار کرو اور اُسوقت مین نماز پڑھو۔

دوسرا بیان رات کے جاگنے اور عبادت کرنے کی فضیلت مین آیتین اس باب مین یہ ہین ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ و ثلثہ الآیۃ اور فرمایا ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطأ و اقوم قیلا اور فرمایا تتجافی جنوبہم عن المضاجع اور فرمایا امن ہو قانت اٰناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الآخرۃ و یرجو رحمۃ ربہ اور فرمایا والذین یبیتون لربہم سجدا و قیاما اور فرمایا استعینوا بالصبر و الصلوۃ بعضون نے اس نماز کو شب کی نماز کہا ہے کہ اُس پر صبر کرنے سے مجاہدہ نفس پر استعانت لیجاتی ہے اور احادیث بھی اُسکے فضائل مین بہت ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ شیطان تم مین سے ایک شخص کی گُدّی پر جب وہ سوتا ہے تین گرہین لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہی پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے سو رہ پس اگر وہ شخص جاگے اور خدائے تعالے کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ ڈھیلی ہوتی ہے اور اگر نماز پڑھی تو تیسری گرہ کھلجاتی ہے اور صبح کو سرور کے ساتھ طیب النفس اُٹھتا ہے ورنہ نفس کا خبیث اور سست اُٹھتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا مذکور ہوا کہ وہ تمام رات سوتا رہا یہانتک کہ صبح ہوگئی آپ نے فرمایا کہ اُس شخص کے کان مین شیطان نے پیشاب کر دیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ شیطان کے پاس ایک سونگھنی اور ایک چٹنی اور ایک انجن ہے جب وہ کسی کو سونگھنی سونگھا دیتا ہے تو اُسکی عادت بری ہو جاتی ہے اور جسوقت چٹنی چٹاتا ہے اُسکی زبان تیز اور فحش ہو جاتی ہے اور جب انجن لگا دیتا ہے تو رات کو صبح تک سوتا رہتا ہے اور فرمایا کہ دو رکعتین اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان مین پڑھے تو اُسکے لیے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین اور اگر مین اپنی اُمت پر اُنکو مشکل نہ جانتا تو انپر اُن دونون رکعتون کو فرض کر دیتا۔ اور حدیث صحیح مین حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان من اللیل ساعۃ لا یوافقہا عبد مسلم یسال اللہ تعالیٰ فیہا خیرا الا اعطاہ ایاہ۔ اور ایک روایت مین یہ الفاظ ہین یسال اللہ خیرا من امر الدنیا والآخرۃ اعطاہ ایاہ و ذلک فی کل لیلۃ اور مغیرہ بن شعبہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا کھڑے ہوے کہ آپ کے پاؤن پھٹ گئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ بخشے گئے آپ اتنی مشقت کیون فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ کیا مین بندۂ شکر گزار نہون۔ اسکے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب آپ کا رتبہ کی زیادتی سے کنایہ ہے اسلیے کہ شکر باعث مزید نعمت ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اور حضرت ابوہریرہ رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت تمپر زندہ رہنے اور مردہ ہونے اور قبر مین رہنے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے کے حال مین رہے تو رات سے اُٹھکر نماز پڑھو اور اس نماز سے اپنے پروردگار کی رضا چاہو اے ابوہریرہ اپنے گھر کے کونون مین نماز پڑھو تمھارے گھر کا نور آسمان مین ایسا ہوگا جیسے چھوٹے اور بڑے ستارون کی روشنی زمین باشندون کے پاس ہے۔ اور فرمایا کہ رات کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ وہ تمسے پیشتر کے نیک بختون کا طریقہ ہے اور اُس مین یہ خوبیان ہین کہ خدا تعالیٰ کی نزدیکی اور گناہون کا دور ہونا اور بدن مین سے روگ کا دفع رہنا اور گناہون سے محترز رہنا اُس سے نصیب ہوتا ہے اور فرمایا کہ جس شخص کی عادت رات کو نماز پڑھنے کی ہو اور نیند اُسکو غالب ہو جاوے اور نہ پڑھ سکے تو اُسکے لیے ثواب اُس کی نماز کا لکھا جاویگا اور سونا اُسکو فائدہ مین رہا۔ اور حضرت ابوذر رض کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اُسکے لیے کچھ سامان کرتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر سفر طریق قیامت بے سامان کیسے ہوگا اے ابوذر مین تجھکو وہ بات بتا دون جو اُس روز تیرے کام آوے اُنھون نے عرض کیا کہ فرمایئے قربان ہون آپ پر میرے مان باپ آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن کی شدت حرارت کیلیے ایک روزہ رکھ اور

رات کی تاریکی مین قبر کی وحشت کے واسطے دو رکعتین ادا کر اور بڑے بڑے امور کے لیے حج کر اور کچھ صدقہ کسی مسکین کو دے یا کوئی حق بات ہی
کہدے یا کسی بُری بات سے سکوت کر۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین کوئی شخص تھا کہ جب لوگ پڑکر سو جاتے تو
وہ اُٹھکر نماز پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا اور دعا مانگتا کہ اے دوزخ کے پروردگار مجھکو اُس سے پناہ دے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین مذکور ہوئی آپ نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کرے مجھے خبر کرنا چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور اپنے آپ اُسکی دعا سُنی جب صبح ہوئی تو اُس سے
فرمایا کہ میان تو جنت خدائے تعالی سے کیون نہین مانگتا اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا یہ رتبہ نہین اور نہ میرے عمل اس قابل ہین یہ کہکر وہ تھوڑا
ہی ٹھہرا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اُس شخص سے کہدو کہ اللہ تعالے نے اُس کو
دوزخ سے پناہ دی اور جنت مین داخل کیا اور مروی ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ
عبداللہ بن عمر اچھے شخص ہین اگر رات کو نماز پڑھا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا
مقولہ کہدیا اُنھون نے آیندہ سے رات کے جاگنے اور نماز کا التزام کر لیا چنانچہ نافع آپکے غلام کہتے ہین کہ آپ رات کو نماز پڑھتے اور مجھسے
پوچھتے کہ نافع سحر ہو گئی مین کہتا کہ نہین ہوئی پھر آپ نماز پڑھنے لگتے پھر فرماتے کہ نافع سحر ہو گئی مین کہتا کہ ہان تو آپ بیٹھکر استغفار پڑھتے رہتے
یہانتک کہ صبح صادق ہو جاتی ہی اور حضرت امام زین العابدین رضہ سے مروی ہی کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام نے ایک روز جو کی روٹی پیٹ
بھر کھائی اُس رات جو ورد معمولی پڑھا کرتے تھے اُس سے سوگئے یہانتک کہ صبح ہو گئی اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ اے یحیی یا تم نے کوئی گھر میرے
گھر سے اچھا پا لیا یا کوئی ہمسایہ میرے ہمسایہ سے بہتر تمکو ملگیا اے یحیی قسم ہی اپنی عزت کی اگر تو جنت کو ایک دفعہ بھی جھانک لے تو مارے اشتیاق کے
تیری چربی پگھل جائے اور تیری جان نکل جاوے اور اگر دوزخ کی طرف ایک مرتبہ جھانکے تو تیری چربی پگھلے اور آنسوؤن کی جگہ پیپ رو دے اور
ٹاٹ کے عوض لوہا پہنے۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص رات کو تو تہجد پڑھتا ہی اور صبح کو اُٹھکر چوری
کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز اُسکو اُسکے عمل سے روک دیگی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی رحم کرے اُس مرد پر کہ رات سے
اُٹھکر نماز پڑھے پھر اپنی بی بی کو جگادے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی چھڑک دے اور اللہ تعالی رحم کرے اُس عورت پر
کہ رات سے اُٹھکر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگادے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اُٹھے تو اُسکے منھ پر پانی کا چھینٹا دے اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بی بی کو جگادے اور وہ دونون دوگانہ نماز ادا کرین تو خدائے تعالے کے زیادہ تر ذاکرین اور ذاکرات
مین لکھے جاوینگے۔ اور فرمایا کہ فرض نماز کے بعد سب مین افضل نماز شب ہی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص اپنے ورد یا اُس مین سے کسی قدر سے رات کو سو جاوے پھر فجر اور ظہر کے درمیان مین اُس کو پڑھ لے تو اُسکے لیے ایسا ہی لکھا جاوے گا
کہ گویا رات سے پڑھا ہی۔ اور آثار بھی اس باب مین بہت ہین حضرت عمر رضہ اپنے رات کے ورد مین کوئی آیت خوف کے مضمون کی پڑھتے
تو گر جاتے یہانتک کہ بہت دنون آپکی عیادت کی جاتی جیسے بیمارون کی عیادت ہوتی ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ جب لوگ سو جاتے تو
اُنکے پڑھنے کی آواز صبح تک مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سُنی جاتی اور کہتے ہین کہ ایک رات سفیان ثوری رح نے کھانا پیٹ بھر کھایا پھر فرمایا کہ
گدھے کو جب گھاس زیادہ دی جاتی ہی تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہی پس صبح تک عبادت کرتے رہے۔ اور طاوس رح جب اپنے بستر پر لیٹتے تو

اسپر ایسے اُچھلتے جیسے دانہ بھونتے کے وقت اُچھلتا ہے پھر اُچھلکر اُس سے علیحدہ ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے پھر فرماتے ع عابد کی نیند یاد جہنم مین اُڑگئی ۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہین کہ ہم کوئی کام زیادہ سخت رات کی محنت اور اُس مال کے دینے سے نہین جانتے پھر کسی نے اُن سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تہجد گزارون کے چہرے اور لوگون سے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا اس لیے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہا ہوتے ہین اسی لیے اللہ تعالیٰ انکو اپنے نور مین سے کسی قدر پہنا دیتا ہے اور کوئی نیک بخت اپنے کسی سفر سے پھر کر آئے اُنکے لیے بستر بچھایا گیا اُسپر سو رہے یہان تک کہ اُنکا ورد شب کا فوت ہوگیا اُنھون نے قسم کھائی کہ آیندہ کو کبھی بستر پر نہ سوؤنگا ۔ اور عبدالعزیز ابن ابی رواد رات گئے اپنے بستر کے پاس آتے اور اُسپر ہاتھ پھیر کر کہتے کہ تو نرم تو ہے مگر بخدا کہ جنت مین تجھ سے بھی نرم تر ہے پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے ۔ اور فضیلؒ کا قول ہے کہ جب رات میرے سامنے آتی ہے تو اول اول اُس کی درازی سے مجھے خوف لگتا ہے مگر مین قرآن شروع کردیتا ہون تو اپنی حاجت پوری بھی نہین کرتا کہ صبح ہوجاتی ہے ۔ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اُسکے سبب سے رات کے اُٹھنے سے محروم رہتا ہے اور فضیلؒ فرماتے ہین کہ جب تم سے رات کا جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا نہو سکے تو جان لو کہ تم محروم ہو اور تمھارے گناہ بہت ہوگئے ہین ۔ اور صلہ بن اشیمؒ تمام رات نماز پڑھتے جب سحر ہوتی تو دعا کرتے کہ الٰہی مجھ جیسا شخص جنت کیسے طلب کرے لیکن اپنی رحمت سے مجھکو دوزخ سے پناہ دے ۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ مجھ سے شب بیداری نہین ہوسکتی اُسنے کہا کہ بھائی دن کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی مت کر پھر شب بیداری نہ کرنے کا مضائقہ نہین ۔ اور حسن بن صالح کے پاس ایک لونڈی تھی اُنھون نے ایک قوم کے ہاتھ اُسکو بیچ ڈالا جب آدھی رات ہوئی وہ لونڈی اُٹھی اور کہا کہ اُٹھو گھر والو نماز پڑھو اُنھون نے کہا کہ کیا صبح ہوگئی جو نماز پڑھین لونڈی نے پوچھا کہ تم فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہین پڑھتے اُنھون نے کہا کہ نہین وہ لونڈی حسنؒ کے پاس آئی اور کہا کہ آقا تم نے مجھکو ایسے لوگون کے ہاتھ بیچا جو تہجد نہین پڑھتے مجھکو واپس کر لو چنانچہ اُنھون نے اُسکو لوٹا لیا اور دام پھیر دیے ۔ اور ربیع کہتے ہین کہ مین امام شافعیؒ کے مکان مین بہت راتون سویا ہون مین نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سوتے تھے اور ابو جویریہ کہتے ہین کہ مین حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ چھ مہینے رہا ہون اس عرصہ مین کوئی شب ایسی نہین ہوئی کہ آپ نے زمین پر اپنی کروٹ لگائی ہو ۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ کا دستور تھا کہ نصف شب عبادت کیا کرتے لیکن ایکبار کچھ لوگون کے پاس گذر ہوا تو اُنھون نے آپس مین ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات عبادت کرتا ہے آپ نے اپنے دل مین کہا کہ میری صفت وہ بیان کرتے ہین جو مین کرتا نہین اسی لیے آیندہ کو تمام رات عبادت کرنے لگے اور کہتے ہین کہ رات کو آپ کے لیے کوئی بستر نہ تھا اور کہتے ہین کہ مالک بن دینارؒ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ پڑھکر صبح کردی ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون ۔ اور مغیرہ بن حبیب کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو دیکھا کہ اُنھون نے بعد عشا کے وضو کیا پھر اپنی جا نماز پر کھڑے ہو کر اپنی داڑھی پکڑی اور آنسوؤن سے گلا رُک گیا پھر یہ کہنا شروع کیا کہ الٰہی مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کردے الٰہی تجھے تو معلوم ہے کہ جنت مین کون رہیگا اور دوزخ مین کون رہیگا تو مالک ان دونون فریقون مین سے کونسا ہے اور ان دونون گھرون مین سے مالک کا گھر کونسا ہے اسی طرح صبح صادق ہونے تک کہتے رہے ۔ اور مالک بن دینار کہتے ہین کہ ایک رات مین اپنا ورد بھول گیا اور سو رہا خواب مین دیکھا کہ ایک عورت نہایت خوبصورت ہاتھ مین رقعہ لیے ہے اور مجھ سے کہتی ہے کہ تمکو اچھی طرح پڑھنا آتا ہے مین نے کہا کہ ہان اُسنے وہ رقعہ مجھے دیدیا دیکھا تو مین اس

مضمون کا ایک قطعہ تھا **قطعہ** تضمین کیا ہوں میں مُلا اللہ داد رامانی نے ٪ کہ وہ حوا لقش حور جنتی دل کے سفینے سے ٪ بہار عمر دائم ہی نہیں ہو موت جنت میں ٪
ملو حوروں سے اور اُنکو لگاؤ اپنے سینے سے ٪ اُٹھو اب خواب غفلت سے کہ اس سونے سے بہتر ہی ٪ تہجد میں ہو قرآن کی تلاوت گر قرینے سے ٪ اور کہتے ہیں کہ
مسروق نے حج کیا اور تمام سفر میں رات کو صرف سجدہ ہی کرنے میں بسر کر دی اور ازہر بن مغیث جو بڑے تہجد گزاروں میں تھے کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک
عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھسے نکاح کر لے اُسنے
کہا کہ تو میرے مالک سے منگنی کا پیام کر اور میرا مہر دے میں نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہی اُسنے کہا کہ بہت سا تہجد پڑھنا۔ اور یوسف بن مہران کہتے ہیں کہ
میں نے سُنا ہی کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی صورت ہی جسکے پنجے موتی کے اور رخسار سبز زبرجد کے ہیں جب اول تہائی رات جاتی ہی تو وہ اپنے
بازو پھیلا کر بانگ دیتا ہی اور کہتا ہی کہ جاگنے والے اُٹھیں اور جب آدھی رات گذرتی ہی تو بازو ہلا کر چِلّاتا ہی اور کہتا ہی کہ تہجد پڑھنے والے اُٹھیں اور
جب دو تہائی شب گذرتی ہی تو دونوں بازو بجا کر بولتا ہی کہ نماز پڑھنے والے اُٹھیں اور جب صبح صادق ہو جاتی ہی تو بازوؤں کو ایک دوسرے پر
مار کر آواز کرتا ہی کہ غافل لوگ اُٹھیں اور اپنے گناہ لیے اُٹھیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس برس اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھا اور کہا کرتے
تھے کہ اگر میں اپنے مکان میں شیطان کو دیکھوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہی کہ اس میں بستر دیکھوں کیونکہ اُسکو دیکھنے سے نیند آتی ہی اور اُنکے پاس ایک
چمڑے کا تکیہ تھا جب اُنکو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اُسپر رکھکر تھوڑے جھونکے لیتے پھر نماز میں لگ جاتے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ میں نے پروردگار
جل شانہ کو خواب میں دیکھا اور سُنا کہ یہ ارشاد فرماتا ہی کہ قسم ہی اپنی عزت اور جلال کی میں سلیمان تیمی کی خوابگاہ بہت بہتر کرونگا کہ اُسنے میرے لیے چالیس
برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہی۔ اور کہتے ہیں کہ سلیمان تیمی کا مذہب یہ تھا کہ جب نیند کا اختلاط دل میں ہو جاوے تو وضو جاتا رہتا ہی اور
بعض کتب پیشین میں خدا تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہی کہ فرماتا ہی کہ میرا بندہ جو حقیقت میں میرا بندہ ہی وہ ہی کہ اپنے اُٹھنے کے لیے مرغ کی آواز کا انتظار نہ کرے
تیسرا بیان اُن اسباب کے ذکر میں جن سے رات کا اُٹھنا سہل ہو۔ واضح ہو کہ رات کا اُٹھنا خلق پر مشکل ہی مگر جن لوگوں کو خدا تعالیٰ توفیق دیتا ہی کہ
اُسکے سہل ہونے کی ظاہری اور باطنی شرطوں کو بجا لاتے ہیں اُنپر کچھ دشوار نہیں اب جاننا چاہیئے کہ ظاہری شرطیں اسکے لیے چار ہیں اول یہ کہ
کھانا بہت نہ کھاوے کیونکہ بہت کھانے سے پانی بہت پیویگا پھر نیند بہت آوے گی اور اُٹھنا بھاری پڑ جاویگا بعض مشائخ ہر شب دسترخوان پر
کھڑے ہو کر کہتے کہ اے گروہ مریدان بہت مت کھاؤ ورنہ پانی بہت پیوگے اور بہت سا سوؤ گے پھر مرنے کے وقت بہت سا پچتاؤ گے اور
معدہ کا غذا کی ثقالت سے ہلکا رہنا ایک بڑی اصل ہی دوم یہ کہ دن کو اپنے نفس پر ایسی مشقت کے کام نہ ڈالے جن سے اعضا چور ہو جاویں اور
پٹھے سست پڑ جاویں کیونکہ اس وجہ سے بھی نیند آتی ہی سوم یہ کہ دن کو سونا نہ چھوڑے کہ رات کو اُٹھنے کے لیے یہ سونا سنت ہی چہارم یہ کہ دن
کو بہت سے گناہ نہ کرے کیونکہ گناہوں کا ارتکاب دل کو سخت کرتا ہی اور بندہ میں اور سامان رحمت میں حائل ہوتا ہی ایک شخص نے حضرت حسنؒ سے
کہا کہ میں آرام سے سوتا رہتا ہوں اور رات کے اُٹھنے کو دوست رکھتا ہوں اور وضو کا پانی تیار رکھتا ہوں پھر مجھے کیا ہوا ہی کہ جاگتا نہیں آپ نے
فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تجھے روک رکھا ہی۔ اور حضرت حسنؒ جب بازار میں جا کر لوگوں کی آواز اور بیکار باتیں سنتے تو فرماتے کہ میری دانست
میں ان لوگوں کی رات بڑی ہی کیونکہ یہ دن کو نہیں سوتے اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کے عوض میں پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا
لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون سا گناہ تھا فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو روتے دیکھکر اپنے جی میں کہا کہ یہ ریاکار ہی۔ اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں کرز بن وبرہؒ

کے پاس گیا اُسوقت وہ روتے تھے مین نے پوچھا کہ کہین سے کوئی خبر مرگ آپ کے کسی قریب کی آئی ہی فرمایا کہ اس سے بھی سخت بات ہی مین نے کہا کہ آپ کے کہین درد ہی جو ایذا دیتا ہی فرمایا کہ اس سے بھی سخت ہی مین نے کہا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہی اور پردہ چھوٹا ہوا ہی اور رات کا ورد مین نے نہین پڑھا اور اس کی وجہ بجز اس کے نہین کہ مین نے کوئی گناہ کیا ہی اور یہ اسلیے کہ خیر نیکی کی طرف بلاتی ہی اور بدی شر کی طرف داعی ہی اور یہ دونون اگر تھوڑے بھی ہون تو بہت کی طرف کھینچتے ہین اور اسی وجہ سے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہی کہ کسی شخص سے جماعت کی نماز بدون کسی گناہ کے فوت نہین ہوتی - اور فرمایا کرتے تھے کہ رات کو احتلام ہونا ایک سزا ہی اور جنابت کے معنی دوری کے ہین اور بعض علما فرماتے ہین کہ اے مسکین جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لے کہ کس کے پاس افطار کرتا ہی اور کس چیز پر افطار کرتا ہی کیونکہ بندہ ایک ایسا لقمہ کھاتا ہی جس سے اُسکا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہی اور پھر حالت اصلی پر نہین لوٹتا۔ غرضکہ گناہ سب موجب سختی دل ہوتے ہین اور تہجد سے مانع ہین خصوصاً حرام کی غذا کی تاثیر اس مین بہت ہی اور دل کی صفائی اور اُسکو خیرات کی طرف جنبش دینے مین جسقدر حلال کا لقمہ اثر کرتا ہی اُس قدر دوسری چیز نہین کرتی اور اس بات کو جو لوگ دلون کے نگران ہین تجربہ اور شریعت کی شہادت سے جانتے ہین - اور یہین وجہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ بہت لقمے ایسے ہین کہ تہجد کے مانع ہوتے ہین اور اکثر نگاہ ایسی ہین کہ سورت کے پڑھنے کے مانع ہین اور بندہ ایک غذا کھاتا ہی اور ایک کام کرتا ہی جس سے برس روز کے تہجد سے محروم ہو جاتا ہی اور جس طرح کہ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہی اسی طرح فحش اور برائی بھی نماز سے اور تمام خیر کے کامون سے روکتی ہی اور ایک محبس کے داروغہ نے ذکر کیا ہی کہ مین دینور کے بندی خانہ کا کچھ اوپر تیس برس داروغہ رہا جو کوئی رات کو گرفتار ہو کر آتا مین اُسکا حال پوچھتا کہ اُسنے نماز عشا بجماعت پڑھی ہی یا نہین لوگ یہی کہتے کہ نہین پڑھی مین جان لیتا کہ یہی وجہ اسکی گرفتاری کی ہوئی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جماعت کی برکت فحش اور برائی کے ارتکاب کی مانع ہی اور باطن کے اسباب بھی تہجد کے اُٹھنے کے لیے چار ہین **اول** دل کا مسلمانون کے کینے اور بدعتون اور فضول ترددات دنیاوی سے صاف ہونا اسلیے کہ جس شخص کا دل فکر دنیا کی تدبیرین ڈوبا رہتا ہی تو مکورات کو اُٹھنا نصیب نہین ہوتا اور اگر اُٹھتا ہی تو نماز مین تامل نہین کرتا اپنے ترددات ہی مین مبتلا رہتا ہی اور وہی وسوسے اُسکے دل کو گھیرے رہتے ہین جیسے شیخ سعدیؒ نے لکھا ہی **شعر** شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭ **دوم** دل پر ہر وقت خوف کا غالب رہنا اور جینے کی توقع کم ہونی کیونکہ جب آخرت کی ہولون اور دوزخ کے طبقات کو سوچیگا تو اُسکی نیند اُڑ جاویگی اور خوف بڑھ جاویگا جیسا طاؤسؒ کا قول ہی **مصرع** عابد کی نیند یاد جہنم مین اُڑ گئی ٭ اور جیسے مروی ہی کہ ایک غلام صہیب نام بصرہ مین تھا تمام رات جاگا کرتا اُسکی مالکہ نے اُس سے کہا کہ تیرا رات بھر کا جاگنا دن کے کام کرنے کا حارج ہی اُسنے کہا کہ صہیب کو جب دوزخ کی یاد آتی ہی تو اُسکو نیند نہین آتی اور ایک دوسرے غلام سے کہ وہ بھی رات بھر نہ سوتا تھا کسی نے کہا کہ رات بھر کیون جاگتا ہی اُسنے جواب دیا کہ جب مین دوزخ کو یاد کرتا ہون تو مجھکو خوف زیادہ لگتا ہی اور جب جنت کو یاد کرتا ہون تو شوق زیادہ ہوتا ہی اسلیے سو نہین سکتا اور ذوالنون مصریؒ نے ایک قطعہ اس مضمون کا فرمایا ہی **قطعہ** قرآن جو کہ حاوی ہی وعدہ وعید پر ٭ مانع ہی شب مین اہل تلاوت کو خواب سے ٭ سمجھے ہین وہ کلام شہنشاہ اسلیے ٭ گردن جھکائے رہتے ہین اور دل کباب سے ٭ اور یہ بھی قطعہ اسی مضمون کا ہی **قطعہ** خواب غفلت مین جو تو سوتا ہی سُن ای غافل ٭ ایک دن خواب کی کثرت سے تجھے ہو حسرت ٭ تجھکو معلوم نہین قبر مین مرنے کے بعد ٭ مدتون تک تجھے سونے کی ملیگی فرصت ٭ یا گنا ہون کا ترے واسطے وان ہو بستر ٭ خیر کے کامون کا یا ہووے گا فرش راحت ٭

می بندم

کیا تجھے موت کے شغلون سے ہوا حاصل امن ٭ بڑی کثرت سے ہی ناموں پہ اُسکی آفت ٭ اور حضرت ابن مبارک رحمۃ نے اس مضمون کا قطعہ فرمایا
ہی **قطعہ** شب کی تاریکی کی ہوتی ہی اُٹھانی محنت ٭ صبح تک پھر تو عبادت ہی مین وہ ہوتے ہین ٭ خوف سے نیند اڑی اسلیے مین شب بیدار ہی
اس دنیا مین ہی جن لوگون کو وہ سوتے ہین ٭ **سوم** یہ کہ اُن آیات و اخبار و آثار سے جو رات کے جاگنے کی فضیلت مین مذکور ہو چکے اُن کا
ثواب معلوم کرے اور اپنی توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرے تاکہ طلب مزید اور جنت کے درجات کی رغبت اس شوق سے جوش کرے چنانچہ
مروی ہی کہ کوئی نیکبخت جہاد سے لوٹ کر اپنے گھر آئے اُنکی بی بی نے بستر تیار کیا اور اُنکی منتظر رہی وہ بزرگ مسجد مین جا کر صبح تک نماز پڑھتے رہے
صبح کو اُنکی بی بی نے اُنسے کہا کہ ہم کو مدت سے تمہارا انتظار تھا اب جو تم آئے تو صبح تک نماز پڑھتے رہے اُنھون نے کہا کہ مین جنت کی ایک
حور کے سوچ مین تھا رات بھر اُسکے اشتیاق مین جاگتا رہا اور گھر اور بی بی کو بھول گیا **چہارم** جو سب باعثون مین اشرف ہی اللہ تعالی
کی محبت اور اس بات پر اعتقاد قوی کرنا ہی کہ عبادت مین جو حرف بولتا ہون اُس سے اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات کرتا ہون اور وہ میرے
حال پر مطلع ہی اور اُسکے ساتھ جو کچھ دل مین خطرہ ہو اُسکو مشاہدہ کرے اور جانے کہ یہ خطرے اللہ تعالی کی طرف سے میرے ساتھ خطاب کے
ہین پس جب اللہ تعالی سے محبت ہوگی تو اُسکے ساتھ خلوت کو بھی پسند کریگا اور اُس سے مناجات کرنے سے لذت پاویگا اور یہی لذت اُسکو
مناجات کی کثرت سے جاگنے کا باعث پڑیگی اور اس لذت کو کچھ بعید نہ جاننا چاہیئے کیونکہ عقل اور نقل دونون اسکے شاہد ہین دلیل عقلی تو یہ ہی
کہ جو شخص دوسرے پر خوبصورتی کی جہت سے عاشق ہو یا پادشاہ کو اُسکے انعام کی جہت سے چاہتا ہو اُسکے حال کو تامل کرو کہ خلوت مین اپنے
محبوب کے ساتھ رہنے اور اُسکی مناجات سے کیسی لذت پاتا ہی کہ نیند تک اُسکو رات بھر نہین آتی۔ اب اگر یہ کہو کہ خوبصورت آدمی کو تو دیکھنے سے
لذت ہوا کرتی ہی خدائے تعالی تو معلوم نہین ہوتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر محبوب شخص خوبصورت پردہ کی آڑ مین یا اندھیرے مکان مین ہو تب
بھی عاشق کو صرف اُسکے پاس ہونے سے لذت ہوتی ہی اگرچہ اُسکی طرف نہ دیکھے اور نہ اور کسی امر کی طمع ہو اور عاشق کو اسی مین مزہ ہوتا ہی کہ
اپنی محبت اُسکے سامنے بیان کردے اور اپنی زبان سے اُسکا ذکر ایسی طرح کرے کہ معشوق بھی سنے کہ میرا ذکر کرتا ہی گو اُسکو عاشق کی یہ باتین
معلوم ہون اگر عاشق کو اُن مین مزہ ملتا ہی اب اگر یہ کہو کہ عاشق اپنے معشوق کے جواب کا منتظر رہتا ہی اور جب اُسکا جواب سنتا ہی تو اُس سے لذت
پاتا ہی اور اللہ تعالی کا کلام تو نہین سنتا اُس مین کیسے لذت ہوگی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر عاشق کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ معشوق جواب نہین دیتا اور ساکت
چپ ہو رہتا ہی تب بھی اُسکو اپنے حالات کہدینے اور مافی الضمیر کو پیش کردینے کی لذت ہی ہوتی ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی **بیت** تغافل تو مرا نیز
از لطفیست ٭ کہ این ہر کس و آن خاص از برای من است ٭ اور اہل یقین کے جو اُنکا مناجات مین دل پر کیفیتین وارد ہوتی ہین وہ اُن کو خدا تعالی
کی طرف سے سمجھتے ہین اور اُنسے لذت پاتے ہین جیسے کوئی پادشاہ کے پاس خلوت مین ہو کر رات کے وقت اپنی حاجتین اُس سے کہے اور اُسکے
انعام کی توقع سے لذت پاوے اور چونکہ اللہ تعالی سے توقع رکھنی زیادہ سچی ہی اور جو چیز اُسکے پاس ہی وہ دوسرون کے پاس کی چیز سے
زیادہ تر باقی رہنے والی اور مفید ہی تو پھر اپنی حاجتون کو اُسپر پیش کرنے سے خلوت مین لذت کیسے نہوگی اور دلیل نقلی اس لذت کی یہ ہی کہ شب بیدار
اپنے رات کے جاگنے سے لذت پاتے ہین اور اسی وجہ سے رات کو کوتاہ جانتے ہین جیسے عاشق شب وصل کو کوتاہ سمجھتے ہین چنانچہ کسی شب بیدار
سے پوچھا کہ رات کو آپکا کیا حال رہتا ہی اُنھون نے کہا کہ مین نے تو اس بات کا کبھی لحاظ نہین کیا کیونکہ رات مجھے اپنی صورت دکھاتی ہے

اور ڈھلی جاتی ہی مین سوچنے بھی نہین پاتا کہ رات ہی۔ اور دوسرے شب بیدار نے فرمایا ہو کہ مین اور رات گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہین
کہ کبھی صبح تک مجھ سے آگے نکل جاتی ہی اور کبھی مجھکو فکر سے علحدہ کر دیتی ہی۔ اور ایک اور شخص سے پوچھا گیا کہ رات تمپر کس کیفیت سے ہوتی ہے
اُنھون نے فرمایا کہ ایک گھنٹہ کی شب ہوتی ہی جس مین میری دو حالتین ہوتی ہین کہ جب اندھیرا آتا دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون ابھی یہ خوشی
پوری نہین ہوتی کہ صبح ہو جانے کا غم کرتا ہون۔ اور علی بن بکار کہتے ہین کہ چالیس برس سے مجھے اور کسی چیز کا غم نہین بجز صبح ہو جانے کے
اور ایک وہم کے، دم مین صبح ہو جاتی ہی۔ اور فضیل بن عیاض فرماتے ہین کہ جب آفتاب ڈوبتا ہی تو مین خوش ہوتا ہون کہ اپنے پروردگار سے
خلوت نصیب ہوگی اور جب آفتاب نکلتا ہی تو رنج کرتا ہون کہ لوگ میرے پاس آوینگے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ شب بیدارون کو
رات مین زیادہ مزا ہی بہ نسبت اہل لہو کے اپنے لہو مین رہنے کے اور اگر رات نہوتی تو مین ہرگز دنیا مین رہنا پسند نہ کرتا اور یہ بھی اُنھین کا
ارشاد ہی کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ شب بیدارون کو اُنکے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذت عنایت فرماوے جو اُنکو شب بیداری مین
حاصل ہوتی ہی تو اُنکے اعمال کے ثواب سے یہ لذت زیادہ ہو۔ اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ دنیا مین کوئی ایسا وقت نہین جو اہل جنت کے
ارشاد کے مشابہ ہو مگر ہان جو مناجات کی حلاوت کہ رات کو عاجزی والون کے دلون مین ہوتی ہی وہ البتہ جنت کی نعمتون کے مشابہ ہی۔
اور بعضے اکابر فرماتے ہین کہ مناجات کی لذت دنیا مین سے نہین بلکہ وہ جنت کی چیز ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو اپنے دوستون کے لیے ظاہر کیا ہی
اور انکے سوا اور کسی کو وہ نصیب نہین ہوتی اور ابن منکدر فرماتے ہین کہ دنیا کی لذتون مین سے تین باقی ہین اول رات کا جاگنا دوم
بھائیون سے ملنا سوم جماعت مین نماز پڑھنا۔ اور ایک عارف فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ سحر کے وقت مین شب بیدارون کے دلون کیطرف
نظر کرتا ہی اور انکو نور سے بھر دیتا ہی تو فوائد اُنکے دلون پر اتر کر روشن ہوتے ہین پھر اُنکے دلون سے نور زائد غافلون کے دلون کی طرف پھیلتا ہی
اور کسی عالم قدیم کا قول ہی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صدیق کو وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ لوگ ایسے ہین کہ وہ مجھ سے محبت رکھتے ہین اور
مین اُنسے اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین اُنکا اور وہ میرا ذکر کرتے ہین اور مین اُنکا اور وہ میری طرف دیکھتے ہین اور مین اُنکی طرف بس اگر تو اُنکے
طریقہ کے مطابق عمل کریگا تو مین تجھکو دوست رکھونگا اور اگر تو اُنسے منحرف ہوگا تو تجھ پر نہایت درجہ کو خفا ہونگا اس صدیق نے عرض کیا کہ الٰہی
اُن بندون کی پہچان کیا ہی فرمایا کہ دن کو تو سایہ کی تاک ایسی رکھتے ہین جیسے چرواہا بھیڑی کی تاک رکھتا ہی اور دن ڈوبنے پر ایسے ٹوٹتے ہین
جیسے پرندا اپنے گھونسلے پر ٹوٹتا ہی جب اُنپر رات آجاتی ہی اور اندھیرا اکھلجاتا ہی اور ہر ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہا ہوتا ہی تو وہ لوگ اپنے
پاؤن میرے لیے کھڑے کرتے ہین اور چہرون کو میرے سامنے زمین پر رکھتے ہین اور میرے کلام سے میرے ساتھ مناجات کرتے ہین اور میرے
انعام کے واسطے میرے سامنے خوشامد کرتے ہین اُسوقت کوئی چیختا ہی کوئی روتا ہی کوئی آہ کرتا ہی کوئی دم شکایت بھرتا ہی جو کچھ وہ میرے لیے
مشقتین اُٹھاتے ہین وہ میری آنکھون مین ہی اور کچھ میری محبت مین محنت کے شاکی ہین وہ مین سب سُنتا ہون میری اول عطا اُن کو یہ ہی کہ
اپنا کچھ نور اُنکے دلون مین ڈال دیتا ہون تو وہ میرا حال بتاتے ہین جیسے مین اُنکا حال بتاتا ہون اور دوسری عطا میری یہ ہی کہ اگر ساتون آسمان اور
ساتون زمینین اور اُنکے درمیان کی چیزین اُنکے مقابل مین ہون تو مین اُن سب کو اُنکے سامنے کم جانون اور تیسری عطا یہ ہی کہ مین اپنے
چہرے سے اُنکی طرف متوجہ ہوتا ہون تو بتاؤ کہ جس کی طرف مین ایسی طرح متوجہ ہون کوئی جان سکتا ہی کہ مین اُسکو کیا دیا چاہتا ہون۔ اور مالک
بن

بن دینار رح فرماتے ہین کہ جب رات سے اُٹھکر آدمی تہجد پڑھتا ہی تو اللہ تعالی اُس سے قریب ہو جاتا ہی - اور اکابر سلف جو نرمی اور حلاوت اور انوار اپنے دلون مین پاتے تھے تو اُسکی وجہ یہی جانتے تھے کہ دل کو نزدیکی پروردگار کی ہوتی ہی اور اس امر کا ایک بھید اور تحقیق ہی باب محبت مین اُسکا بیان اشارةً آویگا - اور مروی ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ای میرے بندے مین تیرے دل کے پاس ہو گیا اور تو نے میرا نور غیب مین دیکھا اور کسی مرید نے اپنے اُستاد سے شکایت کی کہ مین رات بھر جاگتا ہون کوئی تدبیر ایسی فرمایئے کہ نیند آجاوے اُستاد نے فرمایا کہ بیٹا رات اور دن مین اللہ تعالی کی رحمت کی لپٹین ہوا کرتی ہین بیدار دلون کو لگتی ہین سوتے دلون کو نہین پہنچتین اُن لپٹون کے لگنے کی تدبیر کرو مرید نے کہا کہ اُستاد خوب تدبیر بتائی کہ نہ دن کو سوؤن نہ رات کو جاننا چاہیئے کہ ان لپٹون کی توقع رات کو زیادہ ہی اسلیئے کہ رات مین جاگنے مین دل کی صفائی اور دنیا کے کامون سے علحدگی ہوتی ہی اور حدیث صحیح مین حضرت جابر رضی سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات مین ایک ایسی ساعت ہی کہ جو بندہ مسلمان اُس کو پاتا ہی اور اُس مین اللہ تعالی سے بہتری طلب کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو عنایت ہی کرتا ہی اور ایک روایت مین ہی کہ بہتری امر دنیا اور دین کا طالب ہو تو اس کو دے دیتا ہی اور یہ بات ہر شب مین ہی - اور شب بیدارون کی غرض یہی ساعت ہی اور وہ تمام شب مین معین نہین کہ کس وقت ہی جیسے شب قدر رمضان کے مہینہ مین اور جمعہ کے دن کی ساعت معلوم نہین اور رحمت کی لپٹون کی ساعت بھی ہی واللہ اعلم

چوتھا بیان شب کے حصّون کی تقسیم کے بیان مین جاننا چاہیئے کہ رات کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے سات طرح پر ہی **اول** یہ کہ تمام شب جاگے یہ طور تو ایسے زبردست لوگون کا ہی جو خاص خدا تعالی کی عبادت کے لیئے ہو رہے ہین اور اسکی مناجات سے لذت پاتے ہین اور شب بیداری اُنکی غذا اور اُنکے دلون کی جان ہو گئی ہی اسی جہت سے وہ کثرت بیداری سے نہین تھکتے اور سونا دن کو مقرر کیا ہی جس وقت لوگ کام کاج مین ہون پہلے اکابرین سے کچھ لوگون کا دستور ایسا ہی تھا وہ لوگ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ابو طالب مکی رح نے بیان کیا ہی کہ یہ بات بسبیل تواتر و اشتہار چالیس تابعینون سے منقول ہی اور انمین بعضے ایسے بھی تھے کہ چالیس برس تک اسی پر مداومت کی مثلاً سعید بن المسیب اور صفوان بن سلیم مدینۂ منورہ کے اور فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد مکہ معظمہ کے اور طاؤس اور وہب بن منبہ یمن کے اور ربیع بن خثیم اور حکم کوفہ کے اور ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار شام کے اور ابو عبداللہ خواص اور ابو عاصم عباد کے یعنی مختلف قبیلون کے اور حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی فارس کے اور مالک بن دینار اور سلیمان تیمی اور یزید رقاشی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحیی گریہ کنندہ بصرہ کے اور کہمس بن منہال جو ایک مہینہ مین نوے ختم قرآن مجید کے کرتے اور جو آیت نہ سمجھتے تو رجوع کرتے اور دوبارہ پڑھتے اور مدینۂ منورہ کے باشندون مین سے ابو حازم اور محمد بن منکدر بھی ایسے ہی تھے اور انکے سوا اور تھے جنکا شمار بہت ہی **دوم** یہ کہ نصف شب جاگے اس قسم کے لوگ سلف مین بیشمار ہین جنھون نے نصف شب جاگنے پر مواظبت کی ہی اور اس باب مین عمدہ طریق یہ ہی کہ شب کی اول تہائی اور پچھلا چھٹا حصہ سونے مین بسر کرے تاکہ عبادت اور جاگنا سب کے درمیان اور بیچ مین ہووے کہ یہ صورت افضل ہی **سوم** یہ کہ تہائی شب جاگے اس صورت مین نصف شب اول اور چھٹا حصہ پچھلی شب مین سووے تو افضل ہی کہ آخر شب مین سونا اچھا ہی اس وجہ سے کہ اُس سے صبح کو اونگھ نہین آتی اکابر سلف صبح مین اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے دوسرا فائدہ یہ ہی کہ آخر شب مین سونے سے چہرے پر زردی کم آتی ہی اور انگشت نمائی کم ہوتی ہی لیکن اگر اکثر شب جاگے اور سحر کو سو رہے تو زردی چہرہ بھی کم ہوگی اور اونگھ بھی تھوڑی

ہوگی حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آخر شب مین وتر پڑھ چکتے تو اگر آپ کو حاجت اپنی ازواج کی ہوتی تب تو اُنسے
قربت فرماتے ورنہ جانماز پر لیٹ جاتے یہانتک کہ بلال رض آپ کو نماز کی اطلاع دیتے۔ اور یہ بھی حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی سحر کے وقت جب دیکھا ہی سوتے ہی پایا ہی۔ بعض اکابر سلف نے کہ اُن مین سے ابو ہریرہ رض بھی ہین فرمایا ہی کہ یہ لیٹنا
صبح سے کچھ پہلے سنت ہی۔ اور اُسوقت کا سونا مکاشفہ اور مشاہدہ کا سبب ہی کہ غیب کے پردون کے پیچھے سے اہل دل کو ہوا کرتا ہے
اور ایک یہ بھی اس سے فائدہ ہی کہ اتنے آرام ملنے سے دن کے وظائف مین سے اول وظیفہ پر مدد ملتی ہی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام
اس طرح رات کو جاگتے کہ پچھلی نصف شب مین سے تہائی جاگتے اور چھٹا حصہ پچھلی شب کا سوتے چہارم یہ کہ رات کا چھٹا حصہ یا پانچوان حصہ
جاگے اُسکے لیے افضل یہ ہی کہ نصف آخر شب مین ہو اور بعضون نے کہا ہے کہ رات کا پچھلا چھٹا حصہ جاگے پنجم یہ کہ جاگنے کا کچھ اندازہ
نہو کیونکہ مقدار شب ٹھیک ٹھیک یا تو نبی کو وحی کی جہت سے معلوم ہو سکتی ہی یا اُس شخص کو جو ہیئت جانتا ہو اور چاند کی منزلین پہچانتا ہو اور ایک
آدمی کو اُسکے دیکھنے کے لیے مقرر کردے کہ جب اُس مقام پر چاند ہو تو جگانا تو اُس مین بھی یہ دقت ہی کہ ابر کی راتون مین کھنڈت پڑے گی
لہذا ایسے جاگنے کے لیے مناسب یہ ہی کہ اول شب مین اتنا جاگے کہ اُسکو نیند آجاوے پھر جب آنکھ کھلے تب اُٹھکر عبادت کرے اور جب نیند کا
غلبہ ہو تو سو رہے اس صورت مین ایک شب مین دو بار سونا اور دو بار جاگنا ہوگا اور رات کی محنت اُٹھانی اسی کا نام ہی اور سب اعمال
سے سخت اور افضل یہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی اور حضرت ابن عمر رض اور دوسرے اولوالعزم اصحاب
اور بہت سے تابعین کا طریق یہی تھا۔ اور بعض سلف کے اکابر فرمایا کرتے کہ سونا اول ہی بار کا ہی اگر مین جاگ کر پھر سو رہون تو خدائے تعالی
میری آنکھ کو کبھی نہ سلاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے ایک نہج پر نہ تھا کبھی آپ نصف شب جاگتے کبھی تہائی
کبھی دو تہائی کبھی چھٹا حصہ اور سال کی تمام راتون مین اس طرح مختلف طور ہوتا چنانچہ سورہ مزمل مین دو جگہ ارشاد خداوندی سے یہ بات
معلوم ہوتی ہی مثلاً فرمایا اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ دو تہائی سے قریب تر گویا ایک نصف اور بارھوان
حصہ پس اگر نصفہ اور ثلثہ کو کسرہ دیا جاوے تو نصف اور ثلث دو تہائی کا مراد ہوگا اور تہائی اور چوتھائی سے قریب ہو جاویگا اور اگر نصب
دیا جاوے تو نصف اللیل اور اُس کا سوم حصہ مراد ہوگا۔ اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت اُٹھا کرتے تھے
کہ جب آواز مرغ کی سنتے تھے اس حساب سے چھٹا حصہ شب کا اور اس سے کم ہوتا ہی۔ اور ایک صحابی سے مروی ہی کہ مین نے سفر مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کو خوب دیکھا ہی آپ بعد عشا کے تھوڑا سا سو رہے پھر جاگے اور آسمان کے کنارون کو دیکھکر فرمایا رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
ہٰذَا بَاطِلًا یہانتک کہ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک پہونچ گئے پھر اپنے بستر مین سے ایک مسواک کھینچی اور مسواک کرکے وضو کیا اور نماز پڑھی
یہان تک کہ میری دانست مین اسقدر عرصہ ہو گیا جسقدر کہ آپ سوئے تھے پھر آپ لیٹ رہے حتی کہ مین نے کہا کہ جس قدر آپ نے نماز
پڑھی تھی اُسی قدر سوئے پھر آپ جاگے اور جو اول بار آیت پڑھی تھی وہی اس بار پڑھی اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اس دفعہ کیا ششم جو
کمتر مقدار جاگنے کی ہی یہ ہی کہ بقدر چار رکعتون یا دو رکعتون کے جاگے یا یہ کہ وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رخ ایک ساعت ذکر و دعا مین مشغول
ہو کر بیٹھے تو یہ شخص خدائے تعالی کی رحمت اور فضل سے تہجد گزارون کے زمرہ مین لکھا جاویگا۔ اور ایک اثر مین آیا ہی کہ رات کو نماز پڑھے

والا

۱ ح مسلم ۱۲
۲ ح بخاری و مسلم ۱۲
۳ ح ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت اُم سلمہ ۱۲
۴ ح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲
۵ یعنی تیرا رب جانتا ہے کہ تو اُٹھتا ہے نزدیک دو تہائی رات سے اور آدھی رات اور تہائی رات ۱۲
۶ ح بخاری و مسلم ۱۲
۷ ح نسائی بروایت حمید بن عبد الرحمن ۱۲
۸ ح ابو الولید ابن خیثمہ بروایت ایاس بن معاویہ ۱۲

اگرچہ مقدار بکری کے دودھ نکالنے کے ہو غرضکہ تقسیم شب کے یہ طریق ہین طالب آخرت اُن مین سے جو اپنے اوپر آسان دیکھے اُسکو اختیار کرے ہفتم یہ کہ جس صورت مین رات کے ٹھیک درمیان مین اٹھنا دشوار ہو تو چاہیئے کہ مغرب اور عشا کے درمیان کے وقت کو اور عشا کے بعد کے وقت کو عبادت سے خالی نہ چھوڑے پھر صبح صادق سے پیشتر سحر کے وقت اٹھ کھڑا ہو ایسا نہو کہ صبح صادق ہونے کی حالت مین ہو جاوے تو اس صورت مین رات کی دونون طرفون مین جاگنا اور عبادت ہو جاوے گی اور چونکہ مقدار شب کی طرف اس بیان مین لحاظ اختاتوان مراتب کی ترتیب موافق وقت کی زیادتی اور کمی کے ہے لیکن پانچوین اور ساتوین طریق مین مقدار کی طرف لحاظ نہین کیا گیا اس لیے اُنکا حال آگے پیچھے ہو جانے مین ترتیب مذکورۂ سابق کی طرح نہین کیونکہ ساتوان مثلاً اُس وقت سے کم نہین جو ہم چھٹے طریق مین لکھ آئے ہین اور نہ پانچوان طریق چوتھے کی نسبت کم ہے

پانچوان بیان برس مین جتنے دن اور جتنی راتین عمدہ ہین اُنکے ذکر مین واضح ہو کہ جو راتین کہ فضیلت مین زیادہ ہین اور اُن مین جاگنا اور عبادت کرنا بتاکید مستحب ہے وہ برس مین پندرہ راتین ہین طالب آخرت کو اُن سے غافل نہونا چاہیئے کہ وہ راتین خیر کی اوقات اور تجارت کی جگہین ہین اور جس صورت مین کہ تاجر اپنے موسم سے غافل رہیگا تو اُسکو فائدہ نہ ملیگا اور جب طالب عمدہ اوقات سے بیخبر ہوگا تو فلاح نہ پاویگا اُن پندرہ کی تفصیل یہ ہے کہ چھ راتین ماہ رمضان المبارک مین ہین پانچ تو اخیر عشرہ کی طاق راتین یعنی ۲۱ اور ۲۳ اور ۲۵ اور ۲۷ اور ۲۹ اسکا وجہ سے کہ اُن مین شب قدر تلاش کیجاتی ہے اور ایک سترھوین شب رمضان ہے کہ جس کی صبح کو یوم الفرقان اور یوم التقی الجمعان ہے کہ اُسی روز مین جنگ بدر ہوئی اور ابن الزبیرؓ نے فرمایا ہے کہ یہ رات شب قدر ہے اور باقی نو راتین یہ ہین اول ماہ محرم کی پہلی شب دوم شب عاشورہ سوم اول شب ماہ رجب چہارم پندرھوین شب ماہ مذکور پنجم ستائیسوین شب ماہ مسطور جو شب معراج ہے اور اس شب مین ایک نماز حدیث مین وارد ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس رات مین عمل نیک کرے اُسکو سو برس کی نیکیان ملینگی پس جو شخص اس رات مین بارہ رکعتین پڑھے اور ہر رکعت مین الحمد اور قرآن کی ایک سورت پڑھے اور دو دو رکعتون کے بعد التحیات پڑھتا جاوے اور سلام سب رکعتون کے بعد پھیرے پھر سو دفعہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور سو بار استغفار پڑھے اور سو دفعہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کے امور مین سے جو چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اُسکی دعا قبول فرماویگا بشرطیکہ دعا گناہ کے باب مین نہو ششم پندرھوین شب ماہ شعبان کی اُس مین سو رکعتین ہین ہر رکعت مین الحمد کے سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اکابر سلف اس نماز کو ترک نہ کرتے تھے چنانچہ نفل نماز کے ذکر مین ہم اُسکو لکھ آئے ہین ہفتم شب عرفہ ہشتم و نہم عیدین کی راتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۲] کہ جو شخص عیدین کی دونون راتون مین عبادت کرے اُس کا دل نہ مریگا جس روز کہ دل مرین گے۔ اور برس کے دنون مین عمدہ دن اُنیس ہین تین ہین وظائف کا بیان پڑھنا مستحب ہے پہلا عرفہ دوم عاشورا تیسرا ستائیسوان دن رجب کا جو بہت بڑا شرف رکھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۳] کہ جو شخص ستائیسوین تاریخ رجب کو روزہ رکھے اُس کے لیے اللہ تعالیٰ ساٹھ مہینے کے روزے لکھدیتا ہے اور یہ وہ روز ہے جس روز حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لیکر اُترے تھے چوتھا سترھوان دن رمضان مبارک کا جو بدر کی لڑائی کا دن ہے پانچوان پندرھوان روز شعبان کا چھٹا

[۱] ح الیوم سے ... روایت نبی کریم ... ؟ ... تفصیل ... ابان عن انس ... نقل کیا ہے اور ... تفصیل اور ابان دونون ضعیف ہین اور حدیث منکر ہے ۱۲

[۲] ح ابن ماجہ بروایت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲

[۳] ح ابو موسیٰ مدنی بروایت ابو ہریرہ ...

جمعہ کا روز ساتوان عید کا روزا اور دس دن ذیحجہ کے جو ایام معلومات کہلاتے ہین اور چونکہ عرفہ پہلے گذر چکا تو یہ نو روز رہے اور تین دن ایام تشریق یعنی گیارھوین بارھوین تیرھوین ذیحجہ کی جنکو ایام معدودات کہتے ہین اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب جمعہ اچھی طرح گذرتا ہی تو سب دن اچھے گذرتے ہین اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہی تو تمام سال سلامت رہتا ہی۔ اور بعض علمانے فرمایا ہی کہ جو شخص دنیا مین پانچ روز اپنی لذتون مین رہیگا وہ آخرت مین لذت نپاویگا اور ان پانچ روزون سے اُنکی مراد دو روز عید کے اور ایک جمعہ اور ایک عرفہ اور ایک عاشورا ہی اور ہفتہ کے دنون مین سے بہتر روز پنجشنبہ اور دوشنبہ ہی جن مین اعمال خداوند تعالی کی طرف اُٹھائے جاتے ہین اور روزہ رکھنے کے لیے جو مہینے اور دن اچھے ہین اُنکی فضیلت ہم باب الصوم مین لکھ آئے ہین اب دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہین واللہ اعلم

جلد اول احیاء العلوم کی خدائے تعالے کی عنایت سے پوری ہوئی اس کے بعد دوسری جلد آتی ہی اور اُس کا شروع کھانے کے آداب سے کرین گے بعون اللہ تعالی وحسن توفیقہ والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ وعلے سیدنا محمد وآلہ واصحابہ ائمۃ الہدے

تمت باللہ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب احیاء العلوم مصنفۂ امام غزالی رحمۃ اللہ کی جلد اول کا نفیس ترجمہ مذاق العارفین مترجمۂ مولانا العلامۃ محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ ماہ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۲۹ عیسوی مین مطبع منشی نولکشور صاحب مین بہزاران خوبی طبع ہوا۔ فقط

رجسٹرڈ نمبر ۵۰۴

ا ج ۔ باب اسرار نماز کی پانچوین فصل مین شروع ہے ۱۲

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ اور ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان میں بعض کتب اخلاق و تصوف اردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی حاصل ہو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کتب تصوف بزبان فارسی		بہترین کتاب [illegible]	[illegible]	پندنامہ عطار اخلاق [illegible]	
کلمۃ الحق۔ وحدت وجود پر مکمل بحث		[illegible] الطالب [illegible]		[illegible] درسی [illegible]	۱/
کتاب باوجود مطابق [illegible] دلوی نور اللہ [illegible]		[illegible] شاہ [illegible]	۱۴/	[illegible] الاولیاء [illegible] کی [illegible]	
کی لکھی ہوئی ہے اس کے ساتھ [illegible]		رسالہ [illegible]		اور [illegible]	
شامل ہے از شاہ عبدالعزیز [illegible]	۸/	[illegible] کلام [illegible] شاہ [illegible]		فرید الدین عطار	۱۰/
مکتوبات حضرت شرف الدین یحییٰ		[illegible] زبان [illegible]	۱۲/	فوائد الفواد بیان [illegible]	
منیری [illegible] مذاق تصوف [illegible]	۱۲/	[illegible]		حضرت نظام الدین اولیاء	۱/
مکتوبات جوابی تصوف کے [illegible]		[illegible]		[illegible]	
مشکل اور نادر مضمون۔	۲/	[illegible]		شاہ [illegible]	[illegible]
مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد		[illegible]		[illegible]	
الف ثانی [illegible] مریدوں وغیرہ		[illegible]	[illegible]	[illegible]	
کو تصوف کے [illegible]	[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
گلشن اسرار [illegible] تصوف [illegible]		[illegible]		[illegible]	
بیان میں از مولوی انور علی صاحب	۱/	[illegible]		[illegible]	
کیمیائے سعادت از امام غزالی		[illegible]		[illegible]	ویانی
رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مقبول [illegible]		[illegible]		مثنوی عطار [illegible]	
[illegible]		[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible] مقبول ہو کر [illegible] عالم [illegible]		[illegible]	۲/	مثنوی [illegible]	[illegible]
[illegible]		[illegible]		[illegible]	[illegible]
		[illegible]	۱۲/	[illegible]	

نام کتاب	قیمت
نکات سودمند مشتمل نثر راے چند صاحب زمیندار۔	۱ر
مثنوی شاہ بو علی قلندر بہت مشہور و معروف ہے۔	۳ پائی
مثنوی شیخ بہلول۔ حکایات عارفانہ و کلام صوفیانہ	۱ر
مثنوی مولانا روم کامل از تصنیف مولانا جلال الدین رومیؒ	[illegible]
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ لطائف معنوی از شاہ عبد اللطیف صاحب اس میں نکات مثنوی کو نہایت عمدہ طریقہ سے حل کیا ہے	۱۲ر
التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم نکات فقر و تصوف از مولوی محمد حسن صاحب امروہوی	[illegible]
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ مکاشفات رضوی از مولانا محمد رضا صاحب	[illegible]
جواہر غیبی بحث وحدت الوجود و توحید تحقیق رسالت و ولایت ثبوت از حضرت مظفر علی شاہ صاحب اکبرآبادی و دیگر مسائل تصوف	
کاشفہ سفینہ حنائی	۱۲ر
شرح مثنوی مولانا روم۔ کامل دو جلد [illegible]	

نام کتاب	قیمت
شرح ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسری شرحوں کی حاجت نہیں رہتی تمام مطالب کو نہایت صفائی سے بیان کیا ہے جو اکثر شارحوں کا طریقہ ہے کہ شرح میں علمیت سے کام لیکر اسکو اوق بنا دیتے ہیں وہ بات اس میں نہیں ہے بعض دیگر شرحوں میں جو اغلاط و اسقام ہیں وہ بھی اس میں دکھائے گئے ہیں۔ مصنفہ مولوی ولی محمد صاحب اکبرآبادی کامل در دو جلد۔	[illegible]
جواہر الاسرار شرح مثنوی مولانا روم معروف ہیں دفتروں کی شرح ہے نہایت تلاش سے اسی قدر دستیاب ہوئی چونکہ عجیب و غریب شرح ہے اس لئے مجبوراً اسی کو چھاپ دیا گیا از مولانا حسین ابن حسن سبزواری	[illegible]
تذکرۃ الالٰہی۔ سوانح عمری شاہ ذوالفقار علی صاحب مع ملفوظات از مولانا ابوالحسن [illegible]	۶ر
مثنوی [illegible] مع شرح [illegible] تصوف [illegible]	[illegible]

نام کتاب	قیمت
سے یادگار ہیں۔	عہ
دلیل العارفین۔ یعنی ملفوظات حضرت شاہ معین الدین صاحب اجمیری اس کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔	۳ پائی
لوائح جامی۔ رموز تصوف از مولانا عبد الرحمن جامیؒ	۱ر
مثنوی اسرار العوارف۔ رموز تصوف۔	۱ر
مثنوی دو بحرین۔ معروف بہ مرآۃ العرفان اس مثنوی کی دو بحرین رکھی گئیں اور کچھ لطف یہ کہ دلکش طریقے میں تصوف کے رموز اور اسرار بھی بیان کئے ہیں از مولوی سید اکبر علی خان شیرازی۔	۲ر
انوار الرحمن یعنی ملفوظات شاہ عبد الرحمن صاحب۔	[illegible]
[illegible] در بارۂ سماع از روے حدیث و قرآن مجید بحث کی گئی ہے۔	۱۰ر
[illegible]	۱۲ر

جلد دوم

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

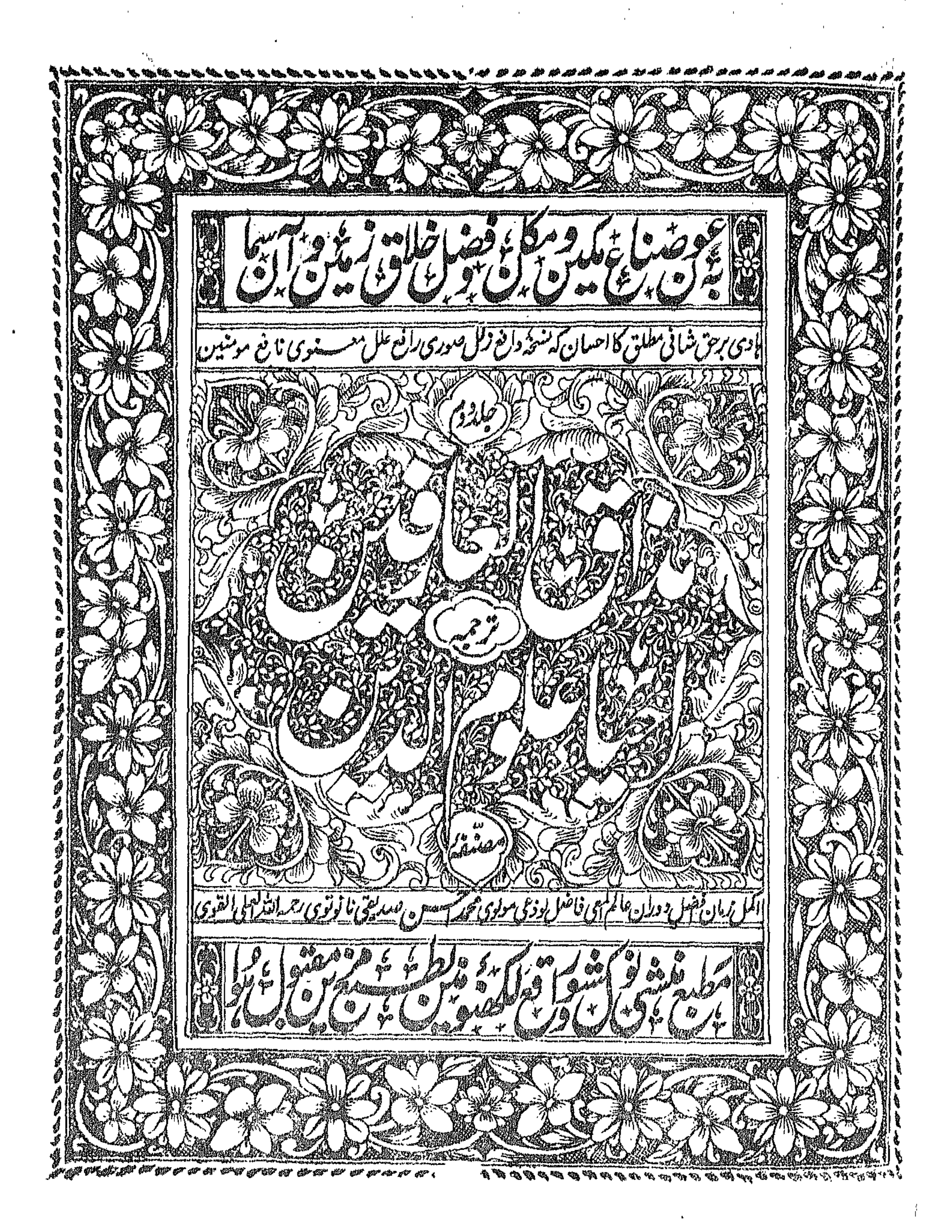
مترجمہ مولوی محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

[illegible]

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد دوم





بعون صانع بیچون و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان
هادی برحق شافی مطلق کا احسان که نسخه دافع رذائل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین
جلد دوم
مذاق العارفین
ترجمه
احیاء علوم الدین
مصنفه
اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمه الله العلی القوی
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مقبول انام ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

یا الٰہی نظر لطف سے کر مقبول | احسن خستہ جو در پر ترے مانگے ہے دعا
جلد اول کا ہوا ترجمہ جسطرح سے ختم | ویسے ہی ترجمہ ہو جلد دوم کا پورا

ترجمہ دیباچہ

سب تعریفین اس خدا کو ہین جسنے اچھی طرح کائنات کو انتظام دیا اور زمین اور آسمانونکو پیدا کیا اور ابر بہاری سے شیرین پانی برسایا پھر اس سے غلہ اور سبزہ اُگایا اور رزقون اور غذاؤن کو اندازسے رکھکر ماکولات سے حیوانونکی حفاظت کی اور حلال غذا کھانے سے طاعات اور نیک اعمال پر اعانت فرمائی۔ اور درود وسلام بے انتہا سالار انبیا صاحب معجزات علیا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی آل مجتبی اور اصحاب ائمہ ہدی پر اسطرح نازل ہو کہ جون جون اوقات گذرتے جاوین اور ساعات ایک دوسرے کے پیچھے آوین اُسی قدر درود وسلام بیشمار ان سب کو شامل ہو بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہے کہ جنت مین دیدار الٰہی سے مشرف ہون اور دیدار الٰہی تک پہونچنے کی کوئی سبیل بجز علم اور عمل کے نہین اور ان دونون پر مداومت کرنی بدون بدن کی سلامتی کے غیر ممکن ہے اور بدن کی سلامتی اچھی طرح جب ہوتی ہے کہ غذا اور کھانا بھوک کے وقت حاجت کے موافق کھاتے رہین اور اسیوجہ سے کسی اگلے نیکبخت کا قول ہے کہ کھانا بھی دین مین سے ہے اور پروردگار عالم نے بھی اس مضمون پر آگاہ کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا یعنی جو شخص کھانے پر اس غرض سے جرأت کرے کہ اُسکے باعث علم وعمل پر مدد اور تقوی پر قدرت حاصل ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو بیکار اور مہمل نہ رکھے اور اپنے نفس کو غذا مین اسطرح نہ چھوڑدے جیسے چوپائے چراگاہ مین چھوٹے رہتے ہین کیونکہ جو غذا دین کا ذریعہ ہے اُسمین دین کے انوار ظاہر ہونے چاہئین اور دین کے انوار اُسکی سنتین اور آداب ہین جنکی مہار مین بندہ ناتھا جاتا ہے اور متقی کو اُنکا لگام دیا جاتا ہے تاکہ کھانے کی بھوک کو شریعت کے میزان سے تول کر کھانے پر اقدام کرین یا اُس سے ہاتھ کھینچین اور اسوجہ سے گناہ کو بھی اپنے اوپر سے ٹالین اور ثواب بھی حاصل کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی کو ثواب دیا جاتا ہے یہانتک کہ لقمہ مین جسکو اپنے منہ کیطرف اُٹھادے خواہ اپنی بی بی

سے منھ کی طرف لیجاوے ۔ اور یہ ثواب اُس صورت مین ہو کہ لقمہ کا اُٹھانا دین کی وجہ سے اور دین ہی کیواسطے ہو اور اُسکے آداب اور وظائف کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی نظر سے ہم کھانیکے فرائض اور سُنتین اور مستحبات اور مکروہات اور ہیئتین بتائے دیتے ہین

پہلا باب کھانے کے آداب مین اور اُس مین چار فصلین اور ایک خاتمہ ہے رباعی

گر کیسا ہی پیدا کرو طاعت مین کمال	دل اُسکا رہے ذکر و عبادت کا خیال	کچھ فائدہ احسن نہ ہو اس محنت سے	کھانیکے لیے اگر نہ ہو مال حلال

واضح ہو کہ کھانے کی چار صورتین ہین ایک یہ کہ تنہا کھاوے دوسرے یہ کہ مجمع کے ساتھ کھاوے تیسرے یہ کہ کھانا اپنے ملنے والونکے سامنے لاکر رکھے چوتھے یہ کہ دعوت اور مہمانی وغیرہ کی خصوصیت ہو جاوے یہین لحاظ انکو چار فصلون مین لکھا جاتا ہے

پہلی فصل اُن آداب کے بیان مین جو تنہا کھانے والے کو ضرور ہین ایسے آداب تین طرح کے ہین کچھ کھانے سے پیشتر ہوتے ہین اور کچھ کھانے کے اثنا مین اور کچھ کھانے کے بعد ان تینون کو ہم تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر ملحوظ ہونے چاہیین وہ سات باتین ہین اوّل یہ کہ کھانا بذات خود حلال ہونیکے بعد کمائی کی جہت سے بھی پاک اور طیب ہو اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہ ہوا ہو جو شریعت مین بُری ہو اور نہ خواہش نفس کے بموجب اور دین کی مداہنت سے پیدا ہوا ہو بلکہ جسطرح باب حلال اور حرام مین طیب مطلق کا ذکر کیا جاویگا اُسطرح کا کھانا ہو ۔ اور اللہ تعالےٰ نے طیب غذا کھانے کا حکم فرمایا ہو جو مال حلال ہو اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پیشتر منع فرمایا تاکہ مال حرام کو نہایت بُرا اور حلال کو بہت بڑا جانا جاوے چنانچہ ارشاد فرمایا یاایّہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الّا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم غرضکہ کھانے مین اصل یہی ہو کہ طیب ہو اور یہ امر دین کے فرائض اور اصول مین سے ہو دوم ہاتھونکا دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر و بعدہ ینفی اللمم ۔ اور ایک روایت مین یون ہو کہ ہاتھونکا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہو ۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ کاروبار کرنے سے ہاتھون پر کچھ نہ کچھ رگا رہتا ہے اسلیے انکا دھو لینا نظافت کے شایان ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ کھانا دین پر مدد حاصل کرنے کے ارادہ سے عبادت ہو تو مناسب ہو کہ اُسکے پیشتر بھی کوئی بات ایسی ہی ہو جیسے نماز سے پیشتر طہارت ہو سوم یہ کہ کھانے کو اُس دسترخوان پر رکھے جو زمین پر بچھا ہو کہ یہ فعل بہ نسبت دسترخوان کے اونچا کرنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قریب تر ہو کہ آپکا دستور تھا کہ جب کھانا آپ کے سامنے آتا تو اُسکو زمین پر رکھتے ۔ غرضکہ یہ صورت فروتنی کے قریب تر ہو اگر یہ نہو سکے تو دسترخوان پر رکھے جسکو سفرہ کہتے ہین اور اُسپر رکھنے سے یہ غرض ہو کہ اُس سے سفر یاد آتا ہو اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقویٰ کی یاد ہوتی ہو اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان اور کشتی مین نہین کھایا اُن سے کسی نے پوچھا کہ پھر کس چیز پر تم کھانا کھایا کرتے تھے فرمایا کہ دسترخوان پر ۔ اور بعض کا قول ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزین نئی پیدا ہوئی ہین ایک اونچے خوان دوسرے چھلنیان تیسرے اشنان چوتھے شکم سیری ۔ اور واضح رہے کہ ہم نے اگرچہ یہ کہا کہ کھانا کھانا دسترخوان پر بہتر ہے مگر ہم یہ نہین کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہو کیونکہ اس بات مین ممانعت ثابت نہین ۔ اور یہ جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ایجاد ہوا ہو تو اُس کا جواب یہ ہو کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہین بلکہ ممانعت اُسی بدعت کی ہو جسکے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت کے موجود

پہنے رہے اس امر کو دور کر دے بلکہ بعض احوال میں جب اسباب بدل جاویں بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہے اور اونچے دسترخوان میں صرف اتنا ہی
ہے کہ کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہے تاکہ کھانے میں آسانی ہو اور اس جیسے امور ایسے ہیں کہ ان میں کراہت نہیں چنانچہ وہ چار چیزیں جو ایجاد بدعت
ہیں وہ سب یکساں نہیں ان میں اشنان بہتر ہے کہ نظافت پائی جاتی ہے اسلیے کہ ہاتھوں کا دھونا نظافت کے لیے ہے اور اشنان سے نظافت اچھی طرح
ہوتی ہے اور اول زمانے کے لوگ جو اسکا استعمال نہ کرتے تھے تو غالباً اس جہت سے ہوگا کہ ان کو اسکی عادت نہ تھی یا ملتا نہ ہوگا یا نظافت میں مبالغہ
کرنے کی نسبت زیادہ تر اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے کہ بعض اوقات ہاتھ بھی نہ دھوتے تھے اور رومال کی جگہ پاؤں کے تلوؤں سے صاف
کر لیتے تھے اور یہ امر ہاتھ دھونے کا مانع نہیں اور چھاننے سے غرض غذا کا صاف کرنا ہے اور یہ بھی مباح ہے بشرطیکہ زیادہ آسائش طلبی کی نوبت
نہ پہنچے اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کے لیے ہے اسمیں اگر نوبت تکبر اور شیخی کی نہو تو مباح ہے باقی رہا پیٹ بھرنا یہ ان چاروں میں سخت تر
بدعت ہے کہ اس سے بڑی بڑی شہوتیں پیدا ہوتی ہیں اور بدن میں رگوں کو جنبش ہوتی ہے اسلیے ان چاروں میں فرق معلوم کر لینا ضرور ہے چہارم یہ کہ
ابتدا میں دسترخوان پر جس طرح بیٹھے آخر تک اسی ٹھیک پر بیٹھا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دو زانو ہو کر اپنے دونوں پاؤں
کی پشت پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی داہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور فرماتے کہ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا میں تو ایک
بندہ ہوں اسیطرح کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے ہی بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے اور تکیہ لگا کر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہے اور کھانا کھانا
لیٹ کر اور تکیہ لگا کر مکروہ ہے مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور پر کھاتے ہیں انکو اسطرح کھانا مکروہ نہیں چنانچہ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت
لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھکر کھایا ہے اور کہتے ہیں کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا ہے اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہیں پنجم یہ کہ غذا کھانے میں یہ نیت
کر لے کہ اس سے طاعت الٰہی میں قدرت حاصل ہوگی تاکہ اس کھانے میں بھی اطاعت کا مضمون بنا رہے اور کھانے میں نیت لذت اور آرام طلبی کی
نہ کرے۔ ابراہیم بن شیبان کا قول ہے کہ میں نے اسی برس سے کوئی چیز اپنی خواہش کے سبب سے نہیں کھائی اور اس نیت کے ساتھ ہی کم غذا کھانے کا
پختہ ارادہ کرے اسلیے کہ جب غذا کھانے میں نیت عبادت پر قوت ہونے کی ہوگی تو نیت اسوقت سچی ہوگی کہ شکم سیری سے کم کھاوے کیونکہ
شکم سیری تو عبادت کی مانع ہے اس سے قوت عبادت نہیں ہوتی اسلیے جب اس نیت کو لازم ہے کہ شہوت کو توڑے اور بہت کی نسبت کم تھوڑے پر
قناعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ما ملا آدمی وعاء شرا من بطنہ حسب ابن آدم لقمات یقمن صلبہ فان لم یفعل فثلث للطعام وثلث
للشراب وثلث للنفس۔ اور نیت مذکورہ میں یہ ضرور ہے کہ ہاتھ کھانے پر اسوقت بڑھاوے کہ جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا ان باتوں میں سے ہے
جو کھانے سے پیشتر ہونی چاہیں پھر شکم کے سیر ہونے سے پیشتر کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور جو شخص ایسا کریگا وہ طبیب کا محتاج نہ ہوگا اور کم کھانے کے
فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام میں آوے گی ششم یہ کہ جو رزق موجود ہو اسپر راضی ہو اور مزہ داری
اور زیادہ طلبی اور سالن کے انتظار میں محنت نہ اٹھاوے بلکہ روٹی کی تعظیم یہی ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے سالن کا انتظار نہ ہو حالانکہ حکم بھی روٹی کی تعظیم کا
حدیث میں ہے آپکا حکم ہے خبز کو جو کھانا ایسا ہے کہ اس سے جان بچی رہے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اسمیں بہت برکت ہے اسکو حقیر نہ جاننا چاہیے

بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جاوے گو نماز کا وقت ہو جاوے بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو آنحضرت نے فرمایا ہی اذا حضر العشاء والعشاء فابدؤا بالعشاء اور حضرت ابن عمرؓ بعض اوقات امام کی قرارت کی آواز سنتے اور اپنے رات کے کھانے سے نہ اُٹھتے اور جس صورت مین کہ نفس کو زیادہ رغبت کھانے کی نہ ہو اور دیر کر کھانے مین نقصان بھی نہ ہو تو بہتر یہی ہی کہ نماز کو پہلے ادا کیا جاوے مگر جس صورت مین کہ کھانا آگیا ہو اور نماز کی تکبیر ہو جاوے اور دیر کر کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جاوے گا یا اور کچھ تردد اسمین ہو تو پہلے کھا لینا مستحب ہی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو خواہ نفس کو رغبت ہو یا نہو کیونکہ حدیث عام ہی اسمین قید رغبت وغیرہ کی نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ دلکو رکھے ہوے کھانے کی طرف کچھ نہ کچھ دھیان ہوتا ہی گو بھوک غالب نہو سوم قسم یہ کہ کھانے پر بہت سے ہاتھ ہونے مین کوشش کرے گو اپنے زن و فرزند ہی ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اجتمعوا علی طعامکم یبارک لکم فیہ اور حضرت انسؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بہتر کھانا وہ ہی جس پر بہت ہاتھ ہوین

دوسرا بیان اُن آداب کے ذکر مین جو عین کھانے کی حالت مین ہونے چاہیین وہ یہ ہین کہ بسم اللہ کھانے کے شروع مین اور الحمد للہ اسکے آخر مین کہے اور ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہی تاکہ کھانے کی حرص خدا تعالے کے ذکر سے نہ بھلا دے اور اول لقمہ پر بسم اللہ کہے اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پکار کر کہے تاکہ دوسرے کو یاد آجاوے اور دہنے ہاتھ سے کھاوے اور نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور لقمہ چھوٹا لیکر خوب چبا دے اور جبتک اسکو نگل نہ جاوے تب تک دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے کہ یہ جلد کھانے مین داخل ہی اور کسی کھانے کی مذمت نکرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے مین عیب نہ لگاتے تھے بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور میوہ کے سوا اور کھانے مین اپنی طرف سے کھاوے جو اپنے قریب ہو مگر میوہ مین اور طرف سے بھی ہاتھ ڈالنے کا مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اُس طرف سے کھاؤ جو تمھارے قریب ہی مگر آپ میوہ پر اپنا دست مبارک اور طرف سے بھی ڈالتے لوگون نے اس باب مین آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ میوہ سب ایک طرح کا نہین اور پیالے کے گرد سے نہ کھاوے اور نہ کھانے کے درمیان سے مثلاً روٹی کا بیچ کھالے اور کنارہ چھوڑ دے بلکہ مع کنارہ روٹی کھاوے اور اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھُری سے نہ کاٹے اور نہ گوشت کو چھُری سے کاٹے کہ حدیث مین اس سے ممانعت ہی اور حکم ہی کہ دانت سے گوشت کو جدا کرو اور روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اور اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ روٹی کی تعظیم کرو کہ خدا تعالے نے اسکو آسمان کی برکتون سے اُتارا ہی اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے کہ بے ادبی ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اسکو اُٹھالے اور جو کچھ اُسپر لگ گیا ہو اُسکو دور کر دے اور اُس لقمہ کو شیطان کے لیے پڑا نہ رہنے دے اور جب تک کھانے کے بعد انگلیان نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے کیونکہ کیا معلوم ہی برکت کس کھانے مین ہی اور گرم کھانے مین پھونک نہ مارے کہ ہی ممانعت ہی

بلکہ اتنا صبر کرے کہ اُسکا کھانا سہل ہوجاوے اور جو ماطاق کھاوے سات یا گیارہ[۱] یا اکیس[۲] یا جتنے کھاے جاوین اور طباق مین خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ مین جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منھ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھے پھر ڈالدے اور جن چیزون مین گٹھلی یا آخور ہو سب کا یہی حال ہی۔ اور جس کھانے کی چیز کو بُرا سمجھے اُسکو پیالے مین نہ چھوڑے بلکہ تلچھٹ کے ساتھ رکھدے تاکہ کسی دوسرے کو دھوکا نہ ہو اور وہ نہ کھاجاوے۔ اور عین کھانا کھانے مین پانی بہت نہ پیوے لیکن جس صورت مین کہ گلے مین لقمہ پھنسے یا پیاس سچی ہو کہ بعض لوگون نے ارشاد فرمایا ہی کہ طب مین یہ مستحب ہی اور معدہ کا استحکام اس سے ہوتا ہی اور پانی پینے کے آداب یہ ہین کہ آبخورے کو دہنے ہاتھ مین لے اور بسم اللہ کہکر پیوے اور چوسنے کی طرح یعنی پتلے گھونٹ سے آہستہ آہستہ پیوے بڑے گھونٹ سے جلد نہ پیوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ پانی کو چوس کر پیو بڑے گھونٹون سے پیاپے مت پیو کہ اس سے جگر کی بیماری ہوتی ہی اور کھڑے ہوکر اور لیٹ کر پانی نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی اور یہ جو مروی ہی کہ آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا ہی تو شاید کسی عذر سے ہوگا اور آبخورے کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے اور پینے سے پیشتر آبخورے مین دیکھ لے کہ کوئی مضر چیز نہو اور پانی پینے مین ڈکار اور سانس نہ لے بلکہ اُسوقت آبخورہ کو منھ سے علٰحدہ کرلے اور الحمد للہ کہے اور پھر بسم اللہ کہکر منھ سے لگاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے بعد یہ کلمات فرمائے ہین اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا اور آبخورے کا دور جب بہت سے لوگون مین ہو تو دہنی طرف کو ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار دودھ پیا اور حضرت ابوبکر آپکی بائین جانب تھے اور ایک اعرابی دہنی جانب اور حضرت عمر ایک طرف کو تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو دیجئے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ دہنا مستحق ہی پھر جو اُسکے دہنی طرف ہو۔ اور پانی تین سانسون مین پیوے سب کے آخر مین الحمد للہ کہے اور سب سے پہلے بسم اللہ اور بہتر یہی کہ بسم اللہ کہکر شروع کرے اور جب پہلا سانس ہو تو الحمد للہ کہے اور دوسری سانس مین الحمد للہ رب العالمین اور تیسری مین الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم کہے غرضکہ کھانے اور پینے کی حالت مین یہ بیس آداب کے قریب ہین جن پر اخبار اور آثار دلالت کرتے ہین۔

تیسرا بیان اُن آداب مین کہ کھانے کے بعد مستحب ہین اور وہ یہ ہین کہ شکم سیری سے پیشتر ہاتھ روک لے اور اپنی اُنگلیان چاٹ کر رومال سے پونچھے پھر ہاتھ دھوئے اور دسترخوان پر سے ریزے چنکر کھالے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص گرا ہوا کھانا دسترخوان پر سے کھاوے وہ وسعت مین زندگی کریگا اور اُسکی اولاد تندرست رہیگی۔ اور خلال کرے اور خلال کے ساتھ جو کچھ دانتون مین سے نکلے اُسکو نہ نگل جاوے بلکہ پھینک دے ہان زبان کی نوک پر جو دانتون کی جڑون مین سے کچھ آجاوے اُسکے کھاجانے کا مضائقہ نہین اور بعد خلال کے کلی کرے کہ اس باب مین اہل بیت علیہم السلام سے ایک قول مروی ہی۔ اور پیالہ کو چاٹ لے اور اُسکا پانی پی جاوے اور کہتے ہین کہ جو کوئی پیالہ چاٹے اور اُسکا دھوون پی لے اُسکو ایک بردہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہی اور کھانے کے ریزے کا چننا حوران جنت کا مہر ہی اور دل مین خدائے تعالیٰ کا شکر اس کھانا کھانے پر کرے یعنی اُسکی نعمت جانے اور شکور ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کُلُوْا مِنْ

صحیح بخاری و مسلم ۱۲
صحیح ترمذی ۱۲ صح
ابن حبان در ثواب بیست ۱۲ بار الفاظ دیگر اور

طیبات ما رزقناکم واشکروا اللہ ۔ اور جب غذاے حلال کھائے تو یہ دعا پڑھے ۔ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وتنزل البرکات اللھم
اطعمنا طیبا واستعملنا صالحا ۔ اور اگر شبہہ کی غذا کھاوے تو یون پڑھنا چاہیے ۔ الحمد للہ علی کل حال اللھم لا تجعلہ قوۃ لنا علی معصیتک
اور کھانا کھانیکے بعد قل ہو اللہ احد اور لایلاف قریش پڑھے اور دسترخوان پر سے نہ اُٹھے جبتک کہ اول دسترخوان نہ اُٹھالیا جاوے اور اگر دوسرے
شخص کا کھانا کھاوے تو اُسکے لیئے دعا مانگے ۔ اللھم اکثر خیرہ وبارک لہ فیما رزقتہ ویسر لہ ان یفعل فیہ خیرا وقنعہ بما اعطیتہ واجعلنا وایاہ
من الشاکرین اور کسی کے یہان روزہ افطار کرے تو یون کہے افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ
اور جب شبہہ کا مال کھا جاوے تو چاہیے کہ بہت سا استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤن اور غم کے پانی سے اس آگ کی گرمی فرو ہوجاوے
جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کل لحم نبت من حرام فالنار اولی بہ اور جو شخص کھا کر گریہ کرے
اسکا حال اس شخص کا سا نہین کہ کھاوے اور کھیلے یعنی اپنے فعل پر نادم ہونا اچھا ہی اور اگر دودھ پیئے تو کہے اللھم بارک لنا فیما رزقتنا وزدنا منہ
اور دودھ کے سوا اور چیز کھاوے تو زدنا منہ کی جگہ وارزقنا خیرا منہ کہے کیونکہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ ہی کے لیے
خاص کر دی ہی اسلیئے کہ اُسکا نفع عام ہی ۔ اور کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہی الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا سیدنا ومولانا
یا کافی من کل شیء ولا یکفی منہ شیء اطعمت من جوع وآمنت من خوف فلک الحمد آویت من یتم وھدیت من الضلالۃ واغنیت من عیلۃ فلک الحمد حمدا
کثیرا دائما طیبا نافعا مبارکا فیہ کما انت اہلہ ومستحقہ اللھم اطعمتنا طیبا فاستعملنا صالحا فاجعلہ عونا لنا علی طاعتک ونعوذ بک ان نستعین بہ
علی معصیتک اور اشنان سے ہاتھ دھونے کی کیفیت یہ ہی کہ اشنان کو بائین ہاتھ مین لیوے اور پہلے اپنے دہنے ہاتھ کی تین انگلیان دھوے
اور انکو خشک اشنان پر لگاوے اور انسے اپنے ہونٹھ پونچھے پھر انگلی سے اچھی طرح منھ دھووے اور دانتونکو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو
کو انگلی سے ملے پھر پانی سے انگلیان دھو ڈالے اور باقی اشنان خشک اپنی انگلیون کے اوپر نیچے مل لے اور اب دوبارہ منھ کے ملنے
اور دھونے کی حاجت نہین

دوسری فصل اُن آداب کے ذکر مین جو مجمع مین دوسرون کے شریک ہو کر کھانے سے زائد ہوجاتے ہین اور وہ سات چیزین ہین
اول یہ کہ جس صورت مین کوئی شخص مجمع مین عمر کی زیادتی یا کثرت فضیلت کی جہت سے تقدیم کا مستحق ہو تو اپنے آپ اول شروع کرے
لیکن جب خود پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہوچکین اور مستعد ہوجاوین تو انکو زیادہ انتظار مین نہ رکھے **دوم** یہ کہ کھانے کے
وقت خاموش نہ رہین کہ یہ مجوس کی عادت ہی بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب مین صلحا کی حکایتین وغیرہ کہتے رہین **سوم** یہ کہ پیالے مین
اپنے رفیق کے ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نکرے کہ جسقدر وہ کھاوے اُس سے زیادہ کھا جاوے کیونکہ جس صورت مین کھانا مشترک
ہے اور رفیق کی مرضی نہو کہ دوسرا زیادہ کھالے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہی ۔ بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دیوے اور
ایکبار مین دو خرما نہ کھائے لیکن اگر سب ایسا ہی کرین یا انسے پوچھکر کھاوے تو مضائقہ نہین ۔ اور اگر رفیق کمتر کھاوے تو اُسکو کھانے کی ترغیب

دیوے اور کہے کہ اور کھاؤ اور تین تبہ سے زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار اور افراط مین داخل ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جب کسی کو کسیلئے تین بار کہا جاتا تھا تو تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے اور آپکا دستور تھا کہ تقریر کو تین بار فرمایا کرتے تھے غرضکہ تین بار سے زیادہ کہنا مستحب نہین اور کھانیکے لیئے قسم دینے کی ممانعت ہی چنانچہ حضرت امام حسن رض نے فرمایا ہی کہ کھانا اس بات سے سہل زیادہ ہی کہ اُسپر قسم دیجاوے چہارم یہ کہ ایسی طرح کھاوے کہ رفیق کو یہ کہنے کی ضرورت نہ ہو کہ کھاؤ۔ بعض ادبا فرماتے ہین کہ کھانے والون مین بہتر وہ ہی جسکے ساتھی کو ضرورت نہ پڑے کہ کھانے کے باب مین اُسکا جو یار ہے اور ساتھ والے سے مشقت کہنے کی اُٹھاوے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ دوسرے کے اپنی طرف دیکھنے سے جسکی خواہش ہو اُس چیز کو چھوڑ دے کیونکہ یہ ایک طرح کا تکلف ہی بلکہ مجمع مین وہی چال اختیار کرے جسکی تنہائی مین عادت ہو اسلیئے ضرور ہی کہ تنہائی مین بھی ایسے آداب کا عادی ہو کہ مجمع مین تکلف کا محتاج نہ ہووے ہان اگر غذا مجمع مین اس لیئے کم کھاوے کہ اور بھائی زیادہ کھاوین یا انکو کھانے کی حاجت جان کر ترس کرے اور کم کھاوے تو بہتر ہی اسی طرح اگر اور لوگون کے ساتھ دینے کی نیت سے اور اُنکو کھانیکی رغبت زیادہ ہونے کے ارادہ سے زائد کھالیوے تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اچھا ہی۔ حضرت ابن مبارک رح کا دستور تھا کہ عمدہ خرمے اپنے یارون کے سامنے رکھتے جاتے اور فرماتے کہ جو زیادہ کھاوے گا اُسکو ہر گٹھلی پیچھے ایک درم دونگا پھر گٹھلیان گنتے جسکی گٹھلیان جتنی زیادہ ہوتین اُسکو اُتنے ہی درم دیتے اور یہ امر حیا کے دور کرنے کو اور انبساط مین خوب سرور حاصل کرنے کو کرتے تھے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ میرے یارون مین سے سب سے زیادہ مجھکو وہ اچھا اور محبوب ہی جو سب مین زیادہ کھاوے اور بڑے بڑے لقمے لے۔ اور سب سے بھاری مجھپر وہ شخص ہے کہ کھانے کے باب مین مجھکو اس بات کی ضرورت ڈالے کہ اُسکی خبر گیران رہون اور یہ سب باتین اسی پر اشارہ کرتی ہین کہ اپنی عادت کے موافق کام کرے اور بناوٹ کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ آدمی کی محبت دوسرے شخص سے اچھی طرح جب معلوم ہوتی ہی کہ جب اُسکے گھر جاکر اچھی طرح کھانا کھاوے پنجم یہ کہ ہاتھونکو طشت مین دھونے کا کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا کھاوے تو اُسمین تھوکنے کا اختیار ہی مگر مجمع مین ایسا نہ کرنا چاہیئے اور جب کوئی شخص طشت کو اُسکے سامنے تعظیم کی جہت سے کردے تو قبول کرے حضرت انس بن مالک اور ثابت بنانی رض ایک بار ایک کھانے پر اکٹھے ہوے جب طشت ہاتھ دھونے کے لیے آیا تو حضرت انس رض نے حضرت ثابت کی طرف کو کردیا وہ ہاتھ دھونے سے رکے حضرت انس رض نے فرمایا کہ جب تمھارا بھائی تمھاری تعظیم کرے تو اُسکو منظور کرو اور انکار مت کرو کیونکہ تعظیم اللہ تعالی کرا تا ہی اور مروی ہی کہ ہارون رشید نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور اُنکے ہاتھ خود دُھلاے جب ہاتھ دُھلا چکے تو کہا کہ آپ کو معلوم ہی کہ ہاتھ کسنے دُھلاے اُنھون نے کہا کہ نہین کہا کہ امیر المومنین نے ہاتھ دُھلاے اُنھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمنے علم کی تعظیم و توقیر کی خدا تعالی تمھاری بھی ایسی ہی تعظیم و توقیر کرے جیسے تمنے علم اور اہل علم کا اکرام کیا۔ اور اگر طشت مین چند شخص ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھولین تو کچھ مضائقہ نہین کہ یہ امر فروتنی کے قریب تر ہی اور زیادہ انتظار بھی نہین کرنا پڑتا اور اگر اسطرح نہ کرین تو یہ نہ چاہیے کہ ایک کے ہاتھ دُھلائے اور پانی پھینک دیا پھر دوسرے کے دُھلائے اور پھینک دیا بلکہ پانی طشت مین اکٹھا ہونے دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اجمعوا وضوءکم جمع اللہ شملکم یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو خدا تعالی تمھاری ابتری کو اکٹھا کردیگا بعضے محدثین نے وضو کے پانی سے مراد یہی لی ہی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے پانی سے غرض ہی کہ ایک جگہ جمع رہے اور حضرت عمر

۱؎ احمد بروایت جابر رض ۲؎ بخاری بروایت انس ۱۲ ۳؎ قضاعی در مسند شہاب بروایت ابوہریرہ ۱۲

بن عبد العزیز نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ لوگوں کے سامنے سے طشت اُسوقت اُٹھایا جاوے کہ پانی سے لبریز ہو جاوے اور
عجم کی مشابہت ہرگز مت کرنا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہو کہ ایک طشت میں سب ملکر ہاتھ دھویا کرو اور عجم کی عادت اختیار نہ کرو
اور کو خادم کہ ہاتھوں پر پانی ڈالے بعضوں نے اُسکا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہو بیٹھکر پانی ڈالنے کو اچھا سمجھا ہو کہ تواضع سے قریب بھی ہو اور بعضوں نے
اُسکے بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا ہو چنانچہ مروی ہو کہ کسی بزرگ کے ہاتھ ایک خادم نے بیٹھکر دُھلائے وہ بزرگ کھڑے ہو گئے ڈالنے کسی نے
پوچھا کہ آپ کھڑے کیوں ہوے فرمایا کہ ہم دونوں میں سے ایک کو کھڑا ہونا ضرور چاہیئے اور ہمارے نزدیک پانی ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہو
کہ اُس سے ہاتھ دُھلانے میں آسانی ہو اور دُھلانے والے کی تواضع نکلتی ہو۔ اور جب اُسکی نیت بھی ہاتھ دُھلانے میں تواضع کی ہو تو اُس
خدمت کے دینے میں کچھ تکلیف نہیں کہ اُسکی عادت ہو رہی ہو۔ غرضکہ طشت میں اب سات آداب ہوئے اوّل اُسمین نہ تھوکنا دوم مشغول
کے سامنے کردینا لیکن اگر کوئی تعظیماً دوسرے کے سامنے کردے تو منظور کرلینا تیسرے داہنی طرف کو دور کرنا چوتھے کئی آدمیوں کا مل کر
ہاتھ دھونا پانچویں اُسمین پانی کا اکٹھا کرنا چھٹے ہاتھ دُھلانے والے کا کھڑا ہونا ساتویں کلی اور ہاتھوں کے پانی کو آہستہ اُسمین ڈالنا کہ فرش اور
دوسرے شخصوں پر نہ گرے اور چاہیئے کہ مہمان کے ہاتھ خود میزبان ہی دُھلائے کہ حضرت امام مالکؒ نے حضرت امام شافعیؒ کے ساتھ جسوقت
آپ اول دفعہ امام مالکؒ کے یہان گئے تھے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو مینے کام کیا اس سے تم گھبراؤ مت اسلیئے کہ مہمان کی خدمت فرض ہے
ششم یہ کہ ساتھ کے کھانے والوں کی طرف نہ تاکے اور نہ اُنکے کھانے کو دیکھے تاکہ ایسا نہو کہ وہ شرما جاویں بلکہ اُنکی طرف سے آنکھ نیچی رکھے
اور اپنے کھانے میں مشغول رہے اور ساتھ کھانے والوں سے پیشتر اپنا ہاتھ نہ روکے جس صورت میں کہ وہ اُسکے بعد کھانے میں تامل کریں بلکہ
اُنکا ساتھ دینے کو تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہان تک کہ وہ شکم سیر ہو جاویں اور اگر کم خوراک ہو تو چاہیئے کہ ابتدا میں توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا
کھاوے یہان تک کہ جب لوگ خوب کھا چکیں تو اخیر میں اُنکے ساتھ بقدر بھوک کھا لیوے کہ بہت سے اصحابؓ نے ایسا ہی کیا ہے
اور اگر کسی وجہ سے نہ کھا سکے تو لوگوں سے عذر کردے تاکہ وہ کھانے میں نہ شرماویں ہفتم یہ کہ جو بات دوسرے کو بُری معلوم ہو اُسکو نہ کرے
مثلاً پیالہ میں ہاتھ نہ جھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اُسپر اپنا منھ جھکاوے اور جب منھ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے منھ پھیر کر
بائیں ہاتھ میں نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ میں اور سرکہ کا چکنائی میں کہ یہ بھی بعض لوگ بُرا جانتے ہیں اور جو ٹکڑا دانت سے کترا ہو اُس کو
شوربا میں اور سرکہ میں نہ ڈالے اور نہ ایسی باتیں کرے جن سے گھن آوے

تیسری فصل۔ اُن آداب کے ذکر میں جو ملاقات کو آنے والوں کے سامنے کھانا رکھنے میں چاہیئیں۔ واضح ہو کہ اپنے بھائی مسلمانوں کے
سامنے کھانا پیش کرنے کا بہت ثواب ہو حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ جب تم بھائیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھو تو زیادہ دیر تک
بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساعت ہو کہ تمہاری عمروں میں سے اسکا حساب نہ لیا جاوے گا۔ اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہو کہ آدمی جو نفقہ
اپنا اور اپنے ماں باپ وغیرہ رشتہ داروں پر کرتا ہو اُسکا حساب یقیناً لیا جاویگا۔ مگر جو نفقہ کہ برادران دینی پر کھانے میں اُٹھاتا ہو اُس کا
حساب نہو گا کہ خدائے تعالیٰ اس امر کا حساب لینے سے شرم کرتا ہو۔ اور کھانا کھلانے کے باب میں احادیث وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ایک شخص پر ہمیشہ دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ اُسکے سامنے اُسکا دسترخوان بچھا رہے

اور اُٹھ نہ جاوے اور بعض علماء خراسان کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ اپنے ملنے والون کے سامنے بہت سا کھانا پیش کرتے تھے کہ سب سے کھایا نہ جاتا تھا
اور فرمایا کرتے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مجمع کھانے سے اپنے ہاتھ اُٹھالے تو جو شخص
اُنکا بچا ہوا کھانا کھالیگا اُس سے اُسکی بازپرس نہ ہوگی اسی نظر سے مجکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز تمہارے سامنے کرون وہ بہت سی ہو
تاکہ بچی ہوئی ہم کھاوین اور ایک حدیث مین ہے کہ آدمی جو بھائیون کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اُسکا حساب اُس سے نہین ہوتا اور اسی وجہ
سے بعض صحابہ مجمع کے ساتھ مین تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی مین کم۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ تین باتون کا حساب بندہ سے نہ لیا
جاویگا ایک سحری کا کھانا دوسرے افطار کی چیز تیسرے جو ساتھیون کی ہمراہی مین کھاوے اور حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ اگر مین
اپنے بھائیون کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کرون تو یہ امر میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک بردہ آزاد کرون اور حضرت ابن عمرؓ
فرمایا کرتے تھے کہ سفر مین عمدہ توشے کا ہونا اور اپنے یارون کے لیے خرچ کرنا آدمی کے کرم مین سے ہے۔ اور صحابہؓ فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا
مکارم اخلاق مین سے ہے اور یہ بھی دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کے لیے اکٹھے ہوتے اور جب جدے ہوتے تو کچھ چکھکے جدے ہوتے اور
کہتے ہین کہ بھائیون کا کفایت کے طور پر اکٹھا ہونا اور اُنس و الفت کے ساتھ جمع ہونا دنیا مین سے نہین ہے بلکہ دین مین سے ہے اور ایک حدیث
مین ہے کہ اللہ تعالی بندہ کو قیامت کے روز فرماویگا کہ اے ابن آدم مین بھوکا ہوا تونے مجھے کھانا نہ دیا وہ کہیگا کہ الٰہی تو تو رب العالمین ہے مین
تجکو کیسے کھانا دیتا ارشاد کریگا کہ تیرا بھائی مسلمان بھوکا تھا تونے اُسکو نہ کھلایا اگر تو اُسکو کھلاتا تو گویا مجکو کھلاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ جب تمہارے پاس کوئی ملنے کو آوے تو اُسکی تعظیم کرو۔ اور فرمایا کہ جنت مین ایسے صاف دریچے ہین کہ اُنکے باہر سے اندر کی چیز
اور اندر سے باہر کی چیز سوجھتی ہے اور وہ اُن لوگون کے لیے ہین کہ گفتگو نرم کرین اور کھانا کھلاوین اور رات کو نماز پڑھین جسوقت لوگ سوتے ہون
اور فرمایا کہ تم مین سے بہتر وہ ہے جو کھانا کھلاوے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھانا کھلاوے کہ اُسکا پیٹ بھردے اور پانی پلاوے
یہانتک کہ اُسکی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالی اُسکو دوزخ سے سات خندقین دور کردیگا جن مین سے دو خندقون کے درمیان کا
فاصلہ پانسو برس کی راہ ہوگی اور آداب ملنے اور کھانا پیش کرنے کے کچھ تو آنے کے باب مین ہین اور کچھ کھانا پیش کرنے مین آنے کے
باب مین یہ مسنون نہین کہ کسی کے پاس آوے تو کھانے کا وقت تاک کر آوے کہ جب وہ کھانا کھانے لگے اُسوقت موجود ہوجاوے
اسلیے کہ یہ اچانک آجانے مین داخل ہے اور اسکی ممانعت ہوگئی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ
إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ یعنی کھانے کے وقت اور پکنے کا انتظار نہ کرو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص ایسے کھانے کی طرف جاوے
کہ اُسکے لیے بلایا نہ گیا ہو تو جانے کی حالت مین فاسق ہوگا اور حرام کھاویگا لیکن اگر کوئی شخص بدون کھانے کی تاک کے چلا آیا اور
اتفاقا کھانے کے وقت پہونچا تو اُسکو مناسب یہ ہے کہ جبتک گھروالا اجازت نہ دے کھانا نہ کھاوے اور اگر مالک مکان کھانے کو
کہے تو تامل کرے اگر یہ جانے کہ تواضع براہ محبت کرتا ہے اور ساتھ کھلانا دل سے چاہتا ہے تب تو شریک ہوجاوے اور اگر
شرم کے باعث تواضع ہوئی ہو تو کھانا نہ چاہیے کچھ عذر کردینا چاہیے اور جس صورت مین کہ بھوکا ہو اور اپنے کسی بھائی کے پاس
اسی غرض سے جاوے کہ وہ کھانا کھلادیگا اور اُس کے کھانے کے وقت کا منتظر نہ رہے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھوکے تھے پس آپ سب متفق ہوکر ابی الہیثم بن التیہان اور ابوایوب انصاری کے
مکان پر تشریف لیگئے کہ کچھ وہاں کھاویں اور ایسی حالت میں دوسرے کے یہاں جانا اُسکی مدد کھانا کھلانے کے ثواب لینے میں کرنی ہو اکابر
سلف کی عادت یہی تھی عون بن عبداللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر میں سب کے پاس ایک ایک روز رہتے تھے اور
کسی دوسرے بزرگ کے تیس دوست تھے کہ ایک مہینے میں ہر ایک کے یہاں ہو آتے تھے اور ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے کہ
ہفتہ میں سب کے پاس پھرا کرتے تھے اور ان بزرگواروں کے دوستوں کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی اور اُن کو اُن اکابر کی خدمت
کرنی تبرک کی نیت سے عبادت میں داخل تھی پس اگر اپنے دوست کے مکان پر آوے اور اُسکو مکان پر نہ پاوے اور اُسکی دوستی پر وثوق
رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر میں اس کے یہاں سے کچھ کھاؤنگا تو وہ میرے کھانے سے خوش ہوگا تو اُسکو اختیار ہو کہ بدون اُسکی اجازت
کے کھا لیوے کیونکہ اجازت سے مقصود راضی ہونا ہو خصوصًا کھانے کی چیزوں میں اور اُنکا معاملہ وسعت پر مبنی ہو کہ بہت سے
شخص صریح اجازت دیدیتے ہیں اور قسم دیا کرتے ہیں مگر راضی نہیں ہوتے ایسے شخصوں کا کھانا باوجود اجازت کے مکروہ ہی
اور کچھ ایسے ہیں کہ وہاں موجود نہیں ہوتے اور اجازت نہیں دیتے مگر انکا کھانا کھا لینا اچھا ہوتا ہو اور اللہ تعالی دوستوں کے یہاں سے
کھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہو او صدیقکم یعنی خواہ اپنے دوستوں کے یہاں سے کھاؤ تو کچھ گناہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
بریرہ رض کے مکان پر تشریف لے گئے وہ اُس وقت موجود نہ تھیں اور کھانا خیرات کا موجود تھا اُنھیں سے آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا
کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ آپکو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہونگی اور اسی لحاظ سے جسکو معلوم ہو کہ صاحب
مکان مجھکو ضرور اجازت دیگا اُسکو پوچھکر اندر جانے کی ضرورت نہیں بدون پوچھے گھس جاوے اور اگر یہ معلوم نہو تو پہلے پوچھے پھر
اندر جاوے ۔ اور محمد بن واسع اور اُنکے ساتھی حضرت حسن بصری رح کے گھر میں چلے جاتے اور جو پاتے بدون اجازت کھا جاتے اور اگر اُس وقت
حسن رح آتے اور یہ حال دیکھتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی کیا کرتے تھے اور مروی ہو کہ حضرت حسن رح بازار میں میوہ فروش کی دکان پر کھڑے ہوے اُسکا
مال کھاتے تھے کبھی اس ٹوکریا میں سے خشک خرما کھاتے اور کبھی اُس میں سے ہشام نے آپ سے کہا کہ ای ابو سعید ورع کے باب میں آپ اسکو کیا
سوجھتا ہو کہ اس شخص کا مال بدون اُسکی اجازت کے کھاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے کھانے کے باب میں آیت تو پڑھو ہشام نے سورۂ
نور کی آیت او صدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہو آپ نے فرمایا کہ جس سے نفس کو راحت ملے اور دل کا اطمینان اُسکی طرف ہو
اور کچھ لوگ حضرت سفیان ثوری کے مکان پر گئے اُنکو موجود نہ پایا دروازہ مکان کا کھولکر دسترخوان اُتار لیا اور کھانے لگے اتنے میں سفیان ثوری
آگئے اور کہنے لگے کہ تم نے مجھکو اگلے لوگوں کی عادات یاد دلادیں وہ لوگ بھی یوہیں کرتے تھے اور کچھ لوگ ایک تابعی کی زیارت کو گئے اُس وقت اُنکے پاس
کچھ نہ تھا کہ اُنکے سامنے رکھتے پس آپ اپنے کسی دوست کے مکان پر گئے وہ گھر پر نہ تھے آپ نے اندر جاکر جو دیکھا تو ہنڈیا پکی ہوئی جار رکھی
اور روٹی وغیرہ دھرا تیار ہو آپ سب اُٹھا لائے اور ملنے والوں کے سامنے لاکر رکھدیا کہ کھاؤ جب اُنکا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا کچھ نہ پایا
لوگوں نے اُس سے کہا کہ فلاں شخص لے گیا ہی اُسنے کہا کہ خوب کیا اور جب اُنسے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی اگر تمہارے پاس لوگ پھر آویں تو تم پھر جو کچھ پاؤ

لیجانا۔ غرضکہ آنے کے آداب تو ہم کہہ چکے اب کھانا پیش کرنے کے آداب معلوم کرو اُنمین سے اول یہ ہی کہ تکلف نکرے اور جو کچھ حاضر ہو سامنے کر دے اور اگر کچھ نہو اور نہ مہیا پاس ہو تو اُسکے لیے قرض نہ لیوے کہ نفس کو تردد مین ڈالے اور اگر کھانا موجود ہو مگر اپنی غذا کی قدر ہو اور اُسکو پیش کرنے کو جی نہ چاہے تو پیش نکرے کوئی بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے وہ اُسوقت کھانا کھاتے تھے فرمانے لگے کہ اگر مین نے یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تمکو بھی اسمین سے کھلاتا اور بعض اکابر نے تکلف کے معنے یہ بیان کیے ہین کہ اپنے ملنے والونکو وہ چیز کھلاوے جو آپ نہ کھاوے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی اُسکو کھلاوے اور فضیل رحمہ فرمایا کرتے کہ لوگون نے آپس کا ملنا تکلف کے باعث چھوڑ دیا ایک شخص اپنے بھائی کی دعوت کرتا ہی اور اُسکے لیے تکلف کرتا ہی اسی جہت سے وہ دوبارہ اُسکے پاس نہین آتا اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ میرے دوستون مین سے جو کوئی میرے پاس آتا ہی مجھکو کچھ دقت نہین ہوتی اسلیے کہ مین اُسکے لیے تکلف نہین کرتا جو میرے پاس ہوتا ہی اُسکے سامنے رکھدیتا ہون اور اگر مین تکلف کرون تو اُسکے یہ معنی ہون کہ اُسکے آنے کو برا سمجھون اور اُس سے اکتا جاؤن اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ مین اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا مین نے اُس سے کہا کہ نہ تو اکیلا ایسا کھانا کھاوے اور نہ مین ایسا کھاتا ہون تو پھر کیا بات ہی کہ اکٹھا کھانے مین یہ صورت ہو اب یا تو اس تکلف کو چھوڑ دے یا مین آنا موقوف کردون دو باتون سے ایک ہونی چاہیئے اُس نے تکلف کو ترک کر دیا اور اسی بے تکلفی کی جہت سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہا کیے۔ اور یہ بھی تکلف مین داخل ہی کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کے واسطے کچھ نہ چھوڑے اور اُنکے دلونکو آزار دے۔ مروی ہی کہ کسی شخص نے حضرت علی رضی کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ مین تین شرطون پر تیری دعوت مانتا ہون۔ ایک یہ کہ بازار مین سے میرے لیے کچھ نہ لانا دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر مین ہو اُسے اٹھا مت رکھنا تیسرے یہ کہ ایسا مت کرنا کہ اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے۔ اور بعض اکابر گھر مین جتنے اقسام کھانے کے ہوتے ہین سب مین سے تھوڑا تھوڑا اتار رکھتے اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ ہم جابر بن عبد اللہ رضی کے پاس گئے انھون نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا رکھا اور فرمایا کہ اگر ہمکو ممانعت تکلف کی نہوتی تو مین تمھارے واسطے تکلف کرتا۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ اگر کوئی تیرے یہان آپ سے ملنے آوے تو جو چیز تیرے یہان موجود ہو پیش کر دے اور اگر تو اپنی خواہش سے کسی کو بلاوے تو جو کچھ تجھ سے ہو سکے اُسمین دقیقہ باقی نہ رکھ۔ اور حضرت سلمان رضی نے فرمایا ہی کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہی کہ مہمان کے لیے ایسی چیز کا تکلف نہ کرین جو ہمارے پاس نہو اور جو چیز موجود ہو وہ اُسکے سامنے رکھدین اور حضرت یونس علیہ السلام کے حال مین ہی کہ اُنکے بھائی بند اُنسے ملنے آئے آپ نے روٹی کے ٹکڑے اُنکے سامنے رکھدیے اور ساگ جو آپ بویا کرتے تھے اُنکے واسطے کاٹ لائے پھر فرمایا کہ کھاؤ اگر خدا تعالےٰ نے تکلف کرنے والونکو لعنت نہ کی ہوتی تو مین تمھارے لیے تکلف کرتا اور حضرت انس بن مالک رضی اور اُنکے سوا دوسرے اصحاب رضی سے مروی ہی کہ اُن لوگونکا دستور تھا کہ ملنے والونکے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک خرما رکھدیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو معلوم نہین کہ دو شخصون مین زیادہ گناہگار کونسا ہی آیا وہ ہی کہ جو کچھ اُسکے سامنے پیش ہو اُسکو حقیر جانے یا وہ ہے کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہی اُسکو سامنے کرنا حقیر جانے۔ دوسرا ادب آنے والے کے واسطے یہ ہی کہ میزبان پر کچھ معین کھانے کی فرمائش اور زبردستی نکرے کہ بعض اوقات اُسکو اُس چیز کے موجود کرنے مین دقت ہوتی ہی اور اگر میزبان اُسکو دو کھانون مین اختیار دیوے تو دونون مین سے جونسا میزبان سے باسانی بن سکے اُسکو اختیار کرے کہ طریق سنت یہی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزون مین اختیار دیا گیا ہی تو آپ نے ایسی ہی چیز کو اختیار کیا ہی جو باسانی ہو سکے اور ابو وائل سے نقل کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا

کہ مین اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان رض کے ملنے کو گیا اُنھون نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھدیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اس نمک مین پودینہ ہوتا تو خوب ہو جاتا حضرت سلمان رض باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گرو کرکے پودینہ لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جسنے ہمکو قناعت دی اُس چیز پر کہ ہمکو روزی کی حضرت سلمان رض نے فرمایا کہ اگر جو کچھ روزی ہوا تھا اُسپر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہ ہوتا یہ فرمایش کرنے کی صورت اُسوقت مین ہے کہ مہمان کو معلوم ہو جاوے کہ میزبان پر اسکا بہم پہونچانا دشوار ہوگا یا اُسکو فرمایش کرنا بُرا معلوم ہوگا اور اگر یہ جانے کہ فرمایش سے وہ خوش ہوگا اور اُسکو اُس چیز کا بہم پہونچانا آسان ہے تو اس صورت مین فرمایش مکروہ نہین حضرت امام شافعی رض نے جسوقت کہ بغداد مین زعفرانی کے پاس فروکش تھے ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے اُنکی فہرست لکھکر لونڈی کو دیدیتے کسی روز وہ فہرست امام شافعی رض نے لیکر اپنے قلم سے ایک قسم کھانے کی زیادہ کردی جب زعفرانی نے وہ قسم دسترخوان پر دیکھی تو کہا اسکی مین نے اجازت نہین دی پھر وہ فہرست پیش ہوئی جسمین امام شافعی رض نے کچھ بڑھا دیا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی نہایت خوش ہوے اور لونڈی کو اس خوشی کے مارے آزاد کردیا کہ امام شافعی رض نے ہم سے فرمایش کی اور ابو بکر کنانی کہتے ہین کہ مین سری سقطی رح کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اُٹھالائے اور اُنمین سے آدھے پیالہ مین گھولنے لگے مین نے کہا یہ آپ کیا کرتے ہین مین تو ایک دفعہ مین سب پی جاؤنگا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ حجت کرنے کی نسبت کہ تمھارے لیے بہتر ہے جو مین کرتا ہون اور کسی بزرگ نے کہا ہے کہ کھانا تین طرح پر ہے فقیرون کے ساتھ مین تو اُنکو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہیے اور بھائی بندون کے ساتھ کھیل کھیل کر کھانا چاہیے اور دنیا دارون کے ساتھ مین ادب کے ساتھ

تیسرا ادب یہ ہے کہ میزبان اپنے بھائی مہمان سے التماس فرمایش کرے بشرطیکہ اُسکی فرمایش بجالانے کو جی بھی چاہتا ہو کہ یہ بات اچھی ہے اور اسمین ثواب اور فضیلت بہت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کو پورا کرے اُسکی مغفرت ہوگی اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرے اُس نے گویا خداے تعالے کو خوش کیا۔ اور حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلاوے جو وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالے اُسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھتا ہے اور دس لاکھ بُرائیان اُسکے نامہ اعمال سے دور کرتا ہے اور دس لاکھ درجے اُسکے بلند کرتا ہے اور اُسکو تین جنتون سے کھانا کھلاتا ہے یعنی فردوس اور عدن اور خلد سے **چوتھا ادب** یہ ہے کہ آنے والے سے یہ نہ کہے کہ آپ کے واسطے کھانا لاؤن بلکہ کھانا اگر موجود ہو تو بن پوچھے سامنے رکھدے۔ ثوری رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا بھائی تم سے ملنے آوے تو اُس سے یہ نہ کہو کہ کچھ کھاؤگے یا کھانا لاؤن بلکہ بلا استفسار کھانا سامنے رکھدو اگر کھالے فبہا ورنہ اُٹھالیجیے اور اگر ملنے والون کو کھانا کھلانا منظور نہو تو نہ چاہیے کہ کھانے کو اُنپر ظاہر کرے یا اُنکے سامنے اُسکا بیان کرے حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ جب آدمی کو یہ منظور ہو کہ اپنے عیال کو اپنی خوراک مین سے نہ کھلاوے تو چاہیے کہ اُنکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے اور نہ اُنکو دکھاوے اور بعض صوفیون کا قول ہے کہ جب فقیر تم سے ملنے آوین تو اُنکے سامنے کھانا رکھدو اور اگر فقیہ آوین تو اُن سے کوئی مسئلہ پوچھو اور اگر قاری آوین تو اُنکو جا نماز بتادو

چوتھی فصل ضیافت کے آداب کے ذکر مین چونکہ ضیافت مین چھ چیزین آداب کی جگہین ہین اول دعوت کرنا دوم قبول کرنا سوم کھانے کے لیے آنا چہارم کھانا پیش کرنا پنجم کھانا ششم بعد کھانیکے لوٹ جانا۔ اسلیے ہم اس فصل کو چھ بیانون مین لکھین گے

پہلا بیان ضیافت کی فضیلت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مہمان کیلیے تکلف مت کرو کہ تکلف سے اُسکو بُرا جانوگے

رح بزار و طبرانی نے روایت کی اور اسمین نوری [illegible] ۱۲

ابو بکر بن بلال در مکارم اخلاق اور اسمین ایک راوی ہین لوگونکو کلام ہے ۱۲

اور جو شخص مہمان کو بُرا جانتا ہے وہ اللہ کو بُرا جانتا ہے اور جو اللہ تعالی کو بُرا جانتا ہے اللہ تعالی اُسکو بُرا جانتا ہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مہمان کی ضیافت نکرے اُسمین کچھ خیر نہین - اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے جسکے یہان اونٹ اور گائین بہت تھین اُس نے آپ کی ضیافت نہ کی اور ایک عورت کے پاس تشریف لیگئے کہ اُسکے یہان چند بکریان تھین اُسنے بکری آپ کے لیے ذبح کی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ان دونون کے حال کو دیکھو یہ اخلاق خدا تعالی کے قبضہ مین ہین جسکو نیک عادت دینی چاہتا ہے دیدیتا ہے اور ابو رافع آنحضرت کا غلام راوی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان اُترا آپ نے مجکو ارشاد فرمایا کہ فلان یہودی سے کہو کہ میرے یہان ایک مہمان آگیا ہے مجکو تھوڑا آٹا رجب تک قرض دیدے یہودی نے کہا کہ واللہ مین بدون کوئی چیز گرو رکھے نہ دونگا مین نے آپ کی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین آسمان مین امین ہون اور زمین مین امین ہون اگر وہ مجکو قرض دیتا بیشک مین ادا کرتا اب میری زرہ لیجاؤ اور اُسکے پاس گرو رکھدو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا چاہتے تو ایک یا دو کوس باہر جاتے کہ کوئی ساتھ کھانے والا ملے اور اسیوجہ سے اُنکی کنیت ابو الضیفان ہوگئی تھی اور چونکہ ضیافت مین آپ کی نیت سچی تھی اسیوجہ سے آجتک ضیافت کی رسم آپکے مقام مین جاری ہے کہ کوئی رات ایسی نہین گذرتی کہ اس جگہ تین سے لیکر دس اور سو آدمیون تک کھانا نہین کھاتے اور اُس مقام کے منتظمون کا قول ہے کہ ابتک کوئی شب مہمان سے خالی نہین گذری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کا افشا کرنا - اور کفارات اور درجات مین آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانا کھلانا اور رات کے وقت لوگون کے سونے کی حالت مین نماز پڑھنا ہے - اور کسی شخص نے آپ سے حج مقبول کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کھانا کھلانا اور اچھا کلام کرنا ہے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ جس گھر مین مہمان نہین آتا اُسمین فرشتے داخل نہین ہوتے اور چونکہ ضیافت اور کھانا کھلانے کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین لہذا اُسمین سے اسی قدر پر اکتفا کر کے ضیافت کے آداب ذکر کرتے ہین اول یہ کہ ضیافت کرنے والا متقیون کی دعوت کرے نہ بدکارونکی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جو کسی نے دعوت کی تھی تو اُسکے لیئے آپ نے دعا مانگی کہ تیرا کھانا نیک بندے کھاوین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بجز متقی کے اور کسی کا کھانا مت کھا اور نہ تیرا کھانا متقی کے سوا اور کوئی کھاوے - دوسرے یہ کہ فقرا کی دعوت کرے توانگرونکو خاص نکرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب کھانون مین بُرا اُس ولیمہ کا کھانا ہے جسمین توانگرونکی دعوت ہو فقیرونکی نہو تیسرے یہ کہ دعوت مین اپنے اقارب کو نہ چھوڑے کہ اُنکو چھوڑ دینے مین اُنکو وحشت مین ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہے اسیطرح اپنے دوستون اور آشنا ؤنکی دعوت مین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت کرنے سے اورونکے دلکو وحشت مین ڈالنا ہے چوتھے یہ کہ دعوت سے تفخر اور شیخی کی نیت نکرے بلکہ بھائیونکے دلونکو اپنی طرف مائل کرنا اور کھانا کھلانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور بیمانداروں کے دلون مین خوشی پہونچانی مدنظر رکھے - پانچوین یہ کہ ایسے شخص کی دعوت نکرے کہ جسکو جانتا ہے کہ قبول کرنے مین اُس کو دشواری ہوگی اور جب آویگا تو حاضرین سے کسی سبب سے ایذا پاوے گا - چھٹے یہ کہ دعوت اُسی شخص کی کرے جسکا قبول کرنا اچھا معلوم ہو حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے اور دل سے اُسکا قبول کرنا بُرا جانتا ہو تو دعوت کرنے والے پر ایک گناہ ہے اور دوسرا شخص اگر اُسکی دعوت منظور کرے تو اس صورت مین اُسپر دو گناہ ہین کیونکہ اس شخص نے دوسرے کو باوجود بُرا جاننے کے کھانے پر آمادہ کر دیا اگر وہ جانتا کہ میرا کھانا اسکو بُرا معلوم ہوتا ہے تو کبھی نہ کھاتا اور متقی کو کھانا کھلانے مین یہ فائدہ ہے کہ تقوی پر مدد ہوتی

احمد بروایت عقبہ بن عامر اور اسکی سند مین ابن لہیعہ ضعیف ہے ۱۲ ع ح خرائطی در مکارم اخلاق بروایت ابی المنہال مرسلا ۱۲ ع ح اسحاق بن راہویہ و خرائطی در مکارم اخلاق بن [illegible] ضعیف روایت کیا ہے ۱۲ ع ح بروایت عبداللہ بن عمرو بالفاظ دیگر ۱۲ ع ح ترمذی بروایت [illegible] [illegible] جلد اول [illegible] [illegible] ۱۲ ع ح [illegible] ابوداؤد بروایت [illegible] [illegible] ۱۲ ع ح [illegible] بخاری و مسلم [illegible] ابی ہریرہ [illegible] [illegible] ولیمہ [illegible] [illegible]

×××

اور بدکار کو کھلانے سے بدکاری پر قوت دینا ہے ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رح سے پوچھا کہ میں بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں
تو تمکو یہ خوف تو نہیں کہ میں ظالموں کا مددگار ہوں آپ نے فرمایا کہ ظالموں کے مددگار تو وہ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی ڈورا بیچتے ہیں تو تو خود
ظالم ہے مددگار ہونے کو کیا پوچھتا ہے

دوسرا بیان دعوت کے قبول کرنے میں ۔ دعوت کا منظور کرنا سنت مؤکدہ ہے اور بعض جگہوں میں لوگ اسکو واجب بھی کہتے ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو دعیت الی کراع لاجبت ولو اهدی الی ذراع لقبلت اور اجابت کیلیے پانچ ادب ہیں اول یہ کہ توانگر اور
مفلس میں اس بات میں فرق نکرے کہ توانگر کے یہان ہو تو قبول کرے اور فقیر کے یہان ہو تو نہ مانے اسلیے کہ ایسا کرنا تکبر ہے اور اسکی ممانعت ہے
اور اسی تکبر کی جہت سے بعض لوگوں نے سرے سے دعوت کا قبول کرنا ہی چھوڑ دیا اور کہتے ہیں کہ شوربا کا انتظار کرنا ذلت ہے اور دوسرے
نے کہا ہے کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ میں پڑا تو اسکے لیے میری گردن جھک گئی اور بعض متکبر توانگروں کی دعوت قبول کرتے ہیں فقیروں کی نہیں
کرتے یہ بھی سنت کے خلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے اور ایکبار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
مسکینوں کے پاس سے گذرے جو سڑک پر لوگوں سے سوال کرتے تھے انھوں نے اسوقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا رکھے تھے اور سب
بیٹھے کھاتے تھے اور آپ اپنے خچر پر سوار جاتے تھے آپ نے انکو سلام کیا انھوں نے آپ سے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے
آئیے کھانا کھائیے آپ نے فرمایا بہتر اللہ تعالی متکبروں کو نہیں چاہتا یہ کہکر خچر پر سے اتر پڑے اور انکے ساتھ زمین پر بیٹھکر تناول فرمایا پھر سلام کرکے
سوار ہوے اور فرمایا کہ میں نے تمھاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو انھوں نے کہا بسر و چشم آپ نے انکو ایک وقت معین کر دیا جب وہ
آئے تو خوب عمدہ کھانا انکے سامنے لائے اور آپ بھی انکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے اور یہ جو کسی کا قول اوپر گذرا ہے کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ میں پڑا
تو اسکے لیے میری گردن جھک گئی تو اسکے جواب میں بعضوں نے فرمایا ہے کہ یہ قول خلاف سنت ہے اور واقع میں ایسا نہیں کیونکہ دعوت کا منظور کرنا
ذلت اس صورت میں ہے کہ دعوت کرنے والا دعوت کے قبول کرنے سے خوش نہو اور منت کش نہو بلکہ اپنی دعوت کرنے کو دوسرے پر احسان جانے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت میں تشریف لیجاتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ آپکو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانیگا اور ہمارے جانے کو دارین
میں اپنا فخر اور شرف سمجھیگا غرضکہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے مختلف حکم رکھتا ہے اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو
گران جانتا ہے اور دعوت صرف فخریہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہے تو اسکی دعوت کا قبول کرنا مسنون نہیں بلکہ حیلہ کر دینا بہتر ہے اور اسی لیے کسی صوفی نے
ارشاد فرمایا ہے کہ دعوت ایسے ہی آدمیوں کی کھاؤ جو یہ سمجھے کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور جو تمھاری امانت اسکے پاس تھی اسکو تمھارے حوالے
کرتا ہے اور تمھاری اس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا ہے اور سری سقطی رح فرماتے ہیں کہ میں ایسے لقمہ کا طالب ہوں کہ اسمیں خدا تعالی کا گناہ کوئی
مجھپر نہو اور نہ کسی مخلوق کی منت پس جس صورت میں کہ مدعو کو معلوم ہو کہ اس دعوت میں منت نہیں تو اسکو رد کرنا نہ چاہیے اور ابو تراب
نخشبی فرماتے ہیں کہ ایکبار میرے سامنے کھانا آیا میں نے نہ کھایا اور انکار کر دیا پھر چودہ روز میں بھوک میں مبتلا ہوا اور جانا کہ یہ اُسی کھانے سے
انکار کرنے کی سزا ہے اور حضرت معروف کرخی رح سے کسی نے کہا کہ آپکی دعوت جو کوئی کرتا ہے آپ چلے جاتے ہیں فرمایا کہ میں مہمان ہوں جہاں
مجھے اتارتے ہیں وہاں اترتا ہوں **دوم** یہ کہ فاصلے کے دور ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے جیسے اس صورت میں انکار نہ چاہیے..

کہ دعوت کرنے والا مفلس ہو اور وجاہت نہ رکھتا ہو لیکہ جو فاصلہ اتنا ہو کہ اسقدر کی برداشت کی عادت ہو تو پھر دوری کے عذر سے انکار نکرے کہتے ہیں کہ توریت میں یا کسی دوسری کتاب آسمانی میں ہے کہ ایک کوس چل مریض کو پوچھ دو کوس چل جنازہ کے ہمراہ تین کوس چل دعوت کو منظور کر چار کوس چل ایسے بھائی کی ملاقات کر جو بھائی چارہ فی اللہ رکھتا ہو۔ دعوت کے منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اسلیے فضیلت ہوئی کہ اسمین زندہ کے حق کا ادا کرنا ہے جو مردہ کی نسبت کراولے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری کوئی دعوت کراع الغمیم میں کرے تو قبول کرلون۔ اور کراع الغمیم ایک جگہ ہے مدینہ منورہ سے چند کوس پر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں جب اس جگہ پہونچے تھے تو روزہ افطار کیا تھا اور آپ نے سفر میں اسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا تیسرے یہ کہ روزہ دار ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نکرے بلکہ دعوت میں جاوے اگر صاحب دعوت کی خوشی اپنے افطار کرنے میں جانے تو افطار کرے اور مسلمان کے دل خوش کرنے کے ارادہ سے افطار میں بھی اسی ثواب کا خواہان ہو جو روزہ سے ہوتا اور یہ بات نفل روزہ میں ہے اور اگر صاحب دعوت کے دل کی خوشی ثابت نہو تو اسکے ظاہر حال ہی کو سچا کر دے اور افطار کرے لیکن جس صورت میں ثابت ہو کہ وہ تکلف کرتا ہے تو بہانہ کر دیوے اور افطار نکرے اور ایک شخص نے جو روزہ کے عذر سے کھانے سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے واسطے محنت اٹھائی اور تو کہتا ہے کہ میں روزہ دار ہون اور حضرت ابن عباس رض نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ہمنشینوں کی خاطر سے افطار کرلینا بہت عمدہ حسنات میں سے ہے پس اس نیت سے افطار کرنا عبادت اور خوش خلقی ہے تو اسکا ثواب روزہ کے ثواب سے زیادہ ہے اور جس صورت میں کہ افطار نکرے تو خوشبو اور انگیٹھی اور عمدہ گفتگو اسکی ضیافت ہے اور کہتے بھی ہیں کہ سرمہ اور تیل بھی دو دعوتون میں سے ایک ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر کھانا شبہہ کا ہو یا جگہ خواہ فرش حلال کا نہو یا اس مقام میں کسی طرح کی بری بات ہو مثلاً ریشمی فرش ہو یا چاندی کے برتن خواہ جانداروں کی تصویر چھت یا دیوارون میں لگی ہون یا کچھ ستار یا بانسری وغیرہ اور لہو لعب کی چیزین اور ڈھول تاشے یا ہزلیات اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ و فریب کے سننے میں مشغول ہونا پڑے یا اور کوئی اسی قسم کی بدعت ہو تو یہ کل باعث دعوت کو نہ ماننے اور ایسی صورتون میں قبول دعوت مستحب نہیں رہتا بلکہ یہ امور اس کی حرمت اور کراہت کے موجب ہوتے ہیں اور یہی حال ہے اگر صاحب دعوت ظالم یا بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر و شیخی کے طور پر دعوت بہ تکلف کرتا ہو۔ پانچوین یہ کہ دعوت کے قبول کرنے سے یہ قصد نکرے کہ ایک وقت پیٹ بھر جاویگا ورنہ یہ عمل دنیا کیلیے ہوگا بلکہ نیت کو قبول کرنے میں درست رکھے تاکہ آخرت کیلیے عامل ہو اور اسکی یہ صورت ہے کہ قبول دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لو دعیت الی کراع لاجبت اور یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور نکرونگا تو خدا تعالی کی نافرمانی سے بچون گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من لم یجب الداعی فقد عصی اللہ ورسولہ اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب من اکرم اخاہ المؤمن فکانما اکرم اللہ اپنے بھائی مومن کا اکرام کرتا ہون اور نیز یہ نیت ہو کہ بمقتضاے حدیث شریف من سر مؤمنا فقد سر اللہ ایک مومن کے دل کو سرور پہونچاتا ہون اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہون اس نیت سے یہ فائدہ ہے کہ نیت کرنے والا ان لوگون میں سے ہو جاویگا جو آپس میں محبت فی اللہ رکھتے ہین اسلیے کہ اسطرح کی محبت میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے واسطے ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس میں ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہے تو جب صاحب دعوت نے خرچ کیا تو مدعو کی طرف سے ملاقات کو جانا ہو جاویگا اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے کوئی میری طرف سے بدگمان نہ ہوگا اور یہ طعنہ زبان زد نکرے گا کہ تکبر یا بدخلقی سے یا مسلمانوں کو حقیر جان کر دعوت قبول نکی غرضکہ دعوت کے قبول کرنے میں یہ چھ نیتیں ایسی ہیں کہ اگر ایک بھی آدمی کرے تو قبول دعوت موجب قربت ہوگا اور اگر سب نیتیں کوئی کرے تو پھر کیسے باعث قربت ہونگی اور سلف کے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے ہر عمل میں ایک نیت ہو یہانتک کہ کھانے اور پینے وغیرہ میں بھی نیت ہوا کرے اور اسی جی سے نیت کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُہَا اَوِ امْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُہَا فَہِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ہَاجَرَ اِلَیْہِ اور نیت صرف مباح اور طاعت کی چیزوں میں اثر کرتی ہے ممنوع چیزوں میں تاثیر نہیں کرتی مثلاً اگر ساتھیوں کی خوشی کے لیئے شراب پیوے خواہ اور کسی حرام کا مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانوں کی خوشی کرتا ہوں تو یہ نیت مفید نہوگی اور نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے بلکہ جہاد جو طاعت ہے اگر اس سے بھی نیت فخر کی یا مال حاصل کرنے کی کریگا تو طاعت نہ رہیگی یہی حال مباح کا ہے کہ جو چیز خیرات میں بھی مل سکتی ہو اور غیر خیرات میں بھی وہ نیت سے خیرات میں لاحق ہو جاتی ہے پس نیت کا اثر انھیں دو قسموں میں ہوتا ہے کسی تیسری قسم میں نہیں ہوتا

تیسرا بیان دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان میں - اسکے آداب یہ ہیں کہ جب مکان میں آوے تو صدر مقام میں نہ بیٹھے بلکہ فروتنی کرے دوسرے یہ کہ بہت دیر نہ لگاوے کہ لوگ منتظر رہیں اور نہ اتنا جلدی جاوے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی نہ کرنے پاوے اور جا موجود ہو تیسرے یہ کہ بھیڑ کے وقت ایسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کو تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اسکے خلاف ہرگز نہ کرے کیونکہ بعض اوقات صاحب مکان اپنے دل میں ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کر لیتا ہے تو اسکے خلاف کرنے میں اسکی ترتیب ٹوٹ جاویگی اور متردد ہوگا - اور اگر بعض حاضرین اسکی تعظیم کے لیئے کوئی اونچی جگہ بتادیں تو اسوقت تواضع کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ مِنَ التَّوَاضُعِ لِلّٰہِ الرِّضَا بِالدُّوْنِ مِنَ الْمَجَالِسِ چوتھے یہ کہ جس کوٹھری میں عورتیں ہوں اور پردہ پڑا ہو تو اسکے دروازے کے سامنے نہ بیٹھے پانچویں یہ کہ جس جگہ کھانا اُترتا ہو وہاں بہت نہ تکے کہ یہ دلیل حرص اور بے صبری کی ہے چھٹے یہ کہ جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اُس سے سلام علیک اور پرسش حال کرے اور جب مہمان میزبان کے یہاں آوے تو میزبان کو چاہیے کہ اسکو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتادے حضرت امام مالکؒ نے حضرت امام شافعی رح کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک رح نے کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے میں لوگوں سے پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اول مالک مکان کو چاہییں اسلیئے کہ وہ لوگوں کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ہاتھ پہلے دھو وے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتھ دھووے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو اور وہ آجاوے تو اسکے ساتھ کھاوے ساتویں یہ کہ جب دعوت کی جگہ پہونچ کر کوئی بُری بات دیکھے تو اگر اسکے دور کرنے پر قادر ہو تو دور کریے ورنہ زبانی اسکی بُرائی بیان کرکے لوٹ جاوے اور بُری باتیں یہ ہیں - کہ فرش ریشمی کا ہونا یا چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال یا تصویروں کا دیوار اور ان پر ہونا

رح اگرنکی ہوئی تو اسکی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی جیسا کہ ہجرت کی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۱۲

رح اللہ کیلئے تواضع کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ نشست کے مقام میں کمتر جگہ پر راضی ہوجاوے ۱۲ خرائطی در مکارم اخلاق و ابونعیم و طبرانی بروایت طلحہ بن عبید اللہ ۱۲

یا باجے گاجے ستار وغیرہ کا سننا یا عورتون کا منھ کھلے وہان موجود ہونا یا اور کوئی حرام چیز کا پایا جانا۔ یہانتک کہ امام احمد رحنے فرمایا ہے کہ
جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جسکے سر پر چاندی لگی ہو تو نکل جانا چاہیئے اور اُس مجلس مین بیٹھنے کی اجازت نہین دی صحن مین بیٹھنے کو فرمایا اور
جب کوئی شخص باریک پردہ پتھرون کے بچاو کا دیکھے تب بھی یہی کہا ہے کہ وہان سے چلا آوے کہ بیفائدہ کا تکلف ہے نہ اُس سے گرمی جاوے
نہ سردی نہ کوئی شی اسکے سبب سے چھپ سکے اور اسی طرح جب گھر کی دیوارونکو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے وہان بھی
نہ بیٹھنا چاہیئے۔ اور یہ بھی آنکا قول ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ لے جس مین تصویر ہو یا حمام مین جاوے اور اسمین تصویر پاوے تو چاہیئے
کہ اُس تصویر کو اگر قدرت ہو تو دور کردے اور اگر قابو نہو تو اُسمین سے نکل آوے اور جتنی باتین آپ نے فرمائی ہین سب درست ہین لیکن پردہ مسہری کا
دیکھنا اور دیوارون پر ریشمی کپڑے زینت کے لیے لگانے داخل حرمت نہین کیونکہ حریر کا پہننا مردونکو حرام ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے ہذان حرام علی ذکور امتی حل لاناثہا اور جو دیواروں پر کپڑے ہین وہ مردون کی طرف منسوب نہین اور اگر بالفرض دیوار پر
ریشمی کپڑا لٹکانا حرام ہوتا تو کعبہ شریفہ کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسطرح کی زینت مباح مین داخل ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے
قل من حرم زینۃ اللہ خصوص ایسی صورت مین کہ اس فعل سے زینت مقصود ہو اور فخر کیلئے عادت نہ ٹھہرالی ہو گو یہ بات سوچ لی ہو
کہ لوگونکو اسکے دیکھنے سے نفع ہوگا اسلیئے کہ مردون کو حریر کی طرف دیکھنا حرام نہین جس صورت مین کہ لونڈیان اور عورتین اُسکو پہنے ہوئے
ہون تو دیوارون پر پڑا ہو دیکھنا بھی ایسا ہی ہے کہ اُنمین بھی مردیت کا وصف نہین

چوتھا بیان کھانا لانیکے آداب مین اور وہ پانچ ہین اول کھانا جلد پیش کرنا کہ اسمین مہمان کی تعظیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرماتے ہین من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ دوسرے صورت مین کہ اکثر لوگ آگئے ہون اور ایک یا دو وقت مقررہ پر نہ آئے ہون
تو حاضرین کی خاطر سے جلد کھانا پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ غیر حاضرین کی خاطر سے کھانا کھلانے مین دیر کیجائے ہان جس صورت مین کہ غیر
حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہجانے مین اُسکی دل شکنی متصور ہو تو اُسکا انتظار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور اللہ تعالی کے اس قول مین ہل اتاک حدیث
ضیف ابراہیم المکرمین ایک معنی یہ بھی کہے ہین کہ انکی تعظیم یہ کیگئی تھی کہ کھانا اُنکو جلد کھلایا گیا تھا چنانچہ دوسری آیت اسپر دلیل ہے کہ ارشاد
فرمایا فما لبث ان جاء بعجل حنیذ اور ایک جا فرمایا فراغ الی اہلہ فجاء بعجل سمین اور روغان کے معنی جلد جانے کے ہین اور بعض کہتے ہین کہ خفیہ جانے
کے معنے ہین اور کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم ایک ران گوشت کی لائے تھے اور اسکا نام عجل اسیلئے رکھا کہ عجلت کے ساتھ لائے اور دیر نہ کی حاتم اصم رح
فرماتے ہین کہ جلدی کرنا بجز پانچ باتون کے شیطان کی طرف سے ہے اور اُن پانچ امور مین سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے یعنے
مہمان کو کھانا کھلانا اور مردہ کو تجہیز و تکفین کرنا اور کنواری عورت کو بیاہ دینا اور قرض ادا کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا۔ اور ولیمہ مین بھی جلدی کرنا
مستحب ہے اور کہتے ہین کہ اول روز کا ولیمہ سنت ہے اور دوسرے روز کا معروف یعنی سلوک کے طور پر ہے اور تیسرے روز کا نمود ہے۔
دوم کھانون کو ترتیب وار پیش کرنا یعنی اگر فاکہہ ہو تو اول اُسکو پیش کرے اسلیئے کہ طب کی رو سے یہ امر مناسب ہے کیونکہ فاکہہ جلد ہضم ہوتا ہے
اسلیئے معدہ مین سب سے نیچے اسکا ہونا اچھا ہے اور قرآن مجید مین بھی تنبیہ ہے کہ فاکہہ کو اول پیش کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے وفاکہۃ مما یتخیرون
پھر فرمایا ولحم طیر مما یشتہون پھر بعد فاکہہ کے پیش کرنا گوشت اور ثرید کا افضل و ارثرید اُس کھانے کو کہتے ہین کہ شوربا مین روٹی توڑ دیجاوے اور

یہ کھانا عرب میں افضل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کو اور عورتوں پر ایسا افضل ہے جیسا ثرید کو اور کھانوں پر۔ پس
اور اگر کھانے کے بعد کچھ شیرینی بھی ہو تو سب عمدہ چیزیں جمع ہو گئیں۔ اور گوشت سے اکرام کے ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہے جو ابراہیم
علیہ السلام کے مہمانوں کی شان میں ہے فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ اور حنیذ اُس گوشت کو کہتے ہیں کہ خوب پکا ہوا اس سے معلوم ہوا
کہ بیشتر گوشت لانے میں بھی اکرام کی صورت ہے اور عمدہ چیزوں کے باب میں ارشاد فرمایا وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ان میں من کے معنی شہد
کے ہیں اور سلوی سے مقصود گوشت ہے اور گوشت کو سلوی اسلئے فرمایا کہ اُسکے ہوتے ہوئے اور سالنوں سے تسلی ہو جاتی ہے اور دوسری
کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہیں اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سَیِّدُ الْاِدَامِ اللَّحْمُ یعنے گوشت سالنوں کا سردار ہے
پھر من و سلوی کے ذکر کے بعد خدا تعالی نے ارشاد فرمایا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی اور گوشت دونوں عمدہ غذاؤں
میں سے ہیں۔ ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہیں کہ طیب چیزوں کا کھانا رضاء الہی کا موجب ہوتا ہے اور یہ طیب چیزیں ٹھنڈا پانی پینے
اور ہاتھ دھونے کے وقت گنگنا پانی ہاتھوں پر ڈلوانے سے پوری ہو جاتی ہیں۔ مامون نے کہا ہے کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص
کر دیتا ہے یعنی یہ نعمت شکر خالص چاہتی ہے اور بعض ادبا کا قول ہے کہ جس صورت میں تمنے اپنے بھائیوں کی دعوت کی اور انکو
بادام کا حلوا اور بورانی کھلا کر ٹھنڈا پانی پلایا تو دعوت کامل کی۔ اور کسی شخص نے ضیافت میں بہت سے روپیہ لگائے پس ایک
حکیم نے کہا کہ تمکو اس خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی بشرطیکہ روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی دار تمہارے پاس موجود ہوتا اسلئے
کہ یہی چیزیں ضیافت کو کافی تھیں۔ اور بعض حکما کا یہ قول ہے کہ کھانے کے بعد شیرینی کا ہونا بہت قسم کے کھانے تیار کرنے سے بہتر ہے
اور دسترخوان پر سب کو کھانا پہونچ جانا اس سے بہتر ہے کہ کئی قسم کا کھانا ہو اور کسی کے سامنے کچھ ہو اور کسی کے سامنے کچھ اور
کہتے ہیں کہ جس دسترخوان پر بقولات ہوتے ہیں اُسپر فرشتے آتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ترکاری رکھنا بھی دسترخوان پر مستحب ہے اور اس میں سبز چیزوں
سے ایک طرح کی زینت بھی ہے اور حدیث میں ہے کہ جو دسترخوان بنی اسرائیل پر اُترا تھا اُسمیں گندنا کے سوا سب بقولات تھے اور ایک مچھلی تھی
جسکے سر کے پاس سرکہ اور دُم کے پاس نمک تھا اور سات روٹیاں تھیں اور ہر ایک روٹی پر روغن زیتون اور دانہ انار رکھا تھا تو اگر یہ سب
چیزیں ضیافت میں جمع کیجاویں تو اُس دسترخوان کے مطابق ہونے کے اعتبار سے بہتر ہوگی۔ سوم یہ کہ کھانوں کے اقسام میں سے جو زیادہ
لطیف ہو اُسکو پہلے پیش کر دے تاکہ جسکو منظور ہو وہ اُسی کو پیٹ بھر کر کھالیوے اُسکے بعد اور کھانوں کو بہت نہ کھاوے اور عادت اہل رفاہت
کی یوں ہے کہ اول کثیف تر غذا پیش کرتے ہیں تاکہ اُسکے بعد لطیف سامنے آوے تو رگ شہوت جنبش کرے اور یہ امر سنت کے خلاف ہے کیونکہ
یہ بہت کھانا کھانے کا ایک حیلہ ہے اور پہلے لوگوں کا طریق یہ تھا کہ کھانے کے سب اقسام کو ایک ہی دفعہ لا رکھتے تھے اور پیالے رکابیاں کھانوں کی
دسترخوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اُسمیں سے کھاوے اور اگر صاحب خانہ کے یہاں ایک قسم کے سوا دوسرا کھانا نہ ہوتا
تھا تو اُسکو ذکر کر دیتا تھا تاکہ لوگ اسی کو شکم سیر ہو کر کھالیں اس سے بہتر کا انتظار نکریں اور بعض اہل مروت کا حال منقول ہے کہ وہ ایک پرچہ پر
جتنے اقسام کھانے کے لانے منظور ہوتے لکھکر اول مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے اور ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے شام کے بعض مشائخ نے
ایک کھانا پیش کیا میں نے کہا ہمارے یہاں عراق میں یہ کھانا سب کے بعد پیش ہوتا ہے اُس نے کہا کہ ہمارے یہاں بھی شام میں یہی دستور ہے

ابن ماجہ بروایت ابی درداء ... بسند ضعیف ۱۲

اور اُس کھانے کے سوا دوسری قسم اُسنے تیار نہ کرائی تھی مجھکو اُس سے نہایت شرمندگی ہوئی اور کسی دوسرے کا قول ہی کہ ہم چند لوگ ایک ضیافت میں تھے صاحب خانہ نے بکری کے سر بھنے ہوے اور شوربا دار ہمارے سامنے لا رکھے ہمنے اُنکو انتظار میں کہ اور کوئی کھانا یا گوشت آوے گا نہ کھایا آخر کو صاحب خانہ نے ہمارے سامنے طشت لا رکھا اور کچھ پیش نہ کیا تب ہم ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگا ایک صاحب جو ظریف تھے اُنھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہی کہ بدون بدنوں نے سر پیدا کر دیوے راوی کہتا ہی کہ اُس رات ہم بھوکے رہے اور سحر تک روٹی کے طالب اسی لحاظ سے مستحب ہی کہ سب اقسام پیش کر دے یا جو اپنے پاس ہو اُسکی اطلاع کر دے تاکہ مہمان پھر انتظار نکریں چہارم یہ کہ جب تک کھانے کے اقسام سے اچھی طرح نہ کھالیوین اور ہاتھ نہ کھینچ لیں تب تک اُنکو اُٹھانا نہ چاہیئے کیونکہ شاید بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ جو قسم سب سے بعد آئی ہوگی وہ بہ نسبت اور اقسام کی اُنکو زیادہ مرغوب ہوگی یا ابھی شکم سیر نہوے ہونگے تو برتن بڑھانے سے اُنکا حرج ہوگا اور دسترخوان پر ممکن کو جو دور نگ کے کھانوں سے بہتر کہتے ہیں اسکے یہی معنی ہیں کہ برتن جلد نہ اُٹھائے جاویں اور یا یہ معنی ہی کہ جگہ فراخ ہو سنتوری جو ظریف صوفی تھے اُنکے حال میں لکھا ہی کہ کسی دنیا دار کے یہاں ضیافت کھانے گئے ایک بکرا بھنا ہوا اُنکے سامنے آیا اور یہ شخص بخیل تھا لوگوں نے جو اُس بکرے کو چیر پھاڑ تکا بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ یہ بکرا لڑکوں کے لیے اُٹھا لیجا غلام نے اُسکو اُٹھا اندر جانے کا قصد کیا سنتوری اُسکے پیچھے دوڑے کسی نے اُنسے کہا کہ کہاں جاتے ہو کہا کہ لڑکوں کے ساتھ کھاؤنگا تب تو صاحب خانہ شرمایا اور اُس بکرے کو واپس منگایا اور اسی ادب کے متعلق یہ ہی کہ ضیافت کرنے والا لوگوں سے پیشتر اپنا ہاتھ نہ کھینچے کہ وہ حیا کرینگے بلکہ یوں چاہیے کہ سب کے بعد خود موقوف کرے بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگوں سے سب کھانوں کے اقسام ذکر کر دیتے اور اُنکو کھانے دیتے جب لوگ قریب شکم سیری کے ہوتے تو خود دو زانو ہو کر کھانے پر بسم اللہ کہکر ہاتھ بڑھاتے اور کہتے کہ میرے ساتھ دو ضاد الم میں اور تمہیں برکت کرے اور پہلے لوگ اُنکی اس عادت کو اچھا جانتے تھے پنجم یہ کہ کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانے والوں کو کافی ہو جاوے اسلئے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے میں تو مروت میں بٹہ لگے گا اور اُس سے زیادہ کرنے میں بناوٹ اور نمود ہی خصوصاً ایسی صورت میں کہ دل پر گوارا نہو کہ سب کھا جاویں ہاں اگر بہت کھانا اسطرح رکھے کہ اگر سب کھا جاویں تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دیں تو اُنکے اُٹھ کو باعث برکت جانے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ حدیث میں ہی کہ اس کھانے پر حساب نہیں ہوتا - حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا حاضر کیا اُنکو سفیان ثوری نے کہا کہ اے ابو اسحاق تمکو خوف نہیں کہ یہ کثرت فضول خرچی ہو جاوے انھوں نے فرمایا کہ کھانے میں فضول خرچی نہیں ہی غرضکہ اگر کثرت اس نیت سے ہو تو بیشک تکلف ہی حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ ہمکو منع کیا گیا ہی اس سے کہ ایسے شخص کی دعوت قبول کریں جو اپنے کھانے سے فخر کرتا ہو اور صحابہؓ میں سے بہت سے لوگوں نے مباہات کے کھانے کو مکروہ جانا ہی اور قدر کفایت پیش کرنے ہی کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بچا ہوا کھانا نہیں اُٹھایا گیا اسواسطے کہ صحابہؓ مقدار حاجت سے زائد پیش نکرتے تھے اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے اس صورت میں مقدار کفایت بہت تھوڑی ہوتی تھی اور نوبت بچ رہنے کی نہ آتی تھی اور چاہیے کہ اول گھر والوں کا حصہ علیحدہ کر دے ایسا نہو کہ اُنکو مہمانوں کے پاس سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور جس صورت میں کہ شاید نہ بچے تو وہ دل تنگ ہوں اور مہمانوں کو صلوات سنائیں تو اُنکو ایسا کھانا کھلانا کیا ضرور ہی جس سے اور لوگ بُرا مانیں یہ امر اُنکے حق میں خیانت ہی - اور کھانا اگر کچھ بچ رہے تو مہمان کو اُسکو لینا نہ چاہیے اور یہ وہ کھانا ہی جسکو صوفی زلہ کہتے ہیں ہاں جس صورت میں کہ صاحب خانہ بطیب خاطر اس امر کی اجازت دیدے یا حال کے قرینہ سے اُسکا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے کا مضائقہ نہیں لیکن اگر

۱۱

یہ معلوم ہو کہ میزبان بُرا مانے گا تو اس صورت میں لینا نہ چاہیے اور اُسکی رضامندی کی صورت میں بھی عدل و انصاف کی رعایت رفیقوں کے ساتھ ملحوظ چاہیے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لیوے جو اپنے سامنے بچا ہو یا اپنے ساتھی کے سامنے کا بشرطیکہ وہ بخوشی خاطر اُسکے لینے پر راضی ہو اور حیا کے سبب سے راضی نہ ہو گیا ہو

پانچواں بیان لوٹنے کے آداب میں اور وہ تین ہیں **اوّل** یہ کہ مہمان کے ساتھ مکان کے دروازے تک نکلے کہ یہ امر مسنون ہے اور مہمان کی تعظیم اس سے ہوتی ہے اور اُسکی تعظیم کا حکم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے اور فرمایا کہ مہمان کی پاسداری یہ ہے کہ گھر کے دروازے تک اُسکی ہمراہی کیجائے حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے آپ خود بہ نفس نفیس اُنکی خدمت کو اُٹھے اصحابؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اُنکی خدمت بجا لاوینگے آپ تکلیف نہ فرماویں آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اُنہوں نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی میں چاہتا ہوں اُنکی مکافات کروں اور پوری تعظیم یہ ہے کہ کشادہ پیشانی رہنا اور آنے جانے کے اوقات میں اور دسترخوان پر اچھی طرح اُن سے کلام کرنا چاہیے اوزاعی رحمہ سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہے فرمایا کشادہ رو اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا اور یزید بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ ہم جب کبھی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے پاس آئے تو اُنہوں نے ہم سے گفتگو بھی اچھی ہی کی اور کھانا بھی اچھا ہی کھلایا **دوم** یہ ہے کہ مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس سے خوشدل جاوے اگرچہ اُسکی خاطرداری میں کوتاہی ہوئی ہو اس لیے کہ یہ امر خوش خلقی اور تواضع میں سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے پہلے زمانہ کے اکابر میں سے کسی کے پاس ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کو بلا لاوے وہ بزرگ گھر پر نہ ملے جب اُنہوں نے سُنا کہ فلاں شخص نے بلوایا تھا تو اُسکے یہاں گئے اُس وقت لوگ کھانا کھا کر چلے گئے صاحب مکان اُنکے پاس آیا اور کہا کہ اب تو لوگ کھا کر چلے گئے پوچھا کہ کچھ بچا ہے اُسنے کہا کہ نہیں کہا کہ ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا ہو تو سہی اُسنے کہا کہ کوئی نہیں کہا کہ ہانڈی ہی لے آؤ کہ اسی کو پوچھ لوں اُس نے کہا کہ وہ میں نے دھو ڈالی پس شکر خدا کہتے ہوئے وہاں سے اپنے مکان کو چلے گئے لوگوں نے اُنسے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تمکو کچھ کھلایا بھی نہیں اور تم اُس شخص سے راضی اور خوش ہو فرمایا کہ اُس نے بہر حال اچھا کیا کہ ایک نیت صاف سے ہمکو بلایا اور ویسی ہی صاف نیت سے ہمکو جواب دیدیا پس تواضع اور خوش خلقی اسی کا نام ہے اور کہتے ہیں کہ اُستاد ابوالقاسم جنید کو چار بار ایک لڑکا بلانے گیا کہ میرا باپ تمہیں کھانا کھلانے کو بلاتا ہے اور چاروں دفعہ میں اُسکے باپ نے اُنکو جواب صاف دیا مگر وہ ہر دفعہ بلانے پر چلے آتے تھے کہ اُس لڑکے کا بھی دل خوش ہو جاوے کہ میرا کہنا مانا اور اُسکا باپ بھی راضی ہے کہ اُسکے جواب دینے سے چلے گئے یہ نفوس قدسیہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے میں دب گئے ہیں اور توحید سے طمینان اُنکو حاصل ہے اور ہر ایک رد و قبول میں بجز اپنے خالق کے اور کی طرف نظر نہیں کرتے نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہوں اور نہ کسی کی تعظیم سے خوشدل بلکہ ہر ایک بات کو واحد قہار کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں دعوت کو اس لیے منظور کرتا ہوں کہ اُسکے سبب سے مجھکو جنت کا کھانا یاد آتا ہے یعنے وہ کھانا بھی ایسا ہی عمدہ ہوگا کہ ہمکو اُسمیں کچھ محنت و مشقت نہ ہوگی اور نہ اُسکا حساب ہم سے لیا جاوے گا **سوم** یہ ہے کہ بدون رضا اور اجازت میزبان کے اُسکے یہاں سے نہ آوے ٹھہرنے کی مقدار میں اُسکے دل کی رعایت رکھے اور جب مہمان ہو کر فرودگش ہو تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھاوے کہ کبھی اُس

کہ میزبان اکتا جاوے اور چلے جانے کے لیے کہنے کی ضرورت پڑے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی الضیافۃ ثلثۃ ایام فما زاد فصدقۃ اگر
صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہی اور صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کے لیے رہنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہی کہ ایک بچھونا خود مرد کے لیے ہی اور ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے **خاتمہ**۔ طبی اور
شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان مین۔ اور وہ نو ہین **اول** یہ ہی کہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی کہ فرمایا کہ بازار مین کھانا کمینگی ہی اور
اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہی اور اسکی سند غریب ہی اور اسکے خلاف پر ایک روایت حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہی کہ
اُنھون نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین چلتے پھرتے کھا پی لیا کرتے تھے اور بعض شیوخ صوفیہ نے کسی معروف صوفی کو بازار
مین کھاتے دیکھا اور اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھون نے کہا کہ کیا خوب مجکو بھوک لگے بازار مین اور کھانا کھاؤن گھر پر سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد مین چلے
جاتے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہی کہ خدا تعالی کے گھر مین کھانے کے واسطے جاؤن اور ان دونون باتون کے مطابق کرنے کی صورت یہ ہی کہ بازار مین کھانا
بعض لوگون کے اعتبار سے تواضع اور بے تکلفی ہی اس صورت مین بازار مین کھا لینا اچھا ہی اور بعض اشخاص کے لحاظ سے بے غیرتی ہی انکے
حق مین مکروہ ہی یعنی یہ امر شہرون کی عادتون اور لوگون کی حالتون کے اختلاف سے مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے
نہ ہونگے تو بازار مین کھانا اُسکے حق مین بے غیرتی اور زیادتی حرص پر دال ہوگا اور گواہی مقبول ہونے کا مانع متصور ہوگا اور جس شخص کے
سب اعمال اسی کے مناسب ہونگے اور ہر حال مین بے تکلفی ٹپکتی ہوگی اُسکا بازار مین کھانا تواضع شمار کیا جاوے گا **دوم** حضرت علی کرم اللہ
وجہہ سے منقول ہی کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالی ستر قسم کی بلا اُس پر سے ٹال دیتا ہی اور جو کوئی ایک روز مین
سات عجوہ کھجورین کھاوے تو اُسکے پیٹ کے کیڑونکو مار ڈالین گی اور جو کوئی ہر روز اکیس سُرخ کشمش کھا لیوے وہ اپنے بدن مین ایسی
چیز نہ دیکھے گا جو اُسکو بُری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت زیادہ کرتا ہی اور ثرید عرب کی غذا ہے اور حلوے کھانے سے پیٹ بڑھتا ہی اور خصیے
لٹک جاتے ہین اور گائے کا گوشت مرض ہی اور اسکا دودھ شفا ہی اور اُسکا گھی دوا ہی اور چربی اپنے برابر روگ بدن سے باہر کر دیتی
ہی اور نفاس والی عورت کو خرما تر سے بہتر کسی چیز سے شفا نہین ہوتی اور مچھلی سے جسم گھل جاتا ہی اور قرآن مجید کی تلاوت اور مسواک
کرنا بلغم دور کرتی ہین اور جو شخص بقا یعنی دیر پائی چاہے حالانکہ بقا ہو نہین سکتی اُسکو چاہیے کہ صبح کا کھانا سویرے کھاوے اور شام کو
کم کھاوے اور جوتا پہنے اور آدمیون کے حق مین گھی سے بہتر کوئی علاج نہین اور عورتون سے اختلاط کم کرے اور جتنی چادر دیکھے اُتنے پاؤن
پھیلاوے یعنی قرض اپنے ذمہ نہ کرے **سوم** حجاج نے کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اُسکو عمل مین لاؤن اور اُس سے عدول یا تجاوز
نہ کرون اُسنے کہا کہ عورتون مین سے جوان کے سوا کسی سے شادی مت کرنا اور گوشت سواے جوان حیوان کے مت کھانا اور پکی چیز جبتک
خوب پک نہ لے مت کھانا اور بدون مرض کے دوا مت پینا اور میوہ مین سے خوب پکا ہوا کھانا اور جو غذا کھاوے اُسکو اچھی طرح چبانا
اور غذا وہ کھانا جسکو دل چاہتا ہو اور اُسپر پانی مت پینا اور پانی جب پی چکو تو پھر کچھ مت کھانا اور بول و براز کو مت روکنا اور جب
دن کی غذا کھانا تو سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد سونے سے پیشتر چہل قدمی کرنا گو سو قدم ہی چلو اور عرب والے بھی یہی مضمون کہتے ہین
تغد تمدد تعش تمش یعنی دن کی غذا کھا کر لیٹ جاؤ اور رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو۔ اور کہتے ہین کہ پیشاب کا بند کرنا بدن مین خرابی پیدا کرتا ہی

لہ مہمانی تین دن ہی اور جو زیادہ ہو وہ صدقہ ہی بخاری ومسلم بروایت ابو شریح ۱۲
ع مسلم بروایت جابر بن عبد اللہ
بروایت ابن ماجہ ... ضعیف ... ابن ماجہ ۱۲

جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اُسکے گرد کی چیزین خراب ہوجاتی ہین چہارم کہتے ہین کہ رگون کا کاٹنا مرض لاتا ہی اور رات کا نہ کھانا بوڑھا
کرتا ہی اور عرب والون کا قول ہی کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سُرین کی چربی کو دور کر دیتا ہی اور کسی حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جب تک
اپنی عقل ساتھ نہ لے تو تب تک گھر سے مت نکلنا یعنی بدون کچھ کھائے صبح کو مت نکلو اور اسکو عقل اس لیے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے
رہتی ہی اور اسی سے طیش دور ہوتا ہی اور ایک یہ فائدہ کہ شکم سیری بازار کی چیزون پر نیت کم کھٹکتی ہی - اور ایک حکیم نے کسی موٹے آدمی کو کہا
کہ تیری ڈاڑھون کی کارگاہ بنا ہوا کپڑا تیرے بدن پر معلوم ہوتا ہی کیسی یہ صورت ہوئی اُسنے کہا کہ مین گیہون کا میدہ اور حلوا اور بکری کا گوشت کھاتا ہون اور
روغن بنفشہ کا تیل ملتا ہون اور ریشمی کپڑا پہنتا ہون پنجم یہ کہ پرہیز تندرست کو ایسا مضر ہی جیسے بدپرہیزی بیمار کو اور بعضون کا قول ہی کہ جو
پرہیز کرتا ہی اُسکو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شک ہی اور صحت کے حال مین ایسا حال ہونا اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
صہیب رومی رض کو دیکھا کہ خرما کھاتے تھے اور انکی ایک آنکھ پر آشوب تھی فرمایا کہ تمھاری آنکھ دُکھتی ہی اور خرما کھاتے ہو عرض کیا کہ یارسول اللہ
مین دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہون آپ یہ سنکر ہنس پڑے ششم یہ کہ میت والون کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہی چنانچہ جب خبر
مرگ حضرت جعفر بن ابی طالب رض کی آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جعفر کے کنبے والے میت کے شغل مین کھانا نہ تیار
کر سکین گے انکے پاس کچھ کھانے کو بھیج دو اسی لیے یہ امر مسنون ہی اور جب اس قسم کا کھانا مجمع مین آوے تو اُسکو کھا لینا جائز ہی لیکن اگر نوحہ کرنے
والیون اور واویلا کرنے والیون کے لیے ہو تو انہین سے کھانا نہ چاہیے ہفتم ظالم شخص کے کھانے کو کھانا نہ چاہیے اور اگر کوئی زبردستی کرے
تو تھوڑا کھاوے اور جو کھانا بہت عمدہ ہو اُسپر ہاتھ نہ ڈالے کسی مزکی نے ایسے شخص کی گواہی نہ قبول کی جسنے ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اُسنے
کہا کہ مین دعوت کھانے مین مجبور تھا مزکی نے کہا کہ مین دیکھتا تھا کہ تو عمدہ ہی کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا اسمین تو کسی کا
جبر تجھپر نہ تھا اور کہتے ہین کہ بادشاہ مذکور نے اس مزکی کو بھی جبراً کھانے کو کہا تھا مگر اُسنے جواب دیا کہ اگر مین کھانا کھاؤنگا تو گواہون کا تزکیہ نہ کرونگا
اور اگر تزکیہ کرونگا تو کھانا نہ کھاؤنگا اور چونکہ اسکے تزکیہ کے بدون بہت ہرج تھا اس لیے اُسکا عذر بادشاہ نے مان لیا اور کہتے ہین کہ ذوالنون
مصری رح مقید ہوگئے چند روز قیدخانہ مین کھانا نہ کھایا انکی ایک دینی بہن تھی اُس نے اپنا سوت کات کر داروغہ محبس کے ہاتھ کھانا پکا کر
بھیجا انھون نے اُسکو بھی نہ کھایا رہائی کے بعد اُس عورت نے اُس کی شکایت کی فرمایا کہ کھانا حلال تھا مگر ظالم کے برتن اور ہاتھ مین آیا تھا
اس لیے مین نے نہ کھایا یعنی داروغہ محبس کی معرفت اگر نہ آتا تو کھاتا اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہی ہشتم شیخ موصلی کے حال مین لکھتے ہین
کہ وہ بشر حافی کے یہان بطور ملاقات تشریف لائے بشر نے کچھ درہم نکالکر احمد جلاء اپنے خادم کو دیے اور فرمایا کہ انکا عمدہ کھانا اور اچھا سالن لے آؤ
احمد کہتے ہین کہ مین نے بہت ستھری روٹی مول لی اور پھر اپنے دل مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے سوا اور کسی چیز کے لیے نہین فرمایا
اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ اسی غرض سے کچھ دودھ اور کچھ عمدہ چھوہارے مول لیے اور ان سب کو لاکر شیخ موصلی رح کے سامنے رکھدیے آنھون نے
کھانا کھایا اور باقی اپنے ساتھ لے گئے بشر حافی رح نے ہمکو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مین نے عمدہ کھانا مول لینے کو کس لیے کہا تھا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اچھا
کھانا موجب شکر خالص کا ہوا کرتا ہی اور تمکو یہ معلوم ہی کہ شیخ رح نے مجھ سے کیون نہ کہا کہ کھاؤ اسکا یہ سبب ہی کہ مہمان کے لیے ضرور نہین کہ میزبان کو کہے
کہ آؤ کھاؤ اور تم جانتے ہو کہ باقی بچا ہوا کھانا ساتھ کیون لے گئے اسکی وجہ یہ تھی کہ جب توکل صحیح ہوتا ہی تو توشہ کا لینا ضرر نہین کرتا انتہا انتقال ...

اس باب مین گذر گئی ۱۲
عہ الٰہی ہمکو اس مین برکت دے اور اسکو زیادہ دے ۱۲

یہ مسائل گویا تمکو تسلیم کیے۔ اور ابو علی رودباری نے ایک شخص کا حال نقل کیا ہے کہ انھون نے ضیافت کی اور سہمین ہزار چراغ جلائے کسی نے اُن پر اعتراض کیا کہ تم نے اسراف کیا انھون نے کہا کہ اندر جاکر جو چراغ مین نے خدا کے لیئے روشن نہ کیا ہو اُسکو گل کر دو وہ شخص اندر گیا اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہوا آخر کو قائل ہو گیا اور ابو علی رودباری رح نے بہت سے پلے شکر کے لیئے اور حلوائیون سے کہکر شکر کی دیوار مع کنگرون اور محرابون کے تیار کرائی اور اسمین کھڑکیان منقش لگوائے کہ سب شکر کے تھے پھر صوفیون کو بلا کر اُنسے اُسکے کھانے کو کہا سب نے اُسکو گرا کر لوٹ لیا۔ قسم یہ کہ کھانا امام شافعی رح کے قول کے بموجب چار طرح پر ہے اول ایک انگلی سے کھانا اور یہ موجب خداے تعالی کی خفگی کا ہے دوم دو انگلیون سے کھانا داخل تکبر ہے سوم تین انگلیون سے کھانا یہ طریقہ مسنون ہے چہارم چار یا پانچون انگلیون سے کھانا یہ شدت حرص پر دال ہے اور چار چیزین بدن کی مقوی ہین گوشت کھانا اور خوشبو سونگھنا اور بدون صحبت کے بہت نہانا اور کتان کا پہننا اور چار چیزین بدن کو سست کرتی ہین۔ بہت صحبت کرنا اور بہت رنج کرنا اور نہار منھ اکثر پانی پینا اور کثرت سے ترشی کا کھانا اور چار چیزین بینائی کو قوت دیتی ہین۔ قبلہ رخ بیٹھنا اور سونے کے وقت سرمہ لگانا اور سبزہ کو دیکھنا اور لباس صاف رکھنا اور چار چیزین بینائی کو سست کرتی ہین۔ نجاست کا دیکھنا اور سولی دیے ہوئے کو دیکھنا اور عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور قبلہ کو پیٹھ کرکے بیٹھنا۔ اور چار چیزین مقوی باہ ہین چڑیون کا کھانا اور اطریفل اکبر کا کھانا اور پستہ کا کھانا اور ترہ تیزک کا کھانا اور سونا چار طرح پر ہے چت لیٹنا انبیا کا سونا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدایش مین فکر کرتے ہین اور دہنی کروٹ پر علماء اور عابد سوتے ہین اور بائین کروٹ پر بادشاہ سوتے ہین کہ کھانا ہضم ہو اور منھ کے بل سونا شیطان کا ہے۔ اور چار چیزین عقل بڑھاتی ہین کلام لغو کو منھ سے نہ نکالنا اور مسواک کرنی اور علما کے پاس بیٹھنا اور صلحا کی ہمنشینی کرنی۔ اور چار چیزین افضل عبادت ہین۔ وضو کرکے چلنا اور کثرت سے سجدہ کرنا اور مسجدون مین بیٹھا رہنا اور اکثر قرآن مجید پڑھنا۔ اور یہ بھی امام شافعی رح کا قول ہے کہ مجکو تعجب ہے کہ جو شخص نہار منھ حمام مین نہاوے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر کر کھاوے وہ مرتا کیون نہین اور مجکو تعجب ہے کہ جو پچھنے لگواوے اور اُسیوقت جلدی سے کھالیوے وہ کیون نہین مرتا۔ اور فرمایا کہ دنیا مین کوئی چیز اس سے زیادہ مفید مین نے نہین دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور پینے مین مستعمل ہووے واللہ اعلم و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحابہ اجمعین والحمد للہ اولاً و آخراً

دوسرا باب آداب نکاح کے بیان مین

رُباعی سنت ہی نکاح اور ہی دین مبین | اس امر کا منکر جو ہو وہ ہی بد دین | قرآن مین وانکحوا الایامی کو دیکھ | کر دل پہ حدیث سُننی نقش نگین

واضح ہو کہ نکاح دین پر مددگار اور شیطانون کا ذلیل کنندہ اور اُنکے مکرون سے بچنے کو ایک مضبوط حصار ہے اور باعث امت کے بہت ہونے کا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیون پر فخر کرینگے اس لحاظ سے اُسکے اسباب کی جستجو اور سنتون کی یاد داشت اور آداب کی گفتگو نہایت زیبا ہے اور ہم اُسکے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین

فصل اوّل نکاح کی ترغیب اور اعراض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت مین علماء نے اختلاف کیا ہے بعضون نے اسکی فضیلت نہایت بیان کی ہے کہ کہا ہے کہ نکاح کرنا عبادت الٰہی کے لیے تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہے اور بعضے فضیلت کے مقر ہین مگر عبادت الٰہی کے واسطے تنہائی کو اس سے بڑھکر سمجھتے ہین بشرطیکہ نفس مین اتنا جوش نہو جس سے حال پریشان ہو اور صحبت کا خواہان ہو اور کچھ لوگون نے یہ کہا ہے کہ اس

ہمارے زمانہ مین نکاح کا نہ کرنا ہی بہتر ہی اور اسمین فضیلت اگلے وقتون مین تھی کہ کمائیون کے طریقے حرام اور ممنوع نہ تھے اور عورتون کی عادتین بُری نہ تھین - یہ قول علما کے ہین اور امر واقع اور صحیح جب ہی معلوم ہو گا کہ اول اخبار اور آثار نکاح کی ترغیب اور اعراض کے باب مین بیان کیے جاوین پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کرین تاکہ اُسکے بعد جس شخص کے حق مین کہ اُسکی آفتون سے محفوظ ہو اُسکی فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہو اُسکے حق مین اُسکا نکرنا مناسب ٹھہرے اسلیئے اس فصل کو ہم چار بیانون مین منحصر کرتے ہین بیان اول نکاح کی ترغیب کے ذکر مین - آیتین اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وانکحوا الایامی منکم یہ بصیغۂ امر ارشاد ہوا ہی جو مفید وجوب ہی اور فرمایا ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اسمین روکنے اور باز رکھنے سے ممانعت اور نہی فرمائی اور رسولون کی مدح اور ثنا مین ارشاد فرمایا ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا وذریۃ اس کو منت جتانیکے اور فضل ظاہر کرنیکے مقام مین بیان فرمایا اور اپنے اولیاء کی مدح بھی فرمائی ہی کہ ہم سے اولاد کی درخواست کرتے ہین چنانچہ فرمایا - والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما اور کہتے ہین کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب مجید مین انھین انبیا کا ذکر فرمایا ہی جو بی بی والے ہین ہان دو پیغمبر حضرت یحیی اور حضرت عیسی علیہما السلام اس سے مستثنی ہوسکتے جاتے ہین تو اُنکے لیے یہ کہا ہی کہ حضرت یحیی نے شادی کی تھی اور اتفاق صحبت نہین ہوا اور شادی کا کرنا صرف فضیلت نکاح حاصل کرنے اور طریق نکاح کے قائم رکھنے کے لیے تھا اور بعض کہتے ہین کہ آنکھین نیچی رکھنے کے لیے کی تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ حال ہی کہ وہ جب زمین پر تشریف لاوینگے اُسوقت نکاح کرینگے اور اولاد بھی ہوگی - اور اخبار اسکی فضیلت مین یہ ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فقد رغب عنی اور فرمایا النکاح سنتی فمن احب فطرتی فلیستن بسنتی اور فرمایا تناکحوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ حتی بالسقط اور فرمایا ومن رغب عن سنتی فلیس منی وان من سنتی النکاح فمن احبنی فلیستن بسنتی اور فرمایا کہ جو کوئی مفلسی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے وہ ہم مین سے نہین ہی - اس حدیث مین نکاح سے رکنے کی وجہ کی بُرائی ارشاد فرمائی اصل نکاح کے ترک کی مذمت نہین فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو اُسکو چاہیے کہ نکاح کرے اور فرمایا من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لا فلیصم فان الصوم لہ وجاء - اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نکاح کی ترغیب کی وجہ سے آنکھ اور شرمگاہ کے خراب ہونے کا خوف ہے اور وجاء لغت مین نر کے خصیے ملنے کو کہتے ہین کہ اُسکا اثر ہونا جاتا رہے اور یہان روزہ کے باعث قوت جماع کے کم ہو جانے سے غرض ہی اور فرمایا کہ جب کوئی تمھارے پاس ایسا شخص آوے جسکی دیانت و امانت سے تم خوش ہو تو اُسکا نکاح کر دو اور اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ اور بڑا فساد ہو گا - اسمین بھی ترغیب کی علت فساد کے خوف کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ جو شخص خدا کے واسطے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کر دے وہ اللہ تعالی کی ولایت کا مستحق ہوتا ہی اور فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے وہ اپنا آدھا دین بچا لے اب چاہیے کہ دوسرے آدھے مین خدا تعالی سے ڈرے اسمین بھی اسی کی طرف اشارہ ہی کہ نکاح کی فضیلت مخالفت سے بچنے اور فساد سے

علیحدہ رہنے کی باعث ہی اسلیئے کہ آدمی کے دین کو فساد کرنے والی چیزین اکثر شرمگاہ اور پیٹ ہی ہوتی ہین اور شادی کرنے سے ایک کی آفت سے بچ جاتا ہی اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک عمل منقطع ہوجاتا ہی مگر تین چیزین باقی رہتی ہین ایک نیکبخت لڑکا جو اُسکے لیئے دعا مانگے آخر حدیث تک اور ظاہر ہی کہ لڑکے کے ہونے کا ذریعہ بجز نکاح کے اور کچھ نہین ۔۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت عمر فاروق رض فرماتے ہین کہ نکاح سے صرف دو چیزین روکتی ہین یا عاجز ہونا یا بدکار ہونا اسمین آپ نے بیان فرمادیا کہ دینداری مانع نکاح نہین اور اُسکے مانع کو دو بُری باتون مین منحصر کردیا اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ عابد کی عبادت پوری نہین ہوتی جبتک کہ شادی نکرے اس سے غرض یہ بھی ہوتی ہی کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہی مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہی کہ غلبۂ شہوت کے باعث دل کی سلامتی بدون نکاح کے متصور نہین اور عبادت بدون فراغ دل کے نہین ہوسکتی اور یہی وجہ ہے اپنے غلامون حضرت عکرمہ اور کریب وغیرہما کو بالغ ہونے کے بعد آپ نے اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو مین تمہارا نکاح کردون کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہی تو ایمان اسکے دل مین سے نکال لیا جاتا ہی اور حضرت ابن مسعود رض فرمایا کرتے تھے کہ اگر بالفرض میری عمر مین سے صرف دس روز رہ گئے ہون تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ نکاح کرلون تاکہ خدائے تعالیٰ کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور حضرت معاذ بن جبل رض کی دو بیبیان وباء طاعون مین مرگئی تھین اور خود بھی مرض وبائی مین مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کردو کہ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ سے مجرد ملون ان دونون اثرون سے معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون صاحبون کے نزدیک شہوت کے دفع سے بچنے کے سوا الفس نکاح مین فضیلت تھی اور حضرت عمر فاروق رض نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین صرف اولاد کیلیئے نکاح کرتا ہون اور ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہی کیا کرتے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی رہتے کہ شاید کوئی ضرورت پڑے آپ نے انکو فرمایا کہ تم شادی کیون نہین کرلیتے انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک تو مین مفلس ہون کچھ پاس نہین رکھتا دوسرے آپکی خدمت سے علیحدہ ہوجاؤنگا آپ نے سکوت فرمایا پھر آپنے دوبارہ اسی طرح ارشاد فرمایا اور انھون نے وہی جواب عرض کیا پھر انھون نے اپنے دل مین سوچا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فائدہ کو مجھسے زیادہ سمجھتے ہین جو بات میرے لیے دین و دنیا مین مناسب ہی اور اللہ تعالیٰ سے قریب کریگی اُسکو زیادہ جانتے ہین اگر تیسری بار مجھسے ارشاد فرماوینگے تو مین نکاح کرلونگا آپ نے انکو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہین کرلیتے انھون نے عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرادیجیئے فرمایا کہ فلان قبیلہ مین جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمکو حکم فرماتے ہین کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو انھون نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کچھ نہین آپ نے صحابہ رض سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کردو لوگون نے جمع کردیا اور اُن صحابی کو اُن لوگون کے پاس لیگئے انھون نے انکا نکاح کردیا لوگون نے اُن سے ولیمہ کو کہا اور ایک بکری ولیمہ کے لیے سب نے ملکر انکو دی اس حدیث مین مکرر آپکا ارشاد فرمانا اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ نفس نکاح مین فضیلت ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ آپ نے اُنکے اندر کوئی بات نکاح کی حاجت کی معلوم فرمائی ہو ۔ اور کہتے ہین کہ پہلی امتون مین سے ایک عابد عبادت مین اپنے اقران و ہمعصرون پر فائق تھا اُسکا ذکر اُسوقت کے پیغمبر کے سامنے ہوا انھون نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوب تھا بشرطیکہ ایک سنت کو نہ چھوڑتا عابد نے جو پیغمبر کا ارشاد سنا رنجیدہ ہوا اور پیغمبر کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچھا کہ مین کونسی سنت کا تارک ہون انھون نے فرمایا کہ تو نکاح کا تارک ہی عابد نے عرض کیا کہ مین نے اُسکو اپنے اوپر حرام نہین کیا ہی مگر مین مفلس ہون اور اپنا خرچ لوگون پر رکھتا ہون اسوجہ کوئی اپنی لڑکی مجھے نہین دیتا پیغمبر نے فرمایا کہ تجھکو مین اپنی لڑکی دیتا ہون چنانچہ اُسکے ساتھ اپنی لڑکی کا

له مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

۲ ح بروایت ...

نکاح کر دیا ۔ اور بشر بن حارث رح نے فرمایا کہ تین باتون سے احمد بن حنبل مجھپر فضیلت رکھتے ہین اول یہ کہ حلال روزی اپنے لیے اور غیر کے لیے تلاش کرتے ہین اور مین فقط اپنے ہی لیے طالب ہون دوسرے یہ کہ اُنکو نکاح کی گنجائش ہی مجھکو اس مین تنگی ہی تیسرے یہ کہ وہ عوام کے لیے امام ہین اور کہتے ہین کہ امام احمد رح کی بی بی یعنی عبد اللہ کی ماں کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپ نے اُسکے دوسرے روز نکاح کر لیا اور فرمایا کہ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ رات کو مجرد رہون اور بشر رح کا حال یہ ہی کہ لوگون نے جب اُنسے کہا کہ آدمی آپ پر اعتراض کرتے ہین کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہین تو آپنے فرمایا کہ معترضون سے کہدو کہ مین فرض کے باعث سنت سے رُکا ہون اور دوبارہ اُن سے جو کسی نے نکاح پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہی ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف ۔ یہ امر امام احمد رح کے سامنے ذکر کیا گیا آپنے فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہو تو ہے وہ ایک بھال کی نوک پر بیٹھا ہوا ہی اور باوجود اسکے یہ بھی مروی ہی کہ بشر رح کو مرنیکے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ جنت مین میرے مراتب بلند ہوے اور انبیا کے مقامات تک مجھکو جھکا دیے ۔ مگر نکاح والونکے درجہ کو نہین پہونچا اور ایک روایت یہ ہی کہ بشر رح نے یہ جواب دیا کہ مجکو یہ ارشاد ہوا کہ ہمکو یہ پسند نہ تھا کہ تو ہمارے سامنے مجرد آویگا راوی کہتا ہی کہ مین نے بشر سے پوچھا کہ ابو نصر تمار کا کیا حال ہی فرمایا کہ مجھسے ستر درجہ زیادہ اُنکو دیے گئے ہین مین نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ کہ دنیا مین تو ہم آپکو اُن سے زیادہ دیکھتے تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اُنھون نے اپنی لڑکیون اور عیال پر صبر کیا تھا ۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ بیبیون کی کثرت دنیا مین سے نہین اس لیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رض کی نسبت کر زیادہ زاہد تھے حالانکہ آپکی چار بیبیان اور نو حرم تھین ۔ حاصل یہ کہ نکاح ایک پہلی سنت اور انبیا کی عادتون مین سے ایک عادت ہی ۔ اور ایک شخص نے ابراہیم ادہم رح سے کہا کہ خوشحالی ہو تمکو کہ تجرد کے باعث سے تم عبادت ہی کیلیے ہو رہے ہو آپنے فرمایا کہ تمھاری عیال کے ہوتے ہوئے ایک طلب میری سب حالتون سے بہتر ہی اُسنے کہا کہ پھر کون چیز آپ کو نکاح سے مانع ہی فرمایا کہ مجکو عورت کی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہی کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کر دون اور کہتے ہین کہ نکاح والے کی فضیلت مجرد پر ایسی ہی جیسی جہاد کرنے والے کو نہ جانے والے پر ہی اور بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی ستر رکعتون سے بہتر ہی

دوسرا بیان نکاح سے اعراض کرنے کی وجہون کے ذکر مین ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دو سو برس کے بعد لوگون مین سے بہتر وہ ہوگا جو ایسا ہو اور عیال کم رکھتا ہو اور نہ اُسکے بی بی ہو نہ بچہ اور فرمایا لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کی تباہی اُسکی بی بی اور ماں باپ اور اولاد کے ہاتھ ہوگی اور اُسکو مفلسی کا ننگ دلاوینگے اور اُسکو ایسی بات کی تکلیف دینگے جس پر اُسکا قابو نہو اسی وجہ سے وہ ایسی راہون مین گھسیگا جن مین اُسکا دین جاتا ہے اور اسلیئے تباہ ہوگا اور حدیث مین ہی کہ عیال کا کم ہونا بھی دو توانگریون مین سے ایک ہی اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیون مین سے ایک ہی اور ابو سلیمان دارانی رح سے جو کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتون سے صبر کرنا اس سے بہتر ہی کہ اُنکی حرکت پر صبر کیا جاوے اور اُنکی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے بہتر ہی اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کا فراغ اسقدر حاصل ہوتا ہی کہ بی بی والے کو نہین ہوتا اور یہ بھی وہی فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے یارون مین سے کسی کو ایسا نہین پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی فرمایا ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ جس نے اُنکو تلاش کیا اُسنے دُنیا کی طرف میل کیا اول یہ کہ معاش کا طالب ہوا دوم کسی عورت سے نکاح کیا

سوم یہ کہ حدیث کو لکھا۔ اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے بہتری کیا چاہتا ہی تو اسکو مال اور زن و فرزند میں مشغول نہیں کرتا و ابن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ایک جماعت نے اس قول میں مناظرہ کیا آخر کو انکی رائے اسپر ٹھہری کہ اسکے یہ معنی نہیں کہ مال و اہل آدمی بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہی کہ ہوویں تو سہی مگر اسکو اللہ تعالی سے روک نہ دیں اور یہی بات ابو سلیمان دارانی رحمہ کے اس قول میں پائی جاتی ہی کہ جو چیز تجھکو اللہ تعالی سے روک دے خواہ مال ہو یا زن و فرزند وہ تجھپر منحوس ہی۔ حاصل یہ کہ نکاح سے اعراض کرنے کو جو کسی نے اکابر سلف سے فرمایا ہی بیشرط نہیں فرمایا بلکہ ایسی شرط کے ساتھ فرمایا ہی اور نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکور ہی اور شرط کے ساتھ بھی ہی اسلیئے ہمکو ضرور ہوا کہ نکاح کی آفتوں اور فوائد کا حصر کر کے انکی تشریح اچھی طرح کریں

تیسرا بیان۔ نکاح کے فوائد کے ذکر میں۔ جاننا چاہیئے کہ نکاح کے فوائد مجملا پانچ ہیں اولا اولاد کا ہونا دوم شہوت کا توڑنا سوم گھر کا انتظام کرنا چہارم اپنے کنبہ کا زیادہ ہونا پنجم عورتوں کے ساتھ رہنے میں نفس پر مجاہدہ کرنا۔ اب انکو مفصل سننا چاہیئے کہ فائدہ اول یعنی اولاد کا ہونا یہ سبب میں اصل ہی اور نکاح اسی کے لیئے موضوع ہوا ہی اور نسل کا باقی رکھنا اس سے مقصود ہی کہ جنس انسان سے عالم خالی نہ ہو جاوے اور شہوت جو مرد و عورت میں رکھدی گئی ہی یہ ایک لطیف تدبیر اولاد کے ہونے کی ہی جیسے جانور کو جال کے اندر پھنسانے کے واسطے دانہ پھیلا دیا جاتا ہی کہ اسکی چاہ میں جال میں آ جاوے اسی طرح خواہش جماع مرد و عورت کو ذریعہ حصول اولاد کر دیا گیا ہی قدرت ازلی آدمیوں کو بدون ان کے جوڑنے کے بھی ابتداء پیدا کر سکتی تھی مگر حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اسباب پر منحصر کیا جاوے گو اسکی حاجت اسکو نہ تھی مگر اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور عجائب صنعت کے پورا کرنے اور جس طور پر پہلے مشیت ہو چکی ہی اور حکم ہو گیا ہی اور قلم لکھ چکا ہی اسطرح پر موجود کرنے کو ایسا ہی سامان اسکے لیئے فرمایا اور جس صورت میں کہ شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ ولد ہونا چار طرح سے موجب ثواب ہی جو ترغیب کے باب میں اصل ہیں حتی کہ اکابر نے انہیں کی باعث یہ پسند نہیں کیا کہ خدا تعالی کے سامنے مجرد جاویں اول یہ کہ اولاد ہونے میں سعی کرنے سے باعتبار بقاء جنس انسانی اللہ تعالی کی مرضی کی موافقت ہوتی ہی دوسرے یہ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی ہی کہ جنکی کثرت سے آپ فخر فرماوینگے انکی کثرت میں سعی کیجاوے تیسرے یہ کہ بعد اپنے مرنے کے نیکبخت لڑکے کی دعا کی توقع ہی چوتھے یہ کہ لڑکا اگر صغر سنی میں مر جاویگا تو اسکے سفارشی ہونیکی توقع ہی ان چاروں وجہوں میں سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے دور تر ہی حالانکہ جو لوگ اللہ تعالی کی عجیب مصنوعات اور مجاری حکمتوں میں بصیرت رکھتے ہیں انکے نزدیک سب سے زیادہ قوی اور درست اول ہی وجہ ہی اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرے اور اسکے لیئے زمین کھیتی کیلئے تیار کر دے اور غلام مذکور کھیتی پر قادر ہو اور آقا اسپر ایک گماشتہ معین کر دے کہ اسکو کھیتی کیلیئے تقاضہ کرتا رہے تو اس صورت میں اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بیکار رہنے دے اور بیج کو ضائع ہونے دے یہانتک کہ خراب ہو جاوے اور گماشتہ کو اپنے اوپر سے کسی بہانہ سے ٹال دے تو ظاہر ہے کہ یہ غلام مستوجب آقا کی خفگی اور عتاب کا ہوگا اب دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے آدمی کو جوڑ بنایا اور مرد کے لیئے آلۂ تناسل اور خصیئے خاص کیئے اور نطفہ کو پشت کی ہڈی میں پیدا کر کے انثیین میں اسکے رگیں دیئے تیار کیئے اور عورت کے رحم کو نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ ٹھہرایا اور مرد و عورت دونوں پر شہوت کو مسلط کیا تو یہ سب افعال و سامان زبان فصیح خالق کی مراد پر شہادت دیتے ہیں اور عقل والوں کو بتاتے ہیں کہ ہمکو اس غرض سے بنایا گیا ہی اور یہ بھی اس صورت میں ہی کہ خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبانی

اپنے مقصود کو ارشاد نہ فرمایا ہو اور جس صورت میں کہ آپکی زبان مبارک سے اپنا مقصود بھی ظاہر کر دیا ہو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تناکحوا تناسلوا تو
جو شخص کہ نکاح سے رُکے گا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنے والا اور اللہ تعالی کے سامان کو بیکار رکھنے والا ہوگا اور فطرت کے
مقصود اور اس حکمت کے خلاف کرے گا جو خلوق کے مشاہدہ سے سمجھ میں آتی ہے اور ان اعضاء پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہے جس میں نقوش اور حروف اور
آواز کو دخل نہیں اُسکو وہی پڑھتا ہے جسکی بصیرت خداداد حکمت ازلی کے دقائق کے سمجھنے میں چلتی ہو اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اولاد کے
قتل کرنے اور زندہ درگور کرنے میں سخت ممانعت فرمائی اسلئے کہ یہ صورت بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے کسی کے
اس قول میں کہ صحبت کے انزال کے وقت آلۂ تناسل کو بخوف حمل رہجانے کے باہر نکالنا بھی ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہے۔ حاصل یہ کہ نکاح کرنے والا
اُس چیز کے کامل کرنے میں کوشش کرتا ہے جسکا پورا کرنا خدائے تعالی کو محبوب ہے اور نکاح سے اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور بیکار کرتا ہے جس کا
تلف کرنا اللہ تعالی کو ناپسند ہے اور یہی وجہ کہ خدائے تعالی کو جانوں کا باقی رکھنا محبوب ہے کھانا کھلانے کو حکم فرمایا اور اُس پر ترغیب دی اور
اسکو قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ اب اگر یہ کہو کہ تمھارے اس کہنے سے کہ نسل اور جان کا باقی رکھنا
خدائے تعالی کو محبوب ہے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ انکا فنا ہونا خدا تعالی کو برا معلوم ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالی کے ارادہ
کے لحاظ سے موت اور حیات میں کچھ فرق ہو حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ سب چیزیں خدا تعالی کی خواہش سے ہیں اور خدا تعالی عالم کے لوگوں
سے غنی ہے اسکے نزدیک انکی موت اور حیات اور بقا اور فنا میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تقریر تو ظاہر ٹھیک ہے مگر اس کی
مراد باطل ہے اسلئے کہ جو کچھ ہمنے کہا ہے وہ اسکے منافی نہیں کہ دنیا کی سب چیزیں یعنی خیر و شر اور نفع اور ضرر خدا تعالی کے ارادہ سے ہوں بلکہ
محبت اور کراہت آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ نہیں کہ ارادہ کی ضد ہوں کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیز مکروہ ہوتی ہے اور بعض مرتبہ
محبوب ہوتی ہے مثلاً معاصی مکروہ ہیں مگر باوجود اسکے ارادہ سے ہوتے ہیں اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہیں لیکن اُنکے ساتھ ہی محبوب اور پسندیدہ
ہیں اور کفر اور شرک کو ہم پسند اور محبوب نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ارادہ سے ہوتے ہیں اور انکے ناپسند ہونے کو خود خدا تعالی فرماتا ہے ولا یرضی لعبادہ
الکفر۔ پس کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت اور کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا خدا تعالی کے نزدیک ایک سے ہوں تو وہ حدیث قدسی میں فرماتا ہے
کہ مجھکو کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے بندۂ فرمانبردار کی جان قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا جانتا ہے اور مجھکو اُسکی برائی ناپسند
ہے اور موت اُسکو ضروری ہے پس موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ اور تقدیر پہلے گذر چکے ہیں جن کو اس
آیت میں ذکر فرمایا ہے نحن قدرنا بینکم الموت اور اس قول میں خلق الموت والحیوۃ اور نحن قدرنا بینکم الموت میں اور اس قول میں کہ مجھکو اُسکی برائی
ناپسند ہے کچھ منافات نہیں مگر امر حق واضح کرنیکے لیے ارادہ اور محبت اور کراہت کے معنوں کو تحقیق کرنا اور اُنکی حقیقتوں کا بیان کرنا درکار ہے
اسلئے کہ اُن الفاظ سے ذہنوں میں یہی تبادر ہوتا ہے کہ خدا تعالی کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند کرنا خلق کے ارادہ اور محبوب جاننے
اور ناپسند کرنے کے مشابہ ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں اسلئے کہ خدا تعالی کی صفات اور مخلوق کی صفات میں ایسا ہی فرق ہے جیسا اُسکی ذات
اور مخلوق کی ذات میں ہے اور جسطرح کہ مخلوق کی ذاتیں جوہر اور عرض ہوتی ہیں اور اللہ تعالی کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہے
اور جو چیز کہ جوہر اور عرض نہ ہو وہ مشابہ اُن دونوں کے بھی نہیں ہو سکتی اسی طرح خدا تعالی کی صفات بھی مشابہ خلق کی صفات کے نہیں ہیں چونکہ

یہ حقائق مکاشفہ مین داخل ہین اور انھین کی آڑ مین تقدیر کا راز ہی جسکے ظاہر کرنے کی ممانعت ہی اسیلئے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہین اور رجوع
کچھ نکاح کرنے پر جرأت کرنے اور اوس سے رکنے مین فرق ہم نے بتا دیا ہی اوسی قدر پر اکتفا کرتے ہین یعنی نکاح سے رکنے والا اپنی اوس نسل کو کھوتا ہے
جسکو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل اوس شخص تک موجود رکھا تھا اور اپنے آپ سے وہ تدبیر کرتا ہی کہ مرنے کے بعد
اوسکی اولاد اسکی قائم مقام نہو سو اگر بالفرض نکاح کے باعث شہوت کا ٹالنا ہی ہوتا تو حضرت معاذ رض وبا مین مبتلا ہوکر یہ نہ فرماتے کہ میرا نکاح کردو
کہ اللہ تعالی کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور اگر یہ پوچھو کہ حضرت معاذ رض کو اوسوقت مین توقع اولاد کی نہ تھی پھر نکاح کی خواہش کی کیا وجہ تھی تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ اولاد صحبت سے ہوتی ہی اور صحبت کا باعث شہوت ہی اور یہ امر بندہ کے اختیار مین داخل نہین بندہ کے اختیار مین صرف اسی قدر
ہے کہ جو چیز محرک شہوت ہو اوسکو موجود کرے اور یہ ہر حال مین ہوسکتا ہی پس جو شخص عقد کریگا تو جو بات اوسکے ذمہ تھی وہ ادا کرچکا اور باقی باتین
اوسکے قبضۂ اختیار سے خارج ہین اور اسی وجہ سے نامرد کو بھی نکاح کرنا مستحب ہی اس لئے کہ شہوت کے ابھار پوشیدہ ہین اونپر اطلاع نہین ہوتی
یہانتک کہ خصیہ مالیدہ شخص کے حق مین نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہین گو اسکو توقع اولاد کی نہین جسطرح کہ افعال حج مین گنجے کے لیے سر پر
استرہ پھروانا مستحب ہی گو سر پر بال نہون مگر غیرون کی پیروی اور سلف صالح کی اقتدا اس باب مین اوسکو مستحب ہی یا جسطرح آجکل حج مین طواف
کے وقت تین پھیرون مین چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائین شانہ پر ڈالنا اور اکڑ اکڑ کر چلنا مستحب ہی حالانکہ شروع مین یہ اعمال اس
غرض سے تھے کہ کافرونکی نظرون مین اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگون نے داد شجاعت دی تھی اونکا یہ فعل پچھلے لوگون کے
حق مین مستحب ہوگیا ۔ اور اگر ان دونون شخصون کو اس لحاظ سے دیکھا جاوے کہ صحبت پر قادر نہین تو استحباب نکاح مین ضعف آجاتا ہے
ور یہ استحباب اس اعتبار سے اور بھی ضعیف ہی کہ انکے نکاح سے ایک شے بیکار ہوئی جاتی ہی اور اس سے جو مطلب نکلتا وہ تلف ہوتا ہی اور
اوسکی حاجت بھی نہین پوری ہوتی اور اسمین ایک طرح کا خطرہ ہی تو یہ وجہ ایسی ہی کہ جو لوگ شہوت کے ضعیف ہونے کی جہت سے نکاح
نہین کرتے اور شدت سے انکار کرتے ہین اونکے عذر پر آگاہ کرتی ہی وجہ دوم نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
اور رضا مین کوشش کرتا ہی کہ جس چیز سے آپ مباہات فرماوینگے اوسکی کثرت نکاح ہی سے ہی کیونکہ آپنے اس امر کی تصریح فرمادی ہی اور اولاد
کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ مجملاً یہ روایت دال ہی جو حضرت عمر رض کے حال مین مروی ہی کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین اولاد کے واسطے
نکاح کرتا ہون اور مذمت بانجھ عورت کی جو حدیث مین مروی ہی اوس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ اولاد کا لحاظ ہونا چاہیے چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے مین بوریا بانجھ عورت کی نسبت کر اچھا ہی اور فرمایا خیر نسائکم الولود الودود اور فرمایا کہ کالی عورت
اولاد والی خوبصورت سے بہتر ہی جس سے اولاد نہو ان روایتون سے صاف ظاہر ہی کہ نکاح کی فضیلت حاصل ہونے مین اولاد کی طلب کو
بہت دخل ہی بہ نسبت صرف جوش شہوت دور کرنے کے اس لیے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگاہ نیچی کرنے اور شہوت دور کرنے
کے لیے زیادہ زیبا ہی لیکن تاہم اولاد کے لحاظ سے اوس بدصورت کو ترجیح دیگئی وجہ سوم بعد کو اولاد کا نیکبخت رہتا ہی جو باپ کے لیے دعاء خیر کرے
چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آدمی کے سب عمل تمام ہوجاتے ہین صرف تین باقی رہتے ہین اور اون مین ایک نیکبخت لڑکے کو ذکر فرمایا اور ایک
حدیث مین ہی کہ دعائین مردون کے سامنے نور کے طباقون مین رکھکر پیش کیجاتی ہین اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہین کہ اولاد بعض اوقات نیکبخت نہین ہوتی

ل ح ابوعمر دونالی سے حضرت عمر فاروق پر موقوفاً روایت کیا ہی اور سند اوسکی ... ۱۲ ح بخاری
بیہقی ... بروایت سعید بن ... مرسلاً و بروایت ابن ابی اوفی ... ۱۲ ح ابن حبان
بروایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ...
صحیح ... ۱۲ ... بروایت ...

تو یہ قول انکا لغو ہی اس لیے کہ مسلمان دیندار کی اولاد غالبا نیکبخت ہی ہوگی خصوص اُس صورت مین کہ اسکی تربیت کا قصد کرے اور نیکبختی کے کام لیوے حاصل یہ کہ ایماندار کی دعا ماں باپ کے حق مین مفید ہی ہوتی ہی خواہ نیکبخت ہو یا بدکار اور اگر لڑکا نیکیان کریگا اور دعا مانگے گا تو باپ کو اُسکا ثواب ملیگا اس نظر سے کہ لڑکا اُسی کی کمائی ہی اور اگر برائیان کرے گا تو باپ سے اسکی بازپرس نہوگی اسوجہ سے کہ لا تزر وازرة وزر اخرى قرآن مین موجود ہے اور اسی مضمون کو خدا تعالی نے ارشاد فرمایا ہی الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملہم من شیئ یعنی ہم نے انکے اعمال مین سے کچھہ نقصان نہین کیا بلکہ انکے احسان پر یہ بات زائد کردی کہ انکی اولاد کو انکے ساتھہ کر دیا وجہ چہارم یہ ہی کہ لڑکا بیشتر مر جاویگا تو سفارشی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لڑکا اپنے ماں باپ کو جنت کی طرف کھینچے گا اور بعض اخبار مین ارشاد فرمایا کہ بچہ ماں باپ کا کپڑا پکڑے گا جیسے مین اب تیرا کپڑا پکڑتا ہون اور فرمایا کہ بچہ کو حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو وہ جنت کے دروازے پر توقف کریگا اور غصہ مین بھر کر کہیگا کہ مین جنت مین جب ہی جاؤنگا کہ میرے ماں باپ میرے ساتھہ ہون حکم ہوگا کہ اسکے ماں باپ کو اسکے ساتھہ جنت مین داخل کرو — اور دوسری حدیث مین ہو کہ لڑکے قیامت کے میدان مین جسوقت کہ خلقت حساب کے لیے درپیش ہوگی جمع ہونگے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انکو جنت مین لیجاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازے پر ٹھیرینگے اور ان سے کہا جاویگا کہ خوب ہوا تم کو کہ مسلمانون کے بچو اندر جاؤ تم سے کچھہ حساب نہین وہ کہین گے کہ ہمارے ماں باپ کہاں ہین جنت کے فرشتے کہین گے کہ وہ تم جیسے نہین ہین بلکہ انکے ذمہ گناہ اور برائیان ہین کہ جنسے انکا حساب اور مطالبہ ہوگا یہ سنکر وہ لڑکے یکبارگی چیخین گے اور فریاد و زاری جنت کے دروازون پر کرینگے پس خدائے تعالی باوجودیکہ انکے حال سے خوب واقف ہوگا ارشاد فرماویگا کہ یہ فریاد کیسی ہی فرشتے عرض کرینگے الہی مسلمانون کے بچے ہین کہتے ہین کہ ہم جنت مین بدون اپنے ماں باپ کے ساتھہ لیے نہ جائینگے خدا تعالی حکم فرماویگا کہ اس جماعت کے اندر جاؤ اور انکے ماں باپون کے ہاتھہ پکڑو اور انکو جنت مین داخل کرو اور فرمایا من مات لہ اثنان من الولد فقد احتظر بحظار من النار اور فرمایا من مات لہ ثلثۃ لم یبلغوا الحنث ادخلہ اللہ الجنۃ بفضل رحمتہ ایاہم قیل یا رسول اللہ واثنان قال واثنان — حکایت ہے کہ کسی نیکبخت سے لوگ نکاح کرنے کو کہا کرتے تھے اور وہ بزرگ کچھہ دنون انکار کرتے رہے ایکروز جو سوکر اُٹھے تو کہنے لگے کہ میرا نکاح کر دو میرا بیاہ کر دو لوگون نے انکا نکاح کر دیا اور وجہ پوچھی کہ اب کس لیے خواہان نکاح کے ہوے فرمایا کہ شاید اللہ تعالی مجھے لڑکا دیوے اور خورد سنی مین اسکو دنیا سے اُٹھا لے تو آخرت مین میرے کام آوے پھر کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور تمام خلق کے ساتھہ مین بھی قیامت کے میدان مین کھڑا ہون اور میرا پیاس کے مارے لبون پر دم آرہا ہی اور اسیطرح مخلوق بھی سخت تشنگی اور کرب مین گرفتار ہی پھر دیکھتا ہون کہ کچھہ بچے صفونکو چیرتے پھرتے ہین انکے سر پر نور کی مندیل ہین اور ہاتھون مین چاندی کی چھاگل اور سونے کے آبخورے لیے ایک ایک کو پانی پلاتے ہین اور اندر گھسے جاتے ہین اور بہتون کو چھوڑتے بھی جاتے ہین مین نے اپنا ہاتھہ انمین سے ایک لڑکے کی طرف پھیلایا اور کہا کہ میرا پیاس کے مارے برا حال ہی مجھکو پانی پلا اُس نے کہا کہ ہم مین تیرا لڑکا کوئی نہین ہم تو اپنے باپون کو پانی پلاتے ہین مین نے پوچھا کہ تم کون ہو اُسنے کہا کہ ہم مسلمانون کے لڑکے ہین جو صغر سنی مین مر گئے تھے اور اللہ تعالی کے اس قول مین و قدموا لانفسکم کے ایک معنے یہ بھی کہے ہین کہ اس سے مراد بچون کا آخرت مین بھیجنا ہی غرض کہ ان چارون وجہون سے معلوم ہوا کہ نکاح کی فضیلت زیادہ تر انکی جہت سے ہی

وہ اولاد ہونے کا سبب ہی **دوسرا فائدہ** نکاح سے یہ ہی کہ شیطان سے محفوظ رہنا اور جوش اشتیاق کو دبانا اور شہوت کو ٹالنا اور نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کو بچانا اس سے حاصل ہوتا ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث مین کہ جس شخص نے نکاح کیا اُس نے اپنا آدھا دین بچا لیا پس چاہیے کہ دوسرے نصف مین خدا تعالی سے ڈرے اور اس حدیث مین بھی اسی طرف اشارہ ہی علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصوم فان الصوم لہ وجاء اور جو آثار و اخبار کہ ہم لکھ آئے ہین اُنمین بھی اشارہ اس مضمون کی طرف ہی - اور یہ فائدہ اول فائدے کی نسبت کم ہی اسلیے کہ شہوت اولاد کے ہونے کے تقاضا کرنے کو ایک گماشتہ ہی اسکی آفت سے بچنے اور شر سے محفوظ رہنے کو تو نکاح ہی کافی ہی مگر جو شخص اپنے آقا کا کہنا ماننے سے کہ اسکی رضا جوئی کا طالب ہو اور دوسرا شخص بھی مانے مگر اس خیال سے کہ گماشتہ کی آفت سے محفوظ رہے یہ دونون برابر نہین ہین بلکہ فضیلت اول ہی کو ہے غرضکہ شہوت اور اولاد دونون حکم الٰہی سے ہین اور ایک کو دوسرے سے علاقہ ہی لیکن یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مقصود نکاح سے لذت سے اور اولاد اسکو لازم ہی جیسے کھانے سے مثلاً پاخانہ پھرنا لازم آجاتا ہی اور وہ مقصود بالذات نہین ہوتا بلکہ واقع مین مقصود بالذات فطرت اور حکمت کی رو سے اولاد ہے اور شہوت اُسپر ترغیب دہندہ ہی ہان شہوت مین سوائے اولاد کی ترغیب کے ایک اور حکمت بھی ہی یعنی اُسکے پورا کرنے مین وہ لذت ہی کہ اگر اسکو بقا ہو تو اُسکی جوڑ کی کوئی لذت نہین اور یہی لذت اس لذت کی خبر دیتی ہی جسکا وعدہ جنت مین ہوا ہی اور اسکے موجود کرنے کی وجہ یہ ہی کہ جس لذت کا ذائقہ معلوم نہو اُسکی ترغیب بیکار رہتی ہی مثلاً اگر نامرد کو صحبت کی لذت پر ترغیب دیجاوے یا لڑکے کو ملک و سلطنت کی لذت پر اُبھارا جاوے تو مفید نہین پس آدمی مین اس لذت کو اسلیے پیدا کیا گیا کہ اُسکے مزے سے آگاہ ہو کر جنت مین اُسکے دوام کا خواہان ہو جسکا حصول عبادت الٰہی پر موقوف ہی اب غور کرو کہ خدا تعالی نے اسمین کیسی حکمت اور کسطرح کی رحمت رکھی ہی کہ ایک شہوت کے اندر دو زندگیان ظاہر و باطن کی پوشیدہ کر دی ہین ظاہر کی زندگی تو اسطرح ہی کہ اُسکے ذریعہ سے نسل باقی رہتی ہی اور یہ بھی ایک طرح کا دوام آدمی کے لیے ہی اور باطنی زندگی حیات اخروی ہی کہ اُسکی باعث بھی یہی شہوت ہوتی ہی یعنی اسکے سریع الزوال ہونے کو دیکھکر آدمی لذت دائمی اور کامل کی فکر کرتا ہی اور اُسکے حاصل ہونے کے لیے عبادت پر آمادہ ہوتا ہی تو گویا شہوت ہی کی رغبت کرنے سے جنت کی نعمت کی طلب اُسپر آسان ہو جاتی اسی طرح انسان کے بدن مین کوئی ذرہ ظاہری و باطنی ایسا نہین بلکہ آسمان و زمین کے ملکوت مین کوئی جز اسطرح کا نہین کہ اُسکے عجائب اور حکمتون کے اندر عقلین حیران نہون مگر یہ اسرار دلہائے پاک پر اُسی قدر کھلتے ہین جسقدر وہ صاف اور دنیا کی طرف اعراض کرنے والے اور اسکے مغالطے اور فریبون سے روگردان ہوتے ہین حاصل یہ کہ جوش شہوت کے ٹالنے کے سبب سے نکاح کرنا دین مین ایسے ہر اس شخص کے حق مین جو عاجزی اور نامردی نہ رکھتا ہو اور یہ حال اکثر خلق کا ہی اور وجہ اسکے مہم ہونے کی یہ ہی کہ شہوت جب غالب ہوتی ہی اور اُسکی روک پر تقوی کی قوت نہین ہوتی ہی تو بُری بُری باتون مین آدمی مبتلا ہو جاتا ہی اور اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے ارشاد فرمایا الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر اور اگر غلبہ شہوت کی صورت مین تقوی کی روک بھی ہو تو اُسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی اعضاء ظاہری کو شہوت سے روکے گا یعنی آنکھ نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھے گا مگر دل کا بچانا وسوسہ اور فکر سے اسکے اختیار مین نہین اسی سے اُسکا نفس ہمیشہ اس سے کشاکش رکھے گا اور جماع کی باتین کریگا اور شیطان وسوسہ انداز اکثر وقتون مین ایسے خطرون کو دل مین ڈالنے سے کوتاہی نہ کریگا اور بعض اوقات یہ بات نماز کے اندر پیش ہوتی ہی حتی کہ دل پر نماز کے معاملے ایسے گذرتے ہین کہ اگر مخلوقات مین

لہ اسکی سزا بدکاری شرع کے باب مین ۱۲
سہ اسکی منع شرع مین اس

ادنیٰ شخص کے سامنے بھی اُسکی تصریح کرے تو اُس سے شرما دے اور اللہ تعالیٰ دل پر خبردار ہے دل کا حال اُسکے سامنے ایسا ہی ہے جیسا زبان کا حال ہے
خلق کے نزدیک اور مرید کیلئے طریق آخرت کے چلنے میں اصل سرمایہ دل ہی ہے پس اُسکا وساوس میں مبتلا رہنا نہایت بُرا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنا بھی
قائم مقام نکاح کے نہیں کیونکہ اکثر لوگوں کے حق میں ہمیشہ کے روزے سے بھی وسوسہ کی جڑ نہیں کٹتی ہاں اگر روزہ رکھتے رکھتے بدن میں کمزوری اور
مزاج میں خرابی آجائے تو وسوسہ کا دور ہونا ممکن ہے اور انھیں وجہوں کے لحاظ سے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ عابد کی عبادت نکاح ہی سے پوری
ہوتی ہے اور غلبۂ شہوت ایک مصیبت عام ہے کمتر شخص اُس سے محفوظ رہتے ہیں اور قتادہ رحمۃ اللہ ولا تحملنا ما لا طاقة لنا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جوشش
شہوت سے مراد ہے اور عکرمہ اور مجاہد رض نے خلق الانسان ضعیفا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ضعیف سے یہ غرض ہے کہ عورتوں سے صبر نہیں کرتا۔ اور فیاض
بن نجیح نے فرمایا ہے کہ جب آدمی کا عضو تناسل کھڑا ہوتا ہے تو اسکی عقل دو تہائی جاتی رہتی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اُسکا تہائی دین جاتا رہتا ہے
اور نوادر التفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ من شر غاسق اذا وقب کی تفسیر میں فرمایا کہ آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے غرض ہے غرضکہ
یہ وہ بلا ہے کہ جب ہیجان میں آتی ہے تو نہ عقل اُسکا مقابلہ کرے اور نہ دین اور باوجودیکہ اسمیں یہ لیاقت ہے کہ دو زندگیوں کا باعث ہو سکتی ہے جیسے
اوپر مذکور ہوا لیکن شیطان کیلئے آدمیوں کے بہکانے کو نہایت زبردست سامان ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں
ما رأیت من ناقصات عقل و دین اغلب لذوی الالباب منکن اور یہ عقل کا دور ہونا ہیجان شہوت ہی کے باعث ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دعا میں یہ ارشاد فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک من شر سمعی و بصری و قلبی و شر منی اور فرماتے اسألک ان تطہر قلبی و تحفظ فرجی اب دیکھنا چاہیے
کہ جس چیز سے آنحضرت صلعم پناہ مانگتے ہوں دوسرے شخص کو اُس بات میں تساہل کیسے درست ہوگا کہتے ہیں کہ کوئی نیکبخت نکاح بہت کرتے تھے
حتی کہ دو یا تین بیبیوں سے خالی نہیں رہتے تھے بعض صوفیوں نے اس امر کا اُنپر اعتراض کیا اُنھوں نے کہا کہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے سامنے
ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ میں کچھ دیر کھڑا رہے اور اس عرصہ میں اُسکے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گذر ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ بات تو ہمکو اکثر ہوتی ہے
اُنھوں نے کہا کہ جیسا حال تمھارا صرف ایک دفعہ میں ہوتا ہے اگر یہ حال میرے اوپر ساری عمر میں کبھی کبھی ہوتا ہو میں اُسکو اچھا جانتا تو پھر کو نکاح نہ کرتا
مگر میرا حال یہ ہے کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اُس نے مجکو میرے حال سے روک دیا تو میں نے اُسکو پورا کر دیا اور اپنے کام پر رجوع کیا
اور چالیس برس سے میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہیں ہوا۔ اور کسی شخص نے صوفیوں پر کچھ اعتراض کیا ایک بزرگ نے اُس سے کہا کہ تم کو انکی
کونسی بات پر اعتراض ہے اُس نے کہا کہ بہت کھاتے ہیں اُس بزرگ نے کہا کہ اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہیں تو تم بھی اسطرح کھاؤ جیسے
وہ کھاتے ہیں اُس نے کہا کہ صوفی نکاح بہت کرتے ہیں اُس نے جواب دیا کہ اگر تم بھی اپنی آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اُنکی طرح کرو تو تم بھی اسطرح
نکاح کرنے لگو۔ اور حضرت جنید بغدادی رح فرمایا کرتے کہ مجکو جماع کی حاجت ایسی ہی ہے جیسی غذا کی غرضکہ واقع میں بی بی غذا اور دل کی
طہارت کا سبب ہے اور اسی وجہ سے جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اسکا نفس اُسکی طرف شائق ہو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اسلیے کہ صحبت کرنا دل کے وسوسہ کو دور کر دیگا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ایک عورت کو دیکھکر حضرت ام المومنین زینب رض کے پاس گئے اور اُنسے ہم بستر ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہے
تو شیطان کی صورت میں آتی ہے پس جب کوئی تم میں سے کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسکو اچھی معلوم ہو تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے ہم بستر ہو کیونکہ اُسکے پاس

بھی وہی بات ہی جو دوسری کے پاس ہی اور فرمایا کہ جن عورتون کے خاوند اُنکے پاس نہون اُنکے پاس تنہا نہ جاؤ کہ شیطان تمھارے اندر خون کی جگہ مین پھرتا ہی صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کی خون کی جگہ مین بھی پھرتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان مگر اللہ تعالی نے مجکو اُسپر غالب کردیا تو مین اُس سے بچا رہتا ہون سفیان بن عیینہ رح اس حدیث مین فرماتے ہین کہ لفظ اسلم جو وارد ہی اُسکے معنی یہ ہین کہ مین شیطان سے بچا رہتا ہون یعنی صیغہ ماضی نہین جسکے یہ معنی ہین کہ وہ مسلمان ہوگیا بلکہ مضارع متکلم ہی اور وجہ اس معنی کی یہ ہی کہ شیطان مسلمان نہین ہوتا اور حضرت عمر رض جو صحابہ مین سے بڑے زاہد اور عالم تھے اُنکے حال مین منقول ہی کہ روزہ کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے اور بعض اوقات مغرب پڑھنے سے پیشتر ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے اور اسکی وجہ یہی تھی کہ دل عبادت الٰہی کے لیے فارغ ہوجاوے اور شیطان کا سامان اُسمین سے نکل جاوے اور کہتے ہین کہ ماہ رمضان مین اُنھون نے نماز عشا سے پیشتر ہی تین تین لونڈیون سے صحبت کی ہی اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ بہتر شخص اس امت مین وہ ہی جسکی بیبیان زیادہ ہون اور چونکہ عرب کے لوگون کے مزاج پر شہوت غالب تھی اس لیے ان مین نیک بخت لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کے فارغ ہونے کی لیے گناہ کے خوف کے وقت لونڈی سے نکاح مباح کہا گیا ہی باوجودیکہ اس صورت سے لڑکے کا غلام کرنا لازم آتا ہی جو ایک قسم کا ہلاک کرنا ہی اور یہین وجہ ایسے شخص کو جو آزاد عورت کے نکاح کرنے پر قادر ہو لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی مگر لڑکے کا غلام کرنا بہ نسبت دین کے تباہ کرڈالنے کی بہت آسان ہی اسلیے کہ لڑکے کے غلام بنادینے مین تو صرف یہی خرابی ہی کہ چند روز کی اُس کی زندگی تلخ طور پر دوسرے کے زیر حکم گذرے گی اور زنا کر بیٹھنے مین آخرت کی زندگی جاوید ہاتھ سے جاتی ہی جسکے ایام سے ایک دن کے مقابلہ مین دنیا وی عمرین بڑی بڑی ہیچ ہین۔ اور مروی ہی کہ ایک روز حضرت ابن عباس رض کی مجلس سے سب لوگ چلے گئے صرف ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تمکو کچھ ضرورت ہی اُس نے عرض کیا کہ مین ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہون پہلے تو لوگون کی شرم مانع تھی اور اب آپ کی ہیبت اور تعظیم مجکو کہنے نہین دیتی آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہوتا ہی تو جو بات تو اپنے باپ سے کہدیتا وہ مجھ سے بھی کہدے اُس نے عرض کیا کہ مین جوان ہون اور بی بی نہین کھتا اکثر مٹھولون سے قضاء حاجت کرلیتا ہون آیا مین کچھ گناہ ہوتا ہی کہ نہین حضرت ابن عباس رض نے اُسکی طرف سے منھ پھیرلیا اور فرمایا چھی چھی لونڈی سے نکاح تیری اس حرکت سے بہتر ہی اور وہ زنا سے بہتر ہی اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ مجرد آدمی پر از شہوت کو تین خرابیون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کرلینا ہی جسمین اپنی اولاد کو دوسرے کا غلام کرنا ہی اور اُس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنی یعنی مٹھولے مارنا ہی اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہی اور حضرت ابن عباس رض نے ان مین سے کسی چیز کو مطلق مباح نہین فرمایا اس لیے کہ اول کی دو نون خرابیان ممنوع ہین انکی طرف ضرورت اسوقت ہوتی ہی کہ خوف اس سے زیادہ ممنوع چیز مین مبتلا ہونے کا ہووے جیسے مردار کھانا حرام ہی مگر بخوف جان جانے کے اُسکا کھانا مباح بمجبوری ہوجاتا ہی پس ایک خرابی کو جو دوسرے سے بہتر فرمایا اسکے یہ معنی نہین کہ وہ مباح مطلق ہی یا مطلق بہتر ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ اضطرار کے وقت اُسکو اختیار کیا جاوے اسی طرح سڑے ہوے ہاتھ کا کاٹ ڈالنا کچھ خیر مطلق نہین مگر جان پر بنتی ہی تو اُسکی اجازت دے دیتے ہین بغرضکہ نکاح کرنے مین ایک فضیلت اس وجہ سے بھی ہی کہ ان تینون خرابیون سے آدمی محفوظ رہتا ہی مگر یہ فضیلت سب کے حق مین نہین بلکہ اکثر شخصون کے حق مین ہی کیونکہ بہت آدمی ایسے بھی تو ہین کہ اُنکی شہوت بڑھاپے یا مرض وغیرہ کے باعث سُست پڑجاتی ہی تو ایسے لوگون کے حق مین یہ سبب فضیلت کا نہین رہتا ان اولاد کی توقع اُنکے لیے بھی باقی ہو اور یہ بات سب مردون مین عام ہی البتہ نامردون کے حق مین یہ بھی نہین مگر نامردی شاذ و نادر ہی۔ اور بعض طبیعتون پر غلبۂ شہوت اس قدر ہوتا ہی کہ

ح ترمذی بروایت جابر رض ۱۲

۲ ترمذی عن ابن عمر ۱۲

بروایت عبید بن عمیر مرسلاً ۱۲

اُنکو ایک عورت پارسا نہین رکھ سکتی تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کرنا مستحب ہی اگر خدا تعالی اُن سے موافقت اور
دوستی نصیب کردے تب تو چین کرے ورنہ مستحب ہی کہ ناموافق کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرے چنانچہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کی
وفات کے سات دن بعد نکاح کرلیا تھا اور کہتے ہین کہ حضرت امام حسن رضہ بڑے نکاح کرنے والے تھے یہانتک کہ اُنھون نے اپنی زندگی
مین دوسو سے زیادہ عورتون سے نکاح کیا تھا اور بعض اوقات ایک ہی وقت مین چار عورتون سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت مین
چارون کو طلاق دیکر اور چار سے نکاح کرلیا اور آپ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اَشبہت خَلقی وَخُلقی
اور نیز فرمایا حَسَنٌ مِنّی وَحُسَینٌ مِن عَلی اس سے لوگون نے یہ نکالا ہی کہ حضرت امام حسن رضہ کا زیادہ نکاح کرنا بھی ایک عادت ہی جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت سے زیادہ ملتی ہی اور مغیرہ بن شعبہ رضہ نے اسی عورتون سے نکاح کیا تھا اور صحابہ رضہ مین سے ایسے لوگ تھے
جنکی تین تین اور چار چار بیبیان تھین اور دو والے تو بیشمار تھے اور جسوقت کہ سبب معلوم ہو جاوے اُس وقت چاہیے کہ علاج سبب ہی
کی مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کا ساکن کرنا ہی تو کثرت اور قلت نکاح مین اسی کا لحاظ رکھنا چاہیے تیسرا فائدہ نکاح کرنے سے نفس کو
راحت پہونچانا اور بی بی کے پاس بیٹھنے سے اُسکو اُنس دلانا ہی اور روے نگار کو دیکھنا اور چہل کرنا دل کے لیے راحت اور عبادت پر قوت
پیدا کرتا ہی اس لیے کہ نفس بار بہت مانتا ہی اور حق سے زیادہ بھاگتا ہی کیونکہ یہ اُسکی سرشت کے خلاف پڑتا ہی پس اگر نفس کے مخالف امر پر اُسکو
بزور لایا جاویگا اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دباؤ دیا جاویگا تو کہنا نہ مانے گا اور سرکشی کریگا اور اگر کبھی کبھی لذتون سے راحت اُسکو ملتی رہیگی تو
خوب پکا اور خوش رہیگا اور عورتون کے ساتھ دل بہلانے مین وہ راحت ہوتی ہی جس سے کرب دور ہوتا ہی اور دل مسرور اور متقیون کے نفس کو
مباح چیزون سے کچھ راحت پہونچنی بھی ضرور ہی اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہی ہُوَ الَّذِی خَلَقَکُم مِن نَفسٍ وَاحِدَۃٍ وَخَلَقَ مِنہَا زَوجَہَا لِیَسکُنَ اِلَیہَا
اور حضرت مرتضے رضہ فرماتے ہین کہ اپنے دلون کو راحت دو گو ایک ساعت کو ہو اس لیے کہ جب دلون سے زبردستی کام لیا جاتا ہی تو اندھے ہو جاتے
ہین اور ایک حدیث ہی مین ہی کہ عاقل کیواسطے ضرور ہی کہ تین ساعتین ہون ایک وہ کہ جس مین اپنے رب سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ جسمین
اپنے نفس سے حساب لے اور ایک وہ کہ جس مین اپنے کھانے پینے مین لگا رہے اسلیے کہ اس اخیر ساعت سے پہلی دو ساعتون پر مدد ہوتی ہے
اور اسیطرح ایک اور روایت ہی کہ عاقل آدمی بجز تین باتون کے اور چیز کا حریص نہین ہوتا اول آخرت کیواسطے توشہ بہم کرنا دوم فکر معیشت سوم لذت
حلال چیز سے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لِکُلِّ عَامِلٍ شِرَّۃٌ وَلِکُلِّ شِرَّۃٍ فَترَۃٌ فَمَن کَانَت فَترَتُہٗ اِلیٰ سُنَّتِی فَقَدِ اہتَدیٰ اس حدیث مین شرہ کے
معنے کوشش اور غایت درجہ کی محنت کرنی ہی اور یہ بات ابتدا ارادہ مین ہوا کرتی ہی اور فترہ کے معنے دم لینے اور ٹھہرنے کے ہین اور حضرت
ابو درداء رضہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے نفس کو کسی قدر کھیل سے بہلا دیتا ہون تاکہ آئندہ کو امر حق پر اُس سے قوت پاؤن اور بعض اخبار
مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یون وارد ہی کہ مین نے جبرئیل علیہ السلام سے اپنی قوت باہ کے ضعیف ہونے کی شکایت کی اُنھون نے
مجکو ہریسہ بتادیا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے بھی مقصود صرف استراحت کی قوت ہی دفع شہوت اسکی تعلیل نہین ہوسکتی کہ اس

صورت میں شہوت کیلیے مشورہ لینا لازم آتا ہو اور جس شخص کی شہوت جاتی رہی ہو اُسکو اس طرح کے اُنس میں سے بھی اکثر معدوم ہو جاویگا
اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حبب الی من دنیاکم ثلث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوۃ[1]۔ غرضکہ
یہ فائدہ نفس کو راحت دینے کا بھی ایسا ہی ہو کہ جس شخص نے اپنے نفس کو فکروں اور ذکروں اور اقسام اعمال کی مشقتوں میں ڈال کر
تجربہ کیا ہو وہ اس فائدہ کا منکر نہ ہوگا اور یہ فائدہ پہلے دو فائدوں سے علاوہ ہی یہانتک کہ مرد از کار رفتہ کے حق میں بھی ہو سکتا ہو
البتہ اتنا ہو کہ نکاح کی فضیلت اسکے اعتبار سے جب ہی ہوگی کہ نکاح کرنے میں اس فائدہ کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہیں جو نکاح
میں یہ نیت کرتے ہوں ہاں اولاد اور دفع شہوت وغیرہ کی نیت بہت ہوا کرتی ہو۔ پھر بعض اشخاص ایسے ہیں کہ اُنکو آب روان اور
سبزہ وغیرہ کے دیکھنے سے دل کو راحت پہونچتی ہو اُنکو اس بات کی حاجت نہیں ہوتی کہ عورتوں سے باتیں اور چہل کر کے دل بہلاویں

تو لوگوں کے حال کے اختلاف سے اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہو جاویگا اسکو یاد کر لینا چاہیئے

چوتھا فائدہ نکاح سے یہ ہو کہ گھر کے انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے اور برتن مانجھنے اور لوازم خانہ داری کے
مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہو کیونکہ بالفرض اگر آدمی کو شہوت جماع نہو اور گھر میں اکیلا رہے تو بڑی مشکل پڑے اس لیے کہ گھر کے سب
کاموں کی کفالت اگر خود کرے تو اُسکے اکثر اوقات اسی میں تلف ہو جاوینگے اور علم اور عمل کے لیے فارغ نہ ہوگا پس اس اعتبار سے نیکبخت
عورت گھر کا انتظام کرنے والی دین کی مددگار ہو اور لوازم زنانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل میں تشویش پیدا کرتا ہو اور عیش کو مکدر
کرتا ہو اور اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہو کہ نیکبخت بی بی دنیا میں سے شمار نہیں کی جاتی اسلیے کہ اس سے آدمی کو
آخرت کے لیے فراغت ملتی ہو تدبیر منزل سے جدا بے فکر کرتی ہو اور قضاء شہوت سے جدا اور محمد بن کعب قرظی نے اس آیت کی تفسیر میں
ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ فرمایا ہو کہ دنیا کی خوبی سے نیکبخت عورت مراد ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے
ہر کسی کو چاہیے کہ دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایماندار نیکبخت جو دین پر مدد کرے پیدا کرے اب دیکھنا چاہیے کہ آپ نے نیکبخت بی بی کو
شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا ہو اور اس قول خداوندی کی فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہو کہ اس سے مراد
نیکبخت بی بی ہو اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیکبخت عورت سے بہتر نہیں مرحمت ہوئی اور عورتوں میں
بعض ایسی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا اُنکا عوض نہیں ہو سکتی اور بعضی طوق گردن ہوتی ہیں کہ اُن سے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہیں ہوتی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ مجکو حضرت آدم علیہ السلام پر دو باتوں سے فضیلت عطا ہوئی ایک یہ کہ اُنکی بی بی معصیت پر اُن کی
مددگار تھی اور میری بیبیاں طاعت پر میری اعانت کرتی ہیں دوم یہ کہ اُنکا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہو بجز خیر کے اور کچھ نہیں امر
کرتا۔ اس حدیث میں بی بی کی اعانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمایا غرضکہ یہ فائدہ بھی ان فوائد میں سے ہو جنکو نیکبخت چاہا کرتے ہیں مگر
یہ فائدہ صرف ان لوگوں کے حق میں ہو جن کے لوازم خانہ داری کا کوئی کفیل اور تدبیر کرنے والا نہو اور یہ فائدہ اس بات کا بھی مقتضی ہو کہ
دو بیبیاں نہوں کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی ابتر ہو جاتے ہیں اور عیش مکدر ہوتا ہو۔ اور اس فائدہ کے ضمن میں یہ بھی داخل ہو کہ
آدمی نیت کرے کہ نکاح کرنے سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہو جاوینگے اور میرے اور اُنکے قبیلے مل کر زور پکڑینگے کیونکہ شر کے دفع کرنے

[1] محبوب کی گئی ہیں میرے نزدیک تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں خوشبو اور عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے ۱۲ نسائی و حاکم بروایت انس رض اور اس میں ذکر عدد نہیں [illegible]

اور سلامتی کی طلب مین اس بات کی حاجت ہوا کرتی ہی اور اسی واسطے کہتے ہین کہ جسکا کوئی مددگار نہین وہ ذلیل ہی اور جس شخص کو کوئی ایسا
آدمی مل جاوے کہ اُس پر سے برائی ٹال دیا کرے تو اُسکا حال سلامت رہیگا اور دل عبادت کیلئے فارغ اسلیئے کہ بیکسی دل کو تشویش مین ڈالتی ہی
اور جتھے کے باعث عزت حاصل ہوتی ہی ذلت اور بیکسی کو ٹالتی ہی پانچوان فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہی یعنی گھر کی
رعایت اور ولایت اور گھر والون کے حقوق کو ادا کرنا اور اُنکی عادتون پر صبر کرنا اور اُن سے تکلیف اُٹھانی اور اُنکی اصلاح مین کوشش کرنی
اور اُنکو طریق دین بتانا اور اُنکی خاطر کسب حلال مین جانفشانی کرنی اور بعد کو اولاد کی تربیت کرنی یہ سب امور بڑے مرتبے کے ہین کیونکہ یہ
رعایت اور ولایت ہین اور زن و فرزند رعیت ہین اور رعیت کی حفاظت کا بڑا مرتبہ ہی اس سے احتراز وہی کریگا جسکو خوف ہوگا کہ مجھ سے اُسکے
حق کی بجاآوری مین قصور ہوگا ورنہ اسکے باب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یوم من وال عادل افضل من عبادة سبعین سنة اور فرمایا
الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ اور ظاہر ہی کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح مین مشغول ہوگا وہ ایسا نہوگا جو خود اپنے ہی
نفس کی اصلاح مین لگا رہے اسی طرح جو شخص ایذا پر صبر کرے وہ اس جیسا نہین کہ اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت مین رکھے غرضکہ زن و فرزند کی فکر
اُٹھانی ایسی ہی جیسے خدا کی راہ مین جہاد کرنا اور اسی وجہ سے بشر حافی رح نے فرمایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رح کو مجھپر تین باتون مین فضیلت ہی جنمین سے
ایک یہ ہی کہ وہ طلب حلال اپنے لیے اور غیر کے لیے کرتے ہین اور آنحضرت صلعم نے حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ آدمی جو اپنے گھر والون پر خرچ کرتا ہی وہ خیرات
ہی اور آدمی کو اُس لقمہ مین ثواب ملتا ہی جسکو اُٹھا کر اپنی بی بی کے منہ مین دیوے اور بعض علما سے کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ مجکو خداتعالی نے ہر عمل
مین سے کچھ حصہ دیا ہی یہانتک کہ حج اور جہاد وغیرہ کا ذکر کیا عالم نے فرمایا کہ تمکو ابدال کا عمل تو ملا ہی نہین اُس نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ حلال کمانا اور
عیال پر خرچ کرنا - اور ابن مبارک رح جسوقت کہ اپنے بھائیون کے ساتھ جہاد مین تھے فرمانے لگے کہ تمکو وہ عمل معلوم ہی جو ہمارے اس جہاد سے
افضل ہی اُنھون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین فرمایا کہ مین جانتا ہون اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ جو شخص عیالدار ہو اور کسی سے کچھ نہ چاہتا ہو اور رات کو
اُٹھکر اپنے بچون کو کھلا ہوا دیکھے اور اُنکو اپنے کپڑے سے ڈھانپ دیوے تو اُسکا عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہی - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا - من حسنت صلاتہ وکثر عیالہ وقل مالہ ولم یغتب المسلمین کان معی فی الجنة کہاتین اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ ان اللہ
یحب الفقیر المتعفف ابا العیال اور یہ بھی حدیث مین ہی کہ بندہ کے جب گناہ بہت ہوجاتے ہین تو اللہ تعالی اُسکو عیال کی فکر مین مبتلا
کر دیتا ہی تاکہ اُن گناہون کو اُس سے دور فرماوے - اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ گناہون مین سے بعض ایسے ہین کہ اُنکا کفارہ بجز عیال کی فکر
کے اور کچھ نہین اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ہی کہ آپ صلعم نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہین کہ اُنکو سواے فکر طلب معیشت
کے اور کوئی چیز دور نہین کرتی اور فرمایا من کان لہ ثلاث بنات فانفق علیہن واحسن الیہن حتی یغنیہن اللہ عنہ اوجب اللہ لہ الجنة
البتة الا ان یعمل عملا لا یغفر لہ حضرت ابن عباس رض جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو کہتے کہ بخدا یہ حدیث عجیب وغریب اور عمدہ ہے
اور کہتے ہین کہ کوئی عابد اپنی بی بی کے ساتھ بہت سلوک سے رہتے یہانتک کہ وہ مر گئی پھر لوگون نے اُنسے نکاح کرنے کو کہا اُنھون نے انکار کیا اور
کہا کہ اکیلا ہی بہتر ہے دل کی راحت اور جمعیت کیلیے بس ہی پھر بعد چند روز کے کہا کہ مین نے اس عورت کے مرنے کے ہفتہ بھر بعد خواب مین دیکھا

کہ گویا آسمان کے دروازے کھلگئے ہین اور کچھ آدمی اُترتے ہین اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا مین چلے آتے ہین اور جب ایک میرے پاس اُترتا ہی مجکو دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہو کہ منحوس یہی ہو وہ کہتا ہو کہ ہان اسی طرح تیسرا چوتھے سے کہتا ہو اور وہ ہان کہتا ہو اور مین ڈر کے مارے یہ امر اُن سے پوچھ نہین سکتا یہانتک کہ سب کے بعد ایک لڑکا میرے پاس کو گذرا مین نے اس سے کہا کہ میان وہ بدبخت کون ہی جس کی طرف تم اشارہ کرتے ہو اُس نے کہا کہ وہ تم ہو مین نے کہا کہ اسکی کیا وجہ اُسنے کہا کہ ہم تیرے اعمال کو اُن لوگون کے اعمال کے ساتھ اوپر لیجاتے تھے جو اللہ کی راہ مین جہاد کرتے ہین مگر ایک ہفتہ سے ہمکو حکم ہوا ہو کہ تیرے اعمال اُن لوگون کے اعمال مین مندرج کرین جو عمداً جہاد سے پہلو تہی کرتے ہین ہمکو نہین معلوم کہ تو نے کیا نئی حرکت کی ہو کہ جسکے باعث یہ حکم ہوا پھر اس عابد نے اپنے یارون سے کہا کہ میرا نکاح کردو اور عمر بھر دو یا تین بیبیان ہمیشہ رکھین - اور انبیا کے حالات مین مروی ہو کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے اُنکی ضیافت کی اور گھر مین آمد و رفت کے وقت اُنکی بی بی اُنکو ستاتی اور زبان درازی اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش رہتے مہمان آپکی اُس بُردباری سے متعجب ہوے آپ نے فرمایا کہ تعجب مت کرو اس لیے کہ مین نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ جو کچھ تجکو آخرت مین مجھے سزا دینی منظور ہو وہ دنیا مین دیدے اُسپر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلان شخص کی لڑکی ہو اُس سے نکاح کرلے بس مین نے اُس سے نکاح کرلیا ہو اور جو باتین تمنے دیکھین اُنپر صبر کرتا ہون اور ان اُمور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا اور عادت کی درستی حاصل ہوتی ہو اس لیے کہ جو شخص مجرد تنہا رہتا ہو یا کسی خوش خلق کا شریک ہوکر رہتا ہو تو اس سے اسکے نفس کے تھوڑی خباثتین بھی ترشح نہین ہوتین اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہوتے ہین بوجہ سالک طریق آخرت کو لازم ہو کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑون مین ڈالکر آزمادے اور اُنپر صبر کا عادی ہو تا کہ اُسکی عادت معتدل اور نفس متواضع اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہو جاوے اور عیال پر صبر کرنا قطع نظر ریاضت اور مجاہدہ سے بذات خود ایک عبادت اور اُنکی کفالت ہو غرضکہ یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہو مگر اس سے دو طرح کے شخصون کو صرف فائدہ ہو سکتا ہی یا تو وہ شخص کہ مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا قصد کرے اس نظر سے کہ وہ راستہ کے شروع مین ہو شبہ نہین کہ اس ذریعہ سے اُسکو مجاہدہ کا طریق معلوم ہو جاوے اور نفس جفاکش بن جائے یا کوئی عابد ہو جسکو سیر باطن حاصل نہو اور فکر و دل کی حرکت سے بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کرلیتا ہو تو ایسے شخص کے حق مین زن و فرزند کیلئے کسب حلال کرنا اور اُنکی تربیت کو بجالانا بہ نسبت اُسکی عبادات بدنی کے افضل ہو اس لیے کہ اُن عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا اور جو شخص اپنی اصل سرشت کی رو سے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اُسکی عادات مہذب ہون تو ایسے شخص کو جس صورت مین کہ باطن کی سیر اور ذکر قلبی سے علوم و مکاشفات مین حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کے لیے ضرور نہین اس لیے کہ ریاضت بقدر کفایت اُسکو حاصل ہو باقی رہی عبادت عملی اسطرح کہ زن و فرزند کیلئے کچھ کمائیے تو اُسکی نسبت کرنا علم افضل ہو اسلیے کہ علم بھی عمل ہو اور اُسکا فائدہ بہ نسبت زن و فرزند کیلئے کمانے کے زیادہ ہی کہ یہ خاص عیال کے واسطے ہو اور وہ تمام خلق کے لیے - غرضکہ جن فوائد دینی کے اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہو وہ یہی پانچ فائدے ہین جو مذکور ہوے چوتھا بیان نکاح کی آفتون مین اور وہ تین ہین آفت اول جو سب سے قوی ہو حلال روزی سے عاجز ہونا ہو کہ وہ ہر شخص کو بہم نہین پہونچتی خصوص اس زمانہ مین کہ معیشت کے اطوار ابتر ہو رہے ہین تو جب آدمی نکاح کریگا تو نکاح ہی کی جہت سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والون کو کھلا دیگا اور اس سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور

اُنکو بھی ہلاک کریگا اور مجرد آدمی اس آفت سے مامون ہی اکثر یون ہی ہوتا ہی کہ عیال دار بڑی بُری جگہون مین گھُستا پھرتا ہی اور بی بی کی خواہش کی پیروی کرکے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے مین بیچ ڈالتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ بندہ میزان کے پاس کھڑا کیا جاویگا اور اُسکے پاس حسنات پہاڑون کے برابر ہونگے اُسوقت اُس سے عیال کی خبرگیری اور خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جاویگا کہ کہان سے پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا یہانتک کہ اُن مطالبات مین اُسکی تمام نیکیان تمام ہوجاوینگی اور اُسکے پاس کوئی نیکی نہ رہیگی اُسوقت فرشتے پکارینگے کہ یہ وہ شخص ہی کہ دنیا مین اسکے عیال نے اسکے حسنات کو کھالیا اور آج اپنے اعمال کے عوض مین گرو ہوگیا اور کہتے ہین کہ قیامت مین سب سے پہلے آدمی سے جو لوگ لپٹین گے وہ اُسکے زن و فرزند ہونگے کہ اُسکو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کرینگے کہ الٰہی ہمارا بدلہ اس سے کہ جو چیز ہمکو معلوم نہ تھی اسکو ہمکو نہ بتایا اور ہمکو نادانستگی مین حرام کھلایا پھر اُس سے بدلہ لیا جاویگا۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ سے بُرائی کرنا چاہتا ہی تو دنیا مین اُسکے اوپر ڈنک مسلط کر دیتا ہی جو اسکو ڈستے رہتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی شخص خدا تعالے کے سامنے اس سے بڑا گناہ نہ لیجاویگا کہ اُسکے اہل و عیال جاہل ہون حاصل یہ کہ یہ آفت ایسی پھیلی ہے کہ اس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہان جسکے پاس مال موروثی یا وجہ حلال سے اسقدر کمایا ہو کہ اسکو اور اُسکے گھر والون کو کافی ہو اور قدر کفایت اسکو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ زیادہ طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اُس آفت سے برکنار رہیگا یا کوئی حرفہ والا جو مباح چیزون کسب حلال پر قادر ہو مثل لکڑیان جمع کرنے اور شکار پکڑنے کے ایسا پیشہ رکھتا ہو جسکو بادشاہون سے علاقہ نہو اور ایسون ہی سے معاملہ کرتا ہو جو اہل خیر ہین یا بظاہر سلامت رو ہین اور غالبًا مال حلال رکھتے ہین تو یہ دونون شخص بھی اس آفت سے محفوظ ہین۔ ابن سالم رح سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ ہمارے اس زمانہ مین نکاح کرنا ایسے شخص کے حق مین افضل ہی جسکو غلبۂ شہوت اتنا ہوگیا ہو جیسا گدھے کو ہوتا ہی کہ اگر مادہ کو دیکھ پاوے تو مار کھانے پر بھی اُس سے نہین ہٹتا اور اُسکا نفس قابو مین نہ رہا ہو اور اگر نفس پر قابو باقی ہو تو نکاح نکرنا بہتر ہی دوسری آفت نکاح کی یہ ہی کہ گھر والیون کے حقوق ادا کرنے اور اُنکی عادتون پر صبر کرنے اور ایذا کے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی نسبت کم ہی یعنی سب مین نہین ہوتی کیونکہ اُسپر قادر ہونا بہ نسبت پہلی کے قادر ہونے کے آسان ہی اور عورتون کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور اُنکے حقوق کا بجالانا طلب حلال کی نسبت کر سہل ہی مگر اندیشہ اسمین بھی ہی اسلئے کہ زن و فرزند بجاے رعیت ہین اور ہر شخص سے اُسکی رعیت کی بازپرس ہوتی ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّعُوْلُ اور مروی ہی کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے وہ ایسا ہی جیسا غلام اپنے آقا سے بھاگے اُسکا روزہ اور نماز کچھ مقبول نہین جبتک کہ اپنے عیال مین پھر نہ آوے اور جو شخص اپنے عیال کے حقوق بجالانے سے قاصر ہو گو وہ اُن مین موجود رہے مگر وہ ایسا ہی ہی جیسا بھاگا ہوا ہوتا ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا اسمین ہمکو حکم فرمایا کہ گھر والون کو آگ سے بچا دین جیسے اپنے نفسون کو اُس سے بچاتے ہین۔ اور آدمی سے کبھی اپنے ہی نفس کے حق ادا نہین ہوتے اس صورت مین اگر نکاح کریگا تو اُسپر دو نے حق ہو جاوینگے اُس کے نفس کے ساتھ دوسرے کا نفس شامل ہوگا اور چونکہ نفس بدی کا حکم کرتا ہی بہت تعجب ایک سے دو ہوجاوینگے تو غالب یہی ہی کہ بدی کا حکم بھی زیادہ ہو جاوے گا اور یہی وجہ کسی بزرگ نے نکاح کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ مین اپنے ہی نفس مین پھنسا ہوا ہون اُسپر دوسرے نفس کو کیسے

اضافہ کرون چنانچہ کسی کا شعر ہے ؎ موش کے رہنے کو تنہا تو تھا بل ہی کافی + اسکی دُم مین جو بندھے جھاڑو تو پھر کیسے رہے + اور اسی طرح حضرت
ابراہیم ادہم رح نے نکاح سے عذر کیا اور فرمایا کہ مین اپنے نفس کے باعث کسی عورت کو خطرہ مین نہین ڈالتا ہون اور نہ انکی کچھ حاجت ہو یعنی
مین اُنکے حقوق کی بجا آوری اور بار سہارکھنے اور اُنکو نفع پہونچانے سے عاجز ہون اور ایسا ہی عذر بشر حافی رح نے کیا تھا اور فرمایا کہ مجکو نکاح
سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہی ہے - ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض مین ایک مرغی کا نفقہ دون تو یہ خوف ہو
کہ کہین پل پر جلاد نہ ہو جاؤن اور ایکبار سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے بادشاہ کے دروازے پر دیکھکر پوچھا کہ یہان آپ کیسے کھڑے ہین
آپ کا مقام یہ نہین آپنے فرمایا کہ کہین عیال والے کو بھی فلاح پاتے دیکھا ہی اور آپ اس مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے اشعار
ہو وے عزلت اور اپنے پاس ہو گھر کی کلید + جلیس بڑا ایسا ہو یا دتند سے ہو نا پدید + شور و غل سے ہو نہ ہرگز زن و فرزند کا + یہ مزہ کی بات ہی اور اسین
ہے لذت مزید + خلاصہ یہ کہ یہ بھی ایک آفت عام ہی اگرچہ پہلی آفت کی نسبت کہ اسکا عموم کم ہی پھر بھی اُس سے ایسا ہی شخص محفوظ رہے گا
جو مدبر اور عقلمند اور خوش اخلاق اور عورتون کی عادتون کا تجربہ کار اور اُنکی زبان پر صابر اور اُنکی خواہشون کی پیروی سے طرح والا اور اُنکے حقوق کے پورا
کرنے کا حریص ہوا اور اُنکی لغزشون سے دیدہ و دانستہ غفلت کر جاوے اور اپنی عقل سے اُنکے اخلاق کی مدارات کرے اور اب تو اکثر لوگ کم عقل
اور سخت گو اور تند خو خفیف الحرکات اور بد مزاج اور بے انصاف ہین گو اپنے لیے انصاف کامل کے خواہان ہین پس ایسے شخصون کو نکاح سے بیشک بگاڑ
خرابی پڑے گی ایسون کیلیے تجرد ہی مین زیادہ سلامتی ہی تیسری آفت نکاح کی جو پہلی دو آفتون سے کم ہی یہ ہی کہ زن و فرزند
یاد الٰہی سے باز رکھین اور آدمی کو دنیا کی طلب کا مائل کردین اور پھر یہی سوجھے کہ انتظام اولاد کی معیشت کا بہت سا مال جمع کرنے
اور رکھ چھوڑنے سے کیجیے اور انکے سبب سے چشمون میں دون کی کیجیے اور ظاہر ہی کہ جتنی چیزین یاد خدا سے مانع ہون خواہ اہل ہو یا مال ہو یا
اولاد وہ سب مالک پر منحوس ہین اور ہماری غرض اس سے یہ نہین کہ یہ اشیاء اسکو کسی امر ممنوع کا مرتکب کردین کیونکہ یہ بات تو پہلی اور دوسری
آفت مین مندرج ہی بلکہ غرض یہ ہی کہ اہل و عیال اس بات کے باعث ہون کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور اُن سے کھیل اور دل لگی اور
نفع اُٹھانے مین بالکل مستغرق ہو جاوے - اور نکاح کے باعث اس قسم کے اشغال بہت سے ہو جاتے ہین کہ دل اُنمین ڈوب جاتا ہی اور صبح سے
شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہی اور آدمی کو فرصت نہین ملتی کہ فکر آخرت اور اُسکی تیاری کا موقع ملے اور اسی جیسے موقع مین ابراہیم بن ادہم رح نے
فرمایا ہی کہ جو شخص اس بات کا عادی ہو جاوے کہ عورتون کے گھٹنے سے لگا بیٹھا رہے اُس سے کچھ نہ ہو سکے گا - اور ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا
ہے کہ جس شخص نے نکاح کیا وہ دنیا کا مائل ہوا یعنی نکاح کرنا باعث میلان دنیا ہوتا ہی - اب بالکل آفتین اور فوائد نکاح کے بیان ہو چکے باقی رہ گئی یہ بات
کہ کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اُسکے حق مین نکاح کرنا بہتر ہی یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہین کہا جا سکتا اور ان سب امور سے قطع نظر نہین کی جا سکتی
بلکہ یون چاہیے کہ ان فوائد اور آفات کو وہ شخص اپنے حق مین کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو اُنپر مطابق کرے پھر اگر آفات اپنے حق مین نہ پاوے
اور فوائد موجود ہون اسطرح کہ اُسکے پاس حلال کا مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین مین ایسا پکا کہ نکاح کرنے سے یاد خدا مین فرق نہ پڑے گا
اور ان سب امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث حاجت شہوت کے دہلانے کی اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے
ہونے سے اپنی پارسائی منظور ہو تو یقیناً جانے کہ نکاح اُسکے حق مین افضل ہی اور اُسپر ایک فائدہ اور بھی ہی کہ اولاد کے حاصل کرنے مین سعی کرے

پائی جاوے گی ۔ اور اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پاوے تو اسمین شک نہین کہ اُسکے لیے مجرد رہنا افضل ہی اور اگر فوائد اور آفات دونون ہون
جیساکہ فی زمانا غلبہ اسی شق کو ہی تو اُسوقت یہ چاہیے کہ میزان عدل سے تولا جاوے کہ فوائد سے اُسکے دین مین زیادتی کس قدر ہو اور آفات
سے نقصان کس قدر جب ظن غالب ایک طرف کی زیادتی کا ہو تو اُسی کے موجب حکم کرنا چاہیے مثلاً فوائد مین سے ظاہر تر دو ہین اولاد کا ہونا
اور شہوت کا دبانا اور آفات مین بھی دو ظاہر تر ہین ایک طلب حرام کی ضرورت دوم رُک جانا یاد خدا سے اب ہم چارون کو ایک دوسرے کے
مقابل فرض کر کے کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف مین نہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد کا ہونا ہی ہو اور دونون آفتین مذکورہ بالا موجود
ہون تو اُسکے حق مین مجرد رہنا ہی افضل ہی کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اُسمین بہتری ہی اور نہ طلب حرام مین کچھ خیر ہی اور جتنا نقصان ان دونون
آفتون سے ہوگا وہ صرف اولاد کیلیے سعی کرنے کے فائدے سے پورا نہ ہوگا اس لیے کہ نکاح اولاد کیلیے کرنے سے اولاد کی زندگی مین سعی کی
پائی جاتی ہی مگر یہ زندگی ایک امر وہمی ہی اور اُن دونون آفتون کا نقصان دین مین سر دست یقینی ہی اس لیے اپنی خود کی زندگی کے لیے
دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاک ابدی سے اپنے آپکو بچانا اولاد کیلیے سعی کرنے کی نسبت کر زیادہ اہم ہی کہ نفع اسمین ہی کہ دین سلامت رہے کیونکہ
وہ راس المال ہی اُسکے بگڑ جانے سے زندگانی آخرت کی بربادی اور راس المال کا ہاتھ سے جاتا رہتا ہی اور ظاہر ہی کہ فائدہ اولاد ان دونون آفتون
مین سے ایک کے مقابل بھی نہین ہو سکتا ہان اگر اولاد کے ساتھ یہ بھی بات پائی جاوے کہ آدمی کو شہوت کے دبانے کی بھی ضرورت اشد ہو تو غور سے
دیکھنا چاہیے کہ اگر تقوی کی پابندی اُسکو خوب نہو اور نکاح نہونے کی صورت مین اپنے نفس پر زنا کرنے کا خوف رکھتا ہو تو اس صورت مین
نکاح اُسکے لیے افضل ہی اسلیے کہ اب دو طرفہ کی برائیون مین پھنس گیا اگر نکاح نہین کرتا تو زنا مین داخل ہوگا اور اگر کرتا ہی تو طلب حرام کریگا تو ان
دونون برائیون مین سے طلب مال حرام زنا کی نسبت کر کم ہی اس لیے نکاح کو ترجیح ہی اور اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو کہ نکاح نکرنے سے بھی زنا مین
تو مبتلا نہوگا مگر آنکھون کے نیچا رکھنے پر قادر نہوگا یعنی نظر حرام سے باز نہ رہیگا تو اس صورت مین نکاح نکرنا بہتر ہی اسلیے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام پیسا
کمانا دونون حرام ہین مگر اتنا فرق ہی کہ مال حرام پیدا کرنا ہمیشہ کو ہوتا ہی اور اس سے گناہ اُسکو اور اُسکے گھر والون کو دونون کو ہوتا ہی اور نظر حرام کبھی کبھی ہو جاتی
ہے اور اُسکا گناہ خاص اُسی کو ہی دوسرا اُسمین شریک نہین علاوہ ازین جلد منقطع بھی ہو جاتی ہی اور گو نظر حرام آنکھ کا زنا ہی لیکن اگر شرمگاہ سے اسکی
تصدیق نہوگی تو حرام کھانے کی نسبت کر جلد معاف بھی ہو سکتا ہی ہان اگر نظر سے شرمگاہ کے گناہ کرنے کی نوبت آجانے کا خوف ہو تو اُسکا
حال ویسا ہی ہی جیسا زنا مین مبتلا ہونے کا خوف ہو اور جب یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت بھی ہی جس سے [illegible] کہ آدمی بھی
نگاہ رکھنے پر تو قادر رہے مگر دل کے اوپر سے فکرون کے ہٹا لینے پر قادر نہو تو نکاح کرنے کی نسبت کر بہتر ہی کیونکہ دل کا شغل صاف ہو جانے کے زیادہ قریب ہی
اور علاوہ برین دل کا فارغ ہونا عبادت کیلیے مقصود ہوا کرتا ہی حرام کمائی کے کھانے اور کھلانے کے ساتھ عبادت پوری کاہے کو نہوگی اسکے لیے فراغ
دل چاہیے غرضکہ آفات مذکورہ کو فوائد کیساتھ تول کر اسطرح اسکے موجب حکم کرنا چاہیے اور جو شخص اس رمز سے واقف ہوگا اُسپر وہ حالات سلف کے [illegible] کبھی
نکاح مین ترغیب بھی اور کبھی اعراض معلوم ہوجاتے ہین مشکل نہ پڑینگے اس لیے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بحسب اختلاف حالات درست ہی [illegible]
سے معلول [illegible] ہوا اُسکے حق مین عبادت الٰہی کیلیے مجرد رہنا بہتر ہی یا نکاح کرنا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ ان دونو باتون کو جمع کرنا [illegible]
کے لحاظ سے مانع عبادت الٰہی کا نہین بلکہ اس لحاظ سے ہی کہ اُسمین ضرور مال کمانا ہوتی ہی پس اگر آدمی حلال مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہی کیونکہ عبادت الٰہی کیلیے راتون اور [illegible]

تمام اوقات مین اسی طرح عبادت کرنی کہ دم بھر آرام نکرے ہو نہین سکتی اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ اُسکے تمام اوقات مال حلال کرتے مین مستغرق ہین یہانتک کہ بجز اوقات فرائض پنجگانہ اور اکل و شرب اور قضاء حاجت کے کوئی وقت خالی نہین جسمین فرائض کے سوا اور قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر اُن لوگون مین سے ہو جو راہ آخرت کو نفل نماز و حج وغیرہ اعمال بدنی ہی سے طے کیا کرتے ہین تو اُسکو بھی نکاح کرنا افضل ہے کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت کرنی اور اولاد کی تحصیل مین سعی کرنی اور عورتونکی عادات پر صبر کرنے مین بھی طرح طرح کی عبادتین ہین جن کا ثواب عبادات نفل سے کم نہین اور اگر وہ شخص اُن لوگون مین سے ہو جو علم اور فکر اور باطن کی سیر سے عبادت کرتے ہین اور مال کمانے سے اُسکو اس عبادت مین پریشانی ہوتی ہو تو اُسکے حق مین نکاح نکرنا افضل ہے۔ پھر اگر یہ کہو کہ اگر نکاح اچھی بات ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکو کیون نہ کیا اور اگر عبادت الٰہی اُسکی نسبت کہ بہتر ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بیبیان کیون کین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص صاحب قدرت ہو اور ہمت عالی اور قوت زیادہ رکھتا ہو اسطرح کہ کوئی مانع و مزاحم اُسکو اللہ تعالیٰ سے روک نسکے تو اسکے حق مین دونون باتون کا جمع ہونا افضل ہے اور چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی اس لیے آپ نے دونون بزرگیان حاصل کین کہ باوجود نو بیبیون کے عبادت الٰہی مین بھی ویسے ہی لگے رہے اور نکاح سے قضاء حاجت آپ کے حق مین مانع و مزاحم نہ ہوتی جیسے دنیا کے بڑے مردون کو پاخانہ مین جانا مانع تدبیرات دنیاوی کا نہین ہوتا بظاہر تو قضاء حاجت مین مشغول ہوتے ہین اور اُنکے دل اپنے مقاصد مین مستغرق ہوتے ہین اور اُنسے غفلت نہین کرتے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی بسبب علو مرتبہ اور رفعت شان کے اس دنیا کے کام خدا تعالیٰ کے ساتھ حضور دل کے مانع نہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے اوپر وحی عہ نازل ہوتی تھی ایسے وقت مین کہ آپ اپنی بی بی کے بستر پر ہوتے تھے اور اگر بالفرض کسی دوسرے کیلیئے یہ مرتبہ فرض کیا جاوے تو ممکن ہے مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ نالیان تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہین اور سمندر مین ایسی باتون سے تبدیلی نہین ہو سکتی اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر دوسرون کو قیاس کرنا نچاہیئے باقی رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال تو آپ نے اپنی قوت پر لحاظ کر کے طریقہ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہو گی کہ خانہ داری کے اشغال اس پر تاثیر کر جاتے یا اُس حالت مین طلب حلال مین دقت پڑتی یا نکاح اور عبادت دونون جمع نہو سکتے اسوجہ سے عبادت ہی اختیار کرنے کو پسند فرمایا اور انبیاء علیہم السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہین اور اپنے زمانہ مین وجہ حلال سے کمانے کے احکام اور عورتون کی عادات کو خوب جانتے ہین اور جو باتین کہ نکاح کرنے والے کو مضر اور مفید ہین اُنپر روشن ہین اور چونکہ انسان کے حالات مختلف ہین حتی کہ بعض حالتون مین اس کے حق مین نکاح افضل ہے اور بعض مین ترک نکاح تو ہمکو مناسب یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو

ہر حال مین افضل صورت پر ہی محمول کرین واللہ اعلم

دوسری فصل اس بات کے ذکر مین کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور عقد کی شرطون مین سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہیئے اور اسمین دو بیان ہین

بیان اول عقد کی شرطون مین جن سے عقد ہو جاتا ہے اور عورت مرد پر حلال ہو جاتی ہے ایسی شرطین چار ہین اول ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہو تو بادشاہ کا اذن جو اُسکا قائم مقام ہے دوسرے عورت کا راضی ہونا بشرطیکہ بالغ اور مرد رسیدہ ہو یا کنواری ہی ہو گر باپ یا دادا کے

عہ بخاری میں یہ روایت انس سے [illegible]

سوا اور کوئی اُسکے عقد کا متولی ہو **سوم** دو گواہ ہونکا موجود ہونا جو بظاہر عادل ہون یعنی بُرائیون کی نسبت نیکیان زیادہ کرتے ہون اور اگر دو ایسے گواہ ہون جنکا حال کچھ معلوم نہو تب بھی نکاح ہو جانے کا حکم کرینگے کہ ضرورت اسی کی مقتضی ہے **چہارم** ایجاب اور اُسکے ساتھ ہی قبول کا ہونا اور انمین یہ قید ہے کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اور کوئی لفظ جو ان معنون مین ہو ایجاب ہو اور اسی طرح قبول ہو اور ایجاب و قبول مین دو مرد بالغ عاقل ہون عورت نہو اور ہر دو مین خود شوہر ہو یا ولی یا دونون کے وکیل ہی ہون کفایت کرتا ہے اور عقد کے آداب مین اول یہ مناسب ہے کہ عورت کے ولی سے پیشتر پیام نسبت کیا جاوے لیکن اگر عورت عدت مین ہو تو پیام نہ چاہیے بلکہ اس عدت مین بعد گذرنے کے پیام کرے اسی طرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام دے رکھا ہو تب بھی خود پیام نکرے کہ اس سے ممانعت آئی ہے **دوسرا ادب** یہ ہے کہ نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد و نعت ہو مثلاً ولی کہے یون کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ مین نے اپنی فلان لڑکی کا نکاح تجھ سے کیا اور شوہر کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ مین نے اسکا نکاح اس مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین اور تھوڑا ہونا چاہیے اور حمد و نعت خطبہ کے پیشتر بھی مستحب ہے **سوم** یہ کہ شوہر کا حال منکوحہ کے گوش گذار کر دینا چاہیے گو کنواری ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کیلیے زیادہ مناسب ہے اور اسی وجہ نکاح سے پیشتر زوجہ کا دیکھ لینا بھی مستحب ہے کہ الفت باہمی کے واسطے زیبا پڑتا ہے **چہارم** یہ کہ دو گواہون کے سوا جو درستی عقد کیلیے شرط ہین اور کچھ نیک بندے بھی نکاح مین اکٹھے کرنے چاہیین **پنجم** یہ کہ نکاح سے یہ نیت کرے کہ سنت کی بجاآوری اور نگاہ کا تھامے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد ہم ذکر کرچکے ہین منظور ہین صرف خواہش نفس اور کامرانی ملحوظ نہو ورنہ یہ نکاح دنیا کے کامون مین متصور ہوگا اور خواہش نفس کا ہونا کچھ ان نیتون کا مانع بھی نہین اکثر امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑجاتا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ فرماتے ہین کہ جب کوئی امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑے تو ایسا ہے کہ چپڑی اور دو دو۔ اور یہ بات محال نہین کہ حظ نفس اور دین کا حق دونون مل کر کسی چیز کی علت پڑین اور مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد مین اور ماہ شوال مین کیا جاوے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقد بھی شوال مین کیا اور ہم بستر بھی ماہ شوال مین ہوے

دوسرا بیان منکوحہ کے حالات کے ذکر مین۔ منکوحہ کے احوال مین دو قسم کا لحاظ چاہیے اول یہ کہ حلال ہو دوسرے یہ کہ اچھی طرح گذران کرنے اور مقاصد کے حاصل ہونے مین اول قسم سے یہ غرض ہے کہ جتنی باتین نکاح کی مانع ہین اُن سے عورت بری ہو اور وہ باتین انیس ہین اول یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہو دوم یہ کہ دوسرے شوہر کی عدت مین نہو اور عدت خواہ مرنے کی ہو یا طلاق کی یا شبہہ صحبت ہو جانے کی سب برابر ہین اور یہی حکم ہے لونڈی کا جس صورت مین کہ آقا کی صحبت سے اُسکا حمل ہے یہ بری معلوم کرنا منظور ہو۔ سوم یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جانے کے باعث دین سے مرتد نہو گئی ہو چہارم یہ کہ مجوسی نہو یا بت پرست یا زندیق نہو کہ کسی کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہو اور اسی مین وہ عورتین داخل ہین جن کا مذہب حرام چیزون کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی معتقد ہون کہ شریعت اُنکے معتقد کو کافر کہے کہ ان مین سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہین پنجم یہ کہ ایسی کتابیہ کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد اختیار کیا ہو اور باوجود اسکے بنی اسرائیل مین سے بھی نہو اگر یہ دونون خصلتین اُس مین

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ١٢

پائی جاویگی تو اُسکا نکاح درست نہین اور اگر صرف بنی اسرائیل مین سے ہو تو اُنمین علماء کا اختلاف ہی ساتوین یہ کہ لونڈی ہو تو اسمین قید ہی
کہ نکاح کرنے والا آزاد اور زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت کے نکاح پر قادر ہو اور در صورت مفقود ہونے کسی شرط کے منکوحہ کا لونڈی ہونا
مانع ہوگا آٹھوین یہ کہ شوہر کی ملک مین منکوحہ نہو نہ اُسکے کل پر نہ اُسکے کسی جزو پر نوین یہ کہ منکوحہ اُن قرابت دارون مین سے نہو جنکا نکاح
مرد کو حرام ہی یعنی مان اور نانی اور دادی اور بیٹی اور پوتی اور نواسی اور بہن اور بھتیجی اور بھانجی اور ان سب کی اولاد اور پھوپھی اور خالہ نہو دسوین
یہ کہ دودھ کی جہت سے حرام نہو اور دودھ کی جہت سے وہی رشتے حرام ہین جو قرابت کی رو سے اوپر گذرے لیکن دودھ پینے مین حرمت جب ہوتی ہے
کہ پانچ بار دودھ پیوے اس سے کمتر مین امام شافعی رضہ کے نزدیک حرمت نہین - گیارھوین یہ کہ عورت مذکورہ بوجہ دامادی حرام نہ ہوگئی ہو
مثلاً شوہر اُسکی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر چکا ہو یا انکا مالک عقد کی رو سے یا بوجہ شبہہ عقد کے ہوگیا ہو یا شبہہ عقد مین اُن سے صحبت
کر چکا ہو یا منکوحہ کی مان خواہ نانی دادی سے بوجہ عقد یا شبہہ عقد ہم بستر ہوگیا ہو تو ان صورتون مین اس سے نکاح نہین کر سکتا اس لیے کہ
کسی عورت سے صرف نکاح کر لینے کی وجہ سے اسکی مان وغیرہ حرام ہو جاتی ہین اور جب اُس سے صحبت بھی کر لیتا ہی تو اُسکی اولاد بھی حرام ہو جاتی ہے
یا ایسی عورت نہو کہ اُس سے شوہر کے باپ یا بیٹے نے پیشتر نکاح کر لیا ہو تو وہ بھی شوہر پر حرام ہی - بارھوین یہ کہ وہ عورت پانچوین نہو یعنی شوہر کے نکاح مین
اُسوقت چار عورتین نہون اگر ہونگی تو اب کسی پانچوین سے نکاح درست نہوگا - تیرھوین یہ کہ شوہر کے نکاح مین اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا
خالہ پہلے سے نہو کہ دونون نکاح مین ساتھ نہو جاوین کیونکہ ایسی دو عورتون کو ایک ساتھ نکاح مین رکھنا حرام ہی جن مین اس طرح کی قرابت قریبہ ہو
کہ اگر ایک کو ان مین سے مرد فرض کرین تو دوسرے سے اسکا نکاح نہو سکے - چودھوین یہ کہ اُس عورت کو مرد نے تین طلاقین نہ دی ہون ورنہ وہ
شوہر پر حلال ہوگی جبتک دوسرا مرد اس سے نکاح صحیح کرکے بعد صحبت طلاق نہ دیدے - پندرھوین یہ کہ شوہر سے اُسنے لعان نہ کیا ہو کہ ایسی عورت بعد
لعان کے ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہو جاتی ہی - سولھوین یہ کہ حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے یا شوہر محرم نہو کہ دونون مین سے ایک کے محرم
ہونے سے بھی نکاح نہ ہوگا جبتک کہ کامل حلال نہ ہو جاوین - سترھوین یہ کہ عورت مرد رسیدہ خورد سال نہو کہ اُسکا نکاح بالغ ہونے کے
بعد ہی درست ہوگا - اٹھارھوین یہ کہ یتیم نہ ہو کہ اس صورت مین بھی نکاح بالغ ہونے کے بعد درست ہوگا - اُنیسوین شرط جو فی زمانہ مفقود ہے
یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سے نہو کہ وہ سب بنص قطعی سب ایماندارون کی مائین ہین غرضکہ موانع نکاح کی یہی باتین
ہین جو مذکور ہوئین - اب قسم دوم کی باتون کا ذکر کیا جاتا ہی یعنی وہ عمدہ خصلتین جن کا لحاظ عورت مین عقد کی مداومت اور اسکے مطالب
کی زیادتی کیلئے ہونا چاہیے پس اسطرح کی باتین آٹھ ہین - اول یہ کہ عورت نیکبخت دیندار ہو یہ بات سب کی جڑ ہی اسکا خیال بہت ضروری
ہے کیونکہ اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کی حفاظت کے باب مین کچی اور دین کی ہلکی ہوگی تو خاوند کو حقیر کرے گی اور لوگون مین
اُسکا منھ کالا کرے گی غیرت کے مارے اُسکا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت اور غیرت کا کار بند ہوگا تو ہمیشہ بلا اور رنج کے
دام مین گرفتار رہے گا اور اگر سہولت برتے گا تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگاوے گا اور بیغیرت و بے شرم کہلاوے گا اور جس صورت مین کج اطواری
کے ساتھ عورت خوبصورت بھی ہو تو سخت مصیبت ہی کیونکہ نہ اُس کی مفارقت گوارا ہوگی نہ اُسکی حرکات پر صبر آویگا اور ایسے شخص کا حال اُس
مرد کا سا ہوگا جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ وہ شخص ایک زوجہ رکھتا ہی کہ کسی کو ہاتھ لگانے سے

مانع نہین آپ نے فرمایا کہ تو اُسکو طلاق دیدے اُس نے عرض کیا کہ مین اُسکو چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ اُسکو رہنے دے اس حدیث مین جو
رہنے دینے کو ارشاد فرمایا تو اس وجہ سے کہ آپ کو خوف ہوا کہ اگر یہ شخص اسکو طلاق دیدیگا تو فریفتگی کے بارے اُسکا پیچھا کریگا اور خود بھی
خراب ہو جاویگا اسلیے کہ نکاح کا باقی رہنا اور اُسیر سے خرابی کو ٹالنا ہی بہتر معلوم فرمایا اور اگر بالفرض عورت کے دین مین یہ خرابی ہو کہ شوہر کا
مال تلف کرے یا اور کوئی صورت سوا اول صورت کے ہو تب بھی عیش مکدر رہیگا کہ اگر اُسکی حرکات پر سکوت اختیار کریگا اور منع نہ کریگا
تب تو گناہ مین اُسکا شریک ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے قوا انفسکم واہلیکم نارا یعنی اپنی جانون کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بچاؤ تو منع کرنا
حرکات ناشائستہ سے اس آیت کے موجب ضروری ہے ورنہ عدول حکمی ہوگی اور اگر منع کریگا اور جھگڑا رہیگا تو عیش منغص ہوگا اور یہین لحاظ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت کیلیے مبالغہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے تنکح المرأة لمالها وجمالها ودينها فعليك بذات الدين تربت
یداک اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص عورت سے نکاح اُسکے مال اور جمال کے واسطے کرتا ہے تو وہ اُسکے مال و جمال سے محروم کیا جاتا ہے
اور جو کوئی اُسکی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالی اُسکو اُسکا مال اور جمال دونون عنایت فرماتا ہے اور نیز ارشاد فرمایا کہ
عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کر کہ شاید اُسکی خوبصورتی اسکو تباہ کرے اور نہ مال کے لحاظ سے اُسکے ساتھ نکاح کرنا چاہیے کہ شاید اُسکا
مال اُسکو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اسکی دیانت کے لحاظ سے کرنا چاہیے اور آپ نے دیانت پر اسوجہ سے زیادہ ترغیب فرمائی
کہ متدین عورت دین کی مددگار ہوتی ہے اور جب عورت متدین نہوگی تو شوہر کو بھی دین سے روکیگی اور باعث اُسکی پریشان خاطری کا
ہوگی دوسری خصلت خوش خلق ہونا ہے جو شخص کہ فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہان ہو اُسکیلیے خوش خلق عورت کا
ہونا بہت بڑی غنیمت ہے کیونکہ اگر عورت زبان دراز سخت گو تند خو نعمت کی ناشکر ہوگی تو نفع کی نسبت کہ اُس سے نقصان زیادہ ہوگا
چنانچہ سعدی کا قول ہے زن بد در سرای مرد نکو ☆ ہم درین عالم است دوزخ او ☆ اور عورتون کی زبان پر صبر کرنا اُن باتون مین سے ہے کہ
اُن سے اولیا کا امتحان لیا جاتا ہے کسی عرب کا قول ہے کہ چار قسم کی عورتون سے نکاح مت کرو اول انانہ دوم منانہ سوم حنانہ چہارم حداقہ پنجم براقہ
ششم شداقہ۔ انانہ اسکو کہتے ہین جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت دائم المرض یا
بتکلف مریض ہی رہے اسکے نکاح مین کچھ برکت نہین۔ اور منانہ اُسکو کہتے ہین کہ خاوند پر اکثر احسان جتایا کرے کہ مین نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا
اور حنانہ وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے اور حداقہ وہ ہے کہ ہر چیز پر
نظر ڈالتی رہے اور اُسکی خواہش کرے پھر شوہر کو اُسکے خریدنے کی تکلیف دیا کرے اور براقہ کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک اہل حجاز کے موافق یعنی
جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگار مین رہے تاکہ بناوٹ سے اُسمین آب و تاب ہو جاوے اور دوسرے اہل یمن کے محاورے کے موافق
یعنی جو عورت کھانے پر روٹھے اور اکیلی ہی کھاوے اور ہر چیز مین سے اپنا حصہ جدا کرے اور شداقہ اُسکو کہتے ہین جو بہت بکتی رہے اور اسی
لحاظ سے متشدق بھی نکلا ہے جو اس حدیث شریف مین وارد ہے ان اللہ یبغض الثرثارین المتشدقین اور کہتے ہین کہ سیاح ازدی نے
اپنی سیاحت مین حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح کیلیے ارشاد فرمایا اور تجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا
کہ چار قسم کی عورتون سے نکاح مت کرنا اول طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے دوم شیخی والی کہ دوسری عورتون پر

۲۳ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۲۴ طبرانی در اوسط بروایت انس ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن عمرو ترمذی بروایت

زنا کے لوازم سے فخر کرتے تیسرے فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اور اس بات میں مشہور ہو ایسی ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
ولا متخذات اخدان چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول و فعل میں بڑھ چڑھ کر رہے اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ جو عادتیں مردوں میں
بُری ہیں وہ عورتوں میں اچھی ہوتی ہیں اور وہ بخل اور تکبر اور نامردی ہے اسلیے کہ عورت اگر بخیل ہوگی تو اپنا مال اور شوہر کا مال بچاوے گی
اور اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنے والے کلام سے نفرت کریگی اور جب نامرد ہوگی تو ہر چیز سے ڈرے گی اور اپنے گھر سے
نہ نکلے گی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہوں سے اجتناب کریگی غرضکہ یہ حکایتیں اس بات کی ہدایت کرتی ہیں کہ نکاح میں کون سے
اخلاق مطلوب ہوتے ہیں تیسری خصلت خوبصورتی ہے یہ بھی اس نظر سے مطلوب ہے کہ اسکی جہت سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہے اور اگر
عورت بدصورت ہو تو سرشت انسانی اُسپر کفایت نہیں کرتی اور ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر یہ قاعدہ ہے کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم ملزوم
ہیں جسکی صورت اچھی ہوگی غالباً سیرت بھی اچھی ہوگی اور ہم نے جو اوپر لکھا ہے کہ عورت کی دیانت پر لحاظ ضرور ہے اور خوبصورتی کے باعث
اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اسکے یہ معنی نہیں کہ خوبصورتی کا لحاظ بالکل ممنوع ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ جس صورت میں کہ دین میں خرابی ہو تو صرف
خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر نکاح نکرنا چاہیے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح میں راغب البتہ کرتا ہے مگر دین کے امر میں ڈھیلا کر دیتا ہے
اور ایک وجہ خوبصورتی کے لحاظ کرنے کی یہ ہے کہ اُسکے باعث زن و شوہر میں اکثر الفت محبت ہوتی ہے اور اسباب الفت کی رعایت کرنے کے
لیے شریعت بھی امر فرماتی ہے اور یہیں وجہ قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا مستحب ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسوقت اللہ تعالیٰ تم میں
سے کسی کے دل میں کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈالدے تو چاہیے کہ اُسکو دیکھ لے اسلیے کہ دیکھ لینا الفت طرفین کے لیے شایان تر ہے اور اس حدیث
میں جو لفظ ان یودم بینہما آیا ہے وہ مشتق ادمہ سے ہے جسکے معنی جلد باطنی یعنی متصل گوشت کے ہیں یعنی جیسے وہ جلد گوشت سے
مالوف ہے ایسے ہی زن و شو مالوف رہینگے اور فرمایا ان فی اعین الانصار شیئا فاذا اراد احدکم ان تزوج منہن فلینظر الیہن کہتے ہیں کہ
انکی آنکھیں چندھی تھیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ چھوٹی تھیں۔ اور سلف کے بعضے پرہیزگار ایسے تھے کہ شریف زادیوں سے بھی نکاح جب ہی کرتے تھے
کہ جب اول انکو دیکھ لیتے تھے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہیں۔ اور اعمش فرماتے ہیں کہ جو نکاح بدون پیشتر دیکھ لینے کے ہوتا ہے تو اسکا انجام رنج و غم ہوا کرتا
ہے اور ظاہر ہے کہ اول نظر کرنے سے سیرت اور دیانت تو معلوم ہی نہیں ہوتی صرف جمال ظاہری پہچانا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ
بھی شریعت کے مطابق ہے اور مروی ہے کہ کسی مرد نے حضرت عمر رض کے عہد میں خضاب کر کے شادی کر لی بعد چندے اُسکا خضاب کھل گیا
اُسکی سسرال والوں نے حضرت عمر رضہ کی خدمت میں اُسکی نالش کی کہ ہم نے اسکو جوان جانکر شادی کی تھی آپ نے اسکو سزا دی کہ تو نے لوگوں کو مغالطہ
دیا اور مروی ہے کہ حضرت بلال رض اور حضرت صہیب رومی رض عرب کے کسی خاندان میں گئے اور اُنسے پیام اپنی شادی کا دیا اہل مکان نے پوچھا
کہ تم کون ہو حضرت بلال رض نے کہا کہ میں بلال رض ہوں اور یہ میرا بھائی صہیب ہے ہم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت کیا اور ہم غلام تھے اللہ تعالیٰ
نے ہمکو آزاد کیا اور ہم مفلس تھے اللہ تعالیٰ نے ہمکو تونگر کیا پس اگر تم ہماری شادی اپنے یہاں کرو تو الحمد للہ اور اگر انکار کرو تو سبحان اللہ لوگوں نے
کہا کہ تمہاری شادی ہو جاویگی والحمد للہ حضرت صہیب رض نے حضرت بلال رض سے کہا کہ تم کاش وہ خدمات اور جانفشانیاں بھی ذکر کر دیتے جو ہم نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں کی ہیں حضرت بلال رض نے فرمایا کہ چپ رہو تم نے سچ کہا پس اسی راستی نے تمہارا نکاح کر دیا اور دو کا

ان اور مشکوۃ و ابیان پہچھے بار ۱۲ ق ابن ماجہ بروایت محمد ابن مسلمہ بسند ضعیف بیان کیا مسلم اور بروایت مغیرہ بن بن شعبہ آخر ضعیف ۱۲

حسن ظاہری اور سیرت باطنی دونون مین ہوتا ہی تو خوبصورتی کا دھوکا تو دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہی اور اخلاق کا دھوکا وصف سننے
سے رفع ہوسکتا ہی اسلیے ان دونون باتون کو نکاح سے پیشتر کرلینا چاہیے مگر اُسکا وصف اخلاق اور جمال کا ایسے ہی شخص سے دریافت کرنا
چاہیے جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن کے حال سے واقف ہو نہ تو عورت کا طرفدار ہو کہ اسکی تعریف مین مبالغہ کرے اور نہ
اُس سے بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ اب لوگون کی طبیعتین نکاحون سے پیشتر کے امور مین اور منکوحات کے وصف بیان کرنے
مین افراط و تفریط کی طرف مائل ہین ایسے لوگ بہت کم ہین جو اس باب مین سچ بولتے ہون بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت
ہو رہا ہے اسی نظر سے جو شخص کہ اپنے نفس پر زن اجنبیہ کی طرف تکنے کا خوف رکھتا ہو اسکو اس باب مین احتیاط کر لینی بہت ضرور ہی ہان
اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف ادای سنت اور اولاد کا ہونا اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہو تو مرتبہ زہد سے قریب
ہی کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیاوی ہی گو بعض اوقات کسی کسی شخص کے حق مین دین مین مدد ہوتی ہی حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ زہد
ہر چیز مین ہوتا ہی یہانتک کہ بی بی مین بھی ہوتا ہی کہ دنیا مین زہد اختیار کرنے کے لیے آدمی بڑھیا سے نکاح کرے اور مالک بن دینار رح فرمایا کرتے
کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہین کرتے کہ جسکے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے مین ثواب ملے اور اُسکا نفقہ دینا سہل ہو اُسکے تھوڑے
سے مال پر راضی رہے بلکہ دنیا دارون کی بیٹیون سے نکاح کرتے ہین کہ ہمیشہ نئی خواہش انکے سامنے پیش کرتی ہین اور کہتی ہین کہ ہمکو فلان کپڑا
پہناؤ اور فلانی چیز کھلاؤ اور امام احمد رح نے دو بہنون کا حال پوچھا کہ اُنمین سے عقلمند کون سی ہی لوگون نے کہا کہ جو عقلمند ہی اُسکے آنکھین نہین
آپ نے فرمایا کہ میرا نکاح اسی اندھی سے کردو غرض کہ جو شخص لذت سے غرض رکھتا ہو رفع حاجت ہی چاہتا ہو اُسکا قاعدہ ایسا ہی ہونا
چاہیے جیسے ان بزرگون کے اقوال ہین مگر جس شخص کو بدون لذت کے اپنے دین پر امن نہو اُسکو جمال بھی طلب کرنا چاہیے کیونکہ امر مباح سے
لذت کا حاصل کرنا دین کے لیے ایک قلعہ ہی اور کہتے ہین کہ عورت جس وقت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم و سیاہ مو بڑی آنکھ کی رنگ مین گوری
شوہر دوست کہ اپنی نظر شوہر ہی پر منحصر کردے کسی کو میسر ہو تو اُسکو گویا حور مل گئی کیونکہ اللہ تعالی نے اہل جنت کی بیبیونکی صفت انہین صفات کے
ساتھ فرمائی ہی چنانچہ فرمایا خیرات حسان خیرات سے مراد خوش خلق عورتین ہین اور حسان سے خوبصورت اور فرمایا قاصرات الطرف یعنی ایسی ہیں کہ
قول سے غرض وہ عورتین ہین کہ اپنے شوہرون پر نظر کو منحصر رکھین اور دوسرے قول مین عرباً جمع عروب کی ہی یعنی عاشق اپنے شوہر کی اور خواہشمند اُسکی
ہمبستری کی اور ظاہر ہی کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہی اور فرمایا حور عین حورا اس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھ کی سفیدی خوب سفید اور سیاہی
آنکھ کی سیاہی مثل بالون کی سیاہی کے ہو اور عینا اُس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی ہون اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی خیر نسائکم من اذا نظر
الیہا زوجہا سرتہ واذا امرہا اطاعتہ واذا غاب عنہا حفظتہ فی نفسہا ومالہ اور مرد اپنی منکوحہ کو دیکھکر اسی وقت خوش ہوگا کہ عورت اُسکو چاہتی ہو
چوتھی صفت یہ ہی کہ مہر تھوڑا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عمدہ بیبیان وہ ہین جن کی صورتین اچھی ہون اور مہر تھوڑے ہون اور مہر کو
حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا ہی اور آپ نے اپنی بعض ازواج طاہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض نکاح کیا اور اثاث البیت ایک
چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک تکیہ جسمین ریشہ خرما بھرا تھا اور کسی بی بی کے نکاح کے بعد آپ نے ولیمہ جو کی روٹی کا اور کسی کا ولیمہ خرما کا اور کسی کا
ستو کا کیا اور حضرت عمر رضی مہر کو زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نکاح چار سو درم سے زیادہ مہر پر کیا

اور نہ اپنی بیٹیون کا نکاح اس مقدار سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کر دینے مین کچھ بزرگی ہوتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس پر ضرور مبادرت فرماتے
اور بعض صحابہ رضہ نے نکاح مین مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اُسکی قیمت پانچ درم بتاتے ہین اور سعید بن مسیّب رضہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت
ابو ہریرہ رضہ سے دو درم مہر پر کر دیا اور رات کے وقت اُسکو اپنے ساتھ لیجا کر اُنکے دروازہ مین پہونچا کر پھر آئے سات روز کے بعد بیٹی کے
پاس گئے اور اُس سے سلام علیک کیا اور اگر مہر دس درم مقرر کیا جاوے اس نظر سے کہ سب علما کے نزدیک نکاح ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین
اور حدیث صحیح مین ہے کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو اور فرمایا کہ عورتون مین زیادہ برکت والی وہ ہے
کہ جسکا مہر سب سے کم ہو۔ اور جسطرح کہ عورت کی جانب سے مہر مین نہایت زیادتی کا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مرد کی جانب سے عورت
کا حال دریافت کرنا مکروہ ہے اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نکرنا چاہیے سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب کوئی آدمی نکاح
کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس کیا کیا چیز ہے تو جان لو کہ وہ چور ہے اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال مین بھیجے تو یہ نیت نکرے کہ انکے یہان
سے اسکے بدلے مین مجھے زیادہ ملیگا اور اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ بھیجین وہ بھی یہ نیت نکرین کہ زیادہ طلبی کی نیت خراب ہوتی ہے باقی
رہا ہدیہ بھیجنا تو وہ البتہ مستحب اور دوستی کا سبب ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تہادوا و تحابوا اور زیادہ طلبی اللہ تعالے
کے اس قول مین داخل ہے ولا تمنن تستکثر یعنی اس نیت سے نہ دو کہ بہت سا لو یا اسمین داخل ہے وما اٰتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس
کیونکہ ربوا زیادتی کا نام ہے اور اس صورت مین بھی فی الجملہ زیادتی طلب کرنا پایا جاتا ہے گو اُن چیزون مین نہین جن مین ربوا ہوتا ہے بہرحال نکاح
مین اس طرح کی صورت مکروہ اور بدعت ہے اور تجارت اور قمار کی طرح پر ہے کہ مقصود نکاح کو خراب کرتی ہے پانچوین خصلت یہ ہے کہ
عورت بانجھ نہو پس اگر بانجھ ہونا معلوم ہو جاوے تو اُس سے نکاح نکرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین علیکم بالولود الودود یعنی نکاح ایسی
عورت سے کرنا چاہیے جسکے اولاد ہوتی ہو اور شوہر دوست ہو پس اگر اُسکی شادی نہوئی ہو اور اُسکا حال نہ معلوم ہو کہ اولاد ہوگی یا نہین تو تندرست اور
جوان ہونے کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب یہ دونون باتین اُسمین ہونگی تو غالباً اُس سے اولاد ہو گی چھٹی خصلت یہ ہے کہ کنواری ہو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضہ کو ارشاد فرمایا جبکہ اُنھون نے ایک مرد رسیدہ عورت سے شادی کی تھی کنواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم
اُس سے دل خوش ہوتے اور وہ تم سے اور کنواری ہونے مین تین فائدے ہین اول یہ کہ عورت کو خاوند سے الفت اور محبت ہوتی ہے تو جو مضمون حدیث
شریف مین لفظ ودود سے تعبیر کیا گیا ہے وہ اس صورت مین خوب اثر کرتا ہے علاوہ ازین طبیعتون مین یہ امر سرشتی ہے کہ اول الوف پر دل لگتا ہے اور جو عورت
کہ مرد آزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہے عجب نہین کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو اُنکے خلاف پر راضی نہو اور یہی وجہ شوہر ثانی کے برا جاننے کی ہو جاوے
دوم یہ کہ کنواری ہونے سے شوہر کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس لیے کہ یہ امر سرشتی ہے کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو اُس سے کسی قدر
نفرت ہوا کرتی ہے اور جب دوسرے کے ہاتھ لگانے کا خیال بندھتا ہے تو طبیعت پر گران معلوم ہوتا ہے اور اس باب مین بعض طبیعتون کو بہت نفرت
ہوا کرتی ہے سوم یہ کہ کنواری ہونے سے عورت پہلے شوہر کو یاد نہین کیا کرتی ورنہ اس سے کبھی عیش مین ایک طرح کی تلخی ہو جاتی ہے اور محبت
غالباً سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہے جو محبوب اول سے ہوا کرتی ہے ساتوین خصلت یہ ہے کہ عورت حسب اور نسب والی ہو یعنی ایسے
خاندان والی ہو جسمین دیانت اور نیکبختی پائی جاوے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیا کرتی ہے اور اگر خود مودب نہین ہوتی

ح
سونا بوزن [illegible] عبد الرحمن بن عوف [illegible] بیہقی [illegible] عائشہ رضہ [illegible] ابو عمر نوقانی بروایت عائشہ [illegible] بیہقی [illegible] بخاری اور [illegible] بیہقی بروایت
[illegible] ابن حبان [illegible] جابر [illegible] بروایت
× × × × × × × × × ×

تو اُس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہیں بن پڑتی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم وخضراء الدمن یعنی گھورے اوپر کی سبزی سے علٰحدہ رہو لوگون نے عرض کیا کہ خضراء دمن کیا ہے آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جو بُری جگہ پیدا ہوئی ہو اور نیز فرمایا کہ اپنے نطفون کیلئے اچھی عورتین پسند کرو کیونکہ رگ قرابت اصول کے اخلاق کو اولاد مین کھینچ لاتی ہے آٹھوین صفت یہ ہے کہ عورت قرابت قریبہ مین سے ہو اسلئے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح مت کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہے اور لڑکے کے ضعیف ہونے کی وجہ یہی ہے کہ شہوت ضعیف ہوتی ہے کیونکہ شہوت نظر اور لمس کی قوت سے اُٹھتی ہے اور ان حالتون کا اثر قوی ہوتا ہے کہ معاملہ نیا اور اجنبی ہو اور جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظرون مین رہتی ہے اُسکو دیکھتے دیکھتے مساوات ہوجاتی ہے اثر حسکا کامل نہین رہتا اسی جہت سے شہوت اچھی طرح نہین اُبھرتی ـ غرضکہ عورتون مین یہی خصلتین ہین جن کے باعث سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے اور عورت کے والی پر بھی واجب ہے کہ شوہر کی عادتون کو دیکھ بھال لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے یعنی اُسکا نکاح ایسے شخص سے نہ کرے جسکی پیدائش مین کوئی قصور یا عادت اچھی نہو یا دین مین ضعیف ہو یا عورت کے حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب مین عورت کا کفو نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نکاح کرنا عورت کو کنیز کر دینا ہے تو دیکھ لیا کرو کہ اپنی لڑکی کو کہان دیتے ہو اور احتیاط عورت کے حق مین بہت ضرور ہے کہ نکاح کے باعث وہ ایسی قید مین پڑتی ہے کہ پھر اس سے چھوٹ نہین سکتی بخلاف مرد کے کہ وہ ہر حال مین طلاق پر قادر ہے اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا بدعتی یا شراب خوار سے کرے گا تو وہ اپنے دین مین بٹہ لگائے گا اور خدا تعالی کے غصہ کا مستحق ہوگا کہ اُسنے حق قرابت کو منقطع کیا اور اُسکے لیے ایسا مرد تجویز کیا اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کی خدمت مین عرض کیا کہ چند لوگون نے میری لڑکی کے لیے پیام نسبت دیا ہے مین اُسکا نکاح کس سے کرون آپ نے فرمایا کہ جو شخص اُنمین سے خدا تعالی کا خوف رکھتا ہو اس سے شادی کر اس لیے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہے گا تو اُسکی خاطر داری کرے گا اور اگر ناپسند کرے گا تو اُسپر ظلم نہ کرے گا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو فاسق سے بیاہ دیا اُس نے اُسکی قرابت قطع کر دی

تیسری فصل آداب معاشرت کے ذکر مین اور اُن امور کے بیان مین جو نکاح کے باقی رہنے مین زن و شوہر کو برتنے چاہیئن اور اس فصل مین دو بیان ہین پہلا بیان اُن حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو مرعی رکھنے چاہیئن ـ جاننا چاہیے کہ شوہر پر بارہ چیزون مین اعتدال و ادب کا لحاظ ضروری ہے اور وہ ولیمہ اور حسن خلق اور مزاح اور سیاست اور غیرت اور نفقہ دینا اور تعلیم کرنا اور عدل کرنا اور نافرمانی پر سزا دینی اور صحبت کرنا اور اولاد کا ہونا اور طلاق دینا ہین ـ اب ان سب کو تفصیل معلوم کرنا چاہیے ـ آدابِ اول ولیمہ ہے وہ مستحب ہے چنانچہ حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض پر زردی کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور مہر خرما کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا ٹھہرا ہے آپ نے فرمایا بارک اللہ لک اولم ولو بشاۃ یعنی خدا تعالی تجھکو مبارک کرے ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کھلایا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اول روز کا کھانا حق ہے اور دوسرے روز کا سنت اور تیسرے کا نمود ہے اور جو شخص لوگون کے سننے کے لیے شہرت کا کام کریگا اللہ تعالی اُسکو فضیحت کرے گا یہ حدیث غریب ہے بجز زیاد بن عبد اللہ کے اور کسی نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا نہین بیان کیا ـ

اور مستحب ہی کہ شوہر کو مبارکباد دیجاوے تو جو شخص اُسکے پاس آوے یون کہے بارک اللہ لک و بارک علیک وجمع بینکما فی خیر حضرت ابوہریرہؓ
سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہنیت دینے کا حکم فرمایا ہی اور نکاح کا اظہار کرنا مستحب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت اور فرمایا اعلنوا ہذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف اور ربیع بنت
معوذؓ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور ہماری
چند لونڈیان اپنے دف بجاتی تھین اور جو لوگ بدر کی لڑائی مین میرے بزرگون سے مارے گئے تھے اُنکا ذکر کرتی تھین یہانتک کہ ایک نے
اُنمین سے کہا کہ ہم مین وہ نبی ہین کہ جو بات کل ہوگی اُسکو جانتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ اس بات سے خاموش ہو اور
جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہہ۔ دوسرا ادب عورت کے ساتھ خوش خلقی سے رہنا اور اُسکی ایذا کو برداشت کرنا بنظر ترحم کہ اُنکی عقل مین قصور ہی
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وعاشروہن بالمعروف اور انکے حق کی تعظیم کے باب مین ارشاد فرمایا واخذن منکم میثاقا غلیظا اور فرمایا والصاحب
بالجنب اس سے غرض بعضون نے بیان کی ہی کہ زوجہ ہی اور سب سے آخر وصیت آنحضرت صلعم کی تین باتین تھین کہ انہین کو فرماتے فرماتے آپکی
زبان گنگ ہوگئی اور آواز آہستہ ہوگئی آپ فرماتے تھے کہ الصلوۃ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم لا تکلفوہم ما لا یطیقون اللہ اللہ فی النساء فانہن
عوان فی ایدیکم اخذتموہن بعہد اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی بی بی کی بدخلقی پر صبر کریگا
اللہ تعالی اُسکو اتنا ثواب عطا فرماویگا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو اُنکی مصیبت پر عطا فرمایا اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر
صبر کریگی اللہ تعالی اسکو ایسا ثواب دیگا جیسا آسیہ فرعون کی بی بی کو ملا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بی بی کے ساتھ خوش خلقی
کے یہ معنی نہین کہ اُسکو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہین کہ اگر وہ ایذا دے تو اُسکی برداشت کرے اور جب وہ غصہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
اقتدا کرکے اُسکے غصہ پر حلم کرے یعنی آپکی ازواج مطہرات آپ کے سامنے جواب دے بیٹھتی تھین اور کبھی اُنمین سے کوئی ایک دن رات آپ سے
بات نہ کرتی تھی اور آپ ان باتون پر حلم فرماتے تھے اور اُن پر تشدد نہ کرتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کی بی بی نے ایکبار اُنکے کلام کا جواب دیا آپ نے
فرمایا کہ اے گستاخ مجکو جواب دیتی ہی اُس نے عرض کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپکے کلام کا جواب دیتی ہین حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تجہسے کہین بہتر ہین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اُسکا بڑا نقصان ہوا پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہوکر
فرمایا کہ اے حفصہ صدیق کی بیٹی کی حرص مت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ہی تو ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب مت دینا اور
مروی ہی کہ کسی نے ازواج طاہرات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر آپ کو دھکا دیا اُنکی ماں نے انکو ڈانٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو یہ بیبیان تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہین اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہؓ کے درمیان
کچھ گفتگو ہوئی یہانتک کہ دونون نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے
فرمایا کہ یا تو تم اول کہو یا مین کہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے منہ پر ایک ایسا

طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ ای دشمن جان کیا حضرت سچ کے سوا کچھ اور فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضہ نے آنحضرت صلعم کی پناہ چاہی اور آپ کی پشت کے پیچھے جا بیٹھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ ہم نے تمکو اس لیے نہیں بلایا اور نہ تم سے یہ ہمارا مقصود تھا اور ایکبار کسی کلام پر غصہ ہوکر حضرت عائشہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ مین پیغامبر خدا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم وکرم کی راہ سے اس امر کو برداشت کیا اور آپ حضرت عائشہ رض سے فرمایا کرتے کہ تمھاری خفگی اور رضامندی مین جان جاتا ہون انھون نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہین فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا کی اور خفگی کی حالت مین کہتی ہو کہ قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ بجا فرماتے ہین واللہ مین حالت غضب مین فقط آپکا نام ترک کرتی ہون۔ اور کہتے ہین کہ اسلام مین جو اول دوستی ہوئی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی حضرت عائشہ رض کے ساتھ اور آپ انکو فرمایا کرتے کہ مین تیرے ساتھ ایسا ہون جیسا ابوزرع اپنی بی بی ام زرع کے ساتھ تھا مگر مین تجکو طلاق نہ دونگا ف مترجم کہتا ہے کہ حدیث ام زرع کی مشہور ہے اور شمائل ترمذی مین مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رض گیارہ عورتون نے جمع ہوکر اپنے شوہرون کا احوال بیان کیا اُن مین سے ایک ام زرع کہ اُنکے خاوند نے اُنکے ساتھ بہت سلوک کیا تھا پھر طلاق دیدی تھی حضرت عائشہ رض نے اُن سب کا احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا اُسوقت آپ نے ارشاد مذکورۂ بالا فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون کو ارشاد فرمایا کرتے کہ عائشہ رض کے باب مین مجکو ایذا نہ دو کہ بخدا میرے اوپر جب وحی آئی ہے تو انہی کے لحاف مین ہوا ہون (یعنی تم مین سے کسی کے پاس یہ امر نہین ہوا) اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عورتون اور لڑکون پر سب لوگون کی نسبت زیادہ رحیم تھے آداب سوم یہ ہے کہ ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتون سے مزاح اور کھیل بھی کرے کہ اس سے اُنکا دل خوش ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کا دستور تھا کہ اپنی ازواج طاہرات سے مزاح فرماتے تھے اور اعمال و اخلاق مین انھین کی عقلون کے مراتب پر نزول فرماتے تھے حتی کہ مروی ہے کہ آپ حضرت عائشہ رض کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ایکبار حضرت عائشہ رض آگے نکل گئین اور پھر جو کسی بار دوڑے تو آپ آگے نکل گئے اُسوقت آپ نے فرمایا کہ یہ اُس روز کا عوض ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ اور لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے زیادہ کھیل فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے حبشہ کے لوگون وغیرہ کی آواز سنی کہ وہ عاشورا کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تو انکا کھیل دیکھنا چاہتی ہے مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے انکو بلایا جب وہ آئے تو آپ دونون کواڑون کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھکر پھیلا دیا مین نے اپنی ٹھوڑی آپکے ہاتھ پر رکھدی اور وہ لوگ تماشا کرنے لگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ بس کر مین نے دو یا تین بار عرض کیا کہ ذرا ٹھہریے پھر آپنے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر مین نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے اُن لوگونکو اشارہ کیا کہ وہ چلے گئے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ اور فرمایا خیرکم خیرکم لنسائہ وانا خیرکم لنسائی اور حضرت عمر رض باوجود اپنی تیزی مزاج کے ارشاد فرماتے ہین کہ مرد کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے اور جسوقت اُس کے پاس کی چیز طلب کی جاوے اُسوقت مرد ہو جاوے اور لقمان رح کا قول ہے کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے اور جب اپنی قوم مین ہو تو مرد ہو

اور یہ جو حدیث مین آیا ہی اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الجَعْظَرِیَّ الجَوّاظَ اسکی تفسیر مین بعضون نے یون کہا ہی کہ وہ شخص مراد ہی جو اپنے گھر والون پر سخت ہو
اور اپنے دل پرستکبر ہو اور بعضون نے قرآن مجید مین جو لفظ عُتُلّ آیا ہی اسکے یہی معنی کہے ہین کہ سخت زبان اور گھر والون پر سخت دل ہو
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو ارشاد فرمایا تھا کہ کنواری سے نکاح کیون نکیا کہ تم اُس سے مزاح کرتے اور وہ تم سے چہل کرتی
اور ایک بدوانی کا شوہر مرگیا تھا اُس نے اُسکا اسطرح ذکر کیا کہ بخدا جب گھر مین آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چپکا جاتا جو کچھ کھانے کو پاتا
اُس سے پیٹ بھرتا کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نہ کرتا ادب چہارم یہ ہے کہ مزاح اور حسن خلق اور عورت کی خواہش کی متابعت اسدرجہ
نہ بڑھاوے کہ اُسکا مزاج بگڑجاوے اور اُسکے سامنے اپنی کچھ ہیبت نہ رہے بلکہ اس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے اس طرح کہ جب کوئی
بُری بات دیکھے تو ہیبت اور خفگی سے درگذر نکرے اور بُری بات پر کبھی راضی نہو بلکہ جب کوئی بات مخالف شریعت یا مروت کے دیکھے
تو آگ بگولا ہوجاوے حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنی بی بی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو حق تعالے
اُسکو دوزخ مین اوندھا گرادیگا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اُنکے خلاف کرنے مین برکت ہوتی ہی
اور یہ بھی منقول ہی کہ عورتون سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ مشورہ دین اُسکے خلاف کرو اور حدیث مین ہی کہ ہلاک ہوا جورو کا غلام اور یہ اس لیے
فرمایا کہ جب اُسکی خواہش کے امور مین اُسکی طاعت کریگا تو اُسکا غلام ہوا اور وجہ ہلاکی کی یہ ہی کہ اللہ تعالی نے اُسکو بی بی کا مالک کیا تھا
اُسنے اپنے نفس کو اُسکا مملوک کردیا اور معاملہ معکوس اور اُلٹا مقدمہ ہوگیا اور شیطان کا قول جو قرآن مین نقل ہی وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ
اُس قول کی بھی طاعت کی کہ مرد کا حق متبوع ہونے کا تھا نہ تابع ہونے کا حالانکہ اللہ تعالی نے مردون کو عورتون پر حاکم فرمایا ہی جیسا کہ
ارشاد ہی اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہی چنانچہ فرمایا وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ پس جس صورت مین
کہ سید کو مسخر اور تابع حکم کردیا تو گویا اللہ تعالی کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا اور عورت کے نفس کو اپنے نفس امارہ کے مثال جاننا چاہیے
کہ اگر تھوڑی سی باگ نفس امارہ کی ڈھیلی کردو تو بہت سی شوخی کرے اور اگر ایک بالشت اُسکی لگام ڈھیلی کرے تو تمکو ہاتھون گھسیٹ لیجاوے
اور اگر لگام کو تانے رہو اور اُسپر اپنا ہاتھ سختی کے موقع پر سخت رکھو تو قابو مین رہیگا حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ تین چیزین ایسی ہین
کہ اگر تم اُنکا اکرام کرو تو وہ تمکو ذلیل کرینگی اور اگر تم اُنکو ذلیل کرو تو تمہاری تعظیم کرینگی اول عورت دوم خادم سوم نبطی اس سے مراد اُنکی یہ ہی
کہ اگر صرف اکرام کرو اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نکرو اور سخت لفظ نہ کہو تو بیشک سر چڑھ جاوینگے اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین اپنی لڑکیون کو
اُنکے شوہرون کا امتحان اسطرح سکہاتی تھین کہ لڑکی سے اُسکی ماں کہدیتی کہ شوہر پر جرأت اور مبادرت کرنے سے پہلے اُسکو آزمالینا یعنی اُسکے نیزہ کی پھال
اُکھاڑ دینا اگر وہ اُسپر خاموش ہوجاوے تو اُسکی سپر پر گوشت کاٹنا اگر اُسپر بھی نبولے تو اُسکی تلوار سے ہڈیان توڑنا اگر اُسپر بھی صبر کرے تو
گدھے کا پالان اُسکی پشت پر ڈال کر اُسپر سوار ہونا حاصل یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی جہت سے قائم ہین اگر ذرا عدل سے ہٹین تو معاملہ برعکس
ہوجاوے اس لیے عاقل کو چاہیے کہ عورت کے ساتھ موافقت اور مخالفت مین میانہ روی کا رستہ چلے اور ہر ایک بات مین حق کی پیروی
کرے تاکہ اُنکے شر سے محفوظ رہے کیونکہ اُنکے داؤ بُرے ہین اور خرابی فاش ہی اور اُنکے مزاج پر بدخلقی اور عقل کا کم ہونا غالب ہی اور یہ بات اُنکی
اعتدال پر جبھی قائم رہیگی کہ کچھ ملاطفت کے ساتھ کیا جاوے اور کچھ ریاست برتی جاوے ؏ درشتی و نرمی بہم در بہ است ٭ چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نیکبخت عورت عورتون مین ایسی ہو کہ جیسے سَو کوّون مین سفید پیٹ کا کوّا - اور لقمان ح نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اسمین یہ بھی تھا کہ بیٹا بُری عورت سے بچنا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے تجکو بوڑھا کر دیگی اور شریر عورتون سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ تجکو کوئی نیک کام کرنے کو نہ کہین گی اور نیکبخت عورتون سے ڈرتے رہنا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین بلاؤن سے پناہ مانگو اور تین مین ایک کو زن بد ارشاد فرمایا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دیتی ہے - اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تو اُسکے پاس جاوے تو گالی دے اور جب اُسکے پاس نہو تو تیری خیانت کرے اور اُن عورتون کے حق مین جو بہتر سب عورتون سے ہین یعنی ازواج طاہرات کو ارشاد فرمایا انکن صواحبات یوسف مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مرض سخت مین مبتلا ہوئے اور طاقت نماز پڑھانے کی نہ رہی تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رض سے کہو نماز پڑھا دے حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ میرا باپ نرم دل بہت ہے جب آپکی جگہ خالی دیکھے گا تو بیتاب ہو جاوے گا اُسوقت آپنے یہ جملہ ارشاد فرمایا یعنی تم جو ابوبکر رض کو نماز کی امامت نہین کرنے دیتی ہو تو یہ امر حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرتا ہے - اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز آپکی ازواج نے فاش کر دیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اِنْ تَتُوبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا یعنی تمھارے دل کج ہو گئے اور یہ آپکی ازواج مین سے بہتر کی شان مین ارشاد فرمایا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ امْرَاَةٌ اور حضرت عمر رض کو جب اُنکی بی بی نے جواب دیا تو آپنے اسکو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کے کونے مین ایک کھلونے کی طرح ہے اگر ہمکو تیری حاجت ہوئی تو خیر ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہا کر غرضکہ عورت مین دو امر ہوتے ہین ایک بُرائی دوسرے کمزوری اور اُسکی برائی کا علاج تو سیاست اور خشونت ہے اور اُسکی کمزوری کا علاج دل لگی کرنا اور رحم کرنا ہے تو جسطرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہے اُتنا ہی علاج کرتا ہے اسی طرح اول آدمی کو عورت کے عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہیے پھر اس سے ویسا معاملہ برتنا چاہیے جیسا اُسکا حال مقتضی ہو - پانچوان ادب غیرت مین اعتدال رکھنا ہے یعنی جن امور کی خرابی کا اندیشہ ہے اُنکی ابتدا سے غفلت نکرنی اور عورتون پر بدگمانی اور باطن کی تلاش مین مبالغہ نکرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے خفیہ امور کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہے اور بعض روایتون مین یہ ہے کہ عورتون کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہے اور جسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی سفر سے مراجعت فرمائی تو مدینۂ منورہ مین داخل ہونے سے پیشتر ارشاد فرمایا کہ رات کو عورتون کے پاس مت جانا اس حکم کے خلاف دو شخص آگے بڑھ گئے ہر ایک نے اپنے گھر مین بُری بات دیکھی اور ایک حدیث مشہور مین ہے - اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ قَوَّمْتَهُ كَسَرْتَهُ فَدَعْهُ تَسْتَمْتِعْ بِهٖ عَلٰى عِوَجٍ اور یہ عورت کے اخلاق کی تہذیب مین ارشاد فرمایا اور نیز فرمایا اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ غَيْرَةً يُبْغِضُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهِيَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنْ غَيْرِ رِيْبَةٍ اس لیے کہ ایسی غیرت از قبیل بدگمانی ہے جسکی ہمکو ممانعت ہے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہین - اور حضرت علی رض ارشاد فرماتے ہین کہ اپنی گھر والی پر زیادہ غیرت نکرو ایسا نہو کہ تمھارے ہی سبب سے وہ بدنام ہو جاوے اور غیرت اپنے موقع پر اچھی چیز ہے وہ آدمی مین ضرور ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غیرت کرتا ہے اور ایماندار غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالی کی غیرت ایک یہ ہے کہ اُس نے جو چیز آدمی پر حرام فرمائی آدمی اُسکا مرتکب ہو - اور نیز فرمایا کہ تم لوگ سعد کی غیرت سے

[illegible]

کیا تعجب کرتے ہو میں بخدا سعد کی نسبت کر زیادہ غیرت رکھتا ہوں اور اللہ تعالی مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور یہ اللہ تعالی کی غیرت کا باعث ہے کہ اس نے ظاہر او باطن کی برائیوں کو حرام فرمایا اور اللہ تعالی کی نسبت کر کوئی ایسا نہیں کہ جسکو عذر کرنا زیادہ پسند ہو اور یہی وجہ ہے کہ اس نے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ اس سے بڑھ کر اسکو تعریف پسند ہو اور یہی وجہ ہے جنت کا وعدہ فرمایا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں نے شب معراج میں جنت کے اندر ایک محل دیکھا اور اسکے صحن میں ایک لونڈی تھی میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے کسی نے جواب دیا کہ عمر کا ہے میں نے چاہا کہ اسکو دیکھوں مگر اے عمر مجھکو تیری غیرت یاد آئی حضرت عمر رضہ رو پڑے اور کہا کہ میں کیا آپ پر غیرت کرونگا حضرت حسن بصری یہ فرمایا کرتے کہ کیا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں کافروں سے رگڑ کر چلیں خدا تعالی برا کرے اس کا جو غیرت نہ رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ وَمِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ فَاَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَالْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيْبَةٍ وَالْاِخْتِيَالُ الَّذِي يُحِبُّهُ اللّٰهُ اِخْتِيَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَقَةِ وَالْاِخْتِيَالُ الَّذِي يُبْغِضُهُ اللّٰهُ الْاِخْتِيَالُ فِي الْبَاطِلِ اور نیز فرمایا کہ میں غیرت والا ہوں اور جو مرد کہ غیرت نکرتا ہو وہ اندھے دلکا آدمی ہے اور غیرت کی ضرورت نہونے کی یہ تدبیر ہے کہ اسکے پاس مرد نہ آویں اور نہ وہ بازاروں میں نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضہ سے پوچھا کہ عورت کیلئے کونسی چیز بہتر ہے انھوں نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اسکو دیکھے آپ نے انکو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ یعنی کیوں نہو کس باپ کی بیٹی ہے اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیواروں کے نابدان اور سوراخ بند کردیا کرتے تھے کہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور حضرت معاذ رضہ نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتے ہوے دیکھکر سزا دی اور ایک دفعہ دیکھا کہ انکی بی بی نے ایک سیب میں سے کچھ کھاکر بقیہ انکے غلام کو دیدیا آپ نے اسپر بھی سزا دی اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو عمدہ پوشاک نہ دو گھروں میں بیٹھی رہیں گی۔ اور یہ اس لیے فرمایا کہ عورتیں خراب خستہ حالت میں باہر جانے کی رغبت نہیں کرتیں گویا یہ مثل فارسی حضرت عمر رضہ کے قول سے ماخوذ ہے عصمت بی بی بے چادری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی بیبیوں کو گھروں میں رہنے کی عادت ڈالو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور اب بڑھیوں کے سوا اوروں کو اجازت نہونی بہتر ہے بلکہ یہ امر صحابہ رضہ کے زمانہ میں بھی قرین صواب تھا یہانتک کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلعم کو یہ باتیں معلوم ہوتیں جو آپکے بعد عورتوں نے پیدا کی ہیں تو انکو باہر نکلنے سے بیشک منع فرماتے اور جبکہ حضرت ابن عمر رضہ نے یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ تو انکے کسی لڑکے نے کہا کہ ہم تو بخدا انکو منع کرینگے پس آپ نے اسکو مارا اور غصہ ہوکر فرمایا کہ تو میرا کہنا نہیں سنتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے ہیں پھر اسکے نہ ماننے کے کیا معنی۔ اور حضرت ابن عمر رضہ کے لڑکے نے جو مخالفت پر جرأت کی تو یہی وجہ تھی کہ زمانے کے بدل جانیکا حال انکو معلوم تھا اور انکے پدر بزرگوار کی خفگی کا یہ سبب تھا کہ بظاہر لفظ مخالفت حدیث منہ سے نکالا اور کچھ عذر بیان نہ کیا اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عیدین میں بالخصوص نکلنے کی اجازت دی تھی مگر بمجرد اجازت اپنے

۵۲ یہ ابن عمر رضہ نے روایت کیا ہے کہ عورتوں کو راتمیں مسجد میں جانیکی اجازت دو یہ بخاری و مسلم میں ہے ۱۲

خاوندون کے اور اس زمانہ مین بھی پارسا عورت کو باجازت اپنے شوہر کے نکلنا مباح ہی مگر نہ نکلنے مین احتیاط زیادہ ہی اور عورت کو چاہیے
کہ بدون کسی امر ضروری کے نہ نکلے کیونکہ تماشون اور غیر ضروری کامون کے لیے نکلنا شرافت کا مخل ہی اور بعض اوقات فساد بھی اُٹھ کھڑا ہوتا
ہی پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردون اور عورتون سے اپنی آنکھین نیچی رکھے اور یہ ہم نہین کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق مین داخل ستر ہی
جیسے عورت کا چہرہ مرد کے حق مین ہی بلکہ اسکو ایسا جاننا چاہیے کہ جیسے امرد کا چہرہ مرد کے حق مین ہی کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اسکا
دیکھنا حرام ہی اسیطرح عورت کو مرد کا چہرہ فتنہ کے خوف کی حالت مین دیکھنا حرام ہی اور اگر خوف فتنہ نہین تو حرمت بھی نہین اس لیے کہ مرد زمانہ
پیشین مین ہمیشہ کھلے منھ پھرتے تھے اور عورتین نقاب ڈال کر نکلتی تھین اگر مردون کے چہرے عورتون کے حق مین داخل ستر ہوتے تو مردونکو
نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا بدون ضرورت عورتون کو نکلنے سے منع کردیا جاتا چھٹا ادب یہ ہی کہ نفقہ مین اعتدال کرے یعنی نہ تو نفقہ تنگی کے
طور پر دیوے اور نہ اسمین اسراف کرنا چاہیے بلکہ متوسط طور پر دیوے اللہ تعالی فرماتا ہی کلوا واشربوا ولا تسرفوا اور فرمایا ولا تجعل یدک
مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیرکم خیرکم لاہلہ اور دوسری جا ارشاد ہی دینار انفقتہ
فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ ودینار تصدقت بہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اہلک اعظمہا اجرا الذی انفقتہ علی اہلک اور کہتے ہین
کہ حضرت علیؓ کی چار بیبیان تھین آپ انمین سے ہر ایک کے لیے ہر چار روز مین ایک درم کا گوشت مول لے دیا کرتے تھے اور حضرت حسن بصریؒ
نے فرمایا ہی کہ سلف کے اکابر مردون مین فراخ حال رہتے تھے اور لوازم خانگی اور کپڑون مین میانہ روی اور متوسط چال برتتے تھے اور ابن
سیرین رح کا قول ہی کہ مرد کو مستحب ہی کہ ہر ہفتہ مین اپنے گھر والون کے لیے فالودہ بنا دیا کرے اور ہر چند شیرینی کوئی ضروریات مین سے نہین
مگر اسکا بالکل ترک کردینا عادت کے مخل مین داخل ہی اور مرد کو چاہیے کہ اپنی بی بی سے کہدے کہ بچا ہوا کھانا اور وہ چیز جو رکھنے سے بگڑ جاوے
خیرات کردیا کرے کہ یہ خیرات کا ادنی درجہ ہے اور عورت کو جائز ہی کہ اس قسم کی خیرات بدون شوہر کے حکم صریح کے بھی کردیا کرے اور مرد کو نہ چاہیے
کہ اپنے آپ عمدہ کھانا کھاوے اور گھر والون کو اسمین سے نہ کھلاوے کہ یہ امر سینہ کو کینہ سے پر کرتا ہی اور اچھی طرح اہل وعیال کے ساتھ رہنے
سے بعید ہی پس اگر مرد کو ایسی ہی تنہا خوری منظور ہو تو چاہیے کہ چھپ کر کھاوے کہ گھر والون کو اسکی اطلاع نہو اور یہ بھی نہین چاہیے کہ گھر
والون کے سامنے ایسے کھانے کا ذکر کرے جس کا انکو کھلانا منظور نہو اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو سب گھر والون کو اپنے ساتھ بٹھالے
کہ حضرت سفیان ثوری سے منقول ہی کہ فرماتے ہین کہ ہمنے ایسا سنا ہی کہ اللہ تعالی اور اسکے فرشتے ان گھر والون پر رحمت بھیجتے ہین جو ایکجا
ہوکر کھانا کھاتے ہین اور نفقہ کے باب مین زیادہ تر لحاظ اس بات کا چاہیے کہ عورت کو حلال کمائی سے کھانا کھلاوے اور اسکے نفقہ کی وجہ سے
بُری بُری آمدنیون مین مبتلا نہ ہووے ورنہ اس صورت مین رعایت اہل پر گنہگار خطادار ٹھہرے گا اور ہم نکاح کی آفتون کے بیان مین جو
اخبار اس باب مین وارد ہین انکو بیان کرچکے ہین ساتوان ادب یہ ہی کہ مرد کو حیض کے احکام سیکھنے چاہیین کہ اس عرصہ مین کس کس
بات سے احتراز رکھنا واجب ہی اور عورت کو نماز کے احکام سکھلانے چاہیین کہ ان ایام مین کونسی نماز قضا پڑھے اور کونسی قضا نہ پڑھے
کیونکہ قرآن مجید مین مرد کو حکم ہے کہ اپنی بی بی کو دوزخ سے بچاوے چنانچہ ارشاد ہی قوا انفسکم واہلیکم نارا اس لیے مرد پر لازم ہے
کہ عورت کو اہل سنت کا عقیدہ سکھلاوے اور اگر اس نے بدعت پر کان دہرا ہو تو اسکو اسکے دل سے دور کرے اور اگر دین کے معاملے مین

سستی کرتی ہو تو اسکو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرائے اور حیض اور استحاضہ کے مسائل جتنی کی اسکو ضرورت ہوتی ہے بتادے اور ہر چند استحاضہ کا علم بڑا ہے مگر تاہم عورتونکو حیض کے احکام میں سے
اُن نمازونکی ضرور بتا دینا چاہیے جن کو وہ قضا پڑھے مثلاً اگر اسکو حیض مغرب سے پیشتر اسطرح بند ہوا ہو کہ ایک رکعت پڑھ سکتی ہے تو اُسکو ظہر اور عصر کی قضا لازم ہے اور جس صورت مین کہ
صبح کے ہونے سے ایک رکعت کی مقدار پیشتر بند ہوا ہو تو اُس پر مغرب و عشا کی قضا چاہیے اور یہ بات ایسی ہے کہ عورتین اسکا لحاظ کم کرتی ہین پھر جس صورت مین
کہ شوہر اُسکی تعلیم کا متکفل ہو تو اُسکو جائز نہین کہ مسائل کے پوچھنے کیلئے عالمون کے پاس جاوے اور اگر مرد کم علم ہو مگر اُسکی طرف سے
سوال کا جواب مفتی سے پوچھکر اُسکو کہدیتا ہو تب بھی اُسکو باہر نکلنا درست نہین اور اگر یہ امر بھی نہو تب البتہ اسکو سوال کیلئے نکلنا جائز بلکہ
واجب ہے اور مرد اگر منع کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر بقدر سیکھ چکی ہو کہ فرائض آگئے ہون تو پھر کسی مجلس وعظ مین خواہ سیکھنے کیلئے اُسکو نکلنا
بدون اجازت شوہر کے درست نہین اور جس صورت مین کہ عورت حیض و استحاضہ کے احکام مین سے کوئی حکم نہ جانتی ہو اور اُسپر عمل نہ کرے اور
شوہر نے اُسکو تعلیم نکیا ہو کو شوہر خود اُسکے ساتھ جاوے ورنہ گناہ مین اُسکا شریک ہوگا **آٹھوان ادب** یہ ہے کہ جب مرد کے کئی بیبیان
ہون تو چاہیے کہ اُنکے درمیان عدل کرے اور ایک کی طرف زیادہ نہ جھکے اور ایسی صورت مین اگر سفر کو نکلے اور اُن مین سے ایک کو
ساتھ لیجانا چاہے تو چاہیے کہ قرعہ ڈالکر جسکا نام نکلے اسکو ساتھ لے کہ آنحضرت[1] صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی کیا کرتے تھے پھر اگر کسی
بی بی کی باری چھوڑدے تو اُسکی قضا کرے کہ باری کا قضا کرنا اُسپر واجب ہے اور بیبیون کی کثرت کی صورت مین عدل کے احکام جاننے کی
ضرورت ہے جن کا بیان طویل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[2] مَن کَانَ لَہُ امْرَأتَانِ فَمَالَ اِلیٰ اَحَدِہِمَا دُونَ الاُخْرَیٰ جَاءَ یَومَ القِیٰمَۃِ
وَاَحَدُ شِقَّیْہِ مَائِلٌ اور ایک روایت مین بجائے مَالَ اِلیٰ اَحَدِہِمَا کے لَم یَعْدِلْ بَیْنَہُمَا ہے یعنی دونون مین عدل نہ کیا ہو اور مرد پر عدل صرف
دینے مین اور سونے مین واجب ہے مگر دوستی اور صحبت مین واجب نہین کیونکہ یہ آدمی کے اختیار مین داخل نہین اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وَلَن
تَسْتَطِیعُوا اَن تَعْدِلُوا بَیْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی خواہش قلبی اور جی کی رغبت مین عدل کرنا تمھاری قدرت سے باہر ہے اگرچہ تم اُسپر حرص کرو
اور صحبت بھی اسی کی تابع ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم[3] ازواج مطہرات کو نفقہ دینے اور رات کو اُنکے پاس رہنے مین عدل فرماتے اور ارشاد فرماتے
کہ الہی جس چیز مین میرا قابو ہے اُسمین میری کوشش یہ ہے جو مین نے کی اور جس چیز کا مالک تو ہے اور میرے بس کی نہین اُسکی طاقت مجکو نہین یعنی محبت
قلبی میرے اختیار مین نہین اور حضرت عائشہ رضہ[4] سب ازواج طاہرات کی نسبت آپ کو زیادہ محبوب تھین اور سب اس بات کو جانتی تھین اور مرض اخیر
مین ہر روز آپ کی چارپائی جس بی بی کی نوبت ہوتی تھی اُسکے یہان پہونچا دیتے تھے آپ رات کو رہتے اور پوچھتے کہ صبح مین کہان رہونگا ایک
بی بی نے انمین سے جان لیا کہ آپ کی مرضی حضرت عائشہ رضہ کی باری پوچھنے سے ہے پھر سب بیبیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم نے آپ کو
اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ رضہ کے گھر مین رہین کہ ہر شب اُٹھاکر پہونچانے مین آپکو تکلیف ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ سب اس امر پر راضی ہین
عرض کیا کہ سب راضی ہین فرمایا کہ مجکو عائشہ رضہ کے گھر لے چلو۔ اور جب کوئی عورت اپنی باری دوسری کو بخشدے اور شوہر بھی راضی
ہوجاوے تو اُسکا حق ثابت ہوجاویگا چنانچہ آنحضرت[5] صلے اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ رضہ کو عمر کے زیادہ ہونے کی جہت سے
طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اُنھون نے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو ہبہ کردی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی درخواست
کی کہ مجکو طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت مین آپ کی بیبیون کے زمرہ مین میرا حشر ہو آپ نے اُنکی درخواست منظور فرمائی اور نوبت اُنکے لیے مقرر

[1] متفق علیہ بخاری و مسلم ۱۲ [2] جس شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ ایک کی طرف مائل ہو ... [illegible]

[illegible]

نہ فرماتے تھے بلکہ حضرت عائشہ رض کی نوبت دو راتین اور باقی بیبیون کی ایک ایک رات فرماتے تھے لیکن آنحضرت صلعم اپنے حسن عدل اور
قوت کے باعث صحبت مین بھی عدل فرماتے تھے یعنی اگر اپنی بیبیون مین سے کسی پر آپ کا نفس راغب ہوتا اور اُسکی باری مین وہ نہ ہوتی
اور اُس سے آپ صحبت کرتے تو اُسر وز یا اس شب مین سب بیبیون سے صحبت فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مین اپنی سب ازواج سے صحبت فرمائی اور حضرت انس رض سے مروی ہی کہ آپ نے ایک دن مین دوپہر کے وقت
نو بیبیون سے صحبت کی **نوان ادب** یہ ہی کہ جس صورت مین زن شوہر مین جھگڑا واقع ہو اور نااتفاقی کی صورت جاتی رہے تو اگر ناموافقت
دونون کی طرف سے ہو خواہ مرد کی جانب سے تو اس صورت مین تو عورت کو اپنے شوہر پہ دابو اور نہ مرد کو عورت کے درست کرنے کا اختیار ہو
اسلیئے دو پنچون کا ہونا ضرور ہوا ایک تو شوہر کے گھرانے کا اور دوسرا عورت کے گھرانے کا کہ وہ دونون پنچ اُن دونون کا حال دیکھکر اگر آپس مین
صلح چاہتے ہون تو صلح کرادین اور حضرت عمر رض نے زن و شوہر مین صلح کرنے کیلئے ایک حکم مقرر فرمایا وہ شخص واپس آیا اور صلاح نکی آپ نے درہ سے اُسکی خبر لی
اور فرمایا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی اِن یُرِیدَا اِصلَاحًا یُوَفِّقِ اللّٰہُ بَینَہُمَا یعنی اگر زن و شوہر کو صلح کرنی منظور ہو گی تو اللہ تعالی اُن دونون مین موافقت پیدا کریگا
پھر تو بد دون صلح کرائے کیسے چلا آیا وہ شخص دوبارہ گیا اور نیت کو درست کرکے مرد و عورت سے ملائمت پیش آیا اور دونون مین صلح کرادی ۔ اور اگر ناموافقی خاص
عورت کی جانب سے ہو تو چونکہ مرد عورتون پر زبردست ہین مرد کو چاہیے کہ اسکو ادب دیوے اور زبردستی اُسکو فرمانبردار کرے اور اسی طرح اگر عورت نماز
نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اُس سے زبردستی نماز پڑھواوے لیکن تادیب مین تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہی کہ اول نصیحت کرے اور عذاب
اخروی اور اپنی سزا سے ڈراوے اور اگر یہ امر مفید نہو تو سونے مین اُسکی طرف پشت پھیر کر لیٹے یا اپنا بستر علیحدہ کرے گو ایک ہی گھر مین ہے اور تین
راتون تک یہی معاملہ کرے اگر یہ بھی اُسکو کچھ اثر نکرے تو پھر ایسی طرح مارے کہ اُسکو تکلیف تو ہو لیکن زخم نہ پہونچے اور نہ ہڈی ٹوٹے اور منھ پر نہ مارے
کہ اس سے ممانعت ہی ۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ عورت کا حق مرد پر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جب آپ کھاوے
اُسکو کھلاوے اور جب آپ پہنے اُسکو پہناوے اور اُسکو یون کہے کہ خدا تیرا منھ برا کرے اور اُسکو جب مارے تو سخت نہ مارے اور جب اُسکے پاس سونے
سے علاحدگی کرے تو اسی گھر مین رہے اور مرد کو درست ہی کہ عورت کے دین کے امور مین سے کسی پر غصہ کر بیٹھے اور پاس سونا دس بیس روز خواہ مہینہ بھر چھوڑ
دے اور یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہی یعنی جب آپ نے ام المومنین زینب رض کے پاس کچھ تحفہ بھیجا اور اُنھون نے اُسکو ہٹا دیا تو جس
بی بی کے گھر مین آپ تشریف رکھتے تھے اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کی زینب نے بے قدری کی کہ آپکا تحفہ پھیر دیا آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالی کے
نزدیک زیادہ ذلیل ہو اس سے کہ میری بیقدری کرو پھر آپ مہینہ بھر تک اپنی سب بیبیون پر خفا ہوے بعد ایک مہینہ کے اُنکے پاس گئے
دسوان ادب صحبت کے آداب مین ہی مستحب ہی کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور پہلے سورۂ اخلاص پڑھے اور تکبیر اور تحلیل کہے پھر یون کہے
بِسمِ اللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیمِ اَللّٰہُمَّ اجعَلہَا ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِن کُنتَ قَدَّرتَ اَن تُخرِجَ ذٰلِکَ مِن صُلبِی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ اَحَدَکُم اِذَا اَتَی اَہلَہٗ
قَالَ اَللّٰہُمَّ جَنِّبنِی الشَّیطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیطَانَ مَا رَزَقتَنَا فَاِن کَانَ بَینَہُمَا وَلَدٌ لَم یَضُرَّہُ الشَّیطَانُ غرضکہ یہ پڑھکر صحبت کرے اور سینا اُس کے

قریب ہو تو اپنے جی مین یہ پڑھے اور ہونٹھ نہ ہلاوے الحمد للّٰه الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا اور بعض صحابہ حدیث اللّٰہ اکبر ایسے پکار کر کہتے کہ گھر والے انکی آواز سنتے۔ اور صحبت کے وقت قبلہ کی جانب سے ہٹ جاوے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہے اور چاہیے کہ اپنے آپکو اور اپنی بی بی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے اور آواز پست کرتے تھے اور بی بی سے ارشاد فرماتے تھے کہ وقار کے ساتھ رہو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میاں بی بی صحبت کیا چاہین تو گدھون کی طرح ننگے نہون اور صحبت کے پیشتر نرم گفتگو کرنی اور بوسہ دینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنی بی بی پر ایسی طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ پڑتا ہے بلکہ ان دونون مین اول ایلچی ہونا چاہیے۔ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللّٰہ ایلچی کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور کلام اور فرمایا کہ مرد مین تین باتین عاجزی پر دال ہین اول یہ کہ جسکی آشنائی پسند کرتا ہو اُس سے ملاقات کرے اور پیشتر اس سے کہ اُسکے نام اور نسب سے واقف ہو اُس سے جدا ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اُسکی تعظیم کرے اور کچھ ہدیہ دیوے اور یہ وہ چیز نہ لیوے اور ہٹا دیوے تیسرے یہ کہ اپنی لونڈی خواہ بی بی سے صحبت کرنی چاہیے اور بدون اس بات کے کہ اس سے بات کرے اور انس پیدا کرے اور پاس لیٹے اس سے صحبت کرنے لگے اور اپنی حاجت پوری کرے اُسکی حاجت پوری نہ ہونے دے۔ اور تین راتون مین صحبت کرنی مکروہ ہے ایک مہینے کی اول شب دوم آخر شب سوم پندرھوین شب کہتے ہین کہ ان تین راتون مین صحبت کے وقت شیطان موجود ہوتے ہین اور بعض یہ کہتے ہین کہ ان راتون مین شیطان صحبت کیا کرتے ہین اور اس امر کی کراہت ان راتون مین حضرت علی اور معاویہ اور ابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہم سے مروی ہے۔ اور بعض علما نے جمعہ کے دن اور اُسکی شب مین صحبت کو مستحب کہا ہے اس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے رحم اللّٰه من غسل واغتسل پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہیے کہ اسی طرح کچھ ٹھہرا رہے تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر کر ہوتا ہے تو اُسوقت مرد کا اس سے کنارہ کرنا اسکو ایذا دیتا ہے اور انزال مین سرشت کی رو سے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہے بشرطیکہ مرد کو انزال پیشتر ہوتا ہو اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ اس صورت مین مرد کو عورت کے انزال کی خبر نہین ہوتی ورنہ وہ مرد کی اطلاع سے حیا کرتی ہے۔ اور مرد کو چاہیے کہ ہر چار روز مین ایک بار عورت کے پاس آوے کیونکہ عورتون کی تعداد چار ہو سکتی ہے اور سب مین عدل کے لحاظ سے اس حد تک تاخیر جائز ہے ہان اس مقدار سے زیادہ اور کم کر سکتا ہے بلحاظ عورت کی حاجت کے اور اسکے پارسا رکھنے کے اس لیے کہ عورت کا عفیفہ رکھنا مرد پر واجب ہے گو صحبت کا مطالبہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکا مطالبہ اور اُسکا پورا کرنا مشکل ہے اور ایام حیض مین اور انکے گذرنے کے بعد نہانے سے پیشتر عورت سے صحبت نکرے کہ نص قرآنی سے اُسکی حرمت ثابت ہے اور کہتے ہین کہ اس سے اولاد مجذوم یعنی کوڑھی ہو جاتی ہے اور سوائے صحبت کے ایام حیض مین عورت کے تمام بدن سے فائدہ لینا جائز ہے اور پشت کی طرف صحبت کرنی یعنی لواطت درست نہین اسلیے کہ حیض والی عورت سے صحبت کرنی ایذا کی جہت سے حرام ہوئی ہے اور دوسرے مقام مین صحبت کرنے سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہے تو اُسکی حرمت زیادہ سخت ہے بنسبت حیض والی کی صحبت کے اور اللّٰہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے فأتوا حرثكم أنى شئتم اسکے یہ معنی ہین کہ جسوقت چاہو اپنی کھیتی کو آؤ یہ غرض نہین

کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو مترجم کہتا ہو کہ یہ مطلب مصنف نے لفظ حرث سے نکالا یعنی کھیتی وہی ہی جسمین تخم ریزی سے کچھ اُگے اور چونکہ
دوسری طرف کی صحبت سے یہ غرض حاصل نہین ہوتی اس لیے وہ اسمین داخل بھی نہین ہوسکتی اور مرد کو جائز ہی کہ عورت کے ہاتھ سے اپنی منی نکلوا دے
اور سوائے صحبت کے پاجامہ کے اندر جس جگہ سے چاہے متمتع ہوے اور عورت کو چاہیے کہ ایام حیض مین ناف سے لیکر گھٹنون کے اوپر تک ایک کپڑا باندھے
کہ مستحب ہو۔ اور مرد کو درست ہو کہ ایام حیض مین عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور پاس لیٹے وغیرہ مین اس سے میل رکھے یعنی اس سے علیحدہ رہنا واجب
نہین اور اگر یہ منظور ہو کہ ایک بار صحبت کر کے پھر کرے تو چاہیے کہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور اگر احتلام ہو جاوے اور اُسکے بعد صحبت کرنا چاہے تو اول
ذکر دھو ڈالے یا پیشاب کرے اور بدون ان دونون باتون مین سے ایک کے کرنے کے صحبت نکرے اور اول شب مین صحبت مکروہ ہی اس نظر سے
کہ ناپاکی کی حالت مین سونا نہ پڑے اور جس صورت مین کہ صحبت کے بعد سونا یا کچھ کھانا منظور ہو تو چاہیے کہ نماز کے لیے جیسے وضو کرتے ہین
ویسے وضو کر لیوے کہ یہ امر مسنون ہی چنانچہ حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا
کہ ہم مین سے کوئی ناپاکی کی حالت مین سو سکتا ہو کہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہان اگر وضو کرے اور اس باب مین اجازت بھی وارد ہی حضرت عائشہ رض
فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حالت جنابت مین سو رہتے تھے بدون اسکے کہ پانی کو ہاتھ لگا دین اور جبکہ اپنے بستر پر آوے تو اُسکو
پونچھ دے یا جھاڑ ڈالے اس لیے کہ اسکو کیا معلوم ہے کہ پیچھے اُسپر کیا چیز پڑ گئی ہوگی۔ اور جنابت کی حالت مین سر منڈانا اور ناخن کٹوانے
اور استرہ لینا یا خون نکلوانا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہین چاہیے کیونکہ یہ آخرت مین تمام اجزا اُسکے پاس واپس آوینگے پس ناپاک
اجزا کا ملنا اچھا نہین اور کہتے ہین کہ ہر ایک بال آدمی سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کریگا اور صحبت کے آداب مین سے یہ ہی کہ منی کا اخراج باہر
نکرے بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم مین ہی چھوڑے کہ جو روح خدا تعالی کو پیدا کرنی منظور ہو وہ تو پیدا ہو کر رہیگی پھر باہر انزال سے کیا فائدہ
ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس باب مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہی پھر اگر انزال باہر کرے تو علما اس فعل کے مباح و مکروہ ہونے مین
چار مذہب مختلف رکھتے ہین بعض ہر حال مین مباح مطلق فرماتے ہین اور بعض ہر صورت مین حرام کہتے ہین اور بعض کا قول ہی کہ عورت کی رضامندی
سے جائز ہے اور بدون اُسکی رضا کے ناجائز اسکا مطلب گویا یہ ہی کہ ایذا دینی حرام ہی نہ باہر انزال کرنا اور بعض یہ کہتے ہین کہ یہ فعل لونڈی کے
ساتھ مین درست ہی آزاد عورت کے ساتھ صحبت کرنے مین درست نہین۔ اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ یہ فعل مباح ہی اور اسمین کراہت
بمعنی ترک اولی ہی یعنی کراہت کا اطلاق تین معنون پر ہوتا ہو ایک نہی تحریمی ایک نہی تنزیہی ایک ترک اولی تو اس فعل مین تیسرے معنے کی
کراہت ہی جیسے کہتے ہین کہ مسجد مین بیٹھنے والے کو خالی بیٹھا رہنا بدون ذکر اور نماز کے مکروہ ہی یا جو شخص مکہ معظمہ مین رہتا ہو اُس کو
ہر سال حج کا نہ کرنا مکروہ ہی تو اس جگہ بھی مکروہ کے معنی یہی ہین کہ امر افضل اور اولی کا ترک ہو اور جو فضیلت کہ اولاد کے باب مین ہم نے
بیان کی ہو اس سے یہ مضمون پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا ہو اور اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ آدمی اپنی بی بی سے صحبت کرتا ہو تو اُسکے لیے اس صحبت کے عوض مین اس فرزند کا ثواب لکھا جاتا ہو جو خدا کی راہ مین لڑکر مارا جاوے
اور یہ اس لیے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض اُسکے ایسا ہی لڑکا پیدا ہو تو اُس شخص کو اُسکے سبب ہونے کا ثواب ملیگا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنے والا
اور زندہ رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا خدا تعالی ہی مگر جو کام آدمی کا تھا یعنی سبب ظاہری بن جانا اور صحبت کا کرنا اسکو آدمی نے کیا اور

صحبت کرنا بچہ کی پیدایش کا سبب جب ہی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر ڈالیگا۔ اور یہ جو ہم نے کہا اس فعل مین کراہت تحریمی اور تنزیہی نہین اسکی وجہ
یہ ہو کہ نہی کا ثبوت نص سے یا منصوص چیز پر قیاس کرنے سے ہوسکتا ہو اور یہان کوئی نص صریح ہو اور نہ کوئی اصل ہو جسپر قیاس نہی کا کیا جاوے
بلکہ ایک اصل ہو جسپر اباحت کا قیاس ہوسکتا ہو وہ یہ ہو کہ سرے سے نکاح نکرنا یا نکاح کے بعد صحبت کو ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال اندر نہونے دینا
کہ یہ سب باتین افضل بات کے ترک کرنے کی ہین نہ نہی کے ارتکاب کی اور ان تینون مین کچھ فرق نہین اس لیے کہ بچہ رحم مین نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہو
اور اسکے چار سبب ہین اول نکاح دوم صحبت سوم بعد صحبت کے انزال تک توقف چہارم انزال کے بعد ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم مین پڑجاوے اور ان
سببون مین سے کوئی سبب زیادہ قریب ہی بہ نسبت دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رُک رہنا ایسا ہو جیسے تیسرے سے رکا اور تیسرا سبب
دوسرے کے مانند ہو اور دوسرا اول جیسا ہو اور ان سببون سے رُکنا ایسا نہین حمل کا گرانا اور زندہ بچہ کو داب دینا اس لیے کہ یہ دونون صورتین
ایک موجود چیز پر ستم کرنے کی ہین پھر اسکے بھی کئی مراتب ہین کیونکہ وجود کے مراتب مین سے اول یہ ہو کہ نطفہ رحم مین واقع ہو اور عورت کی منی سے مل کر
زندگی کی قابلیت بہم پہونچاوے اس حالت مین اُسکا تلف کرنا خطا ہو پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا ٹکڑا ہو جاوے تو خطا پہلے کی نسبت کے
زیادہ ہوگی اور جب پیدایش کامل ہو جاوے اور روح بھی پڑجاوے تو اُسوقت مین ضائع کرنا اور بھی بڑا ہوگا اور سب سے زیادہ قصور اُسوقت
ہوگا کہ بچہ جب زندہ مان کے پیٹ سے علیحدہ ہووے اور اسوقت اسکو تلف کیا جاوے۔ اور وجود کے مراتب کا شروع جو ہم نے رحم مین نطفہ
کے پڑنے کو کہا اور منی کے جدا ہونے کو سوراخ ذکر سے نہ کہا اسکی وجہ یہ ہو کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ زن و شوہر دونون کے پانی
ملنے سے یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہو بعض اہل تشریح نے کہا ہو کہ گوشت کا لوتھڑا خدا تعالی کے حکم سے حیض کے خون سے بنجاتا ہو اور
خون کو اس سے وہ نسبت ہو جو دودھ کو دہی سے اور خون حیض کے جمنے کے لیے مرد کا نطفہ شرط ہو جیسے جاون دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے
کیلیے شرط ہو تو جسطرح جاون سے دودھ بستہ ہوجاتا ہو اسی طرح مرد کے نطفہ سے خون حیض بستہ ہوجاتا ہو بہر حال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد
ہونے مین ایک رُکن ہو اور دونون پانی وجود انسانی مین ایسے ہین جیسے معاملات کے وجود حکمی مین ایجاب و قبول ہوتے ہین پس اگر کوئی شخص ایجاب کیے
اور طرف ثانی کے قبول سے پیشتر اس سے پھر جاوے تو اُسکے ذمہ قصور معاملہ کے فسخ کرنے خواہ توڑنے کا نہ ہوگا ہان اگر ایجاب و قبول دونون ہوچکین گے
تو اُسوقت پھر جانا معاملہ کا برطرف کردینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائے گا اور جسطرح کہ مرد کی پشت مین نطفہ ہونے سے لڑکا نہین پیدا ہوتا اسی طرح
بعد ذکر سے نکلنے کے بھی نہین بنتا جب تک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے۔ غرضکہ اس باب مین قیاس جلی یہ ہی جو مذکور ہوا اب اگر یہ کہو
کہ ہرچند باہر منی کا ڈالنا اس نظر سے تو مکروہ نہین کہ اس فعل سے لڑکے کے وجود مین خلل پڑتا ہو مگر کچھ بعید نہین کہ اسکی کراہت اسوجہ سے ہو کہ نیت
فاسد کی جہت سے اس فعل کا مرتکب ہوا اس لیے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہی ہوگی جسمین کچھ شرک خفی کا شائبہ ہووے پس اسکا جواب
یہ ہے کہ جو نیتین اس فعل کا باعث ہوتی ہین وہ پانچ ہین اول تو لونڈیون کے حق مین یعنی مرد کو یہ منظور ہوتا ہو کہ اس سے اولاد ہونے کی صورت
مین مستحق آزادی کی ہوجاویگی اور مال ہاتھ سے جاتا رہیگا اس لیے ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہو تو اپنی ملک کے
تلف ہونے کے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہین۔ دوم عورت کا حسن و جمال بنا رہنا منظور ہوتا ہو کہ ہمیشہ موٹی تازی رہے اور زندہ رہے کہ درد زہ
مین خطرہ بہت ہو پس اس طرح کی نیت بھی ممنوع نہین۔ سوم اولاد کی کثرت کے باعث زیادتی خرچ کا خوف کرنا اور اس بات سے بچنا کہ کمانے کی

محنت نہ پڑے اور بُری آمدنی کی جگہون مین جانا نہ ہو۔ اور یہ بات بھی ممنوع نہین اسلئے کہ خرچ کا کم ہونا دین پر مددگار ہی ہان افضل
اور کمال نہین ہو کہ خداتعالے نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہو اس ارشاد مین۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ اسپر اعتماد اور بھروسا
کرے بس بلا شبہہ اس تیسری قسم کی نیت کرنے سے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل بات کا چھوڑنا ہو لیکن انجام کار کا نظر کرنا اور مال کی حفاظت اور
اُسکا ذخیرہ رکھنا گو کہ توکل کے خلاف ہو مگر ہم اسکو ممنوع نہین کہہ سکتے چہارم اس بات کا خوف کہ لڑکیان پیدا ہونگی اور انکی شادی کرنے سے
دامادی کا بٹہ لگے گا۔ جیسے عرب کے لوگ اسی وجہ سے لڑکیون کو مار ڈالتے تھے (اور ہندوستان مین بھی یہ دستور بکثرت جاری تھا) تو
اس نیت کی جہت سے اگر نکاح نہ کریگا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑ دیگا تو البتہ نیت خراب ہو گی اور گنا ہگار ہو گا صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت
کرنے سے گناہ نہین بلکہ اس نیت بد کی جہت سے ہو اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہو کہ اسمین اگر یہ نیت ہو گی تو گنہگار ہو گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی سنت مین عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت خراب ہو اور اس صورت کو ایسا تصور کر لیا جاویگا کہ کوئی عورت نکاح اسوجہ سے ترک کرے کہ
مرد کا اُسپر چڑھنا اُسکو ناگوار ہو تو گویا وہ مردون سے مشابہت پیدا کرتی ہو اسیوجہ سے ترک نکاح اسکے حق مین بُرا ہو اور یہ بُرائی خاص ترک نکاح پر
راجع نہین جبتک کہ کوئی نیت فاسد اُسکے ساتھ نہو۔ پنجم یہ کہ عورت خود انزال ہونے کی مانع ہو اسوجہ سے کہ اپنے آپکو عزت دار سمجھتی ہو اور
ستھرائی مین اور درد زہ اور نفاس اور دودھ پلانے سے بچنے مین مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خارجیون کی عورتون کی تھی کہ پانی بہت استعمال
کیا کرتین اور ایام حیض کی نمازین قضا پڑھتین اور پاخانہ مین ننگی جایا کرتین پس یہ حرکت بدعت اور سنت کے مخالف ہو اور اسطرح کی نیت خراب
ہو چنانچہ حضرت عائشہ رض جب بصرہ مین تشریف لائین تو اس طرح کی ایک عورت آپ سے ملنے کو آئی مگر آپ نے اُسکو اپنے پاس نہ آنے دیا غرضکہ
اس نیت مین فساد ہو بچہ ہونے کو روکنے مین کچھ خرابی نہین اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو مَنْ تَرَكَ النِّكَاحَ
مَخَافَةَ الْعِيَالِ فَلَيْسَ مِنَّا اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکسان کہتے ہو اور خوف عیال سے اُسکو مکروہ نہین بتاتے تو اُسکا جواب یہ ہو کہ
لیس منا کے معنی یہ ہین کہ وہ شخص ہمارا موافق اور ہمارے طریق وسنت پر نہین کہ ہماری سنت افضل بات کا بجالانا ہو پھر اگر یہ کہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جا اس حرکت کے باب مین ارشاد فرمایا ہو ذَاكَ الْوَادُ الْخَفِيُّ اور اُسکے بعد یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ
اور یہ روایت حدیث صحیح مین وارد ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ روایت صحیح مین اس فعل کی اباحت بھی اور آپ کا فرمانا الواد الخفی یہ ایسا ہی جیسا الشرک
الخفی فرمایا ہو اور اس سے کراہت ثابت ہوتی ہو۔ کراہت تحریمی نہین ثابت ہوتی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہو کہ منی کا باہر ڈالنا
چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہو کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کے وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت ابن عباس کا
یہ ارشاد ایک قیاس ہو کہ وجود کو یقینی فرض کر کے اُسکے دور کرنے کو زندہ درگور کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہو اور اُسکے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہو جب
حضرت علی رض نے یہ قول سُنا تو نہ مانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بدون سات کیفیتون کے گذرے ثابت نہ ہوگا پھر یہ آیت پڑھی جسمین ساتون کیفیات
مذکور ہین۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ
لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ اور خلق آخر سے مراد یہ ہو کہ اُسمین روح کو پھونکا اور یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ اور جو کچھ طریقہ قیاس کا اور بصیرت
حاصل کرنے کا ہم اوپر لکھ آئے ہین اُسکے تامل کرنے سے تمکو ظاہر ہو گا کہ معانی کے اندر خوض کرنے اور علوم اور اسرار کے نکالنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اور حضرت ابن عباس رض کے منصب مین بہت فرق ہی اور یہ قیاس حضرت ابن عباس کا کیسے صحیح ہوسکتا ہی کیونکہ بخاری و مسلم مین حضرت جابر رض سے مروی ہی کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَہْدِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ یَنْزِلُ اور دوسری طرح یون آیا ہی۔ کُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذٰلِکَ نَبِیَّ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم فلم ینہنا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر رض سے یہ بھی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرے یہان ایک لونڈی ہی کہ وہ خدمت کرتی ہی اور دختون کو پانی دیتی ہی اور مین اس سے صحبت کرتا ہون اور نہین چاہتا کہ اسکو حمل رہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِعْزِلْ عَنْہَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّہٗ سَیَاْتِیْہَا مَا قُدِّرَ لَہَا پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہوگئی آپ نے فرمایا کہ مین نے تو کہدیا تھا کہ جو کچھ اُسکے مقدر مین ہی وہ اُسکو پہونچے گا یہ سب روایتین بخاری و مسلم مین موجود ہین

گیارھوان ادب بچہ ہونے کے باب مین ہی اور وہ پانچ باتین ہین۔ اول یہ کہ لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش نہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے رنجیدہ ہو کیونکہ اسکو کیا معلوم ہی کہ اُسکے حق مین اُن دونون مین سے بہتری کس مین ہی بہت سے بیٹے والے تمنا کیا کرتے ہین کہ ہمارے بیٹا نہوتا یا یہ چاہتے ہین کہ دختر ہوتی بلکہ اگر تیامل دیکھا جاوے تو لڑکیون سے سلامت رہنا اکثر ہی اور اُنکے باب مین ثواب بہت ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس شخص کی ایک لڑکی ہو اور وہ اسکو ادب سکھاوے اور اچھی طرح تادیب کرے اور کھانا کھلاوے اور بخوبی پرورش کرے اور جو نعمت کہ اللہ تعالے نے اُسپر کامل کی ہو انھین سے اُس لڑکی پر نعمت پوری کرے تو وہ لڑکی اس شخص کیلئے داہنے اور بائین دوزخ کی آڑ ہوکر جنت مین پہونچا دیگی اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ جسکو دو لڑکیان ملین اور جبتک اُسکے ساتھ رہین تب تک اُن سے سلوک کرتا رہے تو وہ دونون اسکو جنت مین داخل کرینگی

اور حضرت انس رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَتْ لَہٗ اِبْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ اِلَیْہِمَا مَا صَحِبَتَاہُ کُنْتُ اَنَا وَہُوَ فِی الْجَنَّۃِ کَہَاتَیْنِ اور یہ بھی انھین سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی بازارون مین سے کسی بازار مین جاکر کوئی چیز خریدے اور اُسکو اپنے گھر لاکر خاص لڑکیون کو دیوے نہ لڑکون کو تو اللہ تعالی اُسکی طرف نظر عنایت کریگا اور جسکی طرف وہ نظر عنایت کریگا اسکو عذاب نہ دیگا اور یہ بھی انھین سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی عجیب چیز اپنے عیال کیلئے لیجاوے تو وہ گویا اُنکے واسطے خیرات لیے جاتا ہے یہانتک کہ اُس چیز کو اُن مین تقسیم کرے اور چاہیے کہ لڑکون سے پیشتر لڑکیون سے شروع کرے اسلئے کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہی وہ گویا خدا تعالی کے خوف سے روتا ہی اور جو کوئی خدا تعالی کے خوف سے روتا ہی اللہ تعالی اُسکے بدن پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہی اور حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَتْ لَہٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ اَخَوَاتٍ فَصَبَرَ عَلٰی لَاْوَائِہِنَّ وَضَرَّائِہِنَّ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاہُنَّ۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو بیٹیان ہون آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہی پس ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک ہو آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہو دوم یہ کہ بچہ کے کان مین اذان کہے رافع اپنے باپ سے راوی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ رض سے پیدا ہوے تو آپ نے اُنکے کان مین اذان کہی

اور مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ وُلِدَ لَہٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہٖ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِہٖ الْیُسْرٰی رُفِعَتْ عَنْہُ اُمُّ الصِّبْیَانِ اور مستحب ہی کہ جب لڑکے کی زبان کھلے تو سب سے پہلے اسکو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھا دین تاکہ اول گفتگو یہی ہووے اور ساتوین روز ختنہ کرنا مستحب ہی اس باب مین ایک حدیث آئی ہی سوم یہ کہ اسکا نام اچھا رکھے کہ یہ بھی بچہ کا حق ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا سَمَّیْتُمْ فَعَبِّدُوْا اور فرمایا اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ اور فرمایا سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تُکَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ علما فرماتے ہین کہ منع کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھا اسلئے کہ آپکو ابو القاسم کہکر پکارتے تھے اور اب دوسرے کیلئے یہ کنیت مقرر کرنی کچھ مضائقہ کی بات نہین ہان آپ کے نام اور کنیت کو ایک شخص کیلئے اکٹھا کرنا نہین چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو اور بعض کہتے ہین کہ یہ نہی بھی مخصوص آنحضرت صلعم کی زندگی مبارک تک تھی اور ایک شخص کا نام ابو عیسیٰ تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تو باپ نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ ابو عیسیٰ نام رکھنا مکروہ ہی اور جو بچہ کہ پیدا ہوا اور ایام معین سے پہلے ہی گر جاوے تو اُسکا بھی نام رکھنا چاہیے عبد الرحمن بن یزید کہتے ہین کہ مین نے ایسا سنا ہی کہ گرا ہوا بچہ قیامت کو اپنے باپ کے پیچھے فریاد کریگا اور کہے گا کہ تو نے مجکو کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم بھی نہین ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہی یا لڑکی تو وہ نام کس طرح رکھے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہین کہ عورت مرد دونون کے ہو سکتے ہین جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَکُمْ اور جس شخص کا نام بُرا ہو اُسکو اُسکا بدل ڈالنا مستحب ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبد اللہ سے بدل دیا تھا اور حضرت زینب رضہ کا نام بَرّہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اچھا کہتی ہی اسلئے انکا نام زینب فرمایا۔ اور اسی طرح افلح اور یسار اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہی کیونکہ جب پوچھا جاویگا کہ یہان برکت ہی اور وہ نہ ہوگا تو جواب مین کہا جاوے گا کہ نہین یعنی برکت کا انکار کرنا پڑے گا چہارم عقیقہ کرنا پسر کیلئے دو بکریان اور دختر کے واسطے ایک اور کچھ مضائقہ نہین کہ عقیقہ مین جانور نر ہو یا مادہ حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پسر کے عقیقہ مین دو بکریان برابر کی بے عیب ذبح کی جاوین اور دختر کے عقیقہ مین ایک بکری۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اس سے یہ نکلا کہ ایک بکری پر اکتفا کرنا بھی درست ہی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا۔ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَتُہٗ فَاَہْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی اور سنت یون ہی کہ بچہ کے بالون کے برابر سونا یا چاندی خیرات کردے کہ اس باب مین ایک حدیث وارد ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیدایش کے ساتوین روز حضرت فاطمہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ انکے بال منڈوا کر بالون کے برابر چاندی صدقہ کردو۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے پنجم یہ کہ بچہ کے تالو مین خرما یا شیرینی مل دی جاوے حضرت اسما بنت صدیق اکبر رضہ کی فرماتی ہین کہ عبد اللہ بن زبیر مجھ سے پیدا ہوئے مین نے انکو لاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدیا آپ نے ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک

[illegible]

عبداللہ کے منھ مین ڈالا پس سب سے اول چیز جو انکے پیٹ مین گئی آنحضرت صلعم کا لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما انکے تالو مین ملا اور دعا اور
برکت انکے لیے فرمائی اور مسلمانون مین سب سے اول یہی پیدا ہوے تھے اسلیے انکے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوئے کیونکہ لوگون نے
یہ کہ رکھا تھا کہ یہودیون نے تم پر جادو کیا ہی تمھارے اولاد نہ ہوگی **بارھوان ادب طلاق کے باب مین ہی۔** اول یہ کہ معلوم کر لینا چاہیئے
کہ طلاق مباح ہی مگر مباح چیزون مین سے خداے تعالی کے نزدیک اس سے زیادہ بری اور کوئی نہین اور یہ مباح اسوقت ہوتی ہی کہ اس سے
ناحق ایذا منظور نہو یعنی جب عورت کو طلاق دیگا تو اسکو ایذا دیگا اور دوسرے شخص کو ایذا پہونچانا درست نہین بجز اسکے کہ کوئی خطا عورت کی
ہو یا ضرورت مرد کی جانب سے چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہی فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا یعنی اطاعت کی صورت مین کوئی تدبیر
جدا ہونے کی تلاش کرو۔ اور اگر مرد کا باپ اس عورت کو برا سمجھے تو اسکو طلاق دے دینی چاہیئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے
ہین کہ میرے نکاح مین ایک عورت تھی اور حضرت عمرؓ اسکو ناپسند کرتے تھے اور مجکو فرماتے تھے کہ اسکو طلاق دیدے مین نے اس باب مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رجوع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر اپنی بی بی کو طلاق دے دے اس حدیث سے
معلوم ہوتا ہی کہ باپ کا حق مقدم ہی مگر اسی صورت مین ہی کہ باپ کے ناپسند کرنے کی کوئی غرض فاسد نہو جیسے حضرت عمرؓ تھے کہ ایسے باپ کا
حکم بلاشک مقدم ہی اور جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اسکے گھر والونکو برا کہے تو وہ خطاوار ہی اور اسی طرح جبکہ بدخلق اور دین کی
خراب ہو حضرت ابن مسعودؓ اس آیت کی تفسیر مین وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ارشاد فرماتے ہین کہ جب عورت اپنے
گھر والون کو برا کہے اور شوہر کو ایذا دیوے تو اسکی یہ حرکت فاحشہ ہی اور ہرچند یہ مضمون عدت کے باب مین بیان ہوا ہی مگر اس سے اصل مقصود یہ
تنبیہ ہی۔ اور اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہی کہ کچھ مال اسکو دیکر اپنی گردن چھڑا لے اور مرد کو مکروہ ہی کہ جسقدر
عورت کو دیا ہی اس سے زیادہ لیوے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت مین عورت کو تنگ کرنا اور زیر بار کرنا اور فلان پر سوداگری کرنی لازم
ہوگی اور عورت کی جانب سے مال دیا جانا اس آیت مین مذکور ہی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ غرضکہ جسقدر عورت نے خاوند سے
پایا ہو اسی قدر یا اس سے کم ہٹا دینا فدیہ کے لائق ہی۔ پس اگر عورت بلا وجہ طلاق کی درخواست کرے تو وہ گنہگار ہی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ مَا بَاْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ اور دوسری روایت مین یون وارد ہے
کہ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهَا حَرَامٌ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ اب خاوند کو طلاق کے باب مین چار باتون کی رعایت کرنی
چاہیئے اول یہ کہ طلاق عورت کو ایسے طہر مین دیوے کہ اسمین اس سے صحبت نہ کی ہو اس لیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین جس مین صحبت کرلی ہو طلاق دینی
بدعت اور حرام ہی اگرچہ دینے سے پڑ جاتی ہی لیکن بدعی اور حرام ہوتی ہی اسوجہ سے کہ اس صورت مین عورت کی عدت بڑی ہو جاتی ہی پس اگر ایسی حالت
طلاق دیدے تو چاہیے کہ اس سے رجوع کرے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بی بی کو حیض مین طلاق دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عمر فاروقؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس سے کہدو کہ رجعت کرے یہانتک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض سے ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے
طلاق دے چاہے تھامے رہے یہی وہ عدت ہی کہ خدا تعالی نے اسمین عورتون کو طلاق دیے جانے کا حکم فرمایا ہی۔ اور حضرت ابن عمرؓ کو رجعت کے
بعد دو طہر ٹھہرنے کا امر فرمایا اس سے یہ غرض ہے کہ رجعت کا مقصود صرف طلاق نہ ہو جاوے۔ دوم یہ کہ ایک طلاق پر اکتفا کرے دو یا تین طلاقین

ایک ساتھ نہ دیوے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کے بعد وہی فائدہ دیتی ہو جو دو یا تین سے ہوتا ہو یعنی عورت کا نکاح سے نکل جانا مگر ایک طلاق دینے مین دو فائدے اور بھی ہین ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنون مین رجوع کر سکتا ہو دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر از سر نو اس عورت سے نکاح کر سکتا ہو اور اگر تین طلاقون کے بعد نادم ہوگا تو اس بات کی حاجت ہوگی کہ اُس کا حلالہ کیا جاوے اور مدت تک اُس کے لیے ٹھہرنا پڑیگا اور عقد حلالہ کی ممانعت ہو اور اُس کا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہو کہ دوسرے کی بی بی مین نیت لگی رہے گی اور اُسکی طلاق کا منتظر رہیگا یعنی حلالہ کرنے والا نکاح کے بعد اُسکو طلاق دے تو اُسپر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہو کہ اس حرکت سے بی بی سے نفرت ہو جاوے گی غرضکہ یہ ساری خرابیان اکٹھی طلاقین دینے کی ہین ایک طلاق دیتے ہین مطلب بھی نکل آتا ہو اور کوئی خرابی بھی لازم نہین آتی اور ہم یہ نہین کہتے کہ طلاقون کا اکٹھا دینا حرام ہو بلکہ یہ غرض ہو کہ ان خرابیون کی جہت سے مکروہ ہو اور کراہت سے یہ مراد ہو کہ اس فعل مین اپنا لحاظ نہین رہتا۔ سوم یہ کہ اُسکے طلاق دینے مین کوئی لطیفہ بہانہ کرے درشتی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج نا گہانی جدائی کا اُسکو ہوگا اُسکے دور کرنے کیلیے کوئی چیز ہدیہ اور متعہ کے طور پر اُسکو دے کہ اُس کا دل خوش کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ومتعوہن یعنی متعہ دو اُنکو اور متعہ کا دینا اُس عورت کیلیے واجب ہو جسکے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو[1] حضرت امام حسن علیہ السلام طلاق بہت دیتے اور نکاح بہت کرتے ایکبار وز آپ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیبیون کو طلاق دے دو اور ہر ایک کو دس ہزار درم حوالہ کرو وہ شخص حکم بجا لایا اور جب لوٹکر آیا تو آپ نے پوچھا کہ اُنکا کیا حال ہوا اُس نے عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکائی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور مین نے سنا کہ یون کہتی تھی

متاع قلیل من حبیب مفارق

ع یہ درہم قلیل ہین بشر داغ فراق یار ہو۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے سر جھکایا اور اُسپر ترس کھایا اور فرمایا کہ اگر چھوڑنے کے بعد مین کسی عورت سے رجعت کرتا تو اسی سے کرتا اور ایکروز آپ عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رض نے اُنھین کو ضرب المثل کر کے فرمایا تھا کہ اگر مین اپنی اس راہ مین نہ آتی تو میرے نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس دس لڑکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یادگار مثل عبدالرحمن بن حارث کے ہوتے پس جب حضرت امام حسن علیہ السلام اُنکے گھر گئے تو اُنھون نے بہت تعظیم کی اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے کہلا بھیجا ہوتا مین خود حاضر ہوتا آپ نے فرمایا کہ ضرورت ہمکو ہی تھی اُنھون نے پوچھا وہ کیا ہو فرمایا کہ تمھاری لڑکی کا خواستگار ہو کر آیا ہون اُنھون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا کہ بخدا روے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہین کہ جو مجکو تم سے زیادہ محبوب ہو مگر تم جانتے ہو کہ میری لڑکی میرا جگر پارہ ہو جس بات سے اُسکو رنج ہوگا اُس سے مجکو رنج پہونچیگا اور جس بات سے وہ خوش ہوگی اُس سے مین خوش ہونگا اور آپ طلاق بہت دیتے ہین مجھے خوف ہو کہ مبادا آپ اُسکو طلاق دیدین تو پھر میرا دل آپ کی محبت مین بدل جاوے اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ آپ کے باب مین میرے دل مین کچھ تبدیل آوے اس لیے کہ آپ جگر پارہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہین اس صورت مین اگر آپ شرط کر لین کہ مین اُسکو طلاق نہ دونگا تو مین آپ سے عقد کر دونگا آپ خاموش ہو گئے اور اُٹھکر باہر چلے آئے عبدالرحمن کے گھر والون مین سے کسی نے ذکر کیا ہو کہ مین نے سنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبدالرحمن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کر دے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسر منبر اُنکی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ مین فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہین سو تم اُنکو اپنی بیٹیان مت دو یہانتک

[1] اس روایت کی ... سعید ... ابن ... ۱۲

علاوہ نقض و ابن عباس رض ۱۲

کہ ایکبار ہمدان کی قوم میں سے ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین بخدا جس قدر امام حسن علیہ السلام نکاح کیا چاہیں گے ہم اُنکو لڑکیاں دینگے چاہیں وہ رکھیں اور چاہیں چھوڑ دیں اس بات سے حضرت علی رضی خوش ہوئے اور فرمایا **شعر** اگر مجکو ملے جنت کے دروازون کی دربانی تو ہمدان سے کہوں اندر چلے آؤ بآسانی ؛ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد پر کسی حیا کی بات کا طعن کیا جاوے تو اس شخص کو چاہیے کہ اپنے زن و فرزند کی پیچ نکرے کہ پیچ کرنا بُرا ہے بلکہ مستحب ہے کہ جہانتک ممکن ہو اُسکی مخالفت اس باب میں کرے کہ اس سے اپنا دل مسرور رہے گا اور اسکے دل کے روگ کا علاج ہو جاوے گا اور اس قصہ کے بیان کرنے سے یہان اتنی ہی غرض تھی کہ طلاق مباح ہے اور اللہ تعالی نے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت میں دونون میں فرمایا ہے مثلاً نکاح کے باب میں ارشاد ہے وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ اور جدائی کی صورت میں ارشاد ہے وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ

چہارم یہ کہ عورت کا راز ظاہر نکرے نہ طلاق میں نہ نکاح میں کیونکہ عورتون کے راز کے فاش کرنیکے باب میں صحیح حدیث میں بڑا وعید آیا ہے اور بعض صلحا سے مروی ہے کہ انھون نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا لوگون نے اُنسے پوچھا کہ اُسکے باب میں آپ کو کیا شک ہوا ہے فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بی بی کے راز کا پردہ نہین کھولتا جب اُنھون نے طلاق دیدی تو پوچھا گیا کہ آپ نے اُسکو طلاق کیون دی فرمایا کہ مین اجنبی عورت کا حال کیون کہون حاصل یہ کہ جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہییں وہ یہی تھے جن کا بیان ہو گیا ـ

دوسری قسم اُن حقوق کے بیان مین کہ عورت پر ہونے چاہییں ـ اور قول شافی اس باب مین یہ ہے کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہے تو وہ شوہر کی لونڈی ہو چکی اس لیے اُسپر شوہر کی فرمانبرداری مطلقًا واجب ہے جس بات کا وہ اس سے خواہان ہو بشرطیکہ معصیت نہ ہو اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ اور ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بی بی سے کہہ گیا کہ بالا خانہ سے نیچے مت اترنا اور اس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقًا وہ بیمار ہوا اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اُتر ون آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اُسکا باپ مر گیا پھر اُس نے اترنے کی اجازت چاہی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر غرضکہ اُسکا باپ دفن بھی ہو گیا اور وہ نہ اُتری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت سے کہلا بھیجا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اُسکے عوض مین اللہ تعالی نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ جَنَّةَ رَبِّهَا اس حدیث مین زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر زیادہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عورتون کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیاں جننے والیاں دودھ پلانے والیاں اپنی اولاد پر رحم کرنے والیاں اگر اپنے شوہرون سے جو افعال کرتی ہیں نہ کرتین تو اُنمین کی نمازی عورتین جنت مین داخل ہوتین اور فرمایا اطلعت فی النار فاذا اکثر اہلہا النساء فقلن لم یا رسول اللہ قال یکثرن اللعن ویکفرن العشیر عشیر سے غرض شوہر سے ہے جو اُنکے ساتھ معاشرت کرتا ہے ـ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ مین نے جنت مین جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیون کی نسبت کر عورتین بہت کم تھین مین نے پوچھا کہ عورتین کہان ہین فرمایا کہ اُنکو دو سُرخ

چیزون سے رنگے یا سونے اور زعفران سے یعنی زیور اور رنگین کپڑون سے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین جوان ہون اور لوگ میرے ساتھ عقد کا پیغام کرتے ہین اور مجھکو شادی کرنی اچھی نہین معلوم ہوتی پس شوہر کا حق عورت پر کیا ہو آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانون تک پیپ ہو اور عورت اُسکو چاٹے تب بھی اُسکا شکر ادا نکریگی اُس نے عرض کیا کہ مین نکاح کرون فرمایا کہ کرے کہ نکاح کرنا بہتر ہو اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ مین بے شوہر ہون اور نکاح کرنا چاہتی ہون پس شوہر کا حق کیا ہو آپ نے فرمایا کہ ایک حق شوہر کا یہ ہو کہ اگر اونٹ کی پشت پر ہو اور اُسوقت اس سے طلبگار صحبت کا ہو تو اُس سے انکار نکرے اور ایک حق اُسکا یہ ہو کہ کوئی چیز اُسکے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے نہ دیوے اگر دیوےگی تو اُسپر گناہ ہوگا اور شوہر کو ثواب ملیگا اور ایک حق اُسکا یہ کہ نفل روزہ بدون اسکے اذن کے نہ رکھے اگر رکھےگی تو بھوکی پیاسی رہےگی اور روزہ قبول نہ ہوگا اور اگر اپنے گھر سے بدون شوہر کے حکم کے نکلیگی تو جب تک گھر مین پھر کر آویگی یا توبہ کریگی اُسکو فرشتے لعنت کرتے رہینگے اور فرمایا لَو اَمَرتُ اَحَدًا اَن یَّسجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرتُ المَرأَةَ اَن تَسجُدَ لِزَوجِھَا اور یہ اس لیے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہو اور فرمایا کہ عورت خداے تعالی کی ذات مقدس سے زیادہ تر قریب اُسوقت ہوتی ہو کہ جب اپنی کوٹھری کے اندر ہو اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن مین بہ نسبت مسجد مین نماز پڑھنے کے بہتر ہو اور اپنی کوٹھری مین نماز پڑھنی بہ نسبت گھر کے صحن مین نماز پڑھنے کے اور کوٹھری در کوٹھری مین نماز پڑھنی کوٹھری کی نماز کی نسبت کے افضل ہو اور یہ اس لیے فرمایا کہ مدار عورت کے حال کا پردہ ہو جس عورت مین پردہ زیادہ ہوگا وہی اُسکے حق مین افضل ہو اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلمَرأَةُ عَورَةٌ فَاِذَا خَرَجَت اِستَشرَفَهَا الشَّيطَانُ اور فرمایا کہ عورت کی دس برہنگیان ہین جب وہ نکاح کر لیتی ہو تو شوہر ایک برہنگی کو چھپا دیتا ہو اور جب مر جاتی ہو تو قبر دسون برہنگیون کی پردہ پوش ہوتی ہو غرضکہ شوہر کے حق عورت پر بہت سے ہین اُن مین سے زیادہ اہم دو ہین ایک بچاؤ اور پردہ دوسرے زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نکرنا اور جس وقت کہ اُسکی کمائی حرام کی ہو تو اُس سے بچے رہنا چنانچہ زمانہ سلف مین عورتون کی عادت ایسی ہی تھی کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اُسکی بی بی یا بیٹی اُس سے کہتی تھی کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کر لینگے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہ کر سکینگے اور ایک شخص نے سلف کے لوگون مین سے سفر کا ارادہ کیا اور اُسکے ہمسایون کو اُسکا سفر بُرا معلوم ہوا سب نے اُسکی بی بی سے کہا کہ تو اُسکے سفر پر کیون راضی ہوتی ہو یہ تو تیرے نفقہ کے لیے کچھ چھوڑ کر نہین جاتا اُس نے جواب دیا کہ مین نے اپنے شوہر کو جب سے دیکھا ہو کھانے والا ہی پایا ہو رزاق نہین پایا میرا رب میرا رزاق ہو کھانے والا چلا جاوےگا رزاق میرے پاس رہیگا اور رابعہ بنت اسمعیل نے احمد بن ابی الحواری سے پیام اپنے نکاح کا کیا اُنکو بوجہ اپنی عبادت کے بُرا معلوم ہوا اور فرمایا کہ بخدا مجکو عورتون کی خواہش نہین کہ مین اپنے دھندے مین لگا ہون رابعہ نے کہا کہ مین اپنے حال مین تم سے زیادہ مشغول ہون اور مجکو مرد کی خواہش نہین مگر مجکو اپنے شوہر سے مال بہت ملا ہے مین چاہتی ہون کہ تم اس مال کو اپنے یارون پر خرچ کرو اور تمہارے سبب سے مین نیکبختونکو پہچان جاؤن اور مجکو بھی خدا کی طرف کی راہ ملجاوے احمدرح نے فرمایا کہ مین اول اپنے استاد سے اجازت لے لون پس آپ حضرت ابو سلیمان دارانی کے پاس گئے اور اُن سے یہ ماجرا کہا جب آپ نے اُس عورت کی گفتگو سُنی تو فرمایا کہ اُس سے نکاح کرے کہ وہ خدا کی ولی

[illegible]

۱۲ ترمذی بروایت ابن مسعودؓ کہ عورت پردہ کی چیز ہو پس جب وہ نکلتی ہو تو اسکو شیطان جھانکتا ہے ۱۲

ہو کیونکہ اُسکی یہ گفتگو صدیقون کی ہو احمد رح کہتے ہین کہ آپ مجھکو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارے یارون مین سے جس کسی نے نکاح کیا ہو وہ بدل گیا ہو خلاصہ یہ کہ مین نے اُس سے نکاح کیا اور اُس نے اس قدر کھانا پکوا کر کھلوایا کہ ہمارے گھر مین آیا چونکہ کار خانہ تھا لوگ جو جلدی نکلنے کے باعث کھانے کے بعد ہاتھ اُسمین دھو دیتے تھے اُس پانی کی تری سے وہ خراب ہوگیا اور جو لوگ اشنان وغیرہ سے ہاتھ دھوتے تھے اُنکا تو کیا ذکر ہے اور مین نے اسکے بعد تین عورتون سے اور شادی کی تو اُسکا یہ دستور تھا کہ مجھکو عمدہ چیزین کھلاتی اور خوشبو لگاتی اور کہتی کہ جاؤ اب اپنی بیبیون مین مزے کرو۔ اور یہ رابعہ شام مین ایسی تھی جیسے بصرہ مین رابعہ بصری تھین۔ اور عورت پر واجبات مین سے ہے کہ شوہر کے مال مین سے فضول خرچی نکرے بلکہ اُسکے مال کی حفاظت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عورت کو حلال نہین کہ شوہر کے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے کھانا دیدے بجز خوراک کے جس کے بگڑنے کا خوف ہو پس اگر اُسکی رضامندی سے کھلاویگی تو شوہر کے برابر اُسکو ثواب ہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کھلاوے گی تو ثواب شوہر کو ہوگا اور گناہ اُسپر رہے گا۔ اور عورت کا حق ماں باپ پر یہ ہو کہ اُسکو دوسرے لوگون کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھلا دین چنانچہ مروی ہو کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اُسکو یون کہا کہ جس گھر مین تو آئی تھی اب اُس سے نکلتی ہو اور ایسے بستر پہ جاتی ہو جس سے تو واقف تھی اور ایسے آدمی کے پاس رہے گی جس سے پہلے سے اُلفت نہ تھی تو بیٹی تو اُسکی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بنجاوے گا اور تو اُسکے لیے باعث آرام ہونا وہ تیرے لیے باعث آرام ہوگا اور تو اُسکی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہے گا اپنی طرف سے اُسکے پاس مت جانا کہ تجھ سے نفرت کرے اور نہ اُس سے دور رہنا کہ تجھکو بھول جاوے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اُسکے قریب ہونا اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا اور اُسکی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھ سے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سُنے تب اچھی بات سُنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے اور ایک شخص نے اپنی بی بی کو یون کہا۔

قطعہ
درگذر کر مجھ سے تا ہو تو حبیب جاودان
کثرت شکوہ نکر اس سے ہو زائل حب قلب
ہو غضب مجھکو تو ہرگز مت ہلا اپنی زبان
ہے مسلم دل یہ میرا نہین لگتی ہے آن
ڈھول کے مانند مجھکو مت بجا یہ یاد رکھ
مین نے دیکھا ہے نہین رہتی ہے باقی دوستی
تجھکو کیا معلوم ہے آوارہ کیسی ہو عیان
دلمین جب جمع ہو ایذا کا ہوا کچھ درمیان

اور سوا ایک بات عورت کے آداب مین یہ ہو کہ اپنے گھر مین بیٹھے چرخہ وغیرہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے ہمسایون سے بات کم کرے اور بدون ضرورت شدید اُنکے گھر مین نہ جاوے شوہر کے پیچھے اور سامنے اُسکا لحاظ رکھے اور ہر کام مین اُسکی خوشی کی خواہان رہے اپنے نفس مین اور اُسکے مال مین خیانت نکرے اور نہ بدون اُسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اُسکی اجازت سے بھی نکلے تو پُرانے کپڑون مین چھپی ہوئی نکلے اور خالی جگہون مین چلے بیچ سڑک اور بازار سے بچی رہے اور اس بات سے احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اُسکی آواز پہچانتے یا اُسے جہرہ سے واقف ہو ایسا نکرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنا کام کہے تو وہ اُسکو پہچان جاوے بلکہ اگر گمان کرتی ہو کہ یہ مجھکو پہچانتا ہو تو آواز بدل دے ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام مین مصروف رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اور اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر آواز دے اور شوہر گھر مین نہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا مقتضی یہ ہے کہ اُس سے کچھ سوال اور کلام نکرے اور شوہر کو جو کچھ خدا نے دیا ہو اُسپر قناعت کرے اور اُسکے حق کو اپنے حق پر اور اپنے تمام رشتہ دارون کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و شستہ رہے اور ہر ایک حال مین جب شوہر اس سے تمتع چاہے مستعد رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے اور اُنکے راز کا افشا نکرے اور اُنکو بُرا کہنے مین زبان کم کھولے اور شوہر کی بات کا

جواب دیوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اور وہ عورت کہ اسکے رخساروں کا رنگ تیرہ ہوگیا ہو جنت میں پاس پاس مانند دو انگلیوں کے ہونگے اور یہ وہ عورت ہی کہ شوہر سے اُسکے اولاد ہوئی ہوا اور اپنے نفس کو اُس نے اپنی بیٹیوں پر بند کیا ہو یہانتک کہ وہ بالغ ہوجاویں یا مرجاویں (مشکوٰۃ ۱۲ ح) اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہو اسطرح کہ مجھ سے پیشتر اُسمین داخل ہو لیکن میں ایک عورت کو دیکھونگا کہ جنت کے دروازے کی طرف مجھ سے آگے جاتی ہوگی میں پوچھونگا کہ یہ کیا بات ہو کہ یہ عورت مجھ سے آگے جاتی ہو مجھکو کہا جاویگا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ ایک عورت حسین و خوبصورت تھی اور اُسکے پاس یتیم بچے تھے اُس نے اُنپر صبر کیا یہانتک کہ اُنکا حال جو ہونا تھا وہ ہوگیا اللہ تعالیٰ نے یہ بات اُسکی پسند فرمائی اور اُسکے ثواب میں یہ رتبہ دیا ۔ اور عورت کے آداب میں سے ایک یہ ہو کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی کا فخر نکرے اور نہ اُسکو بدصورتی کے باعث حقیر سمجھے ۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں گیا دیکھا تو ایک عورت نہایت خوبصورت ہو اور اُسکا شوہر نہایت ہی بدصورت میں نے اُس سے کہا کہ عجیب بات ہو کہ تو اس جیسے شخص کی بی بی ہونے پر خوش ہو اُسنے کہا کہ خاموش تم غلطی پر ہو شاید اُس نے ایسا اس مردنے کوئی کام خالق کی رضا کا کیا ہو جسکے عوض میں میں اسکو ملی اور شاید مجھ سے کوئی حرکت اُسکی مرضی کے خلاف ہوئی جسکی سزا میں مجھکو شوہر ملا ہو پس کیا میں اُس چیز کو کہ خداتعالیٰ نے میرے لیے پسند فرمایا اُسپر راضی نہوں اصمعی کہتے ہیں کہ اُس عورت نے مجھکو لاجواب کردیا ۔ اور یہ بھی اصمعی کا قول ہو کہ میں نے جنگل میں ایک عورت دیکھی کہ سرخ کرتا پہنے ہو اور خضاب کیے ہاتھ میں تسبیح لیے ہو میں نے کہا کہ یہ امر تو اسکو زیبا نہیں اُس نے جواب دیا شعر ع جو خالق کا ہی مجھ پر نہیں کرتی ہوں تلف ۔ اور ادہر لہو و بطالت کا بھی ہی مجھکو خیال ۔ میں نے جان لیا کہ یہ ایک نیکبخت عورت ہو اور شوہر دار ہو اُسکی لیے بناؤ سنگار کرتی ہو اور عورت کے آداب میں سے ایک یہ ہو کہ جب شوہر موجود نہو تو گھر بیٹھی اور پڑی رہے اور اُس کے سامنے پھر وہی رنگ رلیاں اور سامان پیش کرے اور یہ مناسب نہیں کہ کسی حال میں شوہر کو ایذا دے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تؤذی امرأۃ زوجھا فی الدنیا الا قالت زوجتہ من الحور العین لا تؤذیہ قاتلک اللہ فانما ھو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا اور حقوق نکاح میں سے عورت پر ایک یہ واجب ہو کہ جب اُسکا شوہر مرجاوے تو اُسپر چار مہینے دس روز سے زیادہ سوگ نکرے اور اس عرصہ میں خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ میں ام المؤمنین ام حبیبہ کی خدمت میں اس وقت گئی کہ اُنکے باپ ابوسفیان بن حرب مرگئے تھے پس حضرت ام حبیبہ نے ایک خوشبو منگائی جس میں زردی خلوق یا کسی اور چیز کی ملی تھی ایک لونڈی کو وہ خوشبو لگائی پھر آپ نے اُسکو اپنے گالوں پر ملا اور فرمایا کہ بخدا مجھکو خوشبو کی حاجت نہ تھی مگر میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت اکثر من ثلثۃ ایام الا علی زوج اربعۃ اشہر وعشرا اور آخر عدت تک اسی گھر میں رہنا لازم ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے گھر چلی جاوے یا بدون ضرورت اس گھر سے نکلے اور عورت کے آداب میں سے ایک یہ ہی کہ گھر کے جتنے کام ہوں اور اُس سے ہوسکتے ہوں اُنکو بجالاوے چنانچہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ حضرت زبیر نے مجھ سے شادی کی اور اُنکے پاس کچھ مال نتھا نہ کوئی غلام یا لونڈی تھی سواے گھوڑے کے گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا تو میں ہی اُنکے گھوڑے کو دانہ گھاس دیتی اور ملتی اور میں ہی اونٹ کے لیے کھجور کی گٹھلیاں کوٹتی اور اُسکو چارہ دیتی اور پانی بھر کر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیاں اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہانتک کہ حضرت ابوبکر صدیق نے

میرے پاس ایک لونڈی بھیجدی جس نے گھوڑے کے ملنے وغیرہ سے مجھے بچا دیا تو گویا مجھکو آزاد کر دیا اور ایکروز مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیان تھین آپ نے اپنے ناقہ کو بٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجکو اپنے پیچھے سوار کرین مگر مجکو مردون کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرتناک تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے حیا کرنے کو پہچان لیا اور تشریف لیگئے جب مین آئی تو حضرت زبیر سے ماجرا کہا انھون نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیون کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت مجھپر نہایت سخت ہے - باب آداب النکاح خدا تعالیٰ کی عنایت سے تمام ہوا - وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰی

تیسرا باب کسب اور معاش کے بیان مین

رباعی بہتر وہ معاش ہے جو ہو زاد معاد	بدتر ہے وہ کسب جس سے ہو دین برباد	ہر پیشہ مین کر نفع عقبیٰ پر نظر	ہے مزرعۃ الآخرۃ دنیا رکھ یاد

واضح ہو کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دارین کی تقسیم اسطرح فرمائی ہے کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا ہے اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہوکر کمانے کا مکان مقرر فرمایا ہے اور دنیا مین مستعد ہونا یہی نہین کہ صرف معاد ہو اور معاش نہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اُسکا مددگار ہے چنانچہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) قول مشہور ہے اور دنیا ہی سے بتدریج آخرت کی نوبت آتی ہے - اب دنیا کے آدمی اس باب مین تین طرح کے ہین ایک وہ کہ معاش مین ایسے مشغول ہین کہ معاد سے غافل ہین یہ فرقہ تو تباہ کارون اور ہلاک شدون کا ہے - دوم وہ لوگ کہ معاد کے شغل مین معاش سے بے پروا ہین یہ لوگ اعلیٰ رتبہ کے پہونچنے والے ہین - سوم وہ ہین کہ اعتدال سے بہت قریب ہین یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہین یہ لوگ مقتصدین اور متوسطین مین سے ہین اور ظاہر ہے کہ جو شخص معاش کی طلب مین راستی کی راہ لینے اور لازم نہ کریگا اُسکو میانہ روی کا رتبہ کبھی نہ ملے گا اور جب تک کہ طلب معاش مین آداب شرعیہ کا پابند نہوگا اُسکے حق مین دنیا وسیلہ آخرت کبھی نہ ہوگی اسی نظر سے ہم تجارتون اور پیشون کے آداب اور کسبون کے اقسام اور طریقے پانچ فصلون مین مشرح بیان کرتے ہین -

فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اُسکی ترغیب کے بیان مین - آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (اور کیا ہم نے دن کو معاش) اسکو احسان جتانے کی جگہ مین ذکر فرمایا ہے اور فرمایا - وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (اور بنائین ہم نے تمکو اسمین معیشتین تم تھوڑا شکر کرتے ہو) اس آیت مین معیشت کو نعمت فرمایا اور اسپر شکر کی طلب کی اور فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ اور فرمایا وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور فرمایا فَانْتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور احادیث یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكَفِّرُهَا اِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ اور فرمایا اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ اور فرمایا مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْاَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰی عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهِ لَقِيَ اللّٰهَ وَوَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور ایکروز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے مین اصحاب نے ایک جوان قوی وچالاک کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا سبھون نے کہا کہ ہا کاش اس کی جوانی اور چالاکی راہ خدا مین صرف ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کیلیے کام کرتا ہے اس غرض سے کہ اُسکو سوال کرنے سے باز رکھے اور لوگون سے بے پروا کرد ے تو وہ راہ خدا مین ہے اور اگر اپنے ضعیف ماں باپ اور کم زور بچون کیلیے

کرتا ہے تاکہ وہ محتاج نہ ہون تب بھی وہ راہ خدا مین مصروف ہو اور اگر اسلیے کرتا ہو کہ مال کی کثرت مین دوسرون سے مقابلہ اور فخر کرے تو اس صورت مین راہ شیطان مین مصروف ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی البتہ اس بندہ کو پسند فرماتا ہو جو کوئی کار خدمت اس لیے کرے کہ اسکے باعث لوگون سے بے پروا ہو جاوے اور اس بندہ کو ناپسند فرماتا ہو جو علم اسلیے سیکھے کہ اس سے خدمت لے اور ایک خبر مین ہو کہ اللہ تعالی ایماندار حرفت والے سے محبت رکھتا ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَحَلُّ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِه وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہو اَحَلُّ مَا اَكَلَ الْعَبْدُ كَسْبُ يَدِ الصَّانِعِ اِذَا نَصَحَ اور فرمایا عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَاِنَّ فِيْهَا تِسْعَةَ اَعْشَارِ الرِّزْقِ اور مروی ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھکر اس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہو اس نے عرض کیا کہ خدا تعالے کی عبادت کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہو اس نے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھسے زیادہ عابد ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ جو چیزین مجکو ایسی معلوم تھین کہ تمکو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرین وہ مین نے تمکو بدون حکم کیے نہین چھوڑین اور جتنی باتین مین ایسی جانتا تھا کہ تمکو جنت سے دور اور دوزخ سے قریب کرین ان سے بدون منع کیے نہین چھوڑا اور جبرئیل ع نے میرے دل مین پھونک دیا ہو کہ کوئی نفس نہین مریگا جبتک کہ اپنا رزق پورا نہ لے اگرچہ رزق مذکور اسکے پاس دیر کر آوے پس اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو- اس حدیث مین رزق کو اچھی طرح طلب کرنیکا حکم فرمایا اور یہ نہین فرمایا کہ طلب مت کرو پھر اس حدیث کے آخر مین ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر کر ملنا تمکو اس بات کا باعث نہ ہونا چاہیے کہ تم اسکو خدا تعالی کی نافرمانی کرکے طلب کرو اس لیے کہ جو چیز خدا تعالی کے پاس ہو وہ اسکی نافرمانی سے نہین ملتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالی کے دسترخوان ہین جو شخص انمین آویگا کچھ انمین سے پاوے گا اور فرمایا تم مین سے کوئی شخص رسی لیکر لکڑیان اپنی پیٹھ پر لاد لاوے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس جاوے جسکو خدا تعالی نے مال دیا ہو اور اس سے سوال کرے وہ اسکو دے یا نہ دے اور فرمایا مَنْ فَتَحَ عَلٰى نَفْسِه بَابًا مِنَ السُّؤَالِ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ الْفَقْرِ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی کرنے سے مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر ہو جاتا ہو اسکے اندر تین باتین پیدا ہوتی ہین- اول دین کی نرمی دوسرے ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا اور ان تینون سے بڑھکر یہ ہو کہ آدمی اسکو حقیر جانتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمکو نہ چاہیے کہ طلب رزق مین تقاعد کرو اور یون کہو کہ بارخدایا ہمکو رزق دے اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہین برستا- اور زید بن مسلمہ اپنی زمین مین درخت لگا رہے تھے حضرت عمر رض نے انکو فرمایا کہ یہ تم خوب کرتے ہو لوگون سے بے پروا ہو جانا چاہیے کہ اس سے تمہارا دین زیادہ محفوظ رہے گا اور اسی صورت مین انپر کرم زیادہ کر سکوگے جیسے کہ احیحہ شاعر نے کہا ہے شعر خدمت زر در امین ہون مصروف دائم اس لیے ÷ ہو نہین سکتا کرم لوگون پہ گر ہووے نہ مال ÷ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مجکو برا معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھون نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا اور حضرت ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمائیے کہ سچا سوداگر آپکو زیادہ پسند ہو یا وہ شخص کہ عبادت کے لیے فارغ ہو رہا ہو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سچا سوداگر زیادہ محبوب ہو اس لیے کہ وہ شخص جہاد مین مصروف ہو کہ شیطان کبھی اسکو ناپنے مین اور کبھی تولنے مین اور کبھی لینے اور دینے مین

دھوکا دیا جاتا ہے اور وہ اس سے لڑتا ہے اور اُسکی اطاعت نہیں کرتا اور حضرت حسن بصری رحنے اس باب میں آنکے خلاف بیان کیا ہے اور حضرت
عمر رضنے فرمایا کہ مجکو اور کسی جگہ میں اپنا مرنا خوش نہیں آتا بجز اُس جگہ کے کہ اُسمیں میں بازار کرتا ہوں اور اپنے گھر والوں کیواسطے خرید و فروخت کرتا ہوں
اور ہیثم نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات میں سنتا ہوں کہ فلان شخص مجکو بُرا کہتا ہے تو یاد کرتا ہوں کہ مجکو اسکی حاجت نہیں اس یاد سے اُسکی بات مجھپر
آسان ہوجاتی ہے اور ایوب رحنے فرمایا ہے کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ ملجاوے میرے نزدیک لوگوں سے مانگنے کی نسبت کہ اچھا ہے۔ اور ایکبار
سمت [illegible] میں طوفان آیا کشتی والوں نے حضرت ابراہیم ادہم رحسے جو کشتی میں آنکے ساتھ تھے عرض کیا کہ دیکھیے کیسی شدت ہے آپنے فرمایا کہ شدت
اسکا نام نہیں شدت یہ ہے کہ لوگونکا محتاج ہو اور ایوب رحکہتے ہیں کہ مجکو ابو قلابہ رحنے فرمایا کہ بازار کا پیچھا مت چھوڑ کہ تونگری ایک قسم کی
سلامتی ہے یعنی لوگون سے سلامت رہتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا اور امام احمد رحسے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق میں کیا
فرماتے ہیں جو اپنے گھر میں یا مسجد میں بیٹھ رہے اور کہے کہ میں کچھ کام نہ کرونگا یہانتک کہ میری روزی میرے پاس آوے آپنے فرمایا کہ وہ شخص
علم سے بیخبر ہے کیا اُس نے یہ ارشاد آنحضرت صلعم نہیں سُنا کہ اللہ تعالی نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہے اور جسوقت آپنے
پرندون کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا تغدو خماصا و تروح بطانا یعنی صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہیں غرض اس سے
یہ ہے کہ رزق کی طلب میں پرندے بھی صبح کو ادھر اُدھر جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خشکی اور تری کی تجارت کیا کرتے اور
اپنے باغون کی خدمت کرتے تھے انکا اقتدا کافی ہے۔ اور ابو قلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ میں تمکو اگر طلب معاش میں مصروف دیکھوں تو میرے نزدیک
اس سے اچھا ہے کہ تمکو مسجد کے کونے میں دیکھوں اور کہتے ہیں کہ اوزاعی رحضرت ابراہیم بن ادہم سے ملے اور دیکھا کہ انکے سر پر لکڑیوں کا بوجھ ہے
کہنے لگے کہ اے ابو اسحاق یہ مشقت کیوں کرتے ہو تمہاری خدمت کو تمہارے بھائی کافی ہیں حضرت ابراہیم رحنے جواب دیا کہ اے ابو عمرو مجھسے
اس باب میں تعرض مت کرو کہ میں نے سنا ہے کہ جو شخص حلال کی طلب میں ذلت کی جگہ کھڑا ہوگا اُسکے لیے جنت واجب ہوگی اور حضرت
ابو سلیمان دارانی رحفرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عبادت اسکا نام نہیں کہ تم اپنے پاؤن جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمکو کھانا کھلا دے بلکہ اول دو
روٹیوں کی فکر کرو پھر عبادت کرو اور حضرت معاذ بن جبل رضکا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں
جنسے [illegible] زمین میں خدائے تعالی نفرت رکھتا تھا اُسوقت مسجدون کے سوال کرنے والے اٹھینگے غرض کہ سوال کی مذمت اور
دوسرے شخص کی خدمت پر بھروسا کرنے کی بُرائی شرع کے نزدیک یہ تھی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال موروثی نہو اسکو بجز کمانے اور
تجارت کے کوئی چارہ نہیں۔ اب اگر یوں کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یوں ہے کہ مجکو یہ حکم الٰہی نہیں ہوا کہ مال اکٹھا کرو اور سوداگروں میں
سے ہو بلکہ یہ وحی پہنچی ہے کہ فسبح بحمد ربك وكن من الساجدين واعبد ربك حتى ياتيك اليقين اور اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضسے کسی نے
کہا کہ آپ ہمکو وصیت فرمایئے آپنے فرمایا کہ تم میں سے جس کسی سے ہوسکے تو یہ کرے کہ حالت حج میں یا کفار سے لڑنے میں یا اپنے پروردگار کی مسجد
بنانے میں اُسکی موت واقع ہو یہ نہو کہ سوداگری کرتے کرتے اور لوگون سے جھگڑا کرتے [illegible] مر جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کی
تطبیق حالات کی تفصیل پر موقوف ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ تجارت ہر چیز سے مطلقاً افضل ہے بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہے
کہ بقدر کفایت مال حاصل ہوجاوے یا دولت اور زائد از قدر حاجت منظور ہے اگر تجارت سے یہی مطلب ہے کہ بقدر حاجت ملے تاکہ مال بہت سا

اور دفینہ جمع ہو جاوے نہ اس لیے کہ خیرات وصدقات مین دیا جاوے تو یہ تجارت بُری ہو کیونکہ اسمین دنیا کی طرف بہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہے جسکی چاہ تمام گناہونکی اصل ہو اور اگر باوجود اسکے لوگون سے بھی وصول کریگا تو ظلم اور فسق مین داخل ہو اور حضرت سلمان فے اسی قسم کی تجارت مرادلی ہو جسمین طلب زیادتی کی ہو لیکن جس صورت مین تجارت سے آدمی اسی بات کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنے دم اور اپنی اولاد کے پیدا کرلے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اُسکو مل سکتا ہو تو ایسی صورت مین سوال سے بچنے کے لیے تجارت افضل ہو اور اگر اُسکو سوال کی ضرورت نہ ہوتی ہو بدون مانگے لوگ اُسکو دیتے ہون تب بھی کچھ پیشہ کرنا افضل ہو کیونکہ لوگ اُسکو اسی نظر سے دیتے ہین کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہو اور لوگون مین اپنی احتیاج کھُلا کھُلی کہ رہا ہو پس ہمین جہت اُسکو بچنا اور اپنا بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہے بلکہ عبادات بدنی مین مشغول ہونے سے بھی افضل ہو اور پیشہ نکرنا چار شخصون کیلیے افضل ہو۔ اول جو شخص کہ عبادات بدنی کا عابد ہو دوم وہ شخص کہ اُسکو باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات مین دل کا عمل حاصل ہو سوم وہ عالم کہ علم ظاہر مین سے ایسی باتون مین مشغول ہو جو لوگونکو دین کے باب مین کارآمد ہون جیسے مفتی اور مفسر اور محدث ہین۔ چہارم وہ شخص کہ لوگون کی بہتری مین مصروف ہو اور اُنکے معاملات کا متکفل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ تو ان چارون قسمونکے لوگونکو کسب مین مشغول ہونے کی نسبت کر اپنا دھندا کرنا افضل ہو بشرطیکہ بیت المال کے مال مین سے خواہ فقرا اور علماء پر وقفی اشیاء مین سے بقدر کفایت لیتے ہون اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ اور یہ حکم نہوا کہ کن من التاجرین اس لیے کہ آپ مین یہ چارون وصف مع اور زیادہ اوصاف کے جو خارج از حیطۂ بیان ہین موجود تھے اور یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو اصحاب رضہ نے انکو تجارت کے ترک کرنے کا مشورہ دیا اس لیے کہ شغل تجارت مین مسلمانون کے کام کی فرصت کم ہوتی تھی پس آپنے یہ معمول کرلیا کہ بیت المال مین سے بقدر کفایت لے لیتے اور اسی کو بہتر سمجھا اور جب آپکی موت قریب ہوئی تو وصیت کردی کہ جسقدر مین نے بیت المال مین سے لیا ہو اس قدر اُسمین رکھدینا الا ابتدا مین اُسکا لینا ہی بہتر جانا تھا اور ان چارون شخصونکے لیے دو حالتین اور ہین ایک یہ صورت ہو کہ جب وہ پیشہ کچھ نکرین تو اُنکی کارروائی لوگون کے ہاتھ سے اور مال زکوٰۃ خواہ صدقہ وخیرات سے ہوتی جاوے اور اُنکو سوال کی حاجت نہ پڑے پس ایسی صورت مین پیشہ کا نکرنا اور اپنے کام مین مشغول رہنا بہتر ہے اس لیے کہ اسمین لوگون کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق اُنپر واجب ہو اسکا قبول کرنا خواہ اُنکے زائد از حاجت مال کو خیرات مین صرف کرانا پایا جاتا ہو دوسری حالت یہ ہو کہ سوال کی حاجت پڑے اور تامل اسمین ہو کہ جتنی تشدیدات کہ سوال اور اُسکی مذمت مین ہم نے بیان کی ہین اُن سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوال سے بچنا اولی ہو اور بدون احوال اور اشخاص کے لحاظ سے اس باب مین حکم مطلق دینا مشکل ہو بلکہ آدمی کے اجتہاد پر منحصر ہے کہ اپنے لیے جس بات مین بہتری جانے اُسکو اختیار کرے یعنی میزان عقل کے ایک پلہ مین سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا اور منت کرنی رکھے اور دوسرے پلہ مین علم وعمل مین مشغول ہونے سے جو فائدہ اپنے آپکو اور دوسرونکو ہوتا ہے اُسکو رکھے اور دیکھے کہ کونسا اسمین بھاری ہوتا ہے کیونکہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اُنکا فائدہ اور خلق کا نفع اُنکے علم وعمل مین مشغول ہونے سے بہت ہوتا ہے اور قدر کفایت اُنکی ادنی اشارہ اور کنایہ سوال سے حاصل ہو جاتی ہو اور بعضونکا معاملہ برعکس ہوتا ہو اور بعض اوقات مطلوب اور محذور چیز کا پلہ برابر پڑتا ہے اُسوقت طالب کو اپنے دل سے فتوی لینا چاہیے گو مفتی کچھ ہی حکم لگا دین

اسلیئے کہ فتوی مین سب صورتون کو تفصیل اور اصول بار یک بعض اوقات مین نہین ہوا کرتے اور سلف مین بعض لوگ ایسے ہوئے ہین کہ اُنکے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین ایک ایک روز ہر ایک کے یہان رہا کرتے تھے اور بعضون کے صرف تیس دوست تھے کہ مہینے مین ایک ایک روز ہر ایک کے یہان رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت پروردگار کے نکرتے اس لیے کہ جانتے تھے کہ جن لوگون کے یہان ہم رہتے ہین اور وہ ہماری خدمت کرتے ہین اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہین اور ہمارے قبول کے باعث اپنی گردنون پر بار منت جانتے ہین پس انکی خیرات کا قبول کرنا اُن اکابر کے حق مین علاوہ اُنکی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہے غرض کہ طالب کو ان امور مین نظر دقیق کرنی چاہیے کیونکہ لینے والے کو ثواب اسی قدر ہوتا ہے جتنا دینے والے کو ہوتا ہے بشرطیکہ لینے والا اُس مال سے اپنے امور دینی مین مدد لے اور دینے والا بطیب خاطر دیوے اور جو شخص کہ ان باتون سے واقف ہو جاویگا اُسکو ممکن ہے کہ اپنا حال جان لے اور اپنی حالت اور مصلحت وقت کی نسبت کہ جو بات اُسکے حق مین افضل ہو اپنے دل مین اُسکو واضح پاوے واللہ اعلم بہانتک پیشہ کرنیکی فضیلت بیان ہوئی اب چونکہ جن معاملات سے آدمی کچھ پیدا کرتا ہے اُنمین چار باتین ضروری ہونی چاہیین اول درستی معاملہ دوم عدل سوم احسان چہارم دین کا خوف پس ہم ان چارون باتونکو اگلی چار فصلون مین بیان کرینگے اور دوسری فصل مین درستی معاملہ کے اسباب شروع کرتے ہین

دوسری فصل بیع اور سود اور بدلی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت اور اُن معاملات کی صحت مین شرع کی شرطون کے بیان مین کہ شرع مین مدار پیداوار کا یہی چھ چیزین ہین

واضح ہو کہ اس فصل کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہے کیونکہ یہ جو حدیث مین وارد ہے طَلَبُ العِلمِ فَرِيضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسلِمٍ[1] اس سے یہی غرض ہے کہ جس علم کی حاجت ہو اُسکا سیکھنا فرض ہے اور پیشہ ور کو پیشہ کے علم کی حاجت ہوتی ہے اسلیئے اُسکو سیکھنا اس علم کا واجب ہے کہ جب اس علم سے واقف ہوگا تو معاملہ کی فاسد کرنے والی باتونکو معلوم کر لیگا اور معاملہ مین ان سے احتراز کریگا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی مشکل پیش ہوگا تو جبتک اسکو دریافت نہ کریگا تب تک اُسمین توقف کریگا کیونکہ جبتک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لیگا تو اُسکو کیسے معلوم ہوگا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اُسکے ذمہ واجب ہے اور اگر اہل معاملہ یہ کہے کہ مین علم کو اول نہین سیکھتا بلکہ اپنا کام کیے جاؤنگا جبتک کہ کوئی معاملہ مجکو پیش آوے اسوقت اُسکا مسئلہ پوچھ لونگا اور فتوی لے دریافت کر لونگا تو اُسکو یون جواب دیا جاویگا کہ جس صورت مین کہ تجکو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزونکا نہین تو تجھکو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہے کیونکہ تو معاملہ کیے جاویگا اور اسکو صحیح اور مباح جانیگا حالانکہ حقیقت مین شاید درست نہو اس نظر سے علم تجارت مین اسقدر کا جاننا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ فلان معاملہ مباح ہے اور فلان ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہے اور یہ مشکل اور یہی وجہ حضرت عمر رضہ سے مروی ہے کہ آپ بازار مین پھرا کرتے اور بعض سوداگرونکو درے مارتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار مین وہی خرید و فروخت کرے جو علم خرید و فروخت کے مسائل کا رکھتا ہو ورنہ سود کھا جاویگا خواہ اُسکی مرضی ہو یا نہو اور علم معاملات کا بہت ہے مگر ان چھون عقود مذکورہ بالا کی اکثر پیشون مین ضرورت رہتی ہے اسلیئے ہم انہین کی شرطونکو جدا جدا بیان کرتے ہین علحدہ علحدہ لکھتے ہین

پہلا بیان۔ بیع کے ذکر مین۔ بیع کو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہے۔ اور اسکے رکن تین ہین

[1] علم کا طلب کرنا فرض ہے ہر مسلمان پر ۱۲ ابن ماجہ بروایت انس رضہ اور بیہقی نے ضعیف [illegible]

رکن اول عاقد ہی یعنی معاملہ کرنے والا - سوداگر کو چاہیئے کہ چار شخصون سے بیع کا معاملہ نکرے ایک لڑکا دوم مجنون سوم غلام چہارم اندھا اسیلیے کہ لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہین تو لڑکا اگر خرید و فروخت کریگا گو اسکو ولی نے اجازت دیدی ہو اُسکی بیع امام شافعی کے نزدیک درست نہوگی اور لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سودا کریگا اور اُنکے پاس سے ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان آویگا اور اگر اپنی چیز اُنکے حوالہ کریگا اور تلف ہو جاویگی تو اُسیکا مال جاویگا اُنکو کچھ نہ دینا پڑیگا اور غلام عاقل کی خرید و فروخت بدون اُسکے آقا کی اجازت کے درست نہین تو کنجڑے اور نان بائی اور قصائی وغیرہ کو چاہیے کہ غلامون کے ساتھ کوئی معاملہ نکرین جبتک کہ اُنکے مالک اُنکو خرید و فروخت کی اجازت ندین اور مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہوسکتی ہی یا تو اسطرح کہ خود سوداگر مالک کے منھ سے سُن لے یا شہر مین مشہور ہو جاوے کہ فلان غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہی یا کوئی عادل شخص اس سے کہدے کہ یہ غلام مجاز ہی پس اگر بدون اجازت آقا کے اُس سے معاملہ کریگا تو یہ معاملہ باطل ٹھہریگا اور جو کچھ غلام سے لیگا بشرط جاتے رہنے کے اُسکا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑیگا اور جو چیز غلام کو دیگا اگر اُسکے پاس سے جاتی رہیگی تو اُسکا تاوان نہ اُسپر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہو جاویگا اُسوقت اُس سے مطالبہ پہونچیگا اور اندھے کا معاملہ اسوجہ سے درست نہین کہ بن دیکھی چیز کی خرید و فروخت کرتا ہی اس لیے اُسکی تدبیر یہ ہی کہ اُس سے کہدیا جاوے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کر دے تاکہ تیری طرف سے خرید و فروخت کرے اس صورت مین وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی لیکن اگر سوداگر خود اندھے سے معاملہ کریگا تو فاسد ہوگا اور جو چیز اُس سے لیگا اگر جاتی رہیگی تو قیمت دینی پڑیگی اور جو اندھے کو دیگا اور اُسکے پاس سے جاتی رہیگی اُسکا دام بھی نرخ بازار سے ملیگا اور کافر کے ساتھ معاملہ داد و ستد کا درست ہی مگر اُسکے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہیے اور جس صورت مین کہ وہ حربی ہو اُس وقت اُس کے ہاتھ ہتھیار بھی فروخت نہ کیے جاوین اور اگر یہ معاملات کیئے جاوینگے تو مردود ہونگے اور معاملہ کرنیوالا خدا تعالے کا گنہگار ہوگا اور ترکی سپاہی خواہ ترکمانی یا بدویا کرد اور چور اور خائن اور سود خوار اور ظالم یا اور شخص جسکا اکثر مال حرام کا ہو تو اُن کی چیز کو اپنی ملک مین نہ لانا چاہیے کیونکہ اُنکا مال حرام ہی ہان اگر کوئی خاص چیز ایسی معلوم ہو جاوے کہ بوجہ حلال اُنکے پاس آئی ہی تو اُسکے لینے کا مضائقہ نہین اور اسکی تفصیل باب حلال و حرام مین آوے گی دوسرا رکن بیع کا وہ چیز ہے جسکا معاملہ ہوتا ہے یعنی جس مال کا کہ ایک کے پاس سے دوسرے پاس چلا جانا مقصود ہی خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع اُسمین چھ شرطین معتبر ہین - اول یہ کہ وہ مال اپنی ذات سے نجس نہو اور اگر ہوگا تو بیع درست نہوگی مثلاً کتے اور سؤر اور گوبر اور پاخانہ اور ہاتھی دانت اور اسکے برتنونکی بیع درست نہوگی ہاتھی دانت کی بیع درست نہونے کی یہ وجہ ہی کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہو جاتی ہے اور ہاتھی ذبح کرنے سے پاک نہین ہوتا اور نہ اسکی ہڈی ذبح سے پاک ہو اور نیز شراب کی بیع اور جو جانور کہ کھائے نہین جاتے اُنکی چربی کی بیع درست نہین گو اُسکے چراغ مین جلانے اور کشتیون میں ملنے سے فائدہ ہو سکتا ہی اور پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ چوہے کے مرجانے سے نجس ہو جاوے تو اُسکی بیع درست ہی اسوجہ سے کہ کھانے کے سوا اور چیزون مین کام آسکتا ہے اور اُسکی ذات نجس نہین کیا ست بیرونی سے نجس ہوگیا ہے اسی طرح ریشم کے کیڑونکے انڈون کی فروخت مین میرے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ ایک جانور کی اصل ہین جو کار آمد ہوتا ہی اور انکو بیضہ [illegible] سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کی اصل ہین اس سے بہتر ہے [illegible]

بیع درست ہی اور جس صورت میں کہ وہ ہرن سے زندگی کی حالت میں علٰحدہ ہوا ہو تو اُسکی طہارت کا حکم کرنا چاہیے۔ **دوسری شرط** یہ ہی کہ وہ چیز کارآمد ہو اس سے یہ نکلا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع ناجائز ہے اور سانپ سے مداریوں کو نفع ہوتا یا سپیرونکا نفع کہ سانپ کو ہانڈی سے نکال کر لوگونکو دکھلاتے پھرتے ہین قابل لحاظ نہین یعنی اسوجہ سے اسکی بیع جائز نہو گی۔ اور بلّی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے اور شیر کی اور اُن جانورون کی جو شکار کی لیاقت رکھتے ہین یا اُنکا چمڑا کارآمد ہی درست ہو اور بوجھ لادنے کے لیے ہاتھی کی بیع درست ہی اور طوطے اور مورا اور خوشرنگ جانورونکی بیع گو وہ کھانے مین نہ آوین درست ہی اسلیے کہ اُنکی آواز سننی اور صورت سے دل بہلانا ایک مباح غرض ہی ہان کُتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اسکو نہ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ممانعت[1] فرمائی ہی اور بین و سارنگی و چنگ اور ستار کے باجون اور کھیل کے باجون کی بیع جائز نہین اس لیے کہ انمین شرعًا کوئی نفع نہین اسی طرح مٹی کے کھلونے جو عیدون اور میلون مین لڑکون کے لیے بکتے ہین اُنکا لینا جائز نہین اس لیے کہ شرعًا اُنکا توڑنا واجب ہے مگر درخت وغیرہ کی مورت کا مضائقہ نہین اور کپڑون اور طبقون پر جو جانورونکی صورتین ہوتی ہین انکا بیچنا درست ہے اور یہی حال تصویردار پردہ کا ہے مگر اتنا فرق ہی کہ ان چیزونکا استعمال رکھے ہوئے درست ہے اور اوپر لٹکانا درست نہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو ارشاد فرمایا کہ اسکا بچھونا بنا لو۔ پس چونکہ من وجہ اُن سے نفع لینا درست ہی تو اسی وجہ کے باعث انکی بیع بھی صحیح ہی **تیسری شرط** یہ ہی کہ معقود علیہ عاقد کی ملک ہو یا مالک کی اجازت سے اُسکا عقد ہوتا ہو پس اگر کوئی چیز غیر مالک سے مول لے اس توقع پر کہ مالک اجازت دیدیگا تو یہ عقد صحیح نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض مالک بعد کو راضی بھی ہو جاوے تو ازسرنو معاملہ کرنا واجب ہی اسی طرح اگر زوجہ سے شوہر کا مال مول لے یا شوہر سے زوجہ کا یا باپ سے بیٹے کا خواہ بیٹے سے باپ کا اس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہو جاویگا تو راضی ہو جاویگا تو یہ معاملہ صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ رضاء مالک بیع سے مقدم ہونی چاہیے اور وہ ان صورتون مین پائی نہین گئی اور ایسے معاملے بازارون مین ہوتے ہین مگر بندہ دیندار کو چاہیے کہ اُن سے احتراز کرے **چوتھی شرط** یہ ہے کہ معقود علیہ ایسی چیز ہو جسکو شرعًا اور حسًّا حوالہ کر سکتا ہو تو جو چیز حسًّا حوالہ نہ کرسکے گا اُسکی خرید و فروخت درست نہ ہوگی جیسے بھاگا ہوا غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور نر کا مادہ پر ڈالنا اسیطرح جانور کے پشت پر کی اُون کو بیع کرنا اور تھنونکے اندر کے دودھ کو بیچنا درست نہین اسلیے کہ اُسکا مشتری کو دینا دشوار ہی اور مبیع اور غیر مبیع ملے جلے ہین اور جن چیزونکا مشتری کو دینا شرعًا متعذر ہی وہ ایسی ہین جیسے مرہون اور وقف کی چیز اور اُمّ ولد تو اُنکی بیع بھی درست نہین اسیطرح ماں کا بیچنا بدون اُسکے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو خواہ بچے کو فروخت کرنا بدون اسکی والدہ کے جائز نہین کیونکہ بیع کی صورت مین اگر مبیع حوالۂ مشتری کریگا تو دونون مین جدائی ہو جائیگی اور بچہ کو اسکی ماں سے جُدا کرنا حرام ہے **پانچوین شرط** یہ ہے کہ مبیع کی تعیین اور مقدار اور وصف معلوم ہو تعیین کے علم سے یہ مراد ہی کہ معین چیز کی طرف اشارہ کردے اس سے یہ نکلا کہ اگر بائع یون کہے کہ تیرے ہاتھ اس گلے مین سے ایک بکری مین نے بیچی جون سی تو چاہے یا ان تھانون مین سے جو تیرے سامنے ہین ایک تھان بیچا یا اس کپڑے مین سے ایک گز فروخت کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اس زمین مین سے دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ دین مین سستی برتنے والے انکے عادی ہین ہاں اگر یون کہے کہ اس چیز کا آدھا یا چوتھائی یا دسوان حصہ فروخت کرتا ہون

[1] بخاری و مسلم برروایت ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ۱۲

تو بیع جائز ہوگی اور مقدار بیع کا علم ناپنے یا تولنے یا اُسکے دیکھنے سے ہوتا ہے پس اگر بائع یوں کہے کہ اس کپڑے کو تیرے ہاتھ اسقدر پر بیچا جو دن
جتنے پر فلان شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہے حالانکہ دونوں کو اُسکا حال معلوم نہیں تو یہ بیع باطل ہوگی اسی طرح اگر یوں کہے کہ اس پتھر کے وزن کے برابر
فروخت کیا اور معلوم نہیں کہ وہ وزن مروج کی رو سے کتنا ہے تو بیع باطل ہے اور اگر یوں کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہوں کا ڈھیر فروخت کیا یا ان ہمیانی
کے روپیہ کی عوض یا سونے کے اس ٹکڑے کے عوض بیع کیا اور مشتری اُن چیزوں کو دیکھ رہا ہے تو بیع درست ہوگی اور مقدار پہچاننے میں صرف
نظر کا اندازہ کافی ہوگا اور وصف کا علم چیزونکو دیکھنے سے ہوا کرتا ہے تو غائب چیز کی بیع درست نہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے
ہوئے اتنے دن گذرے ہوں کہ اسقدر عرصہ میں غالبًا وہ بدلی نہو گی تو بیع درست ہوگی مگر مذہب ٹھیک یہی ہے کہ وصف دیکھنے کے
قائم مقام نہیں ہوتا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ + اور بنی ہوئی چیزوں میں تو ریشمی کپڑوں کی بیع اسکے نقوش کے اعتبار پر درست نہیں جبتک
کہ پیش نظر نہو اور گیہوں کی بیع بالی کے اندر نا جائز ہے اور چاول کی بیع اُس پوست کے اندر جس سمیت وہ ذخیرہ کیا جاتا ہے اور دھان کہلاتا ہے
درست ہے اور ایسا ہی بادام اور ناریل کی بیع اندرونی چھلکے کے اندر درست ہے دونوں پوست سمیت جائز نہیں اور باقلا تر کی بیع دونوں پوستوں
میں ضرورت کی وجہ سے درست ہے اور فقاع کی بیع میں تسامح کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ سلف کے لوگ اسکی بیع کے عادی تھے اور ہم اس پینے کو
بدلے کے عوض میں اباحت ٹھہراتے ہیں پس اگر اسلیئے خریدیگا کہ اسکو فروخت کرے تو قیاس یہی ہے کہ بیع باطل ہو اس لیے کہ وہ پیدائش کی رو سے
پوشیدہ نہیں رہتا اور یہ بھی بعید نہیں کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کی جاوے کہ باہر نکالنے سے وہ انار کی طرح بگڑ جاتا ہے اس لیے اسکو بدون نکالنے
کے فروخت کرنے میں مضائقہ نہیں چاہیئے اور مستور الخلقت چیزوں میں چھٹی شرط یہ ہے کہ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ
میں آجانی چاہیئے اور یہ ایک شرط خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جسپر بائع نے قبضہ نکیا ہو اور اس
باب میں زمین اور منقول چیز یکساں ہے تو جس چیز کی خرید و فروخت قبض سے پیشتر ہوگی اسکی بیع باطل ہوگی اور منقول چیز کا قبضہ اُٹھا لیجانے سے
ہے اور زمین کا قبضہ اسطرح ہے کہ دوسرے کی چیز اسمیں کچھ نہ رہنے پاوے اور غیر کا تصرف اُٹھ جاوے اور جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اُسکا قبضہ
بدون ناپنے کے کامل نہوگا اور ترکہ کی بیع اور وصیت اور ودیعت کے مال کی اور ایسی چیزوں کی جن میں ملک بوجہ عوض لینے کے نہوئی ہو قبضہ سے
پہلے جائز ہے ساتویں شرط رکن بیع کا لفظ عقد ہے اسمیں ایجاب اور اسکے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے لفظوں سے جن سے مقصود نکلتا ہو اور صراحۃً
یا کنایۃً غرض سمجھ میں آتی ہو ضرور ہے مثلاً اگر یوں کہے کہ میں نے تجکو یہ چیز اتنے کے بدلے دی بجائے یوں کہنے کے کہ تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور
دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کی تو بیع درست ہوگی بشرطیکہ دونوں کا مقصود ان الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگر یہ الفاظ دو کپڑوں یا گھوڑوں
وغیرہ میں جاری ہونگے تو ان الفاظ سے منگنی کا احتمال بھی ہوسکتا ہے اور نیت کے باعث احتمال دور ہوجاتا ہے اور تصریح کر دینے سے کچھ خصوصیت
ہی نہیں ہوتی مگر کنایہ سے جس چیز میں بیع ہوگا اس سے ملک اور حلال ہونیکا فائدہ ہوگا۔ اور بیع میں ایسی شرط نہ لگانی چاہیے جو مقتضاے عقد کے خلاف
ہو مثلاً یہ شرط کرے کہ کسی قدر زیادہ دینا یا یہ کہ بیع کو ہمارے گھر پہونچا دینا یا لکڑیاں خریدیں اس شرط پر کہ گھر پر ڈلوا دینا تو یہ شرطیں فاسد ہیں
ہاں اگر مبیع کے پہونچانے کی اُجرت بیع سے جداگانہ معین ہوگئی ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور جبکہ بائع اور مشتری میں صرف دادوستد ہوئی ہو اور
زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعی رح کے نزدیک اسطرح کی بیع سرے سے نہیں ہوتی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک حقیر چیزوں میں ایسی بیع

کیا ہے اسکو ... تحت ... ۱۲ ... ابو داؤد بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲

درست ہے مثلاً صراف کے ہاتھ مین پیسہ حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیون کا اُس نے مشتری کو دیدیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو درست ہی اس صورت
مین حقیر چیزون کا ضبط کرنا کہ کون کون سی ہین مشکل ہی اگر اس امر کو عادت پر منحصر کیا جاوے تو لوگ حقیر چیزون سے تجاوز کرکے نفیس مین بھی
ایسا کرنے لگین مثلاً دلال بزاز کے پاس آکر تھان دیبا دس روپیہ کا مشتری کے پاس لیجاتا ہی اور دوبارہ اُس سے آکر کہتا ہی کہ مشتری دس
روپیہ پر راضی ہی بائع کہتا ہی کہ اس سے دس لے اور وہ مشتری سے دس لیکر بزاز کو دیتا ہی اور وہ اُنکین تصرف کرتا ہی ادھر مشتری
تھان کو قطع کرتا ہی حالانکہ دونون مین ایجاب اور قبول ہرگز نہین ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دوکان پر جمع ہوتے ہین اور وہ کوئی
چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہی ایک اُسکے نوے لگاتا ہی دوسرا پچانوے کہتا ہی تیسرا اسّو کہتا ہی اُس سے کہتے ہین کہ اچھا گن دو وہ سو
گن کر بائع کے حوالہ کرتا ہی اور چیز کیسے لیتا ہی بدون ایجاب وقبول کے تو یہ ہمیشہ کی عادت ہوگئی ہی اور ایسا روگ ہی جو علاج پذیر
نہین ہے اسلیے کہ ایسی صورت مین تین احتمالات ہوسکتے ہین اول یہ کہ بدون ایجاب وقبول کے داد وستد سے بیع مطلق درست ہوجاوے
خواہ حقیر چیز کی ہو یا نفیس کی اور یہ محال ہی اس لیے کہ اسمین ایک کی ملک دوسرے کے پاس بدون ایسے لفظ کے جس سے نقل ملک
معلوم ہو چلی جاویگی اور خدا تعالی نے تو بیع کو حلال فرمایا ہی جو ایجاب وقبول کا نام ہی اور وہ ہوا نہین اور صرف دینے اور لینے
کے فعل پر لفظ بیع بولا نہین گیا تو کیسے حکم کردیا جاوے گا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک مین چلی گئی خصوص لونڈیون اور غلامون
اور زمینون اور عمدہ چوپایون اور اُن چیزون مین جنمین اکثر نزاع ہوا کرتا ہی یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار ہی کہ پھر جاوے اور کہے
مین نادم ہوا اور مین نے فروخت نہین کیا مجھ سے صرف یہی فعل ہوا کہ چیز دیدی اور دیدینا بیع نہین ہی دوسرا احتمال یہ ہی کہ اس قسم کی
بیع کا باب بالکل مسدود کیا جاوے جیسے امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ صرف داد وستد سے عقد باطل ہوتا ہی اور اس احتمال مین دو وجہ سے
مشکل پڑتی ہی اول تو یہ کہ قریب بصواب یہی معلوم ہوتا ہی کہ اسطرح کا معاملہ حقیر چیزون مین صحابہ رض کی عادت مین داخل تھا اور اگر بالفرض
وہ لوگ کنجڑے اور نانبائی اور قصائی وغیرہم سے ادنی ادنی معاملون مین ایجاب وقبول کیا کرتے تو ایک تو یہ فعل اُنپر گران گذرتا علاوہ ازین
انکا یہ فعل نقل متواتر سے نقل کیا جاتا اور کوئی نہ کوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اُسمین یہ عادت بالکل متروک ہوتی کیونکہ ایسی باتون مین زمانے
مختلف ہوا کرتے ہین دوسری مشکل یہ ہی کہ آدمی اب اس عادت مین نہایت درجہ کو مبتلا ہین جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے وغیرہ
کی مول لیتا ہی وہ یہ بھی جانتا ہی کہ بائع کی ملک اسپر معاطاۃ سے ہوئی ہی تو جس صورت مین یہ نوبت ہی تو پھر الفاظ عقد بولنے کو نسا فائدہ
ہے تیسرا احتمال یہ ہے کہ حقیر اور نفیس چیزون مین حکم جداگانہ ہو جیسے کہ امام ابوحنیفہ ارشاد فرماتے ہین اس صورت مین دو دقتین ہونگی اول
حقیر چیزون کا ضبط کرنا دوم ملک کے بدلنے کا سبب بدون زبان سے کوئی لفظ نکلنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جاوے اور ابن شریح
نے امام شافعی رح کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رح کے نکالا ہی یعنی اس مسئلہ مین امام اعظم رح کے قول کے بموجب فتوی دیا ہی اور یہ قول واقع
مین اعتدال کے قریب تر ہے اور چونکہ اسکی حاجت پڑتی ہی اور خلق مین بہت مروج ہو رہا ہے اور بظن غالب یہی معلوم ہوتا ہی کہ زمانہ صحابہ رض
مین یہ امر معتاد تھا تو ان وجوہات کی نظر سے اگر ہم اس قول کی طرف رجوع کرین تو کیا مضائقہ ہے باقی رہا اُن دونون دقتون کا جواب تو حقیر
چیزون کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ ہمپر ضرور نہین کہ بتکلف اُنکی مقدار معین کرین کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہے بلکہ اس بات مین دو طرفین

کھلی کھلی ہیں اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری حقیر چیزیں بیع میں صرف داد و ستد
مروج ہے اور زبان سے ایجاب قبول کی عادت نہیں مول لیوے تو یہ طرف حقارت کی ہے اسمیں مشتری اگر طالب ایجاب و قبول ہوتا ہے
تو لوگ اسکو خسیس جانتے ہیں اور اسکے تکلف کو برا اور بیجا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلان شخص ادنی چیز کو تولتا ہے اور بال کی کھال نکالتا ہے
اور دوسری طرف جو نفاست کی ہے وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینیں اور نفیس کپڑے ہیں کہ انمیں ایجاب قبول کے تکلف کو لوگ
بعید نہیں جانتے اور ان دونوں طرفوں کے درمیان میں جو چیزیں ہیں وہیں مقام شک اور شبہہ میں رہیں پس دیندار کو چاہیے کہ انمین
راہ احتیاط کی چلے - اور شرع کے جتنے قواعد اسطرح کے ہیں کہ عادات سے معلوم ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انکے اطراف کھلے
کھلے ہوتے ہیں اور درمیانی امور مشکل اور مشتبہ ہوا کرتے ہیں اور دوسرے وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنے کی ہے اسکی یہ تدبیر ہے
کہ ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہیے اسلیے کہ لفظ بھی تو سبب بذات خود نہیں ہوا کرتا بلکہ اسکی دلالت ہی سبب
پڑتی ہے اور ہاتھ کے فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اخیر حاجت کا ہونا اور پہلے لوگوں کا اسکو برتنا ضمیمہ ہو گیا
علاوہ ازین ہدیوں کا قبول کرنا بدون ایجاب و قبول سب کی عادت ہے حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ میں بھی ہے اور کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا
کہ جب چیز کے عوض میں ملک بدلے تب ایجاب و قبول ضروری ہو اور جب بدون عوض بدلے تو ضرورت ایجاب و قبول کی نہ رہی ہاں
یہی ہے کہ پہلے لوگوں کی عادت اسی طرح تھی کہ ہدیہ حقیر چیز کا ہو یا نفیس کا اسکو بلا ایجاب و قبول منظور کرتے تھے بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو
اسمین ایجاب و قبول کی طلب کو برا سمجھتے تھے اور بیع میں سوا ادنی چیزوں کے اور کسی میں ایجاب و قبول ہونے کو برا نہ جانتے تھے
غرضکہ ہمارے نزدیک یہ احتمال نہایت درجہ درست ہے اور معتدل اتقی دیندار کو شایان ہے کہ ایجاب و قبول ترک نکرے تاکہ شبہہ خلاف
سے بری ہو جاوے یعنی جس صورت میں کہ اسکو یہ معلوم ہو کہ بائع اس چیز کا مالک بدون ایجاب قبول کے ہوا ہے تو اسکے لیے مناسب نہیں
اس وجہ سے خود ایجاب و قبول نکرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کی ملک کی معلوم نہیں ہوا کرتی کیا عجب ہے کہ اسنے وہ چیز ایجاب و قبول ہی سے لی ہو
ہاں اگر اسکے لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ میں نے خود بدون ایجاب و قبول کے لی ہے تو اس صورت میں
وہ چیز اس سے خرید نکرے کسی اور سے مول لے لے پس اگر مبیع حقیر چیز ہو اور مشتری کو اسکی ضرورت بھی ہو تو زبان سے ایجاب و قبول کر لے
کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کو بائع سے جھگڑا نہ ہوگا اسوجہ سے کہ لفظ صریح سے پھر نا ممکن نہیں اور فعل سے البتہ پھر جانا ممکن ہے
اب اگر یہ کہو یہ بات خریدنے کی چیزوں میں تو ہو سکتی ہے لیکن جس صورت میں کہ کسی ضیافت میں گیا خواہ کسی کے یہاں مہمان ہوا اور اسکو معلوم ہے
کہ وہ لوگ بیع میں صرف داد و ستد پر اکتفا کرتے ہیں اور زبانی ایجاب و قبول نہیں کرتے یا ان سے اس امر کو سنا خواہ اپنی آنکھ سے انکے معاملات
دیکھے تو اس صورت میں اسکو کیا کرنا چاہیے انکے کھانے سے دست کش ہونا چاہیے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ چیز کے خریدنے سے تو بلا شک احتراز واجب
ہے بشرطیکہ نفیس ہو اور حقیر نہو مگر کھانے سے دست کش ہونا واجب نہیں اسلیے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے میں تردد کریں تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے
میں کیا تردد چاہیے اباحت کا حال زیادہ گنجائش رکھتا ہے اور ملک کی تبدیل کے معاملہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے جو کھانے کی چیز کہ مہمان کو آگے سے بھیج
ہوتی ہے بائع کا اسکو دینا لینا اجازت اکل ہونا دفع ہوگا بقرینہ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت حمام میں جانے کی قرینہ حالیہ سے سمجھی جاتی ہے اسیطرح تسلیم

اس امر کی بھی اجازت پائی جاوے گی کہ مشتری جسکو چاہے اُس چیز کو کھلاوے یعنی بائع کا مبیع کو حوالہ کردینا اُس سلیکے قائم مقام کرلیا جاویگا کہ
مین نسبہ کھلانے کی چیز مشتری کو مباح کر دی چاہے خود کھاوے چاہے دوسرے کو کھلاوے تو اس صورت مین مشتری کو اُسکا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا
اور اگر بائع تصریح کر دیتا اور کہتا کہ اس کھانے کو کھالے اور کھانے کے بعد مجکو اُسکا عوض دے دینا تو کھانا حلال ہوجاتا اور کھانے کے بعد
اُسکو تاوان دینا پڑتا یہ ہے فقہ کا قیاس میری دانست مین لیکن تعاطی کے بعد مشتری بائع کی ملک کھاویگا اور اُسکو ضائع کریگا تو مشتری پر
تاوان چاہیے اور نرخ بازار کے موافق دام اُسکے ذمہ پر واجب الادا ہوے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو دیے ہین اگر وہ مبیع کی قیمت کے مثل ہین
تب تو بائع اپنا حق پاچکا اسکو اختیار ہی کہ اُنمین تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ جسپر اُسکا مطالبہ ہو اُس سے مطالبہ کرنے مین عاجز ہو اور اگر مطالبہ پر
قادر ہے تو اس صورت مین جو دام پاچکا ہے اُنمین تصرف مالکانہ نکرسکے اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ مشتری اُن داموں کو قرض مین دینے پر راضی نہو تو ایسی
صورت مین بائع کو چاہیے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے مگر چونکہ تعاطی کی صورت مین رضا طرفین بقرینہ حالیہ چیز کے دینے کے وقت معلوم ہوتی
ہے تو اس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا کر اگر بائع مشتری کے دیے ہوے داموں سے اپنا حق لیوے تو کچھ بعید نہین پھر بھی بہرحال بائع کی
جانب زیادہ دقیق ہے کیونکہ جو کچھ اُسنے مشتری سے پایا ہے اُسمین کبھی تصرف کرنا چاہتا ہے اور یہ تصرف اُسکا ہو نہین سکتا جبتک
کہ مشتری کے ہاتھ مین اُسکی چیز تلف نہ ہوے پھر بعض اوقات اُسکو یہ حاجت پڑتی ہو کہ قصد تملک از سرنو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی
جو فعل سے مستفاد ہوتی ہے نہ قول سے اُسکی جہت سے مالک ہو جاتا ہو مگر کھانے کی چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اُسکو اُس سے اور کوئی غرض
بجز کھالینے کے نہین تو اُسکی جانب اتنا بکھیڑا نہین کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینہ حال سمجھی جاتی ہو اُسی سے کھانا مباح ہوجاتا ہو لیکن تقریر
گذشتہ سے کبھی یہ لازم آتا ہے کہ مہمان جو چیز کھاکر تلف کردے اسکا تاوان اُسکے ذمہ پر ہو اور یہ تاوان اُسوقت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو
جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرے تو اُسوقت مین گویا میزبان اُسکا قرض ادا کریگا اور جو اُسکے ذمہ تھا
وہ اپنے ذمہ پر لیویگا غرضکہ تعاطی کا قاعدہ نہایت دقیق ہو اس باب مین فتوی دینے کی بنا اُنھین احتمالات اور ظنون پر ہے
جو ہم نے بیان کیے اور پرہیزگار آدمی کے لیے اتنا ہی چاہیے کہ وہ اپنے دل سے فتوی لیوے اور شبہون کی جگہ سے احتراز کرے
دوسرا بیان سود کے معاملے ذکر مین - اللہ تعالی نے سود کو حرام فرمایا اور اُسکے باب مین تشدد کیا تو جتنے صراف اور سونے چاندی کا
معاملہ کرنے والے ہین خواہ غلہ کی تجارت کرتے ہین اُنپر سود سے احتراز کرنا واجب ہی کیونکہ سود دو ہی چیزون مین ہوتا ہی ایک نقدین دوم غلہ مین
صراف کو چاہیے کہ اُدھار اور زیادتی سے بچے - اُدھار سے بچنے کے یہ معنی ہین کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی کسی چیز کے بدلے مین بیچے
تو چاہیے کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اُسی مجلس مین قبضہ کرلین یہ نہو کہ بائع کی چیز آج لے اور اپنی چیز مشتری
کل دیوے یا کچھ عرصہ کے بعد حوالہ کرے غرضکہ سونے چاندی کی بیع مین اُدھار نہونا چاہیے اس سے یہ نکلا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی ٹکسال مین
دیوین اور اُسکے عوض اشرفیان خواہ روپیہ بعد کو لیوین تو اُدھار ہونے کی جہت سے یہ بیع حرام ہوگی اور اس وجہ سے بھی حرمت ہی کہ برابری مبیع
اور ثمن مین نہین ہوتی کیونکہ ٹکسال مین جو سونے چاندی کا وزن بعد ٹھپہ لگنے کے اسقدر نہین رہتا جتنا پیشتر تھا - اور زیادتی سے بچنا یہ ہے کہ تین
باتون سے احتراز کرے اول سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکہ سے بیچنے سے کہ دونون کی بیع درست نہ ہوگی جبتک کہ دونون ایک سے نہ ہونگے

دوم کھوٹے سکے کو کھرے کے بدلے مین بشرطیکہ دونون کی تول مین فرق ہو تو ایسا نہ چاہیے کہ جس سکّہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا ہو اُسکو ایسے سکے سے
بدلے جسکا مال کھوٹا اور وزن مین زیادہ ہو اور یہ دونون اُس صورت مین ناجائز ہین کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جاوے
لیکن اگر مبیع اور ثمن مختلف جنسین ہون کہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہین تیسری صورت یہ ہو کہ جو
چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیان جن مین چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہو گی تو اُسکا معاملہ ہرگز درست نہوگا
ہان اگر وہ سکّہ شہر مین رائج ہو گا تو ہم اُسکے معاملے کی صحت کا حکم کرینگے اس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہو اور یہی حال ہے اُن روپیونکا
جن مین تانبا ملا ہو کہ اگر شہر مین چلتے نہ ہونگے تو اُنسے معاملہ صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ اُنسے مقصود چاندی ہے اور وہ معلوم نہین کہ کتنی ہے اور
اگر شہر مین رائج ہونگے تو ہم اُن سے معاملہ کرنے کی اجازت دینگے حاجت کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ اس صورت مین اُنکی چاندی
نکالنی مقصود نہین مگر چاندی کے عوض مین ہرگز اُنکی دادوستد نہ ہونی چاہیئے۔ اور اسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اُسکا
خریدنا سونے کے عوض درست نہین اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کے عوض خریدنا چاہیے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت
مین کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ مین رکھنے سے جدا سونا نہ نکل سکے تو ایسے زیور کی بیع اُسکے ہموزن چاندی کے عوض خواہ سوا چاندی
کے جس چیز کے عوض مشتری چاہے جائز ہے۔ اور اسی طرح صراف کو سونے کے عوض مین ایسا ہار نہ خریدنا چاہیئے جسمین سونا اور پوت دونون ہون
اور نہ اُنکو سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے بلکہ چاندی کے عوض اُسکی خرید و فروخت یدًا بید کرے اگر اُسمین چاندی نہو اور جو کپڑا کہ سونے کے
تار سے بنا ہوا ہو اسطرح کہ جلانے سے اُسکا سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اُسکو سونے کے عوض خریدنا جائز نہین ہے چاندی وغیرہ کے بدلے مین درست
ہے۔ اور کھانے کی چیزون کی سوداگری کرنے والون کو چاہیے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہون تو خواہ ایک ہی ہو یا مختلف مجلس عقد مین اُنکا
تقابض کر لیا کرین جیسے گیہون کو گیہون کے بدلے فروخت کرین یا چنے کے عوض یا دونون صورتون مین اس ہاتھ دین اُس ہاتھ لین اور اگر مبیع اور ثمن
ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہے کہ دونون چیزین برابر بھی ہون اور اس باب مین کئی ایک معاملے لوگون مین رائج ہو رہے ہین حالانکہ وہ
درست نہین مثلاً قصائی کو بکری زندہ دیتے ہین اور اُسکے عوض مین اس سے نقد یا اُدھار لیتے ہین اور یہ حرام ہے یا نان بائی کو گیہون دیکر اُنکے عوض
اُس سے روٹی نقد یا اُدھار لیتے ہین یہ بھی حرام ہے یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون اور سرسون وغیرہ دیتے ہین تاکہ ان چیزون کے عوض اُس سے
اُنکا تیل اسوقت خواہ کچھ عرصہ کے بعد لیوین حالانکہ یہ بھی حرام ہے اسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہین کہ اُس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز
دودھ کی لیوین وہ بھی حرام ہے غرضکہ اشیاء خوردنی مین سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جاوے تو اُسمین اُدھار نہ ہونا چاہیے اور اگر اُسی جنس کے عوض
ہو تو اُسمین برابری بھی ضروری ہے اور جو چیز کہ کسی خوردنی چیز سے بنتی ہے اُسکی بیع عوض مین اس خوردنی کے درست نہین خواہ دونون برابر ہون یا کم و بیش مثلاً آٹا
اور روٹی اور ستو جس غلہ کا ہو اُنکی بیع اس غلہ کے عوض نہ چاہیے اور سرکہ اور شیرہ اور دوشاب جس میوہ کا ہو اُسکی بیع اُس میوہ کے عوض نہ ہونی چاہیے اور گھی اور
مکھن اور مٹھا اور پنیر اور کھویا جو دودھ سے بنتے ہین اُنکی بیع دودھ کے عوض نہ چاہیے اور مبیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی مین جب ہی تک کارآمد ہے
کہ وہ چیزین ذخیرہ کرنے کی ہون اور جب ایسی ہون کہ قابل ذخیرہ کرنے کے نہون اور ایک حال پر نہ رہتی ہون تو اُن مین برابری مفید نہوگی اس بنا پر
خرمای تر کی بیع خرمای تر کے عوض مین اور انگور کی انگور کے بدلے مین درست نہ ہوگی خواہ مبیع و ثمن برابر ہون یا کم و بیش۔ پس یہ چند امور ہوئے

جو بیع کی تعریف مین اور مقامات فساد پر تاجر کے واقف کرنے مین کافی ہین کہ جب اسکو کچھ شک ہو یا کوئی بات سمجھ مین نہ آوے تو دریافت کرے اور اگر اس قدر باتین بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کی جگہون سے بھی ناواقف رہے گا اور نادانستہ سود اور حرام مین داخل ہوجاوے گا
تیسرا بیان سلم یعنی بدنی کے ذکر مین تاجر کو اس باب مین دس شرطون کا لحاظ چاہیے **اول** یہ کہ راس المال جو پیشگی دیا جاوے وہ معلوم ہو مجہول نہو تاکہ اگر طرف ثانی بدنی کی چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کی قیمت اُس سے واپس لے سکے پس اگر اول ایک مٹھی بھر روپیہ اٹکل سے دیدے کہ اُسکے عوض اتنے گیہون لین گے تو ایک روایت کے بموجب یہ بدنی درست نہوگی **دوم** یہ کہ راس المال کو جدا ہونے سے پیشتر عین عقد کی مجلس مین حوالہ کردینا چاہیے اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نکریگا اور دونون اس مجلس سے علیحدہ ہوجاوینگے تو بدنی ٹوٹ جاویگی **سوم** یہ کہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کی بدنی کیجاوے وہ ایسی شے ہو کہ اُسکے اوصاف کو بتلا سکین جیسے غلہ اور حیوانات اور کانکی چیزین اور روئی اور اون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور گندھیونکی چیزین اور جو اُنکے مثل ہو اور معجونون اور مرکب چیزون کی بدنی اور ایسی اشیا کی جن کے افراد مختلف ہوتی ہون جیسے کمانین اور تیر بنائے ہوئے اور موزے اور جوتے جنکی افراد اور روخت مختلف ہون اور حیوانات کے چمڑونکی بدنی درست نہین اور روٹی کی بدنی جائز ہے اور روٹی مین جو آب و نمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہوجاتا ہے وہ معاف ہے اور اُس سے چشم پوشی کرلی جاتی ہے **چہارم** یہ کہ جو چیزین وصف کے قابل ہون اُنکے اوصاف کامل طور پر بیان کردیے جائین یہانتک کہ ایسا وصف کوئی نہ رہنے پاوے جسکے سبب سے چیز کی قیمت مین اتنا فرق ہوجاوے کہ لوگ اُسکو ناگوار جانین اور اتنی گھٹی نہ اُٹھا وین کیونکہ ایسے اوصاف بیان کرنے قائم مقام دیکھ لینے بیع کے ہین بیع مین **پانچوین** یہ کہ اگر بدنی مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یون نکہے کہ کھیت کٹنے یا پھل پکنے تک بدنی کرتے ہین بلکہ مہینون اور دنونکے شمار سے مدت مقرر ہونا چاہیے اسلیے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہوجاتا ہے **چھٹے** یہ کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکو آدمی وعدے کے وقت دے سکے اور بظن غالب اُسوقت اُسکے معدوم ہونے سے مامون ہو تو یون نچاہیے کہ انگور اور دوسرے میوونکی بدنی ایسی مدت پر کرے جسمین وہ نہ پکین لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالبًا اسوقت مسلم فیہ موجود ہوتے مگر وعدے پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار رہے کہ چاہے اُسکو مسلم فیہ کے بہم ہوجانے تک مہلت دے یا معاملہ کو فسخ کرکے اپنا مال دیا ہوا واپس لے **ساتوین** یہ کہ جس مکان پر مسلم فیہ کو دیگا اُسکا ذکر کردینا چاہیے بشرطیکہ چیزین مکان کے اختلاف سے مختلف قیمت ہوتا ہو تاکہ اسکے باعث نزاع نہ پیدا ہو **آٹھوین** یہ کہ مسلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نکرے مثلاً یون نکہے کہ اس کھیت کے گیہون یا اس باغ کا پھل لینگے کیونکہ اس قید سے مسلم فیہ کا دین ہونا باطل ہوجاتا ہے ہان اگر یون کہے کہ فلان شہر کا پھل یا فلان قصبۂ کلان کا لینگے تو کچھ ہرج نہین اُس شخص کو وہی دینا پڑیگا **نوین** یہ کہ مسلم فیہ کوئی ایسی چیز نہو جسکا وجود کمیاب ہو مثلاً موتی کہ ایسے اوصاف کہدیے کہ اسطرح کا کم ملتا ہو یا کسی خوبصورت لونڈی کو مسلم فیہ قرار دیا اور کہدیا کہ بچہ بھی اُسکے ساتھ ہو یا اور اسیطرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے - **دسوین** یہ کہ جب راس المال کوئی شے خوردنی ہو تو مسلم فیہ کھانے کی چیز نہ ہونی چاہیے خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہو اور راس المال اگر از قسم نقد ہو تو مسلم فیہ نقد نہ ہونا چاہیے چنانچہ اسکا ذکر سود مین ہم کرچکے ہین

چوتھا بیان معاملۂ اجارہ کے بیان مین جسکو نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہین - اس معاملہ کے دو رکن ہین اول اُجرت

دوم منفعت معاملہ کرنے والا اور الفاظ معاملہ اسمین ویسے ہی معتبر ہونگے جو ہم بیع مین ذکر کر چکے ہین اور اُجرت اس معاملے مین ایسی ہے
جیسے ثمن ہو بیع مین اس لیے جو شرطین ہم مبیع مین ثمن کے لیے لکھ آئے ہین انھین چیزونکے ساتھ اُجرت کا معلوم اور موصوف ہونا چاہیے
بشرطیکہ اُجرت نقد چیز ہو اور اگر دین ہو تو اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیے اور اس معاملے مین اُن باتون سے احتراز کرنا چاہیے جنکی
عادت لوگونکو پڑ رہی ہے اور اُنکی کچھ اصل نہین مثلاً گھر کو کرایہ دینا اُسکی تعمیر کے عوض مین کہ اسمین مقدار تعمیر مجہول ہو - اور اگر کرایہ کے روپیے مقرر کیے اور
کرایہ دار سے شرط کر لی کہ اُنکو تعمیر مین لگا دینا تو جائز نہوگا اس لیے کہ تعمیر مین لگانے کا عمل مجہول ہو - اور اگر جانور کی کھال کھنچوائی اور اجرت مین کھال کو
مقرر کر دیا خواہ مردار کو اُٹھوایا اور اجرت مین اُسکی کھال اُٹھانے والے کو دیڈالی یا آٹا پسوایا اور بھوسی کو اجرت ٹھہرایا خواہ کچھ آٹے
مین سے دینا کہا تو یہ معاملے باطل ہین اور یہی حال ہر ایک اُجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہیے کہ ایسی چیز کو
اجرت مقرر نکرے اور ایک صورت یہ ہو کہ مکانون اور دوکانون کے کرایہ مین بہت سے دونون کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دیوین پس اگر یہ کہدیوین کہ
ہر مہینے پیچھے ایک دینار ہو اور مدت کرایہ کے مہینے نہ بیان کرین تو مدت مجہول رہیگی اور اجارہ منعقد نہوگا - دوسرا رکن اجارہ کا منفعت
ہے جو اجارہ سے مقصود ہو اور وہ صرف کام ہو اور جو کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنے والے کو اسمین محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے
کی طرف سے اسکو سلوک کے طور پر کر دیتا ہو تو ایسے کام کے لیے اجارہ درست ہو اور اجارہ کے سب فروع اس قاعدہ کلیہ مین مندرج ہین
مگر ہم اُنکی تفصیل سے کلام کو طول نہین دیتے اسلیے کہ فقہیات مین ہم اُنکو مفصل لکھ چکے ہین اس کتاب مین صرف اُن چیزون پر اشارہ کرتے ہین
جو اکثر کام آوین پس جس کام پر اجارہ دیا چاہے تو اسمین پانچ باتون کو لحاظ رکھنا چاہیے - اول یہ کہ اُس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اسمین کچھ
کلفت اور مشقت ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر اشیاء خوردنی اس لیے کرایہ لین کہ اُن سے دوکان کو سجاوے یا درخت اس لیے کرایہ لیے کہ اُن پر
کپڑے سکھاوے یا روپیے اس غرض سے کرایہ لے کہ اُن سے دوکان کو زینت دے تو یہ معاملے درست نہونگے اس لیے کہ یہ منافع
ایسے ہین جیسے چیزون مین تل اور گیہون کا ایک دانہ ہو جسکی بیع درست نہین اور اسی وجہ سے اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی
بات کہے جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہوگی اور یہ جو معمول ہو گیا ہو کہ بیچنے والے اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض
مین اور اس امر کے بدلے مین کہ مال کے فروخت مین ہمارا قول مانا جاتا ہو یا مکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہین وہ حرام
ہے کیونکہ اُنکو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہین پڑتی اور ایکبار زبان ہلا دینے کی کچھ قیمت نہین ہان یہ اجرت اُنکو اس وقت
درست ہوگی کہ معاملے کرنے مین آمد و رفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے مغز ہل جاوے پھر بھی مستحق اُجرت مثل کے ہونگے کہ جتنی محنت
کی ہو اُس قدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہو وہ پاوین اور اُنھون نے جو باتفاق ہمدگر ایک سنت باندھ لیا ہو وہ ظلم ہو اور بوجہ حلال
نہین لیتے دوسرے یہ کہ اجارہ مین یہ نہو کہ کوئی شی مقصود کرایہ دار کی ملک مین آوے بجز نفع کے مثلاً اگر انگور کا ٹھیکہ لیا اس غرض سے
کہ اُسکی پیداوار ہم لینگے یا دودھ کے جانور کو کرایہ لیا دودھ کے واسطے خواہ باغ کو کرایہ پر لیا پھلوں کے واسطے تو درست نہوگا - مگر دودھ
پلانے والی کو اجرت پر مقرر کرنا درست ہو اس صورت مین دودھ تابع ہو جاویگا اس وجہ سے کہ اُسکو علیحدہ نہین کر سکتے اور اسیطرح
کاتب کی سیاہی اور درزی کے دھاگے کو تابع تصور کیا جاتا ہو کیونکہ یہ چیزین علیحدہ مقصود نہین - تیسرے یہ کہ عمل ایسا ہو کہ اُسکو

مزدور بنا ہے مین اور شریعت کی روسے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کمزور آدمی کو ایسے کام کے لیے مزدور کیا جاوے گا جو اُس سے نہوسکے تو یہ اجارہ
درست نہ ہوگا یا گونگے کو تعلیم وغیرہ کیلیے مزدور کرنا صحیح نہ ہوگا اور جن امر کا کرنا حرام ہو وہ شریعت کی روسے مزدور نہین دے سکتا مثلاً
اس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح وسالم دانت کو اکھاڑ ڈالے یا کسی عضو کو کاٹ ڈالے جسکے کاٹنے کے لیے شریعت مین اجازت نہین یا حائضہ عورت کو
مسجد مین جھاڑو دینے کے لیے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور فحش سکھانے پر نوکر رکھے یا دوسرے کی بی بی کو بدون اُسکے شوہر کی اجازت کے
دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھے یا مصور کو جاندار دون کی تصویرین بنانے کے لیے اجرت دے یا سُنار کو سونے چاندی کے برتن ڈھالنے کے لیے
مزدوری دے تو یہ سب باطل ہین چوتھے یہ کہ وہ کام ایسا نہو کہ مزدور پر اُس کا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اُسمین نیابت
نہ چلے تو اب اگر جہاد کرنے پر اُجرت لیگا تو جائز نہ ہوگی اسی طرح جن عبادات مین نیابت نہین ہوسکتی انپر بھی اُجرت ناجائز ہو اس لیے کہ وہ
مالک کی طرف سے نہونگی بلکہ مزدور کی طرف سے ادا ہونگی - ہان دوسرے کی طرف سے حج کرنے اور میت کے نہلانے اور قبر کھودنے اور مردون کے
دفن کرنے اور جنازہ اُٹھانے پر مزدوری لینی درست ہو اور نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اُجرت لینے
مین اختلاف ہو مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین سورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے کی اجرت درست ہو پانچوین یہ کہ عمل اور
منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے مین بتا دیا جائے اور معلم کو سورہ کی تعلیم اور اسکی مقدار معلوم کرا دیجاوے اور جانور والے کو
بار برداری مین بوجھ کی مقدار اور مسافت کا حال کہدیا جاوے غرضکہ جو باتین عادت مین خصومت کی باعث ہون اُنکو گول رکھنا چاہیے
صاف صاف اونکو کردینا چاہیئے اور اُنکی تفصیل طویل ہو ہم نے اسی قدر پر اکتفا کی کہ اس سے احکام کھلے کھلے معلوم ہوجاوین اور مشکل
موقعون پر واقفیت ہوتا کہ اُنکو عالم سے دریافت کیا جاوے علاوہ ازین سب مسائل کو کماحقہ مفصل بیان کرنا مفتی کا کام ہو نہ عوام کا

پانچوان بیان معاملہ مضاربت کے ذکر مین - اس معاملے مین تین ارکان کا لحاظ کرنا چاہیے - اول راس المال کا اسمین یہ شرط ہو کہ نقد اور معین
ہو اور مضارب کو دیدیا جاوے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہ ہوگی
کہ تجارت کا باب اُن دونون مین تنگ ہو اور معین سے یہ نکلا کہ اگر راس المال مین ایک روپیوں کی تھیلی دیدے تو درست نہوگی اس لیے کہ اسمین نفع
کی مقدار مجہول رہیگی اور مضارب کے دینے سے یہ نکلا کہ اگر راس المال کو مالک اپنے قبضہ مین رکھنے کی شرط کریگا تو مضاربت صحیح نہوگی کہ اس صورت
مین بھی راہ تجارت تنگ ہو دوسرا رکن مضاربت کا نفع ہو اسمین یہ شرط ہو کہ حصہ اور سہام سے مقرر ہووے مثلاً مضاربت کے لیے تہائی یا چوتھائی
یا آدھا یا اور کوئی سہام مقرر کیا جاوے یہ نہ کہے کہ تجکو سو روپئے دونگا اور باقی میرا رہیگا کہ اسطرح مضاربت درست نہ ہوگی اس لیے
کہ ہوسکتا ہے کہ نفع سو روپیے سے زیادہ نہو تو محنت مضارب کی رائگان جاویگی اسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی روسے معین ہونی چاہیے
بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جاوے تیسرا رکن مضارب کا کام ہو اُسکی شرط یہ ہو کہ کام اسطرح کا ہو جس سے تجارت کا باب اُسپر تنگ نہ ہو
یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جاوے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلہ مین مواشی خرید کرنا اور اُن سے
نسل لینا اس نسل کو آپس مین تقسیم کرلینگے یا گیہون خرید کر روٹی پکانا اور پھر جو نفع ہوگا اُسکو آپس مین بانٹ لینگے تو درست نہ ہوگی اسلیے
کہ مضاربت کی اجازت تجارت مین ہو اور وہ بیع وشرا اور اُنکے متعلق باتین کرنے سے ہوتی ہو اور روٹی پکانا اور مواشی کی رکھوالی

داخل تجارت نہین بلکہ یہ حرفے ہین اسلیئے مضاربت درست نہوگی اور اگر مضارب سے یہ شرط کرے کہ بجز فلان شخص کے اور کسی سے مت خرید کرنا یا بجز فلان شخص کے سوا اور کوئی تجارت نہ کرنا اور کوئی ایسی شرط لگاوے جس سے تجارت کی راہ اُسپر تنگ ہوگئی تو عقد مضاربت فاسد ہوجاوے گا اور جب کہ عقد مضاربت دو شخصون مین ہوجاوے تو اب مضارب وکیل ہے راس المال مین تصرف وکیلون کی طرح کرے اور مالک جسوقت چاہے مضاربت کے عقد کو فسخ کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت مین فسخ کریگا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہو تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہوا اور اسمین کچھ نفع نہ ہوا ہو تو وہ مالک کو پھیر دیا جاویگا اور مالک کو یہ اختیار نہین کہ مضارب سے کہے کہ اس مال کو نقد کرکے دو کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہوگیا اُسکے سوا اور کوئی چیز مضارب کے ذمہ پر لازم نہین اور اگر مضارب کہے کہ مین اسکو بیچے دیتا ہون اور مالک انکار کرے تو مالک کی راے مانی جاویگی ہان جس صورت مین کہ مضارب کو کوئی ایسا گاہک ملے جسکے باعث راس المال پر نفع ہوتا ہو تو اب مضارب کے قول پر عمل ہوگا۔ اور اگر راس المال پر نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہیے کہ راس المال کی قدر اسمین سے بدلے اُس نقد کے جو راس المال مین لگا تھا فروخت کرڈالے اور کسی نقد کے عوض بیچے تاکہ بچا ہوا مال فائدہ مقصود ہوا اور اُسمین دونون شریک ہین اور مضارب پر یہ ضرور نہین کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اُسکو بیچ ڈالے اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوٰۃ کیلیئے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کرین پس جس صورت مین کہ نفع کسی قدر ظاہر ہو تو قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ مضارب کے ذمہ ہے اور نفع ظاہر ہونے پر وہ نفع کا مالک ہوجاتا ہے۔ اور مضارب کو یہ اختیار نہین کہ مالک کی اجازت کے بدون مال مضاربت کو سفر مین لیجاوے اگر لیجاویگا تو اُسکے تصرفات تو درست ہونگے مگر درصورت تلف نقد اور چیز سب کا تاوان دینا پڑیگا کیونکہ باہر لیجانے سے اسکی تعدی ثابت ہوگی اور اگر اجازت سے سفر کریگا تو درست ہے اس صورت مین خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ ناپ تول کی اور ایسے لادنے کی مزدوری جسکی عادت سوداگرون کے نہو راس المال پر ہوتی ہے لیکن تھان کا کھولنا اور تہ کرنا اور تھوڑے سے کام کا کرنا جو اکثر خود کرلیا کرتے ہین اُسپر مزدوری خرچ کرنیکا اختیار مضارب کو نہین۔ اور جبتک کہ مضارب اسی شہر مین رہے جہان مضاربت ہوئی ہے تو اُسکا نفقہ اور مکان سکونت خود اُسکے ذمہ ہے مگر دوکان کا کرایہ اُسکے ذمہ نہین اور جس صورت مین کہ خاص مال مضاربت کیلیئے سفر کرے اسوقت اُسکا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے پھرے تو اُسکو چاہیے کہ سامان سفر کی جو چیزین رہ گئی ہین مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت مین شامل کردے

چھٹا بیان معاملۂ شرکت کے ذکر مین اور اُسکی چار قسمین ہین اُن مین سے تین باطل ہین۔ اول شرکت مفاوضہ ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کے مال جدا جدا ہین اور وہ آپسمین کہین کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اس غرض سے کہ جتنا ہمکو نفع یا نقصان ہو اُس سب مین ہم شریک ہین تو یہ صورت باطل ہے دوم شرکت ابدان وہ یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اُجرتون مین ایک دوسرے کی شرکت شرط کرلین یہ بھی باطل ہے سوم شرکت وجوہ وہ اسطرح ہے کہ دو شخصون مین سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اُسکا قول لوگ مانتے ہون وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوادے اور فروخت وہ شخص کرے اور نفع مین دونون باہم شریک ہون یہ شرکت بھی باطل ہے چہارم شرکت عنان ہے جو درست اور جائز ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے مال آپسمین ایسی طرح ملا دین کہ بدون تقسیم انمین تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف

کی اجازت دیدے پھر اس شرکت کا حکم یہ ہو کہ نفع اور نقصان دونوں میں حصہ رسد موافق دونوں کے مالوں کے تقسیم ہو جاوے اور یہ درست نہیں کہ مالوں کی نسبت کے سوا کوئی اور شرط تقسیم کی ٹھہراویں مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اسکی شرکت نفع نقصان میں تہائی ہی رہیگی یہ نہ ہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہو جاوے پھر جب ایک شخص کو معزول کر دیا جاوے تو اسکا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علیحدہ ہو جاوے گی اور صحیح یہ ہے کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہے اسمین نقد کی بھی ضرورت نہیں بخلاف مضاربت کے کہ اسمین راس المال کا نقد ہونا چاہیے۔ حاصل یہ کہ علم فقہ میں اسقدر کا سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضرور ہو ورنہ نادانستہ حرام میں مبتلا ہو جاویگا۔ اور قصائی اور نانبائی اور بقال کے معاملے سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہیں سب کو ضرورت پڑتی ہو اور اس معاملے میں تین قباحتیں پڑتی ہیں۔ اول بیع کی شرطوں کو ترک کرنا دوم بدلی کی شرطوں کو لحاظ نہ رکھنا سوم تعاطی پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یوں ہو گئی ہو کہ جتنی ضرورت روزمرہ اشیا کی پڑتی ہو اسی قدر چٹھی لوگوں کے پاس بھیجدی جاتی ہو پھر چند روز بعد حساب ہوتا ہے اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگا لیجاتی ہو جس پر طرفین راضی ہو جاویں اور حاجت کے سبب سے ان امور پر مباح ہونے کا حکم ہو اور یہ مان لیا جاتا ہو کہ ان لوگوں کا روزمرہ چیز کا دیڈالنا بتوقع عوض ملنے کے اس چیز کے کھانے کو مباح کر دیتا ہو مگر کھانے کے بعد ضمان چاہیے اور جس روز چیز کو کھایا اس روز کا دام اسکے ذمہ پر ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہو گئے اب جو کسی قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہیے کہ ان سے مطلق فارغخطی کرا لی جاوے تاکہ ایسا نہو کہ روزمرہ کی قیمتوں کے تفاوت کو انمین کچھ دخل ہو تو ایسے معاملوں میں اسی رواج پر قناعت کرنا چاہیے کیونکہ ثمن کا دینا ہر حاجت روزمرہ کیلئے ہر دم نہایت دقت ہے اسی طرح ہر گھڑی ادنی ادنی چیزوں کے لیے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب و قبول عمل میں آنا دشواری کی بات ہو پس جس صورت میں کہ اس قسم کے معاملے کثرت سے ہوتے ہیں تو آسانی اسی میں ہو کہ انکی قیمت یکجائی لگا دیجاوے

تیسری فصل معاملہ میں عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنیکے بیان میں۔ واضح ہو کہ معاملہ کبھی ایسی طرح ہوتا ہو کہ مفتی اسکو صحیح اور جائز بتاتا ہے مگر اسمین ظلم ایسا ہوتا ہے جسکے سبب سے معاملہ کرنے والا خداے تعالی کے غصہ کا مستحق ہوتا ہو گو وہ معاملہ فی نفسہ فاسد نہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور اسکی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اسکا ضرر عام ہو دوسری وہ کہ اسکا ضرر خاص معاملہ کرنے والے کو ہو۔ قسم اول کی بہت سی انواع ہیں جنمیں سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہیں۔ اول گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا کہ غلہ کا بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہو اور بھاؤ کے گران ہونے کا منتظر رہتا ہو اور یہ فعل ظلم عام ہو اور اسکا کرنے والا شرع میں مذموم ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهٗ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهٖ اور حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ اور بعض روایت میں فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا کے عوض ذکا ناحق قتل نفس کا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول مروی ہو کہ جو کوئی غلہ کو چالیس روز روک رکھے اسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلہ کے روکنے والے کا غلہ آگ سے جلوا دیا تھا اور غلہ کے نہ روکنے کے ثواب میں یہ حدیث مروی ہو کہ جو شخص باہر سے غلہ خرید کر لاوے اور اسی روز کے نرخ سے اسکو بیچدے تو گویا اس نے وہ غلہ خیرات کر دیا اور ایک روایت میں یوں ہو کہ گویا اس نے ایک بردہ آزاد کیا اور بعضوں نے اس آیت کی تفسیر میں وَمَنْ يُرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

فرمایا ہی کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہی اور اس آیت کے وعید مین داخل ہی اور بعض اکابر سلف سے مروی ہی کہ وہ واسط مین تھے وہان سے اُنھون نے
ایک کشتی گیہون کی بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھدیا کہ جسروز کشتی بصرہ مین داخل ہو اسی روز غلہ فروخت کر دینا توقف دوسرے روز
تک مت کرنا اتفاقاً جب کشتی پہونچی تو نرخ ارزان تھا سوداگرون نے وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہرو تو تمکو کئی گنا فائدہ ملیگا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا
اور اُنکے کہنے کے بموجب کئی گنا نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھ بھیجی مالک غلہ نے اسکے جواب مین لکھا کہ میان صاحب ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت
کی تھی کہ ہمارا دین بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمکو منظور نہین کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے دین مین سے اُسکے عوض کچھ کم
ہوجاے یہ تم نے بڑا قصور کیا اب اُسکا تدارک یہ کرو کہ مجرد میرے خط پہونچنے کے سب مال کو لیکر بصرہ کے فقیرون پر خیرات کر دو شاید
اس تدبیر سے مجکو ثواب نہو تو غلہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤنگا۔ اب جاننا چاہیے کہ غلہ روکنے کی جو ممانعت ہی وہ مطلق ہی لیکن اس مین
وقت اور جنس کا لحاظ چاہیے پس جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا مین عام ہی خواہ کوئی شی ہو کسی کا روکنا نہ چاہیے ان چیزین کہ آدمی کی
غذا یا غذا پر مددگار نہین وہ اس ممانعت مین داخل نہین گو کھائی جاتی ہون جیسے دوا اور زعفران وغیرہ ہین اور جو چیزین کہ غذا پر مددگار ہین
مثل گوشت اور میوون کے یا ایسی چیزین کہ بعض اوقات مین غذا کے قائم مقام ہوجاتی ہین گو ہمیشہ اُنکو غذا نہین کرسکتے تو انمین محل تامل اور
اختلاف ہی بعض علما نے ان اشیا کو بھی ممانعت مین شامل کیا ہی اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون کے تیل یا جو اسطرح کی
چیزین ہون سب کے روکنے کو حرام فرمایا ہی اور بعض کے نزدیک ان چیزون کو روکنے مین کچھ قباحت نہین۔ اور وقت کے لحاظ سے
بھی تو ممانعت یا تو سب وقتون مین عام ہے اور وہ حکایت جو بصرہ مین غلہ پہونچنے کے وقت نرخ کے ارزان ہونے کے باب مین مذکور
ہوئی اس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ ممانعت سب وقتون مین نہیے بلکہ خاص اُن وقتون مین ہو جن مین غلہ کی کمی ہو
اور لوگونکو اُسکی حاجت ہو یہانتک کہ رُک کر بیچنے مین لوگونکا ضرر ہو اور جس صورت مین کہ غلہ کی افراط ہو اور لوگونکی حاجت اُسکی طرف
نہو اور اگر کسی کو خواہش بھی ہو تو تھوڑے دام لگا دین ایسے وقت مین اگر غلہ والا صبر کرے اور قحط کا امیدوار نہو تو اسمین کسی کا ضرر نہین
اور ایام قحط مین شہد اور گھی وغیرہ کے رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہی تو چاہیے کہ اُنکا رکھ چھوڑنا حرام ہو اور مدار حرمت کے ہونے و نہونے کا ضرر پر کیا
جاوے کہ طعام کی خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہی اور جس صورت مین کہ ضرر نہو اس صورت مین بھی غلہ کا روک رکھنا خالی کراہت سے نہین
اسلیے کہ اگرچہ غلہ والا متوقع ضرر کا نہین مگر اُسکے آغاز کا متوقع بہر صورت ہی یعنی بھاؤ کا گران ہونا اسکو منظور نظر رہتا ہی اور جیسے خود
ضرر رسانی ممنوع ہی اور اسیطرح جو چیز اسکی تمہید اور آغاز ہے وہ بھی ممنوع ہی مگر اسکی برائی خود اُسکی نسبت کم ہی اور ضرر رسانی کا منتظر رہنا خود
ضرر رسانی کی نسبت کم ہی غرضکہ جس درجہ کی ضرر رسانی ہوگی اُسی کے موافق کراہت اور حرمت کے درجات متفاوت ہونگے حاصل یہ کہ
غذا کی تجارت مستحب نہین ہی کیونکہ تجارت مین فائدہ مطلوب ہی اور غذائین قوام انسانی کے لیے اصل ہین اور چونکہ فائدہ اصل پر زیادہ ہوتا ہی تو چاہیے کہ ایسی
ہی چیزون مین طلب کیا جاوے جو مخلوق کی اصل ضرورت مین داخل نہون اور خلق کو اُنکی حاجت نہو اور اسی وجہ سے کسی تابعی نے ایک شخص کو
وصیت کی کہ اپنے لڑکے کو دو بیع مین مت سونپنا اور نہ دو پیشون مین ان مین سے اول بیع غلہ کی ہی دوم کفن کی بیع کیونکہ غلہ کا بیچنے والا گرانی
چاہتا ہی اور کفن کا بائع لوگونکا مرنا چاہتا ہی اور دو پیشے یہ ہین اول قصائی کا کہ اُس سے دل سخت ہوجاتا ہی دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی

زینت دیتا ہو دوسری نوع ضرر عام کے نقدمین کھوٹے روپیونکا رواج دینا ہو اور یہ ظلم ہے کیونکہ اس سے اہل معاملہ کو ضرر ہوگا بشرطیکہ ناواقف ہو اور اگر واقف ہوگا تو وہ دوسرون مین اُسکو رائج کریگا اسی طرح جسکے ہاتھ وہ پڑ جاویگا وہ دوسرے کو دیتا جاویگا اور اُسکا ضرر اور فساد برابر پھیلتا جاویگا اور سب کا وبال ورگناہ اول شخص پر ہوگا کہ اُسی نے یہ طریقہ نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپیونکی چوری سے زیادہ سخت ہو اس لیے کہ چوری ایک نافرمانی ہو کہ ہوگئی اور موت کے بعد منقطع ہوئی اور کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا ایک بدعت ہو جو رائج کنندہ دین مین ظاہر کرتا ہو اور ایک بُرا طریق ہو جسکو بعد والونکے واسطے بنائے جاتا ہو تو اُسکا گناہ موت کے بعد صدہا سال تک رہ سکتا ہے جبتک کہ وہ روپیہ چلتا رہیگا اور اُسکے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگونکے مال مین ہوگا اُس سبکا وبال اسکی گردن پر رہیگا اور خوش حال وہ شخص ہو کہ اُسکے مرنے پر اُسکے گناہ بھی مر جاوین اور نہایت خرابی اُسکی ہو جو خود مر جاوے اور اُسکے گناہ سو برس یا دو سو برس باقی رہین اور اُنکے سبب سے قبر مین اُسپر عذاب ہوتا رہے اور جبتک اُسکا انقطاع ہو تب تک کی بازپرس اُسی سے رہے اللہ تعالی فرماتا ہو وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ یعنی ہم اُنکے وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جاوینگے وہ بھی لکھین گے جیسے وہ لکھین گے جنکو وہ اپنی زندگی مین کر گئے اور اسی طرح یہ ارشاد ہو يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ کہ بما اخر سے وہی آثار اعمال مراد ہین جو بُرے طریقے کی جڑ باندھ گیا ہو اور دوسرے اُسکو کرتے ہین - اب جاننا چاہیے کہ کھوٹے روپیہ کے متعلق پانچ باتین ہین اول یہ کہ جب ایسا روپیہ تاجر دیندار کے پاس آوے تو چاہیے کہ اُسکو کوئین مین ڈالدے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اس بات سے نہایت احتراز کرے کہ اسکو دوسرے معاملہ مین رائج کرے اور اگر اُسکو توڑ ڈالے اس طرح کہ اُس سے پھر معاملہ نہو سکے تو یہ بھی جائز ہے دوسرے یہ کہ تاجر کو نقد کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیے نہ اس غرض سے کہ اپنے روپیونکو اچھا کھرا دیکھ لیا کریگا بلکہ اس نیت سے کہ کسی مسلمان کو کھوٹا روپیہ اُسکے ہاتھ سے ناواقفی مین نہ دیا جاوے اور اُسکے باعث سے گناہگار نہ ٹھہرے تو اگر اس علم کے سیکھنے مین قصور کریگا تو خطاوار ٹھہریگا کیونکہ جس عمل کیلیے ایسا علم ہو جس سے مسلمانونکی خیرخواہی پوری ہوتی ہو تو اُس عمل مین اس علم کا سیکھنا واجب ہو اور اُسی جیسی بات کیلیے اکابر سلف نقد کی علامتین سیکھ لیا کرتے تھے کہ دیانت مین خلل نہو دنیا کا اُنکو کچھ لحاظ نہ تھا - تیسرے یہ کہ اگر اہل معاملہ کو ایسا روپیہ دیگا اور اُس سے کہدیگا کہ کھوٹا ہو تب بھی دائرۂ گناہ سے باہر نہوگا کیونکہ دوسرا شخص جو اُسکو لیتا ہو وہ اسی لیے لیتا ہو کہ کسی اور کو بیخبری مین دیدیگا اگر یہ نیت نہوتی تو وہ اُسکو ہرگز نہ لیتا ہان اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا کہ جو ضرر خاص اہل معاملہ کو ہوتا ہے اُسکے گناہ سے البتہ بچ جاویگا چوتھے یہ کہ اگر کھوٹے روپیہ کو اس نیت سے لیگا کہ بموجب اس حدیث شریف کے کاربند ہو - رَحِمَ اللّٰهُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ سَهْلَ الْقَضَاءِ سَهْلَ الِاقْتِضَاءِ تو وہ اس حدیث کی برکت دعا مین داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اُسکو کوئین مین ڈالدیگا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہوگا کہ اسکو کسی اور جگہ چلا دیگا تو یہ ایک بُرائی ہو کہ شیطان نے نیکی کی جگہ مین اُسپر سُوجھا دی اس صورت مین اُن لوگون مین داخل نہوگا جو دام لینے مین سہل گیری کرتے ہین پانچوین یہ کہ کھوٹے روپیہ سے ہماری غرض وہ روپیہ ہے جسمین بالکل چاندی نہو صرف ملمع کا ہو یا اشرفی ہو تو اُسمین سونا نام کو نہو بجز ملمع کے - اور جس روپیہ مین چاندی اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر مین وہ مروج ہو تو اُس سے معاملہ کرنے مین علما کا اختلاف ہو ہماری راے یہی ہو کہ اگر شہر مین اُسکا رواج ہو تو اُس سے

معاملہ کرنا جائز ہے خواہ اُسکی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہو اور اگر شہر مین وہ سکہ نہین چلتا تو اس صورت مین اُس سے معاملہ جب ہی درست ہو گا کہ ثمن کی چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر داموں مین کوئی روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اسمین چاندی کم ہو تو تاجر کو چاہیے کہ جسکو وہ روپیہ دے اسکو اُسکے نقصان کی اطلاع کردے اور معاملہ ایسے لوگون سے کرے جنکو جانے کہ یہ اس روپیہ کو برابرین نہ چلاوینگے اور دھوکا دوسرونکو نہ دینگے اور اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ شخص اُسکو برابر مین چلاویگا تو اسکو وہ روپیہ حوالہ کرنا خود بانی فساد ہونا ہے اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسکو جانتا ہو کہ وہ اُنکی شراب بناویگا کہ یہ بیع ممنوع ہے اور برائی مین مدد کرنا اور اُسکا شریک ہونا ہے اور ان جیسے امور کا تجارت مین خیال رکھنا نفل عبادت کی مواظبت سے زیادہ ہے اور اسی جہت سے بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ سچا تاجر خدا تعالیٰ کے نزدیک عابد سے افضل ہے اور اکابر سلف معاملات مین ایسی باتون سے بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ کسی غازی کا حال سنا ہے کہ اُنھون نے اپنا قصہ بیان کیا کہ مین نے ایکبار جہاد مین اپنے گھوڑے کو ایک کافر پر ڈپٹایا کہ اسکو قتل کردون مگر گھوڑے نے قصور کیا مین لوٹ آیا پھر وہ کافر میرے قریب آگیا مین نے دوبارہ حملہ کیا اس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی کی مین نے تیسری بار حملہ کیا اس دفعہ بھی گھوڑا بدک گیا اور کہین کا کہین گیا حالانکہ کبھی ایسا نہوا تھا مین معرکہ سے واپس آیا اور مجکو نہایت رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے نکل گیا دوسرے گھوڑے مین جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرضکہ اپنا سا منھ لیے خیمہ مین آیا اور اپنا سر خیمہ کی لکڑی پر رکھکر گھوڑے کو کھڑا چھوڑ لیٹ گیا خواب مین کیا دیکھتا ہون کہ گھوڑا مجھ سے کہتا ہے کہ میان صاحب خدا کو یاد کرو تم نے تین بار یہ چاہا کہ کافر کو مجھپر سوار ہو کر مارو حالانکہ کل جو تمنے میرا چارہ لیا تھا اسمین ایک درم کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہوگا کہ تم مجکو ایسی خوراک کھلا کر پھر مجھ سے اطاعت چاہو اسکے بعد مین جاگا اور بہت خوف کھایا اور گھاس والے کے پاس جاکر اس درم کو بدلا۔ یہ دو مثالین ضرر عام کی لکھدی گئین انپر قیاس کرلینا چاہیئے۔ دوسری قسم ظلم کی وہ ہے جسکا ضرر خاص اہل معاملہ کو ہے تو جن باتون سے کہ اہل معاملہ کا نقصان ہوتا ہو وہ ظلم مین داخل ہین عدل اسکا نام ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر نہ پہونچاوے اور اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دوسرے کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اسی کے قریب مثل فارسی کی ہے۔ ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگرے مپسند۔ تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اسکے ساتھ کوئی کرے تو بری معلوم ہو اور دلپر ناگوار گذرے مناسب ہے کہ وہ بات خود بھی دوسرونکے ساتھ نکرے بلکہ یون چاہیئے کہ اُسکے نزدیک اپنا روپیہ اور غیر کا روپیہ مساوی ہو بعض اکابر نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایکروپیہ کو بیچے اور اگر اُسکے ہاتھ کوئی وہ شی بیچتا تو اپنے آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اس خیرخواہی کا تارک ہوگا جسکا حکم معاملے مین بجا لانے کا ہے اور ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگرے مپسند برکاربند نہ ہوگا یہ بیان اس امر کا مجمل ہوا اور اسکی تفصیل چار باتون مین منحصر ہے اول یہ کہ جو بات متاع مین نہو وہ اُسکی صفت مین بیان نکرے دوسرے یہ کہ چیز مین جو عیب اور پوشیدہ صفات ہون اُنکو مطلق نہ چھپاوے تیسرے یہ کہ چیز کی مقدار اور وزن مین کچھ پوشیدہ نکرے چوتھے یہ کہ اُسکے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے ایسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرے تو پھر اُس چیز کو خرید نکرے اب ہر ایک کو مفصل سُنو۔ اوّل بات یعنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی اسلئے چاہیے کہ مبیع کی تعریف کرنی دو حال سے خالی نہین یا تو وہ باتین اسمین بیان کرتا ہے جو واقع مین اُسکے اندر نہین تو اس صورت مین صریح جھوٹ ہے اور اگر مشتری اسکی بات کو مان لیگا تو جھوٹ کے سوا فریب اور دغابازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی اور اگر مشتری نہ مانیگا تو جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کے ذمہ رہیگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ چیز مین ایسی باتین بتا دے جو

اُسمین موجود ہون - اس صورت مین اُسکا کلام لغو اور بے فائدہ ہی اور اُسکو سب کلمونکا حساب دینا ہی کہ فلانا کلمہ یون کہا تھا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
آیت مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ہان اگر چیز مین ایسی باتین بیان کرے جو اُسکے اندر ہون اور بدون ذکر کیے ہوئے مشتری کو اُنپر واقفیت
نہو مثلاً لونڈی غلامون اور جانورون کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ جسقدر موجود ہون اُنکو بے کم و کاست بدون
مبالغہ اور طوالت کے کہے اور اس بیان کرنے مین یہ نیت ہونی چاہیے کہ بھائی مسلمان ان امور سے واقف ہوکر اُسکی رغبت کرے اور اسکے سبب
سے اسکا کام نکلے مگر ان امور کے بیان کرنے مین قسم قطعاً نہ کھاوے اسلیئے کہ اگر جھوٹ پر قسم کھاویگا تب یمین غموس کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہی کہ
شہرونکے شہر چوپٹ کردیتا ہی اور اگر سچ پر قسم کھاویگا تو اللہ تعالی کو اپنی قسم کا نشانہ بناویگا اور یہ کمال گستاخی ہی کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ
کہان کہ بلا ضرورت خداے تعالی کے نام سے اسکی ترویج کا قصد کیا جاوے اور حدیث مین ہی کہ خرابی ہی سوداگر کی ان کلمات سے بلی واللہ و لا
واللہ اور خرابی ہی کاریگر کی کل اور پرسون کے وعدہ کرنے سے اور ایک حدیث مین یون وارد ہی اليمين الكاذبة منفقة للسلعة ممحقة للكسب اور حضرت
ابوہریرہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلثة لا ينظر الله اليهم يوم القيمة عائل مستكبر و منان بعطيته و منفق سلعته بيمينه
جس صورت مین کہ چیز کی تعریف کرنی باوجود راست ہونے کے اس لحاظ سے مکروہ ہو کہ وہ ایک کلمہ لغو ہی روزی اس سے زیادہ نہین ہوتی تو قسم
کے بارے مین شدت کا ہونا اس سے صاف ظاہر ہے یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے اُن سے کسی نے حریر مول لینے کے لیے مانگا اُنکے غلام نے حریر کے
تھانکی گٹھری نکالی آپ نے اسکو پھیلایا اور دیکھکر کہا کہ الہی ہمکو جنت نصیب کر یہ کہکر غلام سے کہا کہ اُسکو اپنی جگہ پر رکھدے اور خریدار کے ہاتھ مین
سے کچھ نہ بیچا اس خوف سے کہ وہ دعا جو زبان سے نکل گئی تھی کہین کنایۃً اپنی چیز کی تعریف مین متصور نہو تو یہ لوگ ایسے ہین کہ اُنھون نے دنیا مین
تجارت کی اور معاملات مین اپنے دین کو تلف نہین کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع طلب کرنا بہ نسبت دنیا کے نفع کے بہتر ہی دوم امر مین
چاہیے کہ بیع کے تمام عیب خواہ ظاہر ہون یا پوشیدہ سب ظاہر کرے اُنمین سے کچھ نہ چھپاوے کہ یہ امر واجب ہی اگر کوئی عیب چھپاویگا تو ظالم اور
دغاباز ہوگا اور دغا دینا حرام ہی اور نصیحت یعنی مسلمانونکی خیرخواہی جو ضروری ہی اُسکا تارک ہی ہوگا اور جس صورت مین کپڑے کا اچھا رُخ ظاہر
کرے اور دوسرے کو چھپاوے تو دغاباز ہوگا اسی طرح اگر بیع کو اندھیرے مکانون مین مشتری کے سامنے کریگا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے
جوڑے مین سے اچھی ایک دکھلاویگا تو دغابازی ثابت ہوگی اور دغا اور فریب کی حرمت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک شخص پر گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپکو وہ غلہ اچھا معلوم ہوا دست مبارک اُسکے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہی اُس نے
عرض کیا کہ اسکو مینہ پہنچ گیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلہ کو اوپر کیون نہین کردیا تاکہ لوگ دیکھتے جو ہمکو دغا دے وہ ہم سے نہین
اور عیب کے کہہ دینے سے مسلمانونکی خیرخواہی کا واجب ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جریر رض
سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کے لیے اُٹھے آپ نے اُنکا کپڑا کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیرخواہی اُنپر شرط کردی پس جریر رض کا دستور تھا کہ جب اسباب
بیچنے کھڑے ہوتے تو اُسکے عیب مشتری کو خوب دکھلادیتے اور کہتے کہ اب تمکو اختیار ہے چاہو لو چاہو نہ لو لوگون نے اُن سے کہا کہ تم اگر

ایسا کر وگے تو تمھاری بیع کوئی نہ پوری ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہو کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرینگے یعنی اگر اس طرح بیع نکرین تو خلاف عہد ہوگا اور واثلہ بن الاسقع رضہ کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اُسکے دام تین سو درم بائع کو دیے واثلہ رضہ کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اونٹنی لیکر چلا گیا جب اُنھون نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اُسکے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اونٹنی گوشت کیلیے لی ہو یا سواری کیلیے اُس نے کہا کہ سواری کیلیے خریدی ہو آپنے فرمایا کہ اسکے پانون مین مین نے ایک شگاف دیکھا ہو اس سے برابر نچل نہ سکیگی وہ واپس آیا اور اونٹنی کو بائع کے حوالہ کیا بائع نے اسکے دام سو درم کم دیے اور واثلہ رضہ سے کہا کہ خدا تمپر رحم کرے کہ تمنے میرا معاملہ بگاڑا آپنے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہین کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرینگے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیعُ بَیْعًا اِلَّا اَنْ یُبَیِّنَ مَا فِیہِ وَلَا یَحِلُّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا تَبْیِینُہٗ غرضکہ اکابر سلف نے خیر خواہی سے یہی مضمون سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہے اور مسلمان کی خیر خواہی کو اپنے اعتقاد مین یہ نہین جانتے تھے کہ زوائد اور فضائل مین سے ہی بلکہ انکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرط مین سے ہو اور بیعت کے اندر داخل ہو اور یہ بات اکثر خلق پر دشوار ہے اس لیے اچھے بہتا لوگ ان جھگڑون مین نہین پڑتے اور گوشہ گزینی اختیار کرکے عبادت محض کرتے ہین کیونکہ لوگون مین مل جل کر اللہ تعالی کے حقوق کی بجاآوری ایک ایسا سخت اجتہاد ہو جسکو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین کر سکتا۔ اور آدمی یہ امر بدون دو چیزون کے اعتقاد کیے آسانی سے نہین ہو سکتا۔ اول یہ سمجھنا کہ عیبونکو چھپاکر بیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھیگی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہیگی اور یہ متفرق پیسہ جمع ہوکر اکبارگی ایک سبب سے سرمایہ لے ڈوبے گا جیسا کہ کہتے ہین کہ کسی شخص کی کہ بیابان ایک گاے تھی وہ اسکے دودھ مین پانی ملاکر بیچا کرتا تھا ایک دفعہ ایک سیل آئی اور وہ گاے ڈوب گئی اسکے کسی لڑکے نے کہا کہ وہی متفرق پانی جو ہم دودھ مین ملاتے تھے دفعتہً جمع ہوگیے اور گاے کو بہا لیگیے اور کیسے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا وَنَصَحَا بُورِکَ لَہُمَا فِی بَیْعِہِمَا وَاِذَا کَتَمَا وَکَذَبَا نُزِعَتْ بَرَکَۃُ بَیْعِہِمَا اور ایک حدیث مین ہو یَدُ اللّٰہِ عَلَی الشَّرِیکَیْنِ مَا لَمْ یَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا رُفِعَ یَدُہٗ عَنْہُمَا۔ غرضکہ مال خیانت سے بڑھتا نہین جیسے خیرات سے کم نہین ہوتا اور جو شخص کمی زیادتی اور کمی کو بجز تولنے کے دوسری طرح نہین جانتا وہ اس بات کو باور نکریگا لیکن جسکو معلوم ہو کہ کبھی ایک روپیہ مین وہ برکت ہوتی ہو کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہو جاتا ہو اور کبھی اللہ تعالی ہزار ولن مین سے اسطرح برکت اُڑا دیتا ہو کہ وہ مالک کی تباہی کے باعث ہوتے ہین یہانتک کہ تمنا کرنے لگتا ہو کہ کاش یہ ہزار دن میرے پاس نہوتے ہوتے اور بعض اوقات مین ان باتونکو اپنے مناسب جانتا ہو تو وہ شخص ہمارے قول کے معنی سمجھتا ہو کہ واقع مین خیانت سے مال بڑھتا نہین اور صدقہ دینے سے کم نہین ہوتا دوسری بات جسکا سمجھنا ضرور ہو اس امر کیے ہے کہ مضمون خیر خواہی آدمی مین کامل اور سہل ہو جاوے یہ ہے کہ جانلے کہ آخرت کا نفع اور وہانکی توانگری دنیا کے نفع سے بہتر ہے اور مال کے فوائد عمر کے پورا ہو جانے سے ہو چکتے ہین اور بندون کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہو اس صورت مین عاقل آدمی کیسے پسند کریگا کہ جو چیز ادنی ہے اسکو لیوے اور اعلی چیز کو عوض مین دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہے کہ سب چیزون سے اعلی اور بہتر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ کلمہ

اسلام لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالیٰ کا غضب دور کرتا رہتا ہی جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح نہ دین اور ایک روایت مین یون ہی کہ جبتک یہ پروا نکرین کہ دین کی سلامتی کے مقابل اُنکی دنیا مین سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہین اور پھر لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ تم جھوٹے ہو یہ قول تم اعتقاد سے نہین کہتے ہو اور ایک اور حدیث مین ہی کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ اخلاص سے کہے وہ جنت مین داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اُسکا اخلاص کیا ہی فرمایا کہ اخلاص یہ ہی کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہی اُس سے اُسکو بچا دے اور فرمایا ما آمن بالقرآن من استحل محارمہ اور جو شخص یہ جان لیگا کہ یہ باتین اُسکے ایمان مین مخل ہین اور تجارت اُخروی کا راس المال اپنے لیے بلا شبہہ ایمان ہی تو وہ شخص اپنی عمر جاوید کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب سے کیون کھو دیگا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو۔ اور بعض تابعین فرماتے ہین کہ اگر مین مسجد جامع مین جاؤن اور وہ نمازیون سے بھری ہو اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ ان سب مین بہتر کون ہی تو یہی کہون کہ جو سب سے زیادہ مسلمانون کا خیرخواہ ہو وہ سب سے اچھا ہی پھر اگر کوئی کہدے کہ یہ شخص سب سے زیادہ خیرخواہ ہی تو کہدون کہ یہی سب مین اچھا ہی اور اگر کوئی یون پوچھے کہ انمین بدتر کون ہی تو کہون کہ جو سب سے زیادہ لوگون سے دغا کرتا ہو اور جب کوئی بتا دے کہ یہ شخص زیادہ دغاباز ہی تو کہدون کہ یہی سب مین بُرا ہے اور دغا کرنی سب معاملات مین خواہ بیع ہو یا کاریگری حرام ہی تو کاریگر کو بھی نہ چاہیے کہ اپنے کام مین سستی کرے اس طرح کہ اگر خود وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویسا ہی کر جیسا اُسنے کیا تو پسند نکرے بلکہ چاہیے کہ اپنا کام خوبی اور پائداری سے کر دے اور اگر اُسمین کوئی بُرائی ہو تو اُسکو بیان کر دے اسطرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہیگا ایک شخص موچی نے ابن سالم سے پوچھا کہ اگر مین جوتیونکی بدلی کرون تو مجھکو کیا کرنا چاہیے فرمایا کہ دونون برابر بنانا اور داہنی پوائی کو بائین سے اچھی مت کرنا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو ٹکڑے نہ ہون اور سیون پاس پاس کرنا اور ایک پوائی کو دوسری پر مت رکھنا۔ اور اسی قسم کا سوال حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے کیا تھا کہ کپڑے مین رفو ایسا ہی جو معلوم نہین ہوتا اُسکی بیع کیسی ہی فرمایا کہ بائع کو اُسکا چھپانا درست نہین ہان اگر رفوساز یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو مانگتا ہے اور خرید کرنا نہین چاہتا تو اُسکو درست ہی کہ رفو کا اظہار نکرے۔ اب اگر یہ کہو کہ جب انسان پر مبیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا تو کبھی معاملہ نبنیگا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ معاملہ بننے کی صورت یہ ہی کہ تاجر آدمی ایسی ہی چیز خریدے جو عیبدار نہو اور اگر وہ فروخت نکرے تو اپنے لیے رکھ سکے پھر فروخت کے وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے مال مین برکت بھی کریگا اور دھوکا دینے کی ضرورت بھی نپڑیگی دقت تو یہی ہے کہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت نہین کرتے اور بہت بدون دغا کے ملتا نہین پس جو شخص تجارت کا ڈھنگ موافق مذکورہ بالا اختیار کریگا وہ عیبدار چیز کیون خریدیگا کہ اُسکے بیان کرنیکی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے کوئی اس قسم کی چیز آجاوے تو اُسکے عیب کو ذکر کر دینا چاہیے اور اُسکا جو دام ملے اُسپر قناعت کرنا چاہیے ابن سیرین رحمہ نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا کہ اسمین ایک عیب ہی اُسکو بھی سُن لو وہ یہ ہی کہ چارہ کو پانون سے پلٹ دیتی ہی۔ اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایکبار اسکی ناک سے ہمارے یہان خون آیا تھا پس اکابر سلف کی عادت معاملات مین یہ تھی کہ ادنی بات ذکر کر دیتے تھے اب جس شخص سے پابندی ان باتونکی نہوسکے اُسکو چاہیے کہ معاملہ کرنا چھوڑ دے ورنہ عذاب اخروی لینے اور پرکھان رسوم یہ ہی کہ مقدار کو نہ چھپا دے یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے مین احتیاط کرنے سے ہوتا ہی تو چاہیے کہ جسطرح خود دوسرون سے لے اسی طرح دوسرونکو دے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو

وزن نہ ہم تخسیروں ۔ اور اس سے نجات کی صورت یہی ہو کہ دوسرونکو جھکتا دیوسے اور آپ ڈنڈیتا ہوا لیوسے کیونکہ ٹھیک برابری بہت کم ہوسکتی ہے اسلیے زیادتی اور کمی مین بچاؤ کی صورت نکل آتی ہو علاوہ ازین پورا حق لینے مین یہ احتمال بھی رہتا ہو کہ شاید طرف ثانی کا زیادہ نہ آجاوے یا اُسکو کمتر ہو پہنچے اسلیے تدبیر مذکورہ سے یہ احتمال بھی نہیں رہتا بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین ایک رتی کے عوض مین اللہ تعالی سے ویل یعنی خرابی کیون خرید کرون اسلیے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دینے کے وقت ایک رتی زیادہ دیتے اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہو اس شخص کو جو ایک رتی کے عوض جنت بیچ ڈالے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور نہایت خسارہ اُس آدمی کو ہے جو طوبی بیچ کر ویل مول لے اور ان جیسی چیزون سے بچنے کے لیے جو سلف نے نہایت تاکید کی اُسکی وجہ یہی ہو کہ یہ چیزین بندونکے حقوق ہین جنسے توبہ نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کس کس کا حق رہ گیا کہ وہ اکٹھے ہو جاوین اور اُنکو اُنکا حق دیدیے جاوین اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی چیز مول لی تو دام تولنے والے سے فرمایا کہ زن وارجح یعنی دام کو وزن کر اور جھکتی تول ۔ اور فضیل رح نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دھو رہے ہین منظور یہ تھا کہ اُسکو بھنا دین اُسپر کچھ میل کچیل لگا تھا اُسکو صاف کیا تاکہ میل کے سبب سے اُسکا وزن زیادہ نہو فرمایا کہ بیٹا تمھارا یہ کام دو حجون اور بیس عمرون سے بڑھکر ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجکو تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہو کہ اُنکی نجات کیسے ہوگی دن کو تو لتے اور قسم کھاتے ہین اور رات کو سو رہتے ہین ۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ اے بخت جگر جیسے سانپ دو پتھرونکے بیچ مین گھس جاتا ہو ویسے خطا دو معاملہ کرنے والون مین گھس جاتی ہو اور کسی نیک بخت نے ایک مخنث پر نماز پڑھی اُنسے کسی نے کہا کہ یہ تو بدکار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو اُنھون نے فرمایا کہ شاید تمھاری یہ غرض ہو کہ اُسکے پاس دو ترازو دیا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس جواب مین اُنھون نے یہ اشارہ کیا کہ اُسکی بدکاری صرف حق اللہ تھی اور داد و ستد مین فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہو اسکا معاف ہونا البتہ دور از قیاس ہو حاصل یہ کہ میزان کا معاملہ بہت شدید ہو اس سے نجات کی صورت ایک یا آدھی رتی سے ہوسکتی ہو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے سورۂ رحمن مین یون پڑھا ہو الّا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ۔ یعنی زبانہ ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اُسکی ذرا سے ادھر اُدھر ہو جانے سے ہو جاتی ہو بالجملہ جو شخص کہ اپنا حق پورا وصول کرتا ہو گو ایک کلمہ ہی کیون نہو اور دوسرے کا حق اسطرح نہین ادا کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ ان آیات کے مضمون مین داخل ہو ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون الخ کیونکہ ہر چند آیتون مین کیلی چیزون مین نابرابری کو حرام فرمایا ہو مگر غرض اس سے یہی ہو کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہو اور ترک عدل ہر ایک کام مین ہوسکتا ہو اور میزان عدل ہر بائع عاقل کے فعال و اقوال مین اور دل کے وسوسون مین جاری ہو پس اگر کوئی شخص اپنے اقوال خواہ افعال وغیرہ مین عدل سے میل کریگا اُسکے لیے ویل ضرور ہوگا اور یہ عدل اگر دشوار بلکہ محال نہ ہوتا تو اللہ تعالی یون کیون فرماتا وان منکم الّا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ کوئی بندہ اسکے میل سے خالی نہیں کسی مین استقامت حقیقی پائی نہیں جاتی مگر چونکہ میل کے درجون مین بہت فرق ہوتا ہو اسی لیے بندون کا دوزخ مین ٹھہرنا اور اس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہانتک کہ بعض اسقدر ٹھہرینگے کہ صرف قسم تحلہ ہو جاوے اور کچھ بھی دیر نہ لگے اور بعضے ہزارون برس پڑے رہین گے ہم خدا وند کریم سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو استقامت کے قریب کر دے کیونکہ ٹھیک صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونے کی تو طاقت نہین لہذا چاہیے

اوپر گذر چکا ۱۲ ... ہم اور کوئی نہیں تم مین جو نہیں پہونچے گا اس تک ... ہو چکا ... ضرور مقرر ۱۲

کہ وہ تو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی اور اگر یہ نہوتا تو جو شخص اُسپر مستقیم رہتا وہ پل صراط سے گذر سکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہے اور اسکی صفت بھی یہی ہی کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی اور جو شخص دنیا مین جسقدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اُسیقدر قیامت مین پل صراط پر جلد گذریگا اور جو شخص غلہ مین مٹی وغیرہ ملاکر اُسکو فروخت کریگا تو وہ مطففین مین داخل ہوگا اور جو قصائی گوشت مین ایسی ہڈیان تول دیگا کہ ویسی عادتًا تولی نہ جاتی ہون تو اُسکا بھی یہی حال ہی اسی طرح گز سے ناپنے وغیرہ کو خیال کرلینا چاہیے مثلاً بزاز جب ناپ کر کپڑا مول لیتا ہی تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہی اور اُسکو خوب نہین تانتا اور بیچنے کے وقت اُسکو کھینچ کر ناپتا ہی کہ کسی قدر بڑھ جاوے تو اسطرح کی سب باتین آدمی کو ویل کا مستحق کرتی ہین چہارم یہ کہ اسوقت کا نرخ سچ سچ کہدے اُسمین سے کچھ چھپا نہ رکھے کہ آنحضرت صلعم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ جب باہر سے کوئی قافلہ شہر مین کوئی چیز لاوے تو اُسکے شہر مین آنے کے پیشتر ہی باہر نکل کر اُنکی چیز دیکھے اور شہر کا بھاؤ اُنسے جھوٹا بیان کرے اسی کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَمَنْ تَلَقَّاهَا فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ بَعْدَ اَنْ يَقْدَمَ السُّوْقَ اور باہر جاکر اگر مول لیگا تو بیع تو منعقد ہو جاویگی مگر جس صورت مین کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے بھاؤ سچ نہین کہا تھا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز واپس کرلے اور اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اس صورت مین بائع کے لیے اختیار ثابت ہونے مین خلاف ہی بعض علماء حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ عام دیکھ کر فرماتے ہین کہ خیار ہوگا اور بعضے اس نظر سے کہ اب کچھ فرق نہین رہا کہتے ہین کہ خیار نہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہری آدمی گانوُن والے کی طرف سے بیع کرے اُس کی صورت یہ ہے کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر مین غلہ لادے اسلیے کہ جھٹ پٹ لوگ خرید لین اور کوئی شہری اُس سے کہے کہ اس غلہ کو میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہو جاوے گا تو مَین اسکو بیچ دونگا اور اس طرح کا کرنا غلہ مین تو حرام ہے اور دوسری چیزون مین خلاف ہی ظاہر یہ ہے کہ حرمت اُنہی ہو اسوجہ سے کہ نہی عام ہے اُسمین غلہ کی قید نہین اور ایک وجہ یہ بھی ہو کہ فی الجملہ لوگونکے تنگ کرنے کو دیر کرتا ہی حالانکہ اس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بدون قصد خریدنے کی چیز کا نرخ زیادہ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص برغبت ایک چیز مول لیا چاہتا ہو دوسرا بائع کے سامنے ہوا اور مشتری کی نسبت کر دام زیادہ کہدیے بدون اس بات کے کہ خود خرید کرنا چاہتا ہو بلکہ اس لیے کہ مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے ہوئی ہو تب تو یہ فعل حرام ہی گو بیع منعقد ہو جاتی ہی اور اگر بائع کی سازش سے نہو تو ثبوت خیار مین خلاف ہی بہتر یہی ہی کہ مشتری کو خیار ملے اسلیے کہ یہ فعل ایک طرح کا دھوکا ہی جیسے دودھ کے جانور کا دودھ کئی وقت نہ نکالا جاوے اور اُسکے تھن پھول جاوین اور فروخت کر دیا جاوے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اوپر مذکور ہوئی پس ان باتون سے منع فرمانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسوقت کے نرخ کو بائع اور مشتری سے خفیہ کرنا اور ایسی بات کو پنہان رکھنا کہ اگر اُنکو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نکرین ناجائز اور دغل و دغا اور حرام ہی اور جو خیر خواہی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہی اسکے مخالف ہی چنانچہ مروی ہی کہ کوئی تابعی بصرہ مین تھے اور اُنکا غلام سوس مین رہا کرتا تھا اُسکے پاس شکر خرید کر بھیجا کرتے تھے ایکبار غلام مذکور نے اُنکو لکھا کہ اس برس گنے پر آفت پڑ گئی ہی تم شکر مول لے لینا اُنھون نے بہت سی شکر مول لی اور فروخت کے وقت تیس ہزار درہم کا نفع ہوا جب گھر کو ہٹ کر آئے تو رات بھر سوچا کیے کہ مین نے تیس ہزار کمائے

ح باہر کے سوداگرون سے آگے جاکر مت خریدو اور جو کوئی اُن سے خرید یگا تو اسباب والے کو اختیار ہوگا بازار مین آنے کے بعد

[illegible]

اور ایک مسلمان کی خیرخواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اُٹھ کر شکر کے بائع کے پاس جا کر تین ۳۰ ہزار اُسکے حوالے کیے اور فرمایا تمہارے مین خدا تعالی تم کو
نہین برکت کرے اُس نے سوال کیا کہ یہ میرے کس طرح ہوئے فرمایا کہ مین نے تم سے اصل حال نہین کہا تھا جسوقت مین نے شکر خریدی تھی اُس وقت
نرخ گران ہوگیا تھا اُس نے کہا کہ خیر اب تو آپ نے مجکو اطلاع کر دی ہین نے یہ روپیہ آپکو حلال کیا اُسوقت اُسکو گھر لے آئے اور رات بھر بیدار ہی اور
فکر مین رہے کہ مین نے اُسکی خیرخواہی نہین کی شاید اُس نے شرما کر مجھے دیدیے ہون صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا کہ خدا
تعالی تم سے درگذر کرے یہ اپنا مال مجھ سے لیلو میرے دل کی خوشی اسی مین زیادہ ہے اُس نے وہ مال واپس لے لیا غرضکہ ان مناہی و اخبار
سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو جائز نہین کہ چیز والے کی غفلت پا کر بائع سے نرخ کے گران ہونے کا حال اور مشتری سے نرخ کی ارزانی کا حال چھپا
رکھے اور اگر ایسا کریگا تو عدل اور مسلمانون کی خیرخواہی کا تارک ہوگا اور جب کسی چیز کو نفع پر بیچے تو چاہیے کہ وہ چیز جتنے مین پڑی ہو سچ سچ
بیان کر دے اور یہ بھی واجب ہے کہ عقد کے بعد جو کچھ اُسمین عیب یا نقصان ہوگیا ہو اُسکو بیان کر دے اسیطرح اگر چیز اُدھار لی ہو تو اُسکا
بھی ذکر چاہیے اور اگر اپنے دوست خواہ لڑکے سے خریدی ہو اور اُنکی مروت کے سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہدے کیونکہ
مشتری کو یہی اعتماد ہے کہ اُس نے جو چیز لی ہوگی خوب ٹھوک بجا کر لی ہوگی اور کوئی دقیقہ نہین چھوڑا ہوگا پس اگر کسی وجہ سے کوئی دقیقہ چھوٹ
گیا ہو تو اُس کی اطلاع مشتری کو کر دینی چاہیے کہ وہ اُسی کی ایمانداری پر اعتماد رکھتا ہے

چوتھی فصل معاملہ مین احسان کرنے کے بیان مین

واضح ہو کہ اللہ تعالی نے عدل اور احسان دونون کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ اور عدل صرف نجات کا سبب ہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسے تجارت مین سرمایہ کا بچ رہنا اور احسان باعث سعادت
اُخروی کے حاصل ہونے کا ہے اُسکو ایسا جاننا چاہیے جیسے تجارت مین نفع ہوتا ہے تو جو شخص دنیا کے معاملون مین صرف اصل قیمت پر اکتفا کرے اور
نفع کا طالب نہو وہ عاقل نہین شمار ہوتا اسیطرح معاملات اخروی مین بھی صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرنی اور احسان سے سروکار
نہ رکھنا دیانت کے مناسب نہین حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ اور فرمایا اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور احسان
سے ہماری غرض یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جس سے اہل معاملہ کو نفع ہو اور وہ کام اُس پر واجب نہو بلکہ صرف اپنی طرف سے سلوک کے
طور پر ہو کیونکہ جو باتین کرنی واجب ہین وہ عدل اور ترک ظلم مین داخل ہین جسکا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ چھ باتون مین سے
ایک کے بجالانے سے حاصل ہوتا ہے اوّل یہ کہ دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادۃً نہ دیا جاتا ہو اور کچھ نہ کچھ نقصان کی تو اجازت
ہو اسلیے کہ بیع نفع کیلیے ہوتی ہے اور نفع بدون کسی قدر زیادہ لینے کے ممکن نہین تو اس زیادہ دینے مین لحاظ رکھنا چاہیے کہ عادت سے
زیادہ نہ ہو جاوے کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دیگا تو دو حال سے خالی نہین یا اُسکی طبیعت اُس شی پر زیادہ راغب ہوگی
یا فی الحال اُسکی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اس صورت مین اگر بائع زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہیگا تو یہ امر اُسکی طرف سے احسان ہوگا ورنہ
اگر شائبہ دغا نہ ہو تو زیادہ نفع سے لینا ظلم نہین اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ قیمت کی تہائی سے زائد اگر نفع لیگا تو مشتری کو اختیار ہوگا
کہ بعد معلوم ہونے کے چیز واپس کر دے مگر ہماری یہ رائے نہین بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ نفع کم کر کے لینا داخل احسان ہے کہتے ہین کہ یونس بن عبید
کے پاس مختلف قیمت کے حلے تھے کوئی چار سو کا کوئی دو سو کا اور علی ہذا القیاس ہر قسم کے تھے وہ اُٹھ کر نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دوکان پر چھوڑ گئے

ایک اعرابی آیا اور اُس نے ایک حلہ چار سو کا مانگا اُنکے بھتیجے نے دو سو والے حُلّون مین سے اُسکو دکھلایا اُس نے پسند کرکے بخوشی چار سو دیدیے اور اُسکو
لیکر پھرتے ہوئے جاتا تھا کہ رستہ مین یونس بن عبید سے ملے اور اپنا حُلہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ کتنے کو خریدا اُس نے کہا کہ چار سو کو
فرمایا کہ دو سو سے زیادہ کا نہین چل کر پھیر دے اُس نے کہا کہ ہمارے شہر مین پانسو کا مال ہی اور مین نے اپنی خوشی سے اسکو پسند کرکے چار سو
دیے ہین اُنھون نے فرمایا کہ پھر چل کہ دین مین خیر خواہی دنیا او رما فیہا سے بہتر ہی چنانچہ اسکو دکان پر ہٹا لے گئے اور دو سو درم اُسکو پھیر دیے اور
اپنے بھتیجے سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ تجکو شرم نہ آئی اور خدا سے تعالی سے خوف نکیا اتنا نفع لیتا ہی اور مسلمانونکی خیر خواہی کو چھوڑتا ہے
اُس نے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر راضی ہو گیا تھا فرمایا کہ پھر تو نے اُسکے لیے وہ امر کیون نہ پسند کیا جو اپنے نفس کیلیے پسند کرتا اور یہی بات اگر نرخ
چھپا کر دغا سے ہوتی تو وہ از قسم ظلم تھی جسکا ذکر گذر چکا اور حدیث مین ہی کہ غَبنُ المُستَرسِل حرامٌ۔ یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد رکھے اسکو دھوکا دینا
حرام ہے اور زبیر بن عدی فرمایا کرتے تھے کہ مین نے اٹھارہ صحابی ایسے دیکھے ہین کہ اُنکو ایکدرم کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا تو ایسے
بھولے لوگونکو نقصان دینا اور اُنکے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہی اور بدون دھوکا دینے کے ترک احسان ہی اور زیادہ نفع لینے مین کسی قسم کا دھوکا یا دقت
کے بھاؤ کا چھپانا اکثر ہوا کرتا ہی بلکہ احسان کی صورت یہ ہی جو سری سقطی رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے ایک بورا باداموں کا ساٹھ دینار کو لیا
اور اپنے روزنامچہ مین اسکا نفع تین دینار لکھ لیے یعنی دس دینار پر آدھا دینار نفع کا لگا لیا پھر باداموں کا بھاؤ چڑھ گیا اور ایک بورہ نوّے
دینار کو بکنے لگا آپکے پاس ایک دلال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا فرمایا کہ لیلو اُس نے پوچھا کہ کتنے کو آپ نے فرمایا کہ ترسٹھ دینار کو دلال بھی نیکبخت
تھا اُس نے کہا کہ بھاؤ اب نوّے کا ہے آپ نے فرمایا کہ مین نے جو عہد کیا ہی اُس سے زیادہ نہ لونگا مین تو ترسٹھ ہی کو فروخت کرونگا دلال نے
کہا مین نے بھی خداے تعالے سے عہد کیا ہی کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ دونگا نوّے ہی کو لونگا راوی کہتا ہی کہ نہ سری رح نے نوّے کو
بیچا اور نہ دلال نے ترسٹھ کو مول لیا تو یہ امر دونون طرف سے احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے۔ اور کہتے ہین کہ محمد بن منکدر رح
کے پاس چنے تھے کچھ پانچ روپیہ کے مول کے اور کچھ دس کے اُنکے غلام نے اُنکی غیبت مین پانچ کا چنہ دس کو بیچ دیا جب اُنکو معلوم ہوا تو تمام
دن مشتری کو ڈھونڈھتے پھرے آخر اُس سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس کو بیچ ڈالی اُسنے کہا کہ کچھ مضائقہ
نہین مین راضی ہون آپ نے فرمایا کہ تم راضی ہو مگر ہم تمھارے لیے وہی بات پسند کرتے ہین جو اپنے لیے کرتے ہین تم تین باتون مین سے ایک کرو
یا تو دس والا چنہ لیلو یا پانچ روپیہ واپس کر لو یا ہماری چیز ہمکو دیدو اور اپنے دام پھیر لو اُسنے کہا کہ مجکو پانچ روپیہ پھیر دو آپ نے پانچ ہٹا دیے اور
مشتری اُنکو لیکر چلا اور لوگون سے پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہین کسی نے کہا کہ محمد بن المنکدر ہین اُس نے کہا لا الٰہ الا اللہ انھین کی بدولت
قحط سالی مین ہم پر بارش ہوتی ہی۔ غرضکہ احسان اسی کا نام ہی کہ جس جگہ مین جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ خواہ کم دیا
اُس سے زیادہ نفع نہ لیوے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہی اُسکے معاملات بہت ہوتے ہین اور کثرت معاملات سے اُسکو فائدہ بھی
بہت ہوتا ہی اور اسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کی بازار مین درہ لیے پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لیو
اور دو اور نکا حق دو اس سے تم بچے رہوگے اور تھوڑے نفع کو مت پھیر دو ورنہ بہت سے محروم رہوگے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف سے
کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہی فرمایا کہ تین باتین ہین اول یہ کہ نفع کو مین نے کبھی نہین پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا تو چیز بیچدی

لح نقصان دینا اُس شخص کو جو اپنے اوپر اعتماد کرے حرام ہی طبرانی بروایت [illegible]

دوم یہ کہ جب مجھ سے جانور کسی نے مانگا میں نے اُسکے بیچنے میں تامل نہیں کیا سوم یہ کہ کبھی اُدھار نہیں بیچا اور کہتے ہیں کہ آپ نے ایکبار ہزار اونٹنیاں بیچیں اور انمیں صرف انکی رسیاں نفع میں بچ رہیں ہر ایک رسی کو ایک ایک درم بیچ دیا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار اُس روز کی خوراک میں سے بچ رہے اسطرح دو ہزار مل گئے دوم اپنے آپ کسر اُٹھانی یعنی اگر مشتری کسی ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خرید کرے تو اسکا مضائقہ نہیں کہ خود کچھ نقصان اُٹھالے اور تسامح کر جاوے کہ اس وجہ سے اس بیچارہ پر احسان ہوگا اور مشتری اس حدیث کے مضمون کا مصداق ہوجاویگا رَحِمَ اللهُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ باقی اس صورت میں کہ کسی مالدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لینا ہو تو اُسکے ساتھ درگذر کرنا اچھا نہیں بلکہ مال کا کھونا ہے بدون ثواب کے اور بدون اس بات کے کہ کوئی اُسکو اچھا کہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں جو بطریق اہل بیت علیہم السلام مروی ہے وارد ہے اَلْمَغْبُونُ فِي الشِّرَاءِ لَا مَحْمُودٌ وَلَا مَأْجُورٌ اور ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین میں سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو میں مکار ہوں اور نہ کوئی مکار مجھے گھٹی دیسکتا ہے اور ابن سیرین کو بھی کوئی چھل نہیں دیسکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ دھوکوں میں آجاتے ہیں اور کسر کھا بیٹھتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ خود دوسرے کو گھٹی دے نہ دوسرے سے گھٹی کھاوے جیسے بعضوں نے حضرت عمرؓ کی تعریف میں کہا ہے کہ آپ کا کرم اس بات کا مقتضی نہ تھا کہ دوسرے کو فریب دیں اور نہ عقل اس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھاویں اور حضرات حسنین علیہما السلام اور دوسرے سلف کے اچھے لوگ خریدنے کے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذرا سی چیز کیلیے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت مال دیڈالتے کسی نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ خریدنے میں آپ اتنا مبالغہ ان چیزوں میں کرتے ہیں اور دینے کے وقت بہت کچھ دیڈالتے ہیں فرمایا کہ دینے والا اپنی فضیلت دیتا ہے جسقدر دیگا اُسی قدر اُسکی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع میں گھٹی کھانے والا اپنی عقل کم کرتا ہے یعنی گھٹی کھانا عقل کا خلل ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں اپنی عقل اور بصیرت کو چلا دیتا ہوں مگر یہ نہیں کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو گھٹی دیدے یعنی جب میں کرتا ہوں تو خدا تعالی کیلیے دیتا ہوں اور اُس سے کچھ زیادہ نہیں درخواست کرتا سوم ثمن اور تمام قرضوں کے وصول کرنے میں احسان تین طرح سے ہوسکتا ہے اول کسی قدر چھوڑ دینے سے دوسرے کچھ مدت اور مہلت کے بعد وصول کرنے سے سوم یہ کہ وصول کرنے میں سہولت برتنے سے اور یہ تینوں باتیں مستحب ہیں اور ان کی ترغیب وارد ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رَحِمَ اللهُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ سَهْلَ الْقَضَاءِ سَهْلَ الِاقْتِضَاءِ تو آدمی کو چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں داخل ہوجانے کو غنیمت جانے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِسْمَحْ يُسْمَحْ لَكَ اور فرمایا مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَكَ لَهُ حَاسَبَهُ اللهُ حِسَابًا يَسِيرًا اور ایک روایت میں ہے اَظَلَّهُ اللهُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ گنہگار تھا اُسکا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی آخر پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے اُس نے عرض کیا کہ کبھی نہیں لیکن ایک بات یہ ہے کہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکروں سے کہہ دیتا تھا کہ توانگروں سے چشم پوشی کرو اور مفلسوں کو مہلت دو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مفلسوں سے درگذر کرو اللہ تعالی نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت ہم ان باتوں کے زیادہ لائق ہیں پس اُس سے درگذر کی اور اُسکو بخشدیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اُسکو اُس میعاد تک ہر روز خیرات کا ثواب ہوگا۔ اور جب میعاد گذر جاوے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دے

[illegible]

تو اسکو ہر روز قرض کے برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا ۔ اور بعض اکابر اسی حدیث کے مضمون کی جہت سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون
انکا قرض ادا کرے اسلیے کہ جبتک قرض ذمہ پر رہے گا تو دینے والیکو اتنا ہی روپیہ ہر روز خیرات کرنیکا ثواب ملتا رہیگا اور ایک حدیث
شریف[1] میں ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا اسکی وجہ بعضوں نے یہ بیان کی ہے
کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونوں کے ہاتھ میں پڑتا ہے اور قرض مانگنے کی ذلت بجز محتاج کے اور کوئی برداشت نہیں کریگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کے لیے اسکے پیچھے پڑا ہے تو اپنے دست مبارک سے قرض خواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا
چھوڑ دے اُسنے ویسا ہی کیا پھر آپ نے قرضدار کو فرمایا کہ اب جا اور اسکو ادا کر دے اور جو شخص کہ مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اُسکے دام
اُسوقت نہ لیوے اور نہ اُسپر تقاضہ کرے تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے قرض دینے والا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رح نے ایک خچر چار سو
درہم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہو گیا تو اُس نے عرض کیا کہ اے ابو سعید کچھ رعایت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ میں نے سو درہم تجھکو چھوڑ دیے
اُسنے عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کریں فرمایا کہ سو درہم میں نے اور تجھکو معاف کیے غرضکہ دو سو درہم باقی کے اُس سے لیے کسی نے عرض کیا کہ یہ
تو نصف ثمن رہ گیا فرمایا کہ احسان ہو تو اسی طرح ہونا چاہیے نہیں تو نہیں اور ایک خبر[2] میں یوں وارد ہے کہ اپنا حق پورا ہو یا نہ ہو عفت
کے ساتھ لو کہ خدا تعالیٰ تم سے محاسبہ سہولت سے لیگا تیسرا رکن قرض کے ادا کرنے میں احسان کی صورت یہ ہے کہ حقدار کا حق اسکے پاس ہونچادے
یہ نہو کہ اسکو تقاضہ کے لیے تکلیف کرنی پڑے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[3] خیرکم احسنکم قضاءً یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو ادا اچھی طرح
کرے اور جب قرض ادا کرنیکا مقدور ہو جاوے تو چاہیے کہ جلدی کرے گو وقت سے پیشتر ہو اور جسطرح کا دینا شرط ہوا ہو اس سے بہتر کا عمدہ
دیوے اور اگر ادا سے عاجز ہو تو نیت یہی رہے کہ جب میرے پاس ہوگا اُسی وقت ادا کرونگا آنحضرت[4] صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص
قرض لے اور اسکی نیت میں یہ ہو کہ جسوقت پاؤنگا ادا کرونگا تو اللہ تعالیٰ اُسپر فرشتے مقرر کر دیتا ہے کہ اسکی حفاظت کریں اور اسکے لیے دعا مانگیں
یہانتک کہ وہ قرض ادا کر چکے اور کچھ لوگ سلف کے بدون ضرورت بھی اس حدیث کے مضمون سے واقف ہو کر قرض لیا کرتے تھے [illegible] اور جب
کوئی حقدار گفتگو سخت کرے تو اُسکو برداشت کرنا چاہیے اور اسکے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے کہ اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے چنانچہ[5]
مروی ہے کہ ایکبار ایک قرض خواہ میعاد گذرنے پر آپ کی خدمت میں آیا اور جبتک اُسکے قرض کے ادا کی نوبت نہ پہونچی تھی اُس نے آنحضرت صلعم کی خدمت
میں الفاظ سخت کہنے شروع کیے اصحاب نے اسکو تنبیہ کرنا چاہا آپنے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہے ۔ اور جب قرض خواہ اور قرضدار میں گفتگو
آپڑے تو تیسرے شخص کو چاہیے کہ قرضخواہ کی طرفداری نکرے اسلیے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہے تو جو روپیہ اُسکی حاجت سے زائد ہوتا ہے وہ دیتا ہے
اور قرضدار اپنی حاجت کے لیے قرض لیتا ہے اس لیے حاجتمند کی رعایت مناسب ہے اسی طرح بائع و مشتری کے تصفیہ میں مشتری کی جانب
زیادہ ملحوظ رہنی چاہیے کیونکہ بائع مبیع سے بے غرض ہو کر اسکو فروخت کرتا ہے اور مشتری کو اُسکی حاجت ہے ہاں جس صورت میں کہ قرضدار حد سے
تجاوز کرے تو اس صورت میں اسکی اعانت اسی طرح کرنا چاہیے کہ وہ تعدی سے باز آوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں[6]
انصر اخاک ظالماً او مظلوماً یعنی مدد کر اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت میں اُسکی مدد کیسے کروں فرمایا
کہ اسکو ظلم سے منع کرنا ہی اُسکی مدد ہے پنجم یہ کہ جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اسکو منظور کرے اس لیے کہ پھیرے گا وہی شخص جو بیع سے نادم ہو [illegible]

[1] ابن ماجہ بروایت انس بسند ضعیف ۱۲
[2] بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲
[3] ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ اور بعض اجزا [illegible] ۱۲
[4] بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲
[5] طبرانی در اوسط باختلاف الفاظ وارد
[6] بروایت عائشہ رض
بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
بخاری ۱۲
مسلم بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲

حق میں اُسکو مضر سمجھے گا تو آدمی کو نہ چاہیئے کہ اپنے واسطے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَقَالَ نَادِمًا صَفْقَتَہٗ اَقَالَ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یا ان لفظوں سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی ششم یہ کہ اُدھار دے تو فقیروں کو دے اور معاملہ کرنے کے وقت نیت کرے کہ اگر انکو دسترس نہ ہوگی تو اُنسے مطالبہ نہ کرونگا چنانچہ سلف کے نیک بندوں تجارت پیشوں کے یہاں دو بہیان رہتی تھیں ایک کا عنوان کچھ نہ ہوتا تھا اور اُسمیں ایسے لوگوں کے نام لکھے رہتے تھے جو گمنام ضعیف اور فقیر ہوتے تھے یعنی جسوقت کوئی فقیر انکی دوکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اُسکا دل راغب ہوا اور اُس نے کہا کہ مثلاً مجکو اڑھائی سیر کی اسمیں سے ضرورت ہی مگر میرے پاس دام نہیں تو وہ بزرگ کہہ دیتے کہ لیجاؤ اور جب تمہارے پاس ہو تب دام دے جانا اور اُسکا نام اُس بہی میں لکھدیتے اور سلف میں ایسے تاجر ونکو بھی نیک نہ جانتے تھے بلکہ نیک اُسکو تصور کرتے تھے کہ فقیر کا نام ہی دفتر میں نہ لکھے اور نہ اُسکے ذمہ دام قرض کرے بلکہ یوں کہے جتنا تجکو درکار ہی لیجا اگر تیرے پاس ہو جاوے تو دام دیدینا ورنہ یہ چیز تجکو حلال کردی غرضکہ اگلے لوگونکی تجارت کے طریق یہ تھے وہ سب اب مٹ گئے جو اُنپر اسوقت میں قائم ہو گویا وہ اُس طریق کو زندہ کریگا۔ بالجملہ تجارت مردونکے حق میں ایک کسوٹی ہی کہ اُس سے اُنکا دین اور تقوی آزمایا جاتا ہے اور اسی لیے کسی نے ایک قطعہ کہا ہی جسکا مضمون یہ ہی قطعہ

گو آدمی کے جامہ میں پیوند ہو لگا | ماتھے پہ اُسکے گھٹا ہو اور ساق پر ازار
ان باتوں سے فریب میں اُسکے نہ آئیو | جبتک کہ مال سے نہ کرو اسکا اختبار

اور سلف کہا کرتے ہیں کہ جب حالت اقامت میں آدمی کے ہمسایہ اُسکی ثنا کریں اور سفر میں اُسکے رفیق مدح خوان ہوں اور بازاروں میں اہل معاملہ اُس سے راضی رہیں اور اچھا کہیں تو اُسکی نیک بختی میں کچھ شک نہ کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رضہ کے سامنے ایک گواہ آیا آپ نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لا جو تجکو پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلالایا اُسنے آکر اُسکی تعریف کی آپنے اُس سے سوال کیا کہ تو کیا اسکے قریب رہتا ہی کہ اُسکو آتے جاتے دیکھتا ہو اُس نے عرض کیا کہ یہ تو نہیں ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر میں اسکے ساتھ رہا ہے کہ سفر میں مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہیں اُس نے عرض کیا کہ یہ بھی نہیں ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اس سے کبھی روپیہ اشرفی کا معاملہ کیا ہی جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہی اُس نے کہا کہ یہ بھی نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تو نے اُسکو مسجد میں کھڑا دیکھا ہے کہ قرآن کو آواز بنا کر پڑھتا ہو گا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہو گا کبھی اوپر اُس نے عرض کیا کہ بیشک یوں ہی ہوا ہی آپ نے فرمایا کہ تو جا اُسکو تو نہیں پہچانتا اور اُس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کر دوسرے شخص کو لا جو تجکو پہچانتا ہو غرضکہ پہچاننے کی صورتیں یہی تین باتیں ہوا کرتی ہیں

پانچویں فصل

اس بات کے بیان میں کہ جو باتیں خاص تاجر کے لیے ہیں اور اُسکی آخرت میں کارآمد ہیں اُن میں اُسکو اپنے دین کا خوف کرنا چاہیے یعنی ہر ایک امر میں دین کا لحاظ رکھنا چاہیے تاجر کو نہ چاہیے کہ معاش میں پڑکر معاد سے غافل ہو جاوے اور اپنی عمر اس وجہ سے برباد کرے اور تجارت میں گھٹی اُٹھاوے اور یہ آخرت کی گھٹی ایسی نہیں کہ نفع دنیاوی سے پوری ہو سکے تو اپنے معاملات کرنے سے اُن لوگوں میں سے ہو جاویگا کہ آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدیں بلکہ عاقل آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس پر ترس کھاوے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہے کہ راس المال بچاوے اور آدمی کا راس المال اُسکا دین ہی جسکی تجارت کرتا ہی کسی بزرگ کا قول ہی کہ عاقل کیلیے سب سے زیادہ شایان وہ چیز ہے جس کی حاجت اسکو سردست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ وہ افضل ہی وہ یہ ہی کہ آگے کو اُسکا انجام بہتر ہو۔ اور

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں ارشاد فرمایا ہو کہ دنیا میں کوئی حصہ تیرا ضرور ہی ہو مگر تجھکو اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت
ہو تو شروع اُسی سے کر اور اول آخرت کا حصہ لے کہ دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا
اس سے یہ غرض ہو کہ دنیا میں سے اپنی آخرت کے حصہ کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعۂ آخرت ہو اور حسنات اُسی سے حاصل ہوتے ہیں اب معلوم کرنا
چاہیے کہ تاجر کو اپنے دین کا خیال کتنا مات باتونکی رعایت سے پورا ہوتا ہو اول ابتدا تجارت میں نیت اور عقیدہ کو درست رکھنا کہ تجارت سے
یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگونکا دست نگر نہو بلکہ حلال کی کمائی سے لوگوں سے غنی ہوجاوے اور اپنے مال سے اپنے دین پر مدد لیو
و اہل و عیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والونکے زمرہ میں داخل ہو۔ اور چاہیے کہ سب مسلمانونکی خیر خواہی کی نیت کرے
اور دوسرونکے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ میں عدل اور احسان کے طریق کی پیروی کرونگا
جس صورت سے کہ ہم نے پیشتر ذکر کیا۔ اور یہ نیت کرے کہ بازار میں جو چیز دیکھونگا اُسمین اچھی بات کے حکم کرنے اور بری بات سے منع کرنے میں
درگذر نہ کرونگا۔ جب اس طرح کے عقائد اور نیتیں دل میں رکھیگا تو طریق آخرت کا عامل ہوگا اگر اس صورت میں کچھ مال ملجاویگا تو نفع ہو اور
اگر دنیا کا کچھ نقصان ہوگا تو آخرت میں فائدہ اُٹھائیگا **دوم** یہ کہ اپنی صنعت یا تجارت میں رہنے سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ ادا کرتا ہوں
کیونکہ اگر صنعتیں اور تجارتیں بالکل چھوڑ دیجائیں تو معاش کے کارخانے جاتے رہیں اور اکثر لوگ تباہ ہوجائیں کہ سب کا انتظام سب کی معاونت
سے ہو رہا ہے اور اس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہے اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگیں تو اور صنعتیں چھوٹ جائیں
اور سب کے سب ہلاک ہوجائیں اور بعض شخصوں نے حدیث شریف اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ کو اسی بات پر حمل کیا ہے کہ اختلاف سے غرض جُدا جُدا صنعتوں
ادھر فونکے قصد کرنے سے ہو پھر صنعتوں میں بعض تو نہایت کار آمد ہیں اور بعض ضروری نہیں کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیا دی اُن سے
ہوتی ہو تو آدمی کو چاہیے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے مسلمانونکو فائدہ ہو اور دین میں ضروری ہو اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کے ہیں
اُن سے احتراز کرے مثلاً نقش و نگار کرنا اور سادہ کاری اور زرگری اور چونہ سے استرکاری وغیرہ اس قسم کی چیزونکو دینداروں نے مکروہ سمجھا ہو اور لہو کی
چیزیں اور آلات جنکا استعمال حرام ہو اُنکے بنانے سے اجتناب کرنا ترک ظلم میں داخل ہے اور انہیں چیزوں میں یہ بھی ہو کہ ریشم کی قبا مردونکے لیے
سیوے یا سونا سونے کی انگوٹھی وغیرہ مردونکے لیے بنا دے کہ یہ سب گناہ ہیں اور اُنپر مزدوری حرام ہو اور اسی وجہ سے ہم ایسے زیور پر زکوٰۃ
واجب سمجھتے ہیں گو زیوروں پر ہمارے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ جب وہ مردونکے لیے مقصود ہوے تو حرام ٹھہرے اور جبتک
عورتونکے لیے اُنکے بنانے کی نیت نہ ہوگی تب تک خالی اسوجہ سے کہ ایسے زیور عورتوں کے پہننے کے واسطے تیار موجود ہیں وہ انہیں کے زیوروں کی
قسم سے ہیں وہ مباح زیوروں میں شامل نہ ہونگے غرضکہ زیورونکا حکم نیت سے ہوتا ہو اگر مردونکے لیے ہونگے تو حرام اور ان پر زکوٰۃ ہی اور عورتونکے
لیے ہونے سے مباح ہونگے اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ غلہ کا بیچنا اور کفن کا بیچنا مکروہ ہو اس لیے کہ کفن فروش کو لوگونکے مرنے کی تاک رہتی ہے
اور غلہ فروش کو نرخ کے گران ہونے کی اور قصائی کا پیشہ مکروہ ہو اس نظر سے کہ دل کی سختی کا موجب ہو اور پچھنے لگانا اور پاخانہ کمانا مکروہ ہے
کہ ان دونوں پیشوں میں نجاست کا اختلاط اکثر رہتا ہو اور یہی حال چمڑے کے پکانے کا ہو یا جو ایسا ہی کام ہو۔ اور حضرت ابن سیرین نے دلالی کو
مکروہ فرمایا ہو اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے دلال کی اُجرت کو مکروہ سمجھا ہو اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ دلال جھوٹ بولتے اور اسباب کی تعریف میں مبالغہ

مبالغہ کرنیکی پروا کم کیا کرتا ہو اُسکو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ اس پیشہ مین کام معین نہین ہوتا کبھی کم ہوتا ہو کبھی زیادہ
اور اجرت مین کام کی مقدار پر لحاظ نہین ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہو اور روپیہ پیچھے کچھ اجرت قرار پاتی ہو عادت اسی طرح ہو رہی ہے
حالانکہ یہ ظلم ہے اجرت اس طرح ہونی چاہیے کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو اور بعض لوگون نے تجارت کے لیے جاندار کے خریدنے کو مکروہ کہا ہے
اس نظر سے کہ مشتری کو حکم الٰہی برا معلوم ہوتا ہو یعنی جانور کا مرجانا جو حکم خدا سے ہوتا ہو اسکو اچھا نہین معلوم ہوتا اور کہتے ہین کہ جاندارونکو فروخت کے
اور بیجان کی چیزین مول لے - او منجملہ مکروہ چیزون کے صرافی ہو اس لیے کہ اسمین سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہو اور نیز ان چیزون مین دقیق
تنقیحین تلاش کرنی پڑتی ہین جنکی ذات مقصود نہین صرف رواج مقصود ہو علاوہ ازین صراف کو نفع ایسی ہی صورت مین ہوتا ہو کہ جہان
لیتا ہو کہ دوسر اشخص نقد کے دقائق سے واقف نہین غرضکہ انھین باتونکے لحاظ سے صراف گو احتیاط کرے مگر اسکا سلامت رہنا کم ہے
اور صراف وغیرہ کو ثابت روپیہ اور اشرفیان گلا ڈالنی مکروہ ہین ہان اگر انکے کھرے ہونے مین شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو مضائقہ نہین
حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب نے اس باب مین ممانعت کی ہو اور مین بھی ثابت سکہ کو توڑنا
مکروہ جانتا ہون اگر گلانا ہی ہو تو چاہیے کہ سکہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا دے اور کپڑے کی تجارت کو مستحب کہتے ہین حضرت سعید بن مسیب
فرماتے ہین کہ اگر کپڑے کی سوداگری مین قسمین نہون تو میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہین اور مروی ہو کہ تمھاری تجارتون مین
بہتر کپڑا ہو اور پیشون مین سے اچھا موزہ کا سینا ہو اور ایک اور حدیث مین ہو کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر دوزخ والے
تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی نقدین کی کرتے - اور سلف کے نیکبخت لوگون کے اکثر اعمال دس صنعتین تھین موزہ دوزی اور تجارت اور بلہ داری
اور کپڑا سینا اور جوتا بنانا اور کپڑا دھونا اور آہنگری اور سوت کاتنا اور خشکی اور تری کا شکار کرنا اور کتابت عبد الوہاب کاتب کہتے ہین کہ مجھ سے
امام احمد رح نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو مین نے کہا کہ کتابت آپ نے فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہو اگر مین بھی پیشہ یا ہاتھ سے کام کرتا تو تمھارا ہی پیشہ کیا کرتا
پھر فرمایا کہ جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ بہت دور دور ہو اور نہ بہت واضح اور حاشیہ چھوڑ دیا کرو اور اجزا کی پشت پر کچھ مت لکھا کرو اور چار
پیشے ایسے ہین کہ لوگون مین کم عقل مشہور ہین اول جولاہے دوم دھنیے سوم کاتنے والے چہارم معلم - اور غالبًا اسکی وجہ یہ ہو کہ ان پیشہ
والونکا میل عورتون اور لڑکون سے زیادہ رہتا ہو اور یہ قاعدہ ہو کہ کم عقلونکے اختلاط سے عقل ضعیف ہو جاتی ہو جیسے عقیلونکی باتین سننے سے
عقل بڑھ جاتی ہو اور حضرت مجاہد سے مروی ہو کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ کو ڈھونڈھنے جاتی تھین انکا گذر جولاہون پر ہوا اور ان سے راستہ پوچھا
انھون نے جو راستہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے انکو بد دعا دی کہ الٰہی انکے پیشہ مین سے برکت دور کر اور ایسا کر کہ یہ مفلس مرین اور لوگون کی نظر مین
انکو حقیر کر دے انکی دعا قبول ہو گئی اور اکابر سلف نے ایسی چیزون پر اجرت لینے کو مکروہ فرمایا ہو جو قسم عبادت سے ہون یا فرض کفایہ
مثلاً مردے کا نہلانا اور انکو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ اگرچہ ان امور کیلئے نوکر رکھنا صحیح ہو اور یہی حال قرآن پڑھانے
اور علم شرع سکھانے کا ہو کہ یہ اعمال اس بات کے سزاوار ہین کہ انسے آخرت کی تجارت کی جاوے اور اگر نیز اجرت لیجاوے گی تو دنیا کے
بدلے مین آخرت کا دینا ہوگا جو اچھی بات نہین سوم یہ کہ دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کے بازار کا مانع نہو آخرت کے بازار اللہ تعالیٰ کی

مسجدیں ہیں جن کے حق میں خود فرماتا ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ
الزَّکٰوۃِ تو یوں چاہیے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے وقت ہونے تک اپنی آخرت کے لیے کر دے یعنی اسوقت مسجد میں بیٹھکر وظائف کا ورد کرے حضرت
عمر رضی تاجروں کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کے لیے کرو اور اُسکے بعد کا وقت دنیا کیلیے رہنے دو اور سلف کے نیک بندے دن کا اول و آخر
آخرت کے لیے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کے لیے چنانچہ صبح کو ہریسہ اور نہاری اور سر پائے بکرے کی لڑکے اور ذمی بیچا کرتے تھے کیونکہ دکاندار تو
جبتک مسجدوں میں رہا کرتے تھے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ فرشتے جسوقت بندہ کا نامہ اعمال لیکر اوپر جاتے ہیں اور اُسمیں اول اور آخر روز میں ذکر اللہ
اور نیکی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ بیچ کے وقت کی برائیاں دور فرماتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ رات اور دن کے فرشتے فجر کے وقت اور عصر کے وقت حضور خداوندی
میں جمع ہوتے ہیں اُسوقت اللہ تعالیٰ اُن سے سوال فرماتا ہے حالانکہ اُسکو بندوں کا سب کچھ حال معلوم ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو وہ عرض
کرتے ہیں کہ ہم نے انکو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب انکے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمکو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انکو بخشدیا پھر آدمی
جسوقت دن کے درمیانی حصہ میں ظہر یا عصر کی اذان سُنے تو چاہیے کہ کسی کام کی رغبت نکرے اور اپنی جگہ سے مسجد کی طرف کو حرکت کرے اور جو کام کرتا ہو
اُسکو ترک کر دے کیونکہ اگر تکبیر اولیٰ جماعت کی امام کے ساتھ اول وقت میں نہ ملیگی تو دنیا و مافیہا سے بھی اُسکا تدارک نہ ہوگا تکبیر اولیٰ کے سامنے یہ سب ہیچ ہے
اور اگر جماعت میں حاضر نہ ہوگا تو بعض علماء کے نزدیک گناہگار ٹھہریگا اور اکابر سلف کا دستور یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو دوڑتے تھے اور بازار میں صرف
لڑکوں اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور انکو اوقات نماز میں دکان کی حفاظت پر کچھ اُجرت دیا کرتے تھے اسی سے انکی گذر تھی اور رِجَالٌ لَّا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ
عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ کی تفسیر میں یوں آیا ہے کہ یہ لوگ لوہار اور بہوت بید بننے والے تھے اُنمیں سے اگر کوئی اذان سُنتا تو اگر ہتوڑا چوٹ کے لیے اُٹھائے ہوتا یا برما
بار بٹنے کے لیے ہوتا تو ویسے ہی بدون چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈالدیتا تھا اور نماز کے لیے کھڑا ہوجاتا تھا چھٹا درجہ یہ کہ اسی پر کفایت نکرے بلکہ بازار میں
ہر وقت اللہ پاک کی یاد کرے اور تہلیل و تسبیح میں مشغول رہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بازار میں غافلوں کے درمیان بہت فضیلت رکھتی ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غافلوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے بیچ میں جہاد کرنے والا یا جیسا مردوں کے بیچ میں زندہ
شخص اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ جیسے سبز درخت سوکھی گھاس میں اور فرمایا کہ جو شخص بازار میں جاوے اور کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ
لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَہُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اسکے لیے بیس لاکھ نیکیوں کا ثواب لکھے گا اور حضرت ابن عمر اور سالم بن عبداللہ
اور محمد بن واسع اور انکے سوا دوسرے حضرات بازاروں میں صرف اسی ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لیجایا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری
فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنے والا بازار میں قیامت کو ایسی روشنی سے آویگا جیسے چاند کی اور اُسکی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے بازار میں
مغفرت کی درخواست کریگا اللہ تعالیٰ اُسکے لیے بازار والوں کے شمار کے موافق مغفرت کریگا اور حضرت عمر رضی جب بازار میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے
اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِہِ السُّوْقُ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ یَّمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ وَّصَفْقَۃٍ خَاسِرَۃٍ - اور ابو جعفر فرغانی کہتے ہیں کہ ہم
حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں تھے کہ ذکر ایسے لوگوں کا ہوا جو مسجدوں میں بیٹھکر صوفیوں کے مشابہ بنتے ہیں اور مسجد میں بیٹھنے کے حق کو ادا کرنے
میں قاصر ہیں اور بازار میں جانے والوں کو برا کہتے ہیں حضرت جنید نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بھی ہیں کہ مسجد میں آکر بعض لوگ جو مسجد میں
بیٹھے ہیں اُنکا کان پکڑ کر باہر نکالدیں اور انکی جگہ خود بیٹھ جاویں میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ بازار میں جاتا ہے اور ہر روز تین سو رکعتیں اور تیس ہزار بار سبحان اللہ

کہنا اُسکا معمول ہی ابوجعفر کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد سے مجھکو یہ وہم ہوا کہ یہ حال آپ اپنا ہی فرماتے ہونگے۔ غرضکہ جو لوگ کفایت کی طلب کیلیے
تجارت کیا کرتے تھے نہ دنیا کی آرام طلبی کے لیے تو اُنکی تجارت کا یہ طریق تھا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب اس غرض سے ہو کہ اس سے آخرت پر مدد لے تو
اُس سے یہ نہو گا کہ آخرت کے نفع کو بیچ ڈالے اور اس باب میں بازار اور مسجد اور گھر سب کا حکم ایک ہی اور بچاؤ کی صورت صرف تقوی ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں اتق اللہ حیث ماکنت پس تقوی کا وظیفہ خالص دینداروں سے کبھی نہیں چھوٹتا ان پر کوئی حال کیوں نہو اور اسی سے اُنکی زندگی اور
عیش ہی کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی میں سمجھتے ہیں اور یہیں وجہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کرتا ہی وہ عیش کرتا ہی اور جو دنیا سے محبت
رکھتا ہی وہ خفیف ہوتا ہی اور احمق آدمی صبح اور شام بیجز نکمی باتوں کے اور کچھ نہیں کرتا اور عاقل شخص اپنے نفس کے عیبوں کا جویا رہتا ہی ...
تجارت پر زیادہ حریص نہو کہ بازار میں سب سے پہلے جاوے اور سب کے بعد آوے یا تجارت میں سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں
کہتے ہیں کہ جو شخص دریا کا سفر کرے تو وہ رزق کی طلب میں حد سے زیادتی کرتا ہی اور ایک حدیث میں ہی کہ سمندر کا سفر بجز تین باتوں کے اور کسی
لیے نکرنا چاہیے۔ اول حج کرنا دوم عمرہ کرنا سوم جہاد کرنا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے تھے کہ بازار میں نہ اول گھسو نہ پیچھے نکلو
کہ اسمیں شیطان انڈے بچے دیتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل اور ابن عمر رضہ سے مروی ہی کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہے کہ تو اپنے لشکر لیجا
تو بازاروں پر حاکم ہوا بازاریوں کے لیے جھوٹ اور قسم اور دغا اور مکر اور خیانت کو زینت دینا اور جو اول بازار میں آوے اور سب کے بعد
اسمیں سے نکلے اُسکے ساتھ رہنا اور ایک حدیث میں ہی کہ جگہوں میں سے بدتر بازار ہیں اور بازاریوں میں سے برے وہ ہیں جو سب سے
اول داخل ہوں اور سب کے بعد خارج ہوں اور یہ احتراز کامل اس صورت میں ہوگا کہ آدمی اپنی گذر اوقات کی مقدار میں کر کے جب
اس قدر ملجاوے اسی وقت بازار سے چلا آوے اور آخرت کی تجارت میں مشغول ہو سلف کے نیک بندوں کا یہی دستور تھا چنانچہ بعض آدمی
ایسے تھے کہ جب اُنکو پون آنہ کے قریب ملجاتا تو بازار سے چلے آتے اور اسی قدر پر قناعت کرتے اور حماد بن سلمہ ریشمی کپڑے کا بقچہ کھولکر سامنے
رکھ لیتے اور جب قریب چھ آنے کے ہوجاتے تو اپنا بقچہ اُٹھا لیتے اور گھر چلے آتے اور ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم
کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میں جا کر گارے کا کام کرونگا فرمایا کہ اے ابن بشار تو ایک چیز کا طالب ہی اور ایک کا مطلوب ...
طلب کرتا ہے جو تجھ سے فوت نہ ہوگی اور تجھکو وہ شخص طلب کرتا ہی جس سے تو بچ نہ رہیگا کیا تو نے حریص آدمی کو محروم اور کم زور کو ...
ملتے نہیں دیکھا ہی میں نے عرض کیا کہ میرا پون آنہ بقال کے پاس ہی آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت تمہاری اور بھی مجھکو زیادہ گران معلوم ...
کے مالک ہو کر کام کی طلب کرتے ہو اور اگلے لوگوں میں بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد پھرتے تھے اور بعض عصر کے بعد اور بعض ...
صرف ایک یا دو روز کام کرتے پر کفایت کیا کرتے تھے ششم یہ کہ صرف حرام سے بچنے ہی پر کفایت نکرے بلکہ شبہ کی جگہ اور شک ...
سے بھی احتراز کرے اور یہ نہ دیکھے کہ اس بات میں لوگ کیا فتوی دیتے ہیں بلکہ اپنے دل سے فتوی لے پوچھے جب اسمیں کسی طرح کی خلش ...
تو اُس سے اجتناب کرے اور جس وقت اسکے پاس کوئی اسباب آوے کہ اسمیں اُسکو شبہہ ہو تو اُسکا حال لوگوں سے پوچھ کر دریافت کرے ...
شبہہ کا مال کھاویگا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ...
انھوں نے عرض کیا کہ بکری کے تھنوں سے آپ نے فرمایا کہ وہ بکری کہاں سے آئی انھوں نے عرض کیا کہ فلان جگہ سے تب آپ نے وہ دودھ پیا اور ...

کہ ہم انبیا کے گروہ کو یہ حکم ہی کہ نہ کھاوین بجز عمدہ مال کے اور نہ کرین بدون نیک کام کے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایمان والونکو اُسی بات کا حکم فرمایا
ہی جسکا پیغمبرونکو حکم کیا ہی چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم اور رسولون کو ارشاد فرمایا۔ یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات
واعملوا صالحا غرضکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس دودھ کی اصل اور اصل کی اصل تک پوچھی اس سے زیادہ سوال نہین فرمایا اس لیے کہ
اس سے زیادہ مین دقت ہی اور ہم عنقریب باب حلال و حرام مین لکھین گے کہ اس سوال کا کرنا کس جگہ واجب ہوا کرتا ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ہر ایک چیز مین جو انکی خدمت مین آتی یہ سوال نہین کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ اسکا دریافت کرنا ضرور ہی نہین تاجر پر اتنا ضرور ہی
کہ جس سے معاملہ کرے اُسکو دیکھ لے اگر وہ ظالم یا چور یا خائن یا سود خوار ہو تو اُس سے معاملہ نکرے اسی طرح اگر لشکری ہو خواہ انکا کوئی ساتھی
یا مددگار ہو تو اس سے بھی معاملہ نکرے اس لیے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے مین ظلم پر مدد کرنے والا ہوگا ایک بزرگ کا ذکر ہی کہ انکو مسلمانون کے
کسی مورچہ کی دیوار بنوانے کی خدمت ملی پھر انکے دل مین اس نوکری سے کچھ تردد ہوا گو کہ یہ کام خیرات کا بلکہ اسلام کے فرائض مین سے تھا مگر چونکہ جس امیر
نے نوکر رکھا تھا وہ ظالم تھا اس لیے انکو تردد تھا چنانچہ انھون نے سفیان ثوری سے اسکا حال دریافت کیا انھون نے فرمایا کہ ظالمون کی مدد نہ تھوڑی کرو
نہ بہت انھون نے کہا کہ یہ دیوار تو فی سبیل اللہ مسلمانون کے لیے بنتی ہی سفیان رحمہ نے فرمایا کہ درست ہی مگر اُسمین ادنی خرابی تمھارے لیے یہ ہی کہ تم یہ چاہو
کہ کسی طرح حاکم جبتک رہے تو ہماری تنخواہ وصول ہوجاوے تو اپنے نفع کے لیے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہوگے جو اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا ہی اور حدیث
مین آچکا ہے کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہی اُس کو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالی کی زمین مین اسکی نافرمانی کیجاوے اور ایک حدیث مین
یہ آیا ہی کہ اللہ تعالی غصہ ہوتا ہی جس وقت کوئی بدکار کی تعریف کرتا ہی اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جس شخص نے بدکار کی
تعریف کی اُس نے اسلام کی تباہی پر اعانت کی۔ اور ایکبار سفیان ثوری رحمہ خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور انکے ہاتھ مین ایک سفید کاغذ تھا سفیان
سے کہا کہ مجکو دوات دیدیجیے کہ لکھون آپ نے فرمایا کہ اول مجکو بتادو کہ کیا چیز لکھوگے اگر وہ حق ہوگا تو مین دوات دونگا اسی طرح کسی حاکم نے ایک
عالم محبوس کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ ذرا سی مٹی دیکر گولدو کہ خط پر مہر کردون اُنھون نے فرمایا کہ اول مجکو خط دیدو کہ پڑھ دیکھون غرض کہ
پہلے لوگ ظالمونکی اعانت سے اتنا احتراز کرتے تھے اور معاملہ کرنا تو سب سے زیادہ اعانت ہی اس لیے دیندارونکو چاہیے کہ حتی الوسع ظالمون سے
معاملہ نہ کیا کرین حاصل یہ کہ یہ زمانہ ایسا نازک ہی کہ تاجر کو چاہیے کہ ابناء زمان کی دو قسمین کرے کچھ لوگون سے معاملہ کرے اور بعض سے معاملہ نہ کرے
اور جن سے کرے وہ دوسرے فریق کی نسبت کم ہون بعض اکابر فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک وہ زمانہ تھا کہ اگر آدمی بازار مین جاکر پوچھتا کہ مین
کس سے معاملہ کرون تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرے پھر وہ وقت آیا کہ اُسکو یون کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلان اور فلان
شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یون کہنے لگے کہ کسی سے معاملہ مت کرنا مگر فلان اور فلان سے کرنا اور اب مجکو یہ خوف ہی کہ آیندہ کو یہ بات بھی
جاتی رہیگی اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہی انا للہ وانا الیہ راجعون ہفتم یہ کہ اپنے معاملہ کے سب حالات کو ہر ایک
اہل معاملہ کے ساتھ نگران رہے کہ اسکی بازپرس ہوگی قیامت کے روز اسی کا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جاویگا کہ کیون کی
اور کس واسطے کیا چنانچہ کہتے ہین کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاویگا جن سے اُس نے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیون سے داد و ستد
ہوئی ہوگی اُتنے ہی محاسبے دینے پڑین گے۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خدا تعالے نے

تجھ سے کیا سلوک کیا اُس نے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار نامۂ اعمال کھول دیے مین نے عرض کیا کہ یہ سب گناہ ہین ارشاد ہوا کہ یہ تیرے معاملات ہین جو لوگون سے کیے ہین جن لوگون سے معاملہ کیا ہو اُن مین سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہو اور اُنمین ابتدا سے آخر تک تیرا اور اُسکا معاملہ لکھا ہوا ہو یہانتک اُن امور کا ذکر ہوا جو کسب کرنے والونکو معاملہ کرنے مین ضرور ہین یعنی عدل اور احسان اور اپنے دین پر دھیان رکھنے کا بس اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کریگا تو نیک بختون مین سے ہوگا اور اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کریگا تو مقرب بندون مین داخل ہوگا اور اگر ان دونون باتونکے ساتھ مین دین کے ذطائف کا لحاظ بھی رکھیگا جیسا ہم نے پانچوین فصل مین لکھا ہے تو صدیقون مین سے ہوگا واللہ اعلم میراب

تمام ہوا اللہ تعالی کی عنایت سے والحمد للہ اولًا و آخرًا و ظاہرًا و باطنًا و صلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

چوتھا باب حلال اور حرام کے بیان مین

رباعی مقبول عبادت نہین بے اکل حلال	ہو حکم خدا کہ کھاؤ تم طیب مال	کافی ہو فضیلت کو کہ اہل ایمان	اس حکم مین انبیا کے ہین ہمتا و مثال

واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین طلب الحلال فریضۃ علی کل مسلم اسکو حضرت ابن مسعودؓ نے روایت کیا ہے اس فرض کا سمجھنا عقلون پر دوسرے فرضونکی نسبت بہت مشکل اور اسکا کرنا اعضاء پر نہایت ثقیل ہے اسی وجہ سے اسکا علم اور عمل دونون بالکل مٹ گئے اور اسکے علم کے دقیق ہونے کی جہت سے عمل اور بھی معدوم ہوگیا کیونکہ جاہلون نے یہ گمان کرلیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہے اور اُس تک پہنچنے کی راہ مسدود ہے اور مال پاک مین سے بجز نہرونکے پانی اور غیر مملوک زمین کی نباتات کے اور کوئی چیز نہین رہی اور ان دونونکے سوا جتنے مال ہین اُن مین معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہے اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہے تو بجز اسکے اور کیا کیا جاوے کہ محرمات مین خوب پاؤن پھیلائے جاوین اس خیال سے اُنھون نے اس فرض دین کو پس پشت ڈالدیا اور مالون مین کچھ فرق و امتیاز نہین کیا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ حلال صاف کھلا ہے اور حرام بھی ظاہر و جدا ہے اور ان دونونکے درمیان مین مشتبہ چیزین ہین اور جتنی حالتونکے انقلاب ہوتے رہتے ہین یہ تینون باتین ایک دوسرے سے ملی رہتی ہین اور از انجا کہ اس بدعت تازہ کا ضرر دین مین عام ہوگیا اور اسکی آگ سب خلق مین پھیل گئی لہذا ضرور ہوا کہ اسکے دور کرنے مین کوشش کی جاوے اور فرق حلال و حرام اور شبہہ مین شرح اور تحقیق بتلادیا جاوے کہ سب صورتونکو شامل ہوسکے اور ہم اس مضمون کو سات فصلون مین بیان کرتے ہین و باللہ التوفیق

فصل اول حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور اُسکے اقسام اور درجات کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

پہلا بیان حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اس آیت مین کھانے سے پیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضون نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال حلال ہے اور فرمایا وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا اور فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ پھر فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پھر فرمایا وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ پھر فرمایا وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اول مین سود کھانیوالے کو خدا سے تعالے سے لڑائی ٹھانی فرمایا اور انجام کو باعث دخول دوزخ اور حلال اور حرام کے باب مین آیتین بیشمار ہین اب

احادیث کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب الحلال فریضۃ علی کل مسلم اور دوسری حدیث میں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم آیا ہے تو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مراد علم سے حلال وحرام کا علم ہے اور دونوں حدیثوں سے مقصود ایک ہی چیز ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلا دے وہ ایسا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوگا اور فرمایا من اکل الحلال اربعین یوما نور اللہ قلبہ واجری ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اور ایک روایت میں زہدہ اللہ فی الدنیا ہے اور مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لیے دعا فرماویں کہ خدائے تعالیٰ میری دعا قبول کر لیا کرے آپ نے فرمایا اطب طعمتک تستجب دعوتک یعنی اپنی غذا پاک وحلال کر تیری دعا مقبول ہوگی اور جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر حرص کرنے والے کا ذکر فرمایا تو اسکے بعد ارشاد فرمایا رب اشعث اغبر مشرد فی الاسفار مطعمہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام یرفع یدیہ فیقول یارب یارب فانی یستجاب لذلک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہے کہ جو شخص حرام کھا دیگا اسکا فرض و نفل کچھ مقبول نہ ہوگا اور فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑا دس درم کو مول لے اور اسکے ثمن میں ایک درم حرام ہو تو جبتک وہ کپڑا اسکے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اسکی نماز قبول نہ کریگا اور فرمایا کل لحم نبت من حرام فالنار اولی بہ اور فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ کہاں سے مال کمایا ہے اللہ تعالیٰ اسکی پروا نہ کریگا کہ کہاں سے اس کو دوزخ میں داخل کرے اور فرمایا عبادت دس جزو ہیں نو انمیں سے طلب حلال ہے یہ روایت مرفوعا بھی آئی ہے اور موقوفا بھی اور فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کریگا اس حال میں کہ اسکے گناہ بخشے جاویںگے اور صبح کو اٹھے گا اس کیفیت سے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ ان سب خرچوں کو اکٹھا کریگا پھر انکو دوزخ میں ڈال دیگا۔ اور فرمایا خیر دینکم الورع اور فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے حالت ورع میں ملے گا اللہ تعالیٰ اسکو ثواب تمام اسلام کا عنایت کریگا۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں انکا حساب لیتے ہوئے مجکو شرم آتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک درم سود کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانی کی حالت میں تیس زنا کی نسبت سخت ہے اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ معدہ بدن کی حوض ہے اور رگیں اسکی طرف پیاسی جاتی ہیں پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہے تو رگیں بھی صحت کے ساتھ پانی پی کر لوٹتی ہیں اور اگر بیمار ہوتا ہے تو رگیں بیمار ہو کر پھرتی ہیں اور غذا کو دین سے وہ نسبت ہے جو بنیاد کو ہے عمارت سے تو اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی جمی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت میں بنیاد کمزور اور ٹیڑھی ہوگی تو عمارت گر پڑے گی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افمن اسس بنیانہ علی تقوی من اللہ ورضوان خیر ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ہار فانہار بہ فی نار جہنم اور حدیث شریف میں وارد ہے جو شخص مال وجہ حرام سے پیدا کرے تو اگر اسکو صدقہ دیگا تو قبول نہ ہوگا اور اگر اسکو بیچے

[illegible]

چھوڑ مریگا تو اُسکے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا اور باب آداب الکسب مین ہم نے کچھ حدیثین لکھی ہین جن سے کسب حلال کی فضیلت واضح ہوتی ہو اور
آثار۔ اس باب مین یہ ہین کہ ایکبار حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اُس سے دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ مین نے
ایک قوم کیلیے کہانت کی تھی اُنھون نے مجکو یہ دودھ دیا تھا آپ نے اپنے منھ مین اُنگلی ڈالکر قے کرنا شروع کیا یہانتک کہ غلام کو یہ خیال ہوا کہ شاید
آپکا دم نکل جاویگا پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین تیرے سامنے عذر کرتا ہون اُس دودھ سے جو رگون اور آنتون مین سرایت کر گیا ہو اور بعض
روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ اس قصہ کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمکو معلوم نہین کہ صدیق
اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے اور کچھ نہین ڈالتا اسی طرح ایکبار حضرت عمر رضہ نے زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق
مین اُنگلی ڈالکر قے کردی۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جسکا نام حرام سے بچنا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے
ہین کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نکریگا جبتک کہ
حرام سے نہ بچوگے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحہ فرماتے ہین کہ جسکو کچھ ملا ہے تو اسی طرح ملا ہو کہ جو پیٹ مین ڈالا سمجھکر ڈالا اور فضیل رحہ فرماتے ہین
کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہو اسکو اللہ تعالیٰ صدیق لکھتا ہو تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کسکے پاس افطار کرتا ہو اور
حضرت ابراہیم بن ادہم رحہ سے کسی نے پوچھا کہ تم زمزم کا پانی کیون نہین پیتے فرمایا کہ اگر خود میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔ اور سفیان ثوری رحہ فرماتے ہین کہ جو شخص
اللہ کی طاعت مین مال حرام خرچ کرے اسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بجز پانی کے پاک نہین ہوتا اسیطرح
گناہونکو سوائے مال حلال کے اور چیز دور نہین کرتی۔ اور یحییٰ بن معاذ رحہ فرماتے ہین کہ طاعت اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہو اور اسکی کنجی دعا ہے
اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہین اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جسکے پیٹ مین حرام ہوتا
ہو اور سہل تستری رحہ فرماتے ہین کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہین پہونچتا جبتک کہ اسمین چار خصلتین نہ ہون اول فرائض کا ادا کرنا مع سنتون کے
دوم حلال کھانا ورع کے ساتھ سوم ظاہر و باطن کی ممنوعات سے بچنا چہارم ان باتون پر موت تک جما رہنا اور فرمایا کہ جو کوئی چاہے کہ
صدیقونکی علامتین اُس پر روشن ہو جاوین تو چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھاوے اور بجز سنت اور ضروری امور کے کوئی کام نکرے اور
کہتے ہین کہ جو شخص چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہو اُسکا دل سیاہ ہو جاتا ہو اور یہی معنی ہین اس آیت کے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ اور ابن مبارک رحہ فرماتے ہین کہ شبہہ کے ایکدرم کا پھیر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ سے چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے اور بعض
اکابر سلف نے فرمایا ہین کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہو اور اُس سے اُسکا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہو اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہین آتا اور سہل
تستری فرماتے ہین کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہو اُسکے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہین اسکو خبر ہو یا نہو اور جسکی غذا حلال
ہوتی ہو اُسکے اعضا اطاعت کرتے ہین اور اُسکو خیرات کی توفیق ہوتی ہو اور کسی بزرگ نے فرمایا ہو کہ آدمی غذا حلال کا جب اول لقمہ
کھاتا ہو تو اُسکے پہلے کے گناہ بخش دیے جاتے ہین اور جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کے مقام پر اپنے آپکو کھڑا کرتا ہو اُسکے گناہ ایسے
جھڑتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہین اور اکابر سلف کے آثار مین ہو کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کو بیٹھتا تو علما فرماتے کہ اسمین
تین باتین دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اُسکے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہو اور اگر بُرا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے

کلام کرتا ہے اور اگر عقل کا پکا نہ ہو تو اُسکے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اسکے پاس کبھی مت بیٹھو - اور حدیث مشہور میں بروایت
حضرت علی مرتضیٰ رضہ وغیرہم کے آیا ہے ان الدنیا حلالھا حِسابٌ وحرامھا عذابٌ اور دوسرے راویوں نے وشبہتھا عِقابٌ بھی زیادہ کیا ہے
اور کہتے ہیں کہ کسی سیّاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا اُنھوں نے نہ کھایا سیّاح نے اسکا سبب پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ ہم بجز حلال اور کچھ نہیں کھاتے
اور اسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہیں اور حالت یکسان رہتی ہے اور عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اگر ہم تین دن وہ
غذا کھاوین جو لوگ کھاتے ہیں تو نہ تو کچھ علم یقین ہمکو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دل میں باقی رہے اُس سیّاح نے کہا کہ میں ہمیشہ
روزہ رکھتا ہون اور ہر مہینہ میں تیس قرآن ختم کرتا ہون ابدال نے فرمایا کہ یہ چیز جو مین نے تیرے سامنے رات رہنے پی ہے میرے نزدیک تیرے
تیس ختم سے جو تین سو رکعتوں میں ہوں بہتر ہے اور اُنھوں نے رانکو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا - اور امام احمد بن حنبل کو یحییٰ بن معین سے بہت
الفت تھی اور مدتوں تک ساتھ رہے ایکبار امام احمد رح نے سُنا کہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ مین کسی سے سوال نہیں کرتا لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دیے
تو لیلون آپ نے یہ حال سنکر اُن سے ملاقات چھوڑ دی یہانتک کہ اُنھون نے عذر کیا اور عرض کیا کہ میں تو ہنستا تھا فرمایا کہ تم دین کی بات مین
ہنستے ہو تمکو معلوم نہیں کہ غذا دین میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکو عمل نیک پر مقدم بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا
صَالِحًا - اور ایک روایت میں ہے کہ توریت میں مذکور ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ میری غذا کہاں سے ہے خدائے تعالیٰ اس بات
کی پروا نہ کرے گا کہ اسکو دوزخ کے کس دروازے سے آتش میں داخل کرے اور حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان رضہ کے
قتل ہونے اور دار الخلافت کے لٹ جانے کے بعد جو غذا کھائی تو اُسپر اپنی مہر دیکھ لیتے تھے تاکہ شبہہ سے محفوظ رہیں اور ایکبار فضیل بن
عیاض اور ابن عیینہ اور ابن مبارک مکہ معظمہ میں وہیب بن الورد کے پاس جمع ہوئے اور خرما کا ذکر کیا وہیب رح نے فرمایا کہ خرما
مجکو نہایت محبوب ہے مگر میں اسکو کھاتا نہیں اس لیے کہ مکہ معظمہ کے خرما زبیدہ وغیرہ کے باغوں میں مل گئے ہیں اسپر عبداللہ ابن مبارک نے اُنسے کہا
کہ اگر آپ اسطرح کے دلائل کا لحاظ کرینگے تو روٹی کھانی دشوار ہو جاویگی اُنھوں نے پوچھا کہ کیا وجہ کہا کہ اصل زمینیں اطراف وجوانب کی
زمینوں میں مل گئی ہیں یہ سنتے ہی وہیب رح کو غش آگیا سفیان ثوری نے عبداللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو مار ڈالا اُنھون نے
کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ دقت چھوڑ دیں جب وہیب رح کو ہوش ہوا تو قسم کھائی کہ میں عمر بھر روٹی نہ کھاؤنگا بھوک کے وقت دودھ پی
لیا کرتے ایکبار اُنکی ماں دودھ لائیں آپ نے پوچھا کہ یہ کہاں کا ہے اُنھون نے جواب دیا کہ فلان شخص کی بکری کا ہے آپ نے پوچھا کہ وہ
بکری اُسکے پاس کہاں سے آئی اور دام کہاں سے دیا اُنھون نے بتا دیا جب برتن کو منھ کے پاس لے گئے تو فرمایا کہ ایک بات رہ گئی کہ یہ بکری کہاں
چرا کرتی تھی اُنکی ماں خاموش ہوگئیں آپ نے وہ دودھ نہ پیا اس لیے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جس میں کچھ حق مسلمانوں کا تھا اُنکی ماں مشفقہ نے فرمایا کہ پی لو
اللہ تعالیٰ تمکو بخشدیگا اُنھون نے کہا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اُسکی نافرمانی کر کے اُسکی مغفرت کا خواہان ہون یعنی پینے سے اُسکی نافرمانی یقینًا ہوگی
تو ایسی طرح اپنے اختیار سے نافرمانی کر کے جو باسے مغفرت ہونا اچھا نہیں - اور بشر حافی رح بھی پرہیزگاروں میں سے تھے اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہاں سے کھاتے
ہیں فرمایا کہ جہاں سے تم کھاتے ہو مگر جو کھاوے اور روتا جاوے وہ اس جیسا نہیں جو کھاوے اور ہنستا جاوے اور نیز میرا ہاتھ دوسرون کی نسبت کم
کوتاہ ہے اور لقمہ بھی اور دن سے چھوٹا ہے یعنی بقدر حاجت اور ضرورت پر اکتفا کرتا ہون غرض کہ پہلے لوگ شبہات سے اس طرح بچا کرتے تھے

ح دنیا کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب اور شبہ میں عتاب
[illegible]

دوسرا بیان حلال و حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین واضح ہو کہ حلال و حرام کی تفصیل فقہ کی کتابون مین مشرح ہوتی ہی اور اگر طالب حق اپنی غذا ایسی طرح معین کرے کہ فتوی کی رو سے حلال ہو اور اسکے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھاوے تو اسکو اس بحث طویل کی ضرورت نہین لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھاوے تو اسکے لیے حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت پڑے گی چنانچہ اسکی تفصیل ہم نے فقہ کی کتابون مین لکھی ہی یہان ہم مجملاً تقسیم کے طور پر اشارۃً مال حلال کی آمدنی کی وجہین بیان کرتے ہین اور وہ یہ ہی کہ مال دو حال سے خالی نہین یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس جہت سے کہ اسکے حاصل کرنے مین کوئی خلل ہو گیا ہو

قسم اول یعنی جسکی ذات مین کوئی صفت حرمت کی ہی وہ ایسی چیزین ہین جیسے شراب اور سور وغیرہ اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ جو چیزین روے زمین پر کھانے مین آتی ہین وہ تین طرح کی ہوتی ہین اول معدنیات جیسے نمک اور مٹی وغیرہ دوم نباتات سوم حیوانات معدنیات وہ ہین جو زمین کے اجزا اور کانون مین سے نکلتی ہین اور اسی وجہ سے حرام ہین کہ کھانے مین مضر ہین اور بعض بمنزلہ زہر کے ہین اگر بالفرض روٹی کا کھانا مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جیسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑ گئی ہو وہ بھی ضرر ہی کے لحاظ سے حرام ہوتی ہی اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کوئی چیز معدنیات مین سے تھوڑا یا اور کسی سائل غذا مین گر جاوے تو اسکے سبب سے حرام نہ ہوگا اور نباتات مین سے وہ چیزین حرام ہین جو عقل کو یا زندگی کو یا تندرستی کو زائل کرین عقل کی دور کرنے والی جیسے بنگ اور شراب اور دوسری نشہ آور چیزین اور زندگی کی زائل کرنے والی جیسے بش وغیرہ زہر ہین اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائین ہین جنکا بے وقت استعمال کیا جاوے غرضکہ شراب اور نشہ کی چیزونکے سوا سب مین حرمت کی علت ضرر ہی اور مسکرات مین یہ بات نہین انمین سے تھوڑی مقدار بھی حرام ہی گو نشہ نکرے انمین علت ایک تو ذاتی نجاست ہی اور دوسری صفتی یعنی ایسی تیزی ہی جو سر پیدا کرتی ہی اور زہر کی چیزون مین سے اگر صفت ضرر جاتی رہے خواہ مقدار کی کمی یا دوسری چیزین ملانے سے تو وہ حرام نہوگی۔ باقی رہے حیوانات انکی دو نوع ہین ایک ماکول دوسرے غیر ماکول اور اسکی تفصیل باب الاطعمہ مین ہی اور انکا مفصل بیان کرنا ایک بحث طویل ہی خصوص اقسام پرند اور حیوانات خشکی اور تری کا بیان۔ اور جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہی وہ بھی اسطرح ہی کہ شرعی طور پر ذبح ہوا ہو اور ذبح کرنے والے اور آلۂ ذبح اور مقام ذبح کی شرطونکا لحاظ کیا گیا ہو اور یہ باتین باب الصید والذبائح مین مذکور ہین اور جو جانور کہ شرعی طور پر ذبح نہوا ہو یا مر گیا ہو تو وہ حرام ہی مگر انمین سے سوا ٹڈی اور مچھلی کے اور کوئی حلال نہین اور انہین کے حکم مین وہ کیڑے ہین جو غذا کے بگاڑنے ہین جیسے سیب اور گولر اور پنیر اور سرکہ کے کہ انسے احتراز کرنا غیر ممکن ہی ہان اگر انکو علیحدہ کرکے کھایا جاوے تو انکا حکم مکھی اور گوبریلے اور بچھو وغیرہ جانور جنکا ہی جنمین خون روان نہین یعنی انکی حرمت کی کوئی وجہ بجز کراہت طبعی کے نہین اگر کراہت طبعی نہوتی تو وہ مکروہ نہوتے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ ان چیزون سے کراہت نکرے تو خاص اسکی طبیعت پر التفات نکیا جاویگا بلکہ اکثر طبائع کے اعتبار سے ان چیزونکا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک یا سنک کو جمع کرکے پی لیوے تو مکروہ ہی حالانکہ کراہت نجاست کے سبب نہین اس لیے کہ صحیح یہی ہی کہ یہ چیزین مرنے سے ناپاک نہین ہوتین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی کہ مکھی اگر کھانے مین گر جاوے تو اسکو غوطہ دیدو اور کھانا بعض وقت گرم ہوتا ہی کہ مکھی گرتے ہی مر جاتی ہی اور اگر کوئی چیونٹی یا مکھی ہانڈی مین پک کر پاش پاش ہو جاوے تو اسکا گرا دینا ضرور نہین اسلیے کہ مکروہ صرف اسکا جسم ہی وہ ناپاک نہین ہی کہ ہانڈی کو ناپاک کردے غرض کہ ان

امور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزون کی حرمت مکروہ جاننے کی جہت سے ہے اور اسیلئے ہم کہتے ہین کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی مین پڑ جاوے گو کہ رائی برابر
تو سب کا کھانا حرام ہو جاویگا نہ اس جہت سے کہ وہ نجس ہو گیا کیونکہ آدمی تو مرنے سے ناپاک نہین ہوتا بلکہ اس وجہ سے کہ آدمی کا کھانا تعظیم کی وجہ سے
حرام ہے نہ کراہت طبعی کی وجہ سے ۔ اور جو جانور کہ کھائے جاتے ہین تو شرائط شرع کے موجب ذبح ہونے سے پہلے مرنے کے سبب انکا کھانا حلال نہین ہوتا بلکہ
خون اور غلیظ اور جتنی چیزین ان مین نجس ہین حرام ہین اور نجاست کا کھانا مطلق حرام ہے لیکن نجس عین یا تو حیوانات مین سے ہین یا مسکرات ہین نباتات
مین سے اور جو چیزین کہ عقل کو دور کرتی ہین اور نشہ نہین لاتین وہ نجس عین نہین جیسے بھنگ کیونکہ نشہ اور چیز کا پلید ہونا اُس سے
باز رکھنے کیلئے کیا گیا ہے کہ ویسی چیزونکی طرف لوگونکا دل چلتا ہے اور جبکہ بہنے والی نجاست کا ایک قطرہ یا نجاست کا کوئی حصہ شوربا
خواہ کھانے یا تیل مین گر جاوے تو ان سب کا کھانا حرام ہو جاویگا مگر اور کام مین لانا حرام نہوگا مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیون مین ملنا یا جانورونکو
وغیرہ پر لگانا درست ہے غرضکہ جو چیزین ذات مین کوئی حرمت کی صفت پائی جانے سے حرام ہوتی ہین وہ اسی قدر تھین اب دوسری قسم کو معلوم
کرنا چاہیے یعنی جن چیزونکے حاصل کرنے مین کوئی خلل واقع ہوا ہو اور اسکی بحث وسیع ہے اس طرح کہ مال کا لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا
یا بدون اختیار کے دوم کی مثال میراث ہے کہ بدون اختیار وارث کے اسکی ملک مین آ جاتا ہے اور اختیار سے مالک ہونا بھی دو طرح ہے یا تو کسی مالک کے
پاس سے اسکی ملک مین آیا یا بدون مالک کے جیسے کان کا ملنا اور جو مالک کے پاس سے آیا ہو وہ اُس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے اور زبردستی کی
صورت مین یا مالک مال کی عصمت اُسپر سے دور ہوگئی جیسے غنیمت ہے خواہ لینے کا استحقاق ثابت ہو گیا ہو جیسے زکوٰۃ اور واجب نفقات کے نہ دینے
والون سے مال حاصل کرنا اور جو مال رضامندی سے لیا جائے اُسکے بھی دو طور ہین یا عوض مین لیا جاوے جیسے بیع اور مہر اور اجرت ہے یا بدون عوض ہے
جیسے ہبہ اور وصیت پس ان تقسیم سے چھ قسمین حاصل ہوتی ہین اول وہ جسکا کوئی مالک نہو جیسے کان مین سے کچھ نکالنا یا افتادہ زمین کو آباد کرنا
کسی ملک مین یا شکار کرنا یا لکڑیان لانا یا ندیون مین سے پانی لے لینا گھاس کھود لانا تو یہ سب چیزین حلال ہین بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا علاقہ
نہو پس جس صورت مین کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیاء مین نہوگی تو لینے والا انکا مالک ہو جاویگا اور اسکی تفصیل زمین لاوارث کے آباد
کرنیکے باب مین ہوا کرتی ہے دوم وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے جنکی حرمت نہین جیسے مال غنیمت جو لڑائی سے ملے یا مال فیٔ
جو بدون لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اس صورت مین حلال ہوتا ہے کہ مسلمان انمین سے خمس نکال کر مستحقون مین عدل کے ساتھ تقسیم کر دین اور ایسے
کافرون سے اُسکو نہ لیا ہو جو حرمت رکھتے ہین مثلاً ذمی اور امن اور عہد والے اور تفصیل اُن شرطونکی غنیمت اور جزیہ کے باب مین مذکور ہوتی ہے
سوم وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے کہ حق واجب کو ادا کرین اور بدون رضامندی کے لیے لیے جانے کے مستحق ہون یہ مال
بھی حلال ہے جس صورت مین کہ استحقاق کا سبب پورا ہو جاوے اور مستحق مین وصف استحقاق کامل ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور لینے والا
قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اور اس مال کی تفصیل تفریق صدقات اور کتاب الوقف اور نفقات کے بیان مین ہوتی ہے اس لیے کہ ان مین یہی بحث
ہوتی ہے کہ مستحق زکوٰۃ کے اوصاف کیا ہین اور وقف و نفقات وغیرہ کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہین پس جبکہ یہ شرائط پوری ہونگی تو جو مال
لیا جاویگا وہ حلال ہوگا ۔ چہارم وہ مال جو معاوضہ کی صورت مین مالک کی رضامندی سے لیا جاوے یہ اس صورت مین حلال ہے کہ عوض کی
دونون چیزونکی شرطین اور عاقدین اور ایجاب و قبول کی شرطین ملحوظ رہین اور معہذا جو شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرما دی ہین اُن سے احتراز کیا جاوے

ان امور کا بیان کتاب البیع اور سلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور مضاربت اور شرکت اور مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاملات میں مشرح ہوتا ہی **پنجم** وہ مال جو مالک کی رضامندی سے بغیر عوض لیا جاوے اس صورت میں حلال ہوتا ہی کہ معقود علیہ اور عاقدین اور عقد کے شروط کی رعایت کیجاوے اور کسی وارث وغیرہ کو ضرر نہ ہوتا ہو یہ ہبہ اور وصیتوں اور صدقات کے ابواب میں لکھا رہتا ہی **ششم** وہ مال جو بے اختیار آدمی کو ملے جیسے ترکہ مورث کا یہ اس صورت میں حلال ہوتا ہی کہ مورث نے اسکو کسی وجہ حلال سے منجملہ وجوہ پنجگانہ مذکورہ بالا کے پیدا کیا ہو علاوہ ازیں ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتیں ادا ہو چکی ہوں اور وارثوں کے حصے عدل کے ساتھ ہوے ہوں اور حقوق واجبہ مثل زکوۃ اور حج اور کفارہ ادا ہو گئے ہوں اسکی تصریح کتاب الوصایا اور فرائض میں ہوا کرتی ہی غرضکہ آمدنی کی کل صورتیں مجملاً یہی ہیں ہم نے بطور اجمال انکی طرف اشارہ کر دیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہو جاوے کہ اگر اسکی غذا ایک وجہ معین سے نہ ہوگی بلکہ متفرق صورتوں سے حاصل ہوتی ہوگی تو اسکو بدون ان سب امور کے جانے چارہ نہیں اور جب بہت سے ان صورتوں میں سے اسکو غذا ملے چاہیے کہ اہل علم سے اس باب میں حکم پوچھے اور بدون جانے ہوے اسپر جرأت نکرے اس لیے کہ جیسے عالم سے قیامت میں کہا جاویگا کہ تو نے اپنے علم کے خلاف کیوں کیا ویسے ہی جاہل سے کہا جاویگا کہ تو اپنی جہالت پر کیوں اڑا رہا سیکھ کیوں نہ لیا تجھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم ہو چکا تھا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم

تیسرا بیان حلال اور حرام کے درجوں کے ذکر میں ۔ واضح ہو کہ حرام سب خبیث ہی لیکن بعض میں خباثت زیادہ ہی اور بعض میں کم اسی طرح حلال سب پاک وصاف ہی مگر بعض زیادہ ستھرا ہی اور بعض کم اسکی مثال ایسی سمجھو کہ طبیب کہتا ہی کہ سب مٹھائیاں گرم ہیں مگر اسکے ساتھ یہ بھی کہتا ہی کہ بعض اول درجہ کی گرم ہیں جیسے شکر ہی اور بعض دوم درجہ کی جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ کی جیسے شہد اسی طرح حرام کی خباثت کو جانو کہ بعض کی اول درجہ کی ہی اور بعض کی دوم وسوم وچہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکی کا حال ہی اور ہم اس جگہ طبی اصطلاح کا اقتدار کرکے چار ہی درجے تخمیناً بیان کرتے ہیں گو حقیقت میں درجات کا حصر ہونا ممکن نہیں اس لیے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت ہو سکتا ہی مثلاً بعض شکر میں حرارت زیادہ ہوتی ہی اور بعض میں کم اسی طرح اور چیزوں کا حال ہی غرضکہ اعتبار مذکورہ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجے ہیں **اول** عادل شخصوں کا ورع ہی یہ اس حرام سے بچنے کو کہتے ہیں کہ اگر آدمی اسمیں مبتلا ہو تو فاسق ہو جاوے اور اسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار ہو اور گنہگار کہلائے یہ ورع اسقدر حاصل ہوتا ہی کہ جتنی باتوں کو فقہا حرام کہیں انسے اجتناب کرے **دوسرا** ورع صالحین کا ہی یہ اس چیز سے بچنے کو کہتے ہیں جسمیں حرمت کے شبہہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کے رو سے اسکی حلت کا فتوی دے غرضکہ شبہہ کے موقعوں سے بچنے کا نام یہ ورع صالحین کہتے ہیں اور یہ دوسرے درجے میں ہی **تیسرا** ورع متقین کا وہ اسطرح ہی کہ کوئی چیز نہ تو فتوی کے رو سے حرام ہی اور نہ اسکی حلت میں شبہہ ہی مگر اس سے یہ خوف ہی کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے یعنی جن چیزوں میں کچھ خوف نہیں انکو خوف کی چیز دینے کے خاطر چھوڑ دینا اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لا یبلغ العبد درجۃ المتقین حتی یدع ما لا بأس به مخافۃ مما به بأس **چوتھا** ورع صدیقین کا ہی کہ نہ چیز میں کچھ خوف ہو اور نہ اس بات کا خوف کہ اس سے نوبت دوسری چیز خوف والی کی پہونچے گی مگر اسکو خاص اللہ کے لیے لینے کی نوبت نہو یا اسکی عبادت پر

پہلی حدیث کو دن کی ... درے سے ... ابن ماجہ نے اس کو نقل کیا ہے اور ... ہی ۱۲

قوت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو یا جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوئی ان مین کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صالحین کا ورع ہی
بس یہ درجے حلال کے بالاجمال ہوے اور جس حرام سے درجۂ اول مین بچنے کا ہم نے ذکر کیا ہی یعنی جسکے بچنے سے عدالت باقی رہتی ہی اور فسق کا
اطلاق نہین ہوتا خباثت مین اسکے بھی کئی درجے ہوسکتے ہین مثلاً جن چیزون مین صرف وہ اور عقد سے بیع حرام ہی اگر انکو بدون ایجاب
قبول زبانی کے تعاطی سے لیا تو وہ حرام ہونگی مگر ایسی حرام نہ ہونگی جیسے کسی سے زبردستی چیز چھین لینی حرام ہی بلکہ چھینی ہوئی چیز کی حرمت
زیادہ ہی کہ اسمین دو باتین ہوئین ایک تو جو راہ شریعت نے چیز کے حاصل کرنے کے لیے مقرر کی تھی اسکو چھوڑ دیا دوم غیر شخص کو ایذا دی اور
تعاطی مین گو اول بات موجود ہی مگر دوسرے کو ایذا دینا نہین پایا جاتا پھر طریق شرع کو ترک کرنا بھی تعاطی مین سہل ہی بہ نسبت سود سے
مال حاصل کرنے کے اور اس طرح کا فرق یون معلوم ہوتا ہی کہ جن ممنوعات مین شریعت نے تشدد اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہی انکا اختیار
کرنا سخت گناہ ہی اور جن مین تشدد کم ہی انکا کم چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ مین گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے فرق کے ذکر مین آویگا اسی طرح اگر
کوئی چیز کسی فقیر یا نیکبخت یا یتیم سے زبردستی لے لی جاوے تو وہ اُس شے کی نسبت کہیں زیادہ خبیث ہوگی جو کسی قوی یا تونگر یا فاسق
سے لی جاوے اس لیے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال ایذا رسیدہ شخصون کے جدا جدا ہوتے ہین بس خبائث کی تفصیل مین ان باتون سے
غافل نہ ہونا چاہیے اور ایک یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر گناہگارون کے مختلف درجے نہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جدا جدا نہ ہوتے
اور نیز جب یہ جان چکے کہ خباثت منحصر شریعت کے تشدد پر ہی تو پھر اسکو تین یا چار درجون مین حصر کرنا زبردستی ہی علاوہ ازین درجات حرام کا
اختلاف خباثت مین وہان خوب معلوم ہوتا ہی جہان ممنوع چیزون مین تعارض پڑتا ہی اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دیجاتی ہی مثلاً ایک شخص
بھوک سے مضطر ہوا اور مردار اور مال غیر اور شکار حرام مل سکتا ہی تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا پڑیگا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا
اب ورع کے چار درجون کی مثالون اور شواہد کو معلوم کرنا چاہیے   ورع کے اول درجے یعنے عادل شخصون کے ورع کے باب مین تو یہ جاننا
چاہیے کہ جو چیزین ایسی چیزین ہین کہ بمقتضاے فتوی کے حرام ہین اور جو چھ طریق حرام کی آمد کے اوپر مذکور ہوے انہین داخل ہون یعنی وجہ حلال کی
شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے سے وہی طریق حرام کا ہوجاتا ہی بس اوپر ذکر وجوہ حلال کی آمد کا ہوا ہی انھین کو حرام کی آمد کا بھی کہہ سکتے ہین اگر شرائط
حلت مرعی نہ رہین تو ایسی چیزین حرام مطلق ہین انکا مرتکب فاسق اور گناہگار ہی اور ہماری غرض حرام مطلق سے اسی طرح کے اشیاء ہین انہین
کچھ حاجت مثالون اور شواہد کی نہین۔ اور دوسرے درجہ کے ورع کی مثالین اور شبہات ہین جن سے بچنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی چنانچہ
شبہات کے باب مین اسکا ذکر آویگا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہی تو اس طرح کے شبہات حرام مین داخل ہین اور بعض شبہون
سے بچنا مکروہ ہوتا ہی اُس سے احتراز کرنا وسوسہ والون کا ورع ہی اسکی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص شکار مارنے سے احتیاط کرے اس خوف سے کہ شاید
یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضہ کرنا پڑیگا تو اس طرح کی احتیاط وسوسہ ہی اور بعض شبہات سے
اجتناب کرنا مستحب ہی واجب نہین اور اسی طرح کے شبہہ پر اس حدیث شریف کو محمول کیا جاتا ہی۔ دع ما یریبک الی ما لا یریبک اور ہم
اسکو نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہین اور اسی طرح یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کل ما اصمیت ودع ما انمیت یعنی جس شکار پر تیر لگے اور
آنکھ کے سامنے دم دیدے اسکو کھاوے اور جو زخمی ہوکر نظر سے غائب ہوجاوے اور پھر مردہ ملے اسکو مت کھا اس لیے کہ ہوسکتا ہی کہ وہ گرنے یا

چھوڑ اس چیز کو جو تجھکو شک مین ڈالے اور اختیار کر اسکو کہ تجھکو شبہہ مین نہ ڈالے
[illegible]

اور کسی سبب سے مرگیا ہو تو ایسی صورت میں ہمارے نزدیک مختار یہی ہی کہ یہ شکار حرام نہیں بلکہ اسکا نہ کھانا دوم درجہ کا ورع ہی اور ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بصیغۂ امر یعنی دع ما ئیبک امر تنزیہی ہی اسلیے کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہی کہ اس شکار میں سے کھا اگرچہ تیری نظر سے غائب ہو جائے بشرطیکہ سوا اپنے تیر کے اور کوئی علامت اس میں نہ پاوے اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو سگ معلم کے باب میں وَاِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَکُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِہٖ بطور نہی تنزیہی اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یون ارشاد فرمایا کہ کل منہ فقال وان اکل قال وان اکل اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر پیشہ ورتھے ان سے یہ احتیاط نہو سکتی تھی اور عدی بن حاتم اسکو نباہ سکتے تھے۔ حضرت ابن سیرین کی نقل ہی کہ انھون نے اپنے شریک کو چار ہزار درہم چھوڑ دیے تھے اسوجہ سے کہ انکے دل میں کچھ کھٹکا ہو گیا تھا باوجودیکہ علما کا اتفاق تھا کہ انمین کچھ مضائقہ نہین تو اس درجہ کی مثالین ہم شبہات کے درجات کے بیان میں ذکر کرینگے یہان اتنا ہی کافی ہی کہ جو بات شبہہ کی ہو اور اس سے احتراز کرنا واجب نہو وہ مثال اس درجہ کی ہی اور درجہ سوم متقیون کے ورع کا شاہد یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ آپ نے فرمایا لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَۃَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِہٖ مَخَافَۃَ مَا بِہٖ بَاْسٌ اور حضرت عمر رضی فرماتے ہین کہ ہم حلال کے نو دسوین حصہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین حرام مین مبتلا نہو جاوین اور حضرت ابو درداء رضی فرماتے ہین کہ تقوی کے قائم رہنے کی یہ صورت ہی کہ آدمی ذرہ بھر چیز مین بھی تقوی کرے یہانتک کہ بعض چیزین جنکو حلال جانتا ہو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہین حرام نہ ہون تا کہ یہ چھوڑنا اسمین اور دوزخ کی آگ مین آڑ ہو جائے اور اسی لیے کسی بزرگ کے سو درہم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لیے اور کل کے لینے سے ورع کیا کہ کہین زیادہ نہو جاین اور بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا دام لیتے تو ایک رتی کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تا کہ یہ امر مانع دوزخ کی آگ کا ہو۔ اور اسی درجہ مین ان چیزون سے احتراز کرنا داخل ہی جن مین لوگ چشم پوشی کر جاتے ہین ہرچند وہ فتوی کی رو سے حلال ہین لیکن اگر انکا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزونکی طرف پہونچتی ہی اور نفس کا ہل ہو کر ورع کو چھوڑ دیتا ہی چنانچہ اسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ علی بن معبد فرماتے ہین کہ مین ایک کرایہ کے مکان مین رہتا تھا ایک بار مین نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر اسکو خشک کرون پھر یہ سوچا کہ دیوار میری ملک نہین پھر میرے نفس نے کہا کہ دیوار مین سے اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہی بس مین نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب مین سویا تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص کھڑا یون کہتا ہی کہ میان صاحب کل کو حال معلوم ہو گا اس شخص کو جو کہتا ہی کہ دیوار کی اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہی۔ اور شاید اسکے معنے یہ ہین کہ قیامت مین اسکا درجہ کم ہو جاویگا یعنی ورع متقین کا درجہ اسکو نہ ملیگا یہ غرض نہین کہ اس فعل پر کوئی سزا یا عذاب ملے۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ حضرت عمر رضی کے پاس بحرین سے مشک آیا آپ نے فرمایا کہ مجکو یون اچھا معلوم ہوتا ہی کہ کوئی عورت اسکو تول دیتی تو اسکو مسلمانون مین بانٹ دیتا ان کی بی بی عاتکہ نے کہا کہ مجکو تولنا خوب آتا ہی آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر یہی فرمایا کہ اسکو کوئی عورت تول دیتی تو مین مسلمانون مین تقسیم کرتا انکی بی بی نے پھر وہی کہا آپ نے فرمایا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ تو جب تول چکے تو بلنہ ترازو کے غبار کو اپنی گردن مین مل لے اور اسوجہ سے اور مسلمانون کی نسبت کر مجکو زیادہ فائدہ مشک سے پہونچے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے مشک مسلمانون کے لیے تل رہا تھا آپ نے اپنی ناک بند کر لی کہ خوشبو نہ آوے لوگون نے یہ امر آپ سے بعید جانا فرمایا کہ اسکا فائدہ تو صرف خوشبو ہی سے ہی پھر کس طرح اورون سے زیادہ متمتع ہون اور ایام طفلی مین حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے کھجورون مین سے ایک کھجور

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اچھی بچی یعنی اسکو ڈالدو۔ اور کسی رنگ سے روایت ہی کہ انکی وفات شب کو ہوئی حالت نزع میں فرمایا کہ چراغ گل دو اسلئے کہ تیل میں وارثوں کا حق متعلق ہوگیا اور سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضہ اپنی بی بی کو کچھ خوشبو مسلمانون کی خوشبو میں سے بیچنے کیلئے دیدیا کرتے تھے ایکبار انھون نے میرے ہاتھ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے مین کسی قدر انکی انگلی مین لگ رہی انھون نے اسکو اپنے دوپٹہ مین پوچھ لیا اتنے مین حضرت عمر رضہ تشریف لائے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہی انھون نے ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کی خوشبو لیتی ہو پھر سر پر سے دوپٹہ اتار لیا اور ایک ٹھلیا مین پانی لیکر دوپٹہ پر ڈالتے جاتے تھے اور زمین مین ملتے تھے پھر سونگھتے تھے پھر زمین مین مل کر دھوتے تھے یہانتک کہ اسمین خوشبو نہ رہی پھر جو مین ایکبار انکی بی بی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو انگلی مین لگی انھون نے انگلی اپنے منھ مین ڈالکر مٹی مین رگڑ دی لیس فعل حضرت عمر رضہ کا درع تقوی تھا کہ کہین زیادہ کی نوبت نہ پہونچے ورنہ دوپٹے کے دھونے سے کچھ مسلمانونکو نہ پہونچ گیا مگر اسی لیے دھو ڈالا کہ آگے کو انکی جرأت نہو اور خود کو زیادہ تتبع نہ حاصل ہو اور اسی طرح کی یہ حکایت ہی کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے بابمین کیا فرماتے ہین کہ وہ مسجد مین موجود ہو اور کسی بادشاہ کی انگیٹھی مین عود سلگا کر مسجد کو بسایا جاتا ہو فرمایا کہ اس شخص کو مسجد مین سے نکل آنا چاہیے اس لیے کہ عود سے نفع خوشبو ہی کے ساتھ ہوتا ہی اور یہ صورت کبھی حرام کے قریب ہو جاتی ہی اس لیے کہ جتنی خوشبو مین اسکے کپڑے بس جا ئینگے کبھی ایسی ہوگی کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہو گی معلوم نہ ہوگا کہ مالک اسکو گوارا کرے یا نکرے اور یہ بھی امام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس سے ایک پرچہ گر پڑا جسمین حدیثین مکتوب ہین تو پانے والے کو جائز ہی کہ انکو نقل کرے مالک کو واپس کرے آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ اول اجازت مے پھر نقل کرے اور اسمین بھی شک رہتا ہی کہ مالک نقل پر راضی ہوگا کہ نہین حاصل یہ کہ جو چیز محل شک مین ہو اور اصل اسکی حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہیگی اور اسکا چھوڑنا پہلے درجہ کے ورع مین ہی اور اسی درجہ کے ورع مین زینت سے اجتناب کرنا ہی اس لیے کہ اسمین بھی خوف اس امر کا ہی کہ اس سے زیادہ کسی اور امر مین مبتلا کر دے ورنہ زینت بذات خود مباح ہی اور حضرت امام احمد رحمہ سے کسی نے نوکدار جوتیونکا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین ان کو نہین پہنتا لیکن اگر کیچ گارے کے لیے پہنی جاوین تو مضائقہ نہین زینت کے لیے نہین چاہیین۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہی کہ حضرت عمر رضہ جب خلیفہ ہوے تو ایک بی بی سے آپکو محبت تھی اسکو آپ نے طلاق دیدی اس خوف سے کہ کہین کسی کی سفارش نا حق نہ کر بیٹھے اور مین اسکی خوشی کے لیے اسکا کہنا مان لون اور یہ بے خطرہ کی چیز کو اس خوف سے ترک کرنا ہی کہ کہین خطرناک امر کی نوبت نہ پہونچے۔ اور اکثر مباح چیزین ممنوع چیزونکی طرف داعی ہوا کرتی ہین یہانتک کہ بہت کھانا اور مجرد آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہی پھر شہوت فکر کا سبب پڑتی ہی اور فکر باعث نظر ہوتی ہی اور نظر سے اور خرافات ہوتی ہی اسی طرح توانگرونکے گھر دان اور انکے تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہی مگر اس سے حرص اٹھتی ہے اور ویسی ہی باتون کی طلب پیدا ہوتی ہی اور حرام چیزون کی تحصیل کا مرتکب ہونا پڑتا ہی اور سب مباحات کا یہی حال ہی کہ اگر دو باتون کا لحاظ نہ رہے تو اسکا انجام خطرے سے کم خالی ہوگا اول یہ کہ حاجت کے وقت بقدر ضرورت لیجاوین اور انکی آفات کو جان لیا جاوے دوم آفات سے ہمیشہ حذر ناک رہین۔ اور اسی طرح جو شخص کہ زیادتی حرص سے کوئی چیز لیگا وہ بھی خطرے سے کم خالی ہوگا حضرت امام احمد رحمہ نے زینت کے لیے دیوارون کی استرکاری کو مکروہ فرمایا ہی اور فرماتے ہین کہ زمین پر گچ کرنے سے تو یہ فائدہ ہی کہ مٹی نہ اڑے دیوار ونکی استرکاری سے بجز زینت کے اور کیا فائدہ ہی یہانتک کہ مسجد کی دیوار ونکی استرکاری کو بھی برا فرماتے ہین اور دلیل مین روایت کو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

عہ قولہ ان کی وفات الخ اصل مین اس طرح ہے کہ ایک بزرگ کسی شخص کے پاس جو حالت نزع مین تھا موجود تھے وہ شخص رات مین مرگیا تو حضرت نے حکم مذکور دیا ۱۲ امیر علی عفی عنہ

[illegible] ۱۲

کسی نے پوچھا کہ مسجد کو دھونی کا روغن لگایا جاوے آپ نے فرمایا کہ عریش موسیٰ کی عریش کے برابر نہین یعنی صرف سایہ دار ہونا کافی ہے
غرضکہ اس حدیث مین آپ نے (یعنی سبکی) روغن ملنے کی اجازت نہ دی اور اکابر سلف نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہے انکا قول ہے جس
شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اُسکا دین بھی پتلا ہوتا ہے اور یہ سب باتین اسی لیے ہین کہ مباحات سے بڑھکر آدمی شہوات مین پڑ جاتا ہے کیونکہ مباح
اور ممنوع دونون کو نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہے اور جب خواہش مین چشم پوشی کا عادی ہو جاتا ہے تو پانون پھیلاتا ہے اسی لیے
خوف مقتضی اس امر کا ہوا کہ اس قسم کی سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاوے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہو کہ کسی گناہ کی طرف لیجاویگا
تو وہ تیسرے درجہ کا پاک اور حلال ہے چوتھا درجہ صدیقین کے ورع کا باقی رہا اُنکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہے جسکے حاصل ہونے مین
کوئی معصیت نہ ہوئی ہو اور نہ اُس سے معصیت پر مدد لیجاوے اور نہ حال یا مآل مین اُس سے قضاء حاجت مقصود ہو بلکہ صرف خدا کے لیے اور اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے
لیے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جاوے ان لوگون کے نزدیک جو چیز خدا کے واسطے نہو وہ حرام ہے انکا عمل اس آیت پر ہے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِی
خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ اور یہ رتبہ ان لوگون کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے ہین اور اپنے نفس کے حظون سے جدا ہو کر قصدًا خاص خدا ے تعالیٰ کے لیے ہو رہے
ہین اور ہمین شک نہین کہ جو شخص اس بات سے اجتناب کریگا جو اُسکے پاس کسی معصیت کو لاوے یا اُسپر کسی معصیت کی استعانت کی جاوے
تو وہ ایسے امور سے بھی احتراز کریگا جنکے کرنے کے سبب سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو چنانچہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ سے مروی ہے کہ انھون نے
دوا پی اُنکی بی بی نے کہا کہ اگر تم صحن مین کچھ ٹہل لو تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کرے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا محاسبہ تیس برس سے کر رہا ہون یہ
رفتار مجھکو معلوم نہین ہوتا کہ کچھ دین سے متعلق ہو غرضکہ انھون نے اس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین نہین اُسپر جرأت کرنا جائز نہ سمجھا اور
سری سقطی رح فرماتے ہین کہ ایکبار کسی پہاڑ مین مین نے گھاس کچھ دیکھی اور پانی پہاڑ مین سے رواں تھا مین نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل مین
کہا کہ اگر مین نے کسی روز حلال طیب کھایا ہوگا تو وہ یہی ہے پس مجھکو ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہان تک پہونچا وہ کیسی تھی اور
کہان سے پیدا ہوئی تھی مین نے اس قول سے رجوع کیا اور نادم ہوا اور حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار بھوکے اور محبوس تھے ایک عورت نیک بخت
نے انکے لیے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھجوایا آپ نے نہ کھایا پھر اس عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر ہو کر پہنچا تھا یعنی جس عورت سے
مجھکو کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی اس لیے مین نے نہ کھایا اور یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافی رح اُن نہرون کا
پانی نہین پیا کرتے تھے جو امرا نے کھدوائی ہین کیونکہ نہر پانی کے روان ہونے اور اُن تک پہونچنے کا سبب بھی اگرچہ پانی بذات خود مباح تھا مگر گویا
کہ کھدی ہوئی نہرون سے فائدہ لینا پڑتا اور اُنکے کھودنے کی اُجرت مال حرام سے دی گئی تھی اور اسی وجہ سے بعض اکابر نے انگور کھانے سے
اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تم نے اُنکو خراب کر دیا کیونکہ ظالمون کی کھودی نہر کا پانی انکو دیا اور یہ ورع پانی پینے سے بھی بڑھکر ہے کیونکہ
اُس پانی سے جو چیز پیدا ہوئی اس سے بھی احتراز کیا - اور بعض اکابر حج کے راستہ مین جو کنوئین اور چشمے کہ ظالمون نے بنائے ہین انکا پانی نہ پیتے
تھے باوجودیکہ پانی مباح ہے مگر چونکہ ایسے چشمے مین محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اسلیے نہ پیتے تھے کہ گویا اُس سے فائدہ لینا ہوگا اور انسے
بڑھکر حضرت ذوالنون مصری رح کا ورع ہے کہ داروغہ حبس کے ہاتھ سے جو کھانا آیا نہ کھایا اسکو [illegible] کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہین کہ سکتے کہ حرام سے [illegible]
اگر غصب کی [illegible] آتا تو کہہ سکتے تھے کہ مال حرام ہی کو کھا گیا مگر اُن [illegible]

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دودھ کو قے کر دیا اس خوف سے کہ کہیں قوت نہ پیدا کرے باوجودیکہ آپ نے نادانستگی میں پیا تھا اور اُس کا نکالنا واجب نہ تھا لیکن پیٹ کا خالی ہونا خبیث مال سے صدیقوں کا ورع ہے اور اسی قبیل سے ہے احتیاط کرنی درزی کی کمائی سے جو مسجد میں بیٹھکر سیتا ہو اگرچہ اُس کا پیشہ حلال ہے مگر اس کا مسجد میں بیٹھکر سینا مکروہ ہے امام احمد رحمہ اللہ کو مکروہ فرماتے ہیں اور آپ سے کسی نے پوچھا کہ مینھ کے خوف سے اگر سوت کاتنے والا کسی مقبرہ میں بیٹھ جاوے تو اُس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ مقبرے صرف اسی لیے ہیں کہ کوئی آخرت کا کام کیا جاوے اسلیئے ایسے شخص کا بیٹھنا مکروہ ہے - اور بعض اکابر کا غلام چراغ لیے ہوئے لوگوں کے پاس سے جلالایا جن کا مال مکروہ تھا آپ نے چراغ کو گل کر دیا - اور بعضے بزرگ نے تنور میں مکروہ لکڑی کی چنگاری رہی ہوئی سے آگ نہیں جلائی - اور بعضوں نے بادشاہ کی مشعل کی روشنی میں اپنی جوتی کے تسمہ کو مضبوط باندھنے سے احتراز کیا - غرضکہ یہ باریکیاں ورع کی راہ آخرت کے چلنے والوں کے نزدیک ہیں اور تحقیق اسمیں یہ ہے کہ ورع میں ایک تو ابتدا ہے یعنی جس چیز کو فتویٰ حرام کہے اس سے اجتناب کرنے کو تو عادلوں کا ورع کہتے ہیں اور ایک اسکی انتہا ہے جو صدیقوں کا ورع ہے یعنی جتنی چیزیں کہ خدائے تعالیٰ کے واسطے نہوں اور شہوت کے طور پر لی گئی ہوں یا مکروہ طور سے پہونچی ہوں یا اُنکے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو اُن سب سے اجتناب کرنا اور ان دونوں درجوں کے درمیان میں احتیاط کے بہت سے درجے ہیں تو جس قدر آدمی اپنے نفس پر احتیاط میں مبالغہ کریگا اُسی قدر قیامت کے دن ہلکا ہوگا اور پل صراط پر سے جلد گذر یگا اور بُرائی کے پلے کے جھکنے سے دور رہے گا اور آخرت کے درجے اسی طرح مختلف ہوتے ہیں جس طرح ورع کے درجے دنیا میں ہونگے جیسے ظالموں کے حق میں دوزخ کے طبقات جداگانہ ہونگے جتنا حرام اور خبیث مال میں اُن کا تفاوت ہوگا جب اس تحقیق کو جان چکے تو اب تم کو اختیار ہے چاہے احتیاط بہت کر دیا تھوڑی اگر احتیاط کروگے تو اپنے لیے کروگے اور نہ کروگے تو اپنے لیے نہ کروگے ؎ بر رسولان بلاغ باشد و بس -

دوسری فصل شبہوں کے مرتبوں اور اُنکے پیدا ہونے کے مقامات میں اور حلال اور حرام سے اُنکے جدا ہونے کے ذکر میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِیْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ وَاقَعَ الْحَرَامَ کَالرَّاعِیْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ اس حدیث میں تینوں قسموں کی نص صریح ہے اور مشکل ان میں سے درمیانی قسم ہے جس کو بہت لوگ نہیں جانتے یعنی شبہہ اس لیے اس کا بیان کرنا اور اسکی حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہے کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہیں جانتے اسکو کمتر لوگ جانتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ حلال مطلق تو وہ چیز ہے جسکی عین ذات سے تحریم کی صفات علحدہ ہوں اور اُسکے اسباب میں اُن چیزوں کا گذر نہو جن میں حرمت یا کراہت کو دخل ہو اُسکی مثال یہ ہے کہ پانی جس وقت برسے اُس وقت آدمی اسکو اپنی زمین میں خواہ مباح زمین میں کھڑا ہو کر جمع کرے - اور حرام محض وہ ہے جسمیں کوئی صفت حرام کرنے والی ہو اسکے پائے جانے میں کچھ شک نہو جیسے تیزی سرور لانے والی شراب میں یا نجاست پیشاب میں یا یہ کہ وہ چیز کسی سبب قطعی ممنوع سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود وغیرہ سے چیز حاصل ہو یہ دونوں طرفین ظاہر ہیں کچھ شبہہ کو اُن میں دخل نہیں اور انھیں دونوں طرفوں میں وہ بھی داخل ہیں جن کا حال تو معلوم ہے کہ مثلاً حلال ہیں مگر یہ بھی احتمال ہے کہ غیر کی ہوں لیکن اس احتمال کیلیے کوئی سبب نہیں بجز فرض و وہم کے جیسے شکار خشکی اور تری کا کہ حلال ہے مگر جو کوئی مثلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہ بھی ہے کہ اس کو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور اُس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی اگر مارے تو احتمال ہے کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اُس سے پھسل کر پھر پانی میں جا رہی ہو ہرچند اس طرح کا احتمال مینھ کے پانی میں نہیں ہو سکتا مگر چونکہ اس احتمال کا کوئی سبب نہیں اس لیے یہ شکار بھی حلال

یعنی حلال کھلا ہے اور حرام کھلا ہے اور ان دونوں کے بیچ میں امور مشتبہ ہیں جنکو بہت سے آدمی نہیں جانتے تو جو کوئی شبہات سے بچا اس نے اپنی آبرو اور دین کو صاف کر لیا اور جو کوئی شبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوا جیسے چرواہا رکھ کے گرد چرانے والا کہ اسمیں جا پڑے نزدیک ہے بخاری مسلم بروایت نعمان بن بشیر ۱۲

مطلق مین داخل ہی اور اس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہیے اور ہم اس سے احتراز کرنیکو وہمون کا ورع کہین گے کیونکہ اس احتمال کی کوئی دلیل بجز وہم کے نہین
ہان جس صورت مین کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی کے کان مین پانی پڑتی کیچھ یا کوئی دلیل شکی ہو مثلاً ہرن کے زخم ایسا پایا کہ داغ کا بھی ہو سکتا ہو اور دوسری
طرح بھی ویسا ہو سکتا ہو تو اس صورت مین البتہ ورع کرنا بجا ہی اور جبکہ کسیطرح کی دلالت نہ ہو نہ یقینی نہ شکی تو دلالت کا نہ ہونا ایسا ہی ہو جیسا احتمال کا نہ ہونا
اسی لیے اسکو وہم اور وسواس کہا جاویگا اور اسی طرح یہ صورت ہی کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہین کو چلا گیا تو وہ مکان سے
نکل جاوے اور کہنے لگے کہ احتمال ہی کہ مالک مر گیا ہو اور اسکے وارثون کا حق اس مکان سے متعلق ہو گیا ہو اس نظر سے مین نہین رہتا ہون تو یہ
بھی وسواس ہی کیونکہ مالک کی موت پر کوئی سبب قطعی یا شکی نہین پایا گیا اور شبہہ ممنوع وہی ہی جو شک سے پیدا ہو اور شک انکو کہتے
ہین کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو سببون جداگانہ سے پیدا ہون تو جس بات کا سبب ہی نہوگا اس کا اعتقاد دل مین کیسے جمے گا کہ
دوسرے اعتقاد کے مخالف ہو سکے اور شک بنجاوے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اگر کسی کو شک ہوا کہ مین نے تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو وہ
تین کو اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل معدوم ہی اور اگر کسی شخص سے سوال کیا جاوے کہ تم نے ظہر کی نماز دس برس پیشتر فلان روز تین پڑھی تھی
یا چار تو اسکو یقیناً یاد نہوگا کہ چار ہی پڑھی تھی اور جب یقین نہوا تو وہم اسکا بھی کریگا کہ شاید تین ہون مگر یہ وہم شک نہین اس لیے کہ اسکا
کوئی سبب نہین جس سے تین کہنے کا اعتقاد ہو غرضکہ شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے وہ اشیا جن مین صرف وہم اور
تجویز پائی جاوے اور کوئی وجہ حرمت کی نہو وہ حلال مطلق مین داخل ہین اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہم کے طور پر
ہو اور اسکا کوئی سبب نہو تو وہ حرام محض ہین مثلاً ایک شخص کے ہاتھ مین اسکے مورث کی چیز ہی اور اسکا دوسرا کوئی وارث نہین اور وہ چلا جاوے
اور شخص مذکور کہنے لگے کہ ہو سکتا ہی کہ وہ مر گیا ہو اور وہ چیز میری ہی ملک مین آگئی ہو اور اسی وہم سے اس چیز مین تصرف کر ڈالے تو مرتکب حرام
محض کا ہوگا کیونکہ اسکے وہم کا کوئی سبب نہین بس ایسی طرح کی اشیاء کو شبہات مین نہ جاننا چاہیے بلکہ شبہہ کی چیزین وہی ہین جن کا حال
ہم پر مشتبہ ہو جاوے یعنے دو اعتقاد دو سببون سے پیدا ہون اور کسی کو ترجیح نہو تو اس صورت کو شبہہ کہین گے اب معلوم کرنا چاہیے

کہ شبہہ کے پیدا ہونے کے چار مقام ہین

مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا اور یہ دو حال سے خالی نہین یا دو احتمال برابر ہونگے یا ایک غالب ہوگا اگر دونون
برابر ہونگے تو جو امر پہلے سے معلوم ہوگا وہی رہے گا شک سے کوئی دوسرا حکم نہ کیا جاویگا اور یہ یعنی حکم سابق کو دیکھکر حال پر ویسا ہی حکم رکھنا
استصحاب کہلاتا ہی اور اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اسکا غلبہ یعنی دلالت معتبر سے ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جاویگا اور یہ بات بدون مثالون اور دلائل کے
واضح نہو گی اس لیے ہم اسکو چار قسمون مین منقسم کرتے ہین پہلی قسم یہ کہ حلال ہونا پیشتر سے معلوم نہو بلکہ جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوتی اسمین شک پڑ گیا
تو ایسے شبہہ سے احتراز کرنا واجب ہی اور اسپر جرأت کرنی حرام ہی مثلاً ایک شخص نے شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہو کر پانی مین گرا اور اسکو مردہ ملا اور یہ
نہین معلوم کہ ڈوب کر مرا یا زخم سے مرا تو یہ حرام ہوگا اس لیے کہ اصل مین حرام تھا بجز ایک خاص طرح مرنے کے اور اس طریق معین مین شک پڑ گیا تو یقینی بات
شک سے نہ چھوڑی جاویگی جیسے طہارتون اور نجاستون اور نماز کی رکعات وغیرہ مین یہی صورت کرتے ہین اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا عدی بن حاتم کو اسی صورت پر محمول کیا جاویگا یعنی اس شکار کو مت کھا شاید اسکو تیرے کتے کے سوا اور کسی نے قتل کیا ہو اور اسی وجہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز آتی اور اسکا حال آپ پر مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہو یا ہدیہ تو اُسکو دریافت فرماتے یہانتک کہ معلوم ہو جاتا کہ دونون مین سے کونسا ہی اور مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے آپ کے ازواج مطہرات مین سے کسی نے پوچھا کہ آپ جاگے آپ نے فرمایا کہ ہان مین نے ایک خرما پایا اور کھا لیا بس مجھے خوف ہوا کہ کہین صدقہ کا نہو اور ایک روایت مین یہ ہی کہ مین نے اُسکو کھا لیا اور خوف کیا اور اسی قسم کی یہ حکایت ہی جو کسی صحابی سے مروی ہی کہ ہم ایک سفر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمکو بھوک لگی اور ایک منزل مین اُترے جس مین گوہین بہت تھین ہم نے اُنکو ذبح کرکے ہنڈیون مین چڑھا دیا وہ پک ہی رہی تھین کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک امت بنی اسرائیل مین مسخ ہو گئی تھی مجھے ڈر ہی کہ یہ وہی ہین کہ نہون ہم نے ہانڈیونکو اوندھا دیا پھر بعد کو خدائے تعالی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ہم نے کسی مخلوق کو اسی طرح مسخ نہین کیا کہ اسکی نسل رہی ہو اور اول آپکا رکنا اسوجہ سے تھا کہ اصل مین حلال نہ تھی مگر ذبح کیوجہ سے اور محل ذبح ہونے مین شک تھا دوسری قسم یہ ہی کہ چیز پیشتر حلال ہو اور وجہ حرمت مین شک ہو جاوے تو ہین اصل حلت ہی کا حکم رہیگا اُسکی مثال یہ ہی کہ دو شخصون نے دو عورتون سے نکاح کیا اور ایک پرند اُڑتا ہوا دیکھا ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اُسکی بی بی پر طلاق ہو دوسرے نے کہا کہ اگر کوا نہو تو اُسکی زوجہ کو طلاق ہو اور اُس پرند کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا یا نہین تو کسی عورت کی حرمت کا حکم نہ لگیگا اور نہ اُن مردونکو انسے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ ورع کی رو سے احتراز کرنا اور دونون کو طلاق دیدینا مناسب ہوگا تاکہ اور شوہرونکو حلال ہو جاوین اور مکحول رحمہ نے اس مسئلہ مین اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہی اور اُس مسئلہ مین کہ دو شخصون نے تنازع کیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو حاسد ہی اس نے جواب دیا کہ ہم مین سے جو زیادہ حاسد ہو اُسکی جورو پر تین طلاق اور یہ معلوم ہونا مشکل پڑا کہ زیادہ حاسد کون ہی شعبی رحمہ نے فرمایا کہ دونونکو اپنی بی بی سے اجتناب چاہیے تو اگر شعبی اور مکحول رحمہ کی غرض اجتناب سے وہی ہی کہ ورع کے رو سے احتراز چاہیے تب تو درست ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ حرمت ثابت ہو گئی تو حرمت کی کوئی وجہ ثابت نہین کیونکہ طہارات اور نجاسات اور نمازون مین ثابت ہی کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہین تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہی یہان بھی یہی حکم ہوگا اب اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ مین اور طہارات کے مسئلہ مین مناسبت کیا ہی جو اسکا اور اُسکا ایک حکم کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ مناسبت کی ضرورت نہین بعض صورتون مین یہ حکم بدون مناسبت بھی لازم آتا ہی مثلاً جس صورت مین کہ آدمی کو پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو پھر اُسکو اُسکی نجاست مین شک پڑ جاوے تو اس صورت مین اس پانی سے اُسکو وضو کرنا جائز ہی علی ہذا القیاس پینا کیسے ناجائز ہو جائیگا وہ بھی درست ہوگا اور جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے نہین دور ہوتا ہان یہان ایک اور نکتہ ہی وہ یہ ہی کہ پانی کی نظیر جب درست ہوتی کہ آدمی اس بات مین شک کرتا کہ مین نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہی یا نہین تو اُسوقت یون جواب ہو سکتا تھا کہ اصل یہی ہی کہ طلاق نہین دی مگر مسئلہ پرند کی نظیر اس سے مطابق نہین ہوتی کہ یقین شک سے نہین جاتا بلکہ اُسکی نظیر یہ ہو سکتی ہی کہ دو برتنون مین سے ایک یقینی نجس ہو اور یاد نہ رہے کہ کونسا ہی تو اب اُنمین سے کسی کا استعمال درست نہین جب تک اجتہاد اور تحری نہ کرے اس لیے کہ اُنمین طہارت ایک کی یقینی ہی اور نجاست دوسرے کی بھی یقینی تو دونون یقینون کے مقابل ہونے سے استعمال درست نہ ہوگا مگر یہ کہ ایک یقین کو اُسکی علامت سے ترجیح دیجاوے یہی معاملہ پرند مین ہی کہ ایک بی بی پر طلاق یقینی پڑ گئی اور یہ معلوم نہین کہ کونسی پر پڑی تو چاہیے تھا کہ اجتہاد سے ایک ہی حلال رہتی دوسری حرام ہو جاتی

لہ بخاری بروایت

پس اس نکتہ کے باب مین ہم کہتے ہین کہ دو برتنون مین شافعیون کے تین قول ہین بعض تو فرماتے ہین کہ بدون اجتہاد ایک سے وضو درست ہی اور بعض کہتے ہین
کہ جب یقین نجاست طہارت کے یقین کے مقابل ہوا تو دونون سے اجتناب چاہیے اور اجتہاد کرنا اسمین مفید نہ پڑیگا اور کچھ بیچ کی راہ چلتے ہین
اور فرماتے ہین کہ اجتہاد کرکے ایک کا استعمال جائز ہی اور یہی قول صحیح ہی مگر اسکی نظیر مسئلہ پرند اس صورت مین ہی کہ ایک شخص کی دو بیبیان ہون
اور وہ پرند کو دیکھکر کہے کہ اگر یہ کوا ہو تو ہندہ کو طلاق ہی ورنہ خالدہ کو تو اس صورت مین البتہ اُسکو دونون سے علیحدگی کرنا پڑیگی اور استصحاب کی
وجہ سے دونون سے صحبت کرنی ناجائز ہوگی اور اجتہاد جائز نہوگا کیونکہ کوئی علامت نہین ہی اور ہم اُسپر دونونکو حرام کہتے ہین اس لیے
کہ اگر وہ دونون سے صحبت کریگا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر ایک سے کریگا اور کہے گا کہ مین اسی پر کفایت کرتا ہون تو ترجیح بلا مرجح زوجہ کی
لازم آویگی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پرند مین اگر ایک شخص ہو تو اُسکا حکم جدا ہی اور دو ہون تو حکم اور ہی کیونکہ ایک شخص مین تو حرمت
یقینی ہی اور دو مین ہر ایک شخص کو حرمت مین شک ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین برتن دو شخصونکے ہون تو چاہیے کہ وہان بھی اجتہاد مفید
نہ پڑے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرے اس لیے کہ طہارت ہر ایک کی یقینی ہی اور نجاست مین شک ہوگیا ہو تو اُسکا جواب
یہ ہے کہ واقع مین احتمال فقہی تو اسی طرح ہی مگر ظن غالب کی رو سے اس صورت مین یہ حکم ہے کہ کوئی شخص وضو اُن دونون برتنون سے نکرے
پانی کی صورت مین دو شخصون اور ایک کا حکم یکسان ہی اس لیے کہ وضو کا درست ہونا اس بات کو نہین چاہتا کہ پانی اسی شخص کی ملک بھی ہو
بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کر لیگا تب بھی رفع حدث کے لیے ایسا ہی ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا پس پانی کے باب مین مالک کا غیر
ہونا کچھ موثر نہوا بخلاف دوسرے کی زوجہ سے صحبت کرنیکے کہ وہ ناجائز ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ نجاسات کے بارہ مین علامات کو دخل ہی
اور اجتہاد اسمین ہوسکتا ہی اور طلاق مین یہ بات نہین ہوسکتی اس لیے پانی مین استصحاب کی تقویت کسی علامت سے ضرور ہی تاکہ اسکی نجاست کے
یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہی رفع کر دیا جاوے اور یہ تمام استصحابات اور ترجیحات کے فقہ کے دقائق مین سے ہین جنکو ہم نے اپنی فقہ کی
کتابون مین مکمل لکھا ہے اس مقام پر اُنکے سوا اور کچھ مقصود نہین کہ اُسکے قواعد پر تنبیہ کر دین تیسری قسم یہ ہی کہ اصل مین حرمت ہو لیکن پھر کوئی ایسی
شے طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کے رو سے موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہی اور غالب یہی ہی کہ حلال ہی اسکا حکم یہ ہی اور دیکھنا چاہیے
کہ غلبہ ظن کا سبب اگر شرعی وجہ اور معتبر ہی تو ایسی صورت مین مختار یہ ہی کہ وہ چیز حلال ہی اور اس سے اجتناب کرنا ورع مین داخل ہے
مثلاً ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہوگیا بعد اُسکے مردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی نشان زخم وغیرہ کا نہین لیکن ہوسکتا ہی کہ وہ گرکر مرگیا ہو
یا کسی اور سبب سے مرا ہو اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہوگا تب تو اول قسم مین لاحق ہو جاویگا مگر جب اور نشان نہو تو امام شافعی رحمہ
کا قول اسمین مختلف ہی اور مختار یہی ہی کہ حلال ہی اس لیے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہی اور اصل یہی ہی کہ اُسپر اور کوئی امر سبب طاری نہین فقط
اتنا شک ہی کہ طاری ہوگیا ہو تو یقین شک کے باعث سے دور نکیا جاوے گا - اب اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ کل ما اصمیت
ودع ما انمیت اور حضرت عائشہ رضی نے روایت کی ہی ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایا اور عرض کیا کہ یہ میرا
شکار ہی جسمین اپنا تیر پہچانا آپنے فرمایا کہ یہ تیرے لگتے ہی تیرے سامنے گر گیا تھا یا نظر سے غائب ہو گیا تھا اُسنے عرض کیا کہ نظر سے غائب ہو گیا تھا آپنے فرمایا کہ رات
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی اُسکا اندازہ سوا اُسکے خالق کے اور کوئی نہین کرتا شاید اُسکے قتل پر کسی اور چیز نے مدد کی ہو اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

عدی بن حاتم کو کتے کے تعلیم یافتہ کے باب مین فرمایا کہ اگر وہ کھاوے تو مت کھا کہ مجھے یہ خوف ہو کہ کہین اُس نے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ
غالب یہی ہو کہ کتا تربیت یافتہ اپنی عادت نہین چھوڑتا اور مالک ہی کیلیے شکار پکڑتا ہو مگر باوجود اسکے انکو ممانعت فرمائی اور اسکی وجہ یہ ہو کہ
حلت جب ثابت ہوتی ہو کہ اسکا سبب کامل تحقق ہو جائے اور سبب کا پورا ہونا اس طرح ہو کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونے کی وہی موت
کا باعث ہوا اور جب اسمین شک ہوگا تو سبب کے کامل ہونے مین شک پڑیگا یہانتک کہ یہ امر مشتبہ ہو جائیگا کہ اسکی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر
غرضکہ یہ شکار اس طرح کا نہ ہوگا جسکا مرنا یقینی حلت پر اسی دم ہوا ہو پھر شک سبب طاری مین واقع ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ حضرت ابن عباس رض
کا منع فرمانا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہو کیونکہ بعض روایات مین یہ بھی صحیح وارد ہو کہ ایسے شکار مین سے
کھالے گو تجھ سے غائب ہو جاوے بشرطیکہ اپنے تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنے کا نہ پاوے اور یہ روایت اسی علت کی تنبیہ ہو جو ہم نے ذکر کی ہو یعنے
اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب مین تعارض ہو جاویگا اور اسی لیے گمان غالب مین تعارض ہوگا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پائیگا تو غلبہ
ظن حاصل ہو جائیگا اور اسی کے لحاظ سے حلت کا اور استصحاب کا حکم کیا جاویگا جیسے خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے بموجب عمل کرنے کا حکم ہوتا ہو باقی
معترض نے یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہین ہوا کہ اسکی موت اسیدم حلت پر ہوئی تو سبب مین شک واقع ہو گیا سو یہ اس طرح نہین ہو جیسا معترض
نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی ہو گیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہو ہان دوسرے سبب کے طاری ہونے مین شک ہو اور ہمارے اس قول کی
صحت پر اجماع دلالت کرتا ہو یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہو کر غائب ہو جاوے اور پھر مردہ ملے تو اس بات پر اجماع ہو کہ اسکے زخمی کرنے والے پر
قصاص واجب ہو بلکہ اگر وہ غائب نہو تب بھی معترض کے قول کے بموجب قصاص نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اسکی موت اسکی باطن کی کسی خلط کے
ہیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی اچانک مرجاتا ہو تو چاہیے کہ قصاص ایسی صورتون مین نہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے
یا ایسا زخم کاری لگاوے کہ فوراً ٹھنڈا کردے اسمی صورت مین قصاص لازم آوے کیونکہ باطن کے اسباب جو ہلاک مین اُنسے بچاؤ کی صورت
نہین اور اُنکے باعث سے تندرست آدمی دفعۃً مرجاتا ہو حالانکہ اسکا قائل کوئی نہین باوجودیکہ قصاص شبہہ کی صورت مین ساقط ہو جاتا ہو مگر
یہان کوئی قصاص کو ساقط نہین کہتا اسی طرح ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ مین سے جو بچہ نکلتا ہو وہ حلال ہوتا ہو حالانکہ ممکن ہو کہ وہ
اپنی ماں کے ذبح ہونے کے پیشتر ہی مرگیا ہو اسکے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اسمین روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی
شخص صدمہ پہونچاوے اور اس کا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اُس شخص پر غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے اگرچہ ممکن ہو کہ بچہ مین پہلے ہی روح نہ پڑی ہو
یا اُس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مرگیا ہو لیکن ان سب باتونکی بنا ظاہری اسباب پر ہوتی ہو اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی
سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہو جیسا کہ پیشتر ہم نے ذکر کیا ہو تو اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہئے اور یہ جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہو کہ تعلیم یافتہ کتے نے اپنے لیے شکار نہ پکڑا ہو تو اس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین
اور ہمارے نزدیک انمین سے مختار قول حرمت ہو اس لیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہو کیونکہ تربیت یافتہ کتے کا حال مثل آلہ
اور وکیل کے ہے اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے پکڑلیتا ہو تو حرام ہو جاتا ہو اور مالک کے واسطے پکڑتا ہو تو حلال ہوتا ہو پس جس صورت مین کہ مالک کا
اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑ کر کھاوے تو شکار پر اشارہ سے جانا تو اس بات کو چاہتا ہو کہ کتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہو اور بعد کو

ح بخاری و مسلم بروایت عدی ابن حاتم ۱۲ کل

بخاری و مسلم بروایت عدی ابن حاتم ۱۲ ×

شکار مین سے کھانا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس نے اپنے واسطے شکار پکڑا ہو نہ مالک کیلیے تو اب ان دونون صورتون مین حلت اور حرمت
کے تعارض ہوا اسلیے احتمال مین بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہیگی اور شک سے زائل نہوگی اور یہ ایسی صورت
ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے ایک لونڈی خرید دے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہ پایا تھا
کہ اپنے لیے لی ہی یا مالک کیلیے کہ انتقال کرگیا تو موکل کو اُس صورت مین اس لونڈی سے صحبت کرنی حلال نہ ہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے
خریدنے کی بھی قدرت تھی اور موکل کیلیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہین اور اصل حرمت ہی تو اُسی کا اعتبار ہوگا پس اس طرح کی
صورت پہلی قسم مین ملحق ہی نہ تیسری مین - چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہو اور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غلبۂ ظن
حرمت کا ہو جاوے پس اسکی حلت سابقہ دور کیجاوے گی اور حرمت کا حکم دیا جاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہوگیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف
ہے اور غلبۂ ظن کے ساتھ مین اسکا حکم باقی نہ رہے گا اسکی مثال یہ ہی کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی
علامت معین پر اعتماد کرکے ظن غالب اس بات کا کرے کہ یہ برتن نجس ہی تو یہ غلبۂ ظن اس پانی کے پینے اور اس سے وضو کرنیکی حرمت کا
موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے یا شکار کو قتل کرے اور اُسکے مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہو جاے
پھر زید نے عمرو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہوگیا اور بعدہ مُردہ ملا تو اس شخص کی بی بی اسپر حرام ہو جاویگی اسلیے کہ ظاہر یہی ہی کہ مقتول کو
صرف زید ہی نے مارا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا اور امام شافعی رح نے تصریح فرمادی ہی کہ اگر کوئی شخص چشمہ مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے
اور ہوسکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑ گیا ہو یا کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرنی کو اُسمین پیشاب
کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہی یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اس صورت مین اسکا احتمال درست نہین کیونکہ پیشاب کیا دیکھنا
غلبۂ احتمال نجاست پر دلیل موجود ہے اور یہی مثال ہی قسم چہارم کی اور یہ غلبۂ ظن اس صورت مین معتبر ہی کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اُس شی مین موجود
ہو اور جو غلبۂ ظن اسطرح کی علامت سے متعلق نہوگا تو اسمین امام شافعی رح کا قول مختلف ہی کہ آیا اصل حلت اسطرح کی غلبۂ ظن سے باقی رہتی ہے
یا نہین چنانچہ مشرکون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کرنے مین اور اکھڑی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنے کے باب مین اور رستونکی
کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جسقدر سے احتراز دشوار ہے اُس سے زائد لگجاوے اُنکا قول مختلف ہی اور اس مسئلہ کا نام [illegible]
شافعی نے یہ رکھا ہے کہ جب اصل اور غلبۂ ظن کا تعارض ہو تو کس کا اعتبار ہوتا ہے غرضکہ یہ غلبۂ ظن دائم الخمر اور مشرکون کے برتنون سے پانی
پینے کی حلت مین جاری ہی کیونکہ نجس پانی کا پینا حلال نہین ہوتا لیکن معلوم ہو کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہی اور اگر دونون مین سے
ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو مین نے اختیار کیا ہی وہ یہ ہی کہ اعتبار اصل کا ہی اور علامت اگر
چیز کی ذات سے متعلق نہوگی تو اصل کے دور کرنے کی موجب نہوگی اور قریب ہی کہ اسکا بیان اور دلیل شبہہ کے اٹھنے کی دوسرے مقام مین
مذکور کرینگے جسکو شبہہ خلط کہتے ہین اوپر کی تقریر سے حکم اُس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا گمان غالب
ہوا اور اُس حرام کا حکم معلوم ہوگیا جسمین حلت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا ظن ہوا ہوا اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت
سے متعلق ہو جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اور ہی اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو وہ اور ہی اور ان چارون قسمون مین جن چیزونکو ہم نے

عدی بن حاتم کو اُنکے کُتّے تعلیم یافتہ کے باب میں فرمایا کہ اگر وہ کھا وے تو مت کھا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ کہیں اُس نے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ
غالب یہی ہو کہ کُتا تربیت یافتہ اپنی عادت نہیں بھولتا اور مالک ہی کیلئے شکار پکڑتا ہو مگر باوجود اسکے انکو ممانعت فرمائی اور اسکی وجہ یہ ہو کہ
حلت جب ثابت ہوتی ہو کہ اُسکا سبب کامل تحقیق ہو جائے اور سبب کا پورا ہونا اس طرح ہو کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونے کی وہی موت
کا باعث ہوا اور جب اسمین شک ہوگا تو سبب کے کامل ہونے مین شک پڑیگا یہانتک کہ یہ امر مشتبہ ہو جائیگا کہ اسکی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر
غرضکہ یہ شکار اس طرح کا نہ ہوگا جسکا مرنا یقینی حلت پر اسی دم ہوا ہو پھر شک سبب طاری مین واقع ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ حضرت ابن عباس رض
کا منع فرمانا یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہو کیونکہ بعض روایات مین یہ بھی تصریح وارد ہو کہ ایسے شکار مین سے
کھالے گو تجھ سے غائب ہو جاوے بشرطیکہ اپنے تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنے کا نہ پاوے اور یہ روایت اسی علت کی تنبیہ ہو جو ہم نے ذکر کی ہو یعنے
اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب مین تعارض ہو جاویگا اور اسی لیے گمان غالب مین تعارض ہوگا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پائیگا تو غلبہ
ظن حاصل ہو جائیگا اور اسی کے لحاظ سے حلت کا اور استصحاب کا حکم کیا جاویگا جیسے خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے بموجب عمل کرنے کا حکم ہوتا ہو باقی
معترض نے یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہین ہوا کہ اسکی موت اسی دم حلت پر ہوئی تو سبب مین شک واقع ہو گیا سو یہ اس طرح نہین ہو جیسا معترض
نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی ہو گیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہو ہان دوسرے سبب کے طاری ہونے مین شک ہو اور ہمارے اس قول کی
صحت پر اجماع دلالت کرتا ہو یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہو کر غائب ہو جاوے اور پھر مردہ ملے تو اس بات پر اجماع ہو کہ اسکے زخمی کرنے والے پر
قصاص واجب ہو بلکہ اگر وہ غائب نہو تب بھی معترض کے قول بموجب قصاص نہونا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہو کہ اسکی موت اسکی باطن کی کسی خلط کے
ہیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی اچانک مر جاتا ہو تو چاہیے کہ قصاص ایسی صورتون مین نہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے
یا ایسا زخم کاری لگا دے کہ فوراً ٹھنڈا کر دے اسی صورت مین قصاص لازم آوے کیونکہ باطن کے اسباب جو مہلک ہین اُنسے بچاؤ کی صورت
نہین اور اُنکے باعث سے تندرست آدمی دفعۃً مر جاتا ہو حالانکہ اسکا قائل کوئی نہین باوجودیکہ قصاص شبہ کی صورت مین ساقط ہو جاتا ہو مگر
یہان کوئی قصاص کو ساقط نہین کہتا اسی طرح ذبح کیے ہوے جانور کے پیٹ مین سے جو بچہ نکلتا ہو وہ حلال ہوتا ہو حالانکہ ممکن ہو کہ وہ
اپنی ماں کے ذبح ہونے سے پیشتر ہی مر گیا ہو اسکے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اسمین روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی
شخص صدمہ پہونچا دے اور اُس کا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اُس شخص پر غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے اگرچہ ممکن ہو کہ بچہ مین پہلے ہی روح نہ پڑی ہو
یا اُس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مر گیا ہو لیکن ان سب باتوں کی بنا ظاہری اسباب پر ہیجاتی ہو اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی
سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہو جیسا کہ پیشتر ہم نے ذکر کیا ہو تو اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہئے اور یہ جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہو کہ تعلیم یافتہ کتے نے اپنے لیے شکار نہ پکڑا ہو تو اس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین
اور ہمارے نزدیک انمین سے مختار قول حرمت ہو اس لیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہو کیونکہ تربیت یافتہ کتے کا حال مثل آلہ
اور وکیل کے ہے اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے پکڑ لیتا ہو تو حرام ہو جاتا ہو اور مالک کے واسطے پکڑتا ہو تو حلال ہوتا ہو پس جس صورت مین مالک
اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑ کر کھا وے تو شکار پر اشارہ سے جانا تو اس بات کو چاہتا ہو کہ کتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہو اور بعد کو

ح بخاری ومسلم بروایت عدی ابن حاتم ۱۲ منہ

ح بخاری ومسلم بروایت عدی ابن حاتم ۱۲ +

شکار مین سے کھانا اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اس نے اپنے واسطے شکار پکڑا ہو نہ مالک کیلیے تو اب ان دونون سببون مین حلت اور حرمت
کے تعارض ہوا اسلیے احتمال مین بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہے گی اور شک سے زائل نہوگی اور یہ ایسی صورت
ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے ایک لونڈی خرید دے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہین پایا تھا
کہ اپنے لیے لی ہو یا مالک کیلیے کہ انتقال کر گیا تو موکل کو اس صورت مین اس لونڈی سے صحبت کرنی حلال نہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے
خریدنے کی بھی قدرت تھی اور موکل کیلیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہین اور اصل حرمت ہو تو اسی کا اعتبار ہوگا پس اس طرح کی
صورت پہلی قسم مین ملحق ہو نہ تیسری مین۔ چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہوا اور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غالبہ ظن
حرمت کا ہو جاوے پس اسکی حلت سابقہ دور کیجاوے گی اور حرمت کا حکم دیا جاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہوگیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف
ہے اور غلبۂ ظن کے ساتھ مین اسکا حکم باقی نہ رہے گا اسکی مثال یہ ہو کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی
علامت معین پہ اعتماد کر کے ظن غالب اس بات کا کرے کہ یہ برتن نجس ہو تو یہ غلبۂ ظن اس پانی کے پینے اور اس سے وضو کرنے کی حرمت کا
موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے یا شکار کو قتل کرے اور اسکے مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہو جاوے
پھر زید نے عمرو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہوگیا اور بعدہ مردہ ملا تو اس شخص کی بی بی اسپر حرام ہو جاویگی اسلیے کہ ظاہر یہی ہو کہ مقتول کو
صرف زید ہی نے مارا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا اور امام شافعی رح نے تصریح فرما دی ہو کہ اگر کوئی شخص چشمون مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے
اور ہوسکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑ گیا ہو یا کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرنی کو جنگل مین پیشاب
کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہو یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اس صورت مین اسکا احتمال درست نہین کیونکہ پیشاب کا دیکھنا
غلبۂ احتمال نجاست پر دلیل موجود ہے اور یہی مثال ہو قسم چہارم کی اور یہ غلبۂ ظن اس صورت مین معتبر ہو کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اسی چیز مین موجود
ہو اور جو غلبۂ ظن اس طرح کی علامت سے متعلق نہوگا تو اسمین امام شافعی رح کا قول مختلف ہو کہ آیا اصل حلت اس طرح کی غالبہ ظن سے باقی رہتی ہے
یا نہین چنانچہ مشرکون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کرنے مین اور کھاری ہوئی قبرستان مین نماز پڑھنے کے باب مین اور سڑکون کی
کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جسقدر سے احتراز دشوار ہے اس سے زائد لگجاوے انکا قول مختلف ہو اور اس مسئلہ کا نام اصحاب
شافعی نے یہ رکھا ہے کہ جب اصل اور غلبۂ ظن کا تعارض ہو تو کس کا اعتبار ہوتا ہے غرضکہ یہ غلبۂ ظن دائم الخمر اور مشرکون کے برتنون سے پانی
پینے کی حلت مین جاری ہو کیونکہ نجس پانی کا پینا حلال نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہو اور اگر دونون مین سے
ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو ہم نے اختیار کیا ہو وہ یہ ہو کہ اعتبار اصل کا ہو اور علامت اگر
چیز کی ذات سے متعلق نہوگی تو اصل کے دور کرنے کی موجب نہوگی اور قریب ہو کہ اسکا بیان اور دلیل شبہہ کے اٹھنے کی دوسرے مقام مین
ذکر کرینگے جسکو شبہہ خلط کہتے ہین اوپر کی تقریر سے حکم اس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا گمان غالب
ہوا اور اس حرام کا حکم معلوم ہوگیا جسمین حلت کی وجہ طاری ہونے کا شک یا ظن ہوا ہو اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت
سے متعلق ہو جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اور ہو اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو تو وہ اور ہو اور ان چارون قسمون مین جن چیزونکو ہم نے

حلال کہلاتے وہ اول درجہ کی حلال مین احتیاط یہی ہو کہ اُن سے اجتناب کیا جاوے اور جو کوئی اُنپر اقدام کریگا وہ متقیون اور صالحون سے نہ ہوگا بلکہ عادلون کے زمرہ مین تصور ہوگا یعنی شرع کے فتوے کے موجب بدکار اور گنہگار ہوگا اور مستوجب سزا نہ ٹھہریگا ان جن باتون کو ہم وسواس کے مرتبہ مین شامل کر چکے ہین اُن سے احتراز کرنا ورع مین ہرگز داخل نہین چنانچہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہین

دوسرا مقام شبہ کے پیدا ہونے کا خلط ہے یعنی حلال اور حرام آپس مین ملجاوین اور تمیز نہ رہے اور امر مشتبہ ہوجاوے اب خلط کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دونون طرف عدد لاانتہا ہون دوم یہ کہ ایک ہی طرف ہون سوم یہ کہ دونون طرف محصور اور معدود ہون پھر اس تیسری صورت کی دو نوع ہین ایک یہ کہ اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو کہ حلال اور حرام کی افراد کی طرف اشارہ جداگانہ نکر سکین جیسے بہنے والی چیزین آپس مین مل جاوین یا اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جداگانہ اشارہ کر سکتے ہون جیسے غلامون اور مکانون اور گھوڑون وغیرہ کا ملجانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال سے خالی نہین کہ جو چیزین مختلط ہوئی ہین یا ایسی ہین کہ اُنکی ذات مقصود ہو جیسے اسباب یا ایسی ہین کہ اُنکی ذات مقصود نہین جیسے نقد تو اس تقسیم سے اسکی بہت سی قسمین پیدا ہوتی ہین **قسم اول** یہ کہ کوئی چیز چند محصور مین ملجاوے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریون مین ملجاوے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتون مین ملجاوے یا دو بہنون مین سے ایک سے ساتھ نکاح کیا پھر شبہ ہوگیا کہ کسکے ساتھ کیا تھا تو اس قسم کے شبہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ علامتون اور اجتہاد کو اس مین دخل نہین اور چونکہ اختلاط عدد محصور مین ہوا ہے تو سب ملکر ایک چیز کی طرح ہوگئے ہین اور ان مین یقین حلت اور یقین حرمت دونون ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہین اور یہ اختلاط اگر ایسی طرح ہو کہ پہلے حلت ثابت ہو کر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہوجاوے جیسے دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق پڑی مسئلہ پرند مین گذری یا اس طرح اختلاط ہو کہ حلت سے بیشتر ہی حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھ مشتبہ ہوجاوے اور ایک کا حلال کرنا چاہیئے تو دونون صورتون مین کچھ فرق نہین دونونکا حکم حرمت ہی کا رہیگا۔ مگر حرمت کے طاری ہونیکی صورت مین کبھی مشکل ہوتی ہے مثلاً دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق مین کہ بموجب بیان گذشتہ استصحاب ہوسکتا ہے لیکن ہمنے مسئلہ پرند مین جواب کی وجہ بھی لکھدی ہے کہ یقین حرمت مقابل یقین حلت کے پڑا ہے اس وجہ سے استصحاب ضعیف ہے اور نظر شریعت مین خطر کی جانب غالب ہوتی ہے اسلیئے ترجیح حرمت کو رہتی ہے اور یہ صورت اسی وقت ہے کہ حلال محصور حرام محصور مین مختلط ہوا اور جس صورت مین کہ حلال تو محصور ہو اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہے کہ اجتناب بطریق اولی ہوگا **قسم دوم** یہ کہ حرام محصور ہو اور حلال غیر محصور جیسے مثلاً ایک دودھ کی شریک یا دس عورتین دودھ کی شریک کسی بڑے شہر کی عورتون مین مختلط ہوجاوین تو اس صورت مین سارے شہر کی عورتون سے نکاح کرنے مین اجتناب کرنا لازم نہین بلکہ جائز ہے کہ جس سے چاہے نکاح کرے اور اس قسم مین علت یہ ٹھہرانی کہ حلال کی کثرت کی صورت مین حلت کو ترجیح چاہیئے جائز نہین کیونکہ اس صورت مین یہ لازم آویگا کہ اگر ایک دودھ کی شریک دس اجنبی عورتون مین مختلط ہوجاوے تو نکاح درست ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین بلکہ علت کثرت اور حاجت دونون ہین کیونکہ جس شخص کا دودھ کا شریک یا اور کوئی محرم یا سسرال کے رشتہ سے یا کسی سبب سے حرام شخص مختلط ہوجاوے تو یہ نہین ہوسکتا کہ اُسپر باب نکاح بالکل بند کردیا جاوے اور اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ مال دنیا مین قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اُسپر ضرور نہین کہ خریدنا اور کھانا چھوڑدے کیونکہ اسمین دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام مین کچھ حرج نہین ہے اور اس امر کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانہ مین ایک ڈھال چوری گئی تھی اور کسی شخص نے براہ خیانت غنیمت کے مال مین سے عبا لے لی تھی تو دنیا مین کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے
امتناع نہین کیا تھا اور یہی حال ہر چیز کا جو چوری ہو جاوے کہ دوسرے دن پر اُسکی جنس کی بیع و شری کا ترک کرنا لازم نہین اسیطرح یہ بھی لوگون کو
معلوم تھا کہ بعض لوگ روپیون اشرفیون پر سود لیتے دیتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے نیکبختون نے روپیون اشرفیون کو
بالکل چھوڑ نہین دیا تھا سب کے کاروبار انہی سے ہوتے تھے۔ حاصل یہ کہ دنیا حرام سے جب ہی بچتی ہے کہ جب تمام دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دین اور یہ محال ہے پس
جب اسطرح کا اجتناب دنیا مین شرط نہین تو شہر مین بھی یہ شرط نہ ہونا چاہیے ہان جس صورت مین کہ عدد محصور ہو تو مضائقہ نہین اور عدد
غیر محصور کی صورت مین اجتناب کرنا وسواسیون کا ورع ہے کیونکہ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور
نہ کسی ملت اور کسی زمانہ مین اسطرح کے اجتناب کا نباہنا خیال مین آ سکے۔ اب اگر یہ کہو کہ خدا تعالی کے علم مین تو سب عدد محصور ہی ہین
پھر عدد محصور کی حد کیا ہے اگر آدمی چاہے کہ کسی شہر کے باشندونکا شمار کرے تو ہوسکتا ہے بشرطیکہ کوئی اُسکے شمار مین مزاحم نہو تو اسکا جواب
یہ ہے کہ ان جیسے امور کی حد باندھنی ناممکن ہے مگر تقریبًا حد کر دیا کرتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہے کہ اگر ایک میدان مین سب
اکٹھے ہو جاوین تو دیکھنے والے کو بمجرد نگاہ کرنے کے اُنکا شمار مشکل ہو جیسے ہزار اور دو ہزار کہ عدد غیر محصور ہین اور اگر شمار کر لین دقت نہو بلکہ
آسانی سے گن لیے جاوین جیسے دس یا بیس ہین تو وہ محصور ہین اور ان دونون عددونکے درمیان کے عدد اوساط متشابہ ہین کہ گمان
غالب کے ذریعہ سے کسی طرف مین ملا دیے جاتے ہین اور جس عدد مین شک واقع ہو اُسمین فتوی دل سے لینا چاہیے کہ گناہ دل پر کھٹکا کرتا ہے اور
اسی جیسے مقام مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَاِنْ اَفْتَوْکَ وَاَفْتَوْکَ اسیطرح جو چار قسمین کہ ہم نے مقام
اول مین بیان کی ہین اُن مین کچھ تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہین حلت یا حرمت کے باب مین اور کچھ اوساط متشابہ
ہوتے ہین اور مفتی اُن مین ظن غالب سے فتوی دیدیتا ہے مگر سائل کو واجب ہے کہ اپنے دل سے فتوی پوچھے اگر اُسکے دل مین کچھ خلش رہے گی
تو وہ اُسکے اور اللہ تعالی کے درمیان کے معاملہ مین گناہ ہوگا مفتی کا فتوی آخرت مین اُس گناہ سے اسکو نجات نہ دیگا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے
فتوی دیتا ہے اور اللہ تعالی باطن کے حالات کا مالک ہے قسم سوم یہ کہ حرام غیر محصور حلال غیر محصور سے مختلط ہو جاوے جیسے کہ اس زمانہ کے مال ہین
پس جو شخص کہ احکام کی صورتون سے لیتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ غیر محصور کو غیر محصور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو محصور کو محصور سے ہے اور چونکہ
محصور کے محصور مین اختلاط ہونے کی صورت مین ہم حرمت لکھ آئے ہین تو چاہیے کہ یہان بھی حکم حرمت کا دین حالانکہ جو بات ہمارے نزدیک
مختار ہے وہ اور ہے یعنی اس طرح کے اختلاط سے کوئی معین چیز حرام نہین ہوتی جسمین احتمال حلت اور حرمت دونون کا ہو ہان اگر اس چیز مین
کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ چیز حرام مین سے ہے تو مضائقہ نہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی علامت نہو تو چیز کا ترک کرنا ورع ہے
اور لینا حلال ہے اسکے کھانے سے آدمی فاسق نہوگا اور علامتین مال حرام ہونے کی آگے مذکور ہونگی اُن سب مین سے ایک یہ ہے کہ وہ چیز بادشاہ ظالم کے
ہاتھ سے پہونچے اور یہ حکم جو ہم نے بیان کیا اس پر اثر اور قیاس دلالت کرتے ہین اثر تو اس طرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء
راشدین کے زمانہ مین سود کے روپیے اور شراب کے ثمن ذمیون کے ہاتھ سے وصول ہو کر مالون مین مل جاتے تھے اور غنیمت مین خیانت کا بھی یہی حال تھا
اور جسوقت سے کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا یعنی جب سے کہ یہ ارشاد فرمایا تھا اَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبَا الْعَبَّاسِ سب لوگون نے ربوا کا لین دین ترک نہین کیا تھا

پہلا سود جو مین اور علم کرین اسکی منہ چھوڑتا ہون سود عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ہے مسلم بروایت جابر ۱۲

جیسے شراب کا پینا بالکل نے ترک نہین کیا تھا اور علیٰ ہذا القیاس اور گناہون کے مرتکب بھی کچھ کچھ ہوتے ہی تھے چنانچہ مروی ہو کہ کسی صحابی نے شراب بیچی
تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ لعنت کرے فلان پر کہ اُس نے اول شراب کے بیچنے کی رسم مقرر کی اور اس بیع کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگون نے
شراب کی حرمت سے یہ نہین سمجھا کہ اسکا بیچنا اور ثمن حرام ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ فلان شخص دوزخ مین اس عبا کو گھسیٹتا ہو جسکو براہ
خیانت لے لیا تھا اور ایک شخص جہاد مین مارا گیا اُسکے اسباب کو جو ڈھونڈھا تو اسمین ایک مہرہ یہود کے مہرون مین سے کہ دو درہم کا بھی نہ تھا خیانت کا نکلا
اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ظالم حاکمونکا عہد پایا مگر بازار کی خرید و فروخت سے دست کش نہین ہوئے اس خیال سے
کہ کہین یہ چیز مدینہ منورہ کی لوٹ کی نہ ہو حالانکہ تین دن تک یزید کے لشکر نے مدینہ طیبہ کو لوٹا تھا اور اگر کوئی ایسے مال سے دست کش بھی تھا تو وہ
ورع مین انگشت نما تھا لیکن اکثرونکا حال یہی تھا کہ باوجود کثرت مال لوٹ کے ظالمونکے عہد مین اس سے دست کش نہین ہوئے اور اختلاط کو مانع
نہین سمجھا - اب اگر کوئی شخص اپنے ذمہ پر وہ بات لازم کرلے جسکو سلف نے لازم نہین کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ مین نے شریعت مین سے وہ بات
سمجھ لی جو اگلے لوگون نے نہین سمجھی تھی تو وہ شخص وہمی اور دیوانہ ہو اور اگر ان جیسی باتون مین اُن لوگون سے بڑھکر کوئی بات کی جاوے تو یہ بھی ہوسکتا
ہے کہ جن امور مین کوئی سند سوائے اجماع اکابر کے نہین انہین بھی انکا خلاف درست ہو مثلاً جیسے یہ مسئلہ کہ دادی مثل ماں کے ہو حرمت مین یا یہ کہ پوتا مثل
بیٹے کے ہو اور سُور کے بال اور چربی کا حکم مثل گوشت کے ہو جسکا ذکر قرآن مجید مین ہو اور سود چھ چیزونکے سوا اورون مین بھی پایا جاتا ہے پس ان
مسئلون مین مخالفت کرنی سراسر باطل اور محال ہو اسی طرح اُن سے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہو کہ وہ فہم شرعی اورونکی نسبت کر زیادہ رکھتے
تھے اور قیاس اس طرح ہو کہ اگر دنیا کے اموال کا ترک کرنا شروع کیا جاوے تو سب تصرفات مسدود ہو جاوین اور عالم خراب ہو جاوے
اسلیے کہ لوگون مین بدکاری غالب ہو اور اسی کے باعث سے معاملات مین شرعی شرطونکے لحاظ رکھنے مین تساہل کرتے ہین اور آخر کو نوبت اختلاط کی
اسی کے باعث سے پہونچی ہو - اب اگر یہ کہو کہ تم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسمار کے کھانے سے انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے
ڈر ہے کہ کہین یہ جانور اُن لوگون مین سے نہو جن کو خدا تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ صورت غیر محصور اختلاط کی ہو تو اس کا جواب یہ ہو کہ یہ نہی ورع
اور تنزیہ پر محمول ہو یا یون کہین گے کہ سوسمار کی شکل عجیب ہوتی ہو غالباً اُس سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مسخ کی ہوئی ہو تو اس صورت مین نفس چیز مین
علامت حرمت موجود ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے عہد مبارک مین سود اور چوری اور غارتگری اور غنیمت کی خیانت
وغیرہ کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے وہان حلت کے ہونے کا مضائقہ نہ تھا مگر ہمارے زمانہ مین معاملات کی خرابی اور شرطونکے لحاظ نہ رکھنے
کے باعث سے اور سود کی کثرت اور ظالم بادشاہونکی زیادتی سے اکثر مال لوگونکے خراب اور حرام ہو رہے ہین تو اگر ان مالون مین سے کوئی مال کسی شخص کو
ملے اور اسمین کوئی علامت خاص نہو تو اسکو تم حرام کہوگے یا حلال تو اسکا جواب یہ ہو کہ مال مذکور حرام نہین بلکہ اسکا نہ لینا ورع مین داخل ہو اور اس قسم کا
ورع اس ورع سے نہایت مشکل ہو جو مال حرام کم ہونے کی صورت مین ہو اور ٹھیک جواب اسکا اس طرح ہے کہ یہ جو سائل کہتا ہو کہ ہمارے زمانہ مین
اکثر اموال حرام ہین یہ مقدمہ غلط ہے اور اسکی غلطی کی وجہ یہ ہو کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین کرتا اور سائل پر کیا منحصر ہو اکثر آدمی بلکہ اکثر فقہا کو
یہ گمان ہو کہ جو چیز کمیاب نہین وہ اکثر ہو اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین اُن کے گمان مین ان دونون کے بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین
حالانکہ واقع مین اشیاء کی تین قسمین ہین ایک قلیل جسکو نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر - اب انکی مثالین معلوم کرنی چاہیین کہ خنثیٰ خلق مین نادر ہو اور اُسکی نسبت کے

ح بخاری بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲
ح۲ ابوداود و نسائی وابن ماجہ بروایت زید بن خالد جہنی ۱۲

اگر مریض کو دیکھو تو کثیر ہونگے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثیٰ کی نسبت کثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر عذر ہی ظاہر ہو کہ خنثیٰ
نہ تو نادر ہو اور نہ اکثر ہو بلکہ کثیر ہو اور فقیہ بھلا کہہ دیتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہو اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہو کہ نادر نہین ہین اور اگر
یہ مراد نہ ہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین اور مسافر اور مریض کثیر ہین اور استحاضہ والی اور خنثیٰ نادر ہین جب یہ سمجھ
چکے تو ہم کہتے ہین کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہو باطل ہو اسلیے کہ حرمت کی وجہ یا ظالمون اور سپاہیون کی کثرت کو کہیگا یا سود اور معاملات
فاسد کی کثرت کو یا ملکون کی کثرت کو جو شروع اسلام سے آج تک ان موجودہ مالون کی اصلون پر بدلتی رہی ہین پہلی وجہ باطل ہو اس لیے کہ ظالم کثیر سہی
ہے اکثر ناممکن ہو کیونکہ ظالم غالبًا سپاہی ہی ہوتے ہین کہ بدون دباؤ اور شوکت کے ظلم ہو نہین سکتا اور سپاہیون کو اگر تمام جہان کے لحاظ سے
خیال کرو تو دسوان حصہ بھی نہ ہونگے مثلاً جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی تو انکی ولایت مین کم سے کم دس لاکھ آدمی ہونگے اور غالبًا
ایک ہی بڑے شہر کے آدمی اس کے تمام لشکر سے شمار مین زیادہ ہون اور اگر بادشاہون کا عدد رعایا کی گنتی سے زیادہ ہو تو سب ہلاک ہو جاوین
کیونکہ اولی یہ ہو کہ رعیت کی افراد مین سے ایک سلطان دس خدمتگار رکھے حالانکہ بادشاہون کا گذر ہزار سے بھی نہین ہوتا اور یہی حال چورونکا
ہے کہ وہ بھی بڑے بڑے شہرون مین تھوڑے ہی ہوتے ہین اور دوسری وجہ بھی باطل ہو اسلیے کہ سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہی ہین اکثر نہین
کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین اور گنتی مین ان لوگونکے شمار سے زیادہ ہین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہین
علاوہ ازین سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے اور معاملات صحیح بھی کرتے ہین اگر خود انکے صحیح اور فاسد معاملون کو شمار کرو تو غالبًا صحیح زیادہ
نکلینگے ہان اگر شہر مین کوئی ایسا خبیث بد دین چھانٹ لیا جاوے جسکے معاملے فاسد زیادہ ہون تو اس طرح کے آدمی کم ہوتے ہین اور اگر
کثیر بھی ہون تو اکثر نہین ہو سکتے جنکے معاملے فاسد ہون کیونکہ خود انکے معاملے بھی صحیح اسقدر ہونگے کہ معاملات فاسدہ کے برابر یا ان سے
زائد ہونگے اور یہ بات تامل کرنے والے کے نزدیک یقینی ہو مگر چونکہ دلون مین فساد کی برائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہو اسلیے
اگر فاسد کم بھی ہوتا ہو تو بہت معلوم ہوتا ہو یہانتک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہو کہ زنا اور شراب خواری مال حرام کی طرح پھیل گئی ہو اور
اس سے یہ خیال ہوتا ہو کہ زانی اور شراب خوار اکثر ہونگے حالانکہ یہ غلط ہو وہ لوگ کم ہین گو کثرت کے ساتھ ہون باقی رہی تیسری وجہ
وہ البتہ قرین قیاس ہو اس طرح کہ یون کہین کہ مال تین طرح حاصل ہوتے ہین یا کان سے یا حیوانات سے یا نباتات سے حیوان اور نباتات تو
نسل لینے سے حاصل ہوتے ہین پس اگر بکری کو مثلاً دیکھین جو ایک برس مین بچہ دیتی ہو تو اسکے اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک
ہمارے زمانہ سے پانسو کے قریب ہونگے اور ضرور ہو کہ ان مین سے کسی اصل مین غصب یا معاملہ فاسد ہوا ہی ہوگا تو کیسے فرض کیا جاوے
کہ انکے اصول مین ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہین ہوا اسی طرح غلہ اور میوہ کی بھی پانسو یا ہزار اصلین مثلاً ہونگی تو وہ بھی جبھی حلال ہونگی
کہ انکی سب اصلین زمانہ نبوت تک حلال ہون ۔ اور کان کی چیزون مین سے بعض تو ایسی ہین کہ ہر زمانہ مین از سر نو نکالی جاتی ہین وہ تو کم ہین مگر جن کا
استعمال زیادہ ہو وہ روپیہ اور اشرفیان ہین جو ٹکسال مین بنتی ہین اور ٹکسالین سب ظالمونکے قبضہ مین ہین بلکہ کانین انھین کے قبضہ مین ہین کہ
لوگونکو ان سے روکتے ہین اور فقیرون پر زبردستی کرکے کان کھدواتے ہین پھر ان سے چاندی سونا چھین لیتے ہین تو جب ان باتونکا لحاظ کیا جاوے
تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی کم ہوگی کہ نہ تو کان مین سے نکلتے وقت بعقد فاسد یا ظلم ہوا ہوا اور نہ ٹکسال مین بننے کے وقت اور نہ بعد کو معاملات صرف

اور سود دین اُسکے عقد مین کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت مین کہ تینون قسمون کے مال کا یہ حال ہی تو اب بجز شکار یا لاوارثی زمین خواہ جنگل کی گھاس اور لکڑی کے اور کوئی
چیز حلال نہ رہی پھر جو کوئی اِن چیزون کو پیدا کرے تو ضرور ہو کہ کھانے کیسیلے غلہ وغیرہ اُنکے عوض مول لیگا جو تناسل سے پیدا ہوتا ہو تو گویا مال حلال دیکر
حرام خریدیگا غرضکہ یہ وجہ حرمت کے پہلی دو وجہون سے زیادہ مضبوط ہی اور اِسکا جواب یہ ہو کہ یہ غلبہ حرمت کا حرام کثیر کے حلال کثیر مین اختلاط سے
نہین پیدا ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کر رہے ہین اُسمین سے خارج ہوگیا اور اُس صورت مین مل گیا جسکا بیان ہم پہلے کر چکے ہین یعنی اصل اور سبب غالب کا تعارض
کیونکہ اصل اِن اموال مین یہ ہو کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی نیز ہو جاوے اور اِس اصل کے نقیض ایک احتمال غالب پڑا ہو جو اصل مذکور صلاحیت
سابقہ نہین چھوڑتا تو اُسکی ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے حکم نجاسات کے باب مین امام شافعی رضکے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہو کہ راستون مین جب
نجاست کا نشان معلوم نہو تو نماز پڑھنی درست ہی کیونکہ راستون کا کیچڑ پاک ہوتا ہو اور یہ بھی صحیح جانتے ہین کہ مشرکونکے برتنون سے وضوء کرنا جائز ہی اور کھدی ہوئی
قبرون مین نماز پڑھنی درست ہی پس اِن مسئلونکو اول ثابت کرکے پھر اِس مسئلہ مال کو ہم اُنپر قیاس کرینگے مسئلہ وضو کی دلیل یہ ہو کہ حضرت عمر رضنے ایک
نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہین اور سور کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت نے نجس کہا ہو اُس سے احتراز نہین
کرتے تو اُنکے برتن اُنکے ہاتھون سے کیسے صاف بچ رہتے ہونگے علاوہ ازین ہم قطعاً جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین دباغت دیا ہوا اور کپڑے
رنگے ہوئے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت دینے والون اور دھوبیون اور رنگریزونکے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر
نجاست ہی ہوتی ہو اور اُنکے یہان کپڑونکا طاہر رہنا محال بالکتر ہو اُسکے سوا ہمکو یہ بھی قطعاً معلوم ہو کہ اکابر سلف گیہون اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور
اُنکو دھوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اُنپر پیشاب اور گوبر کرتے جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے
اِسی طرح گھوڑون پر پسینے کی حالت مین سوار ہوا کرتے تھے اور اُنکی پیٹھونکو دھویا نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریان اکثر نجاستون مین لوٹا کرتی تھین
بلکہ جو چوپایہ اپنی مان کے پیٹ سے نکلتا ہی آلودہ نجاسات ہوتا ہی اور وہ نجاست کبھی تو مینھ برسنے سے دُھل جاتی ہی اور کبھی نہین دُھلتی اور اُس سے
کوئی احتراز نہین کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ رستے مین ننگے پاؤن اور جوتونکے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے
تھے اور بلا ضرورت گارے مین کو ہو لیا کرتے تھے مگر پیشاب اور پاخانہ مین کو نہ چلتے تھے اور نہ اُنپر بیٹھتے تھے بلکہ اُن سے کنارہ کرتے تھے حالانکہ رستونکا
نجاستون سے صاف رہنا ممکن نہین کہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب اور غلیظ کرتے رہتے ہین اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ اِس باب مین ہر ایک زمانہ کا
حال جُدا ہوگا تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ اگلے زمانہ مین راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانورونکے گذر سے محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کے رو سے
قطعاً محال ہی غرضکہ معلوم ہوا کہ اُن لوگون نے اُسی نجاست سے احتراز کیا ہی جو ظاہر ہو یا اُسکی کوئی علامت دال ہو اور جو احتمال غالب کہ احوال پر وہم دوڑانے سے
پیدا ہوتا ہو اُسکا اعتبار نہین کیا اور یہی مذہب امام شافعی رحکا ہی کہ اُنکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے اوصاف کے نجس نہین ہوتا کیونکہ صحابہ رض ہمیشہ حمامون مین
جاتے اور حوضون مین وضو کرتے حالانکہ اُنمین پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ مدام پڑتے رہتے تھے اور اِسمین کسی طرح کا شبہہ نہین پس جب نصرانی
عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا تو اُس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے مل گیا۔ اب اگر یہ کہو کہ حلت کا قیاس طہارت پر
جائز نہین اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت مین تو بہت مسامحت کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ کو احتراز کیا کرتے تھے اِس صورت مین ایک کا
قیاس دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہی تو اِسکا جواب یہ ہو کہ اگر طہارت کی مسامحت سے یہ غرض ہی کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے

حالانکہ نماز رکن دین ہی اور نجاست کے ساتھ اُسکا پڑھنا گناہ ہی تب تو اُنکی طرف نہایت بدگمانی ہی بلکہ یون اعتقاد کرنا واجب ہی کہ جن نجاستون سے اجتناب کرنا واجب ہی ان سب سے اکابر سلف نے اجتناب کیا ہی صرف تسامح ایسی صورت مین کیا ہی جس سے اجتناب کرنا واجب نہین اور وہ وہی صورت ہی جسمین کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو پس اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہو اسکا اعتبار نہین باقی رہا انکا ورع تو وہ تقوی کے طور پر تھا یعنی جس چیز مین کچھ خوف نہین اسکو اُس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جسمین خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال خطرناک ہی اور اگر نفس کو اُنسے نہ روکا جاوے تو اُنکی طرف جھکتا ہی اور طہارت کا حال ایسا نہین ہی وجہ سے کچھ لوگون نے محض حلال سے بھی دست کشی کی تھی کہ مبادا دل مشغول نہ ہو جاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہی کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہے پس اس باب مین خلاف کا ہونا ہمارے مطلب کا مخل نہین علاوہ ازین ہم اس شبہ کا جواب اسطرح بھی دیسکتے ہین جیسا پہلی دونون وجہونکا دیا ہی یعنی یہ ہم نہین مانتے کہ حرام مال اکثر ہی اسلیے کہ اموال کے اصول اگرچہ بہت ہون لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ سب کے اصول مین حرام بھی ہو بلکہ جو مال اس زمانہ مین موجود ہین انمین سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکے اصول مین کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہین ہو سکتے نہ اکثر ہو سکتے ہین کیونکہ جیسے غصب اور چوری کا مال ان دنون مین بہ نسبت اموال کے کم ہی اسی طرح ہر زمانہ مین اسطرح کا مال اور اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد معین کون سی قسم مین سے ہی اس سیلئے ہم کیسے کہدین کہ احتمال غالب اُسکی حرمت ہی کا ہی کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز نسل سے بڑھتی ہی ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی نسل سے زیادہ ہوتی ہی تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہو گی بلکہ غلہ مغصوب غالباً کھانے کیلیے چھینا کرتے ہین نہ بونے کیلیے اسی طرح حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور نسل اُن سے نہین لیجاتی تو کیسے کہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین کہ حلال کے اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہون - طالب علم کو چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم پھسلنے کی جگہ ہے اور اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے - یہ حال حیوانات اور غلون کا ہی جو تناسل سے ہوتے ہین اور کانونکا یہ حال ہی کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوٹے رہتے ہین جسکا دل چاہے اُن مین سے لے لے مگر حکام اسمین سے کچھ لے لیا کرتے ہین سو وہ اقل ہوتا ہی نہ اکثر اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو انکا ظلم تو یہ ہی کہ لوگونکو اُس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اُنمین سے لیتے ہین تو بادشاہ سے اُجرت مین لیتے ہین اُنکے مالک ہونے مین کچھ خرابی نہین کیونکہ مباحات پر ملک ثابت ہونے اور انکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح یہی ہی کہ نہایت درست ہے مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہی تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہی پانی اُسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہی اور اُجرت کا مستحق ہوتا ہے اسیطرح اس مسئلہ مین سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تقریر سے یہ نکلتا ہی کہ سونے چاندی کی ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہی کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہی دوسرے اس سے بھی فقط ذات نقدین مین کچھ خلل نہین بلکہ اس نظر سے کہ اُسکے ذمہ پر اُجرت باقی رہ گئی ظالم ٹھہریگا - اور ٹکسال کا حال یہ ہی کہ جو سونا اُسمین سے نکلتا ہی وہ خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہی بلکہ سوداگر سونے کی ڈلیان یا شراب بیچکر اُسکو دیتے ہین تاکہ نیا سکہ اُنپر ہو جاوے اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اُسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اُجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین اور یہ دیانت ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اشرفیان خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کہ بیشک کم ہونگی ہان سلطان جو ٹکسال

جاری کرتا ہی اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہی یہ ایک طرح کا ظلم ہی کہ چند لوگونکو تمام خلق مین سے اس کام کیلیے خاص کرتا ہی یہانتک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے انکے پاس مال زیادہ ہوجاتا ہی پس جو کچھ سلطان لیتا ہی وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہی جو ظلم ہی لیکن یہ مقدار ان روپیون اشرفیون کی نسبت کہ جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہی یعنی ٹکسال والون اور سلطان کو سو پیچھے ایک روپیہ بچتا ہی سو اسقدر اکثر کیلیے ہوسکتا ہی غرضکہ اس طرح کے مغالطے مال حرام کے اکثر ہونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف اس وہم مین ایسے پڑے ہین کہ انھون نے ورع کو برا جانا ہی اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق بتاتا ہی اسکو برا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہی سوال اگر یہ کہو کہ بعض اگر غلبہ مال حرام کو ہو اور غیر محصور غیر محصور مین مخلوط ہو تو جس صورت مین کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اسکے باب مین تمھارا کیا قول ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس مال کا ترک کرنا ورع ہی اور اسکا لینا حرام نہین اسواسطے کہ اصل حلت ہی اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہوگی جیسے کہ راستونکی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہی بلکہ ہم اور بڑھکر کہتے ہین کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ کہین یقینًا نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم از سر نو کہینگے زمانہ سے شروط حرمت کی تمہید کرینگے - اور جو باتین گذر چکی ہین انکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا مدعا یہ ہی کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھ جاتی ہی تو معکوس ہو کر اپنی ضد مین داخل ہوجاتی ہی تو اس صورت مین جب سب چیزین حرام ہوجائین گی تو سب حلال ہوجائینگی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب یہ معاملہ واقع ہو تو پانچ احتمال ہوسکتے ہین **اول** یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہانتک کہ مر جاوین **دوم** یہ کہ اشیا مین سے سد رمق پر قناعت کرکے زندگی کاٹین **سوم** یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین کچھ فرق نہو **چہارم** یہ کہ شرع کی شرطونکا اتباع کرکے اُسکے قواعد پر از سر نو عمل کرین اور قدر حاجت پر کفتی نہون **پنجم** یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہی کہ احتمال اول باطل ہی اور دوسرا بھی قطعًا باطل ہی اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹینگے تو سب موت مر جائینگے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہوجائیگی اور دنیا کی خرابی مین دین کی خرابی ہی اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہی اور خلافت اور قضا اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے کہ ان سے دین پورا ہوجاوے تو ظاہر ہی کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہی .. اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور جہت مین فرق نہ کرنا بلکہ غصب و چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہی کہ باب شریعت مفسدونکے لیے بالکل بند ہوجائیگا اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھاوینگے اور انکو زجر کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ قابض کا استحقاق چیز کیلیے ہم سے زیادہ نہین اس لیے کہ وہ چیز ہمپر اور اسپر دونون پر حرام ہی اسکو ہمین سے فقط مقدار حاجت مل سکتی ہی لیکن جیسی اسکو حاجت ہی ہمکو بھی حاجت ہی اور اگر بالفرض ہم نے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہی تو ایسے شخص سے لیا ہی جسکے پاس اُس روز کی حاجت سے زائد چیز تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی معلوم ہو. غرضکہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل ہوجائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر اُبھر کھڑے ہونگے اس صورت مین جبکہ تینون احتمال نہین ہوسکتے تو صرف چوتھا احتمال ہی یعنی یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہو وہی اسکا زیادہ مستحق ہی اُس سے بزور غصب اور دزدی لینا درست نہین بلکہ تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی

طریق شریعت ہو مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتین متعلق ہین اور اسکا دستور شریعت مین مقرر ہو۔ اب باقی رہا پانچوان
احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو بموجب شرع کے طریق کے حاصل کرنا اور مقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو وہ یہ بات ہو کہ سالک طریق آخرت کیلئے
ہمارے نزدیک یہ مین ورع کے مناسب ہو مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہین اور نہ فتوے عام مین اسکو داخل کرسکتے ہین۔ نہ اس صورت مین
لوگ انکے مالون پر قدر حاجت سے زیادہ دیکھکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت کے چرا لینے کا قصد کرینگے اور جو شخص غالب ہوگا
وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا دوسرے کی چیز چرا لیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت مین ہو اور مین
محتاج ہون زائد از حاجت کو مین نے لے لیا اب سلطان پر یہ واجب ہوگا کہ قبضہ والونکے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اسکو انسے لیکر سب اہل
حاجت کو دیدے اور اس طرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ مثلاً کیا کرے پس اس صورت مین بے انتہا تکلیف اور مالونکا تلف کرنا ہو تکلیف تو خود ظاہر ہے
کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہان کہ سب خلق مین اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہو اور مال کا تلف کرنا اس طرح ہو کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ
جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اسکو سمندر مین ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جائے یہانتک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خدا تعالی اتنا پیدا کرتا ہو کہ قدر
حاجت کیا معنی اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمین یہ ہو کہ حج اور زکوۃ اور کفارہ مالی اور
جتنی عبادتین کہ توانگری سے متعلق ہین سب لوگونکے ذمہ سے ساقط ہو جاوینگی کیونکہ لوگونکے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نہ رہیگا اور یہ بھی نہایت
بری بات ہو بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر فی المثال ایسے وقت مین کوئی نبی آوے تو اسپر واجب ہوگا کہ معاملہ کو از سر نو کرے اور ملکونکے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی
سے ہون یا اور طریقون سے سب کی تمہید کرے اور وہی باتین کرے جو تمام مال حلال ہونے کی صورت مین کرتا اسمین کچھ فرق نہوگا اور یہ جو ہم کہا کہ اسپر
واجب ہو اس سے مراد وہ صورت ہو کہ نبی موصوف اُن لوگون مین سے ہو جو مخلوق کے دین اور دنیا کی مصلحت کے لیئے بھیجے جاتے ہین کیونکہ بہتری اس سے
تو پوری نہ ہوگی کہ تمام خلق کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کر دیا جاوے تو ضرور یہ ہو کہ اسباب ملک کی تفصیل از سر نو ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت
بہتری کیلئے نہ ہوگی تو اسپر امر مذکور واجب بھی نہوگا اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہو کہ نبی کی بعثت بہتری کیلئے نہو مثلاً خدا تعالی کوئی ایسا سبب مقرر
فرماوے کہ اس سے تمام خلق ہلاک ہو جاوے تو دنیا بھی اُن سے فوت ہو جاوے اور دین مین بھی گمراہ رہین اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور مارنا اور جلانا
اُسکے اختیار مین ہو مگر پھر بھی ہم اس امر کو خدا تعالی کی عادت جاری کے بموجب فرض کرتے ہین کہ نبیونکا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کیلئے
ہوتا ہے اور ہمکو اُسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہین کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہین وہ موجود ہی ہوگیا ہو یعنی اللہ تعالی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایسے وقت مین مبعوث فرمایا کہ نبیونکا تو اثر گیا تھا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت کو گذرے ہوئے قریب چھ سو برس کے ہو گئے تھے اور کچھ لوگ
مثل یہودیون اور بت پرستون کے آپکو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اُنمین فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانہ مین پھیل گیا ہے اور فروع
شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہے اور مال نہ ماننے والون اور ماننے والون دونو کے قبضہ مین تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات خلاف
شریعت حضرت عیسی علیہ السلام کے کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات مین تساہل برتتے تھے جیسے کہ مسلمان اب کرتے ہین حالانکہ اُنکی
نبوت کو گذرے بہت عرصہ نہین ہوا غرضکہ اسوقت مین کل اموال یا اکثر حرام تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو
معاف فرمایا اور انکے بارے مین کچھ تعرض نکیا اور مال قبضہ والونکا ٹھہرا کر شرع کو تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت مین ثابت ہوگئی ہو

وہ نہ کسی رسول کے مبعوث ہونے سے حلال ہو اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ مین حرام ہو وہ اسکو دیڈالے چنانچہ جزیہ مین اہل ذمہ اگر ہمکو وہ مال دین جسکو ہم جانتے ہون کہ شراب کا دام ہی یا سود کا مال ہی تو اس خاص کو ہم نہ لین گے اور پہلے لوگونکے مال بھی اسوقت مین ایسے ہی تھے جیسے اب ہمارے مال ہین بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ انمین زیادہ تھی پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال حرام فتوی کیلیے معین ہی اور احتمال پنجم طریقۂ ورع ہی بلکہ ورع کامل یون ہی کہ مباح مین بھی بقدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے اور دنیا مین توسع کو بالکل ترک کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہی اور ہم اسوقت اس فقہ کی بحث کرتے ہین جو خلق کی بہتری سے متعلق ہی اور فتوی ظاہری کا رنگ ڈھنگ موافق مقتضائے مصلحتون کے ہوا کرتا ہی اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی سے ہو سکتا ہی اور اگر سب مخلوق طریق آخرت مین مشغول ہو جاوے تو انتظام بیکار اور عالم خراب ہو جاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا دنیا کی بڑی سلطنت کا طالب ہونا ہی اور اگر کوئی دنیا کی سلطنت پر قیاس کر لینا چاہیئے اگر سب آدمی سلطنت کی جستجو مین مشغول ہو جاوین اور ادنی حرفون اور خسیس صنعتون کو چھوڑ دین تو اول انتظام بگڑیگا پھر انجام کو سلطنت بھی باطل ہو جاویگی تو جسطرح دنیا کے انتظام کیلیے اہل حرفہ مسخر ہین اور اپنے پیشے اسی لیے کرتے ہین کہ بادشاہ ہونیکا انتظام بنا رہے اسیطرح دنیا مین متوجہ ہونے والے اسیلیے مسخر ہین کہ طریق دینداروں کیلیے بنا رہے اور ملک آخرت کے طالبونکا انتظام ابتر نہ ہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اہل دین کی سلامتی نہوتی اس لیے کہ انکے حق مین دین کے سلامت رہنے کی یہ شرط ہی کہ اکثر لوگ انکے طریق سے اعراض کر کے دنیا کے امور مین مشغول رہین اور یہ امر تقدیر الٰہی نے اسی طرح پر تقسیم کر دیا ہے کہ ایک کو ایسا بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا اب اگر کوئی کہے کہ حرام کو اسیطرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہین اسیلیے کہ یہ امر واقع مین موجود نہین چنانچہ ظاہر ہے اور اسمین شک نہین کہ بعض حرام موجود ہین اور یہ معلوم نہین کہ وہ بعض کمتر ہین یا اکثر اور تمنے جو کہا ہے کہ وہ بعض کل کے اعتبار سے کمتر ہین ایک امر صاف ہی مگر اسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیئے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہی اور تمنے جو تقسیمین اس باب مین بیان کی ہین وہ سب امور فرضی ہین اور بعض علماء دلائل فرضیہ کو نہین مانتے اس لیے ضرور ہی کہ کوئی نظیر معین بیان کرو تاکہ اسپر قیاس کر لیا جاوے اور دلیل سب کے نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ حرام کمتر ہی تب تو ہماری دلیل کیلیے عہد مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہی کہ اسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد و ستد اموال کی بند نہ تھی اور اگر فرض کیا جاوے کہ زمانۂ حال مین حرام اکثر ہی تب بھی حرام کا لینا حلال ہو جاویگا اور اسکی دلیل تین باتین ہین اصل وہ تقسیم جسکو ہمنے حصر کی صورت مین لکھا ہی اور چار قسمین باطل کر کے پانچوین قسم کو قائم رکھا ہی کیونکہ جس صورت مین وہ تقسیم اسیطرح مین جاری ہی کہ کل مال حرام ہو تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہوگا تو انمین بطریق اولی جاری ہوگی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہی تو یہ خیال خام ہی اس لیے کہ امر وہمی مظنون باتون مین ہوا کرتا ہی اور یہان امر مظنون نہین بلکہ یقینی ہی کیونکہ ہمکو اس بات مین شک نہین کہ شریعت کا مقصود دین و دنیا کی مصلحت ہی یہ امر بہت معلوم ہی ظنی بات نہین اور اسمین بھی کچھ شبہ نہین کہ اگر تمام لوگونکو بقدر ضرورت خواہ حاجت پر منحصر کر دیا جاوے یا گھاس اور شکار ہی پر چھوڑا جاوے تو یہ امر اول تو دنیا کو خراب کریگا اور دنیا کے ذریعہ سے پھر دین کی خرابی لا دیگا پس جس بات مین کچھ شک نہو اسکے لیے کسی اصل شاہد کی حاجت نہین

شاید انھین خیالات کیلئے بیان ہوا کرتا ہو جو مظنون ہو اور جُدا گانہ فرد بشر سے متعلق ہون دوسری یہ کہ اُسکی تعلیل یون کہ ایسا قیاس جزئی
لکھا جائے جسکا مآل ایسی اصل پر ہو کہ جتنے فقہا جزئی قیاسون سے مانوس ہین سب اُسپر متفق ہوجائین ہر چند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک نسبت
امور کلی کے حقیر متصور ہوتے ہین چنانچہ امر کلی ہم نے اول ذکر کیا ہو کہ اگر بالفرض حرام عام ہوجاوے اور ضرورتاً کسی نبی کے بھیجنے کی پڑے تو وہ
بھی اُسی امر کلی کے موافق کاربند ہوگا حتی کہ اگر اُسکے خلاف عمل کریگا تو عالم خراب ہوجائیگا - یہان قیاس جزئی یون ہوسکتا ہو کہ اصل اور ظن
غالب متعارض ہین اور انکا تعارض ایسی صورت مین ہوا ہو جو امور غیر محصور مین سے ہو اور اسمین کوئی علامت معین بھی موجود نہین تو اس
صورت مین حکم اصل پر کیا جائیگا نہ ظن غالب پر جیسے راستونکی کیچڑ اور نصرانیہ کے گھڑے اور مشرکونکے برتنون مین اصل پر حکم ہوتا ہو چنانچہ
اسکو صحابہ کے فعل سے ہم پہلے ثابت کرچکے ہین اور علامت معینہ کے نہونے کی قید ہم نے اسلیئے کی کہ اس سے وہ برتن نکل جاوین جنمین
اجتہاد کو دخل ہو اور غیر محصور اس لیے کہا کہ مسئلہ مردار اور مذبوح جانور کے مشتبہ ہوجانے اور دودھ کی بہن اور اجنبی کے مخلوط ہونے کا نکلجاوے
اب اگر یہ کہو کہ اس جواب مین یہ خدشہ رہا کہ پانی کا طاہر ہونا یقینی ہو اور اصل ہو لیکن یہ کون کہتا ہو کہ اموال مین اصل حلت ہو بلکہ انمین تو اصل
حرمت ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ جو اموال ایسے ہین کہ اُنکی حرمت اسوجہ سے نہین ہو کہ اُنکی ذات مین کوئی صفت خبیث ہو جیسے شراب اور سُور کی
ذات مین ہو تو وہ ایسی صفت پر مخلوق ہین جسمین استعداد معاملات کے قبول کرنیکی تراضی سے ہوجاتی ہو جسطرح کہ پانی مین استعداد وضو کی مخلوق ہوئی ہے
اور شبہہ پڑا ہو وہ اسی استعداد مین ہو تو دونون باتون مین کچھ فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آجاتا ہو تو اُنمین صفت معاملہ کے قبول کی نہین
رہتی جیسے نجاست کے آنے سے پانی مین استعداد وضو کے قبول کی نہین رہتی تو اب دونون مین کچھ فرق نہین - اور دوسرا جواب یہ ہو کہ قبضہ ایک
دلیل ظاہر ملک کی ہو اور قائم مقام استصحاب کے اور اُس سے قوی تر ہے اسوجہ سے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہو چنانچہ
اگر کسی شخص پر دین کا دعوی کیا جاوے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہو کہ اُسکے ذمہ کچھ نہو تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تھا وہی
اب باقی رہا اور جس شخص پر یہ دعوی ہو کہ جو چیز اُسکے قبضہ مین ہو وہ اُسکی ملک ہو تو یہان بھی قابض کا قول معتبر ہو اسلیئے کہ قبضہ قائم مقام استصحاب
کے ہے کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ مین ہو تو اصل یہی ہو کہ اُسکی ملک ہوگی جبتک کہ اُسکے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نکرے
تیسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کیا کرتی ہو اور معین چیز پر دلالت نہین کرتی اُسکا اعتبار نہین کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالت ہو
تو جس صورت مین کہ دلالت ظنی ہوگی اُسکا اعتبار بطریق اولی نہونا چاہیے مثلاً اگر کسی چیز کی نسبت معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہو تو اُس چیز کا
حکم یہ ہو کہ بدون اجازت زید کے اُسمین تصرف نکیا جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکا مالک جہان مین کوئی شخص ہے مگر وہ یا اُسکا وارث معلوم
نہین ہوسکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ چیز مسلمانونکی مصلحت کیلیئے قرار پائیگی اور بحکم مصلحت اُسمین تصرف کرنا درست ہوگا اور اگر
یہ معلوم ہو کہ اس چیز کا مالک دس یا بیس شخصون مین ایک ہے تو اس صورت مین تصرف ممتنع ہوگا غرضکہ جس چیز کے مالک مین شک ہو کہ آیا وہ مالک ہے
یا نہین اور جس چیز کے مالک کے باب مین یقین ہو کہ کوئی مالک ہو مگر اُسکی تعیین معلوم نہو تو ایسی دونون چیزین برابر ہین اول کچھ دوسرے
سے زائد نہ ہوگی تو ایسی چیزون مین تصرف بمقتضاے مصلحت درست ہونا چاہیے اور مصلحت وہ ہو جسکو ہم نے اقسام پنجگانہ مین ذکر کیا ہے
پس یہ اصل اسکی شاہد ہوگی اور کیسے نہو حالانکہ ہر ایک مال لاوارث جسکا وارث نہ ملے اُسکو بادشاہ مصلحتون مین صرف کیا کرتا ہو اور مصلحتون مین فقرا

وغیرہ ہم بھی ہین تو جس فقیر کو بادشاہ وہ مال دیگا وہ اُسکا مالک ہو جائیگا اور اُسکا تصرف اُس مین نافذ ہوگا اگر اُسکے پاس سے کوئی چور چرا لیگا تو چور کا ہاتھ کاٹا
جائے گا تو دیکھو کہ غیر کی ملک مین کیسے اُسکا تصرف نافذ ہوا اسکی وجہ بجز اُسکے اور کچھ نہین کہ مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ ملکیت اسکی طرف
رجوع کرے اور وہ چیز اُسکو حلال ہو جاوے اس لیے ہم نے مصلحت کے بموجب حکم کیا اب اگر یہ کہو کہ یہ صورت تو بادشاہ کے تصرف کی ہے تو اُسکا جواب
یہ ہے کہ بادشاہ کو غیر کی ملک مین بدون اسکی اجازت کے تصرف کیون درست ہے اسکی وجہ بجز مصلحت کے اور کچھ نہین اور مصلحت یہ ہے کہ اگر ترک کر دے
تو ضائع ہو جاوے پس اب دو صورتین بادشاہ کو پیش ہوتی ہین یا تو ضائع کر دے یا کسی امر ضروری مین صرف کرے اور امر ضروری مین صرف کرنا
ضائع کرنے کی نسبت کہ بہتر ہے اسلیے صرف کرنیکو ترجیح دی گئی۔ اور جس مین شک ہوا اور اسکی حرمت معلوم نہو اس مین مصلحت یہ ہے کہ قبضہ کی دلالت پر
حکم کیا جائے اور قبضہ والونکی ملک مین چھوڑ دیا جائے اس لیے کہ شک کی وجہ سے اُنکو اُنکے ہاتھ سے نکالنا اور اُنکو یہ تکلیف دینی کہ قدر حاجت پر
اکتفا کرین اس سے وہ ضرر ہوگا جسکو ہم لکھ آئے ہین۔ اور مصلحت کی جہتین مختلف ہین اس لیے کہ بادشاہ کو کبھی تو اسمین مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ اُس مال سے
پل بنادے اور کبھی لشکر اسلام مین اُسکا صرف کرنا اور کبھی فقرا کو دینا مصلحت سمجھتا ہے پس جیسی مصلحت ہوتی ہے ویسا ہی اُسکا تصرف ہوتا ہے اور اسیطرح
ایسے مال مین فتوی بھی مصلحت کے بموجب دائر ہے اس بیان سے یہ نکلا کہ اشیا و مال مین خلق پر اُن ظلمونکا مواخذہ نہین جنکی سند کوئی خاص دلالت اُنپر
نہو جیسے کہ بادشاہ سے اور فقیرون سے جو بادشاہ سے مال لیجاتے ہین مواخذہ نہین گو یہ جانتے ہین کہ اس مال کا کوئی مالک ہے لیکن چونکہ مالک معین بشخص اُنکا
علم نہین اس لیے اُن سے مواخذہ متعلق نہین اور اس باب مین ذات مالک اور ذات املاک مین کچھ فرق نہین یعنی اختلاط مین دونونکا حکم یکسان ہوتا ہے۔ یہ تھا
بیان شبہۂ اختلاط کا اب صرف اس بات کی بحث باقی رہی کہ مکانات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کے قبضہ مین اگر ملجاوین تو انکا کیا حکم ہے اور اسکا
بیان عنقریب اس فصل مین ہوگا جسمین مظالم سے بری ہونے کے طریق کی تفصیل مذکور ہے

تیسرا مقام شبہ کے پیدا ہونیکا یہ ہے کہ جس سبب سے چیز حلال ہوتی ہے اُسمین کوئی معصیت ملجاوے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنی ساتھ
کی چیزون مین ہوگی یا نتائج مین یا مقدمات مین یا عوض مین اور اسمین یہ شرط ہے کہ ایسی معصیت نہو جو عقد کے فاسد ہونے یا سبب محل کے باطل کرنے
کا موجب ہوا اب ان چارون معصیتونکی مثالین مذکور ہوتی ہین۔ قرائن مین معصیت کی مثال یہ ہے کہ جمعہ کے روز اذان کے وقت بیع کرنا یا چھینی
ہوئی چھری سے ذبح کرنا یا چھینی ہوئی کلہاڑی سے لکڑیان کاٹنی یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے کی چکائی چیز کو چکانا اسی طرح کی اور صورتین
ہوسکتی ہین پس ایسے معاملات مین جو نہی وارد ہے اور اُس سے عقد کا فساد معلوم نہین ہوتا تو اُن سے باز رہنا البتہ ورع مین داخل ہے یہ نہین کہ جو چیز
اس طرح حاصل ہو اُسپر حکم حرمت کا لگ جاوے اور اس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی تسامح ہے اسلیے کہ شبہہ اکثر ایسی ہی جگہ بولتے ہین جہان اشتباہ
اور جہل ہو اور یہان اشتباہ کچھ نہین اسلیے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے مین گناہ کا ہونا معلوم ہے اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہے تو اشتباہ اور جہالت
نہین کہ شبہہ کہا جاوے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ شبہہ کو مشتق مشابہت سے کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ چونکہ اس طریق سے حاصل کی ہوئی
چیز مکروہ ہے اور کراہت مشابہ حرمت کے ہے اس لیے اسکو بھی شبہہ قرار دیا گیا اس صورت مین اسکو شبہہ کہنا البتہ درست ہوگا ورنہ اسکا نام کراہت
ہونا چاہیے نہ شبہہ بہرحال جب معنی معلوم ہو گئے تو اب نام مین کچھ مضائقہ نہین کیونکہ فقہا کی عادت ہے کہ الفاظ کے اطلاق مین تسامح کیا کرتے ہین
پھر جاننا چاہیے کہ اس کراہت کے تین درجے ہین اُن مین سے اول حرام کے قریب ہے اور اُس سے ورع کرنا امر ضروری ہے اور درجۂ دوم کی انتہا

ایک گونہ مبالغہ کی طرف ہو گویا اُس سے بچنا وسواسیوں کے ورع میں لاحق ہوتا ہو اور ان دونوں رتبوں کے درمیان اور مراتب
ہیں کہ وہ انھیں دونوں طرفوں کی طرف مائل ہیں مثلاً اگر شکاری کُتّے کو چھین کر اس سے شکار کھیلے تو کراہت اسمین بہت زیادہ ہوگی
بہ نسبت اُس ذبیحہ کے جو غصب کی چھری سے ذبح ہوا ہو یا غصب کے تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ کُتا ذی اختیار چیز ہو اور اسمین خلاف ہے
کہ جو کچھ اس کُتے سے شکار ملیگا وہ شکار کرنے والے کا ہوگا یا کُتے کے مالک کا اور اسی کراہت کے قریب یہ ہے کہ تخم کو غصب کی زمین میں بو دے
ہر چند زراعت تخم والے کی ہوگی مگر اسمین شبہہ ہو اور اگر مالک زمین کیلئے ہم زراعت میں حق حبس ٹھہرا دیں تو ثمن حرام کی مانند ہوگا مگر قیاس کے
مطابق یہی ہو کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکھا جائے جیسے غصب کی چکی سے آٹا کوئی پیسے یا غصب کے جال سے شکار کرے کہ
جال والے کا حق شکار میں کچھ نہیں اور اسکے قریب ہو کہ غصب کی کلہاڑی سے لکڑیاں جمع کرے اور اس سے کمتر کراہت اسمین ہو کہ اپنی خاص ملک کو
غصب کی چھری سے ذبح کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہیں اور اسی کے قریب اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا ہے اسلیے کہ فساد عقد سے اسکو
مثلاً ضعیف ہی مگر بعض شخص کہتے ہیں کہ عقد فاسد ہو جاتا ہو کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہو کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے واجب کو چھوڑ کر
بیع میں مشغول ہوا اور اگر اس مقدار سے بیع فاسد ہو جایا کرے تو چاہیے کہ جس شخص کے ذمہ ایکدرم زکوٰۃ کا ہو یا کوئی نماز قضا ہو جسکا وجوب فوراً ہو
یا اُسکے ذمہ کسی کا حق ایک پیسا ہو تو اسکی بیع فاسد ہو جایا کرے اسلیے کہ بیع میں مشغول ہونا اُسکے حق میں دوسرے واجبات کی بجاآوری سے مانع ہو اور
جمعہ میں بھی اذان کے بعد صرف وجوب ہی ہوتا ہو تو جب اذان کے وقت کی بیع مانع جمعہ کے ادا کی ہوئی اور فاسد ٹھہری تو اسی طرح اور واجبات کی
بھی مانع ہونی چاہیے اور آخر کو یہ ہوگا کہ ظالموں کی اولاد کا اور جنکے ذمہ ایکدرم ہو اُنکی اولاد کا نکاح درست نہو اسلیے کہ وہ شخص نکاح کرنے میں
مشغول ہوئے اور جو واجب انکے ذمہ تھا اُسکے تارک ہوئے ہاں مگر چونکہ جمعہ کے دن میں خاص کر نہی وارد ہوئی ہو اسی لیے ذہن میں اسکی خصوصیت
جلد آتی ہو اور اسمین وجہ اسکی کراہت زیادہ ہو اور اُس سے احتراز کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں مگر کبھی نوبت وسواس کی پہنچ جاتی ہو حتی کہ بعض
لوگوں کے ذمہ اوروں کے حق ہوتے ہیں اُنکی بیٹیوں کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی ہونے لگتی ہو چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہو کہ انھوں
نے ایک شخص سے ایک چیز مول لی پھر سُنا کہ اُسنے یہ چیز جمعہ کے روز مول لی تھی تو وہ چیز اُسکو پھیر دی اس غرض سے کہ کہیں اُسنے اذان کے وقت نہ خریدی ہو
اور یہ نہایت مبالغہ ہو کہ شک سے چیز کو پھیر دیا اگر شبہات اور مفسدات میں اسطرح کا وہم کیا جاوے تو جمعہ پر کیا منحصر ہے اور دنوں میں بھی [illegible] مشکل ہوگی
اور ورع اچھی چیز ہو اور مبالغہ کرنا اُس میں زیادہ اچھا ہو مگر ایک معین حد تک ہی خوب ہو ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہلک المتنطعون یعنی ہلاک
ہوے مبالغہ کرنے والے پس ان جیسے مبالغات سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ہر چند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہیں کرتا مگر غیر کو اس سے
اکثر یہ وہم ہو جاتا ہو کہ ایسا مبالغہ ضروری ہو پھر اُس سے کمتر سے بھی عاجز ہو جاتا ہو اور سرے سے ورع کو ترک کر دیتا ہو چنانچہ انھیں باتوں کے
اکثر لوگوں کو یہی حجت ہوگئی ہو کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی اور جب اُسکی بجاآوری سے نا اُمید ہوے تو اُسکو چھوڑ دیا غرضکہ جیسے وہمی بسبب
وسواس کبھی طہارت سے عاجز ہو کر اُسکو چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح جو لوگ حلال کے باب میں وسواس کرتے ہیں اور اُنکے وہم میں قرار پا گیا ہو کہ دنیا کا
تمام مال حرام ہے تو انھوں نے بالکل تمیز حلال و حرام کی اُٹھا ڈالی ہو اور یہ عین گمراہی کی بات ہو — اور نتائج میں معصیت کی مثال یہ ہو کہ جس
تصرف کے کرنے سے آیندہ کو معصیت ہو وہ اسکی مثال ہو سکتا ہو ان میں سے زیادہ کراہت ان مسائل میں ہو کہ انگور کو شراب بنانے والے کے ہاتھ

فروخت کرے یا غلام امرد کو ایسے کے ہاتھ بیع کرے جو غلامون مین مشہور ہو یا تلوار کو رہزنون کے ہاتھ بیچے اور علماء کو اس مین خلاف ہو کہ یہ معاملات
صحیح ہین یا نہین اور انسے جو ثمن آتا ہو وہ حلال ہو یا نہین اور قیاس کے موجب یہ ہو کہ یہ عقود صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہو وہ حلال ہے
ہان عاقد اہل عقد کے سبب سے گنا ہگار ہو جیسے غصب کی چھری سے ذبح کرنے سے گنا ہگار ہوتا ہو اور ذبیحہ حلال ہوتا ہو اس لیے
کہ عاقد کو گناہ اسی بات کا ہو کہ اُس نے معصیت پر دوسرے کی اعانت کی مگر یہ بات ذات عقد سے کچھ علاقہ نہین رکھتی اور جو ثمن اس وجہ سے
لیا جاتا ہو وہ سخت مکروہ ہو اور اُسکا نہ لینا ورع مہم مین معدود ہو مگر حرام نہین اور اسی کے قریب کراہت آسان ہو کہ انگور ایسے کے ہاتھ فروخت
کرے جو شراب پیتا ہو اور بناتا ہو یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ ہمیشہ ڈکیتی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ اس صورت مین احتمال دونون
سے متعارض ہو اور اکابر سلف نے فتنہ کے وقت مین تلوار کو بیچنا مکروہ جانا ہو اس خوف سے کہ کہین ظالم مول لیوے تو یہ ورع پہلے کی
نسبت کم زیادہ ہو اور اسمین کراہت کمتر ہے اور اسکے بعد درجہ مبالغہ ہو کہ گویا وسواس مین گنا جاتا ہو اور وہ یہ صورت ہو کہ بعض لوگ
فرماتے ہین کہ کاشتکارون کے ساتھ معاملہ آلات زراعت کا جائز نہین اسلیے کہ وہ ان آلات سے زراعت پر مدد لیتے ہین اور غلہ کو ظالمون
کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اس وجہ سے انکے ہاتھ بیلون اور پھاوڑون اور دوسرے آلات کا بیچنا نہ چاہیئے تو یہ ورع وسوسہ کا ہو کیونکہ اسکا
انجام یہ ہوگا کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جاوے کیونکہ اس سے بھی تو وہ زراعت پر قوت پاویگا اور نہ اسکو پانی دینا چاہیے جو خاص
کاشتکارون ہی کے لیے ہوتا ہو اور رفتہ رفتہ نوبت اسی مبالغہ کی یہانتک پہنچ جاویگی جس سے حدیث مین ممانعت ہوئی ہو اور جو شخص کہ لقمۂ خیر
کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہو اگر علم محقق اسکو نہین روکتا تو وہ زیادتی ضرور کرتا ہو اور کیا عجب ہو کہ کسی ایسی بات پر اقدام کر بیٹھے جو دین مین
بدعت ہو اور اسکے بعد لوگونکو اُس بدعت سے ضرر ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہو کہ مین خیر مین مشغول ہون اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی والمتنطعون هم الذين يخشى عليهم ان يكونوا ممن قيل فيهم الذين ضل سعيهم في الحيوة
الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا حاصل یہ کہ آدمی کو نہ چاہیے کہ ورع کے دقائق مین بدون کسی عالم زبردست کے پیچھے مشغول ہو اس لیے
کہ اگر بدون سنے اپنے ذہن سے کوئی بات تراشیگا اور جسقدر اسکے لیے مقرر ہے اُس سے تجاوز کریگا تو جسقدر اسکے فعل سے خرابی ہوگی وہ
اصلاح کی نسبت کم زیادہ ہوگی۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہو کہ آپ نے اپنا انگور کا باغ جلا دیا تھا اس خوف سے
کہ کہین اسکے انگور ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت ہون جو شراب بناتا ہو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید کوئی اور سبب خاص موجب جلانے کا
آپکو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ مین آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے انھون نے ایسا نہین کیا علاوہ ازین اگر یہ بات درست ہو
تو چاہیئے کہ زنا کے خوف سے ذکر کا کاٹ ڈالنا اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کو قلم کرنا اور اسی طرح اور اعضا کا تلف کرنا درست ہو جاوے
اور مقدمات مین بھی معصیت کے آنے کے تین درجے ہین سب مین بڑا درجہ جسمین سخت کراہت ہو یہ ہو کہ معصیت کا اثر لی ہوئی چیز
مین باقی رہے مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی ہو یا چراگاہ حرام مین چری ہو اسکو کھانا کہ غصب کے گھاس کھلانا معصیت ہو اور
یہی اسکی بقا کا سبب ہو اور غالبا اُس کا گوشت اور خون اور اجزا اس گھاس ہی سے ہون اور یہ ورع ضروری ہو گو واجب نہین اور سلف
کے بہت لوگون سے ایسا ورع منقول ہو چنانچہ ابو عبد اللہ طوسی بروغندی کے پاس ایک بکری تھی جسکا دودھ پیا کرتے تھے ہر روز

اُسکو گردن پر لادکر جنگل مین چھوڑ دیتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھنے لگے ذرا ایک ساعت اُس سے غفلت ہوگئی وہ بکری ایک باغ کے کنارے پر
انگور کے پتے کھانے لگی اسکو باغ ہی مین چھوڑ کر چلے آئے اور بکری کا کھانا حلال نہ سمجھا اب اگر یہ کہو کہ حضرت عمرؓ کے بیٹون عبداللہ اور عبیداللہ
نے کچھ اونٹ لیکر رمنہ مین چھوڑ دیے وہ چر کر موٹے ہوگئے حضرت عمر رضؓ نے اُنسے پوچھا کہ تم نے انکو رمنہ مین چرایا ہو اُنھون نے عرض کیا کہ ہان
آپنے اُن سے نصف اونٹ لے لیے تو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ آپ کی راے مین جو گوشت کہ گھاس سے پیدا ہوا وہ گھاس والے کا تھا
پس اس صورت مین ایسا چاہیے تھا کہ حرام ہو جانا چاہیے نہ مکروہ تو اسکا جواب یہ ہو کہ گوشت گھاس والے کا نہین ہوتا اسلیے کہ گھاس کھانے سے
جاتی رہتی ہو اور گوشت ایک نئی شے پیدا ہوئی ہو عین گھاس نہین پس شرعاً گھاس والا اسمین شریک نہین اور حضرت عمرؓ نے لڑکون سے گھاس کی
قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت تمکی لیے مین نصف اونٹونکے برابر تھی اس لیے تخمیناً اعتدا سے نصف اونٹ لے لیے جیسے سعد بن
ابی وقاص صاحب کوفہ سے آئے تھے تو اُن سے بھی نصف مال لے لیا تھا اسیطرح حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے نصف لے لیا تھا کیونکہ آپنے
دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہین بقدر اُجرت عمل اسکو ملنا چاہیے تو نصف مال کو انکے عمل کے عوض مین کافی سمجھا اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے
ٹھہرایا تھا درجہ دوم وہ ہو جو بشر بن حارث سے منقول ہو کہ اُنھون نے اُس پانی کو نہین پیا جو ظالمونکی کھدوائی ہوئی نہر مین بہتا تھا
اس لیے کہ نہر کے باعث وہ پانی اُن تک پہونچا اور نہر کے کھودنے مین خدا تعالی کی نافرمانی ہوئی تھی اور کسی دوسرے بزرگ نے
اُس باغ کے انگور نہ کھائے جسکو ظالمونکی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ رتبہ اول کی نسبت کہ بلند ہے اور ورع اسمین بہت
زیادہ ہے اور ایک اور شخص اُس پانی کے پینے سے باز رہا جو راستون پر بادشاہی خیمون مین رہتا ہو اور ان سب سے بڑھکر ذوالنون مصری کا
ورع ہو کہ جس مین حلال کھانا جو داروغہ محبس کے ہاتھ انکے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھ پر میرے پاس آیا اور ان
رتبونکے درجے غیر منحصر ہین تیسرا رتبہ جو قریب وسواس اور مبالغہ کے ہو یہ ہے کہ ایسے حلال کھانے سے باز رہے جو کسی گنہگار کے ہاتھ ہوکر
پہونچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا گالی دی ہو تو ایسے شخص کے ہاتھون اگر پہونچے تو اُسکو بھی نہ کھاوے اور اسکا حال ایسا نہین جیسا غذاے
حرام کے کھانے والے کا ہو کیونکہ اس صورت مین پہونچانے والی چیز وہ قوت ہو جو غذاے حرام سے پیدا ہوئی اور زنا اور گالی ایسی چیز نہین جسسے
قوت چیز کے لیجانے کی پیدا ہو غرضکہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھ پہونچے تو اس سے باز رہنا بھی وسواس ہی بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کھانا
اُٹھانے سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور اگر اسطرح کی احتیاط کیجاے تو انجام کو یہ نوبت پہونچے گی کہ جس شخص نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا
گناہ کیا ہو اُسکے ہاتھ سے بھی کوئی چیز نہ لیجاوے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہو غرضکہ ورع مین وہ بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذو النون
مصری اور بشر بن حارث کے ورع مین معلوم ہو چکی کہ جو سبب متصل ہو معصیت سے ورع کیا تھا مثلاً نہر اور ہاتھ کا زور کہ غذاء حرام سے حاصل ہوا تھا
سبب متصل تھے اُنسے ورع کرنے کا مضائقہ نہین اب اگر کوئی اسپر قیاس کرے کہ کوزے سے پانی نہ پیوے اسوجہ سے کہ جس کمہار نے یہ کوزہ بنایا تھا
اُسنے ایکروز خدا کی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی دی تھی تو یہ ورع وسواس ہوگا اسیطرح اگر اس بکری کا گوشت نہ کھاوے
جسکو کوئی شخص حرام کھانے والا ہانک کر لایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہین جیسے داروغہ محبس کے ہاتھون کھانا گیا تھا اسلیے کہ کھانے کو داروغہ
کی قوت پہونچاتی ہو اور بکری اپنے آپ چلی جاتی ہو ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہے کہ راستہ سے اور طرف نہین جانے دیتا پس اس سے

ورع کرنا بھی وسواس کے قریب ہو اب یکھو کہ یہ باتین جن امور کے بیان کی مقتضی تھین اُنکو ہم نے کیسے درجہ وار بیان کردیا اور اُسکے بعد یہ جاننا چاہیے
کہ یہ درجات علماء ظاہر کے فتوی سے خارج ہین فقیہ کا فتوی صرف درجہ اول پر خاص ہو جسکے لیے عام خلق کو حکم شرعی ہوسکتا ہو اور اگر سب
اُسکی تعمیل کرنے لگین تو دنیا ویران نہو لیکن ورع متقیون اور صالحون کا ایسا نہین کہ علماء ظاہر کا فتوی اُسکے لیے ہوسکے بلکہ اس باب مین فتوی
وہ ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ کو فرمایا اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَاِنْ اَفْتَوکَ وَ اَفْتَوکَ اور واقع مین دل سے معلوم بھی ہوجاتا
ہے کیونکہ ارشاد ہو الاثم حواز القلوب تو اگر مرید کے دل مین ان سببون مین سے کوئی سا کھٹکے اور وہ باوجود دل کھٹکنے کے اسپر اقدام کریگا تو بیشک
ضرر پاویگا اور جتنا کھٹکا اُسکو معلوم ہوتا ہوگا اُسی قدر دل تاریک ہوجائیگا بلکہ جو چیز خدا کے علم مین حرام ہو اور مرید اسکو حلال خیال کرکے
بدون کھٹکے اُسپر اپنی دانست کے بموجب اقدام کریگا تو یہ امر اُسکے دل کی سختی مین موثر نہوگا اور اگر کسی چیز پر اقدام کریگا جو علماء ظاہر کے فتوے
کی رو سے حلال ہو مگر خود اُسکے دل مین کھٹکتی ہو تو یہ اُسکو مضر ہوگی اور ہم نے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہے اُس سے ہمارا مقصود یہ ہو
کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتون مین کچھ خلش نہین پاتا لیکن اگر کسی وسواسی کا دل اعتدال سے پھر جاے اور اُسمین خلش دل پاوے
اور یا جود دل کی خلش کے اُسپر جرأت کرے تو اُسکو ضرر ہوگا کیونکہ جو معاملات مین اور خدا سے تعالی مین ہو اُسکے دل کا فتوی معتبر ہوگا اور
اُسی کے بموجب اُس سے مواخذہ ہوگا اور یہی وجہ ہے جس شخص کو طہارت مین یا نماز کی نیت مین وسواس ہوتا ہو اُسپر تشدد کیا گیا ہو یعنی جب اُسکے
دلپر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ کے بہانے مین تمام اجزا پر پانی نہین پہونچا اسیلیے کہ وسوسہ غالب ہو تو اُسپر واجب ہو کہ چوتھی بار پانی استعمال
کرے اور یہ حکم خاص اُسی شخص کے حق مین ہو اگرچہ نفس الامر مین وہ اس باب مین خطا وار ہے غرضکہ ان لوگون نے خود تشدد کیا تو خدا نے تعالی
بھی اُنپر تشدد کیا اور اسیوجہ سے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے جب گاے کے باب مین بہت سے سوال کیے تو اُس طرف سے بھی ویسا ہی
تشدد ہوتا گیا اگر اول ہی دفعہ کے حکم مین لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گاے کو ذبح کردیتے تو کافی تھا بس ان دقائق کو بھولنا نہ چاہیے
جنکو ہم نے نفیاً اور اثباتاً مکرر لکھا ہے کیونکہ جو شخص کلام کی ماہیت پر مطلع اور اسکے مضامین پر واقف نہین ہوتا وہ اُسکے مقاصد کے دریافت
کرنے مین عجب نہین کہ لغزش کرجاے اور عوض مین معصیت کے بھی کئی درجے ہین سب سے بڑا اور جسمین کراہت بہت ہو یہ ہے کہ کوئی چیز اُدھار
مول لے اور اُسکا ثمن مال غصب یا حرام سے ادا کرے اب اس صورت مین دیکھا جائیگا اگر اسکو بائع نے قبض ثمن سے پیشتر مبیع کو اپنے دل کی
خوشی سے حوالہ کیا ہوگا اور مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے اسکو کھا لیا ہوگا تب تو وہ حلال ہوگا اور اُسکا ترک کرنا بالاجماع واجب نہین یعنی ادائے
ثمن سے پیشتر کسی کے نزدیک یہ واجب نہین کہ ایسی چیز نہ کھاوے اور نہ ورع موکد مین داخل ہو پھر اگر ثمن بعد کھانے کے مال حرام سے ادا کیا تو ایسا
ہوگا کہ گویا ادا ہی نہین کیا اور اگر بالفرض ادا ہی نکرتا تو حق بائع کا یعنی دین اُسکے ذمہ رہتا مگر وہ مال حرام نہ ہوجاتا پھر حرام سے ثمن ادا کرنے
پر اگر بائع اُسکو بری کردے اور جانتا بھی ہو کہ اُس نے تجکو مال حرام دیا ہو تو مشتری بری الذمہ ہوجاویگا اور اسپر صرف اتنا گناہ رہے گا
کہ حرام کے روپیون مین اُس نے تصرف کیا اور بائع کے حوالہ کیے اور اگر بائع نے یہ سمجھکر بری کیا کہ ثمن حلال ہو تو مشتری بری نہ ہوگا کیونکہ
وہ تو یہ جانکر بری کرتا ہو کہ مین نے اپنا حق بھر پایا اور حرام کا روپیہ اس قابل نہین کہ اس سے حق بھر پا دے اور اگر بائع نے اُسکو بخوشی خاطر وہ چیز
نہ دی تھی مگر مشتری نے لے لی تو اب مشتری کو اُسکا کھانا حرام ہے خواہ ثمن مال حرام سے اول ادا کردے یا بعد کھانے کے کیونکہ اس باب مین فتوی کی

اثم اس کا ترجمہ اور گزرا اور حسنہ پیشتر گزر چکی ۱۲ ح

یعنی وہ دل مین کھٹکے ... ہے اسکی تفسیر پیشتر گذر چکی ۱۲

جو ہم دیکھتے ہین وہ یہی ہی کہ بائع کو مبیع کے روکنے کا حق اُسوقت تک ثابت ہونا چاہیئے جبتک کہ اسکی ملک ثمن مین متعین ہو جاوے جیسے مشتری کی
ملک متعین ہوگئی ہی اور اسکے روکنے کا حق دو طرح سے ہو جاتا ہی یا مشتری کو معاف کر دے یا اُس سے پورا حق بھر پاوے اور یہان دونون
باتون مین سے کوئی بھی نہین ہوئی تو اب مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہی وہ اس کھانے سے گناہگار ہوتا ہی جیسے راہن غلہ گرو کرے اور بدون
اذن مرتہن کے اُسکو کھا جاوے تو وہ بھی گو اپنی ملک کھاتا ہی مگر گناہگار ہی اور ہمطرح اپنی ملک کھانے مین اور غیر کا مال کھانے مین فرق ہی
مگر اصل حرمت دونون مین شامل ہی یہ صورت اُسوقت ہی کہ مبیع کو ثمن دینے سے پیشتر لیوے خواہ بائع کی دل کی خوشی سے خواہ بدون اسکے
دل کی خوشی کے لیکن جس صورت مین کہ ثمن مال حرام سے اولا ادا کر دے پھر مبیع کو لیوے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہی اور باوجود اسکے
مبیع حوالے کر دے تو اُسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل ہو جاویگا اور اُسکا دام مشتری کے ذمہ رہیگا کیونکہ جو کچھ بائع نے لیا ہی وہ ثمن نہین اور
ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو مبیع کا کھانا حرام نہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہین کہ ثمن حرام ہی لیکن اگر ایسا ہی کہ اگر معلوم ہوتا تو وہ مبیع کو نہ
دیتا اور نہ ثمن سے راضی ہوتا تو اس حالت سے اُسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل نہوگا اس صورت مین مشتری کو مبیع کا کھانا حرام
ہی جیسے مرہون چیز کو بدون اذن مرتہن کے کھانا حرام ہی یہانتک کہ بائع اسکو بری کر دے یا مشتری بائع کو مال حلال سے ثمن ادا
کر دے یا خود بائع مال حرام سے راضی ہوکر مشتری کو دام معاف کر دے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام پر راضی ہو جانا صحیح نہ ہوگا
غرضکہ مقتضائے فقہ اور حکم کا اسدرجہ مین یہ ہی جو اوپر بیان حلت اور حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنیکو معلوم کرنا چاہیئے
کہ اس سے احتراز ورع ضروری ہی کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہو کر چیز میں جم جاتی ہی تو اسمین کراہت بہت سخت
ہو جاتی ہی جیسا کہ پہلے گذرا اور موصل سببون مین سب سے قوی ثمن ہی اگر بالفرض ثمن حرام نہوتا تو بائع اپنی چیز کو مشتری کے حوالے
کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا مبیع کو سخت مکروہ ہونے سے خارج نہین کرتا صرف اتنی بات ہی کہ عدالت
اُس سے نہین جاتی مگر تقوی اور ورع کا درجہ اُس سے جاتا رہتا ہے اور اگر بادشاہ کوئی کپڑا یا زمین اُدھار مول لے اور اسکو بائع
کی خوشی سے ثمن ادا کرنے سے پہلے قبضہ کر کے کسی عالم وغیرہ کو انعام خواہ خلعت مین دیڈالے اور اسکو شک ہو کہ اُسکا دام معلوم حلال سے
ادا کریگا یا حرام سے تو اُسکی کراہت خفیف ہی بہ نسبت پہلے درجہ کے اس لیے کہ یہان اس بات مین شک ہی کہ ثمن مین معصیت داخل ہوگی یا
نہین اور کراہت کا خفیف ہونا اسی حساب سے ہوگا جتنا اس بادشاہ کے مال مین حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبہ ظن سے اسکا حال معلوم ہوتا
ہوگا اور بعض صورت دوسری کی نسبت کر سخت تر ہوگی اور اسمین اس بات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو دل مین خلش کرے تیسرا درجہ یہ
ہے کہ عوض نہ غصب ہو نہ حرام ہو مگر کسی گناہ کا آمادہ کرنا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے شخص کو دینے جو شراب پیتا ہو یا تلوار رہزن کو دینی تو ایسی
طرح ثمن کے عوض دینے سے وہ مبیع جو ادھار لی تھی حرام نہین ہو جاتی مگر اُسپر حکم کراہت کا لگتا ہی اور یہ کراہت اُس سے کم ہی جو غصب کے اندر تھی
اور اس رتبہ کے درجات بھی اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا غلبہ ظن یا احتمال کم ہوتا ہی اور جس
صورت مین کہ عوض عمل حرام ہو تو اُسکا بدل حرام ہوتا ہے اور اگر اُسکی حرمت محتمل ہو اور ظن سے مباح کیا جاوے تو اُسکا بدل مکروہ ہوتا
ہے اور میرے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی قاعدہ کے بموجب ہے اسیلئے کہ اُس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

کہ ایسے سبب سے جو چیز ملی اسمین بھی کراہت ہو گی ۱۲ بدر صدیق سلمہ

چند بار منع فرمایا پھر اجازت دی کہ اسکو اپنے پانی بھرنے والے اونٹ کو کھلا دے اور بعض لوگ جو یہ وہم کرتے ہین کہ اسکے کسب کی کراہت کا سبب
نجاست اور غلاظت کی مباشرت ہی تو یہ وہم فاسد ہی اسلیے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو تو چاہیے کہ دباغ اور جاروب کش کے
کسب مین بھی کراہت ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین اور اگر بالفرض انکی اُجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو قصائی کے باب مین یہ قاعدہ نہ چل
سکیگا کیونکہ اسکا کسب تو گوشت کا بدل ہی اور گوشت بذاتہ مکروہ نہین تو اسکا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ مباشرت نجاست اور غلاظت
کی قصائی مین پچھنے والے اور فصاد کی نسبت کر زیادہ ہی کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے کھاتا ہی اور اسکو روئی سے پونچھتا ہی اور قصائی
اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت کو دور کرتا ہی بلکہ سبب یہ ہی کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے مین خون کا نکالنا ہوتا ہی جس سے آدمی کی حیات
قائم ہی تو اصل اسمین حرمت ہی اور حلال صرف ضرورت کی جہت سے ہوتا ہی اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان اور اجتہاد سے ہوتا ہی تو کیا عجب ہے
کہ فصد کو مفید گمان کیا جاوے اور وہ مضر پڑے اور خدا کے نزدیک حرام ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کے اعتبار سے اسکی حلت کا حکم دیا جاتا ہے
اور اسیوجہ سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بیہوش کی فصد کھولنی بدون انکے ولیون کی اجازت اور طبیب کے کہنے کے درست نہین اور اگر
فصد کھولنا ظاہر مین حلال نہ ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پچھنے لگانے والے کو اُجرت عطا نہ فرماتے اور اگر اسمین احتمال حرمت نہوتا
تو اس اُجرت سے منع نہ فرماتے اب ان دونون صورتون کا جمع کرنا بدون اس علت کے جو ہم نے بیان کی ممکن نہین اور اس صورت کو
چاہیے یون سمجھا کہ ہم سبب کے قرائن متقدم دینہ مین لکھتے اسوجہ سے کہ یہ انھین سے زیادہ قرب رکھتی ہی اور سب سے نیچے کا رتبہ
وسواس کا درجہ ہے مثلاً کوئی شخص قسم کھاوے کہ اپنی ماں کا کاتا نہ پہنونگا پھر اسکا سوت بیچکر اس سے کپڑا مول لیکر پہنے تو اسمین کچھ کراہت
نہین اور اس سے احتراز کرنا وسواس ہی اور حضرت مغیرہ رض سے مروی ہی کہ یہ حیلہ درست نہین اور انھون نے اپنے قول کا شاہد یہ کہا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اس لیے کہ انپر شراب حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو بیچا اور اسکا دام کھایا اس سے
معلوم ہوا کہ جو شے اپنے اوپر حرام ہو اسکو بیچکر اسکی قیمت سے انتفاع بھی درست نہین اور یہ قیاس مغیرہ رض کا درست نہین اس لیے
کہ شراب کی بیع باطل ہی کیونکہ شریعت مین اسکا کوئی فائدہ باقی نہین رہا اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہے اور یہ صورت سوت کے بیچنے کی
شراب کے مانند نہین بلکہ اسکی مثال یہ ہے کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اسکے دودھ کی بہن ہو اور پھر اسکو ایک اور اجنبی لونڈی سے
بدل لے تو اب اس اجنبی لونڈی سے ورع کرنا وسواس ہے اور اسطرحکا ورع نہایت غلو ہے اور ہم نے سب درجات کو اور انکے درمیان
مین بتدریج داخل ہونیکی کیفیت کو بیان کر دیا ہے اور ہر چند ان درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد مین منحصر نہین لیکن شمار سے
مقصود تسہیل اور فہمایش ہی - اب اگر کہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درم کو مول لے جن مین ایک درم
حرام کا ہو تو اللہ تعالی اسکی نماز قبول نہ کریگا جبتک اسکے بدن پر وہ کپڑا رہیگا پھر حضرت ابن عمر رض نے اپنی انگلیان دونون کانون مین
دین اور فرمایا کہ یہ دونون بہرے ہو جائین اگر مین نے یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس
حدیث مین اس خرید کا ذکر ہے جو معین روپیون سے خریدے ادھار خریدنے کا ذکر نہین اور جس صورت مین کہ ادھار ہو تو ہم نے اکثر صورتون
مین حرمت کا حکم کیا ہے اسپر اسکو بھی محمول کرنا چاہیے علاوہ اسکے بہت سی حکمین ایسی ہوتی ہین کہ انپر وعید نماز کے قبول نہ ہونے کا

پایا جاتا ہے کسی گناہ کے باعث سے جو اس ملک کے سبب مین آگیا ہے مگر باوجود اُسکے فساد عقد نہین پایا جاتا جیسے اذان جمعہ کے وقت خریدی چیز وغیرہ

چوتھا مقام شبہہ کے اُٹھنے کا۔ دلیلون کا اختلاف ہے اسلیئے کہ دلیلونکا اختلاف ایسا ہی جیسے سبب مین اختلاف ہو کیونکہ سبب حلت اور حرمت کا سبب ہوتا ہی اور دلیل حلت اور حرمت کی معرفت کا سبب ہوتی ہی تو دلیل معرفت کے حق مین سبب ہوئی اور جبتک کہ دلیل بندہ کی معرفت مین ثابت نہ ہوگی تب تک اُس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نفس الامر مین تو وہ ثابت ہی ہی اور دلیلون کا اختلاف شریعت کی دلیلون کے تعارض سے ہوتا ہے یا علامات دالہ کے تعارض سے یا اشباہ و نظائر کے اختلاف سے۔

قسم اول یہ ہے کہ شریعت کی دلیلون کا تعارض ہو مثلاً دو آیتین عام قرآن مجید کی یا دو حدیثین یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض ہون یا ایک قیاس اور ایک عام آیت یا حدیث متعارض ہو اور یہ سب قسمین تعارض کی شک کی موجب ہوتی ہین اور ان صورتون مین اسی اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو پہلے سے معلوم ہو اگر کوئی ترجیح نہ ہو پھر اگر حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی تو اُسی ترجیح کو اختیار کرنا واجب ہے اور اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اُسپر عمل کرنا جائز ہے مگر اُس سے ورع کرنا اچھا ہی اور ورع کے باب مین خلاف کی جگہ سے بچنا مفتی اور مقلد دونون کے حق مین ضروری ہی مگر مقلد کو جائز ہی کہ جس مفتی کو سمجھے کہ تمام شہر کے علما سے افضل ہی اُسکے قول اور فتوی پر عمل کرے اور مفتی کا افضل ہونا لوگونکے سننے سے معلوم ہوتا ہی جیسے کہ طبیب کا شہر کے طبیبون سے افضل ہونا سننے اور قرینون سے پہچانا جاتا ہی گو طب اچھی طرح نہ جانتا ہو اور فتوی لینے والے کو یہ جائز نہین کہ مذہبون مین سے جسمین زیادہ گنجائش اور اپنے لیے سہولت دیکھے اُسکو چھانٹ لے بلکہ اُسکو چاہیے کہ تلاش کرتا رہے یہانتک کہ اسکو ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جاوے پھر اُس مذہب کا اتباع اسی طرح کرے کہ ہرگز اُسکی مخالفت نکرے ہان اگر اسکا امام کسی چیز کا فتوی دے اور اُسمین کسی اور امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو ایسی طرح عمل کرنا کہ دونون قولون پر عمل ہو اور خلاف سے بچا ورع مؤکد مین داخل ہی اسی طرح اگر مجتہد کے نزدیک دلیلین متعارض ہون اور ظن اور تخمین سے حلت کی جانب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اُسکے حق مین ورع یہ ہو کہ اُس چیز سے خود اجتناب کرے چنانچہ سلف کے مفتی بہت چیزون کی حلت کا فتوی دیا کرتے تھے مگر ورع کی جہت سے خود اُسپر اقدام نہ کرتے تھے کہ شبہہ سے محترز رہین اب اسکو بھی ہم تین مرتبون پر منقسم کرتے ہین۔ پہلا مرتبہ وہ ہے کہ اُس سے احتراز کرنے مین نہایت درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہی جسمین مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت مین مستحب مؤکد یہی ہو کہ اُس سے اجتناب کیا جاوے مثلاً شکاری کتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑ کر خود کھانے لگے تو اُس شکار کے کھانے سے تو ورع ضروری ہی اگرچہ مفتی فتوی دے کہ وہ حلال ہی اسلیئے کہ اس باب مین ترجیح بہت باریک ہی اور ہم نے اختیار کر لیا ہی کہ وہ شکار حرام ہی اور امام شافعی رح کے دو قولون مین یہی قیاس کے مطابق یہی ہی اور جس صورت مین کہ امام شافعی رح کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابو حنیفہ رح یا کسی اور امام کے پایا جاوے تو اُسمین ورع کرنا ضروری ہوگا گو مفتی دوسرے قول کے بموجب فتوی دیوے اور اسی قبیل سے ہی احتراز کرنا اُس جانور سے جس کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ کہی گئی ہو گو اس باب مین قول امام شافعی رح کا مختلف نہ ہو اسلیئے کہ آیت مین بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہی اور اخبار اس باب مین متواتر ہین کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے شکار کا حال دریافت کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جب

تو اپنے کتّے تعلیم یافتہ کو چھوڑے اور اُس پر بسم اللہ کہے تو اُس شکار کو کھا اور مکرر ایسا ہی ارشاد منقول ہے اور ذبح کرنا بسم اللہ سے ہی مشہور ہو رہا ہے
اور یہ سب باتیں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ بسم اللہ وقت ذبح مشروط ہے لیکن چونکہ یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح ہے المؤمن
یذبح علی اسم اللہ تعالیٰ سمّی او لم یسمّ۔ اور یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ عام ہو اور آیت و احادیث کو انکے ظاہری معنوں سے بدل دیوے
اور ایک یہ کہ یہ حدیث بھولنے والے کے لیے خاص ہو اور آیت اور دوسری احادیث اپنے معنی ظاہری پر رہیں اور ان میں کوئی تاویل نہ کیجاوے
اس دوسرے احتمال کے ممکن ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوڑنے میں معذور ہے اور احتمال اول کو رکھنا اور آیت کی تاویل
کرنی زیادہ تر قریب الامکان تھی اس جہت سے ہمنے اسی کو ترجیح دی اور جو کوئی احتمال اس کے مقابل ہو اسکا انکار نہیں کیا جاتا غرضکہ ایسے
جانور سے اجتناب کرنا ضروری ہے اور درجۂ اول میں داخل ہے دوسرا مرتبہ وسواس کے درجہ کے قریب ہو وہ یہ ہے کہ آدمی اُس بچّے کے کھانے سے
ورع کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے یا ضب کے یعنی سوسمار کے کھانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث میں آچکا ہے کہ بچہ کا ذبح ہونا
اُسکی ماں کے ذبح ہونے سے ہوجاتا ہے اور اس حدیث کی صحت اس درجہ پر ہے کہ نہ کوئی احتمال اُسکے متن میں ہے اور نہ کوئی ضعف اُسکی سند میں
اور اسیطرح صحیح ہوا ہے کہ ضب یعنی گوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی اور یہ روایت بخاری اور مسلم دونوں میں منقول ہے
پس امام ابو حنیفہ پر یہ گمان کرنا کہ اُنکو یہ حدیث نہیں پہونچی تھی اور اگر پہونچتی تو اُسکے بموجب حکم دیتے کہ اگر کوئی منصف انصاف کرے
یا نکرے اُنکا خلاف کرنا اس باب میں ٹھیک نہیں اور نہ کسی طرح کے شبہہ کا مورث ہے جیسے اس صورت میں کسی چیز کا حکم خبر واحد سے
معلوم ہو اور کوئی اسکا مخالف نہو تیسرا مرتبہ جو عین وسواس ہے یہ ہے کہ مسئلہ میں ہرگز کوئی خلاف نہو مگر علت خبر واحد سے معلوم
ہوئی ہو تو اب کوئی یوں کہے کہ خبر واحد میں لوگوں کو اختلاف ہے اور بعض اُسکو قبول نہیں کرتے اس لیے میں اُس سے ورع کرتا ہوں کیونکہ
حدیث کے راوی ہرچند عادل ہیں مگر غلطی اُن سے ممکن ہے اور کسی خفیہ غرض کیلئے جھوٹ بھی اُنسے ہوسکتا ہے اس لیے کہ عادل بھی کبھی
جھوٹ کہدیتا ہے اور وہم بھی نیز ممکن ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کہنے والے نے کچھ کہا ہو اور اُنھوں نے کچھ اور سنا ہو اور اسیطرح انکی سمجھ میں بھی وہم
ہوسکتا ہے جیسے کہنے والے نے کچھ سمجھا اور اُنھوں نے کچھ اور سمجھا ہو تو اسطرح کا ورع صحابہ رض سے منقول نہیں وہ لوگ جو عادل شخص سے
سنتے تھے اُنکے نفوس کو اُسپر اطمینان ہوجاتا تھا ہاں جب راوی کے حق میں کسی خاص سبب یا دلالت معینہ سے تہمت کو دخل ہو تو البتہ توقف
کی وجہ ظاہر ہے گو وہ راوی عادل ہو مگر بلا وجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہیں جیسے نظام اجماع کے باب میں مخالف ہے اور کہتا ہے کہ اجماع حجت
شرعی نہیں اور اگر بالفرض اسطرح کا ورع جائز ہووے تو چاہیے کہ یہ بھی ورع میں شمار کیا جاوے کہ آدمی اپنے دادا کی میراث نہ لے اور کہے کہ
قرآن میں تو پوتے کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف بیٹوں کا ذکر ہے اور پوتے کو بیٹے کی جگہ قائم کرنا صحابہ کے اجماع سے ہوا ہے اور وہ لوگ معصوم نہ تھے
غلطی اُنسے بھی ہوسکتی ہے چنانچہ نظام اس باب میں خلاف کرتا ہے تو یہ ایک خیال خام ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو امور قرآن مجید کے عام الفاظ
سے معلوم ہوتے ہیں وہ بھی چھوڑ دیے جاویں اس لیے کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ عمومات کیلئے کوئی لفظ نہیں بلکہ جو بات اُن میں سے
صحابہ رض نے قرائن اور علامات سے سمجھی ہے وہی حجت ہے اور جب صحابہ رض معاذ اللہ متہم ٹھہرے تو معانی عام آیتوں پر کیسے عمل ہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ شبہہ کی کوئی طرف ایسی نہیں جسمیں غلو اور مبالغہ نہو تو اُسکو سمجھ لینا چاہیے اور جب کوئی ان امور میں سے مشکل ہو تو اُسمیں دل سے

ح بخاری و مسلم بروایت عدی بن حاتم و ابی ثعلبہ الخشنی ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت رافع بن خدیج ۱۲ ح موسیٰ اشعری تعالیٰ نام پر ذبح کرتا ہو بسم اللہ کہے یا نہ کہے یہ الفاظ معروف نہیں صحیح ہونا تو درکنار مگر ابو داؤد نے مراسیل میں بروایت صلت مرفوعاً یہ مضمون لکھا ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے [illegible] ابو داؤد [illegible] ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی سعید [illegible] بروایت ابن عمر [illegible] بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ

فتویٰ لینا چاہیئے اور مقتضاے ورع کے بموجب شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہیئے اور جو امر دل مین گڑے اور سینون مین کھٹکے
اُس سے کنارہ کرنا چاہیے اور یہ امر اشخاص اور وقائع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو ایسی چیزون سے بچا رکھے
جو وسواس کی بموجب ہون حتی کہ جب کلام کرے تو حق بات ہی کہا کرے اور وسواس کے مواضع مین ذرا خلش اُسمین نہ آوے اور کراہت کے
مواقع مین کھٹکے سے خالی نہو اور ایسا دل نہایت کمیاب ہے اور یہی وجہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو دل کے فتوے پر راجع
نہین فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ انکے دل کا حال آپکو معلوم تھا **دوسری قسم** تعارض ان علامات کا جو حل اور حرمت پر
دلالت کرین مثلاً کوئی متاع کی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت مین لٹ جاتی ہو اور بدون لوٹ کے اُسکا ملنا کم ہوتا ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت
شخص کے قبضہ مین پائی جاوے تو یہان دونون علامتین موجود ہین قابض کی نیک بختی تو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اُس شے
کی قسم اور بدون لوٹ کے کم ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہان دو باتین ایک دوسرے کے متعارض ہین اسی طرح اگر ایک عادل
کہدے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسق شخصون کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو یا لڑکے اور بالغ کے قول متعارض
ہون تو سب صورتون مین امر مشتبہ رہیگا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہوگی تو اُسکا حکم اُسپر لگے گا مگر ورع یہ ہے کہ اُس سے اجتناب کیا
جاوے اور اگر ترجیح ظاہر نہو تو توقف واجب ہوگا اور اسکی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال کی فصل مین مذکور ہوگی **تیسری قسم**
یہ ہے کہ تعارض اشباہ کا ان صفات مین ہو جنسے احکام متعلق ہین اُسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال کی وصیت فقیہون کیلیے
کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ مین فاضل ہے وہ اس وصیت مین داخل ہے اور جسنے کہ ایکروز یا ایک مہینے سے فقہ شروع کیا ہے
وہ داخل نہین اور ان دونون کے بیچ مین درجات بیشمار ہین جن مین شک پڑتا ہے پس مفتی اپنے ظن کے موافق حکم کرتا ہے اور ورع کا حکم اجتناب ہے
اور یہ قسم شبہہ کے مقامات مین سے نہایت باریک ہے کیونکہ اسمین بعض صورتین ایسی بھی ہوتی ہین کہ مفتی کو اسمین حیرت لازم ہوتی ہے اور کچھ حیلہ
اُسکو نہین سوجھتا یعنی جس صورت مین کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دو درجون متقابل کے ٹھیک درمیان مین ہو تو اُس صورت مین
اُسکو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف کو میل کیا جاوے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہین۔ یہی حال اُن صدقات کا ہے جو محتاجون مین
صرف ہوتے ہین اس لیے کہ ظاہر ہے کہ جسکے پاس کچھ نہین وہ قطعاً محتاج ہے اور جسکے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان دونون کے
درمیان مین بہت سے مسائل باریک ہین مثلاً ایک شخص کے پاس ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابین ہین اب اگر یہ چیزین بقدر
حاجت ہین تو اُس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہین اور اگر مقدار حاجت سے زائد ہین تو مانع ہین اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہین وہ تخمین سے معلوم
ہوتی ہے اور اُسمین یہ بحث آپڑتی ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو اور بیچ شہر مین یا کنارہ پر ہونے سے مقدار قیمت کیا ہو اور ایک مکان
کارروائی ہوتی ہے یا کمتر سے اسی طرح اثاث البیت اور تانبے کے برتنون مین نظر کرنی پڑے گی اور اُنکے شمار اور قیمت مین گفتگو ہوگی پھر یہ کہ
بعض چیزین ہر روز کی حاجت کی ہین اور بعض سال بھر مین کارآمد ہین مثلاً لوازم سرمائی اور بعض ایسی ہین کہ برسون کے بعد اُنکی حاجت ہوتی
ہے اور انمین سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہین اور اس صورت مین کارآمد وہی حدیث ہے کہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک کیونکہ یہ سب چیزین
محل ریب ہین اور اگر مفتی اس باب مین توقف کرے تو شایان ہے کہ بدون توقف کے اور کوئی صورت نہین اور اگر ظن اور تخمین سے کچھ

حکم کرے تو ورع کی رو سے توقف چاہیے اور ورع کے مقامات مین سے یہ مقام نہایت ضروری الورع ہی اور یہی حال اُن صورتون مین ہے کہ اقربا کا نفقہ اور بیبیونکا لباس کس قدر واجب ہی اور فقہا اور علما کو بیت المال مین سے کسقدر ملنا کافی ہی اسلیئے کہ یہان بھی دو طرفین ہین جنکا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور ان دونونکے درمیان مین متشابہ امور ہین کہ شخص اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہین اور حاجات پر اطلاع رکھنے والا خداے تعالی ہی آدمی کو اُسکی حدود پر کچھ واقفیت نہین مثلاً اتنا تو جانتے ہین کہ ایک قوی الجثہ آدمی کے لیے آدھ سیر سے کمتر غذا شب و روز مین کم ہے اور ڈیڑھ سیر بقدر کفایت سے زائد ہے اور اُنکے درمیان کے اوزانکی کچھ حد نہین پس اہل ورع کو چاہیے کہ مشکوک چیز کو چھوڑے اور یقینی بات پر کاربند ہو جیسے حدیث مذکورۂ بالا مین مندرج ہی اور یہ قاعدہ اُن سب حکمونمین چلیگا جو متعلق بسبب ہین اور انکے سبب الفاظ سے معلوم ہوتے ہین اسلیئے کہ عرب اور دوسری زبان والون نے لغات کے معنی کی ایسی حد و مقرر نہین کی ہین کہ ایسے اطراف متقابل ایک دوسرے سے جدا ہو جاوین جیسے حسابیات مین ہوتے ہین مثلاً عدد چھ کا اپنے سے کمتر اور زائد دونون کا احتمال نہین رکھتا اسی طرح حسابیات کی باتین مقرر ہین مگر الفاظ لغوی کا یہ حال نہین اس لیے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف مین ایسا نہین کہ اُنمین رتبۂ درمیانی کا شک داخل نہو اور وہ اطراف مقابلہ کے بیچ مین واقع نہو بہین وجہ وصایا اور اوقاف مین اس فن کی حاجت زیادہ ہوتی ہی مثلاً اگر صوفیون پر وقف کیا جاوے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کی مصداق کے اندر بہت سی باریکیان ہین اسیطرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہیئے اور ہم خاص لفظ صوفیہ کے مقتضا پر اشارہ کرینگے تاکہ اس سے الفاظ مین تصرف کرنے کا طریق معلوم ہو ورنہ سب لفظونکا حال لکھنا تو غیر ممکن ہی غرضکہ جو علامتین متعارض ہوتی ہین اور دو طرفون متقابل کی طرف کو کھینچتی ہین اُن سے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہین اور یہ سب شبہہ ہین جنسے اجتناب کرنا واجب ہی جس صورت مین حلت کی جانب غلبۂ ظن کی دلالت سے یا بموجب ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دع ما یریبک الخ کے استصحاب کرنے سے یا کسی اور دلیل سے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہی راجح نظر نہ آوے پس مقامات شبہہ کے پیدا ہونے کے یہ چھے اور اُنمین ایک دوسرے کی نسبت کر زیادہ سخت ہی اور جس صورت مین کہ ایک چیز پر مختلف شبہات جمع ہو جاوین تو معاملہ اور بھی دشوار ہوگا مثلاً ایسا کھانا مول لے جو مختلف فیہ ہو اور بائع نے اُسکو کسی شراب بنانے والے سے انگورونکے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہو اور بائع کے مال مین بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ اکثر مال حرام نہین مگر مشتبہ تو ہو گیا ہی حاصل یہ ہی کہ اسطرح کے شبہونکے جمع ہونے سے یہ نوبت ہوتی ہے کہ اُس امر پر اقدام کرنا بہت ہی دشوار ہو جاتا ہی پس ہم نے ان مراتب پر واقف ہونے کے طریقے بتلا دیے ہین اور آدمی کی قوت سے خارج ہی کہ اُن سب کو حصر کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہو جاوے اُسکو اخذ کرے اور جو گول مول ہے اس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہی جو دل مین چبھے - اور جس جگہ کہ ہم نے حکم کیا ہے کہ دل سے فتوی لے اُس سے ہماری یہ مراد ہی کہ جہان مفتی مباح کہتا ہو اور جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اُس سے باز رہنا واجب ہی پھر دل سے فتوی لینے مین بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہین کیونکہ بہت لوگ وسواسی ہوتے ہین کہ ہر چیز سے بھاگتے ہین اور بہتا سے حریص تساہل والے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہین اور مباح سمجھتے ہین تو ان دونون دلونکا اعتبار نہین بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار جو احوال کی باریکیونکا نگران رہے اور وہ کسوٹی ہوتی ہی جس سے پوشیدہ امر امتحان کیے جاتے ہین مگر ایسا دل کہان پایئے پس جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہو اُسکو چاہیے کہ اس صفت کے دل سے نور کا خواہان ہو اور اپنے حال کو اُسپر ظاہر کرے اور کہتے ہین کہ زبور مین ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ مین تمھاری نماز اور روزہ کو نہین دیکھتا بلکہ اُس شخص کو دیکھتا ہون جو کسی چیز مین شک کرے اور پھر اُسکو میری خاطر ترک

کردے پس ایسے شخص کی تائید مین اپنی مدد سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون پر اُسکے سبب سے فخر کرتا ہون۔

تیسری فصل اس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اُسکی تفتیش اور تلاش کرے یا بدون پوچھے اُسکو لے لے اور بحث اور کھوج کے مقامات کون کون سے ہین۔ واضح ہو کہ جب کبھی کوئی شخص تمھارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اُس مین سے مول لینا یا ہبہ مین لینا چاہو تو تم کو یہ ضرور نہین کہ اُسکا حال تحقیق کرو اور یون کہو کہ ہمارے نزدیک اسکی حلت ثابت نہین اسلیے نہین لیتے اور اُسکی تحقیق کرتے ہین اور یہ بھی ضرور نہین کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزون کی حرمت یقینی نہو اُنکو لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور حال کا تحقیق کرنا بعض صورتون مین واجب ہے اور بعض مین حرام اور کسی صورت مین مستحب ہے اور کسی مین مکروہ اسلیے اُسکی تفصیل ضرور ہے اور قول فیصل اس باب مین یہ ہے کہ مقام سوال شبہہ کی جگہین ہین اور شبہہ کے اُٹھنے کی جگہ یا تو ایسا امر ہوتا ہے جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے علاقہ رکھتا ہو اسلیے اُسکو دو بیانون مین تحریر کیا جاتا ہے

پہلا بیان مالک کے حالات مین۔ مالک کا حال تمھاری معرفت کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے یا یہ کہ مجہول ہو یا مشکوک ہو یا کسیطرح کے ظن سے معلوم ہو جسپر کوئی دلالت ہو پہلی حالت مجہول ہونے کی ہے یعنی مالک کے ساتھ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اُسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا لشکر ہوتا ہے اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہے جیسے تصوف والون اور تاجرون اور اہل علم کا لباس ہوتا ہے اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہے تو ایسی صورت مین وہ مجہول الحال ہوگا جیسے تم اگر کسی گاؤن مین جاؤ جسکا حال تمکو معلوم نہین اور اسمین کسی آدمی کو دیکھو جس کے حال کی تم کو کچھ اطلاع نہو اور نہ اسمین کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جا سکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا اور جب کسی اجنبی شہر مین جاؤ اور وہان کوئی نانبائی یا قصائی یا اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھ علامت نہو جس سے اُسکا فریبی یا خائن ہونا پایا جاوے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اور اُسکو مشکوک نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک اُسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے مقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے مقابل ہون اور اس صورت مین نہ کوئی اعتقاد ہے اور نہ سبب ہے اور اکثر فقہا کو مجہول اور مشکوک مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ دونون جدا جدا چیزین ہین اور پہلے بیان سے تم نے جان لیا ہے کہ جس چیز کا حال معلوم نہو اُسمین ورع کا مقتضا ترک کرنا ہے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ تیس برس سے میرا یہ حال ہے کہ جس چیز نے میرے دل مین خلش کی اُسکو مین نے ترک کر دیا۔ اور کچھ لوگون نے باہم تذکرہ کیا کہ سب اعمال مین مشکل تر کون سا ہے اور یہ تجویز کیا کہ مشکل تر ورع ہے حسان بن ابی سنان نے کہا کہ میرے نزدیک ورع سے آسان تر کوئی بات نہین جب کوئی چیز میرے سینہ مین خلش کرتی ہے مین اُسکو چھوڑ دیتا ہون تو یہ صورت ورع کی ہے مگر ہم اُسکا حکم ظاہری لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ مجہول شخص اگر تمھارے سامنے کھانا پیش کرے یا تمکو ہدیہ بھیجے یا تم اُسکی دُکان سے کچھ خرید کرنا چاہو تو تم کو اُسکا حال پوچھنا ضروری نہین بلکہ اُسکا چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا اس بات کو کافی ہے کہ وہ چیز تم لے لو اور تم کو یہ کہنا لازم نہین کہ فساد اور ظلم لوگون مین پھیل رہا ہے یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہے اور اس سے اس مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے حالانکہ بعض ظن گناہ ہین اور وہ مسلمان اپنے اسلام کی بدولت تم پر یہ حق رکھتا ہے کہ تم اسکے ساتھ بدگمانی نہ کرو پس اگر تم اس خاص شخص پر بدگمانی اس وجہ سے کرو گے کہ دوسرون کو معاملہ مین خراب پایا ہے تو تم اُس کے

تصور وار ٹھہروگے اور اُس بدگمانی کا گناہ تمکو سر دست یقیناً بلاشبہہ ہوجاویگا اگر بالفرض اس سے مال لے لو تو اتنی ہی خرابی ہو کہ اس کی حرمت مشکوک ہے یقینی تو نہیں ہے اور گناہ بدگمانی کا تقینی ہے اور مجہول الحال لوگون سے معاملہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ صحابہ غزوات اور سفرون مین گاؤن مین اُترتے تھے اور ضیافتون کو رد نہین کرتے تھے اور شہرونمین جاتے تھے تو بازارون سے احتراز نہ کرتے تھے حالانکہ مال حرام اُنکے زمانہ مین بھی موجود تھا اُنسے کبھی نہین سنا گیا کہ بدون شک کے کچھ تفتیش کی ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اُسکا حال نہ پوچھتے تھے بلکہ ابتدا مین جو آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوے تو البتہ جو کسی نے بھیجا اُسکا حال دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ قرینہ حالیہ اُسوقت ایسا ہی تھا اسلیے کہ مدینہ منورہ مین جو مہاجرین داخل ہوے سب مفلس تھے اسلیے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ اُنکو بھیجا جاتا ہے وہ صدقہ ہی ہوگا علاوہ ازین دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ چیز صدقہ نہین اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو مان لیتے تھے آپ یہ استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہے یا نہین کیونکہ اس بات کی عادت نہین کہ ضیافت صدقہ کی ہووے اور اسی وجہ سے آپ کی دعوت ام سلیم نے کی اور انس رض کی روایت مین ہے کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے کھانا رکھا جسمین کدو تھا اور ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ مین مع عائشہ رض منظور کرتا ہون اُسنے عرض کیا کہ نہین صرف آپ ہی کی دعوت ہے آپ نے فرمایا کہ تو مین نہین مانتا پھر وہ شخص راضی ہوگیا چنانچہ آپ مع عائشہ رض کے ایک دوسرے کے پیچھے تشریف لے گئے اُسنے دونون کے سامنے سالن چربی کا رکھا اور ان دعوتون مین سے کسی مین یہ منقول نہین کہ آپ نے سوال کیا ہو۔ اور حضرت ابوبکر رض نے جو اپنے غلام سے اُسکے کسب کا حال پوچھا تو اُسکی وجہ یہ بھی کہ آپکو اُسکے معاملہ مین کچھ شک پڑ گیا تھا اسی طرح حضرت عمر رض کو جس شخص نے زکوٰۃ کے اونٹونکا دودھ پلا دیا تھا اس سے سوال کیا کہ کہان سے آیا کیونکہ آپکو اسوجہ سے شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اس مزے کا دودھ تھا تو یہ وجہ شک کی تھی ورنہ اگر کوئی شخص مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بدون تفتیش اُسکی ضیافت مان لے تو گنہگار نہو بلکہ اگر اُسکے گھر مین تجمل اور بہت سامان دیکھے تو یہ نہین کہسکتا کہ حلال مال بہت کم ہے اُسکے پاس اتنا بہت کہان سے آیا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اُس شخص کو وراثت مین ملا ہو یا اُسنے کمایا ہو بہرحال وہ اسبات کا مستحق ہے کہ اُسکے ساتھ حسن ظن کیا جاوے اور اس سے بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اُس سے سوال کرنا نہ چاہیے بلکہ اگر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اپنے پیٹ مین کوئی چیز نہ ڈالے جبتک کہ معلوم نہ کرے کہ وہ کہان سے آئی تو یہ اچھی بات ہے پس سیدھی طرح اُسکا کھانا نہ کھاوے سوال کی کیا ضرورت ہے اور اگر کھانا ہی ضرور ہو تو بدون سوال کھالیوے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ دری اور وحشت دلانا ہے اور وہ بلاشبہہ حرام ہے اب اگر یہ کہو کہ شاید وہ ایذا نہ پاوے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اُسکا مال حلال ہے اور شاید اُسکو ایذا بھی ہے اور مسلمان کے ایذا دینے مین گناہ مال حرام اور شبہہ کے کھانے سے کم نہین اور اکثر لوگونکا حال یہی ہے کہ تفتیش سے وحشت پاتے ہین اور یہ بھی جائز نہین کہ اُسکا حال دوسرے کسی اور سے اسطرح پوچھا جاوے کہ اُسکو بھی خبر ہوجاوے کیونکہ اس صورت مین اور زیادہ ایذا ہوتی ہے اور اگر ایسی طرح پوچھے کہ اُسکو علم نہو تو اسمین بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہے اور یہ سب باتین ایک ہی آیت مین ممنوع ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن

[1] احمد و حاکم بروایت سلمان رض ۱۲
[2] یہ عادت آپ کی معروف و مشہور ہے چنانچہ صحیحین مین بروایت ابی مسعود انصاری ہے کہ ابو شعیب نے آپکی دعوت کی تھی ۱۲
[3] بخاری و مسلم بروایت انس رض ۱۲
[4] شیخان بروایت انس رض
[5] مسلم بروایت انس رض ۱۲
[6] اے ایمان والو بچیے رہو بہت تہمتون سے [illegible]

ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ اور بہت سے جاہل زاہد ایسے ہین کہ تفتیش سے دلون کو متوحش کر دیتے ہین اور کلام سخت اور موذی کہا کرتے ہین اور یہ امر شیطان اُنکے دل مین اچھا کر دیتا ہی تاکہ حلال کے کھانے مین مشہور ہوجاوین اگر اُس کا باعث صرف دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کے ایذا پانے کا خوف اُسکو زیادہ ہوتا بہ نسبت اس خوف کے کہ پیٹ مین ایسی چیز نہ جاوے جس کا حال معلوم نہو علاوہ ازین اگر ایسی چیز پیٹ مین جا دیگی بھی تو اُس سے مواخذہ نہوگا کیونکہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہو تو طریق ورع اُس کو ترک کرنا ہی تجسس کرنا اور جب اُسکا کھانا ہی ضرور ہو تو ورع یہی ہی کہ کھالیوے اور حسن ظن مسلمان پر رکھے کیونکہ صحابہ رضہ کا طریق ماثور یہی ہی اور جو شخص کہ ورع مین اُنسے زیادہ ہوا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہی انکا پیرو نہین کیونکہ حدیث صحیح مین آگیا ہی کہ اگر کوئی کوہ احد کے برابر سونا خرچ کریگا تو صحابہ رضہ کے ایک مد کے برابر نہ ہوگا اور نہ اُسکے نصف کو پہونچیگا علاوہ ازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کا کھانا بھیجا ہوا تناول فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کھانا اُس کو صدقہ مین آیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ اُس کے لیے صدقہ تھا اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی اور یہ دریافت نہ فرمایا کہ اس کو صدقہ کس نے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپکے نزدیک مجہول تھا اور اُس کھانے سے دست کش بھی نہ ہوے دوسری حالت یہ ہی کہ مالک مشکوک فیہ ہو یعنی کسی وجہ کی دلالت اُسمین شک کی موجب ہوگئی ہو اول ہم شک کی صورت لکھتے ہین پھر اُسکا حکم بیان کرینگے صورت شک یہ ہی کہ جو چیز مالک کے قبضے مین ہی اُسکی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی خلقت یا لباس یا فعل اور قول سے پائی جاوے خلقت مین اسطرح کہ مثلاً ترکون یا جنگلیون یا رہزنون یا اور ظالمون کی خلقت پر مخلوق ہو اور مونچھین بڑی رکھتا ہو سر کے بال ایسے پٹے ہون جیسے فسادیون کے ہوا کرتے ہین اور لباس مین اسطرح کہ قبا اور ٹوپی اور ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول مین اس طرح کہ اُسکے کردار اور گفتار مین جرات ایسی پائی جاوے جو حلال نہین تو اس سے سمجھا جاویگا کہ یہ شخص مال مین بھی تساہل کرتا ہوگا اور جو حلال نہوتا ہوگا اُسکو لے لیتا ہوگا غرضکہ شک کی صورتین یہی ہوتی ہین پس جب کوئی شخص اس جیسے آدمی سے کچھ مول لیتا یا ہدیہ قبول کرتا یا اُسکی ضیافت کو ماننا چاہے اور سوا ان علامات کے اُسکا حال اور کچھ نہ جانتا ہو تو ایسی صورت مین دو احتمال ہوسکتے ہین ایک تو یون کہہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہی اور یہ علامتین ضعیف ہین تو چاہیے کہ اُس چیز پر اقدام درست ہو اور اُسکا ترک کرنا ورع مین متصور ہو اور ایک احتمال یہ ہی کہ یون کہیے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی اور اُسکے مقابل یہ علامات موجود ہین جن سے شک پیدا ہوگیا تو چاہیے کہ اُسپر ایکبارگی اقدام کرنا درست نہو اور ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین اس جہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دع ما یریبک الی ما لا یریبک کہ بظاہر اس حدیث مین امر وجوبی ہی گو مستحب ہونیکا احتمال بھی پایا جاتا ہی اور ایک یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہین الاثم حواز القلوب یعنی گناہ وہ ہی جو دل مین کھٹکے اور صورت مفروضہ مین دل پر وہ اثر ہی کہ اسکا انکار کوئی نہین کرتا اور ایک وجہ یہ کہ آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہی یا ہدیہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام سے اُسکی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضہ نے دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین اور ہر چند انکا ورع پر محمول کرنا بھی ممکن ہی مگر ورع پر محمول کرنا بدون قیاس حکمی کے نہین ہوسکتا اور قیاس اُسکی حلت کا شاہد نہین اسلیے کہ قبضہ اور اسلام کی

اخرجہ البخاری ومسلم من حدیث ابی سعید
اخرجہ البخاری ومسلم من حدیث عائشہ
۱۲ ؎ صحیح اسکا ذکر بیچ مذکور ہوچکا ۱۲ ہی
باب العلم مین گذری ۱۲

دلالت ان دلالتوں کی مزاحم ہی اور جب دونون ایک دوسرے کی متعارض ہوئیں تو حلت کی کوئی وجہ نہ رہی اور قبضہ کا اور اصل سابق کا حکم اُس شک مین نہین چھوڑا کرتے جس کے لیے کوئی علامت ہو مثلاً اگر پانی ہم کو متغیر ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدل گیا ہوگا اب اگر ہم کسی ہرن کو اسمین پیشاب کرتے ہوئے دیکھین اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنے حکم سابق ہی ترک کر دینگے اور صورت مفروضہ بھی اُسی کے قریب ہی مگر ان دلالتوں کے درمیان مین فرق ہوتا ہی مثلاً موچھیل ہونا اور ظلم والون کی وردی کا پہننا اور لشکریوں کی صورت بنانا اسی بات کی دلیل ہی کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہوگا اور جو فعل اور قول کہ شریعت کے مخالف ہو اگر وہ مال کے ظلم سے متعلق ہوگا تو وہ بھی ظاہر ہی کہ اسی بات کی دلیل ہوگی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے کسی کو سنا کہ وہ غصب کے لیے اجازت دیتا ہی یا ظلم کا امر کرتا ہی یا سود کا معاملہ کرتا ہی تو یہ باتین متعلق بمال ہین اُن سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مال ایسا ہی کچھ ہوگا لیکن اگر کسیکو دیکھا کہ غصہ کی حالت مین دوسرے کو گالی دیتا ہی یا جو عورت اُسکے پاس کو نکلی اُسکو گھورتا ہی تو یہ حرکات مال کے باب مین ضعیف دلالتین ہین اسلیے کہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ طلب مال مین تنگی کھینچتے ہین اور حلال کے سوا اور کچھ نہین لیتے مگر غصہ کیحالت مین اپنے نفس کو نہین روک سکتے اور نہ شہوت مین نفس پر اُنکو اختیار رہتا ہی تو اس قسم کے تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ممکن نہین کہ اُسکی کوئی حد مقرر کیجا دے تو ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیوے۔ اور ایک بات اور یاد رکھنے کی ہی کہ اگر ان چیزون کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے دیکھے تب تو اُسکا اور حکم ہی اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرأت قرآن مین ورع کرنیوالا مشہور ہو تو اور حکم ہی کیونکہ مال کی نسبت کر دونون دلالتین ایک دوسرے کی متعارض ہو کر ساقط ہوگئین اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا ہو گیا اسلیے کہ دونون دلالتون مین سے خاص کر مال کے مناسب کوئی بھی نہین اور بہت سے آدمی مال مین احتیاط کرتے ہین اور چیزون مین نہین کرتے اور بہت ایسے ہین کہ نماز اور وضو اور قرأت اچھی طرح کرتے ہین اور مال مین احتیاط نہین کرتے بلکہ جہان سے پاتے ہین کھا لیتے ہین اس نظر سے ان جگہون مین حکم وہی ہی جسکی طرف دل کا میل ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ کے اور خدا تعالے کے درمیان ہی تو اس کا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہی کہ بجز اُس بندہ یا پروردگار عالم کے اور کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور یہی ہے حکم دل پر کھٹکنے کا پھر ایک اور دقیقہ کو معلوم کر لینا چاہیے یعنے اس دلالت کو ایسا ہونا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اُس شخص کا اکثر مال حرام ہی مثلاً وہ شخص لشکری ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی خواہ گانے والی عورت ہو اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُس کا مال حرام تھوڑا ہی تو سوال کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ ورع کی رو سے البتہ داخل احتیاط ہوگا۔ تیسری حالت یہ ہے کہ مالک کا حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبۂ ظن مال کی حلت مین ہو جاوے مثلاً کسی شخص کی نیک بختی اور دیانت بظاہر معلوم کر لی جائے اور ہو سکتا ہی کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو اور ایسی صورت مین سوال اور تفتیش ضرور نہین بلکہ ناجائز ہی جیسے مجہول الحال مین بلکہ یہان بطریق اولی ناجائز ہونا چاہیے اور مال کے لینے مین اقدام کرنا یہان شبہہ سے زیادہ بعید ہی بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اسواسطے کہ مجہول کے کھانے پر اقدام کرنا ورع سے بعید ہی گو حرام نہین مگر نیک بختون کا کھانا تناول کرنا انبیا اور اولیا کی عادت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا تاکل الا طعام تقی ولا یاکل طعامک الا التقی لیکن جس صورت مین کہ تجربہ سے معلوم ہو کہ وہ شخص

[illegible]

شکری ہو یا گانے والا یا ربوا خوار اور تجربہ کے سامنے حاجت وضع اور شکل اور لباس سے استدلال کی نہ رہی ہو تو یہاں تفتیش بالضرور
واجب ہے جیسے شک کی صورت میں چاہیے بلکہ یہاں بطریق اولیٰ چاہیے

دوسرا بیان اس صورت کے ذکر میں جسمیں شک متعلق بمال ہوتا ہے نہ مالک کے احوال سے۔ اور اسکی یہ صورت ہے کہ مال حرام اور حلال
مخلوط ہو جاوے جیسے کسی بازار میں کچھ گٹھے غصب کے غلہ کے آویں اور انکو بازار والے خرید لیں تو جو شخص اس شہر میں اور اس بازار میں
خریدے اسپر واجب نہیں کہ بیع کی تفتیش کرے ہاں اگر یہ ظاہر ہو جاوے کہ بازاریوں کا اکثر مال حرام ہے تو اس صورت میں البتہ تفتیش
واجب ہے اور اگر ان کے پاس کا مال حرام اکثر نہو تو تفتیش واجب نہیں بلکہ ورع میں داخل ہے اور بڑی منڈی کا حکم ایسا ہے جیسے
شہر کا حکم ہے اور جس صورت میں کہ مال حرام اکثر نہ ہو تو تفتیش نہ کرنے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضہ بازاروں کی خرید سے دستکش نہیں
ہوتے تھے حالانکہ انمیں سود کے درم اور غنیمت کی خیانت وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر ایک معاملہ میں تفتیش نہیں کیا کرتے تھے البتہ
بعض صحابہ رضہ سے کسی حالت میں سوال بہت کم منقول ہے اور وہ مقام شک کا تھا ان اشخاص معین کے حق میں اسی طرح کفار سے
غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار ایسے بھی تھے کہ مسلمانوں سے لڑکر انکا مال بعض اوقات لیجاتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ جو مال غنیمت کفا
سے لیتے تھے اسمیں ایسی چیز بھی ہو جس کو کفار نے مسلمانوں سے لی ہو اور ایسی چیز کا مفت سے لینا بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ امام شافعی رح
کے نزدیک وہ چیز مالک کو بجنسہ واپس ہونی چاہیے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اسکا دام مالک کو ملنا چاہیے غرضکہ صحابہ رضہ سے اس
حال کی تفتیش منقول نہیں۔ اور حضرت عمر رضہ نے جو آذربیجان کو نامہ بھیجا اسمیں یہ مضمون لکھا کہ تم ایسے شہروں میں ہو جہاں
مُردار کے چمڑے سو کھائے جاتے ہیں تو ذبح کیے ہوے اور مُردار کو دیکھ بھال لیا کرو اسمیں تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہے مگر اسکے
ساتھ ہی یہ حکم نہیں کیا کہ روپیوں اور نقد کی بھی تفتیش کر لیا کرو کہ مردار کا مول ہے یا مذبوح کا اسلیے کہ اکثر نقد اس طرح کے نہ تھے کہ چمڑوں ہی
کا دام ہو گو چمڑے بھی بیع ہوتے تھے لیکن چمڑے اکثر مرداروں ہی کے ہوتے تھے اسلیے اُن کی تفتیش کے لیے امر فرمایا اسی طرح
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم ایسے شہروں میں ہو کہ وہاں کے اکثر قصاب مجوس ہیں تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو
اسمیں بھی اکثریت کے لحاظ سے تفتیش کا امر فرمایا ہے اور یہ مقصود بدون چند صورتوں اور کئی مسئلوں کے ذکر کرنے کے جو عادۃً اکثر واقع
ہوتے ہیں اچھی طرح واضح نہوگا لہذا ہم اُن مسائل کو فرض کر کے لکھتے ہیں **مسئلہ** ایک شخص معین کے مال میں حرام مل گیا ہے مثلاً
ایک غلہ فروش کی دوکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا غلہ بھی بکتا ہے یا کوئی قاضی خواہ رئیس یا عامل یا فقیہ ہے کہ اسکا کچھ روزینہ ظالم بادشاہ
کے یہاں سے بھی مقرر ہے اور کچھ مال موروثی یا کاشتکاری یا تجارت بھی ہے یا ایک سوداگر ہے کہ سب معاملات ٹھیک کرتا ہے مگر سود بھی لیتا ہے
تو ایسی صورت میں اگر اسکا مال اکثر حرام ہے تو نہ اس کی ضیافت کھانی جائز ہے اور نہ ہدیہ خواہ صدقہ کا لینا درست ہے لیکن بعد
تحقیقات کے اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہے تب تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ
ہو تو اس کے حکم میں تامل ہے اس لیے کہ اس صورت کو دو صورتوں سے مناسبت ہے ایک وہ جسمیں ہم نے حکم کیا ہے کہ اگر ایک ذبیحہ دس
مرداروں میں ملجاوے تو سب سے اجتناب کرنا واجب ہے اور اُسکے ساتھ مشابہت اسوجہ سے ہے کہ ایک شخص کا مال محصور چیز کے مانند ہے خصوصاً جبکہ

مال اُسکے پاس بہت نہو ورایک طرح سے اس صورت کے مخالف بھی ہی کیونکہ مردار کا وجود تو فی الحال یقینًا معلوم ہوتا ہی اور حرام جو آدمی کے مال
مین ملگیا ہی اسمین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ شاید فی الحال اُسکے پاس نہو اُسکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہوا اور یہ بھی معلوم
ہوجاوے کہ وہ فی الحال قطعًا موجود ہی تو یہ صورت اور مردار کے ذبیحہ مین ملنے کی صورت یکسان ہی اور اگر مال بہت ہوا اور یہ احتمال ہو کہ حرام نے الحال
اُسکے پاس نہ رہا ہوگا تو یہ البتہ پہلی صورت کی نسبت کم آسان ہی مین وجہ اس صورت کے مشابہ ہی جسمین حرام کا ملنا غیر محصور چیز مین ہوتا ہے
جیسے بازارون اور شہرون مین حرام ملجاوے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی نسبت کم سخت تر ہی کیونکہ یہان یہ معاملہ ایک ہی شخص
کے ساتھ خاص ہی اور اسمین شک نہین کہ اس صورت پر اقدام کرنا ورع سے نہایت بعید ہی مگر بحث اس مین ہی کہ اس کا ارتکاب موجب
فسق اور مخالفت عدل ہوتا ہی یا نہین یہ بحث معنی کے اعتبار سے باریک ہی کہ کوئی شکل کسی طرف کھینچتی ہی اور کوئی کسی طرف اور نقل
کی جہت سے بھی باریک ہی اس وجہ سے کہ اس باب مین صحابہ رضہ سے جو ان جیسی صورتون مین احتراز اور امتناع منقول ہی یا تابعین
سے کچھ مروی ہی وہ ورع پر محمول ہوسکتا ہی اور حرمت کے باب مین کوئی تصریح نہین پائی جاتی اور کھانے پر جو اقدام منقول ہی جیسے
حضرت ابو ہریرہ رضہ نے حضرت امیر معاویہ رضہ کا کھانا مثلًا کھایا ہی تو اگر فرض کر لیا جاوے کہ جو کچھ اُنکے قبضہ مین تھا وہ اکثر حرام ہی تھا
تب بھی یہ احتمال ممکن ہی کہ حضرت ابو ہریرہ رضہ نے تفتیش کے بعد اقدام کیا ہو اور پہلے معلوم کر لیا ہو کہ یہ کھانا خاص جو مین کھاؤنگا مباح
وجہ کا ہی غرضکہ افعال اس باب مین ضعیف الدلالت ہین اور علماء متاخرین کا مذہب مختلف ہی حتی کہ بعض فرماتے ہین کہ اگر بادشاہ مجکو کچھ
دیوے تو مین لے لون اور جس صورت مین کہ اکثر مال حرام ہو اُسمین بھی اُنھون نے اباحت کو عام رکھا ہی بشرطیکہ اُس خاص چیز کا حال
معلوم نہو اور ہوسکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہو اور اُنکی دلیل اس باب مین یہ ہی کہ اکابر سلف نے سلاطین سے جائزے لیے ہین چنانچہ
اموال سلاطین کے بیان مین اُسکا ذکر آویگا پس جس صورت مین کہ حرام کمتر ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے پاس موجود
نہوگا تو ایسی صورت مین کھانا حرام نہوگا لیکن اگر اُسکا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے ذبیحہ کا اشتباہ مردارون مین ہوجاوے تو ایسے
حال مین مجکو نہین معلوم کہ کیا کہون یہ مسئلہ اُن تشابہات مین سے ہی جنمین مفتی حیران رہجاتا ہی اسلیے کہ یہ تردد ہی کہ اس صورت کو محصور
چیزون کی مشابہت ہی یا غیر محصور سے اور دودھ کی بہن اگر کسی گانون مین مشتبہ ہوجاوے جسمین دس عورتین ہون تو اجتناب واجب
ہوتا ہی اور اگر کسی شہر مین ہو جسمین دس ہزار عورتین ہون تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہین واب دس اور دس ہزار کے درمیان
بہت سے اعداد ایسے ہین کہ اگر اُنکا حکم پوچھو تو مین نہین جانتا کہ کیا کہون اور علماء نے چند مسائل مین توقف کیا ہی جو اس سے بھی
واضح تر ہین چنانچہ امام احمد رحمہ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ شکار مذکور دوسرے کی ملک مین جا پڑا
تو وہ تیر مارنے والے کا ہوگا یا زمین کے مالک کا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ مجکو معلوم نہین کسکا ہوگا اُنسے کئی بار اس مسئلہ کو پوچھا گیا تو ہر بار
یہی فرمایا کہ مین نہین جانتا اور اس قسم کے اکثر مسائل ہمنے باب العلم مین سلف سے نقل کیے ہین اس صورت مین مفتی کو طمع نہ کرنی چاہیے کہ
سب صورتون کا حکم اسکو معلوم ہی ہوجایا کرے ۔ اور ابن مبارک رحمہ سے اُنکے کسی بصری شاگرد نے پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے معاملہ
کرتے ہین اُنسے معاملہ کرون یا نہین آپ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ سوائے سلاطین کے اور کسی سے معاملہ نہ کرتے ہون تو اُنسے معاملہ کرنا اور

اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہون تو اُنسے معاملہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل مین مسامحت کا مضائقہ نہین بلکہ اکثر مین
بھی مسامحت کا احتمال ہی۔ حاصل یہ ہی کہ صحابہ رضہ سے یہ منقول نہین کہ اگر قصاب اور نان بائی اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد
کیا ہو یا ایکبار سلطان سے معاملہ کیا ہو تو اُنھون نے اُس سے بالکل معاملہ چھوڑ دیا ہو اور معاملون کا اس باب مین مقرر کرنا بعید ہی
اور مسئلہ بذات خود مشکل ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ سلطان تمکو دے اُسکو لے لو کہ وہ
تمکو حلال ہی مین سے دیتا ہی اور جو کچھ حلال اُسکو ملتا ہی وہ حرام کی نسبت کر زیادہ ہی اور حضرت ابن مسعود رضہ سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک
ہمسایہ ہی کہ مین اُسکو بُرا ہی جانتا ہون اور وہ ہماری دعوت کرتا ہی اور ہم وقت حاجت اس سے قرض کر لیتے ہین تو ہم اور کیسے ہین آپ نے
فرمایا کہ جب تمھاری دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب حاجت ہوا کرے تو اُس سے قرض لیا کرو کہ تمھارے لیے وہ مال اچھا ہی اُس کا
وبال اُسی کے ذمہ رہیگا اور سلمان رہتے بھی ایسا ہی حکم دیا ہی تو یہان حضرت علی رضہ نے تو کثرت مال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رضہ
نے بطریق اشارہ بیان فرمایا کہ اُسی پر وبال ہی یعنی اس لیے کہ اُسکو اُس مال کا حال معلوم ہی اور لینے والے کے لیے اچھا ہی کیونکہ اُس کو
حال معلوم نہین اسی طرح ابن مسعود رضہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سود کھاتا ہی اور ہماری دعوت کرتا ہی تو ہم اُس کی دعوت مین
جاوین یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ ہان جاؤ اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضہ سے بہت ہی مختلف روایتون کے ساتھ مروی ہی اور حضرت امام
شافعی اور مالک رحمہم اللہ نے خلیفون اور سلطانون کے جائزے لیے ہین باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُن کے مال مین حرام مخلوط ہی تو اگر اس
مال مین خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیون کرتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد جو ذکر کیا ہی تو اُن کا فعل اس ارشاد
کے مخالف مشہور ہی اس لیے کہ وہ بیت المال کا مال نہین لیا کرتے تھے یہانتک کہ اپنی تلوار بیچ ڈالا کرتے تھے اور آپ کے پاس ایک
ہی قمیص رہا کرتا تھا نہانے کے وقت دوسرا نہوتا تھا اور ہم یہ نہین کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل ورع کا نہین یا آپ کے قول سے اجازت
صریح نہین پائی جاتی مگر یہ کہتے ہین کہ آپ کا ارشاد اگر واقع مین درست ہی تو بادشاہ کے مال مین جسکا حکم دوسرا ہی ہی کیونکہ
وہ کثرت کے سبب سے گویا ایسا ہی جیسے غیر محصور ہوتا ہی چنانچہ عنقریب اُسکا بیان آویگا اور اسیطرح امام شافعی رح اور امام مالک رح کا فعل
سلطان کے مال سے متعلق ہی اور ہمارا کلام دوسرے لوگون کے مال مین ہی جنکے مال قریب محصور ہونے کے ہین باقی رہا حضرت ابن مسعود رضہ
کا قول تو اُسکا یہ حال ہی کہ اُسکا راوی عوات تیمی ہی اور اُسکا حافظہ ضعیف ہی مشہور قول حضرت ابن مسعود رضہ کا وہ ہی جس سے شبہات سے
بچنا معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ تم سے کوئی یہ نہ کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین یون نہ ہوا اور توقع رکھتا ہون کہ ایسا ہو اس لیے
کہ حلال کھلا ہوا ہی اور حرام کھلا ہوا ہی اور ان دونون کے درمیان مین کچھ باتین مشتبہ ہین اب جب شبہ مین تم اُلجھو تو اُس بات کو جانے دو اور
جسمین شبہہ نہ پڑے اُسکو اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہی کہ خلش کی باتون سے اجتناب کرو کہ گناہ انھین مین ہی جو دل مین کھٹکا کرے
اگر یہ کہو کہ تم نے یہ کیون کہا کہ جب حرام کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہین باوجودیکہ اُس چیز مین کوئی علامت ایسی نہین جو خاص
اُسکی حرمت پر دلالت کرے اور قبضہ دلیل مالک موجود ہی یہانتک کہ اگر کوئی ایسے شخص کا مال چورا لیوے جس کے مال مین حرام زیادہ
ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہی اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہی جسکو چیز سے کچھ علاقہ نہین تو چاہیے کہ اس صورت مین حرام

زیادہ ہو اُسکا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن راستوں کی کیچڑ میں ہوتا ہی یا غیر محصور میں اختلاط کی صورت میں ہوتا ہی اور اس صورت پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد دع ما یریبک الی ما لا یریبک سے کرنا اور اس ارشاد کو عام ٹھہرانا نہیں چاہیئے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق
بعض جگہوں میں مخصوص ہی یعنی اُن صورتوں میں کہ جن مالک میں کوئی علامت شک کی موجود ہو کیونکہ اگر حرام قلیل غیر محصور میں
ملجاوے تو باوجود دیکہ موجب شک ہوتا ہی مگر اس پر بھی تم قطعاً کہتے ہو کہ وہ حرام نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور
اُنھیں صورتوں کیلیے ہی جن میں مالک میں شک ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ قبضہ ایک دلالت ضعیفہ جیسے حکم اصل کا باقی
رکھنا ضعیف ہی اور یہ قبضہ کی حجت اس وقت چلتی ہی جب کہ اُسکے مقابل کوئی حجت قوی نہو تو جس صورت میں کہ ہمکو یقین ہی
کہ حرام جو مل گیا ہی وہ فی الحال موجود ہی اور مال مالک اُس سے خالی نہیں اور یہ بھی یقین ہی کہ حرام زیادہ ہی اور یہ صورت ایک
معین شخص کے باب میں ہی جسکا مال گویا کہ محصور ہی تو اب قبضہ کی حجت سے اعراض کرنا ضروری ہوا اور اگر اس صورت پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ارشاد بالا کو محمول نکیا جاوے تو اس کے لیے کوئی محمل نہیں رہیگا کیونکہ اس کا محمل یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حرام قلیل غیر محصور حلال
میں مختلط ہو اسلیے کہ ایسی صورت تو آپکے زمانہ مبارک میں موجود تھی حالانکہ آپ اُسکو ترک نہیں کرتے تھے اور جس جگہ پر اُس کو محمل
کیا جاوے تو وہ اسی کے معنوں میں ہوگی اور اگر اس ارشاد کو نہی تنزیہی پر محمل کرو تو ظاہر الفاظ میں بدون قیاس کے تبدیل اور
تاویل کرنی پڑے گی اس لیے کہ اس صورت کی درستی بلا اجتہاد اور مقتضاء بدن کے قیاس سے کچھ بعید نہیں معلوم ہوتی علاوہ ازین کثرت
کو ظن کے برپا کر دینے میں دخل ہی اسی طرح حصر کو بھی اس میں دخل ہی تو جس صورت میں حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا ایک جا جمع
ہونگے تو کیسے ظن کی تقویت نہ ہوگی حتی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ برتنوں میں اجتہاد نہ کرو مگر جس صورت میں کہ پاک
برتن زیادہ ہوں تو آپ نے حکم اصل اور اجتہاد کے یکجا ہونے میں یہ شرط کر دی کہ علامت اور کثرت ہو اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جونسا
برتن چاہے بلا اجتہاد لے لیوے فقط استصحاب کی جہت سے تو وہ اُس کے پینے کو درست کہیں گے اور صرف علامت کے باعث سے جواز
کے قائل ہونگے اور اُنکی یہ دلیل اُس جگہ نہ چلے گی جہاں پیشاب پانی سے مشتبہ ہو گیا ہو کیونکہ یہاں حکم اصل باقی نہیں رہ سکتا اسی طرح اگر
مردار مذبوحوں میں مل گیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہ ہوگی کیونکہ مردار میں استصحاب نہیں اور قبضہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جانور مردار
نہیں اور مباح کھانے میں معلوم ہو جاتا ہی کہ یہ مملوک ہی غرضکہ ایسی صورتوں میں چار امور متعلق ہوتے ہیں اول حکم اصل کا باقی رہنا دوم
مخلوط چیز کی کمی یا کثرت سوم یہ مال میں خلط ہوا اُسکا محصور ہونا یا غیر محصور ہونا چہارم کوئی علامت خاص کا چیز کے اندر ہونا جس سے کہ
اجتہاد متعلق ہو پس جو کوئی ان چاروں امور کے مجموعہ سے غفلت کرتا ہی وہ اکثر غلطی کر کے بعض مسائل کو ایسی صورتوں میں مشابہ
کر دیتا ہی جیسے وہ واقع میں مشابہ نہیں ہوتے ۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص کی ملک میں مختلط ہو جاوے اُس میں یا
حرام زیادہ ہوگا یا کم اور انمیں سے ہر ایک یقین سے جانا جاوے گا یا ظن مع العلامت سے یا وہم سے یعنی ہر ایک
کے جاننے کے تین طور ہیں تو سب چھ صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ حرام کی زیادتی یقین سے معلوم ہو دوسرے یہ کہ حرام کی
زیادتی ظن مع العلامت سے معلوم ہو تیسرے یہ کہ حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو ۔ اسی طرح حرام کی کمی کے معلوم ہونے

ی تین صورتین ہین پس ان چھ صورتون مین سے دو اول کی صورتون مین یعنی جب کہ حرام کی زیادتی یقینًا ہو خواہ بغلبۂ ظن جیسے
سی ترکی مجہول الحال کو دیکھا کہ ہوسکتا ہی کہ اُس کا سب مال غنیمت کا ہو ان دونون مین تفتیش واجب ہی اور جس صورت مین کہ حرام
کی کمی یقینًا معلوم ہو تو یہ صورت مقام توقف ہی اور اکابر سلف کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا میلان اس طرف ہے کہ اس صورت
مین حاجت تفتیش نہ ہو باقی رہین تین صورتین یعنی حرام کی زیادتی وہم سے معلوم ہو یا اُس کی کمی ظن سے معلوم ہو یا وہم سے دریافت
ہو تو ان تینون صورتون مین تفتیش ہرگز واجب نہین **مسئلہ** جب کسی شخص کے سامنے اس کا کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو
کہ میری ملک مین کسی بادشاہی روزینہ کے لینے مین یا کسی اور طرح سے حرام بھی آ گیا تھا اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ مال حرام اس وقت تک
باقی ہی یا نہین تو اسکو وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اُس کے ذمہ پر لازم نہین بلکہ ورع کے لحاظ سے ہی اور اگر یہ تو جانتا ہو
کہ اسمین سے کچھ باقی ہی مگر یہ نہ معلوم ہو کہ بقیہ کم ہی یا زیادہ تو اُس کو جائز ہی کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ کمتر ہی اور ابھی ہم لکھ آئے
ہین کہ جہان حرام کی قلت معلوم یقینًا ہوتی ہی وہ موقع مشکل ہوتا ہی اور یہ مسئلہ بھی اُسی کے قریب ہی **مسئلہ** خیرات
یا اوقاف یا وصیتون کے متولی کے پاس دو مال ہون کہ انمین سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہی اور دوسرے مال کا مستحق نہین ا
سوجہ سے کہ اُسمین وہ صفت نہین ہی جو اُس مال کے مستحق مین ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اُس شخص کو کچھ دیوے تو اسکو اُس کا لینا
درست ہی یا نہین اسمین یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس صفت سے وہ شخص مستحق ہی وہ اگر ظاہر صفت ہی کہ متولی بھی جانتا ہی اور یہ متولی بظاہر
عادل معلوم ہوتا ہی تب تو اُس شخص کو چاہیے کہ بدون بحث کے لیوے کیونکہ متولی پر غالب ظن اسی بات کا ہی کہ اُس کو اُسی مال کا مصرف
کریگا جس کا وہ شخص مستحق ہی اور اگر وہ صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا حال معروف ہو کہ یہ پروا نہین کرتا اور خلط کر دیا کرتا ہی تو اس صورت مین
لازم ہی کہ تفتیش کرے کیونکہ یہان نہ تو قبضہ ہی اور نہ حکم اصل سابق پر جس کا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہی یا ہدیہ کیونکہ آپکو اُس مین تردد ہو گیا تھا اسوجہ سے کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہین ہوتی
اور نہ کچھ استصحاب تھا غرضکہ ایسی صورت مین بجز سوال کے اور کوئی مفر نہین کیونکہ سوال کو جو ہم نے مجہول الحال مین ساقط کیا
ہی تو ایسی ہی جگہ ساقط کیا ہی جہان قبضہ اور اسلام کی علامت ہو حتّی کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان ہی اور کوئی شخص
اُس کے پاس سے گوشت اُسکے ذبیحہ کا لیا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہوگا تو اُس شخص کو گوشت کا لینا درست نہ ہوگا جبتک
یہ جان نہ لے کہ مسلمان ہی کیونکہ قبضہ سے مردار کی تمیز نہین ہوسکتی اور نہ صورت سے مسلمانی معلوم ہوتی ہی ہان اگر کسی شہر مین اکثر مسلمان ہون
تو ہوسکتا ہی کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہ ہو اُس کو مسلمان گمان کیا جائے گو اس گمان مین غلطی کا بھی امکان ہے حاصل یہ کہ ایسا نہ ہو کہ جن
صورتون مین قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہی وہ اُن صورتون مین ملانی نہ چاہیین جنمین اُن کی شہادت معتبر نہین **مسئلہ**
اگر کوئی شخص شہر مین مکان مول لینا چاہے اور اُس کو معلوم ہو گیا ہو کہ اس شہر مین مکانات مغصوب بھی ہین تو اُس کو مول لینا درست
ہے اس لیے کہ یہ صورت غیر محصور کے اختلاط کی ہی مگر پوچھ لینا احتیاط اور ورع کی بات ہی اور اگر کسی کوچہ مین مثلاً دس بارہ گھر ہون
جنمین سے ایک مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہین جب تک کہ وہ مکان متمیز نہ ہو جاوے اور ایسے موقع پر اُسکا حال

پوچھنا واجب ہے اور جو شخص کسی شہر میں گیا جس میں بہت رباطیں بنی ہوئی ہیں مگر ایک ایک رباط ایک ایک مذہب والے کے لیے خاص ہے
مثلاً حنفیون کی جدا ہے اور شافعیون کی جدا تو اس شخص کو جائز نہیں کہ جونسی میں چاہے اُسمین ٹھہر کر اُس کے وقف میں سے کھاوے
بلکہ جس مذہب کا خود ہو اُس مذہب والون کی رباط کو پوچھنا چاہیے اور اس میں ٹھہرنا چاہیے کیونکہ رباط اور مدرسے شہرون مین
محصور ہی ہوتے ہیں تو محصور کے اختلاط کی صورت میں بدون تمیز کے اقدام درست نہیں **مسئلہ** جن جگہون میں کہ ہم نے سوال کو ورع
ٹھہرایا ہے تو وہان یہ نہیں جائز ہے کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمھارا مال یا کھانا کیسا ہے کیونکہ وہ اس صورت میں غصہ ہوگا
بلکہ اگر وہ غصہ نہو تو اس سے پوچھنے کا مضائقہ نہیں اور جب یقین ہو کہ اُسکا مال اکثر حرام ہے تو اُسوقت تفتیش کرنی واجب ہے اور پھر یہ
پروا نہ کرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا اس لیے کہ ظالم کو تو اس سے زیادہ ایذا دینی ضرور ہے اور غالب یہ ہے کہ اسطرح کا آدمی سوال
سے غصہ بھی نہ کریگا ہان اگر شک پڑے اور چیز اپنے وکیل خواہ غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار یا نوکر چاکر کے ہاتھ سے پہونچے تو جائز ہے کہ اُن سے
تفتیش کرے کیونکہ وہ اُس کے سوال سے غصہ نہونگے علاوہ ازین اُنسے سوال اسلیے چاہیے کہ اُنکو حلال کا طریقہ تعلیم کرے اور اسیوجہ
سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے غلام کی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضؓ نے اُس شخص سے تفتیش کی جس نے آپ کو زکوٰۃ کے اونٹون
کا دودھ پلایا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضؓ جب آپ کی خدمت میں بہت سا مال لے کر آئے تو اُنسے پوچھا کہ بھلے مانس کیا یہ سب طیب ہے
یا نہیں وجہ کہ آپ کو کثرت مال سے تعجب ہوا اور حضرت ابوہریرہ رضؓ آپ کی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا اور یہی
وجہ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے کے نزدیک امام کے عدل اور نرمی کی نسبت کوئی زیادہ محبوب چیز نہیں اور نہ اُس کے
جور و ستم سے زیادہ کوئی بُری چیز **مسئلہ** حارث محاسبی رحؒ کا یہ قول ہے کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی ایسا ہو کہ اُس سے تفتیش
کرنے سے خفا نہو تب بھی ورع کے رو سے اُس سے تفتیش کرنی چاہیے کیونکہ کیا عجب ہے کہ جو چیز اُس سے پوشیدہ تھی وہ اُسپر
ظاہر ہو جاوے تو گویا یہی شخص اُس کی پردہ دری کا باعث ہوگا اور انجام کو دونون میں بغض پڑ جاویگا اور واقع میں انھون نے خوب کہا
اسلیے کہ تفتیش جس صورت میں کہ مقتضائے احتیاط اور ورع کے ہے اور واجب نہیں ہے تو ان جیسی باتون میں احتیاط اور ورع یہی ہے
کہ پردہ دری سے اجتناب کیا جاوے اور بغض پیدا کرنے والی بات سے احتراز رہے اور محاسبی رحؒ نے اتنا اور کہا ہے کہ اگر اُس شخص
کو کچھ شبہہ بھی ہو تب بھی تفتیش نہ کرے اور اُس پر یون گمان رکھے کہ مجکو مال طیب ہی کھلاوے گا اور بُرا مال مجھ سے علیحدہ رکھے گا
اور اگر اُس کے دل کو تسکین نہ ہو تو کسی عمدہ بہانہ سے نہ کھاوے مگر تفتیش سے اُسکی پردہ دری نہ کرے اسلیے کہ مین نے کسی عالم کو نہین
دیکھا کہ اُسنے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود اُن کے زاہد ہونے کی شہرت کے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب مال میں تھوڑا سا
حرام ملگیا ہو تو مسامحت کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہے کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا ہو چنانچہ اُنکے قول میں لفظ شبہہ اسی پر دلالت کرتا
ہے اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اُسکا یہ حکم نہیں پس تفتیش کرنے والے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہیے **مسئلہ** بعض لوگ کبھی کہنے لگتے ہیں
کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اُس سے استفسار کرنے میں کیا فائدہ ہے کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہے وہ عجب نہیں کہ جھوٹ
بھی بول دے اور اگر اس باب میں اُسکو امین جاننا چاہیے تو حلال مال کے باب میں بھی اُس کی دیانت پر اعتماد چاہیے تو اُسکا جواب

یہ ہے کہ جب تم کو معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال مین حرام مخلوط ہے اور اُسکی ضیافت مین کھانے سے یا اُس کا ہدیہ قبول کرنے سے کوئی اُس کا مطلب نکلتا ہے
تو اس صورت مین البتہ اُس کے قول پر اعتماد نہ چاہیے اور اُس سے استفسار کرنے مین بلاشبہ کچھ فائدہ نہین بلکہ چاہیے کہ اُس کے سوا
دوسرے شخص سے استفسار کرے اسی طرح اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے کے لیے اُس کی بیع کا راغب ہو تو اُس کے یہ
کہدینے سے کہ یہ چیز حلال ہے اعتماد و اثوق نہ ہوگا اور نہ اُس سے استفسار کرنے سے کچھ فائدہ ہے بلکہ سوال دوسرے شخص
سے کرنا چاہیے غرضکہ قابض سے استفسار اسی صورت مین چاہیے کہ اُسکی کوئی غرض متعلق نہ ہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے
کہ یہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہے یا جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کا حال پوچھا تھا کہ اس طرح کے
سوال سے نہ قابض کو ایذا ہے اور نہ یہ کہدینے مین اُس کی کوئی غرض ہے اسی طرح اگر دوسرے کو یون کہے کہ تم کو طریقہ کسب حلال کا
معلوم نہین اور اُس کے جواب مین وہ اپنا طریق صحیح تبلادے تو تہمت نہ کیا جاویگا ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خادم سے استفسار کرے
اس نظر سے کہ اُنکے کمانے کا طریق معلوم نہ ہو تو ایسی جگہ استفسار مفید پڑے گا اور جس صورت مین کہ مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ
متہم ہو تو اُسکا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے اور جب ایک مرد عادل کچھ حال بتادے تو اُسکا قول قبول کرے اور اگر فاسق کچھ حال
کہے اور قرینہ حالیہ سے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ نہین کہتا اسلیے کہ اُسکو اسمین کچھ غرض نہین تو فاسق کے قول کو قبول کرنا بھی جائز ہے کیونکہ
یہ معاملہ اُس کے اور خداے تعالے کے درمیان ہے اور یہان مطلوب نفس کا اطمینان ہے اور بعض اوقات فاسق کے قول سے اعتماد و ثوق
حاصل ہوتا ہے کہ بعض حالتون مین عادل کے قول سے بھی نہین ہوتا اور یہ کلیہ نہین کہ جو فاسق ہو وہ جھوٹ ہی بولا کرے۔ اور نہ یہ ہے
کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے وہ سچ ہی کہا کرے ہان گواہی کا مدار جو ظاہری عدالت پر ہے وہ حکم کی ضرورت سے ہے کیونکہ
دلون پر اطلاع نہین ہوسکتی اور حضرت امام ابوحنیفہ رح نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کو تم
پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ مرتکب گناہون کا ہوتا ہے لیکن وہ شخص جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہے تو تم اُس کا اعتبار
کرلیتے ہو اسی طرح تمیز دار لڑکا جس کا حال تم کو معلوم ہو کہ اُسکے مزاج مین استقلال ہے تو اُس کے کہنے سے بھی وثوق حاصل ہوجاتا ہے اور
اُس پر اعتماد کرنا درست ہے لیکن اگر کوئی مجہول شخص جس کا حال کچھ معلوم نہ ہو خبر دے تو یہ اُن لوگون مین سے ہے جن کے قبضہ مین کی چیز
کو کھانا ہم نے جائز لکھا ہے اس وجہ سے کہ اُس کا قبضہ بظاہر ملک کی دلیل ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اُسکا مسلمان ہونا اُسکی
راست گوئی کی دلیل ظاہر ہے مگر تامل اسی صورت مین ہے اور اُسکا قول کچھ نہ کچھ تاثیر نفس مین کرتا ہے یہان تک کہ اگر ایسے ہی بہت آدمی کسی
بات پر متفق ہون تو ظن غالب ہوجاوے لیکن ایک کے قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہے پس اُسکی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیے کہ ذہن کتنی ہے
اسلیے کہ ان جیسی جگہون مین دل ہی حکم کیا کرتا ہے اور دل کو خفیہ قرینے ایسے سوجھتے ہین کہ اُنکے بیان سے زبان قاصر ہے تو اسمین
تامل کرنا ضروری ہوا اور اُس کی طرف التفات کے واجب ہونے کی یہ دلیل ہے کہ عقبہ بن حارث آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے
اور عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اُس کے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اور اُسنے کہا کہ مین نے تم دونون کو دودھ
پلایا ہے اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دے اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ لونڈی سیاہ فام

اخرج البخاری عن عقبہ بن حارث ۱۲

دلیل ہے آپ نے فرمایا کہ آخر اُس نے کہا تو کہ تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تیرے لیے اُس منکوحہ میں بہتری نہیں تو اُس کو چھوڑ دے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کیسے نہ چھوڑے گا اب یہ جو کہا گیا (یعنی ایک عورت کا دونوں کو دودھ پلانا زبان زد ہو گیا) اور جس صورت میں کہ مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہ ہو اور نہ کوئی ایسی علامت ظاہر ہو جس سے اُس امر میں اُسکی کوئی غرض پائی جاتی ہو تو اُس کے کہنے کا اثر دل میں ضرور ہوتا ہے اور یہیں وجہ احتراز ایسی صورت میں موکد ہے اور اگر اُس کے قول کو دل پر اطمینان ہو جاوے تو احتراز واجب اور لازم ہو جاتا ہے **مسئلہ** جس صورت میں استفسار واجب ہے اگر اُسمیں دو عادل شخصوں یا دو فاسقوں کے قول ایک دوسرے کی ضد پڑیں تو دونوں کا اعتبار نہ کیا جاوے گا اور جائز ہے کہ اپنے دل میں ایک عادل کے قول کو ترجیح دے لے خواہ ایک فاسق کے قول کو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں طرفوں میں سے ایک کو کثرت کے باعث خواہ اس خصوصیت سے کہ اُسکو تجربہ اور حالات سے واقفیت زیادہ ہے ترجیح دے لیوے اور اس مسئلہ کی صورتیں اکثر پیش آیا کرتی ہیں **مسئلہ** ایک خاص قسم کا اسباب لوٹا گیا اور اُس قسم کے اسباب میں سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہے اور دوسرا شخص اُسکو اُس سے مول لیا چاہتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ چیز لوٹ میں کی نہ ہو تو مشتری کو خریدنا درست ہے یا نہیں تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر بائع نیک بختی میں معروف ہو اور مشتری بھی اُسکو صالح جانتا ہو تو خریدنا درست ہے اور چھوڑنا ورع ہے اور اگر بائع مجہول الحال ہو کہ اُسکا کچھ حال معلوم نہ ہو تو اب یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس قسم کی چیز بدون لُٹی ہوئی بھی بہت ملتی ہو تب تو مشتری کو جائز ہے کہ خرید کر لے اور اگر اُس جگہ میں وہ چیز کمیاب تھی مگر لُوٹ سے بہت ہو گئی تو اس صورت میں حلت پر دلالت صرف قبضہ کی رہ گئی اور اُسکے معارض ایک علامت خاص ہوئی یعنی شکل اُس اسباب کی اور قسم تو اب اُسکی خرید سے باز رہنا ورع مہم ہے مگر وجوب ورع میں تامل ہے کیونکہ علامت متعارض ہے اور مبہم اور کوئی حکم نہیں کر سکتے بجز اسکے کہ مشتری کے دل پر حوالہ کر دیں تاکہ وہ اپنے جی میں قوی بات کو تامل کر لے اگر اُسکے دل میں اسی بات کو قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہے تو اُسکو اُسکا نہ لینا لازم ہے ورنہ خریدنا حلال ہے۔ اور اسطرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہو جاتے ہیں اور بہت لوگ اُنکو نہیں پہچانتے پس جو کوئی اُن سے محترز رہیگا وہ اپنی آبرو اور دین محفوظ رکھیگا اور جو کوئی اُن میں گھسے گا وہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالیگا **مسئلہ** اگر کوئی یوں کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی دودھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اسکا حال استفسار فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ بکری کا ہے آپ نے بکری کو پوچھا کہ کہاں کی تھی جب اُس کا حال بیان کر دیا گیا تو آپ خاموش ہو رہے تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ مال کی اصل کا استفسار واجب ہے یا نہیں اور اگر واجب ہے تو ایک اصل کا ہے یا دو کا یا تین کا اور اس باب میں قاعدہ کیا ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اصل کا حال پوچھنے میں کوئی قاعدہ اور حد مقرر نہیں بلکہ جس شبہہ کے باعث سے اس استفسار کی نوبت ہوئی ہے اُسی کو دیکھنا پڑتا ہے کبھی تو سوال واجب ہوتا ہے اور کبھی ورع کے طور پر ہوتا ہے اور جس جگہ شبہہ منقطع ہو جاتا ہے اُسی جگہ استفسار موقوف ہو جاتا ہے اُسکی کچھ حد نہیں اور یہ شبہہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً اگر اس بات میں شبہہ ہو کہ فلانے کے پاس یہ چیز بوجہ حلال پہونچی یا نہیں تو جسوقت یہ کہدیگا کہ میں نے اُسکو مول لیا ہے تو ایک ہی سوال میں شبہہ منقطع ہو جاویگا اور اگر وہ کہے کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے تو شک پڑا کہ بکری کہاں سے آئی ہوگی اس صورت میں اگر کہدیگا کہ میں نے مول لی ہے تو شبہہ جاتا رہیگا اور اگر یہ دونوں کا حال دیکھکر کہ جو کچھ اُنکے پاس ہے وہ چھینا ہوا مال ہے اور اُسکی نسل جاری رہتی ہے تو شبہہ لگا تو شبہہ اتنا کہنے سے نہ جائے گا

[illegible]

کہ دودھ میری بکری کا ہی یا میری بکری کی بچھیا کا ہی ہان اگر اُس بکری کو کہیگا کہ مجکو وراثت مین باپ سے پہونچی ہی اور اُس کا باپ مجہول الحال ہوگا
تو البتہ استفسار منقطع ہو جاویگا اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت کھلجا دے گی اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکا
اکثر مال حرام تھا تو تناسل کے ہونے اور مدت کے گذرنے اور وراثت کے جاری ہونے سے اُسکا حکم متغیر نہوگا ہان مال کی اصل کے استفسار مین
ان باتونکو تامل کرنا چاہیے **مسئلہ** مجھسے یہ سوال ہوا کہ کچھ لوگ صوفی ایک خانقاہ مین رہتے ہین اور جو شخص متولی خانقاہ ہی اُس کے پاس ایک
وقف تو ایسا ہی جو خانقاہ والون کے لیے ہی اور دوسرا ایسا ہی جو اور لوگون کے لیے ہی اور متولی مذکور دونون وقفون کا مال ملا کر ان
خانقاہ کے لوگون کو کھانا کھلاتا ہی تو اُسکا کھانا صوفیون کو حلال ہی یا حرام یا شبہہ مین نے یہ جواب دیا کہ اصل مسئلہ مین سات
اصولون کی طرف رجوع کرنا چاہیے **اصل اول** یہ کہ جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیون کے سامنے لاتا ہی غالبًا اُس کو داد و ستد سے
خریدتا ہوگا یعنی الفاظ بیع و شرا کے نہ ادا کیے جاتے ہونگے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ داد و ستد سے بدون کہنے الفاظ بیع و شرا کے
بیع درست ہو جاتی ہی خصوصًا کھانے کی چیزون اور کم قیمت والی چیزون مین تو اس کھانے مین اس اصل کے بموجب صرف شبہہ خلاف ہی
دوسری اصل یہ کہ دیکھنا چاہیے کہ خادم اُس کھانے کو مال حرام دیکر لیتا ہی یا اُدھار خریدتا ہی اگر مال حرام کے بدلے مین لیتا ہی تو وہ کھانا
حرام ہی اور اگر معلوم نہو کہ کیسے خریدتا ہی تو غالب یہی ہی کہ اُدھار لیتا ہو اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہی تو اس اصل کے بموجب بھی حرمت نہین
ثابت ہوتی بلکہ شبہہ احتمال بعید کا پیدا ہوتا ہی یعنی خادم نے مال حرام دیکر لیا ہو **تیسری اصل** یہ کہ خادم وہ کھانا کہان سے مول لیتا
ہی اگر ایسے شخص سے مول لیتا ہی جس کا اکثر مال حرام ہی تو درست نہین اور اگر ایسے سے لیتا ہی جسکا کمتر مال حرام ہی تو اسمین تامل ہی جیسے
ہمنے اوپر بیان کیا اور جبکہ معلوم نہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اُسپر عمل کرنا درست ہی کہ اُس نے ایسے ہی سے لیا ہی جسکا مال حلال ہی یا جسکا حال
مشتری کو یقینًا معلوم نہین جیسے مجہول الحال ہوتا ہی اور ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجہول الحال سے خریدنا جائز ہی اسلیے غالب یہی ہی تو اس اصل
سے بھی حرمت نہین پیدا ہوتی بلکہ شبہہ احتمال ہوتا ہے **چوتھی اصل** یہ کہ کھانا اپنے لیے خرید کرتا ہی یا اورون کے لیے کیونکہ
متولی اور خادم مثل نائب کے ہوتے ہین اور نائب کو اختیار ہی چاہے اپنے لیے لے چاہے دوسرون کے لیے لیکن یہ امر نیت سے ہوتا ہی
یا صریح الفاظ سے اور جس صورت مین کہ خرید داد و ستد سے ہوئی ہی تو الفاظ کہان بولے گئے ہونگے اور غالبًا متولی یا خادم داد و ستد
کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہو اور قصائی اور نانبائی اور دوسرے معاملہ کرنیوالے اُسی پر اعتماد کیے ہونگے اور اُس کے
ہاتھ بیچتے ہونگے نہ اُن لوگون کے ہاتھ جو موجود نہین تو یہ بیع بلا شبہہ متولی کی طرف سے ہووے گی اور مبیع اُس کی ملک
مین داخل ہوگی اس صورت مین نہ حرمت ہی اور نہ شبہہ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ صوفی متولی کی ملک کھاتے ہین
پانچوین اصل یہ کہ خادم جو اُنکے سامنے کھانا رکھتا ہی اُس کو ضیافت خواہ ہدیہ بلا عوض نہین ٹھہرا سکتے کیونکہ متولی اُس پر راضی
نہ ہوگا بلکہ وہ اسلیے رکھتا ہی کہ اُسکا عوض وقف مین سے ملنے کا اُسکو اعتماد ہی تو واقع مین یہ معاوضہ ہوا مگر بیع اور قرض
دینا نہین کیونکہ اگر بالفرض اُن سے ثمن مانگنے لگے تو بعید جانا جاویگا اور قرینہ حال سے بھی کچھ معلوم نہین ہوتا تو اسطرح صورت
کو بھی کہہ سکتے ہین کہ ہدیہ بشرط عوض ہی یعنی ایسا ہدیہ ہی کہ جسمین ہدیہ کرنے والے نے کوئی لفظ نہین کہا مگر قرینہ اسکے حال کا

ہو چاہتا ہی کہ عوض کا طالع ہو اور ایسا ہدیہ صحیح ہی اور عوض بھی لازم ہی اور یہان خادم کو کوئی اور عوض کی طمع نہین بجز اس کے کہ جو کچھ
ان لوگون کا حق وقف مین ہو اس کو لیوے اور اس سے نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض ادا کرے تو اس اصل مین کچھ
شبہہ بھی نہین کیونکہ طمع عوض ہدیہ دینے اور رکھانا سامنے رکھنے مین لفظون کا کرنا شرط نہین اور جو لوگ کہ طمع عوض کے ساتھ ہدیہ کو درست
نہین کہتے ہین اُن کے قول کی پروا نہین کرنی چاہیے **چھٹی اصل** یہ ہی کہ جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم ہوتا ہی وہ کتنا ہو اس مین اختلاف ہے
بعضون کا یہ قول ہی کہ اتنا ہو کہ ادنی درجہ کا مال کہہ سکین اور بعضون نے کہا ہی بمقدار قیمت ہدیہ کے ہونا چاہیے اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جسقدر
میں ہدیہ دینے والا راضی ہوجاوے اسقدر چاہیے گو وہ چیز کی قیمت کا دو نا کتنا ہو جاوے اور قول صحیح یہی ہی کہ عوض واہب کے رضا کا
... ہوتا ہی اگر وہ راضی نہین ہوتا تو اُس کو واپس کر دیتا ہی اور صورت مفروضہ مین خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف مین سے
ملتا ہی اسپر راضی ہی اب یہ تین صورتون سے خالی نہین یا تو یہ کہ جتنا اُس نے کھانے مین صرف کیا اُسی قدر وقف مین سے ملا تو
کچھ خدشہ نہین یا یہ کہ اُس مقدار سے کم ملا اور اسپر خادم راضی ہوگیا تو اس صورت مین بھی معاملہ ٹھیک ہوا یا یہ کہ خادم راضی نہ ہوتا
بشرطیکہ اُس کے قبضہ مین دوسرا وقت نہ ہوتا جسکو وہ اُنہین ساکنین کی قوت سے تحصیل کرتا ہی تو اس صورت مین وہ ایسے عوض پر راضی
ہوا جسمین کچھ حلال اور کچھ حرام مگر حرام اُن رہنے والونکے ہاتھ مین نہین آیا تو ایسی صورت ہوئی کہ گویا چیز کے ثمن مین خلل واقع
ہوا جسکا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت مین حرمت کا مقتضی ہی اور کونسی مین شبہہ کا اور مقتضی حرمت کا نہین جیسی ہمنے اوپر تفصیل
کی ہی اور نہ یہ ہی کہ جس ہدیہ کے سبب ہدیہ دینے والا احرام تک پہونچے وہ ہدیہ خود حرام ہوجاوے **ساتوین اصل** یہ ہی کہ خادم
نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض دونون وقفون کی پیداوار سے ادا کرتا ہی پس اگر جتنا کھانا صوفیون نے کھایا اُسیقدر اُن کے وقف
مین سے اُن لوگون کے پاس پہونچا ہی تو معاملہ ٹھیک ہوا اور اگر اُسقدر سے کم پہونچا ہی تو انجام کو راضی ہوگئے ہین خواہ ثمن حلال کا تھا یا
حرام کا تو یہ صورت بھی کھانے کے ثمن مین خلل پڑنے کی ہوئی اُسمین اس بیان کو دیکھنا چاہیے جو ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ ادھار خرید کے
اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اُسوقت ہی کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام سے ثمن ادا کیا اور اگر اسمین یہ بھی احتمال ہو کہ مال
حلال ہی سے ادا کیا ہی تو شبہہ اور بھی کم ہوجاویگا ان سب اصولون کے بیان کرنے سے یہ حکم نکلا کہ صوفیون کو اس مال کا کھانا حرام
نہین بلکہ شبہہ کے مال کا کھانا ہی جو ورع سے بعید ہی اس لیے کہ یہ اصول جب بہت ہوئین اور ہر ایک مین کچھ نہ احتمال رہا تو نفس مین
حرمت کا احتمال قوی ہوگیا جیسے خبر مین اسناد طویل ہوتی ہی تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہی بہ نسبت اُس صورت کے کہ سناد قریب
ہو غرضکہ اس واقعہ کا حکم یہ ہی اور یہ کثیر الوقوع ہی اور ہمنے اسکو اسلیے لکھا تا کہ تم کو معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور مشتبہ ہوتے ہین اُنکا حکم
کسطرح چاہیے اور اُنکے اصول کسطرح بنانے چاہیین کیونکہ یہ بات اکثر مفتیونکو نہین آتی

چوتھی فصل اس امر کے بیان مین کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کس طرح بری ہو۔ واضح ہو کہ جو شخص توبہ کرے اور اُسکے قبضہ مین
مال مخلوط ہو تو اُسپر دو باتین لازم ہین اوّل جدا کرنا مال حرام کا اپنے مال مین سے دوم اُس کا صرف کرنا اس لیے اس فصل کو دو بیانون
مین منقسم کیا جاتا ہے

بیان اول مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت میں۔ جاننا چاہیے کہ جو شخص توبہ کرے اور اس کے قبضہ میں کوئی چیز غصب کی یا ودیعت
وغیرہ کی ہو جسکا حرام ہو تو اسکو اسکا علیحدہ کرنا سہل ہے اور اگر مال حرام اسکے مال میں ملا جلا ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو ایسا مال ہے جو مثلی یعنی
وزنی خواہ کیلی ہے جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ یا ایسا ہے جو مثلی نہیں جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام
سب میں ملا جلا ہو مثلاً ایک شخص نے تجارت میں کچھ مال پیدا کیا اور جانتا ہے کہ میں نے بعض مال کو نفع پر بیچنے میں جھوٹ بولا ہے اور بعض میں بیع
کیا ہے یا کسی شخص نے تیل غصب کر کے اپنے تیل میں ملا لیا یا غلہ اور نقدی روپیہ اشرفی میں ایسا ہی کیا تو اب دو حال سے خالی نہیں یا
تو مال حرام کی مقدار اسکو معلوم ہے یا نہیں اگر معلوم ہے یعنی جانتا ہے کہ مثلاً سب مال میں نصفی حرام ہے تو اس کو چاہیے کہ نصف مال
علیحدہ کر دے اور اگر مقدار معلوم نہ ہو تو اسکے دو طریق ہیں اول یہ کہ یقین کو اختیار کرے دوم یہ کہ غلبہ ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے مشتبہ
ہونے کی صورت میں علما کے دو قول ہیں اور ہم نماز کے باب میں یقین ہی کو اختیار کرتے ہیں اسلیے کہ اصل تو یہی ہے کہ رکعات پڑھی نہ ہوں کہ ذمہ میں نماز
رہی حکم رہیگا اور اسمیں بدون علامت قوی کے کوئی تبدیل نہ ہوگی اور رکعتوں کے شمار میں کوئی علامت ایسی نہیں جس کا اعتبار کیا جاوے
اور یہ صورت مال میں نہیں کیونکہ یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جسقدر اس کے قبضہ میں ہے سب حرام ہے بلکہ مشتبہ ہے اسی لیے اسکا غلبہ ظن پر اجتہاد
سے عمل کرنا درست ہے مگر ورع یہ ہے کہ یقین کو اختیار کرے پس اگر ورع کا ارادہ کرے تو اس میں اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر کا حلال ہونے
کا یقین ہو اسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبہ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اسکا طریق یہ ہے کہ جو مال اس کے قبضہ میں ہو اس میں
مثلاً نصف تو حلال ہے اور ثلث حرام ہے تو اس صورت میں ایک سدس مال کا مشکوک رہا اس میں غلبہ ظن پر عمل کرے اور ہر مال میں اٹکل
کا طریق یہی ہے کہ جتنی مقدار یقینی حرام ہو اسکو علیحدہ کر دے اور جس قدر یقیناً حلال ہو اسکو علیحدہ رکھے اور جس قدر میں تردد ہو اس میں
اگر غلبہ ظن حرمت کا ہو تو جدا کر دے اور اگر حلت غالب ہو تو اس کا رکھ لینا درست ہے اور ورع یہ ہے کہ اسکو بھی جدا کر دے
اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہ ہو بلکہ شک ہو تو اس کو رکھ لینا جائز ہے اور ورع کے رو سے اسکو نکالنا چاہیے اور یہ ورع موکد تر ہے
کیونکہ مال مشکوک ہے اور اس کا رکھ لینا صرف اس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ میں ہے اور اس سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ حلال ہی
غالب ہے مگر بوجہ اختلاط حرام کے یقین کے بعد ضعیف ہو گئی اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصل تو حرمت ہے تو ایسی ہی چیز لینے میں
غلبہ ظن حلال ہونے کا ہو اور یہاں دونوں طرفوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں اور ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہیں
ہوتی تو یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہو گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ تو مانا کہ اس نے یقینی بات کو اختیار کیا لیکن جس مال کو وہ نکالیگا اس کو
کیا معلوم ہے کہ حرام وہی ہے شاید جو اسکے پاس بچیگا حرام وہی ہو تو ایسی صورت میں اسکا حرام کو علیحدہ کرنا بیکار رہا اور اگر یہ صورت
درست ہے تو یہ بھی درست ہونی چاہیے کہ جیسے ایک مردار کو ذبیحوں میں ملا دے تو دسواں حصہ کل کا ہوا اس صورت میں وہ شخص دس میں
ایک کو چاہے حرام جانکر نکال ڈالے اور باقی کو رہنے دے اور ان کو حلال جانے لیکن تم اس میں یہ کہتے ہو کہ شاید حرام انہیں نو میں
جو اسنے رکھ لی ہیں بلکہ اگر وہ نو کو نکال ڈالیگا اور ایک رکھ لیگا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار یہی ہو پھر
مال باقی کو کیسے حلال بتاتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جب درست ہو کہ مال اور مردار کا ایک سا حال ہوتا حالانکہ ایسا نہیں تو

بعوض نکالنے سے حلال ہوجاتا ہی اس لیے کہ معاوضہ مال پر جاری ہی اور مردار مین معاوضہ چل نہین سکتا اس لیے دونون کا حکم جدا جدا ہوا اب
اس اعتراض کے دفع کرنے کے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص کے پاس دو درم ہین جن مین سے ایک حرام ہے اور وہ معلوم
نہین کہ کون سا ہی حضرت امام احمد رح سے جو اس قسم کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دونون کو چھوڑ دے یہان تک کہ اُس کو
معلوم ہوجاوے اور آپ نے ایک برتن کو گرو رکھا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا اور کہا کہ مجھکو
معلوم نہین کہ آپکا برتن کون سا ہی آپ نے دونون کو نہ لیا مرتہن نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے مجھکو فقط آپ کا امتحان منظور
تھا آپ نے اُس کا قرض دے دیا اور برتن نہ لیا اور یہ آپ کا ورع تھا یہ بات واجب نہین مثلاً مسئلہ مذکورہ مین فرض کرو کہ اُس
درم ثانی کا مالک معین اُس وقت موجود ہی تو جب قابض نے اُس کو دونون درمون سے ایک دے دیا تو وہ حقیقت حال کو جانکر
راضی ہوگیا تو قابض کو دوسرا درم حلال ہوگیا اس لیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو یہ درم جو مالک کو ملا خدا تعالے کے علم
مین وہی ہی جو قابض نے اُس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہوگیا اور اگر وہ دوسرا درم ہی تو اس صورت مین ان دونون شخصون
مین سے ہر ایک کا درم دوسرے کے پاس ہی تو احتیاط یہی چاہتی ہی کہ یہ ایک دوسرے سے بلفظ بیع معاوضہ کر لین اور
اگر نہ کرین گے تب بھی داد وستد سے ایک کا حق دوسرے کے حق سے مجرا ہوجاویگا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب کے پاس سے مالک
کا درم جاتا رہا اور اُسکا بعینہ ملنا دشوار ہوگیا تو تاوان کا مستحق ہوا پس جو درم مالک کے پاس آیا وہ گویا تاوان اُسکے درم کا دوسرے شخص
سے ملا ہی اور یہ صورت مالک کی جانب تو بن گئی اسلیے کہ جسکی خاطر ضمان لیا جاتا ہی وہ شخص ضمان کا مالک بفور قبضہ کرنے کے ہوجاتا ہی کچھ منھ
سے کہنے کی ضرورت نہین مگر قابض کی جانب یہ صورت نہین بنتی کیونکہ اُس کے پاس کا درم اگر خود اُسکا نہین تو اُس کی ملک مین داخل نہین ہوا
مگر ہم کہتے ہین کہ اگر اُسنے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اُسکا بھی ایک درم مالک کے ہاتھ مین جاتا رہا جسکا بعینہ ملنا ممکن نہین تو وہ بھی ایسا
ہی جیسا کھو یا جاوے تو وہ درم جو اُس کے پاس رہا وہ خدا کے علم مین اسیکا عوض رہا جو اُسکا کھو یا گیا اگر واقع مین ایسا ہی ہوا ہے
اور یہ مبادلہ خدا تعالی کے علم مین ہوجاویگا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضائع کردین تو بدلہ ہوجاویگا اور کسی سے تاوان
نہ لیا جاویگا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ مین دونون شخص اپنے اپنے ہاتھ کا درم دریا مین ڈال دین یا جلا دین تو ایسا ہی ہی جیسے تلف
کر دیا اور کسی پر تاوان نہ ہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا حق مجرا ہوگیا تو ایسا ہی اُس صورت مین حکم چاہیے جبکہ تلف نہوا ہو کیونکہ اس حکم کا
قائل ہونا اس سے اچھا ہی کہ یون کہا جائے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھ مین ویسے کے ملا دے تو سارا مال دوسرے شخص پر
ممنوع التصرف ہوجاویگا اسمین اسکو تصرف کرنا درست نہین تو دیکھو کہ اس مذہب مین کتنی دوری ہی اور جو حکم ہمنے بیان کیا ہی اسمین بجز اسکے
اور کوئی بات نہین کہ لفظ بیع کو ترک کردیا ہی حالانکہ داد وستد بھی بیع ہی اور جو کوئی اُسکو بیع نہین کہتا تو ایسی جگہ نہین کہتا کہ اُسمین احتمال کو دخل
ہو اس وجہ سے کہ فعل اُسکی دلالت کو ضعیف کردیتا ہی اور جس جگہ کہ تلفظ ہوسکتا ہو اور یہان اُسکا دینا اور اپنا لینا قطعاً مبادلہ کے لیے ہی
اور بیع ہو نہین سکتی اسلیے کہ بیع نہ تو مشار الیہ ہی اور نہ بعینہ معلوم ہی علاوہ ازین بعض صورتین ایسی ہین کہ بیع کو قبول نہین کرتین
جیسے مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کے ہزار رطل آٹے مین ملا دے یا دوشاب خرما اور ترچھوہارے اسی طرح ملا دے اور یہی حال

ہر ایک چیز کا ہی جسکا ایک حصہ دوسرے کے بدلے مین بیع نہین کیا جاتا۔ اب اگر کوئی یون کہے کہ تم نے اس جیسی صورت مین اپنے حق کے موافق
لے لینے کو جائز رکھا ہی اور اُسکو بیع قرار دیتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اسکو ہم بیع قرار نہین دیتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ چونکہ وہ چیز عوض ہی اُس
چیز کا جو دوسرے کے پاس سے جاتی رہی اسلیے وہ اُس کا مالک ہو جائیگا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے تلف کر دیے اور مالک
نے اُسی قدر تلف کنندہ کے لے لیے تو وہ اُنکا مالک ہو جائیگا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ مال والا بھی اس بات پر اُسکا موافق ہو اور
اگر وہ موافق نہو اور یون کہے کہ مین تو ہرگز درم کوئی نہ لونگا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی لونگا اگر وہ رل مل گیا ہی تو مین نہ چھوڑتا ہون
نہ معاف کرتا ہون اور تجھپر تیرا مال بیکار کیے دیتا ہون کہ تو بھی تصرف نہ کرے تو اس صورت مین ہم کہتے ہین کہ قاضی پر لازم ہے
کہ اُس شخص کی طرف سے نائب ہو کر اُس کا حق دوسرے شخص کے پاس سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اُسکو حلال ہو جاوے کیونکہ یہ
حق والے کی ہٹ دھرمی اور تنگ گیری ہی اور شریعت مین کہین ایسی تنگی وارد نہین ہوئی اور اگر قاضی بھی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیے
کہ کسی شخص دیانت دار کو کہدے کہ وہ حق دار کی طرف سے اُسکا حق قبض کر لے اور اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص خود متولی قبض ہو کر
اُس کا حق اس نیت سے علیحدہ کر دے کہ یہ اُسکو دے دونگا اس صورت مین یہ حق اُس حق دار کے لیے متعین ہو جائے گا اور باقی
مال اُسکو حلال ہو جائیگا اور یہ بات مائعات کے مخلوط ہو جانے کی صورت مین ظاہر اور لازم تر ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ اس تقریر کے
بموجب چاہیے کہ حق دار کا حق اُسکے ذمہ اُدھار ہو جاوے تو پھر اول جدا کرنے کی اور باقی مین تصرف کرنے کی کیا حاجت ہی بلکہ یہی
کہ اُسکو لے لینا حلال ہونا چاہیے تو اُس کا جواب یہ ہی کہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب تک مقدار حرام کی رہے تب تک اُسکو
اُسمین سے لینا حلال ہی مثلاً سو روپیون مین اگر چار ملجاوین تو چھیانوے روپیہ تک لینا درست ہی اور کُل کا لینا درست نہین اور نہ
نہ کوئی اُسکو جائز کہتا ہی اور بعض لوگون نے فرمایا ہی کہ جب تک بمقدار حرام مال مین سے بسبب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہو جاوے اُسوقت
تک اُسکو لینا درست نہین اور کچھ یہ کہتے ہین کہ دوسرے کو اُس شخص سے لینا درست ہی مگر اُسکو دینا نہ چاہیے اگر وہ اُس مال کو تصرف کر کے کسی
اور کو دیگا تو گناہ اُسکے ذمہ ہوگا نہ لینے والے کے ذمہ لیکن کل مال کا لینا کسی نے تجویز نہین کیا اور یہ اس لیے کہ اگر مالک پیدا ہو تو وہ اُس سب
مال مین سے اپنا حق لے سکتا ہی کیونکہ وہ کہہ سکتا ہی کہ شاید جو مجھکو ملیگا وہ بعینہ میرا حق ہوا اور جب قابض قدر حرام کو معین کر دیگا اور غیر کا
حق نکالکر علیحدہ کر دیگا تو یہ احتمال جاتا رہیگا پس اس احتمال کی جہت سے اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دی جاوے گی اور جو چیز کہ
اقرب الی الحق ہوتی ہی اُسکو مقدم کیا کرتے ہین جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہین اور خود بعینہ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہین اسی طرح
جسمین رجوع بمثل کا احتمال ہو وہ اُسپر مقدم ہوگی جسمین قیمت کی طرف رجوع کا احتمال ہو اور جسمین رجوع بالعین کا احتمال ہو وہ اُس سے مقدم
ہوگی جسمین رجوع بالمثل کا احتمال ہو اور اگر بالفرض قابض کے لیے یہ بات درست ہو وے کہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ اُدھار کر کے اُسکا
حق صرف کر ڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیے کہ دونون درم لیکر تصرف کر ڈالے اور قابض سے کہے کہ تیرے حق
کو ادا کرنا دوسری جگہ سے میرے ذمہ ہی کیونکہ اختلاط تو دونون کی چیز کا ہی تو قابض کے لیے کونسی ترجیح ہی کہ دوسرے سے اس
باب مین مقدم کیا جاوے یا دوسرے کے مال کو فائت قرار دیا جاوے ہان اگر کمتر بہت مین ملگیا ہو تو فرض کر سکتے ہین کہ تھوڑا

ہوست میں جاتا رہا یا جسنے ملایا اُسکے اعتبار سے قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے کے حق کا تلف کرنے والا ہوا اور یہ دونوں
باتیں یہاں نہیں اور یہ معاوضہ مثلی چیزوں میں واضح ہے اسلیے کہ مثلی چیزیں اتلافات میں بدون عقد کے بھی عوض ہوجاتی ہیں لیکن
جس صورت میں کہ کوئی مکان اور مکانوں میں یا ایک غلام دوسرے غلاموں میں مشتبہ ہوجاوے تو اُس میں سبیل بجز صلح اور
تراضی کے اور کچھ نہیں اور اگر وہ مانے بدون اس بات کے خاص اپنا ہی لے اور قابض سے یہ ہو نہ سکتا ہو اور دوسرا یہ چاہے
کہ قابض پر سب مالک اُسکی بیکار اور ملتوی کر دیوے تو یہ مکانات ایک دوسرے کے مثل ہوں تب تو یہ طور ہے کہ قاضی سب
مکانات کو بیچ کر حصہ رسد اُنکی قیمت مالکوں کو دے دے اور اگر مکانات قیمت میں مختلف ہوں تو قاضی بیع کے طالب سے
سب سے نفیس مکان کے دام لیکر جو بیچ نہیں چاہتا تھا اُسکو وقتی قیمت حوالہ کردے اور جسقدر بیچ رہے اُس میں توقف کیے جبتک
مدعی بیان کرے یا آپس میں دونوں صلح کرلیں اس لیے کہ یہ صورت مشکل ہے اور اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص کہ اپنے آپ کو حرام سے بچایا
چاہتا ہے اور کل پر قابض ہے وہ خود امر آخر کا کفیل ہو بہتری اسی میں ہے اور اُسکے سوا اور احتمالات ضعیف ہیں جنکو ہم بیان نہیں کرتے
اور بیان سابق میں اُسکی وجہ بھی پائی جاتی ہے اور اختلاط مثلیات میں تو یہ امر ظاہر ہے اور نقدین میں اس سے کم ہے اور اسباب میں
دقیق تر ہے اس لیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہیں ہوتا اسی لیے آپس میں بیع کی حاجت ہوئی - اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہیں جنسے
اس اصل کا بیان کامل ہو مسئلہ ایک شخص کئی دوسرے شخصوں کے ساتھ مورث کا وارث ہے اور حاکم نے اُن کے مورث کی کوئی
زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے وہی قطع اس شخص کو پھیر دیا تو وہ سب وارثوں کا ہوگا اور اگر اس قطعہ کا نصف پھیرا اور اُسکا
حق بھی ترکہ میں نصف ہی ہے تب بھی دوسرے وارث اُس کے شریک ہونگے کیونکہ جو نصف اُسکا ہے وہ علیحدہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا
جاوے کہ اُسکا نصف پھر آیا اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علیحدہ نہ ہوگا اگر وہ نیت کرے کہ دوسروں
کا حصہ ہی ضبط رکھونگا مسئلہ جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور
کوئی زمین ہو جس سے کچھ پیداوار اُسکو ملا کرتا تھا تو چاہیے کہ جتنے دنوں اُسکا پیداوار کھایا ہو اتنے دنوں کا کرایہ موافق معمول
گرد و پیش کے مالک کو دیوے اسی طرح جس مال مغصوب میں سے نفع حاصل ہو سب کا حکم یہی ہے یعنی اُسکی توبہ جب ہی درست ہوگی
کہ مغصوب کی اُجرت اپنے پاس نہ رکھیگا یا جو زیادتی آپس سے حاصل ہوئی ہو اُسکو مال میں سے علیحدہ نہ کر دیگا اور غلاموں اور
کپڑوں اور برتنوں اور ایسی ہی اور چیزوں کا کرایہ جن کے کرایہ دینے کی عادت نہ ہو معلوم ہونا دشوار ہے اُسکا اندازہ صرف اٹکل و تخمینہ پر منحصر ہے
اور قیمت لگانا بہر حال اجتہاد ہی سے ہوتا ہے تو ایسی صورتوں میں احتیاط یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اُجرت لگا لیوے اور مال مغصوب
اگر نفع اسطرح حاصل ہوا ہو کہ چیزیں اُدھار خریدیں اور اُنکا دام اُس مال میں سے ادا کیا تو وہ چیزیں اُسکی ملک ہونگی مگر جس صورت میں کہ اُنکا ثمن
حرام ہوگا تو اُنمیں شبہہ ہوگا چنانچہ اُسکا حکم پہلے مذکور ہوا اور اگر مال مغصوب ہی دیکر معاملات کیے تھے تو وہ معاملے بالکل فاسد تھے اور بعض یہ کہتے
ہیں کہ اگر مالک مال اجازت دیدے تو وہ معاملات نافذ ہونگے اس صورت میں وہ چیزیں مالک کی ہونگی نہ غاصب کی اور قیاس اس
بات کا مقتضی ہے کہ یہ معاملات فسخ ہو کر ثمن پھیرا جاوے اور جس کی جو چیز ہو وہ اُسکو حوالہ کیجاوے یا اُسکا عوض دیا جاوے اور اگر کثرت

معاملات کی جہت سے یہ بات نہ ہو سکے تو جتنا مال اسکے قبضہ مین ہو سب حرام ہو مالک اسکے راس المال کے موافق دیکر جتنا بچے اُس کو نکال دینا واجب ہو تاکہ صدقہ کیا جاوے اور وہ نہ غاصب کو حلال ہو اور نہ مالک کو بلکہ اُسکا حکم اور حرام مالون کا سا ہو **مسئلہ** جو شخص مال ارث مین پاوے اور یہ نہ جانے کہ اُسکے مورث نے اسکو حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہین جس سے حلت یا حرمت معلوم ہو تو سب علما متفق ہین اس بات پہ کہ وہ مال حلال ہو اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو یقیناً کہ اُسمین حرام ہو اور بمقدار حرام مین شک ہو تو اندازے سے قدر حرام علیحدہ کر دے اور اگر حرام کے ہونے کا علم نہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہون کا عامل تھا اور احتمال ہو کہ اُسنے اپنے عمل مین کچھ نہین لیا یا لیا تھا مگر طول مدت کے باعث اُسکے پاس نہین بچا تو یہ صورت شبہہ کی ہو اُس سے ورع کرنا بہتر ہو لازم نہین ہو اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اُسپر اُس مقدار کا نکالنا لازم ہوگا اور بعض علما نے یہ فرمایا ہو کہ اُسپر نکالنا لازم نہین اور گناہ مورث کے ذمہ ہو اور اپنی دلیل مین اس روایت کو بیان کیا ہو کہ ایک شخص سلطان کا عامل مر گیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اسکا مال اُسکے وارث کے حق مین طیب ہو گیا اور یہ روایت ضعیف ہو اسوجہ سے کہ صحابی کا نام نہین بیان کیا شاید کسی ایسے شخص نے کہہ دیا ہو جو تساہل کرتے ہون کہ صحابہ مین ایسے بھی بعض اشخاص تھے جو تساہل کیا کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم اُنکا ذکر نہین کرتے سوچنے کی بات ہو کہ جب مال مین حرام یقیناً مختلط ہو تو قابض کی موت سے وہ مباح کیسے ہو جاویگا اور اُسکا ماخذ کہان سے ہوگا ہان جس صورت مین کہ وارث کو معلوم نہ ہو تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جس بات کا علم اُسکو نہین اُسکا مواخذہ اُس سے نہ ہوگا اس صورت مین جس وارث کو یہ علم نہ ہوگا کہ اُس مال مین یقیناً حرام ہے اُس کے لیے وہ طیب ہوگا -

دوسرا بیان مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین جبکہ مال حرام کو علیحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ اُس مال کا کوئی مالک معین ہو اس صورت مین اُس مال کو مالک خواہ اُسکے وارث کو حوالہ کرنا چاہیے اور اگر وہ اُس جگہ نہو تو اُسکے آنے کا انتظار کرنا چاہیے یا جس جگہ ہو اس جگہ وہ مال اُسکو پہونچا دے اور اگر اس مال مین کچھ زیادتی اور نفع ہو تو مالک کے آنے تک اُس کو بھی جمع کر رکھے دوسرے یہ کہ اُسکا مالک معین شخص نہین اور اُس کی تعیین سے یاس ہو جاوے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مرنے کے بعد اُس کا کوئی وارث بچا یا نہین پس اس صورت مین مالک کو اس مال کا پہونچنا ممکن نہین تو جب تک حال خوب واضح نہو اُس مال کو رہنے دینا چاہیے اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ مالکون کی کثرت کے باعث مال کا اُنکو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہو جیسے مال غنیمت کی خیانت کہ بعد غازیون کے متفرق ہو جانے کے اُنکو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کر پاوے تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار شخصون کو کس طرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کر دینا چاہیے تیسرے یہ کہ وہ مال فی کا یا بیت المال کا ہو جو سب مسلمانون کے فائدہ کیلیے ہوتا ہو تو اُسکو پلون اور مسجدون اور سرایون اور مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون وغیرہ امور کی تیاری مین صرف کرنا چاہیے تاکہ جو مسلمان ہان کو گذرے اُنسے فائدہ اُٹھاوے اور مسلمانون کے لیے عام ہو جاوے اور قسم اول کے حکم مین کچھ شبہہ نہین مگر دوسری قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور تیسری مین پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہین کہ اُنکا تکفل قاضی کو ہونا چاہیے تو اگر قاضی متدین ملے تو مال مذکور اُسکو حوالہ کرے اور اگر قاضی مال حرام کو حلال جانتا ہوگا تو ایسے کو مال حوالہ کرنے سے مال کا تاوان اُسکے ذمہ رہیگا ایسی صورت مین شہر والون مین سے کسی عالم متدین کو یہ کام سپرد کر دے یا قاضی

کے ساتھ اُسکو شریک کردے کہ ایک سے دو بہتر ہیں اور اگر یہ صورت بھی نہ بن پڑے تو خود اپنے آپ اُن امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنے سے ہی اور معین صرف کرنے والے کی ضرورت اسلیے ہی کہ عوام کے مصالح کے دقائق اور مصارف کی باریکیوں سے ہر کوئی واقف نہیں ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کر دینا چھوڑ نا نہ چاہیے ہاں اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اُس کا ہونا اولے ہی اسیا اگر یہ کہو کہ حرام چیز کے صدقہ کرنے کے جواز کی دلیل کیا ہی اور جس چیز کا آدمی مالک نہیں اُسکو صدقہ کیسے کریگا علاوہ ازیں کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہی کہ مال حرام سے صدقہ دینا درست ہی نہیں چنانچہ فضیل رحمہ سے منقول ہی کہ اُنکے پاس دو درم آگئے جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ بے وجہ کے ہیں تو اُنکو پتھروں میں پھینک دیا اور فرمایا کہ میں صدقہ بجز مال طیب کے اور کسی چیز کا نہ دونگا اور دوسرے کے لیے وہ چیز نہیں پسند کرتا جس کو میں اپنے لیے ناپسند کروں تو اُسکا جواب یہ ہی کہ مال حرام کو صدقہ نہ کرنے کی وجہ اور احتمال ہی مگر ہم نے اُسکا خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کے لحاظ سے اختیار کیا حدیث یہ ہی کہ جو بکری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھُنی ہوئی پیش ہوئی تھی اور آپ سے بولی تھی کہ میں حرام ہوں تو آپ نے اُسکے لیے تصدق کا ارشاد کیا تھا یعنی یہ فرمایا کہ اسکو قیدیوں کو کھلا دو اور نیز جب یہ آیت اُتری الم غلبت الروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون۔ تو کفار نے آپکو جھٹلایا اور حضرت صدیق اکبر رضہ سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں تمھارے یار کیا فرماتے ہیں یوں ارشاد کرتے ہیں کہ روم عنقریب غالب ہوگی پس حضرت صدیق اکبر رضہ نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنسے شرط بدی اور جب اللہ تعالی نے اُنکو سچا کیا تو حضرت صدیق رضہ جو کچھ شرط میں جیتے تھے کفار سے لیکر آپکی خدمت میں لائے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ حرام ہی اُنھوں نے اُسکو خیرات کردیا اور مسلمان اللہ تعالی کی نصرت عطا فرمانے سے خوش ہوے اور جوے کی حرمت بعد کو اُتری یعنی آپ حضرت صدیق رضہ کو کفار سے شرط بدنے کی اجازت دے چکے تھے اُسکے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی۔ اور اثر اس باب میں یہ ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے ایک لونڈی خریدی مگر اُسکا مالک پھر نہ ملا کہ اُسکو ثمن حوالہ کرتے آپنے اُسکی بہت تلاش کی کہیں نہ ملا پھر آپنے ثمن خیرات کردیا اور کہا کہ الٰہی یہ میں اُسکے مالک کی طرف سے دیتا ہوں اگر وہ راضی ہو تو خیر ورنہ اسکا ثواب مجھکو ملے۔ اور حضرت حسن بصری رحمہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی اور بعد لشکر کے متفرق ہونیکے توبہ کی تو اُس مال کو کیا کیا جاوے فرمایا کہ خیرات کردیا جاوے اور روایت ہی کہ ایک شخص کے دل میں بدی آئی اُسنے مال غنیمت سے سو دینار چرا لے پھر امیر لشکر کی خدمت میں اُن کو لے گیا کہ یہ مجھ سے قصور ہوا تھا اب انکو لے لیجیے اُنھوں نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہوگیا میں نہیں لونگا وہ شخص امیر معاویہ رضہ کے پاس آیا اُنھوں نے بھی وہ دینار نہ لیے تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اُسنے کہا کہ اس مال کا پانچواں حصہ امیر معاویہ رضہ کے حوالہ کر اور باقی کو خیرات کر امیر معاویہ رضہ نے جو اُسکا قول سنا تو افسوس کیا کہ ہم کو یہ نہ سوجھی اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی اور کچھ اہل ورع کا مذہب یہی ہی۔ اور قیاس اس باب میں یہ ہی کہ اس مال کا دو حال میں سے ایک حال ضرور ہونا چاہیے یا تو تلف کیا جاوے یا کسی مصرف خیر میں صرف کیا جاوے اس لیے کہ اُسکے مالک کے ملنے کی تو توقع نہیں ہے اور یہ ظاہر ہی کہ سمندر میں ڈال دینے کی نسبت کار خیر میں اسکا صرف کرنا بہتر ہی کیونکہ اگر بالفرض ہمنے اُسکو دریا میں ڈالدیا تو اپنے

ابو داؤد بروایت مردی از انصار ۱۲ مترجم

دیسا گئے ہیں روم متصل زمین میں اور وہ اس دبنے پیچھے اب غالب ہونگے کئی برس میں ۱۲ مترجم بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس قصہ کو نقل کیا ہے بروایت ابن عباس رض لیکن اسمیں یہ نہیں کہ آپکی اجازت سے یہ ایسا ہوا

ترمذی ... نقل ... خیرات ... ۱۲ مترجم

آپ نے بھی لکھو یا اور مالک سے بھی اور اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور اگر کسی فقیر کو دے دیں گے تو وہ مالک کے لیے دعا کریگا پس مالک کو
اُسکی دعا کی برکت ملے گی اور فقیر کی حاجت روائی ہو گی اور صدقہ میں مالک کو بدون اُسکے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہیں چاہیے کیونکہ
حدیث صحیح میں ہی کہ کاشتکار اور درخت لگانے والے کو اُسکی کھیتی اور پھلوں میں سے جسقدر آدمی اور پرند کھاتے ہیں ثواب ملتا ہی اور یہ اُسکے
بدون اختیار ہی ہی اور جو یہ قول نقل کیا کہ صدقہ بجز مال طیب کے اور کا نہ دونگا تو یہ اس صورت میں ہی کہ ہم اپنے لیے ثواب کے خواہاں ہوں اور یہاں
تو صورت یہ ہی کہ ہم اس مظلمہ سے چھوٹنے کے طالب ہیں ثواب کے خواہاں نہیں اور مالکے نامنظور ڈالنے اور خیرات کر دینے میں متردد ہیں اور خیرات کی جانب کو ضائع
کرنیکی جانب پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ جو کسی کا قول تھا کہ ہم غیر کیلیے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں تو یہ ٹھیک ہی مگر مال ہم پر حرام ہی
کہ ہمکو اُسکی حاجت نہیں اور فقیر کے لیے حلال ہی کیونکہ دلیل شرعی نے اُسکو حلال کیا ہی اور جبکہ مصلحت مقتضی حلت کی ہوئی تو حلال کہنا
واجب ہی اور جس صورت میں کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا تو ہم اُسکے لیے حلال ہی کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُسکو جائز ہی کہ اُس مال کو اپنے نفس و عیال
پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل و عیال پر تصدق تو اسلیے کہ اُنکے اہل و عیال میں ہونیسے اُنکی فقیری جاتی نہیں رہتی بلکہ اُنپر تصدق کرنا اوروں کی
نسبت کر بہتر ہی اور خود یہ کہ وہ خود بھی فقیر ہی اسلیے اُسکو بھی اُسمیں سے بقدر حاجت لینا جائز ہی اگر بالفرض اُس مال کو کسی فقیر کو دیتا تو درست
ہوتا تو جبکہ وہ خود ہی فقیر ہی تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہیے اب اس اصل کے بیان میں بھی ہم چند مسئلے لکھتے ہیں ----

مسئلہ جب کسی شخص کے ہاتھ میں بادشاہ کے پاس سے کوئی مال پہونچے تو بعض یہ فرماتے ہیں کہ اُس مال کو بادشاہ ہی کو واپس کر دے
کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہی کہ کسکو دینا چاہیے اور یہ واپس کرنا اُس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہی اور محاسبی نے اسی کو اختیار
کیا ہی اور کہا ہی کہ اس کو خیرات کیسے کریگا شاید اُسکا کوئی مالک معین ہو اور اگر ایسے مال کو صدقہ کر دینا درست ہو تو یہ بھی درست ہونا چاہیے
کہ بادشاہ کے یہان سے کوئی چیز چرا کر صدقہ کر دے - اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ جانے کہ بادشاہ وہ مال اُسکے مالک کو نہ دیگا تو
اس صورت میں اُس کو خیرات کر دے کیونکہ بادشاہ کو دینے میں ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور مالک کا حق برباد
جاویگا - اور بہتر یہ ہی کہ آدمی جب بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک نہ کریگا تب تو مالک کی طرف سے خیرات کر دینی کیونکہ
اگر اُسکا کوئی مالک معین ہوگا تو اُسکے حق میں بادشاہ کو واپس کرنے کی نسبت یہی بہتر ہی اسلیے کہ بادشاہ کو دینا تو ضائع کرنا اور ظالم کی اعانت
کرنا ہی اور مالک کو جو فقیر کی دعا کی برکت ہوتی اُس سے محروم کرنا اور اگر مالک معین نہو بلکہ وہ مال حق مسلمانوں کا ہو تب بھی بادشاہ کو واپس
کرنا اُسکا ضائع کرنا ہی اور اگر بادشاہ کے پاس کا مال اسکو میراث میں پہونچا ہو یا خود اُسنے بادشاہ سے حاصل کرنے میں تعدی نہ کی ہو
تو اُسکا حال پڑی چیز پانے کا سا ہی جسکا مالک نامعلوم ہو اُس کو بھی مالک کی طرف سے تصدق کر سکتا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ پڑی چیز
کا مالک خود بھی ہو سکتا ہی گو توانگر ہو باین لحاظ کہ اُسکو مباح وجہ سے حاصل کیا ہی یعنی پڑی ہوئی کو اُٹھالیا ہی اور صورت مذکورہ میں چونکہ
مال وجہ مباح سے نہیں آیا اس لیے خود مالک بننے سے منع کرتا اور تصدق کو جائز رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی **مسئلہ** جب کسی
آدمی کے ہاتھ ایسا مال لگ جاوے جس کا کوئی مالک نہ ہو اور ہم نے اس صورت میں یہ جائز رکھا ہی کہ وہ شخص اپنی مفلسی کی [illegible]
اُسمیں سے حاجت کی مقدار لیوے تو اب بمقدار حاجت میں کشش ہی جسکو ہم نے باب اسرار زکوۃ میں ذکر کیا ہی [illegible]

[illegible] رضی اللہ عنہ ۱۲

کہ اسمین سے اسقدر لے کہ برس روز تک اُسکو اور اُسکے عیال کو کافی ہو اور اگر یہ کر سکے کہ اس سے کوئی زمین خرید لے یا کوئی تجارت کرے
جس سے گذر عیال کی ہو سکے تو یہی کرے اور اس بات کو محاسبی رحمہ نے پسند کیا ہے لیکن یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے نفس میں توکل کی طاقت
دیکھے تو کل مال خیرات کر دے اور خدا تعالیٰ کے لطف کا امیدوار رہے کہ وہ اپنے فضل سے مال حلال عنایت فرما دے اور
اگر توکل نہ ہو سکے تو اسکو جائز ہے کہ اس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا تجارت میں لگا وے جس سے بسر اوقات ممکن ہو اور جس روز
کہ اسمین سے حلال کھانا ملے اس روز اسمین سے نہ کھاوے جب وہ حلال ہو چکے تب پھر اسمین سے کھاوے پھر اگر مال حلال ہی گذر
کے لیے معین ہو جاوے تو جتنا مال حرام میں سے پہلے کھا چکا ہو اسقدر خیرات کر دے اور وہ اُسکے ذمہ قرض رہیگا اور اسمین سے کھانے
میں بھی یہ دستور رکھے کہ اگر ہو سکے تو صرف روٹی کھاوے گوشت نہ کھاوے اور اگر نہ ہو سکے تو جتنی کیطرح کھاوے نہ آسایش اور وسعت کے طور پر قول
محاسبی کا بہت خوب ہے اسکا کیا کہنا ہے مگر یہ جو کہا کہ جسقدر رکھا چکا ہو اسکو اپنے ذمہ قرض کہے یہ اسمین کلام ہے اور واقع میں ورع اسی بات کا مقتضی ہے کہ اسکو
قرض جانے اور جب بہ حلال کا مال ملے تو اسمین سے اتنا ہی تصدق کر دے لیکن گفتگو وجوب میں ہے کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہے اُس پر تو قرض
واجب نہیں ہوتا تو یہ شخص خود اگر مفلسی کے باعث کچھ لیگا تو اسکے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوص ایسی صورت میں کہ مال مذکور اُسکو میراث
میں ملا ہو اور اُسنے خود کسی پر غصب و تعدی نہ کی ہو تو اسپر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا۔ مسئلہ جب کسی شخص کی ملک میں مال حلال
اور حرام یا مشتبہہ کا ہو اور کل مال اُسکی حاجت سے زائد نہو تو اگر وہ شخص عیالدار ہو تو چاہیے کہ خاص اپنے اوپر مال حلال خرچ کرے
کیونکہ آدمی سے خاص اپنے نفس کی باز پرس زیادہ ہے بہ نسبت غلاموں اور عیال اور چھوٹے بچوں کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ
رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھ کر کسی خرابی کی نہ پہنچتی ہو اور اگر پہنچتی ہو تو اُنکو بقدر حاجت کھلا وے حاصل یہ کہ جو بات غیر
کے حق میں ممنوع ہے وہ خود اسکے حق میں بھی ممنوع اور ایک چیز زیادہ ہے یعنی یہ باوجود علم کے کھاتا ہے عیال کو تو عذر یہی ہے کہ
انکو معلوم نہ تھا اور نہ ہمارے اختیار میں تھا اسلیے چاہیے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور جب اپنے اخراجات ہی
میں تردد ہو کہ کھانے اور کپڑے میں حلال مخصوص کرے یا اور کاموں میں مثلاً نائی اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور
مکان بنانا اور جانوروں کا گھاس دانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی کا دام اور جلانے کے تیل کا دام اور دوسرے خرچ اسیطرح
کے سب میں حلال صرف کرنا چاہیے تو اس صورت میں اول غذا اور لباس میں حلال کو خاص کرنا چاہیے اسلیے کہ جو چیز بدن سے
متعلق ہے اور بدون اسکے کچھ مفر نہیں اُسکا حلال ہونا انسب ہے اب اگر غذا اور لباس میں سے پوچھا جاوے کہ کونسی چیز میں حلال
کا ہونا زیادہ اچھا ہے تو ایک احتمال یہ ہے کہ غذا کو اسمین اسوجہ سے کہ غذا گوشت اور خون میں ملتی ہے اور جو گوشت حرام سے بڑھتا ہے
بموجب روایت حدیث کے آتش دوزخ اُسکو زیادہ لائق ہے اور لباس سے اتنا فائدہ ہے کہ برہنگی کا چھپانا اور گرمی سردی کا دور کرنا اور
ظاہر بدن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا اگر جزو بدن نہیں ہوتا اسلیے ہمارے نزدیک ظاہر تر یہ ہے کہ غذا میں حلال کا ہونا اہم ہے
اور حارث محاسبی رح کا قول ہے کہ لباس میں صرف حلال مقدم چاہیے اسلیے کہ وہ مدت تک رہتا ہے اور غذا جلد فضلہ ہو کر جاتی رہتی ہے اور حدیث
میں آچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جسکے بدن پر کپڑا دس کی خرید ہو اور اسمین ایک درم حرام کا ہو تو یہ بھی ایک

ح اس کی سند اوپر گذری ۱۲ منہ
اس کی سند گذر چکی ہے ۱۲

احتمال ہے مگر اسطرح کی وعید اس شخص کے باب مین ہے جسکے پیٹ مین حرام ہو اور اسکا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اس بات کا لحاظ کرنا کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہو تو بہتر ہے اور اسیوجہ سے حضرت صدیق رضی نے جو نادانستہ پی لیا تھا اسکو قے کر دیا تاکہ اس سے گوشت نہ بنے اور پائدار نہو جاوے۔ اب اگر یون کہو کہ سب طرح سے خرچ کرنے مین غرض اسی کی نکلتی ہے تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے مین کیا فرق ہوا اور غذا مین اور دوسرے مصارف مین خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہان سے معلوم ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق اس روایت حدیث سے معلوم ہوا جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات ہوئی تو انھون نے اپنے ترکہ مین ایک غلام پچھنے لگانے والا اور ایک اونٹ پانی لانے والا چھوڑا لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال کہا تو آپنے اس غلام کی کمائی سے منع فرمایا اسکی بار آپ سے سوال ہوا آپنے اسکی اجرت سے ممانعت ہی فرمائی لوگون نے عرض کیا کہ یتیم اسکی کمائی کھاتے ہین آپنے فرمایا کہ اس کی کمائی اونٹ پانی لانے والے کو کھلا دو تو اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کھانے اور اپنے جانور کے کھلانے مین فرق ہے تو جب یہ فرق کا حال ظاہر اور واضح ہو گیا تو جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے اسکو اسپر قیاس کر لو سوائے اس شخص کے پاس مال حرام ہے اگر اسکو وہ فقیرون پر خیرات کرے تو جائز ہے کہ خوب فراخی کے ساتھ انکو دیوے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہیے کہ جسقدر ہو سکے تنگی کرے اور اگر اپنے عیال پر خرچ کرے تو تنگی برتے نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے اور اس صورت مین مہمان کو بھی اسکے خرچ سے ہو جاویگا جیسے اگر کوئی مہمان آجاوے اور وہ مفلس ہو تو اسکو خوب کھلا دے اور اگر غنی ہو تو اسکو کچھ نہ کھلائے ہان اگر جنگل مین ہو اور رات کو آوے اور کوئی چیز اسکو نہ ملے تو کھلانے کا مضائقہ نہین اسلیے کہ اسوقت مین وہ فقیر ہے کیونکہ اگر وہ تونگر ہے تو کیا ہوا اور اگر جو مہمان آیا ہے وہ متقی ہے ایسا کہ اگر جانے کہ یہ حرام ہے تو کھانے سے احتراز کریگا تو اس سے حقیقت حال کہدے اور کھانا سامنے رکھدے تاکہ حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ دیا جاوے کیونکہ جس چیز کو اپنے آپ مکروہ جانتا ہے اس سے مسلمان بھائی کی تواضع کرنی چاہیے اور یہ بھروسا نہ کرنا چاہیے کہ اگر اسکو معلوم نہین تو اسکو ضرر بھی نہ کریگا اسلیے کہ حرام جب معدہ مین جگہ پکڑتا ہے تو سختی دل مین اثر ضرور کرتی ہے اگرچہ کھانیوالے کو معلوم نہو اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اور حضرت عمر رضی نے جو کچھ پیا تھا اسکو قے کر ڈالا حالانکہ نادانستگی مین پیا تھا اور اس مال کو اگرچہ ہم نے فتوی دیا ہے کہ فقیرون کے لیے حلال ہے مگر حاجت کے سبب سے اسکا حلال کہا ہے تو اسکا حال مثل سور اور شراب کے جاننا چاہیے کہ حالت اضطرار مین حلال کہا گئے ہین یہ نہین کہ مال طیب مین ملا دین مسئلہ جس صورت مین کہ مال حرام یا شبہ کا کسی شخص کے والدین کے قبضہ مین ہو تو چاہیے کہ انکے ساتھ کھانا چھوڑ دے اور اگر وہ ناراض ہون تو حرام مخض کی صورت مین انکا کہنا نہ مانے اسلیے کہ خدا تعالی کی نافرمانی مین کسی مخلوق کی فرمانبرداری نہ کرنی چاہیے اور اگر مال شبہہ کا ہو تو کھانا نہ کھانا ورع مین داخل ہے اور اسکے مقابل یہ ہے کہ ماں باپ کی رضا ہو [illegible] بلکہ واجب ہے اس صورت مین اگر احتراز کرے تو ایسی طرح کرے کہ انکو ناگوار نگذرے اور اگر یہ نہو سکے تو کھانے مین شریک ہو جاوے [illegible] چھوٹے لقمے لیکر دیر تک چباتا رہے اور بھائی اور بہن کا حق بھی ہوگر [illegible] کا معاملہ چاہیے [illegible] شبہہ کا کپڑا اسکو پہنا دے اور واپس کرنے سے ناراض ہوتی ہو تو چاہیے کہ اسکو قبول کر کے انکے سامنے پہن لے اور انکے پیچھے [illegible] اور اس بات مین کوشش کرے کہ اس کپڑے سے نماز نہ پڑھے اور اگر والدہ کے سامنے پڑھے تو مجبوراً پڑھے اور [illegible]

کے معارض ہون تو ان دقائق کی تلاش ضرور ہی اور بشر حافی کا حال کہتے ہین کہ اُنکی مان نے اُنکو ایک تر چھوہارا دیا اور کہا کہ تجھے میرے حقوق
کی قسم اُسکو کھالے اور وہ اُسکو اچھا نہ سمجھتے تھے اُنھون نے کھاکر بالاخانہ کا قصد کیا اور اُنکی مان بھی پیچھے گئی وہان چڑھکر دیکھا تو قے
کر رہے ہین غرضکہ اُنھون نے چاہا کہ مان بھی راضی رہے اور معدہ بھی بچا رہے چنانچہ حضرت امام احمد سے کسی نے کہا کہ بشر حافی سے یہ مسئلہ
پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال مین والدین کی اطاعت ہی یا نہین تو اُنھون نے جواب دیا کہ نہین امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہی پھر اُن سے
سائل نے کہا کہ محمد بن مقاتل عبادانی سے جو یہ مسئلہ پوچھا تھا تو اُنھون نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت کرنی چاہیے اب آپ کیا
فرماتے ہین امام صاحب نے فرمایا کہ جب دو شخصون کے قول کو سن چکے تو مجھے معاف رکھو پھر فرمایا کہ بہت بہتر ہو جو دونون باتونکی مدارات
کرو یعنی شبہہ سے بھی احتراز رکھو اور والدین کی اطاعت بھی ہو جاوے مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام محض ہو تو اُسپر نہ حج واجب
ہی اور نہ کفارہ مالی اُسکو دینا چاہیے اسلیے کہ مفلس ہی اور مفلس پر حج ہی نہ مالی کفارہ اسیطرح زکوٰۃ بھی اُسپر واجب نہین کیونکہ زکوٰۃ
کے یہ معنی ہین کہ مثلاً مال کا چالیسوان حصہ نکالنا واجب ہوا اور یہان تو کل کا نکالنا واجب ہی کہ خواہ اُسکے مالک کو پہونچا وے اگر جانتا
ہو اور اگر مالک کو نہ جانتا ہو تو فقیرون کو دے ڈالے لیکن جس صورت مین کہ آدمی کے پاس شبہہ کا مال ہو کہ حلال ہونے کا احتمال بھی
رکھتا ہو تو اُس مال کو اگر اپنے پاس رکھیگا تو اُس کی حلت کے احتمال سے حج اُسپر واجب ہو جائیگا اور بدون مفلسی کے ساقط
نہ ہوگا اور اس صورت مین اسکی مفلسی ثابت نہین اور اللہ تعالی فرماتا ہی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا اور چونکہ
جس صورت مین مال کی حرمت ظن غالب سے معلوم ہوتی ہی اسمین حاجت سے زائد مال کو تصدق کرنا واجب ہوتا ہی اسلیے کہ زکوٰۃ
کا وجوب اُسپر بطریق اولی ہونا چاہیے اور اگر کسی کفارہ کا دینا اُسکو لازم آوے تو بردہ بھی آزاد کر دے اور روزہ بھی رکھے تاکہ یقیناً کفارہ
ادا ہو جاوے اور کچھ لوگون نے دونون باتین کرنے کو اُسپر واجب کہا ہی اور بعض یہ کہتے ہین کہ اُسکو روزے رکھنے لازم ہین کھانا کھلانا یا بردہ
آزاد کرنا لازم نہین اسلیے کہ جیسی توانگری چاہیے وہ اُسکو حاصل نہین اور محاسبی کہتے ہین کہ کھانا کھلانا بھی کافی ہی اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہی کہ
جس شبہہ مین ہمنے حکم دیا ہی کہ اُس سے احتراز کرنا واجب ہی اور اُسکو اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم ہی اس وجہ کہ احتمال حرمت اُسپر غالب ہے تو ایسے
شبہہ مین تو روزون اور کھانا کھلانے مین جمع کرے روزے تو اسلیے کہ وہ شخص مفلس کے حکم مین ہی اور کھانا کھلانا اسوجہ سے کہ اُسپر سب
کا تصدق کرنا واجب ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ وہ مال اُسکا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہیے مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہو اور
اُسکو اپنی حاجت کے لیے روک رکھا ہو وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر پیادہ پا جاتا ہی تب تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے
کہ وہ اس مال کو بے عبادت بھی کھاتا ہی تو عبادت مین کھانا اولی ہی اور اگر پیادہ نہین چلسکتا سواری کا محتاج ہی تو ایسی حاجت
کے لیے اُس مال مین سے لینا جائز نہین جیسے کوئی شخص شہر مین رہ کر اگر مہمات عیال و حقوق مالیہ کی بجا آوری مین تنگدست ہو تو اُسکو
سواری کا خرید نا جائز نہین اور اگر اس شخص کو یہ توقع ہو کہ اگر چندے قیام کرونگا تو مال حلال میسر ہو جاویگا حتی کہ پھر بقیہ حرام کی
حاجت نہ رہیگی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے بہتر ہی کہ حلال کی توقع مین ٹھہرا رہے مسئلہ جو شخص حج واجب کیلیے ایسا مال
لیکر جاوے جسمین شبہہ ہو تو یہ کوشش کرے کہ غذا مال طیب سے کھاوے اور اگر تمام راستہ مین نہ ہوسکے تو جب سے احرام باندھے اُسوقت

سے حلال ہونے تک غذاء طیب کی فکر کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو اتنا ہی کرے کہ عرفہ کے روز خدائے تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا اور
دعا مانگنی اسی طرح نہو کہ غذا بھی حرام ہو اور لباس بھی حرام بلکہ یہ کوشش کرے کہ اُس دن نہ اُسکے معدہ میں حرام ہو اور نہ بدن پر اسلیے
کہ اگرچہ ہم نے مال مشتبہ کو حاجت کے لیے جائز بتایا ہی تاہم وہ جواز ضرورت کے لیے ہی اُس سے یہ غرض نہیں کہ مال مذکور طیب ہوا اور اگر
یہ بھی نہ بن سکے تو اپنے دل میں خوف اور غم اس بات کا رکھے کہ جو مال طیب نہیں اُس کو میں اضطرار اور مجبوری سے کھاتا ہوں شاید
اس خوف وغم سے اللہ تعالیٰ نظر عنایت فرماوے اور خطا کو معاف کردے **مسئلہ** حضرت امام احمد رح سے ایک شخص نے یہ مسئلہ
پوچھا کہ میرا باپ مر گیا اور اُس نے مال چھوڑا ہی اور وہ ایسے لوگوں سے معاملات کرتا تھا جن سے معاملہ کرنا مکروہ ہی تو اب میں کیا کروں
آپ نے فرمایا کہ جسقدر اُسکو نفع ہوا ہو اُسکو چھوڑ دے اور باقی رہنے دے اُسنے عرض کیا کہ اُسکا کچھ قرض اوروں کے ذمہ ہی اور کچھ
دوسروں کا اُسکے ذمہ ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکے ذمہ کا ادا کردے اور اسکا لینا وصول کرے اُسنے پوچھا کہ آپ اُسکو جائز جانتے ہیں آپنے
فرمایا کہ تو تیری مرضی یہ ہی کہ وہ اپنے قرضہ میں پھنسا رہے اور یہ جواب امام صاحب کا درست ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ کل سے یہ مقدار
حرام کو نکال ڈالنا اُنکے نزدیک درست ہی کیونکہ یہ فرمایا کہ بمقدار نفع کو نکال ڈال اور ایک یہ کہ اس المال کی چیزیں آپ کے نزدیک
مالک مالک ہو گئیں اسطرح کہ فاسد معاملات میں جو اُسنے اُنکا عوض دیا اور تصرف بہت سے ہوے اور واپس کرنا اصل مالکونکو دشوار
پڑا تو تقابل اور مجرائی کے طور پر وہ اُس شخص کی ملک میں آگئیں کہ اوروں کے پاس اُسکی چیز گئی اور اُسکے پاس اوروں کی آگئی
اور قرض ادا کرنے میں انھوں نے اس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یقینی ہی شبہہ کے سبب سے اُس کو ترک کرنا نہیں چاہیے ۔

پانچویں فصل اس ذکر میں کہ بادشاہوں کے روزینوں اور انعامات میں سے کون سے حلال ہیں اور کونسے حرام ۔ واضح
ہو کہ جو شخص بادشاہ سے کوئی مال لے اسکو دو باتیں دیکھنی ضرور ہیں اول یہ کہ وہ مال بادشاہ کے پاس کس آمدنی کی مد سے آیا دوسرے
اپنی صفت جس سے کہ مستحق مال کے لینے کا ہوا اور یہ کہ جو مقدار لیتا ہی اگر اسکو بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقوں کے
حال کے دیکھا جاوے تو اُسی مقدار کا خود مستحق ہی یا نہیں اسلیے اس فصل کو دو بیانوں میں لکھتے ہیں

بیان اول بادشاہ کی آمدنی کی مدات کے ذکر میں سرزمین لاوارث کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہی اور رعیت
اُسمیں شریک ہی وہ دو قسم پر ہی **اول قسم** وہ ہی جو کفار سے لیا جاوے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سے ہاتھ لگے اور فے جو بدون لڑائی ہاتھ
لگے اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرائط کے بموجب لیے جاتے ہیں **دوسری قسم** وہ ہی جو مسلمانوں سے بادشاہ کے ہاتھ لگے اس قسم کی آمدنی سے
صرف دو طرح کے مال اُسکو حلال ہیں اول وہ میراث یا مال جسکا کوئی وارث نہ ٹھہرے دوم وقف کا مال جسکا کوئی متولی نہو اور صدقات تو
اس زمانہ میں لیے نہیں جاتے کہ اُنکا حال لکھا جاوے اور ان مدوں کے سوا جتنے خراج یا ٹکڑا انہ کہ مسلمانوں سے لیے جاتے ہیں اور مال رشوت
سب کے سب حرام ہیں پس اگر بادشاہ کسی فقیہ وغیرہ کے لیے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھ حال سے خالی نہیں یا تو جزیہ کی آمدنی پر
لکھے گا یا لاوارثی میراث پر یا اوقاف پر یا اپنی ملک پر جسکو قابل زراعت کیا ہی یا اپنی زرخرید ملک پر یا اُس عامل پر جو مسلمانوں سے خراج لیتا
ہی یا کسی سوداگر پر یا خزانہ خاص پر اب ہر ایک کا حال سننا چاہیے اول جزیہ ہی جسکے چار خمس مسلمانوں کی مصلحتوں کیلیے ہیں اور ایک

خمس مصارف معینہ کے واسطے تو اگر بادشاہ ان مصارف کے خمس پر لکھیگا یا ان چار خمسوں پر لکھیگا یا ان کا لحاظ کیا ہمیں مسلمانوں کی بہتری ہو اور مقدار
انعام میں بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہو اس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنی فی کس ایک دینار یا چار دینار سالانہ
سے زیادہ نہ ہو کیونکہ مقدار جزیہ میں اختلاف ہو اور بادشاہ کو جائز ہو کہ خلافی صورت میں جس قول پر چاہے عمل کرے اور ایک شرط یہ ہو
کہ جس ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہو وہ ایسا پیشہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جسکی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہ ہو اور نہ شراب بیچتا ہو اور ایک
یہ کہ لڑکا اور عورت نہ ہو اسلیے کہ ان دونوں پر جزیہ نہیں ہو تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ میں اور جسکو وہ دیا جاوے اسکی صفت
میں اور جس قدر کہ دیا جاوے اس مقدار میں ان باتوں کا لحاظ ہونا چاہیے اسلیے ان سب باتوں کی بحث واجب ہو۔ دوسرے
میراث اور اموال لاوارث میں کہ وہ بھی مسلمانوں کی بہتری کیلیے ہیں انہیں لکھے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص نے وہ مال چھوڑا ہو اسکا
سب مال حرام تھا یا اکثر اور انکا حکم پہلے لکھ چکے ہیں اور اگر حرام نہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کو دیا جاتا ہو اسکے دینے میں کوئی
بہتری ہے یا نہیں اور کس قدر میں بہتری ہو۔ تیسرے وقف کا مال ہو جو باتیں میراث میں قابل دیکھنے کے تھیں وہ مال وقف میں بھی ملحوظ
رہیں اور ایک بات اور زیادہ ہو کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بھی دیکھنا چاہیے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہو وہ بموجب وقف کی شرائط
کے ہو سو فرق تو کچھ نہیں ہو۔ چوتھے وہ زمین کہ بادشاہ نے اسکو قابل زراعت کیا ہو اور اسمیں کوئی شرط معتبر نہیں اس لیے کہ بادشاہ کو
اختیار ہو کہ اپنی ملک میں سے جس کو چاہے جس قدر حوالہ کر دے ہاں یہ بات ضرور قابل لحاظ ہو کہ غالباً بادشاہ نے جو ان زمینوں کو اٹھایا ہو تو
مزدوروں کو زبردستی پکڑ لیا ہوگا یا انکی مزدوری مال حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کو قابل زراعت کرنا خود بادشاہ کا تو کام نہیں بلکہ کاریزوں
اور نہروں کا کھودنا اور احاطے کا بنانا اور زمین کا برابر کرنا یہ سب باتیں مزدوروں کے متعلق ہیں پس اگر ان سے زبردستی بنوائی ہوگی
تو بادشاہ اس زمین کا مالک نہیں ہوا اور وہ حرام ہو اور اگر مزدوروں کو اجرت دی مگر مال حرام سے ادا کی ہو تو اس صورت
میں شبہہ ہو جسپر ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کہ عوض میں کراہت کے ہو جانے سے مال مشتبہ ہو جاتا ہو۔ پانچویں مال زر خرید سلطانی
یعنی زمین خواہ خلعت کے پارچے اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہیں اور اسکو تصرف کرنے کا اختیار ہو لیکن اگر ان کے دام
مال حرام سے ادا کریگا یا مشتبہ سے تو ایک صورت میں حرام ہونگے اور ایک میں مشتبہ اور انکی تفصیل پہلے گذر چکی۔ چھٹے یہ صورت ہو کہ سلطان
سے خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت اور ڈانڈ کو جمع کرتا ہو اسکے نام لکھ دے تو یہ مال حرام محض ہو کچھ شبہہ اسمیں نہیں اور اکثر جاگیریں
اس زمانہ میں ایسی ہی ہیں مگر عراق کی زمینیں البتہ ایسی نہیں کہ وہ امام شافعی رح کے نزدیک مسلمانوں کی بہتری کے لیے وقف ہیں۔ ساتویں
یہ کہ ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود بادشاہ سے معاملہ کرتا ہو وہ کسی دوسرے سے معاملہ نہ کرتا ہو تب تو اسکا مال
ایسا ہو جیسے خزانہ بادشاہی کا مال ہو اور اگر دوسروں سے معاملہ زیادہ کرتا ہو تو جو کچھ بادشاہ کے لکھنے کے سبب دیگا وہ بادشاہ پر
ادھار ہوگا اور اسکا عوض حرام سے وصول کریگا تو اس صورت میں عوض کے اندر خلل اور پایا گیا اور بعوض حرام کا حکم پہلے لکھ چکے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ خزانہ
خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جسکے پاس حلال و حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہ ہو تو قطعی حرام ہوگا اور اگر یقیناً معلوم
ہو کہ خزانہ شاہی میں حلال اور حرام دونوں ہیں اور احتمال قریب یہ ہو کہ جو کچھ عامل مذکور کو دیتا ہو وہ یقینہ حلال ہو اور دونوں میں بھی یہ احتمال

جتنا ہو اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ ان دنون مین تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہین اور مال حلال اُنکے پاس نایاب یا کمیاب ہی تو اس صورت مین لوگون کو اختلاف ہی بعض کا قول تو یہہ ہی کہ جس چیز کی نسبت مجھکو یقین نہ ہو کہ یہ حرام ہی تو مین اسکو لے سکتا ہون اور بعض یہ فرماتے ہین کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو جاوے کہ چیز مذکور حلال ہی تب تک اُسکا لینا نہ چاہیے اس لیے کہ شبہہ بھی حلال نہین ہوتا اور یہ دونون قول حد اعتدال سے بڑھے ہوے ہین اور قول معتدل انمین وہی ہی جو ہم نے لکھا ہی کہ اگر اغلب حرام ہی تو حرام ہی اور اگر حلال غالب ہی اور حرام کے ہونے کا بھی یقین ہی تو محل توقف ہی جیسا پیشتر گذرا اور جو لوگ کہ مال سلاطین کا لینا جائز کہتے ہین اس صورت مین کہ اُنکے مال مین حرام اور حلال دونون ہون اور جو چیز لی جاتی ہی خود اُس کی حرمت بعینہ ثابت نہ ہو تو وہ اپنے قول کی دلیل یہ کہتے ہین کہ صحابہ مین سے بہت ایسے ہین جنھون نے ظالمون کا دیکھا اور اُنسے مال لیے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور جریر بن عبد اللہ اور جابر اور انس بن مالک اور مسور بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضہ اور ابو سعید رضہ نے مروان بن حکم اور یزید بن عبد الملک سے مال لیا ہی اور حضرت ابن عمر رضہ اور ابن عباس رضہ نے حجاج بن یوسف سے لیا ہی اور بہت سے تابعین نے لیا ہی جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلی ہین اور حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ ہزار دینار لیے تھے اور امام مالک نے خلفا سے بہت سے اموال لیے ہین اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ جو کچھ بادشاہ تجکو دے اُسکو قبول کر کیونکہ وہ تجکو حلال ہی سے دیتا ہی اور جو کچھ اُسکو حلال سے ملتا ہی وہی زیادہ ہوتا ہی اور جن لوگون نے عطاے شاہی سے انکار کیا ہی تو اُنکا انکار بوجہ ورع تھا اور اس خوف سے کہ کہین ایسی چیز نہ آجاوے جو حلال نہو اور یا باعث خرابی دین ہو چنانچہ حضرت ابو ذر غفاری نے احنف بن قیس سے فرمایا کہ عطایا کو اسوقت تک لے کہ یہ طیب خاطر ہو اور جب بعوض دین کا مول ہو جاوے تو ترک کر دے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ جب ہمکو کوئی عطا دیتا ہی تو قبول کر لیتے ہین اور نہین دیتا ہی تو سوال نہین کرتے اور حضرت سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ رضہ سے ناقل ہین کہ جب حضرت معاویہ اُنکو کچھ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر نہین دیتے تھے تو اُنکو کچھ کہا کرتے تھے اور شعبی حضرت مسروق سے ناقل ہین کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لینگے یہان تک کہ اُنکو دوزخ مین داخل کر دیگی یعنی ہوتے ہوتے حرام لینے لگین گے نہ یہ کہ عطا فی نفسہ حرام ہی اور نافع حضرت ابن عمر رضہ سے روایت کرتے ہین کہ مختار اُنکے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اُسکو قبول کر لیتے تھے پھر فرماتے تھے کہ مین کسی سے سوال نہین کرتا اور جو چیز مجکو اللہ تعالی نے دی اُسکو پھیرتا نہین اور ایکبار اُس نے آپکو ایک ناقہ بھیجی تھی اُسکو آپ نے لے لیا اور وہ مختار کی ناقہ کے نام سے مشہور تھی اور اس روایت کی معارض وہ روایت ہی کہ حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہی کہ آپنے کسی کا ہدیہ واپس نہین کیا بجز مختار کے ہدیہ کے اور روایت واپس کرنے کی زیادہ ثابت ہی بہ نسبت قبول ہدیہ کے اور نافع سے یہ بھی مروی ہی کہ ابن معمر نے حضرت ابن عمر رضہ کے پاس ساٹھ ہزار درم بھیجے آپ نے اُنکو اسیوقت تقسیم کر دیا پھر جو ایک سائل آیا تو آپنے جو لوگون کو دیا تھا کسی سے قرض لیکر اُس سائل کو دیا۔ اور جب حضرت امام حسن امیر معاویہ رضہ کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ رضہ نے فرمایا کہ مین آپکو پیشکش کرتا ہون کہ آپ سے پیشتر مین نے کسی عرب کو دیا اور نہ آگے کسی کو دونگا چار لاکھ درہم پیش کیے آپنے

انکو لے لیا اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مین نے مختار کا جائزہ حضرات ابن عمر اور ابن عباس کیواسطے دیکھا ہے دونون صاحبون نے اسکو
قبول کر لیا لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا تھا انھون نے کہا کہ مال نقد اور کپڑا تھا اور زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ انھون نے کہا کہ حضرت سلمان
فارسی کا ارشاد ہے کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر ہو کہ حرام کا مرتکب ہوتا ہو اور وہ تجھکو کھانے وغیرہ کی دعوت کرے یا کوئی چیز دیوے تو قبول کرلے
کہ تیرے لیے حلال اور طیب ہے اور گناہ اور وبال اسکے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کیلیے یہ قول ثابت ہوا تو ظالم کو بھی اسی پر قیاس کر لینا
چاہیے کیونکہ دونون کا حال ایک ہی سا ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم
السلام امیر معاویہ رضہ کے جائزے قبول کر لیا کرتے تھے۔ اور حکیم بن جبیر کہتے ہین کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رضہ کے پاس گئے جبکہ وہ فرات
کے اصل جانب کے عاشر مقرر ہوئے تھے آپ نے اور عشر لینے والون کے پاس آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اس مین سے ہمکو بھی کھلاؤ
انھون نے کھانا بھیجدیا آپ نے اسکو کھایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ کھایا۔ اور علا بن زہیر ازدی کہتے ہین کہ میرا باپ حلوان مین عامل تھا
اسوقت ابراہیم نخعی انکے پاس آئے انھون نے کچھ پیشکش کیا آپ نے قبول کر لیا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ عاملون کے جائزہ لینے
کا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ وہ محنت کرکے کھاتے ہین اور انکے بیت المال مین خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے تو جو کچھ تم کو دینگے
وہ اپنے طیب مال مین سے دینگے تو دیکھو کہ ان سب لوگون نے ظالم بادشاہون کے جائزے لیے حالانکہ جو کوئی سلاطین کی اطاعت خدا
تعالیٰ کی معصیت مین کرتا تھا یہ سب اسکو برا کہتے تھے اور سلف مین سے جنھے بادشاہی عطایا کو نہین لیا انکا نہ لینا حرمت پر دلیل
نہین بلکہ ورع کی راہ سے نہین لیا جیسے خلفاء راشدین اور ابوذر غفاری اور دوسرے زاہد کہ وہ لینے نہ لینے کے باعث حلال مطلق بھی نہین
لیتے تھے اور جس حلال سے کسی ممنوع کیطرف نوبت پہونچانیکا خوف ہوتا تھا اسکو ورع اور تقویٰ کی جہت سے نہ لیتے تھے پس ان
لوگون کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے اور حضرت سعید بن مسیب سے جو منقول ہے کہ انھون نے اپنی عطا بیت المال
مین چھوڑدی یہانتک کہ کئی اوپر تیس ہزار جمع ہو گئے اور حضرت حسن بصری سے جو انکا قول نقل کرتے ہین کہ مین صراف کے پانی سے وضو
نہین کرتا گو نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کیونکہ مجکو اسکے اصل مال کی خبر نہین تو یہ سب ورع کے اقوال ہین اور ہم اسکے منکر نہین ایسا کرنا
واقع مین بہت خوب ہے بہ نسبت نہ کرنے کے لیکن کلام اسمین ہے کہ اگر کوئی انکا اتباع ورع مین نہ کرے اور اموال سلطانی لیوے
تو حرام نہین ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ہے ان لوگون کی جو ظالم بادشاہون سے مال لینا درست کہتے ہین۔ اور اس تقریر کا جواب
یہ ہے کہ جن لوگون سے لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت ان روایات کے جو انکے انکار اور واپس کرنے مین مروی ہین اور اگر
لینے مین صرف احتمال ورع کا ہے تو لینے والون کے لینے مین تین احتمال مختلف وجہون کے آسکتے ہین بسبب ورع کے تفاوت کے
کیونکہ سلاطین کے حق مین ورع کے چار درجے ہین۔ درجہ اول یہ ہے کہ انکے مال مین سے کچھ نہ لے جیسا سلف کے ورع والون
نے کیا اور جیسا کہ خلفاء راشدین رضہ کیا کرتے تھے یہانتک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا اسکا
حساب کرکے جمع کیا تو چھ ہزار درم ہوئے وہ چھوون ہزار آپنے بیت المال مین دلوا دیے اور ایکبار حضرت عمر فاروق رضہ بیت المال کا
مال تقسیم کر رہے تھے کہ انکی ایک لڑکی آئی اور مال مین سے ایک درم اٹھا لیا آپ اسکے پکڑنے کو اسیطرح اٹھے کہ چادر آپ کی ایک

شانہ پر سے اُتر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی گھر مین چلی گئی اور درم کو اپنے منھ مین رکھ لیا آپ نے اپنی انگلی اُسکے منھ مین ڈال کر وہ درم نکال لیا اور لاکر خراج مین ڈال دیا اور فرمایا کہ لوگو عمر کو اور اُس کی اولاد کو اُسمین سے اُسیقدر ہی جو اور دور اور نزدیک کے مسلمانون کو ہی۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بیت المال مین جھاڑو دی اور ایک درم اُنکو ملا آپ نے وہ درم حضرت عمر رض کے چھوٹے لڑکے کو دے دیا جو وہان پھرتا تھا حضرت عمر رض نے جو وہ درم اُسکے ہاتھ مین دیکھا تو دریافت کیا کہ کہان سے آیا اُسنے عرض کیا کہ ابو موسیٰ نے مجکو دیا ہی آپ نے ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ کیا تمام مدینہ والون مین کوئی گھر تمھاری انست مین عمر کے گھر سے زیادہ ذلیل نہ تھا تمھارا یہ ارادہ ہی کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کوئی ایسا نہ رہے جو ہم سے اپنا حق طلب نکرے یہ کہکر وہ درم بیت المال مین ڈلوا دیا باوجودیکہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہین ہمارے حق مین اس قدر نہ پہونچے غرضکہ اپنے دین اور آبرو کے بچانے کے لیے اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے بموجب حدیث شریف دع ما یریبک الی ما لا یریبک ۔ اور بموجب اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ومن ترکہا فقط استبرء لعرضہ ولدینہ ۔ اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اموال سلطانی کے باب مین تشدیدات سنی تھین چنانچہ جب حضرت عبادہ بن صامت کو آپنے صدقہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ کے لینے کو بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ ای ابو الولید خدا سے تعالی سے ڈرنا ایسا نہو کہ قیامت مین تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر لادکر لاوے جو بلبلاتا ہو یا گاے کو جو رانبھتی ہو یا بکری کو جو ممیاتی ہو اُنھون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہی مجکو اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی ایسا ہی ہوگا مگر جسپر خدا سے تعالی رحم کرے اُنھون نے عرض کیا کہ قسم ہی مجکو اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ مین کسی چیز پر کبھی عامل نہونگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا ۔ اور خوف آپ کو صرف مال کے حریص ہو جانیکا تھا اور اسی لیے ایک حدیث مین حضرت عمر رض نے مال بیت المال کے باب مین یہ فرمایا کہ مین اپنے آپ کو اس مال کے باب مین ایسا پاتا ہون جیسے یتیم کے مال کا ولی ہوتا ہی اگر مجکو حاجت نہین ہوتی تو مین اس سے دور رہتا ہون اور اگر حاجت ہوتی ہی تو بطور شایستہ اُسمین سے کھاتا ہون ۔ اور روایت ہی کہ طاؤس کے ایک لڑکے نے اُنکی طرف سے ایک خط جعلی بنا کر حضرت عمر بن عبد العزیز کو دیا آپ نے تین سو اشرفیان اُسکو دے دین طاؤس کو جو حال معلوم ہوا اپنی ایک زمین بیچکر آپکے پاس تین سو اشرفیان بھیجدین حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبد العزیز تھے تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت اونچا ہی دوسرا درجہ یہ ہی کہ بادشاہ کا مال لیوے لیکن اُسوقت مین کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ مین لیتا ہون بوجہ حلال ہی اب اگر سلطان کی ملک مین کوئی دوسرا حرام ہوگا تو اُس شخص کو ضرر نہ کریگا اور اکثر آثار صحابہ رض خواہ بالکل خواہ اکابر صحابہ جو اہل ورع تھے اُن سب کا لینا اسی درجہ پر محمول ہی مثلاً حضرت ابن عمر رض کہ ورع مین نہایت مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے سمجھے بوجھے لے لیتے وہ تو سلاطین پر سب سے زیادہ انکار کرتے تھے اور اُنکے اموال کی برائی سب سے زیادہ کیا کرتے چنانچہ ایک بار لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جس وقت کہ وہ بیمار تھے اور اپنے عامل ہونے اور خدا سے تعالی کے نزدیک ماخوذ ہونے سے ڈرتے تھے لوگون نے اُنسے کہا کہ ہمکو توقع ہی کہ تمھارے حق مین بہتر ہو اسلیے کہ تمنے کنوین کھدوائے اور حاجیون کے قافلون کو پانی پلوایا اور ایسا کیا اور ویسا کیا حضرت ابن عمر رض چپکے سنا کیے ابن عامر نے پوچھا

کہ آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ باتیں اسوقت ہیں کہ کمائی اچھی ہو اور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جا کر بھگت ہی لوگے اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ نے یوں فرمایا کہ خبیث چیز گناہ کا عوض نہیں ہوسکتی اور تم بصرہ کے حاکم رہے ہو میرے گمان میں تمنے انہیں سے برائی ہی کمائی ہے ابن عامر نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے آپنے فرمایا کہ میں نے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلول۔ اور تم بصرہ کی حکومت رکھتے تھے غرض یہ کہ حضرت ابن عمر رضہ کا یہ قول اس مال میں تھا جسکو کہ ابن عامر نے خیرات میں صرف کیا تھا۔ اور یہ بھی حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف کے وقت میں آپ نے یہ فرمایا کہ جب سے کہ دار الخلافت اٹھا ہے میں نے آجتک شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور حضرت علی مرتضی رضہ سے مروی ہے کہ آپ کے پاس ایک برتن مہر کیا ہوا تھا اسمیں کچھ ستو تھے جنمیں سے آپ پی لیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اسکو عراق میں ہو کر بھی مہر رکھتے ہیں یہاں تو کھانا بہت ہے یعنی کوئی اسکو کیوں لیگا آپنے فرمایا کہ میں اسپر مہر اسلیے نہیں لگاتا کہ دوسروں کے ساتھ بخل منظور ہو مگر مجھکو یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں وہ چیز ملادی جاوے جو اسمیں کی نہو اور یہ بھی برا جانتا ہوں کہ میرے پیٹ میں بجز طیب چیز داخل ہو غرض ان اکابر سے یہ اقوال و عادات مشہور ہیں اور حضرت ابن عمر رضہ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپکو اچھی معلوم ہوتی اسکو ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے آپکے غلام نافع کو تیس ہزار کے عوض مانگا تو آپنے فرمایا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھکو فتنہ میں نہ ڈالدیں یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایسا کوئی نہیں جسکو دنیا نے مائل نہ کر دیا بجز ابن عمر رضہ کے کہ انکو میل دنیا نہ ہوا تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضہ پر یا جو کوئی انکے مثل ہو اسکی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے کوئی مال بدون اسکے حلال جانتے ہوے لیا ہوگا [illegible] یہ ہے کہ بادشاہ سے کچھ لیکے اسکو فقیروں اور مستحقوں پر تقسیم کر دے یا نہیں بلحاظ کہ [illegible] مال کا مالک [illegible] صورت ہیں کہ بادشاہ ایسا ہو کہ اگر اس سے نہ لیا جاوے تو وہ خود [illegible] نہ کرے [illegible] اس مال سے ظلم پر اعانت کرے تو اس حال میں ہم یہی کہتے ہیں کہ مال کو اس سے لیکر بانٹ دینا اس سے اچھا ہے کہ اسکے ہاتھ میں چھوڑ دیا جاوے بعض علماء کی یہی راے ہے اور اسکی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا انکار [illegible] اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطا کو آج لیتے ہیں اور [illegible] حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضہ کو [illegible] ٹھہراتے ہیں وہ انکی اقتدا نہیں کرتے اسلیے کہ حضرت ابن عمر رضہ نے تو جو کچھ لیا اسکو بانٹ دیا حتی کہ ساٹھ ہزار [illegible] اس مجلس میں [illegible] لیا اور حضرت عائشہ رضہ نے بھی ایسا ہی کیا اور جابر بن زید نے قبول کر کے خیرات کر دیا اور فرمایا کہ انسے لیکر بانٹ دینا مجھکو اس سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ انکے قبضہ میں رہنے دوں اور حضرت امام شافعی نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اسکو بھی ویسا ہی روز میں خیرات کر دیا تھا یہانتک کہ اپنے لیے ایک حبہ نہیں رکھا تھا اور وجہ یہ کہ [illegible] ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہے اور نہ تقسیم کے لیے لیتا ہے بلکہ رکھنے کے لیے لیتا ہے مگر ایسے سلطان سے لیتا ہے جسکا اکثر مال حلال ہے اور چاروں خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے کے لیے بھی زمانہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلفا ایسے ہی کے تھے اور انکا اکثر مال حرام نہ تھا اور اسکی دلیل حضرت علی رضہ کا ارشاد ہے کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال [illegible] حلال ملتا ہے وہ اکثر [illegible] اور علما کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرنے سے جائز رکھا ہے اور ہم نے صرف

ح اللہ تعالے نماز نہیں قبول کرتا بدون طہارت [illegible]

ایسی صورت میں عام لوگوں کے مال میں توقف کیا ہے جنکے مال بمنزلہ محصور کے ہیں اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج سا معلوم ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اسی طرف پہونچے کہ جس چیز کے حرام ہونیکا علم نہو اُسکا لینا جائز ہے بسبب غلبۂ مال حلال کے اور ہم نے منع اُس صورت میں کیا ہے کہ حرام زیادہ ہو پس جب تم نے ان درجات کو سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ جاگیریں اور روزینے ظالم بادشاہوں کے اس زمانہ میں ویسے نہیں جیسے پہلے تھے اور انہیں اور اُنہیں دو وجہوں قطعی سے فرق ہے وجہ اول یہ ہے کہ اس زمانہ میں سلاطین کے اموال بالکل خواہ اکثر حرام ہیں اسلیئے کہ حلال صرف صدقات اور فئے اور غنیمت کی مدیں تھیں اُنہیں سے کوئی بادشاہ کے پاس نہیں آتی کہ اُنکا وجود ہی نہیں رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ اپنے ظلم سے لیا جاتا ہے کہ اُس ظلم کے ساتھ میں اُسکا لینا حلال نہیں اس لیئے کہ سلاطین نہ تو مقدار جزیہ میں حدود شرع کو ملحوظ رکھتے ہیں اور نہ ذمیوں کے باب میں اور نہ اُنکی شرطوں کو پورا کرتے ہیں اور اُس پر طرہ یہ ہے کہ جو آمدنی اُنکی مسلمانوں کے خراج اور ڈانڈ اور رشوتوں سے ہوتی ہے اُسکی نسبت کر جزیہ سوال حصہ بھی نہیں ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کی دلداری کا شوق رکھتے تھے اور اس بات کے حریص تھے کہ وہ لوگ ہماری عطا اور جائزے قبول کریں اور بدون اُنکے مانگے اور ذلیل کیئے کے اُنکی خدمت میں بھیجدیا کرتے تھے اور اُنکے قبول کرنے سے احسانمند ہو کر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ سلاطین سے لیکر تقسیم کر دیا کرتے تھے اور سلاطین کی غرضوں کی اطاعت نکرتے تھے نہ اُنکی مجلسوں میں جاتے نہ اُنکی بھیڑ بڑھاتے نہ اُنکا باقی رہنا پسند کرتے بلکہ ہلاکی کیلیے دعاء بد کرتے اور اُنکے حق میں برا بھلا کہتے اُنکی برائیوں کو برا جانتے رہتے اُنپر یہ خوف نہ تھا کہ جسقدر سلاطین سے اُنکو دنیا ملیگی اُسقدر اُنکے دین میں نقصان پڑیگا اور اُنکو بھی سلاطین کا کچھ خوف نہ تھا اور اب تو یہ حال ہے کہ سلاطین کا دل اُسی شخص کے دینے کو چاہتا ہے جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کام خدمت کریگا اور ہماری جماعت بڑھا دیگا اور مدد کریگا اور ہماری مجلسوں میں شریک ہو کر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق میں دعا اور ثنا مدام کرتا رہیگا اور سامنے اور غیبت میں ہماری تعریف میں مبالغہ کرتا رہیگا پس اگر لینے والا ان سات ذلتوں کو اپنے اوپر نہ لیوے یعنی اول ذلت سوال دوم خدمت میں دوڑنا سیوم دعا اور ثنا کہنی چہارم استعانت کے وقت اُنکے مقاصد میں مدد کرنی پانچویں مجلس اور سواری کے وقت اُنکی جمعیت زیادہ کرنی چھٹے اُنکی محبت اور اُنکے دشمنوں پر اُنکی شرکت کا ظاہر کرنا ساتویں اُنکے ظلموں اور برے کاموں کو چھپانا تو یقین ہے کہ سلاطین اُسکو ایک درم بھی نہ دیویں اور اگرچہ وہ اپنے وقت کا مثلاً امام شافعی ہی ہو پس ان وجوہات کی نظر سے اس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال بھی ہوتا تو لینا درست نہ تھا تو جس صورت میں کہ معلوم ہے کہ مال اُنکا حرام یا مشکوک ہے تب بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا اب جو کوئی اُنکے مال پر جرأت کرے اور اپنے نفس کو صحابہ و تابعین رض سے تشبیہ دیوے تو وہ فرشتوں پر لوہاروں کو قیاس کرتا ہے اور اُنسے مال لینے میں اُنسے ملنے کی حاجت ہوتی ہے اور اُنکی پاسداری کرنی پڑتی ہے اور اُنکے عاملوں کی خدمت اور اُنکے سامنے ذلت اُٹھانی اور اُنکی تعریف کرنی اور ڈیوڑھی پر حاضر باشی کرنی پڑتی ہے اور یہ سب باتیں گناہ ہیں جیسا چھٹی فصل میں مذکور کرینگے اور جبکہ بیان گذشتہ سے مدات سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلاں حلال ہے اور فلاں حرام اب اگر فرض کیا جاوے کہ کسی شخص کو مد حلال میں سے بقدر اُسکے استحقاق کے گھر بیٹھے ملجایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی

ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آوے اور نہ اُنکے مطالب مین موافقت ہو تو ایسی صورت مین مال کا لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے مکروہ ہوگا جنکا بیان چھٹی فصل مین کیا جاویگا

دوسرا بیان ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت کے ذکر مین چونکہ بعض اموال ایسے ہین کہ اُنکے مستحق معین ہوتے ہین جیسے مال وقف یا زکوٰۃ یا خمس فی یا خمس غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابل زراعت کیے یا جو چیز اُسکی زر خرید ہو کہ اُنمین بادشاہ کو اختیار ہی جسکو چاہے اور جسقدر چاہے دے دے اسی لیے ہم اُن اموال مین بحث کرتے ہین جو مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہون جیسے چار خمس فی کے اور میراث مین لاوارثی ہین تو ان اموال کا دینا انہین لوگون کو چاہیے جنکے دینے مین عوام کی بہتری ہو یا جو شخص اُس کا محتاج اور کمانے سے عاجز ہو اور جو شخص تونگر ہو اور اُسکے دینے مین کسی طرح کی بہتری نہو تو بیت المال کا مال اُسکو نہ دینا چاہیے ہر چند اس مین علما کو اختلاف ہی مگر صحیح یہی ہی کہ نہ دینا چاہیے اور حضرت عمر رضہ کے کلام سے ایسا پایا جاتا ہی کہ بیت المال کے مال مین ہر مسلمان کا حق ہی بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنے کے مگر باوجود اسکے حضرت عمر رضہ سب مسلمانونکو مال تقسیم نہین کیا کرتے تھے بلکہ اُنھین کو دیتے تھے جن مین خاص صفتین ہوا کرتی تھین جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ اُسکا نفع مسلمانونکو ہو اور اگر وہ اُس کام کو چھوڑ کر کمائی کی فکر مین پڑے تو وہ کام نہ ہو سکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال مین ہوگا اس قاعدہ کے رو سے تمام علما کا حق بیت المال مین ہی کہ بقدر کفایت اُنکو ملے مگر علوم سے ہماری غرض وہ علوم ہین جنسے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث اور تفسیر اور قراءت مین یہانتک کہ پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی اسی مین ہین اور ان علوم کے طالب علم بھی داخل ہین کیونکہ اگر اُنکو بقدر کفایت نہ ملیگا تو تحصیل نہ کرسکینگے اور اسی مین وہ عامل بھی داخل ہین جنکے عمل سے مصالح دنیاوی وابستہ ہین جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیون اور ڈاکہ ڈالنے والون اور اہل اسلام کے دشمنون سے بچاتے ہین اور اسی مین حساب دان اور کاتب اور متصدی اور جن لوگون کی ضرورت دفتر خراج مین پڑتی ہی داخل ہین بشرطیکہ وہ فقط اموال حلال کا ہو۔ غرضکہ یہ مال مصلحتون کیواسطے ہوتا ہی اور مصلحت یا متعلق بہ دین ہو یا متعلق بہ دنیا پس علما سے دین کی حراست ہی اور لشکریون سے دنیا کی حفاظت اور دین و ملک توام ہین ایسا نہین کہ ایکو دوسرے کی حاجت نہو اور طب کا علم ہر چند کوئی امر دینی متعلق نہین مگر چونکہ اسپر صحت جسم کی منحصر ہی اور دین صحت کے بعد ہی تو اس علم والے کیلیے خواہ اور علم جو ایسا ہی ہو کہ اُسکی حاجت مصلحت بدن مین مصلحت بلاد مین ہوتی ہو اُسکے لیے روزینہ بیت المال مین سے ہونا چاہیے تاکہ جو شخص بدون اجرت اُنسے علاج کرانا چاہے تو کرسکین۔ اور ان لوگون مین حاجت کا ہونا شرط نہین بلکہ تونگری کے ہوتے ہوئے بھی اُنکو دینا درست ہی چنانچہ خلفاے راشدین مہاجرین و انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ حاجت اُنکو نہ تھی اور روزینہ کی بھی کوئی مقدار معین نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہی اُسکو اختیار ہی کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کردے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے جیسی مصلحت وقت اور مال مین گنجائش ہو کر سکتا ہی چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ رض سے ایک دفعہ مین چار لاکھ درم لیے تھے اور حضرت عمر رض کچھ لوگون کو بارہ ہزار درم سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رض کو اسی فہرست مین لکھ رکھا تھا اور کچھ لوگونکو دس ہزار اور کچھ کو چھ ہزار اور اسیطرح ہر ایک کے لیے مختلف مقرر تھا حاصل یہ کہ مال بیت المال اُن لوگونکا حق ہی اُنپر تقسیم کیا جائے یہانتک کہ کچھ نہ رہے

اور اگر کسی شخص کو مال بہت دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اسیطرح بادشاہ کو اختیار ہی کہ اس مال مین سے خصوصیات والون کو خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے کہ یہ امر پہلے بھی ہوتا تھا مگر اسمین لحاظ مصلحت کا ضرور رہنا چاہیے اور جب کبھی کوئی عالم یا شجاع انعام کے ساتھ مخصوص ہوگا تو دوسرے شخصون کو اس سے ترغیب ہوگی اور یہ شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی انہین کی طرح کام کرین تو معلوم ہوا کہ خلعت اور انعام سے یہ فائدہ ہوتا ہی کہ اچھی بات کی ترقی ہو اور یہ سب باتین سلطان کے بیہاد سے وابستہ ہین اور ظالم سلطانون کے باب مین دو باتون پر نظر چاہیے **اول** یہ کہ سلطان ظالم حکومت سے برطرف کرنیکے قابل ہی تو وہ یا معزول ہی یا واجب العزل پھر جب وہ حقیقت مین سلطان ہی نہین تو اسکے پاس سے مال لینا کب درست ہوگا۔ **دوسرے** یہ کہ سلطان ظالم اپنا مال سب مستحقون کو دیتا نہین تو پھر ایک دو کو اس سے لینا کیسے درست ہوگا اور پھر اسمین کلام ہی کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصے کے لینا درست ہی یا بالکل نہ لینا چاہیے یا جسکو جو کچھ ملے اسکو لے لینا درست ہی پہلی صورت مین ہماری راے ہی کہ وہ شخص اپنے حق لینے سے منع نہ کیا جاوے اسلیے کہ سلطان جس صورت مین کہ صاحب شوکت ہوتا ہے اور اسکا برطرف کرنا دشوار ہوتا ہی اور دوسرے کو ایسی جگہ مقرر کرنے مین ایسا فساد برپا ہوتا ہو جسکی تاب نہ ہو تو اسی سلطان کو رہنے دینا اور اسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہوا کرتی ہی جیسے کہ امرا کی اطاعت واجب ہی اور امیرون کی اطاعت کرنی اور انکی مساعدت سے باز رہنے کے ترک مین بہت سے امر اور وعید وارد ہین پس ہماری راے یہی ہی کہ جب خلافت کا متکفل کوئی شخص حضرت عباس کی اولاد مین سے ہی وہ منعقد ہی اور جن سلطانون نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہی اطراف بلاد مین انکی حکومت نافذ ہی اور اس باب مین جو مصلحت ہی اسکو ہمنے اپنی کتاب مستظہری مین بیان کیا ہی اور مختصر یہ ہی کہ ہم سلاطین مین صفات و شروط کا لحاظ اسلیے کرتے ہین کہ اسمین توقع زیادتی مصلحت کی ہی اور اگر ہم حکومتون کو باطل کہدین تو سرے سے مصالح باطل ہوے جاتے ہین تو نفع کے طلب مین ہم راس المال کو کیسے کھو بیٹھین بلکہ اب تو حکومت شوکت کے تابع ہی شوکت والے جس سے بیعت کرلین وہی خلیفہ ہی اور جسکی شوکت مستقل ہو اور وہ خطبہ اور سکہ مین خلیفہ کا مطیع ہو تو وہی سلطان نافذ الحکم ہی اور اطراف زمین مین قاضی و والی اور نافذ الحکم ہین اور اس کی تحقیق ہم نے رسالۃ الاقتصاد فی الاعتقاد مین احکام اقامت کے ذکر مین لکھی ہی اب یہان لکھکر طول کلام نہین کرتے باقی رہی دوسری بات کہ بادشاہ کی عطا چونکہ ہر مستحق کو عام نہین تو ایک شخص کو اسکا لینا جائز ہی یا نہین تو اسمین علما کے چار قول مختلف ہین بعض نے نہایت مبالغہ کرکے یہ کہا ہی کہ جو کچھ لے گا اسمین سب مسلمان شریک ہونگے اور راز اسکا یہ کہ یہ معلوم نہین کہ اسکا حصہ اسقدر مین سے ایک حبہ ہی یا زائد ہی بالکل اسلیے کل کو ترک کرنا چاہیے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ اسکو اس روز کی غذا کی مقدار لینا درست ہی اسلیے کہ حاجت کی صورت مین مسلمانون پر اسیقدر کا استحقاق اسکو حاصل ہی اور بعض نے یہ فرمایا ہی کہ اسکو سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہی کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہی اور اس مال مین اسکا حق ثابت ہی تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور کچھ یہ کہتے ہین کہ جسقدر اسکو ملے اتنا لے لے ظلم رہیگا تو باقیون پر رہیگا اور یہی قیاس ہی اس لیے کہ یہ مال مسلمانون مین مشترک تو ہی نہین جیسے غنیمت لڑنے والون مین ہوتی ہی اور نہ یہ میراث ہی کہ ورثہ کی ملک ہوگئی ہی کہ اگر بالفرض وہ مر جاوین اور ابتک تقسیم نہو تو انکے وارثون پر ارث کے بموجب بانٹنا واجب ہو بلکہ یہ حق ایسا ہی غیر معین ہی اور اسکا تعین قبضہ سے ہی یا اس کو صدقات کا سا مال کہو کہ جب صدقہ مین سے فقیرون کو انکا حصہ دیا جاتا ہی تب انکی ملک ہو جاتا ہی اور اگر مالک مال مثلاً ظلم کرے

امام بخاری نے بروایت انس اور مسلم نے بروایت ابی ہریرہ اور ابی ذر اطاعت امرا کی نسبت نقل کیا ہی اور دونون نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہی کہ امرا کی اساءت سے دست کش نہونا چاہیے ۱۲

اور صدقات میں سے مساکین اور مسافروں اور قرضداروں وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس یعنی فقیروں کو دے دے تو یہ نہ ہوگا کہ فقیر مالک کے ظلم کے سبب سے اس صدقہ کے مالک نہ ہوں اس صورت میں ہر کہ بادشاہ اسکو کل مال حوالہ نہیں کرتا بلکہ اسقدر دیتا ہے کہ اگر اوروں کو بھی دیتا اور ان کی نسبت کر اسکو زیادہ دیتا تو اسکا لینا درست ہوتا کیونکہ عطاؤں کی کمی بیشی درست ہے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے سب کو برابر دیا اور حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا کہ انکی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے اور دنیا بقدر کفایت ہی ہے اور جب خود خلیفہ ہوئے تو کمی بیشی کی حضرت عائشہؓ کے لیے بارہ ہزار اور حضرت زینبؓ کیلیے دس ہزار اور حضرت جویریہؓ کے لیے چھ ہزار اور اتنے ہی حضرت صفیہؓ کے لیے مقرر فرمائے اور ایک جاگیر حضرت علی مرتضیٰؓ کے لیے جدا کر دی اور حضرت عثمانؓ نے بھی باغ اپنے لیے خاص کیے تھے پھر اپنے نفس پر حضرت علیؓ کو ترجیح دی کہ آپ نے لیے اور آپ نے منظور کیے اور انکار نہ فرمایا اور اختلافات میں یہ سب باتیں مجتہد کی جانب سے درست ہیں اور یہ ان مسائل میں سے ہیں جنمیں ہم کہتے ہیں کہ ہر مجتہد صواب ہی کرتا ہے یعنی ایسے مسائل جنمیں انکا کوئی نص نہیں اور نہ انکے قریب والا مثل پر نص ہے کہ وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اسکے حکم میں ہو جاتا ہے جیسے کہ مسئلہ سزا شراب خوری بھی ایسا ہی ہے کہ صحابہ کرام نے اسمیں چالیس کوڑے بھی لگائے اور اسی بھی اور دونوں سنت اور حق ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ دونوں صواب پر تھے اس جہت سے کہ یہ دونوں اس کے فضل پر متفق تھے جس شخص کو حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں زیادہ ملا تھا اور فاروقؓ کے زمانہ میں کم ملا اس نے اپنی پہلی بیشی واپس نہ کی اور نہ ان لوگوں نے جن کو زمانہ حضرت فاروقؓ میں زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس بات میں سب شریک تھے جنہوں نے یہی اعتقاد کیا کہ دونوں رائیں حق ہیں تو جو اختلافات میں مجتہد کی رائے سے صواب ہوا کرتی ہیں انہیں اسی قسم کو سمجھ کر لینا چاہیے لیکن جن امور میں نص موجود تھی یا قیاس جلی ہو اور مجتہد نے غفلت سے یا سوء رائے سے انمیں خلاف قیاس کہدیا یا نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ میں ہم یہ نہ کہیں گے کہ ہر مجتہد ثواب پر ہے بلکہ صواب پر وہی ہے جسکو پہنچا یا نص کو اور ان سب باتوں کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی صفت سے موصوف ہو کہ اس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلطان سے کچھ خلعت یا انعام یا میراث یا جزیہ کے مال پاوے تو صرف لینے ہی سے فاسق نہ ہو جائیگا بلکہ فسق کی یہ علامت ہے کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور انکے دربار میں جاوے اور انکی تعریف میں مبالغہ وغیرہ امور کرے بدون انکے مال نہ دیگا نہیں ملتا تھا لا و سچ چنانچہ فصل ذیل میں ہم اسکو بیان کرینگے

چھٹی فصل اس ذکر میں کہ سلاطین ظالم سے اختلاط کونسا حلال ہے اور کونسا حرام اور انکے دربار میں جانے اور انکی تعظیم کرنیکا حال واضح ہو کہ ظالم حاکموں اور عاملوں کے ساتھ تین حالتیں ہو سکتی ہیں ایک سب میں بُری یہ ہے کہ تم انکے پاس جاؤ اور دوسری جو اس سے کم ہے وہ یہ کہ وہ لوگ تمہارے پاس آویں اور تیسری جو برائی سے محفوظ ہے یہ کہ تم ان سے الگ رہو نہ وہ تمکو دیکھیں اور نہ تم انکو۔ اب انکو جدا جدا لکھو پہلی حالت سلاطین کے پاس جانا شریعت میں نہایت مذموم ہے اور احادیث و آثار میں اسکے اوپر تشدید وارد ہیں ہم انکو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ برا کہا ہے اور تم دیکھو گے کہ تقاضا فتویٰ علم ظاہری

ف ۵ اور حضرت عمرؓ ... اصل میں یہی کو برابر دیا تو حضرت عمرؓ نے اس بارہ میں ان کی یعنی اہل فضیلت کو زیادہ دیکھا تو حضرت صدیقؓ [illegible]

کونسا جانا حرام ہی اور کونسا مکروہ اور مباح احادیث اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظالم امرا کا ذکر فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا
فمن نابذہم نجا ومن اعتزلہم سلم اوکاد ان یسلم ومن وقع معہم فی دنیاہم فہو منہم۔ اور اس سے یہ غرض ہی کہ جو کوئی اُنسے علیحدہ رہیگا وہ اُن کے
گناہ سے محفوظ رہیگا لیکن اگر اُنپر عذاب نازل ہوگا تو اس سے نہین بچے گا اسوجہ سے کہ اُنکے ساتھ نزاع نکیا اور امر بالمعروف کا تارک
ہوا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امیر ہونگے جو جھوٹ بولین گے اور ظلم کرینگے تو جو کوئی انکو جھوٹ پر سچا کہیگا اور انکی اعانت
ظلم پر کریگا وہ مجھ سے نہین اور نہ مین اُس سے اور وہ میرے پاس حوض پر وارد نہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ابغض القراء الی اللہ تعالی الذین یزورون الامراء۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ امیرون سے بہتر وہ ہین جو علما کے پاس آتے ہین
اور علما مین سے بدتر وہ ہین جو امرا کے پاس جاتے ہین اور حضرت انس سے یہ حدیث مروی ہی العلماء امناء الرسل علی عباد اللہ مالم یخالطوا
السلطان فاذا فعلوا ذلک فقد خانوا الرسل فاحذروہم واعتزلوہم۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ فتنون
کی جگہ سے دور رہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ امیرون کے دروازے ہین جب کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہی تو جھوٹ
بات پر اُسکو سچا کہتا ہی اور جو بات اُسمین نہین ہوتی اُسکو اُسمین بتلاتا ہی۔ اور حضرت ابوذر رض نے سلمہ کو نصیحت کی کہ اے سلمہ سلطانون کے
دروازون پر نہ جانا کہ تجھکو اُنکی دنیا مین جسقدر ملیگا اُس سے افضل وہ تیرے دین مین سے لینگے۔ اور سفیان ثوری فرماتے ہین کہ
دوزخ مین ایک وادی ہی جسمین وہی قاری رہینگے جو بادشاہون کے یہان جاتے ہین اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک
اس عالم سے برا کوئی نہین جو کسی عامل کے پاس جاوے اور سمنون فرماتے ہین کہ عالم کے حق مین کتنا برا ہی کہ جب اُسکی مجلس مین کوئی آوے
اور اُسکو نہ پاوے اور پوچھے کہ کہان ہین تو یہ جواب ملے کہ وہ امیر کے یہان ہین اور مین یہ قول سنا کرتا تھا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے
محبت رکھتا ہی تو اُسکو اپنے دین پر متہم کرو اب اس قول کو مین نے خود امتحان کر لیا یعنی مین جب کبھی اس سلطان کے پاس گیا اور وہان سے
نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اُسپر میل پایا باوجودیکہ مین اُنسے سختی کے ساتھ بولتا ہون اور اُنکی خواہشون کے مخالف کہتا ہون
اور حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہین کہ قاری عابد اگر امیرون سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہی اور اگر تونگرون سے محبت کرے تو ریا
ہی اور حضرت ابوذر فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کی بھیڑ کو زیادہ کرے تو وہ انھین مین شمار ہوتا ہی اس سے مراد یہ ہی کہ ظالمونکی جماعت
بڑھانے سے ظالم کہلائیگا۔ اور حضرت ابن مسعود رض کا ارشاد ہی کہ آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہی تو اُسکا دین اُسکے پاس ہوتا ہی
اور وہان سے پھر کر آتا ہی تو دین رخصت ہو جاتا ہی لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ فرمایا کہ وہ شخص بادشاہ کو ایسی باتون سے خوش کرتا ہی
جنسے خداے تعالی ناخوش ہو۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک شخص کو عامل کیا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل رہا ہے
آپ نے اُسکو معزول کر دیا اُسنے عرض کیا کہ مین نے تو اُسکے عہد مین تھوڑے دن کام کیا تھا آپنے فرمایا کہ اُسکی صحبت ایک روز خواہ
چند پاس ہی کی نحوست اور شرارت کیلیے کافی ہی اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جسقدر آدمی سلطنت والیکا مقرب ہوتا جاتا ہی اُسیقدر
اللہ تعالی سے دور ہوتا جاتا ہی اور حضرت سعید بن مسیب تیل کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے کہ اسکی وجہ سے ان سلطانون سے
کچھ حاجت نہین رہتی۔ اور وہیب رح فرماتے ہین کہ لوگ بادشاہون کے یہان جاتے ہین وہ امت کے حق مین جواریون سے

بھی زیادہ مضر ہین اور محمد بن مسلمہ فرماتے ہین کہ جو قاری ان سلطانون کے دروازہ پر ہو اُسکی نسبت کہ پاخانہ کے اوپر کی مکھی بہتر ہی اور
جب زہری رحہ نے سلطان سے اختلاط کیا تو اُنکے ایک برادر دینی نے اُنکو خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ خداے تعالی ہم کو اور
اے ابو بکر تم کو فتنون سے بچاوے کہ تمھارا یہ حال ہو گیا ہی کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہی اسکو شایان ہی کہ خداے تعالے سے دعا کرے
کہ وہ تم پر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو اور اللہ تعالی کی نعمتون نے تم کو بھاری کر دیا ہی کہ اپنی کتاب کی سمجھ تم کو عنایت کی اور طریق اپنے
پیغمبر محمد رسول اللہ صلعم کا تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالی نے علما سے عہد لیا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ
للناس ولا تکتمونہ[1] یہ جان رکھو کہ جس بات کے مرتکب تم ہوے ہو اُسکی ادنی خرابی یہ ہی کہ تم نے ظالم کی وحشت کو دور کیا اور اپنے قرب سے اُس شخص پر گمراہی
کا طریق آسان کر دیا جسنے نہ کوئی حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا تمکو اُن لوگون نے اپنا مقرب بنا کر مرکز اپنے ظلم کا ٹھہرالیا کہ اُنکے ظلم کی چکی تمھارے
گرد گھومے اور تم اُنکے لیے پل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت مین تم پر عبور کرین سو تم راہ زینہ ہو کہ تمھاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کرین تمھارے سبب
سے علما پر شک لاوین گے اور جاہلون کے دلون کو اپنی طرف کھینچین گے تو جتنا اُنھون نے تمھارا بگاڑ کیا اُسکے مقابل تمھارا فائدہ ہیچ ہی تم کو کیا
یہ خوف نہین کہ مصداق اس آیت کے ہو جاؤ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوۃ الآیۃ[2] اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمکو معاملہ ایسے شخص سے ہی جو
تمھارے حال سے نادان نہین اور تمھارے افعال کے وہ لوگ محافظ ہین جو غافل نہین تو اب تم اپنے دین کا علاج کرو کہ اُسمین روگ آگیا ہی
اور اپنے توشہ کی تیاری کرو کہ سفر دور و دراز موجود ہی اور اللہ تعالی سے کوئی چیز زمین اور آسمان مین پوشیدہ نہین والسلام۔ ان اخبار اور
آثار سے معلوم ہوتا ہی کہ سلاطین کے اختلاط مین کس طرح کے فتنے اور فسادات ہین مگر ہم اُنکی تفصیل فقہ کے طور پر کرتے ہین جس سے
معلوم ہو کہ اس اختلاط مین سے حرام کونسا ہی اور مکروہ اور مباح کونسا اسلیے ہم کہتے ہین کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہی وہ اپنے
خدا تعالی کی معصیت کا متعرض ہوتا ہی خواہ اپنے فعل سے خواہ ساکت رہنے سے خواہ قول سے خواہ اعتقاد سے ان چارون مین سے
ایک نہ ایک ضرور ہوتی ہی فعل کی معصیت اس طرح ہی کہ بادشاہون کے پاس جانا اغلب احوال مین چھینے ہوے مکانات مین ہوتا ہی اور
مکانون مین راستہ چلنا اور بدون اجازت مالکون کے انمین داخل ہونا حرام ہی اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امر خفیف ہی لوگ اسمین درگذر کیا کرتے ہین
جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اٹھا لینے مین تعرض نہین کرتے تو اس تقریر سے تم دھوکا مت کھانا کیونکہ درگذر کرنا غیر مغصوب چیز مین
ہوتا ہی غصب کی چیز مین نہین ہوتا اسلیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ادنی بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہین ہوتا پس قابل درگذر کے ہی اسطرح
زمین کو گذر جانے سے کچھ نقصان نہین تو ہر ایک گذرنے والے کے لیے یہی کہا جاویگا پس سبکا حکم ایک ہی ہوا اور غصب سب کے فعل سے پورا ہوا
ہی اور درگذر وہان کیا جاتا ہی کہ گذر نیوالا اکیلا ہو کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گذر جانا برا نہین معلوم ہوتا لیکن جبکہ اُسکی ملک سب کا
راستہ کر لیا جاوے تو حرمت سب کے اوپر آجاویگی اور کسیکا گذرنا جائز نہوگا حاصل یہ کہ اس اعتماد پر کہ ہر ایک چلنے والے کے ایک بار گذرنے
سے ملک مین نقصان نہین آتا کسیکی ملک کو راستہ بنا لینا درست نہین کیونکہ سب کا گذرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہی اسکی مثال ایسی سمجھو کہ ضرب
خفیف تعلیم مین مباح ہی مگر اسی شرط پر کہ تنہا ہو اسلیے اگر بہت سے آدمی ملکر ایک شخص کے ضرب خفیف ہی لگا دین جس سے وہ مرجاوے تو سب
پر قصاص ہوگا حالانکہ اگر اتنی ضرب تنہا ایک کی طرف سے ہوتی تو موجب قصاص نہ تھی اب اگر یہ فرض کرو کہ ظالم مغصوب جگہ مین نہین بلکہ

[1] اور جب اقرار لیا اللہ نے کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون کے پاس اور نہ چھپاؤگے

[2] پھر جانشین ہوئے انکے پیچھے ناخلف جنھون نے کھو دی نماز اور پیچھے پڑے مزون کے سو آگے دیکھ لینگے گمراہی کو ۱۲

خود ایسی زمین میں ہی جو اُسکی ملک میں ہی تو اگر خیمہ وغیرہ میں ہوگا تب بھی اُسکے پاس جانا حرام ہی اسلیے کہ خیمہ اسی کے مال حرام سے بنا ہی
اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور سایہ میں بیٹھنا حرام ہی اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب چیزیں مال حلال سے ہیں تو اس صورت میں
صرف روبرو جانے اور السلام علیکم کہنے سے گناہگار نہ ہوگا لیکن اگر سجدہ کریگا یا جھکیگا یا سلام دیجے کیلیے کھڑا رہیگا تو ظالم کی تعظیم
اُسکی حکومت کی جہت سے کریگا اور حکومت اُسکے ظلم کا سامان ہی اور ظالم کے سامنے گردن جھکانی گناہ ہی بلکہ اگر کسی ایسے غنی کے
سامنے گردن جھکا دے جو ظالم نہو اور وجہ اس تعظیم کی سواے توانگری کے اور کوئی بات نہو تو دین کے دو ثلث کم ہو جاتے ہیں تو جس
صورت میں کہ ظالم کے سامنے یہ نوبت ہو قیاس کرنا چاہیے کہ دین کی خرابی کسقدر ہوگی غرضکہ سواے لفظ سلام کے اور کوئی حرکت تعظیمی
مباح نہیں اور ہاتھوں کو بوسہ دینا اور سلام کے لیے جھکنا معصیت نہیں مگر خوف کے سبب سے یا امام عادل کے لیے یا کسی عالم کے
لیے یا اور کسی کے لیے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ حضرت ابو عبیدہ جراح نے جب حضرت فاروق رضی سے
شام میں ملاقات کی تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق نے اُنکو منع نہ فرمایا اور بعض علمانے اس باب میں ایسا مبالغہ کیا ہی کہ سلاطین
کے سلام کو جواب دینا بھی منع کیا ہی اور فرمایا کہ اُنکو حقیر جان کر اُنکی طرف سے منھ پھیر لینا عمدہ ثواب کی بات ہی مگر ہم کہتے ہیں کہ سلام کے
جواب نہ دینے میں کلام ہی کیونکہ جواب سلام واجب ہی اُسکے ظلم کی جہت سے واجب کیسے دوسرے شخص کے ذمہ سے ساقط ہو جاویگا پھر اگر جانیوالا
ان باتوں میں سے کوئی نہ کرے صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہوگا کہ اُنکے فرش پر بیٹھے اور چونکہ اُنکا سب مال حرام ہی تو اُنکے فرش پر بیٹھنا بھی
درست نہیں یہ امور بلحاظ فعل کے ہوے۔ اب سکوت کو سننا چاہیے کہ جانیوالا اُنکے دربار میں حریر کے فرش اور چاندی کے برتن اور اُنکا اور اُنکے
غلاموں کا حریری لباس یا زیور وغیرہ جو حرام ہیں دیکھیگا اور جو شخص کہ گناہ کی چیز دیکھکر خاموش ہو رہے وہ اُس بُرائی میں شریک ہوتا
ہی اسکے سوا اُنکی گفتگو میں فحش اور جھوٹ اور گالی اور ایذا کے کلمات اور غیبت سنیگا اور ان سب کو سنکر چپ رہنا حرام ہی خود اُنکو لباس پہنے
اور کھانا کھاتے دیکھیگا اور جو کچھ اُنکے پاس ہی وہ سب حرام ہی تو اُسپر بھی سکوت کرنا جائز نہیں بلکہ اُسکو امر بالمعروف و نہی منکر اپنی زبان سے
واجب ہی اگر فعل سے نہ کر سکے اور اگر یہ کہو کہ وہ ڈر کے مارے کچھ نہیں بولتا اسلیے یہ سکوت عذر سے ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اسکو وہاں جانے
کی ضرورت کیا تھی غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہو سکتی ہی تو اگر یہ نہ جاتا اور ان حالات کو نہ دیکھتا تو اُس کو شرعاً حکم
بھی نہوتا کہ امر معروف بجا لاوے وہ تو اپنے آپ باعث اس ارتکاب کا ہوا ہی اسلیے اُسکا عذر بھی مسموع نہیں۔ اور اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ
جو شخص جانے کہ فلان جگہ میں فساد کی بات ہی اور مجھ سے اُسکا دور کرنا ممکن نہیں تو اُسکو وہاں جانا جائز نہیں تاکہ جاکر اپنے سامنے
وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ یہ چاہیے کہ اُسکے دیکھنے سے محترز رہے۔ اور قول یہ ہی کہ سلطان ظالم کیلیے دعا اور ثنا کہے یا جو کوئی
صریح باطل اُسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہیں یا سر سے اشارہ کر دیے کہ درست ہی یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اُسکی محبت
اور طرفداری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اُسکی عمر دراز ہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ غالب یہی ہی کہ دربار
میں جاکر صرف سلام کرکے کھڑا نہ رہیگا کچھ نہ کچھ بولے گا تو وہاں کا کلام انھیں اقسام میں سے کوئی نہ کوئی ہوگا۔ دعا میں سے ظالم کے
لیے یہ الفاظ حلال ہیں خداے تعالے آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر عنایت فرماوے یا ایزد پاک اپنی طاعت میں آپ

کی زندگی زیادہ کرے یا جو اس قسم کے الفاظ ہون لیکن اُسکو مولی کہکر طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من دعا لظالم بالبقا فقد احب ان یعصی اللہ فی ارضہ - اور اگر دعا مین مبالغہ کرکے اُس کی ثنا کرے گا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اسمین نہون تو اُس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنے والا ہوگا اور یہ تین گناہ ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالے غضہ کرتا ہی جس وقت کہ فاسق کی تعریف کیجاتی ہی اور ایک اور حدیث مین ہی من اکرم فاسقا فقد اعان علی ہدم الاسلام - اور اگر ثنا سے گذر کر اُسکے قول کو سچا کہیگا یا اُسکے افعال کو اچھا بتاویگا تو گنہگار ہوگا اس لیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اُسپر ثنا کرنی گویا اُس معصیت پر مدد کرنا ہی اور اُسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ برا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام کے زجر اور اُسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہی اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہی اگرچہ ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو حضرت سفیان ثوری سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہی اُسکو پانی پلانا چاہیے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اُسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا اُسکی اعانت ہی اور دوسرے لوگونکا اس مسئلہ مین یہ قول ہی کہ اُسکو پانی اتنا پلاوے کہ اُسکے دم مین دم آجاوے اور اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار محبت اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیر پائی چاہنے کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ وہ مستحق اس بات کا ہی کہ اس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہی اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونے والا گنہگار ہی اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو اُسکی محبت کے سبب گناہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب تھا کہ اس سے بغض رکھے اور اُسنے بغض نہ کیا بلکہ اُلٹی محبت کی - اور اگر ایک شخص مین دو باتین خیر و شر کی جمع ہون تو چاہیے خیر کی وجہ سے اُس سے محبت کیجاوے اور شر کی وجہ سے اُسکو بُرا جانا جاوے اور یہ بات عنقریب ہم بیان کرینگے کہ بغض و محبت جمع کس طرح ہو سکتی ہین - اب اگر ان سب باتون سے محفوظ رہے کہ محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل مین خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنی یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسائش مین ہے اور مجھپر اللہ تعالی کی نعمت کم ہی اور اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کا مرتکب ہوگا کہ آپنے فرمایا ہی یا معشر المہاجرین لا تدخلوا علی اہل الدنیا فانہا مسخطۃ للرزق - اس کے سوا اتنی خرابیان اُس کے جانے مین اور ہونگی کہ دوسرے آدمی اُسکا اقتدا کرینگے اور خود انہین شریک ہوکر انکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اُنکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانے سے اُنکے تجمل کو بڑھاویگا اور یہ سب باتین یا مکروہ ہین یا ممنوع منقول ہی کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبد الملک کے بیٹے تھے ان دونون کی بیعت کرلو آپ نے فرمایا کہ جب تک رات دن بدلتے رہینگے مین دونکی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتون سے منع فرمایا ہی لوگون نے کہا کہ تو ایک دروازے سے گھس کر دوسرے سے نکل آئیے آپنے فرمایا کہ بخدا کبھی نہ کرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا نہ کرے آپکے سو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہان کا جانا منظور نہ کیا غرضکہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذرون کے جائز نہین اول یہ کہ اُنکی طرف سے امر الزامی حاضری کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو کہ اگر مین نجاونگا تو مجکو ستاوینگے یا رعیت کی طاعت فاسد ہو جاویگی اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت مین اُسپر جانا واجب ہوگا مگر نہ اُنکی اطاعت کے لیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت

درہم بہم نہ ہو۔ **دوسرے** یہ کہ اسلیے اُنکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے یا نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہو خواہ اُنکو سمجھانے سے یا فریاد وواویلا کرنے سے تو اسطرح جانے کی اجازت ہی اس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے اور جس نصیحت کے قبول ہونے کی توقع ہو اُسکو بیدون بیان کیے نہ رہے یہ حکم ہی بادشاہون کے پاس جانے کا۔ **دوسری حالت** یہ ہی کہ خود سلطان ظالم تمھاری ملاقات کو آوے تو اس صورت مین جواب سلام دینا تو ضروری ہی باقی رہا اُسکی تعظیم کرنی اور کھڑا ہونا تو یہ بھی حرام نہین اسلیے کہ اُس نے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اس وجہ سے قابل تعظیم ہو گیا جیسے ظلم کے باعث مستحق دوری کے تھا تو تعظیم کے بدلہ مین تعظیم اور سلام کے بدلہ مین جواب دینا چاہیے لیکن بہتر یہ ہی کہ اگر وہ خلوت مین آوے تو اُسکے لیے کھڑا نہو تاکہ اس باعث سے اُسکو دین کی عزت ظاہر ہو اور ظلم اُسکی نظر مین حقیر معلوم ہو اور جانے کہ یہ دین کے لیے خفا ہوتے ہین اور جس سے خداے تعالی روگردانی کرتا ہی اُسی سے اُسکے خاص بندے اعراض کرتے ہین اور اگر مجمع مین ملاقات کو آوے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا اُنکی رعایا کے سامنے ضروری ہی پس اس نیت سے کھڑا ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر جانے کہ نہ کھڑے ہونے سے رعیت مین کچھ فساد نہ ہوگا اور اُسکے غصہ سے مجھکو کچھ ایذا نہ پہونچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہی۔ پھر ملاقات کے بعد واجب ہی کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا مرتکب ہو جسکی حرمت نہ جانتا ہو اور توقع یہ ہو کہ حرمت جان جاویگا تو چھوڑ دیگا تو اُسکو اُس چیز کی حرمت بتلا دینی واجب ہی اور جن چیزون کی حرمت اُسکو خود معلوم ہی مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا تو اُنکے ذکر کی کچھ ضرورت نہین بلکہ جن گناہون کا وہ مرتکب ہی اگر یہ گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کریگا تو ان گناہون سے ڈرا دینا چاہیے اور ایک یہ واجب ہی کہ سلطان کو راہ مصلحت بتلادے یعنی اگر ظالم کی مطلب برآری کا کوئی طریق موافق شرع کے خود جانتا ہو تو اُسکو راہ بتادے تاکہ اُسکا مطلب بھی ہو اور ظلم سے بچا بھی رہے غرضکہ اگر اپنی بات کو یہ جانے کہ سلطان مین تاثیر کرے گی تو تین باتین اُسپر واجب ہین اول جو بات سلطان کو معلوم نہ ہو اُسکا بتانا دوسرے جن باتون کو وہ جان بوجھکر کرتا ہی اُنسے دھمکانا سوم جس چیز سے وہ غافل ہو اُسکی طرف رہنمونی کرنی۔ اور یہ تینون باتین اُس شخص کو جبھی لازم ہین کہ جب یہ توقع ہو کہ میرے کلام کا اثر سلطان پر ہوگا اور یہ بات ہر ایسے شخص پر بھی لازم ہین جسکو خود بادشاہ کے پاس جانیکا اتفاق عذر سے خواہ بلا عذر ہو۔ محمد بن صالح کہتے ہین کہ مین حماد بن سلمہ کے پاس بیٹھا دیکھا تو اُنکے گھر مین چار چیزون کے سوا اور کچھ نہ تھا ایک اُنکے بیٹھنے کا بوریا دوسرے تلاوت کا قرآن سوم کتابون کا بستہ چہارم وضو کا لوٹا ایک روز مین اُنکے پاس ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہی آپ نے اُسکو اجازت دی وہ اندر آکر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی کہ جب مین تمکو دیکھتا ہون تو رعب مجھپر چھاتا ہی آپ نے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالی کی رضا چاہتا ہی تو اُس سے ہر چیز ڈرتی ہی اور جب علم سے خزانہ کا جمع کرنا چاہتا ہی تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہی پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درم آپکو نذر دیے اور عرض کیا کہ اُنکو اپنے حوائج مین صرف فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جن لوگون پر تمنے ظلم کرکے یہ حاصل کیے ہین اُنکو واپس کر دو اُسنے عرض کیا کہ بخدا مین نے آپکی نذر وہ مال کیا ہی جو مجھکو وراثت مین ملا ہی مین نے براہ ظلم کسی سے نہین لیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اس مال کی ضرورت نہین اُسنے عرض کیا کہ آپ اُنکو لیکر لوگون کو تقسیم کر دیجیے آپ نے فرمایا کہ مین تقسیم کرونگا نہین شاید عدل نہ کرون تو مجھے یہ ڈر ہی کہ جس کو

ف یہ حدیث منقطع ہے اور ابن [illegible] نے کتاب صفوۃ التصوف مین اس کو وصل کیا ہے ۱۲

اُنمین کچھ نہ ملے وہ یون کہے کہ اس شخص نے قسمت مین عدل نہین کیا اور میری محبت سے اُسکو گناہ ہو پس ان کو مجھ سے علیحدہ ہی
رکھو **تیسری حالت** یہ ہی کہ سلاطین سے علیحدہ رہے نہ خود اُنکو دیکھے نہ وہ اُسکو دیکھین اور یہ امر واجب ہی اس لیے کہ اس باب مین
سلامتی اسی صورت مین ہی پس آدمی پر واجب ہی کہ سلاطین کے ظلم کیوجہ سے دلمین اُنکی عداوت رکھے اور اُنکی دیرپائی نہ چاہے اور نہ
اُنکی تعریف کرے نہ اُنکے حالات کا جویا رہے اور نہ جو لوگ اُنسے متصل رہتے ہین اُنکے نزدیک جاوے اور اُنسے جدا رہنے کے باعث اگر
کوئی چیز اپنے آپکو نہ ملے تو اُسپر افسوس نہ کرے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ دلمین اُسکا دھیان گذرے اور اگر بالکل اُنسے غافل ہی جاوے
تو اور بھی اچھا ہی اور جب دلمین یہ بات گذرے کہ اُنکے پاس مال و رسامان عشرت بہت ہی تو یہ قول حاتم اصم کا یاد کرے کہ وہ فرماتے تھے
کہ مجھ مین اور بادشاہون مین ایک ہی روز کا فرق ہی اسلیے کہ کل گذشتہ کی لذت تو اُنکو میسر نہین اور آیندہ کل مین مجکو اور اُنکو دونون
کو خوف ہی پس صرف آج کا دن باقی رہا ایک روز سے کیا ہو سکتا ہی یا حضرت ابو دردار رضی کے قول کو یاد کرے کہ اُنھون نے فرمایا
کہ مالدار کھانے اور پینے اور لباس مین ہمارے شریک ہین وہ بھی کھاتے پیتے اور پہنتے ہین اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور اُنکے پاس
فضول مال ہوتا ہی جسکو وہ دیکھا کرتے ہین اور ہم بھی اُنکے ساتھ دیکھ لیتے ہین فرق اتنا ہی کہ اُنکو اُسکا حساب دینا پڑیگا اور ہم اس بار پرس
سے بری ہین اور جو شخص کسی ظالم کے ظلم یا عاصی کی معصیت پر واقف ہو چاہیے کہ اُسکا واقف ہونا اُس ظلم کا مرتبہ اُسکے دلمین گھٹا دے کہ
یہ ضروری ہی کیونکہ جو شخص حرکت مکروہ کا مرتکب ہوتا ہی بالضرور دل سے اُتر جاتا ہی اور معصیت کا مکروہ جاننا ضرور ہی کیونکہ تین حال سے
خالی نہین یا تو اُسکو بھول جاوے یا راضی ہو یا مکروہ جانے تو باوجود جاننے کے بھول تو سکتا نہین اور معصیت پر راضی ہونے کی کوئی وجہ
نہین تو ضرور ہوا کہ اُسکو برا ہی جانا جاوے تو یون چاہیے کہ جو شخص خدا تعالی کے حق مین قصور کرے اُسکو ایسا برا جانو جیسا اپنے
حق مین قصور کرنے سے جانتے۔ اب اگر یہ کہو کہ دل سے برا جاننا تو اختیاری بات نہین تو واجب کیسے ہوگا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ جو چیز
محبوب کے نزدیک بری ہوتی ہی عاشق اپنی طبیعت سے اُسکو برا جانتا ہی اور جو شخص اللہ تعالی سے محبت نہین رکھتا وہ اسکو بھی جانتا نہین
حالانکہ اللہ تعالے کی معرفت اور محبت واجب ہی اور جب اللہ تعالی سے محبت کریگا تو بالضرور جس چیز کو خدا تعالی برا جانتا ہی اسکو وہ
بھی برا جانیگا اور جسکو اللہ تعالی چاہیے گا اُسکو وہ دوست رکھے گا اور اُسکی تحقیق باب محبت اور رضا مین مذکور ہوگی۔ اب اگر یہ کہو کہ سلف کے
علما تو سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ہان سلف کے لوگون سے اول جانیکا طور سیکھ لو تب جانے مین مضائقہ نہین چنانچہ
مروی ہی کہ ہشام بن عبد الملک بادشاہ حج کیلیے آیا جب مکہ معظمہ مین داخل ہوا تو کہا کہ کسی شخص کو صحابہ مین سے میرے پاس لاؤ
لوگون نے کہا کہ وہ تو انتقال کر گئے اُسنے کہا کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بلا لائے جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوتا فرش
کے کنارے پر اُتارا اور امیر المؤمنین کہکر سلام نہ کیا بلکہ یون کہا کہ ای ہشام السلام علیک اور نہ اُسکی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اُسکے
مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ای ہشام تم کیسے ہو سلطان اُنکی حرکات سے افروختہ ہوا یہانتک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا مگر لوگون نے کہا کہ تو حرم خدا
اور حرم رسول مین ہی یہ نہین ہو سکتا اُسنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمنے یہ حرکت کیون کی آپنے فرمایا کہ مین نے کیا کیا اُسکو اور بھی غصہ
زیادہ ہوا اور کہا کہ تم نے میرے سامنے جوتا اُتارا اور میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دیا اور مجکو امیر المؤمنین کہکر سلام نہ کیا اور میری کنیت نہ بیان

کی اور میرے مقابل بدون اجازت بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو آپ نے جواب دیا کہ جوتا اُتارنے کا حال یہ ہو کہ رب العزت کے سامنے
ہر روز پانچ بار اُتارتا ہون وہ مجھپر نہ خفا ہوتا ہو نہ سزا دیتا ہو اور بوسہ نہ دینے کی یہ وجہ ہو کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہو
کہ فرماتے تھے کہ مرد کے لیے حلال نہین کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دے بجز اپنی بی بی کے براہ شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے
ہو کہ مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا تو اسکا سبب یہ ہو کہ سب آدمی تمھاری حکومت سے راضی نہین اسلیے مجکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ جھوٹ بولون
اور کنیت نہ بیان کرنیکی یہ وجہ ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے انبیا کے تو نام لیے ہین اور فرمایا یا داؤد یا یحیی یا عیسی اور اپنے دشمنون کو کنیت
سے ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لہب اور یہ جو کہتے ہو کہ میرے سامنے بیٹھ گئے اسکا باعث یہ ہو کہ مین نے حضرت علیؓ سے سنا ہو کہ فرماتے
تھے کہ جب تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور لوگ اُسکے گرد کھڑے ہون ہشام یہ باتین سنکر بولا کہ آپ مجکو
نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ دوزخ مین پہاڑون کی چوٹیون کی مانند سانپ ہین اور بچھو
خچرون کے برابر ہین وہ اُن امیرون کو کاٹینگے جو اپنی رعیت مین عدل نہین کرتے پھر آپ ہان سے اُٹھکر جلدی سے چل دیے اور حضرت
سفیان ثوری رضہ سے منقول ہو کہ وہ منا مین ابوجعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے اُسنے عرض کیا کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمائیے آپنے
فرمایا کہ خدا سے تعالی سے خوف کر کہ تو نے اپنے ظلم و تعدی سے زمین کو بھر دیا ہی منصور نے گردن جھکا لی پھر سر اُٹھا کر کہا کہ آپ اپنی حاجت
مجھ سے بیان کرین فرمایا کہ تو جو اس مرتبہ کو پہونچا ہی تو صرف مہاجرین اور انصار کی تلوارون سے پہونچا ہی اب انکے بچے بھوکون مرتے ہین
خدا کا خوف کر اور اُنکا حق اُنکو حوالہ کر پھر سر نیچے کر لیا اور آخر کو سر اُٹھا کر کہا کہ اپنی حاجت ارشاد فرمائیے فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جب حج
کیا تھا تو اپنے خزانچی سے پوچھا تھا کہ مین نے کتنا خرچ کیا اُسنے عرض کیا کہ کچھ اوپر دس درم اور تیرے ساتھ اتنے مال دیکھتا ہون کہ جن کو
اونٹ بھی نہین اُٹھا سکتے یہ کہکر آپ چلے آئے تو اکابر سلف اگر بزور و تکلف جاتے بھی تھے تو اسطرح جایا کرتے تھے اور سلاطین کے ظلم سے خدا
واسطے کا انتقام لینے کیلیے اپنی جان لڑا دیتے تھے اور ابن ابی نملہ عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے اُسنے عرض کیا کہ کچھ فرمائیے
آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن قیامت کے غصون اور تلخیون سے اور وہان کی تباہی دیکھنے سے وہی لوگ بچین گے جنھون نے اپنے نفس کو ناراض
کر کے خدا تعالی کو راضی کیا ہوگا عبد الملک رو پڑا کہ جبتک مین زندہ رہونگا اس جملہ کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھونگا اور جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ
ہوے تو تمام اصحاب آپکی خدمت مین آئے مگر حضرت ابوذر غفاریؓ جو آپکے دوست تھے اُنھون نے تاخیر کی حضرت عثمان رضہ نے اُنکو
تاخیر پر عتاب فرمایا اُنھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ آدمی جب کسی حکومت کا والی کیا جاتا ہی تو
اللہ تعالی اُس سے دور ہو جاتا ہی اور حضرت مالک بن دینار رح بصرہ کے حاکم کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا ہے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ سلطان سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین اور جو شخص میری نافرمانی کرے اُس سے بڑھکر نادان کوئی نہین اور جو شخص
مجھپر گھمنڈ کرے اُس سے زیادہ دھوکا کھانے والا کوئی نہین اے خراب چرانے والے مین نے تجکو موٹی تندرست بکریان دی ہین تو نے انکا
گوشت کھایا اور اون پہنی اور اُنکو بلتا ہوا ڈھانچ کر دیا حاکم بصرہ نے کہا کہ آپکو معلوم ہو کہ آپ ہمپر دلیر اور ہمسے سیر کیون ہین آپنے فرمایا کہ
نہین اُسنے کہا کہ اُسکی یہ وجہ ہو کہ آپ ہمسے طمع کم رکھتے اور مال کو رکھ نہین چھوڑتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ

کھڑے تھے اتنے مین سلیمان رعد کی آواز سنکر ڈر گیا اور اپنی چھاتی چارجامہ کے اگلے حصہ پر رکھدی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ یہ آواز اللہ تعالےٰ
کی رحمت کی تھی جب اُسکے عذاب کی آواز سنوگے تب کیا صورت ہوگی پھر سلیمان نے لوگون کیطرف دیکھکر کہا کہ کتنے زیادہ آدمی ہین آپ نے
فرمایا کہ ای امیرالمومنین یہ سب آپ کے مدعی ہین اُس نے کہا کہ خدا تعالیٰ تمکو اُنسے حوالہ ڈالے۔ اور کہتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک
بقصد مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین آیا اور حضرت ابوحازم کو بلوایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ ہم موت کو بُرا جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس کی یہ
وجہ ہی کہ تم نے اپنی آخرت خراب کی اور دنیا کو آباد کیا اسلیے آبادی سے ویرانے مین جانیکو بُرا جانتے ہو اُسنے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے
جانا کیسے ہوگا آپ نے فرمایا کہ نیک بندے تو ایسے جائینگے جیسے باہر رہا ہوا آدمی اپنے گھر آوے اور گنہگار ایسے آوینگے جیسے بھاگا ہوا
غلام آقا کے سامنے لایا جاوے سلیمان رویا اور کہنے لگا کہ کاش ہمکو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کے یہان ہم کیسے ہونگے ابوحازم نے فرمایا
کہ اپنے حال کو قرآن مجید سے مطابق کرلو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم سلیمان نے کہا کہ پھر خدا تعالےٰ
کی رحمت کہان ہی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ رحمۃ اللہ قریب من المحسنین سلیمان نے پوچھا کہ اللہ کے بندون مین سے زیادہ بزرگ کون ہی
فرمایا کہ مروت اور تقویٰ والے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزون سے اجتناب کے ساتھ پوچھا
کہ کلام مین سے زیادہ کونسا سننے کے قابل ہی فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص کے سامنے جس سے بیم و رجا ہو پوچھا کہ ایمان والون مین سے
کونسا زیادہ دانا ہی فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر عمل کرے اور لوگون کو اسی طرف بلاوے پوچھا کہ اہل ایمان مین سے زیادہ
خسارہ مین کون ہی فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش مین چلے اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے پھر سلیمان
نے پوچھا کہ ہم جس حال مین اب ہین آپ اُس مین ہم کو کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجکو سزا دوگے اُسنے کہا کہ نہین بلکہ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ اے
امیرالمومنین تمہارے باپ دادون نے لوگون پر تلوار کا دباو ڈالکر یہ ملک زبردستی لیا ہی نہ تو مسلمانون سے مشورہ کیا اور نہ اُن کی خوشی
سے لیا یہانتک کہ بڑا کشت و خون کرکے چلدیے تو کاش اب تم جان لو کہ اُنھون نے کیا کیا اور لوگون نے اُنکو کیا کہا ایک شخص نے
سلیمان کے جلیسون مین سے کہا کہ ای ابوحازم تم نے یہ بُرا کلام کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علما سے عہد لیا ہی کہ لوگون مین امر
حق کو بیان کرین اور پوشیدہ نہ رکھین سلیمان نے عرض کیا کہ ہم کیسے اس خرابی کو دور کرین آپ نے فرمایا کہ وجہ حلال سے تحصیل کرو
اور اُسکے موقع مین صرف کرو اُسنے کہا کہ یہ بات کس سے ہوسکتی ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص جنت کا طالب اور دوزخ سے خائف ہو اُس سے
ہوسکتی ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ میرے حق مین دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر سلیمان تیرا دوست ہی تو اُسکے لیے دنیا اور آخرت
کی بھلائی آسان کردے اور اگر دشمن ہی تو اُسکو زبردستی اپنے محبوب اور پسندیدہ چیز کی طرف پہونچادے پھر سلیمان نے عرض کیا کہ مجھکو وصیت
فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین مختصر سی وصیت کرتا ہون کہ اپنے رب کی عظمت اور پاکی اس درجہ تصور کرو کہ جس کام سے اُسنے تمکو منع کیا ہی اُسکا
مرتکب دیکھے اور جس کام کا امر کیا ہی اُسمین قاصر نپاوے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے ابوحازم سے فرمایا کہ مجکو نصیحت فرمائیے آپ نے
فرمایا کہ لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہی اور یہ وقت آپہنچا ہی پھر یہ دھیان کرو کہ ایسے وقت مین تم کونسی صفت کو اپنے آپ
مین ہونا پسند کرتے ہو اور کونسی ہونا نہین پسند کرتے جس صفت کا ہونا پسند کرو اُسکو اسی وقت اختیار کرلو اور جسکا ہونا پسند نہین

بیشک نیکوکار آرام مین ہین اور بیشک گنہگار دوزخ مین ہین

کرتے اُسکو اُسی وقت ترک کرو کیونکہ شاید وقت آخر قریب ہی آلگا ہو۔ اور ایک اعرابی سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اُس سے سلیمان
نے کہا کہ کچھ فرمائیے اُس نے کہا کہ اے امیر المومنین مین آپ سے کچھ کہتا ہون اُسکو برداشت کرنا اور اگر بُرا مانوگے تو پچھتاوگے
کہ ہم نے برداشت کیون نہ کیا سلیمان نے کہا کہ ہمارا حلم تو اتنا وسیع ہی کہ جس شخص سے نصیحت کی توقع نہین ہوتی اور احتمال
دغا کا ہوتا ہی اُسکے ساتھ حلم کرتے ہین تو جو شخص ہماری نصیحت کو کہیگا اور ہم سے کچھ فریب نہ کریگا اُسکے ساتھ حلم کیسے نہ برتینگے اعرابی نے
کہا ای امیر المومنین آپ کے گرد و پیش ایسے لوگ ہین کہ اُنھون نے اپنی جانون کیلیے بُرائی اختیار کی اور دین کو بیچکر دنیا مول لی اور تمھاری
رضامندی خدائے تعالے کی خفگی کے عوض اختیار کی اللہ تعالے کے باب مین تو تمھارا خوف کیا اور تمھارے باب مین اللہ تعالیٰ کا خوف
نکیا آخرت کے ساتھ لڑائی اور دنیا کے ساتھ صلح پسند کی تو جس چیز پر اللہ تعالی نے تمکو امین کیا ہی تم اُسپر ان لوگون کو امین مت کرو کہ اُنھون
نے امانت کے ضائع کرنے اور امت کے ذلیل و خوار کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اور تم سے اُنکے اعمال کی باز پرس ہوگی اور اُن سے
تمھارے اعمال کا سوال نہوگا تو تم اپنی آخرت بگاڑکر اُنکی دنیا کو درست مت کرو کیونکہ لوگون مین زیادہ تر خسارہ اُسکو ہی جو دوسرے کی دنیا
کے بدلے مین اپنی آخرت کھو بیٹھے سلیمان نے کہا کہ ای اعرابی تو نے اپنی تیغ زبان سے خوب پھول کترے اتنا کاٹ تو تیری تلوار مین بھی نہوتا
اعرابی نے کہا کہ سچا ہی مگر یہ باتین آپ کے فائدہ کی ہین نہ ضرر کی اور حکایت ہی کہ ابو بکرہ معاویہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ ای معاویہ خدائے تعالی سے
خوف کرو اور جان لو کہ جو دن گذرتا جاتا ہی اور رات تمھارے پاس آتی ہی اتنا ہی تم دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہوتے جاتے ہو اور
تمھارے پیچھے طالب ایسا ہی کہ اُس سے تم بچ نہین سکتے اور ایک حد تمھارے لیے مقرر ہی جس سے آگے نہین نکل سکتے اب تم بہت جلد اُس حد تک
پہونچا چاہتے ہو اور عنقریب وہ طالب تمکو آپکڑتا ہی اور ہم اور ہمارے حالات سب فانی ہین اور جسکی طرف ہم جائینگے وہ باقی ہی اگر ہمارے اعمال
اچھے ہونگے تو جزا اچھی ہوگی اور اگر بُرے ہونگے تو جزا بُری ہوگی غرضکہ علماء آخرت کا جانا سلاطین کے پاس اسطرح پر تھا اگر علماء دنیا اسطرح
جاتے ہین کہ اُنکے دلون مین تقرب حاصل کرین اُنکو طرح طرح کی اجازتین دیتے ہین اور باریک حیلے اور گنجائش کے راستے جو اُنکے مطلب کے
موافق پڑین سوجھاتے ہین اور اگر جس قسم کی باتین ہمنے لکھی ہین وعظ کے ضمن مین کہتے بھی ہین تو اُنسے غرض اصلاح نہین ہوتی بلکہ جاہ اور
قبول سلاطین کی نظرون مین حاصل کرنا مقصود ہوتا ہی اور اس امر مین دو دھوکے ہین جنمین احمق مبتلا ہوجاتے ہین۔ **اول** یہ کہ ظاہر یہ کرین
کہ ہمارا مقصود سلاطین کے پاس جانے سے یہ ہی کہ وعظ سے اُنکی اصلاح کرین اور غالباً جی مین یہ بات نہین ہوتی مگر خود اُنکو بھی باعث اصلی
اسکا معلوم نہین ہوتا وہ باعث خفیہ شہرت کی ہوتی ہی اور یہ کہ سلاطین اُنکو پہچان جاوین اور غرض اصلاح کے صحیح ہونے کی یہ علامت ہی
کہ اگر دوسرا شخص عالم اس وعظ کا متکفل ہو اور اُسکا وعظ مقبول ہوکر اصلاح کا اثر ظاہر ہونے لگے تو چاہیے کہ اُس سے خوش ہو اور اللہ تعالی
کا شکر کرے کہ جس مہم مین درپے تھا اُسکو اللہ تعالی نے دوسرے کے ہاتھ سے سرانجام کرادیا اور میری تکلیف کو بچادیا جیسے کسی شخص کو واجب ہو
کہ ایک مریض ازکار رفتہ کا علاج کرے اس صورت مین اگر دوسرا کوئی طبیب اس خدمت کو اپنے ذمہ لیوے تو پہلے طبیب کو نہایت خوشی ہوگی
پس اگر اپنے دل مین اپنے وعظ کو دوسرے کے وعظ پر ترجیح جانتا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ اُسکو دھوکا ہوا غرض اصلی اصلاح سلاطین نہین بلکہ
اور ہی مطلب ہے۔ **دوم** یہ کہ یون بیان کرے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ کسی مسلمان پر سے ظلم دفع کرادون تو یہ بھی دھوکے کا مقام ہی اور

اُسکی کسوٹی بھی وہی ہی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اور جب کہ سلاطین کے پاس جانیکا طریق ظاہر ہوگیا تو اب ہم چند مسائل لکھتے ہین جن سے مخالطت سلاطین اور اُنکے مال کے لینے مین جو حالات عارض ہوتے ہین اُنکی کیفیت معلوم ہوگی **مسئلہ** جب سلطان تمکو کوئی مال فقیرون کے دینے کے لیے بھیجے تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُس مال کا کوئی مالک معین ہوگا اس صورت مین تو اُسکا لینا تمکو حلال نہین یا کوئی مالک معین نہوگا بلکہ اُس مال کا حکم یہ ہو کہ اُسکو صدقہ کردو یا مساکین پر بموجب بیان گذشتہ واجب ہو تو تم کو جائز ہی کہ اُس کو لے کر بانٹنے کے کفیل ہوجاؤ اور خود لیکر گناہگار مت ہو لیکن بعض علما لینے ہی سے انکار کرتے ہین تو اب بہتر صورت کو دیکھنا چاہیے اسلیے ہم کہتے ہین کہ اگر تم تین خطرون سے مامون ہو تو لے لینا تمھارے حق مین بہتر ہی **اول خطرہ** یہ ہی کہ بادشاہ تمھارے لینے سے یہ سمجھے کہ ہمارا مال طیب ہی اگر طیب نہوتا تو تم اُسکے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے اور اپنی تحویل مین نہ کرتے پس اگر ایسی ہی صورت ہو تو مال مت لو کہ خطرناک ہی کیونکہ جتنی بہتری تمھارے اُس مال کے تقسیم کرنے سے ہوگی وہ اس بُرائی سے کم ہوگی جو سلطان کو مال حرام کمانے پر جرارت ہوگی۔ **دوم** یہ کہ دوسرے عالم خواہ جاہل تم کو دیکھکر تمھارا اقتدا کرین اور لینے کو جائز سمجھین اور مساکین کو نہ دیوین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہی چنانچہ کچھ لوگ لینے کے جائز ہونے پر حضرت امام شافعی کے لینے کی سند لاتے ہین اور اُنکے تقسیم کر دینے کو نہین دیکھتے کہ فقیرون کو دینے کی نیت سے لیا کرتے تھے تو وہ جو شخص مقتدا ہو اُسکو اس امر سے نہایت بچنا چاہیے کیونکہ اُسکا فعل بہت مخلوق کی گمراہی کا سبب ہوجاتا ہی۔ وہب بن منبہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک شخص پکڑا آیا اور لوگون کے سامنے سلطان نے اُسکو زبردستی سور کا گوشت کھلانا چاہا اُس نے نہ کھایا پھر اُسکے سامنے بکری کا گوشت کیا گیا اور تلوار سے دھمکایا گیا اُس نے وہ بھی نہ کھایا لوگون نے اُس سے وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ آدمیون کو یہ یقین ہوچکا کہ مجھکو سور کا گوشت کھلانا تجویز ہوا ہی اب اگر مین زندہ باہر نکلتا اور کچھ کھا جاتا تو لوگ نہ جانتے کہ مین نے کیا کھایا اور گمراہ ہوجاتے اور وہب بن منبہ اور طاؤس رح حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس گئے وہ لڑکا ہی ساتھا اور جاڑے کے دن مین کھلی مجلس مین بیٹھا تھا یہ دونون بھی کرسی پر بیٹھ گئے محمد بن یوسف نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک چادر لاکر طاؤس کو اُڑھادے اُس نے حکم کی تعمیل کی آپ نے اپنے شانے ہلانے شروع کیے یہان تک کہ چادر گر پڑی محمد بن یوسف غصہ ہوا اور کہا کہ یہ مانا کہ آپ کو اُس کے استعمال کی ضرورت نہین لیکن اگر آپ اُس کو لے کر صدقہ کردیتے تو کیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ درست ہی کہ اگر مجھکو یہ ڈر نہ ہوتا کہ بعد کو لوگ کہین گے کہ طاؤس نے لیا تھا اور جو مین کرتا وہ نہ کرینگے تو مین ایسا ہی کرتا **سوم** یہ کہ اسوجہ سے کہ بادشاہ نے تم کو خاص کیا اور مال تمھارے ہی پاس بھیجا دوسرے کے پاس ارسال نہ کیا تمھارے دل مین اُسکی محبت جنبش کرجائے اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال قبول مت کرو کہ زہر قاتل ہی اور ظالمون کی محبت درد لاعلاج ہی اسلیے کہ جس کو آدمی دوست رکھتا ہی اُسکے باب مین مداہنت کیا کرتا ہی اور محسن سے محبت بلاشبہہ ہوتی ہی چنانچہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ نفوس کی سرشت مین رکھا گیا ہی کہ جو اُنکے ساتھ سلوک کرے اُس سے محبت کرین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اللھم لا تجعل لفاجر عندی یدا فیحبہ قلبی۔ اس ارشاد مین آپ نے بیان فرمادیا کہ قلب غالبًا محبت سے خالی نہین رہتا۔ اور کہتے ہین کہ کسی حاکم نے حضرت مالک بن دینار رح کے پاس دس ہزار درم

بھیجے آپ نے اُن سب کو تقسیم کردیا اُنکے پاس محمد بن واسع آئے اور پوچھا کہ جو کچھ تم کو اس امیر نے بھیجا تھا اُسکو کیا کیا آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیون سے دریافت کرو سب نے کہا کہ بالکل تقسیم کردیا محمد بن واسع نے کہا کہ مین تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہون کہ تمھارے دل مین اس امیر کی محبت اب زیادہ ہی یا مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ اب زیادہ ہی اُنھون نے کہا کہ مجھکو اسی کا خوف تھا اور واقع مین درست کہا کیونکہ جب اُس سے محبت رکھیگا تو اُسکی بقا چاہے گا اور معزول ہونے کو بُرا جانے گا اور اُس کے مرنے اور ادبار کو اچھا نہ سمجھیگا اور یہ پسند کریگا کہ اُس کی حکومت پھیلے اور مال زیادہ ہو اور یہ سب باتین اسباب ظلم کی اور محبت کی ہین اور وہ مذموم ہی حضرت سلمان فارسی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کام سے راضی ہوا اگرچہ وہ غیر حاضر ہو مگر ایسا ہوگا کہ گویا اُس کے کرنے مین شریک تھا اللہ تعالے فرماتا ہی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا - اس کے معنی بعض مفسرین نے یہی فرمائے ہین کہ ظالمون کے اعمال پر راضی مت ہو پس اگر تم کو اسقدر قوت ہو کہ مال لینے سے سلاطین کی محبت زیادہ نہ ہو تو لینے مین کچھ مضائقہ نہین چنانچہ کسی بصرہ کے عابد کا حال کہتے ہین کہ وہ مال لے کر تقسیم کردیا کرتا تھا لوگون نے اُس سے کہا کہ تم کو یہ ڈر نہین کہ سلاطین کی محبت کرنے لگو فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجھکو جنت مین داخل کردے اور پھر خدا تعالے کی نافرمانی کرے تو باوجود اتنے سلوک کے پھر بھی میرا دل اُس سے محبت نہ کرے گا کیونکہ جس شخص نے اس کو میرے ہاتھ پکڑنے کے لیے مسخر کیا ہی اُسی کی خاطر سے مین اُس سے بغض رکھتا ہون تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین سلاطین سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو ممنوع اور مذموم ہی اسلیے کہ ان خرابیون مذکورہ بالا سے خالی نہین ہوتا مسئلہ اگر کوئی یہ کہے کہ مال کا لینا اور مساکین کا دینا تو درست ہی مگر یہ بھی ہوسکتا ہی کہ نہین کہ سلطان کا مال چورا کر یا اُسکی ودیعت کو چھپا کر خواہ انکار ہوکر لوگون کو بانٹ دیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر جائز نہین اسلیے کہ کیا معلوم ہی شاید اس مال کا کوئی مالک معین ہو اور سلطان کی نیت مین ہو کہ اُسکو واپس کردیگا اور یہ مال ویسا نہین ہوسکتا جیسا وہ خود تمھارے پاس بھیجدے کیونکہ عاقل سلطان پر یہ گمان نہین کرتا کہ جس مال کا مالک اسکو معلوم ہو اسکو خیرات کردے تو اُسکا دینا اس بات کی دلیل ہی کہ اُسکو مالک کا حال معلوم نہین پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے حالات اُسپر مشتبہ رہتے ہین تو اُس مال کا قبول کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خوب دریافت نہ کرے پھر چوری کیسے ہوسکتی ہی اسلیے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہی کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہو اُس نے اُدھار خریدا ہو کہ بظاہر اسکا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہی بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پاوے اور ظاہر ہو کہ اُسکا مالک کوئی لشکری ہی اور یہ احتمال ہو کہ اُسنے وہ چیز اُدھار لی ہوگی یا اور کسی طور سے اُسکی ملک مین آئی ہوگی تو اُس چیز کا اُس کو واپس کرنا واجب ہی تو معلوم ہوا کہ سلاطین کا مال چورانا واجب نہین نہ خود اُنکے پاس سے اور نہ اُسکے پاس سے کہ اُنھون نے ودیعت رکھا ہو اور اُنکی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہین اور جو کوئی اُنکا مال چوراوے اُسپر چوری کی سزا ہونی واجب ہی لیکن اگر چور دعوے کرے کہ یہ مال اُن کی ملک نہین تو دعوی سے حد ساقط ہوجاویگی مسئلہ سلاطین کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہی اسلیے کہ اُنکے اکثر اموال حرام ہین تو جو کچھ عوض مین آوے گا وہ حرام ہی ہوگا ہان اگر وہ چیز کا مول ایسی جگہ سے دیوین جسکی حلت قطعًا معلوم ہو تو اب اُس چیز مین کلام ہی جو اُنکے ہاتھ

فروخت کیجاتی ہی اگر یہ معلوم ہو کہ بیع کو لیکر وہ خدا تعالی کی معصیت کرینگے مثلاً ریشمی کپڑا بیع ہی اور بائع کو معلوم ہی کہ سلطان اُس کو پہنے گا تو بیع حرام ہی جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانیوالے کے ہاتھ اور خلاف اس صورت مین ہی کہ بیع درست ہو اور اگر یہ احتمال ہو کہ بادشاہ خود پہنے گا اور یہ بھی ہو کہ مستورات کو پہنا دے گا تو یہ معاملہ شبہہ مکروہ ہوگا یہ اُن اشیا کا حال ہی جنسے خود معصیت ہوتی ہی اور یہی حال ہی اُنسے گھوڑا بیچنے کا خصوص جب کہ مسلمانون سے لڑنے کو یا اُنسے خراج لینے کو سوار ہوتے ہون کیونکہ اس سے بھی اُنکی اعانت ہوتی ہی اور اعانت بھی ممنوع ہی باقی رہین وہ چیزین جنسے خود معصیت نہین ہوتی بلکہ وہ بذریعہ معصیت ہین جیسے دراہم و دنانیر کا بیچنا یا جو ایسی ہی چیز ہو تو یہ بیع مکروہ ہی اسوجہ سے کہ ظلم پر اعانت ہی کیونکہ وہ ظلم کرنے مین مال اور گھوڑون اور اسباب ہی سے اعانت کر لیتے ہین اور یہ کراہت اُنکو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے اور اُنکا کام بلا اجرت کر دینے مین بھی جاری ہی یہانتک کہ اُنکی تعلیم مین اور اُن کی اولاد کو بھی خط و کتابت اور حساب سکھلانے مین ہان البتہ قرآن کا سکھلانا مکروہ نہین ہین اگر کراہت ہی تو بلحاظ اجرت کے لینے کے ہی کہ وہ مال حرام سے ملتی ہی اُسکی حلت اگر قطعی معلوم ہو تو مضائقہ نہین اور اگر سلاطین کسی کو اپنا وکیل کر دین کہ بازارون مین سے اُنکے واسطے خرید و فروخت بدون اجرت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت مکروہ ہی اور اگر ایسی چیز خریدے گا جس سے جانتا ہی کہ وہ معصیت کا قصد کرینگے جیسے غلام اور ریشمی کپڑا مثلاً بستری اور لباس کے لیے اور ظلم اور قتل کے وقت گھوڑا سواری کے لیے تو یہ حرام ہوگا غرضکہ بیع سے قصد معصیت اگر ظاہر ہوگا تو حرمت حاصل ہوگی اور اگر ظاہر نہوگا اور بمقتضاے دلالت حال پایا جاتا ہوگا تو کراہت ہوگی

مسئلہ جو بازار کہ سلاطین نے حرام سے بنائے ہین اُنمین تجارت حرام ہی اور اُنمین سکونت کرنا جائز نہین اگر کوئی سوداگر اُن مین رہ کر شرعی طریق سے کچھ پیدا کریگا تو اُس کا مال حرام نہوگا مگر اپنی سکونت کے باعث سے گنہگار ہوگا اور لوگون کو اُن تاجرون سے خریدنا درست ہی لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہی کہ اُسمین سے خریدین کیونکہ اُن تاجرون سے خریدنے مین اُنکی سکونت پر اعانت اور دوکانون کے کرایہ کا زیادہ کرنا ہی اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے خراج مقرر نہین کیا اُسمین معاملات کرنے اچھے ہین بہ نسبت اُن منڈیون کے جن پر خراج ہی اور بعض لوگون نے اتنا مبالغہ کیا ہی کہ جن اراضی پر سلاطین نے خراج مقرر کیا ہی اُن کے زمیندارون اور کسانون سے بھی معاملہ جائز نہین کہتے اسواسطے کہ بعض اوقات جو مال اُنکو ملتا ہی اُسکو خراج مین ادا کر دیتے ہین تو اعانت ظلم کی ہو جاتی ہی مگر یہ دین مین غلو کرنا اور مسلمانون پر تنگی ڈالنا ہی اس لیے کہ خراج سب زمینون پر ہو گیا ہی اور بدون زمین کی پیداوار کے لوگ رہ نہین سکتے اور اُس کے منع کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اگر وجہ اعانت ہی ہو تو چاہیے کہ مالک کو زمین کی کشتکاری کرنی بھی حرام ہوتی کہ خراج ہی نہ مانگا جاوے اور اسی طرح طول ہوتے ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود ہو جاوے گا

مسئلہ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے بھی معاملہ کرنا حرام ہی جیسا خود اُنسے حرام ہی بلکہ قاضیون وغیرہ سے حرمت زیادہ ہی قاضیون سے تو اس وجہ سے کہ وہ اُنکا صریح مال حرام لیتے ہین اور اُنکی جماعت کو زیادہ کرتے ہین اور لوگون کو اپنے لباس سے دھوکا دیتے ہین کیونکہ وہ عالمونکا لباس پہنکر سلاطین سے اختلاط کرتے ہین اور اُن کے مال لیتے ہین اور طبیعتون کی سرشت مین ہی کہ جاہ و حشمت والونکی مشابہت اور اقتدار کرتے ہین تو باعث مخلوق کے اُنکی طرف کھینچنے کا

قاضی ہی ہوتے ہین اور خادمون اور حشم سے اس لیے معاملہ حرام ہر کہ اُنکا اکثر مال صریح غصب کا ہوتا ہی اُنکے ہاتھ مال مصلحت ور میراث او جزیہ اور وجہ حلال کا نہین لگتا تا کہ یہ کہا جاوے کہ اُنکے مال مین مال حلال کے ملجانے سے شبہہ حرمت ضعیف ہوگیا طاؤس رح فرماتے ہین کہ مین سلاطین کے قاضیون کے پاس گواہی نہین دیتا ہون گو مجھکو یقینًا معلوم ہو اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین وہ لوگ انپر تعدی نہ کرین جنپر مین گواہی دون حاصل یہ کہ رعیت کی خرابی بادشاہون کی خرابی سے ہوئی اور بادشاہونکی خرابی علما کی خرابی سے ہوئی اگر قاضی اور علما خراب نہ ہوتے تو بادشاہ کم بگڑتے اس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ کہین ہم کو برا نہ جانین اور ہمارا حکم نہ مانین اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لاتزال ہذہ الامۃ تحت یداللہ وکنفہ مالم تمالی قراءہا امراءہا۔ اس ارشاد مین قرار کو اس لیے ذکر فرمایا کہ وہی اُس زمانہ مین عالم تھے اور انکا علم صرف قرآن مجید تھا اور اُسکے معانی جو حدیث سے سمجھے جاتے تھے اور اُنکے سوا اور علوم اُنکے بعد پیدا ہوے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہی کہ نہ سلطان سے میل کرو اور نہ اُس سے جو سلطان سے ملے اور فرمایا کہ قلم بردار دوات والا اور کاغذ اور رسوف والا سب ایک دوسرے کے شریک ہین اور یہ آپ نے درست فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین دس شخصون کو لعنت کی کہ اُنمین نچوڑنیوالا اور نچوڑوانے والا بھی ہین اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ سود کا کھانیوالا اور کھلانے والا اور دونون گواہ اور کاتب سود سب ملعون ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور اسیطرح حضرت جابر اور حضرت فاروق رض نے اُسکو مرفوعًا روایت کیا ہی اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ سلطان کا خط کہین مت لیجاؤ جبتک کہ یہ نہ جان لو کہ اُسمین کوئی مضمون ظلم نہین۔ اور حضرت سفیان نے خلیفہ وقت کو اپنے سامنے سے دوات اٹھا کر دینے سے انکار کردیا تھا اور فرمایا تھا کہ جبتک یہ نہ جان لون کہ تم کیا لکھوگے تب تک نہ دونگا غرضکہ سلاطین کے گرد وپیش جتنے خادم اور توابعین ہوتے ہین سب ظالم ہین اُنسے بغض فی اللہ رکھنا واجب ہی عثمان بن زائدہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اُنسے کسی سپاہی نے راستہ پوچھا وہ خاموش ہورہے اور اونچا سننا ظاہر کیا اس خوف سے کہ مبادا یہ ظلم کو جاتا ہو تو راستہ بتلانے سے ظلم پر اعانت ہوگی۔ اور یہ مبالغہ جو سلاطین کے باب مین ہی سلف سے فاسق تاجرون اور جولاہون اور پچھنے لگانے والون اور حماميون اور سادہ کارون اور رنگریزون اور دوسرے حرفہ والونکے ساتھ منقول نہین باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگون پر غالب ہے بلکہ ذمی کافرون کے ساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہین یہ تو خاص ظالمون کے ساتھ ہین ہی جو یتیمون اور مسکینون کا مال کھاتے اور مسلمانون کو مدام ستاتے ہین اور شریعت کے آثار وعلامات کے مٹانے پر آمادہ ہین اور اس تشدد کیوجہ اُنکے ساتھ یہ ہی کہ معصیت دو قسم کی ہی ایک لازمی اور ایک متعدی فسق اور کفر قصور لازم ہین یعنی انکا مرتکب اللہ تعالی کا گناہگار ہی اور کسی کو ضرر نہین پہونچاتا اور اُسکا حساب خدا تعالی پر ہی اور حکام کی معصیت ظلم سے ہر اور وہ متعدی ہی اسی وجہ سے اُنکے باب مین تشدد زیادہ ہی اور جسقدر اُن کا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اُسی قدر اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ خفگی کے مستحق ہونگے اسی لیے اُن سے بہت اجتناب کرنا اور انکی داد وستد سے بشدت محترز رہنا واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تجئ الاشرطی دع سوطک وادخل النار اور فرمایا من اقترب الساعۃ رجال معہم

دونون کی دیگر اور ستر ... وجہہ بالفاظ مرتضی کرم اللہ بروایت علی در فردوس الاالا و ابونعیم بروایت حسن در کتاب فتن کرینگا اور ابواقیض ابوداؤد امر کی اعانت اسکا قاری بیہقی کی احبہاء مین انکی تفائی کی حمایت ... (۲)

ضعیف سے بروایت ترمذی واین ماجہ بروایت انس اور ترمذی کیطرح [illegible] سے عبداللہ ابو داؤد ترمذی بلفظ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ۱۲

(۳) سر ہنگ سے کیا جاتا ہے اپنا کوڑا [illegible] اور دوزخ مین چلاجا ابو یعلی بروایت انس باسناد ضعیف ۱۲ (۴) قیامت کی علامات مین سے ان لوگون کا ہونا ہوگا گاے کی دم کے مانند کوڑے اپنے ساتھ رکھتے ہونگے احمد وحاکم بروایت ابو امامہ اور مسلم مین بروایت ابی ہریرہ اسی مضمون کی [illegible]

سپاہ کا ذباب البقر - پس یہ ہی انکا حکم اور جو شخص انہین سے معروف ہی وہ تو معروف ہی ہی اور جو معروف نہین اُسکی علامت قبا
پہننا اور موچھون کا زیادہ ہونا اور تمام ہیئتین مشہورہ ہین تو جو کوئی اُس ہیئت پر نظر آوے اُس سے اجتناب کرنا چاہیے اور یہ امر
بدگمانی مین داخل نہین اس لیے کہ اُس نے تو خود خطا کی کہ ظالمون کا لباس پہنا لباس کی برابری سے دل کی مساوات معلوم ہوتی ہی
اور دیوانہ وہی بنتا ہی جو مجنون ہو اور فاسقون کی صورت وہی بناوے گا جو فاسق ہو ہان فاسق کبھی نیک بختون کی صورت بنا لیا
کرتا ہی مگر نیک بخت کو نہین چاہیے کہ فسادیون کی سی صورت بناوے کیونکہ اس حرکت سے اُن کی جماعت کو زیادہ کرنا ہے
اور اللہ تعالے کے ارشاد ان الذین توفتہم الملائکۃ ظالمی انفسہم انھین لوگون مین تو نازل ہوا ہی جو مسلمان تھے اور مشرکون سے
ملکر اُن کی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے - اور مروی ہی کہ اللہ تعالے نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے
چالیس ہزار اچھے بندے اور ساٹھ ہزار برے تباہ کرونگا اُنھون نے عرض کیا کہ نیکون کی تباہی کا کیا باعث ہی ارشاد ہوا کہ وہ
بُرے غصے کے ساتھ بُرون پر غصہ نہوے اور اُنکے کھانے پینے مین شریک رہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ ظالمون سے بغض
رکھنا اور خدا کے واسطے اُنپر غصہ کرنا واجب ہی اور حضرت ابن مسعود رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ اللہ تعالے
نے علماء بنی اسرائیل کو لعنت کی اسلیے کہ اُنھون نے معاش کے باب مین ظالمون کے ساتھ اختلاط کیا - مسئلہ جو مقامات کہ ظالمون
کے بنائے ہوئے ہین مثلاً پل اور سرائین اور مسجدین اور باولیان تو اُن مین بھی احتیاط کرنی چاہیے یعنی پلون کے اوپر سے اُترنا
حاجت کے وقت درست ہی اور حتی الوسع اس سے احتراز کرنا ورع ہی اور اگر کوئی کشتی مل جاوے تو ورع موکد ہو جاتا ہی اور باوجود
کشتی بہم پہونچنے کے جو ہم نے پلون پر اُترنا جائز کہا ہی اُس کی وجہ یہ ہی کہ جب پلون کی چیزون کا کوئی مالک معین معلوم نہین تو
انکا حکم یہی ہی کہ خیرات مین صرف کی جاوین اور اُترنا بھی ایک امر خیر ہی لیکن اگر معلوم ہو کہ پل کی اینٹین اور پتھر فلان
مکان سے یا مقبرہ خواہ مسجد سے اکھاڑ کر لگے ہین تو اُس پل پر سے اُترنا حلال نہین ہان اگر ایسا اضطرار ہو جسکے ہوتے ہو
غیر کا مال حلال ہو جاتا ہی تو کچھ مضائقہ نہین اُسپر سے اُترکر چیز کے مالک سے معاف کرا لے بشرطیکہ خود جانتا ہو - اور مسجد کا حال یہ
ہی کہ اگر زمین مغصوب مین بنی ہو یا کسی اور مسجد مین کی لکڑی یا کسی مالک معین کی غصب کرکے لگائی ہو تو اُسکے اندر جانا ہرگز جائز
نہین نہ جماعت کے لیے اور نہ جمعہ کے واسطے بلکہ اگر امام اُس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہیے کہ خود اُسکے پیچھے مسجد کے باہر کھڑا
ہو اس لیے کہ غصب کی زمین مین نماز ادا کرنی اگرچہ فرض کو ساقط کر دیتی ہی اور اقتدا کے حکم مین بھی منعقد ہی مگر اُسکے اندر کھڑا ہونے
سے گنہگار رہتا ہی اور اگر ایسے مال سے بنی ہو جسکا مالک معلوم نہو تو اگر دوسری مسجد بہم پہونچے تب تو ورع یہ ہی کہ دوسری مین
چلا جاوے اور اگر دوسری نہو تو جمعہ اور جماعت اُسمین ترک نہ کرے اس وجہ سے کہ یہ بھی تو احتمال ہی کہ شاید بنانے والے نے اپنی
ملک سے بنائی ہو گو یہ احتمال اُن ظالمون کے حالات کے لحاظ سے بعید ہی اور اگر اُسکا مالک معین نہین تب وہ مسلمانون کی بہتری کیلیے
ہی اُسمین پڑھنے کا مضائقہ نہین اور جس صورت مین کہ بڑی مسجد مین کسی ظالم سلطان کی عمارت ہو تو باوجود مسجد مین گنجائش ہونے
کے پھر کوئی اُس عمارت مین نماز پڑھے گا اُسکا عذر ورع مین مسموع نہ ہوگا امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ جو جماعت کی

جن لوگون کی جان کھینچتے ہین فرشتے اُس حال مین کہ وہ

نماز کے لیے نہین نکلتے اسکی کیا وجہ ہو حالانکہ ہم لشکر مین موجود ہین آپ نے فرمایا کہ میری محبت یہ ہو کہ حسن بصری اور ابراہیم تیمی کو یہ خوف تھا کہ حجاج اُنکو فتنہ مین نہ ڈالے اس لیے شریک جماعت نہ ہوتے تھے مین بھی ڈرتا ہون کہ فتنہ مین مبتلا ہون اسلیے نہین نکلتا اور مسجد کی رنگت اور گچکاری اس بات کی مانع نہین کہ اس مین داخل ہو کیونکہ یہ چیزین فائدہ لینے کی نہین صرف زینت کی ہین اور بہتر یہ ہو کہ نماز کو جاوے تو انکی طرف نگاہ نہ کرے اور چٹائیان جو مسجد مین ڈالتے ہین اگر اُنکا کوئی مالک معین ہو تو اُنپر بیٹھنا حرام ہو ورنہ چونکہ مصلحت عام کے لیے ہوتی ہین تو اُنکا بچھانا جائز ہو مگر حتی الوسع اُسکو ترک کرنا اور دوسری مسجد مین جہان فرش ظالمون کا ڈالا ہوا نہو جانا مقتضائے ورع ہو اسلیے کہ اُنکی چٹائیان شبہہ کا مقام ہو اور باولیون کا بھی حکم وہی ہو جو ہم نے ذکر کیا کہ ورع کی رو سے اُنمین وضو کرنا اور پانی پینا اور اُنکے اندر جانا درست نہین لیکن اگر نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو وضو کرے اور یہی حال مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون کا ہو اور سرائین اور مدرسون کی زمین اگر مغصوب ہو یا اینٹین کسی معین جگہ سے اٹھوا کر لگی ہون اور اُنکے مستحق کو واپس کرنا اُنکا ممکن ہو تو اس صورت مین اُن کے اندر جانے کی اجازت نہین اور اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیر مین لگی ہین اُن مین جانے کا مضائقہ نہین مگر احتیاطاً اُن سے اجتناب کرنے مین ہی مگر اُن کے اندر جانے سے فسق لازم نہ آویگا اور عمارتین اگر سلاطین کے خادمون نے بنائی ہون تو اُنکا معاملہ نہایت دشوار ہو اس لیے کہ لاوارثی مالون کو مصالح مین خرچ کرنے کا اُنکو اختیار نہین اور ایک وجہ یہ ہو کہ اُنکے مال غالباً حرام ہوتے ہین کیونکہ مال مصالح اُنکو لینا درست نہین یہ کام والیان ملک اور ارباب حکومت کا ہو مسئلہ زمین مغصوب اگر شارع عام کردیجاوے تو اُس پر راستہ چلنا جائز نہین اور اگر اُسکا کوئی مالک معین نہو تو راہ چلنا جائز ہو مگر ورع یہ ہو کہ حتی الوسع نہ چلے ہان اگر شارع مباح ہو اور اُسپر چھتا پڑا ہو تو راہ سے گذر جاتا اور اُس چھتے کے نیچے بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان مین کسی ضرورت کو بیٹھتے ہین جائز ہو مگر دھوپ یا مینھ کے بچاؤ کے لیے اُس کے نیچے بیٹھنا حرام ہو اس لیے کہ چھتا انھین غرضون کے لیے بنائے ہین اور جب وہ حرام کا ہوا تو اُس سے نفع لینا حرام ہو اور ایسا ہی حکم ہو اُس شخص کا جو مسجد یا زمین مباح مین جاوے جسکی چھت یا چار دیواری غصب کی ہو یعنی صرف اُس پر گذر نے سے منتفع نہین ہوگا مگر چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے اوٹ منظور ہوگی تو حرام ہوگی اسلیے کہ حرام سے انتفاع ہوا اور جیسے کہ زمین غصب پر سکون اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہو ویسا ہی چھت سے سایہ لینے مین انتفاع ہو تو دونون مین کچھ فرق نہین

ساتوین فصل مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی حاجت بہت ہوتی ہو اور اُنکے متعلق پوچھے گئے ہین مسئلہ پوچھا گیا کہ صوفیون کا خادم بازار مین جاکر کھانا جمع کرتا ہو یا نقد لیتا ہو اُس کا کھانا مول لیتا ہو تو اُس کھانے مین سے کس کو کھانا حلال ہو اور صوفیون کے لیے مخصوص ہو یا نہین ہم نے اسکا جواب دیا کہ صوفیون کے حق مین اُسکے کھانے کے حلال ہونے مین تو کچھ شبہہ نہین لیکن غیر صوفی اگر خادم کی رضامندی سے کھالیگا تو اُسکو بھی حلال ہو مگر شبہہ سے خالی نہین حلال ہونے کی وجہ تو یہ ہو کہ صوفیون کے خادم کو جو کوئی کچھ دیتا ہو وہ صوفیون کے سبب سے دیتا ہو مگر لینے والا وہ خود ہو صوفی نہین ہو تا وہ ایسا ہو جیسا اہل و عیال آدمی عیال کے باعث

لوگون سے کچھ اسوجہ سے پاوے کہ وہ اُن کا کفیل ہی اور جو کچھ وہ لیتا ہی وہ اُس کی ملک ہوجاتی ہی عیال کی ملک نہین ہوتی اور
اُسکو جائز ہی کہ عیال کے سوا دوسرے شخص کو کھلا دے اور یہ کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ دینے والے کی ملک سے باہر نہین
ہوا اور خادم اُس سے کوئی چیز مول لینے اور سیر کرنے پر مسلط نہین اسلیے کہ اس قول کا انجام یہ ہی کہ تعاطی کافی نہین حالانکہ یہ بات ضعیف
سے قوی یہی ہی کہ تعاطی کافی ہی خصوصاً صدقات اور ہدایا مین کوئی ایسا نہین کہ تعاطی کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی کہنا بعید ہی کہ خادم
کو جو کچھ ملا وہ اُن صوفیون کی ملک مین آگیا جو اُسکے سوال کے وقت خانقاہ مین موجود ہین اسلیے کہ باتفاق خادم مذکور کو جائز ہی کہ
جو شخص اُنکے بعد آوے اُسکو اس کھانے مین سے کھلا دے اور اگر بالفرض موجود اشخاص یا اُنمین سے ایک مرجاوے تو
واجب نہین کہ اُسکا حصہ اُسکے وارث ہی پر صرف کرے اور یہ کہنا بھی ممکن نہین کہ خادم کو دیا جانا بجنس اہل تصوف کے لیے ہی اور
اُسکا مستحق کوئی شخص نہین اسلیے کہ ملک کا دور کرنا جنس کی طرف اس بات کا موجب نہین کہ چند افراد اُسکے تصرف پر مسلط کر دیے جاوین
کیونکہ اُسمین تو بیشمار داخل ہین بلکہ قیامت تک جو اُس جنس کا پیدا ہوگا وہ بھی داخل ہی اور ایسے اموال مین حکام تصرف کیا
کرتے ہین خادم ساری جنس کا نائب نہین ہوسکتا پس اب بجز اس کے اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی ملک ہی اور وہ
صوفیون کو بشرط تصوف اور مروت کے پورا کرنے کو کھلاتا ہی اگر وہ اُنکو کھانے سے منع کردے تو وہ بھی اُسکو روک دین کہ
ہماری کفالت کے نام سے سوال مت کر پھر لوگ اُس پر سلوک کچھ نہ کرین جیسے عیالدار کے ساتھ عیال کے باعث سلوک
کرتے ہین اگر عیال نہ رہین تو سلوک سے ہاتھ روک لین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیون کے لیے وصیت کیا گیا اُسکا صرف
کرنا کس شخص پر جائز ہی مین نے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہی اُسپر واقفیت نہین ہوا کرتی اور نہ یہ ہوسکتا ہی کہ حقیقت تصوف کو
ضابطہ منضبط کرین بلکہ چند امور ظاہری بیان کرسکتے ہین جنپر اعتماد کرکے عرف والے آدمی کو صوفی کہا کرتے ہین اور قاعدہ کلیہ یہ
ہی کہ جو شخص ایسی صفت کا ہو کہ اگر صوفیون کی خانقاہ مین اُترے تو اُسکا وہان رہنا اور اُن لوگون مین ملنا جلنا اُنکے نزدیک برا نہو
تو ایسا شخص صوفیون کے جرگہ مین داخل ہوگا اور تفصیل اُسکی یہ ہی کہ اُسمین پانچ صفتین دیکھنی چاہیین اول نیک بختی دوم فقیری سوم
لباس صوفیونکا چہارم کسی حرفہ مین مشغول نہونا پنجم خانقاہ مین بطور ایک ساتھ رہنے کے اُنسے ملا جلا رہنا پھر ان صفات مین سے
بعض ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو صوفی کا لفظ بھی اُس پر نہ بولا جاوےگا اور بعض ایسی ہین کہ گو وہ نہون دوسری صفات سے
اُن کا جبر نقصان ہوجاتا ہی مثلاً جس شخص مین نیک بختی نہ ہو بلکہ فسق ہو تو وہ اُس مال کا مستحق نہ ہوگا اسلیے کہ صوفی
نیک بخت آدمی کو کہتے ہین جو صفت مخصوص کے ساتھ موصوف ہو تو جس شخص کا فسق ظاہر ہوگا گو وہ لباس صوفیون کا رکھتا
ہو مستحق اُس مال کا نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا ہو اور صغیرہ گناہون کا ہم اعتبار نہین کرتے فسق سے غرض ارتکاب
کبیرہ ہی اور حرفہ کرنا اور مال پیدا کرنے مین مشغول ہونا بھی مانع استحقاق ہی تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دوکانین خواہ
گھر پر اور مزدور جو اجرت پر خدمت کرے یہ سب اُس مال کے مستحق نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا اور لباس سے اور صوفیون
مین ملے جلے رہنے سے اسکا جبر نقصان نہین ہوتا ہان کتابت اور سینا یا کوئی ایسا ہی کام جو صوفیون سے ہوسکے کرنا مانع استحقاق نہین بشرطیکہ

ان کامون کو وہ کان پر نہ کرے اور نہ پیشہ اور حرفہ کے طور پر اور اسکا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے اور دوسری صفات کے پائے جانے سے
ہوجائیگا اور حرفون پر قادر ہونا بدون اُنکے کرنے کے مانع استحقاق نہین اور وعظ کہنا اور درس دینا منافی لفظ صوفی کے نہین بشرطیکہ
لباس اور ساتھ رہنا صوفیون کے اور فقیری موجود ہو کیونکہ اسمین کچھ تناقض نہین کہ صوفی کے ساتھ مین قاری یا واعظ یا عالم خواہ
مدرس کہا جاوے بلکہ اُسکے ساتھ مین کسان خواہ سوداگر خواہ عامل کہنا نازیبا اور منافی ہی اور فقیری کا حال یہ ہی کہ اگر آدمی کے پاس
اتنا مال ہوجاوے کہ جس سے بظاہر لوگ امیر کہنے لگین تو اتنے مال کے ہوتے ہوئے صوفیونکی وصیت کا لینا اُسکو درست نہین اور اگر مال
ہو مگر آمدنی خرچ کو کفایت نہ کرتی ہو تو اُس سے اُسکا حق باطل نہوگا اور یہی حال ہی اگر مال اتنا ہو کہ زکوۃ کے واجب ہونے سے کم ہو گو
اُسکا خرچ کچھ نہ ہوتا ہو اور یہ ایسی باتین ہین کہ اُنکی دلیل بجز عادتون کے اور کچھ نہین اور اُنسے ملا جلا رہنے اور خانقاہ کی سکونت
مین شریک ہونیکو بھی کچھ اثر ہی لیکن جو شخص ان کے ساتھ مین نہ رہتا ہو بلکہ وہ اپنے مکان خواہ مسجد مین اُنھین کے لباس اور اخلاق مین
رہتا ہو تو وہ اُنکے حصہ مین شریک ہوگا اور ترک مخالطت کا جبر لباس کی مداومت سے ہوجاویگا اور اگر لباس بھی ویسا نہ ہوگا
صرف باقی صفات پائی جائینگی تو مستحق نہ ہوگا ہان اگر اس صورت مین خانقاہ مین اُنکے ساتھ رہتا ہوگا تو اُسپر بھی اُن کی تبعیت
سے اُنھین کا حکم لگ جاوے گا غرضکہ لباس اور اختلاط ایک دوسرے کے عوض ہو سکتے ہین اور جو فقیہ کہ لباس صوفیانہ نہین رکھتا
اگر وہ خانقاہ مین نہین رہتا تو صوفی شمار نہ ہوگا اور اگر صوفیون کے ساتھ رہتا ہی اور باقی صفتون سے بھی موصوف ہی تو بعید نہین
کہ اُنکی تبعیت مین اُسپر بھی اُنکا حکم کھنچ آوے اور صوفی کے لیے استحقاق مال مذکور مین یہ شرط نہین کہ کسی مشائخ کے ہاتھ سے اُس نے
خرقہ بھی پہنا ہو یہانتک کہ اگر اور شرائط پائی جاوین اور خرقہ کا پہننا نہ پایا جاوے تو اس سے کچھ ضرر نہین اور جو صوفی کہ
بی بی رکھتا ہو اور اسوجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ مین رہتا ہو تو وہ اُنکے زمرہ سے خارج نہوگا مسئلہ جو مال کہ خانقاہ اور
اُسکے رہنے والون کے لیے وقف ہو تو وصیت کی بہ نسبت اُسمین گنجائش زیادہ ہی اسلیے کہ وقف کے معنی یہ ہین کہ صوفیون کی
مصلحتون مین صرف ہو تو جو صوفی نہ ہو وہ بھی اُنکی رضامندی سے اُنکے دسترخوان پر ایک یا دو بار کھالے تو درست ہی کیونکہ کھانے
کی چیزون کی بنا تسامح پر ہی یہانتک کہ مشترک غنیمت مین سے اُنکو تنہا ایک شخص کا لینا درست ہی اور صوفیون کے ساتھ مین اُس مال
وقف سے قوال بھی کھا سکتا ہی کہ وہ اُنکے مصالح سے شمار ہوتا ہی مگر جو مال کہ صوفیون پر وصیت ہوا ہو اُسکا قوال کو دینا جائز
نہین اسی طرح جو لوگ کہ صوفیون کے پاس آوین یعنی عامل اور تاجر اور قاضی اور عالم اور دوسرے لوگ جن کو صوفیون کی توجہ
منظور ہو تو اُنکو بھی مال وقف مین سے اُنکی رضا کے ساتھ کھا لینا حلال ہی اس لیے کہ وقف کرنے والا اسی نیت سے وقف کرتا
ہی کہ صوفیون کی جو عادت ہی اسی صورت سے اُسکو صرف کرینگے تو اُسمین عرف ملحوظ ہوگا لیکن یہ حال دوامی نہین یعنی جو شخص
صوفی نہین اُسکو اُنکے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہین گو صوفی راضی ہون کیونکہ اُنکے اختیار مین یہ تو نہین کہ وقف
کرنے والے کی شرط کو بدل دین اور اپنے ساتھ غیر جنس کو ملا لین اور عالم اگر اُنکا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اُسکو اُنکے
پاس اُترنا درست ہی اور عالم ہونا منافی صوفی ہونے کے نہین اور نہ تصوف مین جاہل ہونا شرط ہی ان لوگونکے نزدیک جو تصوف کے

واقف ہین اور بعض احمق جو یہ بکتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہی اور جہل حجاب خاص ہی تو اُنکے قول پر التفات نکرنا چاہیے اور ہمنے اس جملہ کے معنی باب العلم مین بیان کیے اور یہ کہ حجاب علم مذموم ہوتا ہی نہ علم محمود اور ان دونون علمونکی تفصیل بھی اسی جگہ بیان کی ہی اور جس صورت مین کہ فقیر اُنکے لباس اور اخلاق سے متصف نہو تو صوفیون کو پہونچتا ہی کہ اُسکو اپنے پاس نہ اترنے دین اور اگر اُس کے اُترنے سے راضی ہو جاوین تو اُسکو اُس کے ساتھ بطور تبعیت کھانا حلال ہوگا اور ترک لباس کا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے سے اور لباس والون کی رضامندی سے ہو جاویگا اور یہ وہ باتین ہین کہ عادات اُن کے شاہد ہین اور اُنمین بعض امور متقابل ہین جنکے اطراف کا حکم نفی و اثبات مین مخفی نہین اور اوساط متشابہ ہوتے ہین تو جو کوئی اشتباہ کی جگہون سے محترز رہیگا وہ اپنے دین کو پاک و صاف رکھیگا چنانچہ شبہات کے بیان مین ہمنے اُسکو لکھ دیا ہی **مسئلہ** پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ مین فرق کیا ہی رضامندی سے دونون دیے جاتے ہین اور غرض بھی دونون مین ہوتی ہی پھر کیا وجہ ہی کہ رشوت حرام ہوئی اور ہدیہ حرام نہ ہوا مین نے یہ جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنے والا کبھی مال بدون غرض کے نہین خرچ کرتا لیکن غرض یا اُخروی ہوتی ہی جیسے ثواب یا دنیاوی ہوتی ہی اور غرض دنیاوی یا مال ہی یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب دوسرے کے دلمین بطلب محبت محض یا محبت کے ذریعے سے کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمین ہوئین **اول** وہ دنیا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو اور یہ اسوجہ سے کہ جسکو دیا منظور ہی وہ محتاج ہی یا شریف النسب ہی یا عالم ہی یا فی نفسہ صالح اور متدین ہی پس اگر محتاج جانکر دیا جاتا ہی اور واقع مین محتاج نہین تو لینے والیکو اسکا لینا حلال نہین اور اگر شرف نسب کے سبب سے دیا جاتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اپنے دعوی نسب مین جھوٹا ہون تو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر علم کے سبب سے دیا جاتا ہی تو لینا اسوقت حلال ہوگا کہ علم مین اُسیقدر ہو جتنا دینے والیکو اعتقاد ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ وہ تو اپنے دل مین اُسکو کامل سمجھکر دیتا ہی کہ تو اتنے یادہ ہو اور یہ کامل نہین تو لینا حلال نہوگا اور اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے دیا جاتا ہی اور یہ باطن مین فاسق ہی اس درجہ کو کہ اگر دینے والا جان لے تو نہ دے تو اس صورت مین بھی لینا حلال نہ ہوگا اور نیکبخت ایسے کم ہوتے ہین کہ اگر اُنکے باطن کا حال ظاہر ہو جاوے تو لوگون کے دل اُنکی طرف مائل رہین بلکہ اللہ تعالی کا ستر جمیل ہی ایک مخلوق کو دوسرے کا محبوب کر دیتا ہی اور اگلے ورع والے خریدین ایسے شخص کو اپنا وکیل کیا کرتے تھے جسکو آدمی نہ جانین کہ یہ شخص اُنکا وکیل ہی اور اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ اہل معاملہ ہمکو خریدار سمجھکر کچھ دام کم لینگے اور اجنبی خریدار سے نرخ بازار لینگے تو یہ خوف تھا کہ اُنکا درگذر کرنا کہین ہماری دیانت کا عوض نہ ہو اور ہم دین کے بدلے مین کھانیوالے نہ ٹھہرین کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہی اور تقوی اس باب مین پوشیدہ ہی علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہین تو چاہیے کہ دین کی وجہ سے جو چیز ملے اُسکے لینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے **دوم** وہ دنیا جس سے سر دست کوئی غرض معین منظور ہی جیسے فقیر کسی دولتمند کو بطمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہبہ بشرط عوض ہی اس کا حکم ظاہر ہی یہ اُسوقت لینا حلال ہوتا ہی کہ جس عوض کی طمع ہو وہ ملجاوے اور معاملہ کی شرطین بھی سب پائی جاوین **سوم** وہ دنیا جس سے کوئی فعل معین سے اعانت مراد ہو مثلاً ایک شخص کو بادشاہ سے حاجت ہی اور وکیل سلطانی یا اور کسی ذی رتبہ خواہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہی کہ یہ ہدیہ بشرط عوض ہی کہ قرینہ حال سے جانا جاتا ہی تو جو عمل کہ اُس ہدیہ کا عوض ہی اُسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ حرام ہی

مثلاً سعی کرنی اس باب مین کہ روزینہ حرام جاری ہوجاوے یا کسی آدمی کو ستایا جاوے یا اور کوئی فعل اسطرح کا ہو تو اُس ہدیہ کا لینا حرام ہے اور اگر وہ عمل واجب ہے مثلاً دفع کرنا ظلم خاص کا کہ جو شخص اُسکو دفع کر سکے اُسپر واجب ہے یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہے تو ان جیسے امور پر لینا حرام ہے اور یہ وہ رشوت ہی ہے جسکی حرمت مین کچھ شک نہین اور اگر وہ عمل نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اُسمین اتنی مشقت بھی ہو کہ اُسپر اُجرت عرفاً لیا کرتے ہون تو ایسے عمل کے عوض مین ہدیہ لینا حلال ہوگا بشرطیکہ لینے والا اُسکی غرض پوری کرے اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے ہے جیسے یون کہنا کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہونچادو تو تمکو ایک دینار دین اور پہونچانے مین کچھ مشقت اور عمل قیمت والے کی ضرورت پڑتی ہو یا یون کہے کہ فلان شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلان غرض مین میرا مددگار ہو یا مجکو فلان چیز انعام مین دے دے اور وہ شخص اُس کی غرض کے پورا کرنے مین بہت سی باتین طویل کرے تو ہدیہ اُسکے حق مین ان باتون کی اُجرت ہوگی جیسے قاضی کے سامنے جھگڑے کے وکیل کی گفتگو پر اُجرت ملتی ہے تو وہ حرام نہین بشرطیکہ حرام مین سعی نکرے اور اگر اُسکا مقصود ایسے کلمہ سے حاصل ہوتا ہو جس مین کچھ مشقت نہ ہو لیکن اُس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صادر ہونا کسی جاہ و حشم والے سے مفید پڑتا ہو مثلاً امیر یا وزیر کا دربان سے یہ کہدینا کہ جب یہ شخص آوے تو روکنا مت یا عرضی کو فقط بادشاہ کے سامنے رکھدینا تو اُسکے عوض مین کچھ لینا حرام ہے کیونکہ جاہ کے عوض مین کچھ لینے کا جواز شریعت مین ثابت نہین بلکہ اُس سے نہی وارد ہے چنانچہ بادشاہون کو ہدیہ دینے کے باب مین بیان ہوگا اور بس صورت مین کہ بعض غرضون کا عوض باوجود مقصود ہونے کے لینا جائز نہین مثلاً شفعہ سے دست بردار ہونے کا عوض اور مبیع کو عیب کے سبب پھیر دینے کا اور درخت کی شاخین جو ہوا مین پھیلتی ہین اور ہوا ملک بادشاہ ہے اُنکا عوض ناجائز ہے تو صرف جاہ کا عوض کیسے جائز ہوگا اور اسی کے قریب یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اُسکو دوسرا نہ جانتا ہو اُسکے بتلانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہے جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہوجاتا ہے اور بدون اجرت کے اُسکو نہین بتاتا تو یہ اجرت جائز نہین اسلیے کہ ذرا زبان ہلا دینی کوئی قیمتی چیز نہین جسکی اجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ کہ اُسکی قیمت کچھ نہین ہوتی اور نہ اُسکے بتلانے پر اجرت چاہیے اسلیے کہ اُسکے بتلانے سے اُسکا علم تو کم ہوتا ہی نہین دوسر کو ویسا ہی علم ہوجاتا ہے اور وہ بھی عالم بدستور رہتا ہے اور اس سے کم اس ماہر کی اجرت ہے جو کسی فن کو خوب جانتا ہے اور ادنی عمل سے کام کرتا ہے اور اجرت بہت لیتا ہے مثلاً ایک شخص صیقل گر ہے کہ اپنے فن مین اتنی مہارت اور خوبی رکھتا ہے کہ تلوار اور آئینہ کا میل ایک دفعہ کے ہاتھ مارنے مین نکال دیتا ہے لیکن اسطرح کی اجرت مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اول تو اُس کی صنعت سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہوجاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صنعتون کے سیکھنے مین آدمی بہت مشقتین اسی لیے اُٹھایا کرتا ہے کہ اُس سے روزی پیدا کرے اور اپنے نفس پر کثرت عمل کو ہلکا کرے چہارم وہ دینا جس سے صرف محبت دوسرے شخص کی مراد ہو یعنی جسکو دے اُسکے دل کی محبت کا حاصل کرنا مقصود ہو اور اس محبت سے کوئی غرض معین نہ ہو بلکہ صرف اُنس اور تاکید صحبت اور دلونکا ایک دوسرے کو چاہنا منظور ہو تو یہ دینا عقلا کا مقصود اور شریعت مین مستحب اور مطلوب ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تہادوا تحابوا ۔ حاصل یہ کہ ہر چند انسان کی غرض غالباً غیر کی محبت سے خود

ح [illegible]

بکر کے احاطہ کی ہوا مین پھیلین اس نے منع کیا کہ چاہے شاخین اپنی صحن مین باندھ لے یا کاٹ ڈالے یعنی بکر کی حد مین لٹکنے نہ دے زید نے بکر کو کچھ مال دینا چاہا کہ شاخین اپنی ہوا مین پھیلنے دے تو اجازت جائز اور مال لینا جائز نہین ۱۲ امیر علی عفا اللہ عنہ

ہی نہین ہوتی بلکہ اُسکی محبت کسی فائدہ کے لیے ہوتی ہی لیکن جس صورت مین کہ وہ فائدہ متعین نہ ہو اور اُس کے نفس مین کوئی ایسی غرض
معین نہ جم جاوے جو حال مین یا آیندہ کو اُس فائدہ کا باعث ہو تو اُسکو ہدیہ کہتے ہین اور اُسکا لینا حلال ہی ۔ پنجم وہ دینا کہ جس سے
دوسرے شخص کے دل مین تقرب اور محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور انس کی وجہ سے بلکہ اس جہت سے کہ اُس کے
جاہ کی بدولت اپنی غرضین نکلین اور اُن اغراض کی جنس منحصر ہو گو جدا جدا معین نہون اور ایسی صورت ہو کہ اگر اُس شخص کو
جاہ و حشمت نہوتی تو ہدیہ نہ دیتا پس اگر اُسکو جاہ علم خواہ نسب کا ہو تو معاملہ خفیف ہی اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین رشوت
کی مشابہت ہی لیکن ظاہر مین ہدیہ ہی اور اگر جاہ حکومت ہو مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوٰۃ وغیرہ کا محصل یا خراج وغیرہ کا تحصیل
کرنیوالا یا کوئی اور سلطانی کام رکھتا ہو یہانتک کہ اوقاف کا متولی ہو مثلاً اور اگر بالفرض اس حکومت پر نہ ہوتا تو کوئی اُسکو ہدیہ دیتا
تو یہ رشوت ہی ہدیہ کی صورت مین پیشکش ہوئی ہی کیونکہ دینے والے کا مقصود فی الحال طلب تقرب اور اکتساب محبت ہی مگر ایک
غرض کے لیے جسکی جنس منحصر ہی کیونکہ ظاہر ہی کہ حکومت سے بہت کچھ مطالب نکل سکتے ہین اور اُسکو محبت محض نہونیکی علامت یہ ہی کہ
اگر اُسی وقت دوسرا حاکم ہو جاوے تو ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دے گا بلکہ نئے حاکم کو دیگا تو اسطرح کے ہدیہ مین بالاتفاق سخت کراہت
ہی اور اُسکے حرام ہونے مین اختلاف ہی اور علت متعارض ہی یعنی محض ہدیہ کہین یا وہ رشوت کہین جو صرف جاہ کے مقابل کسی غرض معین مین
دیتے ہین اور جب مشابہت قیاسی ایک دوسرے کے متعارض ہوئی ہی اور اخبار اور آثار اُنمین سے ایک کی تقویت کر دیتے ہین تو
اُسی کی طرف میل کرنا متعین ہو جاتا ہی اب اس باب مین جو اخبار کو دیکھتے ہین تو تشدد پاتے ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا جسمین ہدیہ کے نام سے حرام کو حلال سمجھا جاویگا اور عبرت کے لیے قتل حلال جانینگے
بے گناہ مارا جائیگا تاکہ عام لوگونکو عبرت ہو ۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے کسی نے پوچھا کہ سحت کیا ہی آپنے فرمایا کہ آدمی کسی کا
کام کر دے پھر اُسکے پاس ہدیہ آوے ۔ غالبًا آپ کی غرض کام کر دینے سے یہ ہی کہ ذرا سے کہدینے مین جسمین مشقت نہ ہو کام
کر دیا ہو یا یہ کہ تبرعًا بدون اجرت کی نیت کے کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر بعد کو آوے اُس کا لینا درست نہوگا
اور حضرت مسروق نے ایک شخص کی سفارش کی اُسنے آپ کی خدمت مین ایک لونڈی ہدیہ بھیجی آپ غصہ ہوئے اور اُسکو واپس
کر دیا اور فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ تیرے دلمین یہ ہی تو ہرگز تیری حاجت مین نہ بولتا اور جسقدر رہ گئی ہی اُسمین کچھ نہ کہونگا ۔ اور طاؤس
سے بادشاہ کے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ حرام ہی اور حضرت عمر فاروق رضہ نے اپنے دو بیٹوں سے اس مال کا نفع لے لیا جو اُنھون نے بیت المال
مین سے مضاربت کے طور پر لیا تھا اور فرمایا کہ تم کو جو لوگون نے دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ میرا رشتہ دار سمجھا یعنی بوجہ جاہ حکومت نفع ہوا
اسلیے اُسکو لے کر بیت المال مین شامل کر دیا اور حضرت ابو عبیدہ جراح کی بی بی نے خاتون ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی
ملکہ نے اُنکے پاس ایک جواہر بھیجدیا حضرت عمر رضہ نے وہ جواہر اُنسے لے لیا اور اُسکو بیچکر خوشبو کا دام اُنکے حوالہ کیا اور باقی بیت المال
مین ملا دیا اور حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضہ سے بادشاہون کیلیے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ یہ مال خیانت ہی ۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز
نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگون نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ آپ کیلیے وہ ہدیہ تھا

ح
اسکا اصل مجھکو نہین ملا (۱)
ملخصًا بخاری کی روایت
عائشہ رضہ ۱۲

اور ہمارے حق مین رشوت ہی لیتنی آپ کو جو لوگ دیتے تھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تھے نہ حکومت کے باعث سے اور ہمکو حکومت ہی کی وجہ سے ملتا ہی اور ان سب اخبار اور آثار سے بڑھکر وہ حدیث ہی جسکو ابو حمید ساعدی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد کے صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپ کی خدمت مین آیا تو بعض چیزین اپنے ساتھ کی روک لین اور کہا کہ یہ مجکو ہدیہ ملی ہین اور یہ باقی تمھارے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ پھر تو اگر سچا ہی تو اپنے ماں باپ کے گھر مین کیون نہ بیٹھا کہ تجکو ہدیہ آتا پھر آپ نے ارشاد فرمایا مالی استعمل الرجل منکم فیقول ہذہ لکم و ہذا لی ہدیۃ الا جلس فی بیت امہ لیہدی لہ والذی نفسی بیدہ لا یاخذ منکم احد شیئا بغیر حقہ الا اتی اللہ بحملہ فلا یاتین احدکم یوم القیامۃ ببعیر لہ رغاء او بقرۃ لہ خوار او شاۃ تیعر پھر آپ نے اپنے دونون ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ مین نے سفیدی آپ کی بغلون کی دیکھی پھر ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین نے پہونچایا کہ نہین غرضکہ جب اخبار و آثار سے یہ تشدد ثابت ہوا تو قاضی اور والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کرے پھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی مین اسکو ملتی تھی وہ حکومت کے وقت مین آوے تو اسکا لینا درست ہی اور جس چیز کو جانے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملتی ہی اسکا لینا حرام ہی اور اگر بعض دوستون کے ہدیہ مین اشتباہ پڑے کہ نہین معلوم حالت معزولی مین دیتے یا نہین تو وہ مال شبہہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے باب حلال و حرام خدا تعالے کے فضل و انعام سے تمام ہوا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلے اللہ علی کل عبد مصطفے

پانچوان باب

دوستی اور صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ بسر کرنیکے طریقون کے ذکر مین ہی

الفت کے سبب سے ہی دنیا کا انتظام
بے الفتی ہرگز نہین ایمان کا کام
المؤمن الف ہے معروف حدیث
ہو خلق حسن کا سبب پابند دوام

واضح ہو کہ ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنی اور دین مین بھائی بننا افضل قربات ہی اور عمدہ طاعتین کہ عادات مین سے نکلتی ہین ان سب مین یہ زیادہ لطیف ہی لیکن اس کی کچھ شرطین ہین جن کے باعث سے آدمی دوست فی اللہ کے زمرہ مین گنے جاتے ہین اور چند حقوق ہین کہ ان کے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وساوس شیطانی سے خالی ہو جاتی ہی جو اس کے حقوق کی بجا آوری سے قرب خدا اور ادا ے شروط سے درجات علی حاصل ہوتے ہین اس لیے ہم اسکی تفصیل تین فصلون مین بیان کرتے ہین

پہلی فصل۔ الفت اور اخوت کی فضیلت اور اسکی شرطون اور درجون اور فوائد کے ذکر مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان الفت اور اخوت کی فضیلت مین۔ واضح ہو کہ الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہی اور جدا رہنا بد خلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی باہم دوستی اور الفت و موافقت کا موجب ہوتی ہی اور بد خلقی بغض و حسد و جدائی کا پھل لاتی ہی اور ظاہر ہی کہ اصل اچھی ہوتی ہی تو پھل بھی اچھا ہوتا ہی اور

ذات کی جس کے قبضہ مین میری جان ہی کہ تم مین سے جو شخص کوئی چیز ناحق لے گا اُس کو لادے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے آویگا تو نہ چاہیے کہ قیامت مین تم مین سے کوئی اونٹ لادے ہو بلبلاتا ہو یا گائے کہ بلبلاتی ہو یا بکری کہ ممیاتی ہو ۱۲

دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیاں ہے کہ یہ وہی چیز ہے جس سے خداوند پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا و
انک لعلی خلق عظیم ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر ما یدخل الناس الجنۃ تقوی اللہ وحسن الخلق ۔ اور حضرت اسامہ
ابن شریک رض کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو چیزیں انسان کو ملی ہیں اُن میں سے بہتر کونسی ہے
آپ نے فرمایا کہ خلق حسن اور فرمایا بعثت لاتمم محاسن الاخلاق ۔ اور فرمایا اثقل ما یوضع فی المیزان خلق حسن اور فرمایا کہ اللہ
تعالے نے کسی آدمی کی پیدائش اور خلق اچھا نہیں بنایا کہ پھر اُس کو آگ کھاوے یعنی جسکی صورت اور سیرت دونوں اچھی ہوں
وہ مستحق آتش نہیں ۔ اور حضرت ابوہریرہ رض کو ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کر لے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہے فرمایا کہ تو ملے اُس سے جو تجھ سے جدا ہو اور معاف کرے اُسکو جو تجھ پر ظلم کرے اور
دیوے اُس کو جو تجھکو محروم رکھے ۔ اور یہ بھی مخفی نہیں کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع وحشت ہے تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اُسکا
ثمرہ بھی اچھا ہوگا علاوہ اُسکے خالص الفت کی تعریف میں اتنی آیتیں اور اخبار و آثار وارد ہیں کہ اُسکی فضیلت کو کافی ہیں خصوص
جس صورت میں کہ رابطہ الفت تقوی اور دیانت اور اللہ تعالے کی محبت ہو ۔ اللہ تعالے الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان ظاہر
جتا کر فرماتا ہے لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم ۔ پھر پھوٹ کی برائی اور اُس سے زجر کے لیے
ارشاد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی
شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون ۔ اس آیت میں نعمت سے مراد الفت ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اقربکم منی مجلسا احاسنکم اخلاقا الموطئون اکنافا الذین یالفون ویولفون ۔ اور فرمایا المومن
الف مالوف ولا خیر فیمن لا یالف ولا یولف ۔ اور دینی برادری کی تعریف میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالے بہتری
چاہتا ہے اُسکو دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہے کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلاوے اور یاد کرے تو اُسکو مدد کرے اور فرمایا کہ جب
دین کے دو بھائی ملتے ہیں اُنکی مثال ایسی ہے جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور دو ایماندار جب کبھی ملتے ہیں تو اللہ تعالے ایک کو
دوسرے سے بہتری کا کچھ فائدہ دلوا دیتا ہے اور اخوت فی اللہ کی ترغیب کے باب میں فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو
اللہ تعالے جنت میں اُسکو ایسے عالی درجہ پر پہونچاوے کہ اُسکو کسی عمل سے اُسکا ملنا نصیب نہو اور ابوادریس خولانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
معاذ رض کی خدمت میں عرض کیا کہ مجکو آپ سے محبت فی اللہ ہے فرمایا کہ تجکو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے

روز کچھ لوگون کے لیے عرش کے گرد کرسیان بچھین گی اُنکے چہرے چودھوین رات کے چاند کیطرح ہونگے لوگ گھبراوینگے اور ڈرینگے اور وہ نہ گھبراوینگے اور نہ خوف کرینگے اور وہ اللہ کے ولی ہین کہ نہ اُنپر کچھ خوف ہی اور نہ وہ غم کرین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ رکھنے والے ہین۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُسکو روایت کیا ہی اسمین یون فرمایا ہی کہ عرش کے گرد نور کے ممبر ہونگے اُنپر ایک قوم ہوگی جنکے لباس اور چہرے نور کے ہونگے وہ لوگ نبی ہونگے نہ شہید مگر نبی اور شہید اُنپر غبطہ کرینگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُنکا وصف ہم سے بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ آپسمین محبت فی اللہ رکھنے والے ہین اور آپسمین فی اللہ نشست رکھنے والے اور باہم فی اللہ علیحدہ ہونے والے۔ اور فرمایا کہ جو دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین ان دونون مین سے اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو۔ اور کہتے ہین کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہین اگر اُنمین سے ایک کا مقام اعلی ہوگا تو دوسرا بھی اسی مقام پر اُسکے ساتھ بلند کیا جاویگا اور وہ اُسکے ساتھ لاحق کردیا جاوے گا جیسے اولاد ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کیے جاوینگے کیونکہ یہ برادری فی اللہ حاصل ہوگی تو رشتہ داری قرابت سے کم نہوگی اللہ تعالی فرماتا ہی الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملہم من شیء۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہی جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہین اور میری محبت اُن لوگونکے واسطے واجب ہی جو میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگونکے لیے ثابت ہی جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگونکے لیے واجب ہی جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان اللہ تعالی یقول یوم القیامۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلہم فی ظلی یوم لا ظل الا ظلی اور فرمایا سبعۃ یظلہم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ امام عادل و شاب نشأ فی عبادۃ اللہ و رجل قلبہ متعلق بالمسجد اذا خرج منہ حتی یعود الیہ و رجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علی ذلک و تفرقا علیہ و رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ و رجل دعتہ امرأۃ ذات حسب و جمال فقال انی اخاف اللہ تعالی و رجل تصدق بصدقۃ فاخفاہا حتی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ۔ اور فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص سے فی اللہ ملتا ہی اسکی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت مین تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے اُسکو یون کہتا ہی کہ تو پاک ہوا اور تیرا چلنا ستھرا ہوا اور تجھکو جنت ستھری ہوئی۔ اور فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر فی اللہ کے ملنے کو چلا اللہ تعالی نے راہ مین اسکے لیے فرشتہ بٹھلا دیا اُسنے پوچھا کہ تمھارا قصد کہان کو ہی اُسنے کہا کہ اپنے فلان بھائی کے ملنے کو جاتا ہون کہا کہ تمکو اُس سے کچھ مطلب ہی کہا کہ نہین پوچھا کہ تم سے اور اُس سے کچھ قرابت ہی جواب دیا کہ نہین پوچھا کہ اُسنے کچھ تمھارے ساتھ سلوک کیا ہی کہا نہین فرشتہ نے پوچھا پھر کس وجہ سے اُسنے جواب دیا کہ مین فی اللہ اُس سے محبت رکھتا ہون فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہی کہ تجھکو اطلاع کردون کہ اللہ تعالی تجھے دوست رکھتا ہی اس وجہ سے کہ تو اُس اپنے بھائی سے

ق ع ابن عدی بروایت انس مختصرا و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ بالفاظ دیگر ۱۲ ع ح
مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲
علیحدہ ہونے والے الخ اصل میں ہی ... اور دونون فی اللہ ایک دوسرے کی زیارت کو آنے والے ۱۲ سید صدیق

محبت رکھتا ہو اور تیرے لیے جنت واجب کردی۔ اور فرمایا کہ ایمان کی رسیون مین زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہو اسی حدیث کے باعث واجب ہو کہ آدمی کے کچھ دشمن ہون جنسے بغض فی اللہ رکھتا ہو اور کچھ دوست ہون جنسے محبت فی اللہ رکھتا ہو اور مروی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تو نے دنیا مین جو زہد کیا تو اس سے تجکو سردست راحت ملی اور تو سٹکر میری طرف ہو رہا تو اس سے تجکو عزت ہوئی یہ بتاؤ کہ میرے باب مین کسی دشمن سے عداوت یا کسی دوست سے محبت کی ہو یا نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی کسی بدکار کا مجھپر احسان مت کر تا کہ اس وجہ سے میری محبت اسکو نصیب ہو اور مروی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری عبادت تمام آسمانون اور زمین کے باشندون کی عبادت سی کرو اور محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ تم مین نہو تو وہ عبادت تمھاری کچھ کام نہ آویگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اہل معصیت سے دشمنی کرکے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور اُن سے دور رہنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور اُنکو ناراض کرکے خدا تعالیٰ کی رضا کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا روح اللہ پھر ہم کس کے پاس بیٹھین فرمایا کہ اُن لوگون کے پاس بیٹھو جنکے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جنکی تقریر تمھارا علم بڑھاوے اور جنکا عمل تمکو شوق آخرت دلاوے۔ اور اخبار گذشتہ مین مروی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے پسر عمران ہوشیار ہو اور اپنے لیے یار غار طلب کر اور جو دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق نہو وہ تیرا دشمن ہو۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد یہ کیا بات ہو کہ تم الگ کونے مین تنہا رہتے ہو عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری خاطر خلق کو برا جانا ارشاد ہوا کہ اے داؤد ہوشیار ہو اور اپنے لیے دوست طلب کر اور جو دوست کہ میری مسرت پر تیرا موافق نہ ہو اُس کے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہو تیرے دل کو سخت کر دیگا اور تجکو مجھ سے دور کریگا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہو کہ آپنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی یہ بات کسطرح سے ہو کہ سب لوگ مجھسے محبت کرین اور جو معاملہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہو اُسمین مین سلامت بھی رہون حکم ہوا کہ لوگون سے اُنکے اخلاق کے موافق سلوک کر اور جو معاملہ مجھمین اور تجھمین ہو اُسمین احسان کر اور ایک روایت مین یون ہو کہ دنیا والون سے اُنکے اخلاق سے اختلاط کر اور آخرت والون سے اُنکے اخلاق سے اختلاط کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہین جو الفت کرتے ہین اور الفت کیے جاتے ہین اور زیادہ مبغوض وہ ہین جو چغلی کھاتے ہین اور بھائیون مین جدائی ڈالتے ہین اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہو جسکا بدن نصف آگ کا ہو اور نصف برف کا وہ یہ کہتا ہو کہ الٰہی تو نے جیسی برف اور آگ مین الفت کی ویسی ہی اپنے نیک بندونکے دلون مین الفت کر۔ اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ نیا دوست فی اللہ پیدا کرتا ہو تب ہی اللہ تعالیٰ اُسکے لیے جنت مین ایک نیا درجہ مقرر کرتا ہو اور فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت مین سرخ یاقوت کے عمود پر ہونگے اُس عمود کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیان ہونگی وہ لوگ جنت والون کو جھانکینگے اُنکا حسن جنت والون پر ایسا چمکیگا جیسا سورج دنیا والون پر چمکتا ہو تو جنت والے کہینگے کہ چلو فی اللہ دوستونکو دیکھین پس اُنکا حسن اہل جنت کی نظر مین سورج کی جوت کی طرح چمکیگا اُنکا لباس سبز دیبا کا ہوگا اور اُنکی پیشانیون پر لفظ المتحابون فی اللہ لکھا ہوگا۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت علی نے فرمایا کہ دوستونکو ضرور پیدا کرو کہ وہ دنیا مین بھی کام آتے

ع احمد بروایت براء بن عازب اور اس سند مین لیث بن ابی سلیم ہین مختلف فیہ ہین ۱۲ ع طبرانی در اوسط و صغیر بروایت ابن مسعود سند ضعیف ۱۲ ع ابن حبان در کتاب الضعفاء بروایت معاذ بن جبل و عبد الحق ... سند ضعیف ۱۲ ع ابن ابی الدنیا در کتاب الاخوان بروایت ...

مین اور آخرت مین بھی دیکھو دوزخ والے اس روز یہ کہینگے فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم - اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ بخدا
اگر مین اپنے روزے رکھون کہ افطار نہ کرون اور رات بھر عبادت کیا کرون کہ نہ سوؤن اور اپنا مال نفیس نفیس خدا تعالی کی راہ مین
دے دون لیکن جس روز مین مرون میرے دل مین اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی محبت اور اسکے عاصیون کا بغض نہو تو یہ سب باتین
میرے کچھ کام نہ آوین گی - اور ابن سماک رح نے اپنی موت کے وقت عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ مین ہر چند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر
جو شخص تیرا مطیع ہوتا تھا اس سے محبت رکھتا تھا الٰہی میری اس عادت کو میرے لیے اپنے قرب کا باعث کر اور حضرت حسن بصری رح
وہ مضمون فرماتے ہین جو اسکی ضد ہی یعنی اے ابن آدم اس قول سے دھوکے مین مت آنا المرء مع من احب کیونکہ تجکو ابرار کا درجہ بدون
انکے اعمال کے ہرگز نہ ملیگا یہود اور نصاری بھی تو اپنے انبیا سے محبت رکھتے ہین اور انکے ساتھ نہین - اور اسمین یہ اشارہ ہی کہ صرف
محبت بدون موافقت انہی اعمال کے یا کل اعمال کے مفید نہین - اور حضرت فضیل رح نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا ابن تو فردوس برین مین
رہنا چاہتا ہی اور خدا تعالی کی ہمسائگی اسکے مکان مین انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈھتا ہی کس برتے پر
تا پانی کونسی شہوت کو تونے ترک کیا اور کون سے غصہ کو پیا کون سے قاطع رحم سے تو ملا کون سے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا کون
سے قریب سے تو فی اللہ دور رہا کون سے بعید سے تو فی اللہ قریب ہوا اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی
بھیجی کہ تونے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہی عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیرے لیے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ دیا زکوٰۃ دی حکم ہوا کہ نماز
تیرے لیے برہان ہی اور روزہ سپر ہی اور صدقہ سایہ ہی اور زکوٰۃ نور ہی میرے لیے کونسا عمل کیا حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے بتادے
کہ تیرے لیے کونسا عمل ہی ارشاد ہوا کہ تونے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی ہی یا نہین تب حضرت
موسی علیہ السلام نے جانا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہی اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص رکن اور
مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر ستر برس عبادت کرے تب بھی اللہ تعالی اسکا حشر اسی کے ساتھ کریگا جس سے اسکو محبت ہوگی - اور
حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہی اور ایک شخص نے محمد بن واسع رح سے کہا کہ مین
آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہون انھون نے فرمایا کہ جس شخص کی خاطر تم مجھسے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے پھر اپنا منھ پھیر کر کہا کہ الٰہی
مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ لوگ مجکو تیری خاطر سے محبوب جانین اور تو مجھسے بغض رکھے - اور ایک شخص داود طائی رح
کے پاس گیا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا مطلب ہی اسنے کہا کہ صرف آپکی زیارت آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر
مین اپنے حال کو سوچتا ہون کہ اگر مجھ سے یون کہا جاویگا کہ تو کون ہی کہ زیارت کیا جاتا ہی کیا زاہد ہی یا عابد ہی یا نیکبخت ہی تو اسوقت
کیا ہوگا مین تو انمین سے بخدا ایک بھی نہین پھر اپنے نفس کی توبیخ پر متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ جوانی مین تو فاسق تھا اب بڑھاپے مین ریاکار
ہوگیا بخدا ریاکار کا فاسق سے بہت برا درجہ ہی اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تم مین سے کسی بھائی کو دوست پاوے تو اسکو
مضبوط پکڑلے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہین - اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب فی اللہ محبت کرنیوالے آپس مین ملکر ایک دوسرے
کو دیکھکر خوش ہوتے ہین تو انکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے جاڑے مین درخت کے پتے سوکھکر گرتے ہین اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ

ف ... محبت کرنے والا ... آدمی اسکے ساتھ ... سے محبت رکھے ۱۲

آدمی کو اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہے

دوسرا بیان اس ذکر مین کہ اخوت فی اللہ کے معنی کیا ہین اور اسمین اور دنیا کی اخوت مین کیا فرق ہے جاننا چاہیے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق باتین ہین انکا حال تقریر آیندہ سے منکشف ہوگا وہ یہہ ہے کہ صحبت دو طرح کی ہے ایک یہ کہ اتفاقی ہوجائے جیسے ہمسایہ مین رہنے سے یا مکتب خواہ مدرسہ مین ساتھہ رہنے سے یا بازار مین یکجائی ہونے سے یا ایک جگہ نوکر ہونے سے یا سفر مین رفیق ہونے سے دوسرے وہ کہ بقصد و اختیار پیدا کیجاوے اور ہمکو بیان اسیکا منظور ہے کیونکہ اخوت فی الدین یقیناً اسی قسم مین واقع ہے اسلیے کہ ثواب اور ترغیب کچھہ انہین افعال مین ہوتی جو اختیاری ہون اور صحبت کے معنی ہین پاس بیٹھنا اور ملنا جلنا اور یہ باتین انسان دوسرے سے جبھی کرتا ہے جب اسکو محبوب جانتا ہے کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب اور دوری کیا کرتا ہے اور اس سے اختلاط نہین چاہتا اور جس سے محبت رکھتا ہے تو دو حال سے خالی نہین یا صرف اسکی ذات سے محبت ہے کوئی اور مقصود اور محبوب چیز نہین جسکا ذریعہ اسکی محبت کو کیا جائے یا اسلیے محبت کرتا ہے کہ اسکے ذریعہ سے دوسرا مقصود حاصل ہو پھر یہ مقصود تین صورت سے خالی نہین یا صرف متعلق منافع دنیاوی سے ہو یا آخرت سے متعلق ہو یا متعلق باللہ تعالی ہو تو یہ چار قسم کی محبت ہوئی اب ان چارون کو جدا جدا لکھا جاتا ہے **قسم اول** یہ کہ انسان دوسرے شخص سے محبت صرف اسکی ذات کیلیے کرے اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب ہو یعنی جب وہ اسکو دیکھے اور پہچانے اور اسکے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اسکو لذت حاصل ہو اسوجہ سے وہ اسکو اچھا جانتا ہے کیونکہ اہل جمال اس شخص کے حق مین لذیذ ہوتا ہے جو اسکے جمال کو معلوم کرے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہے اور لذت اچھا جاننے کے بعد ہوتی ہے اور اچھا جاننا شئی مناسبت اور موافقت کا تابع ہوتا ہے پھر وہ مستحسن یا تو ظاہری خوبصورتی ہو یعنی اعضاء ظاہری کا اچھا ہونا یا صورت باطنی ہو یعنی عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا اچھا ہونا اور اخلاق کے اچھے ہونے سے افعال اچھے ہوتے ہین اور کمال عقل کی تابع علم کی کثرت ہے اور یہ سب باتین طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہین اور ہر مستحسن چیز قابل لذت اور محبوب ہوتی ہے بلکہ دلون کی الفت کے باب مین ایک اور بات اس سے باریک تر ہے یعنی دیکھتے ہین کہ بعض اوقات دو شخصون مین دوستی اور مودت مضبوط ہوجاتی ہے حالانکہ اسکا باعث نہ ظاہری ملاحت ہوتی ہے نہ خوبی عادت بلکہ وجہ اسکی مناسبت باطنی و مشابہت معنوی ہوتی ہے جو ان دونون مین الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے کیونکہ چیز کا مشابہ اپنی سرشت سے اسکی طرف کھینچتا ہے اور اسی مضمون کا شعر کسی نے کہا ہے شعر جانب مثل دل ما مثل کو ہوتی ہے کشش ✲ جیسے ہر عضو مین جاتی ہے غذا اس جیسی ✲ اور باطنی مشابہتین پوشیدہ ہین اور انکے اسباب دقیق ہین آدمی کی طاقت نہین کہ انپر واقف ہو اور اسی رمز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف کہ جان پہچان کا ہونا نتیجہ جدا رہنے کا ہے اور الفت نتیجہ تناسب کا ہے جسکو تعارف سے تعبیر فرمایا اور ایک روایت مین یون ہے ان الارواح جنود مجندۃ تلتقی فتتشام فی الھواء اور بعض علما نے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ارواح کو پیدا کرکے انمین سے بعض کے دو ٹکڑے کیے اور انکو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو ان دو ٹکڑون مین سے جن دو دو مین تعارف وہان ہوگیا وہ دنیا مین بھی ملے رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دو مومنون کی روحین ایک مہینہ کے فاصلہ سے ملتی ہین حالانکہ انھون نے آپس مین ایک دوسرے کو کبھی نہین دیکھا

لے ارواح لشکر کے لشکر جمع ہین پس جو آپس مین ایک دوسرے سے باہم شناسا ازل مین ہوجاتی ہین وہ دنیا مین الفت کرتی ہین اور جو بیگانی رہتی ہین وہ جدا رہتی ہین مسلم بروایت ابی ہریرہ رض و بخاری تعلیقا بروایت عائشہ رض ۱۲ منہ

سے [illegible]

اور مروی ہی کہ ایک عورت مکہ معظمہ میں عورتون کو ہنسایا کرتی تھی اور دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ میں تھی وہ مکیہ اتفاقاً مدینہ منورہ کو گئی اور اُس مدنی عورت کے پاس اُتر کر حضرت عائشہ رضہ کے پاس گئی اور آپ کو ہنسایا آپ نے پوچھا کہ تو کہان اُتری ہی اُسنے کہا فلان عورت کے پاس آپ نے فرمایا کہ سچ کہا ہی اللہ تعالےٰ اور اُسکے رسول نے مین نے سنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے الارواح جنود مجندة الخ اور واقعی یہ ہی کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہی کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہی اور طبیعتون اور اخلاق باطنی اور ظاہری مین تناسب کا ہونا سمجھ مین آتا ہی اور جن اسباب سے کہ یہ مناسبت ہوتی ہی اُنکا دریافت کرنا قوت بشری سے خارج ہے غایت یہ ہے کہ منجم یہ ہذیان سرائی کرے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچہ کی تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہے تو یہ صورت موافقت اور مودت کی ہے اور مقتضی تناسب اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پر ہوتا ہے تو مقتضی دوری اور عداوت کا ہوتا ہے تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنے خدا ے تعالےٰ نے جو عادت آسمانون اور زمین کی پیدائش مین مقرر کر لی ہے اُس کے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہے تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہونے مین تھا اس سے زیادہ اُس مین ہوگا پس ایسی بات مین خوض کرنے کی کیا ضرورت ہی جسکا راز بشر کے لیے واضح نہین کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم مین سے تھوڑا ہی سا عنایت ہوا ہی اور اس کی تصدیق کے لیے تجربے اور مشاہدے ہم کو کافی ہین اور حدیث شریف مین یہ آچکا ہی کہ اگر ایک مومن اُس مجلس مین جاوے جسمین سو منافق اور ایک ایماندار ہو تو وہ اُسی ایماندار کے پاس آکر بیٹھے گا اور اگر ایک منافق ایسی مجلس مین جاوے جسمین سو ایمان دار اور ایک منافق ہو تو وہ اسی منافق کے پاس آکر ہم نشست ہوگا - اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو اپنی مثل کیطرف کشش ہوتی ہی اگرچہ اُسکو علم نہ ہو اور حضرت مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ دس آدمیون مین دو کا اتفاق جب ہی ہوگا کہ ایک مین دوسرے کا کوئی وصف پایا جاوے اور لوگون کی شکلین ایسی ہین جیسے پرندون کی جنسین کہ اُڑنے مین دو قسم کے پرند کبھی نہین متفق ہوتے اور بدون مناسبت اُنکا پرواز ایک ساتھ نہین ہوتا ہی چنانچہ مشہور ہی سے کبوتر با کبوتر باز با باز + کند ہمجنس با ہمجنس پرواز + ایک روز اُنھون نے کوے کو کبوتر کے ساتھ اُڑتا دیکھکر تعجب کیا کہ یہ کیسے ساتھ ہوے یہ تو ایک شکل کے نہین پھر جو اُنکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونون لنگڑے تھے تب فرمایا کہ اسوجہ سے انمین اتفاق ہوا اور اسی وجہ سے بعض حکما نے کہا ہی کہ ہر انسان اپنے ہمشکل سے انس کیا کرتا ہی جیسے ہر پرند اپنے ہمجنس کے ساتھ اُڑتا ہی اور جب دو شخص چندے ساتھ رہین اور حالت مین ہمشکل نہ ہون تو ضرور ہی کہ جدا ہو جاوینگے اور یہ بات ایسی ظاہر ہو گئی ہی کہ شاعر بھی اُسکو جان گئے ہین چنانچہ کسی نے اس مضمون کو باندھا ہی شعر عہ وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ مین اُسنے کہا + میری صورت کا نہ تھا اسلیے ہون اس سے جدا + غرضکہ انسان کو محبت دوسرے سے کبھی لذاتہ ہوتی ہی نہ کسی فائدہ کے سبب سے کہ اُسکو حال مین یا آل مین حاصل ہو بلکہ صرف اُس مجانست اور مناسبت کیوجہ سے جو باطن کی سرشتون اور پوشیدہ اخلاق مین ہوتی ہی اور اسی قسم مین خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہی بشرطیکہ اُس سے شہوت رانی مقصود نہو کیونکہ اچھی صورتین بذات خود لذت بخش ہوتی ہین گو وہان اصل شہوت ہی نہو مثلاً میوون اور کلیون اور پھولون اور سرخی آمیز سیبون اور آب روان اور سبزے کے دیکھنے سے آنکھ کو لذت ہوتی ہی اور سواے اُنکی ذات کے اور کوئی غرض بدرمیان نہین ہوتی اور یہ محبت چونکہ سرشتی

رواہ الحسن بن سفیان ... الحاکم ... بروایت معاذ بن جبل ... سعد ... [illegible]

عہ اصل کے موافق ظاہر مطلب یہ ہی کہ پوچھنے والے نے ... جدا ہین سے نہ یہ نکتہ سنایا اسکو کہ موافق ہی سمجھ میں آتی ہی وہ ۱۲ سید صدیق احمد

اورخواہش نفس سے ہو اور ملحدون کو بھی ہوتی ہو اسلیے خدا کے واسطے کی محبت اسمین داخل نہین لیکن اگر اس محبت مین کوئی غرض بد ملجاویگی تو بری ہوجاویگی مثلاً محبت کسی اچھی صورت کی شہوت رانی کے لیے جہان کہ اسکی تعمیل حلال نہو اور اگر کوئی بُری غرض نہ ملے تو یہ محبت مباح ہو کہ نہ اسکو محمود کہین گے نہ مذموم کیونکہ محبت تین ہی طرح کی ہوتی ہو یا قابل حمد یا قابل مذمت یا مباح کہ نہ قابل حمد ہو نہ قابل مذمت ۔ دوسری قسم یہ ہو کہ انسان دوسرے سے محبت اس نظر سے کرے کہ اسکی ذات سے اسکا مقصود حاصل ہو تو یہ محبت دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہو اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہو اور جو چیز کہ غیر چیز کی خاطر محبت کیجاتی ہو تو حقیقت مین محبوب وہ غیر ہی ہوتی ہو مگر پہلی چیز چونکہ ذریعہ محبوب ہے اسلیے محبوب ہے اور اسیوجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہین حالانکہ ان دونون کی ذات سے کوئی غرض نہین ہوتی کیونکہ نہ کھائی جاتی ہین نہ پہنی جاتی ہین مگر چونکہ وہ ذریعہ دوسری محبوب چیزون کی ہین اسلیے محبوب ہین تو یہی حال بعض لوگون کا ہو کہ ان سے لوگ اسی طرح سے محبت کرتے ہین جیسے چاندی و سونے سے اس لحاظ سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہین یعنی انکی جہت سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہو مثلاً آدمی جو بادشاہ سے محبت کرتا ہو تو اسیوجہ سے کہ اُسکے مال یا جاہ سے نفع ہوتا ہو اور اُسیلیے خواص سے جو محبت کرتا ہو تو اس غرض سے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اُسکا حال اچھی طرح پیش کرین اور اُسکے دلمین اُسکی جگہ کردین اور جس مقصود کے لیے شخص محبوب کو ذریعہ کیا جاتا ہو اگر اُسکا فائدہ صرف دنیاوی ہی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہوگی اور اگر دنیاوی فائدہ پر انحصار تو نہین مگر محبت کرنے والے کی غرض اس سے دنیا ہی کا فائدہ ہو تب بھی وہ محبت للہ مقصود نہ ہوگی جیسے شاگرد محبت اُستاد سے تحصیل کیلیے کرے تو ہر چند علم کے فوائد منحصر بدنیا نہین مگر شاگرد کی غرض اس سے اگر تحصیل دنیا اور قبول ہونا مخلوق مین ہوگی تو اُسکی محبت للہ نہوگی کیونکہ مقصود اُسکا اس صورت مین جاہ و مال ہوگیا جسکے حصول کا ذریعہ علم ہو اور علم کے حاصل ہونیکا وسیلہ اُستاد ہو تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی نہوئی ہان اگر علم کو تقرب الی اللہ کی نظر سے تحصیل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ہوتی ورنہ اسطرح کی محبت استاد کی تو کافر سے بھی سرزد ہوتی ہو پھر اس محبت کی بھی دو قسمین ہین ایک مذموم دوسری مباح یعنی اگر علم کو مقاصد مذمومہ کا ذریعہ کرنے کی نیت ہو مثلاً ہمسرون کا زیر کرنا اور یتیمون کے مال کا جمع کرنا اور قاضی بنکر رعیت کو ستانا وغیرہ تو محبت بھی مذموم ہوگی اور اگر مباح مقاصد کی نیت ہوگی تو محبت بھی مباح ہوگی غرضکہ ذریعہ چونکہ بذات خود مستقل نہین ہوتا اور مقصود کا تابع ہوتا ہو اس لیے حکم اور صفت ذریعہ پر وہی ہوتی ہو جو مقصود پر ہو تیسری قسم یہ ہو کہ محبت لذاتہ نہو غیر کے لیے ہو اور وہ غیر بھی حظوظ دنیاوی مین سے نہ ہو بلکہ حظوظ آخرت مین سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہو کہ محبت فی اللہ مین متصور ہوگی مثلاً کوئی شخص اپنے اُستاد و مرشد سے باینوجہ محبت کرے کہ اُنکے ذریعہ سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہوگی اور علم و عمل سے اُسکا مقصود آخرت کی بہتری ہو تو اُسکی محبت فی اللہ محبت مین شمار ہوگی اسی طرح جو اُستاد اپنے شاگرد سے محبت کرے اور مقصود دنیاوی نہ ہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہو اُسکی بدولت مجھکو رتبہ التعلیم ملیگا اور عالم ملکوت مین درجہ التعظیم پر ترقی کرونگا کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جو شخص جانے اور عمل کرے اور لوگونکو سکھاوے وہ آسمانکے ملکوت مین عظیم پایا جاتا ہو اور ظاہر ہو کہ تعلیم بدون متعلم کے نہین ہوسکتی تو اس صورت مین استاد کو اس کمال کے حاصل ہونیکا سبب شاگرد ہی ہوا پس اگر استاد اس سے محبت اس لحاظ سے کرے کہ وہ میرے لیے ذریعہ حصول سعادت اُخروی ہو کہ اسی کے باعث سے درجہ تعظیم آسمان کے ملکوت مین

ملے گا تو وہ محب فی اللہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اپنا مال خیرات کرتا ہو اور مہمانوں کو اکٹھا کر کے اُنکے لیے عمدہ اور عجیب کھانے مزہ دار خدا تعالیٰ کے تقرب کے لیے پکواتا ہو وہ اگر کسی باورچی سے اپنے فن کے طاق سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ میں سے ہوگا ایسا ہی اگر کسی اُس شخص سے محبت کریگا جو اُسکے صدقات کو مستحقوں کو پہونچا دیا کرے تو وہ بھی محبت فی اللہ رکھنے والا ہوگا بلکہ اس سے بڑھکر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اُس آدمی سے محبت کرے جو اُسکی خدمت خود کرتا ہو یعنی اُسکے کپڑے دھووے اور گھر میں جھاڑو دیوے اور کھانا پکانا اپنے ذمہ کرلے تاکہ اُسکو علم و عمل کے لیے فراغت ملے اور اُسکا مقصود ان کاموں کے لینے سے عبادت کے لیے فارغ ہونا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا اور اس سے زیادہ اور ہم کہتے ہیں کہ جب ایک شخص دوسرے کی سب اغراض دنیاوی کا کفیل ہو جاوے یعنی کھانا اور لباس اور مکان وغیرہ ضروریات اپنے پاس سے دے تاکہ اُسکو علم و عمل کے لیے فراغت ہو جاوے اور دوسرا شخص نہیں محض اس سے محبت کرے اور اپنے علم و عمل سے اللہ تعالیٰ سے تقرب چاہتا ہو تو وہ بھی محبت فی اللہ ہے چنانچہ اگلے لوگوں میں کچھ صلحا ایسے تھے کہ اُنکے مقاصد دنیاوی کی کفالت چند اہل ثروت نے کرلی تھی اور یہ دونوں شخص محبین فی اللہ میں سے تھے۔ اور اس سے زیادہ ہم کہتے ہیں کہ جو شخص ایک نیک بخت عورت سے نکاح کرے اس غرض سے کہ اُسکے سبب شیطانی وسوسے سے بچے اور اپنے دین کو بچاوے یا اس نیت سے کہ اس سے کوئی فرزند نیک بخت ہو جو میرے لیے دعاء خیر کرے اور وہ شخص اپنی بی بی کو ذریعہ مقاصد دینی سمجھکر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا اور اسی وجہ سے احادیث میں عیال پر نفقہ کرنے کا بہت اجر اور ثواب آیا ہے حتی کہ اگر لقمہ کھانے کا اپنی بی بی کے منہ میں دیوے تو اسپر بھی ثواب ملتا ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُسکی رضا اور دیدار اخروی کی محبت میں مشہور ہو تو وہ شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ ہوگا اسلیے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی ایسی چیز سے محبت کرے جسمیں اُسکے محبوب کی مناسبت نہو تو جس چیز سے محبت کرے گا رضا رسولی جو اُسکا محبوب اور مطلوب ہے اُسکی بہ نظر رکھیگا بلکہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہیں کہ جب ایک شخص میں دو باتیں جمع ہوں کہ ایک تو رغبت تقرب الی اللہ ہو اور دوسرا ذریعہ حصول دنیا اور کوئی دوسرا شخص جسکے دل میں اللہ تعالیٰ اور دنیا کی محبت اکٹھی ہو اس سے یہ محبت کرے کہ اسکو دونوں باتوں کی صلاحیت ہے تو وہ بھی محبین فی اللہ میں سے ہوگا جیسے کوئی اُستاد اپنے شاگرد کو دین سکھاوے اور مال دیکر دنیا کی ضروریات سے بچاوے اور شاگرد جس کی طبیعت میں طلب راحت دنیا اور سعادت آخرت دونوں ہوں اُس کو دونوں امر کا ذریعہ سمجھکر استاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہوگی کیونکہ محبت فی اللہ میں یہ شرط نہیں کہ حظ دنیا کی محبت بالکل نہو اس لیے کہ جس دعا کا حکم انبیا علیہم السلام کو ہوا ہے اسمیں دنیا اور آخرت دونوں کو جمع کیا ہے چنانچہ ایک دعا یہ ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا الٰہی مت ہنسا مجھپر میرے دشمن کو اور مت برائی پہونچا میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین میں اور مت کر دنیا کو سب سے بڑا مقصد میرا تو اس دعا میں دشمنوں کی ہنسی کو ٹالنا حظوظ دنیاوی میں سے ہے اور یہ نہیں کہا کہ دنیا کو میرا مقصد ہرگز مت کر بلکہ یوں دعا مانگی کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد مت کر۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں یہ فرمایا اللھم انی اسألک رحمة انال بها شرف کرامتک فی الدنیا و الآخرة اور فرمایا اللھم عافنی من بلاء الدنیا و عذاب الآخرة حاصل یہ کہ سب صورتوں میں سعادت اخروی کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی منافی نہیں تو

دنیا مین صحت اور سلامتی اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے محبت الٰہی کی منافی ہوگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو حالتین ایک دوسرے
سے قریب ہین ایک حال مین ہو اور ایک حال مین تو یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ انسان اپنے کل کے حظوظ کو تو محبوب سمجھے اور آج اُن سے
محبت نہ کرے اور کل مین جو اُن سے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ کل حالت دائمی ہوجائیگی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی بھی مطلوب
ہی اور وہ آج کی محبت سے حاصل ہوتی ہی ہان حظوظ دنیاوی کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ حظوظ اخروی کے مخالف ہون اور اُن سے
روکتے ہین یہ وہ امور ہین جنسے انبیا اور اولیا نے خود احتراز کیا ہی اور دوسرون کو اُن سے اجتناب کرنیکا حکم دیا اور دوسرے وہ کہ انکے
مخالف نہین یہ وہ باتین ہین کہ انبیا اور اولیا نے اُن سے دست کشی نہین کی جیسے نکاح کرنا اور حلال کھانا وغیرہ پس جو چیزین کہ آخرت کے
حظوظ کے مخالف ہون تو شایان عاقل یہ ہی کہ اُنسے نفرت کرے نہ محبت یعنی اُن سے نفرت عقلی کرے نہ طبعی مثلاً اگر کسی بادشاہ کا کھانا لذیذ
موجود ہو اور آدمی جانتا ہو کہ اگر اسکو کھاؤنگا تو میرا ہاتھ کاٹا جائیگا یا گردن اُڑا دی جائیگی تو جیسی نفرت اُس کھانے سے ہوگی ہی ویسی ہی حظوظ
دنیاوی سے چاہیے یہ مقصود نہین کہ لذیذ کھانے کو طبیعت نہ چاہے اور اگر کھاے تو لذیذ معلوم نہ ہو کیونکہ یہ امر تو محال ہی بلکہ یہ غرض ہی
کہ عقل اُسکے کھانے سے مانع ہو اور نفرت کی وجہ وہی ضرر ہو جو ہاتھ کٹنے اور گردن مارے جانے سے متصور ہی اور مقصود اس سے یہ ہی کہ
اگر شاگرد اپنے استاد سے محبت بدینوجہ کریگا کہ اسکو دین سکھاتا ہی کہ دنیوی مہمات کا خبر گیران ہی یا استاد شاگرد سے یا بین لحاظ محبت کرے کہ
علم دین سیکھتا ہی اور دنیا کی ضرورتون مین کام آتا ہی یعنی محبت کی علت ایک دنیاوی حظ ہو اور ایک اخروی تو وہ دونون فی اللہ مین
محصور ہونگے مگر اسمین ایک شرط ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر استاد مثلاً شاگرد کو علم پڑھانا موقوف کردے یا شاگرد کو استاد سے تحصیل کرنا نہ کرے
تو محبت اسوجہ سے کم ہوجاے تو اس شرط کے نہ پائے جانے سے جس قدر محبت کم ہوگی اُسی قدر محبت خدا کے واسطے ہوگی اور اسی قدر
پر فی اللہ محبت کا ثواب بھی ملیگا۔ اور یہ کچھ محال نہین کہ جس آدمی سے تمھاری بہت سی غرضین وابستہ ہون اس سے تم زیادہ محبت کرو
اور اگر وہ کچھ غرضون کے پورا کرنے سے باز رہے تو تمھاری محبت بھی کم ہوجاوے اور زیادہ مطلب برآری ہو تو محبت بھی اور زیادہ
ہوجاوے چنانچہ سونا اور چاندی اگر مقدار مین برابر ہون تو جتنی محبت سونے کی تمکو ہوگی اُتنی چاندی کی نہوگی اسلیے کہ جتنی غرضین سونے
سے نکلتی ہین وہ چاندی کی نسبت کر زیادہ ہوتی ہین تو جب محبت کی زیادتی غرض کی زیادتی سے ہوسکتی ہی اور اجتماع اغراض دینوی و اخروی
کا محال نہین اور جس محبت مین دونون غرضین ہونگی وہ منجملہ محبت فی اللہ ہوگی اور محبت فی اللہ کی تعریف یہ ہی کہ جو محبت ایسی ہو کہ اگر خداے
تعالےٰ اور آخرت پر ایمان نہوتا تو وہ محبت بھی نہوتی تو وہ محبت فی اللہ ہوگی اسیطرح جو زیادت محبت کہ خدا تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان نہونے
سے موجود نہو وہ بھی فی اللہ محبت مین سے ہوگی اور یہ ہر چند دقیق ہی مگر کمیاب ہی جُریری نے کہا ہی کہ لوگون نے قرن اول مین دین کا اتنا
برتاؤ کیا کہ دین پتلا ہوگیا پھر دوسری قرن مین وفا کا معاملہ کیا یہانتک کہ وفا جاتی رہی اور تیسری مین مروت کا تعامل کیا کہ وہ بھی جاتی
رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہین رہا چوتھی قسم یہ ہی کہ آدمی دوسرے سے لِلّٰہ فی اللہ محبت کرے یعنی نہ اس غرض سے کہ
اُس سے کوئی غرض علمی یا عملی حاصل ہو یا سواے ذات الٰہی کے اور کوئی مقصود ہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے دقیق اور خفی ہے مگر
تاہم ممکن الوجود ہی اسلیے کہ غلبہ محبت کی تاثیر یہ ہی کہ محبوب سے محبت متجاوز ہوکر اُن لوگون اور چیزون پر پہونچتی ہے جو محبوب سے متعلق

ہو

ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہی تو وہ محبوب کے محبوب اور خادم اور ثنا خوان سے اور اُس شخص سے جسکی تعریف محبوب کرے محبت کیا کرتا ہی اور اُس سے بھی محبت کرتا ہی جو محبوب کی رضا مین پیش قدم ہو یہانتک کہ بقیہ بن ولید کہتے ہین کہ اپنا نذار سبب دوسرے اپنا نذار سے محبت کرتا ہی تو اُسکے کتے سے بھی محبت کرتا ہی اور واقع مین اُن کا قول درست ہے اور تجربہ عشاق کے حالات کا اسکا شاہد ہی اور شعرا کے اشعار سے یہی مضمون ٹپکتا ہی اور یہین وجہ محبوب کا کپڑا یا دوسرا نشان رکھ چھوڑتے ہین اور اُس کی یادگار سمجھتے ہین اور اُس کے گھر اور محلہ اور ہمسایون سے محبت کرتے ہین چنانچہ مجنون بنی عامر نے اسی مضمون کا قطعہ کہا ہی

قطعہ

پھر اگذر دیار مین لیلی کے جب ہوا	بوسہ پہ بوسہ تہا در و دیوار کو دیا	لایا نہین ہی یار کی الفت سے بہر دل	ہی ساکن دیار کی الفت مین مرمٹا

پس مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہی کہ محبت محبوب کی ذات سے بڑھ کر اُن چیزون تک بھی پہونچتی ہی جو اُسکو محیط ہون یا اُسکے اسباب متعلق ہون یا کوئی دور ہی کی مناسبت اُس سے رکھتی ہون مگر یہ خاصیت غلبہ محبت کی ہی اصل محبت مین کافی نہین اور جسقدر غلبہ محبت کو قوت ہوتی ہی اُسی قدر ذات محبوب سے اُسکے گرد کی چیزون اور اسباب متعلقہ مین زیادہ پھیلتی جاتی ہی اسی طرح جب اللہ پاک کی محبت غالب آتی اور دل پر زور سے چھا جاتی ہی اور نوبت شیفتگی کی پہونچتی ہی تو جو چیز اُس کے سوا موجود ہی اُسکی طرف بھی پھیلتی ہی اس سبب سے کہ ماسوا کا وجود اُسکی قدرت کا نشان ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہی وہ اُسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپکے پاس لاتا تو آپ اسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب سے ابھی موجود فرمایا ہی یعنی بہت تازہ ہی اور ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پاؤن مین روندا گیا نہ زمین پر پڑا رہا بلکہ عالم الغیب سے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہی اسکو وہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہی اور اللہ تعالی کی محبت کبھی اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ آیندہ کو اُسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہی اور کبھی اس لحاظ سے کہ اُسنے زمانہ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہی کوئی اور بات اگلی پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلی ہی اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا بہرحال محبت الٰہی کسی طرح پر ہو جب وہ قوت پکڑتی ہی تو جو چیزین کسی طور کا بھی تعلق اس سے رکھتی ہین انہین پھیلتی ہی یہانتک کہ جو چیزین فی نفسہ دردناک اور مکروہ ہوتی ہین وہ نظرون مین اچھی معلوم ہوتی ہین اور فرط محبت سے اُنکا درد معلوم نہین ہوتا اور وہ درد اس خوشی مین چھپ جاتا ہی کہ یہ کام ہمارے محبوب کا ہی اور اس نے ہماری دردرسانی کا قصد کیا ہی اسکی مثال ایسی جانو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو بطور عتاب کوئی ضرب لگادے یا چٹکی لے کہ اس صورت مین فرط محبت سے وہ خوشی ہوتی ہی کہ درد اُسمین نہین معلوم ہوتا بلکہ اسکو خوش قسمتی اور راحت سمجھتے ہین۔ اللہ تعالے کی محبت مین بعض لوگون کی یہ نوبت ہوگئی ہی کہ وہ کہتے ہین کہ مصیبت اور نعمت مین ہم کچھ فرق نہین کرتے کیونکہ دونون اللہ تعالی کی طرف سے ہین ~~~ آنچہ از دوست میرسد نیکوست ~~~ اور ہم خوش اُسی چیز سے ہوتے ہین جسمین اُس کی رضا ہو یہانتک کہ بعض اُنمین سے یہ فرماتے ہین کہ خدا تعالی کی معصیت کرکے اگر مغفرت بھی ملے تو مین اسکو نہین چاہتا۔ اور سمنون نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہی ~~~ تجھ بن نہین ہی حذا مجھے چین جسطرح سے چاہے آزمالے

روایت کیا اسکو ... روایت ابی ہریرہ باندکی الفاظ

اور اس کی تحقیق باب المحبت میں انشاء اللہ آویگی اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت جب قوی ہوتی ہے تو اس بات کا موجب ہوتی ہے کہ جو شخص اُسکی
عبادت کا حق ادا کرے یا اُسکی صفت اُسکے نزدیک پسند ہو یعنی خوش خلق ہو یا شریعت کے آداب سے متصف ہو اس کے ساتھ بھی
محبت کی جاوے۔ اور جو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کا محب ہے اُس کے سامنے جب دو آدمیوں کا ذکر کیا جاوے گا کہ ایک
عالم اور عابد ہے اور دوسرا فاسق اور جاہل تو وہ اپنے دلمیں اول شخص کی طرف میل پاویگا پھر یہ میل جسقدر ایمان میں اور اللہ تعالیٰ
کی محبت میں ضعف ہوگا اُسی قدر ضعیف ہوگا اور جسقدر ان دونوں باتوں میں قوت ہوگی اُسیقدر قوی ہوگا اور یہ میل ضرور حاصل ہوگا گو وہ دونوں
شخص غائب ہوں اور اُس کو یقین ہو کہ مجھ کو ان دونوں سے دین میں اور دنیا میں کسی قسم کی بہتری یا برائی نہ پہونچیگی تو اس
میل کا نام محبت لله فی اللہ ہے بدون کسی طلب کے کیونکہ اس سے محبت کرنے کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے
اور خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور اُس کی عبادت میں مشغول ہے اگر یہ میل ضعیف
ہوتا ہے تو اُسکی کچھ تاثیر ظاہر نہیں ہوتی اور نہ اُسکا کچھ ثواب اور اجر ظاہر ہو مگر جس صورت میں کہ قوی ہوتا ہے تو اس بات کا موجب
ہوتا ہے کہ محبوب کا طرفدار ہو جیسے اور جان اور مال اور زبان سے اُس کی مدد کیجیے اور اس باب میں لوگ اسی قدر متفاوت ہوتے
ہیں جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تفاوت رکھتے ہیں اور بالفرض محبت اسی باب پر منحصر ہوتی کہ محبوب سے کوئی حظ حال میں یا مآل
میں حاصل ہو تو جو نیک بخت عالم اور عابد اور صحابہ اور تابعین وفات پا چکے ہیں اُن سے محبت ہو ہی نہ سکتی بلکہ انبیا علیہم الصلوات
والسلام سے بھی محبت ممکن نہ تھی حالانکہ ان سب کی محبت ہر مسلمان دیندار کے دل میں مرکوز ہے اور اُسکا ظہور اسوقت ہوتا ہے کہ
کوئی دشمن اگر ان میں سے کسی کو برا کہتا ہے تو ایسا دیندار کو غصہ آتا ہے اور اگر کوئی اُنکی مدح و ثنا بیان کرتا ہے اور اُنکی خوبیوں میں
رطب اللسان ہوتا ہے تو اس کو خوشی ہوتی ہے اور ان سب کی محبت لله محبت میں داخل ہے اس لیے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بندگان
خاص ہیں اور یوں دستور ہے کہ جو کوئی بادشاہ سے یا کسی خوبصورت سے محبت رکھتا ہے تو اس کے خواص اور خادموں سے
اور اس کے محبوب شخصوں سے بھی محبت رکھتا ہے مگر محبت کا امتحان حظوظ النفس کے مقابلہ سے کیا جاتا ہے اور کبھی محبت ایسی
غالب ہوتی ہے کہ اپنے نفس میں کوئی خواہش بجز محبوب کی خواہش کے نہیں رہتی چنانچہ اسی مضمون کو کسی نے اس شعر میں باندھا
ہے ع مجکو منظور ہے وصل اُسکو ہے منظور فراق + اُس کی مرضی کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا + اور کسی دوسرے نے کہا ہے ع جبر زخم
میں رضا ہو تمھاری نہیں الم + جوتا جو میری کھال کا پہنو نہیں ہے غم + اور کبھی محبت اسطرح ہوتی ہے کہ اُس کے باعث بعض حظوظ
چھوڑ دیے جاتے ہیں اور بعض نہیں چھوڑے جاتے مثلاً نفس یہ گوارا کرتا ہے کہ محبوب کو نصف مال دے دیجیے یا تہائی یا دسواں حصہ تو
چونکہ مال بھی محبوب چیز ہے اسلیے مال کی مقداریں میزان محبت ہوتی ہیں یعنی درجہ محبت کا جبھی پہچانا جاتا ہے کہ اُس کے مقابلہ میں دوسرا محبوب
ترک کیا جائے پس جس شخص کے سب دل کو محبت گھیر لیتی ہے اُسکے دلمیں سوائے محبوب کے اور کوئی چیز نہیں رہتی وہ اپنے لیے کچھ مال باقی نہیں
رکھتا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے کہ نہ اپنے لیے اہل رکھا نہ مال یعنی اپنی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور تمام مال بھی آپ پر صرف کیا حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کی خدمت

مین حضرت ابو بکر رضہ ایک کمل پہنے حاضر تھے جس کے دونون پلون کو اپنی چھاتی پر ایک لکڑی یا کانٹے سے ٹانک رکھا تھا کہ اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اُترے اور سلام عزیز علام کی طرف سے جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم مین پہونچا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ابو بکر رضہ کو مین دیکھتا ہون کہ کمل پہنے ہین اور اُس کے پلون کو اپنی چھاتی پر خلال سے ٹانک رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ انھون نے اپنا مال فتح مکہ سے پیشتر مجھ پر خرچ کر دیا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیے اور یہ فرمایئے کہ تمھارا رب تم سے فرماتا ہے کہ تم اپنی اس فقیری مین مجھ سے راضی ہو یا ناراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضہ کیطرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابو بکر رضہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہین کہ تمکو اللہ تعالیٰ کیطرف سے سلام کہتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تم اپنی فقیری مین اللہ تعالیٰ سے راضی ہو یا ناراض حضرت ابو بکر رضہ روئے اور عرض کیا کہ بھلا مین اپنے رب سے ناراض ہونگا مین اپنے رب سے راضی ہون اس تقریر سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص کسی عالم یا عابد یا کسی ایسے شخص سے جو علم خواہ عبادت یا خیرات کی رغبت رکھتا ہو محبت رکھے تو اُس کی محبت للہ فی اللہ ہوگی اور جس قدر محبت قوی ہوگی اُسی قدر اُسکو ثواب ہوگا۔ یہ ہے شرح محبت فی اللہ اور اُس کے درجات کی اگرچہ اُسکی ضمن مین بغض فی اللہ بھی سمجھ مین آسکتا ہے مگر ہم اُسکو جدا گانہ لکھتے ہین

تیسرا بیان بغض فی اللہ کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ جن شخصون پر فی اللہ محبت کرنی واجب ہے اُنھین پر فی اللہ بغض کرنا ضرور ہے مثلاً اگر تم کسی شخص سے بایں وجہ محبت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور اُسکے نزدیک محبوب ہے تو اگر وہ شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم کو لازم ہے کہ اس سے بغض رکھو اس لیے کہ وہ خدائے تعالیٰ کا نافرمان اور اُسکے نزدیک مستحق خفگی ہوا غرضکہ محبت اگر کسی سبب سے ہوتی ہے تو اُسکی ضد سے بغض ہوا کرتا ہے اور یہ دونون باتین لازم ملزوم ہین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتین اور یہ قاعدہ محبت اور بغض فی العادت مین عام ہے مگر ہر ایک اُن مین سے دل مین گڑی رہتی ہے اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہے اور اسی کے موجب افعال مترشح ہوتے ہین یعنی باقتضائے محبت قرب اور موافقت ظاہر ہوتی ہے اور بغض کی صورت مین بعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہے اور فعل مین ظاہر ہونے کے بعد اول صورت مین موالات بولی جاتی ہے اور دوسری مین معادات اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ تم نے میرے باب مین کسی سے موالات یا معادات کی ہے کہ نہین جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ دونون منفرد ہونے کی صورت مین تو ظاہر ہین مثلاً اگر کسی شخص کی طاعت ہی تمکو معلوم ہو تو تم اس بات پر قادر ہو کہ اُسکے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق و فجور ہی تم کو معلوم ہو تو ہو سکتا ہے کہ تم اس سے بغض رکھو لیکن مشکل اُس صورت مین ہے کہ طاعت اور معاصی ملے ہون کہ تم یہ کہو گے کہ محبت اور بغض تو ایک دوسرے کی ضد ہین یہ دونون کیسے جمع کرون اسی طرح اُنکے نتائج مختلف ہین یعنی موافقت اور مخالفت اور موالات اور معادات کہ دونون ایک ساتھ کیسے جاوین تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کے حق مین ان دونون باتون مین تناقض نہین جیسے کہ حظوظ نفسانی مین بھی تناقض نہین کیونکہ اگر ایک شخص مین چند خصلتین جمع ہون کہ کچھ انمین سے محبوب ہون اور کچھ مکروہ تو تم کو اس شخص کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہوگی اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بی بی نہایت خوبصورت ہے مگر بدذات ہے یا لڑکا ذکی خدمت گزار ہے مگر بدکار ہے تو اب ظاہر ہے کہ اُسکو ان دونون سے من وجہ محبت ہوگی اور ایک وجہ سے بغض ہوگا تو اسکا حال اُنکے ساتھ دو حالتون

سکے درمیان میں ہوگا نہ محض محبت ہوگی نہ صرف بغض اسی طرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین لڑکے ہوں ایک ذکی اور خدمتگزار ہو اور دوسرا غبی
اور نافرمان اور تیسرا غبی اور خدمتگزار یا ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے جی میں ان تینوں کے ساتھ تین حالتیں متفاوت دیکھیگا جیسے ان
تینوں کی خصلتیں متفاوت ہیں اسی طرح تمہارا حال بھی لوگوں کے ساتھ متفاوت ہونا چاہیے یعنی جس شخص پر غلبۂ فجور رہے اسکے ساتھ بغض و اعراض اور
جدا رہنا ہو اور جسپر غلبۂ طاعت ہو اسکے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جس میں دونوں چیزیں جمع ہوں اسکے ساتھ کچھ محبت کی باتیں اور
کچھ بغض کی ہوں۔ اب اگر یہ کہو کہ ہر ایک مسلمان کے حق میں اسلام طاعت ہے تو باوجود اسلام کے اس سے بغض کیسے کیا جاوے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ اسلام کی وجہ سے اس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اس سے بغض کرو اور ایسی صورت اس کے ساتھ رکھو کہ اگر مثلاً اس کو کافر
کی یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونوں میں کچھ فرق معلوم ہوگا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہے اور اسی سے حق اسکا ادا ہو جاتا ہے
اور خدا تعالے کے حق میں طاعت اور قصور کو ایسا سمجھو جیسے اپنے حق کی طاعت اور قصور کو جانتے ہو مثلاً جو شخص ایک غرض میں تمہاری
مساعدت کرے اور دوسری میں مخالفت تو اسکے ساتھ ایک درمیانی حالت میں رہو کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور نہ التفات ہو نہ اعراض
اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اتنا مبالغہ اسکی تعظیم میں کرو جتنا اس شخص کے لیے کرتے ہو جو تمام غرضوں میں تمہارا موافق ہو اور نہ اتنی زیادتی اسکی
اہانت میں کرو جتنی اس شخص کے لیے کرو جو سب غرضوں میں تمہارا مخالف ہو پھر اس حالت درمیانی کا میل کبھی تو اہانت کی طرف
ہو جاتا ہے جبکہ قصور کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی تعظیم کی طرف جس صورت میں کہ غلبۂ موافقت ہوتا ہے تو اسی طرح تمہارا حال اس شخص کے
ساتھ میں ہونا چاہیے جو کبھی اللہ تعالے کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعضے اوقات اسکی رضا کا متعرض ہو اور کبھی اسکی
خفگی کا۔ اب اگر یہ پوچھو کہ بغض کا اظہار کونسی بات سے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول سے بھی ممکن ہے اور فعل سے بھی
قول سے اس طرح کہ کبھی تو اس سے گفتگو کرنی ترک کرے اور کبھی سخت و سست کہے اور خفیف کرے اور فعل سے اس طرح
کہ کبھی تو اس کی اعانت میں سعی نہ کرے اور کبھی اس کو برائی پہونچانے اور کام بگاڑنے میں کوشش کرے اور ان باتوں
میں بعض بہ نسبت باقی کے زیادہ سخت ہیں مگر فسق و معصیت جو اس شخص سے سرزد ہوں ان کے مطابق ہونی چاہییں جیسی
خطا کرے اسی قسم کا بغض کیا جاوے لیکن جو لغزش اسطرح کی اس سے سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اس پر نادم ہے اور آئندہ کو اصرار
نہ کریگا تو بہتر یہ ہے کہ اس سے چشم پوشی اور درگذر کی جاوے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تم میں اور اس شخص میں
اگر پہلے سے پکا یارانہ اور صحبت اور الفت ہے تو اسکا حکم اور ہے جسکو ہم آگے بیان کرینگے اور اس میں علما کا اختلاف ہے لیکن اگر الفت و صحبت ہو کر
نہو تو بغض کے آثار کا ظاہر کرنا ضروری ہے یا تو اسطرح کہ اس سے اعراض کرکے علیحدگی اختیار کرے اور توجہ کم کر دے یا اسکو زبان سے سخت
سست کہکر تحقیر کرے یہ صورت اعراض کی نسبت کہ سخت ہے تو خفیف معصیتوں میں اعراض کا استعمال کرنا چاہیے اور سخت معصیتوں میں برا
بھلا کہنا۔ اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنے کے بھی دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ اسکی اعانت اور رفاقت اور مساعدت ترک کی جاوے
یہ ادنیٰ مرتبہ ہے اور دوسرا یہ کہ اس کے کام بگاڑ دے اور کوئی غرض اسکی پوری نہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مطالب کے
مانع ہوتے ہیں مگر یہ صورت انھیں مطالب میں برتنی چاہیے جنسے طریق معصیت خراب ہو جاوے اور وہ معصیت نہ کرنے پاوے اور جن مطالب کی

تاہم معصیت کے ترک کرنے مین تھوڑا سا بگاڑنا نہین چاہیے مثلاً ایک شخص نے شراب خواری سے خداے تعالےٰ کی معصیت کی اور اب وہ ایک
عورت سے نسبت چاہتا ہی کہ اگر بالفرض اس سے نکاح ہوجاوے تو لوگ اُسکے مال و جمال و جاہ پر رشک کرین لیکن اُس کا نکاح نہ تو
مانع اُس کی شراب خواری کا ہی اور نہ باعث شرب خوشی ہی اب اگر تم کو یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اُس کی اعانت کر کے اُس کا نکاح کرادو
اور چاہو کوئی رخنہ ڈال کر نکاح نہ ہونے دو تو اس صورت مین تم کو یہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی اُس کے مطلب کے فوت مین کوشش
کرو ہان اگر اعانت اپنے غصہ کے ظاہر کرنے کو نہ کرو تو کچھ مضائقہ نہین مگر اعانت کا ترک کرنا واجب نہین کیونکہ کیا عجب ہے کہ تمھاری
نیت اعانت سے یہ ہو کہ ہماری وجہ سے اسکا کام اگر نکل جائے گا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہو کر جو کچھ ہم کہین گے اُس کو وہ
مان لے گا تو ایسی نیت سے اعانت کرنی بہتر ہی اور اگر یہ نیت نہ ہو تب بھی برعایت اداے حق اسلام اُسکی اعانت ممنوع نہین بلکہ
اگر اُس نے کوئی قصور خاص تمھارا یا تمھارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اُس وقت اُس کے انجاح مرام مین اعانت کرنی بہت بہتر ہے
اور اسی باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہی ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا
الا تحبون ان یغفر اللہ لکم اس کی شان نزول یہ ہی کہ مسطح بن اثاثہ نے حضرت عائشہ رضہ کے بہتان مین شرکت کی تھی اور حضرت ابوبکر رضہ اُن کو
کچھ مال پہلے دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپ نے قسم کھائی کہ اس کو کچھ نہ دون گا تب یہ آیت اُتری تو باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی بڑی
تھی کہ اس سے زیادہ اور کوئی نہین یعنی حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی اور حضرت عائشہ رضہ جیسی بی بی پر زبان درازی
کی مگر چونکہ اس حادثہ مین گویا قصور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا کیا تھا اور صدیقون کی عادت یہ ہی کہ جو شخص اپنے پر ظلم کرے اُسکو معاف کرین
اور جو اُنکے ساتھ بُرائی کرے اُسپر احسان کرین لہذا یہ آیت اُتری اور حضرت صدیق رضہ نے جو مسطح کا دینا موقوف کر دیا تھا اُسکو جاری کر دیا اور اس
مضمون پر کاربند ہوئے سعدی بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اساء اور احسان اُسی پر اچھا ہوتا ہی جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو شخص
کسی دوسرے پر ظلم کرے اور خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اُسپر احسان کرنا اچھا نہین اسلیے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ بُرائی کرنی
ہے حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کر کے اُسکے دل کو قوی کرنا خداے تعالےٰ کے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ظالم کے
دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت مین کہ تم خود مظلوم ہو تو تمھارے حق مین بہتر یہی ہی کہ معاف کر دو اور درگذر کرو۔ اور سلف کے
طریق اہل معاصی پر بغض ظاہر کرنے کے باب مین مختلف ہین مگر اس بات پر سب متفق ہین کہ ظالمون اور بدعتیون اور اُن لوگون
پر جو اللہ تعالیٰ کی معصیت ایسی کرین جسکا ضرر دوسرون کو پہونچے بغض کا اظہار چاہیے اور جن لوگون نے کہ معصیت خود اپنے حق مین کی
تو اس باب مین سلف کے طریق مختلف ہوے کسی نے تمام اہل معصیت پر رحم کی نگاہ کی اور بعض نے بہت مبالغہ انکار مین کیا اور
اُنسے ملنا چھوڑ دیا چنانچہ امام احمد حنبل رحہ ادنی بات مین اکابر کا ملنا ترک کر دیتے تھے یہانتک کہ یحیی بن معین کے اس قول پر
کہ مین کسی سے نہین مانگتا اور اگر بادشاہ مجھکو کچھ بھیج دیگا تو مین لے لون گا اُنسے ملنا چھوڑ دیا اسی طرح حارث محاسبی سے ملاقات
ترک کر دی کہ انھون نے ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے اُنکا اعتراض نقل کرکے پھر جواب دیتے ہو
تو لوگون کو ان شبہات مین خود ڈالتے ہو اور ابو ثور سے اسوجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ انھون نے اس حدیث کی تاویل کی تھی ان اللہ خلق آدم

ف [illegible] لا معاف کوکرے ١٢ ع بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ١٢ ع اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ١٢

عملی صورت اور درگذر کرنا ایک امر ہی جو نیت کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہی اور اختلاف حال کے باعث نیت مختلف ہوتی ہے
پس اگر دل پر یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق مضطر اور عاجز ہین جو انکی تقدیر مین لکھ گیا ہی اسی کے مسخر ہین تب تو عداوت اور بغض مین
تساہل کا موجب ہوگا اور اس کی بھی ایک وجہ ہی لیکن کبھی اس طرح کی حالت مداہنت مین سے مشتبہ ہو جاتی ہی کہ اکثر معاصی سے
چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوئی ہی اور لوگون کی دلداری اور یہ خوف کہ کہین لوگ مجھ سے وحشت اور نفرت نہ کرنے لگین اور شیطان اس
بات کو جاہل احمق کے خیال مین یون ڈالتا ہی کہ مین لوگون کو بنظر رحم دیکھتا ہون کہ یہ حرکت انسے بوجہ اضطرار اور مجبور ہونیکے سرزد ہوئی ہی اور اس کے
صادق ہونے کی کسوٹی یہ ہی کہ اگر کوئی شخص خاص اس کا کوئی قصور کرے اور اس وقت بھی مجرم کو یہ شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ شدنی
یہی تھی کہ تقدیر کے آگے تدبیر نہین چلتی یہ جرم تو اس پر لکھا ہوا تھا اُس کا مرتکب کیسے نہ ہوتا تب تو البتہ خداے تعالے کے
حق مین قصور پر اغماض کرنا صحیح ہوگا اور اگر اپنے قصور پہ تو جل مرین اور خداے تعالے کے قصور پر اغماض کرین تو یہ صورت مداہنت
اور لوگون کی رعایت اور شیطان کے دھوکے کی ہی اس سے آگاہ رہنا چاہیئے اب اگر یہ کہو کہ ادنے درجہ بغض کے اظہار کا
ترک ملاقات اور اعراض کرنا اور رفاقت اور اعانت کا قطع کر ڈالنا ہی تو کیا یہ باتین واجب ہین کہ اگر بندہ ایسا نہ کرے تو گنہگار
ہو تو اس کا جواب یہ ہی کہ علم ظاہر مین یہ باتین تکلیف کے اندر داخل نہین اور نہ اُن کے واجب ہونے کا حکم پایا جاتا ہے
اس لیے کہ قطعًا ہم جانتے ہین کہ جن لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رض کے زمانہ مین شراب پی اور برائیان
کین وہ ملاقات مین بالکل چھوڑے نہ جاتے تھے بلکہ یون ہوتا تھا کہ بعض لوگ تو اُنکو سخت و سست کہتے تھے اور اظہار بغض
کرتے تھے اور بعض اُن سے اعراض کرتے تھے اور اُن سے کسی طرح مزاحمت نکرتے تھے اور بعض اُن کو بنظر رحمت دیکھتے تھے
اور اُن سے بیر کرنا اور دور رہنا پسند نہ کرتے تھے غرضکہ یہ دینی دقائق ہین طریق آخرت کے چلنے والون کی راہین ان مین مختلف
ہین ہر ایک کا عمل اسی طرح کا ہوتا ہی جسکو اُسکا حال مقتضی ہو اور مقتضاے احوال ان امور مین یا کراہت ہی یا استحباب تو بھی ان باتونکا
کرنا فضائل کے رتبہ مین ہوگا حرمت یا واجب ہونے کی حد کو نہ پہونچے گا اس لیے کہ تکلیف شرعی مین تو اصل معرفت اللہ تعالے
کی اور صرف محبت داخل ہی اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہو کر اُس کے غیر پر پہونچتی ہی اور متعدی وہی محبت ہوتی ہی جو درجۂ افراط
اور استیلا کو پہونچے تو اس درجہ کی محبت عوام خلق کے حق مین فتوے کی رو سے ہرگز تکلیف شرعی مین داخل نہین —

چوتھا بیان اُن لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور اُنکے معاملہ کی کیفیت مین — اب اگر یہ کہو کہ فعل سے
بغض و عداوت کا ظاہر کرنا گو واجب نہین مگر اسکے مستحب ہونے مین تو شک نہین اور عاصی اور فاسق مراتب مختلف پر ہین تو اُن سے معاملہ کرنے
مین فضل کیسے حاصل ہو اور سب کے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہیے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ مخالفت حکم خداے تعالی کا دو قسم ہی ایک مخالفت فی العقیدۃ
دوم مخالفت در عمل اور مخالفت فی العقیدہ تین طرح پر ہو سکتا ہی یا کافر یا بدعتی اور بدعتی دو حال سے خالی نہین یا دوسرون کو اپنی بدعت کیطرف
طالب ہی یا اپنے عجز خواہ اختیار سے خاموش ہی اب تینون کو جدا جدا سنو اول کافر کا حکم دریافت کرو کہ اگر حربی ہو تو مستحق قتل اور غلام بنانیکا ہی
ان دونون باتون سے بڑھکر کوئی اہانت نہین اور اگر ذمی ہی تو اُسکو ایذا دینا جائز نہین بجز اس کے کہ اُس سے اعراض کیا جاوے

اور راستون مین دب کر نکلے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہو اور اگر وہ السلام علیک کہے تو جواب مین وعلیک کہدیا جائے اور بہتر یہ ہی
کہ اُس سے گفتگو اور معاملہ اور ساتھ کھانا نہ کیا جائے لیکن انبساط اور اختلاط جیسا دوستون کے ساتھ ہوتا ہی وہ تو سخت مکروہ ہے گویا کہ
اختلاط کوئی حرمت کی حد کو پہونچتا ہی اللہ تعالے فرماتا ہی لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءہم
وابناءہم الآیۃ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المسلم والمشرک
لاتترائی ناراہما۔ دوسم وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسرون کا طالب ہو اُسکا یہ حکم ہی کہ اگر بدعت ایسی ہو جس سے کافر ہو جاتا ہو تو
اُسکا معاملہ ذمی سے بڑھکر ہی اس لیے کہ وہ نہ اقرار جزیہ کا کرے اور نہ عقد ذمہ کے لیے مانع اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اُس سے کافر نہ ہوتا ہو تو
اُس کا معاملہ جو اس مین اور اللہ تعالے مین ہی کافر کی نسبت کم خفیف ہی مگر اہل اسلام کو اُسپر انکار کرنا کافر کی نسبت کر زیادہ چاہیے اس
لیے کہ کافر کی بُرائی مسلمانون پر متعدی نہین کہ وہ اُسکے کفر کے معتقد ہین اور یہین وجہ اُس کے قول پر التفات نہین کرتے اور نہ وہ
دعوی اپنے مسلمان ہونے اور اعتقاد حق کا کرتا ہی بخلاف بدعتی کے جو طالب اپنی بدعت کی طرف ہو وہ یہی کہتا ہی کہ جس چیز کی طرف مین بلاتا
ہون وہی حق ہی پس وہ خلق کی گمراہی کا باعث ہی اور اُسکی بُرائی دوسرون کو لگتی ہی تو اُس پر بغض کا ظاہر کرنا اور اُس سے عداوت
رکھنی اور ملاقات ترک کرنی اور اُس کی بدعت کی وجہ سے اُس کی حقارت کرنی اور اُس کو بُرا کہنا اور لوگونکو اُسکے پاس آنے دینا نہایت
درجہ کو مستحب ہی اور اگر وہ تنہائی مین سلام کرے تو جواب دینے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُس سے اعراض کرنا اور جواب کا نہ دینا
اُسکے دلمین بدعت کو بُرا کر دیگا اور اُس کی زجر و توبیخ مین اثر کریگا تو اس صورت مین جواب کا نہ دینا بہتر ہی اس لیے کہ جواب سلام
اگرچہ واجب ہی مگر ادنی غرض مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہی مثلاً آدمی اگر حمام مین ہو یا قضاء حاجت کرتا ہو تو جواب سلام اُسپر سے ساقط
ہی اور بدعتی کا زجر کرنا ان غرضون کی نسبت کر زیادہ ضروری ہی اور اگر سلام مجمع مین کرے تو ترک جواب بہتر ہی کہ لوگ اُس سے نفرت کرین
اور اُسکی بدعت کو بُرا سمجھین اور اسی طرح اُسپر سلوک نہ کرنا اور اُس کی مدد نہ کرنی خصوص اُن امور مین جو لوگون پر ظاہر ہون بہتر بات ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص بدعت والے کو جھڑکے اور اُسکے قول و فعل کو نہ مانے اللہ تعالی اُسکے دلکو امن و ایمان سے بھر دیگا اور جو شخص
بدعت کی اہانت کریگا اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن امن دیگا اور جو شخص اُس سے نرمی کریگا یا اُسکی تعظیم کریگا یا کشادہ پیشانی اُس سے ملیگا تو وہ
اُس بات کو خفیف جانیگا جو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہی سوم عامی بدعتی جو دوسرونکو اپنے عقیدہ کی طرف نہ بلاتا ہو
اور نہ اُسکی اقتدا کا خوف ہو تو اُسکا معاملہ آسان ہی اُسکے ساتھ یون کرنا چاہیے کہ ابتدا ہی سے سخت کہنا اور اہانت نچاہیے بلکہ نرمی سے
اُسکو نصیحت کرنی چاہیے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہین اور اگر نصیحت مفید نہو اور اعراض کرنے سے بدعت اُسکی نظر مین بُری
ہوتی ہو تو اعراض ہی زیادہ مستحب ہو جائیگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ کچھ کرو وہ کاٹھ کا اُلو ہی رہیگا کہ دلمین جو بات جم گئی وہ نہ نکلیگی اور طبیعت
کند ہی تو اس صورت مین بھی اعراض اولی ہی کیونکہ بدعت کے قبیح کر دینے مین اگر مبالغہ نہین کیا جاتا تو پھیل جاتی ہی اور اُسکا فساد عام ہو جاتا
ہی اب اُسکا حال سنو جو عمل اور فعل سے معصیت کرے اور عقیدہ مین مخالفت نہو پس اُسکی معصیت یا تو ایسی ہوگی کہ اس سے دوسرونکو ایذا
ہو جیسے ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور لوگونکو بھڑا دینا اور چغلی کھانا وغیرہ اور یا ایسی ہوگی کہ اُس سے دوسرون کو ایذا نہو

۱۷ یعنی مسلمان اور مشرک کی آگ دور رہنا چاہیے ایک کی آگ دوسرے کو نظر نہ آوے اسے ابو داود و ترمذی بروایت جریر و نسائی مرسلاً اور بقول بخاری مرسل واضح ہو ۱۲

۱۸ ابو نعیم در حلیہ بروایت ابن عمر بسند ضعیف

اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دوسرون کو شر اور فساد کی طرف بلاوے جیسے شراب فروش کہ عورت مرد کو جمع کرکے اسباب شر و
فساد اُنکے لیے آمادہ کرتا ہی دوسرے وہ کہ غیر کو اپنے فعل کی طرف نہین بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہی یا زنا کرتا ہی پھر یہ بھی
دو قسم ہی یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی یا صغیرہ کا اور دونون صورتون مین اصرار کرتا ہی یا نہین تو ان سب تقسیمون سے تین قسمین حاصل ہوتی ہین اور
ہر ایک قسم کے لیے ایک مرتبہ ہی کہ کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم اور سب کے ساتھ ایک چال نہین چلا جاتا پہلی قسم معصیت کی جو سب مین شدید
ہے وہ ہی جس سے لوگون کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور چغلی تو جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہون بہتر ہی کہ
اُن سے اعراض کیا جاوے اور اُنکا اختلاط متروک ہو اور اُنکے معاملہ سے کشیدگی ظاہر کی جاوے اس لیے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا
ہو وہ سخت ہوتی ہی پھر اس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہی مثلاً ایک شخص خون کا ظلم کرتا ہی اور دوسرا مال کا تیسرا آبرو کا اور ایک دوسرے سے
سخت ہین تو اُنکی اہانت کرنی اور اُن سے اعراض کرنا نہایت موکد ہی اور جس صورت مین کہ اہانت سے یہ توقع ہو کہ اُسکو یا غیرون کو تنبیہ
ہوگی تو اس صورت مین حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہوگا۔ **دوسری قسم** کا عاصی خنا بائی ہی جو اسباب فساد کو آمادہ کرتا ہی اور خلق
پر طریق فساد آسان کرتا ہی تو یہ ہر چند مخلوق کو دنیا مین ایذا نہین دیتا مگر اپنے فعل سے اُنکا دین چھینتا ہی گو اُنکی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم
کے قریب ہی گو اس سے ہلکا ہی کیونکہ جو گناہ بندہ کے اور اللہ تعالے کے درمیان ہی ہر چند عفو کے قریب ہی مگر اس جہت سے کہ وہ فی الجملہ
دوسرون کی طرف متعدی ہوتا ہی سخت یقیناً ہی تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہی کہ اُس کی اہانت کی جائے اور اعراض اور علیحدگی اور سلام
کا جواب نہ دینا عمل مین آوے بشرطیکہ یہ گمان ہو کہ اُس سے اُسکو خواہ غیرون کو کسی قسم کا زجر ہوگا۔ سوم وہ گنہگار کہ جو خود شراب خواری
یا کسی واجب کے ترک کرنے یا امر ذاتی ممنوع کے مرتکب ہونے سے فاسق ہوتا ہی تو اُسکا معاملہ خفیف ہی لیکن اُس گناہ کے ارتکاب کے
وقت اگر دیکھ لیا جائے تو ایسی طرح اُس کا روکنا واجب ہی جس سے وہ باز رہے گو مارنے سے ہو یا خفیف کرنے سے اس لیے کہ بُری بات سے
منع کرنا واجب ہی اور اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا اور معلوم ہی کہ یہ فلان گناہ کا عادی ہی اور اُسپر اصرار کرتا ہی تو اگر یہ ثابت ہو کہ نصیحت
کرنے سے دوبارہ نہ کریگا تو نصیحت کرنا واجب ہی اور اگر یقینی معلوم نہین کہ باز آویگا مگر ظن غالب ہی تو افضل ہی کہ نصیحت اور زجر نرمی
سے کیا جائے یا اگر سختی سے مفید پڑے تو سختی سے زجر کیا جائے اور جس صورت سے کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہی اور نصیحت اُس کو
کارگر نہین تو اُسکے سلام کے جواب نہ دینے اور اُسکے اختلاط سے باز رہنے مین کلام ہی اور علما کا اس باب مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُس کا مدار
آدمی کی نیت پر ہی کہ مدار اعمال نیتون پر ہوا کرتا ہی کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے مین ایک طرح کی تواضع و انکسار ہی اور درشتی
اور اعراض مین ایک گونہ زجر ہی تو آدمی اُسکا حکم اپنے دل سے پوچھے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضائے طبع کے مطابق پاوے اُسکا
انکار کرے کیونکہ اُسکا خفیف کرنا اور اُسپر درشتی برتنی کبھی تکبر اور شیخی سے ہوتی ہی اور اپنی برتری کا اظہار اور نیکی پر گھمنڈ ہوتا ہی اسی طرح ملاطفت
بعض اوقات مداہنت کے سبب اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہی کہ اُس سے اپنا کوئی مطلب نکلنا مقصود ہوتا ہی
یا بظن قریب خواہ بعید یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین لوگون کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال مین تاثیر نہ کر جائے اور یہ سب باتین
اشارات شیطانی کے بموجب چلنے کی ہین اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہین غرضکہ جو شخص اعمال دین کا راغب ہے وہ

اپنے نفس کے ساتھ ان دقائق کے گرد پیے اور ان حالات کی نگرانی مین اجتہاد کرتا ہی اور اس باب مین دل لگتی ہوتا ہی اور کبھی تو اپنے اجتہاد مین
حق کو پہونچتا ہی اور کبھی چوک جاتا ہی اور کبھی جان بوجھ کر اپنی خواہش نفس کا اتباع کر بیٹھتا ہی اور کبھی اس دھوکے مین اقدام کرتا ہی کہ اسکو
یہی گمان ہوتا ہی کہ مین خدا سے تعالی کے لیے عمل کرتا ہون اور راہ آخرت پر چلتا ہون اور ان دقائق کا بیان تیسری جلد کے
باب الغرور مین آوے گا اور جو فسق اسطرح کا ہی کہ اسکا گناہ بندہ اور خدا سے تعالی کے درمیان ہی اور اسکا ضرر خاص عاصی ہی
پر ہی دوسرے پر نہین اسکے معاملہ کے ہلکا ہونے کی دلیل یہ روایت ہی کہ ایک شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی بار پٹیا
گیا پھر وہ دوبارہ وہی حرکت کرتا تھا اور پکڑ آتا تھا ایک نے اصحاب سے کہا کہ خدا اسپر لعنت کرے بہت ہی شراب پیتا ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کا مددگار نہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جسکا مضمون یہ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائمت کرنی نسبت
درشتی اور سختی کے بہتر ہی

پانچوان بیان اس ذکر مین کہ جس شخص سے صحبت اختیار کیجاے اسمین کون کون صفتین ہونی ضروری ہین۔ واضح ہو کہ ہر ایک انسان
اس بات کی لیاقت نہین رکھتا کہ اسکی صحبت اختیار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنے خلیل کے طریق پر ہوتا ہی تو تم مین
کوئی جب کسی کو خلیل بناوے اسکو دیکھ بھال لیوے۔ پس ضرور ہی کہ آدمی کچھ خصلتون اور صفتون سے متمیز ہون جن کے سبب سے
اسکی صحبت کی رغبت ہو اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہین انکے لحاظ سے ان خصلتون کا ہونا مشروط ہونا چاہیے اسلیے کہ شرط اسی کو کہتے ہین
جسکا پایا جانا مقصود تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ شرطون کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہی۔ اب صحبت سے فوائد دنیاوی
اور دینی دونون مطلوب ہوتے ہین دنیاوی فوائد جیسے مال سے یا جاہ سے نفع لینا یا صرف دیدار اور ہم نشینی سے دلکا بہلانا وغیرہ اور
ہمکو انکا بیان کرنا منظور نہین اور فوائد دینی مین بھی بہت سی غرضین مجتمع ہوا کرتی ہین مثلاً ایک یہ کہ علم اور عمل کا استفادہ منظور ہو۔ دوم جاہ
سے استفادہ باین لحاظ کہ جو لوگ دل کو پریشان کرین اور عبادت سے مانع ہون انکی ایذا سے محفوظ رہے سوم استفادہ مال سے تاکہ غذا
کی طلب مین اوقات ضائع نہون اور عبادت مین اس سے بیفکری ہو جاے۔ چہارم ضروریات مین مدد لینا تاکہ مصیبت اور حوادث مین
کام آوے پنجم صرف دعا کی برکت حاصل کرنی ششم آخرت مین اسکی شفاعت کی توقع کرنی چنانچہ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ دوست
بہت سے پیدا کرو کہ ہر ایماندار شفاعت کریگا تو کیا عجب ہی کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت مین داخل ہو جاؤ اور ایک غریب تفسیر مین ویستجیب
الذین آمنوا وعملوا الصالحات ویزیدہم من فضلہ کے معنی یون مذکور ہین کہ ایمانداروں کی شفاعت دوستون کے باب مین قبول فرما کر دوستونکو
انکے ساتھ جنت مین داخل کرے گا۔ اور کہتے ہین کہ بندہ کی جب مغفرت ہو جاویگی تو وہ اپنے دوستون کے لیے سفارش کریگا اور اسی لیے
سلف کے کچھ لوگون نے صحبت اور الفت اور اختلاط کی ترغیب کی ہی اور تنہائی اور جدا رہنے کو برا سمجھا ہی۔ پس یہ فوائد دینی ہین کہ ہر ایک
فائدہ انہین سے کچھ شرطین چاہتا ہی کہ بدون انکے حاصل نہوگا اور انکی تفصیل طویل ہی مگر مجملاً یہ ہی کہ جس شخص کی صحبت اختیار کی جاے
اسمین پانچ باتین ہونی چاہیین اول عقل دوم خوش خلقی سوم یہ کہ بدکار نہو چہارم یہ کہ بدعتی نہ ہو پنجم یہ کہ دنیا کا حریص نہ ہو عقل کا ہونا
اسلیے چاہیے کہ راس المال اور اصل یہی ہی احمق کی صحبت مین کچھ خیر نہین اور اسکا انجام وحشت اور جدائی ہی گو کتنی ہی مدت کی ہو

اور دیا استغنا ہی ایمان والون کی جو بھلے کام کرتے ہین اور بڑھتی دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے ۱۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین ؎

ہان میرے قول کو تو جاہلون سے کر گریز
نزدیک جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق یاد

دوستی جاہل کی کردیتی ہی عاقل کو برباد
دل کو دل سے راہ ہی اور چیز کا شی پر قیاس

صحبت ناجنس کا انجام ہی ہوتا یہی
ہر اثر صحبت کو پیارے کرے اسکو دل نہاد

اور سعدی شیرازی نے پند نامہ مین کیا ہی مضمون کہا ہی ؎ ز جاہل حذر کردن اولےٰ بود * کز دنگ دنیا و عقبیٰ بود * کیونکہ ممکن ہی کہ احمق آدمی قصد دوسرے کے نفع اور اعانت کا کرے اور اُسکے حق مین موجب ضرر ہو اور اس احمق کو خبر بھی نہو اور اسی لیے کسی شاعر نے یہ قطعہ کہا ہی قطعہ

گر عدو ہوئے خردمند نہین مجکو ڈر
تاک سکتا ہون اُسے لیکن جنون کے ہین فنون

دوستی سے ڈرتا ہون جو ہوئے گرفتار جنون
اور اسی لیے کہتے ہین کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالےٰ سے قربت حاصل کرنا ہی۔ اور

فن واحد ہی خرد اسکا طریقہ معلوم

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ احمق کے چہرہ کو دیکھنا خطا مکتوب ہی اور ہماری غرض عاقل سے یہ ہی کہ چیزون کو ایسی طرح سمجھے جس طرح نفس الامر مین ہین اگر خود سمجھے فبہا ورنہ سمجھانے اور سکھانے کے بعد اصل اور تہ کو معلوم کرے۔ اور خوش خلقی کی ضرورت اسلیے ہی کہ اکثر عاقل چیزون کو مطابق نفس الامر کے سمجھتے ہین مگر جب اُنپر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہی یا بخل یا نامردی کا دباؤ پڑتا ہی تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کرجاتے ہین اور جو باتین اُنکو معلوم ہوتی ہی اُسکے خلاف کرتے ہین اس لیے کہ اپنی صفات کے زیر کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتے ہین تو ایسون کی صحبت سے کچھ نفع نہین۔ اور فاسق نہ ملنے کی ضرورت اسلیے ہی کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اسکی صحبت مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے خوف کرتا ہی وہ کبیرہ پر اصرار نہین کرتا اور جو شخص خدا تعالےٰ سے نہین ڈرتا اُس کے فساد سے مامون رہنا اور اُس کی دوستی پر اعتماد کرنا نہ چاہیے وہ تو غرضون کے متغیر ہونے سے بدلتا رہیگا اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہی وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور فرمایا فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اور اسکے مفہوم مین فاسق سے زجر پایا جاتا ہی علاوہ اسکے فسق اور فاسقون کے دیکھنے اور ملنے سے معصیت کا معاملہ دل پر آسان ہوجاتا ہی دل کو اُس سے نفرت نہین رہتی حضرت سعید بن مسیب رح فرماتے ہین کہ ظالمون کی طرف مت دیکھو ورنہ تمھارے اچھے اعمال حبط ہوجائینگے بلکہ اُن لوگون کے اختلاط مین سلامتی نہین سلامتی اُن سے علیحدہ رہنے مین ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہی وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ لفظ سلاما مین الف عوض ۃ کے ہی یعنی سلامۃ کہتے ہین مراد یہ ہی کہ ہم تمھارے گناہ سے سلامت رہے۔ اور بدعتی سے احتراز کرنے کی ضرورت اسلیے ہی کہ اس کی صحبت مین یہ خوف ہے کہ کہین اس کی بدعت اپنے آپ مین اثر نہ کرے اور اُس کی نحوست دوسرے مین متعدی نہ ہو اور بدعتی تو قابل ترک ملاقات اور جدا رہنے کے ہی تو اس کی صحبت کیسے اختیار کی جائیگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوست متدین کی طلب کی ترغیب مین ارشاد فرماتے ہین بموجب روایت سعید بن مسیب رض کے کہ یاران صادق کو لازم پکڑو اور انکی حمایت مین زندگی کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت ہین اور مصیبت کے وقت سامان اُسکے دفع کا اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محمول کیا کرو یہانتک کہ ایسی بات اُس کی تم کو معلوم ہو جس سے تم کو ظن غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو اور اپنے دوست سے

بہ حذر ہو بجز امین کے اور امین وہی ہی جو خدائے تعالے سے خوف کرے پس بدکار کی صحبت مت اختیار کرو ورنہ اسکی بدکاری سیکھ جاؤگے
اور اسکو اپنے راز کی اطلاع مت کرو اور اپنے معاملہ مین مشورہ اُن لوگون سے لو جو خدا تعالے سے ڈرتے ہین اور دنیا پر حریص نہ ہونے کی یہ وجہ
ہی کہ ایسے شخص کی صحبت مہر قاتل ہی اسلیے کہ آدمی کی سرشت مین ہی کہ دوسرے کی مشابہت اور اقتدا کیا کرتا ہی بلکہ ایک کی طبیعت اپنے
ہم نشین کی طبیعت مین سے کچھ باتین چُرا لیتی ہی اور صاحب طبیعت کو خبر بھی نہین ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی مجالست ہوگی تو اُس سے
حرص دنیا کی جنبش مین آویگی اور زاہد کی مجالست سے زہد کو تحریک ہوگی اسی وجہ سے دنیا کے طالبون کی صحبت مکروہ ہی اور راغبین
آخرت کی صحبت مستحب آب جاننا چاہیے کہ حسن خلق کو اوپر مجملا بیان کردیا ہی اُس کو بتفصیل علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت مین مرتے وقت
اپنے بیٹے سے بیان کیا ہی چنانچہ یون کہا ہی کہ بیٹا اگر تجھکو لوگون کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا کہ جب تو اُس کی
خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اُس کے پاس بیٹھے تو تجھکو زینت دے اور اگر تجھکو کوئی مشقت پیش ہو تو وہ برداشت
کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لیے پھیلانا چاہے تو وہ پھیلاوے اور اگر تجھ سے کوئی خوبی دیکھے تو اُس کو شمار کرے اور اگر بُرائی دیکھے تو اُس کو
روک دے جس وقت تو اُس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تو خاموش رہے تو خود ابتدا کرے اور اگر تجھپر کوئی بلا نازل ہو تو
تیری غمخواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تو کسی کام کا قصد کرے تو اچھا مشورہ دے اور
اگر تم دونون مین اختلاف ہو تو تجھکو اپنے نفس پر ترجیح دے تو یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہی اور سب کی بجا آوری کو مشروط
کردیا ہی یحیی بن اکثم کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے ان باتون کو دیکھ کر کہا کہ ایسا شخص کہان ہی کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ سمجھے کہ
یہ وصیت کیون کی ہی خلیفہ نے کہا کہ نہین اُس نے کہا کہ علقمہ کی غرض یہ تھی کہ کسی کی صحبت اختیار نہ کرے اس لیے اتنی شرطین لگادین
اور بعض ادبا نے فرمایا ہی کہ آدمیون مین اُس کی صحبت کر جو تیرے راز کو چھپا دے اور عیب کو ظاہر نہ کرے اور مصیبتون مین ساتھ دے
اور نفیس چیزون مین تجھکو اپنے اوپر مقدم رکھے اور تیری خوبیون کو پھیلا دے اور بُرائیون کو تہ کر رکھے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو پھر
اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہی **قطعہ** وہ تیرا سچا دوست
ہے جو تیرے ساتھ ہو جو تیرے بھلے کے واسطے اپنا ضرر کرے + دنیا کے حادثون سے جو ابتر ہو تیرا حال + آرام اپنا دور کرے
تجھکو چین دے + اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ صرف دو آدمیون سے صحبت اختیار کرنی چاہیے ایک وہ کہ تم اُس سے کچھ
امر دین سیکھو کہ تمھارے کام آوے اور دوسرے وہ کہ تم اسکو کچھ دین کی بات بتاؤ تو مان لے اور تیسرے شخص کے پاس نہ پھٹکو اور بعض فرماتے
ہین کہ آدمی چار قسم کے ہین ایک بالکل شیرین کہ اُس سے سیری نہو دوسرا بالکل تلخ کہ اُس سے کھایا نہ جاوے تیسرا کچھ کھٹا میٹھا ہو تو اُس سے
کچھ حاصل کر پیشتر اس سے کہ وہ تجھ سے حاصل کرے اور چوتھا جو نمکین ہو تو اُسکو فقط حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہیے اور حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ پانچ آدمیون کا ساتھ مت اختیار کرو اول جھوٹا کہ تجھکو اُس سے دھوکا ہوگا اُسکا حال مثل سراب کے ہی
بعید کو تجھ سے قریب کریگا اور قریب کو بعید دوم احمق کہ اُس سے تجھکو کچھ نہ ملیگا وہ تجھکو نفع پہونچانا چاہیگا اور اپنی بیوقوفی سے ضرر پہونچادیگا
سوم بخیل کہ جب تجھکو اُس کی طرف حد سے زیادہ حاجت ہوگی اُسوقت مین تجھ سے یاری توڑدیگا چہارم نامرد کہ شدت کیوقت تجھکو چھوڑ کر آپ

ہو چکا ہو گا پنجم فاسق کہ ایک لقمہ یا اُس سے کمتر کے عوض میں تجکو بیچ کر لیگا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ لقمہ کی طمع کرنی
اور پھر اُسکا نہ ملنا اور حضرت جنید رحمۃ فرماتے فرمایا ہے کہ میرے پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اُس سے بہتر ہے کہ میری صحبت میں قاری
بد خلق رہے اور ابن ابی الحواری رح فرماتے ہیں کہ مجکو میرے استاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ اے احمد دو آدمیوں کے سوا اور کسیکے پاس مت
بیٹھنا ایک وہ شخص کہ اُس سے اپنے دنیاوی معاملہ میں مستفید ہو اور ایک وہ کہ اُس کے ساتھ ہو کر امر آخرت سے منتفع ہو اور
ان دو کے سوا اور سے مشغول ہونا بڑی بے وقوفی ہے اور سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ اصناف مردم میں تین آدمیوں کی صحبت سے
اجتناب کرنا چاہیئے اول جابر غافلوں سے دوم علماء مداہنوں سے سوم صوفیوں جاہلوں سے - اب یہ معلوم کرنا چاہیئے
کہ اکثر ان کلمات کے صحبت کے تمام مقاصد کو محیط نہیں اور احاطہ مقاصد اسی طور سے ہو سکتا ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ مقاصد کو دیکھکر انھیں کے
اعتبار سے شرائط ملحوظ ہوں کیونکہ جو شرطیں صحبت کی مقاصد دنیاوی کے لیے ہیں وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت میں شروط نہیں
چنانچہ بشیر رح فرماتے ہیں کہ بھائی تین ہوتے ہیں ایک آخرت کے لیے اور ایک دنیا کے لیے اور ایک دل بہلانیکے لیے - اور یہ سب باتیں ایک
شخص میں کم مجتمع ہوتی ہیں بلکہ چند شخصوں میں متفرق ہوتی ہیں تو ضرور ہے کہ شرطیں بھی انمیں متفرق ہوں اور مامون رح نے کہا ہے کہ بھائی
تین طرح کے ہیں ایک تو مثل غذا کے ہے کہ اُس سے مفر نہیں دوسرا دوا کے مثل ہے کہ کبھی اُس کی ضرورت ہو اور کبھی نہو تیسرا روگ کے
مثل ہے کہ اُس کی کبھی ضرورت نہ پڑے مگر اتفاقا بندہ کو کبھی اُس سے کام پڑ جاتا ہے یہ شخص ہے کہ جس سے نہ انس ہو نہ نفع ہو - اور
کہتے ہیں کہ سب آدمیوں کی مثال ایسی ہے جیسے درخت اور سبزہ ہے کہ اُن میں سے بعض سایہ دار ہوتے ہیں اور ثمر دار نہیں ہوتے تو وہ ایسے
لوگ ہیں جنسے دنیا میں فائدہ ہو نہ آخرت میں اس لیے کہ دنیا کا نفع ڈھلتے سایہ کی طرح سریع الزوال ہوتا ہے اور بعضی درخت ایسے
ہیں کہ پھل رکھتے ہیں سایہ نہیں رکھتے تو ان کے مثل وہ لوگ ہیں جو آخرت کے کام کے ہیں نہ دنیا کے اور بعض درخت ایسے ہیں کہ ان میں
پھل اور سایہ دونوں ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ان میں دونوں چیزوں میں سے ایک بھی نہیں جیسے ببول کا درخت کہ کپڑے پھاڑ دیتا
ہے نہ کھانے کا نہ پینے کا اور حیوانات میں اُس کے جیسے چوہا اور بچھو ہیں اور آدمیوں میں وہ ہیں جن سے نہ نفع دین نہ دنیا بلکہ ہر دم آزار ہیں اللہ
تعالے فرماتا ہے یدعو لمن ضره اقرب من نفعه لبئس المولى ولبئس العشير - ایک شاعر نے یہ مضمون باندھا ہے - ہر ایک فرد بشر کا مزہ نرالا ہے
جو غور کیجیے یکساں نہیں ہے رنگ شجر + کسی کے پھل میں حلاوت ہے اور شیرینی + کسی میں ذائقہ کوئی نہیں نہ کوئی ثمر + اس تقریر سے معلوم ہوا
کہ اگر کسی شخص کو ایسا رفیق نہ ملے جس سے آخرت کے اور ان مقاصد میں سے کوئی اس سے حاصل کرے تو اُسکے لیے تنہائی بہتر ہے
حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ برے ہمنشین سے تنہائی بہتر ہے اور تنہا رہنے سے نیک بخت ہمنشین اچھا ہے - حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے
ہیں کہ زندہ کر ڈالا طاعت کو اُن لوگوں کے پاس بیٹھنے سے جنسے لوگ شرماتے ہیں اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہیں کہ مجکو بلا میں اپنے ہی لوگوں
کی صحبت نے ڈالا جنسے میں حیا نہیں کرتا اور لقمان نے فرمایا کہ بیٹا علماء کے پاس بیٹھ اور اُنکے زانو سے اپنا زانو بھڑا کہ دل حکمت سے
ایسا زندہ ہوتا ہے جیسے زمین مردہ موسلادھار پانی پڑنے سے ہوا تمک بیان اخوت کے معانی اور شرائط اور فوائد کا جتنا ہم کو لکھنا
منظور تھا ہو گیا اب ہم اُسکے حقوق اور لوازم اور حقوق کی بجا آوری کے طریق لکھتے ہیں ف اس بیان میں مضامین مقدم موخر بہت تھے

مترجم نے سب کو بطور خود مسلسل و مرتب کر دیا ہے تاکہ مخل مطلب فہمی نہ ہو

دوسری فصل ۔ اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر میں ۔ واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصوں میں ایک علاقہ ہے جیسے نکاح خاوند اور بی بی میں ایک علاقہ ہوتا ہے اور جس طرح کہ نکاح چند حقوق کا مقتضی ہے جن کا پورا کرنا حق نکاح کے ادا کرنے کے لیے واجب ہے جیسا کہ انکا ذکر باب آداب النکاح میں بیان ہو چکا اسی طرح عقد اخوت میں کچھ حقوق کی بجا آوری ضروری ہے مثلاً جس سے بھائی چارہ کرو تو اسکا حق تمپر مال میں اور نفس میں اور زبان میں اور دل میں ہوگا اور سب حقوق کا مجموعہ آٹھ ہے جن کی تفصیل یہ ہے اول حق مال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کے مثل ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے ۔ دو ہاتھوں کی مثال فرمائی اور ایک ہاتھ اور ایک پانوں کی نہ فرمائی اس لیے کہ دونوں ہاتھ ایک ہی غرض پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اسی طرح دونوں بھائیوں کی اخوت کامل اسوقت ہوتی ہے کہ دونوں ایک مقصد میں ایک دوسرے کی رفاقت کریں تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہیں اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہے کہ نفع اور نقصان میں دونوں ایک دوسرے کے سہیم اور مال حال میں باہم شریک ہوں اور خصوصیت مرتفع ہو جائے اور یاروں کے ساتھ مال سے سلوک کرنا تین مراتب رکھتا ہے سب سے کمتر یہ ہے کہ یار کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور جو کچھ تمھارے مال میں بیش از نیاز ہو اس سے اسکی خبرگیری کرو اور جسوقت اسکو ضرورت داعی ہو اور تمھارے پاس بیش از نیاز مال میں سے موجود ہو تو تم اسکو بدون مانگنے کے حوالہ کر دو اور اگر اسکو حاجت تم سے مانگنے کی ہوئی تو حق اخوت میں نہایت کوتاہی ہوگی دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اسکو قائم مقام اپنے نفس کا جانو اور اس کی شرکت اپنے مال میں پسند کرو یہانتک کہ اپنا مال اس سے نصفا نصف بانٹ لو گو یا رہ کرو حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ سلف کے دوستوں کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر کے دو ٹکڑے کرکے آدھی اپنے پاس رکھتے اور آدھی اپنے دوست کو دیتے اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو اور اسکی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم جانو اور یہ مرتبہ صدیقین کا اور انتہا رتبہ دوستان فی اللہ ہے اور اس رتبہ کا کمال یہ ہے کہ نفس میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے چنانچہ مروی ہے کہ چند صوفیوں کی چغلی کسی خلیفہ کے سامنے ہوئی تھی ان میں ابو الحسین نوری رح بھی تھے اس نے سب کو گردن مارنے کا حکم دیا ابو الحسین نوری سب سے پیشتر جلاد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ اول مجکو قتل کر اُنسے اس بات کی وجہ پوچھی گئی آپ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس لحظہ میں اپنے بھائیوں کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کروں اسی قول کے سبب سبکی رہائی ہوگئی ۔ پس اگر ان تینوں مرتبوں میں سے تمکو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر نہ ہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمھارے باطن میں ابھی تک منعقد نہیں ہوئی ہے رسم اخلاط حسب معمول و رواج جاری ہے جسکا اعتبار عقل اور دین میں کچھ نہیں ۔ اور میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جو شخص یاروں سے اس بات پر راضی ہو کہ اسکو زیادہ نہ چاہیں تو اسکو چاہیے کہ اہل قبور سے بھائی چارہ کرے اور دینداروں کے نزدیک تو درجہ کمتر بھی پسند نہیں چنانچہ مروی ہے کہ عتبہ غلام ایک اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور اس سے فرمایا کہ مجکو تیرے مال میں سے چار ہزار کی حاجت ہے اُسنے کہا کہ دو ہزار لیجئے انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو خدا تعالی پر ترجیح دی تجکو شرم نہیں آتی کہ فی اللہ محبت کا دعوی کرکے یہ کہتا ہے اور جو شخص کہ اخوت کے مراتب میں سے سب سے کمتر رکھتا ہو چاہیے کہ اس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو ابو حازم رح

حسن بصری کی [illegible] فصل اول میں گذری

فرماتے ہین کہ جب کوئی تمھارا بھائی فی اللہ ہو تو اُس سے اپنے دنیاوی معاملات نکرو اس سے اُنکی غرض یہی ہو کہ جو کوئی ادنی مرتبہ
اخوت کا رکھتا ہو۔ اور سب سے اعلی مرتبہ وہ ہو جس کے سبب سے اللہ تعالے ایسا نذارون کی تعریف اس آیت مین فرماتا ہو وامرہم شوریٰ
بینہم ومما رزقناہم ینفقون یعنی اُن کے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علیحدہ نہ کرتا تھا اور بعض اُن کا ایسے تھے کہ
اگر کوئی یون کہتا کہ میری جوتی تو اُسکا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ اُسکو اپنے نفس کی طرف کیون نسبت کیا۔ اور فتح موصلی رح اپنے ایک یار کے یہان
تشریف لائے وہ گھر پر موجود نہ تھے آپ نے اُنکی بی بی کو حکم کیا وہ اُنکا صندوق لائین آپ نے اپنی حاجت کی چیز اس مین سے لے لی
اور تشریف لے گئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو اُن کی لونڈی نے اُن سے یہ حال کہا اُنھون نے خوش ہو کر فرمایا کہ اگر تو سچی
ہو تو تو خدا تعالے کے واسطے آزاد ہو۔ اور ایک شخص حضرت ابوہریرہ رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ
آپ سے اخوت فی اللہ کرون آپ نے فرمایا کہ تو اخوت کا حق بھی جانتا ہو اُس نے عرض کیا کہ مجھکو بتا دیجیے آپنے فرمایا کہ تو اس اخوت کے
بعد اپنے دینار و درہم کا مستحق مجھ سے زیادہ نہ رہیگا اُسنے کہا کہ مین ابھی اس درجہ کو نہین پہونچا آپ نے فرمایا کہ اچھا میرے پاس
سے رخصت ہو۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی مین
ہاتھ ڈال کر جو چاہتا ہو بدون اُسکی اجازت کے لے لیتا ہو یا نہین اُس نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا تو تم بھائی نہین ہو۔ اور کچھ لوگ
حضرت حسن بصری کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ آپ نے نماز پڑھ لی آپ نے فرمایا کہ ہان اُنھون نے کہا کہ بازار والون نے تو
ابھی نہین پڑھی آپ نے فرمایا کہ بازار والون سے دین کا طریق کون سیکھے مین نے یہ بھی تو سنا ہو کہ اُن مین سے ایک اپنے بھائی کو درم نہین
دیتا۔ یہ بات آپ نے براہ تعجب فرمائی۔ اور ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت مین آیا اور آپکا ارادہ بیت المقدس کا تھا
اُسنے عرض کیا کہ مین آپکا رفیق ہوا چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز ہو اُسپر مجھ سے زیادہ میرا اختیار ہو اُسنے کہا کہ یہ مجھکو
منظور نہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو تیرا سچ کہنا اچھا معلوم ہوا راوی کہتا ہو کہ آپ کی رفاقت مین جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی خلاف
مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھی بھی اُسی کو لیتے تھے جو آپ کا موافق ہوتا تھا ایک بار آپ کے ساتھ ایک شراک بنانے والا
ہوا کسی منزل مین ایک شخص نے آپ کے لیے ایک پیالہ ثرید کا ہدیہ بھیجا آپ نے اپنے رفیق کی گٹھری کھول کر ایک گٹھا شراک کا
نکال کر پیالہ مین بھرا اور ہدیہ والے کے پاس بھیجدیا جب رفیق آیا تو اُسنے پوچھا کہ شراک کہان ہین آپ نے فرمایا کہ یہ ثرید کس
چیز کا کھایا اُسی کے عوض مین گئے اُسنے عرض کیا کہ آپ دو یا تین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھے فرمایا درگذر کر خدا تعالی تجھ سے
درگذر فرمائیگا اور ایک بار اپنے رفیق کا گدھا بدون اُسکی اجازت کے ایک اور شخص کو پیادہ پا دیکھکر دیدیا جب رفیق آیا تو خاموش رہا
اور برا نہین مانا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص کے پاس اصحاب مین سے بکری کی سری ہدیہ مین آئی اُنھون نے سوچا کہ میرے
فلان بھائی کو میری نسبت اُسکی حاجت ہو وہ سری اُنکے پاس بھیجدی اُنھون نے تیسرے کے پاس بھیجدی اور تیسرے نے چوتھے
کے پاس یہانتک کہ سات ہاتھون پڑ کر پھر اول شخص کے پاس آگئی۔ اور مروی ہو کہ حضرت مسروق رض نے بہت بھاری قرض لیا
اور اُنکے یار خیثمہ کے ذمہ قرض تھا تو آپ نے جاکر وہ قرض ادا کر دیا اور اُنکو خبر بھی نہ ہوئی اور خیثمہ نے حضرت مسروق کا قرض اُن کی

تاداتنگی مین اداکردیا۔ اور حب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع مین بھائی چارہ مقرر فرمادیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے اُنکو اپنے نفس ور مال کا اختیار دے دیا کہ یہ تمھارا ہی جو چاہو کرو حضرت سعد رض نے کہا کہ خدا تعالیٰ تمکو ان دونون مین برکت دے اور اُن کو قبول کرکے پھر وہی کیا جو اُنھون نے کیا تھا یعنی دونون کا اختیار اُنکو دے دیا تو حضرت سعد کا فعل تو مساوات ہی اور حضرت عبدالرحمٰن کا فعل جو ابتدا ً تھا وہ ایثار ہی اور ایثار مساوات سے افضل ہی اور حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہین کہ اگر بالفرض ساری دنیا میرے ساتھ ہو اور مین اُسکو اپنے ایک فی اللہ دوست کے منہ مین رکھدون تو اُسکے حق مین اس بات کو بھی کمتر جانون۔ اور یہ بھی اُنھین کا ارشاد ہی کہ مین لقمہ تو اپنے کسی دوست کو کھلاتا ہون اور اُسکا مزہ اپنے گلے مین پاتا ہون اور چونکہ دوستون پر خرچ کرنا فقیرون پر خیرات کرنے سے افضل ہی اسی لیے حضرت علی رض فرماتے ہین کہ بیس درم جنکو مین کسی اپنے دوست فی اللہ کو دون میرے نزدیک اس سے بہتر ہین کہ سو درم مساکین پر خیرات کرون۔ اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ اگر مین ایک صاع کھانا تیار کرکے اُس پر اپنے فی اللہ دوستون کو جمع کرون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ایک بردہ آزاد کرون اور ایثار کے باب مین سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہین کہ آپکا دستور مبارک یہی تھا چنانچہ مروی ہی کہ آپ اپنے کسی صحابی کے ساتھ ایک جنگل مین تشریف لے گئے اور اُس مین سے دو مسواکین جنمین ایک ٹیڑھی اور ایک سیدھی جو سیدھی تھی وہ ساتھ والے کو عنایت فرمائی اُسنے عرض کیا کہ میری نسبت کہ آپ اُس کے لیے زیادہ مستحق ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہی گو دن مین ایک ساعت ہی کو ہو اُس سے اُس صحبت کی بازپرس ہوگی کہ اُسمین اللہ تعالیٰ کے حق کو بجالایا تھا یا ضائع کیا تھا اس حدیث مین ارشاد فرمایا کہ صحبت مین ایثار کرنا اللہ تعالیٰ کے حق کو بجالاتا ہی۔ اور ایک روز آپ ایک کنوئین پر غسل کے لیے تشریف لے گئے حضرت حذیفہ بن یمان رض نے ایک چادر کی آڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرلی یہانتک کہ آپ غسل فرما چکے پھر حضرت حذیفہ غسل کو بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لیا اور کھڑے ہوے کہ ان کو لوگون سے آڑ مین کردین حضرت حذیفہ رض نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ ایسا نہ کرین آپ نے نہ مانا اور آڑ کیے رہے جب تک کہ وہ غسل سے فارغ ہوے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہین تو اُن دونون مین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو اپنے ساتھی کے ساتھ زیادہ ملائم ہو۔ اور مروی ہی کہ مالک بن دینار اور محمد بن واسع حضرت حسن بصری کے گھر مین ایسے وقت گئے کہ وہ گھر پر نتھے محمد بن واسع نے اُن کی چارپائی کے نیچے سے ایک پیالہ نکالا اُسمین کچھ کھانا تھا اور اُسکو کھانے لگے مالک بن دینار نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ روک لو جب تک کہ مکین تشریف لاوین محمد بن واسع نے اُن کا کہنا نسُنا اور کھانے پر متوجہ رہے اور اُن کی نسبت کہ زیادہ بے تکلف اور خوش خلق تھے اتنے مین حضرت حسن بصری تشریف لائے اور فرمایا کہ میان مالک ہم لوگون کا پہلے یہی حال تھا کہ ایک دوسرے سے تکلف نہ کرتے تھے یہانتک کہ تم اور تمھارے ہمعصر پیدا ہوے۔ اسمین یہ اشارہ ہوا کہ دوستون کے گھر مین بے تکلفی کرنی صفاء اخوت مین سے ہی اور کیسے نہو کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم اور سلف مین اول یہ دستور تھا کہ آدمی اپنے گھر کی کنجی اپنے دوست کو سپرد کردیتا تھا اور ہر طرح

نمبر ۱۲ ح ابن ابی الدنیا روایت حذیفہ در ضمن حدیث طویل در کتاب صیام ۱۲ ح فصل اول مین گذری با ذکر اختلاف لفظ ۱۲
ف یعنی نہین گناہ تم پر کہ کھاؤ اُس گھر سے جسکی کنجیون کے مالک ہو یا اپنے دوست کا گھر ۱۲

اُسکے تصرف کا اُس کو اختیار دے دیتا تھا اگر وہ شخص بباعث تقوی کے اُسکا مال نہ کھاتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی
اور دوستون کے مال مین انبساط اور بے تکلفی کی اجازت دی۔ **دوسرا حق** دوست کا یہ ہے کہ اپنے نفس سے اُسکی اعانت کرے یعنی حاجتون
کے پورا کرنے اور قبل سوال کے اُن کے بجا لانے اور اپنی خاص حاجتون پر اُنکے مقدم کرنے مین مدد کرے اور جیسے مالی رعایت کے کئی
درجے تھے ویسے ہی اس اعانت کے بھی کئی مرتبے ہین اُن مین سے ادنی یہ ہے کہ سوال کے وقت اُسکی حاجت پوری کرے مگر کشادہ
پیشانی اور اظہار فرحت اور قبول منت ہو۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب تم اپنے کسی دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اُس کو
پورا نہ کرے تو اُس کو دوبارہ یاد دلا دو کہ شاید بھول گیا ہو اگر پھر بھی وہ پورا نہ کرے تو اللہ اکبر اُس پر کہکر اس آیت کو پڑھو
والموتی یبعثہم اللہ الآیۃ۔ یعنی وہ اور مردہ اس صورت مین برابر ہین۔ اور ابن شبرمہ نے اپنے کسی دوست کا بڑا کام کر دیا وہ اُن کے
پاس کچھ ہدیہ لایا اُنھون نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے کہا اس وجہ سے ہے کہ آپ نے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا اُنھون نے کہا کہ خدا سے تعالے
تمکو عافیت دے اپنا مال اپنے پاس رکھو جب تم کسی اپنے دوست سے حاجت چاہو اور وہ اُس کے پورا کرنے مین بہت کوشش
نہ کرے تو وضو کر کے اُس پر نماز جنازہ پڑھو اور اُس کو مردہ تصور کر لو اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین اپنے
دشمنون کی حاجات کے پورا کرنے مین مبادرت کرتا ہون اس خوف سے کہ مبادا اُن کو واپس کر دون تو مجھ سے بے پروا نہ ہو جاوین
جب دشمنون سے یہ حال ہو تو دوستون سے کیسے نہ ہوگا۔ اور سلف مین کچھ لوگ ایسے تھے کہ اپنے دوست کے عیال کی خبر گیری
اُسکے مرنے کے بعد چالیس برس تک کرتے تھے کہ اُنکی حاجتین پوری کرتے اور ہر روز اُنکے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے
غرضکہ متوفی کے بال بچے صرف اپنے باپ کو آنکھ سے نہ دیکھتے تھے اُس کی شفقت اور عنایت سب موجود پاتے تھے بلکہ جو بہ احسان
کہ باپ کی زندگی مین نہ ہوتی وہ باپ کے دوستون اور رفیقون کے سبب سے پاتے تھے اور کسی کا یہ دستور تھا کہ اپنے بھائی کے
دروازے پر جاتے اور پوچھتے کہ تمھارے یہان تیل ہے کہ نہین نمک ہے کہ نہین کوئی اور کسی طرح کی حاجت ہے کہ نہین جو ضرورت دیکھتے اُس کو
بدون اطلاع صاحب خانہ موجود کر دیتے اور انھین باتون سے شفقت ظاہر ہوتی ہے اور اخوت مین اگر نتیجہ ایسی شفقت کا نہ ہو جیسے خود
اپنے نفس پر ہوتی ہو تو اُس اخوت مین کچھ خیر نہین میمون بن مہران کہتے ہین کہ جس شخص کی دوستی سے تمکو فائدہ نہو اُسکی دشمنی بھی
تمکو ضرر نہ کریگی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی کی زمین مین اُس کے کچھ برتن ہین اور وہ دل ہین
تو سب برتنون مین اللہ تعالے کے نزدیک محبوب تر وہ ہین جو سب سے زیادہ صاف اور سخت تر اور نرم تر ہون زیادہ صاف گناہون
سے ہون اور زیادہ سخت دین مین اور زیادہ نرم بھائیون پر حاصل یہ کہ یون ہونا چاہیے کہ تمھارے نزدیک اپنے بھائی کی
ضرورت اپنی ضرورت کے مانند ہو جاوے بلکہ اُس سے بھی اہم اور یہ کہ اُس کی حاجت کے اوقات کے جو یا رہو اور اُسکے احوال سے
غافل نہ رہو جیسے اپنے احوال سے غافل نہین رہتے اور اُس کی مدد کرنے مین اُسکے سوال اور اظہار حاجت کی ضرورت نہ پڑے بلکہ
اُسکی ضرورت کو ایسی طرح ادا کرو کہ تمکو گویا یہ علم ہی نہو کہ ہم نے ادا کی اور نہ اس ادا کرنے سے اُسپر کچھ اپنا حق سمجھو بلکہ اپنے باب
مین جو اُسنے تمھاری سعی منظور کی اُس کے ممنون ہو اور صرف قضاء حاجت پر ہی کفایت نہ کرو بلکہ کوشش کرو کہ زیادت

اکرام

ف اور مردون کو اللہ تعالے اُٹھاویگا ۱۲ مع طبرانی بروایت …

اکرام اور ایثار مین ابتدا تمھاری جانب سے ہو اور اقارب اور اولاد سے اسکو مقدم سمجھو حضرت حسن بصری فرمایا کرتے کہ ہمارے دوست ہمکو اپنے
گھر والون اور اولاد سے زیادہ محبوب ہین اس لیے کہ گھر والے تو ہم کو دنیا کی یاد دلاتے ہین اور دوست آخرت کی اور یہ بھی آپ
ہی کا ارشاد ہی کہ جو شخص اپنے دوست فی اللہ کی مشایعت کرے اللہ تعالے قیامت کے دن چند فرشتے اپنے عرش کے نیچے سے بھیجے گا
جو اسکی ہمراہی جنت تک کرین گے - اور ایک حدیث مین ہی کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست فی اللہ کی زیارت اسکی ملاقات کے
شوق سے کرتا ہی تو ایک فرشتہ اسکے پیچھے سے آواز دیتا ہی کہ تو اچھا ہوا اور تیرے لیے جنت خوب ہوئی - اور عطا رح فرماتے ہین کہ تین صورتون
مین اپنے یارون کی خبر لو اگر مریض ہون اُن کی عیادت کرو اور اگر کام مین پھنسے ہون اُن کی اعانت کرو اور اگر بھول گئے ہون تو انکو یاد
دلاؤ اور مروی ہی کہ حضرت ابن عمر رض آنحضرت[۲] صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین داہنے بائین تاکتے تھے آپ نے استفسار فرمایا انھون
نے عرض کیا کہ مجھکو ایک شخص سے محبت ہی اُس کو دیکھتا ہون وہ معلوم نہین ہوتا آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اُس کا نام
اور اسکے باپ کا نام اور اُس کا مکان پوچھ لیا کرو پھر اگر وہ بیمار ہو تو اُس کی عیادت کرو اور اگر کام مین ہو تو اعانت کرو - اور ایک روایت
مین ہی کہ اُس کے دادے کا نام اور قوم بھی دریافت کر لیا کرو اور شعبی رح فرماتے ہین کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہو اور پھر کہے کہ
مین اُس کی صورت پہچانتا ہون اور نام نہین جانتا تو یہ شناسائی بیوقوفون کی ہی - اور حضرت ابن عباس رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ
کے نزدیک سب لوگون سے زیادہ محبوب کون ہی آپ نے فرمایا کہ میرا جلیس اور فرمایا کہ جو شخص میری مجلس مین تین بار آتا ہی اور اسکو
کوئی کام مجھسے نہین ہوتا تو مین جان لیتا ہون کہ اسکا تدارک دنیا سے نہ ہوگا - اور سعید بن العاص فرماتے ہین کہ میرے جلیس کے حق
مجھپر تین ہین جب میرے قریب ہو تو مرحبا کہون اور جب بات کرے تو اُسکی طرف متوجہ ہون اور اگر بیٹھے تو اسکو اچھی طرح جگہ دون - اور
اللہ تعالے نے جو رحماء بینہم فرمایا ہی اس مین بھی شفقت اور اکرام کی طرف اشارہ ہی اور تتمہ شفقت یہ ہی کہ کوئی لذیذ کھانا تنہا نہ کھاوے
اور نہ کسی خوشی مین بدون اُسکے جاوے بلکہ اُس کے فراق مین مکدر اور وحشت زدہ رہے - تیسرا حق دوست کا زبان پر ہی کہ چند
مواقع مین سکوت کرے اول یہ کہ اُسکے عیب نہ اُسکے سامنے ذکر کرے نہ پیٹھ پیچھے بلکہ عیبون سے تجاہل کرے دوسرے یہ کہ
جب وہ کلام کرے تو اسکو رد نہ کرے اور نہ اُس کی بات کاٹے اور نہ جھگڑا کرے تیسرے یہ کہ اُسکے احوال کو تجسس نہ کرے
اور جب اُس کو راہ مین یا کسی کام مین دیکھے اور وہ خود اپنا مطلب ابتداءً بیان نہ کرے کہ کہان سے آتا ہون اور کہان جاتا ہون
تو اُس سے سوال کرنے مین سکوت کرے کیونکہ عجب نہین کہ بعض اوقات اُسکو بیان کرنا دشوار ہو یا تکلف جھوٹ بولنا پڑے چوتھے
یہ کہ جو امر اسرار کے ہون اُنکے افشا سے خاموش رہے اُسکے سوا دوسرے سے ہرگز نہ کہے یہانتک کہ اپنے یا اسکے خاص دوستون
سے بھی ذکر نہ کرے بلکہ بعد یاری جاتی رہنے کے بھی ایسا نہ کرے کہ راز کا افشا کرنا خبث باطن کا نشان ہی پانچوین یہ کہ اُسکے اہل اور اقارب
اور اہل و فرزند کی طعن سے سکوت کرے چھٹے یہ کہ اگر کسی نے اسکو برا کہا ہو تو اُسکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے کیونکہ گالی گویا وہی دیتا ہی
جو اسکی نقل آدمی کے سامنے کرتا ہی اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یواجہ احدا بشئ یکرہہ اور
ابتداءً اول کلام کا نقل کرنے والے سے ہوتی ہی پھر اصل کہنے والے سے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہین کہ کسے تیرے افگند و در رہ فتاد

۲ [illegible]

۳ [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

وجود مم نیا زردہ برنجم بداد + تو برداشتی وآمدی سوے من + ہمی درسپوزی بہ پہلوے من + ہان جو کچھ کوئی اُسکی تعریف کرے
اُس کا چھپانا نہین چاہیے کیونکہ اول سرور نقل کرنے والے سے ہوتا ہے اور پھر اصل کہنے والے سے اور اُسکا چھپانا داخل حسد ہے
غرضکہ خاموشی اُن باتون سے چاہیے جو اُسکو بُری لگین لیکن جس صورت مین کہ امر معروف یا بُری بات سے منع کرنے کے لیے آدمی
پر بولنا واجب ہو اور خاموشی کی اجازت شرعًا نہ پاوے تو ایسی صورت مین اُسکے بُرا ماننے کی پروا نہ کرے اس لیے کہ یہ
بولنا حقیقت مین اُس کے ساتھ سلوک کرنا ہے گو اُسکے گمان مین یہی ہے کہ میرے ساتھ بظاہر بدی کرتے ہین مگر اُسکی بُرائیان اور
عیب اور اُس کے گھر والون کے عیب بیان کرنے غیبت مین داخل ہین جو ہر مسلمان کے حق مین حرام ہین اور تم اگر دو باتون کو سوچ
تو پھر اُسکو بُرا کہنے پر زبان نہ کھولو گے اول یہ کہ اپنے احوال پر غور کرو اور اگر اُن مین کوئی بُرائی پاؤ تو جو بات اپنے بھائی مین دیکھو اپنے نفس پر ناگوار
مت جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے مین ایک بُرائی کے کرنے مین معذور ہون اور اُسکے ترک سے عاجز ویسے ہی یہ شخص بھی اس ایک
خصلت مین اپنے نفس کو نہین دبا سکتا اور ایسا آدمی کہان ہے جو بُرائی سے خالی ہو اور جو بات کہ تم حق اللہ مین ترک کرتے ہو اُس کی
توقع اپنے دوست سے نہ کرو کہ خاص تمھارے حق مین وہ اُس کو بجا لاویگا کیونکہ جتنا حق خدا تعالے کا تمپر ہے اُس سے زیادہ
تمھارا حق اُسپر نہین ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمکو یہی منظور ہو کہ ایسا صاحب ہو جو ہر عیب سے پاک ہو تو خلق سے عزلت اختیار کرو اور
کسی سے صحبت مت رکھو کیونکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین اُنمین بُرائیان بھی ہین اور بھلائیان بھی اگر کسی کی خوبیان ہی زیادہ ہون تو اُسکو
غنیمت جاننا چاہیے غرضکہ کریم ایماندار ہمیشہ اپنے نفس سے اپنے دوست کی خوبیان موجود رکھتے ہین تاکہ دلمین دوستی اور توقیر اور حرمت
اُبھرے اور منافق لئیم ہمیشہ بُرائیان اور عیب تاکتا رہتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر + ورہنر
داری و ہفتاد عیب + دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر + حضرت ابن مبارک فرماتے ہین کہ ایماندار معذرت کا جویان رہتا ہے اور منافق لغزشون کا طالب
رہتا ہے اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ بھائیون کے قصور معاف کرنا جوانمردی ہے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استعیذوا باللہ من جار
السوء الذی ان رای خیرا سترہ وان رای شرا اظہرہ اور کوئی آدمی ایسا نہین جسکی چند خصلتون کے سبب سے اُسکو اچھا کہنا ممکن نہو اسیطرح اُسکو
بُرا بھی کہہ سکتے ہین چنانچہ مروی ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک شخص کی تعریف کی جب دوسرا روز ہوا تو اُسکی بُرائی
کی آپ نے فرمایا کہ کل تو اُس کی تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہے اُس نے عرض کیا کہ مین نے کل بھی اُسپر سچ بولا تھا اور آج
بھی جھوٹ نہین کہتا اُسنے کل مجھکو راضی رکھا تھا اس لیے جو باتین مین اُس مین بہتر جانتا تھا اُن کو ذکر کیا اور آج جو اُس نے
مجھکو ناراض کیا تو جو بُری سے بُری بات اُسکی مجھکو معلوم تھی اُس کو بیان کیا آپ نے فرمایا ان من البیان لسحرا گویا کہ اس
امر کو آپ نے بُرا سمجھکر اُس کو سحر سے تشبیہ دی اسی طرح ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا البذاء والبیان شعبتان من
النفاق - اور ایک حدیث مین ہے ان اللہ یکرہ لکم البیان کل البیان اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے
کہ مسلمانون مین کوئی ایسا نہین کہ خدا تعالے کی طاعت ہی کرے اور معصیت نہ کرے اور نہ ایسا ہے کہ معصیت ہی کرے
طاعت نہ کرے تو جس شخص کی طاعت معصیت سے غالب ہو وہی عدل ہے تو جب حق اللہ مین ایسا شخص عدل ٹھہرتا ہے

نگاہ رکھنا یا نگو اسکی اُس ہمسایہ سے کہ اگر نیکی دیکھے تو اُسکو چھپاوے اور اگر بُرائی دیکھے تو اُسکو ظاہر کرے ۱۲

تو تم اگر اپنے کو اپنے حق مین اور مقتضائے اخوت مین عدل سمجھو تو بنا سب تر ہی اور جس طرح کہ تم کو اپنے یار کی برائیان بیان کرنے سے خاموشی واجب ہی اسی طرح دل سے سکوت کرنا بھی واجب ہی یعنی اُسکے ساتھ بدگمانی مت کرو کیونکہ بدگمانی دل سے غیبت کرنی ہی اور اُس سے بھی ممانعت شرعی پائی جاتی ہی اور اُس کی غایت یہ ہی کہ جب تک دوست کے فعل کے لیے اچھا محمل مل سکے خراب موقع پر اُسکو حمل نہ کرنا چاہیے مگر جو بات کہ یقین اور مشاہدے سے منکشف ہو جاوے تو ہوسکتا ہی کہ تم اُس کو آگاہ کر دو لیکن اُسکا حمل کرنا سہو اور نسیان پر حتی الوسع ضروری ہی اور اس ظن کی دو قسمین ہین ایک تو نفس ہی جسکی کوئی علامت ہو کہ علامت کے موجود ہونے سے ظن کو جنبش ضروری ہوتی ہی جس کو آدمی دور نہین کرسکتا اور دوسرا وہ ہی جس کا منشا تمھاری بد اعتقادی ہوتی ہی مثلاً کوئی کام اُس نے کیا جو دو وجہون پر محتمل ہوسکتا ہی مگر چونکہ تمھارا اعتقاد اُس کی طرف اچھا نہین تو تم اُس فعل کو خراب ہی وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت ایسی نہین جس سے وہ فعل اُسی وجہ سے خاص ہو جاوے تو ایسا ظن باطن کا قصور ہی دوست پر منحصر نہین ہر مسلمان کے ساتھ اسطرح کا ظن حرام ہی اس لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان اللہ قد حرم علے المومن من المومن دمہ و مالہ وعرضہ وان یظن بہ ظن السوء اور فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور بدگمانی کا مقتضا یہ ہی کہ آدمی دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود چوری سے اُس کی حرکات کا نگران ہو حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تقاطعوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا یہان تجسس سے مراد اخبار کا معلوم کرنا ہی اور تحسس سے غرض خود اپنے آپ دوسرے کو تاکتے رہنا کہ کیا کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ عیبون کا چھپانا اور اُن سے تجاہل و تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہی اور برائی کے چھپانے اور اچھی بات کے ظاہر کرنے کی فضیلت اتنی ہی کافی ہی کہ دعاء ماثورہ مین اللہ تعالے کو اُن اوصاف سے متصف کیا ہی یا من اظہر الجمیل وستر القبیح اور حداے تعالی کے نزدیک پسندیدہ ہی کہ جو اخلاق اُس کے ہین متخلقین کو آدمی اپنی عادت ٹھہراوے تو جب وہ عیبونکو چھپاتا ہی اور گناہون کو بخشتا ہی اور اپنے بندون سے درگذر فرماتا ہی تو تم کیسے ایسے شخص سے درگذر نکروگے جو تمھارے برابر ہی یا زیادہ ہی اور کسی حال مین تمھارا غلام یا پیدا کیا ہوا نہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حواریون سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہوا دیکھتے ہو اور ہوا سے اُس کا کپڑا اُڑ گیا ہو تو کیا کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اسکو ڈھانپتے ہین اور کپڑا اُڑھا دیتے ہین آپ نے فرمایا نہین بلکہ تم اُسکا ستر کھول دیتے ہو انھون نے عرض کیا کہ سبحان اللہ ایسا کون کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی کے باب مین کوئی بات سنتا ہی تو اُس پر زیادہ کرتا ہی اور اُس کے ساتھ مین ایک دوسری بات اول سے بڑھ کر ملا دیتا ہی۔ اور واضح ہو کہ آدمی کا ایمان کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہی اور درجات اخوت مین سے ادنی یہ ہی کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جیسا کہ خود چاہتا ہی کہ دوسرا مجھ سے کرے اور اس مین کچھ شک نہین کہ آدمی دوست سے یہی توقع کیا کرتا ہی کہ ہمارے عیبون سے چشم پوشی کرے اور اگر اپنی توقع کے خلاف اُس سے ظاہر ہوتا ہی تو اُس پر نہایت تاؤ کھاتا ہی تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ خود تو توقع چشم پوشی کی رکھے اور اُسکے عیبون سے چشم پوشی نہ کرے ایسے بے انصاف کے لیے نص قرآنی مین خرابی موجود ہی چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی ویل للمطففین الذین

اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون ۔ اور جو شخص انصاف اُس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اُس کا دل دوسرے
کے لیے گوارا کرتا ہی تو اس آیت کے مضمون میں داخل ہی اور عیب پوشی میں کوتاہی کرنی اور اُس کے ظاہر کرنے میں سعی کرنے کی علت
ایک روگ ہی جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہی یعنی حقد اور حسد کہ یہ دونوں چیزیں جس کے اندر ہوتی ہیں اُسکے باطن کو خباثت سے پر
کر دیتی ہیں مگر اُس کے باطن میں یہ چیزیں دبی ہوئی اور مقید رہتی ہیں جبتک کہ کوئی موقع نہیں ہوتا اور جب اُس طرح کا موقع ملتا ہی تو بیڑی
ٹوٹ جاتی ہی اور پردہ حیا اُٹھ جاتا ہی اور وہی خباثت درونی ٹپکنے لگتی ہی تو جس صورت میں کہ حقد اور حسد باطن میں ہو اس صورت میں کسی
سے اخوت نہ کرنی چاہیے بلکہ علیحدگی بہتر ہی۔ بعض حکما کا قول ہی کہ بھائیوں پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہی اور
کینہ ور کا لطف بجز اُس سے وحشت کرنے کے اور کچھ نہیں بڑھاتا اور جس شخص کے دل میں کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہی تو اُسکا ایمان ضعیف
ہی اور اُس کا معاملہ خطرناک ہی اُس کا دل صلاحیت دیدار الٰہی کی نہیں رکھتا چنانچہ عبد الرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہیں کہ
اُنھوں نے کہا کہ میں یمن میں تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبریں مجھ سے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو میں نے
اُس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جسنے ہم کو مسلمان ہونے کو فرمایا ہم مسلمان ہو گئے اور ہمارے لیے
ایک کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہی جو توریت کی تصدیق کرتی ہی اُس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمھارے پیغمبر لائے ہیں
اُسکو تم کر نہ سکو گے ہم اُنکی اور اُنکی اُمت کی پہچان توریت میں اس طرح پاتے ہیں کہ کسی آدمی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر
پاؤں رکھنا نہیں اُس حال میں کہ اُسکے دل میں کسی مسلمان پر کینہ ہو۔ اور حقوق ربانی میں سے یہ بھی ہی کہ جس راز کو اُسنے ودیعت
اپنے پاس رکھا ہو اُسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اُسکا انکار بھی درست ہی کہ اُسنے مجھ سے کوئی راز نہیں کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے
موقع پر سچ واجب نہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبوں اور اسرار کا چھپانا جائز ہی گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے
بھائی کے حق میں کرنی درست ہی کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہی گویا ایک جان دو قالب ہیں حقیقت اخوت کی یہی ہی یہ عمل کہ اپنے دوست کے سامنے
آدمی کرے تو ریا کار نہ ہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکل کر عمل ظاہری میں داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے عمل کو جاننا ایسا ہی جیسا خود اپنے آپ کو جاننا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ستر عورة اخیہ ستره اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرة اور دوسری روایت یوں ہی من ستر عورة اخیہ فکانما
احیا موؤدة اور فرمایا اذا حدث الرجل بحدیث ثم التفت فھو امانة اور فرمایا کہ مجالس امانت کے ساتھ ہیں مگر تین مجلسیں ایک وہ جسمیں ناحق خون
کیا جاوے دوسری وہ جسمیں زنا حلال سمجھا جاوے تیسری وہ جسمیں مال بوجہ ناجائز حلال کیا جاوے اور فرمایا کہ آپس کے بیٹھنے والے امانت
کے ساتھ بیٹھتے ہیں اُنمیں سے ایک کو حلال نہیں کہ ایک کی بات ایسی ظاہر کرے جو اُسکو بُری لگے کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی
حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ میں راز کے حق میں قبر بنجاتا ہوں اور یہ مثل بھی مشہور ہی کہ بھلے مانسوں کے سینے رازوں کے قبور ہیں۔
اور کہتے ہیں کہ احمق کا دل منھ میں ہوتا ہی اور عاقل کی زبان دل میں ہوتی ہی یعنی احمق اپنے دل کی بات چھپا نہیں سکتا اور ایسی
طرح ظاہر کر دیتا ہی کہ اُسکو خبر بھی نہیں ہوتی اور یہیں وجہ ہے احمقوں سے ترک ملاقات اور اُنکی صحبت بلکہ اُن کی صورت دیکھنے
سے احتراز واجب ہی اور کسی دوسرے سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہ کہنے والے سے انکار کرتا ہوں اور پوچھنے

ح ۱ جو شخص اپنے بھائی کا عیب چھپاوے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسکی پردہ پوشی کریگا مسلم بروایت ابی ہریرہ بلفظ من ستر مسلما اور الفاظ احیا سے ابن ماجہ نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہی یعنی یوم القیامة بجاے الدنیا والآخرة کے ۱۲ منہ

ح [illegible] ۱۲ منہ

والے سے قسم کھاتا ہون اور کسی اور کا قول ہے کہ مین راز کو چھپاتا ہون اور اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہون کہ راز کو چھپاتا ہون
اور ابن المعتز نے راز کے چھپانے کے باب مین یون کہا ہے۔ شعر

رازکو مجھ سے کہا چھپنے چھپانے کے لیے — رکھ لیکے مین نے اسکو سینہ مین وہین دفنا دیا

اور ایک شخص نے اس سے بڑھ چڑھ کر قطعہ کہا ہے قطعہ

یہ نہین راز مرے سینہ مین مردہ کی طرح
گویا اس سے کبھی اکدم کو بھی آگاہ نہ تھا

کیونکہ مردہ کو توقع ہے اٹھے روز جزا
ہوتا سینہ سے اگر راز چھپانا ممکن

بلکہ مین بھولتا ہون راز کو اس صورت
راز کا راز مرے دل سے بھی مخفی رہتا

اور ایک شخص نے اپنا راز کسی اپنے دوست سے کہا پھر اس سے کہا کہ تم نے یاد کر لیا اس نے جواب دیا کہ مین تو بھول گیا اور ابو سعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اسکو غصہ دلاؤ پھر خفیہ ایک آدمی معین کرو کہ اس سے تمہارا حال اور تمہارے راز دریافت کرے اور اگر وہ تمہارے حق مین بہتر کہے اور تمہارے راز افشا نہ کرے تب اس کی صحبت اختیار کرو۔ اور ابو یزید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے وہ مخفی حال جانتا ہو جو خدا تعالی کو معلوم ہین اور پھر انکو ایسا ہی چھپاتا ہو جیسا خدا تعالیٰ پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور ذو النون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند نہ ہو کہ تجھکو گنا ہون سے معصوم دیکھے اس کے ساتھ رہنے مین کچھ بہتری نہین اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہے رضا کے وقت تو رازداری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہے۔ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اسکی صحبت اختیار مت کرینی غصہ مین اور رہا اور رضا مین اور طمع مین جدا ہوا اور بے طمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ ان سب صورتون مین صادق الاخوۃ ہو اور اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہے قطعہ جدائی مین بھی یہ دستور ہے کریمون کا + چھپا لین زشتی کو احسان کو کرین ظاہر + و لیے لئیم اگر دوستی کو ترک کرین + چھپا لین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیر المؤمنین عمر رض تم کو بوڑھون پر مقدم کرتے ہین اس لیے مین پانچ باتین کہتا ہون انکو یاد کر لو اول یہ کہ انکا راز فاش مت کرنا دوسرے یہ کہ ان کے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسرے یہ کہ انکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ ان کے کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ انکو تمہاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ انمین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہے اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہے کہ جو بات اپنا دوست کرے اسکو نہ کاٹے اور نہ اسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ کسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور نہ کسی عقلمند کی بات کاٹو کہ وہ تم سے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہو کر بات کاٹنا ترک کرے اسکے لیے جنت کے ایک کنارے مین گھر بنے گا اور جو کوئی حق پر ہو کر بات کاٹنے کو ترک کریگا اسکے لیے سب سے اوپر کی جنت مین مکان بنایا جائیگا۔ یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہے حالانکہ باطل پر ہو کر ترک کرنا واجب ہے اور حق پر ہو کر ساکت رہنا نفل ہے مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ ہوا کہ حق پر ہو کر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہے بہ نسبت باطل پر ہو کر سکوت کرنے کے اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہے۔ اور اکثر

حقد و دو بھائیوں میں بھڑک اُٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور مناقشہ ہے اسلیے خلافت اول رایوں میں ہوتا ہے پھر اقوال میں پھر بدنوں میں تو گویا عین تقاطع اور تخالف بھی بات کاٹنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں[21] کہ نہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس میں بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے بھائی ہو جاؤ۔ اور فرمایا[22] المسلم اخ المسلم لا یظلمہ ولا یحرمہ ولا یخذلہ بحسب المرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہے کیونکہ جو شخص دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اُس کو جہل حماقت کی طرف نسبت کرتا ہے یا حقیقت اشیاء کے فہم سے اُسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں موجب حقارت اور باعث کینہ اور وحشت ہیں۔ اور ابوامامہ باہلی رض کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت[23] صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اسمیں بہتری کم ہے اور اُسکو جانے دو کہ اُس میں فائدہ تھوڑا ہے اور بھائیوں میں عداوت پیدا کرتا ہے اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص بھائیوں سے بہت بحث کرے اور اُنکی بات کاٹے اُس کی مروت کم ہو جاتی ہے اور بزرگی جاتی رہتی ہے۔ اور عبد اللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں کی بات کاٹنے سے دور بھاگو ورنہ تم پر کسی عاقل کا داؤں چل جائیگا یا کوئی جاہل گلخپ ہو جائیگا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ لوگوں میں سب سے عاجز وہ ہے جو یاروں کی طلب میں کوتاہی کرے اور اُس سے بھی عاجز وہ ہے جو یار حاصل کرکے تلف کردے اور ظاہر ہے کہ کثرت مناقشہ باعث تلف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہے اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ہزار شخصوں کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت مت مول لو حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہے کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اُسمیں تکبر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق و جہالت کی گالی دینی سب کچھ پایا جاتا ہے اور دشمنی میں بجز ان باتوں کے اور کیا ہوتا ہے پس اخوت اور دوستی میں یہ باتیں کیسے شامل ہوں گی کہ حضرت ابن عباس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ[24] نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اُس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر جسکا تو خلاف کرے۔ اور ایک[25] حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ تم لوگوں کو اپنے مال دیتے ہو لیکن اُنکو تم سے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیے اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہے اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اتنا ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نہ کرتے اُنکا مذہب یہ تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اُٹھ اور وہ پوچھے کہ کہاں کو تو اُسکا ساتھ چھوڑ دے بلکہ یوں چاہیے کہ اُسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور کچھ نہ پوچھے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست عراق میں تھا حوادث کے وقت میں اُسکے پاس جاکر کہتا کہ اپنے مال میں سے کچھ مجھکو دو وہ ایک تھیلی میرے سامنے رکھ دیتا میں اُسمیں سے بقدر حاجت لے لیتا ایک دن جو میں اُسکے پاس گیا اور کہا کہ مجھکو کچھ ضرورت ہے تو اُسنے کہا کہ کسقدر چاہتے ہو اُسکے سنتے ہی اُسکی دوستی کی حلاوت میرے دل میں سے جاتی رہی اور کسی دوسرے کا قول ہے کہ جب تم اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کہ کیا کرو گے تو اُسنے حق اخوت کو ترک کر دیا اور یہ بھی یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کی موافقت اور فعل کی مطابقت اور شفقت سے ہوتا ہے ابو عثمان حیری کہتے ہیں کہ دوستوں کے ساتھ یک سخن ہونا اُنپر شفقت کرنیکی نسبت کر بہتر ہے

بروایت ابوامامہ تخریج [illegible] جلد اور روایت [illegible] کی ضعیف ہے ۱۲ ع ترمذی بروایت ابن ابی سلیم اور کہا کہ غریب ہے ۱۲ ع حاکم و بیہقی در شعب روایت ابی ہریرہ ۱۲ ع [illegible]

اور دو قسم مین بھی ایسا ہی ہے جیسا انھون نے کہا - چوتھا حق اخوت کا زبان پر بولنے مین ہے کیونکہ اخوت جیسا اس بات کی مقتضی ہے کہ اس کے سامنے بری باتون سے سکوت کیا جاوے ایسا ہی اس بات کو چاہتی ہے کہ جو باتین یار کو پسند ہون وہ اسکے سامنے بیان کیجاوین بلکہ یہ امر اخوت ہی سے خاص ہے ورنہ جو شخص سکوت ہی پر قانع ہے وہ گویا مُردون کا ساتھی ہے یارون کی تلاش اسلیے ہوتی ہے کہ ان سے کچھ فائدہ ہو نہ یہ کہ انکی ایذا سے بچے رہین اور خاموشی کے معنی یہی ہین کہ دوسرے کو زبان سے دکھ نہ پہنچایا جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے یار سے بولے بات کرے اور جن باتون کا پوچھنا واجب ہو انکو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجاوے جس سے دل کو اضطراب ہو یا اس کی تندرستی معلوم ہوئے مدت ہو گئی ہو یا کوئی اور حالت جو اسکو بری معلوم ہوتی ہو طاری ہو تو چاہیے کہ اسکو زبان سے کہے کہ ہمکو بھی اس سے رنج ہے اور جن حالتون سے کہ وہ خوش ہوتا ہو ان مین اپنا شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کے معنی یہی ہین کہ درد و راحت مین شریک ہو - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا احب احدکم اخاہ فلیخبرہ - اس حدیث مین جو خبر دینے کیلیے ارشاد فرمایا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے مثلاً اگر تم کسی سے محبت کرو اور اسکو معلوم نہو کہ تم کو اس سے محبت ہے تو محبت کی ترقی نہو گی لیکن اگر وہ جان جاویگا کہ تمکو محبت ہے تو بالطبع تم سے محبت کریگا اور جب تم کو معلوم ہوگا کہ یہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تو بالضرور تم کو محبت اسکے ساتھ زیادہ ہو گی اسیطرح دونون طرفون سے محبت دمبدم بڑھتی جاویگی اور شریعت مین ایماندارون کا باہم محبت کرنا مطلوب ہے اور دین مین بھی یہ امر محبوب ہے اور اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اسکا طریق سکھایا اور ارشاد فرمایا تہادوا وتحابوا - اور ایک حق زبان سے بولنے کا یہ ہے کہ جس نام سے دوست کو پکارا جانا پسند ہو وہی نام لیکر پکارے اور سامنے اور پیچھے اسکا نام وہی لے جو اسکو محبوب ہو حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر تم انکو بھائی کے ساتھ برتو تو اسکی دوستی تمھارے ساتھ خالص ہو جاویگی اول یہ کہ جب اس سے ملو اول سلام کرو دوم یہ کہ اچھی طرح اسکو جگہ دو سوم یہ کہ اسکو جونسا نام اپنا اچھا معلوم ہوتا ہو اسکو لیکر پکارو - اور ایک حق یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اسکے سامنے جو خوبیان تمکو معلوم ہون انکو ذکر کرو کہ یہ امر کشش محبت کا بڑا سبب ہے اور اسی طرح اسکی اولاد اور اہل خانہ اور کردار کی تعریف کرنی بلکہ اسکی عقل اور صورت اور نوشت اور اشعار اور تصنیف خواہ اور چیز جنکی خوبی بیان کرنی جسمے وہ خوش ہو مگر اس تعریف مین جھوٹ اور مبالغہ نہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اسکی خوبی بیان کیجاوے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر شخص اس کی تعریف کرتا ہو تو اظہار فرحت کے ساتھ دوست سے اسکا قول نقل کرے کہ اسکا مخفی کرنا محض حسد ہے - اور ایک حق یہ ہے کہ اگر دوست نے کوئی سلوک تمھارے ساتھ کیا ہو تو اسکا شکر ادا کرو بلکہ اگر اس نے نیت سلوک کی کی ہو اور وہ پورا نہ ہوا ہو تب بھی مشکور ہونا بیان کرے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے بھائی کی حسن نیت پر مشکور نہو گا وہ اسکے حسن سلوک پر بھی مشکور نہوگا - اور سب سے زیادہ تاثیر محبت کے کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کو پیٹھ پیچھے برا کہے یعنی صراحتہً یا کنایتہً اس کی عزت کے درپے ہو تو خود دوست کی طرفداری اور حمایت کے لیے مستعد ہو اور اس بدگو کو چپکا کرے اور للکارے اس سے خاموشی کرنی موجب کینہ اور نفرت دل ہے اور حق اخوت کے ادا کرنے مین کوتاہی کا باعث ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دو دوستون کو دو ہاتھون سے تشبیہ دی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے تو اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے

ع ۱ [illegible]

ع ۲ ابو یعلی نے ہدیہ دو اور محبت پیدا کرو بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲

ع ۳ اس کی سند پہلی فصل مین گذری ۱۲

کی مدد کرے اور اسکا قائم مقام بنے - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یسلمہ - اور اسکی برائی سننی عین رسوا کرنا اور اسکو اعدا کے حوالہ کرنا ہی اس لیے کہ اسکی حرمت کو ٹکڑے ہونے دینا ایسا ہی ہی جیسے اس کے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا اسکو ایسا سمجھو کہ کتے تم کو چیرے ڈالتے ہوں اور تمھاری بوٹیاں اڑاتے ہوں اور کوئی تمھارا بھائی تم کو چپکا کھڑا دیکھے اور تم پر ترس نہ کھائے تو تم کو کیسا برا معلوم ہوگا حالانکہ حرمت کا ہتک ہونا لوں پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے زیادہ ناگوار ہوتا ہی اور یہی وجہ غیبت کو خدا تعالے نے مردار کے گوشت کھانے سے مشابہ فرمایا چنانچہ ارشاد ہی ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ - اور روحین جو خواب میں لوح محفوظ کو دیکھتی ہین تو فرشتہ اُنکے دیکھے ہوے معاملات کو محسوسات کی شکل میں بناکر دکھلا دیتا ہی اور غیبت کو مردار گوشت کھانے کی صورت میں پیش کرتا ہی حتی کہ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ گوشت مردار کا کھاتا ہی تو اسکی تعبیر یہی ہی کہ لوگون کی غیبت کرتا ہی اسلیے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی صورت بناتا ہی تو صرف ظاہر کا لحاظ نہین کرتا بلکہ اُس چیز اور صورت مثالیہ میں مشارکت اور مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہی جو مثال ہمنزلہ روح کے ہی - اس تقریر سے مقصود یہ ہی کہ حق اخوت کی رعایت کرنی اور دشمنون کی برائی کے وقت اُسکی حمایت کرنی اور بدگویون کی بدگوئی سے اسکو رہائی دینی آدمی پر واجب ہی - اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوست کو اسکی غیبت میں اسطرح ذکر کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھاری غیبت میں کوئی تمھارا ذکر کرے تو اس صورت میں تمھارے لیے دو باتین کچھنی کارآمد ہین اول یہ کہ فرض کرو کہ جو بات دست کو کسی نے کہی وہ تم کو کہتا اور دوست مذکور وہان موجود ہوتا تو تمھارا دل اُس وقت کیا چاہتا کہ تمھارا دوست تمھارے باب میں کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اُس وقت میں تم کو پسند ہوتی وہی تم کو اُسپر طعنہ کرنے والے کے ساتھ کرنی چاہیے دوسرے یہ کہ فرض کرلو کہ تمھارا دوست دیوار کے پیچھے موجود ہی اور تمھاری تقریر سنتا ہی اور اُسکے گمان میں یہ ہی کہ تم اُسکا موجود ہونا نہین جانتے تو اُس وقت میں اُس کی طرفداری جتانی اور اُس کے سنانے کو جو کچھ تمھارے دل میں جنبش ہو وہی اُس کے پیٹھ پیچھے بھی ہونی چاہیے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اسکی غیبت میں ہوتا ہی تو مین خیال کرلیتا ہون کہ وہ بیٹھا ہوا ہی اور پھر وہ باتین کہتا ہون کہ اگر بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اُس کو اچھی معلوم ہوتین - اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب میرے کسی بھائی کا مذکور ہوتا ہی تو اپنے آپ کو اُسکی صورت میں سمجھ لیتا ہون اور اُس کے باب میں وہ بات کہتا ہون کہ جس کو اپنے حق مین کہا جانا بہتر سمجھتا ہون - اور یہ امر سچی مسلمانی میں سے ہی کہ اپنے بھائی کے لیے وہی بات مناسب معلوم کرے جو اپنے حق میں بہتر سمجھتا ہی - اور حضرت ابو درداء نے ایک ہل میں دو بیل جوتے ہوے دیکھے کہ قلبہ رانی کر رہے ہین اتنے میں ایک کھڑا ہو کر اپنا بدن کھجلانے لگا دوسرا بھی کھڑا ہو گیا آپ یہ دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال فی اللہ دوستون کا ہی کہ دونون اللہ تعالے کے واسطے کام میں لگے ہوتے ہین اور ایک کھڑا ہو جاتا ہی تو دوسرا بھی اُسکا موافق ہوتا ہی اور پورا اخلاص موافقت ہی سے ہوتا ہی اور جو شخص محبت میں اخلاص نہ رکھتا ہو وہ منافق ہی اور اخلاص یہ ہی کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن اور تنہائی اور جماعت میں یکسان ہو سو ان دو دو چیزون میں سے اگر کسی میں اختلاف اور فرق ہوگا وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا خلل اور اہل ایمان کے طریق کا رخنہ ہی اور جو شخص اپنے نفس پر اس بات کا قادر نہو کہ ہر حال میں یکسان رکھ سکے تو اسکو چاہیے کہ صحبت اور دوستی کا نام نہ لے

ع مسلمان بھائی ہی مسلمان کا اس پر ظلم نہین کرتا نہ اسکو رسوا کرے نہ تنہا بیمدد کا ر چھوڑے اور اسکی مدد پر کمر باندھے

[illegible]

تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق نباہنا مشکل ہے اُس کی تاب اُسی کو ہوتی ہے جو محقق ہو اور اُس کے ثواب جزیل کا شایان وہی ہے جو
موفق ہو اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ میں ہو اسکی ہمسائگی اچھی طرح کر تو مسلمان ہو جائیگا
اور جو شخص تیری صحبت میں ہو اُس کی مصاحبت اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہو جائیگا - تو دیکھو اس حدیث میں ایمان کو تو صحبت کی جزا فرمایا
اور اسلام کو ہمسایہ کی جزا تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت میں ہے وہی حق صحبت اور حق ہمسائگی کی بجاآوری کی مشقت میں ہے
اسلیے کہ صحبت کے لیے بہت سے حقوق قریبہ متوالیہ بلکہ علی الدوام درکار ہیں اور ہمسائگی کے لیے حقوق قریبہ ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی ہوتے
ہیں اُن کے لیے دوام کی قید نہیں - اور منجملہ حقوق زبانی کے ایک تعلیم اور نصیحت ہے کیونکہ علم کی حاجت اپنے دوست کو مال کی ضرورت
سے کم نہیں جب مال میں اُسکو اپنا شریک کرنا حق الفت ٹھہرا تو علم میں بھی بطریق اولی شریک کرنا چاہیے یعنی اگر تم کو سب علوم سے
بہرہ وافی ہے تو چاہیے کہ جو امور دین میں خواہ دنیا میں دوست کے کار آمد اور مفید ہوں اُس کو تعلیم کرو اور تمھاری تعلیم کے بعد اگر وہ
علم کے بموجب کاربند نہو تو تم کو لازم ہے کہ اُسکو نصیحت کرو اسطرح کہ افعال بد کی برائیاں اور اُن کے ترک کے فوائد اُس کے سامنے ذکر
کرو اور جو بات کہ اُس کو دنیا اور آخرت میں بری معلوم ہوتی ہو اُس سے ڈراؤ تاکہ وہ اُن حرکات سے باز آوے اور اُس کے عیوب پر
اُسکو خبردار کرو اور بری بات کی قباحت اور اچھی بات کی خوبی اُسکے دلمیں جما دو مگر چاہیے کہ یہ امور خفیہ تنہائی میں اُس سے کہو تاکہ کسی کو
اُسکی اطلاع نہو اسلیے کہ مجمع میں کہنا توبیخ اور فضیحت میں داخل ہے اور تنہائی میں کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ المؤمن مرآة المؤمن اس سے یہ مراد ہے کہ اُسکے باعث سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جو اپنے آپ نہیں سوجھتی یعنی ایک
ایماندار اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیبوں پر مطلع ہو جاتا ہے اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہوتی جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت
کے عیب پر واقف ہو جاتا ہے اور بدون آئینہ کے نہیں معلوم کر سکتا - اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بھائی کو خفیہ سمجھاوے
وہ اُسکو نصیحت کرتا ہے اور زینت دیتا ہے اور جو اُسکو مجمع میں فہمائش کرے تو فضیحت کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے - اور مسعر سے پوچھا گیا کہ جو شخص تم کو تمھارے
عیوب بتا دے اُس سے تم محبت کرتے ہو کہ نہیں کہا کہ اگر وہ مجھکو خود تنہا لیکر نصیحت کرے تو البتہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور مجمع میں مجھکو نصیحت
کرتا ہے تو محبت نہیں کرتا ہوں اور واقع میں درست کہا اسلیے کہ مجمع میں نصیحت کرنا فضیحت ہی ہے دیکھو قیامت کے دن خدا تعالے اپنے دوستوں
پر جو عتاب فرماویگا تو اُنکو اپنی پناہ کے اندر اور ستاری کے سایہ میں علحدہ گناہوں پر خفیہ مطلع کریگا اور اُسکا نامۂ اعمال مہر لگا ہوا اُن فرشتوں کو دیگا جو اُسکے
ساتھ جنت تک جائینگے جب دروازہ جنت کے قریب پہونچینگے اُس وقت وہ نوشتہ سربند اُس کے حوالہ کرینگے کہ اُس کو
پڑھ لے اور جو لوگ مستحق خفگی کے ہیں وہ برسر مجمع پکارے جائینگے اور اُن کے گناہوں کے لیے اُنکے اعضا بولینگے جس سے
زیادہ تر رسوائی اور فضیحت ہوگی خداے تعالے اُس روز کی فضیحت سے ہمکو پناہ میں رکھے غرضکہ فضیحت اور نصیحت میں فرق
یہی ہے کہ نصیحت تنہائی میں ہوتی ہے اور فضیحت مجمع میں جیسے مدارات اور مداہنت کہ دونوں میں چشم پوشی ہوتی ہے لیکن اگر
چشم پوشی اس لیے کہ تمھارا دین سلامت رہے اور بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہے اور اگر اس لیے ہے کہ
اپنے نفس کا حظ اور شہوتیں حاصل ہوں اور جاہ بنا رہے تو اُسکا نام مداہنت ہے - اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ خداے تعالے

ع [illegible] آئینہ ہے اپنا بھائی کا ابوداود نے روایت کیا ابوہریرہ رضہ ۱۲

سے صحبت موافقت ہی کے ساتھ اختیار کرو اور خلق سے نصیحت ہی کے ساتھ اور نفس سے مخالفت ہی کے ساتھ اور شیطان سے عداوت
ہی کے ساتھ - اب اگر کہو کہ جس صورت مین نصیحت کے اندر عیب کا ذکر ہوگا تو اُس سے تو دل کا نفرت دلانا ہوا یہ امر حق اخوت مین سے
کیسے ہوا تو اس کا جواب یہ ہی کہ متنفر کرنا دل کا اُس عیب کے ذکر سے ہوتا ہی جسکو دوسرا شخص اپنے آپ مین خود جانتا ہی اور جس عیب
کو وہ اپنے نفس مین نہین جانتا اُس پر اُس کا آگاہ کرنا عین شفقت اور اُسکے دلکو اپنی طرف مائل کرتا ہی بشرطیکہ عاقل ہو اور بیوقوفون
سے ہم کو بحث نہین کیونکہ اگر کوئی حرکت مذموم تم سے ہوگئی یا کوئی بری صفت تم مین ہی اور دوسرا شخص تمکو اُس فعل یا صفت سے آگاہ کردے
تو اُس کی مثال ایسی ہوگی جیسے تمھارے کپڑون مین بچھو یا سانپ ہو اور وہ قصد تمھارے ہلاک کرنے کا رکھتا ہو اور دوسرا شخص تم کو آگاہ
کردے تو اب اگر تم اُس شخص کی نصیحت کو برا جانو تو تم سے زیادہ بے وقوف اور کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ بری صفتین بھی بچھو اور سانپ
ہین اور آخرت مین ہلاک کرنے والی ہین کیونکہ وہ دلون اور روحون کو کاٹتی ہین اور اُن کا درد بہ نسبت دنیا کے سانپ بچھو اُن کے
جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہین زیادہ ہی اور وہ اُس آگ سے پیدا ہین جو دلون کو جھانکتی ہی - اور حضرت عمر رض عیوب پر آگاہی کرنے کو
ہدیہ فرمایا کرتے اور فرماتے اللہ تعالے رحم کرے اُس شخص پر جو اپنے بھائی کے پاس اُس کے عیبون کا ہدیہ لیجاوے اور
یہی وجہ جب حضرت سلمان آپ کے پاس آئے تو آپ نے اُن سے پوچھا کہ اپنے نزدیک میری بری بات جو تم نے سنی ہو
بیان کرو اُنھون نے کہا کہ اس سے مجکو معاف فرمائیے آپ نے اصرار کیا اُنھون نے فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ آپ کے پاس دو
لباس ہین ایک دن کو پہنتے ہین اور ایک رات کو اور مین نے سنا ہی کہ آپ نے ایک دسترخوان پر دو سالن جمع کیے حضرت عمر رض
نے فرمایا کہ اُنکی تو کفایت کروا اور دو با فرمان کے سوا کچھ اور سنا ہی اُنھون نے کہا نہین - اور حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو لکھا
کہ مین نے سنا ہی کہ تم نے اپنا دین دو پیسے کے عوض بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمھارا آشنا تھا اُس سے تم نے دودھ کو پوچھا کہ کتنے کا
ہی اُسنے کہا کہ چھ پیسے کا تم نے کہا کہ نہین چار پیسے کا اُسنے کہا کہ لیجاؤ تم اپنے سر سے غافلون کا پلہ اُتار دو اور خواب غفلت سے جاگو اور
جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہی اور اُسکے سبب سے غنی نہین ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہی مجکو ڈر ہی کہ کہین وہ خدا تعالی کی آیتون سے
ٹھٹول کرنیوالا نہو اور اللہ تعالی نے جھوٹونکا وصف فرمایا ہی کہ اپنے ناصحون سے بغض رکھتے ہین چنانچہ ارشاد ہی ولکن لا تحبون الناصحین
اور یہ صورت اُسی عیب مین ہی جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر تمکو معلوم ہی کہ وہ اپنی خطا کو جانتا ہی مگر اپنی طبیعت سے مجبور ہی تو اگر وہ اُس
گناہ کو چھپاتا ہو تو اُسکی پردہ دری نہین چاہیے اور اگر ظاہر کرکے مرتکب ہوتا ہو تو البتہ نصیحت مین نرمی کرنی چاہیے اور کبھی تعریض سے ایسی
طرح سمجھانا چاہیے کہ اُسکو وحشت نہو اور اگر جانو کہ نصیحت اُسمین اثر نکریگی اور وہ اپنی طبیعت سے مضطر ہی اور نہین چھوٹتا گناہ پر مصر تو اس سے سکوت
کرنا بہتر ہی اور یہ سب باتین اُن امور مین ہین جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہون اور امور اس طرح کے ہون کہ تمھارے حق
مین کوتاہی کرنے سے علاقہ رکھتے ہون تو اُنمین تحمل کرنا اور درگذر اور معاف کرنا واجب ہی اُنسے دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے اُسکے
لیے اُس سے مزاحمت کرنی نصیحت کی بات نہین ہان اگر وہ امور ایسے ہون کہ اُن سے نوبت ترک ملاقات کی پہنچ جانے کی تو تنہائی
مین اُسپر عتاب کرلینا اس سے بہتر ہی کہ اُس سے یاری ترک کیجاوے اور عتاب بھی کنایۃً کہنا صریحاً کہنے سے بہتر ہی اور لکھکر اُسکو دیدینا زبانی کہنے

یعنی چھپ چھپ کرتا ہو ۱۲

لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو ۱۲

سے اچھا ہی اور تحمل کرنا سب سے اچھا ہی اسلیے کہ دوستی سے تمھاری یہ غرض ہونی چاہیے کہ تم اُسکا لحاظ کرو اور اسکا حق ادا کرو اور اُسکے قصور
پر تحمل کرو یہ نیت نہونی چاہیے کہ اس سے اپنے کاموں میں مدد لو اور وہ تمھارے ساتھ نرمی کرے غرضکہ نیت اپنے نفس کی اصلاح کی ہونی
چاہیے ابوبکر کتانی کہتے ہیں کہ ایک شخص میری صحبت میں رہنے لگا اور میرے دل پر گران تھا میں نے ایک روز اُسکو ایک چیز دے ڈالی تاکہ
جو بات میرے دل میں ہی وہ جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر میں نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور حجرہ میں لیجا کر اُس سے کہا کہ اپنا پاؤں میرے گال پر
رکھ اُس نے انکار کیا میں نے کہا کہ ضرور رکھنا پڑیگا اُسنے ویسا ہی کیا تب وہ بات میرے دل سے ٹلی۔ اور ابو علی رباطی کہتے ہیں کہ
میں نے عبداللہ رازی کے ساتھ ہونا چاہا وہ جنگل میں جایا کرتے تھے اُنھوں نے فرمایا کہ پہلے یہ ٹھہرا لو کہ حاکم تم ہوگے یا میں میں نے کہا کہ حاکم آپ
ہی ہونگے فرمایا کہ پھر تم کو کہنا ماننا ہوگا میں نے کہا کہ بہتر آپ نے پھر ایک تھیلا لیکر اُسمیں سامان سفر رکھا اور اُسکو اپنی پیٹھ پر لاد لیا جب میں آپ
سے کہتا کہ یہ بوجھ مجھکو دیدیجیے تو آپ فرماتے کہ میں حاکم ہوں تمہیں تمکو میرا کہنا ماننا چاہیے ایک رات ہمکو مینھ نے آلیا آپکے پاس ایک چادر تھی
مجھکو بٹھلا دیا اور صبح تک مجھپر اُس چادر کو تانے کھڑے رہے کہ مجھپر پانی نہ پڑے میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ کاش میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ حاکم تم ہو

پانچواں حق اخوت کا یہ ہی کہ دوست کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کرو۔ اور قصور سے کا دوست مرتکب ہو دو حال سے خالی نہیں یا تو
کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین میں کوتاہی کرتا ہی یا خاص تمھارے حق میں کمی کرتا ہی تو جو قصور دین میں گناہ کے مرتکب ہوتے
یا پھر اصرار کرنے سے ہو تو اُسکے لیے تمکو نصیحت میں ایسی نرمی برتنی چاہیے جس سے اُسکی کجی بدل جائے اور ابتری بدل کر بہتری ہو جاوے
اور اُس کے حال میں از سر نو صلاح اور ورع آجائے پس اگر یہ بات تم سے نہ ہوسکے اور وہ اصرار پر جا رہے تو ایسے شخص سے
دوستی کے باقی رکھنے یا جدائی اختیار کرنے میں صحابہ اور تابعین کا طریق مختلف ہی حضرت ابوذر رضہ کا مذہب تو یہ ہی کہ اُس سے جدائی کرنی
چاہیے اور فرماتے ہیں جب آدمی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدل جائے تو اُس کو چاہیے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اُس سے
محبت کرتا تھا ایسا بری حالت کے سبب سے اُس سے بغض کرے اور اُن کے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہی ہی اور حضرت
ابو درداء اور کچھ دوسرے صحابی یہ فرماتے ہیں کہ جب تمھارے بھائی کا احوال بدل جائے اور بحالت سابقہ نرہے تو اُس کے سبب سے
اُسکو ترک مت کرو کیونکہ آدمی کبھی سیدھا ہوتا ہی کبھی کج ہو جاتا ہی سدا ایک حال پر نہیں رہتا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے
ہیں کہ اگر تمھارے بھائی نے گناہ کیا ہو تو اُس گناہ کے باعث اُس سے جدائی اور ترک ملاقات مت کرو اسلیے کہ وہ آج
گناہ کا مرتکب ہوگا اور کل کو چھوڑ دیگا اور یہ بھی اُنھیں کا قول ہی کہ لوگوں سے عالم کی لغزش کا ذکر مت کرو اسلیے کہ عالم
لغزش کرتا ہی اور پھر اُس کو چھوڑ دیتا ہی۔ اور ایک حدیث میں ہی کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اور اس سے ترک ملاقات نہ
کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کریگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے اخوت کی تھی اور وہ شام
کو چلا گیا تھا جب کوئی شخص شام سے آیا تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ میرے فلاں بھائی کا کیا حال ہی اُس نے عرض کیا کہ وہ
آپ کا بھائی کیوں ہوتا وہ تو شیطان کا بھائی ہی آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ اُسنے کہا کہ اُسنے بہت سے گناہ کبیرہ کیے یہاں تک
کہ شراب میں پھنسا ہوا آپ نے فرمایا کہ جب تم شام کو جاؤ مجھے اطلاع کرنا اور جس وقت وہ جانے لگا تو آپ نے ایک پرچہ اسکو لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر
پھر اس کے بعد اُس کو عتاب اور ملامت کیا جب اُس شخص نے یہ مضمون پڑھا رو دیا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے درست فرمایا اور عمر رضہ
نے مجکو نصیحت کی پھر توبہ کی اور اپنی پہلی حالت پر رجوع کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہوگیا اُسنے اپنے فی اللہ دوست
کو اُس حال سے اطلاع دی اور کہا بھائی مین تو قصور وار ہوگیا اب اگر تیرا دل میرے ساتھ قید محبت کرنے کو نہ چاہے تو مت
کر اُسنے جواب دیا کہ مین ایسا نہین ہون کہ تیری خطا کی جہت سے معاملۂ دوستی فسخ کردون پھر اُس شخص نے اللہ تعالی سے عہد کیا کہ جبتک
میرے یار کو اُس خواہش نفسانی سے نہ بچاویگا مین نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا اور بھوکا پیاسا رہنا شروع کیا اور ہر روز دوست سے پوچھ لیتا
کہ تمھارا کیا حال ہی وہ یہی کہتا کہ دل اسی بات پر جما ہی اور یہ مارے غم اور بھوک کے روز بروز گھلتا جاتا تھا یہان تک کہ چالیس روز بے
آب و دانہ گذر گئے اب جو اُسنے دوست سے پوچھا تو اُس نے کہا کہ میرے دل سے وہ خواہش نفسانی دور ہوئی غرضکہ اُتنے دنون کے بعد
کھایا اور پیا حالانکہ دوست کے غم مین قریب مرگ ہوگیا تھا اسی طرح ایک اور حکایت سلف کے دو بھائیون کی ہی کہ ایک راہ راست سے
منحرف ہوگیا تھا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اُس کی ملاقات چھوڑ نہین دیتے وہ تو بگڑ گیا انھون نے جواب دیا کہ اُسی وقت مین تو
اُسکو میری زیادہ ضرورت پڑی ہی ایسے وقت مین کیونکر ترک کرون مین تو اب اُس کا ہاتھ پکڑکے بملائمت عتاب کرونگا اور پہلی حالت
پر رجوع کرنے کو کہونگا بیت ہر سہ دوست آن دانم کہ گیرد دست دوست + در پریشان حالی و درماندگی + اور بنی اسرائیل کی حکایت مین ہی
کہ دو بھائی ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے اُن مین سے ایک گوشت خریدنے کو نیچے اُترا قصائی کی دکان پر ایک کسبی دیکھ کر
فریفتہ ہوا اور تنہائی مین لیجاکر اُس سے ہمبستر ہوا اور تین روز اُسکے پاس ٹھہرا رہا اور مارے حیا کے اپنے بھائی پاس نہ گیا جب اُس کے
بھائی نے تین روز تک اُسکو نہ دیکھا تو شہر مین اُترا اور پوچھتے پوچھتے اُسکا سراغ لگا یا جاکر دیکھا تو اُس کسبی کے پاس بیٹھا ہی دیکھتے
اُسکو گلے لگا یا اور چہرہ منہ چومنے لگا اور وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت شرمندہ تھا اسلیے انکار کرنے لگا کہ مین تم کو پہچانتا ہی نہین پھر دوسرے
نے کہا کہ لو بھائی اب مجھکو تمھارا حال اور قصہ معلوم ہوگیا تم جیسے اسوقت مین مجکو عزیز اور محبوب ہو ایسے کسی وقت مین نہ تھے جب
اُس شخص نے دیکھا کہ باوجود اپنی خطا کے مین اس کی نظرون سے نہین گرا ساتھ ہو لیا اور پھر جیسے تھے ویسے ہوگئے پس کچھ لوگون کا
طریقہ خطاوار دوستون سے اسطرح ہوا کرتا ہی اور یہ طریق بہ نسبت حضرت ابوذر رضہ کے طریق کے زیادہ لطیف اور زیادہ فقہ کے مطابق
ہی اسمین کچھ شک نہین کہ آپ کا طریق بہتر اور اسلم ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے اسطریق کو زیادہ لطیف اور فقہ کے زیادہ موافق کیون کہا
معصیت کے مرتکب سے تو ابتداءً ہی اخوت کرنی جائز نہین تو آخر اس سے علیحدگی واجب ہونی چاہیے اسلیے کہ حکم جب کسی علت
سے ثابت ہوتا ہی تو قیاس یہی ہی کہ اُس علت کے دور ہونے سے جاتا رہے اور چونکہ معاملۂ اخوت کی علت دین مین ایک دوسرے کا معاون
ہونا ہی تو ظاہر ہی کہ ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگی تو اب یہ اخوت بھی نہ رہنی چاہیے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اس طریق کو لطیف کہنے
کی وجہ یہ ہی کہ اسمین نرمی اور دل کا مائل کرنا اور مہربانی پائی جاتی ہی جس سے نوبت گناہ سے رجوع اور توبہ کی پہونچتی ہی کیونکہ صحبت
کے باقی رہنے سے حیا کو پائداری ہوگی اور علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگی و مجرم کو توقع صحبت کی نہ رہیگی تو گناہ پہ اصرار ہمیشہ کریگا

اور رفقہ سے زیادہ تر موافق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ اخوت قائم مقام قرابت کے ہوجاتی ہی اور جب منعقد ہوجاتی ہی تو اُسکا حق مستحکم ہوجاتا ہی اور اُسکا نباہنا اور اُسکے موجب کار بند ہونا واجب ہوتا ہی اور منجملہ اُسکے نباہنے کے یہ ہی کہ دوست ایام حاجت مین نہ چھوڑا جاے اور دین مین حاجت پڑنی بہ نسبت باقی حاجت کے زیادہ سخت ہی اور ارتکاب گناہ سے وہ ایسی آفت مین مبتلا ہوگیا جسکے سبب اُسکو دین مین حاجت پڑی تو اب ضرور ہی کہ اُسکی رعایت کیجائے اور چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اُسکے ساتھ نرمی برتی جائے تاکہ جس بلا و فتنہ مین وہ پھنس گیا ہی اُس سے نجات پانے پر مدد ملے کہ دوستی مصائب اور حوادث ہی کے لیے ہوتی ہی اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین مین خلل ہو جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت مین رہتا ہی اور اُسکے خوف اور وظائف کو دیکھتا ہی تو چند روز مین وہ بھی اپنے گناہ سے منھ موڑ کر اُسپر اصرار کرنے سے شرماتا ہی بلکہ سست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہی تو اُس سے شرما کر خود بھی کام کرنے کی حرص کرتا ہی جعفر بن سلیمان کہتے ہین کہ جب مین عمل مین سستی کرتا ہون تو محمد بن واسع کو دیکھتا ہون اور اُنکے ہمہ تن طاعت پر متوجہ ہونے کو خیال کرتا ہون تو مجکو سر دست عبادت مین پھر چند ان کا توان ہوجاتا ہی اور سستی دور ہوجاتی ہی اور ایک ہفتہ خوب چست رہتا ہون اور اُسکی تحقیق یہ ہی کہ دوستی کا سلسلہ مثل نسب کے سلسلہ کے ہی اور معصیت کے سبب قریب کو چھوڑنا نہ چاہیے اور یہین وجہ اللہ تعالے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکے اقارب کے باب مین ارشاد فرماتا ہی فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّي بَرِیٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ یہ ارشاد نہ ہوا کہ مین تم سے بری ہون اسلیے کہ حق قرابت اور سلسلہ نسب کا ملحوظ رہے اور اُسی کی طرف حضرت ابو درداؓ نے اشارہ فرمایا یعنی جب اُن سے کہا گیا کہ تم اپنے فلان بھائی سے بغض نہین رکھتے وہ تو مرتکب فلان فلان حرکات کا ہوا آپنے فرمایا کہ مین اُسکی حرکات کو برا جانتا ہون اور وہ خود تو میرا بھائی ہی اور دین کی اخوت قرابت کی اخوت سے زیادہ مستحکم ہوتی ہی اور اسی جہت سے جب کسی حکیم سے یہ سوال ہوا کہ تمھارے نزدیک بھائی اور دوست مین سے کونسا محبوب تر ہی تو اُسنے جواب دیا کہ بھائی سے بھی اسی صورت مین محبت کرتا ہون کہ وہ میرا دوست ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بہت بھائی تمھارے ایسے ہین جو تمھاری مان سے نہین پیدا ہوے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ قرابت دوستی کی محتاج ہی اور دوستی کو قرابت کی حاجت نہین۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایک روز کی دوستی صلہ ہی اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہی اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہی جو کوئی اُسکو قطع کریگا اللہ تعالی اُسکو قطع کریگا۔ غرضکہ بعقد اخوت منعقد ہونے کے بعد اُسکا نباہنا واجب ہی اور اسی سے جواب اس بات کا بھی نکل آیا کہ فاسق کے ساتھ ابتدا اسواخات کسی نہین چاہیے یعنی اُسکی وجہ یہی ہی کہ پہلے سے اُس کا کوئی حق نہین پس اگر پیشتر سے اُسکا کوئی حق قرابت ہو تو اُسکے ساتھ بھی ترک ملاقات نہ چاہیے بلکہ اچھی طرح پیش آنا چاہیے اور اس کی دلیل یہ ہی کہ ابتدا صحبت اور اخوت کا ترک کرنا تو مذموم ہی نہ مکروہ بلکہ یون کہتے ہین کہ تنہائی بہتر ہی لیکن اخوت کو ہمیشہ کے لیے منقطع کرنے سے نہی آئی ہی اور فی نفسہ بری چیز ہی اور انقطاع اخوت کی نسبت ابتدا ترک کی طرف ایسی ہے جیسی طلاق کو ہی ترک نکاح کی طرف کہ طلاق ترک نکاح سے بھی زیادہ اللہ تعالے کے نزدیک بری ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطع اخوت کے باب مین فرماتے ہین شرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ شیطان کو یہی منظور تھا کہ تمھارے بھائی سے کوئی ایسی ہی حرکت کرا دے تاکہ تم اُسکو چھوڑ دو اور ترک

ملاقات کرو تو جب تم نے ایسا ہی کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات سے کیا چھوڑا اسکے دونون مطلب پورے ہوئے یعنی جیسا کہ آدمی کو مبتلا
عصیان کرنا شیطان کو محبوب ہے ویسا ہی دوستون مین بگاڑ ہوجانا اسکو پسند ہے تو جب کسی دوست سے خطا ہو جائے اور شیطان کا ایک
مطلب پورا ہو تو کیا ضرور ہے کہ دوست سے ترک ملاقات کر کے اپنے دشمن کی دوسری غرض پوری کریں۔ اور جب ایک شخص نے ارتکاب
معصیت کیا تھا اور دوسرے نے [illegible] اس کو گالی دی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دوسرے کو جھڑکا اور فرمایا کہ اپنے بھائی پر
شیطان کے مددگار مت ہو [illegible] ایک غرض تو اس کی ہو چکی دوسری پوری مت کرو پس اس سبب تقریر سے صحبت کے باقی رکھنے
اور ابتدا کی صحبت [illegible] مین فرق معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ابتدا [illegible] کہہ سکتے ہین کہ فاسقون سے اختلاط کرنا ابھی ممنوع ہے اور دوستون
سے مفارقت بھی ممنوع ہے [illegible] دونون امر ایک دوسرے کے متعارض ہین اور جو صورت کہ معارض سے خالی ہو وہ ایسی نہین جو اس
سے خالی نہ ہو اور ابتدا [illegible] مین کوئی معارض نہین صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہے کہ فاسقون سے اختلاط ممنوع ہے تو اس
صورت مین مناسب یہی ہے کہ ان سے مہاجرت اور دور رہنے کو اولیٰ کہا جائے اور صحبت کی بقا مین دونون ایک دوسرے کے معارض
ہین مگر حق اخوت کا نباہنا دوسرے کی تاکید کرتا ہے اس لیے وہی اولیٰ ہوگا۔ یہ سب حال دوست کی ان خطاؤن کا ہے جو اسکے
دین مین ہون اور جو خطائین کہ خاص دوست کے حق مین ہون اور موجب وحشت اور نفرت ہون انمین بالاتفاق [illegible] کرنا اور معاف
کرنا بہتر ہے بلکہ جن باتون کا تحمل ہو سکے [illegible] اور انمین کوئی عذر قریب یا بعید [illegible] ہو تو انکو اسی پر حمل کرنا مقتضائے
اخوت واجب [illegible] کہتے ہین کہ دوست کو چاہیے کہ اپنے دوست کی خطا کے لیے ستر عذر نکالے
اور پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو کتنا سخت دل ہے کہ تیرا یار ستر عذر کرتا ہے اور تو نہین مانتا اس سے
معلوم ہوا کہ عیب [illegible] اگر اسکو اچھا کہنا قبول نہ کرے تو اتنا ہی ہو کہ اگر ہو سکے تو غصہ نہ ہو مگر یہ بات ہو نہ سکیگی
کیونکہ حضرت امام شافعی [illegible] جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور غصہ نہ ہو تو وہ گدھا ہے اور [illegible] منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ
شیطان ہے پس آدمی کو چاہیے [illegible] نہ شیطان بنے بلکہ خود اپنے دوست کا ناصح ہو کر اپنے دل کو منا لے اور اس بات سے احتراز کرے کہ
[illegible] فرماتے ہین کہ دوست کا حق یہ ہے کہ اسکی تین باتون پر تحمل کرو اول غصہ کے ظلم دوسرے ناز کے ظلم
تیسرے لغزش کے ظلم [illegible] نے فرمایا ہے کہ مین نے کبھی کسی کو گالی نہین دی اسلیے کہ اگر کسی کریم نے برا کہا تو ایسے شخص کی خطا
معاف کرنے کا مین زیادہ مستحق ہون اور اگر کسی لئیم نے مجکو برا کہا تو اسکی مکافات اس لیے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اسکا نشانہ کیون بناؤن
پھر یہ شعر پڑھا [illegible] کرتا ہون کریمون کی خطا تا ہووے اجر + گالیاں گردون لئیمون کو تو مجکو عار ہے + اور کسی دوسرے نے ایک قطعہ
کہا ہے جس کا مضمون یہ ہے قطعہ

اے [illegible] دوستون سے کہ دن کی زندگی ہے + یہ اختلاط باہم تو جان لے غنیمت + [illegible]

اور جب آدمی کا دوست عذر کرے خواہ سچا ہو عذر یا جھوٹا تو اسکا عذر قبول کرنا چاہیے [illegible] فرماتے ہین من اعتذر الیہ اخوہ
فلم یقبل عذرہ فعلیہ مثل اثم صاحب المکس اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا المؤمن سریع الغضب سریع الرضا [illegible] ارشاد [illegible] نہین فرمایا

کہ غصہ کرتا ہی نہین اور اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا ہی والکاظمین الغیظ یہ نہین فرمایا کہ الفاقدین الغیظ یعنی جنمین غصہ بالکل نہ ہو۔ اور اسکی وجہ
یہہ ہی کہ عادت کی روسے یہ امر ممکن نہین کہ انسان کے زخم لگایا جاوے اور اسکو درد نہ معلوم ہو ہان یہ ہو سکتا ہی کہ اسکو صبر اور تحمل کرے اور جسطرح
کہ زخم سے ایذا ہونی بدن کی طبیعت کا مقتضا ہی اسی طرح اسباب غضب سے درد ہونا دل کی طبیعت کا مقتضا ہی تو یہ ہو سکتا ہی کہ غصہ کو پی جاوے اور
اس پر تحمل کیا جاوے اور اسکے مقتضا کے خلاف عمل کیا جاوے یعنی غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہی کہ دوسرے سے بدلہ لیجیے تو عوض کا ترک کرنا ہو سکتا
ہی مگر یہ ممکن نہین کہ اسکو دل سے بالکل نکال ڈالا جاوے کیونکہ بشریت کا بدلنا ممکن نہین اور کسی شاعر نے کہا ہی کہ ترک الفت دوستون سے
جرم پر کرتے ہو تم + پھر زیادہ کہان ہی جو خطا کرتا نہین + اور ابو سلیمان دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ مین تم کسی سے اخوت کرو تو
چاہیے کہ جو بات تمکو اس سے بری معلوم ہو اسپر اسکو عتاب مت کرو ورنہ یہہ خوف ہی کہ جواب مین تم وہ بات دیکھو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو احمد کہتے ہین کہ مین نے اس امر کا
امتحان کیا تو ویسا ہی پایا جیسا آپنے ارشاد کیا تھا اور بعضون کا یہ فرمانا ہی کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اسپر عتاب کرنے سے اچھا ہی اور عتاب کرنا ترک ملاقات
کی نسبت کہ بہتر ہی اور ترک ملاقات غیبت کی نسبت کہ بہتر ہی اور چاہیے کہ غیبت کے وقت بغض مین مبالغہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی عسی اللہ ان یجعل
بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودة اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احبب حبیبک ہونا ما عسی ان یکون بغیضک یوما ما وابغض بغیضک ہونا ما عسی
ان یکون حبیبک یوما ۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ نہ دوستی ہی اتنی کرو کہ افراط کو پہونچے اور نہ بغض اس درجہ کو ہو کہ اپنے ساتھی کا تلف ہو جانا
چاہو چھٹا حق اخوت کا یہہ ہی کہ اپنے دوست کے لیے اسکی زندگی مین اور اسکے مرنے کے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لیے محبوب جانتا ہو اسی
طرح اسکے گھروالون اور متعلقون کے حق مین دعا مانگے اور اسکے لیے اور اپنے لیے دعا مانگنے مین فرق نہ کرے جسطرح اپنے لیے مانگے اسی طرح
اسکے لیے مانگے کیونکہ واقع مین اسکے لیے دعا مانگنی اپنے ہی لیے دعا مانگنی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا دعا الرجل
لاخیہ بظہر الغیب قال الملک لک مثل ذلک ۔ اور ایک روایت مین قال الملک الخ کی جگہ یہ مضمون ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین تجھ سے
شروع کرونگا یعنی اس دعا کو اول تیرے حق مین قبول کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ آدمی کی دعا اسکے بھائی کے حق مین اسقدر
قبول ہوتی ہی کہ خود اسکے حق مین نہین ہوتی اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی دعوة الرجل لاخیہ فی الغیب لا ترد ۔ اور حضرت ابو درداء رض فرمایا
کرتے کہ مین اپنے ستر بھائیون کے لیے سجدہ مین دعا مانگا کرتا ہون سب کے نام لے لیکر ۔ اور محمد بن یوسف اصفہانی فرماتے کہ نیک بخت
دوست جیسا آدمی کہان ملے کہ تمہارے مرنے کے بعد گھر والے تو تمہارا ترکہ بانٹین اور جو کچھ تم نے چھوڑا ہو اس سے چین اڑائین اور وہ
صرف تنہا تمہارا غم کرے اور تمہارے اعمال گذشتہ اور احوال آیندہ کا اسکو تردد ہو رات کی تاریکی مین تمہارے لیے دعا مانگے اور تم مٹی کے
ڈھیر کے نیچے ہو گویا کہ وہ اس باب مین فرشتون کا اقتدا کرتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ جب آدمی مرتا ہی تو لوگ کہتے ہین کہ پیچھے کیا چھوڑا اور
فرشتے کہتے ہین کہ آگے کیا بھیجا اعمال گذشتہ اچھے ہوئے ہین تو خوش ہوتے ہین اور اسکا حال پوچھتے ہین اور اسکی سفارش کرتے ہین ۔ اور کہتے
ہین کہ جس شخص کو اپنے دوست کے مرنے کی خبر پہونچے اور وہ اسپر رحمت بھیجے اور اسکے لیے دعا مغفرت کرے تو ایسا لکھا جاوےگا کہ گویا

اُسکے جنازے پر حاضر تھا اور اُسکی نماز پڑھی اور یہ روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ مردے کا حال اپنی قبر مین ڈوبتے کا سا حال ہی جو سب چیز کا سہارا چاہتا ہی مردہ بھی اپنے بیٹے یا باپ یا بھائی یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہی اور مردون کی قبرون پر زندون کی دعا سے نور پہاڑون کے برابر آجاتے ہین ۔ اور بعض سلف کا قول ہی کہ مردون کے حق مین دعا ایسی ہی جیسے زندون کے ہدایا کہ ایک فرشتہ دعا کو ایک نور کے طباق مین رکھکر اور اُس پر رومال نور کا ڈھانپ کر مردے کے پاس لیجاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ ہدیہ تیرے فلان دوست کے یا تیرے فلان رشتہ دار نے بھیجا ہی تو مردہ اُس سے ایسا خوش ہوتا ہی جیسے زندہ ہدیہ سے خوش ہوتا ہی ۔ **ساتوان حق** اخوت کا وفا اور اخلاص ہی وفا کے معنی یہ ہین کہ دوست کی زندگی تک اُسکی دوستی پر ثابت اور قائم رہے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکی اولاد اور دوستون اور اقارب سے وہی معاملہ رکھے اسلیے کہ دوستی سے غرض یہ ہوتی ہی کہ آخرت مین کام آوے پس اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے تو اتنی محنت اور سعی بیکار ہو جائے اور اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سات شخصون کے ذکر مین جنکو خدا تعالے اپنے سایہ مین جگہ دیگا فرمایا اور دو شخص وہ ہین جنھون نے باہم محبت فی اللہ کی اسی پر اکٹھے رہے اور اسی پر جدا ہوے ۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ وفات کے بعد تھوڑی سی وفا بھی زندگی کی حالت مین بہت سی وفا سے بہتر ہی اور یہین وجہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپکے پاس آئی تھی آپ سے جو اُسکا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہمارے پاس خدیجہ رض کے وقت مین آیا کرتی تھی اور پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہی ۔ غرضکہ دوست کی دوستی نباہنے مین یہ بھی ہی کہ اُس کے تمام دوستون اور قریبون اور متعلقون کی رعایت کرے اور اُن کی مراعات کا اثر دوست کے دل مین بہ نسبت اُس کے خود کی مراعات کے زیادہ ہوتا ہی اس لیے کہ وہ خود اپنے متعلقین کے تفقد سے زیادہ خوش ہوتا ہی علاوہ اُس کے شفقت اور محبت کا زور اُسی وقت معلوم ہوتا ہی کہ محبوب سے تجاوز کر کے متعلقون تک پہونچے یہان تک کہ اُسکے دروازہ کے کتے کو بھی اور کتون پر دل مین ترجیح ہو ۔ اور اگر دوام محبت کا نباہنا منقطع ہو جاوے گا تو شیطان کی بن پڑے گی کیونکہ اُس کو جتنی حسد فی اللہ دوستون سے ہی اتنی اُن دو شخصون سے نہین جو کسی اچھے کام مین ایک دوسرے کی مدد کرین اور وہ ہمیشہ اسی تاک مین رہتا ہی کہ دو دوستون مین بگاڑ کر دے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وقل لعبادی یقولوا التی ہی احسن ان الشیطان ینزغ بینہم اور حضرت یوسف کے حال مین ارشاد فرماتا ہی وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی اور کہتے ہین کہ جب دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین تو اُن مین جدائی کی کوئی صورت نہین بجز اس کے کہ اُن مین سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو اور بشر رح فرمایا کرتے کہ جب بندہ اللہ تعالی کی طاعت مین قصور کرتا ہی تو اللہ تعالے اُس سے اُس کے انیس کو چھین لیتا ہے اس لیے کہ دوستون کے باعث دل کے تردد رفع ہوتے ہین اور دین پر مدد ملتی ہی ۔ اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ سب چیزون مین لذیذ تر دوستون کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہی اور محبت دائمہ اُسکو کہتے ہین جو فی اللہ ہو اور جو کسی مطلب کیلیے ہوتی ہی وہ اُس مطلب کے زائل ہونے کے بعد جاتی رہتی ہی اور محبت فی اللہ کا ایک ثمرہ یہ ہی کہ اُسمین نہ دین کے باب مین حسد ہوتا نہ دنیا کے باب مین اور حسد کی وجہ کیا ہی کیونکہ جو کچھ دوست کا ہی اُسکا فائدہ دوسرے دوست کو معلوم ہوا اور اللہ تعالی نے فی اللہ دوستون کو اسی وصف سے یاد فرمایا ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم ۔ اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہی اور وفا محبت سے

ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بروایت ابو ہریرہ اور دار قطنی نے کہا کہ یہ حدیث بہت ثابت ہی ۱۲ ع اور بیگذری کی بار ۱۲ ع حاکم بروایت عائشہ رض ۱۲ وشعث اور یہ گذشتہ بیرسے بندون کو تب وہی کہین جو بہتر ہو شیطان جھگڑوا دیتا ہی آپس مین ۱۲

ف اپنے بندون کو کہ جب ... شیطان نے ... بیچ مین ... اور دنیا مین ... دل مین ... ۱۲

ایک یہ بات ہو کہ دوست کی خاطرداری مین اپنا حال نہ بدلے گو کسی بلند مرتبہ پر خود پہونچ جائے اور اگرچاہ وحشمت کے زیادہ ہونے سے دوستون
پر برتری کرے گا تو یاجی پن ہو کسی شاعر نے کہا ہو ۔ طالع کی یاوری سے جو خوش وقت ہون کریم + کرتے ہین مفلسی کے جلیسون کو اپنے
یاد + اور کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا لوگون مین سے کسی سے صحبت مت اختیار کرنا مگر جس مین یہ صفات ہون کہ جب تجھ کو
اس کی طرف حاجت ہو تو وہ تجھ سے قریب ہو اور اگر تو اسکی پروا نہ رکھتا ہو تو تجھ سے طمع نہ کرے اور اگر اس کا مرتبہ بڑھ جاوے تو تجھ پر
برتری نہ کرے ۔ اور کسی حکیم کا قول ہو کہ جب تمھارا کوئی دوست کہین کا حاکم ہو جاوے اور اپنی حکومت مین تمھارے ساتھ پہلے کی نسبت
آدھی ہی دوستی رکھے تو بہت ہو اور ربیع نقل کرتے ہین کہ حضرت امام شافعی رہ نے بغداد مین کسی شخص سے دوستی کی تھی چند روز کے
بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہو گیا اور اس کا حال سابق کی طرح پر نہ رہا تو امام شافعی رح نے اسکے پاس یہ مضمون اشعار مین لکھکر بھیجا قطعہ
جا تری الفت کو دے دی ہیر سے دل نے ایک طلاق + ہی ہمیشہ کو وہ بائن نہین اب تک ہوئی + باز آ اپنی خصلت سے تو ہی یہ ایک ہی
اور آئندہ کو الفت آپ کی در پر رہی + ورنہ مانو کر دون اُس کو جفت اُس جیسی بلا + دو طلاقون سے پڑے الفت پہ پھر آفت نئی + اور
اگر ہم تین قطعی دے دین تو یہ جان لو + کچھ نہ کام آوے گی تم کو سلطنت سیبین کی + اور یاد رکھو کہ جو امر حق متعلق بدین ہو اسکے خلاف پر دوست
کی موافقت کرنی داخل وفا نہین بلکہ مقتضائے وفا یہ ہو کہ ایسی صورت مین اُس کی مرضی کے خلاف کرے چنانچہ امام شافعی رض نے محمد بن
عبد الحکم سے دوستی کی تھی اور اُنکو اپنا مقرب بنایا تھا اور توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مصر مین میرے ٹھہرنے کا باعث بجز اُس
شخص کے اور کوئی نہین ایک بار وہ بیمار پڑے اور امام شافعی رض اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے تو اُنھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا
قطعہ دوست بیمار ہوا مین جو عیادت کو گیا + اُسکی بیماری کے ڈر سے مجھے آزار ہوا + پھر جو وہ آیا عیادت کو مرے بالین پر + اُس کا
دیدار مجھے ہو گیا معجون شفا + اور لوگون کو اُن کے صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام صاحب بعد اپنی وفات کے حلقہ کا امر
اُنکے سپرد کرینگے مگر جب امام صاحب کو مرض موت ہوا تو لوگون نے پوچھا کہ آپ کے بعد ہم کس کے پاس بیٹھین گے محمد بن عبد الحکم آپ کے
سرھانے موجود تھے اُنکو یہ توقع ہوئی کہ مجھکو اشارہ فرمائین گے لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابو یعقوب بویطی کے سوا اور
کون بیٹھیگا ۔ اس مین کیا تردد ہو اس بات سے محمد بن عبد الحکم کچھ کبیدہ خاطر ہوے اور امام صاحب کے شاگرد سب بویطی کی طرف
مائل ہو گئے پس باوجودیکہ محمد بن عبد الحکم نے تمام مذہب امام صاحب کا اُن سے یاد کیا تھا مگر چونکہ بویطی محمد بن عبد الحکم سے افضل
اور قریب بزہد تھے اس لیے امام صاحب نے مسلمانون کی خیر خواہی خدا تعالیٰ کے واسطے کی اور مداہنت کو بالائے طاق رکھا
اور دوست کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح نہ دی جب آپ کا انتقال ہو گیا تو محمد بن عبد الحکم نے آپ کا مذہب ترک
کرکے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا اور امام مالک کی کتابین پڑھین اور اس مذہب مین بڑے رتبہ کا شخص ہوا اور
بویطی نے زہد اور گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ سب کے ساتھ حلقہ مین بیٹھے اور عبادت مین مشغول ہوے اور کتاب اُم تصنیف
کی جو اب ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب و معروف ہو واقع مین بنائی ہوئی بویطی کی ہو مگر اُنھون نے اُس مین اپنا نام نہین
لکھا بعد کو ربیع نے اُس مین کچھ زیادہ کیا اور تصرف کرکے مشہور کیا ۔ غرضکہ کمال محبت کی وفا کا ایک یہ ہو کہ خیر خواہی خدا واسطے

کی ہو احنف فرماتے ہین کہ محبت ایک جوہر ہی کہ اگر اسکی حفاظت نہ کرو تو آفت مین جا ڈالے تو اُس کی حفاظت کے لیے
غصہ کو اتنا پیو کہ اگر کوئی دوست تم پر ستم کرے تو اُس کے سامنے خود عذر کرو اور رضا اسدرجہ کی اختیار کرو کہ اپنے نفس مین فضیلت جانو
نہ دوست کی طرف سے تقصیر۔ اور صدق اور اخلاص اور وفا کے کامل کی علامت ایک یہ ہی کہ اسکی جدائی اور فراق نہایت شاق گذرے
اور مضطر کر دے جیسا کسی نے کہا ہی۔ ۵ جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو۔ یہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہو۔ ابن عیینہ کے سامنے جب اس
مضمون کا شعر پڑھا گیا تو انھون نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ تیس برس سے اُن سے جدا ہو گیا ہون اور میرے خیال مین کبھی نہین
آتا کہ انکی حسرت میرے دل سے جاتی رہی ہو۔ اور ایک وفا کی بات یہ ہی کہ دوست کے حق مین لوگونکی شکایت نہ سنے خصوص ایسے لوگون
سے کہ پہلے تو ظاہر کرین کہ ہم فلان شخص کے دوست ہین اور پھر اُسکی طرف سے ایسی باتین کہین جس سے دلونمین کینہ پیدا ہو اور یہ بڑی باریک
تدبیر آپس مین پھوٹ ڈالنے کی ہی کہ اول اظہار دوستی کا کرین تاکہ سامع کے گمان مین متہم نہ ٹھہرین اور آخر کو یہ گل کھلا دین اور جو شخص
دوستی مین اس امر سے احتراز نہین کرتا اور دوست کے حق مین چغلی سنتا ہی تو اُس کی دوستی ہمیشہ نہین رہتی کسی شخص نے ایک حکیم
سے کہا کہ مین آپ سے دوستی کیا چاہتا ہون اُسنے جواب دیا کہ تین باتین منظور کرو تو مین دوستی کرونگا اول تو یہ کہ میری شکایت نہ سننا
دوسرے یہ کہ میرے کہنے کے مخالف مت کرنا تیسرے یہ کہ ناز و نخرے سے مجھے پامال مت کرنا۔ اور ایک وفا کی بات یہ ہی کہ دوست کے
دشمن سے دوستی نہ کرے امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا دوست تمھارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونون تمھاری عداوت مین
شریک ہو گئے **آٹھوان حق** اخوت کا یہ ہی کہ دوست کو تکلیف نہ دے اور اُس سے تکلف نہ کرے یعنی اُسپر اپنا کوئی بوجھ نہ ڈالے
اور ایسی فرمائش نہ کرے جس سے اُسکو مشقت ہو تو اُس کے جاہ و مال سے مدد کی درخواست نہ کرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع
اور خبرگیری کیا کرو اور ہمارے حقوق ادا کرو بلکہ اُسکی دوستی سے سوائے خدا کے لئے لئے اور کوئی مقصود نہ رکھے اور یہی سمجھے
کہ اُسکی دعا سے برکت ہو گی اور ملاقات سے جی خوش ہو گا اور دین پر مدد ملے گی اور اُسکا کوئی کام اگر ہم کر دینگے اور بوجھ ہلکا کر دینگے
تو اللہ تعالے کی نزدیکی حاصل ہو گی۔ بعض اکابر کا قول ہی کہ جو کوئی دوستون سے ایسی چیز کی خواہش کرے جس کی
خواہش وہ اُس سے نہ کرین تب تو اُنپر ظلم کرتا ہی اور جو شخص ویسی ہی چیز کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہین تو اُن پر مشقت ڈالتا
ہی اور جو کوئی کچھ درخواست اُن سے نہین کرتا تو وہ اُن سے سلوک کرتا ہی۔ اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستون مین
اپنی قدر سے زیادہ رکھے تو خود بھی گنہگار ہو گا اور وہ بھی گنہگار ہونگے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی اُنمین رہے گا تو خود مشقت
اُٹھائے گا اور اُنکو مشقت مین ڈالے گا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہو کر اُنمین رہیگا تو اپنے آپ اور وہ سب آرام سے رہین گے
اور زیادہ تر ہلکا پھلکا رہنے کی صورت یہ ہی کہ تکلف کو تہ کر رکھے حتی کہ جس بات مین اپنے نفس سے نہ شرمائے اُسمین دوست سے
بھی حیا نہ کرے اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ فی اللہ دو محبت کرنے والے اگر ایک دوسرے سے وحشت یا حیا کرتے ہین تو دونون مین
سے کسی مین روگ ضرور ہوتا ہی۔ اور حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ دوستون مین سے بدتر وہ ہی جو تیرے لیے تکلف کرے اور
اُسکی مدارات تجکو کرنی پڑے اور نہ بن سکے تو عذر کرنے کی ضرورت ہو اور فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی مین پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی

سلسلۂ دنیا اسی فرمائش
اُسکا اصل یہی ہی کہ دوسرا
ڈالے بلکہ جن فکرون
وفرزولیات مین پڑا ہو
اُس سے دوست کا دل
خوش کرے اور شفا
دے اور اُسکی صورت یہ

ہو ایک دوسرے کے پاس جاتا ہو اور وہ اُسکے لیے تکلف کرتا ہو اور یہی تکلف باعث ترک ملاقات ہو جاتا ہو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایمان دار اہل ایمان کا بھائی ہو کہ نہ اُس کو لوٹتا ہو اور نہ اُس سے تکلف کرتا ہو۔ اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے چار طبقون کے ساتھ میں رہا ہون ہر طبقہ میں تیس شخصون سے صحبت رہی یعنی حارث محاسبی اور اُنکا گروہ اور حسن مسوحی اور اُن کی جماعت اور سری سقطی اور اُنکا طبقہ اور ابن کریبی اور اُنکے ہمراہی ان لوگون میں سے جن دو شخصون نے باہم محبت کی اور ایک نے دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا تو اُس کی وجہ یہی ہوئی ہو کہ دونون میں سے کسی میں کچھ علت تھی۔ اور کسی شخص سے سوال ہوا کہ صحبت کس سے کی جائے جواب دیا کہ جو شخص تم میں سے تکلف کا بار دور کرے اور بیچ کی مشقت باہم ساقط کرے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سب میں بھاری میرے دوستون میں سے مجھپر وہ ہو جو میرے لیے تکلف کرتا ہو اور میں اُس سے ڈرتا ہون اور سب سے ہلکا مجھپر وہ ہو جسکے ساتھ میں ایسی طرح رہتا ہون جیسا تنہا رہتا ہون اور کسی صوفی کا قول ہو کہ لوگون میں سے ایسے ہی کے ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اُسکی نظرون میں زیادہ نہو اور اگر گناہ کرو تو اُسکے نزدیک تم نہ ہو وہ دونون حال میں اُسکے نزدیک یکسان رہو یعنی نیکی کرو تو اپنے لیے اور گناہ کرو تو اپنے لیے۔ اور یہ اس لیے کہا کہ اس سے تکلف اور حیا سے نجات ہو جاتی ہو ورنہ جب آدمی کو یہ معلوم ہو جاتا ہو کہ فلان بات کرنے سے دوسرون کی نظرون میں اُتر جاؤنگا تو طبیعت میں حیا اور رکاوٹ ہو جاتا ہو۔ اور بعضون نے فرمایا ہو کہ دنیا دارون کے ساتھ ادب سے رہنا چاہیے اور آخرت والون کے ساتھ علم سے اور عارفون کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔ اور کسی اور شخص نے کہا ہو کہ صحبت ایسے ہی کی اختیار کرو کہ اگر گناہ تم کرو تو وہ تمھاری طرف سے توبہ کرے اور اُس کے ساتھ بُرائی کرو تو اُلٹا عذر تم سے کرے اور تمھاری مشقت کو خود اُٹھالے اور اپنی مشقت تم پر نہ ڈالے۔ اس قول کے کہنے والے نے دوستی کی راہ لوگون پر تنگ کر دی واقع میں یون نہین ہو بلکہ یون چاہیے کہ ہر دیندار عاقل سے دوستی کرے اور خود نیت کرے کہ ان شرطون کو اُس کے ساتھ ادا کرے اور اُسکو تکلیف ان شرائط کی نہ دے تاکہ بہت سے دوست ہو جائین کیونکہ اس صورت میں محبت فی اللہ ہوگی اور اگر دوسرے سے توقع اُن امور کی کریگا تو محبت صرف اپنے نفس کے فائدون کے لیے ہوگی اور یہین جہت حضرت جنید رحمہ سے کسی نے کہا کہ اس زمانہ میں دوست کمیاب ہین فی اللہ دوست کہان ہو آپ نے اُس سے اعراض کیا اُسنے تین بار یہی کہا جب بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ تم کو مشقت سے بچائے اور تمھاری تکلیف اپنے سر دھرے تب تو البتہ کم ہو اور اگر ایسا دوست فی اللہ چاہتے ہو کہ تم اسکی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہین جس سے چاہو صحبت کرلو وہ شخص خاموش ہو رہا اب جاننا چاہیے کہ آدمی تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہو کہ جسکی صحبت سے تمکو فائدہ ہو دوسرا وہ کہ اسکو تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اُس سے تم کو کچھ ضرر نہو لیکن اُس سے تم کو کچھ نفع بھی نہین تیسرا وہ کہ اُسکو تم فائدہ بھی نہ پہونچا سکو اور اُسکی جانب سے تمکو ضرر بھی ہو تو ایسا آدمی احمق بدخلق ہو اسکی صحبت سے تو احتراز چاہیے اور دوسری قسم کے آدمی سے اجتناب مت کرو کیونکہ دنیا میں اگر اس سے کوئی نفع نہین تو آخرت میں تو فائدہ ہوگا کہ اُسکی سفارش اور دعا اور اُسکی خدمت کرنیکا ثواب تمکو ملیگا اور تیسری قسم کا شخص ہر حال قابل صحبت ہو اور اللہ تعالی

[illegible] کہنا چاہیے تھا [illegible] کردو دوسری قسم کا علم بیان [illegible] ۱۲

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا کہنا مانے تو تیرے بہت سے دوست ہو جاویں یعنی اگر اُن کی غمخواری کرے اور اُن کی ایذا کو
برداشت کرو اور اُن پر حسد نہ کرو تو یار بن جاوینگے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ مین نے لوگون سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی
مجھ مین اور اُن مین جھگڑا نہ ہوا اس لیے کہ مین اُن کے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بار نہ ڈالا اور جس کی یہ عادت ہو گی اُس کے
بہت دوست ہو جاوینگے۔ اور ترک تکلیف کی ایک بات یہ ہے کہ نفل عبادتون مین دوست کا مزاحم اور معترض نہو کچھ صوفی اس شرط
پر ایک دوسرے کی اخوت کرتے تھے کہ چار باتون مین یکسان رہنا اول یہ کہ ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا یہ نکہے کہ افطار
کر دوم یہ کہ اگر ہمیشہ افطار کرے تو یہ نہ کہے کہ روزہ رکھ سوم یہ کہ ساری رات سوئے تو یہ نہ کہے کہ اُٹھ چہارم یہ کہ تمام شب جاگے تو سونے
کو نہ کہے اور یہ چارون حالتین برابر ہین کسی مین اخوت کی کمی بیشی نہو اسلیے کہ اگر اِنمین تفاوت ہوتا ہے تو طبیعت ریا اور دکھاوے کی طرف جنبش
بالضرور کرتی ہے۔ اور کہتے ہین کہ جس کی کلفت گئی اُسکی الفت دائمی ہوئی اور جسکا کھٹکا کم ہوا اُس کی دوستی ہمیشہ رہی۔ اور کسی صحابی[۱]
کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تکلف کرنے والون پر لعنت فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انا و الاتقیاء من امتی برآء من
التکلف۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس شخص نے اپنے دوست کے گھر چار باتین کین اُسکا اُنس اُس سے کامل ہو گیا اول اُس کے
یہان کھانا کھائے دوم بیت الخلا مین جائے سوم نماز پڑھے چہارم سو رہے ان باتون کا ذکر کسی بزرگ کے سامنے ہوا اُنھون نے
فرمایا کہ پانچوین بات رہ گئی وہ یہ ہے کہ اگر اپنی بی بی کے ساتھ اُس کے گھر جائے تو اُسکی کوٹھری مین اُس سے ہمبستر ہو اس لیے کہ گھر
انھین پانچ باتون کے لیے بنایا کرتے ہین ورنہ عابدون کی عبادت کے لیے تو مسجدون مین زیادہ آرام ہوتا ہے جب یہ
باتین دوست کے گھر مین ہوئین تو اب اخوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب
دیتے ہین اور کہتے ہین مرحبا اور اہلا اور سہلا تو اس مین انھین امور کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ اول لفظ کے معنی ہین کہ تمھارے
لیے ہمارے دل اور مکان مین جگہ وسعت سے ہے اور دوسری لفظ کے معنی ہین کہ یہ گھر تمھارا ہے یہان تمھارا دل لگیگا کسی طرح ہم سے
تم کو وحشت نہ ہوگی اور تیسری لفظ سے یہ مراد ہے کہ ان سب باتون مین تم پر آسانی ہے جو تم چاہوگے ہم پر گران نہ گذرے گا۔ اور آسانی
اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے دوستون سے کم سمجھے اور اُن پر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان
رہے تو جب اُن کو اپنے آپ سے بہتر جانے گا تو واقع مین سب سے اچھا آپ ہو گا۔ ابو معاویہ اسود نے فرمایا کہ میرے یار سب
مجھ سے بہتر ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے ہے فرمایا کہ ہر ایک مجھ کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے اور جو شخص مجکو اپنے اوپر فضیلت دے
وہ مجھ سے اچھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور جو شخص کہ تیرے لیے وہ بات تجویز
نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے اُسکی صحبت مین کچھ خیر نہین۔ اور نظر مساوات سے دوست کو دیکھنا اولیٰ درجہ ہے اور کامل درجہ اسی مین ہے
کہ دوست کو افضل جانے اور یہی وجہ حضرت سفیان رحمہ نے فرمایا کہ جب کوئی تجکو کہے کہ اے بدترین خلق اور تو غصہ ہووے تو اس
صورت مین تو بدترین خلق ہے یعنی اپنے بدتر ہونیکا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل مین ہونا چاہیے اور باب کبر و عجب جلد سوم مین اُسکی وجہ مذکور
ہو گی اور کسی شخص نے اپنے انکسار اور دوستون کو افضل جاننے کے باب مین یہ قطعہ کہا ہے قطعہ

[۱] اسکو ابن عدی نے اور طبرانی نے اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے... [margin note, partly illegible]

[margin notes:] بیحقی میں اور بیری الامت سے پرہیزگار تکلف سے بری ہین۔ دارقطنی در افراد در روایت زبیر بن عوام با لفاظ دیگر بسند ضعیف ۱۲

طرح اس حدیث کا نصف اول دیلمی فردوس مین گذرا اور نصف اخیر ابن عدی نے بروایت انس بن مالک ضعیف سند سے نقل کیا ہے ۱۲ [partly illegible]

ایسے شخصون سے کرو ہم تواضع اختیار اور جو سب دوستون سے آپکو سمجھے پڑا	جو تمھین احمق نہ جانین بلکہ سمجھین ہو لئیق ایک ساعت کیلیے بھی تم ہنو اُسکے رفیق

اور دوسرے نے اسی باب مین یہ قطعہ کہا ہے **قطعہ**

معرفت یارون کے ہمکو یارکچھ ایسے ملے اور کچھ یارون کو ہمنے راہ مین دیکھا فقط	جنکے باعث سے ملے اُنسے بھی کامل ہوگئے لیک یاران حقیقی سے بھی وہ بڑھکر ہوگئے

اور جب اپنے آپ کو بہتر سمجھے گا تو اپنے دوست کو حقیر جانے گا۔ حالانکہ حقارت عام مسلمانون کی بھی بڑی ہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بحسب المرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم۔ اور ایک وجہ انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہے کہ اپنے سب مقاصد مین دوستون سے مشورہ کیا کرے اور اُنکی صلاح مانا کرے اللہ تعالے فرماتا ہے وشاورہم فی الامر اور اپنا راز اُنسے کوئی نہ چھپانا چاہیے مولانا یعقوب کرخی کہتے ہین کہ اسود بن سالم میرے چچا حضرت معروف کرخی کے دوست تھے ایکبار اُنسے آکر یہ کہا کہ بشر بن حارث آپ سے عقد محبت چاہتے ہین اور آپ سے بالمشافہہ کہتے ہوے شرماتے ہین اسلیے مجکو بھیجا ہے کہ آپ سے اُنکی التجا ہے کہ آپ عقد محبت اُنسے کرلین اس طرح کہ آپ جانین یا وہ اور محبت اس طرح کی ہو جسکو وہ باعث ثواب جانین اور قابل اعتبار مانین اور آمین وہ چند شرطین کرتے ہین ایک یہ کہ معاملہ محبت مشہور نہو دوسرے یہ کہ اُنکے اور آپکے درمیان رسم زیارت اور طریق ملاقات جاری نہو کہ اُنکو بہت ملاقات اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت معروف رہ نے ارشاد فرمایا کہ برادر میرا تو یہ حال ہے کہ جب کسی سے محبت کرتا ہون تو رات دن اُسکی جدائی نہین چاہتا ہون اور ہر وقت اُسکی زیارت کیا کرتا ہون اور ہر حال مین اُسکو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہون پھر آپنے اخوت کی فضیلت مین بہت سی حدیثین بیان فرمائین اور اثنا تقریر مین فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی کے ساتھ اخوت کی تو اُنکو علم مین شریک کیا اور قربانی کے اونٹ اُن کو بانٹ دیے اور جو لڑکی کہ سب مین افضل و محبوب تر تھی وہ اُن کو بیاہ دی اور اسکی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر رہ کی درخواست تم لیکر آئے ہو اس لیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے اور اُنکے درمیان عقد اخوت فی اللہ اس شرط پر کیا کہ اگر اُن کو ملنا ناپسند ہو تو وہ میرے ملنے کو نہ آوین مگر جب میرا دل چاہیگا مین اُنکے دیکھنے کو جاؤنگا اور مین اُنکو کہے دیتا ہون کہ جن جگھو نہین ہم دونون مجتمع ہون اُن مین مجھ سے ملاکرین اور یہ اجازت دیتا ہون کہ کوئی بھید اپنا مجھ سے نہ چھپاوین اور اپنے سب حالات پر مجھکو واقف کرین پھر ابن سالم نے یہ سب تقریر بشر رہ سے جاکر کہی وہ خوش ہوے اور اُن کے ارشادات کو منظور کرلیا۔ غرضکہ حقوق صحبت یہی تھے جو ہم نے مجملًا اور مفصلًا دونون طور سے بیان کردیے اور یہ پورے اُسی وقت ہوتے ہین کہ اسی طرح ادا ہون کہ دوستون کا فائدہ ہو اور تمھارا نقصان اور اسی طرح ہنون کہ تمھارا فائدہ ہو اور اُنکا نقصان۔ اور ایک بات اور کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو اُنکے خادم کا قائم مقام سمجھکر اپنے تمام اعضا کو

[illegible] کرنے آئین بھائی اور علی رضی اللہ عنہ فرمایا ۔ نقل کیا ہے کہ آنحضرت ۔ بروایت ابن عباس ۔ اور حاکم نے انس کو ۔ الا آنکہ نقل کیا ہے ۔ انت اخی فی الدنیا و ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ۔ ترمذی نے بروایت ۔ کیا ہے اوقات کو اور ۔ حفظ النفس مین نقل ۔ بروایت علی رضی ۔ ۱۴ مسلم ترمذی نے ۔ سخاوت سے کام مین ۔ ۱۳ قرآن شریف ۔ ۱۲ مسلم بروایت ابی ہریرہ ۔ سلمان کو چھوڑ جانے ۔ کافی ہے کہ اپنے بھائی ۔ آدمی کو اتنی برائی

انکے حقوق مین مقید رکھو مثلاً آنکھ سے انکو بنظر مودت دیکھو کہ وہ بھی یہ امر پہچان جائین اور انکی خوبیون کی طرف دیکھو اور عیبون سے اندھے
بنجاؤ اور جب وہ تمھاری طرف متوجہ ہوکر گفتگو کرین تو اپنی آنکھ دوسری طرف نہ پھیر لو مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور
تھا کہ جو لوگ آپکے پاس بیٹھتے ہر ایک کو اپنے چہرہ مبارک سے حصہ عطا فرماتے یعنی ہر ایک کی طرف کو توجہ کرتے اور جو کوئی آپ سے
سنتا وہ یہی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ آپکا کرم مجھی پر ہے یہانتک کہ آپکی نشست اور سننا اور بیان فرمانا اور لطیف طور پر سوال فرمانا
اور توجہ سے کرنا سب حاضرین جلسہ کیطرف ہوتا تھا اور آپکی مجلس شرم اور حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپکا دستور تھا
کہ اپنے یارون کے سامنے سب لوگون سے زیادہ تبسم اور ضحک فرماتے اور جس چیز سے اصحاب تعجب کرتے اس سے آپ زیادہ تعجب
کرتے اور اصحاب کی ہنسی بھی آپکی خدمت مین مسکرانا تھا ایک تو آپ کے فعل کی اقتدا کے باعث اور دوسرے آپکی توقیر کی
جہت سے اور زبان کے حقوق اخوت کو ہم لکھ ہی چکے ہین اب مکرر طول دینا ضرور نہین اور منجملہ حقوق زبانی یہ ہے کہ دوستون کو پیٹھ پیچھے اور
اُن سے گفتگو ایسی ہی طرح کرے کہ وہ پسند کرین اور کان پر یہ حق ہے کہ جب دوست کچھ کہین انکی گفتگو لذت سے سنے اور اسکو سچ جانے اور
اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور بغیر اعتراض اور جھگڑا نکال کر بات کا رشتہ نہ کاٹ دے اور اگر کسی وجہ سے انکی گفتگو نہ سن سکے تو اُن سے عذر
کرے اور کان کو ایسی باتون کے سننے سے بچائے جو دوستون کو برا معلوم ہوں۔ اور ہاتھوں پر یہ حق ہے کہ جن امور مین کہ ہاتھ سے
کیے جاتے ہین دوستون کی اعانت سے انکو نہ کھینچے۔ اور پاؤن پر یہ حق ہے کہ اُن سے دوستون کے پیچھے خادمون کی طرح چلے نہ
مخدومون کی طرح اور ان سے اسی قدر آگے بڑھے جتنا وہ بڑھاوین اور انکے پاس اتنا ہی ہو جتنا وہ نزدیک کرین اور جب وہ اُسکے
پاس آوین تو انکے لیے کھڑا ہو جاوے اور جب تک وہ نہ بیٹھ لین آپ نہ بیٹھے اور جہان جگہ ملے وہان بیٹھ جائے اور جب اتحاد کامل ہو جاتا
ہے تو ان حقوق مین سے بعض سہل بھی ہو جاتے ہین جیسے کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنی کہ ہر چند حقوق صحبت ہین مگر ان مین ایک
قسم کی اجنبیت اور تکلف ہے اسلیے کہ جب بساط تکلف تہ ہو جاتا ہے تو پھر دوستون کے ساتھ وہی معاملے برتے جاتے ہین جو اپنے نفس
سے کیے جائین اس لیے کہ یہ ظاہری آداب باطن کے آداب اور صفائے قلب کے عنوان ہین اور جب دل صاف ہو جاتے ہین تو ان
ظاہری تکلفون کی ضرورت نہین رہتی۔ اور جس شخص کی نظر خلق کی صحبت کی طرف ہوتی ہے وہ کبھی تو کج ہوتا ہے اور کبھی راست اور
جسکی نظر خالق کی طرف ہوتی ہے وہ ظاہر مین راستی کا ساتھی ہوتا ہے اور اپنے باطن کو حب اللہ اور محبت خلق سے زینت دیتا ہے اور
ظاہر کو خدا تعالے کی عبادت اور اُسکے بندون کی خدمت سے زیب دیتا ہے اس لیے کہ بندون کی خدمت اللہ واسطے کی
خدمتون مین سے اعلی قسم ہے کہ اُسکو بدون حسن خلق کے آدمی حاصل نہین کرسکتا ہے اور اپنے حسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل
کا بلکہ زیادہ پاتا ہے۔ **خاتمہ فصل** اس مین ہم چند آداب اصناف خلق کے ساتھ ہم نشینی اور زیست بسر کرنے کے بعض حکما کے
کلام سے منتخب کرکے لکھتے ہین۔ اگر تمکو اچھی طرح میل جول منظور ہے تو ان امور مفصلہ ذیل پر عمل کرو۔ دوست اور دشمن سے کشادہ
پیشانی رہو نہ انکو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت مین پڑو۔ وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ متکبر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو۔
اپنے سب کامون مین اوسط درجہ پر رہو کہ افراط اور تفریط سب باتون مین مذموم ہے۔ اپنے دونون جانب کو مت دیکھو کثرت سے

ح ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضی در ضمن حدیث طویل ۱۲

ح ترمذی در شمائل بروایت عبد اللہ ابن حارث

مڑکر نگاہ مت کرو۔ جماعتون کے پاس کھڑے مت رہو۔ اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم نہو کہ اُٹھا چاہتے ہین انگلیان مت چٹکاؤ۔ ڈاڑھی اور انگوٹھے وغیرہ سے مت کھیلو۔ دانتون مین خلال مت کرو۔ ناک مین انگلی مت دو۔ کثرت سے نہ تھوکو بہت مرتبہ ناک صاف مت کرو۔ منھ پر سے مکھیان بہت مت اُڑاؤ۔ انگڑائی اور جمھائی لوگون کے سامنے بہت مت لو۔ اسیطرح نماز اور تنہائی مین بھی۔ مجلس مین غل اور شور مت کرو۔ بات مسلسل اور ترتیب وار کہو۔ جو کوئی اچھی بات کہے اُسپر کان لگاؤ بدون اسکے کہ اسکا تعجب مبالغہ کے ساتھ کرو اور دوبارہ کہنے کے لیے درخواست نہ کرو مضحکات اور کہانیون کے لیے خاموش رہو۔ اور اُسکا ذکر مت کرو کہ مجکو اپنا لڑکا یا شعر یا تصنیف یا فلان چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ عورتون کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ غلامون کی طرح میلے کچیلے رہو۔ سرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ۔ حاجتون مین اصرار مت کرو۔ ظلم پر کسی کو تشجیع مت کرو۔ اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو غیرون کا تو کیا ذکر ہے اس لیے کہ اگر اُنکے عندیہ مین تھوڑا ہوگا تو تم اُن کی نظرون مین خوار ہوگے۔ اور اگر بہت ہوگا تو کبھی تم سے خوش نہ رہین گے۔ اُنکو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمھارے پاس نہ بیٹھین اور نہ اتنا بڑھاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھین۔ اپنی لونڈی غلامون سے ہنسی مت کرو ورنہ تمھارا وقار جاتا رہیگا۔ اور جب کسی مقدمہ کی جوابدہی کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کرلو اور ہاتھون سے بہت اشارہ مت کرو۔ اور جو لوگ پیچھے ہون اُنکو گردن موڑ کر بہت مت دیکھو اور پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو۔ اور اگر بادشاہ تم کو اپنا مقرب کرے تو اُس سے ایسی طرح رہو کہ گویا بال کی نوک پر ہو اور اگر تم سے ہنسی خوشی رہے تو یہ مت سمجھو کہ اب نہین بگڑیگا بلکہ اُسکے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر مین بگڑ جاتا ہے اور اُسکے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی بچون سے کرتے ہین تو اُس سے وہ گفتگو کرو جسکی اُسکو تمنا ہو اور وہ اگر تمھارے ساتھ ملاطفت پیش آوے تو اس وجہ سے اُسکے زن و فرزند اور نوکرون کے معاملہ مین دخل نہ دو گو اُس کے نزدیک تم دخل دینے کے مستحق ہو اسلیے کہ بادشاہ اور اُسکے گھر والون کے معاملہ مین دخل دینے والا ایسا گرتا ہے کہ پھر کبھی نہین اُٹھتا۔ اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اُس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنون سے زیادہ ہے۔ اپنے مال کو آبرو کی نسبت کمتر سمجھو۔ اور اگر کسی مجلس مین جاؤ تو اُسکا طریق یہ ہے کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آچکے ہون اُنکے اوپر مت جاؤ اور جہان جگہ دیکھو وہان بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے مین جو شخص پاس ہو اُسکو سلام کرو۔ اور راستہ مین اول تو بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر بیٹھو تو اُسکے آداب یہ ہین کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کو سہارا دو اور بھولے ہوے کو راہ بتا دو اور سلام کا جواب دو۔ سائل کو کچھ عطا کرو۔ اچھی بات کا امر کرو بری بات سے روکو۔ تھوکنے کا موقع تلاش کرو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ داہنی جانب بلکہ بائین طرف یا بائین پاؤن کے نیچے تھوکو۔ اور بادشاہون سے ہمنشین مت ہو اور اگر ہو تو اُسکا ادب یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو۔ اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتین کم بیان کرو اور گفتگو مین الفاظ شستہ اور شائستہ بیان کرو اور بادشاہون کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور اُنسے بہت خوف کرو اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کرین اور اُنکے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد اُنکے پاس خلال کرو۔ اور بادشاہ کو چاہیے کہ ہمنشینون کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاے راز اور ملک مین خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونے کو تحمل نہ کرے۔ اور عوام کے پاس

بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اُس کا طریق یہ ہو کہ اُنکی بات مین دخل نہ دے اور اُن کی بیہودہ باتین کم سنے اور جو الفاظ اُن سے بُرے سرزد ہون اُن سے تغافل کرے اور باوجودیکہ اُن سے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اُن سے ملاقات کم کرے ہنسی ٹھٹھا نہ عاقل سے کرو نہ غیر عاقل سے اس لیے کہ عاقل تم سے کینہ کرے گا اور بیوقوف کو تم پر جرأت ہوگی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دور کرتا ہو اور آبرو کھوتا ہو اور آخر کو کینہ لاتا ہو اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہو اور عالم کی سمجھ مین عیب لگاتا ہو اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہو اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہو اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو بُرا سمجھتے ہین اور ٹھٹھا دلکو بجھاتا ہو اور خداے تعالیٰ سے دور کرتا ہو اور غفلت پیدا کرتا ہو اور ذلت کا موجب ہو اس سے باطن اندھے ہوتے ہین اور دل مرتے ہین اسی سے عیبون کی کثرت ہوتی ہے اور گناہ کھل جاتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہین ہوتا اور اگر کوئی شخص کسی مجلس مین مبتلا مزاح یا شور وغوغا کا ہو تو چاہیے کہ اُٹھنے کے وقت خداے تعالیٰ کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح من جلس فی مجلس فکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذلک سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک الا غفر لہ ما کان فی مجلسہ ذلک

تیسری فصل مسلمانون اور یگانون اور ہمسایون اور لونڈی غلامون کے حقوق اور انسے پیش آنے کی کیفیت کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا رہتا ہو یا غیر کے ساتھ اور چونکہ انسان کا تنہا رہنا بدون اختلاط اپنے ہمجنس کے دشوار ہو اسلیے اسکو اختلاط کا طریق سیکھنا بھی ضرور ہو اور ملنے والے کے ساتھ ادب اُسی قدر ہوتا ہو جتنا اُسکا حق ہو اور حق اسقدر ہوتا ہو جتنا اسکا علاقہ ہو جس سے کہ اختلاط ہوا ہو اور علاقہ یا تو قرابت کا ہوگا جو سب سے خاص ہو یا اسلام کی اخوت کا جو سب سے عام ہو یا ہمسائگی یا سفر خواہ مدرسہ کی صحبت یا دوستی کا اور ان علاقون مین سے ہر ایک کے بہت سے درجے ہین مثلاً قرابت کا کوئی حق ہو مگر قریب اگر محرم ہوگا تو اسکا حق زیادہ ہو اور جسقدر محرم کا حق ہو اُس سے زیادہ والدین کا حق ہو اسی طرح ہمسایہ کا حق مکان کے نزدیک اور دور ہونے کے موافق مختلف ہوتا ہو اور فرق اُس صورت مین معلوم ہوتا ہو کہ کسی نسبت کر اسکو لحاظ کرین مثلاً بیگانہ شہرون مین ہمسایہ وطن کے رشتہ دار کا قائم مقام ہوتا ہو کہ شہر مین ہمسائگی کا حق اسی کو حاصل ہو یہی حال مسلمان کے حق کا ہو کہ جتنی معرفت اور شناسائی زیادہ ہوگی اُسی قدر حق زیادہ ہوگا مثلاً جس سے سنکر جان پہچان ہو اُسکے حق کی نسبت کر اسکا زیادہ حق ہو جس سے صورت شناسائی ہو اور شناسائی ہونے کے بعد اختلاط سے اسکا استحکام ہو جاتا ہو اسی طرح صحبت کے درجات بھی مختلف ہین مثلاً صحبت درس اور مکتب کا حق بہ نسبت صحبت سفر کے مؤکد تر ہو اور یہی حال دوستی کا ہو کہ متفاوت ہوا کرتی ہو یعنی جب قوی ہو جاتی ہو تو اخوت ہو جاتی ہو اور اُس سے بڑھتی ہو تو محبت ہوتی ہو اور اُس سے تجاوز کرتی ہو تو خلت ہو جاتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ خلیل بہ نسبت حبیب کے زیادہ قریب ہوتا ہو اسلیے کہ محبت اُسکو کہتے ہین جو دل مین جگہ کرے اور خلت وہ ہو جو دل کی رگ رگ مین پیوستہ ہو جائے تو جو خلیل ہوگا وہ حبیب بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو حبیب ہو وہ خلیل بھی ہو اور تجربہ اور مشاہدہ سے دوستی کے درجات کا متفاوت ہونا ظاہر ہو اور خلت کو جو ہمنے اخوت سے زیادہ کہا اُسکے معنی یہ ہین کہ خلت ایسی حالت کا نام ہو جو اخوت کی نسبت کر کامل تر ہو اور اسکو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے پہچانتے ہین

ح۱ جو شخص کسی مجلس مین بیٹھا اور اس مین بہت سی بکواس کی اور کھڑے ہونے سے پہلے ...

و لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا و لکن صاحبکم خلیل اللہ اس لیے کہ خلیل اُس کو کہتے ہیں کہ محبت محبوب کی اُسکے دل کے تمام اجزا ظاہری اور باطنی میں گھس جائے اور تمام دل کو گھیر لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو بالکلیہ بجز محبت الٰہی کے اور کسی چیز نے نہیں گھیرا تھا اس لیے خلت میں شرکت نہ ہو سکی باوجودیکہ آپ نے حضرت علی رضہ کو بھائی بنایا اور ارشاد فرمایا علی منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا النبوۃ تو حضرت علی مرتضیٰ رضہ کے لیے نبوت سے عدول فرمایا جیسے حضرت صدیق رضہ کے لیے خلت سے پس حضرت صدیق اخوت میں علی مرتضیٰ کے شریک رہے اور اس امر میں بڑھے رہے کہ آپ کو قربت اور لیاقت خلت کی حاصل تھی بشرطیکہ خلت میں شرکت کی گنجایش ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیاقت پر آگاہ کرنے کو فرمایا لاتخذت ابابکر خلیلا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل اور حبیب دونوں ہیں چنانچہ مروی ہے کہ آپ ایک روز فرحان و شادان منبر پر چڑھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھکو خلیل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا پس میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں اُس کا خلیل ہوں ۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آشنائی سے پہلے کوئی اور علاقہ نہیں اور خلت کے بعد کوئی درجہ نہیں اور ان دونوں کے سوا جو اور مدارج ہیں وہ ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور ہم حق صحبت اور اخوت کو بیان کر چکے اور محبت اور خلت وغیرہ جو اور چیزیں ہیں وہ سب انھیں میں آگئیں مگر جس قدر محبت اور اخوت کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے اُسی قدر اُن حقوق مراتب میں بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا یہاں تک کہ انتہا حقوق یہ ہے کہ محبوب کو اپنے نفس اور مال سے ترجیح دے جیسے حضرت ابوبکر رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس اور مال کو لٹایا اور حضرت طلحہ رضہ نے اپنے بدن کو آپ کے تن مبارک کا سپر بنایا اور ہم اب یہ چاہتے ہیں کہ اخوت اسلامی اور اقربا اور ہمسایہ اور لونڈی غلاموں کے حقوق لکھیں اس لیے اس فصل کو چار بیانوں میں منقسم کیا ہے۔

بیان اول

مسلمانوں کے حقوق میں مجمل حقوق یہ ہیں کہ مسلمان سے جب ملاقات ہو اُسکو سلام کرنا اور جب پکارے اُسکا جواب دینا اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مرجائے تو جنازے پر جانا اور اگر کچھ قسم کھالے تو اُسکی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اُسکو بہتر بات بتانی اور اُسکے پیٹھ پیچھے اُسکو برا نہ کہنا اور اُسکے لیے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لیے پسند ہو اور اُسکے حق میں وہ بات بری سمجھنی جو اپنے حق میں بری لگے اور یہ سب امور احادیث و آثار میں وارد ہیں اور حضرت انس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے حقوق سے چار باتیں تجھپر لازم ہیں اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے دوم گناہ کرنے والے کے لیے مغفرت چاہے سوم اُنکے نصیب کے لیے دعا مانگے چہارم اُن میں کے تائب سے محبت رکھے ۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رحماء بینہم کے معنی یہ ہیں کہ نیک آدمی بدکار کے لیے دعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنی جب بدکار شخص امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نیک کو دیکھے تو یوں دعا مانگے الٰہی تو نے جو اسکو خیر عنایت کی اُسکو اُسمیں برکت کر اور اُسکو اُسی پر ثابت رکھ اور ہمکو اُس سے فائدہ عنایت فرما اور جو نیک بخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دعا مانگے الٰہی اُسکو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اُسکی خطا معاف کر ۔ اب حقوق کی شرح لکھتے ہیں اول حق یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور اُنکے لیے وہی بات بری سمجھے جو اپنے لیے بری سمجھتا ہے نعمان

بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مثل المؤمنین فی توادہم وتراحمہم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو منہ تداعی سائرہ بالحمی والسہر۔ اور حضرت ابو موسیٰ آپ سے راوی ہیں کہ فرمایا المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا۔ دوسرا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور ایک بڑی حدیث شریف میں جو فضیلت کی باتوں کے لیے حکم فرمایا ہے اس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھ سے یہ امور نہ بن پڑیں تو اتنا ہی کر دے کہ لوگوں کو بدی مت پہونچا کہ یہ ایک صدقہ ہے کہ تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا۔ اور فرمایا افضل المسلمین من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا کہ مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں انھوں نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانوں اور مالوں کے باب میں امن ہوں انھوں نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہیں اور مجاہد رح فرماتے ہیں کہ دوزخیوں پر خارش مسلط کی جاوے گی پھر وہ اتنا کھجلاوینگے کہ انمین سے کسی کی ہڈی ظاہر ہو جاوے گی اور چمڑا اور گوشت اڑ جاوے گا اس کو کوئی نام لے کر پکارے گا کہ تجھکو اس کی تکلیف ہے یا نہیں وہ کہے گا کہ ہاں بہت تکلیف ہے جواب ملے گا کہ یہ اس کی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزہ سے کروٹین لیتا دیکھا اس نے راہ میں سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگوں کو ایذا دیتا تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو کچھ تعلیم فرمائیے جسکی تعمیل سے میں نفع اٹھاؤں آپ نے فرمایا اعزل الاذی عن طریق المسلمین اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمانوں کی راہ میں سے ایسی چیز دور کرے جو انکو ستاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے عوض میں ایک نیکی لکھے گا اور جسکے لیے خدا تعالیٰ ایک نیکی لکھے گا اس کے لیے اس نیکی کے سبب سے جنت واجب کر دیگا اور فرمایا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اسکو ایذا ہو اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ مسلمانکو ڈراوے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ایذا دیے جانیکو برا جانتا ہے اور ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ آدمی دو قسم ہیں ایک اہل ایمان انکو تو ایذا مت دو دوسرے جاہل اسکے ساتھ جاہل مت بنو۔ تیسرا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اس پر تکبر نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یحب کل مختال فخور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھپر وحی بھیجی کہ یہانتک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اسکو تحمل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض

عن الجاہلین۔ اور ابن ابی اوفی سے یہ حدیث مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یانف ولا یتکبر ان یمشی مع الارملۃ والمسکین فیقضی حاجتہ
چوتھا حق یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے اور جو کچھ ایک سے سنے وہ دوسرے کو نہ پہونچائے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یدخل الجنۃ قتات۔ اور خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ جو شخص تجھ سے دوسروں کی چغلی کھائیگا وہ تیری چغلی دوسروں سے
کھائیگا اور جو تجھ سے غیروں کی خبر کہیگا وہ تیری خبر غیروں سے کہیگا اسی مضمون کو سعدی رح فرماتے ہیں ؎ ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد۔ پانچواں حق یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جاوے تو تین دن سے
زیادہ ترک ملاقات نہ کرے کہ ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلث یلتقیان
فیعرض ہذا ویعرض ہذا وخیرہما الذی یبدا بالسلام اور فرمایا من اقال مسلما عثرتہ اقالہ اللہ یوم القیامۃ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تم نے اپنے بھائیوں کی خطا معاف فرمائی اسلیے میں نے تمہارا ذکر دونوں جہان میں بلند کر دیا اور حضرت
عائشہ فرماتی ہیں ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ قط الا ان ینتہک حرمۃ اللہ فینتقم للہ۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی
نے اپنا ظلم معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی عزت ہی بڑھائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما نقص مال من صدقۃ وما زاد اللہ رجلا
بعفو الا عزا وما من احد تواضع للہ الا رفعہ اللہ چھٹا حق یہ ہے کہ اگر بن سکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ لائق احسان
کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے علیہم السلام سے راوی ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان ایسے شخص کو نہ پہونچیگا جو قابل احسان ہو تو تم تو
بہرحال قابل احسان ہو اور انہیں حضرت سے یہ حدیث شریف منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے بعد عقل کی اصل لوگوں
سے دوستی کرنی اور ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص
آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اپنا ہاتھ اس سے نہ چھوڑاتے یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا اور آپ کا زانوے مبارک جلیس کے زانو
سے نکلا ہوا معلوم نہ ہوتا اور جو کوئی آپ سے گفتگو کرتا اسکی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اسکی طرف سے روے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ
وہ گفتگو سے فارغ ہو لیتا۔ ساتواں حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بدون اسکی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار اجازت چاہے
اگر وہ اجازت دے تو فبہا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اجازت لینا تین بار ہے اول بار میں وہ چپکے ہو جائینگے اور دوسری میں مشورہ بلا نیکا کرینگے اور تیسری میں خواہ اجازت دینگے یا کہدینگے
کہ چلے جاؤ۔ آٹھواں حق یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل سے علم
کی باتیں اور عاجز کے ساتھ تقریر دقیق پیش کریگا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو ایذا دیگا ؎ با ہیچ نہ فہم لاف معنی چہ زنی

طفلانہ بہ طفل گفتگو باید کرد۔ نواں حق یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس منا من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا۔ اور لڑکوں پر تلطف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم۔ اور بوڑھوں کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ اُنکی اجازت کے بدون اُنکے سامنے کلام نہ کرے چنانچہ حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں کہ جہینہ کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے ایک لڑکا بولنے کے لیے کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر بڑا شخص کہاں ہے کہ وہ گفتگو کرے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جوان آدمی کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے لیے بوڑھے کی عمر میں پہنچنے پر کسی کو مقرر کر دیتا ہے کہ اُس کی تعظیم کرے۔ اس میں زندگی کے دوام کی خوشخبری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھوں کی تعظیم کی توفیق اُسی کو ہوتی ہے جسکے لیے اللہ تعالیٰ نے عمر کی زیادتی لکھدی ہے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لڑکا سو جب غصہ نہ ہو جائے اور مینہ باعث نہ جمنے سبزہ کا اور گرم ہونے ہوا کا اور پاجی ہر طرف بہہ نکلیں اور کریم غائب نہ ہو جاویں اور چھوٹا بڑے اور لئیم آدمی کریم پر جرأت نہ کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ کو ملتے تو اُنکے پاس آپ توقف فرماتے اور لوگوں سے کہتے کہ انکو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھلا لیتے اور کسی کے لیے صحابہؓ کو اجازت فرماتے کہ تم اُٹھا لو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجھکو پیچھے سوار کیا اور بعض یوں کہتے کہ صحابہ رضہ سے کہدیا کہ تم کو اپنے پیچھے سوار کر لیں اور چھوٹے بچوں کو جو آپ کی خدمت میں دعا اور برکت اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ کی گود میں اُن کو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپ کے اوپر پیشاب کر دیتا اور جو شخص دیکھتا ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ اُس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اسکا پیشاب بند مت کرو اور اُسکو ویسے ہی رہنے دیتے یہانتک کہ بالکل پیشاب کر چکتا پھر اُسکے لیے دعا کرتے اور اُسکا نام رکھتے یہانتک کہ اُسکے گھر والے خوش ہو جاتے اور یہ گمان نہ کرتے کہ آپ کو اُسکے پیشاب سے ایذا ہوئی اور جب وہ چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھو ڈالتے۔ دسواں حق یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضہ سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ اُسپر حرام ہے جو نرم اور منکسر اور آسان گیر اور ملنسار ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسانی والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہے۔ اور کسی نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو ایسا عمل بتا دیجیے کہ مجھکو جنت میں داخل کرے آپ نے فرمایا کہ موجبات مغفرت کی یہ باتیں ہیں بذل سلام اور خوبی کلام۔ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ نیکی ایک ہلکی چیز ہے یعنی خندہ پیشانی اور نرم گفتار رہنا۔ اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجد فبکلمۃ طیبۃ۔ اور فرمایا کہ جنت میں چند دریچے ہیں کہ اُنکے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگوں کے لیے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلائے اور رات کو اُسوقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہوں

اور حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہین کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدا تعالٰی سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفاء عہد اور ادا اے امانت اور ترک خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ایک عورت راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو خدمت اقدس مین کچھ عرض کرنا ہے اور آپکے ہمرکاب اسوقت کچھ صحابہ رضہ تھے آپ نے اس سے فرمایا کہ کوچون کی جون سی طرف مین تیرا دل چاہے بیٹھ جا مین تیرے پاس بیٹھکر سن لونگا اس نے ویسا ہی کیا آپ اسکے پاس بیٹھ گئے یہان تک کہ جو کچھ اسکو کہنا تھا اسنے کہدیا۔ اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے ستر برس اسطرح روزے رکھے کہ ساتوین روز افطار کرتا اسنے اللہ تعالٰی سے دعا مانگی کہ مجکو یہ دکھلا دے کہ شیطان آدمیونکو کس طرح بہکاتے ہین جب بہت عرصہ گذرا اور اسکی دعا مقبول نہوئی تو اسنے کہا کہ جو خطا میر اور میرے پروردگار کے معاملہ مین مجھسے ہوئی ہے اگر مین اس پر اطلاع پاتا تو میرے حق مین اس دعا کے مانگنے سے بہتر ہوتا۔ اتنے مین اللہ تعالٰی نے اسکے پاس ایک فرشتہ بھیجا اسنے اس سے کہا کہ مجکو اللہ تعالٰی نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ کلام جو تو نے کہا میرے نزدیک تیری گذشتہ عبادت کی نسبت کہ بہتر ہے اور اللہ تعالٰی نے تیری آنکھین کھولدی ہین اب تو دیکھ لے اسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ آدمیون مین سے کوئی ایسا نہین جسکے گرد شیطان مکھیون کیطرح نہون اسنے عرض کیا کہ الٰہی ان سے کون بچتا ہے ارشاد ہوا کہ پرہیزگار اور نرم شخص بچتا ہے۔ گیارھوان حق یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اسکو پورا کرنا چاہیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہے اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہے اور فرمایا ثلث فی المنافق اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ثلث من کن فیہ فہو منافق وان صلی وصام اذا حدث کذب الخ۔ بارھوان حق یہ ہے کہ لوگون کا عوض اپنے نفس سے لے اور انکے ساتھ وہی کام کرے جسکو چاہے کہ لوگ اسکے ساتھ کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ اپنے ایمان کو پورا نہین کرتا جبتک اسمین تین خصلتین نہون اول مفلسی کے ہوتے ہوئے خرچ کرنا دوم اپنے نفس سے انتقام لینا سوم سلام کرنا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت مین داخل ہو تو چاہیے کہ ایسے حال مین مرے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے رہا ہو اور لوگون کے ساتھ وہ کام کرے جسکو خود اپنے ساتھ دوسرون سے چاہتا ہو اور حضرت ابو درداء رضہ کو فرمایا کہ اپنے جلیس کی ہمنشینی اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہو جائیگا اور لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ تو مسلم ہو جائیگا۔ اور حضرت حسن رہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتین کہ جو تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے سب باتون کی اصل ہین اور انمین سے ایک خاص میرے لیے ہے اور خاص تیرے لیے اور ایک مشترک ہے مجھ مین اور تجھ مین اور ایک تجھ مین اور مخلوق مین مشترک ہے جو بات کہ خاص میرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور میرا شریک کسی کو نہ کرے اور جو تیرے لیے خاص ہے وہ تیرا عمل ہے کہ اسکی جزا تجکو ایسے وقت مین دونگا کہ تجکو اپنے عمل کی اسوقت شدت سے حاجت ہو اور جو بات تجھ مین اور مجھ مین مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا مانگے اور مین قبول کرون اور جو تجھ مین اور مخلوق مین ہے وہ یہ ہے کہ تو انکی صحبت اس امر سے کرے

صحیح بیان مین ہے کہ منافق مین تین باتین ہین جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت رکھی جاوے خیانت کرے بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ صحیح مسلم مین ہے کہ جسمین تین باتین ہون وہ منافق ہے گو روزہ رکھے اور نماز پڑھے

یعنی یہ بات کہ جھوٹ بولے الحدیث بخاری بروایت ابی ہریرہ رضہ ۱۲ صحیح بزاز و خرائطی در مکارم الاخلاق بروایت عمار بن یاسر و بخاری موقوفاً علی عمار ۱۲ صحیح مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲۵ فی صحوت ... حضرت ابوہریرہ رضہ کو یہ ارشاد ہوا اخرجہ خرائطی فی مکارم الاخلاق بسند ضعیف ہمکو نقل کیا ۱۲

مرسل ۱۲ ابوداؤد در ... بسند مجہول علی ابن ... الصحیح ... در اوسط ... طبرانی ضعیف ۱۲ ابن ابی الدنیا ... بروایت ... طبرانی در اوسط ۱۲ ... نقل کیا ... صحیح مسلم بسند ضعیف ابو نعیم در حلیہ مکارم اخلاق خرائطی در

جسے تو چاہے کہ وہ تیرے ساتھ رہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ الٰہی تیرے بندوں میں سب سے عادل زیادہ
کون ہے فرمایا کہ جو لوگوں کا عوض اپنے نفس سے لیوے۔ تیرھواں حق یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے
رتبہ کا ہے تو اسکی تعظیم زیادہ کرے یعنی ہر ایک شخص کیساتھ اسکے مرتبہ کے موافق پیش آنا چاہیے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کسی سفر میں
ایک منزل میں اُتریں اتنے میں اُنکا خاصہ آیا اور ایک سائل مانگنے آیا آپ نے فرمایا کہ اس مسکین کو ایک روٹی دیدو پھر ایک شخص سوار آیا آپ
نے فرمایا کہ اسکو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اسکو بلواتی ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
آدمیوں کا ایک رتبہ بنایا ہے ہمکو بھی انکو اُسی مرتبہ پر رکھنا چاہیے وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہو گیا مگر ہمکو نامناسب ہے کہ اس تونگر کو
اس صورت پر ایک روٹی دیدیں۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور آپ کے اصحاب رضی
اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبد اللہ بجلی تشریف لائے اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر انکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ جریر رضی نے اسکو لے کر آنکھوں سے لگایا اور
اُس کو بوسہ دیکر روتے تھے اور پھر تہ کرکے آپ کے پاس پھینکدی اور عرض کیا کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے کپڑے پر بیٹھوں اللہ
تعالیٰ آپ کا اکرام فرماوے جیسے آپ نے میرا اکرام کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنے بائیں دیکھکر فرمایا کہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا
کریم شخص آوے تو اُسکی تعظیم کرو۔ اسی طرح جس شخص کا آدمی کے اوپر قدیمی حق ہو اسکی تعظیم بھی ضرور ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ
جنھوں نے آپکو دودھ پلایا تھا آپکی خدمت میں آئیں آپ نے اُنکے لیے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا کہ اے مادر خوب کیا آپ تشریف لائیں پھر انکو
چادر پر بٹھلا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کرونگا اور جو سوال کروگی وہ دونگا اُنھوں نے فرمایا کہ میں اپنی قوم کی سفارش کرتی ہوں
آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تمکو دیا یعنی جسقدر اُنکے حصہ میں لوگ آویں اُن کو تمھارے حوالہ کردونگا پس ہر طرف سے
لوگ اُٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے بھی اپنا حق انکو دیا پھر اُنکے ساتھ بعد کو سلوک کیا اور ایک خادم دیا
اور خیبر میں سے اپنا حصہ انکو بخشدیا جو حضرت عثمان غنی رضی نے ایک لاکھ درم کو اُنسے مول لے لیا۔ اور بعض اوقات آپ کی خدمت میں کوئی
حاضر ہوتا اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جسمیں اتنی گنجائش نہ ہوتی کہ اسکو اپنے ساتھ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر اُس شخص کے لیے
ڈالدیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اسکو قسم دیکر بٹھلاتے۔ چودھواں حق یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانوں میں اصلاح کر دینے کی بن سکے تو چاہیے
کہ انمیں صلح کرادے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا تمکو میں وہ بات نہ بتادوں جو نماز اور روزوں اور خیرات کے درجہ سے افضل
ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ آپس میں صلح کرا دینی ہے اور باہمدگر پھوٹ ڈالنا دین کا مٹانے والا ہے اور ایک حدیث
میں ارشاد فرمایا ہے افضل الصدقۃ اصلاح ذات البین۔ اور حضرت انس رضی راوی ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ
اتنے میں آپ اتنا ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے حضرت عمر رضی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدا
ہوں آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دو زانو بیٹھے اور ایک نے عرض کیا
کہ یا رب میرا حق اس سے دلا دے اللہ تعالیٰ نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اُسنے عرض کیا کہ الٰہی میری

ل ح حاکم بروایت جابر ۱۲
۲ ح حاکم بروایت ابو الطفیل مختصراً یعنی صرف چادر مبارک پر بٹھانا نقل کیا ہے آگے کا قصہ نہیں لکھا ۱۲
۳ ح احمد بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۲
۴ ح ابوداؤد و ترمذی بروایت ابی الدرداء ۱۲
[illegible] خرائطی [illegible] بروایت عبد اللہ بن عمرو [illegible] ضعیف [illegible] حاکم نے اسکو صحیح [illegible] اور ابن حبان نے [illegible] اسناد کو ضعیف [illegible]

نیکیون مین سے کچھ نہین رہا جو اسکو حوالہ کرون اللہ تعالےٰ نے مدعی کو فرمایا کہ اب تو کیا کریگا اُسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھ نہین رہا اُسنے عرض کیا کہ میرے گناہ کچھ اُسپر کر دیے جاوین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور فرمایا کہ یہ دن بڑا سخت ہی آدمی کو اُس روز یہ حاجت پڑیگی کہ اُسکے گناہ کوئی اپنے ذمہ کرلے پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھ اُٹھاکر جنت مین نگاہ کر وہ دیکھکر عرض کرنے لگا کہ یا رب مجھے معلوم ہوتا ہی کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیون سے جڑے ہین یہ کسی نبی کے ہین یا صدیق یا شہید کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کے ہین جو اُنکا دام دے اُسنے عرض کیا کہ پروردگارا اُنکا دام کسکے پاس ہوگا ارشاد ہوا کہ تیرے پاس اُسنے عرض کیا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کر دینا اُسنے عرض کیا کہ الٰہی مین نے معاف کیا اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکے اُسکو جنت مین داخل کر پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس مین صلح کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالےٰ قیامت مین اہل ایمان کے درمیان صلح کریگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لوگون مین صلح کرادینی واجب ہی کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہی اور کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہین ہوتا الا اُس صورت مین کہ دوسرا واجب اُس سے زیادہ موکد ذمہ پر ہوجاوے تو جب دو شخصون مین صلح کرنے والا جھوٹا نہ ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ اصلاح باہم ترک کذب کی نسبت کہ زیادہ موکد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کل الکذب مکتوب الا ان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعۃ او یکذب بین الاثنین فیصلح بینہما او یکذب لامرأتہ لیرضیہا سینہ رحواں حق یہ ہے کہ سب مسلمانون کے عیبون کو چھپاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من ستر علی مسلم سترہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکی عیب پوشی فرمائیگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور پھر اُسکو چھپاوے تو وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور جب ماعز نے اپنے زنا کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اُسکو اپنے کپڑے کے تلے ڈھانپ لیتا تو تیرے حق مین اچھا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ رکھنا بھی لازم ہی اس لیے کہ اسکے خود اسلام کا حق اُسکے ذمہ ایسا ہی واجب ہی جیسے غیر کے اسلام کا حق حضرت ابو بکر صدیق رض فرماتے ہین کہ اگر مین کسی شرابخوار کو پکڑ پاؤن تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ خدا ے تعالیٰ اُسکا عیب چھپاوے اور اگر کسی چور کو پکڑون تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ اُسکی عیب پوشی فرماوے اور مروی ہی کہ حضرت عمر رض مدینہ منورہ مین ایک رات گشت فرماتے تھے آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے دیکھا صبح کو لوگون سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھے اور اُن دونون کو حد مارے تو بتاؤ تمھاری کیا راے ہی اُنھون نے عرض کیا کہ آپ امام ہین آپ کو اختیار ہی لیکن حضرت علی مرتضیٰ رض نے فرمایا کہ آپ کو حد مارنا جائز نہین ورنہ تمھارے اوپر حد قائم کی جائیگی اسلیے کہ خدا تعالےٰ نے زنا کیلیے چار شاہدون سے کم نہین فرمائے پھر آپ نے چند روز توقف کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگون نے اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رض نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر رض کو اس امر مین تردد تھا کہ حدود

جھوٹا نہین ہے جو صلح کراوے لوگون کے درمیان اور بیچ مین خیر کی بات پہونچاوے یا کہے
سب جھوٹ لکھا جاتا ہے مگر یہ کہ جھوٹ بولے مرد لڑائی مین کیونکہ لڑائی فریب ہے یا جھوٹ بولے دو آدمیون کے درمیان اور صلح کراوے یا جھوٹ بولے اپنی عورت سے اسکو راضی کرنے کو

جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت مین اُس کی پردہ پوشی کریگا مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲
سلم بروایت ابی ہریرہ رض بالفاظہ ۱۲
طبرانی در مکارم اخلاق بسند ضعیف ۱۲
ابو داؤد و نسائی بروایت نعیم بن ہزال و حاکم بروایت ہزال ۱۲

انھی مین امام کو اپنے علم کے بموجب حکم دینا جائز ہی یا نہین اسلیے بطور مثال فرضی کے اُنسے سوال کیا یہ نہ فرمایا کہ مین نے ایسا دیکھا ہی اس ڈر سے
کہ کہین ایسا نہو کہ یہ امر بہم کو درست نہو تو اس صورت مین اُنکا حال بیان کرنا گالی ٹھہرے اور حضرت علی مرتضیٰ رضہ کی راے اس طرف مائل ہوئی
کہ امام کو یہ امر جائز نہین اور شریعت مین عیب پوشی کے مطلوب ہونے کے لیے یہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہی کیونکہ سب عیبون مین فاحش تر زنا ہے
جسکا ثبوت چار گواہون پر ہی جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو کے اندر اسطرح دیکھین جیسے سرمہ دانی مین سلائی اور یہ امر کبھی نہین ہوتا اور
اگر قاضی اسکو تحقیقاً معلوم بھی کرلے تو اُسکو جائز نہین کہ اُسکو افشا کرے تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اُسکے لیے سنگسار کرنا ہی
جو سب سے بڑی سزا ہی مگر اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گناہگارون پر کیسا بھاری پردہ ڈالا ہی کہ زنا کا حال کھلنے
کا رستہ تنگ کر دیا ہی ہمکو توقع ہی کہ قیامت کے دن اُسکے اس کرم عمیم سے ہم محروم نہ رہین کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ[1] جب کسی
بندہ کا عیب دنیا مین چھپاتا ہی تو اُسکا کرم اس بات کا مقتضی کب ہوگا کہ قیامت مین اُسکو فاش کرے اور اگر دنیا مین فاش کریگا تو اس
بات سے کریم تر ہی کہ دوبارہ اُسکو افشا کرے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک رات مین مدینہ منورہ مین ہمراہ
حضرت عمر رضہ کے گشت کرتا تھا کہ اتنے مین ہم کو ایک چراغ معلوم ہوا ہم اُسکی طرف کو چلے جب اُسکے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک دروازہ
بند ہی اور مکان کے اندر لوگ شور و غل مچا رہے ہین حضرت عمر رضہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ کس کا گھر ہی مین نے کہا کہ
نہین آپ نے فرمایا کہ یہ گھر ربیعہ بن امیہ کا ہی اور یہ لوگ اسوقت متوالے ہین تمھاری کیا راے ہی انکو گرفتار کرین مین نے کہا کہ ہم نے وہ کام
کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی و لا تجسسوا یعنی بھید کی تلاش مت کرو پس حضرت عمر رضہ اُنکو ویسے ہی چھوڑ کر واپس چلے آئے
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عیب کا چھپانا اور اُسکے درپے نہ ہونا واجب ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضہ کو فرمایا کہ اگر تم لوگون
کے عیبون کے درپے ہوگے تو اُنکو خراب کر دوگے یا قریب ہی کہ اُنکو بگاڑ دوگے[2] اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اے گروہ ان لوگون کی جو
زبان سے ایمان لائے اور دل مین ایمان داخل نہین ہوا مسلمانون کی غیبت مت کرو اور اُنکے عیبون کے درپے نہ ہو اس لیے کہ جو شخص اپنے
بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہی اللہ تعالیٰ اُسکے عیب کے درپے ہوتا ہی اور جس شخص کے عیب کے درپے خداے تعالیٰ
ہوتا ہی وہ اُسکو رسوا کر دیتا ہی گو اپنے گھر کے اندر ہی رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مین کسی شخص کو حدود
الٰہی مین سے کسی حد پر دیکھون تو مین اُسکو گرفتار نہ کرون اور نہ اُسکے لیے کسی کو بلاؤن یہان تک کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ہو لینے
دو شاہد ہونے سے البتہ قابل مواخذہ ہو جائیگا۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ مین حضرت ابن مسعود رضہ کی خدمت مین تھا کہ ایک شخص دوسرے
کو پکڑ کر آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو سونگھو لوگون نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع مین شراب پی ہی آپ نے اُسکو قید
کیا یہانتک کہ اُسکا خمار جاتا رہا پھر ایک کوڑا منگایا اور اُسکی چوٹی کی گرہ کھولدی اور جلاد کو فرمایا کہ اُسکے کوڑے لگا اور ہاتھ کو اونچا کر کے لگا نا
اور سب اعضا پر متفرق لگانا جلاد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبا یا کرتہ پہنے ہوے تھا جب جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اُس مجرم کو لایا تھا
اُس سے آپ نے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہی اُسنے کہا کہ مین اسکا چچا ہون آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکی تعلیم اور تادیب خوب نہ کی اور نہ اسکی عیب پوشی
کی اور امام کو چاہیے کہ جب اس حد تک پہونچے تو اُسکی تعمیل کرے اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا ہی اور معاف کرنا پسند فرماتا ہی پھر آپ نے

[1] ح ترمذی و ابن ماجہ و حاکم بروایت علی مرتضیٰ رضہ باختلاف الفاظ ۱۲
[2] ح ابوداؤد و ابن حبان ۱۲
[3] ح ابوداؤد ... ترمذی ... ۱۲

یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا الآیۃ پھر فرمایا کہ مجھے یاد ہے آنحضرت صلعم نے اول کسی شخص کا ہاتھ کاٹا تھا آپ کی خدمت مین ایک چور حاضر کیا گیا آپ
نے اسکا ہاتھ قطع کیا مگر گویا آپ کا چہرہ مکدر ہوگیا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکو گویا اسکا ہاتھ کاٹنا برا جانا آپ
نے فرمایا کہ مجھکو برا نہ جاننے کا مانع کون بات ہے اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو انھون نے عرض کیا کہ پھر آپ نے معاف
کیون نہ فرما دیا آپنے فرمایا کہ حاکم کو چاہیے جب اس تک حد پہونچ جاوے تو اسکو جاری کرے اللہ تعالی بہت درگذر کرتا ہے اور درگذر
کرنیکو پسند کرتا ہے پھر آپنے یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ اور ایک روایت مین یون ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپکا چہرہ
ایسا متغیر ہوگیا گویا چہرہ مبارک پر راکھ پڑ گئی ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ منورہ مین گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان مین سے ایک مرد کے گانے
کی آواز سنی آپ دیوار پر چڑھ گئے دیکھا تو اسکے پاس ایک عورت اور شیشہ شراب موجود ہے آپنے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالی
تیری پردہ پوشی فرمایگا اور تو اسکی نافرمانی کرتا رہیگا اسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ جلدی نہ فرمایئے اگر مین نے ایک بات مین خدا تعالی
کی نافرمانی کی تو آپنے تین باتون مین نافرمانی کی اسکا ارشاد ہے ولا تجسسوا اور آپنے تجسس کیا اور اسنے فرمایا ہے ولیس البر بان تاتوا البیوت
من ظہورہا۔ اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے اور وہ فرماتا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا اور آپ میرے گھر مین
بدون اجازت اور سلام کے چلے آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تجھکو چھوڑ دون تو کچھ آگے کو درست ہو جائیگا اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
اگر آپ مجھکو معاف کرینگے تو مین ایسی حرکت کبھی نہ کرونگا آپنے اسکو اسی حالت پر چھوڑ کر معاودت فرمائی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
سے کہا کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے باب مین کس طرح سنا ہے آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی اپنا بندہ کو اپنے قریب بلاویگا اور اسکے اوپر اپنا سایہ رحمت کرکے لوگون سے چھپا لیگا اور فرماویگا
کہ تو فلان گناہ پہچانتا ہے فلان گناہ یاد ہے وہ عرض کریگا کہ یا رب ہان پہچانتا ہون یہانتک کہ جب اس سے اسکے گناہون کا اقرار لے لیگا اور وہ
اپنے دل مین سمجھیگا کہ مین تباہ ہوا اس سے ارشاد فرمائیگا کہ اے میرے بندہ مین نے تیری عیب پوشی دنیا مین اسلیے کی تھی کہ آج تیری خطاؤن
کو معاف کرون پھر اسکو نیکیون کا نامہ دیا جاویگا اور کافرون اور منافقون کا یہ حال ہوگا کہ انپر گواہ کہینگے کہ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے اپنے رب
پر جھوٹ بولا آگاہ رہو اللہ کی لعنت ہے ظالمون پر۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کل امتی معافی الا المجاہرون اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا
جو برا عمل خفیہ کرے پھر اسکی اطلاع کر دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من استمع ستر قوم وہم لہ کارہون صب فی اذنہ الآنک
یوم القیمۃ۔ سولھوان حق یہ ہے کہ تہمت کی جگہون سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور انکی زبانین غیبت
سے بچی رہین کیونکہ اگر وہ اسکو برا کہکر خدا تعالی کی نافرمانی کرینگے اور اس معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اسمین شریک
ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ
جو شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے وہ تمھارے نزدیک کیسا ہے لوگون نے عرض کیا کہ بھلا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے آپنے
فرمایا کہ ہان دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اسکے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہی

گویا خود اسکا مرتکب ہوا اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی کہ اتنے مین کوئی شخص گذرا
آپ نے اسکو بلاکر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ ہے اُسنے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر مین کسی پر گمان کرتا تو یہ نہین تھا کہ آپ پر گمان
کرون آپ نے فرمایا کہ شیطان آدمی مین اُسکے خون کی جگہ چلتا ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ عشرۂ آخر رمضان مین آپ اعتکاف مین تھے
اور دو شخص گذرے اُنسے فرمایا علی رسلکما انہا صفیۃ انی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا ۔ اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
تہمتون کی جگہ مین کھڑا کرے تو پھر اگر اُسپر کوئی بدگمانی کرے تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو ملامت نہ کرے کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا۔
اور حضرت عمر رضہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ راستہ پہ ایک عورت سے باتین کرتا ہے آپ اُسکو درہ سے مارنے لگے اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین
یہ میری بی بی ہے آپ نے فرمایا کہ پھر ایسی جگہ کیون نہین باتین کرتا جہان تجکو لوگ نہ دیکھین - ستر ھوان حق یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک
مین اپنی قدر و منزلت ہو اگر اُس سے کسی دوسرے کو کام آپڑے تو اُس سے کسی کی سفارش کردے اور اُسکی مطلب برآری کے لیے
جو کچھ اپنے آپ سے ہو سکے کر گذرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انی اوتی واسال وتطلب الی الحاجۃ وانتم عندی فاشفعوا لتوجروا و
یقضی اللہ علی ایدی نبیہ ما احب ۔ اور حضرت معاویہ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے سفارش کیا کرو تاکہ
تمکو ثواب ملے اور مین کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہون لیکن اُسمین دیر لگاتا ہون کہ تم میرے سامنے سفارش کرو اور ثواب پاؤ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ
کوئی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہین کسی نے پوچھا زبان کا صدقہ کسطرح ہوتا ہے فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اُسکے باعث خون محفوظ ہو جاتا
ہے اور دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہے اور غیر سے بلا ٹلتی ہے ۔ اور عکرمہ رضہ حضرت ابن عباس رضہ سے راوی ہین کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث
نام تھا اُسکی صورت گویا میرے سامنے ہے کہ بریرہ کے پیچھے پھرا کرتا اور روتا ہے اور اُسکے آنسو ڈاڑھی پر جاری ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضہ
سے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہے اور بریرہ اس سے بشدت متنفر ہے پھر آپنے بریرہ کو فرمایا کہ خوب ہو تو اُسکے پاس پھر جاوے
کہ وہ تیرے بچے کا باپ ہے اُسنے عرض کیا کہ اگر آپ مجھکو حکم فرماتے ہین تو مین ایسا ہی کرون آپنے فرمایا کہ مین حکم تو نہین کرتا ہون بلکہ سفارش کرتا ہون
اٹھار وان حق یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مصافحہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے اُسکو جواب مت دو جبتک اول سلام نہ کرلے ۔ اور ایک صحابی کہتے ہین مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام نہ کیا اور نہ اجازت مانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر جا اور یہ کہہ السلام علیکم
مجھے اندر آنیکی اجازت ہے ۔ اور حضرت جابر رضہ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھرو مین جاؤ تو گھر والون پر سلام کرو
کیونکہ جب کوئی تم مین سے سلام کرتا ہے تو اُسکے گھر مین شیطان نہین آتا ۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت آٹھ برس کی آپنے مجکو ارشاد فرمایا کہ اے انس رضہ وضو پورا کیا کر کہ اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی اور میری امت مین سے جس سے ملے اُس
سے سلام کیا کر کہ تیری نیکیان زیادہ ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو گھر والونکو سلام کیا کر تیرے گھر مین برکت بہت ہوگی اور
اللہ تعالی فرماتا ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوہا ۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا والذی نفسی بیدہ لا تدخلون الجنۃ حتے

تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا افلا ادلکم علی عمل اذا عملتموه تحاببتم قالوا بلی یا رسول اللہ قال افشوا السلام بینکم اور فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے اُسپر ستر بار رحمت بھیجتے ہیں اور فرمایا کہ جب مسلمان دوسرے مسلمان پر گذرتا ہے اور سلام نہیں کرتا تو فرشتے تعجب کرتے ہیں اور فرمایا کہ یسلم الراکب علی الماشی واذا سلم من القوم واحد اجزا عنہم - اور حضرت قتادہ رضہ سے منقول ہے کہ پہلے لوگوں کیلیے ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا اللہ تعالی نے اس امت کیلیے سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت کا ہے اور ابو مسلم خولانی جب کسی قوم پر گذرتے تو سلام نہ کرتے اور کہا کرتے کہ اور تو کوئی وجہ سلام نہ کرنے کی نہیں ہے مگر مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ میرے سلام کا جواب نہ دیں تو فرشتے اُنپر لعنت کریں اور سلام کیساتھ مصافحہ بھی سنت ہے اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا سلام علیکم آپ نے فرمایا کہ اُس کے واسطے دس نیکیاں ہیں پھر دوسرا شخص آیا اور کہا سلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا تیس - اور حضرت انس رضہ کا دستور تھا کہ لڑکوں کے پاس کو جاتے تو اُنسے سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے - اور عبد الحمید بن بہرام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک جماعت عورتوں کی بیٹھی تھی آپنے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا اور عبد الحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کے بیان کرنے کے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا لا تبدروا الیہود ولا النصاری بالسلام واذا لقیتم احدہم فی الطریق فاضطروہم الی اضیقہ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصافحوا اہل الذمۃ ولا تبدءوہم بالسلام فاذا لقیتموہم فی الطریق فاضطروہم الی اضیقہ - اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا السام علیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا بل علیکم السام واللعنۃ آپنے فرمایا کہ اے عائشہ رضہ اللہ تعالی نرمی کو پسند فرماتا ہے حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ آپنے سنا نہیں انھوں نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں نے کہدیا علیکم - اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر - اور فرمایا کہ یہود اور نصاری کی مشابہت مت کرو کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ابو عیسی صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے - اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے کسی مجلس میں آوے تو چاہیے کہ سلام کرے اور اگر مرضی ہو تو بیٹھ جاوے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے کی نسبت کچھ زیادہ مستحق نہیں - اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو ایماندار ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں میں ستر رحمتیں تقسیم کیجاتی ہیں انہتر اُسکو ملتی ہیں جو دونوں میں سے زیادہ کشادہ پیشانی ہو اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اُن دونوں کے درمیان سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں نوے تو ابتدا کرنے والے کو ملتی ہیں اور دس دوسرے کو - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہے - اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے

آپس کے سلام کا مصافحہ ہی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بوسہ دینا اپنے بھائی کو مصافحہ ہی۔ اور جو شخص دین کا بزرگ ہے اُس کے ہاتھ کو بوسہ دینا برکت حاصل کرنے کے لیے اور اُسکی تعظیم کے لیے مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا ہی۔ اور کعب بن مالکؓ راوی ہین کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور آپکے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور مروی ہی کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت دیجیے کہ آپکے سر اور ہاتھ کو بوسہ دون آپنے اجازت دیدی اُسنے بوسہ دے سر مبارک کو دیا اور حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عمرؓ سے ملے تو آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا اور دونون چیخ کر رونے لگے۔ اور حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے کہ مین نے سلام کیا آپنے جواب سلام نہ دیا یہانتک کہ وضو سے فارغ ہوے اُسوقت جواب سلام دیا اور ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جانتا تھا کہ مصافحہ کرنا عجمیون کی عادت ہی آپ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اُن دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی قوم پر گذرے اور اُنپر سلام کرے اور وہ جواب سلام دین تو اُسکو اُنپر ایک درجہ کی زیادتی ہوگی کہ اُسکو سلام یاد دلا دیا اور اگر اُسکے سلام کا جواب نہ دینگے تو جماعت اُنسے بہتر اور اطیب خواہ افضل ہوگی وہ اُسکے سلام کا جواب دیگی (یعنی فرشتے جواب سلام دینگے) اور سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہی حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی دوسرے کے لیے جھکے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے کہ نہین آپ نے فرمایا نہین عرض کیا باہم مصافحہ کرے یا نہین آپ نے فرمایا ہان۔ اور معانقہ اور بوسہ کے باب مین سفر سے آنیکے وقت حدیث وارد ہی اور حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملا ہون تب ہی آپنے مجھ سے مصافحہ کیا ہے اور ایک روز آپنے مجکو تلاش کیا مین گھر پر نہ تھا جب مجکو معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ تخت پر رونق افروز تھے مجھ سے معانقہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہی اور علما کی تعظیم کے لیے رکاب کا تھامنا آثار مین آیا ہی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھامی تھی اور حضرت عمرؓ نے بھی آپکی رکاب تھامی یہانتک کہ آپ سوار ہوگئے اور فرمایا کہ زید بن ثابت اور اُن کے ساتھیون سے ایسا ہی کیا کرو۔ اور کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جانا مکروہ نہین بشرطیکہ وہ شخص اُسکا طالب نہ ہو اور اگر وہ خود چاہے کہ لوگ میری عظمت کرین اور کھڑے ہون تو اس صورت مین کھڑا ہونا مکروہ ہی حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگون کے نزدیک کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپکو دیکھتے تھے تو کھڑے نہ ہوتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ یہ امر آپکے ناپسند ہی۔ اور مروی ہی کہ آپ نے ایکبار فرمایا کہ جب تم مجکو دیکھو تو کھڑے مت ہو جیسے عجمی کرتے ہین اور فرمایا مَن سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار اور فرمایا لا یقیم الرجل الرجل عن مجلسہ ثم یجلس فیہ ولکن توسعوا و تفسحوا۔ اور اس امر سے اکابر سلف احتراز کرتے تھے اسی نہی کے سبب سے اور فرمایا کہ جب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکین اور کوئی شخص اپنے بھائی کو بلاوے اور اُسکو جگہ دے تو اُسکو اُسکے پاس چلا جانا چاہیے کیونکہ اُسنے

اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اُسنے جگہ نہ دی تو یہ شخص جہان زیادہ وسعت پاوے وہان بیٹھ جاوے۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیشاب کرنے کے وقت مین کسی نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت مین مصروف ہو اُس کو سلام کرنا مکروہ ہی اور یہ بھی مکروہ ہی کہ سلام اس طرح ابتدا کرے کہ علیک السلام اس لفظ کو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا تھا آپ نے فرمایا کہ علیک السلام مردہ کا تحفہ ہی اسکو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یون کہنا چاہیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور جو شخص کسی مجلس مین آوے اور سلام کرے اور جگہ بیٹھنے کی نپاوے تو چاہیے کہ وہان سے واپس نہ جاوے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھ جاوے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین تین شخص آئے انمین سے دو آپ کیطرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہ مل گئی وہ اسمین بیٹھ گیا اور دوسرا لوگون کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوے تو فرمایا کہ ان تینون شخصون کا حال مین تم سے کہتا ہون کہ ایک تو اللہ تعالی کیطرف لگ رہا اسکو اللہ تعالے نے جگہ دی اور دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تعالی نے اس سے حیا کی اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالی نے اُس سے روگردانی کی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا۔ اور حضرت اُم ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہی کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہین آپنے فرمایا کہ مرحبا ای ام ہانی تئیسوان حق یہ ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال کو ظالم سے بچا دے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اسپر سے دفع کرے اور اسکی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوت اسلامی کی مقتضا سے یہ امر آدمی پر واجب ہی حضرت ابو درداء رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے دوسرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برا کہا اور کسی نے دوسرے کیطرف ہو کر اُسکو روکا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من رد عن عرض اخیه کان له حجابا من النار۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو مرد مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچاویگا اللہ تعالی پر ضرور ہی کہ قیامت کے دن اُسکو آتش دوزخ سے بچاوے اور حضرت انس سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے اُسکے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اُسکی مدد کی طاقت رکھتا ہو اور مدد کرے تو اللہ تعالی اُس سے دنیا و آخرت مین وعدہ پورا کریگا اور جسکے پاس کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اُسکی مدد کرے تو اللہ تعالی دنیا اور آخرت مین اُسکی مدد کریگا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی عزت دنیا مین بچائیگا اللہ تعالی قیامت کے دن اُسکے لیے ایک فرشتہ بھیجیگا کہ اُسکو آتش دوزخ سے بچاوے اور حضرت جابر اور ابو طلحہ رضہ فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپنے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی نصرت ایسی جگہ کرے کہ وہان اُسکی ہتک عزت اور زوال حرمت ہو تو اللہ تعالی اُسکی نصرت ایسی جگہ مین کریگا جہان اُسکا دل نصرت کو چاہتا ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی طرفداری ایسے موقع مین نہ کریگا جہان اُسکی حرمت جاتی ہو تو اللہ تعالی اُسکو ایسے موقع مین بے یار و مددگار چھوڑیگا جہان اُسکو مدد کا ملنا محبوب ہوگا چوبیسوان حق یہ ہی کہ اُسکی چھینک کا جواب دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ چھینکنے والا کہے الحمد للہ علی کل حال۔ اور جو اسکا جواب دے وہ یہ کہے یرحمکم اللہ اور چھینکنے والا پھر اُسکو کہے یهدیکم اللہ ویصلح بالکم اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تعلیم کیا کرتے کہ جب کوئی تم مین سے چھینکے تو یون کہے الحمد للہ رب العالمین جب وہ یہ کہے تو جو شخص اُسکے پاس ہو وہ کہے یرحمک اللہ اور جب پاس والا

یہ کہہ چکین تو چھینکنے والا یہ کہے یغفر اللہ لی ولکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والیکو جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا دوسرے نے اُس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ اُسنے خدا تعالیٰ کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا جائے اور زیادہ وہ چھینکے تو زکام ہے اور مروی ہے کہ آپ نے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب یا جب سنے اور چھینکا تو آپنے فرمایا کہ تجکو زکام ہو گیا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور ناک کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے اور ایک روایت مین ہے کہ منھ ڈھانپ لیتے تھے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہین کہ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اس توقع پر چھینکتے کہ آپ یرحمکم اللہ فرماوین مگر آپ یہدیکم اللہ فرمایا کرتے۔ اور عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یرضی ربنا وبعد ما یرضی والحمد للہ علی کل حال۔ پھر جب آپ نے سلام پھیر اتو استفسار فرمایا کہ یہ کلمات کس نے کہے تھے اس شخص نے عرض کیا کہ مین نے کہے تھے اور میری نیت اُنکے کہنے سے خیر ہی کی تھی آپ نے فرمایا کہ مین نے بارہ فرشتون کو دیکھا کہ ہر ایک اُنکی طرف مبادرت کرتا تھا کہ کونسا اُنکو لکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس چھینک ہو اور وہ پہلے الحمد للہ کہے تو اُسکو درد گردہ نہوگا۔ اور ایک حدیث مین فرمایا العطاس من اللہ والتثاؤب من الشیطان فاذا تثاوب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ فاذا قال آہ آہ فان الشیطان یضحک من جوفہ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ جب آدمی استنجا کرنے کی حالت مین چھینکے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اپنے جی مین الحمد للہ کہے اور کعب احبار رضہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال فرماتے ہین کہ آپ نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی تو قریب ہے کہ مین آہستہ تجھ سے کہون یا بعید ہے کہ تجکو آواز دون ارشاد ہوا کہ جو کوئی مجکو یاد کرتا ہے مین اُس کا جلیس ہون عرض کیا کہ ہم ایسے حال مین ہوتے ہین کہ تمہین ذکر کرنا مخل عظمت ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ہے ارشاد ہوا کہ میرا ذکر ہر حال مین کرو۔ اکیسوان حق یہ ہے کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہیے کہ اُس خوش خلقی کر کے محفوظ رہے بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایماندار سے اخلاص دلی کرنا چاہیے اور بدکار سے اُسکے کردار کے مخالف کام کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہے حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ ہم بعض لوگون کے سامنے ہنستے ہین اور ہمارے دل انکو لعنت کرتے ہین اور ظاہرداری کے معنی یہی ہین اور یہ امر ایسے ہی لوگون کے ساتھ ہوتا ہے جنکے شر سے ڈر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادفع بالتی ہی احسن اور حضرت ابن عباس رضہ ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ سیئۃ سے مراد فحش اور ایذا ہے اور حسنہ سے سلام اور مدارات اور آیت ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض مین فرماتے ہین کہ خوف و رجا اور حیا اور مدارات سے مراد ہے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو آنے دو کہ یہ اپنی قوم مین نہایت شریر شخص ہے جب وہ اندر آیا تو آپ نے اُس سے ایسی نرمی باتون مین فرمائی کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ آپ کے نزدیک اُسکی کچھ عزت ہے جب وہ چلا گیا تو مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ جسوقت وہ آنے کو تھا اُسوقت تو آپ نے وہ کچھ فرمایا پھر اُسکے ساتھ نرم گفتگو فرمائی آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضہ خدا تعالیٰ کے نزدیک

قیامت کے دن سب مین بدتر مرتبہ اُس شخص کا ہوگا جسکو لوگ اُسکے فحش کے خوف سے چھوڑ دین اور ایک حدیث مین ہے کہ جس چیز کو دے کر آدمی اپنی عزت بچاوے وہ اُسکے حق مین صدقہ ہے اور آثار مین وارد ہے کہ لوگون سے اختلاط اُسکے اعمال کے موافق کرو اور دلون سے اُنسے علیحدہ رہو۔ اور محمد بن حنفیہ رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص ایسے لوگون سے جن کی صحبت سے مفر نہین باخلاق پیش نہ آوے جب تک کہ خداے تعالیٰ کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہین۔ بائیسوان حق یہ ہے کہ توانگرون کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے اور یتیمون کے ساتھ سلوک کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد سلطنت مین جب مسجد مین داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اُسکے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ مسکین دوسرے مسکین کا ہمنشین ہوا اور کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی لفظ سے پکارا جانا اتنا محبوب نہ تھا جتنا یا مسکین کہکر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور کعب احبار رضہ سے مروی ہے کہ قرآن مین جسجگہ یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہے اور عبادہ بن صامت رضہ فرماتے ہین کہ دوزخ کے سات دروازے ہین تین توانگرون کے لیے ہین اور تین عورتون کے لیے اور ایک فقیر اور مساکین کیواسطے ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہے کہ کسی نبی نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین کس طرح جانون کہ تو مجھ سے راضی ہے ارشاد ہوا کہ اس بات کو دیکھ لے کہ مساکین تجھ سے راضی ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو مُردون کے پاس بیٹھنے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کون ہین آپنے فرمایا کہ توانگر۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مین تجکو کہان تلاش کرون ارشاد ہوا کہ شکستہ دلونکے پاس۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ فاجر کی نعمت پر رشک مت کرو کیونکہ تمکو معلوم نہین کہ مرنے کے بعد اُسکا کیا حال ہوگا اُسکے پیچھے تو ایک طالب جلد باز لگا ہوا ہے اور یتیم کی تیمارداری کے فضائل ان روایات سے معلوم ہوتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جسکے ماں باپ مسلمان تھے تو اُسکے لیے قطعاً جنت واجب ہے اور فرمایا انا وکافل الیتیم کہاتین وتشیر باصبعیہ اور فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالون پر اُسکا ہاتھ گذریگا ہر ایک بال کے عوض مین ایک نیکی اُسکو ملیگی۔ اور فرمایا کہ مسلمانونکے گھرون مین سے اچھا وہ ہے جسمین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانون کے گھرون مین برا گھر وہ ہے جسمین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ برائی کیجاتی ہو۔ تئیسوان حق یہ ہے کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے اور اُسکے دلمین خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اور فرمایا ان احدکم مرآۃ اخیہ فاذا رای بہ شیئا فلیمطہ عنہ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کردے تو گویا تمام عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرے۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی پانذار کو راحت پہونچاوے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو آرام دیگا اور فرمایا کہ جو شخص رات خواہ دن مین ایک ساعت اپنے بھائی کے کام مین چلیگا خواہ اُسکو پورا کرے یا نہ کرے یہ امر اُسکے حق مین دو مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہوگا اور فرمایا جو شخص غمزدہ یا نادار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے اللہ تعالیٰ

اسکو بہتر مغفرت بخشدے ۔ اور فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلوما فقیل کیف نصرہ ظالما قال تمنعہ من الظلم ۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر زیادہ
محبوب یہ ہیں ایماندار کا دل خوش کرنا اُس سے کسی غم کو ٹالنا اُسکا قرض ادا کرنا اور بھوکا ہو تو کھانا کھلانا ۔ اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار کو ستانیوالے سے
بچا دے جو اُسکو دق کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکے پاس ایک فرشتہ بھیجیگا جو اُسکے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا ۔ اور فرمایا کہ دو
خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنسے زیادہ کوئی برائی نہیں ایک خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا دوسرے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ضرر پہونچانا ۔ اور دو
خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنسے بڑھکر کوئی نیکی نہیں ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا دوسرے اُسکے بندوں کو فائدہ پہونچانا ۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کی غمخواری نکرے وہ اُنمیں نہیں ۔ اور حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہر روز
تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے اللهم اصلح امة محمد اللهم ارحم امة محمد اللهم فرج عن امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اسکو ابدال میں لکھ لیگا ۔ اور ایک روز علی بن فضیل
رونے لگے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ مجکو اس شخص کے حال پر رونا آتا ہے جسنے مجھپر ظلم کیا ہے کہ کل کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا
اور اس سے پوچھا جائیگا کہ ظلم کیوں کیا تھا اور اُسکے پاس کوئی دلیل نہوگی چھبیسواں حق یہ ہے کہ بیمار پرسی کرے اور اس حق کے ثابت ہونے اور
ثواب پانیکو جان پہچان اور مسلمان ہونا ہر مریض کا کافی ہے اور بیمار پرسی کے آداب یہ ہیں کہ بیمار کے پاس تھوڑا بیٹھنا اور اس سے کمتر سوال کرنا اور
اُسکے حال پر ترس ظاہر کرنا اور شفا کی دعا مانگنی اور اس جگہ کے عیوب سے نگاہ بند رکھنی ۔ اور اجازت چاہنے کا طریق یہ ہے کہ دروازے کے مقابل کھڑا نہو
اور نرمی سے کواڑ کھٹکھٹاوے اور جب کوئی پوچھے کون ہے تو یہ نہ کہے کہ میں ہوں اور نہ یوں پکارے کہ یا لڑکے بلکہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہے ۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کامل یہ ہے کہ اُسکی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھکر پوچھو کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہے
اور فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے نخلستان میں بیٹھتا ہے یہانتک کہ جب اُٹھتا ہے اُسپر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہیں کہ رات تک
اُسپر رحمت بھیجتے رہیں ۔ اور فرمایا جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو رحمت میں داخل ہوتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اُسکے
اندر ٹھیر جاتی ہے ۔ اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا اور تیری رفتار طیب
ہوئی اور تونے جنت میں ایک گھر بنا لیا ۔ اور فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور اُنکو حکم دیتا ہے کہ دیکھو کہ
یہ اپنے عیادت کرنیوالوں سے کیا کہتا ہے پس اگر بیمار عیادت کرنیوالوں کے آنے پر شکر اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے جناب الٰہی
میں عرض کرتے ہیں حالانکہ وہ خود زیادہ جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھپر لازم ہے کہ اگر میں اس بندہ کو وفات دونگا تو اسکو جنت میں
داخل کرونگا ۔ اور اگر اسکو شفا بخشونگا تو اُسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دونگا اور خون سے بہتر خون اور اُسکے گناہ معاف
کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسکی بہتری چاہتا ہے اُسکو مبتلائے مصائب کرتا ہے کہ گناہوں سے پاک
ہو جاوے ۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی اور یہ فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم
اعیذک باللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد من شر ما تجد ۔ اسکو کئی بار آپنے فرمایا ۔ اور ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یوں کہو اللھم انی اسالک تعجیل عافیتک وصبرا علی بلیتک وخروجا من الدنیا الی رحمتک کہ انہیں سے ایک بات تمکو عنایت ہوگی ۔ اور بیمار کو مستحب ہے کہ یوں کہے اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد ۔ اور حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جائے تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے اسکے مہر میں سے کچھ مانگے اور اسکا شہد خرید کر مینھ کے پانی مین ملا کر پی جائے تو اسکو یہ نسخہ رچتا پچتا اور برکت کی شفا ہوگی یعنی اسلیے کہ ان تینوں چیزونکے باب مین قرآن مجید مین یہی صفات مذکور ہیں مہر مین فرمایا کلوہ ہنیأ مریأ اور شہد کے باب مین فرمایا فیہ شفاء للناس ۔ اور مینھ کے لیے فرمایا ونزلنا من السماء ماء مبارکا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضہ کو فرمایا کہ کیا مین تجکو ایسی بات نہ بتادون جو اسکے شایان ہے کہ اگر آدمی اپنے مرض کے اول ہی مین پڑھ لے تو اللہ تعالی اسکو دوزخ سے نجات دے حضرت ابوہریرہ رضہ نے عرض کیا کہ بہتر ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرے لا الہ الا اللہ یحیی و یمیت وھو حی لا یموت سبحان اللہ رب العباد والبلاد والحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ علی کل حال اللہ اکبر کبیرا ان کبریاء ربنا وجلالہ وقدرتہ بکل مکان اللھم ان انت امرضتنی لتقبض روحی فی مرضی ہذا فاجعل روحی فی ارواح من سبقت لھم منک الحسنی وباعدنی من النار کما باعدت اولیاءک الذین سبقت لھم منک الحسنی ۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنی ہے جتنی مدت اونٹنی کے دو بار دودھ نکالنے میں ہے ۔ اور طاؤس رحمہ فرماتے ہیں کہ فضل عیادت وہ ہے جو سب مین ہلکی اور جلد ہو ۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ بیمار پرسی ایکبار تو سنت ہے اور زیادہ ہو تو نفل ہے ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ عیادت تین دن کے بعد چاہیے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ دیکر کرو اور اسمین نرمی کرو اور مریض کیلیے چھ آداب ہیں کہ اچھی طرح صبر کرے اور شکایت اور اضطراب کم کرے اور ملتجی بدعا رہے اور دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے چھٹا ان حق یہ ہے کہ اسکے جنازہ کے ہمراہ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من شیع جنازۃ فلہ قیراط من الاجر فان وقف حتی تدفن فلہ قیراطان ۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیراط کوہ احد کے مثل ہے اور جب حضرت ابوہریرہ رضہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر رضہ نے سنا تو فرمایا کہ ہم نے اب تک بہت سی قیراط کھو ذخیرہ آخرت کر لیا ہے ۔ اور جنازہ سے مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنی مقصود ہے مکحول دمشقی جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ ہم بھی آتے ہیں نصیحت پوری ہے مگر غفلت بہاری ہے پہلے لوگ چلے جاتے ہیں اور پچھلے نہیں سمجھتے ۔ اور مالک بن دینار رحمہ اپنے بھائی کے جنازہ کیساتھ نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ بخدا آنکھ چین نہ پڑیگی جبتک نہ جانلونگا کہ تمہارا انجام کیا ہے اور زندگی بھر تو اللہ تعالی مجھکو یہ حال کبھی نہ دکھلاتا ہے ۔ اور اعمش رحمہ فرماتے ہیں کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے مگر یہ نجانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کس کی کرین کیونکہ اندوہ و ملال سب کو یکسان ہوتا تھا ۔ اور ابراہیم زیات نے لوگونکو دیکھا کہ ایک مردہ پر دعاء رحمت کرتے ہیں فرمایا کہ اگر تم اپنے لیے دعاء رحمت کرو تو بہتر ہے اسلیے کہ یہ مردہ تو تین ہولون سے نجات پاچکا یعنی ملک الموت کی صورت دیکھ چکا اور موت کی تلخی بھی چکھ لی اور خاتمہ کے خوف سے مامون ہوا

اور نکو یہ باتین باقی ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یتبع المیت ثلثۃ فیرجع اثنان ویبقی واحد یتبعہ اہلہ ومالہ وعملہ فیرجع اہلہ ومالہ ویبقی عملہ چھبیسوان حق یہ ہے کہ انکی قبرونکی زیارت کرے اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جو دیکھنے کی جگہ دیکھی ہے اُس سے قبر زیادہ ہولناک ہے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے آپ قبرستان مین تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھے مین اور لوگونکی نسبت آپ سے بہت قریب تھا آپ روئے تو ہم بھی روئے آپ نے پوچھا کہ تم کیون روئے ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کی جہت سے آپنے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب یعنے والدہ ماجدہ کی ہے مین نے اپنے رب سے اجازت زیارت کی مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر مین نے درخواست کی کہ ان کے لیے دعاے مغفرت کرون اسکو اللہ تعالے نے نہ مانا اسوجہ سے مجکو وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبر پہ کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپکی داڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے ان القبر اول منازل الآخرۃ فان نجا منہ صاحبہ فما بعدہ ایسر وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد۔ اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ آدمی سے اسکی قبر اول یہ کلام کرتی ہے کہ مین کیڑون کا گھر ہون تنہائی کا مکان ہون خانۂ غربت ہون منزل ظلمت ہون یہ چیزین مین نے تیرے لیے رکھ چھوڑی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ سن لو مین تم کو اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہون وہ روز ہے جسمین قبر مین رکھا جاؤنگا۔ اور ابو درداء قبرون کے پاس بیٹھتے لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مین ایسے لوگونکے پاس بیٹھتا ہون کہ مجکو آخرت کی یاد دلاتے ہین اور اگر انکے پاس سے چلا جاتا ہون تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنے باب مین فکر نہ کرے اور نہ انکے لیے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور انکی خیانت کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ ہر ایک رات کو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے قبر والو تم کن لوگون کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہین کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہین کہ وہ روزے رکھتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور اللہ کا ذکر کرتے ہین اور ہم کو یہ باتین میسر نہین۔ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص قبر کو زیادہ یاد رکھیگا وہ اسکو جنت کے باغونکا ایک باغ پائیگا اور جو اُسکی یاد سے غافل رہیگا وہ اسکو دوزخ کے گڑھونکا ایک گڑھا پائیگا۔ اور ربیع بن خثیم نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اُسکے اندر لیٹتے اور ساعت بھر ٹھہر کر کہتے رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت پھر فرماتے کہ اے ربیع تو لوٹا دیا گیا اب عمل کر اسکے پیشتر کہ اس سے کو لوٹایا نجائے۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب آپ نے قبرون کو دیکھا تو رو پڑے۔ اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبرین بنی امیہ میرے آباکی ہین گویا دنیا کے لوگونکی لذتون مین کبھی شریک نہ تھے دیکھو اب بچھڑے پڑے ہین اور صرف قصے کہانی رہ گئے کیڑے اُنکے بدنونکو کھا گئے پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین ان لوگونسے زیادہ کسی کو نہین جانتا کہ عیش کیا ہو اور اللہ تعالے کے عذاب سے مامون رہا ہو۔ اور تعزیت اور تسلی دینے والیکے آداب یہ ہین کہ انکسار کرنا اور غم کا اظہار اور قلت کلام و ترک تبسم ملحوظ رکھے اور جنازے کی ہمراہی کے آداب خشوع اور ترک سخن اور میت کے حال مین تامل کرنا اور اپنی موت کو سوچنا اور اُسکے سامان کی تیاری کی فکر کرنا اور جنازہ کے قریب چھا ہوا چلنا ہین اور جنازہ کو جلد لیجانا سنت ہے۔ یہ باتین ہین

مختصر آداب چہ روایت بریدہ ۱۲۵ ح البتہ قبر آخرت کی منزلون مین سے اول ہے اگر قبر والا اس سے بچگیا تو اس کے بعد کی چیزین اُسسے آسان ہین اور اگر اس سے نہ بچا تو بعد کی چیزین اس سے زیادہ سخت ہین ترمذی وحاکم و ابن ماجہ ۱۲ ۲۵ ح اسکی اصل مجکو نہین ملی ۱۲

جنسے عام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے آداب معلوم ہوتے ہین اور مجملاً آداب جو ان سب کے جامع ہون یہ ہین کہ کسی کو حقیر مت جانو خواہ وہ
زندہ ہو یا مردہ ورنہ تباہ ہو جاؤگے اس لیے کہ تم کو کیا خبر ہے شاید وہی تم سے بہتر ہو کیونکہ وہ ہرچند فاسق ہے مگر شاید کہ خاتمہ نیکبختی پر ہو اور تمھارا
خاتمہ اُسکے حال کے بموجب ہو۔ اور کسی کو دنیا کی حالت کے اعتبار سے بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا حقیر ہے اور اسکی چیزین
ذلیل و جس صورت مین تمھارے نفس کے اندر دنیاداروں کی عظمت ہوگی تو دنیا کی پہلے ہوگی اسلیے خدا تعالیٰ کی نظرون سے گر جاؤگے
اور انکو اپنا دین اس غرض سے مت دو کہ اُنسے دنیا حاصل کرو ورنہ اُنکی نظرون مین حقیر ہو جاؤگے پھر دنیا بھی نہ ملیگی اور اگر ملی بھی تو ادنیٰ چیز
لو لیکر عمدہ چیز عوض مین انکو بیٹھوگے اور اُنسے دشمنی مت کرو اسطرح کہ عداوت ظاہر ہو جاوے اور پھر اسی کے ہو رہو اور دین و دنیا سب اسی مین
چلی جاوے اور اُنکا دین تمھارے باب مین جاتا رہے ہان اگر کوئی بات دین کی خرابی کی اُنسے نظر پڑے تو اُنکے برے افعال سے عداوت
رکھو اور اُنپر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے مستحق اُسکے غصہ اور عذاب کے ہو گئے اُنکو یہی درد کافی ہے کہ دوزخ مین جاوینگے
تم کو کیا ضرورت ہے کہ اُنسے عداوت کرو۔ اور اُنکی دوستی اور منہ پر تعریف کرنے اور ظاہر مین تم کو دیکھکر خوش ہونے پر اطمینان مت کرو اسلیے کہ اگر یہ
باتین تلاش کروگے تو واقع مین ظاہر کے مطابق سو مین سے ایک مین پاوگے بلکہ عجب نہین کہ ایسا شخص نہ ملے جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو
اور اپنے حالات کی شکایت اُنسے نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمکو اُنھین کے حوالہ کر دیگا۔ اور یہ توقع نہ کرو کہ غیبت مین باطن مین وہ تمھارے حق مین ایسے ہین
جیسے سامنے ظاہر مین ہین کیونکہ یہ طمع جھوٹی ہے ایسے لوگ کہان ملتے ہین اور اُنکے پاس کی چیزون مین طمع مت کرو کہ سردست تمکو ذلت ہوگی اور
غرض بھی پوری نہو گی۔ اور اگر تمکو اُنکی حاجت نہو تو تکبر کی راہ سے اُنکو کاٹ کھانیکو نہ دوڑو اور اگر اپنا استغنا ظاہر کرنے سے تکبر کروگے تو اللہ
تعالیٰ اسکی سزا یہ دیگا کہ تمکو اُنکی التجا کرنی پڑیگی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کر دے تو وہ بھائی کام کا ہے اور اگر پوری نہ
کرے تو اسپر عتاب مت کرو ورنہ دشمن ہو جاویگا اور مدت تک اُسکا رنج تمکو کھینچنا پڑیگا اور جس شخص کو جانو کہ یہ کہنا نہین مانیگا اور دشمن ہو جاویگا
اُسکو نصیحت مت کرو ہان اگر اُسکی نصیحت اسطرح ہو کہ کنایۃً اور علی الاطلاق بیان کیا جاوے خاص کسی کی تصریح نہو۔ اور جب تم دیکھو کہ لوگ
تمھاری تعظیم کرتے ہین اور سلوک سے پیش آتے ہین تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو جسنے اُنکو تمھارے لیے مسخر کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اُنکی بات
سے کہ تمکو اُنکے حوالے کرے۔ اور جب تمکو خبر پہونچے کہ لوگ میری غیبت کرتے ہین یا اُنکی کوئی شرارت دیکھو یا کوئی بُرائی اُنسے تم کو پہونچے تو اُنکا
معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دو اور اُنکے شر سے پناہ مانگو اپنے نفس کو مکافات کی فکر مین مشغول مت کرو ورنہ ضرر زیادہ ہوگا اور اس شغل مین عمر
مفت برباد جائیگی۔ اور اُنسے یہ نہ کہو کہ تم نے ہماری قدر و منزلت نہ پہچانی اور یہ عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہوگے تو
اللہ تعالیٰ اُنکے دل مین ڈال ہی دیگا کیونکہ دلون مین محبت و بغض کا ڈالنے والا وہی ہے۔ اور اُنمین اسطرح رہو کہ حق بات کو سن لو اور باطل
سے بہرے ہو اُنکے حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو اور اکثر لوگون کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ نہ لغزش کو معاف کرین نہ خطا کو نہ
عیب کو چھپاوین حساب کوڑی کوڑی کا کرین تھوڑے بہت پر حسد کرین اپنا انتقام لین دوسرون کا انصاف نہ کرین بھول چوک پر مواخذہ
کرنے مین عذر کرتے سے ایٹھین بھائیون کو بہکاتین اور چغلی اور بہتان سے انین مفارقت کراتین اکثر کی صحبت مین نقصان و رسوائی ہے اور
اُنسے علیحدہ رہنا زیبا اور شایان ہے اگر خوش ہوے تو بظاہر خوشامد ہے اور اگر ناخوش ہوے تو دل مین کینا اور حسد ہے نہ کینہ کی حالت مین

اُنسے جدا ہین موجود ہی نہ خوشامد کی صورت مین توقع بہبودی بظاہر ذی لباس ہین اور باطن مین موذی خناس کہان کہان خیال دوڑاتے ہین تمھارے پیچھے چشمکون سے اشارے اُڑاتے ہین دوستون کا یہ وتیرہ ہی کہ حسد کے مارے اُنکی موت کا انتظار ہی جلسون مین تمھاری خطائین مشہور کرین تاکہ غصہ اور دہشت کی حالت مین اُن سب کی تمہید بھر بار کرین سو جسکو خوب آزمالو اُسکی دوستی پر اعتماد نہ کرو اور آزمانے کا طور یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ مین اُسکے ساتھ رہو اور بحالی اور معزولی اور تونگری اور مفلسی مین اُسکو دیکھو یا اُسکے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اُس سے کرو یا تمکو کوئی سختی پیش آوے اور تم اُسکے محتاج ہو تو ان باتون مین اگر اُس کو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر مین تم سے بڑا ہی تو اُسکو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹا تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ غرضکہ خلق کے ساتھ بسر کرنے کے یہ آداب ہین جو مذکور ہوے

دوسرا بیان ہمسایہ کے حقوق کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ جس قدر اخوت اسلامی کے حق ہین ہمسائگی کے اُنسے سوا ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہوگا تو اُسکا حق بہ نسبت غیر مسلم کے زیادہ ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہمسائے تین ہین اول وہ جسکا ایک حق ہو دوم وہ جسکے دو حق ہون سوم وہ جسکے تین حق ہون۔ جسکے تین حق ہین وہ تو مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہی کہ اُسکو حق ہمسائگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہی اور جسکے دو حق ہین وہ مسلمان ہمسایہ ہی کہ اُسکا حق ہمسائگی اور حق اسلام ہی اور جسکا ایک حق ہی وہ مشرک ہمسایہ ہی۔ تو دیکھنا چاہیے کہ شارع علیہ السلام نے صرف ہمسائگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین رہے اُسکی ہمسائگی اچھی طرح کر کہ اس سے تو مسلمان ہو جائیگا اور فرمایا لازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ اور فرمایا من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم جارہ اور فرمایا لایؤمن عبد حتی یامن جارہ بوائقہ اور فرمایا قیامت کے دن اول جو باہم دو شخص خصومت کرینگے وہ دو ہمسایہ ہونگے۔ اور فرمایا جب تو نے اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اُسکو ایذا دی۔ و کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ وہ مجھکو ستاتا ہی اور گالی دیتا ہی اور تنگ کرتا ہی آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر اُسنے تمھارے باب مین خدا تعالی کی نافرمانی کی تو تم اُسکے باب مین خدا تعالی کی اطاعت کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ فلانی عورت دن کو روزہ رکھتی ہی اور رات بھر عبادت کرتی ہی مگر اپنے پڑوسیون کو ستاتی ہی آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ہمسایہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ صبر کر پھر تیسری یا چوتھی بار کی شکایت مین آپنے فرمایا کہ اپنا اسباب رستہ مین ڈالدے وہ شخص کہتا ہی کہ لوگ اسباب کے پاس آتے تو پوچھتے کہ تجھے کیا ہوا ہی کوئی کہدیتا اُسکے ہمسایہ نے اُسکو ستایا ہی تو وہ کہتے کہ خدا تعالی اُسپر لعنت کرے غرضکہ وہ ہمسایہ اُسکے پاس آیا اور کہا کہ اپنا اسباب اُٹھا لے بخدا کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نہ کرونگا اور زہری سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی خدمت مین اپنے ہمسایہ کی شکایت کرنے آیا آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جاے کہ سن لو چالیس گھر ہمسایہ ہین زہری فرماتے ہین کہ چالیس اِدھر اور چالیس اُدھر اور چالیس ایسے اور چالیس ویسے اور چارون طرف کو اشارہ کیا

اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گھوڑے مین ہے عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ مہر تھوڑا ہونا اور نکاح سہولت سے ہونا اور اسکا خوش خلق ہونا اور اُسکی نحوست یہ ہے کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح بدشواری ہونا اور اسکا خلق بُرا ہونا اور مکان کا مبارک ہونا یہ ہے کہ فراخ ہو اور ہمسایہ کے لوگ اچھے ہون اور اُسکی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو اور ہمسایہ بُرا ہو اور گھوڑے کا مبارک ہونا اُسکا فرمانبردار ہونا اور عادتونکا اچھا ہونا ہے اور اسکی نحوست عیبی اور بدرکاب ہونا ہے اب جاننا چاہیے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہیں کہ اسکو ایذا نہ دیجیے کیونکہ یہ بات اینٹ پتھر وغیرہ مین بھی ہے کہ اُنسے ایذا نہین پہونچتی بلکہ یہ چاہیے کہ اگر ہمسایہ ایذا دے تو برداشت کرے اور صرف برداشت ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اُسکے ساتھ نرمی کرے اور سلوک اور احسان سے پیش آوے کیونکہ کہتے ہین کہ مفلس ہمسایہ قیامت کے دن اپنے ہمسایہ تونگر سے لپٹیگا اور عرض کریگا کہ یارب اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجکو کیون محروم رکھا اور مجھ سے اپنا دروازہ کیون بند کیا اور ابن المقفع کو خبر پہونچی کہ انکا کوئی ہمسایہ مدیون ہو گیا ہے اور اپنے قرضہ مین مکان بیچتا ہے اور آپ اُسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھا کرتے تھے فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کے سبب اپنا گھر بیچدیا تو ہم نے اُسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھنے کا حق بھی ادا نہ ہوا پھر اُسکو مکان کا دام دیکر کہا کہ گھر کو فروخت مت کرو اور کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے گھر مین چوہے بہت ہو گئے ہین اُنسے کسی نے کہا آپ بلی کیون نہین پال لیتے اُنھون نے کہا کہ یہ ڈر ہے کہ کہین بلی کی آواز سنکر چوہے ہمسایون کے مکانون مین نہ چلے جائین اور جو بات اپنے لیے نہین پسند کرتا وہ اُنکے لیے پسند کرون اور ہمسایہ کے حقوق مجمل یہ ہین کہ اُس سے پہلے سلام کرے اور گفتگو اُسکے ساتھ طول نہ دے اور نہ اُسکے حال کو بہت استفسار کرے اور حالت مرض مین اُسکی بیمار پرسی کرے اور مصیبت مین اُسکو تسلی دے اور اسکا ساتھ نہ چھوڑے اور خوشی مین مبارکباد دے اور آپ بھی اُسکے ساتھ خوشی ظاہر کرے اور اُسکی خطا اور لغزش سے درگذر کرے اور چھت پر سے اُسکے گھر مین نہ جھانکے اور دیوار پر کڑیان رکھنے یا پرنالہ سے پانی گرنے یا صحن سے مٹی ڈالنے مین اُسکا دق نہ کرے اور اسکے گھر مین جانیکا راستہ تنگ نہ کرے اور جو کچھ وہ اپنے گھر مین لیجاوے اُسپر تاک نہ لگا رہے اور اگر اُسکا کوئی عیب معلوم ہو تو اُسکو چھپا لے اور اگر اُسپر کوئی حادثہ واقع ہو تو جھٹ پٹ اُسکی دستگیری کرے اور وہ جب گھر پر نہ ہو تو اُسکے مکان کے دیکھنے سے غافل نہ رہے اور اُسکی بُرائی نہ سنے اور اُسکے اہل خانہ سے آنکھ نیچی رکھے اور اُسکی خادمہ پر ٹکٹکی نہ لگائے اور اُسکے بچے سے گفتگو مین نرمی برتے اور جو امر اُسکو دین اور دنیا کا معلوم نہ ہو اُسکو ٹھیک ٹھیک بتادے اور سوا اُنکے وہ حقوق جو عام مسلمانون کے لیے ہم ذکر کر چکے ہین اُنکا لحاظ ہمسایہ کے ساتھ بھی رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے اُسکے حق یہ ہین کہ اگر تم سے مدد چاہے تو اُسکی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اور اگر تم سے کوئی کام چاہے تو پورا کرو اور بیمار ہو تو عیادت کرو اور مر جائے تو جنازے کے ہمراہ جاؤ اور اُسکو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اور بدون اُسکی اجازت اپنی عمارت اونچی مت کرو کہ اُسکی ہوا رکے اور اگر کوئی میوہ خرید کرو تو اُسکو ہدیہ دو ورنہ چھپا کر اپنے گھر مین لاؤ اور اپنے بچے کو میوہ لیکر باہر نہ جانے دو تاکہ اُسکے بچے کو رنج نہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو اور بگھار سے اُسکو ایذا مت دو مگر اس صورت مین کہ ایک چمچہ اُسکے یہان بھی بھیجو تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہین قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ ہمسایہ کا حق اُسی سے ادا ہوگا جسپر خدا تعالی رحم کرے۔ اسی طرح اس حدیث کو روایت کیا ہے عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اُسنے اپنے دادا سے اور اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ

ہین کہ مین حضرت ابن عمر رضہ کے پاس تھا اور انکا ایک غلام بکری کا پوست اُتار رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اے غلام جب بکری صاف کر چکے تو
اول ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا تب اُس غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی بار فرمائینگے آپ نے فرمایا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو ہمسایہ کے باب مین وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین اسکو وارث تو نہین کر دینگے
اور ہشام فرماتے ہین کہ حضرت حسن بصری کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاریٰ کو کھلانے مین کچھ مضائقہ نہ تھا اور ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ
میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اسمین شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والونکو دیکھو اور اُس
مین سے اُنکے لیے نکالکر بھیجدو۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ ہین ایک کا
دروازہ تو میرے سامنے ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھسے دور ہے اور بعض اوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہے کہ دونون کو دینے کی گنجائش نہین
ہوتی تو اُن دونون مین کس کا حق زیادہ ہے آپ نے فرمایا جسکا دروازہ تمھارے سامنے ہے اُسکا حق زیادہ ہے۔ اور حضرت ابو بکر
صدیق رضہ نے اپنے فرزند عبد الرحمن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تندخوئی اور درشت کلامی کرتے ہین آپنے فرمایا کہ ہمسایہ سے ایسا نکرو
کہ بات رہجاتی ہے اور آدمی چل دیتے ہین۔ اور حسن بن عیسیٰ نیشاپوری کہتے ہین کہ مین نے عبد اللہ بن مبارک رضہ سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے
پاس آکر شکایت کرتا ہے کہ تمھارے غلام نے میرے ساتھ ایسا کیا اور غلام اُس فعل سے انکار کرتا ہے تو اب غلام کو مارنے کو بھی دل نہین چاہتا کہ شاید
وہ مجرم نہو اور اُسکا چھوڑ دینا بھی بُرا معلوم ہوتا ہے کہ ہمسایہ مجھسے ناراض ہوگا تو اب مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ تمھارا غلام اگر کوئی تمھارا قصور کرے تو
اُسکو اُسوقت سزا نہ دو جب ہمسایہ اُسکی شکایت کرے تو اُسی قصور سابق پر اُسے ادب دو کہ اس صورت مین ہمسایہ بھی راضی رہیگا اور اُسکی سزا اُسکے قصور
ہی پر ہوجاویگی۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ دس باتین مکارم اخلاق کی ہین اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے اُسکو عنایت کرتا ہے ممکن ہے کہ آدمی مین ان
اور اُسکے باپ مین نہوں اور غلام مین ہون اور اُسکے آقا مین نہون اول راست گفتاری دوم لوگون سے راستی برتنی سوم سائل کو
دینا چہارم عملونکا مکافات کرنا پنجم صلہ رحم ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت ہشتم ہمجنس کا پاس نہم مہمان کی دعوت
دہم جو سب کی اصل ہے وہ حیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو کوئی پڑوسن
اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے گو بکری کی کھری ہی ہو اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مرد مسلمان کی یہ بھی سعادت ہے کہ مکان
وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ سیدھی ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مجکو کیسے معلوم ہو کہ مین نے کوئی کام اچھا کیا یا بُرا آپ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے ہمسایونکو کہتے سنے کہ اچھا کیا تو جان لے کہ اچھا کیا اور اگر
یون کہتے سنے کہ بُرا کیا تو معلوم کر کہ بُرا کیا۔ اور حضرت جابر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دیوار مین
کوئی ہمسایہ شریک ہو تو اُسکو فروخت نہ کرے جبتک ہمسایہ شریک پر پیش نکرلے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار مین کڑیان رکھلے خواہ وہ راضی ہو یا نہو۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا لا یمنعن احدکم جارہ ان یضع خشبۃ فی حائطہ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرمایا کرتے کہ تم اس حدیث سے اعراض کیون کرتے ہو مین
اُسکو تمھارے شانونکے بیچ مین لادونگا یعنی ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع مت کرو اور اسکو ناگوار مت جانو مین تمسے اس سنت کی تعمیل ہر دم لونگا

اور بعض علماء اسکے وجوب کی طرف گئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ان من امارات اللہ بعبد خیرا عسلہ کسی نے عرض کیا عسلہ کے کیا معنی ہین آپنے فرمایا کہ ہمسایون کے نزدیک اُسکو محبوب کر دیتا ہے

تیسرا بیان اقارب کے حقوق کے ذکر مین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقول اللہ تعالی انا الرحمن وہذہ الرحم شققت لہا اسما من اسمی فمن وصلہا وصلتہ ومن قطعہا بتتہ ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا من سرہ ان ینسا لہ فی اثرہ ویوسع لہ فی رزقہ فلیصل رحمہ اور ایک حدیث مین روایت یون ہے جس شخص کو خوشی معلوم ہو کہ اسکی عمر دراز ہو اور رزق مین وسعت ہو تو چاہیے کہ خدا تعالی سے ڈرے اور اپنے رشتہ قرابت کو ملا رکھے ۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی افضل ہے آپنے فرمایا کہ جو اللہ تعالی سے سب سے زیادہ ڈرتا ہو اور صلہ رحم بیشتر کرتا ہو اور امر معروف و نہی عن المنکر بہت کرتا ہو ۔ اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ مجھکو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ صلہ رحم کر اگرچہ مجھ سے اعراض کیا جاوے اور مجھکو حکم فرمایا کہ حق کہون اگرچہ تلخ ہو ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہے اُسکو جوڑنے والا وہ نہین جو مکافات کرے بلکہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اسکی قرابت منقطع ہو جاوے تو وہ اُسکو جوڑدے ۔ اور فرمایا کہ سب طاعتون مین جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہے یہانتک کہ گھر والے بدکار ہوتے ہین لیکن اُنکے مال بڑھتے ہین اور شمار زیادہ ہو جاتا ہے جسوقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہین ۔ اور زید بن اسلم رض فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے فتح کے لیے نکلے تو ایک شخص نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپکا ارادہ خوبصورت عورتون اور سرخ اونٹنیون کا ہو تو آپ بنی مدلج پر قصد کرین آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھکو بنی مدلج سے منع فرمایا ہے اسلیے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہین اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہین کہ میرے پاس میری ماں تشریف لائین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ ابھی تک مشرک ہے کیا مین اُس سے سلوک کرون آپ نے فرمایا ہان اور ایک روایت مین یون ہے کہ مین اُسکو کچھ دون آپ نے فرمایا ہان صلہ رحم کر ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور قرابت والیکو کچھ دینا دو صدقے ہین اور جب حضرت ابو طلحہ رض نے چاہا کہ اپنا باغ جو اُنکو محبوب تھا صدقہ کرین بموجب اس آیت کے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقراء و مساکین کے لیے ہے آپنے فرمایا کہ تمھارا ثواب ثابت ہو گیا اب اسکو اپنے اقارب مین تقسیم کر دو ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ اُس قرابتی کا ہے جو باطن مین عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا یہ فرمایا ہے کہ نیکیون مین افضل یہ ہے کہ ملو اُس سے جو تم سے علیحدہ رہے اور دو اُسکو جو تم کو محروم کرے اور درگذر کرو اُس سے جو تمپر ظلم کرے ۔ اور مروی ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے عاملونکو لکھا کہ اقارب سے کہدو کہ باہم ملاقات کیا کرین اور ایک دوسرے کے ہمسایہ مین نہ رہین ۔

اور پاس رہنے کو اسلیے منع فرمایا کہ ہمسایہ مین رہنے سے حقوق بہت سے ہوجاتے ہین اور بعض اوقات موجب وحشت اور قطع قرابت ہوا کرتے ہین

والدین و اولاد کے حقوق کا بیان

اب معلوم کرنا چاہیے کہ جس قدر قرابت مضبوط ہوتی ہی اُسی قدر حقوق بھی موکد ہوتے ہین اور سب سے زیادہ مخصوص اور قریب ماں باپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہی اس لیے والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لن یجزی ولد والدہ حتی یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ اور فرمایا[۲] والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد سے فی سبیل اللہ سے افضل ہی اور فرمایا[۳] کہ جو شخص صبح کے وقت اپنے ماں باپ دونون کو خوش رکھے اُس کے لیے جنت کی طرف دو دروازے کھل جاتے ہین اور جو شخص شام کے وقت اُن کی مرضی کے مطابق ہی اُس کو بھی ایسا ہی ہی اور اگر ماں باپ مین سے ایک ہی ہوگا تو ایک ہی دروازہ کھلے گا اگرچہ وہ دونون ظلم کرین اس جملہ کو تین بار فرمایا اور جو کوئی صبح کو اپنے ماں باپ کو ناراض کرے گا اُس کے لیے دو دروازے دوزخ کی جانب کھل جائینگے اور جو شام کو ناراض کرے گا اُس کا بھی یہی حال ہی اور اگر ایک ہوگا تو ایک ہوگا اگرچہ وہ ظلم کرین اُسکو تین بار مکرر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جنت[۴] کی خوشبو پانسو برس کی راہ معلوم ہوتی ہی مگر فرزند نافرمان اور قرابت کا توڑنے والا اُسکو نہ سونگھینگے۔ اور فرمایا[۵] کہ احسان کر اپنے ماں اور باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اور رشتہ دارون کے ساتھ بحسب قرب قرابت۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جو شخص اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتا ہی اور میری نافرمانی کرتا ہی اسکو مین مطیع لکھتا ہون اور جو شخص ماں باپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اُسکو مین نافرمان لکھتا ہون۔ اور کہتے ہین کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہوے اللہ تعالیٰ نے انپر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو گران جانتے ہو قسم ہی اپنی عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہین پیدا کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[۶] کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے ماں باپ کا نام سے دیدے جس صورت مین کہ وہ دونون مسلمان ہون پس اُس کا ثواب اُن دونون کو ملیگا اور اُسکو بھی اُنھین کے برابر ثواب ملتا ہی بدون اس بات کے کہ اُنکے ثواب مین کچھ کمی ہو۔ اور مالک بن ربیعہ کہتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص بنی سلمہ مین سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین مر گئے ہین انکا حق مجھپر کوئی ہی کہ ادا کرون فرمایا کہ ہاں اُنکے لیے نماز پڑھ اور دعاء مغفرت مانگ اور اُنکا عہد و وصیت بجا لا اور اُنکے دوستون کی تعظیم کر اور صلہ رحم کر جسکا پیوند انھین دونون کے سبب سے ہی۔ اور فرمایا[۷] ان من ابر البران یصیل الرجل اہل ود ابیہ۔ اور فرمایا[۸] کہ ماں کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت کر دو نا ہی۔ اور فرمایا[۹] کہ ماں کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہی لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہی آپنے فرمایا کہ وہ باپ کی نسبت کر زیادہ مہربان ہوتی ہی اور رحم کی دعا ساقط نہین ہوتی اور اولاد کے

طبرانی در اوسط بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بسند ضعیف اور اُس مین یہ ہی کہ دونون مسلمان ہون ۱۲ ح ابوداؤد و ابن ماجہ و حاکم ۱۲ ح زیادہ چیز کا سلوک ہی کہ آدمی اپنے باپ کے دوستون سے سلوک کرے۔ مسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ ح

حقوق یہ ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مین کسکے ساتھ سلوک کرون آپ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اُسنے عرض کیا کہ
میرے ماں باپ نہین فرمایا کہ اپنے بچہ پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھپر ہے ویسا ہی تیرے بچہ کا حق ہے۔ اور ایک حدیث مین فرمایا اللہ
رحم کرے اُس باپ پر جو اپنے فرزند کی بدنیک ہونے پر کرے یعنی اُس سے ایسے بُرے کام نہ کرے جس سے وہ نافرمان ہو جاوے اور فرمایا
کہ دینے مین اپنی سب اولاد کو برابر کرو۔ اور کہتے ہین کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہے اور سات برس تک خادم پھر یا دشمن
ہے یا شریک اور انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرزند کی پیدایش کے ساتوین روز اُسکا عقیقہ ہو اور نام رکھا جاوے اور
آلایش دور کیجائے اور جب چھ برس کا ہو تو اُسکو ادب سکھایا جاوے اور نو برس کا ہو تو اسکا بستر علیحدہ کیا جاوے اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ
پڑھنے پر پیٹا جاوے اور جب سولہ برس کا ہو جاوے تو اُسکا باپ اُسکی شادی کر دے پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کے کہے کہ مین نے تجھکو ادب سکھایا علم پڑھایا
نکاح کر دیا مین اللہ تعالی کی پناہ مانگتا ہون دنیا مین تیرے فتنہ سے اور آخرت مین تیرے عذاب سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ فرزند کا حق والدین پر یہ ہے کہ اسکو اچھی طرح ادب سکھائے اور اُسکا نام اچھا رکھے۔ اور فرمایا کل غلام رہین بعقیقته یذبح عنه یوم السابع ویحلق راسه اه
حضرت قتادہ رض فرماتے ہین کہ جب عقیقہ ذبح کرو تو اُسکے بال لیکر شہرگ کے سامنے کر دو پھر اسی طرح خون مین تر کر کے لڑکے کی چندیا پر رکھدو
تاکہ خون تار کی طرح بہہ جاوے پھر اُس کا سر دھو ڈالا جاوے اُسکے بعد بال مونڈے جاوین اور ایک آدمی حضرت عبد اللہ بن مبارک کی
خدمت مین آیا اور اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ تو نے اُسکو کبھی بد دعا دی ہے اُسنے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ خود کردہ را چہ علاج اُسکو تو نے ہی
بگاڑا اور بچے کے اوپر رحم اور نرمی کرنا شعب ہے اقرع بن حابس رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو
پیار کر رہے ہین اُسنے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہین مینے اُنمین سے کسی کو پیار نہین کیا آپ نے فرمایا من لا یرحم لا یرحم اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ایک روز فرمایا کہ اسامہ کا منہ دھو دو مین دھونے لگی مگر گھن کرتی تھی آپ نے میرا ہاتھ جھٹک دیا پھر اسامہ کو لیکر اُس کا منہ
دھویا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اُسنے ہمپر احسان کیا کہ لڑکی نہین ہوا۔ اور ایک بار آپ منبر پر تھے اور حضرت حسن علیہ السلام گرے آپ نے اُتر کر
اُنکو اُٹھا لیا اور یہ آیت پڑھی انما اموالکم و اولادکم فتنة اور عبد اللہ بن شداد کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو نماز پڑھا رہے تھے اُسی
مین حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گردن پر سوار ہو گئے جسوقت کہ آپ سجدہ مین تھے آپنے سجدہ مین بہت سی دیر لگائی
یہانتک کہ لوگون کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگون نے عرض کیا کہ آپنے سجدہ لمبا کیا یہانتک کہ ہمنے
گمان کیا کہ کوئی اور بات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ میرا فرزند مجھپر سوار ہو گیا تھا اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ بدون اُسکے مطلب پورا ہونے کے
جلدی اُتار دون اور اسمین کئی فائدے بھی ہوے اول تو قرب الی اللہ کہ سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ مین ہوتا ہے دوسرے اولاد پر رحم
کرنا تیسرے امت کو ترحم سکھلانا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کی بو جنت کی بو کا شعبہ ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رض نے احنف

[illegible]

بن قیس کو بلوایا جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے باب میں آپ کیا کہتے ہین انھون نے فرمایا اے امیر المومنین وہ ہمارے دلون کے میوے اور پشتون کے ٹیکے ہین ہم اُنکے حق میں زمین فرمانبردار اور آسمان سایہ دار ہین بڑی بڑی مہمات مین ہم انھین کیخاطر گھستے ہین اور اگر کچھ مانگین تو اُنکو دو اور اگر روٹھ جائین تو مناؤ کہ پھر تم کو دل و جان سے چاہین گے اور حتی الوسع تمسے محبت رکھین گے اور تم اُنپر بھاری مت ہو اور سخت مت پکڑو ورنہ تمھاری زندگی سے عاجز ہو کر چاہین گے کہ جلد مر جاؤ اور تمھارے پاس رہنا انکو برا معلوم ہوگا امیر صاحب نے اُن سے فرمایا کہ اے احنف بخدا تمھارے آنے سے پیشتر مین یزید پر جلا بھنا بیٹھا تھا جب احنف رخصت ہوئے تو امیر صاحب یزید سے خوش ہوئے اور اُسکے پاس دو لاکھ درہم اور دو سو تھان بھیجدیے یزید نے اُسمین سے آدھا احنف کو بانٹ دیا یعنی لاکھ درہم اور سو تھان اُنکے پاس روانہ کیے غرضکہ ان اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق نہایت موکد ہے اور اُنکے حقوق کی بجا آوری اخوت کے بیان سے تم کو معلوم ہوگئی جس کو ہم پہلے لکھ آئے ہین کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے موکد تر ہے بلکہ اسمین دو باتین زائد ہین اول یہ کہ اکثر علما اس بات پر ہین کہ طاعت والدین کی شبہات مین واجب ہے گو حرام محض مین واجب نہیں یہانتک کہ اگر تمھارے بدون کھانا کھانے مین وہ ناراض ہون تو تم کو چاہیے کہ اُن کے ساتھ کھاؤ اس لیے کہ شبہہ کا ترک کرنا ورع ہے اور راضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہیں ہو سکتی اسیطرح کسی مرحلہ یا نفل مین تم کو جائز نہیں کہ بدون اُن کی اجازت کے سفر کرو اور فرض اسلام کے حج کو جلد جانا بھی نفل ہے اس لیے کہ اُسکا ادا تاخیر کیساتھ بھی ہو سکتا ہے اور طلب علم کے لیے سفر کرنا بھی نفل ہے مگر اس صورت مین کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم حاصل کرنا منظور ہو اور شہر مین کوئی بتانے والا نہ ہو جیسے کوئی شخص مثلاً اول اول اسلام لایا اور شہر مین شریعت اسلامیہ کا سکھانے والا کوئی نہیں تو اس صورت مین والدین کے حقوق کا مقید نہ رہے اور وطن چھوڑ دے ورنہ بدون اُن کی مرضی کے سفر اختیار نہ کرے حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے استفسار فرمایا کہ یمن مین تیرے والدین ہین یا نہیں اُسنے عرض کیا کہ ہین آپنے پوچھا کہ اُنھون نے تجھکو اجازت دیدی اُسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ تو اول جا کر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کرنا ورنہ جتنا تجھسے ہو سکے اُنکی طاعت کرنا کہ یہ امر توحید کے بعد اور اعمال سے بہتر ہے جسکو تو خدا تعالے کے سامنے لیجائیگا اور ایک اور شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوا کہ جہاد کے باب مین آپ سے مشورہ لے آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ہے کہ نہیں اُسنے عرض کیا کہ ہے آپنے فرمایا کہ اُسکے ساتھ رہ کہ جنت اُسکے پاؤن تلے ہے اور ایک اور شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوا اسکی درخواست تھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ مین آپکی خدمت مین جب حاضر ہوا ہون کہ اپنے والدین کو رُلا آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تو اُن دونو کے پاس جا اور جیسا اُنکو رُلایا ہے اسیطرح اُنکو ہنسا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حق کبیر الاخوۃ علی صغیرھم کحق الوالد علی ولدہ۔ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اُسکی بی بی خواہ اور کوئی گھر والا بدخلق ہو جاوے تو چاہیے کہ اُسکے کان مین اذان کہے یعنی اُس سے سواری کی شوخی اور آدمی کی بدخلقی زائل ہو جاویگی

چوتھا بیان مملوک کے حق کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ملک کی دو قسمین ہین ایک ملک نکاح دوسری ملک رقبہ اول حقوق آداب نکاح مین گذر چکے اور ملک رقبہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہے جسکی رعایت لونڈی غلامون کے ساتھ ضروری ہے اسلیے کہ سب سے پچھلی وصیت آنحضرت صلعم نے یہی فرمائی کہ

کہ اپنے لونڈی غلامون کے باب مین خدا تعالی سے ڈرو جو کچھ تم کھاتے ہو اسمین سے انکو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اس مین سے انکو پہناؤ اور ان سے ایسے کام بزور مت لو جنکی انکو طاقت نہو اور جو تم کو پسند ہون اُن کو رہنے دو اور جنکو برا جانو انکو فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالی کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ خدا تعالی نے انکو تمھارے بس مین کر دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو تم کو اُن کی ملک مین کر دیتا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہیے اور اس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جائے جسکی اسکو طاقت نہو اور فرمایا لا یدخل الجنۃ خب و لا متکبر و لا خائن و لا سیئ الملکۃ۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم کے کتنے بار قصور کو معاف کیا کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو اور حضرت عمر رض کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کے روز عوالی کو جایا کرتے جو مدینہ منورہ سے تین میل ہے پس اگر کسی غلام کو ایسے کام مین پاتے جسکی طاقت اسکو نہوتی تو اس سے کچھ کام کم کر دیتے اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ آپنے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا اور اسکا غلام پیچھے دوڑتا آتا تھا فرمایا کہ اے بندۂ خدا اسکو بھی اپنے پیچھے بٹھا لے کہ وہ تیرا بھائی ہے جیسی جان تجھ مین ہے ویسی ہی اسمین بھی ہے اُسنے اسکو بھی بٹھا لیا پھر حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے جب تک کہ آدمی اُسکے پیچھے پیادہ چلتے ہین اور حضرت ابو ذر رض کی ایک لونڈی نے انسے عرض کیا کہ مین نے تمکو ایک برس تک زہر دیا مگر تم مین کچھ اثر نہ ہوا آپنے پوچھا کہ تونے زہر کیون دیا اس نے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے راحت مل جائے آپ نے فرمایا کہ تو جا مین نے خدا تعالی کی رضا کے لیے تجکو آزاد کیا اور زہری رض فرماتے ہین کہ جب تو مملوک کو کہے کہ خدا تجکو رسوا کرے تو وہ آزاد ہے اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ تم نے بردباری کس سے سیکھی انھون نے کہا کہ قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ انکا حلم کیا مشہور ہے کہا کہ وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے کہ انکی ایک لونڈی ایک سیخ کباب کی اُن کے پاس لائی وہ سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُن کے لڑکے پر گر پڑی جو اسی وقت زخمی ہو کر مر گیا اس لونڈی کے ہوش جاتے رہے اور نہایت ہراسان ہوئی انھون نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اس کا ڈر موقوف نہوگا اس سے کہا کہ خوف مت کر جا تو آزاد ہے اور عون بن عبد اللہ کا غلام جب انکی حکم عدولی کرتا تو فرماتے کہ تو اپنے آقا کے مثل ہو گیا کہ تیرا آقا اپنے خداوند کی نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے ایک روز اس غلام نے انکو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ مین تجکو مارون سو یہ نہ ہوگا جا تو آزاد ہے اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہان کوئی مہمان آگیا آپنے لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لاؤ وہ جلدی ہی بھرا پیالہ لے کر جلدی چلی اور الجھی پھسلی کہ وہ پیالہ آقا کے سر پر گر گیا انھون نے فرمایا کہ تو نے مجھکو جلا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ اے معلم خیر کے سکھانے والے اور لوگون کے ادب دینے والے اللہ تعالی کے ارشاد کے بموجب کام کیجیے انھون نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا ہے اس نے کہا کہ وہ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ انھون نے فرمایا کہ مین نے اپنا غصہ ضبط کیا اس نے کہا کہ آگے یہ ارشاد ہے والعافین عن الناس انھون نے فرمایا کہ مین نے تجکو معاف کیا اس نے کہا کہ کچھ اور بھی ملاحظہ کیجیے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے واللہ یحب المحسنین انھون نے فرمایا کہ تو خدا تعالی کے لیے آزاد ہے اور ابن منکدر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غلام کو مارنا شروع کیا کہ خدا تعالی کیلیے اور اسکی رضا کے لیے مجھے چھوڑ دے مگر اس شخص نے معاف نہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

نے غلام کی فریاد سنی اور اُس شخص کے پاس قدم رنجہ فرمایا جب اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا آپ نے فرمایا کہ اس غلام نے تمکو خدا کے واسطے دیئے تمنے معاف نہ کیا اب مجکو دیکھکر دست کش ہوئے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آزاد ہی خدا ے تعالی کی رضا کیلیے آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نکرتے تو آتش دوزخ تمہارا منھ جھونکدیتی ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہی اور اللہ تعالی کی عبادت اچھی طرح کرتا ہی تو اُس کو دوہرا ثواب ملتا ہی ۔ اور جب ابو رافع رض آزاد ہوے تو روئے اور کہا کہ مجکو دو ثواب ملتے تھے اب ایک جاتا رہا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین ایسے شخص پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت مین جائینگے اور تین ایسے جو اول دوزخ مین داخل ہونگے جو تین کہ اول جنت مین جائینگے ایک شہید ہی دوم غلام جس نے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی اور اپنے آقا کی خیر خواہی کی سوم پارسا عیالدار سوال کا تارک اور جو تین دوزخ مین اول جائینگے ایک امیر ظالم دوسرا مالدار کہ خدا ے تعالی کا حق ادا نہین کرتا تیسرے فقیر شیخی باز ۔ ابو مسعود انصاری رض فرماتے ہین کہ مین اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ اتنے مین اپنی پشت کیجانب سے دوبارہ آواز سنی خبردار ای ابو مسعود مین نے جو منھ پھیر کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے مین نے کوڑا ہاتھ سے ڈالدیا آپ نے فرمایا کہ بخدا جتنی قدرت تجکو اسپر ہی اُس سے زیادہ اللہ تعالی کو تجھپر قدرت ہی ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم مین خادم مول لے تو چاہیے کہ اول اُسکو شیرینی کھلائے کہ اُسکے نفس کے حق مین اچھی ہی اس حدیث کو معاذ رض نے روایت کیا ہی اور حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا خادم اُس کا کھانا لاوے تو چاہیے کہ اسکو ساتھ بٹھلا کر کھلائے اور اگر ایسا نہ کرے تو اُسکو علیحدہ دیدے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب کسی کے غلام نے کھانا تیار کرکے اُسکو پکانے رینڈھنے کی محنت سے بچا دیا اور کھانا اُسکے سامنے لا رکھا تو چاہیے کہ اُسکو بٹھلا کر ساتھ کھلائے ورنہ علیحدہ دے یا ایک لقمہ کو روغن مین تر کرکے اُسکے ہاتھ پر رکھدے اور کہے کہ اسکو کھالے اور جب آپ نے فرمایا کہ روغن مین تر کرکے تو ہاتھ سے اشارہ بھی کردیا کہ ایسے تر کرے ۔ اور ایک شخص حضرت سلمان فارسی رض کی خدمت مین گیا دیکھا تو آپ آٹا گوندھتے ہین اُسنے عرض کیا کہ آپ کیون گوندھتے ہین خادم کہان ہے فرمایا کہ اُسکو ہم نے اور کام کو بھیجا ہی ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ اُسپر دو کام اکٹھے کردین ۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من کانت عندہ جاریۃ فصانہا واحسن الیہا ثم اعتقہا وتزوجہا فذالک لہ اجران ۔ اور ایک اور حدیث مین فرمایا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ غرضکہ مملوک کے حقوق مجمل یہ ہین کہ خوراک اور پوشاک مین انکو اپنا شریک کرے اور طاقت سے زیادہ کام نلیوے اور انکی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اُنکے قصور معاف کرے اور جب اُنپر غصہ آوے تو یون سوچے کہ مین بھی تو آخر اللہ تعالی کی سرکار کا غلام ہون اُسکی طاعت مین قصور کرتا ہون اور وہ سزا نہین دیتا اگر اُسنے کوئی خطا کی تو کیا عجب ہے حالانکہ خدا تعالی مجھپر زیادہ قادر ہی بہ نسبت اسکے کہ مین اُسپر قادر ہون ۔ فضالہ بن عبید روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین کہ اُنکے حال کی پرسش نہوگی ایک وہ جو جماعت سے علیحدہ ہوا دوم جسنے امام کی نافرمانی کی اور اُسی حالت مین مرا ان دونوں کی پرسش نہوگی سوم وہ عورت جسکا خاوند چلاگیا اور دنیا کی ضروریات سے اُسکو فارغ کرگیا مگر اُسکے بعد اُسنے بناؤ سنگار کیا اور باہر نکلی تو اُسکی بھی پرسش نہوگی اور تین اور ہین جن کے حال کی پرسش نہ ہوگی ایک یہ کہ اللہ تعالی سے اُسکی چادر مین منازعت کرے اور اُسکی چادر کبریا اور ازار عزت

ابن مبارک در زہد بلاغا

مرسلا ۱۲ ح صحیح بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رض ۱۲ ع

صحیح ترمذی و ابن حبان روایت ابی ہریرہ رض ۱۲ ع

صحیح اسکو مسلم نے نقل کیا ہی ۱۲ ع

طبرانی در اوسط و خرائطی در مکارم اخلاق ۱۲ ع

بخاری و مسلم باختلاف الفاظ و خرائطی در مکارم اخلاق ۱۲ مصنف ۱۲ ع

[illegible]

ہی اور ایک وہ شخص کہ اسد تعالے سے شک مین ہی اور ایک وہ کہ اسکی رحمت سے نا امید ہو ف چادر کبریا ہی اور ازار عزت ہے یہ جملے بطور مثال کے ہین یعنی جیسے ایک چادر اور ازار مین دوسرا شریک نہین ہوتا ویسے ہی خدا تعالے اپنی کبریائی اور عزت مین یکتا ہی اسکا کوئی شریک نہین۔ باب آداب صحبت تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً والسلام علی کل عبد مصطفا

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان مین

رباعی

دنیا مین بہت کم ہین جو ہون خوش طینت ان لوگون کے ملنے سے بھلی ہی عزلت
بچنا جو ہو منظور تو حسن سے اے احسن وحدت مین سلامت ہی دوئی مین آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط مین سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے مین لوگونکا اختلاف بہت ہی باوجودیکہ ہر ایک مین کچھ خرابیان ہین جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہی اور کچھ خوبیان ہین کہ انکی جہت سے رغبت ہوتی ہی اور اکثر عابدون اور زاہدون کا میل اختیار عزلت کی جانب ہی اور اسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہین اور ہم نے باب پنجم مین جو اختلاط اور اخوت اور الفت کی فضیلت مذکور کی وہ کسی قدر اس مضمون کے مخالف پڑتی ہی جسکی طرف اکثرون کا میل ہی کہ خلوت اختیار کرتے ہین اسلیے اس مادہ مین امر حق کو واضح کردینا ضرور ہوا اور یہ مطلب دو فصلونکے لکھنے سے حاصل ہوگا۔

پہلی فصل اس ذکر مین کہ لوگون کے مذاہب اور اقوال اس باب مین کیا ہین اور فریقین کے دلائل کیا سند ہو نکا اختلاف اسکا سب مین تھا ہوا جو کہ تابعین مین بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داود طائی اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب یہ ہی کہ عزلت اختیار کرنی چاہیے اور اختلاط پر اسکو فضیلت ہی اور اکثر تابعین یہ فرماتے ہین کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانے اور مومنین سے الفت اور محبت بہم پہونچانی اور دین پر ان کے سبب سے مدد چاہنی مستحب ہی اس لیے کہ نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کو مدد دینا اسی صورت مین پایا جاتا ہی جسکا حکم وتعاونوا علی البر والتقوی مین ہی اور اس طرف ہین سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلی اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبداللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہین اور علمانے جو اس باب مین جملے فرمائے ہین انمین سے بعض تو مطلق ہین جنسے دونون رایون مین سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہی اور بعض مین کچھ ایسے کلمات بھی ہین جنسے میل کی علت معلوم ہوتی ہی اب ہم اول قسم کے جملون کو لکھتے ہین اور دوسری قسم کے جملونکو وہان لکھینگے جہان خرابیون اور فوائد کا ذکر کرینگے پس کہتے ہین کہ حضرت عمر رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ عزلت مین سے لو۔ اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ عزلت عبادت ہی۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی محب ہونے کے لیے کافی ہی اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو کفایت ہے اللہ تعالے کو ساتھی بنالے اور لوگون کو ایک طرف کر۔ اور ابو الربیع زاہد نے داود طائی سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمایئے انھون نے

فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کرو اور لوگون سے ایسا بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ کچھ جملے مجھکو توریت کے یاد ہین - آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا - لوگون سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا شہوتونکو ترک کیا اور آزاد ہوا - حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا - تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا - اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ ہم نے سنا ہے کہ حکمت کے دس جزو ہین نو تو سکوت مین ہین اور ایک آدمیون سے عزلت اختیار کرنے مین - اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہین اور علی بن بکار ان دنون مین اپنے گھر بیٹھے رہے تھے باہر نہ نکلتے تھے انھون نے جواب دیا کہ جوانی مین تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگونکے پاس بیٹھتا تھا اور انسے کلام نہ کرتا تھا - اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ اب وہ زمانہ ہے کہ آدمی چپ ہوکر اپنے گھر بیٹھ رہے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم ایک کشتی پر سوار تھے اور ہمارے ساتھ ایک جوان شخص علوی بھی سوار تھا سات روز ہمارے ہمراہ رہا مگر ہم نے اسکو بولتے نہ سنا آخر ہم نے اس سے کہا کہ خدا تعالی نے ہمکو اور تمکو سات دن سے یکجا کیا ہے یہ کیا بات ہے کہ تم ہم سے نہ ملو نہ بولو اس نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

بکھیڑا کم ہے نہ غم ہے سحر کے مرنے کا — نہ ڈر رہے یہ کہ کوئی امر فوت ہوویگا
یہ علم سیکھا ہے طفلی کی چاؤ پوری کر — نہایت اسکی ہے تنہائی اور چھپا رہنا

اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے - اور کہتے ہین کہ حضرت مالک بن انس رض جنازون پر آتے تھے اور بیمارون کو پوچھتے اور یار دوستون سے ملتے تھے مگر رفتہ رفتہ ایک ایک بات ترک کی یہانتک کہ سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنے سب عذرون کو بیان ہی کر دیا کرے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رض سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچھ فرصت ہم لوگون کے لیے نکالیں آپ نے فرمایا کہ فرصت رخصت ہوئی اب خدا تعالی کے پاس ہی فرصت ملیگی - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر وہ رستہ مین مجھ سے ملے اور مجھکو سلام نکرے اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نکرے - اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھے ہوے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور اسکو زخمی کیا آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ربیع تجھکو نصیحت ہوگئی پھر اٹھکر مکان مین چلے گئے اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے - اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رض عقیق مین اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ کو نہ آتے تھے یہانتک کہ عقیق ہی مین دونونکا انتقال ہوا - اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو کہتے سنا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ اسوقت عزلت ضروری ہوگئی [illegible] لوگون سے تھوڑا سا ملا کر اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے کہ قیامت مین تمہارا کیا حال ہوگا اگر [illegible] رسوائی ہوگی [illegible] اور کوئی امیر حاتم اصم رح کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپکو کچھ مجھ سے کام ہو تو ارشاد فرمایئے انھون نے فرمایا کہ بڑا مطلب یہ ہے کہ نہ تو مجھکو دیکھے اور نہ مین تجھکو - اور ایک شخص نے سہل تستری رح سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپکا ساتھ اختیار کرون آپنے فرمایا کہ ہم دونو مین سے جب ایک شخص مر جائیگا اسوقت کون ساتھ ہوگا [illegible] ساتھی ہو اسی کے ساتھ رہنا چاہیے - اور فضیل رح [illegible]

ی نے کہا کہ تمھارا اللہ کا علم یہ کہتا ہی کہ کاش مین ایسی جگہ ہوں کہ لوگوں کو دیکھوں اور وہ مجکو نہ دیکھین فضیل رح رو پڑے اور کہا افسوس ہی علی کے
ال پر اُسنے بات کہی مگر ادھوری کہی پوری جب ہوتی کہ یوں کہتا کہ نہ مین لوگون کو دیکھوں نہ وہ مجھے دیکھین اور یہ بھی فضیل رح کا قول ہی کہ بہت
سے لوگون سے شناسائی ہونی آدمی کے عقل کے ضعیف ہونے کی علامت ہی۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مجلسوں مین سے
افضل وہ ہی جو تمھارے گھر کے اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تمکو دیکھے۔ غرضکہ جو لوگ عزلت کیطرف مائل ہین یہ اُنکے اقوال ہین اب
مناسب یہ ہی کہ اس فصل کو دو بیانوں مین منقسم کیا جاوے اور ہر ایک بیان مین فریقین کی حجتین اور اُنکا حال ذکر کیا جائے۔

پہلا بیان۔ اُن لوگون کی حجتون کے ذکر مین جو اختلاط کیطرف مائل ہین اور اُن حجتوں کے ضعیف ہونیکی وجہ ان لوگونکی اول دلیل یہ
ہی کہ ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا الآیہ۔ اور یہ آیت واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے
لوگون پر اپنا احسان بتایا کہ انمین سبب الفت پیدا کیا اور یہ دلیل ضعیف ہی اسلیے کہ تفرق سے مراد اس آیت مین قرآن مجید اور اصول شریعت مین رائے کا
جدا ہونا اور متفق نہ ہونا کا اختلاف ہی اور الفت سے یہ غرض ہی کہ دلون مین سے اُن کینونکو نکال ڈالا جو موجب فتنہ اور باعث خصومات
ہون اور عزلت ان امور کی منافی نہین یہ باتین اس مین بھی ممکن ہین دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہی المؤمن الف مالوف ولا خیر فیمن لا
یالف ولا یولف۔ اور یہ بھی ضعیف ہی اس لیے کہ اس مین اشارہ بدخلقی کی برائی کی طرف ہی جسکے سبب الفت نہین ہو سکتی اُس کا مصداق
وہ شخص نہین ہی جو خوش خلق ہو اور اگر اختلاط کرے تو خود دوسرون سے الفت کرے اور دوسرے اُس سے الفت کرین لیکن اپنے نفس
کی سلامتی اور اصلاح کے مارے اختلاط کو ترک کر دیا ہو تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من فارق الجماعۃ فقد مات
میتۃ جاہلیۃ اور ایک حدیث مین یوں ارشاد فرمایا ان الشیطان مع الواحد وہو من الاثنین ابعد من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ اور یہ دلیل بھی ضعیف
ہی اس لیے کہ جماعت سے یہاں وہ جماعت مراد ہی جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہوگئی ہو تو جو شخص اُن لوگونکے خلاف کریگا وہ باغی ہوگا تو جماعت
کی رائے کی مخالفت ہی اور یہ اس لیے ممنوع ہی کہ مخلوق کیلیے ایک امام ضرور ہونا چاہیے جسکی وہ اطاعت کرین اور سب اُس پر متفق ہو جائین اور یہ
صورت بدون اکثرون کی بیعت کے ہو نہین سکتی اسلیے اس امر مین مخالف ہونا معاملۂ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ کو برپا کرنا ہی اسمین عزلت کا
ذکر نہین۔ چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص
اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مر جائے تو دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا کسی مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی
کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور جو ملاقات مین سبقت کریگا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ
چھوڑے تو وہ مثل اُسکے قاتل کے ہی پس اگر آدمی عزلت کریگا تو بالکل دوست آشناؤنکو چھوڑ دیگا جو ان احادیث کے رو سے ممنوع ہی
اور یہ دلیل بھی ضعیف ہی کیونکہ اس چھوڑنے سے مراد یہ ہی کہ لوگون سے ناراض ہو کر بات کرنی اور سلام اور معمولی اختلاط ترک کرے اسمین یہ
صورت داخل نہین کہ بدون ناراضی کے اختلاط ترک کر دے علاوہ اُسکے دو جگہ مین تین دن سے زائد بھی ترک اختلاط درست ہی ایک

پس یہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑنے میں دوسرا شخص رو براہ ہو جائیگا دوم یہ کہ اپنی سلامتی اسی میں سمجھے اور ممانعت حدیث کی ہرچند عام ہی مگر اس سے یہ دونوں صورتیں مخصوص و مستثنےٰ ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنوں تک چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمر رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک مہینے کو ترک کیا تھا اور اُنسے قسم کھائی تھی اور اپنے اس مقام میں چڑھ گئے تھے جسمیں آپ کا غلہ وغیرہ رہتا تھا اسمیں انتیس دن ٹھہرے جب آپ اُترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو انتیس دن رہے آپ نے فرمایا کہ مہینا کبھی انتیس کا ہوتا ہی اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اُن صورتوں میں کہ اُسکے شر سے محفوظ نہوں تو اس حدیث میں تخصیص کی صراحت موجود ہی اور حضرت حسن بصری رح کا قول اسی حدیث پر مبنی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا خدائے تعالےٰ کے قرب ہی یعنی زندگی بھر اُس سے جدائی چاہیے کیونکہ حماقت کا علاج ممکن نہیں اور محمد بن عمر واقدی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرنے تک نہ ملا اُنھوں نے کہا کہ یہ معاملہ پہلے بھی کچھ لوگوں نے کیا ہی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضہ نے عمار بن یاسر رضہ سے ملاقات ترک کی یہانتک کہ دونوں کی وفات ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ سے نہ ملتے تھے اور حضرت عائشہ رضہ نے حضرت حفصہ رضہ کو چھوڑ دیا تھا اور طاؤس رح نے وہب بن منبہ رح سے ملاقات زندگی بھر کو چھوڑ دی تھی اور یہ جدائی اس بات پر محمول ہی کہ ان بزرگوں نے اپنی سلامتی اسی میں دیکھی تھی۔ پانچویں دلیل یہ ہی کہ مروی ہے کہ کوئی شخص کوہستان میں گیا کہ وہاں عبادت کرے اُسکو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے آپنے فرمایا کہ ایسا نہ کر اور نہ تم میں سے کوئی ایسا کرے اسلیے کہ بعض اسلام کے مواقع میں تم میں سے کسی کا رہنا تنہائی چالیس برس عبادت سے بہتر ہے اور غالبًا یہ اس لیے فرمایا تھا کہ اُس وقت ابتداء اسلام میں جہاد بہت ضرور تھا اور عزلت سے جہاد چھوٹا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہی کہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد کو نکلے ہمارا گذر ایک گھاٹی پر ہوا جسمیں ایک چھوٹا سا چشمہ ستھرے پانی کا تھا ایک شخص نے ہم میں سے کہا کہ خوب ہو کہ اس گھاٹی میں لوگوں سے علیحدہ ہوکر میں عزلت کروں مگر جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر لونگا تب تک ایسا نہ کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کر کیونکہ خدا کی راہ میں تم میں سے کسی کا ٹھہرنا اپنے گھر میں ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہی کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ خدائے تعالیٰ تمھاری مغفرت کرے اور تم جنت میں داخل ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اس لیے کہ جو کوئی خدا کی راہ میں اتنی دیر لڑیگا جتنی دودھ کی دو دھاریں نکالنے کے بیچ میں عرصہ ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُسکو جنت میں داخل کریگا چھٹی دلیل یہ ہی کہ حضرت معاذ بن جبل رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ القاصیۃ والناحیۃ والشاذۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالعامۃ والجماعۃ والمساجد۔ اور اس حدیث میں ایسا شخص مراد ہی جو علم کی تکمیل سے پیشتر عزلت کرے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اور یہ بھی کہ قبل تحصیل علم عزلت ممنوع ہی مگر ضرورت کے لیے مضائقہ نہیں

بیہقی بروایت عسعس بن سلامہ ۱۲ شیخ ترمذی اور حاکم نے اسکو نقل کیا ہی مگر ترمذی نے کہا تعداد برسوں کی ستر لکھی ہی ۱۲ ح شیطان آدمی کا [illegible]

۱۲ [illegible]

دوسرا بیان اُن لوگون کے دلائل کے ذکر مین جو عزلت کی تفضیل کی طرف مائل ہین اور وجہ اُنکے ضعیف ہونے کی۔ اُن لوگون کی دلیل اول یہ ہو کہ خداے تعالے حضرت ابراہیم کا قول نقل فرماتا ہو واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعو ربی الآیہ اور یہ ارشاد فرمایا فلما اعتزلہم وما یعبدون من دون اللہ وہبنا لہ اسحق ویعقوب وکلا جعلنا نبیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نعمت عزلت کے باعث سے ملی اور یہ دلیل ضعیف ہو اس لیے کہ ہر کافرون کے اختلاط سے یہی فائدہ ہو کہ اُن کو اسلام کیطرف بلائین اور جب اُس سے نا امید ہو اور جان لیا جائے کہ یہ لوگ نہ مانینگے تو بجز اُنکو چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہین اور گفتگو مسلمان کے اختلاط مین ہو کہ اُنکے ملنے سے برکت ہوتی ہو چنانچہ مروی ہو کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مٹی کے ڈھکے ہوے برتنون سے وضو کرنا زیادہ پسند ہو یا اُن پانی کے حوضون سے جنسے لوگ طہارت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اُن پانی کے حوضون سے وضو کرنا محبوب ہو اس وجہ سے کہ مسلمانون کے ہاتھون کی برکت حاصل ہو۔ اور مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اُسکا پانی نوش فرمائین اتنے مین دیکھا کہ چمڑے کے کٹرون مین کھجورین بھیگی ہوئی ہین اور لوگون نے اُنکو ہاتھون سے مل دیا ہو اور اُسی کو یہ لیکر پی رہے ہین آپ نے فرمایا کہ مجکو بھی اس مین سے پلاؤ حضرت عباس نے عرض کیا کہ یہ تو نبیذ ہو کہ ہاتھون سے ملا اور گھچولا گیا ہو آپ فرمائین تو آپ کے لیے ان ڈھکے ہوے گھڑون مین سے جو مکان کے اندر ہو ستھرا شربت لا دون آپ نے فرمایا کہ مجکو اسی مین سے پلاؤ جس مین سے لوگ پیتے ہین مین مسلمانون کے ہاتھونکی برکت کا خواہان ہون غرضکہ اُس مین سے نوش فرمایا۔ حاصل یہ کہ کفار اور اصنام سے عزلت کرنے سے کسطرح نکلتا ہو کہ مسلمانونسے عزلت چاہیے حالانکہ اُنکے اختلاط مین بہت سی برکت ہو۔ دوسری دلیل یہ ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون یعنی یاس کی صورت مین آپنے عزلت کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو واذ اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فأووا الی الکہف ینشر لکم ربکم من رحمتہ۔ اس مین عزلت کے لیے امر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر جفا کی تو آپ اُن سے علیحدہ ہوکر پہاڑ کی گھاٹی مین چلے گئے اور اپنے یاران خاص کو عزلت کا اور حبشہ کیطرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ سب ہجرت کر گئے اور جب اللہ تعالے نے اپنا بول بالا کیا سب مدینہ منورہ مین آپ سے جا ملے۔ اس دلیل مین بھی یہی بات ہو کہ کافرون سے جسوقت یاس ہوئی اُنسے عزلت اختیار کی یہ نہین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے عزلت کی ہو یا کفار مین سے جسکے مسلمان ہونے کی توقع تھی اُس سے علیحدگی اختیار فرمائی ہو۔ اور اصحاب کہف نے باہم دیگر عزلت نہین کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علیحدگی کی تھی اور گفتگو مسلمانون سے عزلت کرنے مین ہو پس اصحاب کہف کی عزلت حجت نہین ہو سکتی۔ تیسری دلیل یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہو آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی خطا پر رویا کرو اور مروی ہو کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا

کہ کونسا آدمی افضل ہے آپ نے ارشاد فرمایا مومن مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ تعالے قیل ثم من قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ ۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی را در ان احادیث سے حجت لانے میں بحث ہے اس لیے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر کو اسوجہ سے تھا کہ آپ نے انکا حال نور نبوت سے دریافت کرلیا تھا کہ انکے حق میں گھر میں بیٹھ رہنا اختلاط کی نسبت کہ لائق اور سالم تر ہے کیونکہ سب اصحابؓ کو آپنے یہ حکم نہیں دیا اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ کسی شخص کے حق میں عزلت ہی میں سلامتی ہوتی ہے نہ اختلاط میں جیسے بعض کے حق میں گھر بیٹھ رہنا اچھا ہوتا ہے جہاد میں جانے سے اور اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ مطلقاً ترک جہاد افضل ہو اور لوگونکے اختلاط میں مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں سے اختلاط کرتا ہے اور اُن کی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ اسکی نسبت کہ بہتر ہے جو لوگوں سے نہ ملے اور انکی ایذا پر صبر نہ کرے اور اسی امر پر یہ ارشاد آپ کا محمول ہے رجل معتزل یعبد ربہ ویدع الناس من شرہ یعنی اس میں اشارہ اس شخص کی طرف ہے جو سرشت میں شریر ہو اور لوگ اس کے اختلاط سے ایذا پاویں اور یہ جو آپ کا ارشاد ہے ان اللہ یحب التقی الخفی اس میں اشارہ ہے گمنامی کے اختلاط کرنے اور شہرت سے محترز رہنے کے لیے اور یہ امر عزلت سے متعلق نہیں اس لیے کہ بہت سے راہب ایسے ہوتے ہیں کہ انکو تمام خلق جانتی ہے اور بہت سے اختلاط کرنے والے ایسے ہیں کہ اُن کی شہرت کچھ بھی نہیں ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھہرانا جو عزلت سے متعلق ہی نہیں کیا مفید ہوگا چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو سب لوگوں میں سے بہتر کو نہ بتادوں انھوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں آپ ارشاد فرما دیجیے آپ نے اپنے دست مبارک سے مغرب کیطرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہے جو خدا تعالے کے رستے میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے منتظر ہے کہ خود دھاوا کرے یا دوسرے لوگ اُسپر دھاوا کریں اور میں تمکو وہ بھی بتائے دیتا ہوں جو بعد اسکے سب سے اچھا ہے اور اپنے ہاتھ سے حجاز کیطرف کو اشارہ کرکے فرمایا کہ اسکے بعد وہ آدمی ہے جو بکریوں کے گلہ میں نماز ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور اپنے مال میں خدا تعالے کا حق پہچانتا ہے اور لوگوں کے شر سے الگ ہے اب فریقین کی حجتیں بیان کرنے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ دونوں جانب کی دلیلوں سے خاطر خواہ تسکین نہیں ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ عزلت کے فوائد اور ضرورتوں کو مفصل لکھا اور ایک دوسرے کو مقابل کرکے دیکھیں تاکہ امر حق واضح ہوجائے۔

دوسری فصل

عزلت کے فوائد اور آفات میں اور اسکی فضیلت کے باب میں امر حق کی توضیح میں واضح ہو کہ عزلت اور اختلاط میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہے جیسا نکاح اور تجرد کی فضیلت میں اختلاف ہے اور باب النکاح میں ہم ذکر کرچکے ہیں کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہیں کہہ سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسی کے حق میں نکاح افضل ہے اور کسی کے حق میں ترک نکاح چنانچہ نکاح کے آفات وفوائد کو مفصل بیان کرکے ہمنے اس حکم کو متفرع کیا ہے پس اسی طرح ہم مضمون متنازع فیہ کو بیان کرتے ہیں اور اول عزلت کے فوائد کو لکھتے ہیں عزلت کے فوائد دو قسم ہیں ایک دنیاوی اور ایک دینی فوائد دینی جیسے تنہائی میں عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر مواظبت کرنے سے طاعتوں کا حاصل کرنا یا جن منہیات کا مرتکب ہونا اختلاط پر منحصر ہے ان سے بچا رہنا مثلاً ریا اور غیبت کرنا اور امر معروف اور نہی منکر سے ساکت رہنا اور جلیسان بد کے برے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت میں آجانا وغیرہ اور فوائد دنیاوی

ہیں کہ خانہ میں تحصیل پر قادر ہونا جیسے پیشہ ور تنہائی میں اپنا کام خوب کرتے ہیں اور ان خرابیوں سے بچا رہنا جو اختلاط کی صورت میں پیش ہوتی ہیں مثلاً دنیا کی بہار کو تاکنا اور لوگوں کا بہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہونا اور خود دوسروں کی چیز پر طمع کرنا اور اپنی چیز میں دوسروں کا طمع کرنا اور اختلاط کی جہت سے پردہ مروت کا دور ہونا اور ہمنشینوں کی بری عادت سے ایذا پانا یعنی بات کا ٹینا یا بدگمان ہونے یا چغلی کھانے یا باہم حسد کرنے سے اُسکی بدصورتی اور گرانی سے ایذا پانا کہ عزلت کے باعث ان سب سے محفوظ رہتا ہے غرضکہ سب فوائد عزلت چھ ہیں انکو ہم چھ فائدوں میں منحصر کرتے ہیں۔

پہلا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ عبادت اور فکر کے لیے فارغ ہونا اور خالق کی مناجات سے کہ جو خلق میں اللہ تعالیٰ کی مناجات سے انس حاصل کرنا اور معاملات دین و دنیا اور ملکوت زمین و آسمان میں اسرار الٰہی کے معلوم کرنے میں فکر رہنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ یہ امور فراغ کو چاہتے ہیں اور اختلاط کی صورت میں فراغ میسر نہیں پس عزلت ہی ان امور کا وسیلہ ہوتی ہے اور اس لیے کسی حکیم نے کہا ہے کہ کوئی شخص بدون کتاب اللہ کے تمسک کے خلوت نہیں کر سکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک کرتے ہیں وہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دنیا سے راحت پائی اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہی کے سبب کرتے ہیں ذکر اللہ ہی پر زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر اللہ تعالیٰ سے ملے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو اختلاط فکر اور ذکر سے مانع ہوتا ہے اس لیے اُن کے حق میں عزلت ہی بہتر ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں جبل حرا پر سب سے علیحدہ ہوکر عزلت فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ میں نور نبوت قوی ہو گیا پھر مخلوق آپ کو اللہ تعالیٰ سے حاجب نہ ہوتی تھی ظاہر کے بدن سے آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ ہے کہ لوگوں کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی آپ کے خلیل ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ ہماری ہمت الی اللہ کے ساتھ مستغرق ہے اور ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ اور ظاہر میں لوگوں سے ملا رہنا اور باطن میں ہمہ تن خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ رہنا بجز زور نبوت کے اور کسی کی مجال نہیں ایسا نہ ہو کہ ہر ضعیف شخص اپنے نفس سے دھوکے میں آکر اس مرتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اس قدر ہو جاتا ہے کہ وہ بھی نہیں جیسا کہ حضرت جنید بغدادی رح سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں تیس برس سے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہوں اور لوگوں کو گمان ہے کہ ہم سے باتیں کرتے ہیں اور یہ بات اُس شخص کو میسر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنا ڈوب جائے کہ اس میں غیر کی گنجائش نہ رہے اور ایسا ہونا محال نہیں اس لیے کہ یہ تو مخلوق کے عاشقوں کا حال بھی ہو جاتا ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے ملتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہیں اور دوسرے اُنسے کیا گفتگو کرتے ہیں کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر کمال درجہ کی ہوتی ہے بلکہ جس شخص پر دنیاوی امور کے باب میں کوئی سخت تردد آ پڑتا ہے تو بعض اوقات اُسکی فکر میں ایسا ڈوبتا ہے کہ لوگوں سے ملتا ہے مگر کسی کو نہیں پہچانتا اور نہ اُنکی آواز سنتا ہے اور عاقلوں کے نزدیک آخرت کا معاملہ تو بڑا ہے اگر اُسکی فکر میں آدمی کا ایسا حال ہو جاوے تو کیا بعید ہے مگر اکثروں کے لیے عزلت سے مدد لینا بہتر ہے اور کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگوں کی غرض کیا ہے تو اُسنے جواب دیا کہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی کریں اور شیرینی معرفت کی چکھیں اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اُسنے کہا کہ میں تو تنہا نہیں رہتا اپنے

پروردگار کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے کچھ فرمائے تو اسکی کتاب پڑھنے لگتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں کہ میں اس سے کچھ کہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔ اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت سے تمکو کیا چیز ملی اسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا انس۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو شام کے شہروں میں دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا کہ مجھکو آرام اسی جگہ ملا ہے کہ میں اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر لیے پھرتا ہوں اگر مجھکو کوئی دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ شخص وسواسی ہے یا کوئی شتربان خواہ ملاح ہے۔ اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ یہ تو ہم نے مانا کہ تم ہنستے نہیں مگر اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کوئی چیز مانع ہے انھوں نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اسکی ہمنشینی سے میرے دل کو راحت ملگئی اور دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب ہے۔ اور حضرت حسن بصری سے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے کہ ہم نے اسکو جب دیکھا ہے تنہا ایک ستون کی آڑ میں بیٹھا دیکھا ہے وہ آپکی مجلس میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم دیکھو تو مجھکو اطلاع کرنا چنانچہ ایک روز اسکو دیکھکر آپ سے کہدیا کہ وہ شخص ہے جسکا حال ہم نے آپ سے کہا تھا آپ اسکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے بندہ خدا مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ تمکو عزلت پسند ہے مگر کیا بات ہے کہ تم لوگوں کے پاس نہیں بیٹھتے انھوں نے جواب دیا کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے جس نے مجھکو لوگوں سے روک رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اسی شخص کے پاس بیٹھا کرو جسکو حسن کہتے ہیں اسنے کہا کہ میں ایسے امر میں لگا ہوں کہ مجھے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہے نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ میاں صاحب وہ کونسا امر ہے اسنے کہا کہ صبح اور شام مجھپر خدا تعالیٰ کی نعمت ہوتی رہتی ہے اور میں گناہ کرتا ہوں تو میں یہ بہتر سمجھا کہ نعمت الٰہی پر اسکا شکر کروں اور اپنے گناہ سے اس سے مغفرت کی درخواست کروں پس ان دونوں باتوں سے مجھکو فرصت نہیں ملتی آپ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھتا ہے جو کام کرتا ہے کرے اور ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ہرم بن حیان ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے پوچھا کہ کیسے آئے انھوں نے جواب دیا کہ تم سے انس حاصل کرنے کو آیا ہوں حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اسکے غیر سے انس حاصل کرے۔ اور فضیل کا قول ہے کہ جب میں رات آتی دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب اپنے پروردگار سے خلوت کرونگا اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح ہوگئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوں کہ اب لوگ مجھکو آکر گھیر لینگے اور کوئی ایسا شخص میرے پاس آجاویگا جو مجھکو میرے پروردگار سے غافل کر دیگا۔ اور عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ خوش حال ان لوگوں کا جنھوں نے دنیا میں بھی عیش کی اور آخرت میں بھی عیش کرینگے لوگوں نے پوچھا یہ کس طرح ہوگا انھوں نے فرمایا کہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے رہے اور آخرت میں اسکے پڑوس میں رہینگے۔ اور ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی میں ہے کہ تنہائی میں اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جسکو مخلوق کی ہمکلامی کی نسبت خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے انس حاصل نہ ہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے اسنے اپنی عمر ضایع کی۔ اور ابن مبارک فرماتے ہیں کہ کیا اچھا حال ہے اس شخص کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو رہے۔ اور ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں شام کی سیر کر رہا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اسنے جو مجھکو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا میں نے اسکے پاس جا کر کہا کہ سبحان اللہ آپ کو تنگدلی ہے کہ یہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ میں تم کو دیکھوں اسنے کہا کہ میاں صاحب اصل یہ ہے کہ میں اس پہاڑ میں مدت مدید سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں

دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس باب میں میں نے بہت مشقت اٹھائی اور عمر صرف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی ہیں کہ ایسا نہ رہنا کہ بجز محنت اور مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے بارے اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اسکو انس کر دیا اب جو میں نے تمکو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہیں دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہ ہو جاوے پس تم مجھ سے علیحدہ رہو کہ میں تمہارے شر سے پناہ مانگتا ہوں رب العارفین اور حبیب القانتین کی پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس دنیا میں [illegible] یاد ٹھہرے پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھوں کو جھٹک کر کہا کہ اے دنیا مجھ سے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجھ کو چاہے اسکو دھوکا دے پھر کہا کہ پاک ہے وہ ذات جسنے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفوں کے دلوں کو ایسی چکھائی ہے کہ انکے دل بہشت اور حور کی یاد بھول گئے اور انکی ہمتوں کو صرف اپنی ہی یاد میں تسکین دی کہ انکے نزدیک کوئی چیز اسکی مناجات سے بڑھکر مزہ دار نہیں پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا غرضکہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انس اور اسکی معرفت کی کثرت ہوتی ہے اور اسی باب میں کسی نے یہ شعر کہا ہے

قطعہ

تجھکو بیہوشی نہیں ہے جان کر بیہوش ہوں	تا ملاقی ہو جسے تنہا ہوں یاد ہو میرا خیال
ہمنشینوں سے الگ ہوتا ہوں اس تاک میں	تا کروں فرصت میں اپنے دل میں [illegible] قال

اور یہی وجہ ہے کہ کسی حکیم نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے آپ میں کوئی فضیلت نہیں پاتا تو خود اپنے نفس میں وحشت کرتا ہے اور اس وجہ سے لوگوں سے بہت ملکر وحشت کو اپنے نفس پر سے دفع کرتا ہے لیکن جس صورت میں کہ اس کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے تو تنہائی کو تلاش کرتا ہے تاکہ خلوت کے باعث فکر پیدا ہو اور علم و حکمت کو ظاہر کرے اور کہتے ہیں کہ آدمیوں سے انس حاصل کرنا افلاس کی نشانی ہے [illegible] خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہے مگر بعض خواص کے حق میں مشکل سے ہے اور جس شخص کو ذکر دائمی [illegible] اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس میسر ہو اور دوام فکر سے خدا تعالیٰ سے معرفت میں استحکام ہوتا ہو اسکے حق میں جتنی باتیں کہ [illegible] سے متعلق ہیں ان سب [illegible] تنہا رہنا افضل ہے اسلئے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب معاملات کا یہ ہے کہ آدمی اللہ کا [illegible] عارف ہو اور ایسے حال میں مرے اور محبت جبھی ہوتی ہے کہ دوام ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہیں ہوتی اور دل کا فارغ ہونا محبت اور معرفت دونوں کے لیے شرط ہے اور اختلاط کیساتھ فراغ نہیں ہوسکتا

دوسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ جو گناہ آدمی کو اکثر اختلاط سے پیش آیا کرتے ہیں اور تنہائی میں ان سے محفوظ رہتا ہے انسے بچنا میسر ہوتا ہے اور وہ گناہ چار ہیں غیبت اور ریا اور چپ رہنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے اور چوری چھپے بری طبیعت میں اخلاق بد اور اعمال خبیثہ کا دخل ہونا جسکا باعث حرص دنیا کی ہوتی ہے پہلی بات کا تو یہ حال ہے کہ اگر [illegible] زبانکو اس کتاب کی جلد سوم میں [illegible] غیبت [illegible] معلوم کروگے تو جانوگے [illegible] کی صورت میں اس سے بچنا [illegible] سوائے صدیقوں کے اور کوئی نہیں بچ سکتا اسلئے لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ جہاں [illegible] بلکہ [illegible] چاشنی اور لذت اور نقل اور گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہیں اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے [illegible] لوگوں سے اختلاط کروگے انہیں کی سی کہوگے تب تو گنہگار اور مستحق غضب پروردگار ہوگے اور اگر خاموش رہوگے تب بھی غیبت کرنے والوں میں

گنے جاؤ گے ہر سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنے والا اور اگر تم لوگون کو غیبت سے منع کروگے تو وہ تمھارے دشمن ہو جائینگے
اور جس کی غیبت کرتے تھے اسکو چھوڑکر تمھاری غیبت کرینگے اور یک نشد دو شد کا مضمون ہوگا بلکہ عجب نہین کہ غیبت سے بڑھکر تم کو حقیر جانین
اور گالیان سنائین۔ اور امر بالمعروف و نہی منکر دین کے اصول مین سے ہے اور واجب ہے چنانچہ اسکا ذکر اس جلد کے آخر مین آویگا اور جو
شخص لوگون سے اختلاط کریگا تو بالضرور بری باتین دیکھیگا پس اگر اسپر سکوت کریگا تب تو اللہ تعالی کا نافرمان ٹھہریگا اور اگر منع کریگا تو اپنے آپکو
انواع ضرر کا ہدف بنائیگا اور عجب نہین کہ جن افعال سے منع کیا ہو اُنسے زیادہ اور معاصی دیکھنے پڑین اور اُنسے احتراز تلاش کرنا پڑے اور عزلت مین ان
امور سے نجات رہتی ہے کیونکہ اختلاط کی صورت مین اُنکو دیکھکر نہ چُپ ہو سکتے نہ کچھ کہہ سکتے گویا گرم مشکل و گرنہ گویم مشکل کا مضمون ہوتا ہے اور حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے ایکبار خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تم آیت پڑھتے ہو یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ مگر تم اسکو اسکی جگہ مین استعمال
نہین کرتے اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اذا رای الناس المنکر فلم یغیروہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب اور ایک حدیث
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ سے پرسش فرمائیگا یہانتک کہ یون ارشاد کریگا کہ دنیا مین جب تو نے بری بات دیکھی تھی
اسکو کس لیے منع نہ کیا پس اگر اللہ تعالی بندہ کو جواب سمجھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجکو تیرے رحم کی توقع تھی اور لوگون سے خوف تھا۔ اور یہ
اس صورت مین ہے کہ مارپیٹ سے ڈرے یا ایسی بات سے جسکی طاقت اپنے آپ مین نہو اور اُسکی پہچان مشکل ہے اور خالی از خطر نہین اور عزلت مین
اس سے نجات ہے اور اچھی بات کے امر کرنے سے خصومت کا اظہار اور سینون مین کینہ ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے ۔ زندگی مین نے نصیحت مین
تمھاری صرف کی مجھ سے یہ افسوس ہے کہ مجکو عداوت ہوگئی۔ اور جو شخص امر بالمعروف کا امتحان کرتا ہے غالبًا ندامت اُٹھاتا ہے کیونکہ امر معروف کرنا ایسا
ہے جیسا کوئی ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کرنا چاہے اور عجب نہین کہ دیوار اُسی پر آرہے اور پھر پچھتائے کہ کاش مین اسکو جھکی ہوئی رہنے دیتا ہان اگر کچھ لوگ
اسکو مدد دین اس طرح کہ دیوار کو تھام لین یہانتک کہ یہ شخص مٹی مین اُڑانا وغیرہ خوب مضبوط لگادے تو البتہ اُسکا سیدھا ہونا بدون ضرر کے ہو سکتا
ہے لیکن امر معروف کرنے مین مددگار اس زمانہ مین کہان کہ اُنکے سہارے کسی کو کچھ کہے اس لیے یہ بہتر ہے کہ آدمی کنج عافیت اختیار کرے۔
اور ریا ایک درد لاعلاج ہے جس سے احتراز کرنا ابدال و اوتاد کو بھی دشوار ہے اور وہ نکا تو کیا ذکر ہے کیونکہ جو شخص لوگون سے ملیگا اُنکی مدارات
کرنی پڑیگی اور جو مدارات کریگا وہ ریا کریگا اور جو اُنکے دکھلانے کیلیے اعمال کریگا وہ انھین بلاؤن مین مبتلا ہوگا جنمین وہ مبتلا ہین اور
جیسے وہ تباہ ہوے ویسا ہی وہ بھی تباہ ہوگا اور ادنی خرابی اُسمین یہ ہے کہ نفاق لازم آویگا مثلاً اگر تم دو عداوت والون سے ملو تو اگر اسی طرح
ہر ایک سے نہ ملو جو اُسکی مرضی کے موافق ہو تب تو دونو کے نزدیک دشمن ٹھہروگے اور اگر دونو سے اُسی کی منہ دیکھی بات کہوگے تو بدترین خلق
ٹھہروگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تجدون من شرار الناس ذا الوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ و ھؤلاء بوجہ اور لوگون کے اختلاط مین ادنی
بات یہ ضرور ہے کہ ملنے کے وقت اظہار شوق اور شدت سے اشتیاق بیان کیا جاتا ہے حالانکہ یہ امر یا تو اصل ہی مین جھوٹ ہوتا ہے یا مقدار زیادتی کا
دروغ یقینًا ہوتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ملنے والے سے اُسکے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کرین پس اگر تم کسی سے پوچھو کہ آپکا مزاج کیسا ہے
اور آپکے اہل و عیال کیسے ہین اور دلمین تمھارے اُنکا کچھ دھیان نہو تو یہ نفاق خالص ہے اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی اپنے
گھر سے نکلتا ہے اور راستہ مین کوئی شخص اُس سے اپنی حاجت کہتا ہے کہ فلان کام میرا کر دیجیے تو وہ بظاہر اُسکا مشکور ہوتا ہے کہ خوب کیا تم نے اپنا

مجھ سے کہا اگر شاید اسکی حاجت مین کچھ کام نہین کرتا پس ایسا شخص گھر کو جو پھرتا ہی تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر جدا خفا کرتا ہی اور اپنے دین کو جدا
برباد کرتا ہی اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر میرے پاس میرا کوئی دوست آوے اور مین اسکے دکھانے کو اپنی ڈاڑھی ہاتھ سے برابر کرون
تو مجھے یہ ڈر ہی کہ میرا نام کہین منافقون کے دفتر مین نہ لکھا جاوے اور فضیل رح تنہا مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ ایک اُنکا دوست اُنکے پاس گیا
اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُسنے کہا دل بہلانے کیلیے اُنھون نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہی کیونکہ تم یہی چاہتے ہو کہ میرے دکھانے کو زینت
کرو اور مین تمھارے دکھانیکو بن سنور بیٹھون اور تم میری خاطر جھوٹ بولو اور مین تمھاری خاطر پس اس سے بہتر یہ ہی کہ یا تم میرے پاس
سے چلے جاؤ یا مین تمھارے پاس سے اُٹھ جاؤن۔ اور کسی عالم کا قول ہی کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتا ہی تو یہی چاہتا ہی کہ اُسکی
اطلاع اُسکو نہو اور طاؤس خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لیگئے اور اُسکو فرمایا کہ ای ہشام کیسے ہو ہشام غصہ ہوا اور کہا کہ تم نے مجھکو امیر المؤمنین
کیون نہ کہا آپ نے فرمایا کہ اسلیے کہ سب مسلمان تمھاری خلافت پر متفق نہین تو مجھکو خوف ہوا کہ امیر المؤمنین کہنے سے کہین مین دروغگو ہو جاؤن
تو جس شخص سے اسطرح کا احتراز ہو سکے اُسکو لوگون سے اختلاط کرنیکا مضائقہ نہین ورنہ اپنا نام منافقون کے دفتر مین لکھوانے پر راضی ہو تو اختلاط
کرے اور سلف کے اکابر جو آپسمین ملتے تھے تو مزاج پوچھنے اور جواب دینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ اُنکا دستور احوال دین دریافت کرنیکا
تھا نہ حالات دنیا کے پوچھنے کا چنانچہ حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمھارا حال کیسا ہی اُنھون نے جواب دیا کہ سالم اور عافیت
سے ہون حاتم کو یہ جواب برا معلوم ہوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو بعد صراط کے پار اور عافیت جنت مین ہی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہین تو فرماتے کہ ایسا ہون کہ جس چیز کی توقع کرتا ہون اُسکی تقدیم پر قادر نہین اور جس چیز سے ڈرتا
ہون اُسکو ٹال نہین سکتا اپنے عمل کے بدلے مین گرو ہون اور بہتری بالکل دوسرے کے ہاتھ ہی پس کوئی محتاج مجھ سے زیادہ حاجتمند نہین
اور ربیع بن خثیم رض سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین تو کہتے کہ ضعیف گنہگار ہین اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہین اور اس انتظار مین ہین کہ کب مرتے
ہین۔ اور حضرت ابو دردا رض سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین فرماتے کہ اچھا ہون اگر دوزخ سے بچ جاؤن اور سفیان ثوری رح سے
اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہین فرماتے کہ اسکا شکر اُسکے سامنے کرتا ہون اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر دوسرے
پاس جاتا ہون۔ اور حضرت اویس قرنی رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام ہو تو نہین
جانتا کہ صبح پکڑونگا اور صبح ہو تو یہ نہ جانے کہ شام پکڑونگا اور مالک بن دینار رح سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہین فرمایا کہ ایسا ہون کہ عمر
گھٹتی جاتی ہی اور گناہ بڑھتے جاتے ہین۔ اور کسی حکیم سے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ موت کی خاطر اپنی زندگی پسند نہین کرتا اور اپنے رب کے سامنے اپنے
نفس سے راضی نہین۔ اور کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہون اور اُسکے دشمن ابلیس کی اطاعت
کرتا ہون اور کسی نے محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز آخرت کیطرف کو ایک منزل چلتا ہو اُسکا حال تم
ہی سمجھ لو کہ کیا ہوگا اور حامد لفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ یہ تمنا ہی کہ ایک دن اور رات عافیت مین گذرے سائل نے کہا کہ
کیا آپ ہر روز عافیت سے نہین ہین فرمایا کہ عافیت اُس روز ہوتی ہی جس مین خدا ے تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرون۔ اور ایک شخص
نزع کی حالت مین تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی اُسنے کہا کہ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو کہ سفر دور و دراز بدون زاد

کے ملکی کیا جا رہا ہے اور قبر وحشت ناک ہے بدون مونس کے جاتا ہے اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون حجت کے حاضر ہوتا ہے اور حسان بن ابی سنان سے
کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا کہ اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو مریگا پھر اٹھایا جائیگا پھر حساب لیا جائیگا۔ اور حضرت ابن سیرینؒ نے ایک
شخص عیالدار تنگدست سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اُسنے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اسکا جسکے ذمہ پانسو درم قرض ہوں اور وہ عیالدار ہو حضرت ابن سیرین
اپنے گھر میں جاکر ہزار درم نکال لائے اور اس شخص کو دیکر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کیلیے رکھنا اور آپ کے پاس بجز اُن
ہزار درم کے اور نہ تھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اُسکے حال کا استفسار کبھی نہ کرونگا اور یہ عہد اس لیے کیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ استفسار
کرنے کے بعد اگر اعانت نہ بن پڑیگی تو استفسار ریا اور نفاق میں متصور ہوگا۔ حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے احوال اور خدا تعالےٰ
کے معاملہ میں دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی اُسکے پورا کرنے میں اہتمام
کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کر دیتے تھے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں کو جانتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات نہ کرتے تھے
لیکن اگر ایک شخص دوسرے کی تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اُسکو کبھی نہیں روکتا اور اب میں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے
سے اتنا تپاک کرتے ہیں کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے ہیں لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کرکے دوسرے سے بالفرض ایک پیسہ لینا چاہے تو وہ
ہرگز نہیں دیتا تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہے اور اُسکی علامت یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہیں تو ایک کہتا ہے مزاج شریف
اور دوسرا کہتا ہے آپکا مزاج لطیف کہ نہ اول تنہا جواب کا کرتا ہے نہ دوسرا اُسکے سوال کا جواب دیتا ہے بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہے اور اسکی وجہ یہ
ہے کہ انکو معلوم ہے کہ یہ امر دوسرے کے دکھانے اور تکلف کا ہے بلکہ بعض اوقات دل میں تو کینہ اور بغض ہوتا ہے اور زبان سے خیریت پوچھی جاتی ہے اور
حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ جو السلام علیکم کہتے تھے تو اُس وقت کہتے تھے کہ دل سلامت ہوتے تھے اور جب کہتے ہیں کہ آپ کیسے ہیں
اور خدا تعالیٰ آپکو تندرست رکھے اور آپکا مزاج مبارک کسطرح ہے اللہ تعالیٰ آپکو بخیر رکھے اور اگر ان اقوال کو ہم تامل کریں تو یہ سب بدعت
کی راہ سے ہیں نہ تعظیم کے طور پر چاہیں لوگ ہم سے ناراض ہوں چاہیں راضی رہیں اور یہ آپنے اسلیے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے سے کہنے لگو
کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہے ایک شخص نے ابو بکر بن عیاش سے پوچھا کہ مزاج شریف آپنے اُسکو جواب نہ دیا اور کہا کہ ہم کو اس بدعت سے
معاف رکھو اور فرمایا کہ ابتدا اس استفسار کی اسطرح ہوئی کہ حضرت عمر رضہ کے عہد مبارک میں جب شہر عمواس میں جو شام کے ملک میں ہے وباء
طاعون پہلے پھیلی اور لوگ نہایت کثرت سے مرے تو اسوقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کو صبح بخیر ہوئی یعنی رات کو
طاعون سے محفوظ رہے کہ نہیں اور شام کو ملتا تھا تو دن کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گذری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات میں یہ تکلف جاری ہو گیا غرضکہ
اختلاط عادتوں کے اعتبار سے غالباً اقسام تکلف اور ریا اور نفاق سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب باتیں بری ہیں انمیں سے کوئی ممنوع اور حرام ہے اور کوئی
مکروہ اور عزلت کیوجہ سے ان برائیوں سے نجات رہتی ہے کیونکہ جو شخص خلق سے ملے اور اُنکے عادات میں اُنکا شریک نہو تو لوگ اُس سے ناخوش
ہونگے اور اُسکو گران جانینگے اور اُسکی غیبت کرینگے اور ایذا کے درپے ہونگے تو اُنکا دین اس شخص کے باعث برباد جاویگا اور اگر یہ اُنسے بدلہ لیگا
تو اُسکی دنیا اور دین دونوں ضائع ہونگے اور لوگوں کے اعمال و اخلاق کو دیکھکر دیکھنے والے کی طبیعت کا انکو چورا لینا ایک خفیہ مرض ہے کہ اُس پر
عاقلوں کو بھی آگاہی نہیں ہوتی غافلوں کا تو کیا ذکر ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی فاسق کے پاس مدت تک بیٹھے گو دل میں اُسکو برا جانتا ہو تب بھی

اپنے دل کا حال پیشتر کی نسبت کر متفاوت پاویگا یعنی اُسکے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی اپنے دل مین فساد سے معلوم کرتا ہوگا اسقدر نفرت فساد سے اب نہ رہیگی اسلیے کہ بُرائی کے دیکھتے دیکھتے طبیعت پر سہل ہوجاتی ہی اور اُسکا بُرا ہونا دل مین جاتا رہتا ہی اور خرابی سے رکنے کی یہی صورت ہی کہ دل مین اُسکی وقعت بہت ہوتی ہی جب کثرت سے دیکھنے کے باعث وہ حقیر ہوجاتی ہی تو کیا عجب ہی کہ روکنے والی قوت مضمحل ہوکر آدمی خود اُس خرابی یا اُس سے کمتر کرنیکو آمادہ ہوجائے اور جب مدت تک کہ آدمی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہی تو اپنے گناہ صغیرہ اُسکی نظرون مین حقیر معلوم ہوتے ہین اور یہی وجہ جو شخص تونگرونکی طرف نظر کرتا ہی تو اسد تعالی کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہے تو انگرونکی صحبت اسی لیے ختیار کی جاتی ہی تاکہ جو کچھ اپنے پاس ہی اُسکو کم جانا جائے اور فقیرون کی صحبت اسلیے پسند ہوتی ہی کہ جو نعمتین اسد تعالی نے عنایت فرمائی ہین اُنکو بڑا سمجھین یہی حال مطیعون اور عاصیونکی طرف دیکھنے کا ہی کہ اُسکی تاثیر بھی طبیعت مین ویسی ہی ہی یعنی جو شخص صرف صحابہ اور تابعین ہی کا حال دیکھے کہ اُنھون نے عبادت کسطرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھیگا اور جانیگا کہ مین نہایت قاصر ہون اسی وجہ سے کوشش اپنی تکمیل مین ضرور کرتا رہیگا اور یہ چاہیگا کہ ان اکابر کا اقتدا کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص اُن حالات کو دیکھیگا جو دنیا دارون پر غالب ہین یعنی خدا تعالی سے اُنکا روگردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو وہ شخص اپنے دل مین اگر ادنی رغبت نیک بات کی پائیگا اُسی کے سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھیگا۔ اور یہی تباہ ہونے کی صورت ہی۔ اور طبیعت کے بدلنے کے لیے صرف خیر اور شر کی باتون کا سُننا کافی ہوا کرتا ہی دیکھنا تو درکنار رہا اور اسی دقیقہ سے اس حدیث کے معنی معلوم ہوئے ہین عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔ اس لیے کہ رحمت تو جنت کے داخل ہونے اور دیدار الہی کو کہتے ہین اور یہ باتین ذکر کے وقت نازل نہین ہوتین بلکہ اُنکا سبب نازل ہوتا ہی یعنی دل کے اندر سے ایک جوش در حرص صالحون کے اقتدا کی اور اپنی تقصیر اور کمی پر خجالت اور کراہت اُبھرتی ہی غرضکہ رحمت فعل خیر کے باعث ہوتی ہی اور فعل خیر رغبت کی جہت سے اور رغبت احوال صالحین کے ذکر کرنے سے تو نزول رحمت کے یہی معنی ہوے کہ وہ چیز نزول کرتی ہی جو انجام کو ذریعہ رحمت ہو اور جیسا اس حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ مین آتے ہین ایسا ہی ہر آدمی اس کلام کے فحوی سے یہ سمجھ سکتا ہی کہ فاسقونکا احوال بیان کرنے کے وقت لعنت برستی ہی اسلیے کہ کثرت سے اُنکا ذکر کرنا گناہونکو طبیعت پر ہلکا کردیتا ہی اور لعنت اسد تعالی سے دور ہونے کو کہتے ہین اور دور ہونیکا سبب معاصی ہین اور دنیاوی لذات اور سر دست کی شہوات پر بطور پر شرع توجہ ہونا اور خدا تعالی سے منھ پھیرنا اور اُن معاصی کا سبب یہ ہی کہ دل سے اُنکی گرانی اور بُرائی جاتی رہے اور گرانی کے جانیکا باعث اُنکے ساتھ رہنا اُنس ہونا اور اُنس کثرت سے سُننے کے سبب سے ہوتا ہی۔ تو جس صورت مین صالحون اور فاسقون کے احوال سننے کا یہ حال ہو تو اُنکے دیکھنے کا تو کچھ پوچھنا ہی نہین بطریق اولی مؤثر ہوگا بلکہ آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی چنانچہ ارشاد فرمایا مثل الجلیس السوء کمثل الکیر ان لم یحرقک بشررہ علق بک من ریحہ یعنی جیسے کپڑا بو مین بس جاتا ہی اور آدمی کو خبر نہین ہوتی ہی اسی طرح فساد دل پر سہل ہوجاتا ہی اور اُسکو خبر نہین ہوتی اور فرمایا مثل الجلیس الصالح مثل صاحب المسک ان لم یہب لک منہ تجد ریحہ۔ اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو کسی عالم کی لغزش معلوم ہو تو دو وجہ سے اُسکا ذکر کرنا حرام ہی اول تو یہ کہ غیبت عالم کی ہوگی دوسرے یہ کہ لوگ عالم کا حال سنکر اُس خطا مین سہل انکاری کرینگے اور اُس کی

گرانی اُنکے دلون سے ساقط ہوجائیگی اور اُسپر جرأت کرنا بڑی بات نہ جانینگے کیونکہ جب کوئی اُس خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسپر کوئی اعتراض کریگا تو وہ یہ جواب دیگا کہ ہمسے ایسا ہوجانا کیا بعید ہے اس مین تو عالم اور عابد بھی مجبور رہین اور جبتک اُسکے اعتقاد مین یہ بات رہیگی کہ ایسی حرکت پر عالم اور انگشت نما شخص مبادرت نہین کیا کرتے تب تک اُسکو اس حرکت کا ارتکاب بُرا معلوم ہوگا اور جہان معتبر اور مقتدا لوگونکی کوئی اس قسم کی بات سُن پائی تو اُنکو اپنی حرکت کی سند ہوجاتی ہے مثلاً اکثر شخص جو دنیا لینے مین لڑنے جھگڑنے اور اُسکے جمع کرنے کے حریص ہین اور ریاست کی محبت پر کٹے مرتے ہین اُنکے دلونپر اُن امور کی بُرائی اسی وجہ سے آسان ہے کہ خیال کرتے ہین کہ صحابہ رضہ ریاست کی محبت سے محترز نہ تھے بلکہ علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضہ کے مناقشہ کو اپنی سند بیان کرنے لگتے ہین اور اپنے جی مین تصور کرتے ہین کہ یہ مناقشہ طلب حق کیلیے نہ تھا بلکہ طلب ریاست کے لیے تھا پس اسی جھوٹے اعتقاد سے امر ریاست اُنپر آسان ہوجاتا ہے اور اُسی قسم کی معصیتونکے مرتکب ہونے لگتے ہین اور ہمت لغزشون کی اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہے بلکہ جس جگہ لغزش نہین ہوتی اپنی غرض کیلیے لغزش بنا لیتی ہے تاکہ بہانہ ملجائے اور یہ امر شیطان کے دقیق مکرونمین سے ہے اور یہین جہت اللہ تعالی نے شیطان کے خلاف کرنے والونکو ان الفاظ سے تعریف فرمائی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل[۱۲] بیان فرمائی کہ جو شخص بیٹھکر حکمت کی بات سنے پھر اُسمین سے بُرائی کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چرواہے کے پاس آوے اور اُس سے کہے کہ اپنے گلے مین سے مجکو ایک موٹی بکری ذبح کرنے کیلیے دے اور وہ جواب دے کہ گلہ مین جا اور جو بکری اُنمین سب سے بہتر تجکو ملے اُسکو پکڑ لے اور وہ جاکر گلے کے کتے کا کان پکڑ لا دے پس جو شخص کہ ائمہ کی لغزشین نقل کرتا ہے یہ مثال اُسکی بھی ہوسکتی ہے علاوہ ازین اکثر آدمیون کا دستور ہے کہ جب کسی مسلمان کو دیکھین کہ رمضان کے دنون مین بلا وجہ روزہ نہین رکھتا تو اس امر کو اتنا بعید جانتے ہین کہ عجب نہین کہ اُسکو کافر جاننے لگین لیکن ایسے لوگونکو دیکھتے ہین کہ نماز نہین پڑھتے یا قضا کرتے ہین تو اُنسے نفرت اُنکی طبیعت کو نہین ہوتی ہے جیسے روزہ نہ رکھنے والونسے نفرت ہوتی ہے باوجودیکہ ایک نماز کا ترک کرنا بعضون کے نزدیک موجب کفر ہے اور بعض کے نزدیک گردن مارنیکا باعث ہے اور رمضانکے سب روزے نہ رکھنے سے بھی یہ سزا کسی کے نزدیک نہین پھر اسکی وجہ اور کچھ نہین بجز اسکے کہ نماز مین تساہل کثیر ہوتا ہے اور دن مین پانچ بار اُسکا مشاہدہ ہوتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دل مین سے اس بُرائی کی وقعت جاتی رہی ہے اور روزہ چونکہ سال مین ایکبار ہوتا ہے اُسکی وقعت بدستور ہے اسی طرح اگر کوئی عالم ریشمی کپڑا یا سونیکی انگوٹھی پہن لے یا چاندی کے برتن سے پانی پی لے تو لوگ اُسکو سخت بعید جانتے ہین اور بہت انکار کرین حالانکہ اُسکو بار ہا بڑی دیر تک لوگونکی غیبت ہی کرتے دیکھتے ہین اور بُرا نہین جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھکر ہے تو حریر پہننے سے بڑھکر کیسے نہوگی مگر چونکہ غیبت سنتے سنتے اور غیبت کرنے والون کو دیکھتے دیکھتے دل پر اُسکی بُرائی نہین رہی اسی لیے اُسمین سہل انگاری پڑتی جاتی ہے پس ان دقائق کو سمجھکر لوگون سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو اسلیے کہ لوگون مین تم وہی بات دیکھوگے جس سے تمکو دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور معصیت کو سہل سمجھو اور طاعت مین رغبت کم کردو پھر اگر کوئی ہمنشین تمکو ایسا ملجائے کہ جسکی صورت اور سیرت تمکو اللہ تعالی کی یاد دلائے تو اُسکا ساتھ دو اور اُسکو غنیمت سمجھو اور اس سے علیحدہ نہو کیونکہ عاقل کے حق مین اُسکا وجود اکسیر اور سونے کی چڑیا ہے اور یہ بھی خوب طرح جان لو کہ اچھا ہمنشین تنہائی کی نسبت کہ بہت بہتر ہے اور بُرے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہے اور جب تم ان باتونکو سمجھ لوگے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کروگے اور پھر جس سے اختلاط کیا چاہتے ہو اُسکے حال پر التفات

[۱] جو سنتے ہین بات پر چلتے نہین اسکے بیان مین ۔ رواہ احمد ... ابی ہریرہ ... بسند ضعیف ۱۲

ہو گے تو تمکو واضح ہو جائیگا کہ اُس سے عزلت اختیار کرنی بہتر ہی یا مخلط رہنا لیکن خبردار مطلق حکم مت کر بیٹھنا کہ عزلت بہتر ہی یا اختلاط اسلیے کہ جو

چیزین تفصیل کے ساتھ ہین اُن مین مطلق ہان یا نہین کہدینا محض خلاف ہی بلکہ تفصیل وار مین تفصیل ہی شایان ہی

تیسرا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ فتنون اور خصومتون سے نجات ملتی ہی اور انمین گرفتار ہونے سے دین اور نفس دونون محفوظ رہتے ہین اور چونکہ فتنون اور تعصبات سے شہر کمتر خالی ہین تو جو کوئی لوگون سے علیحدہ رہیگا وہ انکے فتنون وغیرہ سے بھی سلامت رہیگا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتنون کا ذکر فرمایا اور انکا حال اسطرح ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگون کے عہد کچے ہو گئے اور امانتین ہلکی ہو گئین اور وہ اس صورت سے ہو گئے اور آپنے اپنے ہاتھون کی انگلیان ایک دوسرے مین ڈال لین تو مین نے عرض کیا کہ آپ ایسے وقت مین مجھکو کیا حکم فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ اپنے گھر مین بیٹھے رہو اور زبان بند کر و اور جو بات جانتے ہو اسکو کر و اور جو نہین جانتے ہو اسکو ترک کرو اور خاص لوگون کا طریق لازم پکڑو اور عوام کا ترک کرو۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو شک ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بہا شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایسا وقت آئیگا کہ دین دار کا دین سلامت نہ رہیگا مگر جو شخص اپنا دین لیکر ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن مین اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ مین اور ایک بل سے دوسرے بل مین لومڑی کیطرح ادھر اُدھر بھاگا پھریگا۔ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب ہو گا آپ نے فرمایا کہ جس وقت معیشت خدا تعالی کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے نہ ملے گی جب ایسا وقت ہو گا تو مجرد رہنا واجب ہو گا لوگون نے عرض کیا کہ آپنے تو ہمکو نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہی مجرد رہنا کیسے واجب ہوگا آپ نے فرمایا کہ جب وہ وقت ہو گا تو آدمی کی تباہی اُسکے والدین کے ہاتھون ہوگی اور اُسکے ماں باپ نہ ہون گے تو اُسکی بی بی اور اولاد کے ہاتھ سے اور یہ بھی نہ ہونگے تو رشتہ دار کے ہاتھ سے ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو آپ نے فرمایا کہ اسکو تنگدستی کا عیب لگاتے ہین تو وہ تکلفات کا کام کرتا ہی جسکی طاقت اسکو نہین ہوتی اور یہی امر اسکو تباہی کی جگہ مین پہونچا دیتا ہی۔ اور یہ حدیث ہر چند تجرد کے باب مین ہی مگر عزلت بھی اس سے سمجھی جاتی ہی کیونکہ عیالدار معیشت اور اختلاط سے خالی نہین رہتا اور کسب معیشت بدون معصیت کے نہین کرتا۔ اور مین یہ نہین کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا مین فرمایا ہی اسکا وقت یہی ہی بلکہ اس حال کے وقت سے بہت پیشتر سے ہو گیا ہی اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہی کہ خدا کی قسم عزلت اب حلال ہو گئی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا مین نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہی آپنے فرمایا کہ جس وقت آدمی اپنے ہمنشین سے مامون نہ رہے مین نے عرض کیا کہ اگر مین وہ زمانہ پاؤن تو آپ مجکو کیا حکم فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ اپنے نفس اور ہاتھ کو روکو اور اپنے گھر مین داخل ہو مین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص میرے پاس مکان مین چلا آوے آپ نے فرمایا کہ اپنی کوٹھری مین گھس جا مین نے عرض کیا کہ اگر کوئی کوٹھری مین بھی گھس جاوے آپ نے فرمایا کہ اپنی مسجد مین داخل ہو اور اس طرح کر اور آپ نے اپنا پہونچا پکڑ لیا اور کہہ میرا رب خدا ہی یہانتک کہ تو وفات پاوے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو جب لوگون نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد مین نکلنے کے لیے اور لڑنے کو کہا انھون نے جواب دیا کہ مین لڑنیکو نہین جاتا ہان ایک طرح چلسکتا ہون کہ مجکو ایسی تلوار دو جو آنکھ سے دیکھی ہو

اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتادے اور مین اُسکو مار ڈالون اور ایمان دار کو دیکھکر اُسکا حال مجھ سے کہدے تاکہ مین اُسکو نہ مارون اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثل ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگ کھلے راستہ پر چلے جاتے ہون اور یکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بھول جائین تو کوئی کہے کہ راہ داہنی طرف کو ہے اور اُسی طرف کو چلدین اور حیران پریشان بھٹکے پھرین اور کوئی کہے کہ بائین کو ہے اور اس طرف جاکر خراب خستہ ہون اور جو کچھ لوگ اُسی جگہ ٹھہرین اور اتنا صبر کرین کہ آندھی موقوف ہو جاوے اور راہ معلوم ہونے لگے غرضکہ حضرت سعد اور کچھ اور لوگون نے فتنون مین شرکت نہ کی اور جبتک فتنہ فرو نہ ہو لیا لوگون سے اختلاط نہ کیا ۔ اور حضرت ابن عمر رضہ کا حال لکھتے ہین کہ جب آپ کو خبر پہنچی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کو قصد فرمایا آپ روانہ ہوے اور تین منزل پر ملازمت حاصل کی اور پوچھا کہ آپ کہان کا ارادہ کرتے ہین فرمایا کہ عراق کا ۔ اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ اُنکے خطوط اور عہد نامے ہین آپ نے فرمایا کہ ان خطوط پر آپ لحاظ نہ فرمائین اور وہان تشریف نہ لیجائیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ مانا اُنہنے فرمایا کہ مین آپسے ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنیمین اختیار دیا آپنے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین بخدا کہ آپ لوگون مین سے کوئی دنیا کا والی نہ ہوگا اور تم سے دنیا کو اُسی چیز نے علیحدہ رکھا ہے جو تمہارے حق مین بہتر ہے آپ نے واپس پھرنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضہ اُنسے معانقہ کرکے رونے لگے اور فرمایا کہ اے شہید آپ کو خداے تعالیٰ کے سپرد کرتا ہون ۔ اور صحابہ رضہ مین دس ہزار آدمی تھے مگر فتنہ کے دنون مین چالیس سے زیادہ آدمیون نے جرأت نہ کی طاؤس رح اپنے گھر مین بیٹھے رہے لوگون نے اُن سے وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حاکمون کے ظلم کے باعث بیٹھ رہا ہون اور جب حضرت عروہ نے عقیق مین محل بنوایا اور اُس مین بیٹھ رہے لوگون نے کہا کہ آپ محل مین بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ تمہاری مسجدون مین لہو ولعب ہوتا ہے اور بازارون مین لغو اور کوچون مین فحش کا غل ہے اسلیے یہ امر اختیار کیا کہ اس مین ان سب باتون سے نجات ہے ۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ عزلت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی خصومات اور فتنون سے محفوظ رہتا ہے

چوتھا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ لوگون کی ایذا سے رہائی رہتی ہے یعنی لوگ کبھی تو تم کو غیبت سے ستاتے ہین اور کبھی بدگمان ہو کر تہمت لگاتے ہین اور کبھی تم سے وہ سوال کرتے ہین جو تم سے پورا نہ ہوسکے اور کبھی چغلی اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہین کیونکہ اختلاط کی صورت مین تمہارے اعمال اور اقوال اُنکے پیش نظر ہوتے ہین جس عمل اور قول کی کنہ کو اُنکی عقل دریافت نہین کرتی اُسکو یاد رکھتے ہین اور جب موقع شر کا پاتے ہین اُس وقت اُسکو ظاہر کرتے ہین پس جس صورت مین کہ تم اُنسے عزلت کرلوگے تو ان سب امور سے احتراز رکھنے کی حاجت نہوگی جو چاہوگے سو کروگے ان امور سے احتیاط اختلاط ہی مین درکار ہے اور اسلیے کسی حکیم نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین تجکو ایک قطعہ سکھاتا ہون جو دس ہزار درہم سے اچھا ہے اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہے اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا **قطعہ**

کہنا ہو کچھ اگر تو آہستہ رات مین — دن کو اگر کہو تو کرو پہلے التفات
مشہور ہے مثل کہ نہین لوٹتے کبھی — چھوٹ کر کمان سے تیر نکلکر دہن سے بات

ح طبرانی نے اوسط مین یہ قصہ امام حسین کے سفر عراق نقل کیا ہے اور تین منزل کا ذکر نہین [illegible]

اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو شخص لوگون سے اختلاط رکھیگا اور اُنکے اعمال مین شریک ہوگا تو اُسکا حاسد یا دشمن ضرور ہوگا جو اُسپر بدگمانی کرے گا اور یہ وہم کرے گا کہ یہ شخص میری دشمنی پر آمادہ ہے اور اُسپر کوئی داؤ چلے گا اور خفیہ دغا کرے گا اسلیے کہ آدمی جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہین تو ہر کھٹکے کو اپنے ہی حق مین مضر جانتے ہین اور چونکہ دنیا پر شدت سے حریص ہین تو غیر کو بھی یہی سمجھتے ہین کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہے متنبی نے دو شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

بدگمان ہوتا ہے انسان جب کرے اعمال بد　جانتا ہے وہم معمولی کو صادق برملا
دشمنون کے قول پر رکھتا ہے بغض احباب سے　شک کی تاریکی مین وہ آخر کو رہتا ہے پھنسا

اور کہتے ہین کہ بدون کی صحبت مین بیٹھنا ابرار کے ساتھ بدگمانی کا موجب ہوتا ہے اور اقسام بدی کے جو انسان کو آشناؤن اور اختلاط والون سے پہونچتے ہین بہت ہین ہم اُنکی تفصیل کو ترک کرتے ہین اس لیے کہ جتنا ہم لکھ چکے ہین اُن مین مجملاً سب آ گئے ہین اور عزلت مین اُن سب سے نجات ہوتی ہے اور جن لوگون نے عزلت اختیار کی ہے اُنکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آدمی کو آزمالے تاکہ اُسکو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے قطعہ

بدون تجربہ مخلوق کی کرے جو ثنا　تو بعد تجربہ مدح کو کہے گا بُرا
یہان تلک کہ قریب اور بعید کو کر ترک　نہ دل لگے کہین جز کنج عافیت اُسکا

اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ عزلت مین ہمنشین بد سے راحت ملتی ہے اور کسی نے عبد اللہ بن زبیر رضہ سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ مین تشریف نہین لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہان اب باقی ہین وہ یا نعمت پر حسد کرتے ہین یا دوسرے کی تکلیف پر خوش ہوتے ہین اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو خط مین یہ مضمون لکھا کہ آدمی دوا تھے کہ ہم اُس سے علاج کیا کرتے تھے اور اب ایسے روگ ہو گئے ہین جسکا کچھ علاج نہین تو اُنسے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔ اور کوئی عرب مدام ایک درخت کے پاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہمنشین تین خصلتین رکھتا ہے جو میری بات سنتا ہے تو میری چغلی نہین کھاتا اور اگر مین اُسپر تھوک بھی دیتا ہون تو برداشت کرتا ہے اور اگر بدخلقی کرتا ہون تو مجھپر غصہ نہین کرتا یہ بات ہارون رشید نے سنی فرمایا کہ اس شخص نے مصاحبون کے باب مین مجکو زاہد بنا دیا۔ اور کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ دفتر مین یا قبرستان مین بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی سے بڑھکر کسی چیز مین مجکو سلامتی نہ معلوم ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی چیز واعظ ہے اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی جلیس سود مند ہے۔ اور حضرت حسن رضہ کہتے ہین کہ مین نے قصد حج کیا ثابت بنانی جو اولیاء اللہ مین سے تھے اُنھون نے خبر سنکر کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آپ حج کو جاتے ہین مین چاہتا ہون کہ آپ کے ساتھ رہون حسن رہ نے فرمایا کہ میان صاحب ایسی بات جسپر کہ خدا تعالے کی پردہ پوشی کے ساتھ رہین مجھے یہ ڈر ہے کہ ساتھ اگر رہینگے تو ایسے حال ایک دوسرے کے دیکھین گے جنسے باہم بغض کی نوبت پہونچے اور اس قول سے ایک اور فائدہ عزلت کا معلوم ہوا یعنی دین اور مروت اور اخلاق اور فقر وغیرہ کا بھرم بندھا رہتا ہے اور عیوب ڈھکے رہتے ہین اور اللہ تعالے نے پردہ پوشی کرنے والون کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے یحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف اور کسی شاعر نے کہا ہے مال کا جانا شریفون کے لیے عیب نہین + وضع ظاہر کے بگڑنے سے ہے پر اُنکو ننگ + اور انسان اپنے دین اور دنیا

سلامتی رہتی ہو اُس کو سمجھ لینا چاہیے

اب آفات عزلت کے بیان کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہین۔ واضح ہو کہ جو مقاصد دینی اور دنیاوی کہ غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہین وہ بدون اختلاط کے میسر نہین ہو سکتے اور جو امور کہ اختلاط سے بہم ہوتے ہین ظاہر ہو کہ عزلت سے وہ جاتے رہینگے اور اُنکا جاتا رہنا ہی عزلت کا نقصان ہو تو اب اختلاط کے فوائد کو اگر لحاظ کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ عزلت کے باعث اتنے فوائد فوت ہو جائینگے یعنی اختلاط سے یہ فوائد ہین تعلیم اور تعلم نفع پہونچانا اور حاصل کرنا ادب دینا اور ادب سیکھنا اُنس حاصل کرنا اور دوسرونکا انیس ہونا اور حقوق کی بجا آوری سے ثواب پانا اور پہونچانا تواضع کا عادی ہونا اور حالات کے دیکھنے سے تجربونکا حاصل کرنا اور عبرت پکڑنی تو یہ فوائد اختلاط کے ساتھ ہوے، اب اُنکی تفصیل لکھی جاتی ہو

آفت اول عزلت کی یہ ہو کہ تعلیم و تعلم فوت ہو جاتا ہی جنکی فضیلت ہم باب العلم مین ذکر کر چکے ہین اور یہ دونون دنیا کے اندر بڑی عبادات مین سے ہین اور بدون اختلاط کے یہ ہو نہین سکتے ہان اتنی بات ہو کہ علوم بہت ہین اور بعض ضروری نہین ہین اور بعض ضروری ہین تو جن علوم کا سیکھنا آدمی پر فرض ہو اگر اُنکو نہ سیکھے گا اور عزلت کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر بقدار فرض کو سیکھ چکا ہو اور باقی علوم مین خوض اس سے نہین ہو سکتا ہو اور عبادت کرنیکو دل چاہتا ہو تو عزلت کرے اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہو تو قبل تعلم عزلت کرنا اُس کے حق مین نہایت خسارہ ہی اور اسی واسطے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہو کہ پہلے عالم ہو پھر عزلت کرو اور جو شخص علم سیکھنے سے پہلے عزلت کرتا ہو وہ اکثر اپنی اوقات سونے مین یا کسی ہوس کی فکر مین ضائع کرتا ہو اور نہایت یہ ہو کہ تمام اوقات وظیفہ مین ڈوبا رہے اور بدن سے اعمال کرتا ہے مگر دل طرح طرح کے فریبون سے اسکی سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کر دیگا کہ اسکو خبر بھی نہوگی ہمیشہ اللہ تعالی کی ذات اور صفات کے اعتقاد مین کچھ کے کچھ وہم باندھکر اُنسے اُنس حاصل کریگا اور اکثر فاسد وسوسے اسکو پیش آئینگے جنکے باعث اکثر حالات مین شیطان کا کھلونا بنیگا اور دل مین اپنے آپکو عابد سمجھیگا غرضکہ علم دین کی اصل ہو اور عوام اور جاہلونکی عزلت مین کچھ خیر نہین یعنی جو شخص تنہائی مین عبادت کرنا اچھی طرح نہین جانتا اور اُسکو معلوم نہین کہ خلوت مین کونسی باتین ضروری ہین اسکو عزلت سے کچھ فائدہ نہوگا اسلیے کہ آدمی کا نفس ایسا ہی جیسا مریض کہ طبیب مشفق کے علاج کا حاجتمند ہوتا ہو تو اگر کوئی جاہل مریض طب سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہے تو ظاہر ہو کہ مرض سے دونی ایذا پائیگا پس بجز عالم کے اور کسی کو عزلت زیبا نہین۔ اور تعلیم مین بھی بڑا ثواب ہو بشرطیکہ معلم اور متعلم دونون کی نیت درست ہو اور جس صورت مین کہ معلم کا قصد یہ ہو کہ میری قدر بہت ہو اور شاگرد اور پیرو زیادہ ہون تو یہ امر دین کی خرابی کا ہو اور ہم نے اس کی وجہ باب العلم مین مذکور کی ہو۔ اور اس زمانہ مین عالم کا حکم یہ ہو کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو عزلت کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہین آتا جو دین کے فائدے کے لیے تحصیل کرتا ہو بلکہ ایسی چکنی باتو کے طالب ہین جنسے وعظ مین عوام کو اپنی طرف پھیر لین یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہین کہ اپنے ہمسرونکو بند کرین اور حکام کے یہان تقرب حاصل کرین اور فخر و مباہات کے مقام مین استعمال مین لادین اور مرغوب علمون مین سے سب مین اقرب علم مذہب ہو یعنی روایات فقہیہ جنپر فتوی ہو مگر اُنکو غالبًا اسلیے سیکھتے ہین کہ ہمسرون سے بڑھکر رہین اور عہدہ جات سلطانی پر مامور ہو کر مال جمع کرین تو دین اور احتیاط اسکی مقتضی ہین کہ عالم ایسے طالب علمون سے احتراز کرے اور اگر کوئی طالب علم ایسا ملے جو اللہ تعالی کے واسطے علم سیکھے اور علم سے مد نظر خدا تعالی

کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز کرنا اور اس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہے اور ایسا طالب علم اگر میسر بھی ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہروں میں ایک دو سے زائد نہیں ہوتا۔ اور سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا مت کھانا کہ ہمنے علم کو غیر اللہ کیلیے سیکھا مگر علم نے نہ مانا بجز اسکے کہ خدا ہی کیلیے ہوا اور اس دھوکہ میں آکر یہ مت سمجھنا کہ عالم علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھتے ہیں مگر بعد کو اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں کا حال تمھارے پیش نظر ہے اسکو دیکھکر عبرت کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی میں مرتے ہیں اور اسی کے حریص رہتے ہیں کم دیکھو گے کہ دنیا سے اعراض کریں یا اسکے زاہد بنیں اور مثل مشہور ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اور جان لو کہ جس علم کیطرف سفیان رح نے اشارہ فرمایا ہے وہ علم حدیث اور تفسیر اور سیر انبیا اور اصحاب کبار کا ہے کہ اس میں خوض کرنا موجب خوف الٰہی کا ہوتا ہے اور اگر وہ اسوقت اثر نہیں کرتا تو مآل میں مؤثر ہوتا ہے اور علم کلام اور فقہ محض جو معاملات کے فتاوی اور خصومات مذہبی کے فیصلوں پر مشتمل ہے اسکی تاثیر یہ نہیں کہ جو کوئی اس میں دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اسکو اللہ تعالیٰ کیطرف متوجہ کردے بلکہ اسکے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی ہیگا اور غالبا جو باتیں کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں لکھی ہیں اگر طالب علم انکو دنیا ہی کی رغبت کیلیے سیکھے تو اسکو اجازت دی جاسکتی ہے اسوجہ سے کہ توقع پڑتی ہے کہ آخر عمر میں اپنی حرکت سے باز آوے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے اور آخرت پر راغب کرنے اور دنیا کے ڈرانے سے بھری ہوئی ہے اور یہ وہ باتیں ہیں کہ احادیث اور تفسیر قرآن مجید میں ملتی ہیں اور علم کلام اور اقوال راجح اور مرجوع فقہیہ میں نہیں ملتیں تو ایسا نہ ہو کہ آدمی اپنے دل میں دھوکا کھا کر صرف اسکی تحصیل کا ہو رہے اور جانے کہ میں بہتر کرتا ہوں کیونکہ تقصیر والا اگر اپنے قصور کو جانتا ہے تو وہ اس سے اچھا ہوتا ہے جو نادان اور دھوکا کھایا ہو یا عمداً نادان بنکر گھٹی اٹھائے۔ اور جو عالم کہ تعلیم پر شدت سے حریص ہے عجب نہیں کہ اس کی غرض قبول اور جاہ ہو اور اسکو سر دست بھی نفع ہو کہ جاہلوں پر فخر اور ناز کرکے اپنا دل خوش کر لیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے[۱] اور بشر رح سے مروی ہے کہ انھوں نے ستر صندوق کتب احادیث کے جن کو انھوں نے سنا تھا دفن کردیے تھے اور روایت حدیث نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو تمنا ہے کہ روایت حدیث کروں اسی وجہ سے نہیں کرتا اگر ایسی صورت ہو کہ دل میں ہوس حدیث کے بیان کرنے کی نہ ہو تو البتہ روایت کروں اور اسی وجہ سے انھوں نے فرمایا ہے کہ لفظ حدثنا دنیا کے دروازوں میں کا ایک پھاٹک ہے اور جب کوئی حدثنا کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ میرے لیے وسعت کرو اور رابعہ عدویہ نے حضرت سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ دنیا کی رغبت نہوتی آپ نے پوچھا کہ میں نے کونسی چیز میں رغبت کی ہے رابعہ نے کہا کہ حدیث میں اور ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا کہ جسنے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا یا سیاحی میں مشغول ہوا تو اسنے دنیا کی طرف میل کیا اور ان آفات پر ہم باب العلم میں آگاہ کر چکے ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ جسقدر ہو سکے شاگرد کم کرے اور عزلت اختیار کرے اس امر سے احتراز کرے بلکہ جو شخص تدریس اور تعلیم سے دنیا کا طالب ہو تو اس زمانہ میں اسکے حق میں بہتر یہی ہے کہ اگر عاقل ہو تو اپنا کام چھوڑ دے کیونکہ ابو سلیمان خطابی نے اس زمانہ کا حال یوں بیان کیا ہے اور واقع میں درست کہا ہے جو لوگ تمھارے پاس بیٹھے اور تم سے پڑھنے کے راغب ہوں انکو ترک کردو تمکو انسے نہ مال ملے نہ جمال وہ لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہیں جب تمکو دیکھتے ہیں تو خوشامد کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے برا کہتے ہیں اگر کوئی پاس آتا ہے تو تمھارے افعال کا نگران رہتا ہے اور باہر جا کر تمھاری برائیاں کہتا ہے یہ لوگ نفاق اور چغلی اور کینہ اور فریب کے بندے ہیں انکے جمع ہونے سے دھوکا

[۱] ابن السنی نے بروایت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند ضعیف روایت کیا ہے ۱۲

ست کھاتا ہو انکی غرض علم کی تحصیل نہین بلکہ جاہ و مال کے خواہان ہین تمکو اپنے مطالب کا زینہ خواہ اپنی حاجات کا گدھا بنانا چاہتے ہین اگر انکی کسی غرض مین تم سے کوتاہی ہو جائے تو سخت دشمن ہو جاتے ہین پھر تمہارے پاس اپنی آمد و رفت کا ناز کرتے ہین اور اس امر کو تم پر حق واجب سمجھتے ہین اور تم سے اس بات کے خواہان ہین کہ اپنی عزت اور ردنہاد دین سب انکے لیے خرچ کرو یعنی انکے دشمن سے عداوت کرو اور انکے قریب کی مدد اور خادم اور دوست کی اعانت کرو انکی یہ مرضی ہی کہ تم عالم ہو کر انکے لیے بیوقوف بنو اور متبوع اور رئیس ہو کر انکے تابع خسیس ٹھہرو اور یہین جو مشہور ہی کہ عوام سے کنارہ کرنا مروت کا مل ہی یہ خلاصہ تقریر ابو سلیمان کا ہی اور بہت درست و بجا ہی کہ مدرس بیچارے ہمیشہ کی غلامی مین رہتے ہین یعنی جو کوئی انکے پاس آتا ہی وہ اپنا حق جتاتا ہی اور بڑا احسان جتاتا ہی گویا مدرس کو کوئی جاگیر بخش دی ہی اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہی کہ اگر مدرس اپنے روزینہ سے طالب علم کے کھانے کی خبر نہ لے تو اُسکے پاس کوئی نہین جاتا اور اسکا روزینہ اسقدر نہین ہوتا کہ طلبہ کی خوراک کی بھی صورت ہو جائے تو وہ بیچارہ سلاطین کا سلامی ہوتا ہی اور اقسام کی ذلت اور رسوائی کھینچتا ہی یہانتک کہ سلطان کسی حرام آمدنی پر اُسکے لیے کچھ لکھد یتا ہی اب اسکو عامل کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہی اور بہت دنون اُسکی دربار داری مین ذلیل ہوتا ہی حتی کہ مال اُس سے اسطرح وصول ہوتا ہی کہ گویا اُسنے اپنی گرہ سے دیا ان سب دقتون کے بعد طلبہ مین تقسیم کرنیکا نیا درد اُٹھاتا ہی یعنی اگر سب کو برابر دیتا ہی تو منتہی شخص ناراض ہوتے ہین اور مدرس کو احمق کہتے ہین کہ انکو تمیز نہین کہ مصارف اہل فضل کے کتنے ہوتے ہین اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہین جانتا اور اگر باہم تفاوت کے ساتھ دیتا ہی تو بیوقوف زبان سے اسپر گل تراشتے ہین اور شیر و اژدہا کی طرح اُسپر جھپکتے اور لپکتے ہین غرضکہ دنیا مین تو یون ستی خراب رہتی ہی اور آخرت مین جو مال لیکر تقسیم کرتا ہی اُسکے مظالم مین خراب ہوگا اور طرفہ یہ ہی کہ مدرس صاحب کا نفس باوجود ان مصائب کے انکو جھوٹی آرزو مین دلاتا ہے اور فریب کے ڈول کھیلتا ہی کہ تو اپنے کام مین سستی نہ کر جو کچھ تو کرتا ہی اُس سے رضائے الٰہی کا طالب ہی اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم دین کے پھیلانے مین ساعی ہی اور بندگان خدا مین سے جو علم کے طالب ہین انکی خدمت کرتا ہی اور سلاطین کے مال خاص اُن کی ملک نہین بلکہ وہ مصلحتون کے لیے ہین اور علم کے زیادہ کرنے سے کوئی مصلحت زیادہ نہین کیونکہ علما کے سبب سے دین کا اظہار اور اہل دین کی تقویت ہی۔ اور اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہوتا تو ادنی تامل سے جان لیتا کہ زمانہ کی خرابی کی وجہ یہی ہی کہ ایسے فقیہ بہت ہو گئے ہین کہ جو پاتے ہین کھا جاتے ہین اور حلال و حرام مین کچھ فرق نہین کرتے اور جاہل انکو دیکھکر گناہون پر جرأت کرتے ہین اور اُن کے قدم بقدم چلتے ہین اور اسی وجہ سے کہتے ہین کہ رعیت نہین خراب ہوتی مگر بادشاہون کے خراب ہونے سے اور بادشاہ نہین خراب ہوتے مگر علما کے خراب ہونے سے ہم خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہین مغالطہ کھانے اور بصیرت کے جانے سے

کیونکہ یہ ایسا روگ ہی جسکا کوئی علاج نہین

دوسری آفت عزلت کی یہ ہی کہ نفع اور انتفاع فوت ہو جاتا ہی یعنی لوگون سے خود نفع اُٹھانا کھانے اور معاملہ کرنے سے ہوتا ہی اور یہ بدون اختلاط کے میسر نہین تو جو شخص معاملات و کسب کا حاجتمند ہی وہ خواہی نخواہی عزلت کا تارک ہوگا پھر معاملات مین اگر شریعت کو چیکا رند ہوگا تو اختلاط مین بڑی دقت اُٹھانی پڑیگی چنانچہ باب الکسب مین ہم انکو لکھ چکے ہین پس اگر آدمی کے پاس اسقدر مال ہو کہ قناعت سے چلے تو کافی ہو جائے تو ایسے کے حق مین عزلت افضل ہی اسلیے کہ اب کسب معیشت کا بار بجبر معاصی کے اور نہین ہی ہان اگر یہ منظور ہو کہ کسب معیشت مین خیرات کا

صیغہ جاری رکھے اور حلال وجہ سے کما کر صدقہ دیا کرے تو اُس عزلت سے بہتر ہی جو صرف نفل کے لیے اختیار کرے مگر اس عزلت سے افضل نہین جو خداے تعالیٰ کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کے لیے ہو اور نہ اس امر سے بہتر ہی کہ آدمی اپنی ہمہ تن ہمت سے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور صرف ذکر الٰہی کے لیے ہو رہے یعنی اُس کو مناجات الٰہی سے اُنس ہو کشف اور بصیرت کے ساتھ نہ وہمی باتون اور خیالات فاسدہ کے طور پر اور دوسرون کو نفع پہونچانا اسطرح ہی کہ یا مال سے اُنکے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے کوئی اُن کی خدمت بجالاوے اور ظاہر ہی کہ خالص نیت سے بدون اجرت کے مسلمانونکی حاجات کو پورا کرنا اجر جزیل رکھتا ہی مگر یہ بدون اختلاط کے بن نہین پڑتا تو جو شخص کہ لوگونکی کار برآری پر قادر ہو اور اُسکے ساتھ شریعت کے حدود کو بھی ہاتھ سے نہ دے تو ایسے شخص کیلیے اختلاط عزلت کی نسبت کرافضل ہی بشرطیکہ عزلت مین نوافل نماز اور اعمال بدنی کے سوا اور کچھ نہ کرتا ہو اور جس شخص کو دل سے عمل کرنیکا راستہ کھل گیا ہو اور بدوام ذکر و فکر مین رہتا ہو تو اُس کے برابر البتہ دوسری بات نہین ہو سکتی

تیسری آفت عزلت کی یہ ہی کہ تادیب و رتادب سے باز رہنا پڑتا ہی اور ہماری غرض تادب سے یہ ہی کہ نفس کا مرتاض ہو جانا اور لوگونسے ایذا کا تحمل کرنا تاکہ نفس ڈھیلا ہو جائے اور شہوت مغلوب ہووے اور نفس کا مرتاض ہونا بھی بدون اختلاط کے نہین ہو سکتا اور یہ اختلاط عزلت سے اُس شخص کے حق مین بہتر ہی جسکے اخلاق مہذب اور شہوات حدود شرعیہ کی منقاد نہون اور یہین جو خانقاہونکے خادم جو صوفیونکی خدمت کرتے ہین ایسی کام کو بہتر سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ لوگون سے سوال کرنے مین نفس کی رعونت ٹوٹتی ہی اور صوفیونکی دعا سے برکت ہوتی ہی جو ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہین گذشتہ زمانون کی ابتدا مین اس کام کیوجہ یہی تھی اب آمین اور اغراض فاسدہ ملگئے ہین اور پہلا قانون باقی نہین رہا جیسے اور دین کے شعائر اپنی اصلی ہیئت سے مائل ہو گئے اب خدمت کے لیے تواضع اسلیے کرتے ہین کہ بہت سے لوگ تابع ہو جائین اور بہت سا مال ملجائے تو اگر خدمت اور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے تو عزلت ہی بہتر ہی گو کسی قبر ہی کے پاس ہو اور اگر واقع مین نیت نفس کی رعونت دور کرنیکی ہو تو جو شخص ریاضت کا محتاج ہو اُسکے حق مین عزلت کی نسبت کرہ بہتر ہی اور ریاضت کی احتیاج ابتدا سلوک مین ہوتی ہی بعد حصول ریاضت کے یہ سمجھنا ضرور ہی کہ گھوڑے کو جو پھیرتے ہین اُس سے فقط پھیرنا مقصود نہین ہی بلکہ غرض یہ ہوتی ہی کہ بعد شائستگی کے اُسکو قطع منازل کے لیے مرکب کیا جائے اور جس منزل کو جانا چاہین اُسکے ذریعہ سے پہونچ سکین اسی طرح آدمی کا بدن دل کی سواری ہی کہ اُس پر سوار ہو کر طریق آخرت کے منازل کو قطع کرے اور چونکہ اسمین بہت سی شہوات ہین کہ اگر انکو دور نہ کیا جائے تو راستہ مین سرکشی کر بیٹھیگا اس لیے حاجت ریاضت کی ہوئی مگر مقصود وہی سواری ہی پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت مین رہے تو اُس کی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑے کو پھیراوے اور سوار نہو تو اس صورت مین اسکی شائستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سر دست کاٹنے اور لات اور ٹاپ مارنے سے محفوظ رہیگا اور ہر چند یہ فائدہ بھی مقصود ہی مگر ایسا فائدہ تو مُردار جانور سے بھی حاصل ہی گھوڑا تو اس لیے ہوتا ہی کہ اُس سے زندگی مین کچھ کام لیا جاوے اسی طرح بدن کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہی مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہین بلکہ اسکے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مقصود ہی پس آدمی کو چاہیے کہ ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہ ہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تھا کہ تو راہب ہی اُس نے جواب دیا کہ مین تو راہب نہین ہون بلکہ ایک باولا کتا ہون مین نے اپنے نفس کو روک لیا ہی کہ آدمیونکو نہ کاٹون اور ایسا شخص بیشک

حالانکہ خود بدولت گھر مین کوئی وقت بھی ذکر و فکر مین صرف نہین کرتے اور اُن لوگون کی پہچان یہ ہے کہ خود کسی کے یہان جانا پسند نہین کرتے اور
دوسرون کا اپنے یہان آنا چاہتے ہین بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہین کہ عوام اور سلاطین اُنکے دروازہ اور راستہ پر جمع ہون
اور اُنکے ہاتھ کو تبرک جانکر بوسہ دین تو ایسے لوگون کو اگر اختلاط کی نفرت شغل عبادت کی جہت سے ہوتی تو جیسا اپنا جانا اچھا نہین معلوم ہوتا
تھا دوسرے کا آنا بھی اپنے پاس برا جانتے جیسے فضیل رح کا حال ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ دوست کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم صرف اسلیے آئے ہو کہ مین
تمھارے سامنے بن سنور کر بیٹھون اور تم میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اُس حاکم سے کہا تھا جو اُنسے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہے
کہ نہ مین تمکو دیکھون اور نہ تم مجکو تو جو شخص تنہائی مین مشغول بذکر خدا نہین اُس کی عزلت کرنیکا سبب یہی ہے کہ شدت سے لوگون مین مشغول ہے
یعنی اُسکا دل یہی چاہتا ہے کہ لوگ مجکو وقار اور حرمت کی نظر سے دیکھین پس ایسی عزلت کئی وجہ سے جہالت ہے اول یہ کہ جو شخص علم اور
دین مین بڑا ہوتا ہے تو اختلاط اور تواضع سے اُسکا منصب کم نہین ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خرما اور نمک اپنے کپڑے اور ہاتھ مین
اُٹھا لاتے اور فرماتے ؎ کامل کو کچھ ضرر نہین اُسکے کمال مین ÷ گر فائدہ کی چیز وہ لاوے عیال مین ÷ اور حضرت ابو ہریرہ رض اور حذیفہ بن یمان
اور اُبی بن کعب اور ابن مسعود رض لکڑی کے گٹھے اور آٹے کی گٹھریان اپنے شانون پر لے آتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رض اپنے عہد حکومت مین لکڑیان
سر پر لیے جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راستہ دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیز خرید فرماتے اور خود مکان کو لے چلتے اور کوئی صحابی عرض کرتا
کہ مجکو عنایت فرمائیے کہ مین لیچلون تو فرماتے کہ چیز کا مالک اُسکے لیچلنے کا زیادہ مستحق ہے اور حضرت امام حسن علیہ السلام سائلون پر گذرتے
کہ وہ ٹکڑے کھاتے ہوتے اور کہتے کہ صاحبزادہ آؤ کچھ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اُترتے اور راستہ پر بیٹھکر اُنکے ساتھ کھاتے پھر سوار ہوکر
فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تکبر والونکو ناپسند کرتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس کام مین لگا ہے کہ لوگ مجھسے راضی رہین اور میرے باب مین اپنا
اعتقاد درست رکھین وہ مغالطہ مین پڑا ہے اسلیے کہ اگر خدا تعالیٰ کو کما حقہ پہچانے تو جان لے کہ خلق سے کوئی کام نہین نکلتا نفع اور نقصان سب
اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین ہے کوئی اُسکے سوا نہ فائدہ پہونچا سکے نہ ضرر اور جو شخص لوگونکی رضامندی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے چاہتا
ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور خلق کو بھی اُس سے ناخوش کرتا ہے علاوہ اُسکے لوگونکی رضامندی ایک ایسی بات ہے کہ حاصل
نہین ہو سکتی تو اس سے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی طلب کیجائے اور اسی جہت سے حضرت امام شافعی نے یونس بن عبد الاعلیٰ کو
فرمایا کہ بخدا مین تیرے بھلے کی کہتا ہون کہ آدمیون سے سلامت رہنے کی کوئی تدبیر نہین اس صورت مین تامل کرکے جو اپنے حق مین مصلحت
جانو اُسکو کرو اور اسی لیے کسی نے کہا ہے ؎

غم سے مرتا ہے کرے جو کوئی لوگون کا لحاظ	ملتی ہے دنیا مین لذت اسکو جو بیباک ہو

اور سہیل تستری رح نے اپنے کسی مرید کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ فلان عمل کرو اُسنے عرض کیا کہ یہ تو لوگونکی جہت سے مین نہین کر سکتا آپ اپنے مریدونکی طرف
مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ آدمی کو حقیقت معرفت نہین ملتی جبتک کہ دو باتون مین سے ایک کے ساتھ متصف نہ ہو یا یہ کہ لوگ اُسکی نظر سے
گر جاوین کہ دنیا مین سوا اپنے پروردگار کے اور کسی کو نہ دیکھے اور سمجھے کہ کوئی مجکو نفع اور ضرر نہین پہونچا سکتا یا یہ کہ اُسکا نفس اُس کے
خدا کے سامنے ہیچ ہوجاوے کہ اُسکی پروا نہ رہے کہ لوگ کس حال پر مجھکو دیکھین گے اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین

[illegible] ... ضعیف ۱۲

جسکا دوست اور دشمن نہ ہو تو جب یہ بات ہے تو انھین کے ساتھ رہنا چاہیے جو اللہ تعالی کی اطاعت والے ہین اور حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا کہ آپ کی مجلس مین کچھ لوگ صرف اسی غرض سے آتے ہین کہ دیکھین آپ کہان کہان وعظ مین غلطی کرتے ہین یا سوال کرکے آپ کو دق کرین آپ نے تبسم فرماکر اُس شخص سے کہا کہ اس بات سے ہراست مانو کیونکہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین رہنے اور خدا تعالی کی ہمسائگی کے لیے لالچ دلا رکھا ہے تو اسی کا مین طامع ہون اور یہ مین نے کبھی نہین کہا کہ لوگون سے سلامت رہونگا اسلیے کہ مجھکو معلوم ہے کہ اللہ تعالی جو لوگون کا خالق اور رازق اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے وہ تو اُن سے سلامت ہی نہین رہا مین کیسے سلامت رہونگا اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ یا رب لوگون کی زبان مجھسے روک دے حکم ہوا کہ اے موسی یہ وہ بات ہے کہ اس کو مین نے اپنی ذات پاک کے لیے نہین پسند کیا تو تیرے لیے کیسے کرون ۔ اور اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم کو یہ بات اچھی نہین معلوم ہوتی کہ مین تم کو لوگون کے منھ مین مسواک کیطرح کردون کہ تم کو چبایا کرین تو مین تمکو اپنے یہان تواضع کرنے والون مین نہ لکھونگا۔ حاصل یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو گھر مین اسلیے روک رکھے کہ اُسکے باب مین لوگون کا اعتقاد اچھا ہو جاوے اور سب نیک کہین تو اُسکو دنیا مین بھی مشقت ہوئی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اگر سمجھے اس سے یہ نکلتا ہے کہ عزلت ایسے ہی شخص کو مستحب ہے جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت مین ڈوبا رہے اور اگر لوگون سے اختلاط کرے تو اسکی اوقات رایگان ہو اور عبادت پریشان تو عزلت کے اختیار کرنے مین یہ آفتین پوشیدہ ہین اُن سے ضرور بچنا چاہیے کہ ظاہر مین تو نجات دینے والی معلوم ہوتی ہین مگر واقع مین ہلاک کرنے والی ہین

ساتوین آفت عزلت کی یہ ہے کہ تجربے فوت ہوتے ہین جنکا مدار لوگون سے ملنے اور اُنکے روزمرہ کے حالات دیکھنے پر ہے اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتون کے سمجھنے کیلیے کافی نہین بلکہ مصلحتین تجربہ اور مہارت سے معلوم ہوتی ہین اور جو شخص تجربون سے خوب ماہر نہوا اُسکی عزلت مین کچھ بہتری نہین مثلاً اگر کوئی لڑکا عزلت کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہیگا بلکہ چاہیے کہ اول علم پڑھے اور اس عرصہ مین جتنے تجربے کہ ضروری ہین اُسکو حاصل ہو جاوینگے اور اسی قدر کافی ہونگے اور باقی تجربے حالات کے سننے سے بھی معلوم ہو سکتے ہین اختلاط ہی کے محتاج نہین اور زیادہ ضروری تجربون مین سے یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور اخلاق اور صفات باطنی کو آزماوے اور یہ امر تنہائی مین نہین ہو سکتا اس لیے کہ تنہائی مین ہر تجربہ کرنے والا راحت پاتا ہے اور جتنے غصہ والے اور کینہ اور حسد والے ہین جب علیحدہ ہوتے ہین تو اُنسے کوئی خباثت سرزد نہین ہوتی اور یہ صفتین سب مہلک ہین اُنکا دور کرنا واجب ہے اور مغلوب کرنا ضروری نہین یہ کافی نہین کہ جس امور سے انکو جنبش ہوتی ہو اُنسے دور رہ کر انکو ساکن کردیا جاوے کیونکہ دل کی مثال جسمین ایسی صفات بھری ہون ایسی ہے جیسے دنبل جسمین پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوا اور جب تک اُسکو جنبش نہ ہو یا کوئی ہاتھ نہ لگاوے تب تک دنبل والے کو اُسکا درد معلوم نہوا ہے اگر فرض کرو کہ اُس شخص کے ہاتھ نہین جو اُس کو چھووے اور نہ آنکھ ہے کہ دیکھے اور نہ کوئی اُسکے پاس ہے جو اُسکو جنبش دے تو غالبًا وہ دل مین یہی سمجھیگا کہ مین تندرست ہون اور میرے بدن مین کوئی دنبل نہین لیکن اگر کوئی اُسکو حرکت دیگا یا نشتر لگا دیگا تو آہن سے پیپ اور مادہ ایسا بہنے لگیگا جیسے بند پانی فوارہ مین سے بہتا ہے اسی طرح جس دل مین کینہ اور بخل اور حسد اور غصہ اور دوسرے بُرے اخلاق بھرے ہوتے ہین وہ بھی جوش کرتے ہین جب اُن کو حرکت

دیجاتی ہے اور یہی وجہ سالکان طریق آخرت جو اپنے دلونکو صاف کیا چاہتے تھے وہ اپنے نفسوں کا امتحان لیا کرتے تھے تو جس شخص کو اپنے نفس میں تکبر معلوم ہوتا تھا تو پانی کی مشک کمر پر یا لکڑیوں کا بوجھ سر پر لیکر بازاروں میں پھرتا تھا کہ اس سے نفس کا تکبر دور ہو غرض کہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکر پوشیدہ ہوتے ہیں ایسے لوگ کم ہیں جو انکو جانتے ہوں اور یہی وجہ ایک بزرگ سے نقل ہے فرمایا کہ میں نے تیس برس کی نماز دوبارہ پڑھی باوجودیکہ میں اسکو صف اول میں پڑھا کرتا تھا مگر دوہرانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز کسی عذر سے میں پیچھے رہ گیا اور اول صف میں جگہ نہ پائی لہذا دوسری صف میں کھڑا ہو گیا تو میں نے اپنے نفس کو دیکھا کہ میرے پیچھے رہ جانے کے باعث جو لوگ مجھے دیکھتے تھے تو خجالت کرتا تھا اسوقت میں نے جانا کہ میری نماز ریا سے ملی ہوئی تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مجھکو خیرات کیطرف سبقت کرنیوالا دیکھیں۔ حاصل یہ کہ اختلاط کا ایک بڑا فائدہ کھلا ہوا ہے کہ اس سے صفات مذمومہ معلوم ہو جاتی ہیں اور یہی وجہ کہتے ہیں کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک قسم کا اختلاط ہے جو دیر پا رہتا ہے اور ان صفات کے معانی اور بار یکیاں جلد ثالث میں مذکور ہونگی کیونکہ انکو نہ جاننے کے سبب سے بہت سا عمل خراب ہو جاتا ہے اور انکے جاننے کے باعث سے تھوڑا سا عمل عمدہ ہو جاتا ہے اور اگر یہ بات نہیں ہوتی تو علم کو فضیلت عمل پر نہوتی کیونکہ محال ہے کہ نماز کا علم جو صرف نماز کیلیے مقصود ہے نماز سے افضل ہو اسلیے کہ ہم جانتے ہیں کہ جو چیز کسی کیلیے مقصود ہوتی ہے تو وہ عمدہ اس سے اشرف ہوا کرتا ہے مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونیکا حکم کیا ہے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی تو معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت تین وجہوں سے ہے اول تو وہی جو ہمنے ذکر کی یعنی اسکے باعث سے تھوڑا عمل بھی صاف و عمدہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ علم کا فائدہ دوسرے کو پہنچتا ہے اور عمل کا فائدہ متعدی نہیں تیسرے یہ کہ علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہو جو سب اعمال سے افضل ہے بلکہ اعمال سے غرض یہی ہے کہ دل مخلوق کیطرف سے خالق کیطرف راجع ہو اور پھر رجوع الی اللہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کیلیے ابھرے تو علم اور عمل دونوں اس علم کے لیے ہوتے ہیں اور یہ علم کی انتہا بھی علم ہی ہے اور عمل اسکے لیے شرط کا قائم مقام ہے اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ تو کلم طیب یہی علم ہے اور عمل اسا ہے جیسا بوجھ اٹھانیوالا کہ اسکو اٹھا کر منزل مقصود کو پہنچا دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ سواری کی نسبت سوار اشرف ہے یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے آگئی کہ اس بحث میں مناسب نہیں اسلیے ہم اسکو چھوڑ کر غرض اصلی کیطرف متوجہ ہوتے ہیں کہ جب عزلت کے فوائد اور آفات معلوم کر چکے تو جان لیا ہوگا کہ عزلت پر مطلق حکم کرنا کہ وہ افضل ہے یا نہیں ہے خطا ہے بلکہ چاہیے کہ اس شخص کو اور اسکے حال کو اور جلیس اور اسکے احوال کو دیکھا جائے اور یہ بھی کہ اختلاط کا باعث کیا ہے اور اختلاط کے باعث سے کون کونسے فوائد جاتے رہتے ہیں اور کیا نفع ہوگا پھر نفع اور نقصان کا اندازہ کیا جائے تب البتہ امر حق واضح ہوگا اور فضیلت معلوم ہوگی اور امام شافعی رح کی تقریر اس باب میں قول فیصل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے یونس لوگوں سے منقبض رہنا سبب عداوت کا ہے اور انسے کھل کھیلنا برے ہمنشین پیدا کرنا ہے تو ایسی طرح رہنا چاہیے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط چنانچہ سعدی رح فرماتے ہیں نہ چندان درشتی کن کز تو سیر گردند نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر غرضکہ اختلاط اور عزلت میں اعتدال ضروری ہے اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہے اور فوائد و آفات کے دیکھنے سے افضل طریق واضح ہو جاتا ہے اس باب میں امر حق ٹھیک یہی ہے اور اسکے سوا جو کچھ کسی نے ذکر کیا ہے وہ ناتمام ہے بلکہ ہر ایک نے ایک ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہے جس میں وہ

خود موجود ہی تو اگر غیر شخص پر جو اُس حال مین نہین ہو وہی حکم کیا جائے تو درست ہو گا اور علم ظاہر مین صوفی اور عالم کے درمیان بھی یہی فرق ہی
کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہی جس حال مین خود ہوتا ہی اسی وجہ سے مسائل مین صوفیون کے جواب جدا جدا ہوتے ہین اور عالم وہ ہی کہ امر حق
کو نفس الامر مین دریافت کرتا ہی اور اپنے حال کا لحاظ نہین کرتا اسی وجہ سے جو کہتا ہی وہی حق ہوتا ہی اسمین مجال اختلاف نہین ہو سکتی کیونکہ
امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہو گا اور حق سے قاصر بیشمار ہوا کرتے ہین اور یہین وجہ صوفیہ کرام سے جو درویشی کا حال پوچھا گیا ہی تو ہر ایک نے
وہ جواب دیا جو دوسرے کے جواب کا غیر تھا اور وہ جواب ہر چند باعتبار مجیب کے حال کے حق ہی مگر نفس الامر مین حق نہین اس لیے
کہ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہی مثلاً ابو عبد اللہ جلاء سے جو پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہی فرمایا کہ اپنی دونون آستینین دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہی
یہی فقیری ہی اور حضرت جنید بغدادی رحمہ نے اسکا جواب یہ فرمایا ہی کہ فقیر وہ ہی جو کسی سے سوال نہ کرے نہ کسی سے مزاحمت کرے اور اگر اُس سے
کوئی مناقشہ کرے تو خاموش ہو جائے اور سہل بن عبد اللہ رحمہ نے فرمایا کہ فقیر وہ ہی جو سوال نہ کرے اور نہ ذخیرہ کرے اور کسی اور بزرگ
نے فرمایا ہی کہ فقیری یہ ہی کہ تمھارے پاس کچھ نہو اور جب ہو بھی جاوے تو اپنی نہ سمجھو اور جبکہ تمھاری نہ تھی تو اب بھی تمھاری نہین اور ابراہیم
خواص رحمہ کہتے ہین کہ فقیری یہ ہی کہ شکایت نہ کرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو اور مقصود یہ ہی کہ اگر سو آدمیون سے سوال کیا جائے تو سو جواب
جدا جدا ہونگے کہ غالباً دو بھی ایک سے نہونگے اور وہ من وجہ سب درست ہونگے اسلیے کہ ہر ایک کا جواب اُسکے حال کی خبر اور جو کچھ اُسکے دل
پر غالب ہو رہا ہی اُسکی حکایت ہو گی اور اسی وجہ سے اس فرقہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھو گے جنمین سے ایک اپنے ساتھی کو تصوف مین ثابت قدم
بتلائے اور اُسکی تعریف کرے بلکہ ہر ایک کو یہی دعوی ہوتا ہی کہ واصل اور واقف صحیح مین ہی ہون اسلیے کہ انکی ورزشین احوال کے مقتضا تک ہوا کیے
دلونپر پیش ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے مشغول رہتے ہین دوسرونکی طرف التفات نہین کرتے اور علم کا نور جب چمکتا ہی تو
سب پر محیط ہوتا ہی اور پردہ خفا کو دور کرتا ہی اور اختلاف اُٹھا ڈالتا ہی اور اس اختلاف کی مثال یہ ہی کہ ہم نے زوال کیوقت سایہ اصلی کے
باب مین اقوال دیکھے ہین کہ کچھ کہتے ہین کہ گرمیون مین سایہ دو قدم ہوتا ہی اور کوئی کہتا ہی کہ نصف قدم ہوتا ہی اور دوسرا اُس پر اعتراض
کرتا ہی اور کہتا ہی کہ جاڑون مین سات قدم ہوتا ہی اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہی اور دوسرا اسکو رد کرتا ہی تو یہ حال صوفیونکے جوابون کا سا
ہی یعنی ہر شخص نے اپنے شہر کے سایہ اصلی کو دیکھکر کہدیا کہ اتنا ہی اور یہ بات درست ہی مگر دوسرے کی غلطی جو بیان کرتا ہی وہ بیجا ہی کیونکہ تمام
دنیا کو اُس نے اپنا شہر یا اُسکے مثل سمجھ لیا ہی جیسے صوفی اپنے حال پر قیاس کرکے دنیا پر حکم لگا دیتا ہی اور جو شخص زوال کو جانتا ہی اُسکو معلوم ہی
کہ سایہ کس باعث سے چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہی اور شہرونمین کس وجہ سے مختلف ہوتا ہی اسی وجہ سے اُسکا جواب ہر شہر کے لیے ایک جدا
حکم پر مشتمل ہو گا مثلاً کہیگا کہ بعض شہرونمین سایہ نہین رہتا اور بعض مین لمبا اور بعض مین کوتاہ ہوتا ہی یہ ہی عزلت اور اختلاط کی فضیلت
کا بیان جسکو ہمنے ذکر کرنا چاہا تھا اب اگر یہ کہو کہ اگر کوئی شخص اپنے حق مین عزلت کو افضل اور اسلم سمجھے تو عزلت کے آداب اسکے لیے
کیا ہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ آداب اختلاط کا بیان کرنا البتہ طویل تھا اُسکو ہم باب آداب صحبت مین لکھ آئے اور عزلت کے آداب کچھ
ہم طول نہین دیتے مختصر آ بیان کیے دیتے ہین کہ عزلت کرنے والیکو اول یہ نیت کرنی چاہیے کہ میری بُرائی لوگونکو نہ پہونچے دوسرے یہ کہ لوگون
کی شرارت سے سلامت رہون سوم حقوق مسلمین کی بجا آوری مین قاصر ہونیسے نجات پاؤن چہارم تمام ہمت خدا تعالیٰ کی عبادت کیلیے مجرد

عہ یعنی اپنی [illegible] بہت بھائی شکوہ ذکر کرے اور نعمت ظاہر کرے ۱۲

ہو نیا ان جب اسطرح عزلت کرنے مین نیت کرچکے تو پھر خلوت مین علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمرہ عزلت سے دامن مراد
بھرے اور لوگونکو روک دے کہ میرے پاس بہت آمد و رفت نہ کرو۔ نہ اکثر اوقات مین دلچسپی ہوگی اور لوگونکے احوال و شہر کی خبرین سنے
اور نہ اس بات پر کان لگاوے کہ لوگ کیا کرتے ہین کیونکہ یہ سب باتین دل مین گھس جاتی ہین حتی کہ نماز کے اندر اور فکر کے اثنا مین ایسی طرح
اُبھر کھڑی ہوتی ہین کہ آدمی کو خبر بھی نہین ہوتی کان مین خبرون کا پڑنا ایسا ہی جیسے زمین مین تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہی اور رگ و ریشہ
و برگ و شاخ پیدا کرتا ہی اسی طرح خبرون سے اور خبرین متفرع ہوتی ہین اور وسوسے پیدا ہوتے ہین اور عزلت مین ایک امر ضروری یہ ہی کہ
وسوسے منقطع ہون جو ذکر الٰہی سے روکتے ہین اور خبرین انکا منبع ٹھہرین تو اُنسے احتراز ضروری ہوا اور چاہیے کہ تھوڑی سی معیشت پر قناعت
کرے ورنہ اگر وسعت چاہیگا تو ناچار لوگون سے اختلاط کرنا پڑیگا۔ اور چاہیے کہ ہمسایون کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ عزلت کرنے سے اُسکے
ثناخوان ہون یا ترک اختلاط پر طعن کرین تو کچھ نہ سنے اور اپنے دھیان مین لگا رہے اسلیے کہ یہ باتین اگر تھوڑی دیر بھی سنی جاتی ہین تو بہت اثر
کرتی ہین اور اپنے شغل دلی کے وقت یہ بھی ضروری ہی کہ طریق آخرت کی سیر سے واقف ہو یعنی یہ سیر یا تو اس طرح ہوتی ہی کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور
دل کے ساتھ مواظبت کرے یا اس طرح ہی کہ اللہ تعالی کے جلال اور صفات و افعال و زمین و آسمان کے اسرار مین فکر کرے یا یون ہی کہ اعمال
کی باریکیون اور دل کے مفسدات مین تامل کرے اور اُمور سے بچنے کی جستجو مین رہے اور یہ سب طریقین فراغت کو چاہتی ہین اور حرص رہتی
مین کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگاویگا تو فراغت کا ہونا معلوم بلکہ اُسی وقت دل کو پریشانی ہوگی در بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام
فکر کا بھی مخل ہوتا ہی۔ اور ایک بات یہ چاہیے کہ کوئی گھر کا آدمی یا جلیس نیک بخت بھی ہو تاکہ عزلت نشین دن بھر مین ایک گھنٹہ اُسکی صحبت مین
دل بہلائے اور محنت سواتر سے راحت پائے کہ اسطرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہی اور عزلت پر صبر کرنا اسوقت کامل ہوتا ہی کہ آدمی دنیا سے اور
جن باتون مین دنیا والے مصروف ہین اُس سے طمع قطع کردے اور طمع کے منقطع ہونے کی صورت بجز امل کے مختصر کرنے کے اور کوئی نہین یعنے
اپنی زندگی بہت نہ سمجھے بلکہ یون جانے کہ صبح ہوئی تو شام نہ پکڑونگا اور شام ہوئی تو صبح نہ پکڑونگا اس صورت مین اسپر چار پہر کا صبر کرنا آسان ہوگا
اور اگر بالفرض یہ سوچیگا کہ میری موت بیس برس کے بعد آویگی تو اتنے عرصہ تک صبر کرنا دشوار ہوگا۔ اور چاہیے کہ عزلت مین موت کو بہت یاد
کرے اور جب تنہائی سے دل تنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر مین کون ساتھ ہوگا وہان بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا اور یہ یقین کرے کہ جس کسیکا دل اللہ تعالی
کے ذکر اور معرفت سے انس حاصل نکریگا اُسکو مرنیکے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہوگی اور جو شخص خدا تعالی کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہوگا تو
مرنے سے اسکا انس جاتا نہ رہیگا کیونکہ موت انس اور معرفت کے محل کو نہین ڈھاتی بلکہ وہ خدا تعالی کے فضل سے اسکی معرفت و انس سے زندہ و خوش
رہتا ہی جیسا کہ اللہ تعالی نے شہدا کے باب مین فرمایا ہی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتاہم اللہ من فضلہ
اور جو شخص کہ اللہ تعالے کے لیے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہی وہ مرنے کے بعد شہید ہوتا ہی کیونکہ جہاد کرنے والا وہی ہی جو اپنے نفس اور خواہش پر
جہاد کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی تصریح فرمائی ہی اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے
جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف رجوع کیا اُس سے مراد اُن کی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا باب عزلت تمام ہوا۔ والحمد للہ اولا و

آخرا والسلام علی کل عبید مصطفٰی

ف ۔ اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ تعالی کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہین اسپر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے ۱۲ ح

حاکم بروایت فضالہ بن عبید اور اُس مین لفظ خواہش نہین ہی

ساتوان باب سفر کے آداب مین

رُباعی

ہی تعب و مشقت مین سفر مثل سقر	ہوتی ہی و لے اُس سے بھی آخر کو ظفر
ہی قول خدا دیکھیے سیروا فی الارض	تا تجھ پہ کھلے راز معما ے سفر

واضح ہو کہ سفر نفرت کی چیز سے خلاصی کا ذریعہ اور مطلوب چیز کے ملنے کا وسیلہ ہی اور سفر دو قسم ہی ایک ظاہر بدن سے کہ اپنے وطن اور قرارگاہ سے جدا ہو کر صحرا و دشت نوردی کرے دوسرے سفر باطن دل کا کہ اسفل السافلین سے ملکوت سمٰوات کی سیر کرے اور ان دونون قسمون مین سے سفر باطن اشرف ہی اسلیے کہ جو شخص اسی حالت پر ٹھہرا رہتا ہی جسپر کہ پیدا ہوا ہی اور جو کچھ باپ دادون کی تقلید سے سیکھ لیا ہی اُسی پر جما رہتا ہی تو وہ درجہ قصور پر لازم اور مرتبہ نقصان پر قانع ہی اور وسعت فضاء جنت کے عوض تاریکی حبس دار وحشت اختیار کرتا ہی اور کسی نے سچ کہا ہی شعر

اس سے بڑھکر ہی نہین انسان مین کوئی بھی	ہو کے قادر رہا نہی وہ تکمیل پہ ناقص تبھی

مگر چونکہ اس سفر مین گھسنا دشوار ہی اس لیے اس کے واسطے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہی اور سوا اس کے کہ راہ نامعلوم ہی اور راہبر اور رفیق معدوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ پر قائل ہوتے ہین اور اس دولت کثیر سے غافل لہذا ان راہون مین کوئی پھرنے والا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیر کا ہو نہین کوئی سیر کرنے والا حالانکہ اللہ تعالے اسی راستہ کی طرف بلاتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم اور فرمایا وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور اس سفر سے بیٹھ رہنے پر اللہ تعالی انکار فرماتا ہے اپنے اس ارشاد مین وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل افلا تعقلون اور اس آیت مین وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ تو جس شخص کو یہ سفر نصیب ہوتا ہی وہ بدن سے تو اپنے وطن اور قرارگاہ مین رہتا ہی اور باطن سے تماشا سیرگاہ جنت کا جس کا پھیلاؤ افلاک و زمین کے برابر ہی کیا کرتا ہی یہ وہی سفر ہی جسکے چشمون اور گھاٹون پر تنگی کا خطر نہین اور کثرت از دحام سے اسکو کچھ ضرر نہین بلکہ مسافرون کی کثرت سے اسکے ثمرات اور فوائد زیادہ ہوتے ہین نہ اُس کے ثمرات دائمی سے کسی کو مزاحمت اور نہ فوائد متزائد سے کسی کو ممانعت ہان جو مسافر خود ان کی سستی سے پھرے یا اپنی حرکت مین وقفہ کرے تو اپنا کیا پاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی ان اللہ لا یغیر بالقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اور فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا مگر بندے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین اور جو شخص مرد اس میدان کا اور تماشائی اس بوستان کا نہین وہ عیب نہین کہ بہت سی مدت مین ظاہر بدن سے چند فرسخ گنتی کے چلے اور تجارت دنیاوی خواہ ذخیرہ اُخروی کے لیے اُسی کو غنیمت سمجھے پس اگر اُسکا مطلب سفر سے علم کا سیکھنا اور دین ہوگا یا دین پر مدد لینے کی کفایت چاہتا ہوگا تو اس صورت مین تو وہ راہ آخرت کا سالک ہوگا اور اس سفر کے لیے اسکو کچھ شرطین اور آداب چاہیئن کہ اگر انکا لحاظ نہ کرے تو دنیا دار اور زمرۂ شیاطین مین منصور ہو اور اگر انکا لحاظ مدام رکھے تو اس سفر مین اسکو وہ فوائد ملین جنسے آخرت کے طلبگارون مین لاحق ہو جائے اس لیے ہم سفر کے آداب شروط کو دو فصلون مین لکھتے ہین

ترشا ہدان آسمان و زمین ... ۱۲

پہلی فصل شروع سفر سے واپس آنے تک کے آداب میں اور سفر کی نیت اور فائدہ کے ذکر میں مشتمل دو بیانوں پر

پہلا بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت کے ذکر میں۔ مخفی نہ رہے کہ سفر ایک قسم کی حرکت اور اختلاط کا نام ہے اور اس میں بہت سے فائدے اور آفتیں ہیں چنانچہ باب الصحبت اور عزلت میں ہم نے ذکر کیا ہے اور جو فوائد کہ آدمی کو سفر پر آمادہ کرتے ہیں وہ یا تو کسی چیز سے گریز کرنا یا کسی چیز کا طلب کرنا ہے یعنی مسافر جو سفر کرتا ہے تو وہ یا اس لیے کرتا ہے کہ کوئی چیز اسکو بزور اپنے مقام سے نکالے دیتی ہے اور اگر بالفرض وہ نہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا یا اس لیے کرتا ہے کہ کسی مقصد یا مطلوب کو حاصل کرے اور گریز کرنے کی چیز یا ایسی ہے جسکی تاثیر امور دنیاوی پر ہو مثلاً طاعون اور وبا کا شہر میں ہونا یا کسی فتنہ اور خصومت کا برپا ہوجانا یا غلہ کا گران ہوجانا یہ اسباب تو عام ہیں اور کبھی سبب خاص بھی ہوتا ہے کہ شہر والوں کو خاص اُسی شخص کو ایذا دینی منظور ہو اس لیے شہر سے چلا جائے اور ایک صورت ہے کہ اُسکی تاثیر دین میں ہو مثلاً شہر میں پھنسے جاہ و مال میں مبتلا ہوجانا اور ایسے اسباب کی کثرت ہونی جن سے خدا تعالیٰ کے ذکر کے لیے فارغ بالی میسر نہو تو اس وجہ سے سفر اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ و غنا سے احتراز چاہیے یا کسی شخص کو شہر والے جبراً بدعت کے ارتکاب کے لیے کہیں خواہ ایسے عمل کی امامت اُسکے سپرد کریں جسکا کرنا شرعاً مباح اور حلال نہو تو اس نظر سے شہر کو چھوڑنا چاہیے۔ اور مطلوب چیز بھی یا دنیاوی ہو جیسے مال و جاہ کی طلب یا کوئی امر دینی ہو پھر دینی مطلب یا علم ہوگا یا عمل اور علم تین طرح پر ہے ایک فقہ و حدیث و تفسیر اور اُنکے متعلقات کا علم دوسرے اپنے اخلاق اور صفات کا علم تجربہ کے طور پر تیسرے زمین کی نشانیاں اور اُسکے عجائب کا علم جیسے ذوالقرنین نے زمین کے اطراف میں سفر کیا تھا اور عمل دو طرح پر ہے یا عبادت یا زیارت عبادت تو جیسے حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر ہے اور زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف ہوگا جیسے مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفا اور بیت المقدس کا سفر یا دار الاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لیے جانا اور کبھی سفر زیارت سے مقصود اولیا اور علما ہوتے ہیں اور وہ یا تو زندہ ہونگے جنکو دیکھنا موجب برکت ہے اور اُنکے حال کا مشاہدہ کرنے سے اُنکی پیروی کی رغبت کو زیادہ ہوتا ہے یا وہ مرگئے ہیں کہ اُنکی قبروں کی زیارت ہوا کرتی ہے غرضکہ سفر کی اتنی ہی قسمیں ہیں اور اس تقسیم سے اقسام مفصلہ ذیل نکلتی ہیں **قسم اول** طلب علم کے لیے سفر کرنا اور چونکہ علم یا واجب ہے یا نفل ہے تو سفر بھی واجب کے لیے واجب ہوگا اور نفل کیلیے نفل اور ابھی ہم نے لکھا ہے کہ علم یا امور دینی کا علم ہے یا اپنے اخلاق کا یا زمین کی عجائب قدرت الٰہی کا تو ان میں سے جس علم کیلیے سفر کریگا تو وہ پاویگا چنانچہ علم دین کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من خرج من بیتہ فی طلب العلم فہو فی سبیل اللہ حتی یرجع اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ اور حضرت سعید بن المسیب ایک حدیث کی طلب میں بہت سے دنوں کا سفر کیا کرتے تھے اور شعبی رح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسے کلمہ کی تلاش میں جو اسکو نیک بات بتلائے یا ہلاک سے بچائے ملک شام سے لیکر یمن کے اس کنارہ تک چلا جائے تو اُسکا سفر ضائع نہوگا اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ دس صحابہ رض کے مدینہ منورہ سے مصر کو تشریف لیگئے کیونکہ اُنھوں نے سنا کہ عبد اللہ بن انیس انصاری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں چنانچہ ایک مہینہ راہ چلے اور اُس حدیث کو سنا اور صحابہ رض کے زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک عالم ایسے کم ہونگے جنھوں نے علم دین کی تحصیل میں سفر نہ کیا ہو اور اپنے نفس اور اخلاق کا علم بھی ضروری ہے اس لیے کہ طریق آخرت کا چلنا بدون عادات کی درستی اور اخلاق کی تہذیب کے ممکن نہیں اور جو شخص اپنے باطن کے اسرار اور صفات

ترجمہ جو شخص اپنے گھر سے علم کی طلب میں نکلا تو وہ واپس آنے تک اسکی راہ میں ہے ترمذی بروایت انس اور کہا کہ حسن غریب ہے ۱۲

کی برائیون سے واقف ہوگا وہ اپنے دل کو انسے صاف کیسے کریگا اور سفر تو اسی کو کہتے ہین جس سے اخلاق ظاہر ہون اور اسی سے اللہ تعالے نے
آسمانون اور زمین کے امور مخفی کو نکالتا ہی اور سفر کا نام بھی سفر اسی وجہ سے ہی کہ مشتق سفر سے ہی جسکے معنی ظہور کے ہین تو اخلاق کا ظاہر کرنیوالا
ہونے سے سفر کہلایا گیا اور اسی لیے حضرت عمر رضہ کے سامنے جب کسی گواہ کا پہچاننا ایک شخص نے بیان کیا تو آپنے اُس سے فرمایا کہ تو اُس
گواہ کے ساتھ کبھی سفر مین بھی رہا ہی جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی آپنے فرمایا کہ میری دانست
مین تو اس سے ناواقف ہی اور بشر حافی نے فرمایا ہی کہ اے گروہ قاریان سفر کرو تا کہ طیب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب بہتا رہتا ہی تو طیب ہوتا ہی
اور اگر مدت تک ایک جگہ مین ٹھہرتا ہی تو متغیر ہو جاتا ہی حاصل یہ کہ آدمی جب تک وطن مین رہتا ہی تو جن امور کی عادت اسکی طبیعت کو ہوتی ہی
انھین سے مانوس رہتا ہی اور برے اخلاق ظاہر نہین ہوتے کیونکہ طبیعت کے خلاف کرنے کی نوبت ہی نہین آتی اور جب سفر
کی سختی اُٹھاتا ہی اور امور معمولی اور معتاد مین تغیر پاتا ہی تو اخلاق کی خفیہ آفات منکشف ہو جاتی ہین اور انکے سبب سے مطلع ہوتا ہی اور اُنکا علاج بھی
کرسکتا ہی جیسا کہ سعدی فرماتے ہین ؎

تا بدکان و خانہ در گروی ۔ ہرگز اے خام آدمی نشوی

اور عزلت کی آفات کے ضمن مین ہم اختلاط کے فوائد ذکر کر چکے ہین سفر مین اختلاط کے سوا اتنی بات اور ہی کہ کچھ زیادتی شغل کی اور
مشقتون کا اٹھانا بھی ہوتا ہی باقی رہا زمین مین خدا تعالے کی نشانیون کا دیکھنا سو اُن کے دیکھنے مین بھی بہت فائدے ہین
اہل بصیرت کے لیے مثلاً الگ الگ مختلف ایک دوسرے سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و بر اور اقسام حیوانات و نباتات سب کچھ دیکھنے
مین آتی ہین اور انمین سے کوئی ایسی چیز نہین جو خدا تعالے کی وحدانیت پر شاہد نہو اور زبان گویا سے اسکی تسبیح نکرتی ہو
مگر اُنکی شہادت اور تسبیح کو وہی سمجھتا ہی جو کان لگادے اور حضور دل سے سنے ورنہ منکر اور غافل جو دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہین
وہ نہ دیکھتے ہین نہ سنتے ہین اسلیے کہ انکو وہ کان ہی نہین اور نہ وہ آنکھین ہین وہ تو اس آیت کے مصداق ہین یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا
وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور فرمایا اللہ تعالے نے انہم عن السمع لمعزولون ۔ اس مین ظاہر کے کان مراد نہین کیونکہ گوش ظاہر سے
تو وہ لوگ معزول نہ تھے بلکہ گوش باطن مراد ہین اور گوش ظاہر سے بجز آواز کی چیزون کے اور کچھ نہین معلوم ہوتا اور اس بات مین
خصوصیت انسان ہی کو نہین سب حیوانات بھی اصوات سنتے ہین اور گوش باطن سے زبان حال سنی جاتی ہی جو زبان قال سے
علیحدہ چیز ہی جیسے کوئی میخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھکو کیون چیرتی ہی میخ نے جواب دیا کہ یہ امر اُس سے
دریافت کرو جو میرے سر پر چوٹ لگاتا ہی یعنی پتھر سے پوچھو کہ مجھکو میری جگہ پر کیون نہین چھوڑتا تمکو کیون ٹھونکتا ہی غرضکہ آسمانون اور زمین مین
کوئی ذرہ نہین جو اللہ تعالی کی وحدانیت پر انواع شہادت نہ رکھتا ہو اور یہی شہادتین اُسکی توحید ہین اور اللہ تعالی کے پاک ہونے پر جو شہادتین
ہر ذرہ دیتا ہی وہ اُسکی تسبیح ہین مگر لوگ ذرہ کی تسبیح کو نہین سمجھتے اسوجہ سے کہ اُنکو بغیر گوش ظاہر سے ہی اور تسبیح باطن کا سفر میسر
نہین ہوا اور زبان قال کی رکاکت سے زبان حال کی فصاحت پر گذر نصیب نہین ہوا اور اگر بالفرض ہر عاجز شخص اسطرح کا سفر کر لیا کرتا
تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندون کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام الٰہی کے سننے کی خصوصیت

ہوتی جس کلام کا پاک جاننا حروف اور اصوات کی مشابہت سے واجب ہی اور جو شخص سفر کرتا ہی اس غرض سے کہ ان شہادتون کو جو صفحات جمادات پر خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہین تلاش کرے اسکو سفر بدنی بہت سا نہین کرنا پڑیگا بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنے دلکو فارغ کریگا تاکہ ہر ذرہ سے صدائے تسبیح سنکر راحت پائے ایسے شخص کو جنگلون مین پھرنے سے کیا کام اسکا مطلب تو آسمانون کے اسرار سے نکل سکتا ہی کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اسکے حکم کے مطیع ہین اور ارباب بصیرت کی نگاہ ہو نہین سال و مہینہ مین کئی بار دورے کرتے ہین بلکہ ہر لحظہ حرکت کی مشقت اٹھاتے ہین تو جس شخص کے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کیلیے محنت کرے تو خالی از تعجب نہین اسی طرح جس شخص کے گرد اطراف آسمان کے گردش کرتے ہون وہ زمین کی سمتون مین دورہ کریگا تو خالی از تعجب نہین پھر مسافر جب تک چشم ظاہر کے دیکھنے کا محتاج رہیگا اور سیر عالم ظاہری کو بخضر آنکھ کے دیکھنے پر جانیگا تب تک وہ خدائے تعالیٰ کیطرف چلنے والونکی اول منزل مین رہیگا گویا کہ وطن کے دروازہ پر بیٹھا ہی اور میدان وسیع تک پہونچنے کی نوبت نہین آئی اور اس منزل مین پڑے رہنے کا سبب سوائے نامردی اور کم ہمتی کے اور کچھ نہین اور یہی وجہ کسی اہل دل نے فرمایا ہی کہ آدمی یون کہتے ہین کہ اپنی آنکھین کھولو تاکہ دیکھو اور مین یہ کہتا ہون کہ آنکھین بند کرو تاکہ دیکھو اور یہ دونون قول حق ہین لیکن اتنا فرق ہی کہ قول اول حکایت منزل اول کی ہی جو وطن سے قریب ہی اور دوسرا قول اُن منازل کا حال ہی جو وطن سے دور ہین اور انکو وہی طی کرتا ہی جو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالتا ہی اور انکی طرف گذر ہوتا الابعض اوقات برسون حیران پھرتا ہی اور کبھی توفیق اسکا ہاتھ پکڑ کر سیدھا راستہ بتا دیتی ہی لیکن اس جنگل مین ہلاک ہونے والے بہت ہین ؎

	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار	درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار	

مگر جن لوگون کو توفیق یاور ہوئی اُنکو راحت بیشمار اور سلطنت پائدار ملی اور وہی لوگ ہین کہ کاتب ازلی نے انکی قسمت مین خوبی لکھی ہی اس سلطنت کا حال دنیا کی سلطنت کا سا جانو کہ اول تو باوجود لوگون کی کثرت کے اُسکے طالب کم ہوتے ہین پھر طالبون مین سے ہلاک ہونے والے زیادہ ہوتے ہین اور مراد کو پہونچنے والے کم اور یہ دستور ہی کہ جب مطلب بڑا ہوتا ہی تو اسکے مددگار کم ہوتے ہین اور نامرد اور عاجز طلب سلطنت کے درپے نہین ہوتا اس لیے کہ اسمین خطرہ اور مشقت بہت ہی اُس کا نتیجہ اُسی وقت ہوتا ہی کہ نفس حوصلہ دار ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہی ؎

	محنتین انکی مرادون کے لیے سہتے ہین	نفس جب حوصلہ ور ہوتے ہین اوقات تمام	

اور اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز محل خطر کے اور کسی جگہ نہین رکھا اگر نامرد اپنے جبن اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہی چنانچہ کسی کا شعر ہی ؎

	پر حق یہ ہی کہ دھوکا ہی طبع لئیم کا	نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط	

غرضکہ سفر ظاہر سے خدائے تعالیٰ کی عقدہ کشائیان زمین مین دیکھ کر اگر سفر باطن منظور ہو تو اس کا حکم یہ تھا جو مذکور ہوا اب ہم اُس مطلب کو لکھتے ہین جسکے بیان کے درپے ہین دوسری قسم یہ ہی کہ سفر عبادت کے لیے ہو مثلاً حج یا جہاد کیواسطے ہو اور اس سفر کی فضیلت اور آداب ظاہری اور باطنی اعمال باب اسرار حج مین ہم لکھ چکے ہین اور اسی مین داخل ہی انبیا علیہم السلام اور صحابہ[۱۰]

رضی تابعین و علما اور اولیا کی قبرون کی زیارت یعنی جن لوگون کا دیکھنا زندگی مین موجب برکت ہی تو اُنکے مرنے کے بعد اُن کی قبرون کی زیارت باعث برکت ہی اور اس غرض کے لیے سفر کرنا درست ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجدی ہذا و مسجد الاقصیٰ اس سفر کا مانع نہین اسلیے کہ یہ حکم مسجدون کے باب مین ہی کہ ان تینون کے سوا سب ایک سی ہین ورنہ یہ تو معلوم ہی ہی کہ انبیاء اور اولیاء کی قبرون کی زیارت مین اصل فضیلت یکسان ہی گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا اُن کے مدارج مین فرق ہے اُسی قدر فضیلت بھی متفاوت ہوتی ہی اور حاصل یہ ہی کہ زندون کی زیارت بہ نسبت مردون کے افضل تر ہی اور زندون کی زیارت سے یہ فائدے ہین کہ اُن کی دعا کی برکت اور انکو دیکھنے کی برکت حاصل ہوتی ہی اس لیے کہ علما اور صلحا کے چہرون کو دیکھنا عبادت ہی اور نیز انکی زیارت مین اُن کی پیروی اور اُن کے اخلاق سے موصوف ہونے کی رغبت اُٹھتی ہی علاوہ ازین اُن کی ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حاصل ہونے کی توقع رہتی ہی اور خود فی اللہ بھائیون کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد کے اُس مین کتنی فضیلت ہی چنانچہ باب آداب الصحبت مین ہم لکھ آئے ہین اور توریت مین ہی کہ چار میل سفر کر کے فی اللہ برادر کی زیارت کر باقی رہا مکانون کا زیارت کرنا تو اُن کی زیارت کے کچھ معنی نہین بجز مساجد سہ گانہ اور حدود اسلام کی محافظت کے تو حدیث بالا کا مضمون ظاہر ہوا کہ جگہون کی برکت حاصل کرنے کے لیے بجز تینون مسجدون کے اور جگہ کو سفر نہ کیا جائے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے فضائل باب الحج مین ہم لکھ آئے ہین اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہین حضرت ابن عمر رضہ مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس مین پہونچے اور پانچ نمازین اُس مین ادا کر کے دوسرے روز وہان سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا اور حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اس مین نماز پڑھنے کے اور کچھ اُس کی غرض نہو تو وہ جب تک اس مسجد مین رہے تو اپنی نظر عنایت اُس سے مت ہٹا یہو یہانتک کہ وہ اس مین سے باہر ہو جائے اور اُسکو گناہون سے نکال دینا جیسا وہ اُس روز تھا کہ اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول فرمائی پس ظاہر ہی کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہی تیسری قسم سفر کی یہ ہی کہ جس سبب سے دین کے اندر تشویش ہو اُس کی وجہ سے سفر کر جائے یہ سفر بھی اچھا ہی اس لیے کہ جس چیز کی برداشت نہ ہو اُس سے گریز کرنا انبیاء اور مرسلین کی سنت ہی اور جن چیزون سے بھاگنا واجب ہی اُن مین سے حکومت اور جاہ اور علائق کا بہت ہونا اور اسباب کی کثرت ہی اس لیے کہ یہ سب دل کی فراغت کو ابتر کرتے ہین اور دین اُسی وقت کامل ہوتا ہی کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو تو اگر فراغت کامل نہوگی تو جسقدر فراغت ہوگی اُسی قدر دین مین مشغول ہوسکیگا اور دنیا مین دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن نہین ہان یہ ہوسکتا ہی کہ حاجتین خفیف ہون یا ثقیل اور ہلکی حاجت والے ناجی ہین اور بھاری والے ہالک اور خدائے تعالیٰ کا بڑا شکر ہی کہ اُسنے نجات کو اس امر پر وابستہ نہین کیا کہ سب گناہون اور بوجھون سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل کامل اور رحمت وسیع سے ہلکے بوجھ والون کو قبول کر لیا اور خفیف بوجھ والا وہ ہی کہ جسکی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ نہو اور یہ بات وطن مین بسبب وسعت جاہ اور کثرت علائق کے میسر نہین اسلیے بدون سفر اور گمنامی اور اُن علائق کے منقطع کرنے کے جیسے میسر ہوسکتا ہی اور مدت مدید تک نفس کو مرتاض کرنے کے

مقصود پورا نہ ہوگا اور اس کے بعد کیا عجب ہو کہ اللہ تعالےٰ اپنی مدد سے اُس پر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان عنایت
فرماوے اور اُسکے نزدیک حضر اور سفر یکسان ہوجائے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس صورت مین ذکر الٰہی سے اُسکو
کوئی چیز نہ روکے مگر ایسا ہونا نہایت کمتر ہو اب تو دلون پر ضعف ہی غالب ہو اور گنجایش مخلوق اور خالق کی ایک ساتھ اُن مین ہونی
نہایت قلیل ہان اس قوت سے انبیا اور اولیا سرافراز ہوا کرتے ہین اور کسب سے اُس تک پہونچنا مشکل ہو گو محنت اور کسب کو کسی قدر اُسمین
دخل ہو اس باب مین قوت باطنی کا مختلف ہونا ایسا ہو جیسا اعضا مین قوت ظاہری مختلف ہوتی ہو مثلاً بعض پہلوان ہٹے کٹے تنہا ڈھائی من بوجھ
اُٹھا سکتے ہین پس اگر کوئی ناتوان اور بیمار چاہے کہ بوجھ اُٹھانے کی مشق کرنے سے بتدریج پہلوان کا رتبہ حاصل کرے تو ہرگز نہ ہوگا ہان مہارت
اور کوشش سے اُس کی قوت کسی قدر زیادہ ہوجائیگی گو اُسکے درجہ کو نہ پہونچے پس اگر آدمی مرتبۂ عالی پر پہونچنے سے مایوس ہو تو محنت کو ترک
کرنا نہ چاہیے کہ یہ نہایت جہالت اور کمال درجہ کی گمراہی ہو چنانچہ سلف کے اکابر کی عادت تھی کہ فتنون کے ڈر سے وطن چھوڑ دیتے تھے اور
سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ یہ وقت ایسا بُرا ہو کہ اسمین گمناموں کو بھی امن کی صورت نہین مشہورون کا تو کیا ذکر ہو یہ وہ زمانہ ہو کہ آدمی
ایک شہر سے دوسرے شہر مین جائے اور جس جگہ مشہور ہوجائے وہان سے دوسری جگہ چلدے۔ اور ابونعیم کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح
کو دیکھا توشہ دان کمر پر رکھے اور ہاتھ مین تھلیا لٹکائے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ کہان کو فرمایا کہ مین نے سُنا ہو کہ ایک گانون مین ارزانی
ہو اس لیے چاہتا ہون کہ اسمین ٹھہرون مین نے کہا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم سُنو کہ فلان گانون مین ارزانی ہو تو اُسمین جا رہو
کہ اس سے تمھارا دین بھی سلامت رہیگا اور تردد بھی کمتر ہوگا غرضکہ یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا اور سری سقطی رح صوفیون سے
فرمایا کرتے کہ جب جاڑا نکل گیا تو چیت کی آمد ہوئی اور درخت برگ دار ہوے اور نکلنے کی بہار ہوئی تو اب نکلو اور چلو پھرو اور
ابراہیم خواص کسی شہر مین ایک چلے سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور متوکلین سے تھے اسباب پر اعتماد کرکے کسی جگہ ٹھہرنے کو توکل کا مخل جانتے
تھے اور اسباب پر اعتماد کرنے کے اسرار باب التوکل مین انشاء اللہ مذکور ہونگے **چوتھی قسم** سفر کی یہ ہو کہ ایسی چیز سے گریز کرے
جو بدن مین ضرر کرے جیسے طاعون یا مال مین خلل ڈالے جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی ہی مضر چیز ہو اور اس قسم کے سفر
مین بھی کچھ حرج نہین بلکہ جو فائدے اس سفر مین مترتب ہوتے ہین اگر وہ واجب ہون تو بعض صورتون مین یہ سفر بھی واجب ہوگا
اور اگر وہ مستحب ہون تو سفر بھی مستحب ہوگا مگر اس سفر سے طاعون کی صورت مستثنیٰ ہو کہ اُس سے بھاگنا نہ چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین طاعون
سے بھاگنے پر نہی وارد ہو چنانچہ اسامہ بن زید رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہذا الوجع او السقم رجز عذب بہ بعض الامم قبلکم
ثم بقی بعد فی الارض فیذہب المرۃ ویاتی الاخری فمن سمع بہ فی الارض فلا یقدمن علیہ ومن وقع بارض وہو بہا فلا یخرجنہ الفرار منہ اور حضرت عائشہ رضہ
فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے ہوگی مین نے عرض کیا کہ طعن کے معنی تو ہم نے جانے مگر
طاعون کیا ہو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک گومڑا ہو مثل اونٹ کے طاعون کے جو لوگون کی بیٹھ کے اسفل اور نرم حصہ مین پیدا ہوتا ہو جو مسلمان
اس سے مرتا ہو وہ شہید ہو اور جو شخص طلب ثواب مین طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہو وہ ایسا ہو کہ گویا جہاد کی تاک مین تیار بیٹھا ہو اور
جو اس سے بھاگتا ہو وہ ایسا ہو کہ گویا جہاد کی صف مین سے بھاگتا ہو۔ اور مکحول رح ام ایمن رضہ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ع یہ درد یا بیماری ایک عذاب ہے جس سے تم سے پہلے کی کوئی امت عذاب دی گئی پھر کچھ زمین مین یہ بیماری رہ گئی تو کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی آتی ہے [illegible]

[illegible]

نے اپنے کسی صحابی کو وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی چیز کو مت کر گو تجکو تکلیف دی جائے یا دھمکایا جائے اور اپنے ماں باپ کی اطاعت کر اور اگر تجکو یہ کہین کہ جو چیز تیری ہی سب سے دست بردار ہو تو سب سے دست بردار ہوجا نماز کو عمداً مت چھوڑ کہ جو کوئی نماز عمداً چھوڑتا ہی اللہ تعالیٰ کا ذمہ اُس سے بری ہوجاتا ہی اور شراب سے اجتناب کر کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہی اور گناہ سے احتراز کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہی اور صف جہاد سے مت بھاگ اور اگر لوگون مین مری پڑے اور تو اُنہین موجود ہو تو وہین ٹھہرا رہ اپنی نعمت اپنے گھر والون پر خرچ کر اور تادیب اُنکو کیا کر اور خدا تعالیٰ سے اُنکو ڈرایا کر غرضکہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہی اور اسیطرح طاعون مین جانا بھی ممنوع ہی اور اسکا بھید باب التوکل جلد چہارم مین مذکور ہوگا۔ یہ قسمین سفر کی تھین انکے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر یا برا ہوتا ہی یا اچھا یا مباح اور برا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا بھاگنا یا ماں باپ کی نافرمانی کر کے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکل جانا اور اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا خواہ اُس علم کی طلب مین نکلنا جو ہر مسلمان پر فرض ہی یا مستحب ہوگا جیسے علما اور اُنکے مشاہد کی زیارت اور انھین سببون سے نیت ظاہر ہوتی ہی کیونکہ نیت کے معنی یہی ہین کہ اُبھرنا اُس سبب کے لیے جو فعل پر آمادہ کرے اور قائم ہوجانا خواہش کے کہنا ماننے کے واسطے تو چاہیے کہ آدمی کی نیت تمام سفرون مین آخرت ہی ہو اور یہ بات واجب اور مستحب مین تو ہوسکتی ہی مگر مکروہ اور ممنوع مین محال ہی باقی رہا سفر مباح تو اُسکا مآل نیت پر ہی یعنی اگر سفر سے غرض مال کی طلب ہی اسلیے کہ تاکہ سوال نہ کرنا پڑے اور اہل وعیال پر مروت کا لحاظ بنا رہے اور جو حاجت سے زائد رہے اُسکو صدقہ کردیا کرے تو یہ مباح اس نیت کے باعث اعمال آخرت مین سے ہوجاویگا اور اگر بالفرض حج کو جاتا ہی اور نیت ریا اور شہرت ہی تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے نکلجائیگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انما الاعمال بالنیات اور یہ حکم واجبات اور مستحبات اور مباحات مین عام ہی ممنوعات مین نہین اسلیے کہ نیت کی تاثیر یہ نہین کہ ممنوع کو ممنوع نہ رکھے۔ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے مسافرون پر کچھ فرشتے معین کردیے ہین کہ وہ اُنکے مقصدون کو دیکھتے ہین پھر ہر شخص کو اُسکی نیت کے موافق دیا جاتا ہی یعنی جسکا مقصود دنیا ہوتی ہی اُسکو دنیا ہی ملتی ہی اور اُس کی آخرت مین سے کئی گنا گھٹا دیا جاتا ہی اور ہمت اُسکی پریشان کردی جاتی ہی اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ ہوجاتا ہی اور جسکا مقصود آخرت ہوتی ہی تو اُسکو بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہی اور بقدر نیت تذکرہ اور عبرت کا باب کھولدیا جاتا ہی اور اُسکی ہمت مجتمع کردیجاتی ہی اور فرشتے اُسکے حق مین دعا اور استغفار کرتے ہین اب یہ بحث کہ سفر بہتر ہی یا اقامت تو ایسی ہی جیسے یون کہنا کہ عزلت افضل ہی یا اختلاط اور اُسکا طریق باب عزلت مین ہم لکھ آئے ہین اس بحث کو وہان سے سمجھ لینا چاہیے کہ سفر بھی ایک قسم کا اختلاط ہی اتنی ہی زیادتی ہی کہ اسمین مشقت راہ اور تفرق ہمت اور پریشانی دل کثرت کے حق مین ہوتی ہی اور افضل اس باب مین وہی ہی جس سے دین پر مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا مین اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور اُسکے ذکر سے اُنس کا پایا جانا ہی اور اُنس ذکر دائمی سے اور معرفت ہمیشہ کی فکر سے حاصل ہوتی ہی اور جو شخص کہ ذکر اور فکر کا طریق نہ سیکھ چکا ہوگا اُس سے یہ دونون نہ ہوسکینگے اور سیکھنے کے لیے ابتدا مین سفر اعانت کرتا ہی اور انجام کو علم کے بموجب عمل کرنے کی اقامت مدد کرتی ہی۔ اور ملکون مین ہمیشہ سیاحی کرنی دل کو پریشان کرتی ہی اُس سے بجز قوی شخص صوفی کے اور قادر نہین ہوسکتا کیونکہ سفر مین جان اور مال دونون کا خطرہ ہی خدا ہی بچاوے تو بچے پس مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کی فکر ہوتی ہی اور کبھی اپنی مالوف

اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان [illegible]

انما الاعمال بالنیات بخاری ومسلم بروایت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اور بہتا چیزون کے جدا ہوجانے کا خیال ہوتا ہی کہ اقامت مین یہ بات نصیب تھی اس وقت نہین اور اگر اس کے پاس مال نہین ہو جسکا خوف ہو تو لوگونکی طرف طمع کرنے سے خالی نہین رہتا کبھی مفلسی کے باعث دل ضعیف ہوجاتا ہی اور کبھی اسباب طمع کے قوی ہونے سے دل قوی ہوتا ہی پھر روزمرہ کے کوچ ومقام کا تردد ایسا ہی کہ یہ سب حالات کو ابتر کردیتا ہی تو سالک آخرت کو بجز طلب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا کے جسکے دیکھنے سے رغبت اسکی سیرت اور خیر کی حاصل ہو سفر کرنا نہ چاہیے پھر اگر قوی النفس ور واقف کار ہو اور فکر کا طریق ور عمل کا راستہ اسکے لیے کھلا ہو تو اسکے لیے ٹھہرنا ہی بہتر ہی مگر اس زمانہ کے اکثر صوفیون کے باطن چونکہ لطائف افکار اور دقائق اعمال سے خالی ہین اور خلوت مین اُن کو اللہ تعالے سے اُنس ور اُسکے ذکر سے الفت نہین حاصل ہوئی اور ذاکر شاغل ہونیکی جگہ باطل وکاہل ہو رہے ہین نہ کوئی پیشہ کرین اور نہ کسی نیک کام مین مشغول رہین اس لیے اُنکو کاہلی کی عادت ہوگئی ہی عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہی سوال وگداگری سہل جان لی ہی یہ اچھا سمجھتے ہین کہ شہرون مین جو رباطین صوفیون کے لیے بنی ہین اُن مین جا رہین اور وہان کے خادم جو اہل دل کی خدمت پر معین ہین اُن سے اپنی خدمت لین ان لوگون نے اپنی عقل ور دین دونون کو حقیر کردیا اسوجہ سے کہ اُنکا مقصود خدمت سے بجز ریا وشہرت اور آوازہ پھیلنے اور بھیک سے مال جمع کرنے کے اور کچھ نہین اور سوال کا بہانہ یہ کرتے ہین کہ راہ خدا سیکھنے والے بہت جمع ہین پس ایسے شخصون سے خانقاہون مین کیا تاثیر ہوگی اور مریدون کی تادیب کیا نافع ہوگی کہ کوئی اُنکا مانع زبردست نہین گدڑیان پہنکر خانقاہون کو سیرگاہ بنالیا ہی اور کسی قدر الفاظ چکنی چپڑی طرح کے سیکھ لیے ہین اور اپنے آپ کو لباس ور سفر اور بول چال اور آداب ظاہری مین اصلی صوفیون کے مشابہ دیکھکر ہر ایک کاٹ کو جامن سمجھتے ہین اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتے ہین اور یہ وہم کرتے ہین کہ ظاہر کے امور مین شریک ہونے سے ضرور ہی کہ حقائق مین بھی شرکت ہو اور یہ بات کہان ہوسکتی ہی ؎

ہوتے سیرت سے ہین مردان دلاور ممتاز　　ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

جو شخص فربہی اور ورم مین تمیز نہ کرے اُس سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا تو اس طرح کے صوفی اللہ تعالے کے نزدیک بُرے ہین کیونکہ اللہ تعالے جوان شخص بیکار کو ناپسند رکھتا ہی اور ان حضرات کو جو سفر پر آمادہ کیا ہی تو جوانی اور بیکاری ہی نے کیا ہی ہان جو کوئی حج یا عمرہ کے لیے بدون ریا اور شہرت کے یا کسی بزرگ مقتدا کی زیارت کے واسطے سفر کرے تو وہ البتہ آفرین کے قابل ہی مگر اس زمانہ مین شہر ایسے لوگون سے خالی ہوگئے اور امور دینی سب کے سب ضعیف اور خراب ہوگئے ہین مگر تصوف تو بالکل ہی نیست ونابود ہوگیا ہی اس لیے کہ اور علوم تو ابھی تک موجود ہین گو عالم بگڑ گئے ہین مگر عالم کا بگڑنا اُسکی سیرت کا فساد ہی نہ علم کی خرابی تو ہوسکتا ہی کہ عالم بےعمل کا علم بنا رہے کہ عمل اور چیز ہی اور علم دوسری چیز لیکن تصوف اسکا نام ہی کہ اللہ تعالی کیواسطے دلکا مجرد ہونا اور اُسکے سوا دوسری چیزونکو حقیر جاننا اور یہ باطن اور اعضا کے عمل سے متعلق ہی تو جس صورتمین عمل خراب ہوگا اصل ہی مفقود ہوجائیگی بعض فقہا کو ان صوفیونکے سفر کرنے مین تامل ہی اسوجہ سے کہ بیفائدہ نفس کو مشقت مین ڈالنا ہی اور کہتے ہین کہ نفس کو بلاوجہ مشقت مین ڈالنا ممنوع ہی تو اس بنا پر اُنکا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک صواب یہ ہی کہ اس سفر کو اُنکے حق مین مباح کہا جائے کیونکہ غایت اُنکی اس سفر سے یہی ہی کہ مختلف شہرون کی سیر کرکے محنت بطالت سے آسائش پاوین اور یہ علت غائی اگرچہ خسیس اور حقیر ہی لیکن اُنکے نفوس بھی اسی قسم کے ہین تو گویا اُنکی مثال

اس سفر میں ایسی ہوئی ـــــ ہ

	جہود مردہ بشوید چہ پاک ست		گر آب چاہ نصرانی نہ پاک ست	

اور فتویٰ اس بات کا مقتضی ہے کہ عوام کو جن مباحات میں نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کر دینا جائز ہے اور جو لوگ بدون کسی غرض دینی کے دنیا میں صرف سیر کی نیت سے سیاحی کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے جنگل میں بہائم پھرتے ہیں تو انکی سیاحی کا کچھ مضائقہ نہیں جبتک کہ لوگوں کو ایذا نہ دیں اور اپنے حال سے مخلوق کو مغالطہ نہ دیں اس صورت میں ان صوفیوں کی خطا یہی ہے کہ مغالطہ دیتے ہیں اور تصوف کے نام سے مانگتے ہیں اور جو اوقاف کہ صوفیوں کے لیے ہیں اُن میں سے کھاتے ہیں حالانکہ صوفی اُسکو کہتے ہیں جو مرد نیک بخت اور دین میں عادل ہو اور سوا نیکبختی کے اور صفات بھی رکھتا ہو تو یہ ظاہر ہے کہ صوفی اہل صوفی نہیں ہو سکتے اسلیے کہ لوگوں کی ادنی صفت یہ ہے کہ بادشاہوں کا مال کھاتے ہیں اور مال حرام کا کھانا گناہ کبیرہ ہے تو کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ عدالت اور نیکبختی دونوں نہیں رہتیں اور اگر کوئی صوفی فاسق بھی ہو سکتا ہو تو چاہیے کہ کافر بھی ہو سکتا ہو اور کوئی فقیہ یہودی بھی ہو تو جیسے فقیہ ایک مسلمان خاص کا نام ہے ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہے جو دین میں اسی قدر پر اکتفا کرے جس سے عدالت حاصل ہو۔ اور اسی طرح جو شخص ان لوگوں کے ظاہر کو دیکھے اور باطن کو نہ جانے اور انکو اپنے مال میں سے بطور تقرب الی اللہ کچھ دیوے تو انکو اس مال کا لینا حرام ہے اور اُسکا کھانا جائز نہیں یعنی جس صورت میں دینے والا ایسا ہو کہ اگر اُنکے باطن کا حال معلوم کر جائے تو اُنکو کچھ نہ دے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کر کے لینا اور واقع میں حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو سید کہکر لیوے تو جو شخص اپنے سید ہونے کا مدعی ہو اور واقع میں جھوٹا ہو تو اُسکو اگر کوئی مسلمان باقتضائے محبت اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ دیوے اور اگر جان لیوے کہ مدعی جھوٹا ہے تو کچھ نہ دیوے تو اس مال کا اُسکو لینا حرام ہے اور یہی حال صوفی کا ہے اور یہی وجہ اتقیا کرنے والوں نے دین کے بدلے میں مال کھانے سے احتراز کیا ہے یعنی جو شخص اپنے دین کے باب میں بہت احتیاط کرتا ہے اُس کے باطن میں بھی کسی قدر عیوب ایسے ہوا کرتے ہیں کہ اگر وہ ظاہر ہو جاویں تو جو لوگ اُسکے ساتھ رعایت کی رغبت رکھتے ہیں وہ رعایت میں کوتاہی کرنے لگیں تو ایسی صورت میں اُسکا لینا ویسا ہی ہو گا جیسے جھوٹے صوفی اور سید کا تھا تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی چیز اپنے لیے اپنے آپ خرید نہ کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں ظاہری نیک بختی کو دیکھکر بائع کچھ رعایت نہ کرے اور دین کے عوض کھانا نصیب نہ ہو پس اس نظر سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کر دیتے تھے اور وکیل سے شرط یہ کر لیتے تھے کہ بائع سے نہ کہیو کہ مشتری کون ہے تاکہ دینداری کے لیے جو مال ملتا ہے اُسکا لینا اُسوقت حلال ہے کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کما حقہ معلوم ہو تب بھی اپنے سلوک میں کچھ فرق نہ کرے اور عاقل منصف جانتا ہے کہ یہ امر محال ہے خواہ کمیاب ہے اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس کے مغالطہ میں پڑا ہوا ہے اُسکو اسرار دین سے ناواقف رہنا زیبا ہے کیونکہ اُسکے بدن سے زیادہ تر نزدیک اُسکا دل ہے جب دل ہی کا حال اُسپر مشتبہ ہے تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائیگا اور جو شخص اس حقیقت کو پہچانتا ہے اُسکو بالضرور لازم ہے کہ اپنی کمائی سے اپنی قوت کرے تاکہ ان فتنوں سے مامون ہو جاوے یا ایسے شخص کا مال کھاوے جسکو قطعاً جانتا ہو کہ اگر میرے عیوب پنہانی اُسپر آشکار ہو جائینگے تب بھی وہ سلوک سے باز نہ رہیگا اور بدستور سابق رسوا ساتھ جاری رکھیگا

اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو مجبوری غیر سے مال لینا ہی پڑے تو چاہیے کہ دینے والے سے صاف صاف کہدے کہ اگر تم مجکو اس اعتقاد سے دیتے ہو کہ مین دیندار ہون تو مین اس مال کا مستحق نہین اگر اللہ تعالی میرا پردہ فاش کردے تو تم مجکو تو قہر کی نگاہ سے نہ دیکھو گے بلکہ اعتقاد کروگے کہ سب مین برا مین ہون پھر اگر باوجود اس تصریح کے بھی وہ دیوے تو لے لیوے اسلیے کہ بعض اوقات دینے والے کو اسکی یہی خصلت اچھی معلوم ہوگی کہ اپنے دین کی سستی کا اقرار کردیا اور کہدیا کہ مین اس مال کا مستحق نہین۔ مگر یہان نفس کا ایک فریب بھی ہے اس سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کبھی اس طرح پر اقرار کرنا اسلیے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے آپ کو نیک بختون کے مشابہ سمجھین یعنی صلحا کا دستور ہے کہ اپنے آپ کو برا کہا کرتے ہین اور اپنے نفسون کو حقیر جانتے ہین اور انکو بچشم حقارت دیکھتے ہین تو اس صورت مین ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہوگا اور باطن اور روح کلام مدح و ثنا ظہور کرے گی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو برا کہتے ہین مگر واقع مین اسکی مذمت نہین کرتے بلکہ تعریف کرتے ہوتے ہین اس نظر سے نفس کو خلوت ہی مین برا کہنا اچھا ہے اور مجمع مین تو علانیہ ریا ہے ہان اگر طرز بیان اسطرح ہو کہ سننے والا تاڑ جائے کہ یہ شخص اپنے گناہون کا مقر اور خطاؤن کا معترف ہے تو البتہ اس مکر سے محفوظ ہو سکتا ہے اور جو شخص اپنے اور خدا تعالی کے درمیانی معاملہ مین سچا ہے وہ جانتا ہے کہ خدا تعالی کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہے تو اسکو ایسی باتون سے احتراز کرنا کچھ دشوار نہین۔ سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت اور فضیلت سفر کی بحث یہان تک ہو چکی۔ اب دوسرا بیان شروع کرتے ہین۔

دوسرا بیان مسافر کے آداب مین شروع ارادہ سفر سے گھر کو واپس آنے تک اور وہ کل گیارہ آداب ہین۔

پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کے ارادہ کرنے کے وقت پیشتر جنکے حقوق دبا لیے ہون انکے حوالہ کرے اور قرضخواہون کا قرض بیباق کرے اور جن لوگون کا خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اسکی فکر کرے اور اگر کسی کی امانت اپنے پاس ہو وہ مالک کے پاس پہونچا دے اور زاد راہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے اور اتنا زاد راہ لے کہ اس مین سے رفیقون کے دینے کی بھی گنجائش ہو حضرت ابن عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا کرم ایک یہ ہے کہ زاد سفر طیب ہو۔ اور سفر مین اچھی طرح بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق کو ظاہر کرنا ضرور ہے اسلیے کہ سفر باطن کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہے اور جو شخص سفر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے وہ حضر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے مگر بعض شخص حضر کی صحبت کے قابل ہوتے ہین اور سفر کی صحبت کے قابل نہین ہوتے اور اسی لیے کہتے ہین کہ جب کسی شخص کی تعریف اسکے ساتھ حضر مین معاملہ کرنے والے اور سفر کے رفیق دونون فرماتے ہون تو اس کی نیکنیتی مین کچھ شک مت کرو اور سفر تکلیف کے اسباب مین سے ہے تو جو شخص تکلیف مین خوش خلق ہے تو واقع مین خوش خلق وہی ہے ورنہ جب ہر ایک کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جائے تو ایسی صورت مین کج خلقی بہت کم ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ تین شخصون کی بیقراری پر ملامت نہین ہوتی ایک روزہ دار دوسرے بیمار تیسرے مسافر اور مسافر کا حسن خلق اسوقت کامل ہوتا ہے کہ کرایہ والے سے سلوک کرے اور رفیقون کی ہر قسم کے امور ممکنہ سے اعانت کرے اور اگر کوئی علیحدہ رہ گیا ہو تو اسکی دلجوئی کرے یعنی بدون اسکی اعانت کیے آگے نہ بڑھے سواری یا زاد راہ جسکی اسکو حاجت ہو اگر بن سکے تو دریغ نہ کرے اور اولی یہ ہے کہ اسکی خاطر ٹھہر جائے اور رفیقون کے ساتھ حسن خلق کا کمال یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ہنسی اور

عــه اپنا پیسہ کو ... [illegible]

دل لگی جس مین فحش اور گناہ نہو کرتا رہے تاکہ تکلیف سفر اور شدائد راہ کا غم غلط ہو۔

دوسرا ادب یہ ہی کہ رفیق سفر کے لیے تجویز کرے تنہا سفر نہ کرے کہ اول رفیق پھر طریق مشہور ہے اور رفیق ایسا ہونا چاہیے جو دین پر مددگار ہو یعنی اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور یہ یاد کرے تو اسکا موافق اور معین ہو کہ آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے اور مرد بدون اپنے رفیق کے پہچانا نہین جاتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ تین شخص جماعت ہین اور فرمایا کہ سفر مین جب تم تین ہو جاؤ تو ایک کو اپنا حاکم کر لو اور اکابر سلف ایسا ہی کیا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ وہ امیر ہے جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیر کیا ہے اور چاہیے کہ ایسے شخص کو امیر کرین جو اخلاق مین سب سے اچھا اور ساتھیون کے ساتھ زیادہ نرم اور اپنے اوپر اونکو ترجیح دیتا اور طالب موافقت مین جلد باز ہو اور امیر کی ضرورت اسلیے ہے کہ منزلون اور راہون اور سفر کی مصلحتون کے تعیین مین رائین مختلف ہوتی ہین تو اگر ایک ہی کی رائے پر مدار رہیگا تو انتظام درست رہیگا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹتی ہے دنیا کا انتظام بھی اسی لیے بنا ہوا ہے کہ سب کا مدبر ایک ہی ہے اگر بہت سے مدبر ہوتے تو خرابی پڑ جاتی جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور یہ قاعدہ منزل اور گھر سب مین ہے کہ ایک کی رائے پر کام ہو تو درست رہتا ہے اور بہتون کی رائے پر خراب ہوتا ہے مگر حضر کے مقامات مین تو کوئی امیر عام ہوتا ہے جیسے شہر کا حاکم یا امیر خاص ہوتا ہے جیسے مکان کا مالک لیکن سفر مین بدون مقرر کر لینے کے کوئی معین نہین ہوتا اسلیے امیر کرنا ضرور ہوا تاکہ مختلف رائین متفق ہو جائین پھر امیر پر لازم ہے کہ وہ تدبیر سوچے جسمین قوم کی بہتری ہو اور اپنے آپ کو اونکی سپر کر لے جیسے عبداللہ مروزی سے منقول ہے کہ ابو علی رباطی نے سفر مین اونکی ہمراہی چاہی اونھون نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہے کہ یا تم حاکم ہو یا مین ابو علی نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہین بس سارے سفر مین اپنا اور ابو علی کا زاد اپنی کمر پر رکھتے اور ایک رات جو مینہ برسا تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لیے کھڑے رہے کہ وہ مینہ مین نہ بھیگے اور جب ابو علی کہتے کہ خدا کے واسطے ایسا مت کرو تو جواب دیتے کہ اپنے قول سے نہ پھرو تم کہہ چکے ہو کہ حاکم مین ہون جو میرا دل چاہیگا کرونگا تم کو میری اطاعت چاہیے ابو علی دل مین کہتے تھے کہ مین نے کیا غضب کیا کہ انکو حاکم کہدیا اس سے تو مین مر جاتا تو خوب ہوتا کہ میرے واسطے اتنی تکلیف اٹھاتے ہین حاصل یہ کہ سفر کا امیر ایسا ہونا چاہیے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہین اس حدیث مین جو ساتھیون کے عدد سے چار کو خاص کیا تو اس مین کوئی فائدہ ضرور ہوگا ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کے لیے دو کام ضروری ہین ایک تو حفاظت اسباب کی دوسرے حاجت کے لیے آنا جانا تو اگر تین رفیق ہون اور ان مین سے دو حفاظت کرین اور ایک حاجت کے لیے جائے تو وہ اکیلا گھبرائیگا کہ رفیق کی دل لگی نہ ہوگی اور اگر دو جائینگے تو حفاظت پر ایک رہجائیگا اور تنگدل ہوگا اور دونون صورتین خطرہ سے بھی خالی نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کم مین کام نہین نکلتا چار ہون تو دو سودا سلف لائین اور دو حفاظت اسباب کرین اور چار سے زائد اگر ہونگے تو انمین ربط رفاقت جو ہونا چاہیے نہوگا اس لیے کہ پانچوان شخص زائد از حاجت ہے اسی لحاظ سے جسکو اسکی حاجت نہوگی وہ کیسے اسکی طرف متوجہ ہوگا اور شرط رفاقت بجا لائیگا ہاں رفیقون کی کثرت سے یہ فائدہ ہے کہ خوف کی جگہون سے مامون رہتے ہین اور حدیث مین جو مذکور ہے وہ عدد رفاقت خاصہ کیلیے ہے نہ رفاقت عامہ کیواسطے اور کثرت رفیقون کی صورت مین اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام راستہ مین ایک کو دوسرے سے بولنے کی نوبت بھی نہین آتی کیونکہ کچھ کام ہو تو کلام بھی ہو۔

تیسرا ادب یہ ہی کہ سفر کے رفیقون اور گھر والون کو رخصت کرے اور چلتے وقت وہ دعا مانگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہی استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک بعض تابعی فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رضہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تک آیا جب مین نے آپ سے جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ہمراہ ہوے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہی کہ لقمان کا قول ہی کہ اللہ تعالی کو اگر کوئی چیز سپرد کیجاتی ہی تو وہ اسکی حفاظت فرماتا ہی اور مین اللہ تعالی کو تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہون۔ اور زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے سفر کیا چاہے تو اپنے بھائیون سے رخصت ہولے کہ اللہ تعالی انکی دعا سے اسکے حق مین برکت کرتا ہی۔ اور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کیا کرتے تھے تو یون فرماتے تھے زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ووجہک للخیر حیث توجہت۔ یہ دعا مقیم کی ہی مسافر کے لیے اور موسی بن وردان کہتے ہین کہ مین نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے رخصت ہونے گیا آپنے فرمایا کہ بھتیجے مین تجکو وہ چیز سکھاتا ہون جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو رخصت ہونے کے وقت کے لیے سکھائی ہی مین نے کہا بہتر آپنے فرمایا کہ اسطرح کہو استودعک اللہ الذی لا تضیع ودائعہ۔ اور حضرت انس بن مالک رضہ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مین سفر کیا چاہتا ہون مجکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے یہ ارشاد فرمایا فی حفظ اللہ وفی کنفہ زودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ووجہک للخیر حیث کنت یا اینما کنت فرمایا اور چاہیے کہ جب اپنے پس ماندون کو سپرد بخدا کرے تو سب کو سپرد کرے کسی کی تخصیص نہ کرے چنانچہ مروی ہی کہ حضرت عمر رضہ لوگون کو مال مرحمت فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آیا آپنے اس سے فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا تیرے مشابہ ہے مین نے کسی کو اتنا دوسرے کا ہمشکل نہین دیکھا اس نے عرض کیا کہ مین اسکا حال آپ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ جسوقت یہ حمل مین تہا مین نے سفر کرنا چاہا اسکی مان نے کہا کہ تم باہر جاتے ہو اور مجکو اس حال پر چھوڑتے ہو مین نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہی اسکو مین خدا تعالے کے سپرد کرتا ہون یہ کہکر مین چلا گیا پھر جو مین سفر سے آیا تو اسکی مان مرچکی تھی ہم بیٹھے ہوے باتین کر رہے تھے کہ اس کی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ آگ کہان جلتی ہی انھون نے کہا کہ فلان عورت کی قبر مین سے نمودار ہی اور ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہین مین نے کہا کہ بخدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کیا کرتی تھی یہ کیا بات ہی اسکو دیکھنا چاہیے مین نے ایک پھاوڑا لیکر قبر کی راہ لی لوگ بھی ہمراہ گئے اور اسکی قبر کو کھود ادیکھا تو ایک چراغ جلتا ہی اور یہ لڑکا ہاتھ پاؤن چلا رہا ہی اس وقت آواز آئی کہ یہ تیری ودیعت ہی اور اگر تو اسکی مان کو بھی سپرد کردیتا تو وہ بھی تجکو ملتی حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے کوے کے ہمشکل ہوتا ہی یہ اس سے بھی زیادہ تجھ سے ملتا ہی۔

چوتھا ادب یہ ہی کہ سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوۃ مین اس کی ترکیب ہم نے لکھی ہی اور چلنے کے وقت سفر کی چار رکعتین پڑھے چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے ایک سفر کی منت مانی ہی اور وصیت لکھ رکھی ہی تو تین شخصون مین سے کس کو وہ وصیت سپرد کردون اپنے باپ کو دون یا بیٹے کو یا بھائی کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کے نزدیک کوئی نائب جو آدمی اپنے پیچھے گھر پر چھوڑے اس سے بہتر نہین کہ جب سفر کی

کپڑے اپنی کمر سے لگائے تو چار رکعتین اپنے گھر مین پڑھے اور ہر ایک مین سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اللھم انی اتقرب بہن الیک فاخلفنی بہن فی اہلی ومالی تو یہ رکعتین اُسکے اہل اور مال مین نائب ہونگی اُسکے مکان کے گرد محافظ رہینگی جبتک کہ وہ شخص اپنے گھر کو واپس نہ آوے

پانچوان ادب یہ ہے کہ جب مکان کے دروازے پر پہونچے تو یون کہے بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ رب اعوذ بک ان اضل او اُضل او ازل او اُزل او اظلم او اُظلم او اجہل او یجہل علی اور جب دروازہ سے نکل کر چلے تو کہے اللھم بک انتشرت وعلیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجہت اللھم انت ثقتی وانت رجائی فاکفنی ما اہمنی وما لا اہتم بہ وما انت اعلم بہ منی عز جارک وجل ثناؤک ولا الٰہ غیرک اللھم زودنی التقوی واغفر لی ذنبی ووجہنی للخیر اینما توجہت اور اس دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون اور جب سواری اُسکے نیچے دب جاوے یعنی سواری پر اچھی طرح جم جاوے تو کہے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اللھم انت الحامل علی الظہر وانت المستعان علی الامور

چھٹا ادب یہ ہے کہ منزلون پر سے تڑکے کوچ کرے حضرت جابر رضہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کو بارادہ تبوک کوچ بہت تڑکے سے فرمایا اور یہ ارشاد کیا اللھم بارک لامتی فی بکورہا یعنی خدایا میری امت کے لیے تڑکے چلنے مین برکت کر اور مستحب ہے کہ ابتدا سفر پنجشنبہ کو کرے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک اپنے باپ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کم دستور تھا کہ سفر کو سوائے پنجشنبہ کے نہضت فرماتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کے لیے شنبہ کے روز کے تڑکے چلنے مین برکت کر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے تو صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کو پنجشنبہ کے تڑکے اُٹھنے مین برکت کر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب تم کو کسی شخص سے کچھ کام ہو تو اُس کو دن مین تڑکے جاکر پورا کرو اور رات مین اُسکی تلاش مت کرو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے الٰہی میری امت کے تڑکے اُٹھنے مین برکت دے اور چاہیے کہ جمعہ کے روز فجر ہونیکے بعد سفر نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا جمعہ کے ترک کرنے سے کیونکہ تمام روز نسبت جمعہ ہے تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونے کا ایک سبب ہے اور رخصت کے لیے مسافر کے ہمراہ چلنا مستحب بلکہ سنت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا کی راہ مین جہاد کرنے والے کے ساتھ ہو کر چلنا اور صبح یا شام کو اُسکی سواری کے گرد ہونا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے

نزدیک اچھا ہے۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ جب تک آفتاب خوب گرم نہووے تب تک منزل نہ کرے کہ یہ امر سنت ہے اور اکثر راستہ رات کو قطع کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اندھیرے میں چلا کرو کیونکہ مسافت رات کو اسقدر طے ہوتی ہے کہ دن کو اتنی نہیں ہوتی۔ اور جب منزل معلوم ہونے لگے تو یہ کہے اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین ورب البحار وما جرین اسالک خیر ہذا المنزل وخیر اہلہ واعوذ بک من شر ہذا المنزل وشر ما فیہ اصرف عنی شر اشرارہم اور جب منزل پر اترے تو دو گانہ پڑھکر یوں کہے اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق۔ اور جب رات ہوجاوے تو یہ دعا پڑھے یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیک وشر ما دب علیک اعوذ باللہ من شر کل اسد واسود وحیۃ وعقرب ومن شر ساکنی البلد ووالد وما ولد ولہ ما سکن فی اللیل والنہار وہو السمیع العلیم اور جب اونچی کسی بلند زمین پر چڑھے تو یوں کہنا چاہیے اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال۔ اور جب اونچائی پر سے اترے تو سبحان اللہ کہے اور جس وقت سفر میں وحشت سے ڈرے تو کہے سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات بالعزۃ والجبروت۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ دنکو اس بات کی احتیاط رکھے کہ قافلہ سے علیحدہ نہ چلے اسلیے کہ عجب نہیں کہ ناگہانی مارا جائے یا جدا رہجائے اور رات کو سونے کے وقت چوکنا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ابتداے شب میں سفر میں سوتے تو دست مبارک کو بچھا لیتے اور اگر آخر شب میں سوتے تو ہاتھ کسی قدر کھڑا کر لیتے اور سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے اور اس سے غرض یہ تھی کہ گہری نیند نہ آوے اور ایسا نہ ہو کہ سوتے رہیں اور آفتاب بے خبری میں نکل آوے اور جو بات کہ سفر سے مطلوب ہے اس سے بہتر چیز یعنی نماز قضا ہو جائے۔ اور رات کو یہ مستحب ہے کہ سب رفیق ملکر چوکی دینے کی باری مقرر کرلیں اور ایک سو جائے تو دوسرا جاگتا رہے کہ یہ طریق مسنون ہے۔ اور جب رات یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ چڑھ آئے تو آیۃ الکرسی اور شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو آخر تک اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ ما شاء اللہ لا یاتی بالخیرات الا اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعا لیس وراء اللہ منتہی ولا دون اللہ ملجا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز تحصنت باللہ العظیم واستعنت بالحی الذی لا یموت اللھم احرسنا بعینک التی لا تنام واکنفنا برکنک الذی لا یرام اللھم ارحمنا بقدرتک علینا فلا نہلک وانت ثقتنا ورجاؤنا اللھم اعطف علینا قلوب عبادک وامائک

برائتہ ورحمتک انک انت ارحم الراحمین

نوان ادب یہ ہی کہ اگر سوار ہو تو سواری کے جانور پر نرمی کرے یعنی اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے اور نہ منھ پر مارے کہ
یہ امر ممنوع ہی اور سواری پر نہ سووے کہ سونے سے آدمی بھاری پڑ جاتا ہی اور جانور کو اُس سے ایذا ہوتی ہی اہل ورع سواری کے
جانور پر ہرگز نہ سوتے تھے بجز اُسکے کہ اونگھ جاوین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اپنی سواری کی پشت کو چوکیان مت بناؤ۔
اور مستحب ہی کہ سواری سے صبح و شام اُتر کر اُسکو آرام دیدیا کرے کہ مسنون ہی اور اسمین سلف سے آثار بھی ہین بعض اکابر کا دستور تھا
کہ کرایہ مین یہ شرط کر لیتے کہ ہم سواری پر سے نہ اُترینگے اور کرایہ پورا دیتے مگر پھر اُتر لیا کرتے تھے اس سے انکی غرض یہ تھی کہ یہ امر صرف جانور پر
احسان ہو تاکہ ہمارے حسنات کے پلہ مین رہے مالک کے پلہ مین نہ جائے اور جو شخص چوپایہ کو مارنے سے خواہ طاقت سے زیادہ لادنے
سے ایذا دیتا ہی قیامت کو اُس سے مطالبہ کیا جائیگا جیسے اُسکی خدمت مین ثواب پاتا ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی فی کل کبد حری اجر یعنی ہر جگر
والے پیاسے کے پانی پلانے مین ثواب ہی حضرت ابو درداء رضہ کا جو ایک اونٹ مر گیا تو اُس سے فرمایا کہ اے شتر اپنے پروردگار کے سامنے
مجھ سے خصومت نہ کرنا کہ مین تجھپر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادتا تھا۔ اور ایک ساعت کیلیے اُترنے مین دو صدقے ہین ایک سواری کو آرام
پہنچانا دوسرے کرایہ والیکے دل کو خوش کرنا اور اپنا فائدہ بھی ہی کہ سواری پر چڑھے رہنے سے خوف پٹھون کے سست ہو جانیکا ہی اسلیے
اُتر کر کچھ دور قدم رنجہ کرنا اور چلنے کی عادت ڈالنی بہتر ہی۔ اور چاہیے کہ جو کچھ سواری پر لادے کرایہ والے سے جدا جدا نام چیزونکا کہے
اور اُسکو دکھلا دے تاکہ عقد کرایہ صحیح ہو اور جھگڑے کی بات باقی نہ رہے کہ نوبت طول کلام کی پہونچے اور طول کلام اور خصومت سے احتراز
چاہیے کہ ہر ایک لفظ پر بموجب قول خداوند جلشانہ محافظ موجود ہی مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید پس کرایہ والے سے بحث تکرار کرنی نچاہیے اور
جو اشیاء مقرر ہو چکی ہون اُنسے زیادہ کوئی چیز جانور پر نہ رکھے گو ہلکی ہی ہو کیونکہ تھوڑا ہی تھوڑا بہت ہو جاتا ہی اور جو کاجل کی کوٹھری مین داخل
ہوگا وہ دھبہ سے خالی نہ بچیگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن مبارک سے کہا کہ میرا یہ خط فلان شخص کو دیدیجیے گا آپ کرایہ کے جانور پر سوار
تھے فرمایا کہ مین نے سب چیزین کرایہ والے سے شرط کر لی ہین اور اس رقعہ کی شرط نہین کی جبتک اس سے اجازت نہ لے لون مین اس کو
نہین لے سکتا تو دیکھو کہ فقہا کا قول اس باب مین یہی ہی کہ ایسی چیز کا مضائقہ نہین کہ ہر کوئی ادنی امور سے تسامح کیا کرتا ہی مگر آپ نے فتوی پر لحاظ
نہ کیا التقوی کی راہ اختیار کی۔

دسوان ادب یہ ہی کہ چھ چیزین اپنے ساتھ لے یعنی چاہیین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جب سفر کیا کرتے تو اپنے ساتھ پانچ چیزین لیجاتے آئینہ اور سرمہ دانی اور مسواک اور کنگھی اور مدری یعنی دانتا اور ایک روایت
مین چھ چیزین فرمائی ہین یعنی آئینہ اور شیشی اور مقراض اور مسواک اور سرمہ دانی اور کنگھی۔ ام سعد انصاریہ رضہ فرماتی ہین کہ سفر
مین دو چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھین آئینہ اور سرمہ دانی۔ اور صہیب رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے وقت اثمد لگایا کرو کہ وہ بینائی کو زیادہ کرتا ہی اور بال کو اُگاتا ہی اور مروی ہی کہ آپ ہر آنکھ مین تین
تین سلائیان ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت مین ہی کہ داہنی مین تین اور بائین مین دو لگاتے تھے۔ اور صوفیہ کرام نے سفر کی چیزین بیان

مجاز روایت ابن عباس صحیح
لا اسناد مین نقل کیا ہی
طبرانی در اوسط
ابن عمر بسند ہین
اونٹ مر گیا الخ ظاہر
ہی کہ ابو الدرداء رضہ
اپنی موت

ڈولچی اور رسی زیادہ کی ہے اور کسی صوفی کا قول ہے کہ اگر فقیر کے ساتھ ڈولچی اور رسی نہو تو معلوم ہوگا کہ اُس کا دین ناقص ہے اور ان دونون کو اس لیے زیادہ کیا کہ پانی کی طہارت اور کپڑون کا دھونا احتیاط کی چیز ہے تو ڈولچی اس غرض کے لیے ہے کہ پاک پانی اُس مین موجود رہے اور رسی کپڑے سکھانے اور پانی کھینچنے کے مطلب کی ہے اور پہلے لوگ تیمم پر کفایت کرتے تھے اور پانی کے بھرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور چشمون وغیرہ کے پانی سے وضو کرنے مین مضائقہ نہ جانتے تھے جب تک کہ نجاست پر یقین نہو جائے یہان تک کہ حضرت عمر رضہ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا کے پانی سے وضو کیا تھا اور کپڑے زمین اور پہاڑون پر پھیلا دیتے تھے اسلیے رسی کی حاجت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ ڈولچی اور رسی بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے بُری بدعت وہی ہوتی ہے جو صحیح اور ثابت سنت کی مزاحم ہو اور جو چیز کہ دینی احتیاط پر مدد ہو وہ مستحسن ہے جیسے ڈولچی اور رسی ہے اور ہمنے طہارت مین مبالغہ کرنے کے احکام باب الطہارت مین لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص خاص امر دینی ہی کا ہو رہے اُسکو نہ چاہیے کہ طریق جواز پر کاربند ہو بلکہ طہارت مین احتیاط کرے ہان اگر احتیاط کرنے مین کوئی عمل اس سے بھی افضل فوت ہوتا ہو تو البتہ جواز پر کاربند ہونے کا مضائقہ نہین۔ اور کہتے ہین کہ خواص جو اہل توکل سے تھے سفر و حضر مین چار چیزین اپنے سے علٰحدہ نہ ہوتی تھین ڈولچی اور رسی اور سوئی تاگا اور مقراض اور فرمایا کرتے کہ یہ چیزین دنیا کی نہین۔

گیارھوان ادب سفر سے واپس آنے کے باب مین ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی لڑائی یا حج یا عمرہ یا کسی اور سفر سے واپس ہوتے تو ہر زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یون ارشاد فرماتے

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک و لہ الحمد و ہو علی کل شی قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ و نصر عبدہ و ہزم الاحزاب وحدہ۔ اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو یون کہے اللّٰھم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا پھر کسی شخص کو اپنے گھر روانہ کردے کہ اُسکے آنے کی اطلاع کردے تاکہ ناگہان گھر پر نہ پہونچے اور ایسی بات دیکھے جو اپنے آپ کو بُری معلوم ہو اور چاہیے کہ گھر پر رات کو نہ پہونچے کہ اس سے ممانعت وارد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو اول مسجد مین داخل ہوکر دوگانہ ادا فرماتے پھر گھر مین تشریف لیجاتے اور جب گھر مین داخل ہوتے تو یہ کہتے توبا توبا لربنا اوبا لا یغادر علینا حوبا اور چاہیے کہ اپنے گھر والون اور قرابتون کیلیے کچھ تحفہ کھانے کی چیز اور جس قدر بن سکے ساتھ لے کہ مسنون ہے چنانچہ مروی ہے کہ اگر کچھ نہ پائے تو اپنے برتن مین ڈھیلے ہی ڈال لے اور غالبًا تحفہ کے لیجانے مین ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ سفر سے آنے والے کیطرف سب کی تاک ہوتی ہے اور تحفہ سے لوگو سرور ہوتا ہے اور اس خیال سے کہ اُنھون نے ہمکو سفر مین بھی یاد رکھا اور زیادہ خوش ہوتے ہین بس یہ ہین وجہ تحفہ کا لیجانا مستحب ہوا۔ یہ سب آداب ظاہری تھے اب سفر کے آداب باطنی کو لکھتے ہین کہ اُنکا مجموعہ تو بیان اول مین گذر گیا اگر چہ یہان بھی اسقدر لکھا جاتا ہے کہ سفر اُسی سورتین اختیار کرے کہ سفر مین دین کی زیادتی ہو اور جسوقت اپنے دل کو متغیر پائے اُسی جگہ ٹھہر جائے اور واپس چلا آئے اور منزل اُسی جگہ کرنی چاہیے جہان دل مقتضی ہو اُسکے خلاف نہ کرے اور ہر شہر مین داخل ہونے سے یہ نیت کرے کہ وہان کے کاملون کی زیارت کرونگا اور اس بات مین کوشش کرے کہ جس کامل کی زیارت کرے اُس سے کوئی ادب یا کوئی جملہ کام کا سیکھ لے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ لوگون سے کہا

کرینگے کہ اتنے مشائخ کی زیارت کی ہے اور کسی شہر میں ایک ہفتہ یا عشرہ سے زیادہ نہ ٹھہرے ہاں اگر کوئی مرشد جسکے پاس گیا ہے زیادہ رہنے کو
کہے تو مضائقہ نہیں۔ اور جتنے دنوں ٹھہرے سچے فقیروں کے اور دن کے پاس نہ بیٹھے اور اگر کسی بھائی سے ملنے گیا ہے تو تین دن سے
زیادہ نہ رہے کہ مہمانی کی حد یہی ہے لیکن اگر بھائی کو اسکی جدائی شاق ہو تو زیادہ رہنے کا بھی مضائقہ نہیں اور اگر کسی شیخ کی زیارت کو جائے
تو اسکے پاس ایک دن رات سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اپنے نفس کو عشرت میں مشغول نہ کرے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہیگی اور جب شہر
میں گھسے تو کسی چیز سے مشغول نہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو چلا جائے اور اگر وہ مکان میں تشریف رکھتے ہوں تو کواڑ نہ کھٹکھٹائے اور نہ
اندر جانے کیلیے اجازت چاہے یہانتک کہ خود ہی باہر نکلیں اور باہر تشریف لائیں کیوقت ادب سے اُن کے سامنے جاکر سلام کرے اور کوئی بات
نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کریں تو جسقدر پوچھیں اُسی کا صرف جواب دے اور اُنسے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جب تک کہ پیشتر اجازت حاصل
نہ کرلے اور جب سفر میں ہو تو شہروں کے کھانوں اور تخیبوں کا بہت ذکر نہ کرے اور نہ اپنے دوستوں کا کثرت سے نام لے بلکہ وہاں
کے مشائخ اور فقرا کا ذکر کیا کرے۔ اور سفر میں صالحین کی قبروں کی زیارت ترک نہ کرے بلکہ ہر گانوں اور شہر میں اُس کا جویا رہے
اور اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اظہار کرے اور وہ بھی ایسے کے سامنے جو اسکو پورا کرسکے اور اثناء راہ میں ذکر الٰہی اور قرآن کی
قراءت ایسی طرح کرتا رہے کہ دوسرا نہ سنے اور جب کوئی شخص اس سے کلام کرے تو ذکر کو چھوڑ کر اسکو جواب دے اور جبتک وہ گفتگو کرے ذکر
موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرنے لگے اور اگر آدمی کا دل سفر یا اقامت سے گھبرا جائے تو اسکی مخالفت کرنی چاہیے کہ نفس کی مخالفت میں برکت ہے
اور اگر کمبخت لوگوں کی خدمت قسمت سے میسر ہو جائے تو انکی خدمت سے ملول ہو کر سفر کرنا نہ چاہیے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے اور جب اپنے نفس میں
حضر کی نسبت کہ سفر میں نقصان پاوے تو جان لے کہ سفر اچھا نہیں اور مکان کو رجوع کرے اسلیے کہ اگر اچھا ہوتا تو اسکا اثر ظاہر ہی ہوتا۔ ایک
شخص نے ابو عثمان مغربی سے کہا کہ فلان شخص سفر کو نکلا ہے فرمایا کہ سفر میں اجنبی بنتا ہے اور اجنبیت ذلت ہے اور مومن کو جائز نہیں کہ اپنے نفس کو
ذلیل کرے اس جواب میں یہ اشارہ کیا کہ جس شخص کو سفر سے دین کی زیادتی نہو اُسنے اپنے نفس کو ذلیل کیا ورنہ ظاہر ہے کہ دین کی عزت بغیر سفر
کی ذلت کے حاصل نہیں ہوتی تو چاہیے کہ سالک آخرت اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر کرے تاکہ اس غربت میں عزت
ملے اور ذلیل نہو ورنہ جو شخص کہ سفر میں اپنی خواہش کا مطیع ہوگا وہ ذلت ضرور اٹھائیگا خواہ فی الحال ہو یا آیندہ کو

دوسری فصل

سفر کی رخصتوں اور قبلہ اور وقتوں کی دلیلوں کے ذکر میں جنکا سیکھنا مسافر کو ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مسافر ابتدا سفر میں
رخصتوں کا محتاج ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کیلیے کچھ زاد ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا اور پینا اور دوسری ضرورت کی چیزیں ہیں پس اگر سفر
بے خطر ہو یا اثناء راہ میں گانوں برابر پڑتے ہوں اور [illegible] ہیں اگر خدا تعالے پر توکل کرکے بدون زاد بھی نکلے گا تو کچھ مضائقہ نہیں
اور اگر تنہا سفر کرتا ہے یا ایسے لوگوں کے ساتھ ہے جنکے پاس کھانا پینا نہیں اور راہ میں آبادی بھی نہیں تو ایسی صورت میں اگر وہ شخص ایسا ہو
کہ بھوک کی برداشت ہفتہ عشرہ کرسکتا ہے یا گھاس پر گذر کرسکتا ہے اس پر اکتفا کرسکتا ہے تو اسکو بدون زاد سفر کرنا جائز ہے اور اگر بھوک پر صبر کر نہیں سکتا
ہے اور نہ گھاس پر اکتفا کرسکتا ہے تو ایسی صورت میں بدون زاد کے نکلنا گناہ ہے اسلیے کہ اپنے نفس کو اپنے ہاتھ سے ہلاکی میں ڈالتا ہے اور اسکا
ایک راز ہے جو باب التوکل میں مذکور ہوگا اور توکل کے یہ معنی نہیں کہ اسباب بالکل دور ہو جائے اگر یہی ہو تو چاہیے کہ ڈول اور رسی کی تلاش سے بچے

توکل جاتا رہے اور کنوئیں میں سے پانی نکال لینے سے بھی باطل ہوجائے اور متوکل پر اتنا صبر واجب ہوجائے کہ خدا تعالی اُسکے لیے کسی فرشتے یا انسان کو مسخر کردے کہ وہ اُسکے منھ میں پانی ڈال دے حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ چیزیں توکل میں خلل انداز نہیں ہیں جب ڈولچی اور رسی کی حفاظت توکل کی مخل نہیں جو پانی ملنے کے آلات ہیں تو خود کھانے یا پینے کی چیز کا ایسی جگہ ساتھ رکھنا جہان توقع اُنکے موجود ہونیکی نہو بطریق اولی توکل کا مخل نہوگا اور توکل کی حقیقت انشاء اللہ جلد چہارم میں مذکور ہوگی جو علماء دین کے محققوں کے سوا اور ون پر مشتبہ اور مخفی ہے اور زاد آخرت سفر میں علم ہے جسکی ضرورت طہارت اور روزہ اور نماز اور عبادتون میں ہوتی ہے تو اُسمین سے بھی مسافر کو ضرور زاد لینا چاہیے اسلیے کہ سفر بعض باتونکو مسافر پر تخفیف کردیتا ہے جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازونکا اکٹھا پڑھ لینا اور روزہ کا افطار کرنا تو انمین یہ بات معلوم کرنیکی حاجت ہوتی ہے کہ تخفیف کسقدر اور کس صورت میں ہے اور بعض باتیں سفر میں سخت بھی ہوجاتی ہیں کہ جنکی حضر میں کچھ حاجت نہیں جیسے قبلہ کا حال معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر میں مسجد و نکے رخ دیکھنے سے تو قبلہ معلوم ہوجاتا ہے اور موذنون کی اذان سے وقت دریافت ہوجاتا ہے اور سفر میں ان امور کو بھی خود معلوم کرنے کی حاجت ہوا کرتی ہے لہذا اُنکا سیکھنا بھی ضرور ہوا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جن اشیاء کے سیکھنے کی ضرورت سفر میں ہے وہ دو قسم کی ہیں اسلیے انکا بیان بھی دو قسموں میں کیا جاتا ہے

قسم اول سفر کی رخصتون کے معلوم کرنے کے بیان میں۔ سفر سے سات رخصتیں حاصل ہوتی ہیں دو تو طہارت میں یعنی موزون پر مسح کرنے اور تیمم میں اور دو فرض نماز کے اندر یعنی قصر کرنا اور دو فرضون کا جمع کرلینا اور نماز نفل میں دو یعنی سواری پر اور پیادہ چلنے میں ادا کرنا اور ایک روزہ میں ہے یعنی افطار کرنا اب انمین سے ہر ایک کو مفصل سننا چاہیے

پہلی رخصت موزون پر مسح کرنے کی ہے صفوان بن عسال رض کہتے ہیں کہ ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہون تو تین دن اور رات تک موزے نہ نکالیں اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے موزون کو ایسی طہارت کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بے وضو ہوگیا ہو تو اُسکو جائز ہے کہ بے وضو ہونے کے وقت سے لیکر تین دن رات تک اپنے موزے پر مسح کرے اگر مسافر ہو اور ایک دن رات کرے اگر مقیم ہو مگر پانچ شرطون کے ساتھ موزون پر مسح چاہیے اول یہ کہ موزونکو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر داہنا پانون دھوکر موزہ کے اندر کرلیگا پھر بایان پانون دھوکر دوسرا موزہ پہنے گا تو امام شافعی رض کے نزدیک مسح درست نہوگا جبتک کہ داہنے موزہ کو نکالکر پھر سے نہ پہنے دوم یہ کہ موزے ایسے مضبوط ہون کہ انکو پہنکر چل سکے اور موزون پر مسح جائز ہے گو انمین جدا تلے نہ لگے ہون اسلیے کہ عادت ہوگئی ہے کہ موزے پہنکر منزلین چلے جاتے ہیں کیونکہ انمین فی الجملہ قوت ہوتی ہے بخلاف صوفیون کی جرابون کے اور ان پاتابون کے جو موزون کے اوپر پہنتے ہیں کہ اُنپر مسح درست نہیں ضعیف ہونے کی وجہ سے سوم یہ کہ جہان تک پانون کا دھونا فرض ہے اتنی جگہ موزہ پھٹا نہو پس اگر اسقدر پھٹ گیا ہو کہ محل فرض کھل گیا تو اُسپر مسح درست نہوگا اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہے کہ جبتک موزہ پانون پر چپٹا رہے تب تک مسح درست ہے گو پھٹ گیا ہو اور یہی مذہب امام مالک رض کا ہے اور پھٹنے کا مضائقہ نہیں کیونکہ سفر میں ہر وقت سینا دشوار ہے اور حاجت بہت ہے اور سِئے ہوئے پاتابے پر مسح جائز ہے بشرطیکہ اتنے گھنے ہون کہ قدم کی جلد نظر نہ آتی ہو اور یہی حال اُس پھٹے موزہ کا ہے جسکی درز بڑے بڑے ٹانکون سے سی گئی ہو اسلیے کہ ان سب کی طرف ضرورت پڑتی ہے تو اور باتونکا اعتبار نہیں صرف اتنا

[1] ... ترمذی و ابن ماجہ و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان ۱۲

[2] ... اس پھٹے موزہ سے صحیح معنی اصل کے یہ ہیں کہ ایسے موزے پر بھی مسح جائز ہے جس میں ... [illegible] ... ۱۲

دیکھ لینا چاہیے کہ ٹخنون سے اوپر تک چھپا رہتا ہی کہ نہین اور اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے چھپا ہو اور کچھ لفافہ سے تو اس پر مسح درست
نہ ہوگا۔ چہارم یہ کہ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اور اگر نکالیگا تو نئے سر سے وضو چاہیے اور صرف دونون پاؤن دھولے گا
تب بھی کافی ہوگا۔ پنجم یہ کہ مسح ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو تو اگر پنڈلی پر مسح کریگا تو درست نہ ہوگا اور ادنی
مرتبہ مسح کا یہ ہی کہ پشت قدم کے موزہ پر بھیگا ہاتھ اسطرح لگا دے جسکو مسح کہہ سکین اور اگر تین انگلیون سے مسح کریگا تو کسی کا خلاف
نہ رہیگا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہی کہ موزہ کے اوپر اور نیچے ایکبار مسح کرے دو دفعہ نہ کرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا ہی۔ اور مسح کی کیفیت یون ہی کہ دونون ہاتھ تر کرکے داہنے ہاتھ کی انگلیون کے سر داہنے پاؤن کی انگلیون پر رکھکر انکو اپنی طرف
کھینچتا چلا آوے اور بائین ہاتھ کی انگلیونکے سر بائین موزے کی ایڑی کے نیچے رکھکر پاؤن کی انگلیون تک پہونچا دے۔ ششم یہ
صورت مین کہ حالت اقامت مین مسح کیا پھر مسافر ہوگیا یا حالت سفر مین مسح شروع کیا پھر مقیم ہوگیا تو دونون حالتون مین اقامت
کا حکم غالب رہیگا یعنی ایک دن رات مسح کرے اور دونون کی گنتی کا حساب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہونے کے وقت سے
لیا جاتا ہی مثلاً اگر حضر مین صبح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہین آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت بے وضو ہوا تو تین ایام
کا شمار زوال کے وقت سے کرے یعنی چوتھے روز جبکہ زوال کا وقت ہو جاویگا تو اب جائز نہوگا کہ بدون پاؤن دھوئے نماز پڑھ لے
بلکہ پاؤن دھوکر پھر سے موزے پہن لے اور خیال رکھے کہ کس وقت سے وضو جاتا رہیگا جب سے بے وضو ہوا اسی وقت سے نئی مدت تین دن
رات کی حساب کرے اور اگر حضر مین موزہ پہننے کے بعد بے وضو ہوگیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات تک مسح کرے اسلیے کہ عادت
یون بھی ہی کہ کبھی موزہ سفر سے پیشتر پہن لیتے ہین اور بے وضو ہونے سے احتراز نہین ہوسکتا لیکن اگر حضر مین موزہ پر مسح کرلیا ہو پھر سفر
کا اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنی چاہیے اور جو شخص حضر یا سفر مین موزہ پہننا چاہے اسکو مستحب ہی کہ موزہ کو الٹا کرکے جھاڑ دے
سانپ اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے خوف سے چنانچہ ابو امامہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزون کی
جوڑی منگائی اور ایک کو پہن لیا اتنے مین ایک کوا آیا اور دوسرے موزے کو اٹھا لے گیا پھر پھینکدیا تو اس مین سے سانپ نکلا
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بدون جھاڑے
ہوے نہ پہنے

دوسری رخصت تیمم ہی اور مٹی پانی کا بدل ہی جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اسکی دشواری کی یہ صورت ہی کہ منزل سے اتنی دور
ہو کہ اگر وہان جائیگا تو چیخنے اور چلانے سے قافلہ تک آواز نہ آئیگی اور کوئی مدد نہ پہنچیگی اور یہ وہ فاصلہ ہی کہ منزل والے
اتنی دور قضاے حاجت کو نہین جایا کرتے اور ایک صورت پانی کی دشواری کی یہ ہی کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس صورت
مین بھی تیمم درست ہی گو پانی نزدیک ہو اور ایک صورت یہ ہی کہ اس روز خواہ دوسرے دن موجود پانی پینے کی ضرورت ہو اور
اسکے سوا اور کوئی پانی نہو تب بھی تیمم کرنا جائز ہی اور ایک صورت یہ ہی کہ کوئی اپنے رفیقون مین سے اسکے پینے کا حاجتمند
ہو تو اس صورت مین بھی وضو کرنا درست نہین بلکہ پانی رفیق کو قیمت یا بدون قیمت کے دینا لازم ہی اور اگر پانی کی ضرورت شوربا

... اسکو ضعیف کہا ہی ... نقل کیا ہی اور اس سند مین ایک راوی مجروح ہین ۱۲

پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگونے کیلیے ہو تو اس حال مین تیمم درست نہوگا بلکہ چاہیے کہ سوکھے ٹکڑون پر گذر کرے اور شوربا
نہ پکائے - اور اگر کوئی دوسرا شخص اسکو پانی ہبہ کرے تو اسکا قبول کرنا واجب ہے اور اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اسکا قبول کرنا واجب نہین اسلیے
پہلی صورت مین منت نہین اور دوسری صورت مین منت ہے - اور اگر پانی معمولی قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہے اور اگر مہنگا
بکتا ہو تو لازم نہین - تیسری صورت یہ ہے کہ آدمی کے پاس پانی نہو اور تیمم کرنا چاہے تو اگر تلاش سے اسکا ملنا ہوسکتا ہو تو اول تلاش کرنی
چاہیے یعنی منزل کے ادھر ادھر پھر چل کر دیکھے اور اپنا اسباب اور برتنوں کو ٹٹولے - اور گھڑون بدھنون مین جو کچھ بچا کھچا ہو اسکو دیکھے تو اگر پانی
اسباب مین رکھا ہوا بھول گیا یا کنوان قریب تھا اگر تلاش نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا کہ تلاش مین قصور کیا اور اگر یہ جانے
کہ پانی آخر وقت مین ملجائیگا تو بہتر یہ ہے کہ اول وقت مین نماز تیمم کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہین اور اول وقت ضائع ہونیوالی کی فضیلت
ہے اسلیے اسی کو ترجیح ہے - منقول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایکبار تیمم کیا لوگون نے عرض کیا کہ آپ تیمم کرتے ہین اور مدینہ طیبہ کی دیوارین سوجھتی ہین آپنے
فرمایا کیا مین وہان جانے تک زندہ رہونگا - اور جب نماز شروع کرنے کے بعد پانی پائیگا تو نماز باطل نہوگی اور نہ وضو کرنا لازم ہوگا اور اگر نماز
شروع کرنیکے پہلے پانی پائیگا تو البتہ وضو لازم ہے - اور جب صورت یہ ہو کہ باوجود تلاش کے پانی نہ ملے تو قصد زمین پاک کا کرے جس پر کی مٹی مین
سے غبار اٹھتا ہو اور چاہیے کہ اسپر دونون ہاتھونکی انگلیان بند کرکے ایک ضرب لگا دے اور دونون ہاتھون کو منہ پہ پھیرے پھر
انگلیان پھیلا کر اور انگوٹھی اوتار کر دوسری ضرب لگادے - اور اس سے دونون ہاتھونکو کہنیون تک مسح کرے اور اگر ایک ضرب سے سب
جگہ غبار نہ پہونچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرے اور اسکی تدبیر یہ ہے کہ سب جگہ پہونچ سکتا ہے اسکو ہم نے باب الطہارۃ مین لکھدیا ہے دوبارہ لکھنے
کی ضرورت نہین پھر جب تیمم سے ایک فرض پڑھ چکے تو اس سے نفل جسقدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو تیمم کرکے
پڑھے غرضکہ ہر فرض نماز کیلیے علیحدہ تیمم کرنا چاہیے - اور یون نچاہیے کہ وقت نماز کے داخل ہونے سے پیشتر تیمم کرلے اور اگر ایسا کریگا تو دوبارہ تیمم کرنا
واجب ہوگا - اور جب تیمم مین منہ پر ہاتھ پھیرے تو چاہیے کہ نماز کو مباح کرنیکی نیت کرے اور اگر پانی اتنا ملے کہ اس سے بعض اعضا کی طہارت
ہوسکے تو اسقدر اعضا پر پانیکا استعمال کرکے پھر پورا تیمم کرے

تیسری رخصت نماز فرض مین قصر کی ہے کہ مسافر ظہر اور عصر اور عشا مین چار کی جگہ دو پر اکتفا کرسکتا ہے مگر اس کے لیے تین
شرطین ہین اول یہ کہ یہ نمازین وقت پر ادا ہون اور اگر یہ نمازین قضا ہو جائینگی تو ظاہر تر یہ ہے کہ پوری چار پڑھنی لازم ہونگی
دوسری یہ کہ نیت قصر کی کرے پس اگر پوری پڑھنے کی نیت کریگا تو چار پڑھنی لازم ہونگی اور اگر شک ہو گیا کہ قصر کی نیت کی ہے یا پوری کی تو اس صورت مین بھی پوری پڑھنی
لازم ہے تیسری یہ کہ ایسے امام کے پیچھے نہو اور نہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز پڑھتا ہو ورنہ پوری پڑھنی پڑیگی بلکہ اگر کسی کو شک ہو گیا کہ امام مقیم ہے یا مسافر ہے تب بھی پوری پڑھنی لازم ہوگی گو بعد کو
یہ معلوم ہو کہ وہ مسافر ہے اسلیے کہ مسافر کی وضع چھپی نہین رہتی تو چاہیے کہ نیت کے وقت متنبہ ہو اور اگر یہ معلوم کر لیا کہ امام مسافر
ہے مگر یہ نہین جانا کہ اس نے نیت قصر کی ہے یا اتمام کی تو اس بات کے شک سے کچھ ضرر نہین کیونکہ نیتون پر
اطلاع نہین ہوا کرتی اور یہ سب اسوقت ہے کہ سفر دراز اور مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہے
اسکا جان لینا ضروری ہے تو سفر اس کو کہتے ہین کہ اقامت کی جگہ سے دوسری جگہ معین پر بالقصد جاوے اس صورت مین

جو شخص حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنے کو جاتا ہو اور کسی خاص جگہ کا قصد نہ ہو اُسکے حق میں قصر کی رخصت نہ ہوگی ۔ اور جب تک شہر کی آبادی سے باہر نہ ہو لے گا تب تک مسافر نہوگا اور یہ شرط نہیں کہ ویران مکانات اور باغوں سے بھی نکل جائے جہاں تک شہر والے ہوا کھانے کو گاہ گاہ چلے آتے ہیں لیکن اگر گاؤں سے سفر کرے تو یہ شرط ہے کہ جن باغوں کا احاطہ بنا ہے اُن سے نکل جاوے اور جن کا احاطہ نہیں اُن سے نکلنے کی کچھ قید نہیں اور اگر مسافر شہر سے نکلکر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آئے تو اگر یہ شہر اُسکا وطن ہے تو جب تک پھر آبادی باہر نہ نکلجائے قصر نہ کرے اور اگر وطن نہیں ہے تو قصر جائز ہے اسلیے کہ اول ہی مرتبہ کی حرکت اور باہر جانے سے مسافر ہوگیا یہ حال آغاز کا ہوا اور سفر کا انجام تین باتوں میں سے ایک کے پائے جانے سے ہوتا ہے اول یہ کہ جس شہر میں اقامت کی نیت کی ہے اُسکی آبادی میں پہونچ جاوے دوسری یہ کہ تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے خواہ جنگل میں یا شہر میں تیسری یہ کہ صورت اقامت کی ہوجائے گو اُسنے عزم نہ کیا ہو مثلاً اگر ایک جگہ میں جانے کے دن کے سوا تین دن اقامت کی تو اُسکے بعد اُسکو قصر کی اجازت نہیں ہاں اگر عزم اقامت نہیں اور کوئی کام درپیش ہے کہ ہر روز اُسکے پورا ہونے کی توقع ہے مگر اتفاقاً تعویق اور تاخیر ہوجاتی ہے تو اس صورت میں دو قولوں میں سے قیاس کے مطابق یہی ہے کہ گو کتنی ہی مدت ہوجائے قصر کیے جائے اسلیے کہ وہ دل سے متحرک ہے اور بظاہر وطن سے مسافر اور ایسی حالت میں کہ دل برقرار نہو اور بظاہر میں ایک جا ٹھہرا رہے اس رہنے کا اعتبار نہیں اور وہ کام جو اُسکو درپیش ہے خواہ قتال ہو یا کوئی اور دونوں میں حکم ایک ہی ہے اسی طرح مدت کی درازی اور کمی میں بھی حکم کا فرق نہیں اور نہ اُسمیں فرق ہے کہ سفر میں دیر ٹھیرنے کے باعث ہوئی یا کسی اور جہت سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات میں عمل فرمایا اور ایک ہی جگہ پر اٹھارہ روز تک نماز قصر کی اور ظاہر یہ ہے کہ اگر جنگ میں اور تاخیر ہوتی تو زیادہ دنوں تک قصر فرماتے کیونکہ اٹھارہ روز کے تعیین کی تو کوئی وجہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ غازی اور مقاتل تھے اب سفر طویل کی تعریف معلوم کرنی چاہیے سفر طویل اُسکو کہتے ہیں جو دو منزل ہو ہر منزل چوبیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم تین پاؤں کا (یعنی حساب مروجہ حال سے قریب بارہ کوس کے) اور سفر مباح سے یہ غرض ہے کہ ماں باپ کا نافرمان ہوکر نہ جاتا ہو نہ اُنسے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ تونگر قرضدار قرضخواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی اور قتل ناحق کے لیے متوجہ ہوا اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام روزینہ مانگنے جاتا ہو اور نہ دو مسلمانوں میں فساد ڈالنے کے لیے سفر کرتا ہو حاصل یہ کہ آدمی کسی غرض کے لیے سفر کرتا ہے تو اگر اُس غرض کا حاصل کرنا حرام ہے اور وہ غرض اگر بالفرض اُسکو نہوتی تو سفر نہ کرتا تو ایسی غرض کے لیے سفر کرنا گناہ ہے اور اس سفر میں قصر کرنا نماز کا درست نہیں اور جس سفر میں کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت نہیں بلکہ شریعت نے جس سفر سے منع فرمایا ہے اُسیپر البتہ رخصت قصر سے رد فرمائی اور اگر سفر کے باعث دو ہوں ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر باعث ممنوع نہوتا تب بھی باعث مباح ہی فقط اُسکو آمادہ سفر کرتا اور بلاشبہ اُسکے لیے سفر کرتا تو اس صورت میں قصر درست ہے اور ظاہر کے صوفی جو شہروں میں پھرتے ہیں اور بجز مختلف شہروں کی سیر کے اور کوئی صحیح غرض نہیں رکھتے اُنکو اس رخصت پر عمل کرنے میں اختلاف ہے اور مختار یہی ہے کہ درست ہے

چوتھی رخصت ظہر اور عصر کو اُن دونوں کے وقتوں میں اور مغرب اور عشا کو اُن دونوں کے اوقات میں ایک ساتھ پڑھنے کی ہے اور یہ رخصت بھی ایسی

سفر میں جائز ہے جو طویل اور مباح ہو سفر قصیر میں اسکے جواز میں گفتگو ہے پھر اگر عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرے تو چاہیے کہ ظہر سے فارغ ہونے سے
پیشتر ظہر اور عصر کے اکٹھا کرنے کی نیت کرے اور ظہر کے لیے اذان اور تکبیر دونوں کہے اور فراغ ظہر کے بعد عصر کی تکبیر کہے اور اگر تیمم سے پڑھتا ہو
تو تکبیر سے پیشتر تیمم کرے اور ظہر اور عصر میں اتنی ہی تاخیر کرے کہ تیمم اور تکبیر ہو سکے زیادہ دیر نہ کرے اور اگر پیشتر عصر کو پڑھیگا تو جائز نہ ہوگی۔
اور اگر ظہر کے فراغ سے پیشتر جمع کی نیت نہ کی بلکہ نماز عصر کی نیت کے وقت جمع کی نیت کی تو مزنی کے نزدیک درست ہے اور قیاس کی رو سے
بھی اسکی ایک وجہ ہے کیونکہ تقدیم نیت کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں شریعت نے جمع کو درست فرمایا ہے اور یہ صورت بھی جمع ہی کی ہے اور چونکہ ظہر کو
حسب دستور کے پڑھ لیا اور عصر کو اسکے وقت میں جمع کرنے کی رخصت ہے تو نیت صرف عصر میں کافی ہونی چاہیے پھر جب فرضوں سے
فارغ ہوے تو دونوں نمازوں کی سنتوں کو بھی جمع کرنا چاہیے عصر کے بعد تو کوئی سنت ہی نہیں مگر ظہر کے بعد کی سنتیں عصر کی نماز سے
فارغ ہو کر خواہ سوار پڑھے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پیشتر پڑھیگا تو ظہر اور عصر کے فرضوں میں پے بپے ہونا نہ رہیگا جو ایک
صورت سے واجب ہے اور اگر دونوں نمازوں کے پیشتر کی رواتب ادا کرنا چاہے تو اسطرح پڑھے کہ پہلے چار سنتیں قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے
پھر دوگانہ فرض ظہر پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے بعد کی سنتوں کا دوگانہ۔ اور چاہیے کہ سفر میں نفلیں نہ چھوڑے اسلیے کہ جسقدر اسکا ثواب جاتا رہیگا
اسقدر نفع نہ ہوگا علاوہ ازین شریعت نے نوافل میں تخفیف بہت کردی ہے کہ سواری پر ادا کرنا درست فرمادیا ہے تاکہ اپنے رفیقوں سے نوافل کے
باعث پیچھے نہ رہجائے۔ اور اگر ظہر کو دیر کرکے عصر کے وقت میں جمع کرے تب بھی یہی صورت ترتیب ملحوظ رکھے اور اسکی پروا نہ کرے کہ ظہر
کے بعد کی سنتیں عصر کے بعد مکروہ وقت میں پڑھی جائینگی اسلیے کہ جن نوافل کے لیے کوئی سبب ہے وہ اسوقت میں مکروہ نہیں اور مغرب اور عشا
اور وتر میں بھی ایسا ہی کرے خواہ عشا کو مقدم کرکے مغرب کیوقت بعد ادا سنت مغرب کے پڑھے یا مغرب کو تاخیر کرکے عشا کیوقت میں فرض
عشا سے پہلے پڑھے اور دونوں کے فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد سب نوافل کو جمع کرے اور وتر سب کے آخر میں پڑھے۔ اور اگر ظہر کا وقت نکلنے
سے پیشتر دل میں اسکے نماز کا خیال ہو تو چاہیے کہ عزم کرے کہ عصر کے ساتھ اسکو جمع کرونگا کہ یہی نیت جمع کی ہے اسلیے کہ یہ نیت نہ ہوگی تو یا ترک
ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنیکی نیت ہوگی اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں اور انکی نیت کرنی بھی حرام ہے اور اگر ظہر کو یاد نہ کیا یہانتک
کہ اسکا وقت نکل گیا خواہ سونے کی وجہ سے یا کسی اور شغل کے باعث سے تو اسکو جائز ہے کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرے اور اس صورت میں
گنہگار نہ ہوگا اسوجہ سے کہ سفر جیسا قبل نماز سے مشغول کردیتا ہے ویسا ہی نماز کی یاد سے بھی بعض دفعات غافل کردیتا ہے اور یہ بھی
کہا جا سکتا ہے کہ ظہر ادا اسی صورت میں واقع ہوگا کہ اسکے وقت کے نکلنے سے پیشتر نیت اسکے پڑھنے کی کرلی ہو مگر ظاہر تر یہ ہے کہ ظہر اور عصر
دونوں کے وقت کا مجموعہ سفر میں ان دونوں نمازوں کے لیے مشترک ہوگیا ہے تو اگر بلا نیت سابق بھی عصر کے وقت میں پڑھیگا تو ادا ہی واقع ہوگی
اور یہی وجہ ہے کہ اگر حائضہ عورت سفر میں مغرب سے پیشتر طاہر ہوگی تو اسکو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑیگی جیسے عصر کی نماز کو قضا پڑھیگی اور اسی
پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں ترتیب اور پیاپے پڑھنا شرط ہونا چاہیے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لیگا تو درست
ہوگی اور اسکا جواب یہ ہے کہ ہر چند یہ ہے کہ وقت دونوں نمازوں میں مشترک ہے مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لیے کیا گیا ہے تو اب
بدون ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہے۔ اور مینہ کے عذر سے بھی جمع کرنا ان نمازوں کا درست ہے جیسے سفر کے عذر سے جائز ہے

اور جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتوں میں سے ہے اور یہ فرض نمازوں سے متعلق ہے۔ اور اگر نماز عصر سفر میں پڑھ لی تھی اسکے بعد اقامت کی نیت کی اور ہنوز وقت عصر باقی ہے تو اُسپر عصر کا ادا کرنا واجب ہے اور جو ادا کر چکا ہے وہ اُس صورت میں کافی تھی کہ عذر سفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا

پانچویں رخصت سواری کی نفل پڑھنے کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز نفل پڑھا کرتے تھے چاہے وہ کدھر ہی کو جاتی ہو اور آپ نے وتر بھی سواری پر پڑھے ہیں اور جو شخص سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ میں اشارہ کر لے اور سجدہ کے لیے رکوع کی نسبت کر زیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضرور نہیں کہ جس سے کوئی خطرہ درپیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو اور اگر کجاوہ میں نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کہ وہاں قدرت پورا کرنے کی حاصل ہے باقی رہا قبلہ کیطرف متوجہ ہونا تو وہ نہ ابتدائے نماز میں واجب ہے اور نہ انتہائے نماز میں آخر تک بلکہ راستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہے اب نمازی کو اختیار ہے چاہے تمام نماز میں قبلہ رخ رہے یا راستہ کیجانب متوجہ رہے کیونکہ یہی جہت ہے کہ اُس میں ثابت رہیگا پس اگر سواری کو قصداً راستہ سے موڑیگا تو نماز باطل ہو جائیگی لیکن اگر قبلہ کیطرف موڑیگا تو درست ہے اور اگر بھولے سے موڑ گیا تو اگر زمانہ کم ہوگا تو نماز نہ جائیگی اور اگر زیادہ عرصہ لگیگا تو اسمیں خلاف ہے۔ اور اگر سواری بھڑک کر خود راستہ سے منحرف ہو گئی ہو تو نماز نہ جائیگی کیونکہ ایسا بہت ہوا کرتا ہے اور اس صورت میں نمازی پر سجدہ سہو بھی نہیں کیونکہ بھڑکنا سواری کا ہے نمازی کا کام نہیں بخلاف اُس صورت کے کہ بھول کر موڑ دیا ہو کہ اسمیں سجدہ سہو اشارہ سے کر لے۔

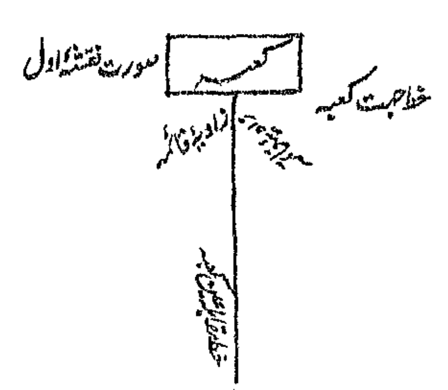
چھٹی رخصت یہ ہے کہ پیادہ چلنے کی حالت میں سفر کے اندر نفل پڑھنی درست ہے اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے اور تشہد کے لیے بیٹھے نہیں اس لیے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت سے کیا فائدہ ہوا اور پیادہ چلنے والے کا حکم بھی ہے جو سوار کا بیان ہوا اگر اتنا فرق ہے کہ چلتا آدمی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کرے کہ ایک لمحہ کے لیے راہ سے دوسری طرف کو منہ پھیرنا کچھ دقت نہیں بخلاف سوار کے کہ سواری کا پھیرنا گو باگ ہاتھ میں ہو خالی دقت سے نہیں علاوہ ازیں اگر نمازیں کئی پڑھنی ہوں تو ہر بار سواری کو متوجہ بقبلہ کرنے میں بڑا حرج ہے اور چاہیے کہ اگر راہ میں نجاست تر ہو تو اسمیں قصداً نہ چلے اور اگر چلیگا تو نماز جاتی رہیگی بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پاؤں کے نیچے نجاست آجائے گی تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اور یہ لازم نہیں ہے کہ جو نجاستیں راستہ میں اکثر پڑی رہتی ہیں اُن سے بچنے کے واسطے تکلف کرے اور جو شخص کہ دشمن یا درندہ یا سیل سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیادہ اسی طرح پڑھ لے جیسے ہم نے نفل کا حال لکھا ہے۔

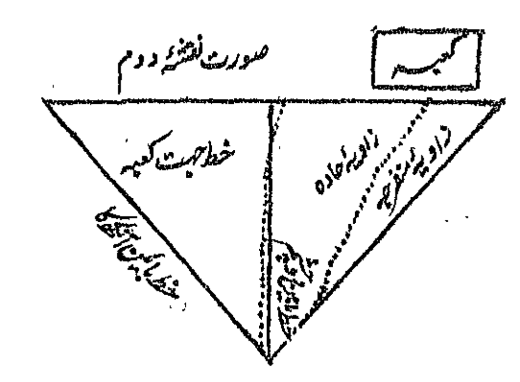
ساتویں رخصت افطار کی ہے کہ مسافر کو جائز ہے کہ سفر میں روزہ افطار کرے لیکن اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اُس دن کا روزہ پورا کرنا اُسکو لازم ہے۔ اور اگر مسافر روزہ دار تھا پھر اقامت کی تو اب روزہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر روزہ سفر میں افطار کر لیا تھا پھر اقامت کی تو باقی دن میں امساک واجب نہیں اور اگر مسافر روزہ کی نیت پختہ کرے تو اُسکو روزہ کا پورا کرنا لازم نہیں بلکہ جب چاہے افطار کرنا جائز ہے اور روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہے اور قصر کرنا نماز کے تمام پڑھنے سے افضل ہے کہ خلاف کا شبہ نہیں رہتا اور ایک وجہ روزہ کے افضل ہونے کی مسافر کے حق میں یہ بھی ہے کہ اگر افطار کریگا تو اُسکے ذمہ قضا لازم ہوگی ورنہ ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے قضا مشکل پڑ جائے تو یہ فرض سر پر رہ جائیگا ہاں اگر

روزہ اسکو مضر کرتا ہو تو اس صورت میں افطار ہی افضل ہے تو یہ سات رخصتیں ہوئیں کہ تین سفر طویل سے متعلق ہیں یعنی قصر نماز کرنا اور افطار کرنا روزہ کا اور موزون پر تین دن رات مسح کرنا اور دو مطلق سفر سے متعلق ہیں خواہ سفر طویل ہو یا قصیر یعنی جمعہ کا ساقط ہونا اور تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اس کی قضا کا ساقط ہو جانا اور نماز نفل کو پیادہ پا چلتے ہوے یا سواری پر پڑھنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ سفر قصیر میں بھی جائز ہے اور دو نمازوں کے ایک ساتھ پڑھنے میں بھی خلاف ہے اور ظاہر تر یہی ہے کہ یہ امر سفر طویل سے مخصوص ہے اور فرض نماز کو سواری پر اور چلتے ہوے پڑھنا خوف کی جہت سے سفر کی خصوصیت نہیں رکھتا اسی طرح مردار کا کھانا اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم سے نماز کا پڑھنا سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حضر اور سفر میں سے جس میں اُسکے اسباب پائے جائینگے اسی میں درست ہو جاتے ہیں اب اگر یہ کہو کہ مسافر کو ان رخصتوں کا سیکھنا سفر سے پیشتر واجب ہے یا مستحب تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر مسافر پہلے سے نیت پختہ کرلے کہ میں مسح اور قصر اور جمع اور افطار نہ کرونگا اور نہ سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نہ پڑھونگا تو اسکو ان رخصتوں کی شرطوں کا جاننا ضرور نہیں اسلیے کہ رخصت پر عمل کرنا اُسپر واجب نہیں مگر تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضرور ہے کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہے اور پانی کا ملنا اُسکے اختیار میں نہیں ہاں اگر نہر کے کنارہ کنارہ جانا ہو اور جانتا ہو کہ انتہاے سفر تک یقیناً پانی باقی رہیگا یا راستہ میں کوئی عالم ساتھ ہو کہ ضرورت کیوقت اس سے مسئلہ پوچھ لیگا تو البتہ سیکھنا اُن مسائل تیمم کا حاجت کے وقت تک ملتوی کرسکتا ہے اور جس صورت میں کہ گمان پانی کے نہ ملنے کا ہو اور ساتھ میں کوئی عالم مسئلہ بتانے والا نہ ہو تو سیکھنا ضرور ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ تیمم کی حاجت نماز کے لیے ہوگی جسکا وقت ابھی تک داخل نہیں ہوا تو ایسی نماز کے لیے جس کا وقت ابھی نہیں آیا اور ذمہ پر واجب نہیں اور شاید واجب ہی نہو علم طہارت کیسے واجب ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے درمیان کعبہ سے فاصلہ ایک برس کی راہ کا ہو تو اسکو حج کے مہینوں سے پیشتر سفر کا شروع کرنا اور افعال حج کا سیکھنا لازم ہوتا ہے بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ اثناء راہ میں کوئی بتانے والا نہ ملیگا اسلیے کہ اصل زندہ رہنا اور انتہاء سفر تک زندگی کا بنا رہنا ہے اور جو چیز اس طرح کی ہوتی ہے کہ واجب تک بدون اس کے رسائی نہو تو وہ واجب ہوتی ہے اور جس چیز کی توقع ہو کہ ظاہر میں بگمان غالب واجب ہو جائے گی اور اس کی کوئی شرط ایسی ہو کہ اسکی تقدیم سے اُس چیز تک رسائی ہو تو اس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہے جیسے حج کے وقت سے پیشتر اور اسکے کرنے سے پہلے افعال حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا بدون اسقدر مسائل تیمم کے سیکھنے کے حلال نہوگا اور اگر سب رخصتوں پر عمل کرنے کی نیت پختہ ہو تو اُسپر سب رخصتوں کا علم سیکھنا جسقدر ہمنے ذکر کیا ہے واجب ہے اسلیے کہ اگر اسکو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہوگا کہ جائز کیا بات ہے تو وہ اسپر اقتصار کیسے کریگا۔ اب اگر یہ کہو کہ مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھے گا تو اسکا کیا نقصان ہے غایت یہ ہے کہ اگر مثلاً نفل پڑھیگا تو فاسد ہوگی تو نفل اُسکے ذمہ واجب نہیں اگر فاسد ہو گئی تو کیا خرابی ہوئی پس اسکے لیے غیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر واجب ہے کہ نفل نماز کو فساد کی صفت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا اور جانب کو رخ کرنا اور بدون نماز کی شرطوں کے تمام کیے پڑھنا حرام ہے تو اس صورت میں ان باتوں کا سیکھنا جنسے نفل فاسد ہو احتراز ہو اُسپر واجب ہے تاکہ مرتکب حرام کا نہو۔ یہانتک بیان اُن اشیاء کے سیکھنے کا ہوا جو سفر میں مسافر پر خفیف ہو جاتی ہیں

دوسری قسم وہ ہی کہ سفر کے سبب سے نئے وظیفے مسافر پر ہوجاتے ہین اور وہ قبلہ کا جاننا اور وقتون کا پہچاننا ہی اور ہرچند یہ باتین
حضر مین بھی آدمی پر واجب ہین مگر حضر مین تو مسجدون کے رخ سے قبلہ کے دریافت کرنے کی حاجت نہین ہوتی کہ سب کا اسپر اتفاق ہوتا ہی اور موذن
کی اذان سے وقت کی شناخت کی ضرورت نہین رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہی اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی وقت مشتبہ
ہوجاتا ہی اسلیے اسکو قبلہ اور وقت کی دلیلون کا جاننا ضروری ہی تو قبلہ کی دلیلین تو تین قسم کی ہین اول زمین کے اشیاء مثلاً پہاڑون اور
گانوون اور نہرون سے قبلہ پہچاننا دوم ہوائی جیسے شمالی اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہواؤن سے حال دریافت کرنا سوم آسمانی مثلاً
ستارون سے شناخت کرنی تو زمین اور ہوا کی علامتین ہر شہرون مین جدا جدا ہوتی ہین مثلاً بعض راستے ایسے ہین کہ انمین کوئی اونچا
پہاڑ ہی اور معلوم ہی کہ قبلہ رخ کھڑے ہونے سے وہ دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے پڑتا ہی تو اسکو جان بوجھ لینا چاہیے اور یہی حال ہوا کا ہی کہ بعض
ملکون مین کبھی اُس سے سمت معلوم ہوجاتی ہی تو اسکو سمجھ لے کہ اسطرح سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی اور ہم سے ان اشیا کا پورا بیان نہین ہوسکتا کیونکہ
ہر شہر اور ولایت کا جدا حکم ہی لیکن آسمانی علامتین دو طرح کی ہین ایک دن کی اور ایک رات کی دن کی علامت آفتاب ہی تو شہر سے نکلنے کے پیشتر
امتحان کرلے کہ زوال کے وقت آفتاب کہان ہوتا ہی آیا دونون ابرو کے بیچ مین رہتا ہی یا دہنی آنکھ پر یا بائین پر ہوتا ہی یا پیشانی کی جانب
ان جگہون کی نسبت کہ زیادہ مائل ہی کیونکہ شمالی ممالک مین آفتاب انھین جگہون مین سے ایک نہ ایک پر رہا کرتا ہی تو جب اس طرح
سے زوال کو پہچان جائیگا تو پھر قبلہ کو معلوم کرے اُس دلیل سے جو ہم آگے لکھتے ہین اسی طرح عصر کے وقت آفتاب کا موقع اپنے بدن
کو ملحوظ رکھے کہ انھین دونون وقتون کے دریافت کی حاجت ہوگی اور تین وقت تو ظاہر ہی ہین اور چونکہ یہ امر بھی ہر ملک مین جداگانہ ہی اسلیے
اسکا بیان بھی کامل ممکن نہین باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے وقت تو غروب آفتاب سے ہوسکتا ہی اس طرح کہ اپنے شہر مین معلوم کرلے
کہ غروب کی جگہ قبلہ رخ آدمی سے کس جانب کو رہتی ہی اُس سمت کو یاد کرلے اور عشا کیوقت قبلہ شفق سے معلوم ہوسکتا ہی اور صبح کے وقت مطلع
سے پتا لگ سکتا ہی غرضکہ آفتاب سے گویا پانچون وقت کا قبلہ دریافت ہوسکتا ہی مگر جاڑے اور گرمی مین کسی قدر مختلف ہوگا اس وجہ
سے کہ طلوع و غروب کی جگہ بدلتی رہتی ہی گو دونون طرف مین محدود ہی تو اسکو بھی سیکھ لینا چاہیے لیکن کبھی مغرب اور عشا کے پڑھنے کا اتفاق بعد
شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہی تو اس صورت مین شفق سے اسکا پتا لگنا ممکن نہین بلکہ اسکے لیے اُس ستارہ کا لحاظ کرے جو قطب کے
نام سے مشہور ہی کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہی کہ اُسکی حرکت ظاہر نہین ایک جگہ ثابت معلوم ہوتا ہی پس اسکو دیکھ لینا چاہیے کہ قبلہ رخ شخص کے
پیچھے رہتا ہی یا دہنے شانہ پر یا بائین پر اُن ممالک مین جو کہ مکہ معظمہ سے شمال کو ہین اور جنوبی ملکون مین مثل یمن اور متعلقات کے تو قبلہ رخ شخص کے
مقابل پڑتا ہی تو قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر مین پاوے اُسی کی رعایت تمام راستہ مین رکھے لیکن جس صورت مین کہ مسافت
بہت ہو تو وہان آفتاب اور قطب کے موقع مین اور طلوع اور غروب کے مواقع مین اختلاف ہوجاتا ہی تو اسکی تدبیر یہ ہی کہ جس شہر مین جاوے
اُس جگہ کے واقفکارون سے دریافت کرلے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہوکر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہوا تو جب اس دلیل
کو سیکھ چکے تو اُسپر اعتماد کرے اور اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت پہچاننے مین کسی اور طرف کو نماز پڑھ لی تو چاہیے کہ نماز کو قضا کرے اور اگر اسطرح سے تحقیق
ہو کہ ٹھیک کعبہ کی ذات کی طرف منہ نہین رہا مگر جہت قبلہ سے نہین نکلا تو قضا نماز کی اُسپر لازم نہوگی اور فقہا کا اسمین اختلاف ہی کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہی یا اسکی ذات

اور بعض لوگوں پر یہ مضمون ہی مشتبہ رہا اس جہت سے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ عین کعبہ مطلوب ہے تو ممالک بعیدہ میں ٹھیک کعبہ کی طرف ہونا کیسے بن پڑیگا اور اگر یہ کہیں کہ جہت مطلوب ہے تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہو کر جہت کعبہ کیطرف رخ کرے اور بدن کعبہ کے مقابل نہو تو سب کے نزدیک اسکی نماز درست نہیں اور جہت اور عین کے خلاف کے باب میں بہت سی لمبی تقریر کی ہے پس ضرور ہوا کہ اول یہ سمجھ لیا جائے کہ مقابلہ ذات کعبہ کا کسکو کہتے ہیں اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کے کیا معنے ہیں تو عین کے مقابل ہونے کی تو یہ صورت ہے کہ نمازی ایسی جگہ میں کھڑا ہو کہ اگر اسکی دونوں آنکھوں کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے ملجائے اور اس خط کے دونوں جانب دو زاویہ متساوی پیدا ہوں یعنی جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اس نقطہ سے اگر دیوار پر خط کھینچیں تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہو جیسا کہ نقشہ اول میں بنایا گیا ہے اور نمازی کے کھڑے ہونیکی جگہ سے اگر خط نکالا جائے تو فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہی اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نکلا ہے یہ صورت تو عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہے اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کی صورت یہ ہے کہ دونوں آنکھوں کے درمیان سے خط مستقیم





کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہے مگر دونوں جانب کے زاویے برابر نہیں ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا اسکے سوا جتنے نقطوں میں اور آنکھ کے درمیان خط ملائے جائینگے اُنسے برابر زاویے پیدا نہونگے پس جس صورت میں کہ یہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھوں سے اس تک ملیگا اس سے زاویے برابر نہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اس صورت میں مقابلہ عین کعبہ کا نہوگا بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا اور خط جہتی اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ فرض کیا جاوے کہ مصلی کی دہنی آنکھ سے ایک خط نکلے اور ایک بائیں آنکھ سے اسطرح کہ اگر ان دونوں کو آنکھ کی سمت میں کھینچیں تو دونوں ملکر زاویہ قائمہ بنجائیں پھر ان دونوں خطوں کو کعبہ کے محاذی تک کھینچیں یعنی دونوں کو برابر اتنا کھینچیں کہ اگر ان دونوں میں خط ملایا جاوے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا گذرے اس خط کا نام جہت کعبہ ہے اور اسکی وسعت اسیقدر ہوگی جسقدر دوری مصلی کو کعبہ سے ہوگی اسکی صورت نقشہ دوم میں بنی ہے تو جسقدر مصلی کعبہ سے دور ہوگا اُسیقدر اسکا خط جہت بڑا ہوگا جب عین اور جہت کے معنی سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہیں کہ فتویٰ ہمارے نزدیک اسطرح درست ہے کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تو عین کعبہ کا مقابلہ مطلوب ہے اور اگر دیکھنا دشوار ہو تو مقابل ہونا جہت کا کافی ہے دیکھنے کی صورت میں عین کا مقابلہ اس وجہ سے مطلوب ہے کہ اسپر اجماع ہے اور عدم معائنہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر قرآن اور حدیث اور صحابہ رضہ کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہے قرآن مجید کی دلالت اس آیت میں ہے

حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ - آیۃ مین شطر سے مراد ہر جہت چنانچہ جو شخص کعبہ کی جہت کے مقابل ہو اسکو عرب والے کہتے ہین ولی وجہہ شطرہ یعنی اپنا منھ کعبہ کی جہت کو پھیر لیا اور حدیث مین وہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا ما بین المشرق والمغرب قبلۃ اور اہل مدینہ کی دہنی طرف مغرب اور بائین ہاتھ مشرق پڑتی ہے پس اس حدیث مین جو فاصلہ کہ مغرب اور مشرق مین تھا اس سب کو آپ نے قبلہ ٹھہرا دیا حالانکہ کعبہ کی مساحت اس فاصلہ کو کافی نہین البتہ جہت کعبہ کی کافی ہے تو معلوم ہوا کہ خاص جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہین - اور فعل صحابہ رض کا یہ ہے کہ مدینہ منورہ مین مسجد قبا کے لوگ بیت المقدس کی طرف منھ اور کعبہ کو پشت کیے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ دونون کے درمیان مین ہے اتنے مین اُنسے کسی نے کہدیا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ اور طرف کو ہو گیا تو وہ لوگ بدون کسی علامت کے پوچھے کعبہ کیطرف کو عین نماز مین پھر گئے اور اُنکے اس پھرنے پر کسی نے انکار نہ کیا اور اُن کی مسجد کا نام ذوقبلتین مسجد رکھا گیا اور اگر عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اُسکی سیدھ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونی دشوار تھی جو نہایت غور و تامل سے معلوم ہوتی ہے تو اُن لوگون نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت مین اُسکو کیسے جان لیا اور اُنکے اس فعل سے بھی جہت ہی معلوم ہوتی ہے کہ اُنھون نے مکہ معظمہ کے نواح مین اور تمام بلاد اسلام مین مسجدین بنائین اور کہین سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لیے کسی مہندس کو نہین بلوایا حالانکہ عین کعبہ کا مقابلہ بدون نظر دقیق ہندسہ کے معلوم نہین ہو سکتا - اور قیاس یہ ہے کہ قبلہ رُخ ہونے اور مسجدون کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام طرفون مین ہے اور بدون علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ ممکن نہین اور شریعت مین کہین ذکر نہین کہ ان علوم مین بحث کیجائے بلکہ اگر ہے تو ان علوم مین زیادہ توغل کرنے سے توبیخ وارد ہے پھر ایسی صورت مین شریعت کا معاملہ اُنپر کیسے مبنی کیا جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ مقابل ہونا جہت کا ضرورت کے سبب کافی ہے - اور جس صورت کو ہمنے لکھا ہے یعنی عالم کی جہتونکا منحصر ہونا چار مین اُسکے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ مین قضاء حاجت کے آداب مین یہ ارشاد فرمایا کہ نہ قبلہ کو منھ کرو اور نہ پشت کرو بلکہ شرق کو منھ کر دیا غرب کو اور مدینہ مطہرہ مین قبلہ رخ آدمی کے بائین طرف مشرق اور دہنی طرف مغرب پڑتی ہے تو دو جہتون سے منع فرمایا اور دو کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ کل جہتین چار ہین اور یہ کسی کے دل مین بھی نہین آتا کہ عالم کی طرفین چھ یا سات یا دس ہو سکتی ہین بہر حال باقی طرفون کا کچھ حکم نہین بلکہ جہات اُسی طرح رہتی ہین جیسے آدمی کے اعتقاد مین ہون اور بنظر سرشت انسان کے اُسکے لیے بظاہر چار ہی سمت ہین یعنی دہنے بائین آگے پیچھے اور شریعت کی بنا انھین جیسے اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہے تو معلوم ہوا کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہے اور اسی کے دریافت مین کوشش آسان پڑتی ہے اور قبلہ کی علامتون کا سیکھنا بھی اس کے لیے دشوار نہین اور عین کا مقابل ہونا اسطرح ہوگا کہ اول مکہ معظمہ کا عرض خط استوا سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہیے پھر جس جگہ نمازی کھڑا ہے اُس مقام کا طول و عرض دریافت کرنا چاہیے پھر آپس مین مقابلہ کیا جائے اور خط عمودی کیلیے آلات و اسباب بہت سے درکار ہین حالانکہ شریعت کی بنا اُنپر یقیناً نہین غرضکہ قبلہ کی دلیلون مین سے جس قدر سیکھنا چاہیے وہ یہی ہے کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کے وقت وہ کہان ہوتا ہے اُسکا حال دریافت ہو جائے تو اسقدر سیکھ لینے سے وجوب ساقط ہو جائیگا اب اگر یہ پوچھو کہ مسافر اگر بدون ان باتون کے سیکھے سفر کرے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اُس راستہ مین گانون پاس

ف ١ اور جس جگہ تم ہو پھیر لو اپنا منھ اسی طرف ١٢

٢ کسی طرف کو اور پیٹھ بھی نہ کرو قبلہ کی طرف بلکہ مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف ١٢

روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ١٢ متفق علیہ بروایت انس رض ١٢

صحیح بخاری و مسلم بروایت ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ١٢

پاس پڑتے ہون نہین مسجدین بنی ہون یا اُسکے ساتھ کوئی قبلہ کی علامتون کا واقف کار ہو جس کے عادل اور تجربہ کار ہونے پر اعتماد ہو تب تو گنہگار
نہ ہوگا اور اگر ان باتون مین سے کوئی بھی نہوگی تو البتہ گنہگار ہوگا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اُسکو پیش ہی ہونے والا تھا اور قبلہ رُخ ہونا واجب
ہی تو اُسکا علم پہلے سے کیون نہ سیکھا تو اُسکا حال ایسا ہی ہوگیا جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے سے مسئلہ تیمم کا نہ سیکھے اور نماز نہ پڑھے تو اس صورت
مین بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گناہگار ہوگا۔ پھر اگر علامات کو سیکھ لیا اور راہ مین بباعث ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہوا یا بالکل سیکھا ہی
نہ تھا اور راہ مین کوئی ایسا نہ ملا جسکی تقلید کرتا تو ایسی صورت مین اُسپر واجب ہی کہ وقت پر نماز اپنے طور پر پڑھ کے پھر اُسکی قضا کرے
خواہ ٹھیک پڑھی ہو یا اور کسی طرف کو۔ اور اندھے آدمی کو بجز تقلید کے اور کوئی چارہ نہین تو جس شخص کو دین اور عقل مین معتمد جانے اُسکی تقلید
کرے بشرطیکہ قبلہ کے حال دریافت کرنے مین کوشش کرتا ہو اور اگر قبلہ سب کو معلوم ہو تو اندھے کو جائز ہی کہ جو کوئی بھی اُس سے خبر یا سفر مین رخ بتلادے
اُسکے قول پر اعتماد کرلے اور اندھے اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ مین سفر کرنا جائز نہین جسمین کوئی قبلہ پہچاننے والا نہو جیسے عامی آدمی کو ایسی بستی مین رہنا درست
نہین جسمین کوئی فقیہ نہو کہ شریعت کا حال مفصل جانتا ہو بلکہ اُس بستی سے ایسی جگہ ہجرت کرنی لازم ہی جہان کوئی اُسکو دین کی تعلیم کرے اور یہی حال ہی اگر
شہر مین فاسق فقیہ کے سوا دوسرا عالم نہو تو اس صورت مین بھی ہجرت لازم ہی اسلیے کہ فاسق کے فتوی پر اعتماد جائز نہین بلکہ فتوی کے قبول کیلیے عدالت
شرط ہی جیسا کہ روایت مین ہی اور اگر ایسا شخص فقیہ ہو جسکا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل شخص عالم نہ ملے تو اس مستور کا قول قبول کرنا
جائز ہی اسلیے کہ شہرون مین مسافر سے نہین ہوسکتا کہ مفتیون کی عدالت تحقیق کرتا پھرے پس اگر اُسکو ریشم پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اُسکے بدن پر ہو جسمین ریشم
غالب ہو یا سونے کے زین پر سوار ہو تو ایسی صورت مین وہ کُھلا فاسق ہی اُسکے قول کا ماننا ممتنع ہی اُسکے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اُس سے مسئلہ
پوچھے اور اسی طرح اگر اُسکو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جسکا اکثر مال حرام ہی یا اُس سے روزینہ خواہ انعام لیتا ہی اور یہ تحقیق نہین کرتا کہ
وجہ حلال کا ہی یا نہین تو یہ باتین بھی فسق کی ہین اور عدالت مین خلل ڈالتی ہین اور فتوی کے قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع
ہین اور پانچون وقتون کا پہچاننا سفر مین ضروری ہی تو ظہر کا وقت زوال پر داخل ہوتا ہی اور ہر شخص کا سایہ آفتاب کے نکلنے کے بعد مغرب کیطرف کو
لمبا ہوا کرتا ہی پھر جسقدر دن چڑھتا جاتا ہی وہ سایہ کم ہوتا جاتا ہی زوال کے وقت تک پھر پورب کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہی اور غروب تک بڑھتا
رہتا ہی تو دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہ خواہ خود کھڑا ہو جائے خواہ ایک لکڑی سیدھی دھوپ مین گاڑ دے اور اُسکے سایہ کے سرے پر کچھ نشان
کردے پھر ایک ساعت کے بعد اُس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے کم ہوگیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہین آیا اور اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت آگیا اور ایک
طریق اُسکے پہچاننے کا یہ ہی کہ اپنے شہر مین جہان موذن کی اذان پر اعتماد ہو اُسکی اذان کیوقت اپنا سایہ ناپ لے اگر مثلاً تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر
مین جسوقت سایہ تین قدم ہوکر زیادہ ہونے لگے اُسوقت نماز پڑھ لے اور جب ساڑھے نو قدم سایہ ہو اُسوقت عصر کا وقت داخل ہوگا کیونکہ ہر
شخص کا سایہ اُسکے قدم سے ساڑھے چھ قدم تخمیناً ہوتا ہی اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو پر ایک مثل ہوجائیگا پھر اگر سفر گرمیون کے سبب سے
بڑے دن کے بعد شروع کیا ہوگا تو سایۂ زوال ہر روز کسی قدر زائد ہوتا جاویگا اور اگر جاڑون کے سبب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہوگا تو سایہ ہر روز
کم ہوتا جائیگا اور زوال کے پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہی کہ مسافر اپنے ساتھ میزان زوال رکھے اور اس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بدلنے کو دیکھ لے
اور اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رخ آدمی کے فلان موقع پر ہوتا ہی تو سفر مین اگر ایسی جگہ ہوگا جہان قبلہ کسی اور علامت

سے معلوم ہے تو اُس جگہ زوال کا معلوم ہو جانا ممکن ہے کہ جب قبلہ رُخ ہو کر آفتاب کو موقع مذکور پر پاوے معلوم کرلے کہ زوال کا وقت ہو گیا ۔ اور
مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہے اور جس صورت میں کہ پہاڑوں کے سبب سے غروب کی جگہ نظر نہ آوے تو مشرق کی طرف سیاہی پر
غور کرے جب سیاہی مشرق کے افق سے ایک نیزہ اونچی ہو جاوے اُسوقت مغرب کا وقت ہو جاتا ہے ۔ اور عشا کا وقت شفق کی سرخی کے غائب
ہونے سے ہوتا ہے اور اگر پہاڑوں کی آڑ سے شفق کا حال معلوم نہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے کثرت سے نکل آویں تو جانے
کہ شفق نہیں رہی کیونکہ وہ سُرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتے ہیں ۔ اور صبح کا وقت اسطرح معلوم کرے کہ اول ایک روشنی لمبی مثل
بھیڑیے کی دم کے مشرق کی جانب پیدا ہوتی ہے اور افق پر کچھ اُس کی علامت نہیں ہوتی وہ صبح جھوٹی ہوتی ہے اُسکا کچھ اعتبار نہیں پھر کچھ
عرصہ گذرنے کے بعد ایک سفیدی چوڑی ظاہر ہوتی ہے کہ اُسکا معلوم کرنا آنکھ سے دشوار نہیں اسلیئے کہ ظاہر ہوتی ہے اور افق تک ہوتی ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہیں ہوتی اور دونوں ہتھیلیوں کو ملا دیا بلکہ صبح ایسی ہوتی ہے اور ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ دیا
اور دونوں کو کھول دیا اس میں اشارہ فرمایا کہ وہ عریض اور پھیلی ہوتی ہے اور بعضی دفعہ صبح پر منزلوں سے استدلال کیا کرتے ہیں اور
یہ صورت تخمین کی ہے نہ تحقیق کی اسلیئے ہمیں اعتماد مشاہدہ پر کرے یعنی جب عرض میں روشنی پھیلی دیکھے جانے کہ صبح ہو گئی ۔ اور بعض لوگوں نے
کہا ہے کہ صبح آفتاب کے طلوع سے چار منزل پیشتر نکلتی ہے یعنی قریب ایک پہر کے اور یہ غلطی ہے اسلیئے کہ اُسوقت فجر کاذب ہوتی ہے اور تحقیق والوں کے
نزدیک صبح صادق آفتاب کے طلوع سے دو منزل پیشتر ہوتی ہے اور یہ بھی تخمینی بات ہے قابل اعتماد نہیں اسلیئے کہ بعض منزلیں ٹیڑھی ہوتی اور ترچھی
نکلتی ہیں اُنکے طلوع کا زمانہ کم ہوتا ہے اور بعض سیدھی نکلتی ہیں تو اُنکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہے اور یہ امر ہر ملک میں مختلف ہوتا ہے جس کا
ذکر کرنا طول کلام چاہتا ہے ہاں منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ صبح کا قریب ہونا اور دیر میں ہونا معلوم ہو جاتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ابتدا
وقت صبح کو دو منزل کہدیں حاصل یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہیں تو انمیں سے ایک منزل تو قطعاً صبح کاذب کی ہے اور جب
دو منزل کے قریب طلوع آفتاب کو رہجاتی ہیں تو اُسوقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہے اب ان دونوں صبحوں کے بیچ میں قریب دو تہائی ایک منزل
کے وقت مشکوک رہتا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ صبح کاذب کا حصہ ہے یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہے کہ جسمیں سفیدی کا ظہور اور انتشار شروع
ہوتا ہے اور ابھی پھیلتا نہیں تو اُسوقت سے روزہ دار کو چاہیئے کہ سحر کھانی موقوف کرے اور شب بیدار نماز وتر کو وقت مذکور سے پہلے ختم
اور جب تک یہ وقت گذر نہ جائے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی گذر جائے اُسوقت نماز پڑھے اور اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس
وقت میں ٹھیک ٹھیک ایسا معلوم کرے کہ اسمیں سحر کے لیے باقی ہے اور مثلاً اُسکے بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات آدمی کی قدرت میں نہیں
بلکہ مہلت ضرور ہے کیونکہ اعتماد آنکھ سے دیکھنے پر ہے اور آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد جبھی ہے کہ روشنی عرض میں پھیل جاوے اور زردی کا آغاز شروع ہو جاتا
اور اس باب میں بہت لوگوں نے غلطی کی ہے وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہے جو ابو عیسیٰ ترمذی
نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں طلق بن علی رض سے مسند روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور چاہیئے کہ تمکو روشنی
اوپر چڑھنے والی مضطرب نکرے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سرخی پھیل جاوے تو یہ حدیث سرخی کے لحاظ کرنے میں صریح ہے اور ابو عیسیٰ
نے فرمایا کہ اس باب میں عدی ابن حاتم اور ابو ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسپر عمل اہل علم کے نزدیک ہے

[illegible]

ہی اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو جب تک روشنی لمبی رہے اس سے معلوم ہوا کہ زردی کے ظہور کے سوا اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور وہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہی اور مسافر کو ضرورت اوقات کے پہچاننے کی اسلیے ہوتی ہی کہ بعض اوقات کوچ سے پیشتر نماز پڑھ لینی چاہتا ہی تاکہ راہ مین سواری سے اُترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہی کہ نماز سونے سے پیشتر ادا کرکے جلدی سے آرام کرے پس اگر اول وقت کی فضیلت سے قطع نظر کرکے تھوڑی کلفت اُترنے کی اور دیر کر سونے کی اپنے نفس پر گوارا کرے اور یقینی وقت مین نماز پڑھے تو اوقات سیکھنے کی ضرورت بھی نہ رہے اسلیے کہ وقت اوقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہی کہ اول وقت کونسا ہی اور درمیانی اوقات تو ہر شخص نمازی جانا کرتا ہی۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلے اللہ علی کل عبد مصطفے

آٹھوان باب سماع یعنی راگ و وجد کے آداب مین

رُباعی

اسرار دلی راگ سے ہوتے ہین عیان | ہی راگ غذا اے روح ہر اک انسان
شرطون کے موافق ہو گر تو اُس سے | حاصل یہی ہوتا ہی نفاق اور عصیان

واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر مین آگ مخفی رہتی ہی یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہی اسی طرح دلون کے اور باطن کے جواہر اور اسرار اُنمین پوشیدہ ہین اور اُنکے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہین دلون کیطرف راستہ بجز کان کے معدوم ہی نغمات موزون و لذیذ اُنکے اندر کے راز ظاہر کرتے ہین خواہ بُرے ہون یا بھلے کیونکہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہی کہ جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اسمین بھرا ہی اُسی طرح راگ بھی دلونکے حق مین سچی کسوٹی ہی جب اس سے دلونکو حرکت ہوگی تو اُنسے وہی باتین ظاہر ہونگی جو اُنپر غالب ہین اور از انجا کہ دل بالطبع راگ کے مطیع ہین یہانتک کہ اُسکے سبب سے اپنی بُرائی بھلائی سب ظاہر کر دیتے ہین تو ضرور ہوا کہ سماع اور وجد کو مشرح ذکر کیا جائے اور ان دونون کے فوائد و آفات اور آداب و ہیأت اور علما کا اختلاف اس باب مین کہ یہ ممنوع ہین یا مباح بتفصیل بیان ہو اور ہم ان امور کو دو فصلون مین ذکر کرتے ہین

پہلی فصل راگ کے مباح ہونے مین علما کے اختلاف کا ذکر اور جو بات کہ اس باب مین حق ہی۔ اور اسمین چار بیان ہین۔ واضح ہو کہ اول راگ ہوتا ہی اور اُس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہی جسکو وجد کہتے ہین اور وجد کے سبب سے اعضا کو حرکت ہوتی ہی وہ اگر غیر موزون ہوتی ہی تو اسکو اضطراب کہتے ہین اور اگر موزون ہوتی ہی تو تال اور ناچ نام ہوتا ہی اب ہم اول راگ کا حکم لکھتے ہین اور جتنے اقوال مختلف اس باب مین ہین اُنکو نقل کرتے ہین پھر راگ کی اباحت کا ذکر کرینگے اور سب کے آخر مین اُن لوگونکی حجت کا جواب دینگے جو اسکی حرمت کے قائل ہین

پہلا بیان علما اور صوفیہ کے اقوال راگ کی حلت و حرمت مین۔ قاضی ابوطیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت علما سے ایسے الفاظ نقل کیے ہین جنسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سب راگ کی حرمت کے قائل تھے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ

نے کتاب آداب القضا مین فرمایا ہی کہ گانا ایک بُرا کھیل ہی باطل کیطرح کا جو شخص اُسکا مرتکب زیادہ ہو وہ بیوقوف ہی اُسکی گواہی نمانی جاسے اور قاضی ابوطیب نے فرمایا ہی کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے سننا جو مرد کی محرم نہو کسی حال مین درست نہین خواہ وہ کھلی ہو یا پردہ کی آڑ مین اور آزاد ہو یا لونڈی اور حضرت امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ جب لونڈی کا مالک لوگونکو اُسکے گیت سننے کے لیے جمع کرے تو وہ سفلہ ہی اُس کی گواہی نمانی جائیگی اور یہ بھی انھین سے منقول ہی کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانی بُری جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زندیقونکی ایجاد کی ہوئی ہی تاکہ اُسکے باعث قرآن سے غافل ہوجائین اور امام شافعی رح یہ بھی فرماتے ہین کہ نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہی بہ نسبت ملاہی کے دوسری چیز سے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہی اور مین شطرنج کھیلنا پسند نہین کرتا اور جن چیزون سے لوگ کھیلتے ہین مین سبکو مکروہ جانتا ہون کیونکہ کھیلنا دین اور مروت والونکا کام نہین۔ اور امام مالک رح نے راگ سے منع فرمایا اور فتوی دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ یہ گانیوالی ہی تو مشتری کو جائز ہی کہ اُسکو واپس کردے اور یہی مذہب تمام اہل مدینہ منورہ کا ہی بجز ایک شخص تنہا ابراہیم بن سعد کے اور امام ابوحنیفہ رح ان ملاہی کو سب کو بُرا جانتے تھے اور راگ سننے کو گناہ فرماتے تھے اور یہی حال تمام اہل کوفہ سفیان ثوری و حماد و ابراہیم اور شعبی وغیرہم کا ہی یہ سب اقوال ابوطیب طبری نے نقل کیے ہین اور ابوطالب مکی رح نے بہت لوگون سے اباحت راگ کی نقل کی ہی اور فرمایا ہی کہ صحابہ کرام مین سے عبداللہ بن جعفر رض اور ابن زبیر رض اور مغیرہ بن شعبہ رض اور معاویہ رض وغیرہم نے سنا ہی اور بہت سے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے اسکو سنا ہی اور یہ بھی ذکر کیا ہی کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے برس کے افضل دنوں مین سماع سنتے چلے آئے ہین اور وہ ایسے چیدہ روز ہین جن مین اللہ تعالی نے اپنے بندون کو ذکر کا حکم فرمایا ہی جیسے ایام تشریق ہین اور مکہ معظمہ والون کی طرح مدینہ مطہرہ والے ہمیشہ راگ سنتے رہے ہمارے اس زمانہ تک چنانچہ ہمنے ابومروان قاضی کو دیکھا کہ اُنکے پاس چند لونڈیان گانے والی تھین جنکو صوفیون کے لیے رکھ چھوڑا تھا وہ لوگونکو راگ سنایا کرتی تھین اور حضرت عطا رح کے پاس دو لونڈیان گانے والی تھین اُنکے دوست اُنکا راگ سنا کرتے تھے اور یہ بھی ابوطالب کا قول ہی کہ ابوالحسن بن سالم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم راگ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرات جنید اور سری سقطی اور ذوالنون رح راگ سنا کرتے تھے اُنھون نے کہا کہ مین اُسکو کیسے انکار کرون کہ مجھ سے بہتر شخصون نے اُسکو جائز کہا ہی اور سنا ہی چنانچہ عبداللہ بن جعفر طیار رض سنا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مین تو صرف انکار لہو اور لعب کا راگ مین کرتا ہون اور یحیی بن معاذ رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ تین چیزین ہم سے جاتی رہین اور اب وہ ہمکو ہمیشہ کم ہی ہوتی نظر آتی ہین اول خوبصورت ہونا مع محفوظ رہنے کے دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بھائی بندی وفا کے ساتھ اور مین نے یہی قول بعینہ بعض کتابون مین حارث محاسبی رح سے منقول لکھا ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ حارث بھی باوجود اپنے زہد اور حفاظت در دین مین جد و جہد و آمادگی کے راگ کو جائز جانتے تھے۔ اور ابن مجاہد کا دستور تھا کہ دعوت بھی منظور کرتے تھے کہ اس مین راگ بھی ہو۔ اور کسی بزرگ سے منقول ہی کہ ایکبار ہم ایک دعوت مین گئے جس مین ابوالقاسم بنت منیع کے نواسے اور ابوبکر بن ابی داؤد اور ابن مجاہد اور دوسرے اُنکے ہمسر تھے اتنے مین راگ موجود ہوا ابن مجاہد نے بنت منیع کے نواسے کو ترغیب شروع کی کہ ابن ابی داؤد کو راگ سننے کو کہو ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے نقل کی ہی کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح راگ کو بُرا جانتے تھے اور میرا باپ بھی اسکو بُرا سمجھتا تھا اور مین اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہون اور ابوالقاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن منیع نے مجھ سے بیان کیا صالح بن احمد سے کہ اُنکا باپ ابن خبازہ

کا قول سنا کرتا تھا ابن مجاہد نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ تم تو اپنے باپ کے قول سے مجھکو معاف کرو اور ابوالقاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجھے معاف رکھو پھر ابوبکر کیطرف مخاطب ہوکر کہا کہ اگر کوئی ایک شعر پڑھے تو کیا وہ تمھارے نزدیک حرام ہے ابن ابی داؤد نے کہا کہ نہیں پھر پوچھا کہ اگر وہ شخص پڑھنے والا خوش آواز ہو تو اسکا شعر پڑھنا حرام ہو جائیگا انھوں نے کہا نہیں پھر پوچھا کہ اگر شعر کو ایسی طرح پڑھے کہ جو ممدود حروف تھا وہ مقصور ہو جاوے اور مقصور ممدود تو کیا اسپر حرام ہوگا ابوبکر نے کہا کہ میں ایک شیطان پر تو غالب ہی نہیں آیا اب دو پر کیسے غالب ہونا - اور ابوالحسین عسقلانی اسود جو اولیا میں سے تھے راگ سنتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے باب میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں منکرون پر رد کیا ہے اور بہت سے لوگوں نے منکرون کے اقوال کے رد میں کتابیں لکھی ہیں - اور کسی بزرگ سے منقول ہے کہ میں نے خضر ؑ کو دیکھا اور اُنسے عرض کیا کہ آپ اس راگ کے باب میں کیا فرماتے ہیں جسمیں ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ وہ بے کدورت اور صاف ہے کہ بجز عالمون کے قدم کے اس پر کوئی نہیں جمتا - اور ممشاد دینوری رحمہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اس راگ میں سے آپ کچھ برا جانتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس میں سے کچھ برا نہیں جانتا مگر اُنسے کہدینا کہ اس سے پیشتر قرآن پڑھا کریں اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کریں - اور طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو علماء میں سے تھے کہتے ہیں کہ میں مسجد جامع جدہ میں سمندر کے کنارہ پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں کچھ کہتے ہیں اور سنتے ہیں میں نے دل میں برا جانا اور کہا کہ خدا تعالی کے گھر میں شعر پڑھتے ہیں پس اُسی رات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اُسی گوشہ میں بیٹھے ہیں اور آپ کے برابر حضرت صدیق اکبر ؓ ہیں اور حضرت صدیق ؓ کچھ شعر پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور وجد کی سی حالت میں ہو کر اپنا دست مبارک سینہ شریف پر رکھتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھکو نہیں مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے انکو برا جانوں یہاں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور حضرت صدیق ؓ سناتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہذا حق بحق یا یون فرمایا کہ حق من حق مجھکو صحیح یاد نہیں رہا کہ کونسا لفظ فرمایا اور حضرت جنید رحمہ نے فرمایا کہ اس جماعت پر تین جگہ میں رحمت اترتی ہے ایک کھانے کے وقت اسلیئے کہ بدون فاقہ کے یہ لوگ نہیں کھایا کرتے دوم باہم ذکر کرنے کے وقت کیونکہ یہ صدیقوں کے مقامون کے اور کسی چیز کا ذکر نہیں کرتے سوم راگ سننے کے وقت اسوجہ سے کہ اُسکو وجد کے ساتھ سنتے ہیں اور حق کے سامنے ہوتے ہیں - اور ابن جریج سے منقول ہے کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے اُنسے پوچھا کہ قیامت کے روز راگ آپکی حسنات میں ہوگا یا سیئات میں فرمایا کہ نہ حسنات میں ہوگا نہ سیئات میں اسلیئے کہ لغو کے مشابہ ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم یہ اقوال راگ کے باب میں منقول ہیں اور جو شخص تقلید میں حق کا طالب ہوتا ہے جب یہ سب اقوال کو دیکھتا ہے تو بعض روایات ایک دوسرے کے معارض پاکر حیران رہجاتا ہے یا بحکم رغبت طبع کسی ایک طرف مائل ہوجاتا ہے اور یہ امر نقصان میں داخل ہے بلکہ چاہیئے کہ حق کو حق کے طور پر طلب کرے یعنی جتنی باتیں ہیں ممنوع یا مباح معلوم ہوں ہر ایک کا حال دریافت کرے تاکہ انجام کار امر حق واضح ہوجائے جیسا ہم ذکر کرتے ہیں

دوسرا بیان سماع کے مباح ہونیکی دلیل میں جاننا چاہیئے کہ جو شخص راگ کو حرام کہتا ہے اُسکے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالی اُس پر عذاب کریگا اور یہ بات ایسی نہیں کہ صرف عقل سے معلوم ہو جائے بلکہ اُسکے لیے دلیل نقلی چاہیئے اور شرعیات کی معرفت تو منحصر ہے نص میں اور قیاس میں منصوص

چیز پر کیا جائے اور نص سے ہماری غرض وہ بات ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہو اور قیاس سے وہ معنی مراد ہین جو آپکے الفاظ اور افعال سے سمجھ مین آتے ہون پس اگر کسی چیز مین نہ نص ہو نہ قیاس راست آتا ہو تو اس چیز کی حرمت کا قول باطل ہی بلکہ وہ چیز دوسرے مباحات کیطرح متصور ہوگی کہ اُسکے فعل مین کچھ حرج نہین اب راگ کو جو ہم دیکھتے ہین تو اسکی حرمت پر نہ تو کوئی نص دلالت کرتا ہی اور نہ قیاس چنانچہ یہ امر بیان چہارم سے پایہ وضوح کو پہونچیگا جسمین ہمنے قائلین حرمت کی دلیلونکا جواب لکھا ہی اور جب اُنکی دلیلونکا جواب ہولیا ہوجائیگا تو اباحت کے لیے یہ طریق کافی ہوگا مگر یہان دوسرا طریق ہم بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نص اور قیاس دونون راگ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہین قیاس تو اسطرح ہی کہ راگ مین کئی باتین مجتمع ہین تو چاہیے کہ اول اُن باتون کو جدا جدا دیکھین پھر مجموعہ پر لحاظ کرین یعنی راگ کیا ہی کہ سُننا آواز خوش اور موزون کا جسکے معنی سمجھ مین آدین اور دل کو حرکت دین تو اس تعریف مین وصف عام آواز خوش ہی پھر اسکی بھی دو قسمین ہین ایک موزون اور ایک غیر موزون اور موزون بھی دو قسم ہی ایک وہ کہ سمجھ مین آوے جیسے اشعار ہوتے ہین اور ایک وہ کہ سمجھ مین نہ آوے جیسے جمادات اور حیوانات کی آوازین ہین پھر خوش آوازون کا سننا باعتبار اچھا ہونیکے ایسی چیز نہین کہ حرام ہو بلکہ نص اور قیاس کی رو سے حلال ہی قیاس تو یہ ہی کہ اُسکا مآل یہ ہی کہ حاسہ سمع اپنی مخصوص چیز سے لذت پاتا ہی اور انسان کے لیے ایک عقل اور پانچ حواس ہین اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہی اور جو چیزین اُس سے مدرک ہوتی ہین ان مین سے بعض لذت کی ہوتی ہین اور بعض بری مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور اچھا چہرہ اور تمام خوبصورت رنگونکے دیکھنے سے لذت ہوتی ہی اور میلے رنگون اور بری صورتون وغیرہ دیکھنے کو برا جانتی ہی اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبوؤن سے لذت اور بدبوؤن سے نفرت ہی ذائقہ کو لذیذ چیزین مثلاً چکنی اور شیرین اور کھٹی اور چٹ پٹی اچھی معلوم ہوتی ہین اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور سیٹھی بری معلوم ہوتی ہین اور حاسہ لمس کو نرمی اور چکنا ہٹ اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہی اور کھردرا پن اور اونچا نیچا پن برا معلوم ہوتا ہی اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہی اور جہالت اور بلادت سے نفرت اور یہی حال اُن اشیا کا ہی جو حاسہ سمع سے معلوم ہوتی ہین کہ بعض لذیذ ہونگی جیسے بلبلون کے چہچہے اور عمدہ باجونکی آواز اور بعض کریہ ہونگی جیسے گدہے کی آواز تو اس حاسہ کی لذت کو اور حاسون کی لذت پر قیاس کرنا نہایت ظاہر ہی اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ سننا آواز خوش کا مباح ہی کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر آواز خوش سے احسان جتایا ہی چنانچہ ارشاد فرمایا یزید فی الخلق ما یشاء کہتے ہین کہ اس سے مراد آواز خوش ہی اور حدیث مین ہی ما بعث اللہ نبیا الا حسن الصوت اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کو آواز خوش سے پڑھے اللہ تعالی اسکی تلاوت کو زیادہ سنتا ہی بنسبت گانے والی لونڈی کے مالک کے اپنی لونڈی کے راگ کو۔ اور ایک حدیث مین حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد ہی کہ وہ اپنے نفس پر نوحہ کرتے تھے اور زبور کی تلاوت مین خوش آواز تھے یہانتک کہ اُنکی آواز سننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرند جمع ہوا کرتے تھے اور آپ کی مجلس سے چارسو کے قریب جنازے اُٹھا کرتے تھے کئی وقتو مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسی اشعری کی تعریف مین فرمایا لقد اعطی مزمارا من مزامیر آل داؤد اور اللہ تعالی کا ارشاد ان انکر الاصوات لصوت الحمیر اپنے مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت کرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش مباح اس شرط سے ہی کہ قرآن کی تلاوت مین ہو تو اسکو یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سننا حرام ہی کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہین اور اگر صوت بلبل بھی کا سننا درست ہی تو جس آواز خوش مین حکمت و معنی صحیح پائے جائین اُنکا سننا کیون

ناجائز ہوگا اور ظاہر ہی کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہین یہ بحث تو خوش آوازی مین ہوئی اب دوسری بات کی بحث کرتے ہین یعنی خوش آوازی
کے ساتھ موزونی بھی ہو کہ وزن اور چیز ہی اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آواز اچھی ہوتی ہی مگر وزن نہین ہوتا اور بعض اوقات موزون
ہوتی ہی اچھی نہین ہوتی اور موزون آوازین بلحاظ اپنے مخارج کے تین ہین ایک وہ کہ جماد سے نکلین جیسے مزامیر اور تارون کی آوازین
اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز ہی دوسرے وہ کہ انسان کے گلے سے نکلین تیسرے وہ کہ حیوانون کے گلے سے نکلین جیسے بلبلون اور قمریون اور
دوسرے جانورون خوش الحان سجع والون کی آواز کہ اس قسم کی آوازین اچھی بھی ہوتی ہین اور موزون بھی اور انکا آغاز و انجام متناسب ہوتا ہی
اور اسی جہت سے انکا سننا اچھا معلوم ہوتا ہی اور آواز وہین اصل حیوانات کے گلے ہین کہ مزامیر کو انھین کے مشابہ بنالیا ہی تاکہ صنعت خلقت
کے مشابہ ہوجائے اور جتنی چیزین کہ کاریگرون نے ایجاد کی ہین کوئی ایسی نہین جسکی مثال خداے تعالی کی مخلوق مین نہ ہو اول مبدا فیاض
نے اسکو اختراع فرمایا پھر اس سے کاریگرون نے سیکھکر خالق کا اقتدا کیا اور اسکی شرح طول چاہتی ہی حاصل یہ کہ ان آوازونکا سننا حرام نہین
ہوسکتا اسوجہ سے کہ اچھی ہین یا موزون ہین کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہین کہ بلبل کی آواز سننی حرام ہی یا کسی اور پرندکی اور سب پرندون کے
گلے یکسان ہین ایک کی حرام ہو اور دوسرے کی نہو یہ ہو نہین سکتا اور نہ جماد اور حیوان مین کچھ فرق ہی کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور
جماد کی نادرست تو چاہیے کہ جتنی آوازین کہ تمام اجسام سے آدمی کے اختیار سے نکلتی ہین انکو بلبل کی آواز پر قیاس کیا جائے مثلاً جو آدمی
کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت لگائے یا ڈھولکی اور دف وغیرہ بجائے سب جائز ہووین اور انمین سے انکا استثنا کیا جائے جنکو شرع
نے منع کیا ہی یعنی آلات لہو اور تار کے باجے اور انکی حرمت لذت کے باعث نہین اسلیے کہ اگر لذت کیوجہ سے یہ چیزین حرام ہوتین تو جن چیزون
سے آدمی لذت پاتا ہی سب حرام ہوتین بلکہ انکی حرمت کی یہ وجہ ہی کہ لوگونکو شراب کی حرص زیادہ تھی اسلیے اس کی حرمت اس درجہ کو
سخت ہوئی کہ ابتدا مین مٹکون کے توڑنے کا حکم ہوا اور اسی کی حرمت کے لحاظ سے جو باتین کہ میخوارون کے شعار مین سے تھین مثل مزامیر
وغیرہ کے وہ بھی حرام ہوئین کہ یہ چیزین اسکی توابع ہین جیسے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہی اسوجہ سے کہ وہ مقدمہ ہی جماع کا یا جیسے ران
کا دیکھنا حرام ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ملحق ہی اور شراب بمقدار قلیل حرام ہوئی گو نشہ نہ کرے اسلیے کہ تھوڑی کا عادی ہونا بہت کی نوبت
پہونچائیگا اور جتنی چیزین حرام ہین انکے لیے ایک حد اور احاطہ انکے متصل ہی کہ حرمت اس تک موجود ہی تاکہ حرام کی آڑ اور مانع اسکے آس پاس ہی
جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہی اور اللہ تعالی کا رمنہ اسکے محرمات ہین غرضکہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب
کی تبعیت کی وجہ سے ہوئی ہی اور اس کے تین سبب ہین اول یہ کہ یہ چیزین مے نوشی کی طرف بلاتی ہین کیونکہ جو لذت انسے حاصل ہوتی ہی وہ شراب
ہی سے کامل ہوتی ہی اور اسی سبب سے تھوڑی سی شراب حرام ہوئی کہ بہت کیطرف داعی ہوتی ہی دوسرا سبب یہ ہی کہ جسکو شراب چھوڑے تھوڑے
دن ہوے ہون اسکو یہ آلات وہی شراب کے جلسے یاد دلاتے ہین تو یہ یاد کا سبب پڑتے ہین اور یاد سے شوق ابھرتا ہی اور شوق جب زیادہ ابھرتا
ہی تو وہ فعل پر جرات کا سبب ہوتا ہی اور اسی علت کے باعث ابتدا مین دبا اور مزفت اور حنتم اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے برتن ہوتے
تھے ممنوع الاستعمال ہوگئے کیونکہ ان برتنون کے دیکھنے سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت سے جدا ہی کیونکہ پہلی مین مذکر لذت معتبر نہ تھا
اور یہان معتبر ہی پس اگر راگ ایسی طرح ہو کہ جو شخص میخواری کے ساتھ سننے کا عادی ہو اسکو میخواری یاد دلائے تو وہ شخص راگ سے اسی وجہ سے

منع کیا جایگا تیسرا سبب یہ ہے کہ ان آلات پر اجتماع کرنا اہل فسق کی عادت ہے تو اُسکی مشابہت سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ انھین مین سے ہوتا ہے اور اسی علت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ اگر کسی سنت کو اہل بدعت نے اپنا شعار کر لیا ہو تو اُن کی مشابہت کے خوف سے اُس سنت کا ترک کرنا جائز ہے اور اسی علت کی وجہ سے درو بجانا حرام ہے کہ اُسکو ہندو والے بجاتے ہین اور سابق مین ہیجڑے بجایا کرتے تھے اگر اُس مین مشابہت نہوتی تو یہ بھی مثل حج کے یا جہاد کے ڈھول کے ہوتا اور اسی علت پر یہ متفرع ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مجلس مزین کرین اور اس مین آلات مے نوشی اور پیالے شراب کے جمع کرین اور اُنمین سکنجبین ڈال دین اور ایک ساقی مقرر کرین کہ وہ اُن کو بھر بھر لائے اور ساقی سے لیکر پیتے جائین اور اپنی بولیان معمولی شراب نوشی کی بولتے جاوین تو یہ فعل حرام ہوگا اگرچہ سکنجبین کا پینا مباح ہے مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اُسکو پیا اس لیے پینا حرام ہوا اور اسی وجہ سے قبا پہننے اور سر کے بالون کے چھلے رکھانے سے اُن بستیون مین منع کیا جائے جہان یہ طور اہل فساد کا ہو اور ما وراء النہر کے شہرون مین چونکہ یہ طور اہل صلاح کا ہے منع کرنا نچاہیے حاصل یہ ہے کہ انھین تینون علتون کے سبب سے مزامیر عراقی اور تارون کے باجے مثل عود اور چنگ اور رباب اور سارنگی وغیرہ حرام ہو اور اُنکے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کیے گئے جیسے شاہین چرواہون اور حاجیون کے اور شاہین ڈھول والون کے اور نقارہ اور جن آلات مین سے آپ ہی آواز موزون نکلتی ہے اور مے نوشون کی عادت اُنکے بجانے کی نہین وہ سب اسلیے مباح ہوے کہ نہ شراب سے متعلق ہین اور نہ اُسکی یاد دلاتے ہین اور نہ شایق مے نوشی کرتے ہین اور نہ موجب مشابہت اُس فرقہ کے ہین اسلیے اصل اباحت پر مثل پرندون کی آواز کے باقی رہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص تارون کے باجے کو ناموزون بجائے کہ اُس سے لذت بھی نہو تب بھی وہ حرام ہی ہین اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکی حرمت مین علت صرف لذت نہین اور نہ طیب ہونا بلکہ قیاس کی رو سے تو سب طیبات حلال ہین بجز اُنکے جنکی حلت مین کوئی فساد ہو اللہ تعالی فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق تو یہ آوازین اس جہت سے حرام نہین کہ وہ موزون ہین بلکہ اُنکی حرمت ایک امر عارض کی جہت سے ہے اور امور عارضہ جنکے باعث راگ حرام ہوتا ہے ہم اصلی بیان مین ذکر کرینگے تیسری بات راگ مین یہ ہے کہ سمجھ مین آتا ہے یعنی شعر ہوتا ہے اور شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہے تو قطعًا مباح ہوا اس لیے کہ اب فقط اتنی زیادتی ہوئی کہ کلام مفہوم ہو گیا اور کلام مفہوم حرام نہین اور آواز طیب اور موزون بھی حرام نہین تو جب افراد حرام نہوے تو مجموع کیسے حرام ہوگا ہان اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ شعر مین سے کیا مضمون سمجھ مین آتا ہے اگر اُسکا مفہوم امر ممنوع ہے تو اُسکی نثر اور نظم دونون حرام ہین اور اُسکو منھ سے نکالنا بھی حرام ہے خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہو اور اس باب مین حق وہ ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ شعر ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا ہے جب شعر کا پڑھنا بدون آواز اور نغمہ کے درست ہے تو نغمہ کے ساتھ بھی درست ہے اسلیے کہ جب افراد مباح ہوتے ہین تو مجموعہ بھی مباح ہوگا اور ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہین تو کل حرام نہین ہوتا بشرطیکہ مجموعہ مین کسی امر ممنوع کا شمول جو افراد مین نہ پایا جاتا ہو اور راگ مین کوئی ممنوع بات نہین پائی جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا ان من الشعر لحکمۃ اور حضرت عائشہ رض نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہے گئے وہ لوگ ہم کو کیشن تھا جنکی حمایت مین + مین پچھلا دن مین رہی اس طرح جیسے جلد آخر خارشتی کی اور صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ جب

شعر ترجمہ فارسی ہے ۱۲

بروایت عائشہ ۔۔۔ [illegible]

انشاد حسان بن ثابت [illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور بلال رضہ کو بخار چڑھا اور اُن دنوں مدینہ منورہ میں وبا تھی میں نے
حضرت صدیق اکبر رضہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پدر مہربان کیا حال ہی اور بلال سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق رضہ کو جب بخار
چڑھتا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے ہر ایک شخص کو ہوتی ہے صبح گھر میں ویلے + شراک نعل سے بھی موت ہے قریب اُس سے + اور بلال رضہ
کا جب بخار اُترتا تو بلند آواز سے یوں کہتے کاش میں جانتا کب ہو نگا اُس وادی میں + اذخر اک سمت کو ہو مجھ سے اور اک سو ہو جلیل +
پانی مجنہ کے ہوں چشمے کبھی میرا گذر + یا کسی روز پڑے شامہ و طفیل پہ نظر + حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس حال کی اطلاع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی ہم کو مدینہ ایسا محبوب کر دے جیسا ہم مکے سے محبت رکھتے ہیں یا اُس سے
بھی زیادہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ کے بنانے میں لوگوں کے ساتھ اینٹیں اُٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد
فرماتے تھے یہ شتر ہیں نہ شتر خیبر کے + یہ تو اچھے ہیں کہیں اور اطہر + اور ایک بار آپ نے یہ بھی فرمایا ہی عیش ہے گر یا الٰہی
تو ہی عیش آخرت + اہل ہجرت اور مدینے انصار کو کر رحمت + اور یہ مضمون صحیحین میں ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضہ
کے لیے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اُس پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار میں مباحثہ
اور خصومت کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہی جب تک وہ خصومت
اور مفاخرت اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے کرتا ہی اور جب نابغہ نے اپنا شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے
دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دانت نہ توڑے اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا کرتے تھے
اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے اور عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم کے سامنے سو قافیہ
امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار میں گویا مسلمان ہی
اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی انجشہ آپکا غلام تو عورتوں کے لیے حدی
پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے میں نرمی کر کہ اُن کے سوار
شیشہ کے برتن ہیں اور حدی خوانی اونٹوں کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضہ کے زمانہ میں ہمیشہ رہی اور وہ اشعار ہی
ہوتے ہیں کہ خوش آوازی اور موزون نغموں سے پڑھے جاتے ہیں اور صحابہ رضہ میں کسی سے اُسکا انکار منقول نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات اُسکی
التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹوں کی حرکت کے واسطے یا خود لذت حاصل کرنے کے لیے پس راگ اس جہت سے بھی حرام نہیں ہو سکتا کہ
وہ کلام لذیذ مفہوم ہی اور آواز خوش اور نغمہ موزون سے ادا کیا جاتا ہی چوتھی بات راگ میں یہ ہی کہ دل کو حرکت دیتا ہی اور جو چیز اُس پر
غالب ہوتی ہی اُسکو ابھارتا ہی تو اُس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہی کہ موزون نغموں کو روحوں کیساتھ مناسبت رکھی ہی یہاں
تک کہ وہ ارواح میں عجیب تاثیر کرتے ہیں مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہی اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہی کسی سے ہنسی کسی میں یہ اثر

ہی کہ اُس سے موزونیت کی حرکتین ہاتھ اور پانوٗن اور سر وغیرہ اعضا مین پیدا کر دیتا ہی اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ یہ بات شعر کے معانی سمجھنے سے ہوتی ہی بلکہ تارون کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہی یہانتک کہ کہتے ہین کہ جس شخص کو بہار اور اُسکے شگوفے اور ستار اور اُسکے نغمے حرکت نہ دین تو وہ مزاج کا خراب ہی اُسکی کوئی تدبیر نہین اور معنی کے سمجھنے سے کیسے کہہ سکتے ہین کہ یہ امر تو ذرا سے بچون مین بھی پایا جاتا ہی کہ جہان آواز خوش سے لوری دی وہ رونا چھوڑ کر چپکا اُسی آواز کو سنتا ہی اور اونٹ باوجود غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہی کہ بھاری بھاری بوجھ اُسکے سبب سے ہلکے جانتا ہی اور شدت نشاط مین بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہی اور حدی کا نشا اُسکو ایسا چڑھتا ہی کہ جب بیابانون مین جب بوجھ اور محمل سے تھکتا ہی تو جہان آواز حدی کی سنی گردن بڑھاتا ہی اور کان آواز حدی کیطرف لگا کر جلد چلتا ہی حتی کہ بوجھ اور محمل سب ہل جلکر ڈھیلے ہو جاتے ہین اور بعض اوقات بوجھ کی زیادتی اور سخت چلنے سے ہلاک بھی ہو جاتا ہی مگر اسوقت حدی کے سرور مین اسکو کچھ معلوم نہین ہوتا چنانچہ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری جو رقی کے نام سے مشہور ہین نقل کرتے ہین کہ مین جنگل مین تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجکو ملا اُن مین سے ایک شخص نے میری دعوت کی اور اپنے خیمہ مین لیگیا مین نے خیمہ مین گھسکر دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہی اور چند اونٹ پیش دروازہ مرے پڑے ہین اور ایک جو باقی ہی وہ بھی اتنا دُبلا اور مریض ہی کہ مرنے کے قریب ہی اُس غلام نے مجھسے کہا کہ تم مہمان ہو اور تمھارا حق ہی تم میری سفارش میرے آقا سے کرو کہ وہ مہمانون کی خاطر کرتا ہی تمھاری سفارش اتنی بات کے لیے رد نہ کریگا اور غالبًا مجکو قید سے چھوڑ دیگا جب وہ شخص کھانا لایا مینے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جبتک تم اس غلام کے باب مین میری سفارش منظور نہ کروگے مین کھانا نہ کھاؤنگا اُس شخص نے کہا کہ اس غلام نے مجکو محتاج کر دیا میرا سارا مال مار ڈالا مین نے پوچھا کہ اُسنے کیا کیا اُسنے کہا کہ میری گذران اونٹون کے کرایہ پر تھی اُس نے اُن پر بوجھ بہت لادا اُسکی آواز اچھی ہی جب اُسنے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن مین طے کر گئے جب اُنکے بوجھ اُتارے گئے تو سب مر گئے صرف ایک یہ رہ گیا ہی کہ وہ بھی قریب مرگ ہی مگر تم میرے مہمان ہو تمھاری خاطر سے مین نے یہ غلام تم کو ہبہ کیا مین نے چاہا کہ اُس کی آواز سنون صبح کو اُس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اُسوقت ایک کنوین سے پانی کا اونٹ لیے آتا تھا جب اُسنے اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ ادھر اُدھر دوڑنے لگا اور سب رسیان توڑ ڈالین اور مین بھی منھ کے بل گر پڑا مجکو گمان نہین ہوتا کہ مین نے اُس سے عمدہ آواز کبھی سنی ہو اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلون مین محسوس ہوتی ہی اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہو تو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور اور اونٹون اور پرندون بلکہ تمام بہائم سے طبیعت مین کثیف تر ہی اسلیے کہ موزون نغمون سے سبکو اثر ہوتا ہی شیخ سعدی رہ فرماتے ہین ؎ اشتر بشعر عرب درحالت ست و طرب ٭ گر ذوق نیست ترا کژطبع جانوری ٭ اور اسی وجہ سے پرند حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کو ہوا مین ٹھہر جاتے تھے اور جس صورت مین کہ راگ کو دلمین تاثیر کرنے کے لحاظ سے خیال کرین تو اُس پر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست نہین بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہی اور اُسکا حکم وہی ہی جو دل کے اندر کی چیز کا حکم ہی ابو سلیمان رح نے فرمایا ہی کہ راگ دلمین وہ بات نہین پیدا کرتا جو اُسمین موجود نہ ہو بلکہ جو بات دل کے اندر ہوتی ہی اُسکو حرکت دے دیتا ہی غرضکہ کلمات موزون اور مقفی کا لگانا چند موقعون پر خاص غرضون کے لیے دستور رہے جنسے دل مین اثر ہوا کرتا ہی اور وہ سات جگہ ہین - **اول** حاجیون کا گانا کہ وہ اول شہرون مین نقارہ اور شاہین بجاتے ہین اور راگ گاتے

پھرا کرتے ہیں اور یہ امر مباح ہے اسلیے کہ ان اشعار میں تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی اور جنگل
وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے اور اُسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر شوق پہلے سے ہوتا ہے تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہو جاتا ہے ورنہ شوق اُسوقت ابھر کھڑا
ہوتا ہے اور چونکہ حج کار ثواب ہے اور اُسکا شوق اچھا ہے تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہوگا اور جیسے وعظ کہنے والے کو جائز
ہے کہ وعظ میں کلام منظوم اور مقفی پڑھکر اور خانہ کعبہ اور افعال حج اور اُسکا ثواب بیان کرکے لوگوں کے حج کا اشتیاق بڑھاوے تو دوسرے
شخص کو بھی جائز ہوگا کہ نظم دلکش سے شوق عرب کا ابھارے اسلیے کہ وزن قافیہ جب کلام میں ہوتا ہے تو کلام کی تاثیر دل میں زیادہ ہوتی ہے اور
جب اُسپر آواز خوش اور نغمہ دلکش زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہے اور اگر نقارہ اور شاہین اور گت ہو تو تاثیر تگنی ہوتی ہے اور یہ سب امور
جائز ہیں بشرطیکہ اُنمیں مزمار اور تار کے باجے جو شراب خواروں کے تمغے ہیں داخل نہوں ہاں اگر اس راگ سے اُس شخص کا شوق دلانا منظور
ہو جسکو حج کو جانا جائز نہیں مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کر چکا ہے اور اب اُسکے ماں باپ اُسکو جانے کی اجازت نہیں دیتے تو اُسکے حق میں حج
کو جانا حرام ہے اور راگ سے اسکو شوق حج کا دلانا بھی حرام ہے اسلیے کہ حرام بات کا شوق دلانا بھی حرام ہے خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے
اسیطرح اگر راستہ مامون نہو اور اکثر تلف ہی ہوتے ہوں تب بھی تحریک و تشویق جائز نہیں **دوم** وہ اشعار جنکے غازی عادی ہیں لوگوں
کو جہاد پر ابھارنے کیلیے وہ بھی مباح ہیں جیسے حاجیوں کو مباح ہیں مگر چاہیے کہ غازیوں کے اشعار اور انکے گانے کے طریق اور ہوں
اور حاجیوں کے جدا کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافروں پر غیظ و غضب کی تحریک اور نفس و مال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے
اور بہادری کے اشعار سے ہوتا ہے جیسے متنبی نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہے ؎ مرے نہ تو جو تہہ تیغ ہو کے عزت سے + تو پھر
مریگا کبھی خواری اور ذلت سے + اور دوسرا شعر اسی مضمون کا اُس نے کہا ہے ؎ نامرد بزدلی کو سمجھتے ہیں احتیاط + یہ اصل میں ہے
دھوکا ہے طبع لئیم کا + اور کسی دوسرے کا شعر ہے ؎ ای برادر تو حدیث نبوی کو سن لے + باغ فردوس ہے تلواروں کے سایہ کے تلے +
اشعار شجاعت کے طریق جداگانہ ہیں اور تشویق کے جداگانہ اور شجاع بنانا امر مباح ہے جسوقت جہاد مباح ہو تو اور مستحب ہے اُسوقت
کہ جہاد مستحب ہو مگر انھیں لوگوں کے حق میں جنکو جہاد میں جانا جائز ہو **سوم** وہ اشعار جنکو بہادر مقابلہ کے وقت پڑھتے ہیں اُنسے مقصود
یہ ہوتا ہے کہ نفس شجاعت کرے اور مددگار دلیری پر اقدام کریں اور لڑنے میں اُنکو سرور و جوش کرے ان اشعار میں شجاعت اور فتح کی تعریف
ہوتی ہے اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہے تو دل پر اثر بہت ہوتا ہے اور انکا پڑھنا بھی مباح لڑائی میں مباح اور مستحب میں مستحب
ہوتا ہے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے میں ممنوع ہے اور اسی طرح ذمیوں کے لڑنے اور دوسری لڑائیوں میں کہ ممنوع ہوں اُن کا پڑھنا
ممنوع ہے کیونکہ ممنوع بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہے اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے جیسے
حضرت امام الاشجعین علی بن ابیطالب اور حضرت سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہما ایسا کرتے تھے اور اسی بنا پر ہم کہتے
ہیں کہ غازیوں کے لشکر میں شاہین کا بجانا نہ چاہیے اسلیے کہ اسکی آواز نرم کنندہ اور رنج پیدا کرنے والی ہے عقدہ شجاعت اُس سے ڈھیلی ہو جاتی ہے
اور نفس کی ہمتی مبدل بہ پستی ہوتی ہے اور اہل و عیال اور وطن کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جنگ میں کمزوری پڑتی ہے اسیطرح جتنی آوازیں
اور نغمات کہ دل کو نرم کریں اور حزن میں مبتلا کریں اور بہادری دلانے والے نغمات کے مخالف ہیں تو جو کوئی اُنکو اس قصد سے پڑھے

کہ دل متغیر ہوجاوین اور جنگ مین فتور پڑجاوے تو وہ گناہگار نافرمان ہوگا ہان اگر قتال ممنوع ہو اور اُس سے دل ہٹانے کی نیت سے کریگا تو مطیع ہوگا۔ **چہارم** نوحہ کی آوازین اور نغمات ہین اور انکی تاثیر یہ ہے کہ حزن کو اُبھارتی ہین اور رونا اور ہمیشہ کو اُداس کرنا اُنکا اثر ہے اور حزن دو طرح کا ہے ایک اچھا اور ایک بُرا حزن مذموم تو وہ ہے جو فوت ہوئی چیزون پر ہو کہ خداے تعالیٰ اُنپر غم نہ کرنے کے لیے ارشاد فرماتا ہے چنانچہ فرمایا لکیلا تاسوا علی ما فاتکم۔ اور مُردون پر غم کرنا بھی اسی مین داخل ہے کیونکہ گویا حکم الٰہی پر ناراض ہونا اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہے جسکے لیے کچھ تدارک نہین تو اس طرح کا حزن چونکہ مذموم ہے اسلیے نوحہ سے اسکو اُبھارنا بھی بُرا ہے اور یہین وجہ نوحہ کرنے سے صریح نہی آگئی اور حزن محمود وہ ہے کہ آدمی امر دین مین اپنے قاصر ہونے اور اپنی خطاؤن کو یاد کرنے پر حزن کرے اور اُسکے لیے رونا اور رونی صورت بنانی اور غم کرنا اور غم کی صورت کرنی اچھی ہے اور اسی پر حضرت آدم علیہ السلام روتے تھے تو اس غم کی تحریک اور تقویت اچھی ہے کیونکہ اس سے تدارک کی آمادگی ہوتی ہے اور اسی سبب سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ کرنا اچھا تھا کیونکہ دوام حزن اور کثرت گریہ خطاؤن اور گناہون کے باعث سے تھی چنانچہ آپ خود غم کرتے اور دوسرون کو غمگین کرتے اور آپ روتے اور دوسرون کو رلاتے تھے کہ آپ کے نوحہ کی مجلسون مین سے جنازے اُٹھتے تھے اور یہ نوحہ الفاظ اور نغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ اچھا ہے کیونکہ اچھی بات کی طرف پہونچانے وہ اچھا ہے اور اس بنا پر اگر کوئی واعظ خوش آواز منبر پر لحن سے کچھ اشعار غم مین ڈالنے والے اور دل نرم کرنے والے پڑھے یا روے اور رونی صورت اس لیے بناوے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤن پر غم کرین تو اسکو یہ افعال حرام نہونگے **پنجم** خوشی کے اوقات مین سرور کی تاکید کے لیے گانا کہ یہ مباح بھی ہے بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عید مین اور شادی کی تقریبون اور غائب شخص کے آنے مین اور ولیمہ اور عقیقہ اور لڑکا پیدا ہونے اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید مین سرور کی جہت سے گانا مباح ہے اور وجہ اس راگ کے جائز ہونیکی یہ ہے کہ الحان سے بعض ایسے ہین کہ اُنسے خوشی اور سرور کی اُمنگ اُبھرتی ہے تو جن موقعون پر سرور جائز ہے اُنمین سرور کا اظہار نا بھی درست ہے اور دلیل نقلی اُسکے جواز کی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک روضہ رضوان فرمایا تو عورتین چھتون پر دف بجا کر گیت کی طرح یہ گاتی تھین ؏ بدر طالع گشت بر ما از ثنیات وداع ✽ شکر واجب بہست بر ما تا دعا داعی کند ✽ تو چونکہ یہ حضرت کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور عمدہ تھا تو اُسکا ظاہر کرنا شعر و نغمات اور اُچھلنے اور حرکات سے بھی اچھا تھا اور بعض اصحاب رضہ سے مروی ہے کہ اُنکو جب سرور ہوا ہے تو ایک ٹانگ پر خوشی کے مارے اُچھلتے تھے چنانچہ انکا احوال احکام رقص مین آویگا اور یہ بات ہر آنے والے کے آنے مین جائز ہے جسکے آنے مین خوشی درست ہو اور اسباب سرور مین سے جونسا سبب مباح ہو اُسمین بھی درست ہے اور اُسپر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو صحیحین مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجکو اپنی چادر سے چھپا دیتے اور مین حبشیون کو دیکھا کرتی کہ مسجد مین کھیلا کرتے تھے یہانتک کہ مین خود ہی تھک جاتی تو اب حضرت عائشہ رضہ کی نوعمری کے لحاظ سے کہ اس عمر مین عورتین حریص کھیل کی ہوتی ہین خیال کرلو کہ کتنی دیر کھڑی ہوتی ہونگی کہ تھک جاتی تھین اور بخاری اور مسلم نے یہ حدیث عقیل کی زہری سے اُنھون نے عروہ سے اُنھون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے

کہ حضرت ابو بکر صدیق رض حضرت عائشہ رض کے پاس تشریف لے گئے اور اُنکے پاس دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجاتی تھیں اور ناچتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائے ہوئے تھے اُن لڑکیوں کو حضرت صدیق اکبر نے جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک کھول کر فرمایا اے ابو بکر جانے دو اور کچھ مت کہو کہ یہ عید کے دن ہیں۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجکو اپنی چادر میں چھپائے تھے اور میں حبشیوں کا تماشا دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے پس حضرت عمر رض نے اُنکو جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو فرمایا کہ اے بنی ارفدہ[22] تم بیخوف رہو اور عمرو بن حارث نے جو ابن شہاب سے حدیث روایت[23] کی ہے اُسمیں بھی اسی طرح ہے اور اس میں یہ ہے کہ دونوں لڑکیاں گاتی اور بجاتی تھیں اور حدیث[24] ابو طاہر میں ابن وہب سے قول حضرت عائشہ رض کا یوں ہے کہ بخدا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے حجرے کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ہتھیاروں کا تماشا کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجکو چھپا دیتے کہ میں اُن کا تماشا دیکھوں پھر میری خاطر کھڑے رہتے یہانتک کہ میں خود ہی ہٹ جاتی۔ اور حضرت[25] عائشہ رض سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گڑیوں سے کھیلا کرتی اور میری ساتھنیں میرے پاس آیا کرتیں اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حیا کر کے کوٹھری میں گھس جاتیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکو میرے پاس بھیجدیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلیں۔ اور ایک[26] روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عائشہ رض سے پوچھا کہ یہ کیا ہیں انھوں نے عرض کیا کہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انکے بیچ میں جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے ادھر اُدھر کیا ہیں آپ نے عرض کیا کہ اُڑنے کے پر ہیں آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو ہیں حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ نے سُنا نہیں کہ حضرت سلیمان ع کے گھوڑوں کے پر تھے حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ اور ہمارے نزدیک حدیث لڑکیوں کی عادت پر محمول ہے کہ تصویر مٹی یا کپڑے کی بدون پوری صورت کے بنا لیتی ہیں چنانچہ بعض روایت میں آیا ہے کہ اُس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُسوقت کہ میرے پاس دو لڑکیاں روز بعاث کا ذکر گا رہی تھیں آپ بستر پر لیٹ رہے اور اپنا منھ پھیر لیا اتنے میں حضرت ابو بکر رض آئے اور انھوں نے مجکو جھڑکا کہ شیطان کا مزمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کیطرف متوجہ ہوکر فرما کہ اُنکو کچھ مت کہو جب حضرت صدیق اُن لڑکیوں سے غافل ہوئے تو میں نے اُنکو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئیں اور عید کا دن تھا کہ اس روز حبشی پھری گدکے سے کھیل رہے تھے مجکو شک ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اول درخواست کی یا خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے مجکو اپنی پس پشت کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے عذار مبارک پر تھا اور آپ اُنسے فرماتے کہ تماشا کیے جاؤ یہانتک کہ جب میں تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ تو اب جاؤ۔ اور صحیح مسلم میں یوں ہے کہ میں نے اپنا سر آپ کے شانہ مبارک پر رکھکر اُنکا کھیل دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ میں خود ہی ہٹ گئی تو یہ سب روایتیں صحیحین میں ہیں اور اُن سے صاف ظاہر ہے کہ راگ اور کھیل حرام نہیں اور ان احادیث میں چند اقسام کی اجازت بھی پائی جاتی ہے اول کھیلنے

رخصت اور ظاہر ہی کہ حبشیون کی عادت ہی کہ ناچتے اور کھیلتے ہین دوسرے اس تماشا کا مسجد مین ہونا تیسرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُنکو
یہ فرمانا کہ تماشا کیے جاؤ کہ اسمین اجازت کھیل کی اور اُس کی درخواست ہی تو اسکو حرام کیسے کہہ سکتے ہین چوتھے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت
عمرؓ کو انکار اور تغیر سے منع فرمانا اور اُسکی وجہ یہ بیان کرنی کہ عید کا روز ہی اور وہ سرور کا وقت ہی اور گانا بجانا اسباب سرور مین سے ہی
پانچوین بہت دیر تک آپ کا کھڑے رہنا اُسکے دیکھنے اور سننے کو حضرت عائشہ رضؓ کی خاطرداری کے لیے اور اُسمین یہ بھی پایا جاتا ہی کہ
عورتون اور لڑکون کے دل خوش کرنے کے لیے خوش خلقی کرنی اور کھیل کو دیکھنا بہتر ہی اس سے کہ زہد کی راہ سے بدخلقی اور کج ادائی
اُنکے ساتھ کیجائے اور نہ آپ دیکھے نہ اُنکو دیکھنے دے چھٹے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ابتداءً حضرت عائشہ رضؓ کو یہ فرمانا کہ تم دیکھنا
چاہتی ہو اور یہ فرمانا کچھ اہلخانہ کی موافقت کی مجبوری سے نہ تھا کہ خوف اُنکے غصہ اور وحشت کا تھا اسلیے کہ اگر بالفرض اول اُنکی درخواست ہوتی
اور آپ نہ منظور فرماتے تو عجب نہ تھا کہ سبب وحشت ہوتا لیکن ابتداءً سوال کرنے مین تو کوئی خدشہ نہ تھا پھر اُسکی کیا حاجت ہوئی ساتوین گانا
اور دف بجانا دونون لڑکیون کا جائز ہوا باوجودیکہ مزمار شیطان سے اُسکو تشبیہ دیگئی اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حرام مزمار اور چیز ہی آٹھوین
یہ کہ دونون لڑکیونکی آواز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کان مین پڑتی تھی اور آپ لیٹے رہے اگر بالفرض کسی جگہ مین تارونکے باجے بجتے
ہوتے تو آپ وہانکا بیٹھنا پھر کانون مین اُسکی آواز کا آنا ہرگز روا نہ رکھتے اس سے معلوم ہوا کہ عورتون کی آواز کی حرمت مزامیر کی آواز کی
کیطرح نہین بلکہ عورتونکی آواز اُسی جگہ حرام ہوتی ہی جہان فتنہ کا خوف ہو غرضکہ یہ قیاسات اور تصدیق دلالت کرتے ہین کہ راگ اور ناچ اور
دف بجانا اور سپر اور ہتھیارون سے کھیلنا اور حبشیون اور زنگیون کے ناچ کو دیکھنا سب اوقات سرور مین مباح ہی بقیاس روز عید کہ وہ بھی
سرور کا وقت ہی اور اُسی کی مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ اور ختنہ اور مسافر کے گھر آنیکا دن ہی اور تمام اسباب فرح یعنی جنسے شرعًا خوشی کرنا درست
ہی اُنکا یہی حال ہی اور ازانجا کہ یارون کے ایک جگہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور باہم یکجا کھانا کھانے اور گفتگو کرنے سے بھی خوشی کرنی جائز ہی تو یہ
موقع راگ سننے کا ہی ششم عاشقون کا راگ شوق کی تحریک اور عشق کے دوبالا ہونے اور نفس کی تسکین کے لیے تو اگر معشوق کے سامنے ہو
تب تو غرض لذت کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہی اور اگر اسکی جدائی مین ہو تو مقصود شوق کا اُبھارنا ہوتا ہی اور شوق ہرچند رنج ہی مگر اسوجہ سے
کہ اُسمین وصال کی توقع ملی ہی گونہ لذت بھی دیتا ہی کیونکہ توقع لذیذ ہوتی ہی اور یاس دردمند ہوتی ہی اور لذت توقع اُسیقدر قوی ہوتی
ہی جس قدر شوق قوی ہوتا ہی غرضکہ اس راگ مین عشق کا دوبالا کرنا اور شوق کو حرکت دینا اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا ہوتا ہی اور حسن
محبوب کا بیان طول دیا جاتا ہی اور اس طرح کا راگ بھی حلال ہی بشرطیکہ معشوق اُن لوگون مین سے ہو جنکا وصال مباح ہو مثلًا کوئی شخص اپنی
منکوحہ یا حرم پر عاشق ہو جائے تو اُسکے راگ پر کان لگاتا ہی تاکہ آنکھ کو اُسکے دیدار سے اور کان کو اُسکی آواز سے لذت ہو اور معانی لطیفہ
وصال اور فراق کے دل سمجھتا جائے تو یہ لذت کے اسباب پیاپے ہو جائینگے اور یہ اقسام لذت دنیا کی مباحات اور متاع سے تمتع لینے کی ہین اور
متاع دنیا سب لہو ولعب ہی اور یہ امور بھی اُسمین سے ہین اور اسی طرح اگر اُسکے پاس سے لونڈی چھین جائے یا کسی اور سبب سے جدائی واقع ہو تو اُسکو
جائز ہی کہ اپنے شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجاء وصال اُبھارے لیکن اگر اُسکو بیچ ڈالے یا زوجہ کو طلاق دیدے
تو اس صورت مین تحریک شوق راگ سے اُسپر حرام ہی اسلیے کہ جس جگہ وصال اور دیدار جائز نہین وہان تحریک شوق بھی ناجائز ہی اور جو شخص

اپنے دل مین صورت کسی عورت یا لڑکے کی خیال کرے جسکی طرف دیکھنا اُسکو حلال نہین اور جو کچھ راگ سنے اُسکو اُسی صورت پر ڈھالتا جاوے
تو یہ حرام ہی کیونکہ اس سے فکر افعال ممنوعہ کا پیدا ہوتا ہی اور اکثر عشاق اور جوانان بیوقوف غلبہ شہوت مین اس خیال سے خالی نہین ہوتے کچھ
کچھ دل مین رکھتے ہین اور یہ امر ان کے حق مین ممنوع ہی اسوجہ سے کہ اُسمین ایک ورراگ مخفی ہی نہ اس وجہ سے کہ خود راگ مین کوئی بات
ہو اور یہین وجہ جب کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہی تو کہا کہ ایک دھوان ہی جو آدمی کے دماغ مین چڑھ جاتا ہی جماع سے جاتا
رہتا ہی اور سماع سے بڑھتا ہی قسم ششم اُن لوگون کا سماع جو اللہ تعالی کے عاشق اور اُسکے دیدار کے مشتاق ہون کہ جس چیز پر نظر کرین اُسمین
اُس نور پاک کو دیکھین اور جو آواز سنین اُسکو اُسی سے یا اُسکے باب مین جانین تو ایسے لوگون کے حق مین راگ اُنکے شوق کو اُبھارتا ہی اور
عشق و محبت کو پختہ کرتا ہی اور یہ دل پر کام چقماق کا کرتا ہی اور اُسمین سے اُن مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہی کہ خارج از حیطۂ وصف ہین جو
انکو چکھتا ہی وہی اُنکو پہچانتا ہی اور جسکی حس اُنکے چکھنے سے کند ہوتی ہی وہ اُنکو کیا جانے اور اُن حالات کا نام ارباب تصوف کے یہان وجد ہے
وجد وجود سے ماخوذ ہی یعنی اپنے نفس مین وہ احوال موجود پائے جو راگ سے پیشتر نہین معلوم ہوتے تھے پھر اُن حالات کے سبب سے بعد کو اُنکے لواحق
دلوانے ایسے پیدا ہوتے ہین کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہین اور اُسکو کدورات سے ایسا صاف کر دیتے ہین جیسے آگ مین سے تپا کر
میل سونے چاندی وغیرہ کا دور ہو جاتا ہی اور اُس صفائی کے بعد مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہین جو علت غائی عاشقان خدا اور ثمرۂ جمیع
عبادات ہی تو ان چیزونکا ذریعہ بھی منجملہ عبادات ہوگا نہ معصیت یا مباح۔ اور دل کو راگ سے ان حالات کے حاصل ہونیکا سبب یہی ہی کہ نغمات
موزون اور ارواح مین مناسبت ہونی خدا تعالی کا راز ہی ارواح کو اللہ تعالی نے نغمات کا مسخر بنایا ہی اور اُنکے اثر سے شوق اور خوشی اور
غم اور انبساط اور انقباض ارواح مین پیدا ہوتے ہین اور آوازون سے ارواح کے متاثر ہونے کا سبب علوم مکاشفات کے دقائق
مین سے ہی غبی آدمی سنگدل طبیعت کا منجمد راگ کی لذت سے محروم ہی اور سننے والیکو جو لذت معلوم ہوتی ہی اور وجد کی حالت مین اُسکا
حال دگرگون ہوتا ہی اور رنگ بدل جاتا ہی اُسکو دیکھکر تعجب کرتا ہی لیکن اسکا تعجب ایسا ہی جیسا چوپایہ لوزینہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت
مباشرت سے اور لڑکا لذت ریاست اور اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل آدمی لذت معرفت الہی اور اُسکے جلال و عظمت اور عجائب
صنعت سے اور راگ کی لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہی یعنی لذت ایک قسم کا ادراک ہی جو قوت مدرکہ کو چاہتا ہی تو جسکی
قوت مدرکہ کامل نہوگی اُسکو لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً اگر کسی شخص مین قوت ذائقہ نہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کریگا اور جو بہرا ہوگا اُسکو آوازونکی لذت
کیسے معلوم ہوگی اور جسکے عقل نہوگی وہ عقلی چیزونکا کیسے ادراک کریگا اسیطرح کان مین آواز پہونچنے سے راگ کا حظ دل کے اندر کی حس باطنی سے معلوم
ہوتا ہی تو جسکو وہ حس نہوگی اسکو راگ کی لذت بھی نہوگی اب شاید تم یہ کہو کہ خدا تعالی کے حق مین کیسے ہو سکتا ہی تا کہ راگ اُسکا محرک ہو تو اسکا جواب
یہ ہی کہ جو شخص اللہ تعالی کو پہچانتا ہی اُس سے بالضرور محبت کرتا ہی اور جسکی معرفت پختہ ہو جاتی ہی اسکی محبت بھی پختہ ہو جاتی ہی اور محبت جب زیادہ
پختہ ہوتی ہی تو اُسکو عشق کہتے ہین کیونکہ عشق کے معنی فرط محبت مؤکدہ کے ہین اور اسی وجہ سے جب عرب کے لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
کو دیکھا کہ غار حرا مین عبادت الہی کے لیے تنہا رہتے ہین تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہین اور نیز جاننا چاہیے
کہ جمال حس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہی اُسکے نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ پر تو خالق جل شانہ کا ہی کہ وہ خود جمیل ہی اور جمال کو محبوب رکھتا ہی

اگر جمال ظاہری ہوگا یعنی آدمی کا سڈول ہونا اور رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور اگر جمال باطنی ہے یعنی جلال و عظمت اور
علو رتبت اور صفات و اخلاق کا اچھا ہونا اور جمیع خلق کے ساتھ ارادۂ خیر کرنا اور ہمیشہ مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا وغیرہ تو یہ دل کے
حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور لفظ جمال کبھی صفات باطنی کی خوبی کیلیے بھی بولتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص جمیل ہی حالانکہ اُس کی صورت
مقصود نہین ہوتی بلکہ یہ غرض ہوتی ہی کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہی یہانتک کہ بعض اوقات ایک کو دوسرے سے
انھین صفات باطنی کی جہت سے محبت ہوتی ہی جیسے ظاہر کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہی یہی محبت کبھی بڑھکر عشق کہلانے لگتی ہی چنانچہ
امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کی محبت مین بڑھے ہوے بہت لوگ ہین کہ اپنے جان و مال کو انکی طرفداری اور یاری مین صرف
کر ڈالین اور غلو اور مبالغہ کسی عاشق مین بھی اتنا نہوگا جتنا انکو حاصل ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایسے لوگونپر عاشق ہونا حق کی صورت
کبھی نہین دیکھی کہ خوبصورت تھے یا بدصورت اور اب وہ انتقال کر گئے صرف جمال باطنی اور خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری
دیکھنے سے تو سمجھ مین آوے اور ممکن ہو اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا مین جتنی خیرات اور جمال اور محبوب ہین وہ سب اُس کی
خوبیونکا پرتو ہون اور اُسکے آثار کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم مین عقل سے خواہ حواس ظاہری آنکھ
کان وغیرہ سے شروع پیدایش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے لیکر اسفل السافلین تک معلوم ہوتا ہی اور اس کے خزائن قدرت کا
ایک ذرہ اور اُس کے انوار حضرت کا ایک لمعہ ہی تو جس ذات پاک کا وصف یہ ہو ہمکو معلوم نہین کہ اس کی محبت کیسے سمجھ مین نہین
آتی اور جو لوگ اُسکے اوصاف کے عارف ہون اُنکے نزدیک یہ محبت کیسے نہین بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنی زیادہ ہو جاتی ہی کہ اُسکو عشق
کہنا بھی خطا ہی یعنی لفظ عشق بھی اس افراط کے مفہوم سے قاصر پڑتا ہی سبحان اللہ عجب ذات پاک ہی کہ شدت ظہور ہی اُسکے ظہور ہی کا حجاب ہی اور
اُسکے نور کی چمک ہی آنکھون کا پردہ اگر نور کے ستر پردون مین وہ ذات مستتر نہوتی تو اُسکے چہرہ کے انوار اُسکے جمال پاک کو دیکھنے والون کی
آنکھین پھونک دیتے اور اگر اُسکا ظہور سبب اُسکے مخفی ہونے کا نہوتا تو عقلین حیران اور دل پریشان اور قوتین ابتر اور اعضا منتشر ہو جاتے
اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اُسکے ادنی انوار تجلی کے سامنے چکنا چور ہو جاتے کیونکہ نور آفتاب کی ماہیت کی تاب شپرہ مین کہان ہو سکتی
ہی اور عنقریب اس اشارہ کی تحقیق باب محبت جلد چہارم مین مذکور ہوگی اور معلوم ہوگا کہ محبت غیر اللہ کی قصور اور جہالت ہی بلکہ معرفت کا حق سواے
خدا تعالی کے اور کسی کو نہین پہچانتا کیونکہ حقیقت مین سواے اللہ تعالی کے اور اُسکے افعال کے اور کوئی چیز موجود نہین تو جو کوئی افعال کو اس
نظر سے پہچانیگا کہ یہ افعال ہین اُسکی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھیگی اور دوسرے کی طرف نجائیگی مثلاً جو شخص امام شافعی رح اور اُنکے علم و تصنیف کو
اس لحاظ سے پہچانیگا کہ یہ اُنکی تصنیف ہی قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ مجلد اور سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہی تو اُسکی معرفت امام شافعی رح سے
دوسرے کیطرف نجائیگی اور نہ اُنکے غیر کی محبت دلمین آویگی ایسے ہی دنیا کی موجودات کو جو نظر کیجیے تو کل موجودات اللہ تعالی کی تصنیف اور اُسکا فعل ہین
جو کوئی اُنکو اس اعتبار سے پہچانیگا کہ وہ اللہ تعالی کی کاریگری ہی تو وہ ان مصنوعات مین صانع ہی کی صفات دیکھیگا جیسے خوبی تصنیف سے مصنف
کی فضیلت اور اُسکی قدر کی بزرگی معلوم ہوتی ہی اور اُسکی معرفت و محبت بھی خداے تعالی ہی پر منحصر رہیگی دوسرے کی طرف تجاوز نہ کریگی
اور اس عشق کی تعریف یہ ہی کہ شرکت کو قبول نہین کرتا اور اُسکے سوا جتنے عشق ہین وہ شرکت قبول کرتے ہین کیونکہ خداے تعالی کے سوا

جو محبوب ہے اُسکا نظیر ممکن ہی خواہ وجود میں یا امکان میں مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان میں ہو سکتا ہی نہ وجود میں اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہی نہ حقیقی ہان جو شخص کہ کم عقل چوپایہ کے قریب ہوتے ہین وہ لفظ عشق سے طلب وصال ہی سمجھتے ہین جسکے معنے اجسام ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہین تو ان جیسے گدھون کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور اُنس کے بولنے نہ چاہیین بلکہ اُنکے استعمال سے اجتناب چاہیے جیسے چوپایہ کے سامنے نرگس و ریحان نہین کرتے اور صرف گھاس و بھوسہ اور شاخونکے پتے رکھدیتے ہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان الفاظ کا بولنا جائز ہی جنسے سننے والے کو ایسی باتونکا وہم نہو جنسے اللہ تعالیٰ کو منزہ کہنا واجب ہی اور وہم لوگونمین اُنکی سمجھ کے موافق مختلف ہوا کرتے تو ان جیسے الفاظ مین اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہیے ؎ با ہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی ✦ طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد ✦ بلکہ عجب نہین کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جسکے سبب سے دل پھٹ جاوے چنانچہ ابوہریرہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا کسی پہاڑ پر تھا اُسنے اپنی مان سے پوچھا کہ آسمان کسنے پیدا کیا اُسنے کہا اللہ عزوجل نے اُسنے کہا کہ زمین کو کسنے پیدا کیا اُسنے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ پہاڑونکو کسنے بنایا اُس کی مان نے کہا کہ اللہ جل شانہ نے اُسنے پوچھا کہ بادل کس نے پیدا کیا کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہی اور یہ کہکر اپنے آپکو پہاڑ پر سے گرادیا اور پاش پاش ہوگیا اور اسکا سبب غالبًا یہی معلوم ہوتا ہی کہ جب اُسنے یہ باتین سنین جو اللہ تعالیٰ کے جلال و قدرت کامل کی دلیل ہون تو اُسکو طرب و وجد ہوا اور وجد کی حالت مین اپنے آپ کو گرادیا اور کتابین آسمانی سب اس لیے اتری ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لوگ طرب کرین بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے انجیل مین لکھا دیکھا ہی کہ ہمنے تمھارے سامنے گایا مگر تم نے طرب نہ کیا اور ہم نے تمھارے لیے مزمار بجایا مگر تم نہ ناچے یعنی ہمنے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا تمکو شوق دلایا مگر تم مشتاق نہ ہوے یہ ہی جو ہمنے راگ کے اقسام اور اسباب اور مقتضاؤن کا ذکر کرنا چاہا تھا اور یہانتک یقینًا معلوم ہوگیا کہ بعض جگہ مین راگ مباح ہی اور بعض مین مستحب ہی اب ہم اُن عوارض کو لکھتے ہین جنسے راگ حرام ہوجاتا ہے اور وہ پانچ ہین۔

تیسرا بیان اُن عوارض کے ذکر مین جنسے راگ حرام ہوجاتا ہی اور وہ پانچ عارض ہین اول یہ کہ گانیوالی عورت ہو جسکی طرف دیکھنا حلال نہو اور اُسکے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم مین لڑکا بے ریش ہی جسکا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور یہ حرام ہی اسوجہ سے کہ اسمین فتنہ کا خوف ہی اور یہ حرمت راگ کی وجہ سے نہین بلکہ اگر عورت ایسی ہو کہ باتین کرنے سے اُسکی آواز کے باعث فتنہ کا خوف ہو تو اُس سے کلام کرنا درست نہین اور نہ تلاوت مین اُسکی آواز کا سننا جائز ہی اور یہی حال لڑکے کا ہی بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو اب اگر یہ کہو کہ تم اسکو حرام ہر حال مین کہتے ہو تاکہ یہ بات بالکلیہ جاتی رہے یا حرام اُسی جگہ کہتے ہو جہان فتنہ کا خوف ہو اور جس شخص کے حق مین فتنہ کا خوف ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ فقہ کے رو سے یہ مسئلہ دو احتمال رکھتا ہی اور دو اصلون مین منطبق ہو سکتا ہی ایک اصل تو یہ ہی کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اُسکی صورت دیکھنی حرام ہی خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہو اسلیے کہ وہ امر فی الجملہ محل فتنہ ہی تو شریعت نے اس باب کو بند کرنے کیلیے حکم فرمادیا اور صورتونکی طرف التفات نہین کیا اور دوسری اصل یہ ہی کہ لڑکونکی طرف دیکھنا مباح ہی بجز اُس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو تو اُس سے معلوم ہوا کہ لڑکون کا حال عورتون کی طرح پر عام نہین بلکہ اُنکے باب مین خوف فتنہ کی پیروی کیجاتی ہی اور عورت کی آواز ان دونون اصلون پر منطبق ہو سکتی ہی تو اگر اُسکو اُسکے

دیکھنے پر قیاس کرین تب تو اُسکی آواز کا نہ سننا ہی چاہیے اور یہی قیاس قریب ہر مگر دیکھنے اور آواز سننے مین فرق بھی ہر اسلیے کہ شہوت اول ہی دلہ مین دیکھنے کی مقتضی ہوتی ہر اور آواز سننے کی داعی نہین ہوتی علاوہ ازین دیکھنے سے شہوت چھٹنے کی زیادہ حرکت کرتی ہر بنسبت آواز سننے کے اور آواز عورت کی راگ کے سوا بھی نہین کیونکہ عورتین صحابہ رضکے وقت مین مردون سے باتین کیا کرتی تھین یعنی سلام اور استفتا اور سوال اور مشورہ وغیرہ کرتی تھین مگر راگ کو شہوت کی تحریک مین زیادہ اثر ہر تو آواز کا قیاس کرنا لڑکون کے دیکھنے پر بہتر ہر اسلیے کہ جیسا عورتون کو آواز مخفی رکھنے کا حکم نہین ویسا ہی مردون کو پردہ کرنے کا حکم نہین اس صورت مین خوف فتنہ پر حرمت منحصر ہونی چاہیے ہمارے نزدیک اقرب قیاس یہی ہر اور حدیث دونون لڑکیون کی حضرت عائشہ رضکے گھر مین گانے کی اسی کی موید ہر کہ اس سے معلوم ہوتا ہر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکی آواز سنتے رہے اور آواز سے احتراز نہ کیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپکو نہ تھا غرضکہ اسکا حال عورت اور مرد کے احوال کے لحاظ سے مختلف ہوگا جوان کا اور حکم ہوگا اور بوڑھے کا اور۔ اور ان جیسی باتون مین حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ اپنی بی بی کا بوسہ لیوے تو اُسکو جائز ہر اور جوان کا بوسہ لینا درست نہین اسلیے کہ بوسہ مقتضی جماع کا ہوگا روزہ کی حالت مین اور وہ ممنوع ہر اور سماع بھی مقتضی دیکھنے اور قربت کا ہوتا ہر تو جس شخص کے حق مین ہو اُسکو حرام ہوگا پس سماع بھی شخص کے حق مین جدا حکم رکھتا ہر۔ دوم یہ کہ آلات سماع اچھے نہون مثلاً مخنثون اور مخنثون کے شعار ہون جیسے مزامیر اور ڈور اور دو تارے کے باجے اور ان تینون کے سوا اور اپنی اصل پر یعنی اباحت پر ہین جیسے دف کہ اسمین جھانجھ ہون اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی پر گت لگانا اور دوسرے آلات ہین سوم یہ کہ نظم مین خرابی ہو یعنی شعر مین اگر فحش اور بیہودگی اور ہجو اور جو باتین کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہ پر جھوٹ ہون جیسے رافضی صحابہ رضکی شان مین بنالیتے ہین تو اسطرح کی باتون کا سننا گیت کی طرح اور بدون گیت کے حرام ہر اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہر اسی طرح وہ اشعار جن مین کسی خاص عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر مردون کے سامنے جائز نہین جس سے اُسکے بدن یا اعضا کا حال معلوم ہو لیکن کافرون اور بدعتیون کی ہجو کرنی درست ہر چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافرون سے خصومت کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسکے لیے اجازت دیدی تھی لیکن اشعار تشبیب کہ جن مین ذکر خط و خال اور رخسارہ و قد وغیرہ عورتون کے اعضا جو شروع قصائد مین معمول ہے تو اسمین تامل ہر اور صحیح یہ ہر کہ اسکا نظم کرنا اور پڑھنا خواہ آواز سے ہو یا بدون آواز کے حرام نہین اور سننے والے کو چاہیے کہ ان اوصاف کو کسی معین حسین عورت پر نہ ڈھالے اور اگر ڈھالے تو ایسی عورت پر ڈھالے جو اُسکو حلال ہو مثلاً اپنی منکوحہ یا مملوکہ ہو اور اگر اجنبی عورت پر ڈھالیگا تو اس ڈھالنے اور اس باب مین فکر دوڑانے سے گناہ گار ہوگا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامین اشعار کو اجنبی عورت کو ڈھالتا ہو تو اسکو سرے سے راگ ہی نہ سننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہر وہ جو کچھ سنتا ہر اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہر خواہ لفظ اسکا مشابہ ہو یا نہو کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہین جسکو استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر نہ ڈھال سکین مثلاً جسکے دل پر عشق الہی غالب ہوتا ہر وہ زلفون کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہر اور سفیدی اور تازگی رخسارہ سے نور ایمان اور وصال کے ذکر سے دیدار الہی اور فراق کے مضمون سے اسکی جناب سے مردودون کے زمرہ مین محجوب ہونا اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوائق و آفات جو اللہ تعالیٰ کیساتھ انس دائمی

میں خلل انداز ہیں سمجھ لیتا ہے اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھالنے میں اسکو کچھ تامل اور فکر اور مہلت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جو باتیں اُس کے دل پر غالب ہیں وہ لفظوں کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ میں آتی ہیں چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار میں گزرے اور کسی کو کہتے سنا کہ خیار ہیں کے دس اُنکو اُسی وقت وجد آگیا کسی نے جو حال پوچھا تو کہا کہ جب خیار بیسے کے دس ہیں تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی یعنی خیار جو بمعنی کھیرا کے تھا اُسکو فوراً جمع خیر بمعنی بہتر سمجھ لیا اور ایک اور شخص کا گذر بازار میں ہوا اور کسی کو کہتے سنا سعتر بری تو اُنکو وجد آگیا لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا وجد کس وجہ سے تھا کہا کہ میں نے سُنا کہ گویا وہ یہ کہتا ہے اسع تر بری یعنی تو کوشش کر پھر لوگ دیکھیگا ہمتے کہ فارسی والوں کو بھی وجد آجاتا ہے عرب کے اشعار سے اسلیے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی الفاظ کے ہموزن ہوتے ہیں اس لیے اُن سے اور معنی سمجھ لیتے ہیں مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑھا ع وما زارنی فی اللیل الا خیالہ + اسپر ایک فارسی نے وجد کیا اُس سے لوگوں نے وجد کا سبب پوچھا اُسنے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ مازاریم یعنی لفظ زار فارسی میں نحیف اور قریب مرگ کو کہتے ہیں اور ما نافیہ کو فارسی کی ضمیر جمع متکلم سمجھکر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ ہم سب آمادۂ ہلاک ہیں اور اسوقت اُسکے دل میں اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا اور جو شخص آتش محبت الٰہی میں جل رہا ہے اُسکا وجد اُسکی سمجھ کے موافق ہے اور اُسکی سمجھ اُسکے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ اُسکا تخیل شاعر کی مراد کے موافق پڑے یا شعر کی زبان سمجھے تو اس طرح کا وجد حق اور درست ہے اور جو کوئی آخرت کے ہلاک ہونیکا خطرہ معلوم کرے تو اُسپر جو کچھ کیفیت نہو جائے وہ تھوڑی ہے عقل کا مختل اور اعضا کا مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہے غرضکہ حقانی وجد والوں کیلیے الفاظ تشبیب کے بدلنے میں کچھ بڑا فائدہ نہیں وہ تو جون سا لفظ جس زبان کا سُنینگے اُس سے اپنا ہی مطلب نکال لینگے چنانچہ حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر

چو شوریدگان مے پرستی کنند	برآواز دولاب مستی کنند

بلکہ جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اسکو چاہیے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سنے اور اُس سے محترز رہے **چہارم** یہ کہ سننے والے میں خرابی ہو یعنی شہوت غالب ہو اور عین بہار جوانی میں ہو اور یہ صفت اور صفات کی نسبت کہ اُسپر غالب ہو تو اُسکو راگ سننا حرام ہے خواہ اُسکے دل پر کسی معین شخص کی محبت غالب ہو یا نہیں کیونکہ وہ کسی حال میں ہو اگر جب وصف زلف و رخسار اور فراق اور وصال کا سنیگا تو اُسکی شہوت جنبش کریگی اور اُن الفاظ کو کسی معین صورت پر ڈھالیگا جسکو شیطان اُسکے دل میں پھونک دیگا اس صورت میں شہوت کی آگ بھڑک اُٹھیگی اور شر کے اسباب تیز ہو جائینگے اور اُسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الٰہی ہے شیطان سے بچاتی ہے شکست دینا ہے اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنی شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی نور عقل میں ہمیشہ لڑائی رہا کرتی ہے بجز اُس دل کے جس میں ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ اس میں جنگ موقوف ہو جاتی ہے اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہیں جنکو لشکر شیطان نے جیت لیا ہے اور اُنپر وہی غالب ہو رہا ہے تو اس صورت میں ضرور ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جائے تاکہ لشکر شیطان کا دل میں سے پاؤں اُکھڑے نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار بہت کر دیے جاویں اور اُسکی تلواروں پر باڑھ رکھی جاوے اور بھالیں نکیلی کر دی جاویں اور اس قسم کے لوگوں کے حق میں راگ [illegible] ہے کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیتا ہے تو ایسے آدمی کو سماع کی مجلس سے نکل جانا چاہیے ورنہ اس کو سماع سے ضرر کثیر ہوگا **پنجم** یہ کہ سننے والا عام لوگوں میں سے ہو اور اُسپر نہ محبت خدا تعالیٰ کی غالب ہو کہ سماع اُسکو اچھا معلوم ہو اور نہ

شہوت ہی غالب ہی کہ اُسکے حق مین راگ ممنوع ہو تو ایسے شخص کے حق مین سماع ایسا ہوتا ہی جیسے اور لذتین مباح ہین لیکن اگر عامی شخص راگ کو
اپنی عادت بنالیگا اور اپنے اکثر اوقات اُسی مین صرف کریگا تو بھی احمق ہی جسکی گواہی مقبول نہوگی اسلیے کہ کھیل پر مواظبت کرنی گناہ ہی اور جسطرح گناہ
صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہی اسی طرح مباح پر اصرار کرلے سے گناہ ہوجاتا ہی مثلاً زنگیون اور حبشیون کے پیچھے پڑا رہنا اور اُنکے کھیل
تماشے مدام دیکھتے ممنوع ہین اگرچہ اصل اُنکی ممنوع نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کیا ہی اور اسی قبیل سے شطرنج کھیلنا کہ یہ بھی مباح
ہی لیکن ہمیشہ کھیلنا سخت مکروہ ہی اور جس صورت مین کہ اُس سے کھیل در لذت مقصود ہو تو مباح اسیوجہ سے ہوتی ہی کہ دلکو آرام دینا ہوتا ہی اور
بعض اوقات دلکو راحت پہونچانا ہی اُسکا علاج ہوتا ہی تاکہ تھوڑا سا ستا کر باقی اوقات دنیا کے کامون مین جد وجہد کرے مثل کاروبار
تجارت کے یا دینی کامون مین مشغول ہو مثل نماز و تلاوت کے اور بہت سی محنت مین تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہیے جیسے رخسار پر تل ہوتا ہی
کہ ہرچند کالا ہوتا ہی مگر اچھا معلوم ہوتا ہی اور اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہوجائین کہ تل رکھنے کی جگہ نرہے تو ظاہر ہی کہ رخسار نہایت بدصورت
ہوجائیگا اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی ہوجائیگی تو یہ بات نہین کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہوکر بھی اچھی ہوا کرے یا جو چیز
مباح ہو وہ کثیر بھی مباح ہی رہے بلکہ اکثر یہی ہی کہ کثرت کے باعث کراہیت اور حرمت کو پہونچ جاتی ہی مثلاً روٹی مباح ہی اور کثرت سے کھانا
حرام ہی تو سماع بھی اور مباحون کی طرح ہی کہ کبھی کا مضائقہ نہین اور روزمرہ کا معمول ٹھہرانا مکروہ اور ممنوع ہی اب اگر یہ کہو کہ تمھاری تقریر سے
پایا جاتا ہی کہ سماع بعض احوال مین مباح ہی اور بعض مین مباح نہین تو تم نے اول اسکو مباح مطلق کیون کہدیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر مین تفصیل ہی
اُسکے باب مین مطلق ہان یا نہین کہدینا خلاف اور غلط ہی پھر تم نے بدون تفصیل مطلق کیسے کہا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اطلاق حکم اس تفصیل مین ممنوع ہی
جو خود اس شی مین بدون لحاظ دوسری چیز کے پائی جاوے اور جو تفصیل کہ عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اُنمین مطلق بیان کردینا ممنوع
نہین دیکھو ہمسے اگر کوئی سوال کرے کہ شہد حلال ہی یا نہین تو ہم مطلق یہ کہین گے کہ حلال ہی باوجودیکہ وہ ایسے گرم مزاج والے پر حرام ہی
جسکو اس سے ضرر ہوتا ہی اور اگر کوئی ہمسے شراب کا حال پوچھے تو ہم یہی کہینگے کہ حرام ہی حالانکہ وہ اس شخص کے حق مین حلال ہی جسکے گلے مین لقمہ اٹک
جائے اور دوسری چیز اسکے نیچے اتارنے کی نہ پائے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ شراب ہی بلاشبہ حرام ہی صرف حاجت کیوجہ سے حلال ہوگئی اور شہد اس
اعتبار سے کہ شہد ہی حلال ہی حرام صرف ضرر کے عارض ہونے سے ہوجاتا ہی اور جو بات کہ عارض کیوجہ سے ہوتی ہی اُسکا کچھ اعتبار نہین جیسے بیع
حلال ہی لیکن اگر جمعہ کی اذان کے وقت پڑے تو حرام ہوجاتی ہی اسی طرح اور عوارض سے حرمت ہوسکتی ہی مگر اُن پر التفات نہین کیا جاتا پس سماع
کو بھی ایسا ہی جاننا چاہیے کہ اگر بدون لحاظ عوارض کے دیکھو تو اس نظر سے کہ وہ سننا عمدہ آواز مفہوم المعنی اور موزون کا ہی مباح ہی اور
اُسکی حرمت صرف کسی امر خارجی سے ہوجاتی ہی جو اُسکی حقیقت ذاتی مین داخل نہین ہوتی پس جب کہ دلیل اباحت کا حال خوب واضح
ہوگیا تو اب ہمکو اُس شخص کی پروا نہین جو بعد دلیل ظاہر ہونے کے اُس کے خلاف کہے . اور امام شافعی رح کا تو مذہب ہی نہین کہ راگ کو حرام
کہین اور اُنھون نے یہ تصریح کی ہی کہ جو کوئی اُسکو اپنا پیشہ مقرر کرلے اُسکی گواہی درست نہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ اُس قسم کا مکروہ ہے
جو باطل کا مشابہ ہی اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائیگا تو سفاہت اور بے مروتی کیطرف منسوب ہوگا گو سماع حرام تھا سو حرمت والا نہین اور اگر اپنے
آپ کو راگ والا نہ کہلائیگا اور نہ اسوجہ سے کوئی اُسکے پاس آوے اور نہ خود اُسکی خاطر دوسرے کے یہان جائے بلکہ یون مشہور ہو کہ

کبھی کبھی کچھ گاکر دل خوش کرلیتا ہی تو یہ امر مروت کو ساقط نہین کرتا اور نہ گواہی باطل ہو اور استدلال امام شافعی کا وہی حدیث دونون لڑکیون
کی ہی جو اوپر گذری۔ اور یونس بن عبد الاعلی کہتے ہین کہ مین نے امام شافعی رح سے پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح کہتے ہین اس کا حال
فرمائیے آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز مین سے مین کسی کو نہین جانتا جسنے راگ کو مکروہ کہا ہو بجز اس راگ کے جو اوصاف کے باب مین
ہو اور حدی اور منزلون اور اونکے آثار کا گانا شعرون کے نغمات کی طرح اسکے مباح ہونے مین کچھ تردد نہین اور یہ جو فرمایا کہ راگ وہ
کھیل ہی جو باطل کے مشابہ ہی تو کھیل فرمانا درست ہی مگر کھیل اس نظر سے کہ کھیل ہی حرام نہین چنانچہ حبشیون کا کھیلنا اور ناچنا بھی ایک کھیل ہی
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو دیکھا اور برا نہین جانا بلکہ کھیل سے اگر یہ معنی ہون کہ ایسا کام کرنا جسمین کچھ فائدہ نہین تو اسپر خدا تعالے
بھی مواخذہ نہ فرمائیگا مثلاً کوئی آدمی اپنا وظیفہ کرے کہ تمام دن مین سو بار اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا کرے تو یہ حرکت لغو بیفائدہ ہی مگر اسپر مواخذہ
نہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ تو جب خدا کا نام بطور قسم لینے کے بدون اس شے پر عزم کرنے کے مواخذہ
نہین تو شعر اور ناچ پر کیسے مواخذہ ہوگا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہی اس سے بھی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ باطل ہی فرماتے
تو حرمت نہ پائی جاتی اسلیے کہ باطل اسکو کہتے ہین جسمین فائدہ نہو تو فقط اتنا ثابت ہوگا کہ اسمین کوئی فائدہ نہین مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو
کہے کہ مین نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا اور وہ جواب دے کہ مین نے خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہی بشرطیکہ مقصود دل لگی اور چہل ہو حالانکہ ایسا کرنا
حرام نہین ہان اگر اس معاملہ سے اس کی حقیقی معنی مراد لیگا اور اپنے آپ کو مملوک ٹھہرائیگا تو حرام ہوگا کہ شرع نے اسکو منع فرمایا ہی۔ اور یہ جو
فرمایا ہی کہ مکروہ ہی تو اسکی کراہت انھین چند جگہون مین ہی جنکو ہم نے مذکور کیا ہی یا کراہت تنزیہی مراد ہی جیسے آپنے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہی اور
یہ بھی ذکر کیا کہ مین ہر ایک کھیل مکروہ جانتا ہون اور آپکا علت بیان کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو یعنی آپ نے وجہ کراہت
یہ فرمائی ہی کہ یہ دینداروں اور اہل مروت کی عادت نہین۔ اور راگ پر مواظبت کرنے سے جو آپ نے گواہی نامنظور کرنے کو ارشاد فرمایا ہی تو اس
سے بھی حرمت نہین پائی جاتی کیونکہ شہادت تو بازار مین کھانے سے بھی نہین مقبول ہوتی حالانکہ اس سے مروت قطع نہین ہوتی بلکہ نور بافی
ایک امر مباح ہی مگر اہل مروت کا پیشہ نہین اسی طرح شہادت کبھی خسیس پیشہ کرنے سے بھی نامنظور ہوتی ہی غرضکہ بیان علت سے ہی معلوم
ہوتا ہی کہ آپ نے کراہت سے کراہت تنزیہی مراد لی ہی اور گمان غالب یہ ہی کہ اور اماموں نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہو اور اگر حرمت
مراد لی ہو تو ہم نے جو کچھ لکھا ہی یہی اُنکا جواب ہی۔

چوتھا بیان اُن لوگونکی دلیلون کے ذکر مین جو راگ کی حرمت کے قائل ہین اور اُنکے جواب مین **اول** حجت یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی
ومن الناس من یشتری لہو الحدیث حضرت ابن مسعود اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہو الحدیث راگ ہی اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حرام کیا گانیوالی لونڈی کو اور اسکی فروخت کو اور اسکے دام کو اور اسکی تعلیم کو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ
اس حدیث مین گانیوالی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہی جو شراب کی مجلس مین مردونکے سامنے گاوے اور یہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ اجنبی
عورت کا گانا فاسقون کے اور ایسے لوگونکے سامنے جنسے فتنہ کا خوف ہو حرام ہی اور مراد ہی ایسے گانیوالی لونڈی سے ممنوع ہی گانا گواتے تھے
اور اگر صرف مالک اپنے سامنے گوانے کو لیتا تو اس حدیث سے اُسکی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ غیر مالک کو بھی اُسکا راگ سننا درست ہی بشرطیکہ فتنہ

تھا اور اسکی دلیل وہی حدیث دونوں لڑکیوں کی ہی جو حضرت عائشہ رضہ کے مکان میں گاتی تھیں اور آیت میں جو لہو الحدیث کا خریدنا مذکور ہی اس کے آگے یہ بھی ہی کہ اس جہت سے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرے تو وہ واقع میں حرام اور برا ہی اور اسمیں گفتگو بھی نہیں مگر ہر ایک غنا ایسا نہیں کہ دین کے عوض خریدا جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرنے کے لیے او مقصود آیت شریف میں حرمت ایسے ہی راگ کی ہی بلکہ راگ پر کیا موقوف ہی اگر بالفرض قرآن کو اس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہوں تو اُسکا پڑھنا بھی حرام ہوگا چنانچہ کسی منافق کا ذکر ہی کہ وہ لوگوں کی امامت کیا کرتا اور سورہ عبس کے سوا دوسرا نہ پڑھتا اس لحاظ سے کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہی حضرت عمر رضہ نے اسکے اُس فعل کو حرام جانا اور اُسکے قتل کا ارادہ کیا اس نظر سے کہ اسکا منشا گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور راگ سے غرض گمراہ کرنا ہو تو بطریق اولیٰ حرام ہے

دوم حجت یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی افمن ہذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ زبان حمیر میں سمود راگ کو کہتے ہیں جس سے سامدون نکلا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر آیت میں مذکور ہونے کی وجہ سے حرمت ہی تو چاہیے کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہو کہ یہ دونوں بھی آیت میں مذکور ہیں اور اگر یہ کہو کہ ہنسی سے ہنسی مخصوص مراد ہی یعنی مسلمانوں پر بوجہ مسلمان ہونے کے ہنسنا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہی جو مسلمانوں کے تمسخر کے باب میں ہو جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی والشعراء یتبعہم الغاوٗن کہ اسمیں شعراء کفار سے غرض ہی یہ نہیں پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ حرام ہو **سوم** حجت یہ ہی کہ حضرت جابر رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اُسنے ہی اول راگ گایا اس حدیث میں راگ و نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں آخر نوحہ میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گنہگاروں کا نوحہ اپنی خطاؤں پر مستثنیٰ ہی اسی طرح راگ میں سے وہ راگ مستثنیٰ ہوگا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی تحریک مباح چیزوں کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دونوں لڑکیوں کا گانا اور جس روز آپ مدینہ مطہرہ میں رونق افروز ہوئے عورتوں کا اس مضمون کا گانا مستثنیٰ ہے سے

بدر طالع گشت برما از ثنیات وداع	شکر واجب ہست برما تا دعا داعی کند	

چہارم حجت یہ ہی کہ حضرت ابو امامہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی آواز راگ میں بلند کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اُسکے دونوں مونڈھوں پر بٹھا دیتا ہی کہ وہ دونوں اپنی ایڑیاں اُس کے سینہ پر مارتے رہتے ہیں جب تک کہ چپ کا ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ حدیث راگ کے بعض قسم پر محمول ہی یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہو یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق اُبھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنے کی فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہیں اور انکی دلیل قصہ اُن دونوں لڑکیوں اور حبشیوں کا اور وہ اخبار ہیں جو ہم صحاح سے نقل کر چکے اس لیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہ میں اباحت کی تصریح کر دیتا ہی اور منع ہزار جگہ میں بھی تاویل کا محتمل ہی اور تنزیہ کا بھی احتمال رکھتا ہی مگر فعل میں کچھ تاویل نہیں ہی اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہی وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہی اور جسکا کرنا مباح ہی وہ بہت سے عوارض سے حرام ہو جاتا ہی یہانتک کہ نیتوں اور قصدوں کی جہت سے بھی **پنجم** حجت یہ ہی کہ عقبہ بن عامر رضہ نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی چیزیں کہ اُن سے کھیلتا ہی باطل ہیں مگر اپنے گھوڑے کو تعلیم دینا اور تیر چلانا اور اپنی بی بی سے کھیل کرنی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ باطل فرمانے سے

طبرانی وغیرہ اور حدیث ضعیف ہے ۱۲ فتح الباری اور بیہقی نے اس کو نقل کیا ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے ۱۲

حرمت نہین پائی جاتی بلکہ بیفائدہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیون کیطرف دیکھنے کا کھیل ان تینون مین داخل رہیگا اور حرام نہ ہوگا اور محصور مین غیر محصور کو قیاس کیوجہ سے ملالیا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لایحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلث کہ اسمین چوتھا اور پانچوان ملالیا جاتا ہی تو ایسا ہی بی بی سے چہل کرنا ہی کہ اس سے بجز لذت کے اور کچھ فائدہ نہین علاوہ ازین باغون کی سیر اور پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے ہنسی ٹھٹھے جنسے آدمی کھیلتا ہی انمین سے کوئی حرام نہین اگرچہ انکو باطل کہہ سکتے ہین۔ **شبہہ ششم** یہ حجت ہی کہ حضرت عثمان غنی رضہ فرماتے ہین کہ جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہی کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہی تو چاہیے داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا چھونا بھی حرام ہو سو اسکے یہ کہانسے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضہ جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی **شبہہ ہفتم** یہ حجت ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہی کہ راگ دلمین نفاق کو اُگاتا ہی اور بعضون نے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ جیسے پانی ترکاری کو اُگاتا ہی اور بعض لوگون نے اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہی حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضہ کے سامنے احرام باندھے ہوئے گذرے اور انمین ایک شخص راگ گاتا تھا آپ نے فرمایا دو بار کہ خدا تعالے تمھاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہی کہ مین حضرت ابن عمر رضہ کے ساتھ ایک راستہ مین تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سُنی اور دونون انگلیان دونون کانونمین دے لین اور اس راہ سے دوسری طرف ہو لیے اور مجھ سے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہی کہ نہین یہانتک کہ جب مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپنے انگلیان کانونمین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا اور فضیل بن عیاض رحمہ فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہی اور بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہی اور یزید بن ولید نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا ہی اور مروت کو ڈھاتا ہی اور شراب کا قائم مقام ہی اور نشہ کا سا اثر کرتا ہی اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون سے نہ سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہی تو ان سب اقوال کا جواب یہ ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ کا قول کہ وہ نفاق اُگاتا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ گانیوالے کے حق مین یہ تاثیر کرتا ہی کیونکہ اسکی غرض یہی ہوتی ہی کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے اور اپنی آواز اُسکو سنادے اور لوگونسے میل ملاپ کرتا ہی کہ اُسکے راگ پر راغب ہون اور ریجھین اور یہ نفاق کی بات ہی مگر اس سے حرمت نہین ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور ریا عمدہ پوشاک پہننے اور خوب چھتے گھوڑے پر سوار ہونے اور اقسام آرائش و رکھیتی اور انعام وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے بھی دل مین پیدا ہوتا ہی مگر ان کل اشیا کو مطلق حرام نہین کہا جاتا اور دلمین اُگنے کیوجہ سے صرف گناہ ہی نہین ہوتے بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہین وہ بھی باعث ظہور نفاق ہوجاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسیوجہ سے حضرت عمر رضہ کے نیچے جب ایک گھوڑا اٹکڑا اور بن سنور کر اترا کر چلا تو آپ اُسپر سے اُتر پڑے اور اسکی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اسکی خوش رفتاری سے اپنے دلمین تکبر معلوم فرمایا تو یہ نفاق مباح سے بھی ہوتا ہی غرضکہ جس پر حرام نہین کہ قول ابن مسعود سے راگ کو حرام ہی کہا جائے اور حضرت ابن عمر رضہ کا فرمانا کہ خدا تمھاری دعا قبول نہ کرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی بلکہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے تھے اور اُنکو عورتون کا ذکر مناسب نہ تھا اور اُنکے آثار سے آپکو ظاہر ہوگیا کہ یہ راگ وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ کے شوق کیواسطے نہین بلکہ صرف کھیل کیلیے ہی اسی جہت سے اُنپر انکار کیا کہ بلحاظ اُنکے حال و احرام کے بُرا تھا اور ظاہر ہی کہ بعضی حالتین زیادہ ہوتی ہین

اتنی ہی احتمال کی صورتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور آپ کے کانوں میں انگلیاں دینے سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اسی قصہ میں اس کا جواب موجود ہے کہ آپ نے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان بند کرے اور مت سن اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اپنے دلکو سردست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا کچھ عجب نہیں کہ لہو کی محرک ہو کر جس فکر میں آپ تھے اُس سے مانع ہو یا جو ذکر کہ راگ کی نسبت کرا دی تھا اُس سے باز رکھے اور اسیطرح آنحضرت صلعم کا فعل ہے کہ آپ نے بھی حضرت ابن عمر رضہ کو منع نہ فرمایا تو آپ کے اس فعل سے بھی حرمت نہیں پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا ترک کرنا اولی ہے اور ہمارے نزدیک اسکا ترک اکثر حالات میں بہتر ہے بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیاء کا ترک بہتر ہے بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ اُنکا اثر دل میں ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونیکے بعد ابی جہم کا بھیجا ہوا کپڑا اُتار ڈالا اتفاقًا اُس میں نقش و نگار تھے جس سے آپکا دل مشغول ہوا اب کیا تم اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہیں تو شاید آنحضرت صلعم بھی ایسی حالت میں ہوں گے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اُس حالت سے روکتی ہوگی جیسے نقش نے نماز میں حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگوں کو ہمیشہ حق کی حضوری حال نہیں اُنکو راگ کے حیلہ سے اپنے دلوں میں سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا مقصود ہے اگرچہ یہ تدبیر غیر کے لیے کمال ہے اور اسیوجہ سے حصیری نے کہا کہ میں اُس راگ کو کیا کروں کہ گانے والا مرجائے تو موقوف ہو جائے اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالی سے سننا ہمیشہ کو باقی ہے تو چونکہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ سننے اور دیکھنے کی لذت میں رہتے ہیں اُنکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہیں۔ اور قول فضیل رح کا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور اسی طرح اور اقوال کا مضمون اسی کے قریب ہے تو وہ فاسقوں اور جوان شہوت پرستوں کے راگ کا حال ہے اور اگر سب اگو نکا یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانۂ اقدس میں اُن دونوں لڑکیوں کا راگ کیوں سنا جاتا یہ ذکر کتاب وسنت کی دلیلوں کا ہوا اور دلیل قیاسی کی غایت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہیں ویسے ہی راگ بھی حرام ہے تو راگ میں اور تار کے باجوں میں فرق پہلے مذکور ہو چکا اُن پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں یا یوں کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہے مگر دنیا سب کھیل کود ہے چنانچہ حضرت عمر رضہ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہے گھر کے کونے میں اور عورتوں کے ساتھ ہر طرح کی چہل کھیل ہی ہے بجز قربت کے کہ لڑکا ہونیکا سبب ہے اسیطرح ہنسی جسمیں فحش نہ ہو حلال ہے اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضہ سے منقول ہے چنانچہ باب آفات اللسان جاربع میں انشاء اللہ مذکور ہوگی اور حبشیوں اور زنگیوں کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہے اُسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہو گئی علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہے اور فکر کا بوجھ اُس پر سے ہلکا کرتا ہے اگر دلوں سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دینگے اُنکو راحت دینے سے اس بات کی عانت ہے کہ اچھی طرح محنت کے ساتھ کام دیویں مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اُسکو چاہیے کہ جمعہ کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایکروز کی تعطیل اور ایام کیلیے باعث نشاط ہوتی ہے اور دل تھکتا نہیں اسی طرح جو شخص نوافل پر سب وقتوں میں مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات میں سستایا کرے اور بہیں لحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کر دیے کہ انمیں نماز مکروہ ہوتی ہے حاصل یہ کہ تعطیل سے عمل پر اعانت ہوتی ہے اور کھیل محنت اور جد و جہد پر اعانت کرتا ہے اور محض جد و جہد اور تلخی امر حق پر بجز انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہیں کر سکتا تو چونکہ کھیل دل کیلیے تھکن اور ماندگی کا علاج ہے اسلیے اسکا مباح ہونا چاہیے مگر اُسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے نہیں پیتے ہیں تو اس نیت سے کھیل ثواب ہو جائیگا اور یہ اُس شخص کے حق میں ہے کہ راگ اُس کے دل سے کوئی صفت محمودہ پیدا نہ کرے جسکی تحریک منظور ہو بلکہ بجز

صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث باب صلوٰۃ میں ترمذی ۱۲

لذت اور صرف استراحت کے اور کچھ فائدہ نہو تو اُسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اُسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ہان اس مین شک نہین کہ یہ امر رتبۂ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہی بلکہ کامل وہ ہی جو اپنے نفس کے راحت دینے مین سواے حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندونکی نیکیان مقربون کے حق مین برائیان ہین تو گو راگ مقربون کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کار آمد ہے اور جو شخص کہ دلون کے علاج کے علم پر محیط ہو اور لطائف الحیل سے حق کیطرف اُنکا لیجانا جانتا ہی وہ یقیناً جان لے گا کہ ان جیسی باتون سے دلون کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہی کہ بدون اُسکے کوئی چارہ نہین

دوسری فصل سماع کے آثار اور آداب کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اول درجہ سماع کا یہ ہی کہ جو سنا جائے وہ سمجھ مین آئے اور جو بات کہ سننے والے کے ذہن مین آئے اُسپر ڈھالے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہی اور وجد اعضا پر حرکت پیدا کرتا ہی تو اس نظر سے ان تینون باتون کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہی تین مقامون مین۔

پہلا مقام سمجھنے کے ذکر مین جو سننے والے کے حالات کے اختلاف کے موافق مختلف ہوتا ہی اور سننے والے کی چار حالتین ہین حالت اول تو یہ ہی کہ سننا صرف طبعی ہو یعنی بجز لذات اور الحان کی لذت کے اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے اور یہ سننا مباح ہی مگر سماع کے مراتب مین سب سے کمتر ہی کیونکہ اس امر مین تو اُسکے شریک اونٹ اور بہائم بھی ہین بلکہ اس ذوق کیلیے تو صرف زندگی ہی چاہیے کہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہی۔ **دوسری** حالت یہ ہی کہ سمجھ کے ساتھ سنے مگر مضمون کو کسی مخلوق معین یا غیر معین پر ڈھالتا جائے اور یہ سننا جوانون اور شہوت والونکا ہی کہ جو کچھ سنتے ہین اُسکو موافق اپنی شہوتون اور مقتضاے احوال کے ڈھال لیتے ہین اور یہ حالت بھی ایسی نہین کہ اُسکا کچھ ذکر کیا جائے بلکہ اُسکی برائی اور اس سے ممانعت پر ہی بس کرنا کافی ہی **تیسری** حالت یہ ہی کہ جو کچھ سنے اسکو اپنے حال پر ڈھالے یعنی خدا تعالی کے معاملہ مین جو اُسکے حالات بدلتے ہین کبھی تمکن ہوتا ہی اور کبھی تعذر تو انھین پر ڈھالتا جائے یہ سماع مریدونکا خصوص مبتدیونکا ہوتا ہی کیونکہ مرید کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوگا اور اُسکا مقصود خدا تعالی کی معرفت اور اُسکا دیدار اور مشاہدہ باطنی کے طریق سے اُس تک پہونچنا اور حقیقت واضح ہوتی ہی اور اس مقصد کا ایک راستہ ہی جسکو وہ چلتا ہی اور کچھ معاملے ہین جنپر مواظبت کرتا ہی اور کچھ حالات ہین جو اُسکو پیش آتے ہین تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہی یا قبول خواہ رد کا یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس فوت شدہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والے کا یا طمع کا یا خوف کا یا گھبرانے کا یا دل لگنے کا یا ایفاے وعدہ خواہ عہد شکنی کا یا خوف فراق خواہ سرور وصال کا یا حبیب کے دیکھنے کا یا رقیب کے برطرف ہونیکا یا اشک فشانی یا متواتر سرگردانی کا یا طول فراق خواہ وعدۂ وصال کا یا اور کسی بات کا ذکر سنتا ہی جسکا بیان اشعار مین ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ بعض اُن حالات مین کے مرید کے مطابق حال ہون تو اُنکا سننا ایسا ہوتا ہی جیسا چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فوراً دل کی آگ بھڑک اُٹھتی ہی اور شوق کا ابھار اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہی اور اُسکے سبب سے حالات اُسکی عادت کے مخالف اُسپر ہجوم کرتے ہین اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈھالنے کی اُسکو بڑی گنجائش ہی یہ ضرور نہین کہ وہ اشعار سے وہی معنی سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورتون پر محمول ہو سکتا ہی اور ہر ذی فہم اُس سے اپنی سمجھ کے موافق معنی نکال سکتا ہی اب ہم کچھ مثالین لکھتے ہین کہ لوگون نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ نہ گمان کرے کہ جن شعرون مین ذکر غم اور رخسار اور زلف کا ہوگا اُنسے تو ظاہری ہی معنے سمجھ مین آئینگے اور

بات کوئی کیا سمجھیگا اور ہم کو اُس کی حاجت نہین کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کرین اسلیے کہ یہ امر سماع والون کی حکایات سے معلوم ہی ہوجاتا ہی عیان را چہ بیان چنانچہ کہتے ہین کہ کسی صوفی نے ایک شخص کو کہتے سُنا ؎

مجھ سے کہا رسول نے کل کو ملوگے تم	مین نے کہا کہ کہتا ہی کیا کچھ خبر بھی ہے

اس آواز سے اسکو اشتعالک ہوئی اور وجد مین آکر مصرعۂ اول مکرر پڑھنے لگا اور صیغہ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا یہان تک کہ شدت سرور اور لذت سے بیہوش ہوگیا جب ہوش مین آیا تب اُس سے وجد کا سبب دریافت کیا گیا کہا کہ مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ جنت والے اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ مین ایکبار کرینگے — اور رقی نے ابن دراج سے نقل کیا ہی کہ اُسنے کہا کہ مین اور ابن فوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر چلے جاتے تھے کہ اتنے مین ایک محل خوبصورت نظر آیا اُسکے برآمدہ مین ایک شخص بیٹھا ہوا اور اُسکے سامنے ایک لونڈی یہ گارہی تھی ؎

ہی تغیر تیرے احوال مین ہر روز نیا	تجکو تو اُسکے سوا اور بھی کچھ ہی زیبا

اتفاقاً ایک جوان رعنا ڈول ہاتھ مین گدڑی پہنے برآمدہ کے نیچے نکلتا تھا کہ یہ آواز اُسکے کان مین پڑی اُس لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہی خدا کی اور اپنے مولا کی حیات کی کہ اسکو دوبارہ کہدے اُسنے وہی شعر دوبارہ پڑھا کہا کہ بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا تلون یہی ہی پھر ایک نعرۂ جانسوز مارکر مرگیا راوی کہتا ہی کہ ہم نے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہمیر پیش ہوگیا یہان ٹھہرنا چاہیے اسکی تجہیز و تکفین کیلیے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اُس لونڈی سے کہا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہی پھر بصرہ والے نکلے اور اُس جوان پر نماز پڑھی اور جب دفن سے فارغ ہوچکے تو صاحب مکان نے اُنسے کہا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ جتنی چیزین میری ہین مع اس محل کے سب وقف ہین اور میری سب لونڈیان آزاد ہین پھر اُس نے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور ایک تہ بند باندھکر دوسرا بدن پر ڈال لیا اور جدھر کو منھ ہوا چلدیا لوگ دیکھتے رہ گئے یہان تک کہ اُن کی نظر سے غائب ہوگیا سب اُس کے فراق سے روتے تھے پھر اُس کا حال کچھ نہ سنا گیا کہ کہان گیا اور کیا ہوا اور مقصود یہ ہی کہ وہ جوان ہر وقت اپنے حال مین حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے اپنے آپ کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاسف تھا تو جب اُس کے کان مین وہی بات پڑی جو اُس کے حال کے موافق تھی تو اُس کو یون خیال گیا کہ اللہ تعالے کی طرف سے مجکو یون خطاب ہی کہ تو ہر روز نئے رنگ بدلتا ہی اگر ایسا نہ کرے تو تیرے حق مین اچھا ہو اور جس شخص کا سماع من اللہ اور علی اللہ اور فی اللہ ہو اُسکو چاہیے کہ معرفت الٰہی اور اُسکی صفات کی معرفت کا علم خوب منضبط کرلے ورنہ سماع سے اُسکے حق مین خطر ہی کہ شاید اللہ تعالے کے حق مین ایسی بات تصور کرے جو اُس کے حق مین محال ہی اور اس سے کافر ہوجائے تو جو مرید مبتدی ہو اُسکو سماع مین خطرہ ہی ہان اگر جو کچھ سنے اُس کو اپنے حال پر ڈھالے اس طرح کہ خدا تعالی کے وصف سے متعلق نہو تو مضائقہ نہین ورنہ دقت ہے مثلاً شعر مذکور مین خطا اسطرح ہوسکتی ہی کہ اپنے آپکو متکلم سمجھے اور خدا تعالی کو مخاطب اور اُسکی طرف تلون کو منسوب کرے تو کافر ہوجائیگا اور ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت [illegible] ہوتی ہی جس مین کچھ تحقیق کی آمیزش نہین ہوتی اور کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہی کہ اُسمین کچھ تحقیق بھی ہوتی ہی کہ اسکی صورت یہ ہی کہ [illegible]

حالات کا بدلنا بلکہ تمام عالم کا متغیر ہونا خدائے تعالی کیطرف سے جانے تو اتنی بات حق ہی کیونکہ خدائے تعالی کبھی آدمی کا دل کشادہ کرتا ہے اور کبھی تنگ اور گاہے نورانی فرماتا ہی اور گاہے ظلمانی اور کبھی اُسکو سخت کرتا ہی اور کبھی نرم اور نگاہے اُسکو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کردیتا ہی اور کبھی اُسپر شیطان کو مسلط کرتا ہی کہ اُس کو طریق حق سے پھیر دے اور یہ سب باتین اللہ تعالی کیطرف سے ہین اور جس شخص سے کہ اوقات قریبہ مین مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہین اُسکو عادت اور عرف مین غیر مستقل اور متلون بولا کرتے ہین اور غالبًا شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون کیطرف نسبت کیا ہی اس نظر سے کہ کبھی قبول کرتا ہی اور کبھی مردود اور گاہے نزدیک کرتا ہی اور گاہے دور مگر سماع سے اس امر کو خدا تعالی کیطرف منسوب کرنا کفر محض ہی بلکہ اللہ جل شانہ کے ساتھ یہ عقیدہ چاہیے کہ وہ دوسرے کو بدلتا ہے خود متلون نہین ہوتا اُسکی طرف سے تغیر ہی بخلاف بندون کے کہ وہ متغیر ہوتے ہین اور یہ علم مرید کو تو اعتقاد تقلیدی اور ایمانی سے حاصل ہوا کرتا ہی اور عارف کو یقین کشفی حقیقی سے اور یہ وصف خداوند حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا اوصاف عجیب مین سے ہی اور اُسکے سوا دوسرے مین ہو نہین سکتا کیونکہ جتنے بدل دینے والے اُسکے سوا ہین وہ اُسی وقت دوسرے کو بدلتے ہین کہ خود بھی بدل جاوین اور بعض ارباب وجد وہ ہین جن پر ایسا حال غالب ہوتا ہی جیسا نشہ بیہوش کر دیتا ہی ایسے حال مین اُنکی زبان اللہ تعالی کے ساتھ عتاب پر کھلجاتی ہی اور اس بات کو بعید جانتے ہین کہ دل کو اُسنے اپنا مطیع کر رکھا ہی اور اُنکے حالات کو مختلف طور پر تقسیم کیا ہی کہ صدیقین کے دلکو صفائی اور حضوری عنایت کی اور منکرون اور مغرورون کے دل کو دوری اور مہجوری تو اُسکی دی ہوئی چیز کا نہ کوئی روکنے والا اور نہ اُسکی روکی چیز کا کوئی دینے والا کفار سے جو توفیق منقطع کردی تو کسی پہلے قصور کی جہت سے نہین اور انبیاء علیہم السلام کو جو اپنی توفیق اور نور ہدایت سے مدد دی تو کسی سابق کے ذریعہ سے نہین بلکہ اپنے آپ کو یون فرماتا ہی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین اور فرمایا لکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین اور فرمایا ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون۔ اب اگر تمھارے دلمین یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیون مختلف ہوئی بندہ ہونے مین تو سب شریک ہین تو تمکو سراپردہ جلال سے للکارا جاویگا کہ حد ادب سے باہر مت ہو یہ وہ ذات پاک ہی جسکی شان لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون ہی۔ اور اصل تو یہ ہی کہ زبان سے اور ظاہر مین ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہین مگر دلمین ایسے اختلاف ظاہری کا بعید نہ معلوم ہونا کہ کوئی تو ہمیشہ کو شقی ہی رہے اور راندۂ درگاہ اور کوئی سعید جاوید اور مقبول بارگاہ اس امر پر بجز راسخ علما کے اور کو قدرت نہین اور یہی وجہ حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب مین راگ کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ صاف ستھرا ہی اُسپر بجز علما کے قدمونکے اور لوگون کے قدم نہین جمتے اور یہ اسوجہ سے فرمایا کہ راگ دلونکا اسرار مخفی کو متحرک کرتا ہی اور جیسے نشہ مدہوش کرنیوالا آدمی کو پریشان کردیتا ہی اور ادب کا عقدہ کھولدیتا ہی اسیطرح راگ بھی دلونکو پریشان کرتا ہی اسدرجہ تک کہ تعجب نہین کہ ادب باطنی بالائے طاق ہوجاے مگر جسکو خدا تعالی اپنے نور ہدایت اور عصمت سے بچالیوے اور اسیوجہ سے کسی نے کہا ہی کہ کاش ہم راگ سے جیونکے تیون بچ جاوین کہ نہ ہمکو کچھ ثواب ہو نہ عذاب غرضکہ اس قسم کے سماع مین اُس سماع سے زیادہ خطر ہی جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ محرک شہوت کی غایت یہ ہی کہ نرا معصیت ہوجائے یہ تو نہین کہ کافر ٹھہر جائے جو اس راگ کی غایت ہی۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کبھی سننے والے کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی یہانتک کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والونکو وجد ہوتا ہی حالانکہ ایک کی سمجھ درست ہوتی ہی اور دوسرے کی خطا یا دونوں کی سمجھ

درست ہوتی ہی مگر ایک کچھ معنی سمجھا اور دوسرا کچھ اور ہرچند یہ دونون معنی ایک دوسرے کے ضد ہین مگر اُن دونون شخصون کے حالات کے لحاظ سے ضد نہین جیسے عتبہ غلام سے مروی ہی کہ اُنھون نے کسی کو گاتے سُنا ؎

پاک ہی قدوس ذات کبریا | رنج مین رہتا ہی عاشق مبتلا

تو کہا کہ سچ کہتا ہی اور ایک اور شخص نے جو اسکو سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہی کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونون درست و بجا کہتے ہین اسلیے کہ اول کا قول اُس عاشق کا ہی جسکو مراد پر دسترس نہین ہوئی بلکہ اعراض اور انکار محبوب سے مبتلاے آلام فراق ہی اور دوسرا کلام اُس عاشق کا ہی جسکو محبت سے انس ہی اور فرط محبت مین انچہ از دوست میرسد نیکوست پر کاربند ہی درد و تکلیف کا اثر نہین معلوم کرتا ہی بلکہ اُس سے مزہ اور لذت اُٹھاتا ہی یا ایسے عاشق کا کلام ہی جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہوا اور آیندہ کو خطر اعراض سے واقف نہین یعنی رجا اور حسن ظن اسدرجہ کو اُسکے دل پر غالب ہوا ہی کہ خطر اعراض سے بالکل غافل ہی تو اسطرح حالات کے مختلف ہونے سے سمجھ مین اختلاف ہوجاتا ہی اور ابو القاسم بن مروان جو ابو سعید خراز کی صحبت مین رہتے تھے اور بہت برسون سے راگ سُننا چھوڑ دیا تھا اُنکی حکایت ہی کہ کسی دعوت مین گئے وہان ایک شخص کو یہ گاتے سنا ؎

بر لب جو تشنہ لب استادہ ام | جام از دستش نمی یابم ہنوز

حاضرین اُٹھے اور وجد کیا جب ساکت ہوے تو اُنھون نے لوگون سے پوچھا کہ اسکے معنی آپ کیا سمجھے سب نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہے اور باوجود اُنکے سامان موجود ہونے کے اُنسے محرومی ہے اس جواب سے اُنکی تشفی نہوئی لوگون نے کہا کہ آپ کے نزدیک کیا مقصود ہی فرمایا کہ یہ مراد ہی کہ حالات کے بیچ مین ہو اور کرامات مرحمت کی جائے مگر اصل حقیقت سے کچھ نہ عطا کیا جائے اور اس مین اشارہ ہی کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز اُن کے بعد ہی اُس سے پیشتر احوال ہوتے ہین اور کرامات اُس کے مبادی ہین کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت پر وصول نہین ہوتا منزل مقصود دور رہتی ہی اب ان معنون مین جو اُنھون نے سمجھے اور اُن مین جو لوگون نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہی کہ وہ اور جگہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے اور ابو القاسم نے اور رتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونون صحیح ہین اس لیے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہی وہ اول اُنھین کا مشتاق ہوتا ہی جب اُنپر دسترس ہو جاتی ہی تو اُنکے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہی تو جس مقام پر سالک کو پہونچنا نصیب ہوگا اُسکے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نرہیگا اور پرے مقامات کا راغب ہوگا اور شبلی رح اکثر اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے ؎

ہجر ہست الفت تو محبت عداوت | وصل تو قطع باشد و صلحت ستیزہ

اس شعر کو کئی مختلف صورتون مین سمجھ سکتے ہین کہ انمین سے بعض حق ہین اور بعض باطل سب سے ظاہر توجیہ یہ ہی کہ اسکو خلق کے باب مین بلکہ تمام دنیا اور ماسوے اللہ کے باب مین سمجھا جائے اسلیے کہ یہ حال دنیا ہی کا ہی کہ دغاباز فریبی اور اپنے ارباب کی قاتل باطن مین اُنکی دشمن اور ظاہر مین دوست ہی جس مکان مین کہ اُس سے عیش مالا مال ہی آخر کو اُسی کا بُرا حال ہی ابھی مکان والے شادان و فرحان ہین اور ابھی نالہ کنان اور گریان چنانچہ حدیث مین بھی اُسکا انقلاب مذکور ہی اور ثعالبی نے اُسکا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہی

قطعہ

بھاگ دنیا سے نہ کر نسبت کا اس سے تو خیال | قاتل شوہر جو بی بی ہو نہ دے اُسکو پیام | اُسکے شوہرون کے مقابل ہین جو امید ہین قلیل

سخندان زائد ہین اُسکی بے تردد لاکلام
بادہ گلگون ہے وہ لیکن ہے موت اُسکا خمار
لیک باطن مین وہ رکھتی ہے خیانت ہائے عام

خوب کثرت سے کیے ہین مضمون نے اُسکے وصف
بادپا ہے پر چڑھو اُسپر تو ہوے بدلجام

لیک مین کہتا ہون اُسکے حق مین یہ تشبیہ تام
ہے وہ مہ پارہ کہ جسکا حسن ہے مردم فریب

غرضکہ شعر مذکور الصدر کے سب مضمون دنیا پر منطبق ہو سکتے ہین۔ اور دوسرے معنی یہ ہین کہ اس شعر کو اپنے نفس پر اچھی طرح ڈھالے کہ خدا تعالی کے حقوق مین نفس کا یہی حال ہے مثلاً اُس کی معرفت جہالت ہے اسلیے کہ اللہ تعالے خود فرماتا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۔ اور اطاعت اُسکی ریا ہے اسوجہ سے کہ اللہ تعالی سے کما ینبغی ڈرتا نہین اور محبت بالکل ردگی ہے کیونکہ اللہ تعالے کی محبت مین کوئی شہوت اپنی شہوتون مین سے چھوڑتا نہین اسی طرح اور اوصاف کمال کو قیاس کرلینا چاہیے اور جس شخص کیساتھ اللہ تعالی کو بہتری کرنی منظور ہوتی ہے اُسکو اُسکے نفس کے عیبون پر واقف کردیتا ہے وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہے گو غافلون کی نسبت کرو وہ عالی رتبہ ہو اور یہین وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اور دوسری حدیث مین فرمایا اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ۔ اور آپ کا استغفار اسی وجہ سے تھا کہ ہر وقت مقامات و احوال کے منازل آپ طے فرماتے تھے اور مدارج عالیہ کی نسبت اُن مقامات کو بعید سمجھ کر استغفار کرتے تھے گو وہ مقامات اپنے ماقبل کی نسبت کر درجات قرب مین سے تھے مگر قرب و بعد امور اضافی ہین کوئی قرب ایسا نہین کہ اُسکے آگے اور قرب نہو بے انتہا درجے ہین جیساکہ مولوی روم فرماتے ہین سه ای برادر بے نہایت درگہیست ہر چہ بر وے میرسی بر وے مایست اور درجات قرب کے اعلی درجہ پر پہونچ جانا محال ہے اور تیسرے معنی یہ ہین کہ اپنے احوال کے مبادی کو دیکھکر اُنپر راضی ہو اور پسند کرے اور پھر اُنکے انجامون کو دیکھکر اُن حالات کو حقیر جانے یعنی ہر ایک مین پوشیدہ غلطے پاوے اور اس امر کو خدا تعالی کی طرف سے جانکر جب یہ شعر سُنے تو اسکو قضا و قدر کی شکایت پر ڈھال دے تو یہ کفر ہے جیسا ہمنے اوپر لکھا ہے اور کوئی شعر ایسا نہین جسکا ڈھالنا کئی معنون پر ممکن نہو اور یہ امر سُننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہے چوتھی حالت یہ ہے کہ راگ سننے والا احوال مقامات کو طے کرکے ماسوائے اللہ کے سمجھنے سے جاتا رہا ہو یہانتک کہ اپنے نفس اور احوال و معاملات سب سے بیخبر ہو اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا مین مستغرق ہے اور اسکا حال اُن عورتون کے مشابہ ہو جنھون نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال دیکھنے کے وقت اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ایسی مدہوش ہوئی تھین کہ ہاتھ کا کٹنا معلوم نہوا اور اس جیسی حالت کو صوفی فنا عن النفس کہتے ہین یعنی خودی سے جاتا رہنا اور جب اپنے نفس سے فنا ہو جائیگا تو ظاہر ہے کہ دوسرے سے زیادہ تر فنا ہوگا تو وہ گویا بجز ذات واحد مشہود کے اور سب چیزون سے فنا ہو جاتا ہے یہانتک کہ مشاہدہ کرنے سے بھی فنا ہو جاتا ہے اسلیے کہ دل اگر مشاہدہ کرنیکی طرف التفات کریگا اور اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوگا کہ مین مشاہد کر رہا ہون تو مشہود سے غافل ہوگا بلکہ عاشقان مشہود کو مشاہدہ سے سروکار نہین ہوتا جیسے کوئی کسی چیز کا حریص جب اُسکے دیکھنے مین زیادہ مستغرق ہوتا ہے تو اُسکو اپنے دیکھنے کی طرف التفات نہین رہتا اور نہ آنکھ کیطرف جس سے رویت ہوتی ہے اور نہ دل کیطرف جس سے لذت معلوم ہوتی ہے اسی طرح متوالے کو اپنے نشہ کی خبر نہین ہوتی اور نہ لذت پانیوالے کو لذت پانے کی طرف توجہ ہو بلکہ جس سے لذت ہوتی ہے فقط اُسیکا حال جانتا ہے اسی طرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اُسکے جاننے کا علم ہونا اور ہے تو جو شخص ایک چیز کا عالم ہے جب اُسکے دھیان مین اُسکے عالم ہونے کا علم ہوگا تو وہ اُس چیز سے اعراض کنندہ ٹھہریگا اور یہ حالت فنا عن النفس کی کبھی تو مخلوق کے حق مین طاری

رہتی ہی اور کبھی خدا یتعالی کے حق مین بھی ہوتی ہی مگر اکثر یون ہی کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہی کہ ثابت اور دائم نہین رہتی اور اگر ثابت رہے تو اُسکے تحمل کی تاب قوت بشری مین نہین بلکہ بعض اوقات اُسکے بوجھ مین ایسا اضطراب کرتا ہی کہ اُس سے اُسکا نفس ہلاک ہو جاتا ہے چنانچہ ابو الحسن نوری رح کا حال لکھتے ہین کہ وہ ایک مجلس سماع مین موجود تھے کہ اس مضمون کا شعر سُنا ؎

پہونچا ہون تری الفت سے دائم ایسی منزل مین	اُترتے وقت جسمین ہوتی ہی عقلون کو حیرانی

سنتے ہی اُٹھے اور وجد مین آکر جدھر منھ ہوا چلدیے اتفاقًا ایک جنگل مین پہونچے کہ اُس مین سے بانس کاٹ لیے تھے اور اُن کی جڑین تیز دھار دار لکڑی تھین بس اُنھین مین دوڑتے رہے اور دوسری صبح تک شعر مذکور کا اعادہ کرتے رہے اور پانوٴن سے خون نکلتا جاتا تھا یہان تک کہ دونون پانوٴن اور پنڈلیان ورم کر گئین اور بعد اُسکے آپ چندروز زندہ رہکر واصل بحق ہوے رحمہ اللہ تعالے تو اس طرح کی سمجھ اور وجد صدیقون کا درجہ ہی اور یہ سب درجون مین اعلی ہی کیونکہ سماع احوال کے ہونے پر درجہ کمال سے ناقص ہی اور وہ صفات بشری سے مخلوط رہتا ہی جو ایک طرح کا قصور ہی بلکہ کمال اُسکا تام ہی کہ اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہو جاوے یعنی نہ نفس کی یاد رہے نہ احوال کی اور اُنکی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے کہ مصر کی عورتون کو ہاتھون اور چھری پر التفات نہ رہا تھا اور راگ کو اللہ اور باللہ اور فی اللہ اور من اللہ سنے اور یہ رتبہ اس شخص کا ہی کہ ساحل احوال و اعمال سے پار ہو کر بحر حقیقت مین گھسے اور صفا توحید اور اخلاص محض مین رُل مل جاوے اور خودی کا نشان کچھ اُسمین نہ رہے بشریت بالکل منطفی اور صفات بشری کیطرف التفات یکقلم منفی ہو اور ہماری غرض فنا سے فنا جسم نہین بلکہ فنا دل مقصود ہی اور دل سے مراد گوشت و خون نہین بلکہ وہ سر لطیف مراد ہی جسکو قلب ظاہری کیساتھ ایک علاقہ مخفی ہی اور اُسکے بعد سر روح ہی جو خدا ے عز و جل کے حکم سے ہی اُسکو جو جانتا ہی وہی پہچانتا ہی اور جو جاہل ہی وہ نہین جانتا اور اُس سر کیلیے ایک وجود ہی اور صورت اُس وجود کی وہ ہی جو اُسمین موجود ہو تو جب اُسکے اندر غیر چیز موجود ہوگی تو گویا بجز اُس حاضر چیز کے اور چیز کا وجود نہ رہیگا اور اُسکی مثال جلا والے آئینہ کی سی ہی کہ بذات خود اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسمین حاضر ہوتی ہی اُسی کا رنگ اُس آئینہ کا رنگ ہوتا ہی اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہی کہ خاص اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسکے اندر قرار پائی اُسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہی تو اُسکا رنگ یہی ہی کہ سب رنگون کے قبول کرنے کی استعداد اُسمین موجود ہی اور سر قلب کی حقیقت بلحاظ اُسکے اندر کی چیز کے کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب معلوم ہوتی ہی قطعہ

صہبا اور آبگینہ مے دونون ہین رقیق	ہی ایک شکل دونون کی اور ایک آب و تاب
گویا کہ ہی شراب نہین جام کا وجود	یا یہ کہو کہ جام ہی پر وان نہین شراب

اور یہ امر علوم مکاشفہ کے اُن مقامات مین سے ہی جنسے بعض لوگون نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعوے کر کے انا الحق کہدیا اور اسی کے گرد فرقۂ انصاری گنگناتے ہین جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعوی کرتے ہین یا اول کا لباس دوم کو بتلاتے ہین یا اول کا حلول دوسرے مین کہتے ہین جیسے اُنکی عبارتین مختلف ہین اور یہ اُنکی غلطی ہی اُنکا کلام ایسا ہی جیسے کوئی آئینہ کے اندر کی سرخی کو دیکھکر اُسکو سرخ رنگ بتاوے اور یہ نہ جانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہین بلکہ اُس چیز کا ہی جو اُسکے سامنے ہی اور جسکا عکس اُسکے اندر پڑا ہی اور چونکہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہین رکھتی اس لیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین کہ مسموعات مین متفرق درجات کا حال لکھ چکے ہین ۔

دوسرا مقام وجد ہے جو سمجھنے اور ڈھالنے کے بعد ہوتا ہے صوفیۂ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح سے مناسبت ہونے کی وجہ مین تقریرین
کرتے ہین دونون فریقون کے وجد کی ماہیت مین بہت سے اقوال ہین اول ہم اُنکے اقوال کو نقل کرتے ہین پھر جو امر محقق ہے اُسکو بیان کرینگے
صوفیون کے اقوال تو اس باب مین یہ ہین کہ ذوالنون مصری رح سماع کے لیے فرماتے ہین کہ وہ حق کا وارد ہے اسلیے آتا ہے کہ دلون کی تحریک حق کی
طرف کرے تو جو کوئی اُسکو حق کے سبب سے سنیگا وہ محقق ہے اور جو نفس کے باعث سنیگا وہ زندیق ہے تو گویا اُنکے نزدیک وجد سماع مین یہی ہے کہ دلون
کا میل حق کی طرف ہو یعنی جب سماع کا وارد آوے تو حق موجود پاوے کہ اُسکا نام ہی وارد حق ہے اور ابو الحسین دراج سماع مین وجد کا حال یون
فرماتے ہین کہ وجد اُس حالت کا نام ہے جو سماع کے وقت پائی جائے اور کہا کہ سماع مجکو رونق کے میدانون مین دوڑا لیگیا اور عطا کے وقت حق
کے واجب ہونے نے مجکو وجد مین ڈالا پھر جام صفا سے مجکو پلایا اور اُس سے رضا کے مراتب مین نے حاصل کیے اور ریاض نزاہت و رفضا مین
مجکو سیر کرائی شبلی رح نے فرمایا ہے کہ سماع کا ظاہر تو فتنہ ہے اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارے کو پہچانتا ہے اُسکو عبرت کا سننا حلال ہے ورنہ وہ خود گنہگار
فتنہ کا اور بلا مین پڑنا چاہتا ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اہل معرفت کے لیے سماع غذا ارواح کی ہے اسلیے کہ یہ ایسا وصف ہے کہ سب اعمال سے
باریک ہے اور اپنے رقیق ہونے کی وجہ سے طبیعت کی رقت ہی سے حاصل ہوتا ہے اور باینوجہ کہ جو اسکے اہل ہین اُن کے نزدیک یہ صاف اور
لطیف ہے تو بجز سر قلبی کی صفائی کے اور کسی بات سے نہین دریافت ہوتا۔ اور عمرو بن عثمان مکی رح فرماتے ہین کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت
ادا نہین کر سکتی اسلیے کہ وہ اہل یقین والون کی عبادت کے وقت کا راز الٰہی ہے۔ اور بعض فرماتے ہین کہ وجد حق کی طرف سے مکاشفات
کا نام ہے اور ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہین کہ وجد یہ ہے کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا
اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو اُنس دینا یعنی اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا اور یہ بھی اُنہین کا قول ہے کہ وجد خصوصیت کے
درجات مین سے اول ہے اور سبب امور غائبہ کی تصدیق کا ہے کہ جب سالک وجد کا مزہ چکھتے ہین اور اُنکے دلون پر اُس کا نور چمکتا ہے تو اُن کو کوئی
شک و شبہہ باقی نہین رہتا۔ اور یہ بھی اُنکا ہی قول ہے کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور علائق اور اسباب کا تعلق وجد کا مانع ہوتا ہے اس لیے
کہ نفس اپنے اسباب کے باعث سے محجوب ہے تو جب اُسکے اسباب منقطع ہو جائین اور ذکر خالص ہو اور دل ہوشیار اور رقیق اور صاف ہو اور نصیحت
اُنہین اثر کرے اور مناجات کے اجنبی مقام مین پہونچ جاوے اور ادھر سے خطاب ہونے لگے اور خطاب گوش ہوش اور دل حاضر اور سر
ظاہر سے سنے اور جو بات اپنے آپ ہی مین تھی اُسکو مشاہدہ کرے تو اُسکا نام وجد ہے کہ جو بات معدوم تھی اُس کو خود مین موجود پایا۔ اور
یہ بھی اُن کا قول ہے کہ وجد وہ ہے جو امور مفصلۂ ذیل کے وقت ہو یعنی ذکر محرک کے وقت یا خوف قلق مین ڈالنے والے کے وقت یا لغزش
پر توبیخ کرنے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہونے یا گم شدہ پر افسوس کرنے یا گذشتہ پر نادم
ہونے یا کسی حال کی طرف کھنچ جانے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے کے وقت اور وجد کی کیفیت یہ ہے
کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن کے اور غیب کو غیب کے اور سر کو سر کے اور جو کچھ تقدیر مین فائدہ لکھا ہے مضر چیز کے بدلے
مین اُسکو پیدا کرنا تاکہ بندہ کی سعی اس باب مین اُسکے لیے لکھ لیجاوے اور اسی کی جانب سے شمار کی جاوے تو اس صورت مین بدون
سعی کے تو اُسکے پاس سعی ہو جاویگی اور بدون ذکر کے ذکر ہو جاویگا اسلیے کہ شروع مین نعمت دینے والا اور ذمہ دار تو وہی کفیل مطلق تھا اور تمام معاملہ

آیندہ کو اُسکی طرف رجوع کریگا تو علم وجد کا ظاہر یہ ہی جو بیان ہوا اور صوفیہ کے اقوال وجد کے باب مین اسطرح کے بہت ہین۔ اب حکما کے اقوال کو
سنو کہ بعض تو یہ کہتے ہین کہ دل مین ایک عمدہ فضیلت تھی جسکو قوت نطق لفظون سے نکال نہ سکی بس اُسکو نفس نے نغمون سے باہر نکالا اور جب
وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اُسکے سامنے طرب مین آیا تو تم نفس سے سنا کرو اور اسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری مناجات کو ترک کرو
اور بعض یہ کہتے ہین کہ سماع کا نتیجہ یہ باتین ہین کہ رائے سے عاجز رائے کا طالب مستعد بنجائے اور جو فکر سے خالی ہو اُسکو فکر حاصل ہو جائے اور جو
فہم کا کند ہو اُس کی فہم تیز ہو جاوے حتی کہ جو بات نہ رہی ہو وہ پھر سے چلی آئے اور جو تھک گیا ہو وہ چُست بنجائے اور جو میلا ہو وہ صاف
بنے اور ہر رائے اور نیت مین جولانی کرے اور درست کہے اور خطا نہ ہو اور کام کرے مگر تاخیر نہ کرے۔ اور دوسرے حکیم نے کہا ہی کہ جیسا
فکر علم کو معلوم کی طرف سے راہ بتاتا ہی ویسا ہی سماع دل سے عالم روحانی کی راہ بتاتا ہی۔ اور کسی حکیم سے سوال ہوا کہ نغمون کے وزن اور
گت پر ہاتھ پاؤن کا بالطبع ہلجانا کس وجہ سے ہی تو اُسنے کہا کہ یہ عشق عقلی ہی عاشق عقلی اس بات کا محتاج نہین کہ اپنے معشوق سے زبان ہی
سے گفتگو کرے بلکہ وہ اس سے کلام اور سرگوشی تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشارے سے کیا کرتا ہی اور یہ سب چیزین باتین
کیا کرتی ہین مگر روحانی زبان مین ہین کہ بدون عقل کے اور طرح نہین سمجھی جاتین اور جو عاشق بہیمی ہین وہ اپنی زبان کو مستعمل کرتے ہین تاکہ
اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے طے کردین۔ اور ایک اور حکیم کا قول ہی کہ جو شخص حزین ہو اُسکو نغمات کا سننا چاہیے اس لیے
کہ نفس پر جب غم آتا ہی تو اُسکا نور بجھ جاتا ہی اور جب خوش ہوتا ہی تو اُسکا نور مشتعل ہوتا ہی اور اُسکی رونق جگہ پاتی ہی اس صورت مین جسقدر
آدمی کو استعداد ہوگی اور ملونی اور ناپاکی سے صفائی ہوگی اسی قدر اشتیاق پیدا ہوگا اور سماع اور وجد کے باب مین اقوال بہت سے ہین ان
سب کے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا اسلیے ہم امر حق کو لکھتے ہین جسکو وجد کہنا چاہیے پس واضح ہو کہ وجد اس حالت کا نام ہی
جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہی یعنی ایک نئی حالت راگ سننے کے بعد سننے والا اپنے نفس کے اندر پاتا ہی اور یہ حالت دو قسمون سے خالی نہین یا تو
اُسکا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہون جو منجملہ علوم اور تنبیہات گنے جاوین اور یا تغیرات اور احوال ہون کہ وہ از قبیل علوم نہون
بلکہ مثل شوق اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض کے ہون اور سماع ان احوال کو یا تو جوش مین لاتا ہی یا
قوی کر دیتا ہی پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے نہ کوئی سننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت ہلنے لگے
یا گردن جھکالے یا دیکھنے اور بات کرنے سے ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہینگے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا متغیر ہونا معلوم پڑیگا تو اُسکو
وجد کہینگے اور جسقدر اُسکا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہوگا اسی نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہوگا اور اُسکی تحریک اسقدر زور سے ہوگی جسقدر
قوت سے کہ وہ حالت آویگی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر وجد والے کے زور اور ہاتھ پاؤن کے قابو مین رکھنے کے ہوتا ہی تو اکثر ایسا
ہو جاتا ہی کہ وجد باطن مین قوی ہوتا ہی مگر ظاہر مین تغیر نہین آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہی اور بعض اوقات اُس حالت جدیدہ کے ضعیف ہونے
سے ظاہر مین اثر نہین کرتا کہ وہ حالت تحریک مین اور عقدۂ ضبط کے کھولنے مین قاصر ہوتی ہی اور اسی بات کیطرف یہ اشارہ کیا ہے ابو سعید
ابن اعرابی نے وجد کی تعریف مین کہ رقیب کا مشاہدہ اور حضور فہم اور غیب کا ملاحظہ ہوتا ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور بعید نہین کہ سماع ایسی چیز
کے منکشف ہونیکا سبب ہو جو پہلے سے مکشوف نہ ہوا اسلیے کہ کشف کئی سببون سے ہوتا ہی اول تنبیہ سے اور سماع تنبیہ کرنیوالا ہی دوم احوال کا بدلنا

اور انکا مشاہدہ اور ادراک کر انکے ادراک مین بھی ایک طرح کا علم ہے جو ایسی باتون کو واضح کردیتا ہے جو بیشتر معلوم نہ تھین سوم دل کی صفائی اور راگ سبب ہے دل کی صفائی کا چہارم دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور آشنا برانگیختہ ہوتا ہے کہ اس شدت سرور مین اُن اشیار کا مشاہدہ کرسکتا ہے جنکے مشاہدہ سے بیشتر عاجز تھا جیسے شتر راگ کے باعث وہ بوجھ اٹھا سکتا ہے جسکے اٹھانے کی بیشتر اُس کو طاقت نہ تھی تو چونکہ دل کا عمل کشف ہونا اور اسرار ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہے تو جب دل قوی ہوگا تو اُسکا عمل بھی زیادہ ہوگا جیسے شتر کے قوی ل ہونے سے اُسکا عمل زیادہ ہوتا ہے یعنی بوجھ کا اٹھانا پس اُنھین اسباب کے وسیلہ سے سماع کشف کا سبب ہوتا ہے بلکہ دل جب صاف ہوتا ہے تو بعض اوقات امر حق اُسکے سامنے صورت پکڑکر سوجھنے لگتا ہے یا لفظ منظوم بنکر اُسکے کان مین پڑتا ہے اور اس آواز کو اگر بیداری مین ہوتی ہے تو آواز ہاتف کہتے ہین اور سونے کی حالت مین ہوتی ہے تو خواب کہتے ہین اور یہ نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہے کہ امر حق اسطرح آدمی پر واضح ہوجائے اور علم معاملہ سے اس علم کی تحقیق خارج ہے مگر تجربہ شاہد ہے کہ صلحا کو اسطرح کے معاملات پیش ہوتے ہین چنانچہ محمد بن مسروق بغدادی کہتے ہین کہ جن دنون مین مین جاہل تھا ایک رات نشہ کی حالت مین اس شعر کو گاتا ہوا باہر نکلا ؎ گذر کرتا ہون حسیدم باغ زر پر طور سینا کے * تعجب کرتا ہون اُن لوگون پر جو پیتے ہین پانی کو * پس مین نے سنا کہ کوئی یون کہتا ہے ؎ جہنم مین وہ پانی ہے اگر کوئی پیے اُسکو * تو اکدم مین گلا ڈالے وہ امعار منہائی کو * تو یہی آواز میرے لیے توبہ کرنے اور علم وعبادت مین مشغول ہونے کا باعث ہوئی تو اب دیکھو کہ راگ نے اُسکے دل کی صفائی مین کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت مین صورت پکڑکر اور الفاظ موزون ہوکر اُسکے گوش ہوش مین پڑگئے اور مسلم عبادانی کہتے ہین کہ ہمارے پاس ایک بار صالح مری اور عتبہ غلام اور عبدالواحد بن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فروکش ہوئے مین نے ایک رات انکے لیے کھانا تیار کرایا اور اُنکی دعوت کی چنانچہ سب صاحب تشریف لائے جب کھانا سامنے آچکا تو اتنے مین کسی نے غیب سے پکار کر یہ شعر پڑھا ؎ یاد تمکو نہین کھانون کے مزہ مین عقبیٰ * کچھ نہ کام آئیگی یہ لذت نفس آخرکار * اسکو سنکر عتبہ غلام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے اور دوسرے لوگ بھی رونے لگے کھانا جون کا تون رکھا رہا کسی نے ایک لقمہ نہ کھایا۔ اور جسطرح کہ قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سُنائی دیتی ہے اسیطرح آنکھ سے صورت خضر علیہ السلام کی بھی سوجھتی ہے کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتون مین شکل پکڑتے ہین اور اسی جیسی حالت مین فرشتے انبیا علیہم السلام کے سامنے صورت پکڑتے ہین خواہ اپنی حقیقی صورت مین خواہ ایسی شکل مین کہ کسی قدر اُنکی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو بار اُنکی صورت پر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے افق کو روک لیا اور وہی صورت مراد ہے ان آیتون مین علمہ شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وہو بالافق الاعلیٰ آخر آیات تک اور انھین جیسے احوال مین دلونکا حال آدمی کو معلوم ہوجاتا ہے اور اس معلوم ہونے کو تفرس کہتے ہین اور یہین وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [۲۳]

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ کہتے ہین کہ کوئی یہودی مسلمان کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کے کیا معنے ہین اتقوا فراسۃ المومن تو لوگ اُسکے معنی بیان کردیتے مگر اُس کی تشفی نہ ہوتی ایکبار وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور اُنسے بھی یہی سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جو زنار تیرے کپڑون کے اندر کمر مین ہوتا ہے اُسکو توڑ ڈال اُسنے کہا کہ آپ نے سچ کہا اُسکے یہی معنی ہین اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ اب مین نے جانا کہ آپ ایماندار ہین اور آپ کا ایمان حق ہے۔ اسیطرح ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ جامع بغداد مین جنید

اسے بخاری ومسلم بروایت عائشہ رضی ۱۲ اسکو سکھایا سخت قوتون والے نے زور آور نے پھر سیدھا بیٹھا اور وہ تھا اونچے کنارے آسمان کے

[illegible]

درویشون کے ساتھ مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان ظریف خوبصورت اچھی خوشبو کا آیا مین نے اپنے یارون سے کہا کہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یہودی ہے سب کو یہ بات بری معلوم ہوئی آخر مین باہر چلا آیا اور وہ شخص بھی چلا گیا پھر اُن لوگون سے آکر دریافت کیا کہ شیخ نے میرے باب مین کیا فرمایا تھا اُنھون نے بتانے مین تکلف کیا مگر اُسنے اصرار کیا کہ سچ بتادو تب اُنھون نے کہا کہ یون کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور میرے ہاتھون پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہمنے اپنی کتابون مین یہ مضمون دیکھا ہے کہ صدیق کی فراست خطا نہین کرتی تو مین نے دلمین کہا کہ مسلمانون کا امتحان لون پھر جو مسلمانون کو تامل کیا تو کہا کہ اگر مسلمانون مین صدیق ہوتا ہوگا تو درویشون کے فرقہ مین ہوگا کہ یہ خدا تعالے کا ذکر کرتے ہین اس نظر سے مین تمھارے مجمع مین صورت بدل کر آیا جب شیخ نے فراست سے میرا حال دریافت کرلیا تو مین نے جانا کہ وہ صدیق ہین راوی کہتا ہے کہ پھر وہ جوان بڑے صوفیون مین سے ہوگیا اور اسیطرح کے کشف کیطرف اس حدیث مین اشارہ ہے لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء - اور شیطانون کا دورہ دلون پر اُسی وقت ہوتا ہے کہ صفات مذمومہ سے بھرے ہون کیونکہ شیطانون کی تماشاگاہ وہی ہین اور جو شخص ان صفات سے اپنے دلکو خالص اور صاف کرے شیطان اُسکے دلکے گرد نہین پھرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا عبادک منہم المخلصین اور فرمایا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان - اور سماع دل کی صفائی کا سبب ہے اور بذریعہ صفائی کے حق کا جال ہوا کرتا ہے کہ اُسمین حق ہی سماتا ہے اور اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت ذوالنون مصری بغداد مین داخل ہوے اُنکے پاس کچھ صوفی جمع ہوے جن کے ساتھ ایک قوال تھا اور آپسے اجازت چاہی کہ یہ شخص آپکے سامنے کچھ گاوے آپ نے اجازت دی تو اُسنے اس مضمون کے اشعار پڑھے ؎ تری چھوٹی سی الفت نے ستایا + بڑی ہوگی تو ہوگی کس غضب کی + اکٹھی کردی تو نے دل مین میرے - محبت جو کہ باہم مشترک تھی + ابتلا آیا ترس تجھکو اس حزین پر + ہنسنے پہ غم تو وہ کرتا ہے زاری ذوالنون مصری اسکو سنکر کھڑے ہوے اور منھ کے بل گر پڑے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا آپ نے فرمایا الذی یراک حین تقوم - وہ شخص بیٹھ گیا آپ کو اُسکے دل کا حال معلوم ہوگیا تھا کہ یہ تکلف سے وجد کرتا ہے اسلیے اسکو جتادیا کہ اگر غیر اللہ کے لیے اٹھوگے تو وہی تمھارا رازی ہوگا جو اُٹھتے وقت تمکو دیکھتا ہے اور اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا غرضکہ وجد کا انجام اُسیر آرہا کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہے یا حالت اب اُن مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ افاقہ کے بعد اُسکو بیان کرسکین اور ایک وہ کہ بیان نہ کرسکین اور شاید تم اس امر کو بعید جانو کہ ایسی حالت اور علم کیسے ہو جسکی حالت بیان نہ کی جائے تو اسکو بعید مت جانو کیونکہ تمکو اسکی نظیرین اپنے حالات مین ملسکتی ہین علم کی مثال تو یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک ہی صورت کے پیش ہوتے ہین اور وہ اپنے ذہن مین اُن دونون کا فرق حکم مین جانتا ہے لیکن اگر اس سے کوئی فرق پوچھتا ہے تو زبان یاری نہین کرتی کہ فرق بیان کردے گو کیسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہے جو اُسکا دل ذوق سے دریافت کرلیتا ہے اور آپ بھی شک نہین کرتا کہ دل مین اُسکے پڑنیکا کوئی سبب ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اسکی کوئی حقیقت ہے مگر اُسکو بتا نہین سکتا نہ اسوجہ سے کہ اُسکی زبان مین قصور ہے بلکہ اسوجہ سے کہ خود وہ معنی ہی دقیق ہین کہ الفاظ مین نہین آسکتے اور جو لوگ ہمیشہ مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہین اُنکو یہ امر معلوم ہے کہ ایسا ہوا کرتا ہے - اور حال کی مثال یہ ہے کہ اکثر آدمی کو اوقات دلمین قبض یا بسط ہوتا ہے معلوم ہوجاتا ہے مگر اُسکا سبب نہین جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک چیز مین فکر کرتا ہے اور اس سے اُسکے دلمین

اثر ہوتا ہی پھر اُس سبب کو بھول جاتا ہی اور اثر دل مین معلوم ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی اور کبھی یہی حالت سرور ہوتی ہی کہ کسی ایسے سبب کے سوچنے سے جو موجب سرور ہو دل مین قرار پکڑتی ہی یا حالت حزن کسی غم کی بات مین تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہی اور جس بات مین فکر کی تھی وہ یاد سے اتر جاتی ہی لیکن اُسکے بعد اُسکا اثر باقی رہتا ہی اور یہی حالت کبھی ایسی عجیب و غریب ہوتی ہی کہ نہ اُسکو سرور کہہ سکتے ہین نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ ملتا ہی جو ٹھیک اُسکے معنی بتا دے اور مقصود ظاہر کرے بلکہ ذوق موزون شعر کا اور موزون اور ناموزون مین تمیز کرنے کا ایسا ہی کہ کسی مین ہوتا ہی اور کسی مین نہین ہوتا یہ بھی ایک حالت ہی کہ ذوق والے اُسکو معلوم کر لیتے ہین کہ یہ موزون ہی اور یہ زحافت والی ہی مگر جسکو ذوق نہین اُسکے سامنے ایسی طرح بیان نہین کر سکتے کہ جس سے مقصود واضح ہو جائے ۔ اور نفس مین احوال عجیب و غریب ہین کہ اُن سب کی یہی کیفیت ہی بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو اسی سماع سے ہوتے ہین جو مفہوم ہو لیکن تارون کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھ مین نہین آتے اُنسے نفس مین تاثیر عجیب ہوتی ہی اور اُن آثار عجیب کا لفظون سے بیان کرنا ممکن نہین اور کبھی اُن کو شوق سے تعبیر کرتے ہین مگر طرفہ شوق ہی کہ جس کی طرف شوق ہی اُسکا حال مشتاق کو معلوم نہین مثلاً جس کا دل تارون کے باجے اور شاہین اور اُن جیسی اور چیزون کے سننے سے مضطرب ہوتا ہی تو وہ یہ نہین جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہی جسکے لیے اضطراب کرتا ہی اور اپنی ایسی حالت پاتا ہی کہ کسی بات کا مقتضی ہی مگر یہ نہین معلوم کہ وہ کیا ہی یہانتک کہ یہ کیفیت عوام پر اور اُن لوگون پر بھی گذرتی ہی جنکے دل پر نہ آدمی کی محبت غالب ہوتی ہی نہ اللہ تعالی کی اور اس بات کا ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہین ایک صفت مشتاق کی یعنی مشتاق کو گونہ مناسبت ہونی اُس سے جسکی طرف اشتیاق ہو دوسرے مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اُسکی طرف پہونچنے کی صورت معلوم ہونی تو اگر آدمی مین شوق کے دونون رکن پائے جاوینگے تب تو ظاہر ہی ہی کہ شوق مین اضطراب ہونا بعید نہین اور اگر وہ صفت تو ہو جس سے شوق ہو مگر مشتاق الیہ کا علم نہو تو جس وقت وہ صفت مشوق حرکت کریگی اور اسکی آگ مشتعل ہوگی تو موجب دہشت اور حیرت کی ہوگی مثلاً کوئی آدمی اسطرح سے پرورش پائے کہ عورتون کی صورت نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر اگر وہ بالغ ہوگا اور شہوت غالب ہوگی تو اپنے نفس مین شہوت کی آگ معلوم کریگا مگر یہ نجانیگا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہی کیونکہ وہ تو نہ اُس کی کیفیت سے واقف ہی نہ عورتون کی صورت دیکھی ہی اسی طرح آدمی مین صفت شوق دلانے والی موجود ہی یعنی اُسکو ملاء اعلی سے مناسبت ہی اور جن لذات کا وعدہ اُس سے سدرۃ المنتہی اور فردوس برین مین ہوا ہی وہ اُسکے مشتاق الیہ ہین مگر اُسکے خیال مین ان باتون کا علم بجز صفات اور نامون کے اور کچھ نہین جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتون کے نام سن لے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ اپنی صورت آئینہ مین دیکھی کہ اُس پر قیاس کر سکے جان لے تو اب راگ سننے سے اُسکا شوق حرکت کرتا ہی مگر چونکہ بادی جہالت اور دنیا مین مشغول ہونے سے وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھول گیا ہی اور اپنا وہ ٹھکانا بھی یاد نہین جسکی طرف اُسکا شوق طبعی ہی اسلیے اسکا دل ایسے امر کا خواہان ہوتا ہی کہ جانتا نہین کہ وہ کیا ہی پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہی اور اُس کا گلا گھونٹے ہوئے کیطرح ہو جاتا ہی جس کو کیفیت اُس راہ سے چھوٹنے کی معلوم نہو غرضکہ اسی طرح کے حالات کی حقیقت پوری نہین معلوم ہوتی اور نہ حال والا اُنکو تقریر سے بیان کر سکتا ہی اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجد دو طرح کا ہی ایک وہ کہ اُسکا بیان لفظون مین ہو سکے اور ایک وہ کہ نہو سکے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وجد کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ خود بخود دل

پر ہجوم کرے دوسرے وہ کہ بتکلف وجد کیا جاے اس دوسری صورت کو تواجد یعنی حال لینا کہتے ہین اور تواجد مین اگر مقصود ریا ہو یا
احوال شریفہ کا اپنے آپ مین ظاہر کرنا حالانکہ درواقع مین اُنسے مفلس ہی تب تو برُا ہی اور اگر اسلیے ہی کہ احوال شریفہ کا اپنے اندر حاصل ہونا اور
اُنکو کسب کرنا اور تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہی تو اچھا ہی اس نظر سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے مین دخل ہی اور اسی نظر سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید مین فرمایا کہ جس شخص کو رونا نہ آوے وہ رونی صورت بناوے اور بتکلف حزن کرے کیونکہ یہ احوال ہر چند
ابتدا مین بتکلف کیے جاتے ہین مگر انجام مین ثابت اور متحقق ہو جاتے ہین اور اُسکا انکار نہین ہو سکتا کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہی اول بڑے
تکلف سے یاد کرتا ہی اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن لگا کر پڑھتا ہی مگر خوب یاد ہونے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہی کہ نماز وغیرہ
مین غفلت کیحالت مین بھی تمام سورت پڑھ جاتا ہی اور تمام ہونے کے بعد جو ہوشیار ہوتا ہی تو جانتا ہی کہ غفلت مین پڑھا اسی طرح کاتب اول
مین بڑی محنت لکھنے پر کرتا ہی پھر جو مشق چڑھ جاتی ہی تو لکھنا سرشتی ہو جاتا ہی حتی کہ ورق کے ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہی اور دل
دوسری فکر مین ڈوبا رہتا ہی حاصل یہ کہ جن صفات کو نفس اور اعضا قبول کرتے ہین اُنکے اکتساب کی صورت اول مین یہی ہوتی ہی کہ تکلف اور
بناوٹ کرنا پڑتی ہی اور آخر کو عادت سے سرشت ہو جاتی ہین اور یہی غرض ہی اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہی پس اگر احوال شریفہ کسی
شخص کے اندر مفقود ہون تو اُنسے ناامیدی کرنی نچاہیے بلکہ چاہیے کہ اُنکو بتکلف راگ سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت
مین ایسا دیکھا گیا ہی کہ جس شخص نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہی اور پہلے سے عاشق نہین تھا تو اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے
سامنے اُسکا ذکر مدام کرتا اور جو باتین اُسمین عمدہ اور اخلاق حمیدہ تھے انکا تقریر کرتا اور علی الدوام اُس کیطرف دیکھنا شروع کیا یہانتک
کہ اُسپر عاشق ہو گیا اور عشق اُسکے دل مین ایسا جم گیا کہ اُسکی حد اختیار سے باہر نکل گیا پھر اُسنے اُسکے بعد اُس سے چھوٹنا چاہا تو نہ
چھوٹ سکا تو اسی طرح اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے دیدار کا شوق اور اُسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر آدمی مین نہون تو
چاہیے کہ اُنکے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اسطرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہون اُنکے پاس بیٹھکر اُنکے احوال دیکھا کرے اور اُنکی صفات
کو دل مین اچھا کہا کرے اور راگ سننے مین اُنکا شریک ہو کر خدا تعالی کی جناب مین دعا اور تضرع کرے کہ وہ حالت مجکو بھی مرحمت کر اور اُسکے
سامان میرے لیے مہیا فرما اور ان احوال کے سامانون مین سے ایک یہ بھی ہی کہ راگ سننے اور نیکبخت بندون و خوف کرنیوالون اور محبون و مشتاقون
اور خاشعین کے پاس بیٹھے اسلیے کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہی اُسکی صفات اُسکے اندر بھی سرایت کر جاتی ہین ایسی طرح کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی
اور اس بات کی جہت سے محبت وغیرہ احوال کے حاصل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلیل ہی کہ آپنے دعا مین فرمایا اللھم ارزقنی حبک
و حب من احبک و حب من یقربنی الی حبک کو دیکھو اس دعا مین آپنے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر سرشتی ہوتا تو اُسکی درخواست کیسے ہوتی۔ یہانتک
کہ بیان سے معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمین ہین مکاشفہ اور حالت اور پھر دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُسکا اظہار ممکن ہو دوسرے وہ کہ اُس کا اظہار
ممکن نہو اور نیز وجد کی دو اور قسمین ہین ایک وہ کہ بتکلف ہو دوسری وہ کہ طبعی ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ کیا بات ہی کہ صوفیون کو قرآن مجید کے سننے سے
جو اللہ تعالی کا کلام ہی وجد نہین ہوتا اور راگ پر جو کلام شعرا کا ہی وجد ظاہر ہوتا ہی اگر بالفرض وجد خدا تعالی کی عنایت ہی سے ہوتا اور حق ہوتا
اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہوتا تو چاہیے تھا کہ راگ کی نسبت کر قرآن مجید سے بطریق اولی ہوا کرتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو وجد حق ہوتا ہی کہ

باب فصل دوم
باب آداب تلاوت
مستغرق رہی رونی صورت
مین تکلیف سے رونا آجاوے
شخص
محبت اور اسکے
محبت
الہی مجکو تیری محبت دے
ترتیب کر دعا باب
الدعوات مین گذری
۱۲ منہ یہان طبع
سے مراد عنصر ہی
تشویر یون ہی کہ عادت
طبیعت دوم ہی
۱۲

وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اسکے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اسطرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے
اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش میں نہیں آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر
خود قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور فرمایا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم
الی ذکر اللہ۔ تو طمانینت اور بدن پر رووں کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیتوں میں مذکور ہیں وہ وجد ہی ہیں اسلیے کہ وجد وہی حالت
ہے جو سننے کے سبب سننے کے بعد نفس میں پایا جاوے اور دوسری جا یوں ارشاد ہے انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم اور فرمایا لو انزلنا
ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ تو ان آیتوں میں ترس و خشوع وجد ہے حالات کے قبیل سے گو مکاشفات کے قبیل سے
نہیں مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازوں سے
اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کی شان میں فرمایا لقد اوتی مزمارا من مزامیر آل داؤد علیہ السلام۔ اور جن حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو
قرآن سننے کے وقت وجد ہوا ہے وہ بہت ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیبتنی سورۃ ہود تو یہ بھی وجد کی خبر ہے اسلیے کہ بڑھاپا
حزن اور خوف سے حاصل ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں داخل ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
سامنے سورۂ نسا پڑھی جب اس آیت پر پہونچے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا۔ آپنے فرمایا کہ بس کرو اور دونوں
آنکھوں سے اشک جاری تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپکے سامنے یہ آیت پڑھی
ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما پس آپ بیہوش ہو گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو
پڑھکر روئے ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ اور یہ آپ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے
اور بشارت کی التجا وجد ہے اور جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہیں انکی تعریف خدا تعالیٰ نے کی ہے چنانچہ فرمایا واذا سمعوا ما انزل الی
الرسول تری اعینہم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے سینۂ
مبارک میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کھدبد ہونے کی آواز ہوتی ہے۔ اور صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہے انکی نقلیں بہت
سی ہیں کہ بعضوں نے بیہوشی دکھائی اور کچھ روئے اور کچھ بیہوش ہو گئے اور بعض غشی کی حالت میں مر گئے چنانچہ کہتے ہیں کہ زرارہ بن ابی اوفی رقہ
میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے کسی رکعت میں یہ آیت پڑھی فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر اسکو پڑھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے

اور مجر اب ہی بہت مر گئے یہ بزرگ تابعین میں سے تھے اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو پڑھتے سنا ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع۔ آپ نے
ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے لوگ مکان پر اٹھا لائے ایک مہینہ بھر آپ بیمار رہے۔ اور ابو جریر تابعی کے سامنے صالح مری نے
قرآن میں سے کچھ پڑھا وہ چیخ مار کر مر گئے اور حضرت امام شافعی رح نے کسی قاری کو یہ پڑھتے سنا ہذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لہم
فیعتذرون۔ آپ کو غش آ گیا۔ اور علی بن فضیل رح نے کسی قاری کو پڑھتے سنا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ تو غش کھا کر گر پڑے حضرت
فضیل رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے تجھکو وہ ملیگا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معلوم کر لیا ہے اسی طرح بہت لوگوں سے اس طرح کی حکایتیں
منقول ہیں۔ اور ایسا ہی صوفیوں کا حال منقول ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ شبلی رح رمضان کی شب میں ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد میں نماز پڑھتے تھے
امام نے یہ آیت پڑھی ولئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا الیک حضرت شبلی رح نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپکا طایر روح
قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور آپکا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی طرح
خطاب کیا کرتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح کے پاس گئے کہتے ہیں کہ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا
ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ یہ ایک شخص ہے کہ قرآن مجید کی آیت سنکر اسکو غش آ گیا ہے میں نے کہا کہ اسپر وہی آیت دوبارہ پڑھو چنانچہ وہ آیت پڑھی گئی
تو اسکو افاقہ ہو گیا حضرت سری سقطی نے پوچھا کہ یہ مضمون تم نے کہاں سے کہا میں نے کہا کہ حضرت یعقوب علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی نابینائی مخلوق کے باعث سے تھی تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپکا نابینا ہونا حق کے واسطے ہوتا تو مخلوق کے سبب
سے بینا نہ ہوتے حضرت سری سقطی نے اس جواب کو اچھا کہا اور جو تدبیر کہ حضرت جنید رح نے فرمائی تھی اسی کیطرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہے
شعر: میں نے اول تو پیا جام مزہ میں آکر پھر دوبارہ بھی پیا ہے کہ ہو دور خمار + اور کسی صوفی کا قول ہے کہ میں ایک شب اس آیت کو پڑھ رہا تھا
کل نفس ذائقۃ الموت میں نے اسکو مکرر پڑھنا شروع کیا اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی کہ کہاں تک اس آیت کو مکرر پڑھیگا چار جن تو تو نے
قتل کر دیے جنہوں نے روز ولادت سے اپنا سر آسمان کیطرف نہیں اٹھایا تھا۔ اور ابو علی مغازلی نے شبلی رح سے کہا کہ بعض اوقات
میرے کان میں کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجھکو دنیا سے اعراض کرنے کیطرف کشش کرتی ہے پھر میں اپنے کاروبار اور لوگوں
کی طرف رجوع کرتا ہوں تو کیفیت مذکورہ باقی نہیں رہتی حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سنکر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی خدا تعالیٰ
کی توجہ اور عنایت ہے اور اگر تم کو تمہارے نفس کیطرف رجوع کر دیتا ہے تو یہ بھی اسکی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اسکی طرف متوجہ ہونیمیں تم کو
بجز اس امر کے اور کچھ شایان نہیں کہ اپنی تدبیر اور قوت سے بری ہو جاؤ۔ اور کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی
الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ۔ تو اسکو قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤں کہ رجوع کر اور یہ رجوع نہیں کرتا پھر
حالت میں آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔ اور بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا وانذرہم یوم الآزفۃ الآیۃ تو مضطرب ہوئے پھر چیخ مار کر کہا
کہ رحم کر اسپر جسکو تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ نہوا اتنا کہکر انکو غش آ گیا۔ اور ابراہیم ادہم رح جب کسی کو
اذا السماء انشقت پڑھتے سنتے تو آپکے جوڑ ایسے مضطرب ہوتے کہ گویا بند بند کانپتا ہے۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہیں کہ ایک شخص فرات کے اندر
غسل کرتا تھا اتنے میں ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا وامتازوا الیوم ایہا المجرمون تو وہ نہانیوالا تڑپنے لگا یہانتک کہ ڈوب کر مر گیا

اور کہتے ہین کہ حضرت سلمان فارسی رضہ نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہونچا تو اُسکے رؤین کھڑے ہو گئے حضرت
سلمان کو اُس سے محبت ہو گئی چند روز جو اُسکو نہ دیکھا تو لوگون سے اُسکا حال دریافت کیا کسی نے کہا کہ بیمار ہی آپ اُسکی عیادت کو تشریف لیگئے دیکھا
تو وہ نزع مین ہی اُسنے حضرت سلمان سے کہا کہ جو جُھر جُھری کہ آپنے میرے بدن پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ بہت اچھی صورت بنکر میرے پاس آئی اور
مجھسے کہا کہ خدا تعالی نے تیرے سب گناہ بخشدیے۔ حاصل یہ کہ اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہین ہوتے اور اگر قرآن
کا سننا اُس مین کچھ اثر نہ کرے تو اُسکو اس آیت کا مصداق سمجھنا چاہیے فمثلہ کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاءً و نداءً صم بکم عمی فھم لا یعقلون بلکہ اہل
دل کو تو کلمہ حکمت سننا بھی اثر کرتا ہی چنانچہ جعفر خلدی کہتے ہین کہ ایک شخص خراسانی حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوا اُسوقت آپکے
پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوے تھے آپ نے اُنسے پوچھا کہ آدمی کے نزدیک اُسکے ثنا خوان اور بُرا کہنے والے یکسان کب ہو جاتے ہین کسی نے
نے کہا کہ جب آدمی شفاخانہ مین جاتا ہی اور دو قید دن مین مقید ہوتا ہی حضرت جنید رح نے فرمایا کہ یہ جواب تمھاری شان کے شایان نہین
پھر آپ اُس خراسانی کیطرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ نوبت اُسوقت ہوتی ہی کہ یقین کرلے کہ مین مخلوق ہون اُس شخص نے ایک چیخ ماری
اور مر گیا۔ اب اگر یہ کہو کہ اگر قرآن کا سننا وجد پیدا کرتا ہی تو صوفی قوالون کے راگ سننے پر کیون جمع ہوتے ہین قاریون سے قرآن مجید
اکٹھے ہو کر کیون نہین سنتے مناسب تو یہ تھا کہ اُنکا اجتماع اور حال لینا قاریون کے حلقہ مین ہوتا نہ ڈھاڑیون کے طائفہ مین اور یہ بھی چاہیے
تھا کہ ہر ایک دعوت مین اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا نہ قوال کیونکہ اللہ تعالی کا کلام راگ سے بلاشبہہ افضل ہی تو اُس کا جواب
یہ ہی کہ گو قرآن مجید کا سننا باعث وجد ہی مگر اُس کی نسبت کر وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہی سات وجہون کے سبب سے
وجہ اول یہ ہی کہ قرآن مجید کی سب آیتین سننے والے کے مناسب حال نہین اور نہ اس قابل ہین کہ سب کو سمجھکر جس حال مین وہ مبتلا ہی اُس پر
ڈھالے مثلاً جس شخص پر حزن یا شوق یا ندامت غالب ہو تو اُسکے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہوگی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل
حظ الانثیین اور یہ آیت والذین یرمون المحصنات اور اسی طرح اور آیتین جنمین احکام میراث اور طلاق اور حدود وغیرہا کے ہین اور دل کی
بات کی محرک وہی چیز ہوتی ہی جو اُسکے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعرا نے نظم کیا ہی تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کیلیے ہی اُن اشعار
سے حال کے سمجھنے مین کچھ تکلف نہین کرنا پڑتا ہان جس شخص پر حالت زبردست غالب ہو کہ اُس کے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجائش ہی
نہو اور اُسکو تیزی طبع اور ذکاء ذہن اتنا ہو کہ الفاظ مین سے دور دور کے معنی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص البتہ ہر قول کے سننے پر وجد
کر سکتا ہی مثلاً اگر کوئی شخص یوصیکم اللہ فی اولادکم سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت کی حاجت ہوتی ہی اور یہ کہ ہر انسان کو ضرور ہی
کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزین ہین اُنمین سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کیلیے چھوڑے اور دونون
سے مفارقت کر جائے تو اس خیال سے اُسپر خوف اور فزع غالب ہو جائے یا یوصیکم اللہ مین صرف اسم ذات سنکر مدہوش ہو جائے
نہ اُسکے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے معنون کی یا دل مین یہ گذرے کہ اللہ تعالی کی رحمت اور شفقت کو دیکھنا چاہیے کہ بندون کی
میراث کی تقسیم کا متولی بھی خود ہوا کہ زندگی اور موت دونون حالتون مین بندہ پر عنایت رہے اور اس سے یہ خیال کرے کہ جب اللہ تعالی
نے ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد پر شفقت فرمائی ہی تو بیشک اب بھی نظر رحمت فرمائیگا اور اس خیال سے رجا کی حالت جوش کریگی اور

مثل بہرے
مثال ایک
شخص کی کہ
چلاتا ہی
ایک چیز
کو جو سنتی
نہین بجز
پکارنا اور
چلانا بہرے
گونگے اندھے
ہین سو انکو
سمجھ نہین

موجب اُسکے سرور اور استبشار کا ہوگی یا اللذکر مثل حظ الانثیین سے دل مین یہ خیال بندھے کہ مرد کو مردیت کے باعث سے عورت پر فضیلت ہی
اور آخرت مین فضیلت اُن مردون کو ہی جنکی شان یہ ہی رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله اور یہ کہ جس شخص کو غیر اللہ خدا تعالی کی یاد
سے بھلا دے تو وہ حقیقت مین مرد نہین عورت ہی اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ جیسے عورت اموال دنیا مین پیچھے رہگئی
ویسے ہی ہم بھی نعیم آخرت سے پیچھے نہ پڑجائین تو اسطرح کے خیالات سے البتہ بعض اوقات وجد کی تحریک ہوتی ہی لیکن اُسی شخص کو
جسمین دو وصف ہون ایک تو حالت مستغرق غالب دوسرے فطانت جید اور ذکا کامل کہ قریب کی باتونکی تنبیہ سے دور کی باتون پر
واقف ہوجاے اور ایسا شخص چونکہ کمیاب ہی اسی لیے راگ کی طرف التجا کی جاتی ہی کہ اُسمین الفاظ احوال کے مناسب ہوتے ہین سنتے
ہی جھٹ پٹ حالت آجاتی ہی۔ اور مروی ہی کہ حضرت ابو الحسین نوری رح کسی دعوت مین ایک جماعت کے ساتھ تھے ان لوگون مین کچھ تذکرہ
علمی ہوتے لگا ابو الحسین خاموش سنتے رہے یکبارگی سر اُٹھا کر اس مضمون کے اشعار پڑھے ع چاشت کو فاختہ دل باختہ ہر شاخ پہ بیٹھ

نغمہ کو کو سے کرتی تھی دل اپنا افگار
اپنی زاری سے کبھی اسکو جگاتا ہون مین
نہ سمجھتا ہون جو کچھ کہتی ہی اپنا آزار

دلبر و موسم خوش یاد وہ کر کر رونے لگی
کچھ مجھے کرتی ہی وہ اپنے فغان سے بیدار
سوزش دل سے ہی لیکن ہی آپس کی تمنا

اُسکے رونے سے ہوا دلمین مرے غم کا ابھار
مین جو دکھ کہتا ہون اُسکو نہین سمجھا سکتا
مین اُسے جانتا ہون ولہ وہ مجھے عاشق زار

راوی کہتا ہی کہ اُن لوگون مین کوئی ایسا نہ تھا جسنے اُٹھکر وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد اُنکو اس علم سے نہوا جسمین بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی
یقینی اور حق ہی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہی کہ قرآن مجید اکثر لوگون کو یاد ہوتا ہی اور کانون اور دلون پر کثرت سے آتا ہی اور جو بات کہ اول ہی سنی
جاتی ہی اُسکا اثر دلونمین بہت ہوتا ہی اور دوسری دفعہ مین اثر ضعیف ہوجاتا ہی اور تیسری بار تو گویا رہتا ہی نہین اور اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو
کہا جاوے جسپر وجد غالب ہو کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے تھوڑے عرصہ مین ایک دن یا ہفتہ کے اندر حال کیا کرے تو اُس سے کبھی نہو سکیگا
اور اگر شعر بدل دیا جائیگا تو البتہ اُسکا اثر اُسکے دلمین نیا پیدا ہوگا کہ مضمون وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا مگر لفظ اور وزن و قافیہ کا پہلے سے جدا
ہونا نفس کو حرکت دیدیتا ہی گو قوال وہی ہو اور قاری سے ممکن نہین کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے اور ہر دعوت مین نئی تلاوت کرے اسلیے
کہ قرآن تو محصور ہی اسمین کچھ بڑھ نہین سکتا نہ الفاظ بدل سکین وہ تو کل محفوظ ہی اور بہت دفعہ سنتا جاتا ہی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رض نے
جب اعراب کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہین اور اُسکو سنتے ہین اور روتے ہین تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے
دل سخت ہوگئے تو اس سے یہ گمان نکرنا کہ صدیق رض کا دل اجلاف عرب سے بھی زیادہ سخت تھا یا آپ کو اللہ تعالی اور اُسکے کلام
کی محبت اتنی نہ تھی جتنی اُن لوگونکو تھی بلکہ اصل یہی تھی کہ دل پر بکرر گذرنے سے عادی سے ہوگئے تھے اور کثرت استماع کی جہت سے اُس سے
اُنسا انس تھا کہ اثر کم معلوم ہوتا تھا کیونکہ عادت مین محال ہی کہ کوئی سننے والا ایک آیت سے جسکو پہلے نہ سنا ہو اور گریہ کرے پھر بیس
برس تک ہمیشہ اُسی کو مکرر پڑھکر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہی مگر چونکہ نئی بات نہین ہوتی اسلیے کچھ اثر نہین ہوتا اور یہ مشہور ہی کہ کل جدید
لذیذ ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہی اور ہر مالوف کے ساتھ اُنس ہوتا ہی جو صدمہ کے مخالف ہی اور اسیوجہ سے حضرت عمر رض نے قصد کیا تھا کہ
لوگونکو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے نہ کرنے دین اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہی کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہ ہوجائین اور پھر رقعت دل

میں کمتر ہو جائے۔ اور جو شخص حج کو جاتا ہے اور پیشتر خانہ کعبہ پر اسکی نگاہ پڑتی ہے تو روتا ہے اور چلاتا ہے اور بعض وقت دیکھتے ہی غش آجاتا ہے
اور پھر جو اتفاقاً مکہ معظمہ میں مہینہ بھر ٹھہرتا ہے تو وہ بات اپنے دل میں نہیں پاتا حاصل یہ کہ قوال اجنبی اور نئے اشعار ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور آیتوں
میں قاری سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ کلام کے موزون ہونے سے شعر کا مزہ بدلجاتا ہے اور دل میں اثر جداگانہ کرتا ہے کیونکہ اچھی
آواز موزون اور ہوتی ہے اور کلام طیب کے وزن آور ہوتا ہے اور وزن اشعار ہی میں پایا جاتا ہے آیات میں نہیں ہوتا اور وزن کو اس بات
میں اتنا دخل ہے کہ اگر قوال کسی شعر کو پڑھتا ہو اسمیں زحاف کردے یا غلطی کرے یا لئے کی حد سے جو نغمہ میں ہوتی ہے مائل ہو جائے تو سننے والے کا
دل گھبرائیگا اور اسکا وجد و سماع باطل ہو جائیگا طبیعت کو عدم مناسبت کی جہت سے وحشت ہوگی اور جب طبیعت پریشان ہوگی تو دل
بھی پریشان ہوگا غرضکہ اس لحاظ کہ وزن کو اثر ہوا کرتا ہے راگ میں شعر ہی مطلوب ہوا۔ چوتھی وجہ یہ کہ شعر موزون کی تاثیر دل میں نغموں
کی جہت سے مختلف ہوتی ہے جن کو شعراء دستے کہتے ہیں اور یہ باتیں صرف مقصور کو بڑھانے اور ممدود کو گھٹانے اور کلمات کے بیچ
میں وقف کرنے اور بعض کو منقطع اور بعض کو موصول کرنے سے ہوتی ہیں اور یہ تصرفات شعر میں درست ہیں مگر قرآن مجید میں جائز نہیں
کیونکہ اسمیں تلاوت اسی طرح چاہیے جیسے خداوند کریم نے نازل فرمایا ہے اگر مقتضاء تلاوت کے خلاف اسمیں مد کی جگہ قصر یا اسکا عکس یا وقف یا
وصل یا قطع ہوگا تو وہ حرام یا مکروہ ہوگا اور اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل ہوا ہے پڑھا جائیگا تو اسمیں وہ اثر نہ ہوگا جو نغموں کے کمروں
سے ہوتا ہے حالانکہ تاثیر میں وہ بہت سبب مستقل ہیں گو سمجھ میں نہ آویں جیسے تاروں کے باجوں اور نفیری اور شادیانوں اور تمام آوازوں میں جو سمجھ میں نہ آویں
اثر دیکھا جاتا ہے۔ پانچویں وجہ یہ کہ نغمات موزونی کی تاکید اور آوازوں موزون سے بھی ہو جاتی ہے جو حلق خلق سے نہیں نکلتی مثلاً لکڑی سے
گت لگانے یا ڈھولکی کی تال وغیرہ سے اثر دوبالا ہو جاتا ہے اسلیے کہ وجد ضعیف جب ہی ابھرتا ہے کہ اسکا سبب قوی ہو اور سب اسباب سے باہم مل کر
یکجا ہونے سے قوی ہو جاتا ہے اور انمیں سے ہر واحد کو تاثیر میں دخل ہے اور واجب ہے کہ قرآن مجید ان جیسے قرائن سے بچایا جائے اسلیے کہ
عوام کے نزدیک ان قرائن کی صورت کھیل کی سی ہے اور قرآن تمام خلق کے نزدیک کھیل نہیں پس وہ محض حق ہے اس چیز سے ملانی جو عوام کے نزدیک
کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل کی سی صورت ہو گو وہ اسکو اس نظر سے نہ دیکھتے ہوں کہ کھیل ہی جائز نہ ہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم کرنی چاہیے کہ راستوں پر
نہ پڑھا جائے اور نجاست کے حال میں اور بے وضو ہونیکے وقت میں بلکہ ایسی مجلس میں پڑھا جائے جسمیں سکون اور سکوت ہو اور نہ
غافل پر اگرچہ حرمت قرآن کا بچانا ان لوگوں کے اور کسی سے پورا نہیں ہو سکتا جو اپنے احوال کے نگران رہیں اسی لحاظ سے راگ کی طرف
میل کیا جاتا ہے جسمیں حاجت اس نگرانی اور لحاظ کی نہیں اور یہی وجہ شادی کی شب میں دف بجانا مع قرآن کی تلاوت کے درست
نہیں حالانکہ دف بجانے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح کو ظاہر کرو گو چھلنی ہی بجانے سے ہو یا کسی اور عبارت سے
ارشاد کیا جسکے معنی یہی ہیں کہ دف بجانا شعر کے ساتھ درست ہے نہ قرآن کیساتھ اور اسیوجہ سے جب آنحضرت صلعم ربیع بنت معوذ کے گھر میں انکی
شادی کے روز تشریف لیگئے اور انکے پاس کچھ لونڈیاں گا رہی تھیں آپ نے ایک کی آواز سنی کہ وہ یہ کہتی ہے کہ خدا نے بھیجا ہے وہ
سید الرسل ہم میں کہ جو معاملہ کل ہوگا اسکو ہی معلوم + آپنے فرمایا کہ اسکو ترک کر اور جو پہلے کہتی تھی وہی کہہ اور اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ نبوت
کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہے اور شہادت نبوت کھیل نہیں تو اسکو ایسی چیز سے ملانا نہ چاہیے جو کھیل کی صورت ہے کہ اس صورت میں ان

رواہ ابن ماجہ ... باب اعلان النکاح ...

اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جیسے سماع دل کی تحریک کرتا ہے تو اسی لیے اسکو اس قول سے منع فرمایا اور راگ کی اجازت دیدی جیسے
اس لونڈی پر شہادت نبوت سے راگ کیطرف انحراف واجب ہوا اسی طرح حرمت قرآن مجید اسکی مقتضی ہے کہ اس سے بھی راگ کیطرف
منحرف ہونا چاہیے چھٹی وجہ یہ ہے کہ قوال کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہے کہ سننے والے کے حال کے موافق نہیں پڑتا اسی لیے وہ اسکو برا جانتا ہے
اور قوال کو روکدیتا ہے کہ اسکو مت کہو دوسرا شعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہیں ہوا کرتا پس اگر [illegible] تو کچھ برا [illegible]
تو عجب نہیں کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو انکے حال کے موافق نہ ہوتی اسلیے کہ قرآن [illegible] کے لیے شفا ہے مگر [illegible] مثلاً رحمت کی آیتیں [illegible]
کے حق میں شفا ہیں اور عذاب کی آیتیں [illegible] شخص کی شفا ہیں اسی طرح ہر آیت کا [illegible] معلوم کرنا چاہیے [illegible]
چاہتا ہے تو اب قرآن پڑھنے میں یہ اندیشہ ہے کہ کبھی ایسا نہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نہ پڑھے اور اسکا [illegible] برا جانے اور کلام
الٰہی کے برا جاننے کے خطرہ عظیم میں مبتلا نہو جائے کہ پھر اس سے چھٹکارا کی سبیل ہی [illegible] اس خطرہ سے احتراز کرنا نہایت [illegible] واجب [illegible]
ہے اس لیے کہ اس سے خلاص ہونے کی تدبیر یہی ہے کہ کلام کو اپنے حال پر ڈھالے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو [illegible]
پر ڈھال سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے دوسری صورت پر اسکا ڈھالنا جائز نہیں اور شاعر کے شعر کو جائز ہے کہ [illegible] اپنی
محمول کر لیا جائے غرضکہ قرآن مجید میں یا تو خطرہ اسکے برا جاننے کا ہے یا تاویل غلط کا ہے حال کے موافق [illegible] کلام الٰہی کو ان دونوں باتوں سے
محفوظ رکھنا اور اسکی توقیر کرنی واجب ہے پس وجوہ جن میں قرآن مجید کے سننے اور راگ کی طرف [illegible] کرنے کی [illegible]
سوجھی ہیں ساتویں وجہ وہ ہے جسکو ابو نصر سراج طوسی نے ذکر کیا ہے اور قرآن سے سماع [illegible] لکھا ہے کہ قرآن اللہ کا
کلام ہے اور ایک صفت ہے اسکی صفات میں سے اور چونکہ وہ حق ہے اور غیر مخلوق ہے تو بشر [illegible] اسکی تاب نہیں اور اگر [illegible]
قرآن مجید کے معانی اور ہیبت کا واضح ہو جائے تو بشریت کی صفات پھٹ جائیں اور مدہوش و متحیر ہو جائیں مگر نغمات عمدہ کو طبیعتوں سے مناسبت
ہے اور انکی نسبت لذتوں کی سی نسبت ہے نہ امور حقہ کی سی اور شعر کی نسبت [illegible] لطیف نغمات
اور آوازوں سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے [illegible] ہو جاتے ہیں اور لذتوں سے قریب تر [illegible] معلوم ہوتا [illegible]
کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہے تو جب تک بشریت باقی ہے اور ہم اپنی صفات اور حظوظ [illegible]
اصوات خوش سے ملتی ہے اسی لیے ان حظوظ کی بقا کے مشاہدہ کے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم اشعار [illegible] اور کلام الٰہی [illegible] اللہ تعالیٰ
کی صفت ہے اور اسی سے اسکا آغاز اور اسی پر اسکا انجام ہے [illegible] منقول ہے [illegible]
ہیں کہ میں نے [illegible] یوسف بن حسین رازی کی زیارت اور سلام کیلیے سفر کیا جب [illegible] داخل ہوا [illegible] انکا حال پوچھا [illegible]
کہا کہ اس زندیق سے تمکو کیا کام ہے میرا دل تنگ ہوا یہانتک کہ ارادہ واپسی [illegible] دل میں سوچا کہ [illegible]
کچھ ہو تو انکو دیکھ تو لوں غرضکہ پوچھتا پوچھتا انکے پاس گیا دیکھا تو وہ ایک مسجد کی محراب میں بیٹھے ہیں اور انکے سامنے ایک شخص ہے اور خود
قرآن ہاتھ میں لیے تلاوت کرتے ہیں اور نہایت خوبصورت اور چمکتے رنگ کے آدمی مقطع ڈاڑھی والے ہیں میں نے سلام کیا انھوں نے میری
طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا بغداد سے پوچھا کس لیے آئے ہو میں نے کہا کہ آپکے سلام کرنیکو آیا ہوں فرمایا کہ اگر

بالفرض ان شہرون مین مہمان کو تم آئے ہو کوئی تم سے یون کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمھارے لیے گھر یا لونڈی مول لیے دیتے ہین تو یہ امر تمھارے آنے کا مانع ہوتا یا نہین مین نے کہا کہ اب تک تو اللہ تعالی نے میرا امتحان کسی بات سے نہین لیا لیکن اگر اسطرح میرا امتحان لیتا تو نہ معلوم اُسوقت مین کیسا ہوتا پھر اُنھون نے مجھ سے کہا کہ تمکو کچھ گانا آتا ہی مین نے کہا ہان اُنھون نے کہا کہ تو کچھ کہو مین نے

یہ قطعہ پڑھا **قطعہ**

بناے ہجر تو کرتا ہی دیکھتا ہون مدام
کہ لفظ الیت سے بہتر نہین تھین گفتار
جو ہوش ہوتا تجھے کرتا یہ بنا مسمار
تو کاش پڑتا تجھے پالا ایسی ساعت مین
پڑا ہی کام مجھے تجسے اُس گھڑی جسدم
بہانہ جوئی سے تم کو ہوتا کچھ سروکار

اُنھون نے قرآن مجید تو بند کر دیا اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی اور رومال تر ہوگیا حتی کہ رونے کی کثرت سے مجھے بھی اُنکے حال پر ترس آگیا پھر فرمایا کہ بیٹا یہ رے کے لوگ مجھے ملامت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یوسف زندیق ہی اور میرا یہ حال ہی کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہین گرا اور ان شعرون سے مجھپر قیامت ٹوٹ پڑی حاصل یہ کہ دل ہرچند خدا تعالی کی محبت مین پھونکے ہوے ہون تاہم شعر جلدی اُنمین وہ جوش پیدا کرتا ہی جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہین ہوتا ہی اور یہ بات شعر کے وزن سے اور طبیعتونکے ساتھ اُسکے ہمشکل ہونے سے ہوتی ہی اور چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہین اسی لیے آدمی شعر بنانے پر قادر ہی لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہی اسی لیے قوت بشری مین نہین کہ ویسا کلام کہہ سکے کیونکہ اُسکی طبیعت کے ہمشکل نہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص ذوالنون مصری رح کے استاد اسرافیل کے پاس آیا اور اُنکو دیکھا کہ زمین اپنی انگلی سے کریدتے ہین اور ایک شعر گا رہے ہین پھر اُس سے پوچھا کہ تجکو کوئی چیز اچھی طرح گانی آتی ہی اُسنے کہا کہ نہین آپ نے کہا کہ تو بے دل کا آدمی ہی اسمین یہ اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہی اور اپنی طبیعت کو جانتا ہی اسکو معلوم ہی کہ دل کو اشعار اور نغمون سے وہ حرکت ہوتی ہی جو دوسری چیز سے نہین ہوتی اسی لیے وہ تحریک کا طریق تکلف پیدا کرتا ہی خواہ اپنی آواز سے ہو خواہ غیر کی آواز سے یہانتک ہم دو مقامونکا حکم لکھ چکے یعنی سماع کے سمجھنے اور ڈھالنے کا اور وجد کا جو دلمین معلوم ہوتا ہی

اب ہم وجد کا اثر ظاہری یعنی چیخنا گریہ کرنا اور رہلنا اور کپڑون کا پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہین۔

تیسرا مقام سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر مین اور اس باب مین کہ وجد کے آثار مین سے کون اچھا ہی اور کونسا برا اسماع کے

آداب تو پانچ ہین

اول ادب یہ ہی کہ وقت اور جگہ اور یاران جلسہ کا لحاظ کرنا چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ سماع تین باتونکی حاجت رکھتا ہی ورنہ سُننا نہ چاہیے وقت اور جگہ اور یاران جلسہ وقت کی رعایت سے یہ مراد ہی کہ کھانا موجود ہونیکے وقت یا جھگڑے کیوقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جسمین کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے دے سماع سے کچھ فائدہ نہین اور مکان کی رعایت سے یہ غرض ہی کہ چلتا راستہ یا بری صورت کا مکان نہو یا اُسمین کوئی ایسا سبب نہو کہ جس سے دل اُسطرف بٹے تو ایسے مکانونسے اجتناب چاہیے اور یاران جلسہ سے یہ غرض ہی کہ کوئی غیر جنس سماع کا منکر زاہد خشک دلونکے لطائف سے بے بہرہ مجلس مین نہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گران گذریگا اور دل اُسکی طرف مشغول ہوگا۔ اور یہی صورت ہی اگر کوئی متکبر دنیادار ہوگا کہ اُسکا لحاظ پاس کرنا پڑیگا یا کوئی بناہوا

صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا نمود کے لیے کرے تو اسطرح کے لوگ دل کو پریشان کرتے ہین اُنسے بھی اجتناب کرنا چاہیے حاصل یہ کہ اگر یہ شرطین ہون تو راگ کا نہ سننا بہتر ہی تو سننے والے کو اُسکا لحاظ چاہیے

دوسرا ادب یہ ہی کہ شیخ کو حال موجودین کا دیکھ لینا چاہیے یعنی اگر اُسکے مریدون کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو اُنکے سامنے راگ نہ سنے اور اگر سنے بھی تو اُنکو کسی اور شغل مین لگا دے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہی وہ تین طرح کے اشخاص مین سے ایک ہوتا ہی اول جو سب مین کم رتبہ ہی وہ مرید ہی جس نے طریق سلوک مین بجز اعمال ظاہری کے اور کچھ نہین معلوم کیا اور اُس کو سماع کا مزہ ہی نہین تو ایسے مرید کا سماع مین مشغول ہونا بیفائدہ ہی اسلیے کہ نہ تو وہ کھیل والون مین ہی تاکہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق والون مین ہی کہ سماع کے ذوق سے مزہ پائے تو ایسے شخص کو ذکر مین یا اور کسی کام مین مشغول ہونا چاہیے ورنہ راگ مین مفت تضییع وقات ہوگی **دوسرا** وہ کہ اُسکو سماع کا ذوق تو ہی مگر ابھی تک اُسمین کچھ حظ نفس اور شہوات اور صفات بشری کیطرف التفات باقی ہی اور ابھی تک ایسا منکسر نہو ہو کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات سے مامون ہو جاوے تو بعض اوقات عجب نہین کہ سماع اُسکے حق مین مقتضی لہو اور شہوت کا ہو جائے اور جس طریق مین وہ مصروف ہی اُس سے باز رکھے اور تکمیل سے روک دے **سوم** وہ مرید ہی کہ اُسکی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہی اور اُسکی آفتون سے بھی محفوظ ہی اور بصیرت مفتوح اور دل پر محبت الٰہی غالب ہی مگر اُسنے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہین کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات سے واقفیت بہم پہونچائی اور نہ یہ معلوم کیا کہ خدا تعالیٰ پر کون چیز جائز ہی اور کون محال تو ایسے شخص کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہوگا تو جو کچھ سنے گا اُسکو خدا تعالیٰ کے حق مین ڈھالیگا خواہ واقع مین جائز ہو یا ناجائز پس اس صورت مین اگ سے جو فائدہ ہوتا اُس کی نسبت کر ضرر زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر باتین جو لائق جناب کبریائی نہین اُنکے ڈھالنے سے کافر ہو جائیگا سہل تستری رح فرماتے ہین کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہو وہ باطل ہی پس ایسے شخص سماع کے قابل نہین اور نہ وہ جنکا دل دنیا کی محبت اور لوگون کی تعریف و ثنا کے اشتیاق مین کھنچ رہا ہی اور نہ وہ لائق ہین جو صرف لذت اور بالطبع اچھا معلوم ہونے کو سنتے ہین اسلیے کہ سماع اُنکی عادت ہو جاتی ہی اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہی اور جس راہ کے طی کرنے کے درپے تھا وہ متروک ہو جاتا ہی حاصل یہ کہ سماع قدم کی لغزش کرنے کی جا ہی ضعیفون کو اُس سے علیحدہ رکھنا واجب ہی حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین شیطان کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ تیرا ہمارے یارون پر بھی کچھ قابو چلتا ہی اُسنے کہا کہ ہان دو وقتون مین ایک سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ اُن دونون مین مجکو اُن پر دخل مل جاتا ہی آپ نے جو اس خواب کو بیان کیا تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ اگر مین اُسکو دیکھتا تو یون کہتا کہ تو بڑا احمق ہی بھلا جو کوئی سننے کے وقت خدا تعالیٰ ہی سے سُنے اور دیکھنے کے وقت اُسی کی طرف دیکھے تو اُسپر تو کیسے جیتیگا آپ نے فرمایا کہ تم نے درست کہا۔

تیسرا ادب یہ ہی کہ قوال جو کچھ کہے اُسکو خوب دل لگا کر سنے ادھر اُدھر التفات کم کرے اور سننے والونکو نہ تاکے اور جو کچھ اُنپر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اُسکو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان کرے اور دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ میرے باطن مین اپنی رحمت سے کیا چیز ڈالتا ہی اور حرکت کو روکے رہے جو یاران جلسہ کے دلکو پریشان کرتی ہی بلکہ ایسی طرح بیٹھے کہ اعضا ظاہری سے کچھ نہ ہلے کھنکارنے اور جمائی لینے سے احتراز کرے

اور گردن نیچے کو ڈال دے جیسے کوئی بڑی گہری فکر میں ڈوبا ہوا ہو تالی بجانا اور ناچنا اور تمام حرکتیں بناوٹ کی اور نمود کی کچھ نکرے اور اثناء سماع
میں وہ کلام نہ کرے جسکی ضرورت نہو اور اگر وجد غالب ہو اور بے اختیار ہلا دے تو اسمیں وہ مجبور ہے کچھ ملامت کے قابل نہیں مگر جب افاقہ ہو
اسی وقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے یہ نہیں چاہیے کہ اسی حالت پر باقی رہے اس شرم سے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی
دیر میں جاتا رہا اور نہ یہ چاہیے کہ زبردستی وجد ظاہر کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بڑا سخت دل ہے اور صفائی اور رقت سے بے بہرہ ہے کہتے ہیں
کہ ایک جوان حضرت جنید رح کے ساتھ رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چلا پڑتا آپ نے ایک روز اسکو فرمایا کہ اب اگر ایسا پھر کروگے تو میرے
ساتھ مت رہنا اسکے بعد وہ اپنے نفس کو تھامتا روکنے لگا کہ ہر بال میں سے اسکے پانی کا قطرہ نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک روز جو اسنے اپنے نفس
کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک ایسا نعرہ مارا کہ اسکا دل پھٹ گیا اور جان نکل گئی اور مروی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل
میں وعظ کہی انمیں سے ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک تار پھاڑ ڈالا اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اسکو کہدو کہ ہمارے لیے اپنے
دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔ ابو القاسم نصرآبادی نے ابو عمرو بن نجید سے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر کچھ لوگ جمع ہوں اور انکے
ساتھ میں کوئی قوال کچھ گا دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کی غیبت کریں ابو عمرو نے کہا کہ راگ میں نمود کرنی یعنی جو حالت اپنے اندر
نہو اسکو ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی بڑا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ افضل وہ شخص ہے جو ضبط کیے بیٹھا رہے اور سماع اسکے ظاہر میں کچھ
اثر نہ کرے یا وہ افضل ہے جسپر اثر ظاہر ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اثر نہ ظاہر ہونا کئی طرح سے ہوتا ہے کبھی تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وجد ہی کم ہے تب
تو البتہ نقصان میں داخل ہے اور کبھی اسطرح ہوتا ہے کہ وجد تو باطن میں قوی ہوتا ہے مگر چونکہ ضبط اعضا کی قوت سالک میں بدرجہ کمال ہوتی
ہے اسلیے ظاہر نہیں ہوتا تو یہ درجہ کمال کا ہے اسمیں نقصان نہیں اور کبھی اسلیے ظاہر نہیں ہوتا کہ حالت وجد کی سالک کو ہر وقت اور ہر حال
میں یکساں رہتی ہے تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہیں ہوتا یہ درجہ نہایت اعلی ہے کمال کا کیونکہ وجد والونکا وجد غالبا ہمیشہ نہیں رہا کرتا تو
جو شخص وجد دائمی میں ہو اور وہ حق سے وابستہ اور عین شہود کا ملازم ہے اسکو احوال عارضی بدل نہیں سکتے اور عجب نہیں کہ حضرت صدیق اکبر
نے جو ارشاد فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے اس قول سے وجد دائمی کا اشارہ ہے یعنی
ہمارے دل قوی اور مضبوط اسدرجہ کو پہونچ گئے ہیں کہ ہر حال میں وجد کے ملازم رہنے کی طاقت رکھتے ہیں اسوجہ سے ہم گویا قرآن کے
معنی ہمیشہ سنتے رہتے ہیں ہمارے حق میں قرآن کوئی نئی بات اور عارضی نہیں کہ اس سے ہم متاثر ہوں غرضکہ وجد کی قوت تحریک ظاہر
کیا کرتی ہے اور عقل اور روک کی قوت اسکو ضبط کیا کرتی ہے اور بعض اوقات ان دونوں میں سے ایک چیز دوسرے پر غالب ہو جاتی
ہے یا تو اسوجہ سے کہ خود نہایت درجہ کو قوی ہوتی ہے یا اسوجہ سے کہ طرف مقابل کمزور ہوتی ہے اور نقصان اور کمال اسی کے موجب ہوا کرتا ہے
تو تم کو یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ جو شخص خود زمین پر تڑپتا ہے وہ تو وجد میں کامل ہے اور جو اپنے اضطراب کو ضبط کیے ہے وہ ناقص ہے بلکہ بہت سے
ضابط بہ نسبت تڑپنے والے کے وجد میں کامل ہوتے ہیں چنانچہ حضرت جنید رح شروع سماع میں کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش
نہ کرتے تھے کسی نے جو اسکا سبب پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب صنع اللہ الذی اتقن کل شیء
اسمیں یہ اشارہ ہے کہ دل تڑپ رہا ہے اور ملکوت میں جولانیاں کرتا ہے اور ظاہر میں اعضا ساکن اور ٹھہرے ہوئے ہیں اور ابو الحسین محمد بن احمد جو بصرہ

ف ۱ اور تو دیکھتا ہے پہاڑ جانتا ہے وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلیں گے

مین تھے کہتے ہین کہ مین ساٹھ برس سہل تستری رح کے ساتھ رہا ہون مین نے اُنکو کبھی نہین دیکھا کہ کبھی کسی ذکر یا قرآن کی آیت سنکر اُنمین کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ
آخر عمر مین پہونچے تو ایک شخص نے اُنکے سامنے یہ آیت پڑھی فالیوم لایوخذ منکم فدیۃ الآیۃ ۔ تو مین نے دیکھا کہ کانپ اٹھے اور قریب تھا کہ
گر پڑین جب وہ اصلی حالت پر آگئے تو مین نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا کہ مشفق مین اب ہم ضعیف ہوگئے اسیطرح ایکبار
یہ آیت سنی الملک یومئذ الحق للرحمن ۔ تو تڑپ گئے ابن سالم جو آپ کے مرید تھے اُنھون نے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ مین ضعیف ہوگیا کسی نے
اُنسے عرض کیا کہ اگر یہ بات ضعف سے ہے تو حال کی قوت کیا ہے آپنے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہے کہ جو وارد اسپر آوے اسکو اپنے حال کے زور سے
نگل جاوے کوئی واردات کیسی ہی زبردست کیون نہو اُسکو متغیر نہ کر سکے ۔ اور باوجود وجد کے ضبط ظاہر پر قادر ہونیکا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہر وقت
کے شہود سے سب حالتین یکسان ہو جاتی ہین چنانچہ سہل تستری رح کا قول ہے کہ میری حالت نماز سے پیشتر اور اُسکے بعد ایک ہے اسلیے کہ آپ ہر وقت
دل کے نگران اور خدا تعالے کے ساتھ حاضر الذکر تھے تو اسطرح کا شخص سماع سے پہلے اور پیچھے یکسان رہیگا کیونکہ اُسکا وجد اور حال اُسی ہوگا
اور اشتیاق برابر اور ذوق متواتر رہیگا اسطرح کہ سماع سے کچھ ترقی نہوگی چنانچہ مروی ہے کہ ممشاد دینوری ایک جماعت پر گذرے کہ اُنمین قوال کچھ
کہہ رہے تھے وہ آپ کو دیکھکر چپ ہو گئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان مین تو اگر تمام دنیا کے ملاہی اکٹھے ہونگے تب بھی میری ہمت کو
نہ روکین گے اور نہ میری حالت مین کچھ ترقی ہوگی اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ علم کے فضل کے ہوتے ہوئے وجد کا نقصان کچھ ضرر نہین کرتا اور علم
کا فضل وجد کے فضل سے زیادہ کامل ہے اب اگر یہ کہو کہ ایسا شخص پھر سماع مین کیون آتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان لوگون مین سے بعض نے تو
سماع کو بڑھاپے مین چھوڑ دیا تھا اور بہت کم سماع مین آتے تھے یعنی کسی بھائی کی خاطر اور اسکے دل خوش کرنیکو کبھی اتفاق ہو جاتا تھا اور بعض
اوقات اسلیے شریک ہوتے تھے لوگ اُنکی قوت کے کمال کو دیکھین اور جانین کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہین اور ظاہر کا ضبط کرنا اُنسے سیکھین
کہ تکلف اور بناوٹ سے اسطرح علیحدہ رہتے ہین گو اُنسے اُنکی پیروی نہو سکے اسوجہ سے کہ یہ امر اُنسے مثل سرشت ہو رہا ہے اور اگر وہ لوگ اتفاقا بنا ر جنس
کے سوا اور کسی سماع مین جاتے ہین تو بدن تو اُنسے اُنکے شریک رہتے ہین اور دل اُنسے دور رہتے ہین جیسے بدون سماع کے غیر جلسون مین اگر
کسی ضرورت سے بیٹھتے ہین تو وہان بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ظاہر اُنمین ہوتا ہے اور باطن ملکوت مین اور کچھ لوگون سے سماع کا ترک منقول ہے
اور گمان ہوتا ہے کہ اُنھون نے اُسکو برا جانا ہے مگر واقع مین سبب ترک کا یہی ہے کہ اُنکو سماع کی حاجت نہ تھی دائم الوجد تھے اور بعض لوگ
اسوجہ سے زاہد تھے کہ اُنکو سماع مین حظ روحانی نہ تھا اور نہ اہل لہو تھے تو اسی لیے ترک کر دیا کہ بے فائدہ بات مین کیون مشغول ہون
اور بعضون نے اسلیے ترک کیا کہ اُنکو یاران جلسہ میسر نہوئے چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیون نہین سنتے اُس نے جواب دیا

کہ کس سے سنون اور کسکے ساتھ

چوتھا ادب یہ ہے کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ رونے مین آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے
تو مباح ہے بشرطیکہ ریا منظور نہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہے اور سرور و نشاط کی تحریک کا سبب رقص ہوا کرتا ہے اور سرور مباح
کی تحریک جائز ہے اور اگر ناچنا حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ حبشیون کو ناچتے نہ دیکھتین چنانچہ آپ بعض روایات
مین یون ہی فرماتی ہین کہ وہ ناچ رہے تھے اور صحابہ رض مین سے بھی بعض کا بہ کا ناچنا سرور کے وقت مروی ہے اور وہی سرور تھا جب

انکے رقص کا ہوا ہی چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضہ کی بیٹی کے قصہ مین جب حضرت علی مرتضی رضہ اور حضرت جعفر آپکے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مین جھگڑا ہوا کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضہ کو تو یہ فرمایا کہ تو مجھ سے ہی اور مین تجھسے اسکو سنکر حضرت علی رضہ اچھلنے لگے اور حضرت جعفر رضہ سے فرمایا کہ تو میری صورت و سیرت کے مشابہ ہوگیا تو وہ حضرت علی رضہ سے بھی زیادہ اچھلے اور آپنے حضرت زید رضہ کو فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولا ہی تو وہ حضرت جعفر سے زیادہ اچھلے پھر آپنے فرمایا کہ یہ لڑکی جعفر کے پاس رہیگی کیونکہ اسکی خالہ جعفر کی منکوحہ ہی اور خالہ گویا والدہ ہی ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ تجھکو حبشیونکا ناچ پسند ہی غرضکہ ناچ اور اچھلنا خوشی کے سبب سے ہوتا ہی تو اسکا حکم بھی خوشی ہی پر مترتب ہوگا یعنی جس صورت مین کہ خوشی اچھی ہو اور ناچ سے اسکو ترقی اور تاکید ہوتی ہو تو وہ ناچ محمود اور اچھا ہوگا اور اگر خوشی مباح ہوگی تو ناچ بھی مباح ہوگا اور اگر بری ہوگی تو وہ بھی برا ہوگا ہان یہ حرکت اکابر اور مقتدا لوگون کی شان کے لائق نہین کیونکہ یہ امر اکثر لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہی اور جو بات کہ لہو و لعب کی صورت پر لوگونکی نظرون مین ہو تو اُس سے مقتداؤن اور پیشواؤن کو اجتناب کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی نظرون مین حقیر نہون اور لوگ انکا اقتدا نہ چھوڑین۔ باقی رہا کپڑون کا پھاڑنا تو اُسکی اجازت نہین مگر اُس صورت مین کہ آدمی اپنے اختیار مین نہ رہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ دلپر وجد کا غلبہ اس درجہ کو ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ مین اُسکو معلوم نہو یا معلوم بھی ہو مگر بدون کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کرسکتا ہو تو اُس شخص کا حال ایسا ہوگا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے کیونکہ وہ تو تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے مین بچاؤ کی صورت دیکھکر مجبوری سے اُسکو اختیار کرتا ہی جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہی اگر کوئی اُسکو آہ وزاری سے روکے تو ہرگز اس سے صبر نہ ہوسکیگا باوجودیکہ فعل اختیاری ہی کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جن فعلونکا حاصل ہونا ارادہ سے ہو انسان اُسکے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہی لیکن اگر کسی سے کہا جاے کہ ایک ساعت کو سانس روک لو تو وہ اپنے اندر سے گھبرا کر سانس لینا اختیار کریگا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنیکا ہی کہ یہ بھی کبھی ایسی ہی طرح ہوتے ہین تو انکو حرام نہین کہہ سکتے چنانچہ سری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ذکر تیز وجد اور غالب کا ہوا آپنے فرمایا کہ ہان وجد غالب وہ ہوتا ہی کہ اگر وجد والیکے منہ پر تلوار لگے تو اُسکو خبر نہ ہو لوگون نے دوبارہ پوچھا اور اپنے گمان مین بعید جانا کہ اس حد کو وجد پہونچ جائے اسلیے بہت سا اصرار کیا مگر آپنے پھر کچھ نہ کہا اور اُسکے معنی یہ ہین کہ بعض اوقات مین بعض شخصونکو ایسا ہی وجد غالب ہوتا ہی کہ کیسی ہی ایذا اُنکو دیجاوے وہ معلوم نہین کرتے۔ اب اگر یہ کہو کہ سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے لوگونکو دیتے ہین اور اُسکا نام خرقہ کہتے ہین تو اس باب مین تم کیا کہتے ہو یہ امر کیسا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر مباح ہی بشرطیکہ پارچہ پھٹا ہوا امر قابل پیوند لگانے کپڑون یا جانماز کے ہو اسلیے کہ پھاڑنے مین کچھ ممنوع بات نہین آخر تھان کو پھاڑکر ہی کپڑا یا کرتہ بناتے ہین اور مال کا ضائع کرنا بھی نہین اسلیے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہی جبتک پیوند لگانا کہ وہ چھوٹے ہی ٹکڑون سے لگایا جاتا ہی اور سب کو بانٹنا اس نظر سے کہ خیر مین سب شریک ہون مباح اور مقصود ہی اسلیے کہ ہر مالک کو اختیار ہی کہ اپنے تھان کے سو ٹکڑے کرکے مثلاً سو فقیر ونکو دیدے لیکن ہان یہ چاہیے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہون جو پیوند مین کام آوین اور سماع مین جو ہمنے کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہی تو اسی پھاڑنے کو منع کیا ہی جس سے کچھ کپڑا بگڑ جائے اور کسی کام کا نہ رہے کیونکہ یہ محض ضائع کرنا ہی تو اختیار کے ساتھ جائز نہین بے اختیاری مین مجبوری ہی۔

احمد ابو داؤد بروایت علی مرتضی رضہ انہین الفاظ اور بخاری نے بھی اسکو نقل کیا ہی مگر اس مین حجلی یعنی رقص یا اچھلنے کا ذکر نہین ۱۲ منہ

سری آنحضرت ... مین ... اور اس ... قول سے ... علی ۱۲ منہ

پانچوان ادب یہ ہے کہ کھڑا ہونے مین لوگون کی موافقت کرنی چاہیے یعنی اگر کوئی شخص وجد صادق مین اگر بدون نمود اور بناوٹ کے کھڑا
ہوجائے یا بدون اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہو اور لوگ اوسکے لیے کھڑے ہوجائیں تو اونکے ساتھ آپ بھی کھڑا ہوجائے کہ یاران جلسہ کی موافقت
آداب صحبت مین سے ہے اسی طرح اگر لوگون کی عادت یہ ہوگئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گر جاوے تو وہ بھی اپنی پگڑیان اوسکی موافقت کو اتارلین یا
اسکی چادر اوتر جائے تو اپنی بھی اوتارلین تو ایسی باتون مین سب کے موافق کام کرنا خوبی آداب صحبت اور عشرت مین داخل ہے کیونکہ ہمراہیون کی
مخالفت کرنی موجب وحشت ہے اور ہر قوم کی رسم جداگانہ ہے تو جیسا دیس ویسا بھیس کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالقوا الناس
بأخلاقہم یعنی لوگون سے اونکی عادتون کے موافق ملو خصوص جب ایسے اخلاق ہون کہ انمین حسن عشرت اور دلونکا خوش کرنا موافقت کرنے سے
پایا جاتا ہو تو انکا استعمال ضروری ہے اور یہ جو معترض کہتا ہے کہ یہ امر بدعت ہے صحابہ رض کے وقت مین نہ تھا تو اس صورت مین صحیح ہے کہ جتنی مباحات
ہین وہ صحابہ رض سے منقول ہون حالانکہ کچھ ضرور نہین کہ مباحات صحابہ رض سے منقول ہون بلکہ ممنوع وہ بدعت ہے جو مخالف کسی سنت کے
ہو جسکے کرنیکا حکم شارع علیہ السلام نے دیا اور امر متنازع فیہ مین کسی طرح کی ممانعت منقول نہین اور آنے والے کے لیے آنے کے وقت
کھڑا ہوجانا عرب کی عادت مین نہ تھا یہانتک کہ صحابہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعض احوال مین کھڑے نہ ہوتے
تھے جیساکہ حضرت انس رض نے روایت کیا ہے مگر چونکہ اسمین کوئی نہی عام ثابت نہین ہوئی تو جن شہرون مین آنیوالے کی تعظیم کی عادت
کھڑے ہونے سے ہے اونمین کسی کے لیے کھڑا ہوجانا کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ مقصود تو اسکی عزت اور تعظیم اور دل خوش کرنا ہے تو جن باتون مین
موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگون نے اسکو دل خوش کرنے کی اصطلاح ٹھہرائی ہو تو ایسی چیزون مین
انکی موافقت کرنے مین کچھ مضائقہ نہین بلکہ بہتر یہی ہے کہ موافقت کرے بجز اس صورت کے جسپر نہی وارد ہو اور اسکی تاویل کچھ نہو سکے اور ایک
ادب یہ ہے کہ لوگونکے ساتھ ناچنے کو نہ اٹھے اگر وہ لوگ اسکا ناچ برا جانتے ہون اور اونکے احوال مین ابتری ڈالے اسلیے کہ جو ناچ بدون اظہار وجد
ہونے کے ہو وہ تو مباح ہے اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہے اسمین سب کو بناوٹ کا اثر معلوم ہوتا ہے اور جو صدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اسکو طبیعتین ثقیل
نہین جانتین غرضکہ حاضرین جلسہ اگر اہل باطن ہوتے ہین تو اونکے دل راستی اور تکلف کی کسوٹی ہوتے ہین چنانچہ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ وجد
صحیح کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ اسکا صحیح ہونا یہ ہے کہ وجد والے اسکو قبول کرین بشرطیکہ اسکے موافق ہون مخالف نہون اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ طبیعتین
رقص سے نفرت کرتی ہین اور ظاہرا یہ گمان ہوتا ہے کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہے کہ جب کوئی دین مین کوشش کرنے والا اسکو
دیکھتا ہے تو اسکا انکار ہی کرتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی لہو کا زاہد ہو اسکی حد آنحضرت صلعم سے زیادہ نہو گی حالانکہ آپنے مسجد
مین حبشیون کو ناچتے دیکھا اور انکار نہ فرمایا کیونکہ وہ وقت بھی اسکے لائق تھا اور وہ لوگ اسکے لائق تھے یعنی عید کا دن تھا اور حبشی ناچ رہے
تھے ہان ناچ سے بایں لحاظ طبیعتین متنفر ہین کہ اکثر اسکے ساتھ لہو ولعب ہوتا ہے اور لہو ولعب ہر چند مباح ہے مگر ایسون ہی کیلیے جیسے زنگی اور حبشی
ہین اور منصب والون کیلیے مکروہ ہے کہ انکی شان کے لائق نہین اور جو چیز اسوجہ سے مکروہ ہو کہ منصب والون کے لائق نہین اوس کو حرام نہین
کہہ سکتے مثلاً اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے اور وہ اسکو ایک روٹی دیدے تو یہ دینا عمدہ طاعت ہے اور اگر کوئی بادشاہ سے کچھ سوال
کرے اور بادشاہ اسکو ایک یا دو روٹی دے تو تمام خلق کے نزدیک برا ہوگا اور تاریخون مین لکھا جائیگا کہ منجملہ بادشاہ کی برائیون کے ایک یہ

باب آداب صحبت میں گذری ۱۲

حرکت تھی اور اُس کی اولاد و احفاد کو اُسکے سبب سے لوگ ننگ دلائینگے مگر باوجود اُسکے یون نہین کہہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی وہ حرام تھی اسلیے کہ اُسنے باین لحاظ کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہے گراپنی شان کے اعتبار سے ایک ولی کا دینا مثل نہ دینے کے ہے اور برا ہے اسیطرح ناچ اور دوسرے مباحات کا حال ہے کہ عوام کے حق مین مباح ہین اور نیک بندون کے حق مین برائیان ہین اور نیکو نکی بھلائیان مقرب بندون کے حق مین برائیان ہین لیکن یہ حکم اُسی صورت مین ہے کہ اُسکو بلحاظ منصب کے دیکھین ورنہ اگر بلا لحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھین تو یہی حکم کرنا واجب ہوگا کہ بذات خود اُنمین کچھ حرمت نہین واللہ اعلم تفصیل گذشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہے حرام اور مباح اور مکروہ اور مستحب سماع حرام اُن لوگونکے حق مین ہے جو جوان ہون اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع انمین کسی قسم کی تحریک کریگا بجز اسکے کہ جو بری صفتین اُنکے دلپر غالب ہین وہ حرکت مین آجائینگی اور مکروہ اُن لوگونکے حق مین ہے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہین اُٹھا لیتے مگر اکثر اوقات اُسکو عادت ٹھہرا لیا ہے لہو کے طور پر اور مباح اُن لوگونکے حق مین ہے کہ جنکو سماع سے کوئی بہرہ سوا خوش آوازی سے مزہ پانیکے نہین اور مستحب اُن لوگونکو ہے جنپر حق تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور سماع بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک اُنمین نہین کرتا۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

نوان باب امر معروف اور نہی منکر کے ذکر مین

رباعی

کر امر بھلی بات کا ست ہو جاہل	لوگون کو برے کام سے روک اے غافل
اللہ تعالیٰ کا حکم دیکھو وامر بالمعروف	پڑھو وانہ عن المنکر اگر ہے عاقل

واضح ہو کہ اچھی بات کو حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا دین کا بڑا مدار ہے اور اسی کیلیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اگر اُسکا بساط تہہ کر دیا جائے اور اُسکے علم و عمل کو بالکل چھوڑ دیا جائے تو نبوت بیکار ہو اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تمام اور جہالت شائع اور فساد و ضائع اور فتنہ برپا ہو جائے اور بلاد خراب اور عباد تباہ ہو جائین گو اپنی ہلاکی کو بجز قیامت کے اور کبھی نہ جانین اور جس بات کے ہونیکا ہمکو خطرہ تھا وہ ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی اس امر اعظم کا علم و عمل جاتا رہا کچھ اُسکی حقیقت اور نشان باقی نہین سب مٹ گیا دلون پر خلق کی مداہنت چھا گئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوائے نفسانی اور شہوتون مین بہائم کیطرح چھوٹے ہین روئے زمین پر سچا ایمان دار ایسا کمیاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے باب مین ملامت گرون کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے مین کوشش کریگا اور آبیاری پیروی سے اس سنت کا ایک نئے سرے سے جاری کریگا وہ تمام لوگون مین احیاء سنت کے باعث نامور ہوگا اور ایسا اجر پائیگا کہ کوئی ثواب اُسکے ہم پلہ نہ ہو اور ہم اس باب کے مضمونکو چار فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل

امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اُسکی فضیلت مین اور اُسکے ترک کرنیکی مذمت مین قطع نظر اس سے کہ امر معروف اور نہی منکر پر اجماع امت ہے اور عقلہائے سلیم اُسکی خوبی کی شاہد ہین اُسکے لیے بہت سی آیات و احادیث و آثار بھی ہین آیات یہ ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ

یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون ۔ اس آیت میں ایک تو وجوب اس فعل کا پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ ولتکن صیغہ امر ہے
اور امر کا ظاہر ایجاب ہے دوم یہ کہ فلاح اسی امر سے وابستہ ہے اسلیے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وہی ہیں فلاح پانیوالے سوم یہ کہ امر معروف
ونہی منکر فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں اگر امت میں سے کچھ لوگ بھی اسپر کاربند ہونگے تو باقیوں کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائیگا اسلیے کہ یہ تو ارشاد
نہیں فرمایا کہ تم سب ایسے ہوجاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت اس صفت کی ہونا ہی چاہیے پس اگر اس پر ایک شخص یا زیادہ عمل کرینگے تو دوسروں سے
حرج ساقط ہوجائیگا اور مخصوص بفلاح وہی ہونگے جو اسکی تعمیل کرینگے اور اگر تمام خلق اس سے پہلو تہی کرینگے تو وبال سب پر ہوگا خصوصاً ان لوگوں پر جنکو امر
معروف ونہی منکر کی قدرت ہوگی اور دوسری جا ارشاد فرمایا ہے لیسوا سواء من اہل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل وہم یسجدون یؤمنون باللہ
والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین ۔ اس آیت میں صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح و نیکی
کو متعلق نہ فرمایا یہانتک کہ ایمان پر امر معروف و نہی منکر کو بھی زیادہ کیا اور فرمایا والمؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر و
یقیمون الصلوۃ اس آیت میں ایمانداروں کا وصف یہ ذکر فرمایا کہ نیکی بات کا امر کرتے ہیں تو جو کوئی امر معروف کو ترک کریگا وہ ان ایمانداروں کے زمرہ سے
خارج ہوگا جنکا وصف اس آیت میں مذکور ہے ۔ اور فرمایا لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون
کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون اس آیت میں نہایت سختی ہے کہ علت انکے مستحق لعنت ہونے کی یہی فرمائی کہ انھوں نے نہی منکر کو
ترک کیا تھا ۔ اور یہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر اس آیت سے فضیلت امر معروف اور نہی منکر کی معلوم
ہوتی ہے کیونکہ بیان فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت تھے اور فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب
بئیس بما کانوا یفسقون ۔ اسمیں بیان فرمایا کہ ان لوگوں نے نجات حاصل کی جنھوں نے بری بات سے منع کیا اور نیز یہ آیت اس کے
وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے ۔ اور فرمایا الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر اس
آیت میں امر معروف ونہی منکر کا ذکر نماز اور زکوۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف میں ۔ اور فرمایا وتعاونوا علی البر والتقوی و
لا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ اسمیں تو امر قطعی ہے اور تعاون کے معنی یہ ہیں کہ خیر پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقوں کو آسان کرنا اور بدی
اور تعدی کی راہیں بند کردینی جہانتک ہوسکے ۔ اور فرمایا لولا ینہاہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت لبئس ما کانوا یصنعون
اسمیں بیان فرمایا کہ نہی منکر کے ترک کرنے سے گنہگار ہوئے ۔ اور فرمایا فلولا کان من القرون من قبلکم اولو بقیۃ ینہون عن الفساد فی الارض
الآیۃ اسمیں یہ بیان فرمایا کہ ہمنے سب کو ہلاک کردیا مگر تھوڑے سے لوگوں کو جو فساد سے منع کرتے تھے ۔ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کونوا
قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین تو والدین و اقارب کے حق میں امر معروف یہی ہے اور فرمایا لا خیر فی کثیر من نجواہم الا من

امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما ۔ اور فرمایا وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا
فاصلحوا بینہما الآیۃ اور اصلاح اسکا نام ہے کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر بدستور ہٹالا وے اور اگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے اسکے
ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ ۔ اور اسی کا نام نہی منکر ہے اور احادیث اس باب میں یہ ہیں کہ
حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک خطبہ پڑھا اور اسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اسکی تفسیر خلاف اسکی مراد کے کرتے ہو
یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم ۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ما من قوم عملوا بالمعاصی
وفیہم من یقدر ان ینکر علیہم فلم یفعل الا یوشک ان یعمہم اللہ بعذاب من عندہ ۔ اور ابو ثعلبہ خشنی رضہ سے مروی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تفسیر لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم کی پوچھی آپ نے فرمایا ائتمروا بالمعروف وانہوا عن المنکر فاذا رایت شحا مطاعا وہوی متبعا ودنیا مؤثرۃ واعجاب کل ذی
رای برایہ فعلیک بنفسک ودع عنک العوام ان من ورائکم فتنا کقطع اللیل المظلم للمتمسک فیہا بمثل الذی انتم علیہ اجر خمسین منکم قیل بل منہم یا رسول اللہ قال
لا بل منکم لانکم تجدون علی الخیر اعوانا ولا یجدون علیہ اعوانا ۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس کا وقت یہ زمانہ
نہیں کیونکہ اس زمانہ میں تو نصیحت کو مانتے ہیں بلکہ عنقریب ایسا وقت آویگا کہ تم امر معروف کروگے تو تم سے ایسا ایسا کیا جائیگا ۔
یعنی لوگ ایذا دینگے اور تم کچھ کہوگے تو کوئی تمھاری بات نہ مانے گا اسوقت تمکو اس آیت کے موجب کرنا چاہیے علیکم انفسکم لا یضرکم من
ضل اذا اہتدیتم ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ البتہ اچھی بات کا امر کرو اور بری بات سے منع کرو ورنہ خدائے تعالیٰ تم پر
تمھارے شریروں کو مسلط کر دیگا پھر تمھارے بہتر آدمی دعا مانگیں گے تو انکی دعا مقبول نہو گی اسکے یہ معنی ہیں کہ اچھے لوگوں کی ہیبت بدوں
کی نظروں سے ساقط ہو جائیگی کہ انسے خوف نہ کرینگے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم امر بالمعروف کرو اور منکر
سے منع کرو پیشتر اس سے کہ تم دعا مانگو اور تمھاری دعا مقبول نہو ۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل اللہ کے سامنے ایسے
ہیں جیسے پھونک دریاے عمیق کے سامنے ۔ اور سب اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ بلکہ امر معروف اور نہی منکر کے سامنے ایسے ہیں جیسے پھونک
دریاے عمیق کے سامنے ۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے سوال کریگا کہ کس چیز نے تجھکو باز رکھا کہ جب تو نے بری بات دیکھی تو منع نہ
کیا اسوقت اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جواب سکھلا دیگا تو عرض کریگا کہ الٰہی میں نے تجھپر بھروسا کیا اور لوگوں سے ڈر گیا ۔ اور ایک حدیث میں
ارشاد فرمایا ایاکم والجلوس علی الطرقات قالوا ما لنا بد انما ہی مجالسنا نتحدث فیہا قال فاذا ابیتم الا ذلک فاعطوا الطریق حقہا قالوا وما حق الطریق
قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنہی عن المنکر ۔ اور فرمایا کہ کلام ابن آدم کا سب اسکو مضر ہوتا ہے مفید نہیں ہوتا بجز امر معروف

یا نہی منکر یا ذکر خدا ے تعالیٰ کے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خواص کو عذاب نہین کرتا عوام کے گناہون کے باعث یہانتک
کہ کوئی بُرائی انہین دیکھین اور وہ باوجودیکہ اُس کے روکنے پر قادر ہون مگر نہ روکین تب البتہ انکو عذاب کرتا ہے۔ اور ابو امامہ باہلی رضؓ
روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھاری عورتین سرکش ہوجائین گی اور جوان بدکار
ہوجائین گے اور تم جہاد چھوڑ دو گے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ بات ضرور ہوگی آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے
اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپنے فرمایا کہ تمھاری
کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کا حکم نہ کرو گے اور بُری بات سے منع نہ کرو گے لوگون نے عرض کیا کہ کیا یہ ہونا ہے آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے
اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپنے فرمایا کہ تمھاری
کیا کیفیت ہوگی جب تم اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی دیکھو گے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہونیوالا ہے آپنے
فرمایا ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر معاملہ ہوگا اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہوگا
آپنے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تم بُری بات کا امر کرو گے اور اچھی بات سے منع کرو گے اُنھون نے عرض کیا کہ کیا یہ امر ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مین اپنی
قسم کھاتا ہون کہ اُنپر ایسا فتنہ بھلاؤنگا کہ عقلمند اُسمین حیران رہ جائے۔ اور عکرمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے اُسکے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہان موجود ہوا اور اُسکی آفت کو نہ ٹالے اُسپر لعنت برستی ہے اور جو
شخص ظلم سے پیٹا جائے اُسکے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اُسکے پاس رہے اور اُسپر سے ظلم دفع نہ کرے تو اُسپر لعنت برستی ہے حضرت ابن عباس رضؓ راوی
ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقام مین حاضر ہو تو اُسکو نہ چاہیے کہ بدون حق بات کہے باز رہے اسلیے کہ اجل سے پہلے تو مریگا
نہین اور جو رزق اُسکی تقدیر مین ہے اُس سے ہرگز محروم نہوگا (یعنی بلکہ کسی خوف سے امر حق زبان پر نہ لائے۔) اور یہ حدیث اس بات پر دلالت
کرتی ہے کہ ظالمون اور فاسقون کے گھر وغیرہ مین جانا درست نہین اور نہ اُن جگھون مین جہان بُری بات دکھی پڑے اور اُسکے بدلنے اور دور کرنے پر
قادر نہو کیونکہ حدیث موصوف مین فرمایا ہے کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہے تو جو حاضر ہوگا وہ مستحق لعنت ہوگا اور آدمی کو بدون حاجت بُری بات
کا مشاہدہ جائز نہین اس عذر سے کہ ہم تو عاجز ہین ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہے اور یہی وجہ اکابر سلف مین سے کچھ لوگون نے عزلت
اختیار کی کیونکہ اُنھون نے دیکھا کہ بازارون اور عیدون اور مجمعون مین سب مین بُری باتین ہوتی ہین اور خود اُنکے دور کرنے سے عاجز ہین اور
یہ امر چاہتا ہے کہ خلق سے ہجرت کرنی لازم ہے اور اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیز رحؓ نے فرمایا کہ سیاحون نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے
مفارقت کی اُسکی وجہ یہی ہوئی کہ اُنپر وہی بلا اُتری جو ہم بھگتتے ہین یعنی شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ نصیحت گر کی بات کوئی
نہین مانتا اور فتنے پیدا ہین اور یہ خوف کیا کہ کہین ہمکو بیٹھ نہ لگین اور کہین ایسا نہو کہ عذاب اُن لوگون پر نازل ہو اور اُنکے ساتھ مین ہم
بھی اس سے محفوظ نہ رہین اور خیال کیا کہ درندون کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا اُن لوگون کے پاس رہنے اور آسائش کیساتھ بسر کرنے سے بہتر
ہے پھر آپنے یہ آیت پڑھی فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ اِنِّی لَکُم مِّنہُ نَذِیرٌ مُّبِینٌ۔ اور فرمایا کہ کچھ لوگون نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے نبوت مین کوئی

ع ح
یعنی از شعب ایمان حسن ۱۲
ح بیہقی در شعب ... حدیث سابق ۱۲ ف
سو بھاگو اللہ کی طرف مین تمکو اسکی طرف سے ڈر سناتا ہون کھول کر ۱۲ ع
مرتبہ یہ ہین اگرچہ اصل مین یہ ہے کہ اس حق گوئی سے کچھ وقت مقرر سے پہلے اس کی موت نہ آویگی اور نہ رزق مقرر سے محرومی ہوگی ۱۲ سید صدیق احمد عفی عنہ

راز نہ رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی اُن لوگوں سے افضل نہیں ہیں اسلیے کہ ہم کو خبر پہونچی ہے کہ فرشتے علیہم السلام اُن لوگوں سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہیں اور ابر اور درندے اُنکے پاس ہو کر نکلتے ہیں اگر کوئی انمین سے اُنکو پکارتا ہے تو جواب دیتے ہیں اور اگر ابر و درندوں سے پوچھتے ہیں کہ تمکو کس جگہ کا حکم ہوا ہے تو اُنکو بتا دیتے ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی معصیت میں حاضر ہوا اور اُسکو بُرا جانا تو وہ ایسا ہے گویا اُسمین نہ تھا اور جو شخص معصیت میں شریک نہو مگر اُسکو اچھا جانے تو وہ ایسا ہے گویا اُسمین حاضر ہے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ میں حاضر ہو یا اتفاق سے معصیت اُسکے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہ میں حاضر ہونا ممنوع ہے پہلی حدیث کی دلیل سے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا ہے اُسکے حواری بھی ہوئے ہیں پھر جس قدر خدا ے تعالیٰ کو منظور رہا اُس مدت تک اپنی قوم میں رہکر اللہ تعالیٰ کی کتاب و حکم کے بموجب عمل کرتا رہیگا یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اُٹھالیگا تو حواری اللہ تعالیٰ کی کتاب و حکم کے بموجب و اپنے نبی کے طریق کے بموجب عمل کرتے رہینگے اور جب وہ بھی چل بسینگے تو اُنکے بعد ایک قوم ایسی ہوگی کہ ممبروں پر چڑھکر وہ باتیں کہینگے جنکو جانتے ہیں اور کام وہ کرینگے جنکو نہیں جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے اُنپر جہاد کرنا واجب ہے اور اگر ہاتھ سے نہ بن سکے تو زبان سے جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اُسکے بعد اسلام نہیں اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ ایک گاؤن کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور اُنمین چار شخص اُنکے اعمال کو بُرا جانتے تھے اُن میں سے ایک مستعد ہوا اور لوگوں سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہو اُنسے باز آؤ غرضکہ اُنکو منع کرتا اور اُنکے افعال کی بُرائی کرنی شروع کی وہ لوگ اُسکے اقوال کو رد کرتے رہے اور اپنے افعال سے باز نہ آئے اُسنے اُنکو بُرا کہا اُنھوں نے اُسکو بُرا کہا آخر کو اُسنے اُنسے قتال کیا وہ لوگ اُسپر غالب رہے پھر یہ اُنسے علیحدہ ہو گیا اور جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی میں نے اُنکو منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور میں نے اُنکو بُرا کہا تو اُنھوں نے مجھکو بُرا کہا اور میں نے جنگ کی تو وہ غالب رہے یہ کہکر چلا گیا پھر دوسرا شخص اُنکے منع کرنیکو مستعد ہوا اُسکی اطاعت بھی نہ کی اور اُسنے اُنکو سخت کہا تو اُنھوں نے بھی اسکو سخت کہا وہ بھی یہ کہکر علیحدہ ہو گیا کہ الٰہی میں نے اُنکو منع کیا میرا کہنا نہ مانا اور میں نے اُنکو بُرا کہا تو اُنھوں نے مجھکو بُرا کہا اور اگر میں اُنسے لڑتا تو بھی غالب رہتے پھر وہ بھی چلا گیا تیسرا اُٹھا اور اُسنے اُنکو منع کیا اُنھوں نے نہ مانا وہ اُنسے علیحدہ ہوا اور کہا کہ الٰہی میں نے اُنکو منع کیا اُنھوں نے نہ مانا اور اگر میں اُنکو گالی دیتا تو وہ مجھکو دیتے اور اگر میں لڑتا تو وہ جیت جاتے پھر وہ بھی چلا گیا اور چوتھا قائم ہوا اُسنے یوں عرض کیا کہ الٰہی میں اگر اُنکو منع کرتا تو میرا کہنا نہ مانتے اور اگر بُرا کہتا تو مجھکو بُرا کہتے اور اگر لڑائی کرتا تو غالب رہتے یہ کہکر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ چوتھا شخص اُن چاروں میں سے رتبہ میں کمتر تھا مگر تم میں اُسکے مثل بھی کم ہی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گاؤن تباہ ہو جاتا ہے حالانکہ اُسمین نیک آدمی بھی ہوں آپنے فرمایا ہاں سائل نے عرض کیا کہ اسکی وجہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ نیک بندوں نے سستی کی اور اللہ تعالیٰ کی معصیتوں پر سکوت اختیار کیا۔ اور جابر بن عبد اللہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلاں شہر کو اُسکے باشندوں پر الٹا کر دو اُس فرشتے نے عرض کیا کہ یا رب اُس بستی میں تیرا فلاں

ح ابن عدی نے اس کو نقل کیا ہے اور اسمین یحییٰ بن سلیمان راوی بقول بخاری منکر الحدیث ہے ۱۲ ح مسلم نحوہ ۱۲ ح بزار و طبرانی بسند ضعیف ۱۲ ح طبرانی در اوسط و بیہقی در شعب بیہقی نے اس کو ضعیف کہا

بندہ ہی جسنے تیری نافرمانی ایک لحظہ کو نہین کی حکم ہوا کہ اُسپر اور تمام بستی والون پر وہ طبقہ الٹ دے کہ اُس شخص کا چہرہ ایک ساعت کو بھی
بستی والون کی معصیت پر نہین تمتما یا - اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بستی کے لوگون کو عذاب
دیا گیا جسمین اٹھارہ ہزار وہ لوگ تھے کہ اُنکے عمل انبیا علیہم السلام کے سے عمل تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسے ہوا آپ نے
فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خفا نہین ہوتے تھے اور اچھی بات کا امر اور بُری بات سے نہی نہ کرتے تھے - اور عروہ اپنے باپ سے
راوی ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا ے تعالیٰ کی جناب مین عرض کیا کہ یا رب تیرے بندون مین سے تیرے نزدیک کونسا محبوب
ہی فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا گدس اپنی خواہش پر جھپٹتا ہی اور جو میرے نیک بندون پر ایسا عاشق ہو جیسے بچہ شیرخوار
پستان پر ہوتا ہی اور جسوقت کوئی میری حرام کی ہوئی چیزون مین داخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسا چیتا اپنے انتقام کیلئے غضب
کرتا ہی کہ جب وہ اپنے نفس کے واسطے غصہ ہوتا ہی تو یہ پروا نہین کرتا کہ آدمی کم ہین یا زیادہ - اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ خوف
کی شدت مین امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہی - اور حضرت ابوذر غفاری رضہ فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ سوا ے مشرکون کے قتال کے کوئی اور بھی جہاد ہی آپنے فرمایا کہ ہان اے ابوبکر زمین مین اللہ تعالیٰ کے جہاد
کرنیوالے شہیدون سے افضل ہین زندہ ہین اور رزق دیے جاتے ہین زمین پر چلتے ہین اللہ تعالیٰ اُنسے فرشتون پر فخر کرتا ہی اور اُنکے
لیے جنت ایسی آراستہ ہوتی ہی جیسے ام سلمہ رضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے آراستہ ہوتی حضرت صدیق اکبر رضہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وہ کون ہین آپنے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنیوالے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہین پھر فرمایا کہ قسم ہی اُس کی جسکے
قبضہ مین میری جان ہی کہ بندہ اُنمین سے شہدا کے غرفون کے اوپر کے غرفہ مین رہیگا ہر غرفہ مین تین لاکھ دروازے ہونگے کہ بعضے اُنمین سے
یاقوت اور سبز زمرد کے ہونگے اور ہر دروازہ پر نور ہوگا اور اُنمین سے ایک آدمی کا نکاح تین لاکھ حورون سے ہوگا جو بڑی آنکھون والی ہونگی جب وہ کسی
کی طرف التفات کریگا اور دیکھیگا تو وہ کہیگی کہ تجھکو یاد ہی کہ فلان روز تو نے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا اور جب اُنمین سے کسی
طرف توجہ کریگا تو وہ اسکے سامنے اُن مقامونکا ذکر کریگی جنمین اُسنے کسی اچھی بات کا امر کیا یا کسی بُری بات سے منع کیا - اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح
فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہدا مین سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ کونسا ہی آپنے فرمایا کہ وہ شخص ہی
کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اُسکو اچھی بات کا امر کیا اور بُری بات سے منع کیا اور اسوجہ سے اُسنے اسکو مار ڈالا اور اگر ظالم نے اُسکو
قتل نہ کیا تو قلم اُسپر اُسکے بعد نہ چلیگا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے یعنی اسکا ثواب اتنا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو کریگا تو اگر مارا گیا
تو شہید ہوا اور گناہ نامہ اعمال مین عمر بھر نہ لکھے جائینگے اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
امت کے شہیدون مین سے افضل وہ شخص ہی کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہو کر اسکو اچھی بات کا حکم کرے اور بُری بات سے منع کرے اور وہ
ظالم اسی وجہ اُسکو مار ڈالے تو اس شہید کا رتبہ جنت مین حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا - اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ مین نے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ بُری قوم وہ لوگ ہین جو انصاف کا حکم نہین کرتے اور بُری قوم وہ ہی جو امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر نہیں کرتی۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہیں کہ تم امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ خدا تعالیٰ تم پر
کوئی بادشاہ ظالم مسلط کر دیگا کہ وہ نہ تمھارے بڑے کی توقیر کریگا اور نہ چھوٹے پر ترس کھائیگا اور تمھارے نیک بندے اسکو بددعا دینگے
تو انکی دعا مقبول نہ ہوگی اور تم مدد مانگوگے تو مدد نہ ملے گی اور استغفار کروگے تو تمھاری مغفرت نہ ہوگی اور حضرت حذیفہ رضہ سے کسی نے پوچھا کہ
زندوں میں مردہ کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ جو بُری بات اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے بُرا کہے اور مالک بن دینار
فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے علما میں سے ایک عالم تھا کہ اسکے مکان پر مرد و عورت جمع ہوا کرتے اور وہ انکو اللہ تعالیٰ کے واقعات انتقامات جو اہل
دنیا میں گذرتے رہتے ہیں سنایا کرتا ایک دن اپنے کسی لڑکے کو دیکھا کہ کسی عورت پر چشمک مارتا ہے تو اسکو کہا کہ بس کر بیٹا بس کر راوی کہتا ہے کہ وہ عالم
تو تخت پر سے گر گیا اور اسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اسکی عورت کا اسقاط ہو گیا اور اسکے بیٹے لشکر میں مارے گئے اللہ تعالیٰ نے اس وقت
کے نبی کو وحی بھیجی کہ فلان عالم سے کہدو کہ میں تیری پشت سے صدیق کبھی نہ پیدا کرونگا کیا تیرا غصہ میری خاطر یہ تھا صرف اتنا ہی کہا کہ بس کر
بیٹا بس کر اور حضرت حذیفہ رضہ نے فرمایا کہ لوگو تم پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر میں اُس میں مُردہ گدھا ہوں تو تمکو وہ لوگ اُس ایماندار سے
محبوب تر جانیں جو انکو امر معروف اور نہی منکر کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تیری قوم سے
چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے ہلاک کرونگا اُنھوں نے عرض کیا کہ الٰہی بد تو لگتے بُرے ہیں مگر اچھوں کا کیا قصور ہے ارشاد ہوا کہ
اُنھوں نے میرے غصہ کیلیے غصہ نہ کیا اور بدوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے۔ اور بلال بن سعد نے کہا ہے کہ معصیت جب پوشیدہ کیجاتی
ہے تو سوا معصیت کرنیوالے کے اور کسیکو ضرر نہیں کرتی اور جب علان کے ساتھ کیجاتی ہے اور اُسکو کوئی منع نہیں کرتا تو عوام کو ضرر کرتی ہے۔
اور حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ تمھاری قوم میں تمھاری منزلت کیسی ہے اُسنے کہا کہ اچھی ہے فرمایا کہ توریت تو
اسکے خلاف کہتی ہے پوچھا کہ کیا کہتی ہے فرمایا کہ یون کہتی ہے کہ جب آدمی امر معروف و نہی منکر کرتا ہے تو اُسکی قوم کے نزدیک اُسکی منزلت بُری
ہو جاتی ہے ابو مسلم نے کہا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ عمال کے پاس جایا کرتے پھر آپ بیٹھ رہے
کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ اُنکے پاس تشریف لیجائینگے تو شاید اُنکے دل میں رعب رہیگا آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ اگر میں کچھ بولوں
تو وہ یہ جانینگے کہ حال کچھ ہے اور قال کچھ اور اگر خاموش رہوں تو یہ ڈر ہے کہ گنہگار رہوں تو اسکا مصداق بن رہا ہوں کہ گویم مشکل و گر نگویم
مشکل۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف سے عاجز ہو اُسپر لازم ہے کہ اُس جگہ سے دور رہے اور ایسی جگہ چلا جائے کہ معصیت اُسکے
سامنے نہو۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضہ فرماتے ہیں کہ اول جس جہاد پر تمکو غالب کیا جاتا ہے وہ ہاتھوں کا جہاد ہے پھر زبانوں کا پھر دلوں کا جب دل
اچھی بات کو نہیں پہچانتا اور بُری کا انکار نہیں کرتا تو اوندھا کر دیا جاتا ہے کہ اوپر کی طرف نیچے ہو جائے۔ اور سہل بن عبد اللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ جو
شخص اپنے نفس سے سوا دوسرے پر قادر نہیں اور امر و نہی اپنی ذات کے متعلق بجا لاتا ہے اور دوسرے سے جو بُرائی ہو اسکو دل سے بُرا جانتا ہے تو
جسقدر امر معروف اور نہی منکر اسکو چاہیے اسقدر بجا لاتا ہے۔ اور فضیل رحمہ سے کسی نے کہا کہ تم امر معروف و نہی منکر کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ کچھ
لوگوں نے امر و نہی کی اور کافر ہو گئے اور اسکی وجہ یہ کہ اُسکے عوض انکو جو تکلیف دیگئی تو اُسپر صبر نہ کیا۔ اور حضرت ثوری رحمہ سے کسی نے کہا
کہ آپ امر معروف اور نہی منکر کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ جب سمندر ٹوٹ نکلے تو اُسکا بند کون لگا سکتا ہے ان دلیلوں سے ظاہر ہوا کہ امر معروف

اور نہی منکر واجب ہی اور اگر قدرت اُسکی بجاآوری کی ہو تو اُسکا فرض ساقط نہوگا بجز اسکے کہ کوئی اُسکی بجاآوری پر قائم ہو اب ہم اُسکے شروط اور اُسکے واجب ہونیکی شرطین ذکر کرتے ہین۔

دوسری فصل ۔ امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین ۔ جاننا چاہیے کہ امر معروف اور نہی منکر دونونکو ملاکر حسبت کہتے ہین اور حسبت کے ارکان چار ہین اول محتسب دوسرے محتسب علیہ یعنی مجرم تیسرے محتسب فیہ یعنی معصیت چوتھے خود احتساب اور ان چارونمین سے ہر ایک کیلیے جدا جدا شرطین ہین رکن اول محتسب ہے اُسکی شرطین یہ ہین کہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا ہو تو ان شرطونسے مجنون اور لڑکا اور کافر اور عاجز نکل گیا اور رعایا مین سے ہر کوئی داخل رہا گو اُسکو بادشاہ کیطرف سے اذن نہو اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف مین داخل رہی ۔ اب ہم ان شرطونکی وجہ بیان کرتے ہین اور نیز جن قیدون کو ہمنے چھوڑ دیا اُنکے چھوڑنیکا باعث لکھین گے شرط اول تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اسکی وجہ تو ظاہر ہی کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہین اور ہمنے جو شرائط لکھی ہین اُنسے مراد شرط وجوب ہی نہ شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل کا ہی مقتضی ہی اُسکو بلوغ بھی نہین چاہیے حتی کہ لڑکا تمیز دار قریب بلوغ ہر چند مکلف نہین مگر اُسکو جائز ہی کہ بُری بات کا انکار کرے اور شراب کو بہا دے اور کھیل کی چیزین توڑ ڈالے اور جب وہ ایسا کریگا تو ثواب پائیگا اور کسی کو جائز نہین کہ اُسکو ان افعال سے روک دے یہ بجا کرکے کہ یہ تو مکلف نہین اسلیے کہ یہ فعل تقرب کے لیے ہوا ایسا لڑکا اسکا اہل ہی مثلاً نماز اور اُسکی امامت اور دوسرے تقرب کے کامونکا اہل ہی اور احتساب کا حکم ولایتون کا سا نہین کہ اُسمین جواز کیلیے بھی تکلیف شرط ہو اور اسی وجہ سے ہمنے اُسکو غلام اور رعیت کی ہر کسی فرد کیلیے ثابت رکھا ہی یعنی فعل سے منع کرنے مین اور بُری بات کے بگاڑنے مین ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہی مگر یہ حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہی جیسے مشرک کا مارنا اور اُسکے اسباب کا باطل کرنا اور ہتھیار اوسکا چھین لینا کہ لڑکے کو بھی جائز ہی بشرطیکہ اس سے خود اُس لڑکے کو ضرر نہو تو جیسے کفر سے منع کرنا درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے ۔ دوسری شرط ایمان کی قید کیوجہ بھی صاف ظاہر ہی اسلیے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہی تو اسکا اہل وہ شخص کیسے ہو سکتا ہی جو اصل دین کا منکر اور دشمن ہو تیسری شرط عادل ہونا اسکو بعض لوگون نے شرط کیا ہی اور کہا ہی کہ فاسق کو احتساب درست نہین اور اپنی دلیلیں اس باب مین ایک تو یہ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین اُن لوگون پر جو کہتے ہین اور قول کے بموجب خود نہین کرتے وعید وارد ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اور فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ فرمایا کہ معراج کی شب کو میرا گذر ایسے لوگون پر ہوا جنکے لب آگ کی مقراضون سے کاٹے جاتے تھے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود اسکو نہین کرتے تھے اور بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود اُسکے مرتکب ہوتے تھے تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت مان جاے تب لوگونکو نصیحت کرو ورنہ مجھسے حیا کرو چوتھی دلیل بطور قیاس بیان کرتے ہین اسطرح کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اسپر متفرع ہی کہ خود راہ پر ہو اسیطرح غیر کا سیدھا کرنا اپنے سیدھا ہونیکی فرع ہی اور درست کرنا زکوۃ ہی نصاب ہستی کی تو جو شخص خود درست اور اچھا نہوگا وہ دوسرے کو کیسے درست کریگا یہ تو مثل مشہور ہی سایہ کیا راست

بود چوب چہ باشد نارست ۔ اور یہ جتنی دلیلیں اُنھوں نے لکھی ہیں سب خیالات ہیں حق یہی ہے کہ فاسق کو احتساب جائز ہے اور اُسکی برہان یہ ہے کہ
ہم یہ کہیں کہ احتساب میں کیا یہ شرط ہے کہ محتسب سب گناہوں سے معصوم ہو اگر یہ شرط ہو تو خلاف اجماع ہے اور نیز باب احتساب کا بالکل
بند کرنا ہے کیونکہ معصوم تو صحابہ رض بھی نہ تھے اوروں کا تو کیا ذکر ہے بلکہ انبیا علیہم السلام کی عصمت میں اختلاف ہے اور قرآن مجید سے منسوب
ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیا کا معصیت کیطرف پایا جاتا ہے اور اسی لیے سعید بن جبیر رح نے فرمایا تھا کہ اگر امر معروف
اور نہی منکر وہی کیا کرے جسمیں کوئی گناہ نہ ہو تو کوئی بھی اس امر کی تعمیل نہ کرسکیگا امام مالک رح کو اُنکا یہ قول پسند آیا اور اگر یہ کہیں کہ
معصوم ہونا صغیرہ گناہوں سے شرط نہیں یہانتک کہ حریر پہننے والے کو جائز ہے کہ زنا اور شراب خواری سے منع کرے تو ہم یہ
پوچھتے ہیں کہ آیا شراب خوار کو جائز ہے کہ کفار سے جہاد کرے اور کفر سے منع کرنیکا احتساب نہ کرے اگر کہیں کہ نہیں جائز ہے
تو خلاف اجماع ہوگا اسلیے کہ مسلمانوں کے لشکروں میں ہمیشہ نیک اور بد اور شراب خوار اور یتیموں پر ظلم کرنے والے سب قسم کے آدمی رہتے
تھے اُنکو جہاد سے ممانعت نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک میں ہوئی نہ آپکے بعد اور اگر یہ کہیں کہ شراب خوار کو جہاد کرنا
اور کفر کی ممانعت کا احتساب جائز ہے تو ہم یہ سوال کرینگے کہ اُسکو یہ بھی جائز ہے کہ قتل سے منع کرے اگر کہیں کہ جائز نہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ
پھر شراب خوار اور حریر پوش میں فرق بتانا چاہیے کہ حریر پوش کو جائز ہے کہ شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کی نسبت کرانا ہی
برا ہے جیسے شراب خواری حریر پوشی کی نسبت ہے تو کسی طرح کا فرق نہیں معلوم ہوتا اور اگر کہیں کہ قتل سے منع کرنا جائز ہے اور اُسکی علت بیان
کریں کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہے تو وہ اُسی جیسے گناہ اور اُس سے کم درجہ سے منع نہیں کرسکتا ہاں اُس سے زیادہ گناہ کو منع کرسکتا ہے تو یہ
دعوی بے دلیل اور زبردستی ہے کیونکہ جیسے یہ بعید نہیں کہ شراب خوار زنا اور قتل سے منع کرے ویسا ہی یہ بھی بعید نہیں کہ زانی شراب پینے سے منع
کرے بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ آدمی خود شراب پیے اور اپنے غلاموں اور خادموں کو شراب خواری سے منع کرے اور یہ کہے کہ مجھپر نہی کو ماننا اور
دوسرے کو نہی کرنا دو باتیں واجب ہیں تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ اگر میں نے ایک بات میں معصیت کی تو دوسری میں بھی خدا تعالے
کا عاصی ہو جاؤں اور جس صورت میں کہ منع کرنا مجھپر واجب ہے تو اسکا وجوب میرے ارتکاب کی تہمت سے کیسے ساقط ہو جائیگا اور واقع
میں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یوں کہیں کہ منع کرنا شراب خواری سے اُسپر اُس وقت تک واجب ہے کہ خود شراب نہ پیوے اور اگر پی لیگا تو اُسپر
منع کرنا ساقط ہو جاویگا ۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ تمہاری تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ مجھپر وضو اور نماز دونوں واجب
ہیں مگر میں وضو کرتا ہوں گو نماز نہ پڑھوں اور سحری کھاتا ہوں اگرچہ روزہ نہ رکھوں اسلیے کہ سحری کھانی مستحب ہے دونوں میں پس اسکا جواب یہی دینگے کہ ان دونوں
میں ایک چیز دوسرے پر مرتب ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر کا سدھار کرنا اپنی ذات پر مرتب ہے اسلیے اول اپنے نفس کی درستی چاہیے پھر دوسرے کی جو
شغل اول خواہش بعدہ دوسروں کا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سحری کا کھانا روزہ کیلیے ہوتا ہے اگر روزہ نہ ہو تو سحری کھانا مستحب نہیں ہوتا اور نہی جو غیر کیلیے مطلوب ہوتی ہے
وہ نفس غیر سے اچھا نہیں ہو اگرچہ اور صورت تنازعہ میں غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کیلیے مقصود نہیں ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر
کی اصلاح کیلیے تو انمیں سے جو ایک کو دوسرے پر مرتب کہتے ہو زبردستی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں اور وضو اور نماز کے اعتراض سے اتنا ہی لازم
آتا ہے کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کے امر کو بجا لائیگا اور اسکا عذاب اُس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو اور نماز دونوں کا تارک

ہوگا ایسا ہی جو شخص منع کرنا اور باز رہنا دونوں باتین چھوڑ دیگا اُسکو عذاب زیادہ ہوگا بہ نسبت اُسکے جو دوسرے کو منع کرے اور خود نہی پر کاربند نہو کیونکہ وضو شرط ہی بذات خود تو مقصود نہین بلکہ نماز کے لیے مقصود ہی تو بدون نماز کے اُسکا کچھ اعتبار نہین اور امر و نہی پر کاربند ہونے مین احتساب شرط نہین تو ان دونوں صورتون مین کچھ مشابہت نہین سائل اگر یون کہا جائے کہ پھر یہ لازم آتا ہی کہ کوئی یون کہے کہ جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا منھ چھپائے پھر اپنے آپ منھ کھول دے اور مرد عین حالت زنا مین احتساب کرے اور عورت سے کہے کہ تجھپر زنا مین تو زبردستی ہوئی مگر منھ کھولنے مین تو تو خود مختار تھی تو نے جو مجھ غیر محرم کے سامنے اپنے منھ کو کھول دیا بُرا کیا اپنا منھ ڈھانک لے تو یہ احتساب نہایت بُرا ہی کہ ہر عاقل اسکو بُرا جانتا ہی اور ہر طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر حق کبھی طبیعتون کو بُرا معلوم ہوا کرتا ہی اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہی اُسکا لحاظ ضروری نہین بلکہ لحاظ دلیل کا کیا جاتا ہی وہم و خیالات کی پیروی نہین کیجاتی اب ہم یہ کہتے ہین کہ مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ اپنا منھ مت کھول واجب ہی یا حرام یا مباح اگر تم کہو کہ واجب ہی تب تو غرض حاصل ہی اسلیے کہ منھ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہی اور اس سے منع کرنا حق ہی اور اگر کہو کہ مباح ہی تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہی پھر جو تم کہتے ہو کہ فاسق کو احتساب درست نہین اُسکے کیا معنی ہونگے اور اگر کہو کہ حرام ہی تو ہم یہ کہینگے کہ احتساب تو واجب تھا حرام کیسے ہوگیا اگر اس شخص کے زنا کے مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا واجب حرام ہوجائے باقی رہا طبیعتون کا نفرت کرنا اور اُسکو بُرا جاننا تو اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ اس مرد نے زیادہ تر ضروری چیز کو ترک کرکے اُس سے کمتر ضروری کو اختیار کیا اور طبیعتین جیسے اس بات کو بُرا جانتی ہین کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑ کر بیفائدہ امر اختیار کرے اسیطرح اس سے بھی نفرت کرتی ہین کہ زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کمتر ضروری کو اختیار کرے مثلاً کوئی شخص مغصوب کھانے سے تو احتراز کرے اور ہمیشہ زنا کرتا رہے تو ایسے شخص سے نفرت کیجاتی ہی یا کوئی غیبت سے بچے اور جھوٹی گواہی دیا کرے تو ایسے سے بھی نفرت کرتے ہین اسلیے کہ جھوٹی گواہی دینی غیبت کی نسبت زیادہ خراب و سخت ہی غیبت مین تو آدمی وہی بات کہتا ہی جو دوسرے مین ہو یعنی سچ بولتا ہی بخلاف جھوٹی گواہی کے لیکن طبیعتون کا نفرت کرنا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ ترک غیبت واجب نہین اور نہ اس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر آدمی غیبت کرے یا لقمہ حرام کھالے تو اس سے اُسکو عذاب زیادہ نہ ہوگا اسی طرح آخرت مین آدمی کو اپنے گناہ سے ضرر زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے کے گناہ کے پس رہے تو اپنے نفس کی فکر نہ کرنی اور دوسرے کے بچانے مین مشغول ہونا طبیعتون مین اس وجہ سے مکروہ ہی کہ اکثر کو چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا اور لگام چھین جائے اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر لگام کی طلب مین مشغول ہو تو طبیعتین اُس سے متنفر ہونگی اور اُسکو جانینگی کہ بُرا کرتا ہی حالانکہ اُسنے کوئی بات سوا لگام کی طلب کے نہین کی اور وہ کچھ بُری بات نہین کی مگر چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑ کر لگام کی طلب مین مصروف ہوا اسی حیثیت سے بُرا جانا گیا کہ اہم کو چھوڑا اور اس سے کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق آدمی کا احتساب اسی وجہ سے بعید معلوم ہوتا ہی اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اُسکا احتساب اس حیثیت سے بُرا ہی کہ امر معروف یا نہی منکر ہی دوسری وجہ فاسق کے احتساب کے بُرا معلوم ہونے کی یہ ہی کہ احتساب کبھی تو وعظ سے ہوتا ہی اور کبھی قہر سے اور جو شخص خود اول نصیحت نہین مانتا اُسکا زبانی وعظ مفید نہین ہوتا اور ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ میرا قول احتساب مین مقبول نہ ہوگا اس وجہ سے کہ لوگ مجھکو فاسق جانتے ہین تو اُسکو احتساب وعظ سے واجب نہین ہی

کیونکہ اس کے وعظ مین کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ فسق اسکے وعظ کا فائدہ ساقط کردیتا ہی اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہو جاتا ہے تو وجوب
وعظ بھی ساقط ہو جاتا ہی لیکن جس صورت مین کہ احتساب منع سے ہو تو اس سے مراد قہر ہے اور قہر کا حاصل یہ ہے کہ غلبۂ فعل اور حجت دونون ہون تو
جس صورت مین محتسب فاسق ہوگا تو اگر وہ فعل مین غالب بھی ہوگا تو حجت مین مغلوب ہوگا کیونکہ اُسپر یہ اعتراض متوجہ ہوگا کہ تم اس
فعل کے مرتکب کیون ہو اسی وجہ سے اگر وہ حجت مین دبا ہوا ہو کر فعل مین غالب ہوگا تو طبیعتین اُسکے فعل سے نفرت کرینگی مگر اس سے یہ
نہ ہوگا کہ وہ فعل حق نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھڑا دے اور اسکا باپ جو مثلاً مومنین موجود ہی اُسکو نہ چھڑا وے
تو طبیعتین اس سے نفرت کرتی ہین مگر یہ نہین کہ مسلمان کا پنجۂ ظالم سے چھوڑانا حق نہ ہو تو اس سے یہ نکلا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اُس
شخص کا واجب نہین جسکو اُسکے فسق کا حال معلوم ہو اسلیے کہ وہ ماننے کا نہین اور جبکہ اُسپر وعظ زبانی واجب نہین اور یہ جانے کہ میرے کہنے
سے لوگ انکار سے پیش آئینگے اور گالیان سُنائینگے تو ہم کہتے ہین کہ اُسکو وعظ زبانی اس صورت مین جائز بھی نہین اب اس تقریر کا انجام
یہ ہوا کہ فسق کے باعث احتساب کی ایک قسم یعنی وعظ زبانی باطل ہوگیا اُسکے لیے عدالت شرط ہی باقی رہی دوسری قسم یعنی احتساب قہری
تو اُسمین عادل ہونا شرط نہین تو اس صورت مین اگر فاسق شراب گرا دے اور لہو کے آلات وغیرہ توڑے جب اُسکو اُن امور پر قدرت ہو تو
اُسپر کچھ دقت نہین اور یہ صورت نہایت انصاف کی اور صاف صاف ہی اور آیتون سے جو اُن لوگون نے استدلال کیا ہی تو اُنمین اس بات
کی برائی مذکور ہی کہ اُن لوگون نے اچھی بات کو ترک کیا اس جہت سے نہین کہ اُنھون نے امر کیا مگر اُنکے امر کرنے سے اُنکے علم کا زور پایا گیا اور
عالم کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہی اسوجہ سے کہ با وجود قوت علمی کے اُسکو کوئی عذر نہین ہی اور اللہ تعالی کے اس ارشاد مین لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ[1]
جھوٹا وعدہ مراد ہی اور اس ارشاد مین وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ[2] اس بات کو برا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانون کو بھول گئے اسوجہ سے برائی کی کہ اُنھون نے
دوسرون کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسرو کا حال اسلیے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ عالم تھے اور اُنپر حجت قوی ہو جائے۔ اور اللہ تعالی
کا فرمانا حضرت عیسی علیہ السلام کو کہ اول تو اپنے نفس کو نصیحت کر الخ تو وہ حال احتساب زبانی کا ہی اور اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ فاسق کا وعظ
زبانی غیر مفید ہی ان لوگون کے حق مین جو اُسکے فسق سے آگاہ ہین پھر اُسکے آخر مین یہ فرمایا کہ مجھ سے شرم کر اس سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی
حرمت نہین پائی جاتی بلکہ اُسکے معنی یہ ہین کہ مجھ سے حیا کر اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم ضروری مین مشغول مت ہو جیسے یون کہا کرتے ہین کہ اول
اپنے باپ کا پاس کرو پھر ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔ اب اگر یون کہو کہ اس صورت مین جائز ہی کہ اگر ذمی کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو وہ بھی
اُسکو احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو یہ کہنا کہ زنا مت کرو واقع مین درست ہی تو اُسپر حرام ہوتا تو محال ہی بلکہ یا مباح ہونا چاہیے یا واجب حالانکہ
ذمی کا احتساب مسلمان کو ممنوع کہتے ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا[3] تو اب اگر کافر مسلمان
کو اپنے فعل سے منع کریگا تو یہ صورت کافر کے غلبہ کی ہی مسلمان پر جو بموجب آیت بالا کے نہ ہونی چاہیے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا
جاتا ہی اور اگر صرف اُسنے مسلمان کو زبان سے کہا کہ زنا مت کر تو یہ کہنا بذات خود اُسپر حرام نہین مگر اس اعتبار سے کہ اس لفظ سے مسلمان پر حکومت
کرنے کی بو پائی جاتی ہی اور مسلمان کی ذلت ہی تو اسوجہ سے البتہ منع کیا جائیگا ہرچند مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہی لیکن کافر کی نسبت کہ تاہم
ذی عزت ہی تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھکر احتساب سے منع کرتے ہین ورنہ ہم یہ تو نہین کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا مت کر تو اُسکو سزا ملنی چاہیے

ف ۱ کیون کہتے ہو وہ جو نہ کرو ۱۲
ف ۲ اور بھول جاتے ہو آپ کو ۱۲
ف ۳ اور ہرگز نہ دیگا اللہ کافرون کو مسلمانون پر راہ ۱۲

اس لحاظ سے کہ اُسنے زنا کی ممانعت کیون کی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر کافر نے یہ لفظ نہ کہا ہو اور دین کی فروع کا خطاب ہمارے نزدیک اُس پر
بھی ہو تو اُسوقت اس لفظ کے نہ کہنے پر سزا دیجاے گی اور اس مقام مین بحث ہر اُسکو ہم نے فقہ کے مسائل مین لکھا ہر یہان وہ ہمارے مقصود
سے متعلق نہین ۔ چوتھی شرط احتساب مین بعضون نے یہ لکھی ہر کہ محتسب کو امام اور حاکم کی طرف سے اجازت ہونی چاہیے ان لوگون نے
رعیت مین سے ہر کسی کو احتساب ثابت نہین کیا اور یہ قید لگانی خراب ہر اسلیے کہ ہم نے جو آئتین اور اخبار لکھے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہر
کہ جو شخص بُری بات کو دیکھ کر سکوت کرے وہ گنہگار رہوگا کیونکہ بُری بات سے منع کرنا اُسپر واجب ہر جہان دیکھے اور جس کیفیت سے
دیکھے اور یہ حکم عام ہر اُسمین یہ قید لگانی کہ حاکم نے اُس شخص کو یہ کام سپرد بھی کیا ہو دعوی بے دلیل ور بلا اصل ہر اور طرفہ یہ کہ
رافضیون نے اسپر بھی زیادتی کی اور کہا ہر کہ امر معروف کرنا درست ہی نہین جبتک کہ امام معصوم ظاہر نہ ہون جو اُنکے نزدیک امام برحق
اور پوشیدہ ہین تو یہ فرقہ اس قابل نہین کہ اُنسے گفتگو کیجاے بلکہ اُنکا جواب یہ ہر کہ جب وہ قاضیون کے یہان خون اور مال کے حقوق طلب
کرنے آئین تو اُنسے یہ کہا جائے کہ تمھاری طرفداری کرنی امر معروف ہر اور جن لوگون نے تمپر ظلم کیا ہر اُنکے پنجہ سے تمھارے حقوق کا نکالنا نہی
عن المنکر ہر اور تم جو حق طلب کرتے ہو یہ بھی منجملہ حقوق معروفہ ہر اور یہ زمانہ تمھارے قول کے بموجب ظلم سے منع کرنے اور حقوق کے طلب کرنیکا
نہین اسلیے کہ ابھی امام برحق ظاہر نہین ہوے جب اُنکا ظہور ہوگا تب طلب کرلینا ۔ اب اگر کوئی کہے کہ امر بالمعروف مین ثابت کرنا سلطنت اور حکومت
کا ہر محکوم علیہ پر اور اسی وجہ سے کافر کیلیے امر بالمعروف مسلمان پر ثابت نہین باوجودیکہ اُسکا قول حق ہوتا ہر تو چاہیے کہ رعیت مین سے بھی ہر کسی کو
بدون والی اور امیر کے اختیار دینے کے ثابت نہو تو اسکا جواب یہ ہر کہ کافر کو احتساب اسلیے منع ہوا کہ اُسمین دباؤ اور حکومت کی عزت ہر اور کافر
ذلیل ہر اُسکو اس بات کا استحقاق نہین کہ مسلمان پر حکم کرنے کی عزت حاصل کرے لیکن ہر فرد مسلمان دین کیوجہ سے اس عزت کا استحقاق رکھتا ہر
اور جس چیز مین حکومت اور دباؤ کی عزت ہو وہ امام کے اختیار دینے کی محتاج نہین مثلاً تعلیم اور بتلانا کہ عزت کے سبکے نزدیک مستحق ہر اگر کوئی
شخص جاہل ہو اور وہ نادانستگی سے ایک امر منکر کا مرتکب ہو رہا ہو تو اُسکو حرمت اور وجہ بتلانے کیلیے حاکم کی اجازت کی ضرورت
نہین حالانکہ عزت استادی اور رہنمائی کی اسمین موجود ہر اور جسکو بتاتا ہر اُسکو ذلت جاہل ہونے کی ہر لیکن اس قسم کی عزت مین صرف
دینداری کافی ہر امام کا حکم ہو یا نہو اور یہی حال منع کرنیکا ہر اور تفصیل اس تقریر کی یہ ہر کہ احتساب کے پانچ مرتبے ہین چنانچہ مذکور ہونگے
اول تعریف دوم وعظ لطیف باتون سے سوم زبردستی سے منع کرنا اور قہر کا فعل کر دکھانا مثلاً لہو کے آلات کا توڑ ڈالنا اور شراب کو گرا دینا اور ریشمی
کپڑا جو کوئی پہنے اُسکے بدن سے اُتار لینا اور چھینا ہوا مال غاصب سے بزور لیکر مالک کے حوالے کرنا چہارم سخت و سست کہنا اور اس سے یہ
غرض نہین کہ فحش بکے بلکہ یون کہنا کہ اے جاہل اے عقل کے دشمن کیا تو خدا تعالی سے نہین ڈرتا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ بولنا پانچوین ڈرانا اور
مارنے دھمکانا یا اتنا پیٹنا کہ جس کام کا وہ مرتکب ہر اُس سے باز آوے مثلاً جو شخص غیبت کیا کرتا ہر اور زنا کی تہمت لگائے جاتا ہر یا گالیان برابر
بکتا ہر تو اُسکی زبان کا چھین لینا تو ممکن نہین مگر مارنے سے ساکت کر سکتے ہین اور اس پچھلی صورت مین حاجت ہتھیار اور مددگارون کی
دونون طرفون کو ہوتی ہر اور نوبت کشت و خون کی پہونچتی ہر اور ظاہر ہر کہ پہلی صورتون مین امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین لیکن اس پانچوین
مرتبہ مین البتہ بحث ہر جو عنقریب مذکور ہوگی اول مرتبہ بتلانے کا اور دوسرا وعظ کا وہ تو کسی طرح محتاج امام کی اجازت کا نہین اور چوتھا مرتبہ

یعنی کسی فاسق کو جاہل اور احمق اور بدکار اور خدا تعالیٰ سے کم خوف رکھنے والا اور جو ایسے الفاظ ہوں کہنا ایک سچی بات ہے اور سچ اسی بات کا مقتضی ہے کہ بلا تامل بولا جائے بلکہ افضل درجات وہ حق بات ہے جو ظالم حاکم کے سامنے بولی جائے جیسے کہ حدیث میں وارد ہے تو جس صورت میں کہ حاکم کے خلاف سچ بولنے کا حکم ہے تو اسمیں حاکم کے اذن کی کیسے حاجت ہوگی و تیسرا مرتبہ یعنی لہو کے آلات کو توڑ دینا وغیرہ تو یہ ایسا فعل ہے کہ بدون اجتہاد کے بھی اسکے کرنے میں حق ہونا ثابت ہے تو اسمیں امام سے اذن کی کیا حاجت ہے ہاں پانچواں مرتبہ یعنی مددگار جمع کرنا اور ہتھیار کھینچنا تو اس سے نوبت کبھی بلوائے عام کی ہو جاتی ہے اسی لیے اسمیں بحث ہے چنانچہ مذکور ہوگی و در اکابر سلف جو ہمیشہ والیوں کو احتساب کرنے کے عادی رہے یہ امر دلیل قاطع ہے اس بات کی کہ انکا اجماع تھا کہ اس باب میں حاجت حاکم کے اجازت دینے کی نہیں بلکہ جو شخص کہ امر معروف کریگا تو دو حال سے خالی نہیں یا حاکم راضی ہوگا یا ناراض اگر راضی ہوگا تب تو بہتر ہے اور اگر ناراض ہو تو اس کی ناراضی خود ایک امر منکر ہے واجب ہے کہ اسکے سامنے اسکی برائی بیان کیجائے تو پھر ایسی بات میں اسکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی اور سلف کی عادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اماموں کی منکر بات کو نہ مانتے تھے اور اسکی برائی سامنے ہی بیان کرتے تھے چنانچہ مروی ہے کہ مروان بن حکم نے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا اسکو ایک شخص نے کہا کہ خطبہ تو نماز کے بعد ہوا کرتا ہے مروان نے اسکو کہا کہ ہم تجکو سمجھ لینگے حضرت ابوسعید خدری رض نے فرمایا کہ اسکو جو کچھ حکم تھا اسکی تعمیل کی ہمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھ سے دور کرے اور اگر نہ ہو سکے تو زبان سے کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں اسکو برا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے تو اکابر سلف الحکام سے یہی سمجھے تھے کہ سلاطین بھی انہیں داخل ہیں تو پھر انکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی۔ اور مروی ہے کہ خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ میں آیا تو کچھ عرصہ تک ٹھہرا پھر جب طواف کرنے لگا تو لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا حضرت عبد اللہ بن مرزوق نے جست کرکے اسکا گریبان پکڑکر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہے تجکو اس گھر کا مستحق زیادہ کسنے بنایا ہے کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اس کے پاس پہونچے تو تو اسکو خانہ کعبہ تک نجانے دے اور بیچ میں روک دے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سواء العاکف فیہ والباد۔ یہ استحقاق تجکو کسنے دیا خلیفہ انکا منہ تاکنے لگا اور انکو پہچانتا تھا اسلیے کہ وہ اسکے باپ دادا کے موالی میں سے تھے کہنے لگا کون ہے عبد اللہ بن مرزوق آپنے کہا کہ ہاں خلیفہ انکو گرفتار کرکے بغداد میں لے آیا اور اسکو اچھا نجانا کہ انکو سزا ایسی دے جس سے عوام میں انکی ذلت ہو اس نظر سے انکو گھوڑوں کے طویلہ میں بند کردیا کہ انکی لاتوں اور ٹاپوں میں کچل جائیں اور ایک کاٹنے والا گھوڑا انکے پاس کردیا تاکہ انکو کاٹ کھائے اللہ تعالیٰ نے اس گھوڑے کو انکا رام کردیا کہ کسی طرح کی تکلیف انکو نہوئی راوی کہتا ہے کہ پھر خلیفہ نے انکو ایک حجرہ میں بند کرکے اسکی کنجی آپ لیلی تین روز کے بعد اسمیں سے نکلکر باغ میں داخل ہوے اور وہاں کا سبزہ کھانے لگے مہدی کو جو آپکی اطلاع ہوئی آپسے پوچھا کہ تمکو کسنے نکالا فرمایا کہ جسنے مجکو بند کیا تھا اسی نے نکالدیا پوچھا تمکو کسنے بند کیا تھا فرمایا کہ جسنے نکالدیا خلیفہ بہت چیخا اور چیخا کہ تمکو خوف نہیں کہ میں تمکو جان سے مار ڈالونگا آپ نے اپنا سر اسکی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اگر موت وحیات تمھارے قبضہ میں ہوتی تو البتہ میں ڈرتا غرضکہ آپ محبوس رہے یہانتک کہ مہدی مرگیا پھر لوگوں نے انکو رہا کردیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آئے اور اسی اثنا میں آپنے نذر کی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ مجکو ان کے ہاتھ سے رہائی دیگا تو میں سو اونٹ قربان کرونگا پس تدبیر کرکے نذر اپنی پوری کی۔ اور حیان بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ ہارون رشید ایک محلہ دوین میں سیر

رواہ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی سعید خدری ۱۲ اور ح... مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲

پ ۱۷ سورہ حج ... برابر ہیں اسمیں وہاں کا رہنے والا اور باہر سے آنے والا ...

کو نکلا اُسکے ساتھ سلیمان بن ابی جعفر بنی ہاشم مین سے تھا ہارون رشید نے کہا کہ تیرے پاس ایک لونڈی خوب گاتی تھی اُسکو بلا کو وہ آئی اور
راگ گایا مگر خلیفہ کے پسند نہ آیا اُس سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا اُسنے کہا کہ یہ عود میرا نہین خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اسکا عود لے آ وہ لیے
آتا تھا کہ اثنا راہ مین ایک بوڑھا خرما کی گٹھلیان چن رہا تھا خادم نے کہا کہ بڑے میان ہٹو اُسنے جو سر اُبھارا تو عود دیکھا اُسکے ہاتھ مین سے لیکر
زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیا خادم اُسکو گرفتار کرکے اُس محلہ کے حاکم کے پاس لیگیا اور کہا کہ اسکو حوالات مین رکھو کہ یہ امیر المومنین کا مجرم
ہے حاکم محلہ نے کہا کہ بغداد مین اس سے بڑھکر کوئی عابد نہین یہ امیر المومنین کا مجرم کیسے ہوا اُسنے کہا کہ جو مین کہتا ہون اُسکو مان لو پھر ہارون کے
پاس گیا اور کہا کہ مین عود لیے ایک بوڑھے کے پاس گذرا کہ وہ گٹھلیان چن رہا تھا مین نے اسکو ہٹنے کو کہا اُسنے عود جو میرے ہاتھ مین دیکھا اُسکو زمین
پر پٹک کر توڑ ڈالا ہارون رشید جل بھن گیا اور مارے غصہ کے آنکھین سرخ ہوگئین سلیمان نے کہا کہ اتنا غصہ کیا ضرور ہے حاکم محلہ سے کہلا بھیجو کہ
وہ اُسکی گردن کاٹ ڈالے اور اُسکی لاش دجلہ مین پھینک دے ہارون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اسکو بلوا کر اس سے اول بحث کرین چنانچہ قاصد
اُسکے پاس گیا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو بلایا ہے اُسنے کہا بہتر ایلچی نے کہا سوار ہو لو کہا کہ سوار نہونگا غرضکہ پیادہ اُسکے ساتھ گیا اور
محل کے دروازے پر کھڑا ہوا ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا حاضر ہے اُسنے اپنے ندیمون سے پوچھا کہ تمہاری کیا صلاح ہے ہم جو منکر چیزین آگے ہین اسکے
سامنے سے اُنکو اُٹھوا دین اور اسکو اسی جگہ بلوا دین یا کسی اور جگہ جہان منکر نہو اُٹھ چلین اور وہان بلوا دین سب کی صلاح یہی ہوئی کہ دوسری
مجلس مین اُٹھ چلو غرضکہ سب اُٹھکر ایسے مکان مین جا بیٹھے جہان امر منکر نہ تھا پھر بوڑھے کے بلانیکا حکم دیا وہ اندر گیا اُسکی آستین مین ایک
تھیلی تھی جسمین گٹھلیان تھین خادم نے اُس سے کہا کہ اسکو اپنی آستین سے نکال ڈال تب امیر المومنین کے سامنے جا اُسنے کہا کہ یہ تو میری
غذا رات کے لیے ہے اُسنے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلا دینگے بوڑھے نے کہا کہ مجکو تمہارے کھانے کی حاجت نہین ہارون نے خادم سے کہا کہ تو
اس سے کیا چاہتا ہے اُسنے کہا کہ اُسکی آستین مین گٹھلیان ہین مین یہ کہتا تھا کہ اُنکو ڈال کر آپکی خدمت مین حاضر ہو یہ نہین ڈالتا ہارون نے کہا
جھگڑا مت ڈالو اسکو آنے دے غرضکہ وہ گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا ہارون نے اس کو کہا کہ بڑے میان جو حرکت تمنے کی اسکا سبب کیا ہے اُسنے
کہا کہ مین نے کیا کیا ہے ہارون شرماتا تھا کہ یہ کہے کہ میرا عود توڑ دیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ مین تمہارے
باپ دادون سے سنتا تھا کہ منبرون پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر
والبغی اور مین نے ایک امر منکر دیکھا اُسکو بگاڑ دیا ہارون نے کہا کہ خیر بگاڑ دے اسکے سوا اور کچھ نہ کہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے
ایک تھیلی اپنے آدمی کو دی اور کہا کہ اسکے پیچھے جا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگون سے ذکر کرتا ہے کہ مین نے امیر المومنین سے یہ کہا اور انہون نے مجھ سے
یہ کہا تب تو اسکو یہ تھیلی مت دینا اور اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہین کہتا تو یہ تھیلی دیدینا وہ بوڑھا جب محل سے باہر ہوا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی
زمین مین گڑ گئی ہے وہ اُسکے نکالنے کی تدبیر کرنے لگا اور کسی سے کچھ نہ کہا اُس آدمی نے اُس سے کہا کہ امیر المومنین تجکو فرماتے ہین کہ اس تھیلی کو لے لو
بوڑھے نے کہا کہ امیر المومنین سے کہدو کہ جہان سے اسکو لیا ہے اُسی جگہ واپس کردے اور ایک روایت مین ہے کہ جب وہ گفتگو کرکے نکلا تو
گٹھلی زمین مین گڑی ہوئی کو اُکھاڑنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا قطعہ پاس جس شخص کے دنیا ہے اُسے دیکھتا ہون [illegible] ہوتی ہے غم
کی کثرت + خوار کرتی ہے انکو جو کرے اُسکا اکرام + جنکی نظر دل مین ہے خوار اُنکی کرے ہے عزت + [illegible] ہے کہ جتنا + کرا اُن

اشیا کو طلب جنکی ہمکو حاجت ہو اور حضرت سفیان ثوری رح سے مروی ہے کہ خلیفہ مہدی نے سنہ ایکسو چھتیس ہجری مین حج کیا مین نے اسکو دیکھا کہ
جمرہ عقبہ پر کنکریں مارتا ہے اور لوگ داہنے بائین کوڑون سے لوگون کو پیٹ رہے ہین مین کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے خوبصورت ہم سے حدیث بیان
کی ہے ایمن بن وائل نے قدامہ بن عبداللہ کلابی رض سے کہ انھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شتر پر سوار ہوئے
نحر کے دن جمرہ کو کنکریں مارتے تھے نہ لوگون کو مار پیٹ تھی نہ کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ داہنے بائین لوگون پر مار
پڑ رہی ہے مہدی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے اس نے کہا کہ سفیان ثوری ہین پھر مجھ سے کہا کہ اے سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تم کو یہ جرأت
نہ ہوتی مین نے کہا کہ منصور پر جو گذری اگر وہ تم سے کہہ جاتا تو تم بھی جس حال مین ہو اسمین کوتاہی کرتے پھر کسی نے خلیفہ سے کہدیا کہ انھون نے
تمکو خوبصورت کہا امیر المومنین نہ کہا مہدی نے کہا کہ انکو بلاؤ لوگون نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ غائب ہو گئے اور مامون الرشید خلیفہ
سے روایت ہے کہ اسکو خبر پہنچی کہ ایک آدمی لوگون مین چل پھر کر احتساب کرتا ہے اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہے حالانکہ خلیفہ کے یہان سے اس بات پر مامور نہین
خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کو ہمارے پاس حاضر کرو جب وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تم اپنے آپ کو قابل امر معروف اور نہی
منکر کے سمجھتے ہو بدون اسکے کہ ہم تمکو اجازت دین اور مامون اسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا اخبار دیکھ رہا تھا اتفاقاً غفلت سے تھوڑا سا
نوشتہ نیچے گر کر اسکے پانون تلے آگیا اور اسکو خبر بھی نہوئی محتسب نے اسکو جواب دیا کہ اول خدائے تعالیٰ کے نام پر سے اپنا پانون ہٹاؤ پھر جو چاہو
سو کہو مامون اسکا مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ کیا کہتے ہو اسنے تین بار یہی کہا چوتھی بار اسنے کہا کہ یا تم خود اٹھا لو نہین تو مجھکو اجازت دو کہ مین اٹھا دون خلیفہ
نے کہا کہ مین نے اجازت دی اسنے اس نوشتہ کی طرف اشارہ کیا مامون نے دیکھا کہ پانون تلے کتاب پڑی ہے اس کو اٹھا کر بوسہ دیا
اور شرمندہ ہوا پھر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی منکر کیون کرتے ہو یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کے لیے مخصوص کیا ہے اور یہ
ہم وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ انکی شان مین فرماتا ہے الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر محتسب نے
کہا کہ آپ نے سچ کہا یا امیر المومنین آپکو تسلط اور حکومت ایسی ہی ہے جیسی آپ نے فرمائی مگر اس باب مین ہم تمہارے مددگار اور طرفدار ہین
اسکا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء
بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً اور تم کو
خدائے تعالیٰ نے زمین پر حکومت دی ہے اور کتاب اللہ اور سنت نبی کریم دونون موجود ہین اگر تم انکے مطابق کام کروگے تو جو شخص انکی
درستی کیوجہ سے تمہاری اعانت کرے تم کو اسکا شکر گذار ہونا چاہیے اور اگر تم انسے تکبر کروگے اور جو بات کہ خاص تم کو ان دونون کی رو سے
لازم ہے اس سے انحراف کروگے تو جس ذات پاک کے سپرد تمہارا معاملہ ہے اور اسکے قبضہ مین تمہاری عزت اور ذلت ہے اسنے تو یہی فرمایا ہے کہ
لا نضیع اجر المحسنین اب آپ جو چاہین وہ فرمائین مامون اسکی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم جیسے آدمی کو امر بالمعروف کرنا درست ہے جاؤ اپنا کام
کرو ہماری اجازت اور تجویز یہی ہے غرضکہ وہ شخص احتساب کرتا رہا ان حکایتون کے بیان سے مطلب یہی ہے کہ امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین
اب اگر یہ کہو کہ احتساب کی ولایت پسر اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ پر اور آقا اور شوہر اور استاد اور حاکم پر مطلقاً اسطرح ہے جیسے
باپ کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بی بی پر اور استاد کو شاگرد پر اور حاکم کو رعیت پر ہے یا ان دونون مین کچھ فرق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصل ولایت

تو ویسی ہی ہے مگر تفصیل مین فرق ہے اور اسکو ہم پسر اور پدر مین بطور مثال بیان کرتے ہین دوسرے اشخاص کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائیگا تو جاننا
چاہیے کہ ہم نے حسبت کے پانچ مرتبے ٹھہرائے تھے تو بیٹا باپ پر فقط دو اول کے مرتبون سے حسبت کرسکتا ہے یعنی بتلانا اور ملائمت سے نصیحت
کرنا اور دو پچھلے مرتبون سے اسکو حسبت کرنا درست نہین یعنی گالی اور دھمکی اور مار پیٹ سے باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنے ایسا کام کرنا
جس سے منکر بات جاتی رہے تو چونکہ اسمین نوبت باپ کی خفگی اور ناراضی کی ہوتی ہے اسی لیے اس سے حسبت کرنے مین تامل ہے مثلاً باپ کا عود
توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے ادھیڑ ڈالے یا جو مال حرام باپ نے چوری خواہ غصب خواہ اس روزینہ سے جو مسلمانون پر
ڈانڈ پڑنے سے ملا ہو گھر مین رکھا تھا اس کو لیکر مالکون کے حوالہ کر دے یا دیوارون پر کی تصویرین اور لکڑی پر کی بنی ہوئی صورتین بگاڑ دے
یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے تو گو یہ سب افعال باپ کی ذات سے متعلق نہین بخلاف مارنے اور گالی دینے کے لیکن باپ کو ان کامون
سے ایذا ہوتی ہے اور انکے سبب سے ناراض ہوتا ہے مگر چونکہ فعل پسر کا حق ہے اور باپ کی خفگی کا منشا باطل اور حرام کی محبت ہے تو اس نظر سے قیاس
کھلا ہوا یہی چاہتا ہے کہ پسر کو یہ مرتبہ حسبت کا جائز ہو بلکہ اسکو لازم ہے کہ ایسا کرے اور بعید نہین کہ اسمین لحاظ امر منکر کی برائی اور خفگی اور ایذا
کی مقدار کا کیا جائے یعنے اگر امر منکر بہت فحش ہو اور باپ کی خفگی اسپر کم ہو مثلاً تھوڑی سی شراب کا گرا دینا جس سے وہ بہت
ناراض نہو تو ظاہر ہے کہ اسطرح کی حسبت کرسکتا ہے اور اگر امر منکر بہت برا نہو اور ناراضی نہایت درجہ کو ہو جیسے مثلاً لکڑی یا مٹی کے برتن
کسی جانور کی صورت پر ہون اور انکے توڑنے مین بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہو تو انکو توڑنے سے ناراضی تو بہت ہوگی اور فساد یہ کا
برا ہونا ایسا نہین جیسے شراب کا ہے تو اسطرح کی باتین محل [مطلب? تعین?] ہین اب اگر یہ کہو کہ تم نے کہان سے کہدیا کہ پسر کو حسبت بذریعہ دھمکی و مار
سے اور امر باطل کو بزور چھڑا دینے سے نہین حالانکہ امر بالمعروف کتاب و سنت مین عام بدون تخصیص کے وارد ہوا ہے اور اُف کہنے اور
ایذا سے جو ممانعت وارد ہے وہ خاص ان امور مین ہے جو متعلق منکرات کے ارتکاب سے نہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ باپ کے حق مین خاص وہ باتین
وارد ہوئی ہین جنسے باپ بھی عام سے مستثنی ہو گیا مثلاً اسمین کسی کا خلاف نہین کہ جلاد کو اپنے باپ کا قتل کرنا زنا کی حد مین جائز نہین اور
نہ یہ جائز ہے کہ وہ خود باپ کو حد لگا دے بلکہ اگر باپ کافر ہو تو بیٹے کو اسکا قتل کرنا خود نہ چاہیے بلکہ اگر باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو
باپ پر قصاص لازم نہوگا اور نہ یہ کہ اسکے عوض مین باپ کو ایذا دے اور یہ سب باتین اخبار سے ثابت ہین اور بعض اجماع سے بھی ثابت
ہین تو جس صورت مین کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہین تو آیندہ کے قصور احتمالی پر بطریق اولی اسکو ایذا دینی کب درست
ہوگی بلکہ اس صورت مین تو بطریق اولے ایذا نہ چاہیے اور یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہے کہ ان دونون کے حق مین بھی ایسے ہی ہین
جیسے اولاد ہے باپ کی نسبت گر اور ہر چند ملک یمین بہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہے مگر چونکہ حدیث مین ہے کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ درست
ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق شوہر کا بھی موکد ہے اور رعیت کا حال حاکم کے ساتھ ذرا
بڑھی کچھ ہے باپ کی نسبت کہ بھی سخت ہے اسمین صرف دو اول کے مرتبون یعنے تعریف اور نصیحت ہی سے کام چل سکتا ہے اور تیسرے مرتبہ مین
بحث ہے کیونکہ بادشاہی خزانو پر چڑھائی کرکے مال لینا اور مالکون کو حوالہ کرنا اور ریشمی کپڑے انکے ادھیڑنا اور اسکے گھر مین سے شراب کا گرا دینا
گویا اسکے رعب کو دور کرنا اور اسکی ہیبت و حشمت کو کھونا ہے اور یہ ممنوع ہے چنانچہ اخبار مین وارد ہی ہے جسطرح کہ امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہے

تو اب و ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوئے تو اس صورت مین بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہی کہ دیکھا جائے کہ وہ منکر کس درجہ کا بڑا ہی اور بادشاہ
پر چڑھائی کرنے سے اسکی حشمت کس قدر ساقط ہو جائیگی اور یہ بات ایسی ہی جسکا ضبط ممکن نہین ۔ اور شاگرد اور استاد کا معاملہ آپس مین آسان
ہی اسلیے کہ عزت اُس استاد کی ہوتی ہی جو علم دین سکھائے اور جو عالم کہ علم کے بموجب عمل نکرے اُسکی کچھ حرمت نہین تو شاگرد کو جائز ہے کہ جو علم
اُستاد سے سیکھا ہو اُسی کے بموجب اُس سے معاملہ کرے ۔ اور مروی ہی کہ حضرت حسن بصری رح سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر حسبت
کیسے کرے آپنے فرمایا کہ جبتک باپ کو غصہ نہ آوے تب تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہو جاوے تو وہ خاموش ہو رہے ۔ پانچوین شرط
محتسب کا قادر ہونا ہی کہ عاجز آدمی پر بجز دل کی حسبت کے اور واجب نہین اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہی وہ اُسکی معصیت کو
برا جانتا ہی اور دل سے متنفر ہوتا ہی اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھون سے اور اگر یہ نہو سکے اور صرف انکے
سامنے ناک بھون چڑھا سکو تو یہی کرو ۔ اور یاد رکھو کہ وجوب کا ساقط ہونا اسپر منحصر نہین ہی کہ عاجزی محسوس ہو بلکہ اسمین وہ صورت
بھی شامل ہی جسمین خوف برائی اور ایذا پہونچنے کا ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہی اسی طرح اگر ایذا کا خوف نہو مگر یہ جانے کہ میرا انکار مفید نہوگا تو ضرور
ہی کہ حسبت مین ان دو باتونکا لحاظ کیا جائے یعنے درصورت منع کرنے کے اُسکا کچھ اثر نہونا اور دوسرے تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور ان
دونون باتون کے اعتبار کرنے سے چار حالتین حسبت کی حاصل ہوتی ہین ایک یہ کہ دونون باتین جمع ہون یعنی اُسکو معلوم ہی کہ میری حسبت
مفید نہ پڑے گی اور اگر بولونگا تو پٹونگا تو اس صورت مین اُسپر حسبت واجب نہین بلکہ بعض مواضع مین تعجب نہین کہ حرام ہو بلکہ اُسپر
لازم ہی کہ ایسے مقامات مین نہ جائے اور اپنے گھر مین بیٹھا رہے تاکہ بری باتونکے دیکھنے کی نوبت نہ آوے اور بدون سخت ضروری یا
واجب کام کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اُسپر اُس شہر کو چھوڑنا اور اس سے ہجرت کوئی لازم نہین مگر جس صورت مین کہ لوگ زبردستی فساد مین
شریک کرین یا ظلم مین سلاطین کی موافقت کرائین تب البتہ ہجرت لازم ہو بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو شخص زبردستی سے گریز کر سکتا ہی
اُسکے حق مین اکراہ عذر نہین ہوتا دوسری حالت یہ ہی کہ دونون باتین مفقود ہون اسطرح کہ جانتا ہو کہ امر منکر میرے قول یا فعل سے
جاتا رہیگا اور کوئی مجکو ایذا نہ دے سکیگا تو اس صورت مین اُسپر انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہی تیسری حالت
یہ ہی کہ جانتا ہی کہ میرا انکار مفید نہ پڑیگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہین تو اس صورت مین اُسپر حسبت غیر مفید ہونے کی جہت سے واجب تو
نہین مگر مستحب ہی اس نظر سے کہ شعار اسلام کا ظاہر کرتا اور لوگون کو امر دینی پر واقف کرتا ہی چوتھی حالت اسکے برعکس ہی یعنی جانے کہ
مجکو ایذا تو پہونچیگی مگر امر منکر بھی میرے فعل سے جاتا رہیگا مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مارکر توڑ دینا یا عود کو چھین کر زمین پر مارنا
کہ امر منکر تو فوراً جاتا رہیگا لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنے سے جھولین اور سوٹیان بھی لگینگی تو ایسی صورت مین حسبت نہ واجب ہی اور نہ
حرام بلکہ مستحب ہی اور اسکے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہی جسکو ہم امام ظالم کے سامنے کلمہ حق بولنے کے ثواب مین لکھ آئے
ہین اور اسمین شک نہین کہ یہ حسبت مقام خوف ہی اور اُسپر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہی جو ابو سلیمان دارانی رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے
فرمایا کہ مین نے کسی خلیفہ سے ایک کلام سُنا اور چاہا کہ اُسکو رد کرون اور بیان کیا کہ جان سے مارا جاؤنگا مگر مجکو قتل ہونے نے نہین روکا
بلکہ یہ معاملہ علی رؤس الاشہاد تھا تو مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین لوگون کی نمود کے لیے بات کو مین آراستہ نکرون اور پھر جان کی جان جائے

اور فعل خالص خدا کے لیے بھی نہو اسلیے چپ ہو رہا۔ اب اگر یہ کہو کہ حالت قتل کے خوف میں بھی اگر حسبت مستحب ہے تو اس آیت کے معنی کیا
ہوگے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں تو سب کا اتفاق ہے کہ ایک مسلمان کو جائز ہے کہ کفار کی صف پر
حملہ کرے گو اُنسے لڑے گو جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا اس صورت پر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ آیت موصوفہ کے مضمون کے خلاف ہے حالانکہ
ایسا نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ تہلکہ سے یہ مراد نہیں کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے اور جانتا ہو کہ مارا
جاؤنگا بلکہ یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طاعت میں کھانا پینا چھوڑ دے یعنی جو ایسا کریگا اس نے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔
اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہے کہ گناہ کرے پھر کہے کہ میری توبہ مقبول نہ ہوگی۔ اور حضرت ابو عبیدہ
نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہے کہ گناہ کرے پھر اسکے بعد کوئی نیکی نہ کرے یہانتک کہ ہلاک ہو جائے۔ اور جس صورت میں کہ یہ درست ہوا کہ کافروں
سے لڑے یہانتک کہ مارا جائے تو یہ بات حسبت میں بھی اسکو جائز ہونی چاہیے لیکن اگر جانے کہ کفار پر میرے حملہ سے کچھ اثر نہوگا مثلاً
اندھا آدمی جو اپنے آپ کو اُنکی صف میں جا ڈالے یا درماندہ جس سے کچھ نہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہے اور آیت تہلکہ کے
عموم میں داخل ہے بلکہ تنہا حملہ کرنا اسی وقت درست ہے کہ جانتا ہو کہ میں قتل بھی کرونگا اور مارا جاؤنگا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری سے کفار
کا پتا پانی ہو جائیگا اور جان لینگے کہ مسلمان ہمکو کچھ مال نہیں سمجھتے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں انکو جان دینا نہایت محبوب ہے اور اس سبب
سے اُنکے چھکے چھوٹ جائینگے تو ایسی ہی صورت میں محتسب کو بھی حسبت جائز ہے بلکہ مستحب ہے کہ اپنے آپکو ضرب و قتل کا ہدف کرے بشرطیکہ اُسکی
حسبت سے امر منکر برطرف ہو یا فاسق کا جاہ زائل ہو یا دینداروں کے دل کو قوت ہو لیکن اگر کسی فاسق زبردست کو دیکھے کہ اُسکے ہاتھ میں پیالہ
شراب کا ہے اور پاس تلوار ہے اور جانے کہ اگر میں اسکو منع کرونگا تو شراب کو پی کر میری گردن اُڑا دیگا اور خود اُسوقت اکیلا ہے تو ہمارے
نزدیک ایسے وقت میں حسبت کرنیکا موقع نہیں بلکہ خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ مطلوب تو یہ ہے کہ حسبت سے کوئی اثر دین میں ہو اور اسکے عوض میں
اپنے نفس کو فدیہ کردے یہ نہیں کہ نفس کو بدون کسی اثر کے ہلاک کردے کہ اُسکی وجہ دین میں کچھ معلوم نہیں ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام ہونی چاہیے
اور اسکو انکار اُسی صورت میں مستحب ہے جب امر منکر کے بگاڑ دینے پر قادر رہے یا اُسکے فعل سے کوئی فائدہ ظاہر ہو اور ایک شرط اسمین یہ بھی ہے
کہ ایذا کا پہونچنا بھی صرف اُسی شخص پر منحصر ہو پس اگر یہ جانے کہ میرے ساتھ میں میرے یار دوست و اقارب و رفیق بھی پٹینگے تو اُسکو
حسبت درست نہیں بلکہ حرام ہے اسلیے کہ وہ شخص ایک منکر کو بدون دوسرے منکر کے دفع نہیں کر سکتا اور یہ امر قدرت میں کچھ بھی داخل نہیں بلکہ
اگر یہ جانے کہ اگر میں حسبت کرونگا تو وہ امر منکر باطل ہو جائیگا مگر ایک دوسرے منکر کا سبب ہے جسکو محتسب علیہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے لگیگا تو
اس صورت میں اسکو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی رو سے حلال نہیں اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ منکرات شرعی مطلق نہوں نہ زید سے نہ عمرو سے
اور اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی شربت حلال ہے کہ اسمین نجاست گرنے سے نجس ہو گیا ہے اور محتسب جانتا ہے کہ اگر میں اسکو
گرا دونگا تو محتسب علیہ یا اسکی اولاد شراب پینے لگینگی اسوجہ سے کہ شربت حلال اُنکے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت میں اس نجس شربت
کا گرا دینا اچھا نہوگا اور یہ بھی بعض کا قول ہے کہ اسکو گرا دے کیونکہ گرا دینے سے ایک تو اس نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہیگی باقی رہا شراب کا پینا
تو جو اسکا مرتکب ہوگا ملامت اُسی پر رہیگی محتسب کے اختیار میں اسکا منع کرنا نہیں اس احتمال کو بھی اکثر نے پسند کیا ہے اور کچھ بعید بھی نہیں

اسلیے کہ یہ مسائل فقہی ہین انہین حکم گمان غالب ہی سے ہوتا ہی اور اگر حکم تفصیل ہو اسطرح کہ دیکھا جائے کہ جس منکر کو بگاڑتا ہی اور دوسرا اسکے
اس سے پیدا ہوتا ہی اُن دونون مین زیادہ بُرا کونسا ہی اور اسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہی مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اپنے کھانے
کے لیے ذبح کرتا ہی اور محتسب کو معلوم ہی کہ اگر اسکو منع کرونگا تو وہ کسی انسان کو ذبح کرکے کھا جائیگا تو اس صورت مین اسکو حسبت کرنے
کی کوئی وجہ نہین اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اسکا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب جانے کہ اسکو منع کرونگا تو اس حرکت کو
چھوڑکر اسکا مال چھین لیگا تو ایسی صورت مین حسبت کی وجہ ہی اسطرح کہ دقائق محل اجتہاد ہین اور ان سب مین محتسب پر لازم ہی کہ اپنے اجتہاد
کا اتباع کرے اور انھین دقائق کی بابت ہم کہتے ہین کہ عامی شخص بجز کھلے کھلے مسائل کے جو سب کو معلوم ہین اور ون مین حسبت نکرے مثلاً
شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک پر اسکو حسبت جائز ہی لیکن جو باتین ایسی ہون کہ بعض افعال کے قرینے سے تو معصیت معلوم ہوتی ہون
اور کسی وجہ سے انمین اجتہاد کی ضرورت ہو تو عامی شخص اگر ایسی باتون مین خوض کریگا تو بہ نسبت درستی کے بگاڑ زیادہ کریگا۔ اور جو لوگ کہ
حسبت کی ولایت بجز حاکم کی اجازت کے ثابت نہین کرتے انکا گمان ایسی ہی صورت سے پختہ ہوتا ہی کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید
نہو تو کیا عجب ہی کہ حسبت کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کے قاصر ہونے کی جہت سے اسکا اہل نہو اور انجام کو جس طرح
طرح کے خللون کا ہو اور اسکی توضیح وتحقیق عنقریب مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اب اگر یہ کہو کہ تمنے تو مطلق علم کو لکھا ہی کہ ایذا پہونچنے اور حسبت کے
مفید نہونے کا علم ہو پس اگر علم کے عوض محتسب کو ظن ہو تو اسکا حکم کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان ابواب مین ظن غالب بمنزلہ علم کے ہی اور
فرق صرف اسی جگہ ہوگا کہ جہان ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہون کہ جانب علم یقینی کو ظن پر ترجیح دیجائے گی اور دوسری جگہون مین
علم کا حکم جدا ہوتا ہی اور ظن کا جدا یعنی اگر محتسب کو قطعاً معلوم ہو کہ حسبت مفید نہوگی تو وجوب حسبت اس صورت مین اسکے ذمہ سے ساقط
ہو جائیگا اور اگر ظن غالب غیر مفید ہونیکا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور اسکے ساتھ ہی یہ ہو کہ ایذا کی توقع نہو تو اس صورت مین اختلاف
ہی کہ حسبت واجب ہی یا نہین اور ظاہر تر یہ ہی کہ واجب ہی اسلیے کہ اسمین ضرر تو کچھ ہی نہین اور فائدہ متوقع ہی اور امر معروف اور نہی منکر کی عام
نصین ہر حال مین مقتضی وجوب ہین اور ہم جو انہین سے بطریق تخصیص اس حسبت کو مستثنے کرتے ہین جسمین علم مفید نہونیکا ہو تو یا اجماع
سے کرتے ہین یا قیاس ظاہر سے اور قیاس مذکور یہ ہی کہ امر نہیات خود مقصود نہین ہوتا بلکہ اسمین مامور مقصود ہوتا ہی تو جس صورت مین مامور
سے قطعاً یاس ہو تو وجوب سے کیا فائدہ ہوگا ہان جس صورت مین مامور سے یاس نہو تو مناسب یہی ہی کہ وجوب ساقط نہو۔ اب اگر یہ
کہو کہ جس ایذا کے پہونچنے کی توقع ہو وہ نہ تو یقینی ہو اور نہ غلبہ ظن سے معلوم ہو بلکہ اسمین شک ہو یا غالب ظن اسکے نہونیکا ہو اور احتمال
ہونیکا بھی ہو سکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب ساقط ہوگا یا نہین اور حسبت اسی صورت مین واجب ہی جسمین یقین ایذا پہونچنے کا ہو یا ہر حال مین
واجب ہی صرف اس صورت مین نہین جسمین غلبہ ظن ایذا کا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ظن غالب ایذا کا ہو تو حسبت واجب نہین اور اگر
عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو حسبت واجب ہی اور احتمال ضعیف ایذا سے وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ امکان ضعیف تو ہر حسبت مین
ہو سکتا ہی اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہو اور شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہین تو یہ صورت محل گفتگو ہی کہ اسمین یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ موافق عام نصوص
کے اصل وجوب ہی اور وجوب ایذا پہونچنے سے ساقط ہوتا ہی اور ایذا کا پہونچنا بھی ہوگا کہ قطعاً یا غلبہ ظن سے توقع ایذا کی ہو اور جبکہ اس

صورت مین ایذا کا نہ علم ہی نہ غلبۂ ظن تو وجوب ساقط نہ ہونا چاہیے یہ احتمال ظاہر تر ہی اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ یون کہین کہ حسبت اسی صورت
مین واجب ہی کہ عدم ضرر کا علم محتسب کو ہو یا غلبۂ ظن ہو اور چونکہ یہان دونون نہین تو واجب نہونی چاہیے مگر عمومات جو امر معروف کے
وجوب پر دلالت کرتے ہین اُنکے رو سے احتمال اول ہی زیادہ درست ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ توقع ضرر کی بزدلی اور جرأت کے اعتبار سے
مختلف ہوتی ہی نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہی گویا کہ نظر کے سامنے ہی اور اُس سے ڈرا کرتا ہی اور دلیر بہادر اپنے اوپر ضرر کا
پہونچنا اپنی سرشت کی وجہ سے بعید جانتا ہی یہانتک کہ جبتک اُسکو ضرر ہو نہین لیتا تب تک ضرر کی تصدیق نہین کرتا تو اب اعتماد
کس پر کرنا چاہیے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اعتماد طبیعت کے اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہیے اسلیے کہ نامردی ایک
مرض ہی یعنی دل کا ضعیف ہونا اور اُسکا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہی اور تہور یعنی بیعقلی کی دلیری بھی اعتدال کے درجے سے خارج
اور افراط کا مرتبہ ہی اور یہ دونون نقصان ہین کمال صرف اعتدال مین ہی جسکو شجاعت کہتے ہین اور نامردی اور تہور مین سے ہر ایک
کبھی تو نقصان عقل کے باعث سرزد ہوتی ہی اور کبھی مزاج مین افراط اور تفریط کے خلل کی جہت سے کیونکہ جسکا مزاج نامردی و جرأت کی
صفتون مین معتدل ہوتا ہی اُسکو کبھی ایسا ہوتا ہی کہ شر کے مواقع دریافت نہین ہوتے تو جرأت کیوجہ جہالت ہو جاتی ہی اور کبھی دفع شر کے موقع
نہین سمجھتا تو جہل کے سبب نامردی کا مرتکب ہوتا ہی اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے خرابی کے طریقون اور اُسکے دفع کی تدبیرون
سے واقف ہوتا ہی مگر ضعف دلی کی وجہ سے شر احتمالی بعید الوقوع اُسمین وہ اثر کرتی ہی جو شجاع معتدل کے حق مین قریب الوقوع شر اثر کرتی ہی اسلیے
سے دونون طرفون کا کچھ اعتبار نہین اور نامرد کو لازم ہی کہ اپنی نامردی کی علت کو تکلف دور کرے اور اُسکی علت یا جہالت ہی یا ضعف اور
جہل تجربہ سے دور ہوتا ہی اور ضعف اُس فعل کو باربار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہو تا کہ عادت ہو جاے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا مبتدی بھی
ضعف کے باعث دل چرایا کرتا ہی مگر جب مہارت اور عادت ہو جاتی ہی تو ضعف جاتا رہتا ہی اسیطرح ہر کام مین قیاس کرنا چاہیے پھر اگر محتسب
کا ضعف قلب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہ ہو تو اُسکا حکم اُسکے حال کا تابع ہوگا یعنی جیسے کوئی بیمار بعض واجبات سے معذور گنا جاتا ہی اسیطرح
حسبت کے واجب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائیگا اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو سمندر کے سوار ہونے مین بزدلی غالب
ہو ایک راے کے بموجب اُسپر حج اسلام واجب نہین اور جو زیادہ خوف نہ کرتا ہو اُسپر واجب ہی تو اسی طرح کا حال حسبت کے واجب ہونیکا
جاننا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ضرر متوقع کی حد کیا ہی آدمیون کا حال تو اس باب مین مختلف ہوتا ہی کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہی کبھی مار
سے کبھی اس بات کو برا جانتا ہی کہ محتسب علیہ اُسکے حق مین غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے یا بادشاہ کے یہان اُس کی چغلی
کھائے یا کسی مجلس مین اُسپر طعن کرے جسمین طعن کرنے سے اُسکو ضرر ہو اور جس شخص کو کسی اچھی بات کا امر کیا جاتا ہی اس سے کسی ہی
قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہی تو اُس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی چاہیے جس سے حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث بھی
دقیق ہی اور صورت اسکی کثیر الوقوع اور اسکے ہونیکے مقامات منتشر ہین مگر ہم حتی الوسع اسکے اقسام کو حصر کے ساتھ لکھتے ہین اور منتشر کو
ایک جگہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مکروہ یعنی برائی اور ایذا مطلوب کے مخالف ہی اور دنیا مین مخلوق کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہین نفس مین
تو علم مطلوب ہی اور بدن مین تندرستی اور سلامتی اور مال مین ثروت اور لوگون کے دلون مین جاہ کا بحال رہنا غرضکہ چار مطلوب ٹھہرے علم

اور تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنی لوگون کے دلونکا مالک ہونا جیسے ثروت روپیون کے مالک ہونیکا نام ہی اور جسطرح کہ روپیونکا مالک ہونا غرضون کے حاصل ہونیکا وسیلہ ہی ویسے ہی لوگون کے دلونکا مالک ہونا بھی غرضون کا ذریعہ ہی اور جاہ کے معنون کی تحقیق اور طبیعت انسانی کے اُسکی طرف رغبت کرنے کا سبب جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگا اور ان چارون مطالب مین سے ہر ایک کو آدمی اپنے لیے اور اپنے اقارب اور مخصوصون کے لیے طلب کیا کرتا ہی اور انمین دو باتونکا ہونا بُرا جانتا ہی ایک تو موجود چیز کا جاتا رہنا دوسرے متوقع چیز جو اپنے پاس نہو اُسکا نہ ملنا تو ضرر صرف دو ہی طرح ہوتا ہی یا حاصل چیز کے دور ہونے سے یا متوقع کی تاخیر اور التوا سے اسلیے کہ متوقع اسی چیز کو کہتے ہین جسکا حاصل ہونا ممکن ہو اور جسکا حصول ممکن ہو وہ گویا حاصل ہی ہی اور اُسکے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت ہوتا ہی تو اب ضرر دو قسمون مین آ رہا ایک متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت مین تو مناسب نہین کہ امر بالمعروف کے ترک کرنیکی کسی طرح اجازت دیجائے اور ہم اس خوف کی مثال چارون مطالب مذکورہ مین لکھتے ہین علم مین تو یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص اپنے استاد کی کسی مخصوص شخص پر حسبت نکرے اس خوف سے کہ وہ اُستاد سے میری بُرائی بیان کریگا اور پھر اُستاد مجکو تعلیم نہ کریگے اور صحت کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص طبیب حریر پوش کے پاس جائے اور اُسکو اس سے منع نکرے کہ آیندہ میرا علاج نکریگا اور اسوجہ سے تندرستی متوقع ترک ہوجائیگی اور مال کی مثال یہ ہی کہ حسبت بادشاہ اور امرا اور اُن لوگون پر نکرے جو اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اس خوف سے کہ وہ آگے کو روزینہ بند نہ کردین اور سلوک ترک کرین اور جاہ کی مثال یہ ہی کہ جس شخص سے آیندہ کو نصرت اور پہنچنے کی توقع ہو اُسپر حسبت نکرے اس ڈر سے کہ مبادا جاہ حاصل نہو یا اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کے سامنے جس سے توقع حکومت ملنے کی ہی بُرائی نکرے تو ان خوفون سے جو چارون مثالون مین بیان ہوے حسبت کا وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ انمین خوف زیادات کے نہ حاصل ہونیکا ہی اور زائد چیز دینگے نہ ملنے کو مجازاً ضرر کہتے ہین حقیقی ضرر صرف ہوئی چیز کے جاتے رہنے کا نام ہی اور اس سے کوئی چیز مستثنےٰ نہین بجز اس شی کے جسکی طرف حاجت متحقق ہو اور اُسکے فوت ہو جانے مین زیادہ ضرر ہو بہ نسبت منکر پر خاموش رہنے کے مثلاً ایسی صورت مین کہ مرض بالفعل موجود ہو اور اُسکی جہت سے طبیب کی حاجت ہی اور توقع ہی کہ اُسکی دوا سے تندرست ہوجائے اور جانتے کہ دیر کرنے سے مرض کی شدت ہوجائیگی یا دیر پا ہوجائیگا اور عجب نہین کہ نوبت ہلاک کی پہونچے اور جاننے سے ہماری غرض ظن غالب ہی جس سے پانی کا استعمال چھوڑ کر تیمم کی طرف رجوع کیا جاتا ہی جب ظن غالب اس درجہ کو ہو تو بعید نہین کہ حسبت نکرنے کی اجازت دیجائے اور علم مین حاجت ہونے کی مثال یہ ہی کہ محتسب مہمات دین سے ناواقف ہی اور بجز ایک معلم کے دوسرا ملتا نہین یا دوسرے کے پاس جانے پر قادر نہین اور جانتا ہی کہ محتسب علیہ اس معلم تک رسائی نہونے دیگا پر قادر ہی اسوجہ سے کہ وہ معلم اسکا مطیع ہی یا اُسکا کہنا مانتا ہی تو اس صورت مین مہمات دین کا نہ جاننا بھی محذور ہی اور امر منکر پر سکوت کرنا بھی محذور ہی اسلیے یہان قرین قیاس یہ ہوگا کہ ایک جانب کو ترجیح دیجائے یعنی اگر امر منکر نہایت فحش ہو تو حسبت کو ترجیح ہو اور اگر مہمات دینی کی حاجت بہت ہو تو عدم حسبت کو ترجیح ہو اور مال مین حاجت ہونیکی یہ مثال ہی کہ محتسب کسب اور سوال سے عاجز ہی اور توکل پر قوی دل نہین اور ایک شخص کے سوا اُسپر کوئی خرچ نہین کرتا اور اگر یہ اُسی دینے والے پر حسبت کرتا ہی تو وہ اُسکا روزینہ موقوف کردیگا پھر محتسب کو روزینہ کیلیے کسی مال حرام کی طلب کرنی پڑیگی یا بھوک سے مرجائیگا تو اس صورت مین بھی بعید نہین کہ مجبوری کی جہت سے اُسکو خاموشی کی اجازت دیجائے اور جاہ مین حاجت ہونیکی یہ مثال ہی کہ محتسب کو کوئی شریر ایذا دیتا ہی اور اُسکی شر دفع کرنیکی کوئی تدبیر بجز

اسکے نہین کہ بادشاہ کے یہان سے جاہ حاصل ہو اور بادشاہ تک رسائی اور جاہ کے حصول کا وسیلہ ایسا شخص ہو کہ حریر پہنتا ہو یا شراب پیتا ہو
تو اگر اسپر حسبت کرتا ہو تو وہ وسیلہ نہ ہوگا اور اسی وجہ سے جاہ حاصل نہ ہوگا اور شریر کی ایذا سے نجات نہوگی تو یہ سب باتین اگر زیادہ ہو
ہو کر قوت پکڑ جائین تو بعید نہین کہ انکو مستثنیٰ کر دیا جائے مگر انکا معاملہ محتسب کے اجتہاد سے وابستہ ہو یہانتک کہ وہ اپنے دل سے فتویٰ
لے اور ایک محذور کو دوسرے کے ساتھ تول کر دینی اعتبار سے ایک کو ترجیح دے نہ اپنی خواہش نفس کے لحاظ سے پس اگر دین کے اعتبار سے
ان امور کو ترجیح دیکر سکوت کریگا تو اس سکوت کا نام مدارات ہو اور اگر خواہش نفس کی وجہ سے سکوت کریگا تو اس سکوت کو مداہنت
کہتے ہین اور یہ معاملہ باطنی ہو اسپر اطلاع بدون نظر دقیق کے نہین ہو سکتی مگر پرکھنے والا اور دیکھنے والا ہو وہ دل کے معاملون کو خوب دیکھتا
ہو پس ہر دیندار کو اس باب مین ضرور ہو کہ اپنے دل کا نگران رہے اور جانے کہ اللہ تعالیٰ کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہو کہ دین کی
وجہ سے ہو یا خواہش نفس سے اور جو کوئی نیکی یا بدی کریگا اسکو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود پائیگا گو دل کا التفات اور آنکھ کا جھپکنا ہی ہو اور وہان
کچھ ظلم و زیادتی نہوگی کہ اللہ تعالیٰ بندون پر ظلم نہین فرماتا - اور دوسری قسم ضرر کی یعنی حاصل ہوئی چیز کا فوت ہونا پس البتہ ضرر ہو اور حسبت پر سکوت
کے جائز ہونے مین سواے علم کے اور مطالب سہ گانہ مذکورہ بالا مین معتبر ہو اور علم مین اس لیے معتبر نہین کہ علم کے فوت ہونیکا خوف نہین ہو الا یہ
کہ خود قصور کرے ورنہ اور کوئی اختیار نہین رکھتا کہ عالم سے علم چھین لے مگر تندرستی اور ثروت اور جاہ کے چھین لینے پر قادر ہو سکتا ہے
اور یہ بھی شرف علم کا ایک سبب ہو کہ دنیا مین بھی ہمیشہ رہتا ہو اور اسکا ثواب آخرت مین بھی ہمیشہ کو رہیگا غرضکہ اسکو ابداً آباد نیستی نہین
اور صحت اور سلامتی کا جاتا رہنا مار سے ہو تو جو کوئی یہ جانے کہ حسبت مین مجھپر ضرب دردناک پڑیگی تو اسپر حسبت اسی نہین کہ مستحب ہو
جیسا کہ پہلے گذرا اور جب عدم وجوب ضرب دردناک مین سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل مین بطریق اولی ہوگا اور ثروت
کا جاتا رہنا یہ ہو کہ جانے کہ حسبت کرنے سے مکان لٹ جائیگا اور حویلی کھد جائیگی اور کپڑے چھین جائینگے تو اس سے بھی حسبت کا وجوب ساقط
ہو جاتا ہو اور استحباب باقی رہتا ہو اس جہت سے کہ اسمین کیا مضائقہ ہو کہ دین کے اوپر دنیا کو فدا کر دے اور مار اور لوٹ مین سے ہر ایک
کے کئی مرتبہ ہین ایک تو کمی کا جسکی پروا نہ کیجاتی ہو جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا یا ایک کوڑی یا پیسے کا لٹ جانا اور ایک زیادتی کا جسکا اعتبار
واجب کے سقوط مین کیا جاتا ہو اور ایک بیچ کی حالت جو اشتباہ مین ڈالتی ہو کہ اسکے ہوتے سے حسبت کا وجوب ساقط ہوتا ہو یا نہین
اور دیندار کو لازم ہو کہ ایسی مشتبہ صورت مین اجتہاد کرے اور جہانتک ہو سکے دین کی جانب کو ترجیح دے - اور جاہ کے فوت ہونے کا یہ
طور ہو کہ مجمع مین پیٹا جائے اور ضرب دردناک نہو جس سے تندرستی جاوے یا علی رؤس الاشہاد گالیان پڑین یا اسی کا رومال گلے مین ڈال کر
شہر مین پھرایا جائے یا کالا منہ کر کے تشہیر کیا جائے اور ضرب دردناک کسی مین نہو تو یہ صورتین جاہ کی مخل اور دل کی درد دینے والی ہین
اور اسکے بھی کئی درجے ہین اور بہتر یہ ہو کہ اسکی تقسیم یون ہو کہ ایک درجہ جاہ کے جانیکا یہ ہو جسکو بیعزتی اور تشہیر کہتے ہین مثلاً ننگے سر اور
ننگے پاؤن شہر مین پھرانا تو ایسے درجہ مین حسبت سے خاموشی کی اجازت ہو اسلیے کہ مروت اور عزت کے محفوظ رکھنے کا شریعت مین حکم ہو اور
اس بیحرمتی کا درد دل مین بہ نسبت بہت سی ضربون اور روپیون کے جاتے رہنے کے زیادہ ہوتا ہو اور دوسرا درجہ صرف جاہ کے جانیکا یہ ہو کہ
ایک شخص کی عادت ہو کہ عمدہ پوشاک پہنکر اور گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر حسبت کرونگا تو مجکو بازار مین پیادہ یا ایسے لباس مین

پھرنا پڑیگا جسکا عادی نہین تو اس صورت مین ان جیسی باتون سے حسبت کا وجوب ساقط نہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتین ہین انکا بچانا کچھ عمدہ بات نہین اور حرمت کی نگاہداشت ایک عمدہ چیز ہی اُس کے جلنے کے ڈر سے واجب ساقط ہو جاتا ہی اور جاہ کی زیادتی مین یہ بھی داخل ہی کہ محتسب اس بات سے ڈرے کہ لوگ مجکو سامنے جاہل یا احمق یا ریاکار یا منافق کہینگے یا پیٹھ پیچھے طرح طرح کی غیبتین کرین گے کہ اس سے بھی وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین صرف زیادتی جاہ کا زوال ہی جس کی چندان حاجت نہین اور اگر بالفرض ملامت کرنے والون کی ملامت یا بدکارون کی غیبت خواہ گالی دینے یا بُرا کہنے سے یا لوگون کے دلون سے اپنی منزلت گرجانے کے خوف سے حسبت نہ کی جائے تو حسبت واجب ہی نہ رہیگی اس لیے کہ یہ بات تو ہر حسبت مین موجود ہی ہان جس صورت مین کہ امر منکر غیبت ہی ہو اور محتسب جانے کہ اگر مین غیبت کنندہ کو منع کرونگا تو وہ جس کی غیبت کرتا ہی اس سے بھی خاموش نہوگا اور اُسکے ساتھ مجکو بھی ملا لیگا تو اس صورت مین حسبت حرام ہی اسلیے کہ حسبت معصیت کی زیادتی کا باعث ہونیکی اور اگر یہ جانے کہ پہلی غیبت کو وہ چھوڑ دیگا اور صرف میری ہی غیبت کریگا تب بھی حسبت اسپر واجب نہین کیونکہ غیبت اُسکی بھی غیبت کنندہ کے حق مین معصیت ہی مگر یہ حسبت اس نظر سے مستحب ہی کہ اپنی آبرو کو دوسرے شخص کی آبرو کا فدیہ کرتا ہی اور چونکہ عمومات وجوب حسبت کی تاکید پر دال ہین اور منکر پر خاموش رہنے مین بڑا خطرہ ہی تو اسی لیے اسکے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جسکا خطرہ دین مین زیادہ ہو اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت مین موجود ہی تو اُن کے فوت ہونے کے ڈر سے وجوب حسبت بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ و حشمت اور اقسام تجمل اور لوگون کے اچھا کہنے کے طالب ہونے کا کچھ درجہ نہین تو اُن کے خوف سے وجوب بھی ساقط نہ ہوگا۔ باقی رہا یہ کہ حسبت کا نہ کرنا اس ڈر سے کہ یہی ایذا مین اپنی اولاد و اقارب کو نہ ہون تو یہ امر خود محتسب کے لحاظ سے تو کمتر ہی اس لیے کہ خود اپنا ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہی بہ نسبت دوسرے کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے زیادہ ہی اس لیے کہ آدمی خود اپنے حقوق سے تو درگذر کر سکتا ہی مگر دوسرے کے حق مین مسامحت اُسکو جائز نہین اس سے یہ نکلا کہ اسکو چاہیے کہ اس صورت مین حسبت نکرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو فوت ہونگے تو دو حال سے خالی نہین یا بطریق معصیت ہونگے جیسے مارنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس صورت مین حسبت درست نہین اسلیے کہ ایک منکر کو دور کرنے سے دوسری برائی پیدا ہوتی ہی یا معصیت کے طور پر نہونگے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائے گی اور اسکو درست نہین کہ دوسرے کا ضرر بدون اُسکی رضامندی کے کرے غرضکہ اگر حسبت کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہوتی ہو جسکا ضرر امر منکر کی نسبت زیادہ ہو تو اس کو چاہیے کہ حسبت کو ترک کرے اور اُسکی مثال یہ ہی کہ ایک شخص تارک دنیا ہی جس کے اقارب مالدار ہین تو اسکو اس بات کا ڈر نہین کہ اگر مین بادشاہ پر حسبت کرونگا تو وہ میرا کچھ مال چھین لے گا بلکہ میرے اقارب کا قصد کریگا اور میرا غصہ اُنپر نکالیگا تو جب اپنی حسبت سے اقارب اور ہمسایون پر ایذا ہوتی جائے تو حسبت کو ترک کرے کیونکہ مسلمانون کو ستانا ممنوع ہی جیسے کہ منکر پر سکوت کرنا ممنوع ہی ہان اگر انکو مال اور جان کی ایذا نہو بلکہ گالی اور بُرا کہنے سے ہو تو اسمین بحث ہی اور باعتبار منکرات کے فحش ہونے کے اور کلام سخت کے دلمین اثر کرنے اور آبرو مین خلل ڈالنے کے اسکا حکم جداگانہ ہوتا ہی اب اگر یہ کہو کہ کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹ ڈالتا ہی اور بدون قتال کے اُس سے باز نہین آتا اور عجب نہین کہ قتال مین وہ مارا جائے تو اس صورت مین اس سے قتال چاہیے یا نہین اگر تم کہو کہ چاہیے تب تو محال ہی اسلیے کہ عضو کے تلف کرنیکے خوف سے جان کا تلف

کرنا لازم آتا ہے اور جان جائیگی تو عضو پہلے جائیگا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اُسکو منع کرنا اور لڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود یہ نہین کہ اُسکی جان اور عضو محفوظ رہے بلکہ غرض یہ ہے کہ منکر اور معصیت بالکل مسدود ہو جائے اور حسبت مین اُسکا مارا جانا معصیت نہین اور اُسکا عضو کو جدا کرنا معصیت ہے اور اُسکی مثال ایسی جانو کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اُسکو ایسی طرح ہٹا دے کہ وہ مارا جائے تو اسطرح کا ہٹانا درست ہے اور اُسکے یہ معنی نہین کہ روپیہ کے بدلہ مین ہم مسلمان کی جان لیا چاہتے ہین کہ یہ تو محال ہے بلکہ اُسکو مسلمان کا مال لینا معصیت ہے اور اُس معصیت سے ہٹانے مین اُسکا مار ڈالنا گناہ نہین بلکہ مقصود گناہ کا ٹالنا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر ہم جانتے ہون کہ یہ شخص تنہا ہوگا تو اپنا ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالیگا تو یون چاہیے کہ اُسکو اُسی وقت مار ڈالین تاکہ معصیت کا باب بالکل بند ہی ہو جاوے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ہاتھ یا پاؤن کے کاٹنے کا علم یقینی نہین اس لیے اُسکا خون کر ڈالنا بھی معصیت پر جائز نہین ہان اگر اُسکو اپنا ہاتھ پاؤن کاٹتے دیکھین تو منع کرینگے اور اگر ہم سے قتال کریگا تو اُس سے لڑینگے چاہے اُسکی جان رہے یا جاوے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معصیت کی تین حالتین ہین ایک تو یہ کہ عاصی اُسکو کر چکا ہو تو اُس معصیت پر سزا دینی یا حد ہوگی یا تعزیر اور یہ سزا حکام کا کام ہے نہ ہر کسی کا دوسرے یہ کہ عاصی اُسکو سر دست کر رہا ہو جیسے حریر پہنے ہو یا عود خواہ شراب لیے ہو تو ایسی معصیت کا باطل کرنا واجب ہے خواہ کسیطرح سے ہو بشرطیکہ اُسکے باطل کرنے مین کوئی معصیت اس سے زیادہ خواہ اُسکے برابر ہوتی ہو تو ایسی معصیت کا دور کرنا ہر کسی کو ثابت ہے تیسرے یہ کہ معصیت متوقع ہو مثلاً ایک شخص مجلس مین جھاڑو دیکر اور گلدستون سے آراستہ کرکے شراب خواری پر مستعد ہوا اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آوے جس سے نوبت معصیت کی نہ پہونچے اسی وجہ سے معصیت متوقع سے منع کرنے کا اختیار ہر کسیکو ثابت نہین بجز اسکے کہ وعظ و نصیحت سے فہمایش ہو اور درشتی اور ضرب سے تو نہ آحاد کو جائز ہے نہ سلطان کو ہان اگر وہ معصیت کرنی عاصی کی عادت دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اُس معصیت کی نوبت پہونچے اُسکو وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت مین کوئی کسر نہو بجز انتظار رکھنے کے تو ایسی صورت مین سختی اور مار سے بھی حسبت جائز ہے اور اُسکی مثال یہ ہے کہ جوان شخص عورتون کے حمامون کے دروازون پر کھڑے ہوتے ہین کہ اُنکو اندر جاتے اور باہر نکلتے دیکھین تو یہ لوگ ہر چند راستہ کو تنگ نہین کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہے مگر تاہم درشتی اور ضرب سے اُنکو وہان سے اُٹھا دینا اور اُس جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا درست ہے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اُنکا کھڑا ہونا ہی فی نفسہ معصیت ہے گو اُنکا مقصد معصیت نہ ہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنی فی نفسہ معصیت ہے اور وجہ یہ ہے کہ وہ مظنہ معصیت ہے اور مظنہ معصیت کا حاصل کرنا بھی معصیت ہے اور مظنہ سے ہماری غرض وہ بات ہے جس سے انسان غالباً معصیت مین پڑ جانے کے در پیش ہو جائے اس طرح کہ اُس سے رُک نہ سکے تو اس صورت مین حسبت کرنا معصیت موجود پر ہوگا نہ متوقع پر

دوسرا رکن حسبت کا وہ شے ہے جسمین حسبت ہو یعنے وہ امر منکر جو فی الحال موجود ہو تو یہ چار شرطین ہوئین ہر ایک کا احوال جدا لکھتے ہین

اول اُس شے کا منکر ہونا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ شرع مین اُسکا وقوع ہونا ممنوع ہوا اور ہمنے اُسکو منکر کہا معصیت نہ کہا اسلیے کہ منکر بہ نسبت معصیت کے عام ہے مثلاً اگر کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتے دیکھے تو اسپر واجب ہے کہ شراب کو گرا دے اور اُن کو منع کرے ایسا ہی اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا کرتے خواہ چوپایہ سے صحبت کرتے دیکھے تب بھی منع کرنا اس حرکت سے واجب ہے اور

یہ منع اسوجہ سے نہین کہ فعل کی صورت بہت بُری اور علانیہ ہے بلکہ اس منکر کو اگر خلوت مین دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہے حالانکہ مجنون کے حق
مین یہ فعل معصیت نہین اسلیے کہ وہ شرعًا مکلف احکام شرعی کا نہین تو عاصی یعنی نافرمان نہوگا اور بدون عاصی کے معصیت کا ہونا محال ہے
اسلیے ہمنے لفظ منکر رکھا کہ سب کو تائید نیز دلالت بھی کرتا ہے اور معصیت سے عام بھی ہے اور اُسکے عموم مین ہمنے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کردیا ہے اور حسبت
کچھ کبیرہ ہی پر مخصوص نہین بلکہ حمام مین بہنگی کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اجنبی عورتون کو تاکنا سب صغیرہ ہین اور اُن سے
ممانعت کرنی واجب ہے اور صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق مین بحث ہے کہ جلد چہارم باب التوبہ مین مذکور ہوگی - **دوم** شرط یہ ہے کہ منکر
فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہے کہ جو شخص شراب خواری سے فارغ ہو چکا تو اُسکی حسبت کا ہر کسی کو اختیار نہین کہ منکر ہو چکا اور نیز
احتراز ہے اُس منکر سے جسکی آیندہ کو توقع ہو مثلاً کسی کے حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خواری کا قصد رکھتا ہے کہ اُس پر
حسبت کرنا بجز وعظ کے نہین اور اگر وہ اپنے قصد کا منکر ہو تو وعظ بھی ناجائز ہے اسلیے کہ اسمین مسلمان پر بدگمانی ہے اور کیا عجب ہے کہ وہ سچ
ہی کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش ہو جس سے وہ اپنا قصد پورا نہ کرسکے اور اسمین وہ دقیقہ یاد رکھنا چاہیے جسکو ہمنے ذکر کیا ہے یعنی خلوت اجنبی
عورت کے ساتھ اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر اور اسطرح کی اور باتین فی الحال کی معصیت ہین **سوم** شرط یہ ہے کہ منکر محتسب
کو بدون تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر مین چھپا کر کرے اور مکان کا دروازہ بند کرلے تو اُسپر جاسوسی کرنی واجب
نہین کہ اللہ تعالے نے اس سے منع فرمایا ہے اور قصہ حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضؓ کا اس باب مین مشہور ہے جسکو
ہم باب آداب الصحبت مین لکھ آئے ہین اور اسی طرح وہ قصہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اُس کو بُری
حالت مین دیکھکر منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر مینے خدا تعالے کی معصیت ایک وجہ سے کی تو آپ نے تین وجہون
سے کی آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہین اُس نے کہا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے ولا تجسسوا[1] - اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے واتوا البیوت من ابوابہا[2] - اور آپ دیوار پر چڑھکر آئے اور خداے تعالیٰ فرماتا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی
اہلہا[3] - اور آپ نے سلام نہین کیا حضرت عمر رضؓ نے اُسکو چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرنا - اور اسی طرح حضرت عمر رضؓ نے ممبر پر صحابہؓ سے
سوال کیا کہ امام اگر خود کوئی امر منکر دیکھلے تو اُسکو درست ہے یا نہین کہ حد مجرم پر قائم کرے حضرت علی رضؓ نے جواب دیا کہ امر حد کا کم سے کم دو
گواہ پر وابستہ ہے اسمین ایک کافی نہوگا اور ہمنے ان اخبار کو باب آداب الصحبت مین حق مسلمان کے ذیل مین لکھا ہے اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین
پھر اگر یہ پوچھو کہ تعریف معصیت کے ظاہر ہونے اور درپردہ ہونے کی کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اور
اُسکی دیوارون کی آڑ مین ہوجائے تو اُسکے پاس جانا بدون اُسکی اجازت کے صرف معصیت کا حال معلوم کرنے کیلیے جائز نہین ہان اگر
گھر کے باہر سے آدمی معلوم کرلے کہ اس گھر مین منکر ہے مثلاً بانسری اور تار کے باجے ایسی طرح بجتے ہون کہ باہر آواز خوب آتی ہو تو جو کوئی اُسکو
سنے اُسکو جائز ہے کہ گھر مین گھس کر آلات لہو کے توڑ ڈالے اسی طرح اگر شراب خوار جو کلمات انمین رائج ہین اُنکو آواز سے بک رہے ہون
کہ سڑک کے لوگ سنتے ہین تو یہ اظہار بھی موجب حسبت ہے غرضکہ دیوارون کی آڑ ہونے سے منکر کے ظاہر ہونے کی دو صورتین ہین ایک بو کا معلوم
ہونا دوسرے آواز کا سننا تو اگر شراب کی بو معلوم ہو اور یہ احتمال ہو کہ رکھی ہوئی کی بو ہے تب تو اُسکے گرا دینے کا قصد کرنا درست نہین اور

[1] تجسس اور جیبیں ٹٹولو ۱۲
[2] داخل ہو گھرون مین اُن کے دروازون سے ۱۲
[3] مت جایا کرو کسی گھرون مین اپنے گھرون کے سوا جب تک نہ بولچال کرلو اور سلام کرلو گھر والون پر ۱۲

اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظاہر ہونا اس وجہ سے ہے کہ لوگ پی رہے ہیں تو اس صورت میں حسبت جائز ہے۔ اور بعض اوقات
شراب کا شیشہ اور آلات لہو آستینوں میں یا دامن کے تلے چھپا لیا کرتے ہیں تو جب کوئی فاسق نظر پڑے اور اُسکے دامن تلے کچھ ہو تو
اُسکی تفتیش جائز نہیں جب تک کہ کسی علامت خاص سے معلوم نہ ہو اسلیے کہ فاسق ہونا اس بات پر نہیں دلالت کرتا کہ اُسکے پاس شراب
ہے کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اسکو ضرورت ہوتی ہے پس چھپانے سے استدلال نہیں ہو سکتا کہ شراب ہی ہے اور اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا اسلیے
کہ چھپانے میں بہت سی غرضیں متعلق ہیں اور اگر بدبو شراب کی معلوم ہوتی ہو تو محل بحث ہے اور ظاہر یہ ہے کہ حسبت جائز ہے اسلیے کہ یہ علامات
مفید ظن ہیں اور ان جیسے امور میں ظن مثل علم کے ہے اسی طرح اگر اوپر کا کپڑا اتنا پتلا ہوتا ہے تو عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہے تو شکل کی دلالت بھی
مثل بو اور آواز کی دلالت کے ہے اور جسکی دلالت ظاہر ہو وہ مستور نہیں بلکہ کھلی ہے اور ہم کو شریعت نے حکم فرمایا ہے کہ جسکو خدا تعالے نے
مستور کیا اُسکو ہم بھی مستور رکھیں اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اُسکو بگاڑ دیں اور ظاہر ہونے کی کئی طرح ہیں کبھی تو کان کے ذریعہ سے اور
کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہے تو اُسکو آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص کرنا نہ چاہیے بلکہ مقصود علم ہے اور
یہ حواس بھی علم کو مفید ہیں اس سے یہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو جائے کہ شراب ہے تو اُسکا توڑنا درست ہے مگر یہ جائز نہیں کہ
اس سے یہ کہے کہ مجھکو دکھا دے تاکہ معلوم کروں کہ اسمیں کیا ہے اسلیے کہ یہ امر تجسس ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ ایسی علامتوں کا تلاش کرنا جن سے چیز
کا حال معلوم ہو غرضکہ اسی طرح کی علامتیں اگر خود بخود حاصل ہوں اور اُنسے منکر کی شناخت ہو جائے تب تو اُنکے مقتضا کے موافق عمل کرنا
درست ہے مگر ایسی علامتوں کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہیں۔ چہارم شرط یہ ہے کہ بدون اجتہاد کے اُسکا منکر ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزیں
کہ محل اجتہاد میں ہیں اُنپر کچھ حسبت نہیں مثلاً کسی حنفی کو جائز نہیں کہ شافعی مذہب والے پر ضب اور گفتار اور متروک التسمیہ کے کھانیکا انکار کرے اور
نہ شافعی کو درست ہے کہ تم نبیذ جسمیں نشہ نہو کیوں پیتے ہو یا ذوی الارحام کو ترکہ کیوں دیتے ہو یا ہمسایگی کے شفعہ سے لیے ہوئے مکان میں کیوں بیٹھے
ہو اور اسیطرح اور مسائل میں جنمیں اجتہاد جاری ہے ہاں اگر شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بدون ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے
اس سے صحبت کرے تو اسمیں تردد ہے اور ظاہر تر یہی ہے کہ اُس کو حسبت اور انکار درست ہے اسلیے کہ کوئی عالم اسطرف نہیں گیا کہ مجتہد کو دوسرے
کے اجتہاد کے موجب عمل کرنا درست ہے اور نہ یہ کسی کا مذہب ہے کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد میں کسی شخص کو سب علما سے افضل جانے تو اُسکے مذہب
کو چھوڑ کر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور سب مذاہب میں سے اپنے نزدیک عمدہ عمدہ باتیں چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے امام کا
ہر مسئلہ میں تفصیل وار واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالاجماع علما کے نزدیک منکر ہے اور جو کوئی مخالفت کرے وہ عاصی ہے
مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ حنفی کو جائز ہے اگر کوئی شافعی بدون ولی کے عورت سے نکاح کرے تو اُس سے
یہ کہے کہ ہر چند یہ فعل بذات خود حق ہے مگر تیرے حق میں نہیں کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہے کہ صواب مذہب شافعی میں ہے تو جو امر تیرے عندیہ میں
صواب ہے اُسکی مخالفت کرنی تیرے حق میں معصیت ہے گو خدا تعالے کے نزدیک بہتر ہو اس صورت میں تیرا اُسپر مرتکب ہونا باطل ہے
اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کر سکتا ہے جس صورت میں کہ حنفی اُسکا شریک ضب اور متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے میں ہو اور یہ کہہ سکتا ہے
کہ یا تو اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی پیروی کے زیادہ مستحق ہیں پھر ان اشیا کو کھاؤ یا جو بات تمہارے عقیدہ کے خلاف ہے اُس سے

مرتکب نہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات مین جا پڑیگی یعنی فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے بقصد زنا صحبت کرے اور
محتسب کو یہ معلوم ہو کہ اس شخص کے باپ نے اسکا نکاح اس عورت سے لڑکپن مین کر دیا تھا اور یہ عورت اُسکی منکوحہ ہو مگر اُس کو معلوم
نہین اور نہ اُسکو بتا سکتا ہو اس جہت سے کہ وہ بہرا ہو یا اُسکی زبان کو نہین سمجھتا تو وہ شخص چونکہ اُس عورت کو اجنبی اعتقاد کرتا ہو اس نظر
سے صحبت کرنے سے عاصی ہو اور آخرت مین عذاب پائیگا تو چاہیے یون کہ محتسب اُس عورت کو اس سے منع کردے باوجودیکہ
وہ اُس کی زوجہ ہو حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہو کہ اللہ تعالےٰ کے علم مین وہ عورت اُسپر حلال ہو اور اس لحاظ سے قریب ہو
کہ اُسکی غلطی اور جہالت کیوجہ سے اُسپر حرام ہو اور اسمین شک نہین کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط
کرے مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ پر اور وہ صفت اُسکے دلمین پائی جاے مگر زوجین کے تبلانے سے عاجز ہو اور یہ جانتا ہو کہ طلاق پڑ گئی
تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اُسکو منع کرے کیونکہ واقع مین یہ زنا ہو مگر زانی کو علم نہین کہ یہ زنا ہو اور محتسب
کو معلوم ہو کہ تین طلاقین پڑ گئین اور چونکہ زوجین صفت کے موجود ہونے سے جاہل رہنے کے سبب عاصی نہین تو اس سے یہ نہین نکلتا
کہ یہ صحبت منکر نہ ہو کیونکہ یہ صورت مجنون کی زنا سے کم کسی طرح نہین اور ہم نے بیان کر دیا کہ مجنون بھی زنا سے منع کیا جائے حاصل یہ ہو کہ
جب ایسی بات سے منع جائز ہوا جو خدا تعالیٰ کے نزدیک منکر ہو گو فاعل کے نزدیک منکر نہو اور نہ وہ اس فعل سے بسبب عذر جہالت کے
عاصی ہو تو اُسکے عکس سے یہ لازم آتا ہو کہ جو بات خدا تعالیٰ کے نزدیک منکر نہین اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کیوجہ سے منکر ہو تو اُس
منع نہ کیا جائے اور یہی ظاہر تر ہو واللہ اعلم تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہو کہ حنفی شافعی پر بدون ولی کے نکاح کی صورت مین اعتراض نکرے
اور ایک شافعی دوسرے پر اس باب مین اعتراض کرے اسلیے کہ محتسب اور محتسب علیہ دونو نکا اتفاق ہو کہ یہ امر منکر ہو اور یہ مسائل
فقہی دقیق ہین اور انمین احتمالات ایک دوسرے کے معارض ہین ہمنے فتویٰ انمین اسی بات پر دیا ہو جو ہمارے نزدیک فی الحال راجح
پائی گئی اور ہم یہ بھی یقیناً نہین کہتے کہ ان امور مین جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ خطا ہی ہو یعنی اگر وہ یہ سمجھے کہ احتساب ایسی صورت مین
چاہیے جو قطعاً معلوم ہوا در اسطرف بھی بہت لوگ گئے ہین اُنکا یہی قول ہو کہ حسبت ایسی ہی چیزون مین چاہیے جیسے شراب اور سور اور دوسری
یقینی حرام چیزین ہین لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہو کہ مجتہد کے حق مین اجتہاد اثر کرتا ہو کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے کہ
ایک شخص قبلہ مین اجتہاد کرے اور دلالت ظنی کی رو سے اپنے نزدیک قبلہ کا ایک سمت معین مین ہونے کا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو
پشت کر کے نماز پڑھے اور اُسکو منع نہ کیا جاے اسوجہ سے کہ دوسرے کے ظن مین غالباً پشت کرنا ہی صواب ہو اور جن لوگون کی یہ
راے ہو کہ ہر مقلد کو اختیار ہو کہ مذاہب مین سے جو چاہے پسند کرلے اُنکا کچھ اعتبار نہین اور غالباً کسی کا مذہب ہمارے سے یہ ہوگا بھی نہین اور
اگر ہو تو وہ معتبر نہین اب اگر یہ کہو کہ جب حنفی پر شافعی نکاح بلا ولی مین اعتراض نہین کرسکتا اس نظر سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہو تو
چاہیے کہ معتزلی جو یہ کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ کا دیدار نہوگا اور خیر اللہ سے ہو اور شر اُس سے نہین اور کلام اللہ مخلوق ہو اُنپر بھی اعتراض
نکیا جاے اور نہ حشوی پر اعتراض ہو جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ جسم و صورت رکھتا ہو اور عرش پر مستقر اور ثابت ہو بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نچاہیے
جو یہ کہتے ہین کہ اجسام کا بعث نہوگا بلکہ نفوس اُٹھینگے اسلیے کہ اُنکا اجتہاد اسی کا مقتضی ہوا اور وہ اپنے گمان مین اُسکو حق خیال کرتے

ہین اور اگر یہ جواب دو کہ ان فرقون کے مذہب کا بطلان ظاہر ہر تو جو مذہب مخالف نص حدیث کے ہر اُسکا بطلان بھی ظاہر ہر پھر جیسے ظاہر
نصوص سے خدا تعالیٰ کا دیدار ثابت ہر اور معتزلی اُسکا انکار تاویل سے کرتے ہین اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصوص سے ثابت ہین جن مین
حنفی خلاف کرتے ہین جیسے مسئلہ نکاح بلا ولی اور ہمسائگی کے شفعہ وغیرہ کا ہر تو پھر تخصیص اعتراض نہ کرنے کی حنفی پر کیسے ہوگی تو اُسکا جواب
یہ ہر کہ مسائل دو طرح کے ہین ایک وہ کہ اُنہین کہہ سکتے ہین کہ ہر مجتہد ثواب پر ہر اور وہ احکام افعال کے ہین حلت اور حرمت کے باب
مین اور یہ مسائل ایسے ہین کہ مجتہدین پر اُنکے باب مین اعتراض نہین کیا جاتا اسلیے کہ اُنکی خطا یقیناً معلوم نہین بلکہ ظنی ہر اور دوسری طرح
کے وہ مسائل ہین جنمین ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہین ہو سکتا جیسے مسئلہ دیدار الٰہی اور تقدیر کا اور کلام الٰہی کے قدیم ہونیکا اور اللہ تعالیٰ
کی صورت اور جسمیت اور عرش پر مستقر ہونے کی نفی کا یہ مسائل اس قسم کے ہین کہ خطا کرنے والے کی خطا قطعاً معلوم ہو جاتی ہر اور اُسکی خطا جو
جہالت محض ہر معتبر نہین رہتی اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ سب بدعتون کی بالکلیہ جڑ کاٹنی چاہیے اور بدعتیون پر اُنکی بدعت کا انکار
کرنا چاہیے گو اُنکے عقیدے مین حق ہو جیسے یہود اور نصاریٰ کا کفر نہین مانا جاتا حالانکہ اُنکے اعتقاد مین وہ حق ہر اسلیے کہ اُن لوگون
کی خطا قطعاً معلوم ہر بخلاف اُس خطا کے جو مسائل اجتہادی مین ہو کہ وہ ظنی ہر نہ قطعی - اب اگر یہ کہو کہ جب تم قدری شخص پر اعتراض کرو گے
اُسکے اس کہنے پر کہ شر خدا تعالیٰ کی جانب سے نہین تو وہ بھی تمپر اعتراض کریگا تمھارے اس قول پر کہ شر خدا تعالیٰ کی جانب سے ہر
یا اس کہنے پر کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا یا اور اسی طرح کے مسائل پر کیونکہ بدعتی اپنے عندیہ مین حق پر ہر اور حق والا اُس کے عندیہ مین
بدعتی ہر اور ہر کوئی دعویٰ یہی کرتا ہر کہ مین حق پر ہون اور اپنا بدعتی ہونا نہین مانتا تو حسبت کیسے تمام ہوگی تو اُسکا جواب یہ ہر کہ ہم
اس تعارض کے سبب سے کہتے ہین کہ جس شہر مین وہ بدعت ہوئی ہو اُسکو دیکھنا چاہیے اگر اہل بدعت کم ہون اور لوگ سب اہل سنت ہون
تو اُنکو اس بدعت پر حسبت واجب ہر بدون سلطان کی اجازت کے اور اگر شہر مین دو فریق ہون اہل بدعت بھی اور اہل سنت بھی اور بدعت
پر اعتراض کرنے سے احتمال دونون فریق کے مقابلہ اور بلوہ پردازی کا ہو تو اس صورت مین ہر کسی کو حسبت کرنی اپنے تئین درست نہین
لیکن بادشاہ کے اذن سے درست ہر یعنی جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اُس کی تائید کے لیے ایک شخص کو اجازت دے کہ
بدعتیون کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اُسکو حسبت جائز ہر اُسکے سوا دوسرے کو جائز نہین اسلیے کہ جو حسبت بادشاہ کے حکم سے ہوگی
اُسکا مقابلہ کوئی نہ کریگا اور جو رعیت مین سے کوئی سا شخص کریگا تو اُسمین مقابلہ اور بلوہ ہوگا - حاصل یہ کہ اور منکرات کی نسبت سے
بدعتون مین حسبت زیادہ ضروری ہر مگر اُسمین جو تفصیل ہم نے مذکور کی ہر اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ نوبت مقابلہ اور فتنہ کی نہو بلکہ اگر سلطان
مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص تصریح سے کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہر یا اللہ تعالیٰ کا دیدار نہوگا یا وہ عرش سے لگا ہوا ہر یا اُس کے سوا اور
بدعت زبان سے نکالے اُسکو منع کرنا چاہیے تو اُس صورت مین ہر کسیکو منع کرنا پہونچتا ہر اور اسمین مقابلہ کی صورت واقع نہ ہوگی بلکہ
مقابلہ صرف اُسی صورت مین ہوتا ہر کہ سلطان کی اجازت نہو

تیسرا رکن حسبت کا محتسب علیہ ہر جسپر حسبت کیجائے اُسکی شرط یہ ہر کہ ایسی صفت کا ہو کہ فعل ممنوع اُسکے حق مین منکر ہو جائے اور
غالباً یہ کہنا کافی ہر کہ انسان ہو اور مکلف ہونا شرط نہین چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین کہ اگر لڑکا شراب پیے تو اُسکو بھی منع کیا جائے گو بالغ نہو،

ہو اور نہ یہ شرط ہی کہ تمیز دار ہو کیونکہ دیوانہ کے باب مین ہم نے بیان کیا ہی کہ اگر وہ مجنون عورت یا چوپایہ سے زنا کرے تو اسکو منع کرنا چاہیے
ہان بعض افعال ایسے ہین جو دیوانہ کے حق مین منکر نہین جیسے نماز نہ پڑھنا اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہین
کرتے اس لیے کہ اسمین تو مقیم اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی جدا جدا ہی ہماری غرض اُس صفت کے بتلانے سے ہی جس سے
اصل انکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہی نہ یہ کہ تفصیل کے موجب توجہ انکار کو بیان کرین اب اگر یہ کہو کہ انسان کی شرط کیون لگاتے ہو اسی پر
اکتفا کرو کہ محتسب علیہ حیوان ہو اس لیے کہ اگر کوئی چوپایہ کسی شخص کی کھیتی خراب کرے تب بھی تو ہم اُسکو منع کرینگے جیسے مجنون کو زنا سے اور
چوپایہ کی صحبت سے منع کرتے ہین تو اس کا جواب یہ ہی کہ چوپایہ کو کھیت سے منع کرنے کا نام حسبت رکھنے کی کوئی وجہ نہین اس لیے
کہ حسبت کی تعریف یہ ہی کہ کسی کو حق اللہ کی جہت سے امر منکر سے منع کرنا تاکہ وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے اب مجنون کو زنا سے منع کرنا
اور لڑکے کو شراب خواری سے منع کرنا حق اللہ کی جہت سے ہی اور کوئی آدمی غیر کی زراعت تلف کرے تو دو حقوق کی جہت سے منع کیا جاے
ایک تو یہ کہ خود اُسکا فعل معصیت ہی دوسرا جسکا مال تلف کرتا ہی اُسکا حق ہی تو دونون علتین ایک دوسرے سے علیحدہ ہین ان علتون مین سے
جونسی علت پائی جائیگی منع ثابت ہوگا مگر حسبت وہی منع کرنا ہی جو حق اللہ کی جہت سے ہو پس اگر فرض کرین کہ کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ
اُسکی اجازت سے کاٹتا ہی تو یہان معصیت تو پائی گئی مگر دوسرے کا حق اُس کی اجازت کے سبب سے ساقط ہو گیا پھر بھی حسبت ثابت ہی
کہ حق اللہ کی جہت سے منع ثابت ہوگا اور چوپایہ اگر کھیت تلف کرے تو یہان معصیت نہین حق غیر ہی اسلیے منع ہوگا حسبت نہ ہوگی اور
اس مین ایک اور دقیقہ ہی وہ یہ ہی کہ ہماری غرض کھیت مین سے چوپایہ کے نکال لینے سے یہ نہین ہوتی کہ وہ اس حرکت سے باز رہے بلکہ مسلمان
کے مال کی حفاظت منظور ہوتی ہی کیونکہ مثلاً چوپایہ اگر مردار کھالے یا اُس برتن سے پانی پیے جسمین شراب ہی تو اسکو ہم نہین روکتے اگر اُس کا
باز رکھنا مقصود ہوتا تو ان صورتون مین بھی منع کرتے بلکہ شکاری کتون کو مردہ جانور کھلانا جائز ہی تو پھر انکا باز رکھنا مقصود کہان رہا البتہ مسلمان
کا مال اگر ضائع ہونے کو ہو اور ہم بدون مشقت اُسکو بچا سکتے ہین تو ہم پر اُسکا بچانا واجب ہی بلکہ اگر کسیکا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے
کسیکا قرابہ رکھا ہو تو قرابہ کے بچانے کے لیے گھڑے کو دفع کرینگے نہ یہ کہ گھڑے کو گرنے سے منع کرتے ہین کہ قرابہ کو نہ توڑے اور مجنون کو چوپایہ کی
صحبت سے اور شراب پینے سے منع کرتے ہین یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہین تو یہ غرض نہین ہی کہ چوپایہ محفوظ رہے یا شراب ضائع ہو بلکہ منظور یہ ہی
کہ مجنون اور لڑکا ان افعال سے محفوظ رہے اس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہین اُنکو ان افعال شنیعہ سے حتی الوسع بچانا چاہیے تو یہ باریک
لطیفے ہین جنکو اہل تحقیق ہی سمجھتے ہین انسے غفلت کرنی نہ چاہیے پھر جن افعال مین کہ لڑکے اور مجنون کا بچانا واجب ہی انمین بحث ہی یعنی تردد ہوتا
ہی کہ حریر پہننے وغیرہ مین بھی اُنکو منع کرنا چاہیے کہ نہین تو اس بحث کی طرف ہم باب ثالث مین اشارہ کرینگے انشاء اللہ تعالے اب اگر یہ کہو
کہ جو شخص چوپایون کو کسی کے کھیت مین چھوٹا ہوا دیکھے تو اُسپر اُنکا نکالنا واجب ہی یا نہین یا جو کوئی مسلمان کا مال معرض تلف مین
دیکھے اُسپر اُسکی حفاظت واجب ہی کہ نہین اگر یہ کہو کہ واجب ہی تو یہ ایک مشقت سخت ہی اسکے یہ معنی ہین کہ آدمی عمر بھر دوسرے کا مسخر
ہو جاے اور اگر یہ کہو کہ واجب نہین تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہو اُس پر حسبت کیون واجب ہی اسمین بھی تو مال غیر ہی کی رعایت
ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث دقیق اور غامض ہی قول مختصر اس باب مین یہ ہی کہ جب آدمی دوسرے کا مال تلف سے محفوظ رکھنے پر

ایسی طرح قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اُس کے مال یا جاہ مین کچھ گھٹی آتی ہو تو اُسپر دوسرے کے مال کی حفاظت واجب ہی اور مسلمان کے حقوق
مین اسقدر وجوب کیا بعید ہی تو یہ درجات حقوق مین سے کمتر رتبہ ہی حقوق مسلمانون کے جن دلیلون سے واجب ہین وہ بہت سی ہین اور
ادنی مرتبہ یہ ہی کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہ ہوتا ہو تو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچا دے اور جواب سلام کے واجب ہونے کی نسبت
اُسکا واجب ہونا اولے ہی کیونکہ سلام کے جواب دینے مین اتنی ایذا نہین ہوتی جتنی اس صورت مین ہوتی ہی بلکہ باتفاق ثابت ہی کہ جب
کسی آدمی کا مال کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اُسکو بیان کر دے تو حق اُسکا اُسکو مل جاوے
تو اُسپر شہادت دینی واجب ہوتی ہی شہادت کو چھپائیگا تو عاصی ہوگا اور جیسی شہادت ہی ویسی ہی اور باتین ہین جنسے دوسرے کا بھلا ہو
اور اپنا کچھ نقصان نہ ہو ہان جس صورت مین کہ مال کی حفاظت مین اسپر کچھ مشقت یا نقصان مال اور جاہ مین ہوتا ہو تب اُس کو ضرور
نہین کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اُسپر ہی ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی منفعت
کی رعایت اُسکے ذمہ ہی تو کچھ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو دوسرے پہ فدا کرے ہان ایثار کرے تو مستحب ہی اور مسلمانون کی خاطر
سختیون کا جھیلنا ثواب ہی مگر یہ نہین کہ واجب ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر چہ پایون کے نکالنے مین کھیت کے اندیشہ سے اسکو مشقت ہوتی
ہو تو اس باب مین سعی لازم نہین لیکن اگر مشقت نہ پڑتی ہو صرف مالک کو خواب سے جگا دینا یا اطلاع کرنا پڑتا ہو تو یہ اُسپر لازم ہی کیونکہ
آگاہ نہ کرنا ایسا ہی ہی جیسا قاضی کے سامنے گواہی کا نہ دینا پس جائز نہین کہ اُسکو ترک کرے اور یہ ممکن نہین کہ اس باب مین قلت و کثرت
کا لحاظ کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ اگر بہائم کے نکالنے مین نکالنے والیکا مثلاً ایک درہم کا نقصان ہوتا ہی اور کھیت والے کا زیادہ تو کھیت
والے کی جانب کو ترجیح ہوگی کیونکہ نکالنے والا اپنے ایک ہی درہم کی حفاظت کا اتنا مستحق ہی جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا ہی پھر
کیسے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ نقصان والے کی جانب کو ترجیح ہوگی ہاں اور جس صورت مین کہ مال کا فوت ہونا معصیت کے طریق سے
ہو جیسے غصب یا دوسرے کے غلام کو مار ڈالنا تو اسمین اگر منع کرنے والے کو کچھ مشقت بھی پڑے تب بھی منع کرنا واجب ہی کیونکہ مقصود
حق شرع ہی اور غرض معصیت کا دور کرنا ہی اور انسان پر لازم ہی کہ معاصی کے دور کرنے مین اپنے نفس کو مشقت مین ڈالے جیسے یہ لازم ہی کہ
خود معاصی کو ترک کرنے سے مشقت اُٹھائے اور کوئی معصیت ایسی نہین جسکے چھوڑنے مین مشقت نہ ہو بلکہ طاعت کا مال نفس کی مخالفت ہی جو نہایت
درجہ کی مشقت ہی پھر اُسپر یہ ضرور نہین کہ ہر طرح کے ضرر کو برداشت کرے بلکہ اس باب مین تفصیل وہی ہی جس کو ہم محتسب کے بیان مین لکھ آئے ہین اور
فقہا مین دو مسئلون مین اختلاف ہی جو ہمارے اس مدعا کے مناسب ہین اول یہ کہ پڑی چیز کا اُٹھانا واجب ہی یا نہین کہ یہان لقطہ تو مال
ضائع ہونے والا ہی اور اُٹھانے والا اُسکو تلف سے روکتا ہی اور اُس کی حفاظت مین ساعی ہی اور جواب شافی اس مسئلہ کا ہمارے نزدیک
اس تفصیل سے ہی کہ اگر لقطہ ایسی جگہ مین ہو کہ اگر وہان چھوڑ دیگا تو تلف نہ ہوگا بلکہ جسکا ہوگا وہی اُٹھائیگا یا پڑا رہیگا مثلاً کسی مسجد یا رباط مین پڑا ہی
جہان معین آدمی آتے ہین اور سب ایماندار ہین تو اس صورت مین اُسکو اُٹھانا لازم نہین اور اگر ایسی جگہ ہو جہان ضائع ہو جائیگا تو دیکھنا چاہیے
کہ اگر اُس کی حفاظت مین مشقت ہوتی ہو مثلاً لقطہ کوئی جانور ہو کہ اُسکا دانہ چارہ اور باندھنے کی جگہ چاہیے تب بھی اُسکو اُسکا لینا لازم نہین اسلئے
کہ پائی چیز کا لینا صرف مالک کے حق کی جہت سے ہی کہ وہ انسان ذی حرمت ہی اور لینے والا بھی چونکہ انسان ہی تو وہ اس بات کا

مستحق ہو کہ دوسرے کے لیے اپنے آپ وبال میں نہ پڑے جیسے دوسرے کو اپنی خاطر مشقت میں نہ ڈالنا اُسکو لازم ہی اور اگر افتادہ چیز سونا یا کپڑا پایا اور کوئی ایسی چیز ہو جسکی حفاظت میں کوئی مشقت اُس کے سوا نہ ہو کہ برس دن تک اُسکا ذکر کیا کرے تاکہ مالک اپنی چیز لیجائے تو اس باب میں دو قول ہیں کچھ تو یہ کہتے ہیں کہ برس روز تک ذکر کرنا اور اُسکی شرطوں کا بجا لانا بڑی تکلیف ہی اس صورت میں اُٹھا لینے کو آدمی پر لازم کر دینا تو ہو نہیں سکتا ہاں اگر تبرعاً اُٹھا لے اور ثواب کے طلب کے لیے ذکر کرنا اپنے اوپر خود لازم کر لے تو ہو سکتا ہی اور کچھ یوں کہتے ہیں کہ اسقدر مشقت حقوق مسلمانوں کے لحاظ سے بہت کم ہی اُسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے گواہ قاضی کی مجلس میں جانیکی مشقت اُٹھاتا ہی کہ اسکو دوسرے شہر میں گواہی کیلیے سفر کرنا لازم نہیں بجز اسکے کہ سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اُسکے پاس ہی تو جانا لازم ہی اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور ادا کا امانت کے سامنے کچھ مشقت شمار نہیں ہوتی اور اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارے ہو اور دوپہر میں شدت گرمی کے وقت جانا پڑے تو ایسی صورت میں البتہ تامل ہی کہ جانا لازم ہی یا نہیں کیونکہ نقصان دفع غیر کے حق کی حفاظت میں آدمی کو ہوتا ہی اُسکی ایک طرف تو کمی کی ہی کہ بلاشک اُتنے نقصان کی پروا نہیں کیا کرتا اور ایک طرف کثرت کی ہی کہ بلا شبہہ اُسکو اسقدر کی برداشت لازم نہیں اور ایک وسط ہی جسمیں دونوں طرف کی کشاکشی ہوتی ہی اور ہمیشہ معرض شبہہ اور تامل میں رہتا ہی اور یہ شبہات وہ نہیں ہیں کہ جنکا دور کرنا آدمی کی طاقت میں نہیں کیونکہ کوئی وجہ ایسی نہیں ہوتی جس سے اُنکے اجزا و تشابہ کو جدا کر سکیں مگر متقی آدمی ایسے محل میں اپنے نفس کا خیال رکھتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی کو اختیار کرتا ہی پھر اس قاعدہ میں نہایت تحقیق ہی

چوتھا رکن خود احتساب ہی اور اُسکے چند درجے اور کچھ آداب ہیں درجے تو اس ترتیب سے ہیں کہ اول منکر کی علامات کا ڈھونڈنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور درشتی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زدوکوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا پھر مددگار اور طرفداروں سے پشتی لینی اور جتھے اکٹھے کرنے پہلا درجہ تعریف کہلاتا ہی یعنی اس بات کا جویا ہونا کہ منکر ہو رہا ہی اور یہ ممنوع ہی اس لیے کہ یہ تجسس ہی جسکو ہم بیان کر چکے ہیں تو یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کے مکانوں میں کان لگا دیں تاکہ آواز باجوں کی سنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو معلوم ہو یا دوسرے کے کپڑے ٹٹولے تاکہ مزمار پہچان پڑے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایوں سے پوچھے پھر اُسکے گھر میں کیا ہوا کرتا ہی ہاں اگر دو مرد عادل بدون اُسکے پوچھنے کے ابتداءً خبر دیں کہ فلاں شخص اپنے گھر میں شراب پی رہا ہے یا شراب پینے کے واسطے رکھی ہی تو اُس وقت اُسکو جائز ہی کہ اُسکے گھر میں چلا جائے اذن لینا اُسپر لازم نہیں اور دفع منکر کیلیے دوسرے کی ملک میں چلنا ایسا ہوگا جیسا منع کرنے میں زدوکوب سے اُسکا سر توڑنا بشرطیکہ اُسکی ضرورت ہو اور اگر دو غلام ہوں یا ایک عادل نے غرضکہ ایسے شخصوں نے جنکی گواہی مقبول نہیں منکر کی خبر دی تو ایسی صورت میں اُسکے گھر پر چڑھ جانے کے جواز میں تامل ہی اور بہتر یہی ہی کہ نہ جائے اسلیے کہ اُسکا حق ہی کہ کوئی اُسکے مکان میں بدون اُسکی اجازت کے نجائے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز میں ثابت ہو جاتا ہی وہ بدون دو گواہوں کے ساقط نہیں ہو سکتا اور صورت مفروضہ میں چونکہ گواہی پوری نہیں تو بہتر یہی ہی کہ اُسکا حق بھی ساقط نہو اور کہتے ہیں کہ حضرت لقمان ع کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معائنہ کی ہوئی چیز کا چھپانا بہتر ہی گمان کی چیز کے فاش کرنے سے **دوسرا درجہ** آگاہ کرنا ہے کیونکہ منکر کا

مرتکب کبھی ازنکا ایسی وجہ سے کرتا ہی کہ اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر منکر ہی اور جب جان لیتا ہی کہ منکر ہی تو اُسکو ترک کرتا ہی مثلاً دیہاتی آدمی نماز پڑھتا ہی اور رکوع سجدہ اچھی طرح نہین کرتا تو یہی جانا جاتا ہی کہ اُسکو معلوم نہین کہ اسطرح پڑھنے سے نماز نہین ہوتی اور اگر وہ نماز کے نہونے ہی پر راضی ہوتا تو سرے سے نہ پڑھتا اتنی محنت وضو وغیرہ کی کیون اُٹھاتا تو اُسکو نرمی سے بدون سختی کے آگاہ کردینا واجب ہی اور نرمی کیوجہ یہ ہی کہ آگاہ کرنیکے ضمن مین دوسرے کو جہل وحماقت کی طرف نسبت کرنا ہی اور اس مین آدمی کو ایذا ہوتی ہی اور ایسے آدمی کم ہوتے ہین کہ اور سے جاہل کہلانے پر راضی ہون خصوص شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی نہین ہوتے اور اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جس شخص پر غضب غالب ہوتا ہی جب خطا اور جہل پر آگاہ کیا جاتا ہی تو کیسا بھڑکتا ہی اور حق کو جان بوجھ کر کیسا انکار کرتا ہی اس ڈر سے کہ کہین جہالت کی قلعی نکھل جائے اور طبیعتین جہالت کے عیب چھپانے کی زیادہ حریص ہین بہ نسبت بول وبراز کے مقامات کے چھپانے کے اس لیے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اُسکے چہرہ کی سیاہی ہی اور اُسپر لوگ جاہل کو بُرا کہتے ہین اور بول وبراز کے مقامون کی بُرائی بدن کی صورت کی بُرائی ظاہر کرتی ہی اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہی اور اُسکا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے بُرا ہی علاوہ ازین بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہین کرتا سو وجہ سے کہ بدن کی پیدائش اپنے اختیار مین نہین اور نہ اُس کی بدصورتی کا دور کرنا اور اچھی صورت بنا لینا اپنے اختیار مین ہی اور جہالت ایسی بدصورتی ہی کہ اُسکا دور کرنا اور علم کے حسن سے اُسکو بدل لینا اختیاری بات ہی تو اسی لیے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہی تو اُسکو بڑا رنج ہوتا ہی اور علم کے سبب سے اول تو آپ ہی بہت خوش ہوتا ہی پھر جب اُسکے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہی تو زیادہ تر لذت پاتا ہی اور ازانجا کہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرتا ہی اور انجام اس کا دل کی ایذا ہی تو اسی لیے اس ایذا کے دور کرنے کی تدبیر یہی ہی کہ آگاہی نرمی سے کیجائے مثلاً دیہاتی مذکور سے یون کہا جائے کہ بھائی آدمی پڑھا پڑھا یا پیدا نہین ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے مگر علما نے ہمکو بتلا دیے اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمھارے گانون مین کوئی عالم نہین یا اُس کا عالم نماز کی شرح اور توضیح سے قاصر ہی ہمکو علما نے یون سکھایا ہی کہ نماز مین رکوع اور سجدہ کے اندر اطمینان حاصل ہونا شرط ہی بدون اس کے نماز نہین ہوتی تم بھی اُسکو یاد کرلو اور اسی طرح اُسکے ساتھ نرمی برتے تاکہ آگاہی بدون ایذا کے حاصل ہو کہ ایذا دینا مسلمان کا حرام ہی اور ممنوع جیسے اُسکو منکر پر چھوڑ رکھنا ممنوع ہی اور ایسا غافل کوئی نہین جو خون کو خون سے یا پیشاب سے دھوئے تو جو کوئی منکر پر سکوت کرنے کے خطرے سے اجتناب کرکے آگاہ ایسی طرح کریگا کہ اس سے مسلمانونکو ایذا ہو باوجودیکہ ایذا کی ضرورت نہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھوویگا اور چاہیے یون کہ پانی سے دھووے کہ کسی طرح کا دھبا یا نجاست نہ رہے . اور جب دوسرے کی خطا امر دین کے سوا کسی اور بات مین ظاہر ہو تو اُسکو رد کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ تم سے بات کی بات سیکھے گا اور دشمن ہو جائیگا ہان جب جانو کہ وہ شخص علم کو غنیمت جانیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور ایسا شخص نہایت کمیاب ہی تیسرا درجہ وعظ ونصیحت سے منع کرنے کا اور خدا تعالیٰ کا خوف دلانیکا ہی اور یہ اُن لوگون کیلیے ہی جو منکر کو منکر جان کر اُسکے مرتکب ہون یا اُسپر اصرار کرین جیسے کوئی شخص شراب خواری یا ظلم یا مسلمانون کی غیبت یا اور ایسی ہی بات پر مداومت کرے تو اُسکو نصیحت کرنا چاہیے اور خدا تعالیٰ سے ڈرانا چاہیے اور اُسکے سامنے وہ حدیثین پڑھنی چاہیین جنمین ان افعال کے مرتکب پر وعید آئی ہی اور اکابر سلف کی عادت اور متقیون کی عبادات کا حال سنانا چاہیے اور یہ سب باتین شفقت

اور نرمی سے ہون درشتی اور غصہ سے نہون بلکہ اُسپر ترس کی نگاہ سے نظر کرنا اور اُسکی معصیت مین مبتلا ہونے کو اپنی معصیت سمجھنا چاہیے
اس لیے کہ سب مسلمان مثل ایک نفس کے ہین اور یہان ایک آفت بہت بڑی ہو اُس سے بھی احتراز ضرور ہو کہ وہ مہلک ہو یعنی عالم
آگاہ کرنے کے وقت علم کی جہت سے اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے کے نفس کو جہل کے سبب ذلیل سمجھا کرتا ہو تو عجب نہین کہ
آگاہ کرنے سے اُسکا مقصود یہی ہو کہ شرف علم سے اپنی شیخی اور امتیاز ظاہر کرے اور دوسرے کو منسوب بجہالت کرنے سے ذلیل
ٹھہرا دے تو اگر نیت یہی ہو تو یہ بُرائی اُس سے بڑھکر ہو جس کے دور کرنے کے درپے ہو اور اُسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی اپنے
آپ کو جلا کر دوسرے کو آگ سے بچالے اور یہ امر نہایت درجہ کی جہالت ہو اور اسی مین لوگون کے قدم لغزش کر جاتے ہین سخت ہولناک
آفت ہو اور شیطان کا عجیب جال ہو کہ ہر کوئی اسمین پھنس جاتا ہو مگر جس کو اللہ تعالے اپنے نفس کے عیبون پر مطلع کر دیتا ہے اور نور
ہدایت سے اُس کی چشم بصیرت کھول دیتا ہو وہ البتہ اس آفت سے محفوظ رہتا ہو ورنہ غیر پر حکومت کرنے مین دو وجہ سے بڑی لذت
ہوتی ہو اول تو علم کا فخر اور دوسرے پر حکومت اور غلبہ کا ناز کہ اسکا انجام نمود اور طلب جاہ پر ہو اور یہ خواہش خفی ہو جسکا مقتضا
شرک خفی ہوتا ہو لیکن اُسکے امتحان کی ایک کسوٹی ہو محتسب کو چاہیے کہ اُس سے اپنے نفس کا امتحان کرلے اور اس آفت سے محفوظ رہے
وہ یہ ہو کہ اُسکے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود منکر کو ترک کر دینا یا کسی دوسرے محتسب کے سمجھانے سے اُس بُرائی سے باز آنا اسکی
نسبت کہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ میری ہی حسبت سے رو براہ ہو پس اپنے کو دیکھے اگر حسبت کرنا اُسپر شاق اور گران ہو اور یہ چاہتا ہو کہ
کسی طرح دوسرا شخص اُسکو سمجھاتا تو مین بچ جاتا تب تو حسبت کرنی چاہیے کہ اس صورت مین حسبت کا سبب دین ہی ہو اور اگر نفس مین یہ بات
پاوے تو وہ عاصی خاص اسپر ہو ہی وعظ سے منکر چھوڑے اور اپنی حسبت دوسرے کی حسبت سے محبوب جانے تو اس صورت مین وہ
محتسب اپنی خواہش نفس کا تبع ہو اور حسبت کے ذریعہ سے جاہ کا حاصل کرنا اور ظاہر کرنا چاہتا ہو پس اللہ تعالی سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر
حسبت کرے اور ایسی ہی صورت مین اسکو وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسی کو ہوا تھا کہ اے ابن مریم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر اور جب وہ
نصیحت مان لے تو لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے حیا کر اور حضرت داؤد طائی رح سے کسی نے کہا کہ یہ فرمایئے کہ اگر کوئی شخص ان امیرون کے
پاس جائے اور امر معروف اور نہی منکر کرے تو آپکی کیا رائے ہو آپنے فرمایا کہ مجکو یہ ڈر ہو کہ کہین اُسکے کوڑے نہ لگین سائل نے کہا کہ
محتسب اس بات سے قوی ہو آپ نے فرمایا کہ مجکو اُسپر تلوار کا خوف ہو اُسنے کہا کہ وہ اس سے بھی زبردست ہو آپنے فرمایا کہ مجکو اُسپر مرض مخفی
شیخی کا ڈر ہو چوتھا ادب یہ ہو سخت و درشت کہنے اور الفاظ درشت بولنے کا ہو اور اُسکی ضرورت اُسوقت ہو کہ نرمی سے کام نہ چلے ورنہ جبتک نرمی
سے کام نکلے سختی کی حاجت نہین بقول سعدی چو کار سے برآید بلطف و خوشی ÷ چہ حاجت بتندی و گردن کشی + غرضکہ جب نرمی سے منع کرنا نہ
بن پڑے اور علامات اصرار ظاہر ہون اور وعظ و نصیحت سے تمسخر ہونے لگے تو سختی پر کاربند ہونا چاہیے جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ
والسلام نے فرمایا تھا اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون ۔ اور ہماری غرض الفاظ درشت سے یہ نہین کہ فحش بکے جسمین نسبت
زنا یا اُسکے مقدمات کی ہو اور نہ یہ کہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مقصود ہو کہ ایسے الفاظ سے اُسکو خطاب کرے جو فحش نہ گنے جاتے ہون جیسے یون
کہنا کہ او جاہل او احمق او فاسق کیا تجھکو خوف خدا نہین یا یون کہنا کہ او دیہاتی او بیہوش یا اور جو اسی قسم کا لفظ ہو کیونکہ جو بڑا کام

کریگا وہ احمق اور جاہل ہی اگر بیوقوف نہوتا تو خداے تعالیٰ کی نافرمانی کیون کرتا بلکہ جو صاحب کیاست نہین وہ احمق ہی اور صاحب کیاست وہ ہی جس کی کیاست کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہین چنانچہ ارشاد ہی الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ اور اس رتبہ کے دو ادب ہین اوّل یہ کہ اس کو جبھی اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے عاجز ہو اور درشتی ہی کی حاجت پڑے دوسرے یہ کہ بیچ کے سوا کچھ نہ کہے اور زبان کو مطلق العنان نکردے کہ بہت سی باتین کہتا چلا جاے جنکی ضرورت نہو بلکہ مقدار حاجت پر اکتفا کرے اور اگر جانے کہ میرے ان کلمات درشت کے کہنے سے وہ باز نہ آئیگا تب کچھ کہنا ہی نہ چاہیے بلکہ غصہ ظاہری اور اُسکو حقیر جاننے اور معصیت کے عیب سے بقدر سمجھنے پر کفایت کرے اور اگر جانے کہ اُسکو اگر نصیحت کرونگا تو پٹونگا اور اگر تیوری چڑھاؤنگا اور نفرت ظاہر کرونگا تو نہین پٹونگا تو اس صورت مین فقط دل سے انکار کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اُس سے منھ بگاڑے اور ترشروئی ظاہر کرے **پانچوان درجہ** منکر کو ہاتھ سے بگاڑ دینے کا ہی اسطرح کہ مثلاً آلات لہو توڑ دے اور شراب کو بہادے اور حریر کو اُسکے سر یا بدن سے اُتارے اور حریر پر بیٹھنے نہ دے اور دوسرے کے مال پر بیٹھنے سے ہٹادے اور مکان مغصوب مین سے پاؤن پکڑ کر نکالدے اور حالت جنابت مین اگر مسجد مین بیٹھا ہو تو کان پکڑ کر نکالدے اور جو ایسی ہی صورتین ہون اور یہ رجہ بعض معصیتون مین تو ممکن ہی اور بعض مین نہین ہوسکتا مثلاً زبان اور دل کی معصیتون کا ہاتھ سے بگاڑ دینا نہین ہوسکتا اسی طرح جو معصیت کہ عاصی کے نفس پر اور اُسکے اعضاء باطنی پر منحصر ہو سب کا یہی حال ہی اور اس درجہ مین دو ادب ہین اوّل یہ کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے اسیوقت بدلے جب منکر کے مرتکب سے اس معصیت کو بزور ترک نہ کراسکے مثلاً جو شخص مکان مغصوب مین یا مسجد مین بحالت جنابت ہی تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ خود چلا جائے تو اُسکو دھکا دینا اور گھسیٹنا نہ چاہیے اسی طرح جب تک یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرادے اور آلات لہو توڑ ڈالے اور حریر کی سیون اُدھیڑ دے تب تک محتسب کو یہ باتین اپنے ہاتھ سے نہ کرنی چاہیین اسلیے کہ توڑنے کی حد پر مطلع ہونے مین گونہ دشواری ہی تو جب اپنے آپ سے نہ کریگا تو اس باب مین اجتہاد کرنے سے بچا رہیگا اور مجرم کے خود توڑلنے کی اُس سے باز پرس نہوگی۔ دوسرا ادب یہ ہی کہ بگاڑنے مین بمقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت کو روا نہ رکھے مثلاً باہر نکالنے مین مجرم کی داڑھی یا پاؤن پکڑکر نہ گھسیٹے جس صورت مین کہ ہاتھ پکڑکر نکال سکتا ہو اسلیے کہ اس باب مین زیادتی ایذا کی کچھ ضرورت نہین یا حریر کے کپڑے کو اگر دیکھے تو اُسکو چیر نہ ڈالے بلکہ اُسکی سیون مین اُدھیڑ دے اور آلات لہو کے جلاوے نہین بلکہ ایسی طرح توڑ دے کہ اس کام کے نہ رہین اور توڑنے کی حد یہ ہے کہ اُنکی مرمت مین اُسیقدر مشقت پڑے جسقدر نیا بنانے مین ابتدا ہوتی ہی اور صلیب جو نصاری ظاہر کرین اُسکو بھی جلانا نہ چاہیے توڑ دینا کافی ہی اور شراب کے بہانے مین اگر کوئی تدبیر برتنون کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اور اگر اُسکے سوا اور کچھ نہ بن پڑے کہ پتھر مارکر برتنون کو توڑ ڈالے تو اُسکو پتھر مارنا درست ہے اور برتنونکی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہوگئی کیونکہ شراب کے بہانے مین وہی حائل تھے اگر شرابخوار بالفرض اپنے بدن سے شراب چھپاتا تو ہمکو شراب گرانے کیلیے اُسکے بدن کو زخمی کرنا پڑتا تو برتن کچھ اُسکے نفس سے بڑھکر نہین کہ اُن کی قیمت ساقط نہ ہو اور اگر شراب تنگ منھ کے شیشون مین ہو اور اگر یہ ہر ایک کو بہاتا ہی تو دیر زیادہ لگتی ہی اور اس عرصہ مین بدکار اُسکو پکڑ پائینگے اور پھر بہانے نہ دینگے تو اُسکو جائز ہی کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہی اور اگر یہ کھٹکا تو نہین کہ بدکار دیکڑ پا دین مگر اُنکے بہانے مین دیر کے ہونے سے اپنے کامون

ع عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور موت کے بعد کیواسطے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو اتباع اُسکی خواہش مین کرے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی امید کرے۔ ترمذی و ابن ماجہ روایت شداد بن اوس سے

مین صبح ہوتا ہو تو اس صورت مین بھی اُسکو توڑ ڈالنا شیشون کا درست ہی کیونکہ اسپر یہ واجب نہین کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسرے کام شراب
کے برتنون کی خاطر تلف کردے اور جس صورت مین کہ شراب کا بہانا بدون برتن توڑنے کے ممکن تھا مگر اُسنے بلا عذر اُنکو توڑ ڈالا تو اس پر
تاوان آویگا یعنی صرف برتنون کی قیمت دینی پڑیگی اب اگر یہ کہو کہ برتنون کا توڑنا تنبیہ اور زجر کے لیے درست کیون نہوا اسی طرح مکان مغصوب
مین سے پانون پکڑ کر گھسیٹنا کیون جائز نہین یہ صورت تو زجر مین زیادہ تر مبالغہ کی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ زجر آیندہ کے لیے ہوتا ہی اور
سزا گذشتہ پر ہوا کرتی ہی اور فی الحال کے منکر سے ہٹانا اور دفع کرنا ہوتا ہی تو رعیت کے لوگون کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہین یعنی اگر
منکر موجود پائین تو اُسکو معدوم کردین اور منکر کے معدوم کرنے کے سوا جو بات زائد کرینگے وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا آیندہ کے جرم
سے زجر ہوگا اور سزا اور زجر حاکمون کا کام ہی نہ رعیت کا اور حاکم اگر مصلحت ان امور مین دیکھے تو اُسکو اُنکے کرنے کا اختیار ہی اور ہم بھی
کہتے ہین کہ حاکم کو جائز ہی کہ برتنون کو زجر کرنے کے لیے توڑنے کا حکم دیدے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین زجر کی
تاکید کے لیے کی گئی تھی اور اُسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہان یہ البتہ ہی کہ اُسوقت حاجت زجر کی اور عادت بد کو چھڑانے کی سخت تھی تو اب بھی
اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ویسی ہی حاجت دیکھے تو اُسکو بھی ویسا ہی کرنا جائز ہی اور چونکہ اسمین اجتہاد دقیق کا کام پڑتا ہی اس لیے زجر
اور سزا رعیت کے اختیار مین نہین کی گئی۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین رعیت کو ایسا اختیار نہین تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہیے کہ
لوگون کو معاصی سے زجر کرنے کے لیے اُنکے مال تلف کر ڈالے اور جن مکانون مین وہ شراب پیتے ہین یا اور معصیت کرتے ہین اُنکو اجاڑ دے
اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہون اُنکو پھونک دے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہرچند زجر کے شریعت مین وارد ہونے کی جہت سے اسطرح کا زجر
خارج از مصلحت تو نہین مگر ہم مصلحتون کو اپنی طرف سے ایجاد نہین کرتے بلکہ اُنمین اتباع پہلے لوگون کا کرتے ہین اور شدت حاجت کیوقت
شراب کے برتنون کا توڑنا ثابت ہی اور بعد اُسکے شدت حاجت نہونے سے نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہین بلکہ حکم علت کے جاتے رہنے
سے جاتا رہیگا اور جب علت موجود ہوگی حکم بھی پھر آویگا اور ہم نے امام کے لیے جو اُسکو جائز رکھا تو اتباع ہی کی جہت سے ہی اور رعیت کے
لوگون کو اسلیے منع کیا کہ اسمین اجتہاد کیوجہ پوشیدہ ہی بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر اول شراب بہا دیجائے تو اُسکے بعد اُسکے برتنون کا توڑنا جائز نہین
کیونکہ اُنکا توڑنا صرف شراب کی تبعیت سے ہی اور جب وہ شراب سے خالی ہین تو اُنکا توڑنا مال کا تلف کرنا ہی لیکن اگر شراب مین بچے ہون
کہ اُسکے سوا اور کسی قابل نہون تب البتہ توڑنے کا مضائقہ نہین کیونکہ فعل توڑنے کا جو قرن اول سے منقول ہی اُسکی دو وجہین تھین اول تو زجر کی
حاجت شدید ہونی دوسرے برتنون کا شراب کے تابع ہونا جنمین وہ بھری ہوئی تھی تو توڑنے مین ان دونون باتون کی تاثیر ہی اور یہ
نہین ہوسکتا کہ ایک کو یا دونون کو حذف کردیا جائے اور ان دو وجہون کے سوا تیسری وجہ یہ ہی کہ اس فعل کا صدور رضا صاحب امر کی رائے سے
ہوا اسلیے کہ اُسکو معلوم رہتا ہی کہ زجر کی حاجت شدید کب ہوتی ہی اور یہ وجہ بھی قابل لغو کرنے کے نہین پس ان دقائق فقہیہ کے پہچاننے کی
محتسب کو قطعًا ضرورت پڑتی ہی چھٹا درجہ دھمکانا اور ڈرانا ہی جیسے یون کہے کہ اس کام کو ترک کرو ورنہ تیرا سر توڑ دونگا یا دھولین لگاؤنگا یا کسی
سے پٹواؤنگا یا اور اسیطرح کے الفاظ اور چاہیے کہ واقعی زد و کوب سے ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہدیا کرے اور اس درجہ مین ادب یہ ہی
کہ جس بات کو کر نہ سکے اُس سے دھمکا دے بھی نہین مثلًا یون کہنا کہ تیرا مکان لوٹ لونگا یا تیرے لڑکے کو پیٹونگا یا تیری بی بی کو قید کرونگا

اور جو باتین اسکے مثل ہون بلکہ ایسے الفاظ اگر پختہ ارادہ سے کہیگا تب تو حرام ہین اور بدون پختہ ارادہ کے جھوٹ ہین ہان اگر عاصی ان دھمکیون کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتون پر اسدرجہ تک پختہ ارادہ کرنا چاہیے جہانتک کہ مقتضاے حال اور مصلحت وقت اور محتسب کو جائز ہو کہ جتنا اُسکا قصد باطن مین ہو وعید مین اُس سے کچھ بڑھا کر کہے بشرطیکہ یہ جانے کہ اسطرح کا وعید اس جرم کی جڑ کھو دیگا اور مجرم کو قرار واقعی روک دیگا اور یہ زیادہ اس جھوٹ مین نہین جو ممنوع ہو بلکہ ایسی باتون مین مبالغہ کا دستور ہو اور اس مبالغہ کو ایسا جانو جیسا کوئی شخص دو آدمیون مین صلح کرانے کو مبالغہ سے کچھ کہدے یا دوسوتون سے اُنکی سی بات مبالغہ کے طور پر کہدے اور اسقدر مبالغہ کی اجازت ہو کیونکہ حاجت پڑتی ہو اور یہ صورت بھی ویسی ہی ہو کیونکہ محتسب کا قصد بھی مجرم کی اصلاح کا ہو۔ اور اسی بات کیطرف اشارہ کیا ہو بعض لوگون نے کہا ہو کہ اللہ تعالے اگر ایسی چیز کا وعید فرمائے جس کو کرے نہین تو کچھ قباحت نہین اسلیے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا نہ کرنا کرم ہے ہان قباحت اسمین ہو کہ وہ وعدہ کرے ایسی چیز کا جس کو نہ کرے اور یہ قول ہمارے نزدیک پسند نہین اسلیے کہ کلام الٰہی قدیم ہو اسمین خلاف کو دخل نہین خواہ وعدہ ہو یا وعید البتہ یہ بات بندون کے حق مین ہو سکتی ہو اور سچ بھی ہو کیونکہ وعید مین خلاف کرنا کچھ حرام نہین

ساتوان درجہ ہاتھ اور پانون وغیرہ سے زدوکوب کرنے کا ہو بدون ہتھیار نکالنے کے اور بشرط ضرورت یہ امر رعیت کے لوگون کو بھی درست ہو اور بقدر حاجت پر اکتفا کیا جائے یعنی جب منکر دفع ہو جائے تو مارپیٹ سے ہاتھ روکنا چاہیے اور اُسکی مثال ایسی سمجھو جیسے علیہ پر حق ثابت ہو جاتا ہو تو قاضی ادا ے حق تک اُسکو قید رکھتا ہو اگر وہ نادہندگی پر اصرار کرتا ہو اور قاضی کو معلوم ہو جاتا ہو کہ یہ حق کے ادا پر قادر ہو مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہین دیتا تو اُسکو اختیار ہو کہ بتدریج بقدر حاجت اُسکو پٹوا کر حق دلوا دے اسی طرح محتسب بھی جتنی مار کی ضرورت جانے اُس سے زیادہ نہ بڑھے اور اگر محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے منکر کو دفع کر سکتا ہو تو اُسکو جائز ہو کہ ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو مثلاً ایک فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوئے ہو یا مزامیر بجا رہا ہو اور اُسکے اور محتسب کے درمیان مین نہر حائل یا کوئی دیوار و خندق مانع ہو تو محتسب اپنی بندوق لیکر کہے کہ اُسکو چھوڑ دے ورنہ گولی مارتا ہون اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہو کہ اُس کے گولی مارے مگر چاہیے کہ پنڈلی اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مرہی جائے بلکہ تدریج کا لحاظ اسمین بھی رہے اسی طرح تلوار کا موقع ہو تو تلوار کو سونت کر اس سے کہے کہ اس منکر کو ترک کر ورنہ ایک ہاتھ لگاتا ہون تو یہ سب باتین منکر کے دفع ہونے کی ہین اور اسکا دفع کرنا جس طرح سے ممکن ہو واجب ہو اسمین یہ فرق نہین کہ وہ منکر خاص اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو یا آدمیون کے حق سے اور فرقہ معتزلہ کا قول یہ ہو کہ جو چیز آدمیون سے علاقہ نہ رکھے اسمین حسبت نہین بجز تقریر زبانی یا زدوکوب کے اور یہ بھی امام کو جائز ہو نہ رعیت کے لوگون کو۔

آٹھوان درجہ یہ ہو کہ محتسب خود ہتھیار کھینچنے پر قادر نہ ہو اور اس بات کا محتاج ہو کہ کچھ طرفدار جمع ہو کر ایسا کرین اور عجب نہین کہ فاسق بھی اپنے مددگارون سے کمک مانگے اور انجام یہ ہو کہ دو طرفہ سے صف کشی ہو کر آپس مین کشت و خون کرین تو اس درجہ مین اختلاف ہو کہ یہ بھی امام کے اذن کا محتاج ہو یا نہین بعض کا قول تو یہ ہو کہ رعیت کے لوگ اس کے لیے مستقل نہین ہو سکتے اسلیے کہ اس سے انجام فتنون کی تحریک اور فساد کا جوش مارنا اور شہرون کا خراب ہونا ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ امام کے اذن کی حاجت نہین اور قرین قیاس یہی قول اخیر ہو کیونکہ جس صورت مین رعیت کے لوگون کو امر بالمعروف کا اول درجہ یعنی تعریف

اور دوم درجہ یعنی وعظ و نصیحت جائز ہی تو چونکہ اول درجہ دوم کی طرف کھینچتا ہی اور دوم سوم کی طرف تو آخر کو ضرور نوبت مار پٹائی کی ہوگی اور راہیمین مارکوٹ اپنے اپنے طرفدارون سے مدد لینے کو چاہتی ہی تو امر بالمعروف سے جو کچھ ہونا ہو اُسکی پروا نہ کرنی چاہیے کیونکہ غایت اُسکی یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مین اُسکی نافرمانیون کے دور کرنے کیلیے لشکر جمع کرنا ہوگا تو اس مین کیا قباحت ہی جیسے ہم یہ جائز کہتے ہین کہ غازی خود جمع ہوکر کفر کی بیخ کنی کے لیے کفار کے جس فرقہ سے چاہین لڑائی کرین اسیطرح اہل فساد کی بیخ کنی بھی جائز ہے اسواسطے کہ مناسبت ہر طرح سے ہی یعنی کافر کے مار ڈالنے کا مضائقہ نہین اور مسلمان اگر مارا جائیگا تو شہید ہی اسیطرح فاسق جو اپنے فسق کی بچ کے لیے لڑتا ہی اُسکے مار ڈالنے کا کچھ مضائقہ نہین اور محتسب جو حق پر ہو ظلماً مارا جاویگا تو شہید ہوگا۔ حاصل یہ کہ حسبت مین اس درجہ تک نوبت پہونچے تو نہایت کمتر و نایاب ہی اسلیے اُسکے واسطے قیاس کا قانون بدلا نہ جائیگا بلکہ یون کہا جائے کہ جو شخص دفع منکر پر قادر ہو اُسکو چاہیے کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے دور کرے خواہ ہتھیار سے اور خود دور کرے یا مددگارون کے زور سے تو غرض اس مسئلہ مین وہی احتمال ہوسکتے جو ہم نے ذکر کیے ہین۔ یہ حسبت کے درجات تھے جو بیان ہوے اب ہم حسبت کے آداب ذکر کرتے ہین ـــ

محتسب کے آداب کا بیان

آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک ادب کے ذیل مین لکھتے آئے ہین مگر اب اُنکو ایک جا اور اُنکا منشا لکھتے ہین۔ واضح ہو کہ محتسب کے سب آداب کا منشا تین صفتین ہین محتسب کے اندر ایک علم دوسرے ورع تیسرے حسن خلق علم اسلیے کہ حسبت کے مقامات اور حدود اور موانع کو جانے تاکہ حد شریعت پر اُس باب مین اکتفا کرے۔ اور ورع اسلیے تاکہ جو کچھ اُسکو معلوم ہو اُس کی مخالفت نہ کرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے موجب عمل نہین کیا کرتا بلکہ اکثر جان لیتا ہی کہ مین حسبت مین اُس حد سے بڑھا ہوا ہون جسکی شریعت سے اجازت ہی اور سراسر میری زیادتی ہی مگر پھر بھی غرض کے لیے حسبت کرتا ہی تو ورع کے ہونے سے یہ بات نہ رہیگی محتسب کو ایسا ہونا چاہیے کہ اُسکی تقریر و نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر حسبت کرتا ہی تو لوگ اُسپر ہنستے ہین اور اسی وجہ سے اُسپر گستاخی بھی کرتے ہین۔ اور حُسن خلق اسلیے کہ اُسکے باعث سے ملائمت اور نرمی اختیار کرے جو اس باب مین اصل ہی اور علم اور ورع اسمین کافی نہین کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہی تو صرف علم اور ورع اُسکی بیخ کنی مین کافی نہین ہوتے جبتک کہ طبیعت مین حسن خلق نہو اور واقعی ورع کامل جبھی ہوتا ہی کہ اُسکے ساتھ حُسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے دیندار اور حمایتی اللہ تعالیٰ کے دین کا ہوگا اور نہ جب کوئی آفت گالی یا مار کی اُسکی آبرو یا جان و مال پر پڑیگی حسبت کو بھول اور دین الٰہی سے غافل ہو اپنی جان کی فکر مین مشغول ہوگا بلکہ بعض اوقات ابتدا حسبت اسلیے کرتا ہی کہ نام اور جاہ حاصل ہو غرضکہ ان تین صفتون کے باعث حسبت ثواب ہوتی ہی اور اسی سے منکر بھی دور ہوتا ہی اور اگر یہ صفتین نہین ہوتین تو منکر بھی نہین ٹلتا بلکہ عجب نہین کہ کسی صورت مین خود حسبت ہی منکر ہو کہ حد شریعت سے گذر جاے۔ اور ان آداب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر وہی کرے جو نرمی برتے امر کرنے مین اور نرمی برتے منع کرنے مین بُردبار ہو امر کرنے مین بردبار ہو نہی کرنے مین فہیم ہو امر کرنے مین فہیم ہو منع کرنے مین۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہین بلکہ امر و نہی کرنے مین فہیم ہونا شرط ہی اور

ح بیہقی نے اسناد ضعیف سے بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نقل کیا

یہی حال بردباری کا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ جب تم اُن لوگوں میں سے ہو جو امر بالمعروف کریں تو اول سب سے زیادہ
معروف کو تم اختیار کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ کسی نے کہا ہے قطعہ نہ دوسروں کو کرے طعن ایسے کاموں پر + کہ جنکی شکل میں خود ہووے مبتلا
انسان + کہ جو کوئی کرے اک چیز کو برا کہکر + تو عقل سے اُسے بہرہ نہیں وہ ہے نادان + اور ہماری اس سے یہ مراد نہیں کہ فسق کے سبب سے
امر بالمعروف منع ہو جاتا ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ فاسق کے کہنے کا اثر اُسکے فسق ظاہر ہونے سے لوگوں کے دلوں پر نہیں ہوتا ورنہ امر بالمعروف میں
یہ ضرور نہیں کہ سب معاصی سے اجتناب کرے تو امر بالمعروف کرے اسلیے کہ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض
کیا کہ کیا ہم امر بالمعروف نکریں جب تک سب اچھی باتوں پر خود عامل نہو لیں اور بری بات سے منع نکریں جب تک سب برائیوں سے اجتناب
نکرلیں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ امر بالمعروف کرو گو سب معروف پر خود عمل نکرو اور منکر سے نہی کرو گو سب منکرات سے خود اجتناب نکرو۔ اور
بعض اکابر سلف نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اپنے دل میں صبر کرنا ٹھان لے
اور اللہ تعالی کے ثواب پر وثوق کرے کہ جو کوئی ثواب الٰہی پر وثوق کرتا ہے اُسکو ایذا کی تکلیف نہیں معلوم ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ منجملہ آداب
حسبت کے صبر کرنا بھی ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے امر بالمعروف کے پاس ہی صبر کو ذکر فرمایا چنانچہ حضرت لقمان کا قول اس طرح
نقل فرمایا یابنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک۔ اور ایک ادب یہ ہے کہ علاقے دنیاوی کم کر دے تاکہ حسبت
میں بہت خوف نہو اور خلق سے طمع منقطع کر دے تاکہ مداہنت کا مضمون باقی نہ رہے جیسے کسی بزرگ کا حال لکھا ہے کہ اُنکے یہاں ایک بلی تھی اور
اُسکے لیے اپنے ہمسایہ کے قصائی سے ہر روز کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے ایک روز اُس قصائی پر کوئی منکر دیکھا تو گھر میں جاکر اول بلی کو
نکال آئے پھر اُس قصائی کو اُس برائی سے منع کیا اُس نے کہا کہ اب آیندہ کو آپ کی بلی کے لیے کچھ نہ دونگا اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے
تجھپر حسبت جبھی کی ہے کہ بلی کو نکال چکا ہوں اور تجھ سے طمع قطع کر دی ہے اور حقیقت میں اُنکا قول ٹھیک ہے کیونکہ جو شخص خلق سے طمع منقطع نہ کریگا
اُس سے حسبت نہو سکیگی اور جسکو یہ طمع ہو کہ لوگوں کے دل میری طرف سے اچھے رہیں اور میری تعریف میں سب کے سب رطب اللسان
ہوں تو اُس سے کیسے حسبت بن سکیگی حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمہاری منزلت تمہاری قوم میں کیسی ہے
اُنھوں نے کہا اچھی ہے آپ نے فرمایا کہ توریت تو یوں کہتی ہے کہ جب آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے تو اُسکی منزلت اسکی قوم میں بری ہوتی ہے
ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے۔ اور حسبت میں نرمی برتنے کے وجوب پر وہ قصہ دلالت کرتا ہے جس سے
مامون نے استدلال کیا تھا یعنی جب ایک واعظ نے اسکو نصیحت کی اور کلام درشت کہا تو مامون نے کہا کہ میاں صاحب نرمی سے گفتگو کرو
دیکھو تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو جو تم سے بہتر تھے فرعون کے پاس بھیجا جو مجھ سے بدتر تھا مگر اُنکو نرمی کے لیے ارشاد
کیا اور یہ فرمایا فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی پس محتسب کو نرمی کے باب میں انبیاء علیہم السلام کی پیروی چاہیے چنانچہ حضرت ابو امامہ
راوی ہیں کہ ایک جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھ کو زنا
کی اجازت دیتے ہیں لوگوں نے اُسکو للکارا آپ نے فرمایا کہ اسکو ٹھہرنے دو پھر فرمایا کہ قریب آ وہ قریب ہوا حتی کہ آپ کے سامنے
بیٹھ گیا آپ نے فرمایا کہ بھلا زنا کو تو اپنی ماں کے لیے پسند کریگا اُسنے عرض کیا کہ نہیں خدا تعالی مجھکو آپ پر قربان کرے آپ نے فرمایا کہ مردوں

کاہی کام ہی کہ زنا اپنی مان کے لیے پسند نہین کرتے بھلا تو اپنی بیٹی کے واسطے اسکو پسند کریگا اُسنے کہا نہین خدا تعالی مجکو آپ پر فدا کرے آپنے فرمایا کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو اپنی بیٹیون کے لیے نہین پسند کرتے بھلا تو اپنی بہن کیواسطے پسند کریگا اور ابن عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ آپ نے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر ایک کے باب مین وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو پسند نہین کرتے اور ابن عوف اور ابی امامہ دونون نے متفق بیان کیا کہ پھر رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس جوان کے سینے پر رکھا اور فرمایا کہ الٰہی تو اسکا دل صاف کر اور اسکا گناہ معاف کر اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ رکھ راوی کہتا ہی کہ پھر کوئی چیز اُس شخص کے نزدیک زنا سے بُری نہ تھی۔ اور فضیل بن عیاض رح سے پوچھا گیا کہ سفیان بن عیینہ رح سلطان کے انعام قبول فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے تو کم ہی لیتے ہین پھر سفیان بن عیینہ رح کو علیحدہ لے گئے اور زجر و ملامت کی اور ایک روایت مین ہی کہ اُنھون نے یون کہا کہ اگر وہ علما تم شہرون کے چراغ تھے جنسے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی و ظلمت بن گئے تم ستارہ تھے جنسے لوگون کو ہدایت تھی اب تم باعث حیرت ہو گئے پھر کوئی شرم نہین کرتا کہ ان امرا کا مال لیتا ہی اور تم کو معلوم ہی کہ یہ مال اُنکے پاس کہان سے آتا ہی پھر اپنی کمر تکیہ سے لگا کر کہتا ہی کہ حدثنی فلان عن فلان سفیان رح نے سر اُٹھا کر آہ آہ کہا اور یہ بیان کیا کہ بخدا ای ابو علی اگر ہم نیکبختون مین نہین تو اُنسے محبت ضرور رکھتے ہین۔ اور حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ صلۃ بن اشیم رح کے پاس کوئی شخص گذرا جسکا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا اُن کے مریدون نے چاہا کہ اُس کے ساتھ سختی پیش آئین آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو مین تم کو اس تردد سے بچا دونگا آپنے اُسکے قریب جا کر فرمایا کہ بھتیجے مجکو تم سے کچھ مطلب ہی اُسنے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہی فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کرلو اُسنے کہا بہت بہتر اور فوراً اونچا کر لیا۔ پھر آپ نے اپنے مریدون سے کہا کہ اگر تم اسکے ساتھ سخت گیری کرتے تو یہ انکار کر دیتا اور تم کو بُرا بھلا کہتا اور محمد بن زکریا غلابی کہتے ہین کہ مین ایک رات عبد اللہ بن محمد بن عائشہ کے پاس گیا وہ مغرب پڑھکر اپنے مکان کو آتے تھے دیکھا تو اثنا راہ مین ایک قریش کا گبرو متوالا کھڑا ہی ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا اور اُسنے فریاد چاہی لوگ جمع ہو کر اُس جوان کو مارنے لگے ابن عائشہ رض نے اسکو دیکھکر پہچان لیا اور لوگون سے کہا کہ میرے بھتیجے کے پاس سے علیحدہ ہو پھر اُسکو اپنے پاس بلایا وہ شرما کر پاس آیا آپ نے اُسکو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل یہانتک کہ اپنے مکان مین لے گئے اور کسی خادم سے کہدیا کہ اسکو اپنے پاس سولا جب اسکا نشہ اُترے تو جو حرکت اس سے ہوئی ہی اُسپر اُسکو آگاہ کرنا اور جانے مت دینا جب تک کہ میرے پاس نہ لاوے پس جسوقت اس شخص کا نشہ اُترا تو اُس خادم نے اُسکا حال اُس سے بیان کیا وہ سنکر بہت شرمایا اور رو دیا اور قصد جانے کا کیا خادم نے کہا کہ اُنھون نے فرمایا ہی کہ ہمارے پاس لانا غرض اُنکے پاس لے گیا آپ نے اُسکو فرمایا کہ تجھکو شرم نہ آئی اپنی شرافت کا ننگ نہ کیا تجھے معلوم نہین کہ تو کسکا لڑکا ہی خدا سے ڈر اور جس حال مین مبتلا ہی اُس سے توبہ کر وہ شخص گردن نیچے ڈالے روتا رہا پھر سر اُٹھا کر کہا مین نے اللہ تعالی سے وہ عہد کیا ہی کہ اُس کی پرسش مجھ سے قیامت مین ہوگی کہ اب مین کبھی نبیذ نہ پیونگا اور نہ اُن باتون کے گرد پھرونگا جنکا مین مرتکب تھا اور مین نے توبہ کی آپ نے اُسکو پاس بلا کر سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش بیٹا یون ہی چاہیے غرضکہ وہ شخص آپ کے ساتھ رہتا اور حدیث آپ سے لکھا کرتا اور یہ نرمی ہی کی برکت سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہین مگر اُنکا معروف منکر ہوتا ہی تو تم کو لازم ہی کہ سب باتون مین نرمی پر کاربند ہو جو چاہو گے وہ مطلب حاصل ہوگا۔ اور فتح بن شخرف

کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک عورت کا راستہ روک کر اسکو پکڑ لیا اور اسکے ہاتھ مین چھری تھی جو کوئی اسکے پاس جاتا تھا اُس کو زخمی کر دیتا تھا اور آدمی زبردست تھا ہر کوئی اسکے پاس بھی نہین جاتا تھا اور عورت اسکے ہاتھ سے واویلا کرتی تھی اور لوگ جمع تھے کہ اتنے مین بشر بن حارث کا گذر وہان ہوا آپ نے اُسکے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا آپ وہان سے چلدیے اور وہ عورت بھی صحیح سالم چلی گئی لوگون نے جو اُس شخص کو قریب جا کر دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ پسینے مین تر ہے اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا مگر ایک پیر مرد نے مجھ سے قریب ہو کر یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجکو اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہے اسکے سننے سے میرے پاؤن ضعیف ہو گئے اور مجکو نہایت اُس شخص کی ہیبت چڑھی مجھے یہ خبر نہین کہ وہ کون تھا لوگون نے کہا کہ وہ بشر بن حارث تھے اسنے کہا کہ ہائے خرابی اب وہ مجکو کس نگاہ سے دیکھینگے اور اسکو اسی روز بخار چڑھا اور ساتوین روز مر گیا حاصل یہ کہ حسبت کے باب مین بیداران کی عادت اسطرح تھی اور باب آداب صحبت کے اندر ذیل مین حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ہمنے اخبار و آثار اس باب مین نقل کیے ہین اب دوبارہ خوف طول کلام سے نہین لکھتے بس حسبت کے درجات و آداب مین نظر کامل اسطرح چاہیے واللہ الموفق

تیسری فصل

اُن منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہے اُنکو ہم مجملاً بیان کرتے ہین تاکہ اُنکے بیان سے اُن جیسے اور منکرات کو اُنپر قیاس کر لیا جاوے کیونکہ اُنکا حصر اور استقصا ممکن نہین اول یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ منکرات دو قسم ہین ایک مکروہ دوسرے ممنوع تو جب ہم کہین کہ یہ چیز منکر مکروہ ہے تو جان لینا چاہیے کہ اُس سے منع کرنا مستحب ہے اور اُسپر خاموش رہنا مکروہ ہے حرام نہین ہان جب فاعل اُسکا مکروہ ہونا نجانتا ہو تو اُسکے مکروہ ہونے کو اُسکے سامنے ذکر کر دینا واجب ہے اسلیے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہے جو اُسکو نہ جانتا ہو اُسکو اُس حکم کا پہونچا دینا واجب ہے اور جب ہم یہ کہین کہ فلان منکر محظور ہے یا صرف منکر بولین تو اُس سے ہماری یہی غرض ہوگی کہ وہ ممنوع ہے اور اُسپر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا اب اس قسم کی منکرات مساجد مین دیکھی جاتی ہین اور بازارون مین اور راستون پر اور دوسرے مقامات مین جن کو ہم جدا جدا بیان کرتے ہین **منکرات مساجد** یہ ہین **اول** رکوع اور سجدہ مین اطمینان نہ کرنے سے نماز کو خراب کرتا اور یہ منکر ہے بنص حدیث سے نماز کو باطل کرتا ہے تو اُس سے منع کرنا واجب ہے مگر حنفی کے نزدیک جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہین کیونکہ اس عقیدہ کے ساتھ مین منع کرنا کیا مفید ہوگا اور جو دوسرے کو نماز مین خرابی کرتے دیکھے اور چپ ہو رہے تو وہ اُس کا شریک ہوگا اُسمین اکثر یون ہی وارد ہے اور حدیث سے بھی یہ بات پائی ہے کیونکہ غیبت کے باب مین وارد ہوا ہے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا جو نمازی کو معلوم نہین یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سے قبلہ سے انحراف کرنا وغیرہ ان سب مین حسبت واجب ہے **دوم** قرآن مجید کو غلط پڑھنا اُس سے ممانعت واجب ہے اور صحیح کا سکھلا دینا بھی واجب ہے پس اگر کوئی شخص معتکف ہو کر ایسے ہی امور مین اپنی اوقات صرف کرتا ہے اور اس کے سبب سے ذکر اور نماز نفل نہین پڑھتا تو اُسکا انھین منکرات کے منع کرنے مین مصروف رہنا چاہیے کہ ذکر اور نفل کی نسبت یہ افضل ہے اسلیے کہ یہ ایسی عبادت ہے جسکا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہے اور واجب بھی ہے بخلاف نفل و ذکر کے کہ اُنکا فائدہ خاص اسی پر منحصر ہے اور اگر اسنے ممانعت کرنے مین مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہین کر سکتا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکے پاس مقدار کفایت

موجود ہو تب تو اُسکو ممانعت منکر مین مشغول ہونا لازم ہے اور ترک حسبت دنیا کی زوائد چیزون کی طلب کے سبب جائز نہ ہوگی اور اگر اسکو
حاجت اُسی روز کی غذا کی ہو تو یہ البتہ عذر ہے اُسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا کیونکہ مجبور ہے اور جو شخص قرآن پڑھنے مین غلطی بہت
کرتا ہو تو اگر وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ سیکھنے تک قرأت سے باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گنہگار رہیگا کہ سیکھنے پر قادر ہے اور اگر
اُس کی زبان یاری نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قرأت غلط ہوتی ہے تو تلاوت ترک کرکے صرف الحمد کے سیکھنے اور اُسکے صحیح کرنے مین محنت کرے
اسی طرح ایک ایک صورت جب تک صاف نہ کر لے اُسکی تلاوت نہ کرے اور اگر اکثر قرأت صحیح ہو مگر سب کے یکسان پڑھنے پر قادر نہین
تو پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین مگر چاہیے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا شخص نہ سنے ہرچند اُسکو آہستہ پڑھنے سے روکنے کیوجہ بھی موجود
ہے لیکن جس صورت مین کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اُسیقدر صحیح پڑھ سکتا ہے اور اسکو تلاوت کے ساتھ اُنس اور اُس کی حرص ہے تو اس صورت
مین ہمارے نزدیک اسکے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین **سوم** موذنون کا اذان مین مد زیادہ کرنا اور حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح مین تمام
سینہ کو قبلہ کی جانب سے پھیرنا یا ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان دینا اور اتنا انتظار نہ کرنا کہ ایک کہہ چکے تو دوسرا دے اور نمازیون
کو جواب اذان مین دشواری نہ ہو کیونکہ کثرت آوازون مین جواب دینا دشوار ہوتا ہے تو یہ سب باتین منکرات مکروہہ ہین اُن کو اُنسے
آگاہ کر دینا واجب ہے اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہون تو منع کرنا اور حسبت کرنی مستحب ہے اسیطرح اگر کسی مسجد کا ایک ہی موذن ہو اور
وہ صبح ہونے سے پیشتر اذان کہدیتا ہو تو چاہیے کہ اُسکو منع کر دیا جائے اسلیے کہ لوگون کو روزہ اور نماز مین تردد ہوتا ہے ہان اگر وہ شخص مشہور
ہو جائے کہ صبح سے پیشتر اذان کہا کرتا ہے اور اُس کی آواز سے نماز مین یا سحر ترک کرنے مین لوگون کو دھوکا نہین پڑتا اور دوسرا موذن ورکہ
ہے جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہے اور اُسکی آواز لوگ پہچانتے ہین تب البتہ مضائقہ نہین۔ اور یہ بھی مکروہ ہے کہ فجر ہونے کے بعد ایک ہی مسجد مین
ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت سی اذانین ہون خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانون سے کچھ فائدہ نہین جس صورت
مین کہ مسجد کے اندر کوئی سونے والا باقی نہین آواز مسجد کے باہر نہ جاتی ہو کہ دوسرا کوئی سنکر آگاہ ہو تو یہ امور مکروہ اور مخالف طریقہ صحابہ
اور اکابر سلف کے ہین **چہارم** خطیب کا سیاہ لباس پہننا جسمین ریشم غالب ہو یا تلوار سُنہری لیے رہنا کہ اس صورت مین وہ فاسق ہے
اور اس حرکت کا انکار اُس پر واجب ہے لیکن نرا سیاہ لباس مکروہ نہین بلکہ اُس کا اختیار کرنا اچھا نہین اس لیے کہ کپڑون مین خداے
تعالی کے نزدیک زیادہ پسند سفید ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ سیاہ کپڑا مکروہ ہے اور بدعت ہے اُس سے یہ غرض ہے کہ قرن اول مین اسکی
عادت نہ تھی مگر چونکہ اس مین ممانعت وارد نہین تو اُسکو بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہیے بلکہ ترک اولی سمجھنا چاہیے **پنجم**
ایسے واعظون کا وعظ جو اپنی تقریر مین بدعت ملاتے ہین یعنی واعظ اگر وعظ مین جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق ہے اور اُس پر
حسبت کرنی واجب ہے ایسا ہی بدعتی واعظ کو منع کرنا چاہیے اور اُسکے وعظ مین شریک نہونا چاہیے مگر اس نیت سے کہ اگر ہو سکے گا تو
سب لوگون کو منع کر دینگے کہ اسکا کہنا کوئی مت مانتا یا جو لوگ اُسکے پاس ہون اُنہین مین سے کسیقدر کو باز رکھینگے اور اگر یہ نہو سکے تو
بدعت کا سننا نہ چاہیے جیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ اور جب کہ اُسکا وعظ
اس قسم کا ہو کہ لوگون کو معاصی پر جرأت دلاتا ہو یعنی مضامین رجا کے اتنے بیان کرے کہ لوگون کو اُسکے وعظ سے جرأت ہو اور اللہ تعالی

کے معاف کرنے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہوجائے اور خوف دل میں کمزور پڑجائے تو یہ منکر ہے اور واعظ کو اس سے روکنا واجب ہے اسلیے کہ اُسکا فساد بہت بڑا ہے بلکہ آجکل تو خوف کا بیان اگر زیادہ کرے اور رجا کا کم تو خلق کی طبیعتون کے لیے بڑا مناسب ہے اسلیے کہ اُنکو خوف کی ضرورت زیادہ ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خوف اور رجا کے پلے دونون برابر رہنے چاہیین جیسے حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنے والا پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ مین داخل ہون تو مین رجا کرون کہ وہ شخص مین ہی ہون جسکو مستثنے کیا ہے اور اگر قیامت کو یون پکارے کہ سب آدمی جنت مین چلے جائین بجز ایک کے تو مجکو خوف ہے کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور جس صورت مین کہ واعظ جوان اور کپڑون اور وضع مین عورتون کے لیے سجا ہوا اور اشعار وعظ مین بہت کہتا ہو اور اشارات اور حرکات بہت کرتا ہو اور اُس کی وعظ مین عورتین آتی ہون تو یہ بھی منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے اسلیے کہ صلاح و بہتری کی نسبت اس فساد زیادہ ہے اور یہ بات واعظ کے حالات کے قرینون سے ظاہر ہوجاتی ہے بلکہ جو شخص ظاہر ورع نہ رکھتا ہو اور سکینت و وقار کی وضع اور نیک بختون کا لباس نہو تو چاہیے کہ اُسکو وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کے وعظ سے لوگ گمراہی مین زیادہ ہونگے اور چاہیے کہ مجلس وعظ مین عورتون اور مردون کے بیچ مین کوئی آڑ کردی جائے جس سے نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد کا مبنیٰ ہے اور ان منکرات پر عادتین شاہد ہین۔ اور عورتون کو مسجد کے اندر نماز کے لیے آنے سے اور مجالس وعظ مین جانے سے منع کیا جائے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضہ نے عورتون کو مسجد مین جانے سے منع فرمایا تھا آپ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اُنکو جماعتون سے منع نہین فرمایا آپ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن حالات سے واقف ہوتے جو عورتون نے اب ایجاد کیے ہین تو آپ بھی اُنکو منع فرماتے اور اگر کوئی عورت کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد مین گذرے تو اُسکو روکنا نہ چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد کو صرف راہ مقرر نہ کیا جائے اور واعظون کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچکر اور گانے کیطرح پر اسطور سے کہ نظم قرآنی کو بدل دے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کرجائے یہ بات منکر اور سخت درجہ کو مکروہ ہے سلف کے بہت لوگون نے اسپر انکار کیا ہے۔ منجملہ جمعہ کے روز دوائیون اور کھانون اور تعویذون کے فروخت کیلیے حلقے ہونے اور سائلون کا کھڑا ہونا اور کچھ اشعار پڑھنے یا قرآن پڑھنا کہ لوگ سنکر کچھ دیدین یا اور اسی طرح کا کام کہ انمین بعض چیزین تو حرام ہین کیونکہ وہ دغابازی اور جھوٹ ہوتی ہین جیسے بعض جھوٹے طبیبون کے ڈھکوسلے یا شعبدے اور نظر بندون کے افعال اور یہی حال غالب اوقات مین تعویذ والونکا ہے کہ وہ کچھ دیہاتی لوگون کے ہاتھ اور بچون کے ہاتھ فروخت کرکے اُنکو دھوکا دے دیتے ہین تو یہ امور مسجد مین اور مسجد کے باہر حرام ہین اور اُنکے مرتکب کو اُنسے منع کرنا واجب ہے بلکہ جس بیع مین جھوٹ اور دغابازی اور عیب کا چھپانا مشتری سے ہو تو وہ حرام ہے اور بعضے امور ایسے ہین کہ مسجد کے باہر مباح ہین جیسے سینا اور دوائیون اور کتابون اور غذاؤن کا بیچنا اور یہ باتین مسجد مین بھی حرام نہین مگر کسی عارض کی جہت سے مثلاً نمازیون پر جگہ کا تنگ ہوجانا یا نماز مین دل کا پریشان ہونا وغیرہ اور اگر ان باتون مین سے کچھ نہو تو حرام نہین اور بہتر یہ ہے کہ نہ کی جاوین اور مباح ہونے کیلیے بھی یہ شرط ہے کہ کبھی اتفاقاً گنتی کے دنون مین ہوجائین اور اگر مسجد کو دوکان ہی بنالے ہمیشہ کے لیے تو حرام ہے اور اُس سے منع کیا جائے کیونکہ بعض مباح ایسے ہی ہوتے ہین جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہین اور اگر کثرت سے ہون تو گناہ ہوجانے

ہین جیسے بعض گناہ اصرار کے نہ ہونے کی صورت مین صغیرہ رہتے ہین اور اصرار سے کبیرہ ہوجاتے ہین اور اگر یہ باتین ایسی ہون کہ قلیل کے ہونے
سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کی پہونچے گی تو اس قلیل سے بھی منع کرنا چاہیے مگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام کرتا ہو
پہونچتا ہے اسلیے کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کو ایسا ہوگا اور رعیت کے لوگون کو اس خوف سے کہ آگے کو بہت ہو جائے گا منع
کرنے کا اختیار نہین ہے ۔ مجنونون اور لڑکون اور متوالون کا مسجد مین آنا اور مسجد مین لڑکون کے داخل ہونے کا مضائقہ نہین بشرطیکہ نہ
کھیلین ہرچند مسجد مین لڑکون کا کھیلنا حرام نہین اور نہ اُنکے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہے مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کرین اور عادت ڈالین کہ مسجد
مین ہمیشہ کھیلا کرین تو منع کرنا واجب ہو جاتا ہے اگر لڑکون کا کھیل اُس قسم مین ہے کہ کم ہو تو مسجد مین حلال ہے اور زیادہ ہو تو حلال نہین
اور کم کے حلال ہونیکی دلیل وہ روایت ہے جو صحیحین مین موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ٹھہرے
رہے یہانتک کہ اُنھون نے حبشیون کا رقص اور سپر تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد کے اندر دیکھا اور اسمین شک نہین کہ اگر حبشی مسجد کو بازیگاہ
ٹھہرا لیتے تو منع کیے جاتے اور قلت کے ساتھ مین اُنکا کھیلنا آپنے بُرا نہین سمجھا یہانتک کہ خود ملاحظہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کے دل خوش کرنے کے لیے اُنکو بازی کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ ای بنی ارفدہ اپنا کھیل کیے جاؤ چنانچہ باب السماع مین ہم
نے یہ قصہ نقل کیا ہے ۔ اور مجنونون کا مسجد مین آنا اُسوقت مضائقہ نہین رکھتا کہ خوف مسجد کے غلیظ کرنے کا یا گالی اور فحش بکنے کا یا افعال
منکر کرنے کا مثلاً برہنگی کو کھولنے وغیرہ کا نہ ہو اور جو دیوانہ ایسا ہو کہ عادت سے معلوم ہو کہ خاموش اور ساکن رہتا ہے تو اُس کا مسجد
سے نکالنا واجب نہین ۔ اور متوالے کو حکم مجنون کا سا ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد مین قے کر دیگا یا لوگون کو زبان سے ایذا دیگا تو اُس کا نکالنا
واجب ہے اور یہی حال ہے اگر اسکی عقل ٹھکانے نہو تو اُس سے ان افعال کا خوف ضرور رہتا ہے ۔ اور اگر اُسنے پی ہو اور مست نہ ہوا ہو مگر
بو آتی ہو تو یہ منکر مکروہ ہے سخت کراہت کے ساتھ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھائے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدون مین جانے
سے منع فرمایا ہے تو ان دونون چیزون کا کھانا تو مکروہ ہی رہے گا اور شراب کا معاملہ سخت ہے اسلیے اسمین سخت کراہت کا حکم چاہیے اب اگر
کوئی یہ کہے کہ مناسب یون ہے کہ متوالے کو زد و کوب کر کے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اُسکو توبیخ ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ زد و کوب کا اختیار
رعیت کے لوگون کو نہین بلکہ حاکمون کو تعزیر کا اختیار ہے اور وہ بھی اس صورت مین ہے کہ یا وہ خود پینے کا اقرار کرے یا دو گواہونکی گواہی سے
پینا ثابت ہو صرف بو کے آنے سے وہ بھی نہین تو اس نظر سے مناسب ہے کہ ایسے شخص کو مسجد ہی مین بٹھلایا جاوے اور نہ پینے کے لیے
امر کیا جائے اگر وہ ہوشیار رہو یان جس صورت مین کہ وہ بہک کر چلتا ہو اسطرح کہ نشہ پہچانا جائے تو اُسکو مسجد مین اور بازار جہان ملے بیٹھنا چاہیے
کہ پھر اثر نشہ کا ظاہر نہ کرے کیونکہ بُرائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی بُرائی ہے اور معاصی کو اول تو ترک کرنا ہی واجب ہے اور کر لیا تو اُس کا
چھپانا اور اسکے آثار کا ظاہر نہ کرنا واجب ہے تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اُسپر تجسس کرنا جائز نہین اور شراب کی بدبو دلیل پینے کی نہین
ہو سکتی کیونکہ بو بدون پینے کے بھی ہو سکتی ہے کہ شراب کی جگہ مین بیٹھ گیا ہو یا منہ کو لگا کر کلی کر دی ہو نگلی نہو تو بدبو پر اعتماد نہ کرنا چاہیے ۔
بازار کے منکرات ۔ بازارون مین جن منکرات کی عادت ہے ان مین سے ایک یہ ہے کہ نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولتے ہین تو جو شخص بیان
کرے کہ مین نے یہ چیز اتنے کو مول لی ہے اور اتنے نفع پر دیتا ہون اور اس قول مین جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہے اور جس شخص کو اسکا حال معلوم ہو

اسپر واجب ہے کہ مشتری کو اُس کے جھوٹ سے مطلع کردے اگر وہ بائع کی دلداری سے خاموش رہیگا تو خیانت مین اُسکا شریک ہوگا اور سکوت کے باعث گنہگار۔ دوم جیز کا عیب مشتری سے پوشیدہ رکھنا تو جو کوئی عیب سے واقف ہو اسکو لازم ہے کہ مشتری سے کہدے ورنہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے مال تلف ہونے پر راضی ہوگا اور وہ حرام ہے۔ سوم گز کت اور ناپ اور تول مین کم دینا تو جس شخص کو فرق معلوم ہو اسکو لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اُس فرق کو نکالدے یا حاکم کے پاس لیجائے کہ وہ فرق کھودے۔ چہارم ایجاب وقبول نہ کرنا اور صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس لیے ایسے ہی شخص کو اُس سے منع کرنا چاہیے جو ایجاب قبول کے واجب ہونے کا معتقد ہو۔ پنجم شروط فاسدہ کا معاملہ مین کرنا کہ لوگون کو عادت پڑی ہوئی ہے اُنسے منع کرنا واجب ہے اس وجہ سے کہ وہ معاملات کو فاسد کرتے ہین اور یہی حال اُن اشیاء کا ہے جنمین ربوا کو دخل ہے اور جمیع تصرفات مفسدہ اور فاسدہ ایسے ہی ہین ان سب سے منع کرنا چاہیے ششم عید کے روز لڑکون کے لیے کھلونون اور جانذار کی تصویر کا بیع کرنا اُنکا توڑ ڈالنا اور اُنکی بیع سے منع کرنا واجب ہے اور یہی حال چاندی سونے کے برتنون کا ہے اسی طرح حریر کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیان مین اور کپڑون سے ہماری یہ غرض ہے جو مردون کے ہون یا شہر کی عادت معلوم ہو کہ اُنکو مرد ہی پہنتے ہین تو یہ سب منکر اور محظور ہین اسی طرح جو اس بات کا عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دُھلا کر بیچتا ہو اور شوب کے باعث لوگون کو اُنکا پرانا ہونا معلوم نہ ہو اور وہ یہی کہے کہ یہ نئے ہین تو یہ فعل بھی حرام ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے ایسے ہی پھٹے کپڑون کو رفو کرکے بیچنا غرضکہ جن معاملات مین دھوکا ہوتا ہو ان سب کا کرنا ایسا ہی ہے انکا شمار کرنا طول چاہتا ہے باقی کو انھین پر قیاس کرلینا چاہیے جتنے ہم نے لکھدیے ہین۔ **راستون کے منکرات** جن کی عادت پڑی ہوئی ہے یہ ہین کہ مکانات کے متصل کھمبے بناکر چبوترہ بنانا اور پیڑ لگانا اور چھجے برآمدے اور سائبان نکالنے اور لکڑیان گاڑنی اور غلو نکی ڈھیکیان لگانی اور بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستون مین ڈالدینے یہ سب بُری باتین منکر ہین اگر اُنسے راستہ تنگ ہوتا ہو یا گذرنیوالون کے ٹکر لگتی ہو اور اگر راہ اتنی فراخ ہو کہ کسی طرح کا ضرر نہ ہوتا ہو تو منع نہ کرنا چاہیے ہان لکڑیون اور گٹھون کا راستہ مین اسقدر ڈالنا درست ہے کہ گھر مین اُن کو اٹھا کر لیجائے کیونکہ اس حاجت مین سب لوگ شریک ہین ہر ایک کو اسکی ضرورت پڑتی ہے اس سے منع کرنا ممکن نہین۔ اسی طرح جانورون کا راہ مین ایسی طرح باندھنا کہ راہ تنگ ہوجائے اور چلنے والون پر اُنکے بول و براز کی چھینٹین پڑین منکر ہے اُس سے منع کرنا واجب ہے لیکن صرف اُترنے اور سوار ہونے کی مقدار جانورون کا راہ مین رہنا حاجت کیلیے درست ہے اور چونکہ راستون سے منفعت ہر شخص لے سکتا ہے اور کوئی اُن کو خاص اپنے نفع کے لیے نہین کرسکتا اسی لیے ان مین مقدار حاجت کا لحاظ رہتا ہے اور حاجت بھی وہ دیکھی جاتی ہے جس کے لیے عادۃً راستے مقصود ہوتے ہین سب حاجتون کا لحاظ نہین کیا جاتا۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ جانور پر کانٹے لادکر راستہ مین ایسی طرح ہانکین کہ لوگونکے کپڑے پھاڑین یہ اُسوقت مین منکر ہے کہ کانٹونکو باکر ایسی طرح بھی باندھ سکتے ہون کہ اُس سے کسیکا ضرر نہو یا کسی اور فراخ راہ سے نکل جانا ہو سکتا ہے اور اگر یہ دونون صورتین نہ ہون تو پھر منع کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ شہر والونکو اسکی بھی حاجت ہوتی ہے ہان کانٹونکو راستہ پر پڑا رہنے دینا نہ چاہیے صرف اتنی ہی دیر پڑے رہین کہ اُنکو اُٹھا کر گھر مین لیجائے۔ اسیطرح جانورون پر اُنکی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا منکر ہے مالکونکو اُس سے منع کرنا واجب ہے۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ قصائی اپنی دکان کے سامنے جانور ذبح کرے اور سڑک کو

خون سے آلودہ کرے اُس کو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے بلکہ اُسکو یون مناسب ہو کہ اپنی دوکان کے اندر ذبح کرنے کا مقام بنالے کیونکہ راہ مین ذبح کرنے سے ایک تو راستہ تنگ ہوگا دوسرے لوگون کو نجاست کی چھینٹون اور راستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا۔ اور ایک یہ ہو کہ کوڑا راہ مین ڈالدے یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ مین چھینکا دے یا پانی اتنا چھڑکے کہ لوگون کے پاؤن پھسلنے کا ڈر ہو یہ سب منکر ہین۔ اور ایک یہ ہو کہ تنگ راہ مین پرنالا ڈالنا کہ اس سے کپڑے نجس ہوتے ہین یا راستہ تنگ ہوتا ہو اور اگر راستہ اتنا فراخ ہو کہ اُسمین یہ دونون احتمال نہ ہون تو منع کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ ممکن ہو کہ پرنالے سے بچکر آدمی نکلجائے لیکن مینھ کا پانی اور کیچڑ اور برف راستہ مین ڈالنا اور اُسکو صاف نکرنا منکر ہو مگر کسی شخص معین سے مخصوص نہین بجز برف کے کہ اُسکو ایک ہی ڈالیگا تو جو پانی راستہ مین ایک موری معین سے نکلکر جمع ہوگیا ہو یا کسی شخص نے برف ڈالدیا ہو تو راستہ کا صاف کرنا اُسی کے ذمہ ہو اور اگر مینھ کا پانی یا سب ہی رودون کا ہو تو یہ حسبت حاکمون کے ذمہ ہو کہ لوگون سے کہکر اُسکو صاف کرادین رعیت والونکو صرف وعظ و نصیحت البتہ جائز ہو۔ اور ایک منکر یہ ہو کہ دروازہ پر کتا ایسا بٹھلاوے جو لوگون کو کاٹے تو اس سے اُسکو منع کرنا واجب ہو اور اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دیتا ہو صرف راستہ پلید رکھتا ہو اور اُسکی پلیدی سے بچکر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جاے اور اگر کتا ہاتھ پاؤن پھیلاکر ایسی طرح راستہ مین بیٹھتا یا لیٹتا ہو کہ اُس سے راستہ تنگ ہوتا ہو تو اس کو منع کرنا چاہیے بلکہ وہ خود اگر راستہ مین سورہے یا ایسی طرح بیٹھے کہ راستہ تنگ ہو تو خود اُسکو منع کرسکتے ہین پس کتے کو بٹھلانے سے تو بطریق اولی منع کرنا چاہیے۔

حماموں کے منکرات - یہ ہین کہ حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویرین بناتے ہین اُنکا دور کرنا واجب ہو اُس شخص پر جو حمام مین جائے اور دور کرنے پر قادر ہو پس اگر تصویرین اونچی جگہ مین ہون جہان اُسکا ہاتھ نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اُس حمام مین بدون ضرورت شدید کے جانا ہی نہین چاہیے دوسرے حمام مین چلا جائے اسلیے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہین اور تصویر کے بگاڑنے مین اتنا کافی ہو کہ اُسکو بدشکل کردے اور چہرہ بگاڑدے ساری کا بگاڑنا ضرور نہین اور جاندار کی تصویرون کے سوا اگر درختون اور گل بوٹون کے نقوش ہون تو اُنسے منع نہ کرے اور ایک منکر برہنگی کا کھولنا اور اُسکو دیکھنا ہو ازانجملہ یہ ہو کہ حمامی ران اور زیرناف کو کھول کر میل دور کرتا ہو بلکہ تہمد کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہے اور یہ اسوجہ سے منکر ہو کہ دوسرے کی برہنگی کو چھونا حرام ہو جیسے اُسکا دیکھنا حرام ہو اور ازانجملہ ملنے والے کے سامنے پٹ لیٹنا ہو تاکہ وہ ران اور سرین دابے تو یہ امر مکروہ ہو گو حائل کے ساتھ ہو مگر حرام اُسوقت ہوگا کہ اس حرکت سے خوف شہوت ہو۔ اور یہی حال ذمی پچھنے لگانے والی کے سامنے برہنگی کھولنے کا ہو کیونکہ مسلمان عورت کو جائز نہین کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام مین کھولے تو مردون کو کیسے برہنگی کا کھولنا درست ہوگا۔ اور ایک منکر یہ ہو کہ ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے پانی مین ڈبوتے اور لنگی اور ناپاک طشت کو حوض مین دھونا جسکا پانی تھوڑا ہوتا ہو کہ یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہو مگر امام مالک کے مذہب مین پانی ناپاک نہین ہوتا تو اگر حمام مین کوئی مالکی ہو تو اس کو منع کرنا نہ چاہیے اور حنفی اور شافعی ایسا کرین تو اُنکو منع کرنا جائز ہو اور اگر حمام مین شافعی اور مالکی جمع ہون تو شافعی کو مالکی کا منع کرنا اس حرکت سے نہ چاہیے ہان نرمی اور التماس کی طرح پر اُس سے یہ کہے کہ ہم کو اول ہاتھ دھوکر پانی مین ڈبونا ہوتا ہو اور تم کو اس کی حاجت نہین اور نہ اس کی ضرورت ہو کہ خواہ مخواہ آپ ہم کو ایذا دین اور ہماری طہارت کے مخل ہون اگر آپ اتنے عرصہ کے لیے ہمارے طور پر سکار بند ہون تو آپ کا کچھ نقصان نہین اور ہمارا فائدہ ہو یا کوئی اور تقریر ایسی ہی کرے جسمین مالکی راضی ہو کر پانی کو ناپاک

کرے ورنہ مختلف فیہ مسائل مین حسبت دباؤ سے نہین ہوسکتی۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ حمام کے درجون کی راہ مین یا پانی آنے کے راستہ مین ایک پتھر
چکنا پھسلتا لگا رہتا ہے کہ ناواقف اُسپر سے پھسلا کرتے ہین تو اُسکا اُکھاڑنا اور دور کر دینا واجب ہے اور اگر حمامی اُس سے غفلت کرے تو اُسکو
منع کرنا چاہیے کیونکہ اُس سے گرنے کی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے مقام سے سرک جائے اسلیے اسکا
دور کر دینا ضروری ہے۔ اسی طرح بیری کے پتون اور صابن کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اسکو چھوڑ کر نکل آئے اور پھر کوئی شخص
پھسلکر گر پڑے اور اُسکا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہ ہو کہ معلوم نہ ہوتی ہو اور اس سے بچنا دشوار ہو تو تاوان مین اختلاف ہے
کہ اُس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی پر جسکا حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پہلے روز تو چھوڑنے والے پر ہے
اور دوسرے روز حمامی پر ہو کیونکہ عادت یون ہے کہ حمامی حمام کو ہر روز صاف کر دیا کرتے ہین اور اگر دستور حمام کی صفائی مین اور کچھ ہو تو اُسی کا اعتبار
کیا جائیگا اور حمام مین اور امور بھی مکروہ ہین جنکو ہمنے باب الطہارۃ مین ذکر کیا طول کی جہت سے یہان نہین لکھے جس کو منظور ہو وہان دیکھ لے

ضیافت کے منکرات یہ ہین کہ مردون کے لیے حریر کا فرش حرام ہے اسی طرح بخور سلگانا چاندی اور سونے کی انگیٹھیون مین یا پانی پینا
اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلا کے برتنون مین یا اُن مین جنکے سر زر و سیم کے ہون سب منکر ہین اور ایک منکر یہ ہے کہ پردے یا تصویرات لٹکائے جاوین
اور ایک یہ ہے کہ ستار کے باجے بجتے ہون یا رنڈیان گاتی ہون۔ اور ایک یہ ہے کہ عورتین چھتون پر مردون کے دیکھنے کو جمع ہون اور مردون مین
وہ جوان بھی ہون جنسے فتنون کا خوف ہو تو یہ سب باتین ممنوع اور منکر ہین انکا دور کرنا واجب ہے اور جو کوئی دور کرنے سے عاجز ہو اُسکو وہان
بیٹھنا جائز نہین باہر نکل آنا لازم ہے اسلیے کہ منکرات دیکھنے کیلیے بیٹھنے کی اجازت نہین اور جو تصویرین کہ تکیون اور بچھی ہوئی مسند و فرش پر ہون وہ
منکر نہین اور ایسا ہی جو رکابی پیالون پر ہون اور جو برتن کہ بصورت جانور بنائے گئے ہون جیسے بعض انگیٹھیون کے سرے پرندون کی صورت
کے ہوتے ہین تو وہ حرام ہین بمقدار صورت کا اس برتن سے توڑ دینا واجب ہے اور چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اسمین اختلاف ہے امام
احمد حنبل رح ضیافت مین سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھکر باہر چلے گئے تھے۔ اور جب کھانا حرام ہو یا جگہ مغصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ صورتین
سخت منکر ہین۔ اور اگر ضیافت مین ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت مین نہ جانا چاہیے اسلیے کہ شراب کی مجلسون مین
جانا حلال نہین گو خود نہ پیوے اور حالت فسق مین فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہین اختلاف ہے تو اس مین ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد
بھی اُسکے پاس بیٹھنا جائز ہے یا نہین یا اُس سے بغض فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہے یا نہین چنانچہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ
کے باب مین ہم اس اختلاف کو ذکر کر چکے ہین۔ اسی طرح اگر ضیافت کے مجمع مین کوئی شخص حریر پوش یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہے
بدون ضرورت اُسکے پاس بیٹھنا جائز نہین اور اگر ریشمی کپڑا کوئی نابالغ لڑکا پہنے ہو تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ امر منکر ہے اُسکو
اُسکے بدن سے اُتار دینا واجب ہے بشرطیکہ تمیزدار ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہذان حرامان علی ذکور امتی (ح) عام ہے اسمین کچھ
بالغ کی قید نہین علاوہ ازین لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے تو وہ اس نظر سے نہین کہ لڑکا بالغ ہے بلکہ وجہ منع کی یہ ہے کہ
شراب کا عادی نہ ہو ورنہ بالغ ہوکر شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا اسی طرح اگر حریر اس عمر مین پہنیگا تو گویا فساد کا بیج اُسکے سینہ مین بو دیا
جائیگا اور اس سے شہوت کا درخت اُسکے سینہ مین جم جائیگا کہ پھر اُسکا قلع و قمع کرنا دشوار ہوگا اسی لیے اُسکو عادت ریشمی کی ڈالنی نہ چاہیے

ح یہ دونون حرام ہین میری امت کے مردون پر رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ بروایت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چاہیے تاکہ عادی ہونے سے اشتیاق نہ بڑھے لیکن جو لڑکا تمیز نہ رکھتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑا پہنے ہو تو وجہ حرمت کی اسکے حق میں ضعیف ہے کہ ابھی وہ
کوچہ اشتیاق سے بیخبر ہے مگر احتمال حرمت عموم حدیث کا ابھی بھی ہے واللہ اعلم۔ اور دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے کا سا ہے ہاں سونے اور حریر سے
عورتوں کو زینت کرنی بدون اسراف کے درست ہے اور ہمارے نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے بالیاں پہننے کیلیے جائز نہیں اسلیے کہ ایسا
میں زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہے اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہے تو بدون حاجت ضروری کے جائز نہوگا جیسے فصد کھولنا اور پچھنے لگانے
اور ختنہ کرنا کہ بدون ضرورت نہیں ہوتے اور بالیوں کی زینت کچھ بہت ضروری نہیں بلکہ بندے اگر باندھ کر کان میں اوپر سے لٹکا دیے جائیں
کان کی زینت کو کافی ہیں اور دوسرے زیور مثل چھنی یا جھیل یا کنگن کیا تھوڑے ہیں جو بالیوں کی حاجت ہو تو بالیوں کے لیے کان چھیدنا اگرچہ
عادت ہو رہی ہے مگر حرام ہے اور اس سے منع کرنا واجب ہے اور اسپر اجرت لینی درست نہیں بلکہ اجرت مذکور حرام ہے ہاں اگر کان چھیدنے کی
اجازت شریعت سے منقول ہو تو مضائقہ نہیں اور ہم کو اس باب میں کوئی رخصت ابتک نہیں پہونچی۔ اور ایک منکر ضیافت میں یہ ہے کہ
اس مجمع میں کوئی بدعتی اپنی بدعت کے باب میں تقریر کرتا ہو تو وہاں ایسے شخص کو جانا جائز ہے جو اسکے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ
سے جائے اور اگر جواب دینے پر قادر نہو اور بدعتی بھی اپنی بدعت کے باب میں گفتگو نہ کرے تو اسطرح جانا جائز ہے کہ بدعتی سے نفرت اور
اعراض ظاہر کرے جیسا کہ ہم نے بغض فی اللہ میں لکھا ہے۔ اور اگر ضیافت میں کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیاں اور عجائبات کہکر ہنسایا کرتا ہو تو اگر
ہنسی کی باتوں میں وہ فحش بکتا ہو اور گالیاں اور جھوٹ کہتا ہو تو اس مجلس میں جانا جائز نہیں اور اگر جائے تو اسکو اس قسم کی باتوں سے
منع کرے اور اگر اسکی باتیں ہنسی کی ہوں مگر انمیں جھوٹ اور فحش نہ ہو تو انکا سننا مباح ہے بشرطیکہ کبھی کبھی کمتر ہو اور اسکو اپنا پیشہ یا عادت
بنالینا مباح نہیں اور جس جھوٹ میں جھوٹ ہونا ظاہر ہو اور اس سے غرض دغابازی اور دھوکا دینا نہ ہو تو وہ منکرات میں داخل نہیں جیسے
کوئی یوں کہے کہ آج میں نے تم کو سو دفعہ تلاش کیا یا تم سے ہزار دفعہ یوں کہدیا ہے اور اسطرح کے جملے جنسے حقیقی معنی مقصود نہوں تو ایسے
جملے آدمی کی عدالت کے مخل نہیں ہوتے اور نہ انسے شہادت نامقبول ہو اور باب آفات زبان جلد سوم میں تعریف مباح ہنسی اور مباح
جھوٹ کی عنقریب مذکور ہوگی۔ اور ضیافت کا منکر ایک یہ ہے کہ کھانے میں اسراف کیا جائے اور یہی حال عمارت اور مال میں اسراف
کرنے کا ہے بلکہ مال میں اسراف کے سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہے کہ ضائع کرنا اسی کو کہتے ہیں کہ مال کو بدون کسی فائدہ معتدبہ کے کھو دے مثلاً
کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا میں پھینک دینا اور یہی حال ہے نوحہ کرنے والے اور مغنی کو دینے کا اور دوسرے منکرات
میں صرف کرنیکا اسلیے کہ یہ خود شرعاً حرام ہیں تو گویا معدوم ہی ہیں باقی رہا اسراف تو یہ لفظ عام ہے کبھی تو نوحہ کرنیوالے اور مغنی اور
دوسری خرابیوں میں صرف کرنے کو اسراف کہتے ہیں اور کبھی مباحات میں مال لگانے کو اسراف بولتے ہیں بشرطیکہ صرف مبالغہ کے ساتھ
ہو اور مبالغہ کا حکم لوگوں کے حال کی نظر سے جدا جدا ہے بعض صورتوں میں منع اسراف سے واجب ہوگا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص
کے پاس سو روپیہ ہیں اور عیال و اطفال رکھتا ہے اور کوئی معیشت ان روپیوں کے سوا انکے لیے نہیں پس اگر وہ شخص ان روپیوں کا
ولیمہ میں اٹھا ڈالے تو وہ مسرف اور فضول خرچ ہے اسکو اس حرکت سے منع کرنا واجب ہے اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تبسطہا کل البسط فتقعد
ملوما محسورا یہ آیت مدینہ منورہ میں اس شخص کے باب میں اتری جس نے اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا

اور جب اُنھون نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دیگا اور نیز دوسری آیت مین ارشاد ہر ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین اور
اسی طرح فرمایا ہر والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما تو جو شخص ایسا اسراف کرے اسکو منع کرنا چاہیے اور قاضی کو
واجب ہر کہ اس شخص کو مال مین تصرف کرنے سے روک دے ہان اگر آدمی تنہا ہو اور توکل مین نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اُس کو
جائز ہی کہ اپنا سب مال امور خیر مین اُٹھا ڈالے اور جو شخص عیال دار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اُس کو جائز نہین کہ اپنا سب مال خرچ
کر دے اسی طرح اگر کوئی اپنا بالکل مال دیوارون کی گلکاری اور عمارت کی زینت مین خرچ کر دے تو یہ خرچ بھی اسراف حرام ہر لیکن
جسکے پاس مال بہت ہر اُسکو گلکاری اور آرایش حرام نہین اسلیے کہ آرایش بھی ایک غرض صحیح ہر اور ہمیشہ سے مسجدون کی چھت اور
دروازون پر نقش و نگار رہتے آتے ہین باوجودیکہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ بجز زینت کے نہین پس اسی طرح
مکانات کے نقش و نگار کا حکم سمجھنا چاہیے اور کپڑون اور کھانون کے تجمل مین بھی یہی حکم ہر کہ وہ بذات خود مباح ہر مگر کم مایہ آدمی کے
حق مین اسراف ہو جاتا ہی اور اہل دولت کے حق مین مباح اور اس طرح کے منکرات بیشمار ہین جنکا حصر ممکن نہین تو انھین پر محفلون
اور دعوتون کے مجمعون اور سلاطین کے دربارون اور علما کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہون اور بازارون کی سراؤن کو قیاس کر لو کہ انھین
سے کوئی ایسی جگہ نہین جہان منکر مکروہ یا ممنوع نہو اور چونکہ سب منکرات کی تفصیل اس بات کو چاہتی ہر کہ شرع کی تفصیل تمام اصول و فروع
کی کیجائے اسی لیے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہین کہ زیادہ طول نہو منکرات عامہ واضح ہو کہ اسوقت مین جو شخص اپنے گھر مین بیٹھا ہوا ہی کہین ہو وہ بھی
اس لحاظ سے منکر سے خالی نہین کہ لوگون کو بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلو تہی کرتا ہی کیونکہ اکثر لوگ شہر والے نماز کی شروط سے ناواقف
ہین گاؤن اور جنگل مین تو کیسے نہونگے اور اُنھین ناواقفون مین سے اعراب اور کرد اور ترکمان اور دوسرے لوگ ہین اور یہ واجب ہر کہ شہر کے
ہر محلہ اور مسجد مین ایک عالم ہو کہ لوگون کو دین کی باتین سکھائے اور اسی طرح ہر گاؤن مین ایک عالم کا ہونا واجب ہر اور جو عالم کہ اپنے فرض عین
سے فارغ ہو چکا ہی اور فرض کفایہ کی اسکو فرصت حاصل ہی اُسپر واجب ہر کہ جو لوگ اُسکے شہر کے گرد و نواح مین رہتے ہون اُنکے پاس جائے اور انکو
دین کی باتین اور شریعت کی غرض سکھائے اور اپنا زادہ ساتھ لیجائے اُسی مین سے کھائے اُن ناواقفون کے کھانے نہ کھائے کہ وہ اکثر مغصوب
ہوتے ہین اور گرد و نواح کے آدمیون کو اگر ایک سکھانیوالا بھی چلا جائیگا تو باقی علما کے ذمہ سے حرج ساقط ہو جائیگا ورنہ سبکے ذمہ وبال ہوگا
عالم کے ذمہ تو اسلیے کہ اُس نے باہر نکلکر اُنکو تعلیم نہ کی اور ناواقفون پر اسلیے کہ اُنھون نے سیکھنے مین قصور کیا اور جو عامی شخص نماز کی شرطین جان جائے اُسپر
واجب ہر کہ دوسرے کو سکھائے ورنہ گناہ مین وہ بھی شریک رہیگا اور یہ تو ظاہر ہر کہ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے شریعت کا عالم نہین پیدا ہوتا بلکہ علم والے دوسری
احکام شریعت کا پہونچا دینا واجب ہوتا ہر تو جسکو ایک مسئلہ بھی آ جائیگا وہ بھی اُسکا عالم کہلائیگا اور آپ بھی شک نہین کہ علما پر گناہ زیادہ ہوگا
اسلیے کہ اُنکو طاقت سکھانے اور بتانے کی زیادہ ہر اور بتلانا علماہی پر پھبتا ہر کیونکہ اہل حرفہ اگر اپنے حرفون کو چھوڑ کر اس کام مین مصروف
ہون تو معیشت کا کارخانہ بیکار ہو جائے اُنھون نے تو وہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہر جسکی ضرورت خلق کی بہتری مین ہی اور عالم کی شان اور
اُسکا پیشہ یہی ہر کہ جو کچھ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہی وہ دوسرون کو پہونچا دے کیونکہ علما ہی وارث انبیا ہین اور کسی شخص کو اپنے
گھر مین اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد مین نہ آنا جائز نہین کہ لوگ نماز بھی طرح نہین پڑھتے بلکہ جب اسکو یہ حال معلوم ہو تو اُسپر باہر نکلنا سکھانا

اور منع کرنے کیلیے واجب ہی۔ اسیطرح جس شخص کو یقین ہو کہ بازار مین کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین مین ہوتا ہی اور وہ اُسکے دور کرنے پر قادر ہو تو اُسکو جائز نہین کہ گھر مین بیٹھ رہے اور اس منکر کو دور نہ کرے بلکہ اسکو نکلنا لازم ہی اور اگر سب منکر کو دور نہین کرسکتا مگر بعض کو دور کرسکتا ہی اور اگر منکر کے دیکھنے سے محترز ہی تب بھی اُسکو نکلنا لازم ہی اسلیے کہ جب نکلنا اسوجہ سے ہوگا کہ جتنی بُرائی کو دور کرسکتا ہی اسقدر کو دور کردے تو جسکو دور نہین کرسکتا اُسکے دیکھنے سے کچھ ضرر نہین دیکھنا مضر اُس صورت مین ہوتا ہی کہ بدون کسی غرض صحیح کے دیکھے۔ حاصل یہ کہ ہر مسلمان کو ضرور ہی کہ اول اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنے سے کرے پھر اپنی اصلاح کے بعد گھر والونکو یہ باتین تعلیم کرے اور اُنسے فارغ ہونے کے بعد ہمسایون کو پھر محلہ والونکو پھر شہر والون کو پھر شہر کے گرد و نواح والونکو پھر جنگلیون کو اور اسیطرح دنیا کی انتہا تک پھر اگر اس کام کو پاس کے لوگ بجا لائین گے تو دور والونپر سے تعلیم ساقط ہو جائیگی ورنہ جنکو تعلیم پر قدرت ہوگی سب گناہگار ہون گے خواہ قریب کے ہون یا بعید کے اور جبتک روے زمین پر بالفرض ایک شخص بھی جاہل کسی دینی فرض سے رہیگا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جاکر اسکو سکھلاوے یا دوسرے کے ذریعہ سے واقف کرادے تب تک یہ حرج ساقط نہوگا اور یہ کام نہایت ضروری ہی اس شخص کے حق مین جسکو دین کی فکر ہو اور تمام اپنی اوقات اُن تفریعات عجیبہ اور دقائق علوم کے تعمق مین مصروف کر رکھے ہون جو فرض کفایہ ہین اور اس کام سے بڑھکر یا تو فرض عین ہی یا اور کوئی فرض کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو

چوتھی فصل

امرا اور سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کے بیان مین ہم نے اول امر بالمعروف کے درجات بیان کردیے ہین کہ سب سے اول آگاہ کرنا ہی پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زد و کوب اور سزا سے حق بات کا پابند کرنا اُن مراتب مین سے بادشاہون کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہین یعنی آگاہ کرنا اور نصیحت اور چوتھا مرتبہ یعنی زبردستی منع کرنا رعیت کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہین اسلیے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہوگا نیکی برباد گناہ لازم آویگا باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنی درشت کلامی جیسے سلطان کو یون کہنا کہ او ظالم یا او وہ شخص کہ خدا تعالیٰ سے نہین ڈرتا یا اور اسی قسم کے الفاظ تو اُنسے اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگونکو اسکا ضرر پہونچے تب تو ایسا کہنا جائز نہین اور اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اسکا ضرر ہو تب جائز بلکہ مستحب ہی کیونکہ اکابر سلف کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ مین ڈالتے تھے اور انکار ظاہر طور پر کرتے تھے اس کی پروا نتھی کہ جان جائیگی اور طرح طرح کے مصائب اور عذاب احتساب کے لیے سہتے تھے اس لحاظ سے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اگر احتساب مین مارے جائینگے تو شہید ہونگے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خیر الشہداء حمزة بن عبد المطلب ثم رجل قام الی امام فامرہ ونہاہ فی ذات اللہ تعالیٰ فقتلہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا افضل الجہاد کلمة الحق عند سلطان جائر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضہ کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ شجاع لوہے کی سری ہی اللہ تعالیٰ کے باب مین اُسکو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہین کرتی حق گوئی نے اُسکا یہ حال کردیا ہی کہ اُسکا کوئی دوست نہین جیسے ہندی کی مثل ہی سچی بات کہیرا کے سب کے من سے اترا رہے) اور جب دین مین پختہ لوگون نے معلوم کیا کہ کلام مین سے بہتر وہ کلمہ حق ہی جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جاوے اور یہ کہ اگر کہنے والا اس حق گوئی کے عوض مین مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسے حدیث مین وارد ہی تو اُنھون نے اس امر پر جرأت کی اور اپنی موت دلمین ٹھان لی اور طرح طرح کے عذاب اٹھائے اور رضاے آلہی کیلیے اُنپر صبر کیا اور اپنی جان نثار کی کہ ثواب کو اللہ تعالیٰ سے طالب ہوئے اور

سلاطین کو نصیحت کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کرنے کا طور وہ ہے جو سلف کے علما سے منقول ہے اور باب الحلال والحرام مین سلاطین کے یہان
جانے کے بیان مین کسی قدر ہم لکھ آئے ہین اب یہان اُن حکایات پر اکتفا کرتے ہین جنسے وعظ کی صورت اور سلاطین و امرا پر انکار کرنے
کی کیفیت معلوم ہو۔ ان حکایات مین سے ایک حضرت صدیق اکبر رضہ کا منع فرمانا ہے اکابر قریش کو جب اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ایذا کا قصد کیا اور اس حکایت کو عروہ رضہ نے یون بیان کیا ہے کہ مین نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہا کہ قریش کے لوگ جو آنحضرت صلعم کے
ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے انمین آپ کو جو تکلیفین اُنھون نے دی ہین انمین سب سے زیادہ تمنے کونسی دیکھی ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین قریش
کے پاس ایک روز گیا اور وہ حطیم کعبہ مین جمع تھے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جتنا صبر ہم نے اس شخص سے
کیا ایسا کبھی نہین دیکھا کہ ہمارے عاقلون کو اُسنے بیوقوف کہا اور بزرگون کو گالیان دین اور ہمارے دین کو بُرا کہا اور جماعت کو ابتر کر دیا
اور ہمارے معبودون کو سخت سُست سُنایا ہم نے بڑی بڑی باتون پر صبر کیا یا اور کچھ اُنھون نے ذکر کیا وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ اتنے مین
اُنکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلے آئے یہانتک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اُن کے
پاس کو گذرے جب آپ اُنکے پاس ہوئے تو اُنھون نے کچھ آوازہ پھینکا کہ اُسکا اثر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک مین
پایا پھر آپ طواف کرتے رہے جب دوسرے پھیرے مین اُنپر گذرے تو پھر قریش نے ویسا ہی کلمہ کہا اور مین نے آپ کے چہرۂ مبارک
مین اُسکا اثر پایا پھر آپ چلے گئے اور تیسرے پھیرے مین اُنکے پاس کو نکلے تو پھر اُنھون نے ویسا ہی آوازہ پھینکا یہانتک کہ آپ کھڑے
ہوگئے اور فرمایا کہ سنتے ہو ای گروہ قریش قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے مین تمھارے پاس ذبح لایا ہون (ذبح) ہونا تم کو اس
کیطرح ناگوار ہے یہ سنکر سب نے گردنین نیچی کر لین اور ایسے چپ ہوئے گویا ہر شخص کے سر پر کوئی پرند بیٹھا ہے اور اس کلمہ نے وہ اثر کیا کہ جو شخص زیادہ
ترغیب آپکی ایذا پر دیتا تھا وہ بھی جو لفظ کہ بہتر سے بہتر اُسکو ملا اُس سے آپکی تسکین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ ای ابو القاسم آپ بخیر تشریف لے جائیے
کہ بخدا آپ نادان نہین غرضکہ آپ تشریف لیگئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر حطیم مین جمع ہوئے اور مین انکے ساتھ تھا اور آپس مین کہنے لگے
کہ تم کو یاد ہے جو کچھ تم سے اُس شخص کو پہونچا اور جو اُس سے تم کو یہانتک کہ جب علانیہ تم سے وہ باتین کہین جو تم برا جانتے تھے تمنے اسکو چھوڑ دیا
وہ اسی ذکر مین تھے کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے پس سب نے آپ پر یکبارگی جست کی اور چارون طرف سے آپ کو
گھیر لیا اور کہا کہ تم ہی ایسا کہتے ہو تم ہی ایسا فرماتے ہو وہ باتین نقل کرتے تھے جنکو اپنے معبودون اور دین کی بُرائی مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف سے سنا تھا آپ اُنکا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہان مین ہی ایسا کہتا ہون پھر تو مین نے دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپکی
تمام چادر پکڑ کر گھسیٹا اور حضرت صدیق اکبر رضہ آپکے پیچھے کھڑے روتے تھے اور کہتے تھے کہ خرابی ہو تمھاری کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو
اسپر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پس قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور مین نے نہین دیکھا کہ قریش نے اس سے زیادہ تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو کبھی پہنچائی ہو اور ایک دوسری روایت مین حضرت ابن عمر رضہ سے اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ مین تھے کہ اتنے مین عقبہ بن ابی معیط
آیا اور اُسنے شانہ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کے گلے مین ڈال کر زور سے گلا گھونٹا اسپر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
تشریف لائے اور اُنھون نے اُسکا شانہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ہٹایا اور فرمایا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات

من بکلم - اور مروی ہی کہ حضرت معاویہ رضہ نے مسلمانون کی عطایا کو روک لیا تھا ایک دن وہ خطبہ پڑھتے تھے کہ ابو مسلم خولانی اُن کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا ای معاویہ یہ مال جو تم نے روکا ہی نہ تو تمھاری محنت کا ہی نہ تمھارے باپ کی محنت کا نہ تمھاری ماں کی محنت کا حضرت معاویہ رضہ کو غصہ آیا اور منبر پر سے اُتر کر اُنکی آنکھون سے غائب ہو گئے اور کہہ گئے کہ ایسے ہی بیٹھے رہو ایک ساعت کے بعد آپ نہا کر نکلے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے مجھسے ایسی بات کی کہ جس سے مجھکو غصہ آگیا اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہی اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہی اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہی تو جب تم مین سے کوئی غصہ ہو تو غسل کر ڈالے اور مین اندر جا کر نہا آیا اور اب کہتا ہون کہ ابو مسلم نے درست کہا کہ وہ مال نہ میری محنت کا ہی نہ میرے باپ کی مشقت کا سو آؤ اور اپنی عطایا لیجاؤ - اور ضبۃ بن محصن عنزی کہتے ہین کہ بصرہ مین ہمارے حاکم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ تھے اُنکا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر حضرت عمر فاروق رضہ کے لیے دعا کرتے مجھکو اُنکا یہ فعل بُرا معلوم ہوا مین کھڑا ہو گیا اور اُنسے کہا کہ تم کو خلیفۂ اول کا خیال نہین تم حضرت فاروق رضہ کو اُنپر فضیلت دیتے ہو اُنھون نے چند جمعہ ایسا کیا پھر حضرت عمر رضہ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبۃ بن محصن ہمارا خطبہ مین میرا مزاحم ہوتا ہی حضرت فاروق رضہ نے اُنکو لکھا کہ اُسکو ہمارے پاس بھیجدو اُنھون نے مجھکو آپ کے پاس روانہ کیا جب مدینۂ منورہ مین پہونچا تو آپ کے دروازہ پر دستک دی آپ باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو کون ہی مین نے کہا کہ ضبۃ بن محصن عنزی ہون آپ نے مجھکو فرمایا کہ نہ مرحبا ہی نہ اہل مین نے عرض کیا کہ مرحبا تو خدا کی طرف سے ہی اور اہل کا حال یہ ہی کہ مین اہل اور مال دونون نہین رکھتا مگر یہ فرمایئے کہ آپ نے جو مجھکو میرے شہر سے بدون کسی خطا یا تقصیر کے بلا لیا یہ کس وجہ سے آپنے جائز سمجھا آپ نے فرمایا کہ تجھ مین اور ہمارے عامل مین کیا جھگڑا ہی مین نے کہا اُسکا حال مین اب آپ سے کہے دیتا ہون کہ اُنکا دستور یہ تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کرکے درود پڑھتے پھر آپ کے لیے دعا مانگنے لگتے مجھکو اُنکی اس حرکت پر غصہ آیا مین سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمکو صدیق اکبر رضہ کا دھیان نہین کہ حضرت عمر رضہ کو فضیلت دیتے ہو اُنھون نے کئی جمعہ ایسا ہی کیا پھر آپ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی حضرت عمر فاروق رضہ یہ حال سنکر بے اختیار رونے لگے اور کہتے تھے کہ بخدا تو ہمارے عامل کی بہ نسبت زیادہ توفیق یافتہ اور راہ یاب ہی پھر فرمایا کہ بھلا تو میرا قصور معاف کر دیگا خدا تعالیٰ تیرا قصور معاف کرے مین نے عرض کیا کہ تم کو خدا تعالیٰ معاف کرے یا امیر المومنین پھر آپ بے اختیار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بخدا ابو بکر صدیق رضہ کا ایک روز و شب عمر رضہ اور آل عمر رضہ سے بہتر ہی کیا مین تجھسے اُس رات اور دن کو کہدون مین نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے فرمایا کہ صدیق رضہ کی رات تو وہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکون کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے وقت نکلے اور حضرت صدیق رضہ آپ کے ساتھ ہو لئے راہ مین کبھی تو آپ کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور گاہ داہنے اور گاہ بائین آنحضرت صلعم نے اُنکو فرمایا کہ ای ابو بکر رضہ یہ کیا بات ہی مین تو نہین جانتا کہ تم نے کبھی ایسا کیا ہو آپنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مین یاد کرتا ہون کہ کوئی گھات مین بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہون اور جو دوڑ کو خیال کرتا ہون تو پیچھے ہو جاتا ہون اور داہنے بائین بھی آپکی حفاظت کے لیے ہوتا ہون کہ مجھکو آپ کی طرف سے خوف لگا ہوا ہی غرضکہ رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پائے مبارک انگلیون کے بل چلے یہانتک کہ وہ گھس گئین جب حضرت صدیق رضہ نے آپ کی انگلیون کا یہ حال دیکھا تو آپکو اپنے شانہ پر بٹھلا کر دوڑے یہانتک کہ جبل ثور کے غار پر ہو کر

ح ۱ اسکو ابو نعیم نے حلیہ مین نقل کیا ہی اور اسکی سند مین ایک راوی ہی جسکو مین نہین جانتا ۱۲ ح ۳ اس تمام قصہ کو بیہقی نے دلائل النبوت مین نقل کیا ہی ... سند ضعیف ... [illegible]

آپ کو اُتارا اور عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ اسمین نہ جائیے جبتک مین نہ گھس لون کیونکہ اگر کوئی چیز اسمین ہو تو اُسکا ضرر مجکو ہو آپ کو نہ ہو یہ کہکر حضرت صدیق رض غار کے اندر گئے اور جب اُسمین کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھا کر اُسکے اندر لے گئے اور غار مین کچھ درارین تھین جسمین سانپ اور بچھو تھے حضرت صدیق رض نے اُسمین اپنا پانون دے دیا اس ڈر سے کہ کہین کوئی چیز اُسمین سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دے اُنکو ایک سانپ نے کاٹ لیا آپکے آنسو درد کے مارے دونون رخسارون پر جاری تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو ارشاد فرماتے تھے ای ابو بکر لا تحزن ان اللہ معنا یعنی غم مت کرو کہ اللہ تعالے ہمارے ساتھ ہی پھر اللہ تعالی نے حضرت صدیق رض کے لیے تسکین اُتاری یہ تو اُنکی رات کا حال ہے اور اُنکا دن وہ ہے جس روز کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو عرب کے لوگ مرتد ہوگئے اور بعضون نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھینگے مگر زکوۃ نہ دینگے حضرت صدیق رض نے اُن پر جہاد کا قصد کیا مین اُنکی خدمت مین گیا کہ حتے الوسع نصیحت کرونگا مین نے کہا کہ ای نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ لوگون کو یہ چاہیئے اور اُن کے ساتھ نرمی کیجیے آپ نے مجکو فرمایا کہ تعجب ہے کہ کفر مین تم اتنے سخت تھے اور اسلام مین اتنے ڈھیلے ہوگئے مین اُن کو کس وجہ سے پرچاؤن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رفیق اعلی ہوئے اور وحی اُٹھ گئی بخدا اگر لوگ مجکو ایک رسی سے بھی انکار کرینگے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو مین اُنسے جہاد کرونگا غرضکہ ہم نے اُنکے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بخدا وہ راہ یاب تھے اور اس باب مین اُنھین کی تجویز ٹھیک تھی یہ حضرت صدیق رض کے دن کا حال ہے پھر حضرت فاروق رض نے حضرت ابو موسی اشعری رض کو ملامت لکھ بھیجی کہ تم ایسا کیون کرتے ہو قصور تمھارا ہی ہے۔ اور اصمعی کہتے ہین کہ جن دنون عبد الملک بن مروان اپنی حکومت مین حج کو آیا تھا تو مکہ مین تخت پر بیٹھا اور گرد اُسکے ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوئے اُسوقت عطا بن ابی رباح اُسکے پاس تشریف لے گئے عبد الملک دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنکو اپنے پاس تخت پر بٹھلایا اور آپ اُنکے سامنے بیٹھکر عرض کیا کہ آپ نے کیون قدم رنجہ فرمایا اُنھون نے فرمایا کہ ای امیر المومنین خداے تعالے کے حرم اور اُس کے رسول کے حرم کے باب مین اللہ تعالے سے ڈرتے رہنا اور اُن کی آبادی کے خبرگیران رہنا اور مہاجرین اور انصار کی اولاد کے باب مین خوف خدا رکھنا کہ تم تخت پر اُنھین کی بدولت بیٹھے ہو اور جو لوگ مسلمانون مین سے دار الاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو تعین ہین اُنکے باب مین خوف خدا رکھنا اور مسلمانون کے معاملات کا جویا رہنا کہ اُنکی باز پرس خاص تم سے ہوگی اور جو لوگ تمھارے دروازہ پر آدین اُنکے باب مین اللہ تعالی سے ڈرنا کہ اُنکے حال سے غافل نہونا اور نہ اپنا دروازہ بند کرنا کہ وہ نہ آنے پائین خلیفہ نے عرض کیا کہ بہتر مین ایسا ہی کرونگا پھر آپ اُٹھے خلیفہ نے اُنکو پکڑ لیا اور کہا کہ ای ابو محمد یہ تو آپ نے دوسرون کے مطلب بیان کیے اُنکو ہم کہہ چکے کہ پورا کرینگے آپ اپنی حاجت فرمائیے کہ کیا ہے اُنھون نے فرمایا کہ مجکو مخلوق کی طرف کچھ حاجت نہین یہ کہکر آپ تشریف لیگئے عبد الملک نے کہا کہ شرف اسکو کہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ولید بن عبد الملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی شخص گذرے تو اُسکو میرے پاس بلا لانا کہ مجھ سے باتین کرے دربان دروازہ پر کھڑا ہوا کہ اتنے مین عطا بن ابی رباح اُدھر کو گذرے یہ اُنسے ناواقف تھا اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ امیر المومنین کے پاس چلو کہ اُنکا حکم ہے وہ خلیفہ کے پاس تشریف لائے اور اُسوقت حضرت عمر بن عبد العزیز بھی وہان موجود تھے جب عطا ولید سے

ابن عساکر نے بروایت ابن ابی... رضی اللہ تعالی عنہ اسکو نقل کیا ہے

قریب ہوئے تو فرمایا السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان پر بہت خفا ہوا کہ کمبخت مین نے تجھ سے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھ سے
قصے کہانی کہے تو ایسے شخص کو بلا لایا کہ اسکو یہ بھی خوش نہ آیا کہ جو نام اللہ تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اُس نام سے مجھکو پکارے دربان نے
کہا کہ انکے سوا اور کوئی میرے پاس نہین آیا پھر خلیفہ نے اُنکو فرمایا کہ بیٹھیے اور اُنکی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگا منجملہ اُن کے عطا رح نے
ایک روایت اُسکے سامنے یہ بیان کی کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ جہنم مین ایک وادی ہے جسکا نام ہبہب ہے اُسکو اللہ تعالی نے اُس حاکم کے لیے رکھا ہے
جو اپنے حکم مین ظلم کرے اس قول کو سنکر ولید نے ایک چیخ ماری اور یا تو دروازہ کی دہلی کے پاس بیٹھا تھا یا بیشت کے بل بیہوش ہو دیوانخانہ
کے بیچ مین گر پڑا حضرت عمر بن عبد العزیز نے عطا رح سے فرمایا کہ تم نے امیر المومنین کو مار ڈالا عطا رح نے آپکا ہاتھ پکڑکر خوب زور سے
دبایا اور کہا کہ اے عمر یہ حال واقعی ہے پھر عطا رح اُٹھکر چلے گئے حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ اُنکے ہاتھ دبا دینے کا اثر مجھکو کئی
برس رہا کہ میرا ہاتھ دُکھتا رہا۔ اور ابن ابی شمیلہ جو عقل و ادب مین موصوف و معروف تھے عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک
نے اُنسے کہا کہ کچھ فرمایئے اُنھون نے فرمایا کہ کیا کہون یہ تو تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہے وہ اُسپر وبال ہوتا ہے بجز اُس کلام کے جو اللہ تعالی کے
واسطے ہو عبد الملک رو پڑا پھر کہا کہ خدا تعالی تمپر رحم کرے لوگ تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے چلے آئے ہین اُنھون نے
کہا کہ یا امیر المومنین قیامت مین لوگ اُسکی تلخی کے گلے مین پھنسنے اور ہلاک کو معائنہ کرنے سے نجات نہ پاوینگے مگر وہ لوگ جنھون نے اپنے نفس کو
خفا کرکے اللہ تعالی کو راضی کیا عبد الملک پھر رو دیا اور کہا کہ مین ان کلمات کو بلا شبہ اپنی زیست تک آنکھون کے سامنے تصویر کی طرح رکھونگا۔
اور ابن عائشہ کہتے ہین کہ حجاج نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رح سب کے پیچھے تشریف لیگئے حجاج نے
اُنکی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی منگاکر اپنے تخت کے پاس بچھائی اور اُسپر آپ کو بٹھلایا پھر ہم سے ذکر اِدھر اُدھر کا کرنے لگا اور سوال
کرتا رہا کہ اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرکے آپ کی بدگوئی کرنے لگا اور ہم بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتے رہے اور اُسکے خوف کے
مارے بجہ تسلیم کے اور کچھ نہ کہتے تھے اور حسن بصری رح انگلی دانت تلے دبائے خاموش بیٹھے تھے حجاج نے اُنسے کہا کہ آپ خاموش ہین
آپ نے فرمایا کہ مین کچھ نہین کہہ سکتا اُسنے کہا کہ آپ اپنی رائے حضرت علی رض کے باب مین مجھ سے بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے
سنا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ہدی
اللہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ اور علی مرتضی رض اُن اہل ہدایت لوگون مین سے ہین جنکو اللہ تعالی نے
ہدایت فرمائی تو میری رائے اُنکے باب مین یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد اور آپ کے داماد اور آپ کے نزدیک
سب لوگون سے محبوب تر ہین اور اللہ تعالی نے اُنکے لیے جو سوابق مبارک پہلے سے لکھدیے تھے وہ سب اُنکو حاصل ہین تم سے یا اور
کسی سے نہین ہو سکتا کہ اُن سوابق سے علی مرتضی رض کو منع کردو یا اُنکے اور آپ کے درمیان حائل ہوجاؤ اور یہ بھی میری رائے ہے کہ اگر حضرت
علی مرتضی رض سے کوئی بری بات ہوئی بھی تو اللہ تعالی اُنسے حساب لیگا میرے نزدیک اُنکے باب مین اس سے عمدہ اور قول نہین یہ سنکر
حجاج نے ناک بھون چڑھائی اور رنگ متغیر ہوگیا اور غصہ مین آکر تخت پر سے اُٹھکر ایک حجرہ جو تخت کے پیچھے تھا اُسمین چلا گیا اور ہم سب ہم
نکل آئے عامر شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح کا ہاتھ پکڑکر کہا کہ ابو سعید تمنے حجاج کو خفا کردیا اور اُسکے سینہ کو کینہ سے بھر دیا

آپ نے فرمایا کہ ای عامر مجھ سے الگ ہٹو آدمی تو کہتے ہین کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہی تم ایک شیطان سیرت بشر صورت کے پاس آکر اُسکی خواہش
کے بموجب کلام کرتے ہو اور اُسکی راے کو درست کہتے ہو تمھاری کیا شامت ہی تمنے خوف اور تقوی نہ کیا کہ جب تمسے سوال ہوا تھا یا سچ
کہا ہوتا یا خاموش رہے ہوتے کہ سلامت رہتے عامر نے جواب دیا کہ مین نے کہا تو سہی مگر مین جانتا تھا کہ اسمین خرابی ہی حضرت حسن بصری
نے فرمایا کہ یہ بات تمپر اور زیادہ حجت اور سخت گناہ ہونے کی ہی عامر کہتے ہین کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رح کو بلایا جب آپ اُسکے پاس گئے
تو اُس نے کہا کہ آپہی کہتے ہین کہ خدا تعالی ان امرا کو قتل کرے کہ اُنھون نے اللہ تعالی کے بندون کو روپیہ پیسے پر مار ڈالا آپنے فرمایا کہ ہان مین
یہی کہتا ہون اُسنے کہا اسکا کیا سبب آپنے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے علما سے عہد لیلیا ہی کہ لوگون سے بیان کرو چھپانا نہین چنانچہ
ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ بولو زبان روکو اور خبردار آگے کو ایسا
قول تمسے نہ سنون جو مجکو برا معلوم ہو نہین تو تمھارا سر تن سے جدا کر دونگا۔ اور کہتے ہین کہ حطیط زیات کو حجاج کے سامنے لائے جب وہ روبرو
ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ حطیط تو ہی ہی اُس نے کہا ہان تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ مین نے خدا تعالے سے مقام ابراہیم پر تین عہد
کر لیے ہین ایک یہ کہ اگر مجھسے سوال ہوگا تو مین سچا جواب کہونگا دوم اگر مجھپر مصیبت ہوگی تو صبر کرونگا سوم اگر عافیت سے رہونگا تو شکر
کرونگا اُس نے کہا کہ تو میرے باب مین کیا کہتا ہی کہا یہ کہتا ہون کہ تو زمین مین خدا تعالے کے دشمنون مین سے ہی لوگون کی ہتک عزت
کرتا ہی اور تہمت پر قتل کرتا ہی حجاج نے کہا کہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے باب مین کیا کہتا ہی اُس نے کہا کہ کہتا ہون کہ اس کا جرم
تجھ سے بھی بڑھکر ہی اُسکی ساری خطاؤن مین سے ایک تو ہی ہی حجاج نے حکم دیا کہ اُس شخص کو عذاب دو چنانچہ عذاب ہونے لگا آخر
کو یہ نوبت ہوئی کہ بانس کو چیر کر اُسکی کھپاچین اُس کے گوشت پر رکھکر رسیون سے باندھ دین پھر ایک ایک کھپاچ کھینچنی شروع کی یہانتک
کہ گوشت سب اُدھڑ گیا مگر اُس نے اُف نہ کیا حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالت نزع مین ہی اُس موذی نے کہا کہ اُسکو اٹھا کر بازار مین
پھینکدو جعفر کہتے ہین کہ مین اور اُسکا ایک رفیق اُس کے پاس گئے اور پوچھا کہ حطیط تیری کوئی حاجت ہی اُسنے کہا کہ پانی پینا چاہتا ہون
ہم نے پانی لا دیا اُس نے اسکو پی کر کاسۂ موت ساتھہی پی لیا اُسکی عمر اٹھارہ برس کی تھی اللہ تعالے اُسپر رحمت کرے۔ اور کہتے ہین کہ
عمر بن ہبیرہ نے بصرہ اور کوفہ اور مدینہ منورہ اور شام کے علما کو اور گرد نواح کے فقہا کو بلوایا اور اُنسے سوال کرنے لگا اور عامر شعبی سے گفتگو
کی تو جو بات پوچھی اُس سے اُنکو خوب واقف پایا پھر حسن بصری رح کیطرف متوجہ ہوا اور اُنسے سوال کیا پھر کہا کہ کوفہ اور بصرہ کے عالم یہی دونون
ہین پھر دربان سے کہا کہ اور علما کو رخصت کرو صرف ان دونون کو رہنے دو جب اور لوگ رخصت ہوے پھر ان دونون کو تنہائی مین لیجا کر
عامر شعبی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای ابو عمرو مین عراق پر امیر المومنین کی طرف سے عامل اور امین ہون اور فرمانبرداری پر مامور ہون مجکو رعیت
کا کام سپرد ہی اور مجھپر رعیت کا حق لازم ہی اور مین یہ چاہتا ہون کہ رعیت محفوظ رہے اور جس بات مین اُنکی بہتری اور خیر خواہی ہو اُسکا جویا رہتا
ہون پھر ملک والون سے کوئی ایسی بات سنتا ہون جس سے مجکو اُنپر غصہ آجاتا ہی تو مین کسی قدر اُنکی عطا ضبط کر کے بیت المال مین رکھ دیتا ہون اور
میری نیت یہ ہوتی ہی کہ اُنکو واپس کر دونگا مگر اتنے مین امیر المومنین کو خبر ہو جاتی ہی کہ اسقدر مال اسطرح پر مین نے لیا ہی وہ مجکو لکھ بھیجتے ہین
کہ واپس مت کرنا تو اب مجھ سے نہ تو خلیفہ کا حکم ٹالا جا سکتا ہی نہ تعمیل فرمان بن سکتی ہی مگر مین مامور طاعت ہی پر ہون تو آیا مین اور اس قسم کے

اور جب لیا اللہ تعالی نے عہد کتاب والون سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگون پاس اور نہ چھپاؤ گے ۱۲

اسو مین کچھ مجھپر گناہ ہی یا نہین اور اپنی نیت کا حال مین نے تم سے بیان ہی کر دیا شعبی نے جواب یا کہ خدا تعالےٰ آپ کو نیکی دے سلطان بمنزلہ باپ کے ہوتا ہی خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی کرتا ہی اس سے مواخذہ نہین ابن ہبیرہ یہ سنکر بہت خوش ہوا اور اس جواب کو پسند کیا اور کہا اللہ کا شکر ہی کہ مجھپر مواخذہ نہین پھر حضرت حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ای ابو سعید آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تمھارا یہ قول سنا کہ تم عراق پر امیر المومنین کے عامل اور امین ہو اور طاعت پر مامور اور رعیت کے کام مین مبتلا ہو اور اپنے ذمہ اُنکا حق اور خیر خواہی اور بہتری کی جستجو اور خبر گیری لازم جانتے ہو اور واقع مین حق رعیت تمپر لازم ہی اور اُنکو خیر خواہی کے ساتھ محفوظ رکھنا تمپر واجب ہی کہ مین نے عبد الرحمن بن سمرۃ قرشی صحابی سے سنا ہی کہ اُنھون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص کسی رعیت کا حاکم ہو اور وہ اُس نے اُنکی حفاظت خیر خواہی سے نہ کی تو اللہ تعالیٰ اُسپر جنت کو حرام کریگا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ مین کبھی رعیت کی عطا ضبط کر لیتا ہون اور نیت اُنکی بہتری اور طاعت کی ہوتی ہی مگر یزید کو خبر ہو جاتی ہی کہ اتنا مال اسوجہ سے لیا ہی تو وہ لکھ بھیجتا ہی کہ اس مال کو واپس مت کرنا تو نہ مجھ سے یہ ہو سکتا ہی کہ اسکی عدول حکمی کرون اور نہ اُسکے فرمان کی تعمیل کر سکتا ہون حالانکہ تمپر خدا تعالیٰ کا حق یزید کے حق کی نسبت کر زیادہ لازم ہی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا حق ہی اسکی معصیت مین کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہیے پس یزید کے نوشتہ کو قرآن مجید پر پیش کیا کرو اگر اُسکو موافق حکم خدا کے پاؤ تو اُسپر عمل کرو اور اگر مخالف ہو تو پس پشت پھینکدو ای ابن ہبیرہ خدا تعالیٰ سے ڈر کہ عنقریب پروردگار کا قاصد تیرے پاس آئیگا اور تجھکو تیرے تخت سے اتار دے گا اور اس محل وسیع سے نکالکر تنگ و تاریک قبر مین پہونچا دیگا یہ سلطنت اور دنیا سب اپنے پیچھے چھوڑ جائیگا اور اپنے پروردگار کے سامنے جا کر جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مصداق ہوگا ای ابن ہبیرہ اللہ تو تجھکو یزید سے بچا دیگا مگر یزید کو یہ طاقت نہین کہ تجھکو خدا تعالےٰ سے بچا دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سب حکمون سے برتر ہی اس کی معصیت مین کسی کی طاعت نہین اور مین تجھکو اللہ تعالیٰ کے اُس عذاب سے ڈراتا ہون جو گنہگارون سے نہین پھرتا ابن ہبیرہ نے کہا کہ ای شیخ چھوٹا منہ بڑی بات مت کہو امیر المومنین کا ذکر نہ کرو کہ وہ علم والا اور حاکم اور اہل فضل ہی اللہ تعالیٰ نے جو اُسکو اس امت کا حاکم کیا ہی تو کچھ سمجھ کر اور اُس کی فضیلت اور نیت دیکھکر کیا ہی حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ ای ابن ہبیرہ حساب تیرے سر پر ہی کہ کوڑا عوض کوڑے کے اور غضب بدلے غضب کے اور اللہ گھات مین ہی اور جان لے کہ اگر کوئی شخص تجھ کو ایسا ملے جو دین کے باب مین تجھکو نصیحت کرے اور معاملۂ آخرت کی ترغیب دلائے وہ اس شخص سے بہتر ہی کہ تجھکو مغالطہ دے اور جھوٹی طمع دلائے ابن ہبیرہ یہ سنکر اُٹھ کھڑا ہوا اور ترش رو اور چین بجبین نیلا پیلا ہو وہان سے چلا گیا شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح سے کہا کہ آپ نے امیر کو گرم کر دیا اور جو کچھ وہ ہم سے سلوک کرتا اُس سے محروم رکھا آپ نے فرمایا کہ ای عامر مجھ سے دور ہو ایسی بات مت کرو شعبی کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رح کے لیے تحفہ اور عمدہ چیزین آئین اور اُنکی منزلت ہوئی اور ہمکو تو کچھ ملا نہ قدر ہوئی تو واقع مین جو کچھ اُنکے ساتھ ہوا وہ اُسی قابل تھے اور جو ہمارے ساتھ ہوا ہم اسی کے سزاوار تھے غرضکہ مین نے جتنے عالم دیکھے حسن بصری رح جیسے نہین دیکھے آپکو جب پایا ایسا پایا جیسا تازی گھوڑا دو غلون مین ہو اور جب کسی مجمع مین ہم جمع ہوئے ہمپر غالب ہی رہے کہ آپ نے تو خدا تعالیٰ کے واسطے کہا اور ہمنے امرا کی پاسداری سے کہا اور مین نے اُس روز سے عہد کر لیا کہ کسی حاکم کے پاس نہین جاؤنگا کہ اُسکی طرفداری کرون اور

محمد بن واسع رح بلال بن ابی بردہ کے پاس گئے اُس نے عرض کیا کہ تقدیر مین آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے ہمسایہ مین اہل قبور

ح اس حدیث کو بغوی نے معجم صحابہ مین نقل کیا ہی مگر اس کی سند مین ضعف ہی اور صحیحین مین یہ حدیث بسند متصل حسن بن یسار مروی ہی ۱۲

ہین انکی حالت سوچو اس خیال مین تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاؤ گے اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ میرے چچا محمد بن علی نے کہا کہ مین خلیفہ ابو جعفر منصور کی مجلس مین تھا اور اسمین ابن ابی ذئب رح بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ موجود تھا کہ اس اثنا مین غفاری قوم آئی اور حسن بن زید کی کچھ شکایت خلیفہ سے کی حسن نے کہا کہ ای امیر المومنین انکا حال ابن ابی ذئب سے دریافت فرمائیے کہ یہ کیسے لوگ ہین خلیفہ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم لوگون کی ہتک عزت کرتی ہی اور انکو بہت ایذا دیتی ہی خلیفہ نے غفاریون سے کہا کہ تمنے سنا کہ یہ کیا کہتے ہین انھون نے کہا کہ آپ انسے حسن کا حال بھی پوچھیے خلیفہ نے پوچھا کہ ای ابن ابی ذئب حسن کے باب مین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ ناحق حکم کرتا ہی اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہی خلیفہ نے حسن سے کہا کہ تم نے سنا کہ تمھارے باب مین کیا کہا حالانکہ ابن ابی ذئب مرد نیک بخت ہی حسن نے کہا کہ یا امیر المومنین انسے اپنا حال تو دریافت فرمائیے خلیفہ نے آپ سے پوچھا کہ میرے باب مین آپ کیا فرماتے ہین فرمایا کہ اس سے مجھے معاف رکھیے خلیفہ نے کہا تمکو قسم ہی خدا کی ضرور کہو آپ نے فرمایا کہ تم قسم خدا دیکر مجھ سے پوچھتے گویا اپنا حال تم خود نہین جانتے خلیفہ نے پھر اصرار کیا تو انھون نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم نے یہ مال حق طور پر نہین لیا ناحق لیا اور ان لوگون مین صرف کیا جو اس کے اہل نہ تھے اور مین گواہ ہون کہ ظلم تمھارے دروازہ پر پھیلا ہوا ہی یہ سنکر منصور اپنی جگہ سے سرکا یہانتک کہ ابن ابی ذئب کی گردن اپنے ہاتھ سے پکڑلی اور کہا کہ یاد رکھو کہ اگر مین یہان نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم اور دیلم اور ترک یہ جگہ تم سے چھین لیتے ابن ابی ذئب نے کہا کہ یا امیر المومنین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق بھی تو حاکم تھے اور انھون نے مال کو حق طور پر وصول کیا اور برابر تقسیم کیا اور فارس اور روم کی گردنین پکڑ کر انکی ناکین رگڑدین منصور نے آپ کی گردن چھوڑ دی اور رخصت کیا اور کہا کہ بخدا اگر مین یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تمکو مار ڈالتا ابن ابی ذئب رح نے کہا کہ واللہ یا امیر المومنین کہ مین تمھارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ تمھارا خیر خواہ ہون جب ابن ابی ذئب منصور کی مجلس سے نکلے تو سفیان ثوری رح انکو ملے اور کہا کہ جو کچھ تمنے اس ظالم سے گفتگو کی مجھکو خوش معلوم ہوئی لیکن مجھکو یہ کہنا تمھارا برا معلوم ہوا کہ تم نے اسکے لڑکے کو مہدی کہا ابن ابی ذئب نے کہا کہ خدا تعالے تمھاری مغفرت کرے میری غرض یہ نہین تھی کہ مہدی مشتق ہدایت سے ہو بلکہ اس نظر سے مہدی کہا کہ سب انسان منسوب بسوے مہدی ہین اور عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رح کہتے ہین کہ مین ساحل مین تھا کہ مجکو خلیفہ منصور نے آدمی بھیجکر بلوایا جب مین اسکے پاس پہونچا اور آداب خلافت کے بموجب سلام کیا خلیفہ نے جواب سلام دیکر مجھ سے بیٹھنے کو کہا جب مین بیٹھ گیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ اتنے دنون تک تم ہمارے پاس نہ آئے مین نے کہا کہ آپکو ہم سے غرض کیا ہی کہا کہ کچھ باتین سیکھین اور فائدہ حاصل کرین مین نے کہا کہ ای امیر المومنین جب یہ بات ہی تو جو کچھ آپکو کہون اُس کا خیال رکھنا اور اسکو بھول مت جانا خلیفہ نے کہا کہ مین اسکو کیسے بھولونگا مین خود تو پوچھتا ہون اور اسی کی ضرورت سے تمھارے پاس آدمی بھیجا اور بلوایا مین نے کہا کہ مجکو یہ ڈر ہی کہ آپ سن تو لین اور عمل نکرین مین نے جو یہ کہا تو ربیع نے مجکو للکارا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا خلیفہ نے اسکو ڈانٹا اور کہا کہ یہ مجلس ثواب کی ہی نہ عقاب کی میرا دل خوش ہو گیا اور گفتگو کے لیے کھل گیا پس مین نے کہا کہ ای امیر المومنین مجھ سے مکحول نے عطیہ بن بسر سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ کے پاس اللہ تعالے کی طرف سے اس کے دین کے باب مین کوئی نصیحت آتی ہی تو وہ خدا تعالی کی نعمت ہی جو اسکے پاس آئی ہی پس اگر اسکو شکر کے ساتھ قبول [illegible]

ورنہ وہی اللہ تعالیٰ کیطرف سے اُس پر حجت ہوگی تاکہ وہ تو اسکے سبب گناہ میں زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُسکی وجہ سے اُس پر ناراض زیادہ
ہو۔ یا امیر المومنین مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے عطیہ بن بسر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حاکم اپنی رعیت کا بدخواہ مرے گا
اللہ تعالیٰ اُسپر جنت حرام فرمادیگا۔ یا امیر المومنین جس شخص نے حق کو بُرا جانا کہ اللہ تعالیٰ حق مبین ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے
تمھاری رعیت کے دلوں کو تمھارے واسطے نرم کردیا ہے کہ تم کو اُنکی حکومت دی بوجہ تمھاری قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امت
پر رؤف اور رحیم اور اپنی جان و مال سے اُنکے غمخوار اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک محمود تھے تو تمکو بھی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے
امت میں حق بجالاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور اُنکی عیب پوشی کرو فریادیوں کی فریاد سنو اُنکے لیے اپنے پھاٹک بند مت کرو اور نہ پہرہ بٹھاؤ
اگر اُن کو آسایش ہو تو خوش ہو اور اگر تکلیف ہو تو رنج کرو۔ ای امیر المومنین پہلے تمکو خاص اپنی فکر تھی اور اب اس تمام خلق کا بار تم پر ہے
جسکا عرب و عجم اور کافر و مسلم تمھارے قبضہ میں ہے اور اُنمیں سے ہر ایک کا حصہ تمھارے عدل میں ہے تو جس صورت میں اُنکے جوق جوق کھڑے ہو جائیں
اور کوئی تمھاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کرے اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمھارا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین مجھ سے حدیث بیان کی
مکحول نے عروہ بن رویم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک کرتے تھے اور منافقوں کو
ڈراتے تھے آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شاخ کیسی ہے جس سے
آپ نے اپنی امت کے دل توڑ دیے اور اُنکو رعب سے پُر کردیا تو جو شخص اُنکی جلدوں کو پھاڑیگا اور اُنمیں خونریزیاں کریگا اور اُنکے شہر ویران
کریگا اور ملکوں سے جلاوطن کریگا اور اُسکا خوف اُنکو غالب کردیگا تو اُسکا کیا حال ہوگا۔ ای امیر المومنین مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے
زیاد سے اور اُنھوں نے حارثہ سے اور حارثہ نے حبیب بن مسلمہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے قصاص
لینے کو ارشاد فرمایا یعنی آپ کے ہاتھ سے ایک اعرابی کے نادانستگی میں کھروچا لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف
لائے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظالم اور متکبر کرکے نہیں بھیجا آپ نے اُس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھسے قصاص
لے اُسنے عرض کیا کہ میں نے آپ کو معاف کیا آپ پر فدا ہوں میرے والدین میں ایسا نہیں کہ آپ سے قصاص لیتا گو آپ مجھکو جان سے
مار ڈالتے آپ نے اُسکے حق میں دعاے خیر کی۔ ای امیر المومنین اپنے نفس کو اُسی کے نفع کے لیے ریاضت دو اور اُسکے واسطے اپنے پروردگار
سے امن حاصل کرو اور اُس جنت کی رغبت کرو جسکا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جس کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ تم میں سے کسی کو جنت میں سے ایک کمان کی مقدار کا ہونا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ ای امیر المومنین اگر سلطنت تم سے پہلے لوگوں کی پائدار رہتی تو تم تک
نہ پہنچتی اسیطرح تمھارے پاس بھی نہ رہیگی جیسے اوروں کے پاس نہ رہی۔ ای امیر المومنین تمکو معلوم ہے کہ تمھارے دادا حضرت ابن عباسؓ سے
منقول ہے مالِ ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد ہنسنا تو جب
مسکرانا اور ہنسنا صغیرہ اور کبیرہ ٹھہرے تو ہاتھوں کے اعمال اور زبانوں کے اقوال کا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین میں نے سُنا ہے
کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارہ پر ضائع ہوکر مرجائے تو مجھکو یہ ڈر ہے کہ کہیں اُسکی پوچھ مجھ سے نہ ہو تو آپ
یہ فرماتے کہ جو لوگ آپکے فرش ہی پر ہوں اور تمھارے عدل سے محروم رہیں انکا مواخذہ تم سے کیسے نہ ہوگا۔ اے امیر المومنین

تم کو معلوم ہے کہ تمھارے دادا سے اس آیت کی تفسیر کیا آئی ہے یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الہوی فیضلک
عن سبیل اللہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے زبور میں ارشاد کیا کہ جب مدعی اور مدعا علیہ تیرے سامنے بیٹھیں اور تجھ کو ان
میں سے ایک کی طرف میل ہو تو ہرگز اپنے دل میں یہ نہ سوچنا کہ حق اسی کو ملے اور دوسرے پر یہی فتحیاب ہو ورنہ میں تجھکو اپنے نبوت
کے دفتر سے میٹ دونگا پھر نہ تو میرا خلیفہ رہیگا نہ کچھ بزرگی پائیگا ای داؤد میں نے اپنے رسولوں کو اپنے بندوں میں ایسا کیا ہے جیسے اونٹوں
کے چرانے والے کہ وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہیں اور سیاست نرمی سے کرتے ہیں ٹوٹے کو باندھتے ہیں اور دبلے کو چارہ اور
پانی سامنے کرتے ہیں۔ ای امیر المومنین تم ایسے امر میں مبتلا ہوئے ہو کہ اگر بالفرض آسمانوں اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اس کے
اٹھانے سے ڈر جاتے اور انکار کر دیتے۔ دیکھو مجھ سے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبد الرحمن بن عمرہ انصاری سے کہ حضرت
عمر فاروق رضہ نے ایک شخص کو انصار میں عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اسکو دیکھا کہ کام پر نہیں گیا اسی جا مقیم ہے آپ نے پوچھا
کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہیں گئے تم کو کیا معلوم نہیں کہ تمکو ایسا ثواب ہوگا جیسا اللہ تعالی کے راستہ میں جہاد کرنیوالے کو ہوتا ہے
اسنے عرض کیا کہ یوں تو نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اور کیسے ہے اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم کہ لوگوں
کے معاملات میں سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے روز اسطرح لایا جائیگا کہ اسکے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے اور ان کو بجز اسکے
عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولے گی پھر جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائیگا وہ پل اسکو ایک ایسا جھٹکا دیگا جس سے اسکا جوڑ جوڑ اپنی جگہ سے ٹل
جائیگا پھر حالت اصلی پر آ جائیگا اور حساب کیا جائیگا تو اگر محسن ہوگا تب تو اپنے احسان کے باعث نجات پا جائیگا اور اگر بدکار ہوگا تو پل
اسجگہ سے پھٹ جائیگا اور وہ دوزخ میں ستر سال کی راہ تک نیچے جا پڑیگا حضرت عمر فاروق رضہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم نے کس سے سنا ہے
اس نے کہا کہ حضرت ابوذر رضہ اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے۔ آپ نے آدمی بھیجکر ان دونوں کو بلوا کر اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے
فرمایا کہ بیشک ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سنا ہے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ واویلا جب حکومت میں یہ خرابی ہے تو اسکو کون اختیار
کریگا حضرت ابوذر رضہ نے فرمایا کہ وہ اختیار کریگا جس کی ناک اللہ تعالی کاٹ لے اور اسکا رخسار زمین سے ملا دے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ
اتنا سنکر منصور نے اپنا رومال منہ پر رکھ لیا پھر اتنا رویا اور اسقدر چیخیں ماریں کہ مجھکو بھی رلا دیا پھر میں نے کہا کہ ای امیر المومنین آپ کے دادا
حضرت عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ معظمہ یا طائف یا یمن کی مانگی تھی آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ ای عم
بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو زندہ رکھیں تو اس حکومت سے بہتر ہے کہ جسکو آپ شمار نہ کر سکیں آپ نے حضرت عباس کو یہ نصیحت فرمائی
کہ عم بزرگوار کی خیر خواہی اور شفقت کا مقتضی تھا اور حضرت عباس کو آپ نے یہی خبر دی کہ تمھارے لیے اللہ تعالی سے میں کچھ کام نہ آؤنگا
جب آپ پر وحی ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین تو آپ نے حضرت عباس اور حضرت صفیہ رضہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو فرمایا کہ ای عباس اور ای
صفیہ چچا پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اے فاطمہ رضہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کی قسم میں تمھارے کچھ کام نہ آؤنگا تمکو تمھارے اعمال مفید ہونگے
اور مجھکو میرا عمل۔ اور حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا کہ لوگوں کی حکومت کا کام اسی سے پورا ہوگا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر میں صائب ہو کوئی
برائی اس کی ظاہر نہ ہو اور نہ یہ خوف ہو کہ اپنی قرابت کی حمایت کریگا اور اللہ تعالی کے باب میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اس پر اثر

نہ کرے۔ اور یہ بھی حضرت فاروق رضہ کا ارشاد ہی کہ حاکم چار ہین ایک وہ ہی کہ خود بھی محنت کرے اور اپنے عاملون سے بھی محنت لے تو اُس کا
حال ایسا ہی جیسا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والا اُس شخص پر اللہ تعالی کی رحمت کا ہاتھ پھیلا ہوا ہوتا ہی دوسرا حاکم وہ ہی کہ اُسمین کسیقدر
ضعف ہو وہ خود تو مشقت کرتا ہی اور اُسکے عامل مزے اُڑاتے ہین اُسکے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہے الا یہ کہ خدا اے تعالے
اُسپر رحم کرے تیسرا حاکم وہ ہی جو عاملون سے مشقت لے اور خود آسایش کرے تو وہ حطمہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ بدتر حاکمون کا حطمہ ہی تو وہ تنہا ہالک ہی چوتھا وہ حاکم ہی کہ خود بھی مزے کرے اور اُسکے عامل بھی تو وہ سب ہلاک ہونے والے ہین۔
ای امیر المومنین مین نے سنا ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف[۲] لائے اور عرض کیا کہ مین اس وقت
آپکے پاس حاضر ہوا ہون کہ دھونکنیان آتش دوزخ پر رکھدی گئی ہین کہ قیامت کے لیے بھڑکائی جاوے آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل مجھسے
دوزخ کا حال بیان کرو اُنھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ دوزخ کی آگ بھڑکائی جاے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سرخ
ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ زرد ہوگئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہوگئی تو اب وہ سیاہ تاریک ہی کہ نہ اُسکا اُبل نظر
آتا ہی اور نہ شعلہ بجھتا ہی قسم ہی اس ذات کی جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ دوزخیون کے کپڑون مین سے اگر ایک کپڑا زمین والون کو دکھلا دیا
جائے تو سب مر جائین اور اگر ایک ڈول اُسکے پانی کا زمین کے سب پانیون مین ملا دیا جاوے تو جو کوئی پھر اُن مین سے چکھے وہ
فوراً مر جائے اور اُسکی زنجیر و ہین سے جنکو اللہ تعالی نے ذکر کیا ہی اگر ایک کڑی زمین کے سب پہاڑون پر رکھدی جاوے تو سب پگھلجاوین
اور نیچے نہ رہین اور اگر کسی شخص کو دوزخ مین داخل کر کے پھر دنیا مین نکالا جائے تو زمین کے باشندے اُسکی بدبو اور شکل کی بُرائی اور ہیبت
سے مر جائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو سنکر روئے اور آپکے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی روئے پھر حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ روتے ہین آپکے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہوگئے ہین آپ نے فرمایا کہ
میر اگر یہ شکر کا ہی بھلا مین شکر گذار بندہ نہون اور یہ تو بتاؤ کہ تم تو روح الامین اور اللہ تعالی کی وحی کے امانت دار ہو تم کیون روئے حضرت
جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ مین ڈرتا ہون کہ میرا حال کہین ہاروت و ماروت کا سا نہو جائے یہی تو وجہ ہی کہ جس سے اپنے پروردگار
کے نزدیک جو میرا رتبہ ہی اُسپر مین بھروسا نہین کرتا ورنہ اُس کے دار سے مامون ہو جاؤنگا غرضکہ دونون روتے رہے یہانتک کہ آسمان سے ندا
کو ندا ہوئی کہ ای جبرئیل اور ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعہ نے تم دونو نکو اس بات سے مامون کر دیا کہ تم اُسکی نافرمانی کرو اور وہ تم کو عذاب
دے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیا پر ایسی ہی جیسی جبرئیل علیہ السلام کی تمام فرشتون پر اے امیر المومنین مین نے یہ بھی
سنا ہی کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ جب مدعی و مدعا علیہ میرے سامنے بیٹھتے ہین تو اُنمین سے جو حق سے
میل کرے خواہ قریب ہو یا بعید اگر مین اُسکی رعایت کرون تو مجھکو ایک دم کی مہلت مت دینا۔ ای امیر المومنین اللہ تعہ کے حقوق کی بجا آوری
اُسکی مخلوق مین نہایت سخت کام ہی اور سب سے زیادہ بزرگی اللہ تعہ کے نزدیک تقوی ہی اور جو شخص اللہ تعالے کی طاعت سے عزت کا
خواہان ہوتا ہی اُسکو اللہ تعہ بلند کرتا ہی اور عزت دیتا ہی اور جو کوئی اُسکو خدا تعالی کی نافرمانی سے طلب کرتا ہی تو اللہ تعہ اس کو پست
اور ذلیل کرتا ہی - یہ ہی میری نصیحت والسلام علیک پھر مین اُٹھا تو منصور نے پوچھا کہ کہان کا قصد ہی مین نے کہا کہ امیر المومنین اگر اجازت دین تو وطن

ح[۱] ابن ابی الدنیا در مواعظ مفصل و مسلم بروایت عائذ بن عمرو المزنی متصلاً ۱۲
ح[۲] ابن ابی الدنیا در مواعظ مفصلاً بدون اسناد ۱۲
عـــه حطمہ وہ چرواہا ہی جسکو اونٹ چرانے نہ آتے ہون یعنے اُن کو

اور بال بچون مین جاؤنگا انشاء اللہ تعالیٰ خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اور آپ کے نصیحت فرمانے سے آپ کا ممنون و مشکور ہوا
اور اس نصیحت کو کما ینبغی مین نے قبول کیا اللہ تعالیٰ خیر کی توفیق دے اور اُسپر میری مدد کرے مین اُسی سے مدد چاہتا ہون اور اسی پر بھروسا
کرتا ہون وہی میرا کافی اور عمدہ ذمہ دار ہے مجھکو توقع ہے کہ آپ مجھکو ایسی ہی نظر التفات سے محروم نہ فرماوینگے کہ آپ مقبول القول ہین اور نصیحت
سے آپکی کوئی غرض متعلق نہین مین نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ محمد بن مصعب کہتے ہین کہ منصور نے حکم دیا کہ آپ کے زاد راہ
کی کچھ سبیل کر دیجائے مگر اوزاعی رحمۃ نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مجھکو اسکی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہے کہ اپنی نصیحت کو دنیا کے مال کے عوض فروخت
کرون اور چونکہ منصور کو آپ کا مذہب معلوم ہوگیا تھا اسلیے زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور ابن مہاجر کہتے ہین کہ خلیفہ منصور مکہ معظمہ مین حج کو آیا تو
دار الندوہ سے آخر شب مین طواف کو نکلتا اور طواف و نماز ادا کرتا رہتا اور کسیکو معلوم نہوتا جب صبح ہوجاتی تو دار الندوہ مین چلا آتا اُسوقت مؤذن
آکر اسکو سلام کرتے اور نماز کی تکبیر ہوتی تو لوگونکو نماز پڑھاتا ایک رات سحر کیوقت حرم شریف مین گیا اور طواف کر رہا تھا اتنے مین سُنا ایک آدمی
ملتزم کے پاس یون کہہ رہا ہے کہ الٰہی مین تیرے سامنے شکایت کرتا ہون کہ زمین مین سرکشی و فساد ظاہر ہوگیا اور ظلم اور طمع حق و حقدارون مین
حائل ہوگئے منصور یہ سنکر چھپٹا یہانتک کہ اسکا قول سب سُنا پھر وہان سے نکلکر مسجد کی ایک طرف مین بیٹھ گیا اور اُس شخص کو بلوایا قاصد
نے اُس سے کہا کہ چلو امیر المومنین بلاتے ہین اُس نے دو رکعتین پڑھین اور حجر اسود کو بوسہ دیکر قاصد کے ساتھ ہولیا اور منصور کو سلام
کیا منصور نے پوچھا کہ تم جو یہ کہتے تھے کہ زمین مین سرکشی اور فساد ہوگیا اور حقدارون کے حق مین ظلم اور طمع حائل ہین یہ کیا بات ہے مین نے
جو یہ سُنا تو مین بیمار ہوگیا اور مجھکو نہایت قلق ہوا اُس شخص نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ میری جان مامون کردین تب تو مین سب باتین
مع اُن کی جڑون کے آپ سے کہدونگا ورنہ تو مین اپنے ہی نفس پر اکتفا کرونگا کہ مجھکو اُسی کے دھندے سے فرصت نہین منصور نے
کہا کہ تو جان سے مامون ہے اُس نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص مین اتنی طمع آگئی ہے کہ وہ اسکے اور حق کے درمیان مین حائل و سرکشی اور
فساد کی درستی کی مانع ہے وہ آپ ہی ہین منصور نے کہا کمبخت مجھ مین طمع کیسے آئیگی زر و سیم میرے ہاتھ مین ہے اور تلخ و شیرین میرے قبضہ
مین اُس نے کہا کہ ای امیر المومنین جتنی طمع تم مین گھس گئی ہے بھلا اور کسی مین بھی اسقدر ہوئی ہوگی دیکھو تو خدا تعالیٰ نے تم کو مسلمانون کے معاملات
اور اموال کا حاکم اُنکی حفاظت کے لیے کیا تھا تم اُنکے معاملات سے غافل ہو کر اُنکے مال جمع کرنے مین پڑگئے اور اپنے اور اُن کے
درمیان چونا اور اینٹ کی دیوارین اور لوہے کے دروازے اور ہتھیار بند دربان مقرر کیے اور اپنے آپ کو اُن مکانات مین محبوس
کرلیا کہ مسلمان تمھارے پاس نہ آئین اور اپنے عاملون کو مالون کے اکٹھا کرنے اور خراج تحصیل کرنے کو بھیجدیا اور اپنے وزیر
اور مددگار ظالم مقرر کیے کہ اگر تم بھولتے ہو تو وہ یاد نہین دلاتے اور اگر اچھا کرتے ہو تو تمھاری مدد نہین کرتے اور تم نے اُنکو مال و سواری
اور ہتھیار دیکر ظلم پر قوی کردیا ہے اور یہ حکم دے دیا ہے کہ تمھارے پاس بجز شخصون معین کے جنکا نام تم نے بتلادیا ہے اور کوئی نہ آنے پائے اور
اُسکی اجازت نہین دی کہ کوئی مظلوم یا اندوہناک یا بھوکا یا ننگا یا مفلس و محتاج تمھارے یہان سے کچھ پاوے حالانکہ اُن مین سے کوئی ایسا
نہین جسکا حق اس مال مین نہو پس جب تمھارے ان ندیمون نے جنکو تم نے خواص مقرر کیا ہے اور رعیت پر ترجیح دے رکھی ہے اُنکو کوئی
تمھارے پاس آنے سے نہ روکے یہ دیکھا کہ مال بیت المال سے بعض چیز تم اپنے لیے رکھ لیتے ہو اور اسکو مسلمانون مین تقسیم نہین کرتے تو اُنھون نے

دل مین کہا کہ خلیفہ تو اللہ تعالی کی خیانت کرتا ہی ہم خلیفہ کی خیانت کیون نہ کرین اسلیے آپس مین اتفاق کر لیا کہ جو لوگ کہ رعیت کے اخبار خفیہ
جانتے ہون اُنکی رسائی خلیفہ تک نہو لیکن جس کو وہ چاہین تو وہ پہونچ سکے اور ایک یہ کہ تمھارا جو عامل کہین جائے اور اُسکے خلاف
کوئی امر کرے تو اُس کو رہنے نہین دیتے یہانتک کہ ذلیل و بیقدر ہو جاتا ہی جب تمھارا اور تمھارے خواص کا حال اِسطرح پھیل گیا تو لوگون
نے آپ کے ارکین کو بُرا سمجھا اور اُنسے ڈرے اور سب سے پہلے تمھارے عاملون نے تحفے اور مال اُنکے پاس بھیجکر اُنسے آشتی کی تاکہ
تمھاری رعیت پر خوب ظلم کرین اور کچھ شنوائی نہو پھر جو اور لوگ ذی اختیار مالدار تھے اُنھون نے آپکے مصاحبون کو رشوت دی کہ جو لوگ اُنسے کم
ہون وہ اُنپر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑین اسی طرح اللہ تعالی کے شہر سرکشی و فساد کی طمع سے بھر گئے اور یہہ صاحب سلطنت مین تمھارے شریک
ہوگئے اور تمکو خبر بھی نہین اگر کوئی دادخواہ آتا ہی تو اُسکو کوئی تمھارے پاس نہین جانے دیتا اور اگر وہ یہ چاہتا ہی کہ جب تمھاری سواری
نکلے اُس وقت اپنا حال عرضی مین لکھکر دیدے تو معلوم کرتا ہی کہ آپ نے اس امر سے ممانعت کردی ہی اور تم نے جو ایک شخص کو مظلومون کے حق
کا ناظر مقرر کیا ہی اگر مظلوم اُس کے پاس جاتا ہی اور تمھارے معتمدون کو اُسکی اطلاع ہوتی ہی تو ناظر سے کہدیتے ہین کہ اُسکی عرضی مت پیش کرنا اور
اگر ناظر مذکور ذی حرمت ہی اور اُسکا قول مانا جاتا ہی تب بھی وہ آپ کے معتمدون کے ڈر سے جو چاہتا ہی وہ نہین کہہ سکتا غرضکہ مظلوم بیچارہ
اُسکے پاس دوا دوش کرکے شکوہ یا فریاد کرتا ہی اور وہ اُسکو ٹال دیتا ہی یا بہانہ کرتا ہی جب باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہی تو آپ کی
سواری نکلنے کے وقت آپکے سامنے فریاد کرتا ہی تو اتنا مارا جاتا ہی کہ اعضا بھی کہین سے کہین ہو جاتے ہین تاکہ دوسرون کو عبرت ہو اور
تم تاکتے رہتے ہو نہ تو ہاتھ روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے ہو تو اب ایسی صورت مین مسلمانی اور اہل اسلام کی کیا چیز باقی رہی پہلے بنی امیہ
اور عرب کے لوگ تھے کہ جہان مظلوم اُنکے پاس پہونچا فوراً اُسکا مقدمہ پیش کرکے انصاف ہو جاتا تھا اور بعض اوقات آدمی ملکون کے دوسرے
کنارے سے آکر بادشاہی دروازہ پر پہونچ کے پکارتا تھا کہ اے اسلام والو تو سب اُسکی طرف دوڑتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا
اور اُسکا مقدمہ دربار شاہی مین پیش کرکے اُسکا انصاف کرا دیتے تھے اور یا امیر المؤمنین مین چین کی زمین مین سفر کیا کرتا تھا اور اُس مین ایک بادشاہ
تھا ایکبار جو میرا اُدھر کو گذر ہوا تو وہ بادشاہ بہرا ہوگیا تھا اپنی قوت سامعہ کے جانے سے وہ رونے لگا وزیرون نے کہا کہ آپ کیون روتے
ہین خدا نکرے کہ آپ روئین اُس نے کہا کہ مین بہرا ہوگیا اسلیے روتا ہون ہر چند مجھکو اپنی مصیبت پر رنج نہین مگر یہ تردد ہے
کہ مظلوم دروازہ پر کھڑا چیخا کریگا اور مین اُسکی آواز نہ سنونگا پھر اُسنے یہ کہا میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری آنکھین تو موجود ہین
لوگون مین منادی کردو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو مظلوم ہو پھر وہ صبح و شام ہاتھی پر سوار ہوکر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے
تو اُسکا انصاف کرے اے امیر المؤمنین تمام تامل ہی کہ بادشاہ چین مشرک ہوکر اسطرح کی عنایت اور رحمت مشرکون کے حال پر رکھتا ہی اور
سلطنت مین اپنے نفس کے بخل پر ترس کرتا ہی اور تم اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو تمکو مسلمانون پر مہربانی غالب
نہین ہوتی اور اپنے نفس کے بخل پر ترس نہین آتا اور تمھارا یہ بخل بیکار ہی اسلیے کہ تم مال کو تین باتون مین سے ایک کے لیے جمع کرتے ہو اگر یہ
کہو کہ مین اپنے لڑکے کے لیے جمع کرتا ہون تو اللہ تعالی نے تمکو بچہ کے باب مین عبرتین دکھلا دی ہین کہ بچہ اپنی مان کے پیٹ مین سے
نکلتا ہی تو روے زمین پر اُسکا کوئی مال نہین ہوتا اور دنیا مین ایسا کوئی مال نہین جسپر کسی نہ کسی ممسک ہاتھ کا قبضہ نہو مگر اللہ تعالی اُسپر اپنی

عنایت کرتا ہی یہانتک کہ لوگون کی رغبت اُسکی طرف بڑھ جاتی ہی اور جو کچھ اُسکو ملتا ہی وہ آدمی نہین دیتے بلکہ اللہ تعالی اس کو دیتا ہی اور یہ
بھی نہین کہ تمکو ہی لڑکا عنایت ہو بلکہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہی مرحمت کرتا ہی اور اگر یہ کہو کہ مین مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ اپنی سلطنت کو مضبوط
کرون تو اس باب مین بھی اللہ تعالی نے تم کو گذشتہ لوگون کی عبرتین دکھلا دین کہ جو کچھ زر و سیم اُنھون نے جمع کیا تھا اُنکے کچھ کام نہ آیا اور
جاہ و حشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار ہو گئے اور جب اللہ تعالی کو تم کو اسطرح مالک کرنا منظور ہوا تو اس سے کچھ حرج نہوا کہ تمھارے پاس
اور تمھارے بھائیون کے پاس مال کم تھا اور اگر یہ کہو کہ مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ جس حال مین اب ہون اُس سے زیادہ عمدہ مطلوب
ہاتھ آئے تو اُسکو جان رکھو کہ جس مرتبہ پر تم اب ہو اُس سے بڑھکر جو مرتبہ ہی وہ بدون اعمال صالحہ کے حاصل نہین ہوتا ای امیر المومنین
بھلا تم عاصی کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا دیتے ہو خلیفہ نے کہا کہ نہین اُس شخص نے کہا کہ پھر جو ملک خدا تعالی نے تمکو دیا ہی اور دنیا کا
مالک کیا ہی اسکو لیکر کیا کروگے خدا تعالی تو اپنے عاصیون کو قتل کی سزا نہین دیتا بلکہ عذاب الیم مین ابد الآباد رہنے کی سزا دیتا ہی اور وہی تمھارے
دلون کے عزم اور جوارح کے باطنی امور کو دیکھتا ہی تو بھلا جب شاہنشاہ جل و علا سلطنت دنیا تمھارے ہاتھ سے چھین لیگا اور تمکو حساب کیلیے
طلب کریگا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کر رہے ہو یہ اللہ تعالی کے یہان کچھ تمھارے کام آئیگا یہ سنکر منصور بہت رویا یہانتک کہ دھاڑین مارنے لگا
پھر کہا سے مرا ای کاشکے مادر نمیزاد۔ دیگر میزاد کس شیرم نمیداد۔ پھر پوچھا کہ جو سلطنت مجکو عطا ہوئی ہی مین کیا تدبیر کرون آدمی تو مجکو خائن ہی
نظر آتے ہین اُسنے جواب دیا کہ ای امیر المومنین تم بڑے اونچے امامون مرشدون کو اپنے ساتھ رکھو منصور نے کہا کہ وہ کون ہین اُس نے کہا کہ
وہ علما ہین خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھاگے پھرتے ہین اُسنے کہا کہ اُنکے بھاگنے کی وجہ یہ ہی کہ ڈرتے ہین کہ کہین تم اُنسے بھی زبردستی
وہی کام لو جو تمھارا طریقہ اپنے عاملون کے ساتھ جاری ہی بلکہ دروازون کو کھولو اور دربانون کو کم کر دو اور مظلوم کا انتقام ظالم سے لو ظالم کو
ظلم سے روکو اور چیز کو حلال اور طیب وجہ سے لو اور حق اور عدل کے ساتھ تقسیم کرو پھر مین ضامن ہون کہ جو کوئی تمسے گریز کرتا ہی وہ تمھارے
پاس آئیگا اور تمھارے حال اور رعیت کی بہتری مین تم کو مدد دیگا منصور نے کہا کہ الٰہی اس شخص کے قول کے بموجب مجکو عمل کرنیکی توفیق
کرامت کر اتنے مین حرم شریف کے موذنون نے منصور کو آکر سلام کیا اور نماز کی تکبیر ہوئی منصور نے نماز پڑھانے کے بعد محافظ دربار سلطانی
کو حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کر اگر حاضر نہ کریگا تو تیری گردن اُڑا دونگا اور اُس پر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اُسکی تلاش مین نکلا پھرتے پھرتے
کیا دیکھتا ہی کہ وہی شخص ایک گھاٹی مین نماز پڑھتا ہی یہ بیٹھ گیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اُسنے کہا کہ میان صاحب آپ خدا تعالی
سے ڈرتے ہین اُس نے کہا ہان محافظ نے کہا خدا تعالی کو پہچانتے ہو کہا ہان محافظ نے کہا کہ تو آپ میرے پاس میرے ساتھ چلین کہ
اُسنے قسم کھائی ہی کہ اگر تم کو نہ لیجاؤنگا تو وہ مجکو مار ڈالیگا اُس نے کہا کہ اب جانیکی تو کوئی سبیل نہین محافظ نے کہا کہ وہ مجکو مار ڈالیگا اُسنے
کہا کہ قتل نہین کریگا محافظ نے کہا کہ کسطرح اُسنے کہا کہ تجکو کچھ پڑھنا آتا ہی اُسنے کہا نہین اُسنے اپنے توشہ دان سے ایک پرچہ جسمین
کچھ لکھا تھا نکالا اور محافظ سے کہا کہ لے اسکو اپنی جیب مین رکھلے کہ اسمین دعاء کشایش مرقوم ہی محافظ نے کہا کہ دعاء کشایش کیا ہی اُسنے کہا
کہ وہ دعا شہیدون کے سوا اللہ تعالی اور کسی کو مرحمت نہین کرتا محافظ کہتا ہی کہ مین نے اُس شخص سے کہا کہ آپ نے یہان مجھپر احسان کیا ہی
ایک یہ بھی کرو کہ اگر مناسب جانو تو اسکو مجھے بتا دو اور اُسکے ثواب سے آگاہ کر دو اُسنے کہا کہ جو کوئی صبح و شام اُس دعا کو پڑھے اُسکے گناہ

تابود ہون اور سرور دائم رہے اور خطائین محو ہون اور دعا مقبول ہو اور رزق مین کشادگی ہو اور اُس کا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جائے اور بجز شہید ہونے کے اور طرح نہ مرے اور دعا یہ ہے اللّٰھم کما لطفت فی عظمتک دون اللطفاء و علوت بعظمتک علی العظماء و علمت ما تحت ارضک کعلمک بما فوق عرشک و کانت وساوس الصدور کالعلانیۃ عندک و علانیۃ القول کالسر فی علمک و انقاد کل شیء لعظمتک و خضع کل ذی سلطان لسلطانک و صار امر الدنیا و الآخرۃ کلہ بیدک اجعل لی من کل ہم اصبحت فیہ فرجا و مخرجا اللھم ان عفوک عن ذنوبی و تجاوزک عن خطیئتی و سترک علی قبیح عملی اطمعنی ان اسئلک ما لا استوجبہ لما قصرت فیہ ادعوک امنا و اسئلک مستانسا و انک المحسن الی و انا المسیء الی نفسی فیما بینی و بینک تتودد الی بالنعم و اتبغض الیک بالمعاصی لکن الثقۃ بک حملتنی علی الجراۃ علیک فعد بفضلک و احسانک علی انک انت التواب الرحیم۔ محافظ کہتا ہے کہ مین نے اُس پرچہ کو لیکر اپنی جیب مین رکھ لیا پھر مین نے اور طرف پھر کر نہین دیکھا سیدھا امیر المومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت ہو کر سلام کیا اُسنے سر اُٹھا کر مجکو دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجکو سحر خوب آتا ہی مین نے کہا کہ اے امیر المومنین بخدا مین سحر سے واقف نہین مگر یون ماجرا ہوا خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو تجکو اُس بزرگ نے دیا ہی دہ امین سنے حوالہ کیا اُسکو دیکھکر رونے لگا اور کہا کہ تو بچ گیا اور حکم دیا کہ اس پرچہ کی نقل کر لیجائے پھر مجکو دس ہزار درہم کا حکم کیا اور کہا کہ تو جانتا ہی کہ یہ بزرگ کون ہین مین نے کہا نہین خلیفہ نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اور ابی عمران جونی کہتے ہین کہ جب ہارون رشید کو خلافت ہوئی تو علما اُسکی ملاقات کو گئے اور خلافت کی مبارکباد اُسکو دی اُسنے بیت المال کھولکر بڑے بڑے خلعت اور انعام دینے شروع کیے اور عہد خلافت سے پیشتر علما اور زاہدون کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بظاہر زہد اور خستہ حالی رکھتا تھا اور حضرت سفیان ثوری سے بھائی چارہ مدت سے رکھتا تھا حضرت سفیان ثوری نے اُس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی اور مبارکباد کو نہ آئے ہارون رشید اُنکے ملنے کا مشتاق ہوا کہ تنہائی مین اُنسے کچھ باتین کرے مگر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لائے اور نہ اُسکی پروا کی کہ اب ہارون کا کیا منصب ہو گیا ہی یہ بات اُسپر شاق ہوئی اسلیے ہارون نے آپکی خدمت مین ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بندۂ خدا ہارون رشید امیر المومنین کیطرف سے اُسکے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو بعد حمد و نعت و سلام کے معلوم ہو کہ برادرمن اللہ تعالیٰ نے ایمان والونکے درمیان مین بھائی چارہ مقرر فرمایا اور اس بھائی چارہ کو اپنے لیے اور اپنے باب مین ٹھہرایا اور جان لو کہ مین نے تم سے جو بھائی چارہ کیا ہی اُسکا رشتہ منقطع نہین کیا اور نہ آپکی دوستی توڑی بلکہ اب تک مجکو آپ سے افضل محبت اور اکمل عقیدت حاصل ہی اور اگر خلافت کا بار میری گردن مین خدا تعالیٰ نہ ڈالتا تو مین آپکی خدمت مین گھٹنون ہی چلکر آتا کیونکہ میرے دل مین آپکی محبت ہی اور میرے اور آپکے دوستون مین سے کوئی ایسا نہین رہا جو مجکو مبارکباد دینے نہ آیا ہو اور مین نے بیت المال کھولکر بڑے بڑے انعام اسقدر دیے کہ میری آنکھونکو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپنے تشریف لانے مین دیر کی اور اب تک قدم رنجہ نہ فرمایا تو مین نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق سے آپکی خدمت مین روانہ کیا اور اے ابو عبد اللہ تمکو معلوم ہے کہ ایماندار کے ملنے کا ثواب کیا کچھ آیا ہی تو جب یہ اشتیاق نامہ آپکے پاس پہونچے تو زود از زود آپ قدم رنجہ فرمائین۔ جب

ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اُسکے پاس موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا کہ کوئی خدمت نامہ بری اختیار کرے مگر سب کے سب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو
جانتے تھے اور آپ کی تند مزاجی کو پہچانتے تھے اسلیے جرات نکر سکے خلیفہ نے کہا کہ ایک شخص کو دربانوں میں سے طلب کرو چنانچہ ایک شخص
عباد طالقانی نام بلایا گیا خلیفہ نے کہا کہ اے عباد یہ میرا نامہ لے اور کوفہ کو لیجا بستی میں داخل ہو کر بنی ثور کا قبیلہ دریافت کر پھر سفیان ثوری رح
کا حال پوچھنا اور جب اُنسے ملاقات ہو تو یہ میرا خط اُنکو حوالہ کرنا اور خبردار اپنے کان اور دل سے جو حال اُنکا ہو ذرا ذرا یاد رکھنا اور سب
کیفیت میں سے کوئی دقیقہ فروگذاشت مت کرنا اور من وعن مجھ سے آکر کہنا عباد اُس خط کو لیکر منزل مقصود کو چلا جب کوفہ میں پہونچا اور
قبیلہ بنی ثور کو پوچھا لوگوں نے بتادیا پھر حضرت سفیان کا حال دریافت کیا تو کسی نے کہا کہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں عباد کہتے ہیں کہ میں نے
مسجد کا راستہ لیا پس جب آپ نے مجھکو دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سمیع علیم کی شیطان مردود سے اور
الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس آنے والے سے جو ہمارے پاس خیر کے سوا اور کسیطرح آوے آپ کے ان الفاظ نے مجھپر ایسی تاثیر کی
کہ میں تنگ ہو گیا جب آپ نے مجھکو دیکھا کہ مسجد کے دروازہ پہ سواری سے اُترا تو آپ نماز پڑھنے لگے حالانکہ کسی نماز کا وقت نہ تھا میں نے
اپنا گھوڑا مسجد کے دروازہ سے باندھا اندر قدم رکھا دیکھا کہ آپ کے جلیس گردن جھکائے بیٹھے ہیں گویا چور ہیں کہ اُنپر بادشاہ جبار آیا ہے اور وہ
اُسکی سزا سے ڈرتے ہیں میں نے سلام کیا تو کسی نے سر اُبھار کر مجھکو نہ دیکھا اور گردن کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا میں جا کر کھڑا رہا مگر
کسی نے مجھ سے نہ کہا کہ بیٹھ جاؤ اور اُنکی ہیبت سے مجھپر لرزہ پڑ گیا میں نے ان سب کو تاکا اور سمجھا کہ سفیان ثوری یہی بزرگ ہیں جو
نماز پڑھتے ہیں میں نے خط کو اُنکے سامنے پھینکدیا آپ خط کو دیکھکر کانپے اور اس سے ایسا بچے کہ گویا سجدہ گاہ میں سانپ سامنے آگیا پھر
رکعتوں کو پورا کر کر سلام پھیرا اور اپنا ہاتھ آستین میں کر کے جبہ میں لپیٹا اور اسی طرح خط کو لیکر پلٹا دیا پھر اُسکو پشت کیطرف لوگوں میں پھینکدیا اور
فرمایا کہ تم میں سے کوئی اُسکو لیکر پڑھ لے میں تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں کہ ایسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤں جسکو ظالم نے چھوا ہے غرض کہ
ایک شخص نے اُنمیں سے ڈرتے ڈرتے اُسکو کھولا گویا اُسمیں سانپ تھا کہ اُسکے کاٹنے کا خوف تھا اور اُسکو ابتدا سے انتہا تک پڑھا حضرت
سفیان تعجب کرنیوالوں کی طرح مسکراتے رہے جب مضمون تمام پڑھا گیا تو فرمایا کہ اسکو لوٹو اور ظالم کے خط کی پشت پر جواب لکھو لوگوں نے
کہا کہ اے ابو عبداللہ وہ شخص خلیفہ ہے مناسب ہے کہ آپ کسی صاف وعمدہ کاغذ پر جواب لکھوائیے آپ نے فرمایا کہ نہیں اُسی کے خط کی پشت پر
جواب لکھو کہ اُس نے اس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہوگا تو اُسکا ثواب پاویگا اور اگر حرام سے کمایا ہوگا تو عذاب بھگتیگا جس چیز کو ظالم نے
چھوا ہو وہ ہمارے پاس نہ رہنی چاہیے ورنہ ہمارے دین کو خراب کریگی لوگوں نے دریافت کیا کہ جواب کیا لکھیں فرمایا کہ یوں لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم
بندہ مذنب سفیان بن سعید ثوری کیطرف سے اُس بندہ کو جو آمال پر مغالطہ کھائے ہوئے ہے اور ایمان کا مزہ اُس سے چھن گیا ہے یعنی
ہارون رشید کو بعد سلام و حمد خدا کے اور نعت سید رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معلوم ہو کہ میں نے یہ خط تجھکو اطلاع کیلیے لکھا ہے
کہ میں نے تمہاری الفت کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا علاقہ کاٹ ڈالا اور اب میں تمہارا دشمن ہو گیا کیونکہ تم نے خود اپنے خط میں اقرار کیا کہ
میں نے مسلمانوں کے بیت المال کو کھولکر خرچ کر ڈالا اور مجھکو اس بات کا گواہ کیا کہ تم نے مسلمانوں کا مال بیجا اور بے موقع اُٹھایا اور اسی پر بھی نہیں کہ جو کچھ
تم نے کیا تھا اُسی پر راضی رہتے بلکہ باوجود دوری کے مجھکو خط لکھا کہ تم ہی اور میرے ساتھ کے لوگ جنہوں نے تمہارا اقراری خط پڑھا گواہ ہو جائینگے

یاد رکھو کہ ہم فردا قیامت میں خدا تعالیٰ کے روبرو تمھاری حرکت بیجا کی گواہی دینگے ای ہارون تمنے جو مسلمانوں کا بیت المال اُڑا دیا اس میں
تو بموجب حکم قرآن مجید کے سات فرقون کا حق ہے تمھارے اس فعل سے کونسا فریق راضی ہوا مؤلفۃ القلوب راضی ہوئے یا صدقات کے
عامل یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا مسافر یا حافظان قرآن اور علما یا بیوہ عورتین اور یتیم یا اور لوگ تمھاری رعیت میں سے
اس فعل سے راضی ہوئے پس اب سوال کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اپنی مصیبت کے دور کرنے کی فکر کرو اور جان لو کہ تم عنقریب حاکم
عادل کے سامنے کھڑے ہوگے اور تمھارے نفس کے باب میں تم سے مواخذہ ہوگا کہ تم نے علم اور زہد اور قرآن مجید اور ابرار کے پاس
بیٹھنے کا مزہ کھو دیا اور اپنے نفس کے لیے ظالم اور ظالموں کا امام ہونا پسند کیا ای ہارون تم سریر پہ بیٹھے اور حریر پہنا اور اپنے دروازہ پر
پردہ ڈالا اور ان حجابوں سے تمنے رب العالمین کی مشابہت پیدا کی پھر اپنے ظالم سپاہیوں کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگوں پر ظلم
کرتے ہیں اور انصاف نہیں کرتے خود تو شراب پیتے ہیں اور جو اور کوئی پیے تو اسکو مارتے ہیں اسیطرح آپ زنا کرتے ہیں اور دوسرے زانیوں کو
حد لگاتے ہیں اور خود چوری کرتے ہیں اور دوسرے چوروں کا ہاتھ کاٹتے ہیں یہ شریعت کے احکام تم پر اور تمھارے ساتھیوں پر نہیں
ہیں اور لوگوں پر جاری ہوتے ہیں تمھارے زمرہ پر نہیں ہوتے ای ہارون کل کیا ہوگا جب ایک پکارنیوالا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکاریگا
احشروا الذین ظلموا وازواجہم ظالم اور انکے مددگار کدھر ہیں تمکو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائیگا اس صورت سے کہ تمھارے ہاتھ تمھاری
گردن میں بندھے ہونگے اور انکو بجز تمھارے عدل کے اور کوئی نہ کھولیگا اور دوسرے ظالم تمھارے گرد ہونگے اور تم ان سب کے سردار ہوکر
سب کو دوزخ میں لیجاؤ گے ای ہارون گویا تمھارا حال میرے سامنے ہے کہ تمھاری گردن پکڑی گئی اور قیامت میں پیشی کے مقام پر حاضر
کیے گئے اور تم اپنی نیکیاں دوسرے کے پلہ حسنات میں دیکھ رہے ہو اور اپنی برائیوں کے سوا غیروں کی برائیاں اپنے پلہ میں دیکھتے ہو کہ
مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہے پس ای ہارون میری وصیت یاد رکھو اور جو نصیحت میں نے تمکو کی اسپر کاربند ہو اور جان
لو کہ میں نے تمھاری خیر خواہی کی اور کوئی دقیقہ نصیحت کا باقی نہیں چھوڑا تو اپنی رعیت کے باب میں خدا تعالیٰ سے ڈرو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا لحاظ آپکی امت کے باب میں رکھو اور خلافت کو انپر اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت خلیفوں کے پاس رہتی تو تمھارے
پاس نہ پہونچتی اور یہ تمھارے پاس سے بھی جانے والی ہے اسیطرح دنیا سب لوگوں کو ایک ایک کر کے لیے چلی جاتی ہے تو انمین سے
بعضوں نے تو ایسا توشہ بہم کر لیا جو اسکو مفید ہوا اور بعض لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ سے رہے اور میرے گمان میں
یہی ہے کہ تم بھی انھیں لوگوں میں ہو جنکو دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اب خبردار اسکے بعد مجھکو کوئی خط مت لکھنا اور نہ میں اسکا
جواب تمکو تحریر کرونگا والسلام عباد کہتا ہے کہ اس خط کو لکھوا کر بدون تہہ کیے اور مہر لگائے میری طرف پھینکدیا میں اسکو لیکر کوفہ کے
بازار میں آیا اور آپکی نصیحت مجھ میں اثر کر گئی تھی میں نے بازار میں پکارا کہ ای کوفہ والو حاضرین نے مجھکو کہا کہ فرمائیے میں نے کہا کہ ایک شخص
اللہ تعالیٰ سے بھاگا ہوا تھا اسکی طرف اسنے رجوع کیا کوئی تم میں اسکا خریدار ہے لوگ میرے پاس روپیے اشرفیاں لائے میں نے کہا کہ مجھکو مال کی حاجت
نہیں بلکہ ایک موٹا جھوٹا صوف کا کرتا اور ایک کملی چاہتا ہوں لوگوں نے مجھکو دونوں چیزیں لادیں میں نے انکو پہن لیا اور وہ لباس کہ خلیفہ
کے ساتھ پہنا کرتا تھا اُتار ڈالا اور جو ہتھیار لگائے ہوئے تھا انکو گھوڑے پر رکھکر گھوڑے کی باگڈور پکڑکر پیادہ پا روانہ ہوا یہانتک کہ

جن کا دل بیچارہ پایا گیا ہو ۱۲

جب مین خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہونچا اور لوگون نے مجکو برہنہ پا اور پیادہ اُس ہیئت سے دیکھا تو خوب تمسخر کیا پھر اطلاع کے بعد مجھ کو
اجازت ہوئی جب مین خلیفہ کے سامنے گیا اور مجکو اس کیفیت پر دیکھا تو بیٹھا اور اُٹھا پھر کھڑا ہوکر اپنا سر اور منھ پیٹتا تھا اور داویلا اور
واحسرتا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی نے فائدہ اُٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا مجکو دنیا سے کیا سروکار ہے سلطنت میری کس کام آئیگی ڈھلتے سایہ
کیطرح جلد چلی جائیگی پھر حضرت سفیان ثوری نے مجکو جیسا کھلا ہوا خط دیا تھا مین نے ویسا ہی نکالکر ہارون کو دیدیا وہ پڑھتا جاتا تھا اور گریہ زاری
اور فریاد باآواز بلند کرتا جاتا تھا اُسکے بعض ندیمون نے کہا کہ ای امیر المومنین سفیان ثوری نے آپ کی شان مین بڑی گستاخی کی آپ اگر کسی کو
اُنکے پاس بھیجین اور لوہے کی بیڑیان بھاری ڈال کر محبس مین رکھین تو دوسرے لوگون کو عبرت ہوجائیگی ہارون رشید نے کہا کہ ای دنیا کے بندو
ہمکو اس حرکت سے معاف رکھو جو تمھارے مغالطہ مین آگئے وہ بڑا بدبخت ہے تم کو معلوم نہین کہ سفیان ثوری ایک ہی تشریع یگانۂ روزگار ہین وہ جانین
تمکا کام اُنسے مزاحم نہو پھر یہ خط سفیان ثوری رح کا ہمیشہ ہارون کے پہلو مین رہتا ہر نماز کے وقت اُس کو پڑھلیا کرتا یہانتک کہ انتقال کیا
اللہ تعالیٰ اُسپر رحم کرے پس جو شخص اپنے نفس پر ترس کرے اور خدا تعالیٰ سے ڈرے اس عمل مین جو کل کو اُسکے سامنے کیا جائیگا اور اُسی پر اُسکی
بازپرس اور جزا ہوگی اللہ تعالیٰ اُسپر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہے۔ اور عبد اللہ بن مہران کہتے ہین کہ ہارون رشید نے حج کیا تو کوفہ مین
چند روز قیام کیا پھر کوس رحلت بجایا گیا جب آدمی چلنے لگے تو بہلول مجنون بھی اُنکے ساتھ ہو لئے اور کناسہ پر بیٹھ گئے لڑکے اُنکو ستاتے
اور چھیڑتے تھے کہ اتنے مین ہارون کی عماریان نکلین لڑکے اُنکے چھیڑنے سے باز رہے جب ہارون آیا تو بہلول نے باآواز بلند پکارا
یا امیر المومنین ہارون نے پردہ اپنے منھ پر سے اُٹھاکر کہا لبیک یا بہلول اُنھون نے کہا کہ ای امیر المومنین ہم سے حدیث بیان کی ایمن بن نابل نے قدامہ
بن عبد اللہ عامری سے کہ اُنھون نے کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات سے واپس تشریف لاتے دیکھا کہ اپنے ناقہ پر سوار تھے
نہ زدوکوب تھی نہ دھکا دینا نہ بچو بچو کہنا ای امیر المومنین اس سفر مین تمھارا تواضع کرنا بہتر ہے بہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون اُسکو سنکر رویا
یہانتک کہ اُسکے آنسو زمین پر گرے پھر کہا کہ ای بہلول خدا تعالیٰ تمپر رحم کرے کچھ اور فرماؤ کہا بہتر یا امیر المومنین جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال
اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال مین پارسا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خالص دفتر مین ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہے
ہارون نے کہا کہ تمنے بہت خوب کہا ای بہلول پھر اُنکو کچھ انعام دیا بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس شخص سے لیا ہو اُسی کو واپس کردو کہ
مجھکو اسکی حاجت نہین ہارون نے کہا کہ اگر تمھارے ذمہ کچھ قرض ہو تو ہم ادا کردین فرمایا کہ علما کوفہ مین بہت ہین سب کا اسپر اتفاق ہے کہ دین
کا ادا کرنا دین سے درست نہین ہارون نے کہا کہ ہم تمھارے لیے اتنا مقرر کردین کہ تمھاری قوت کو کافی ہو بہلول نے اپنا سر آسمان کیطرف اُٹھاکر فرمایا کہ
ای امیر المومنین مین اور تم دونون خدا تعالیٰ کے عیال مین سے ہین تو محال ہے کہ وہ تم کو یاد رکھے اور مجکو بھول جائے پھر ہارون پردہ ڈالکر چلا گیا
اور ابو العباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد مین سے کہتے ہین کہ مین حارث محاسبی کے پاس گیا اور اُنسے کہا کہ آپ نے اپنے نفس
سے محاسبہ کیا ہے فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا مین نے کہا کہ اب کیا حال ہے فرمایا کہ اب تو مین اپنے حال کو چھپاتا ہون ایک آیت قرآن مجید کی
پڑھتا ہون تو اُسمین بھی بخل کرتا ہون کہ میرا نفس نہ سُنے اور اگر مجکو اُسمین سرور نہ غالب ہوجاتا تو مین اُسکو ظاہر نہ کرتا اور مین ایک رات
اپنی محراب مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبودار آیا اور مجھ کو سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ گیا مین نے پوچھا

کہ تو کون ہی اس نے کہا کہ مین ایک سیاح ہون جو لوگ اپنی محرابون مین عبادت کرتے ہین اُنکے پاس جایا کرتا ہون مین تم کو کچھ محنت کرتے
نہین دیکھتا تمھارا عمل کیا ہی مین نے کہا کہ چھپانا مصیبتون کا اور کشش فوائد کی اُس نے ایک چیخ ماری کہ مشرق اور مغرب کے درمیان
مین مجھے کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اُسکی صفت یہ ہو پھر مین نے چاہا کہ اسکو کچھ اور سناؤن تو مین نے کہا کہ تم کو معلوم نہین کہ اہل دل
اپنے احوال چھپاتے ہین اور اپنے اسرار ظاہر نہین کرتے اور خدا تعالےٰ سے دعا مانگتے ہین کہ وہ حالات خود اُن سے بھی مخفی رہین تو
تجکو انکا حال کہان سے معلوم ہوتا اور اُنکو کیسے پہچانتا اُسنے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہو گیا اور میرے پاس دو روز بیہوش رہا پھر
افاقہ ہوا کپڑے اُسکے بول و براز سے نجس ہو گئے تھے مین نے سمجھا کہ اُسکی عقل جاتی رہی مین نے اسکو نیا تھان نکال کر دیا اور کہا
کہ یہ میرا کفن ہی مین نے تجکو اپنے نفس پر ترجیح دی اب تو غسل کر اور نماز کی قضا کر اُس نے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی
اور اُسی کپڑے مین لپٹا ہوا باہر کو چلا مین نے کہا کہ کہان کا ارادہ ہی اُس نے کہا کہ میرے ساتھ چلو مین ساتھ ہو لیا وہ چلا چلا
خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اُسکو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم اور اگر تجکو ظالم نہ کہون تو مین ظالم ہون اور اگر تیرے باب مین تقصیر کرون
تو خدا تعالیٰ سے استغفار کرتا ہون کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہین ڈرتا اُس باب مین کہ اُسنے تجکو اسکا مالک کیا ہی اور بہت سی نصیحت کرکے
باہر آنا چاہا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا مامون اُسکی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون مین نے اپنے پیشتر کے
صدیقون کے اعمال مین فکر کیا تو اپنے نفس مین اُن اعمال کا پتہ نہ پایا اسلیے تیری نصیحت کو مستعد ہوا کہ شاید صدیقون مین ملجاؤن مامون نے
اُسکی گردن اُڑانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اسی تھان مین لپٹا ہوا مقتول باہر نکالا گیا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا اور ایک منادی کہتا تھا کہ جو
اُسکا وارث ہو وہ اسکو لیجائے مین اُس سے مخفی ہو گیا اور اُسکو غربا نے لیکر دفن کر دیا دفن مین بھی شریک رہا مین نے اُن سے اُس کا
حال نہ کہا بعد دفن کے مین گورستان کی ایک مسجد مین ٹھہر گیا اور اُس جوان کا غم میرے دل مین تھا کہ اتنے مین میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا
ہون کہ وہ جوان ایسی لونڈیون مین ہی کہ مین نے اُنسے زیادہ خوبصورت نہین دیکھی تھین اور مجھ سے کہتا ہی کہ اے حارث قسم ہی خدا کی تو وہ
چھپانے والون مین ہی کہ جو اپنا حال چھپاتے ہین اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہین مین نے کہا کہ وہ لوگ کہان ہین اُسنے کہا کہ ابھی تجھے
ملینگے پھر مین نے کچھ سوارون کا دیکھا اور اُن سے کہا کہ تم کون ہو انھون نے کہا کہ ہم اپنے حال کے چھپانے والے ہین اس
جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی اگر اُسکے دل مین جو کچھ تو نے بیان کیا تھا اُسمین سے کچھ نہ تھا اسلیے وہ امر و نہی کیواسطے نکلا اور اللہ تعالیٰ نے
اُسکو ہمارے ساتھ اُتارا اور اُسکی خاطر اُسکے قاتل پر غصہ فرمایا۔ اور احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہین کہ ابو الحسین نوری رح امر فضول کم کرتے اور
بیفائدہ بات کا سوال نہ کرتے اور جس چیز کی اُنکو حاجت نہوتی اُسکی تفتیش نہ فرماتے اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو اُس کو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی
کیون نہ جائے ایک روز ایک چشمہ پر جو مشرعہ فحامین کے نام سے مشہور ہی نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی مین جسمین تیس مٹکے تھے ہر ایک پر
دھونی سے لفظ لطف لکھا ہوا تھا آپ نے اسکو پڑھکر نہ پہچانا کیونکہ تجارات اور خانگی اشیا مین کوئی چیز آپ کو نہ معلوم ہوئی جسکو لطف کہتے
ہین آپنے ملاح سے کہا کہ ان مٹکون مین کیا ہی اُسنے کہا کہ آپ کو کیا مطلب پڑا ہی آپ اپنا کام کیئے جائیے جب آپ نے ملاح سے یہ
سنا تو شوق دریافت کا دوبالا ہوا اور فرمایا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ تو مجکو بتادے کہ ان مین کیا ہی ملاح نے کہا کہ تم کو اس سے کیا فائدہ تم تو

صوفی آدمی ہو یہ معتضد کے لیے شراب ہے اُسکو منظور ہے کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے آپ نے فرمایا کہ یہ شراب ہے ملاح نے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ وہ موگری مجکو اُٹھا دے ملاح اُنپر خفا ہوا اور اپنے غلام سے کہا کہ اُنکو موگری حوالہ کرو دیکھین کیا کرینگے جب موگری اُنکے ہاتھ مین آگئی وہ کشتی پر سوار ہو کر ایک ایک مٹکا توڑنے لگے یہانتک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملاح فریاد کرتا رہا حتی کہ حاکم اس پل کا جو یونس بن افلح تھا چڑھ دوڑا اور نوری کو آکر گرفتار کر کے معتضد کے پاس روانہ کر دیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان پیچھے اسلیے لوگون کو یقین ہوا کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑیگا ابو الحسین نوری فرماتے ہین کہ جب مجکو خلیفہ کے سامنے لیگئے وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُسکے ہاتھ مین ایک سونٹا تھا کہ اُسکو پلٹے دے رہا تھا مجکو دیکھکر کہا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ محتسب ہون اُسنے کہا کہ مجکو حسبت کا عہدہ کسنے دیا مین نے کہا جسنے تمکو امامت کا عہدہ دیا اُسنے تھوڑی دیر گردن جھکالی بعد اُسکے سر اُٹھا کر کہا کہ تونے جو حرکت کی وجہ اسکی کیا تھی مین نے کہا کہ مجکو تمہارے حال پر ترس آیا کہ جس بُرائی کو تم سے ٹال سکتا ہون آمین کوتاہی کیون کرون پھر خلیفہ سر نیچا کیکر میری تقریر کو سوچتا رہا اور بعد اُسکے سر اٹھا کر کہا کہ سب مٹکون مین سے یہ ایک مٹکا کیسے بچ رہا مین نے کہا کہ اسکی ایک وجہ ہے اگر امیر المومنین مجکو اجازت دین تو مین بیان کرون کہا کہ بیان کرو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین جسوقت مٹکونکی طرف متوجہ ہوا تو میرے دل مین اللہ تعالیٰ کا جلال بھرا تھا اور خوف مطالبہ الٰہی چھایا ہوا تھا اسلیے مین نے اُنکے توڑنے پر جرات کی اور مخلوق کی ہیبت مجکو کچھ نہ تھی یہی حال سب مٹکون کے توڑنے مین ہوا جب مین اس مٹکے پر پہونچا تو میرے نفس مین اس بات کی شیخی مجکو معلوم ہوئی کہ مین نے خلیفہ کے مٹکے توڑ دیے جبھی مین نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکے پر پہونچنے مین بھی مجھکو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا تو ایک یہ کیا اگر دے زمین مٹکون سے پُر ہوتی تب بھی مین توڑتا چلا جاتا اور کچھ پروا نہ کرتا معتضد نے کہا کہ جاؤ ہمنے تمہارے ہاتھ کو بیدرک کر دیا جونسا منکر چاہو اُسکو بگاڑو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین منکر کے بگاڑنے کو مین بُرا جانتا ہون اسلیے کہ پہلے تو مین خدا تعالیٰ کیطرف سے بگاڑتا تھا اور اب اس خدمت کی جہت سے بگاڑونگا معتضد نے کہا کہ تمہارا مطلب کیا ہے مین نے کہا یا امیر المومنین آپ حکم کر دین کہ مین سلامت چلا جاؤن خلیفہ نے حکم دیا کہ کوئی اس سے مزاحم نہو غرضکہ بصرہ مین چلے آئے اور اکثر بصرہ ہی مین رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت درپیش ہو تو نوبت معتضد سے سوال کرنیکی پہونچے جب معتضد مرگیا تب بغداد مین واپس آئے ۔ حاصل یہ کہ علما کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر مین یہ تھی کہ بادشاہون کے دبدبہ کی پروا کم کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ اُنکو محفوظ رکھتا تھا تو اُسکے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اُسکے حکم پر راضی تھے اور چونکہ اُنھون نے اپنی نیت خالص اللہ تعالیٰ کیلیے کر لی تھی اسلیے اُنکے کلام کی تاثیر سخت دلون میں ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور سختی دور ہو جاتی تھی اور اب تو طمع نے علما کی زبان روک دی ہے کہ وہ کچھ کہتے ہی نہین اور اگر کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ انکا قول موافق اُنکے حال کے نہین ہوتا اُس سے کچھ فائدہ مرتب نہین اگر وہ سچے ہوتے اور علم کا حق ملحوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ رعیت کی ساری خرابی بادشاہون کے خراب ہونے سے ہے اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہے اور علما کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہے تو جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوگی وہ رذیلون اور ذلیلون پر بھی حسبت نہ کر سکیگا بادشاہون اور بڑے آدمیون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالیٰ ہر حال مین مددگار ہے والحمد للہ اولاً

آخرًا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفیٰ

دسوان باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب اور آپ کے اخلاق کے ذکر مین

رباعی

احسن یہ بہار روضۂ احمد ہی	شادابی نخل گلشن سرمد ہی
یعنی شہ کونین کے ہی خلق کا ذکر	جن کا مداح خالق امجد ہی

واضح ہو کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کے عنوان ہوتے ہین اور اعضاء ظاہری کی حرکات دلی باتون کے ثمرے اور اعمال نتیجہ اخلاق کے ہین اور آداب انجام معرفتون کے اور رازہاے درونی افعال کے تخم اور منبع ہین اور ظاہر پر باطن ہی کا نور پڑجاتا ہی کہ اس کو زینت اور جلا دیتا ہی اور اسکی برائیون کو خوبیون سے بدل دیتا ہی اور جس شخص کا دل خشوع نہین کرتا اسکے اعضاء ظاہری بھی خشوع نہین کرتے اور جس کا سینہ انوار الٰہی کا محل نہین ہوتا اسکے ظاہر پر بھی چمک آداب نبوی کی نہین پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد معاملات کے خاتمہ مین ایک باب متضمن تمامی آداب زندگی کا لکھون تاکہ طالبون کو انکا نکالنا سب بابون سے دشوار نہو پھر مین نے دیکھا کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب مین تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہوچکے ہین اسلیے مین نے انکا دوبارہ لکھنا ثقیل جانا کہ نفسون کی سرشت مین ہی کہ تکرارات سے نفرت رکھتے ہین اور اعادہ کو گران سمجھتے ہین اس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب مین صرف آداب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے اخلاق جو اسناد کے ساتھ مروی ہین لکھون اور ان سب کو جدا جدا اسناد حذف کرکے بیان کرون تاکہ وہ سب ایک جگہ ہوجائین اور یہ فائدہ ہو کہ آپ کے اخلاق کریمہ دیکھکر ایمان کی تجدید اور تاکید ہوجائے کیونکہ آپ کی ایک ایک عادت شریف ایسی ہے جس سے قطعاً معلوم ہوتا ہی کہ آپ اللہ تعالےٰ کی مخلوق سے نہایت بزرگ اور رتبہ مین برتر اور قدر مین بزرگ تر ہین تو جس صورت مین سب آپ کی ذات اقدس مین اکٹھی ہین تو کیسے افضل و اعلیٰ نہ ہونگے پھر اخلاق کے بعد آپکا سراپا مذکور کرون پھر ان معجزات کو لکھون جو صحیح احادیث مین آئے ہین تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہو اور بنبہ غفلت منکرون کے کانون سے زائل اللہ تعالےٰ توفیق دے کہ عادات اور احوال مین اور تمام امور دینی مین ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور ان کے اقتدار کا دم بھرین کہ وہی حیرت والون کا راہنما اور مضطرون کے لیے مجیب الدعا ہی ہرچند یہ مطالب دریاے ناپیداکنار ہی مگر ہم تیرہ بیانون مین ان مضمون کو لکھتے ہین

پہلا بیان اس ذکر مین کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تضرع و زاری بدرگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجکو محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ کر اور یون دعا مانگتے اللھم حسن خلقی و خلقی اور فرماتے اللھم جنبنی منکرات الاخلاق تو اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے اس وعدہ کو پورا کیا ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھ سے دعا مانگو مین قبول کرونگا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اس سے آپکو ادب سکھلایا تو آپکا خلق قرآن مجید ہی چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال ان سے پوچھا

ح
الٰہی میرا ظاہر و باطن اچھا کر احمد روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہا اور انکے الفاظ یہ ہین اللھم احسنت خلقی فاحسن خلقی یعنی الٰہی تو نے میری پیدائش اچھی [illegible]

انھون نے فرمایا کہ تو قرآن پڑھتا ہی مین نے کہا ہان انھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ اور قرآن مجید سے
آپ کو ادب اسطرح سکھایا کہ ارشاد فرمایا خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین اور فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ و
ینہیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور فرمایا واصبر علیٰ ما اصابک ان ذلک من عزم الامور۔ اور فرمایا ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور۔
اور فرمایا فاعف عنہم واصفح ان اللہ یحب المحسنین اور فرمایا ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ اور فرمایا ادفع بالتی ہی احسن فاذا الذی
بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ اور فرمایا الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ اور فرمایا اجتنبوا کثیرا من الظن ان
بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ اور جب جنگ احد مین آپ کے دندان مبارک کی جو کڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک
مین ضرب آئی تو خون چہرۂ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خون کو پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہو گا اس قوم کا جسنے اپنے
نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ انکو انکے پروردگار کیطرف بلاتا ہی اسوقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ادب سکھانے کے لیے
یہ آیت نازل فرمائی لیس لک من الامر شئ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون۔ اور اسیطرح کی تادیبین قرآن مجید مین بیشمار
ہین اور تادیب اور تہذیب سے مقصود اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین پھر آپ کی ذات پاک سے سب خلق پر نور پڑتا
ہے اسلیے کہ قرآن مجید سے آپ کو ادب سکھایا گیا اور خلق کو آپ سے ادب تعلیم کیا گیا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مین اسلیے بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون پھر آپ نے خلق کو محاسن اخلاق کی اُن باتون کی ترغیب دی جنکا ذکر ہم باب
ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث مین کرینگے یہان مکرر لکھنے کی ضرورت نہین پھر جب اللہ تعالےٰ نے آپ کا خلق کامل
کر دیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا وانک لعلیٰ خلق عظیم سبحان اللہ اُسکی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضل عظیم اور لطف
عمیم ہی کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہی اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہی کہ تو بڑے خلق پر ہی
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق سے بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہی اور انہین سے بُرے اخلاق سے بغض رکھتا ہی
حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ مرد مسلمان سے تعجب ہی کہ اُسکے پاس کوئی اُسکا مسلمان بھائی کسی ضرورت سے آوے اور اپنے نفس کو
کیساتھ بھلائی کرنے کے قابل نہ سمجھے بھلا اگر اُسکو توقع ثواب کی یا خوف عذاب کا نہو تو اُسکو یہ تو چاہیے کہ مکارم اخلاق کیطرف مبادرت کرے
کہ اُنسے راہ نجات کا پتہ ملتا ہی ایک شخص نے عرض کیا کہ آپنے اسکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی حضرت علی نے فرمایا کہ ہان سنا اور بات جو اس
سے بھی بہتر ہی یعنی جب طی کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر کیے گئے تو اُنمین ایک لڑکی بھی تھی اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض
کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھین تو مجکو رہا فرما دین اور قبائل عرب کو مجھپر نہ ہنسائین کہ اپنی قوم کی سردار کی بیٹی ہون میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی
کو رہا کرتا تھا بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہین پھیرا مین حاتم طائی کی بیٹی ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایماندار کی ہی اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اُسپر رحمت اللہ کی کہتے اور لوگون سے ارشاد
فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو کہ اسکا باپ مکارم اخلاق کو اچھا جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کا دوستدار ہی پس ابو بردہ بن نیار کھڑا ہوا اور عرض کیا

کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت میں
بجز خوش اخلاق کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام
کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو کر دیا ہے اور منجملہ انکے یہ باتیں ہیں باہم اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا ملائم رکھنا خیرات دینا کھانا کھلانا سلام
کا افشا کرنا مسلمان بیماروں کو پوچھنا نیک ہو یا بد مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ میں رہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسکے ساتھ
اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا اور دوسرے کی دعوت کرنی و معاف کرنا اور لوگوں میں صلح کرانی اور جود
اور کرم اور سماحت کرنا اور ابتدا بسلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگوں سے درگذر کرنی اور جو چیزیں اسلام نے حرام کر دی ہیں انسے اجتناب کرنا
یعنی کھیل اور باطل اور غنا اور آلات لہو تماما اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور جھوٹ اور بخل اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور
فریب اور چغلی اور آپس میں بگاڑ ڈالنا اور قرابت کو توڑنا اور بدخلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا اور کینہ اور
حسد اور بدفالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہیں چھوڑی
جسکی طرف ہمکو نہ بلایا ہو اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ جس سے ہمکو ڈرایا نہو یا منع نہ کیا ہو اور ان سب باتوں سے یہ آیت کفایت کرتی ہے ان اللہ
یامر بالعدل والاحسان الآیہ۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اسطرح وصیت فرمائی کہ اے معاذ میں تجکو وصیت
کرتا ہوں خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے
اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل اور کوتاہ کرنے امل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی
محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور میں تجکو منع کرتا ہوں کہ کسی حلیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھہرانا
اور کسی گناہگار کی اطاعت نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین میں فساد مت کرنا اور تجکو وصیت کرتا ہوں خدا تعالیٰ سے
ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لیے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لیے ظاہر غرضکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا اور انکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کیطرف بلایا

دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق میں جنکو بعض علما نے احادیث سے جمع کیا ہے اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب
لوگوں سے زیادہ حلیم تھے اور سب سے زیادہ شجاع تھے سب سے زیادہ عادل تھے سب سے زیادہ پارسا تھے کبھی آپکا دست مبارک ایسی عورت کے
ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک میں نہ ہو یا آپ کی محرم نہو سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ رہتا اور
ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائیں اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان میں تشریف نہ لاتے جبتک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے چکتے
جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپکو دیا تھا اسمیں سے بجز سال بھر کی اپنی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں اور سہل الحصول خرما اور جو کی ہوتی
تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے جس چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اسکو مرحمت فرماتے پھر آپ اپنے سال بھر کے قوت میں سے

بھی دے ڈالتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے حتے کہ بعض اوقات برس گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت پڑتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی ۔ اور اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی ٹہل کرتے اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے سب لوگوں سے زیادہ حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پر آپ کی نگاہ نہ جمتی ۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے ۔ اور ہدیہ قبول فرماتے گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے ۔ ہدیہ کو تناول فرماتے اور صدقہ کو نہ کھاتے ۔ لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ فرماتے اُنکے ساتھ چلے جاتے ۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کے لیے غصہ نہ فرماتے ۔ حق کو جاری فرماتے گو اسمیں آپ کا اور آپ کے اصحاب کا نقصان ہوتا ۔ مشرکوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے طرفدار ہوکر دوسرے مشرکوں سے عوض لیں اور اُس وقت آپ کے پاس آدمیوں کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص بھی آپ کے ساتھیوں میں زیادہ ہوتا تو اُسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں مشرک سے مدد نہیں لیتا ہوں ۔ اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار اصحاب میں یہودیوں میں مقتول پایا مگر آپ نے اُنپر ظلم نہ کیا اور نہ حق سے زیادہ بڑھے بلکہ اُس مقتول کی دیت سو اونٹنیاں اپنی جناب سے دیں حالانکہ اُس وقت اصحاب کو اونٹ کی نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اُس سے قوت حاصل کرتے اور بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اُسکو نہ ہٹاتے اور حلال کھانے سے ورع نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اُسکو ہی نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہوں یا جو کی ملتی اُسکو کھا لیتے اور اگر میٹھا یا شہد پاتے تو اُسکو ہی کھا لیتے اور اگر دودھ بدون روٹی کے پاتے تو اُسی پر اکتفا فرماتے ۔ اور اگر خربزہ یا تر خرما ملتا تو وہی کھا لیتے تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ اونچے خوان پر رکھکر کھانا کھاتے ۔ آپ کا رومال دونوں تلوے پائے مبارک کے تھے گیہوں کی روٹی سے تا زیست تین دن پیہم پیٹ نہیں بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل کی وجہ سے نہ تھا بلکہ نفس کو بیچ اور مغلوب رکھنے کے لیے ۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے ۔ دشمنوں میں بلا نگاہبان تنہا پھرتے ۔ تواضع سب سے زیادہ اور وقار میں سب سے بڑھکر تھے بدون تکبر کے کلام میں سب سے زیادہ بلیغ بدون تطویل کے سب سے زیادہ خندہ پیشانی تھے ۔ امور دنیا میں سے آپ کو کوئی چیز تعجب میں نہ ڈالتی جو پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ یعنے چھوٹا کمل اور کبھی یمن کی چادر اور کبھی صوف کا جبہ جو مباح مال سے ملتا اُس کو پہن لیتے ۔ آپ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اُسکو داہنے ہاتھ اور بائیں کی چھنگلیا میں پہنا کرتے تھے ۔ اپنے پیچھے اپنے غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار

کر لیتے تھے۔ جو سواری بہم ہو جاتی اُسپر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر گاہے اونٹ پر کبھی سبز خچر پر کبھی دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بغیر
چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ منورہ کے پرلے کنارہ پر بیماروں کی عیادت فرماتے خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور بدبو کو مکروہ جانتے
فقیروں کے ساتھ بیٹھتے مسکینوں کو ساتھ کھلاتے جو لوگ اخلاق میں افضل ہوتے اُنکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کرکے اُنکو
پرچاتے صلہ رحم فرماتے اسطرح پر کہ عزیزوں کو اُنسے افضل شخصوں پر ترجیح دیں کسی پر جفا نہ فرماتے جو آپکے سامنے عذر کرتا اُسکا عذر
مقبول کر لیتے آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے تبسم فرماتے اور زور سے نہ ہنستے مباح کھیل کو دیکھتے اور منع نہ فرماتے آپنے
اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے۔ آپکے سامنے آوازیں بلند ہوتیں اور آپ صبر فرماتے۔ آپکے پاس دودھیل اونٹنی اور بکری
تھی کہ اُنکا دودھ آپ اور آپکے گھر والے پیتے تھے۔ آپکے پاس لونڈیاں اور غلام تھے کھانے اور پہننے میں آپ اُنسے برتری نہ فرماتے
کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گذرتا جسمیں آپ اللہ تعالیٰ کیلیے کام یا اپنے نفس کی بہتری کیلیے امر ضروری نہ کرتے ہوتے۔ آپنے صحابہ باغوں میں
تشریف لیجاتے کسی مسکین کو اُسکے مفلس و مبتلا ہونیکے سبب سے حقیر نجانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اُسکی بادشاہت کی جہت سے
ڈرتے بلکہ دونوں کو برابر اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلیے سیرت فاضلہ اور سیاست تامہ جمع کردی تھی آپ امی ہیں کہ نہ پڑھے نہ لکھے
جہل کے ملکوں اور جنگلوں کے اندر بحالت فقر اور بکریاں چرانے میں یتیم پیدا ہوئے کہ نہ باپ تھا نہ ماں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپکو سب محاسن اخلاق اور
اچھے طریقے اور پہلوں اور پچھلوں کے حالات اور جن باتوں سے آخرت میں فوز و نجات ہو اور دنیا میں لوگ رشک کریں اور واجبات پر لازم
رہنا اور فضول کو ترک کرنا سب کچھ تعلیم فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائیں اور آپ کے افعال
کی اقتدا کریں آمین یا رب العالمین۔

تیسرا بیان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آداب اخلاق میں جو منجملہ مرویات ابو البختری ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس کسی کو ایذا دی اور مسلمانوں میں سے گالی دی اُسکے حق میں اُسکو کفارہ اور رحمت ہونیکی دعا کی کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو

[illegible]

اور آپؐ سے اثناء قتال مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ اعدا کو لعنت کرین تو مناسب ہی آپؐ نے فرمایا کہ رحمت کے لیے مبعوث ہوا ہون نہ لعنت کرنے کے لیے [۷۳] اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص کے لیے بد دعا فرمائیے تو آپ بد دعا سے اعراض کرکے دعاء خیر فرماتے ۔ آپؐ نے دست مبارک کا وار کسی پر نہین کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اُس کا بدلہ آپ نے کبھی نہین لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو ۔ اور جب [۷۴] کبھی دو امرون مین آپ کو اختیار دیا گیا تو دونون مین سے سہل تر کو پسند فرمایا بشرطیکہ اُسمین گناہ یا قطع قرابت نہو کہ ان دونون سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے ۔ [۷۵] اور جو کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی آپکی خدمت مین حاضر ہوتی تو آپ اُسکے ساتھ اُسکی حاجت مین کھڑے ہوجاتے حضرت انسؓ فرماتے ہین [۷۶] کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ جو چیز آپکو بُری لگی اُسمین مجھسے آپنے کبھی یہ نہین فرمایا کہ یہ تو نے کیون کی اور جب کسی نے آپکے گھر والون مین سے ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو تقدیر مین یون ہی ہونا تھا ۔ [۷۷] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوابگاہ مین عیب نہین لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ رہے اور اگر بستر نہوا تو زمین پر لیٹ رہے ۔ اور اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپکے نبی کرنے سے پیشتر توریت مین اس طرح ارشاد فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہی نہ درشت خو ہی نہ سخت نہ بازارون مین چلاتا ہی نہ بدی کا بدلہ بدی سے لیتا ہی بلکہ معاف ور درگذر کرتا ہی اُسکی پیدائش کیجگہ مکہ معظمہ اور مقام ہجرت طابہ یعنی مدینہ منورہ اور اُسکا ملک شام مین ہی وہ اور اُسکے ساتھی تہمد باندھتے ہین قرآن اور علم کے حافظ ہین اور ہاتھ پاؤن کو وضو مین دھوتے ہین اور اسیطرح کا وصف انجیل مین مذکور ہی ۔ اور آپؐ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے اول سلام کرتے ۔ [۷۸] اور جو کوئی آپکو کسی کام کیلیے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف فرماتے جبتک کہ وہ شخص خود چلا نجاتا اور جو شخص [۷۹] آپکا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اُس سے ہاتھ چھڑا لیتے یہانتک کہ وہ آپ سے نہ چھوڑ دیتا ۔ [۸۰] اور جب اپنے اصحابؓ مین سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اُسکی انگلیو مین انگلیان ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے ۔ اور جب [۸۱] کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے اور اگر آپ کے پاس نماز پڑھتے مین کوئی آبیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اُس سے پوچھتے تمکو کچھ کام ہی اور جب اُسکے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے ۔ [۸۲] اور آپ کی اکثر نشست یہ تھی کہ دونون ساقون کو کھڑی کر کے اُنکے گرد دونون ہاتھ گوٹ مار کی طرح پکڑ لیتے تھے ۔ [۸۳] آپکی نشست آپکے اصحاب کی نشست سے متمیز نتھی ۔ جہان [۸۴] آپکو نشست کیلیے جگہ ملتی تھی اُسی جگہ بیٹھ جاتے تھے [۸۵] کبھی آپکو کسی نے نہین دیکھا کہ آپ نے پاؤن اصحابؓ مین پھیلائے ہون اور اُنپر جگہ تنگ ہوگئی ہو ہان اگر مکان وسیع ہوتا اور پاؤن پھیلانے سے تنگی نہوتی تو کچھ مضائقہ نتھا اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی ۔ [۸۶] اور جو آپکے پاس آتا تھا اُسکی خاطر اور تعظیم فرماتے حتےٰ کہ بعض مین اور

آپ مین کسیطرح کی قرابت اور دودھ پینے کا علاقہ نہ تھا اُنکے لیے اپنی چادر بچھا کر اُسپر اُنکو بٹھلاتے - اور جو تکیہ آپکے نیچے رہتا تھا آنے والے کے لیے اُسکو نکالکر حوالہ فرماتے اور اگر وہ اُسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ قسم دیتے کہ اُسی پر تکیہ لگاکر بیٹھے - اور جس کسی نے آپسے محبت کی اُسکو یہی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ آپ مجھپر کرم فرماتے ہین یہانتک کہ اپنے جلیسون مین سے ہر ایک کی طرف حصہ رسد توجہ فرماتے حتے کہ آپکی نشست اور سُننا اور بات کہنا اور بزم لطیفت اور جلیس کیطرف توجہ اور اُسکے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی مجلس تھی اللہ تعالے فرماتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولوکنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک - آپ اپنے اصحاب کو اُنکی خاطر اور دلداری کے لیے اُنکی کنیتون سے پکارتے - اور جسکی کنیت نہ ہوتی اسکی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اُسکو اسی کنیت سے پکارتے جن عورتون کے اولاد ہوتی اُنکی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولادوالی کی کنیت پہلے سے کردیتے - اور لڑکون کیلیے کنیت ٹھہرا دیتے تو اس سے اُنکا دل نرم ہوجاتا - اور سب لوگون سے زیادہ دیر مین آپکو غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہوجاتے - لوگونپر نہایت درجہ کی رافت فرماتے اور اُنکے حق مین سب سے بہتر اور نافع تر تھے - آپکی مجلس مین آوازین بلند نہوتین - اور جب مجلس سے اُٹھتے تو فرماتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک اور فرماتے کہ یہ کلمات مجکو جبرئیل علیہ السلام نے سکھلائے ہین

چوتھا بیان آنحضرت صلعم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر مین - آنحضرت صلعم سب سے زیادہ فصیح اور شیرین تقریر تھے - اور فرماتے کہ مین زیادہ فصیح ہون اور جنت کے لوگ جنت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی مین گفتگو کرینگے - آپ کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نہ فرماتے آپکی تقریر منتظم موتیون کی سی لڑی تھی حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح بہت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم کسی قدر اُس کو پھیلاتے ہو سب سے زیادہ مختصر کلام آپ کا تھا اور اسی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس لائے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے آپ کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی اُنمین تھی نہ کمی گویا موتیون کے دانون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہین اور اثناء کلام مین گو نہ توقف ہوتا تھا کہ سننے والا یاد کرلے - آپکی آواز بلند اور لہجہ سب سے اچھا تھا سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو نہ ہلاتے - لفظ نامعقول زبان پر نہ لاتے اور بحالت رضا اور غضب مین بجز سچ کے

نقل کیا ہی ۱۲ [illegible] بسند منقطع
جمیع روایت عمر فاروق
بسند منقطع و دارقطنی برایت
ابن عباس ۱۲ [illegible] ترمذی
اور شمائل بروایت ہند بن
ابی ہالہ اور راوی مجہول
صحیحین مین بروایت ابوہریرہ
۱۲ اور باقی ترمذی
مین بروایت عائشہ
منقول ۱۲ ۱۹ [illegible]
ترمذی اور نسائی بروایت [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

ارشاد فرمایا ہو [illegible] فاروق کو ابا حفص کہا اور روایت صحیح مین حضرت علی رض کو ابو تراب [illegible] روایت کیا ہی ادر حاکم نے روایت ابن مسعود [illegible] فرمائی حالانکہ آپکے اولاد نہ ہوئی تھی ۱۲ [illegible] ترمذی نے بروایت انس بیان کیا [illegible] کنیت ابو حمزہ فرمائی اور ابن ماجہ مین [illegible] فاروق نے حضرت صہیب سے [illegible]

[illegible] روایت عائشہ [illegible] ترمذی [illegible]

[illegible] ترمذی اور شمائل بروایت علی [illegible] نسائی [illegible] ابن عباس [illegible] ابو سعید خدری [illegible] طبرانی [illegible] حاکم [illegible]

اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی برا لفظ بولتا اُسکی طرف سے منھ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپکو برا معلوم ہوتا اور مجبوری کہنا پڑتا تو اُسکو صراحۃً نہ فرماتے اشارۃً ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تو جلیس بولتے آپ کے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیر خواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے۔ ارشاد فرماتے کہ بعض قرآن کو بعض سے مت ٹکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اُترا ہی۔ اپنے اصحاب کے روبرو سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے اور اُنکی باتون سے زیادہ تعجب فرماتے اور اُنہین اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی کچلیان کھلجاتین۔ اور آپ کے اصحاب کا خندہ آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا آپ کے اقتدا اور توقیر کی جہت سے۔ اور کہتے ہین کہ ایک دن ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا آپکا رنگ اُسوقت متغیر تھا اور صحابہ رض اُسکو خلاف عادت شریف دیکھکر پہچان گئے تھے اس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپکا رنگ متغیر دیکھتے ہین اُسنے کہا کہ مجھ سے تعرض مت کرو قسم ہی اُس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق کرکے بھیجا ہی مین آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑونگا غرضکہ اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے سنا ہی کہ دجال لوگون کے لیے ثرید لائیگا تو فدا ہون آپ پر میرے والدین کیا آپ مجھکو یہ اجازت فرماتے ہین کہ مین اُسکے ثرید سے رکا رہون یہانتک کہ لاغری سے ہلاک ہون یا یہ حکم دیتے ہین کہ اُسکے ثرید پر ہتے لگاؤن اور جب خوب تن جاؤن تو اللہ تعالی پر ایمان لاؤن اور اُسکا منکر ہون آپ اُسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان کھل گئین پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالی اور ایماندارون کو اُس کا غنی کردیگا اُسی سے تجھکو بھی اُسکی پروا نہ رکھیگا۔ اور آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوتا ہوتا یا قیامت کا ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرماتے ہوتے۔ اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر رضا کی حالت مین ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو واقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور سے اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز خدا کے واسطے ہوا نہ کرتے تھے تو کسی چیز کو آپکے غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہ تھی اور آپ اپنے سب کامون مین ایسے ہی تھے۔ اور جب کوئی واقعہ آپ پر آتا تو اُسکو سپرد خدا فرماتے اور طاقت وقوت سے بری ہو جاتے اور اللہ تعالی سے ہدایت کی التجا کرتے اور یون فرماتے کہ الٰہی مجکو حق کو حق دکھلا کہ مین اُسکا اتباع کرون اور منکر کو منکر دکھلا اور مجکو اس سے بچنا روزی کر اور مجکو اس بات سے پناہ مین رکھ کہ منکر مجھپر مشتبہ ہو جائے اور بدون تیری ہدایت کے مین اپنی خواہش نفس کا اتباع کرون اور میری خواہش نفس کو اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت مین لے اور امر حق مین اختلاف پڑنے کے وقت مجکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہی

پانچوان بیان کھانے کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وآداب کے ذکر مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اُسکو کھا لیتے اور جس کھانے پر بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپکو سب سے زیادہ محبوب تھا اور جب دسترخوان بچھایا جاتا تو آپ فرماتے بسم اللہ اللھم اجعلھا نعمۃ مشکورۃ

فصل بہا لنعمۃ الجنۃ۔ اور اکثر جب آپ تناول فرمانیکو بیٹھتے تو اپنے دونوں زانو اور دونوں قدم ملا لیتے جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانو اور قدم پر
قدم نہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ میں بندہ ہوں کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے اور گرم کھانا آپ نہ کھاتے اور فرماتے
کہ اسمیں برکت نہیں ہوتی اور اللہ تعالی نے ہمکو آگ نہیں کھلائی سو اسکو ٹھنڈا کرلو۔ اور آپ اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے اور تین انگلیوں سے کھانا
کھانا تناول فرماتے۔ اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے۔ اور دو انگلیوں سے نکھاتے اور فرماتے کہ یہ طور شیطان کے کھانے کا ہے
اور ایک بار حضرت عثمان بن عفان آپکے پاس فالودہ لائے آپ نے اسمیں سے تناول فرمایا اور پوچھا کہ یا ابا عبد اللہ یہ کیا ہے حضرت
عثمان رض نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہوں ہم شہد اور گھی دیگچی میں کرکے آگ پر پکاتے ہیں اور اسمیں گیہوں کا میدہ ڈالکر گھی
اور شہد کو چمچہ سے دیگچی میں پھراتے جاتے ہیں یہانتک کہ یک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا
طیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور ککڑی ترخرما کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول
فرماتے۔ اور تر میووں میں سے آپکو خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا اور آپ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے
اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے۔ اور کھانے میں دونوں ہاتھوں سے مدد لیتے ایک روز آپ تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے
اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں جمع فرماتے تھے کہ اتنے میں ایک بکری آئی آپ نے اسکی طرف گٹھلیوں کا اشارہ کیا وہ آپکے بائیں ہاتھ میں کھاتی
رہی اور آپ داہنے ہاتھ سے کھاتے رہے یہانتک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ اور کبھی آپ انگوروں کا خوشہ منہ میں رکھ لیتے یعنی
ٹہنی کی ایک دفعہ کھاتے اور آب انگور آپکی ریش مبارک پر موتیوں کی طرح اترتا معلوم ہوتا اور آپکا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا اور کبھی آپ
ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوپر سے ایک خرما کھاتے پھر اسیطرح کرتے اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزیں) اور سب سے زیادہ
محبوب کھانا آپکے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے اور اگر میں اپنے
پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجھکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا۔ اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے۔ اور کدو کو آپ
پسند فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ پیڑ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اس میں
کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور جس پرند کا شکار ہوتا اسکو تناول فرماتے۔ اور شکار کا پیچھا خود نکرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر
کوئی شکار کرکے لا دیتا تو اسکے کھانیکو پسند فرماتے۔ اور جب آپ گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اسکے لیے نہ جھکاتے بلکہ اسکو منہ کے پاس لاکر دانت

اور حدیث میں مابین کی گوڑ رگی اور بکری کا قصہ نہیں ملا بکر شافعی میں بروایت انس بسند ضعیف ہے ۱۲ ابن عدی در کامل عقیلی در ضعفا بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ بخاری بروایت عائشہ ۱۲ احمد بروایت اسمعیل بن ابی خالد عن ابیہ ۱۲ ابن حبان بروایت ابن سمعان ۱۲ ابن ماجہ بروایت ابو الدرداء بسند ضعیف ۱۲ مسلم بروایت انس ۱۲

سے کاٹتے۔ اور روٹی اور گھی تناول فرماتے اور بکری مین سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا اور ہنڈیا مین سے کدو اور روٹی لگاکر
کھانیکی چیزون مین سے سرکہ اور کھجورون مین سے عجوہ پسند فرماتے۔ اور عجوہ کھجور کے باب مین برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت مین سے
ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔ اور ساگ کی قسم مین آپ کاسنی اور ریحان اور خرفہ جسکو رجلہ کہتے ہین پسند فرماتے اور گردونکو آپ برا جانتے تھے
اسوجہ سے کہ پیشاب کے قریب ہتے ہین۔ اور بکری مین سے سات چیزین نہ کھاتے تھے ذکر اور فوطے اور کھکنا اور پتہ اور غدہ اور فرج اور خون
اور انکو برا جانتے تھے اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے۔ اور کسی کھانیکو کبھی برا نہین فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا اور نہ
چھوڑ دیا اور اگر برا جانا تو دوسرے کی نظر مین اسکو ناپسند نہین کیا۔ اور ضب اور تلی سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر انکو حرام نہ فرماتے۔ اور اپنی
انگلیون سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے مین برکت بہت ہوتی ہے اور کھانیکے بعد اپنی انگلیاں اتنی چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتیں۔
اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پونچھتے جبتک کہ ایک ایک انگلی چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہین کہ کون سے کھانے مین برکت ہے اور
جب کھانیسے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ اللہم لک الحمد اطعمت فاشبعت وسقیت فارویت لک الحمد غیر مکفور ولا مودع ولا مستغنی عنہ۔ اور جب
آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھونکو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی کو منھ پر پونچھ لیتے۔ اور آپ پانی تین دفعہ مین پیتے اور ان مین تین
بسم اللہ اور آخر مین تین الحمد للہ کہتے (یعنی ہر بار کی ابتدا مین ایک بار بسم اللہ اور انتہا مین الحمد للہ مرۃ) اور پانی کو چوس چوس کر پیتے
بڑے گھونٹ سے نہ پیتے۔ اور کبھی ایک ہی سانس مین پانی پینے سے فراغت پاتے۔ اور برتن مین اثنا شرب مین سانس نہ لیتے بلکہ اس سے
علیحدہ ہوکر سانس لیتے۔ اور اپنا اُلش اسکو مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائین طرف والا رتبہ مین بڑا ہوتا تو داہنی طرف
والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہے کہ تجکو ملے لیکن اگر تجکو پسند ہو تو بائین طرف والیکو اپنے نفس پر ترجیح دیدے۔ اور ایکبار آپکی
خدمت مین ایک برتن آیا جسمین شہد اور دودھ تھا آپنے اسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزین ایک دفعہ مین اور دو سالن ایک
برتن مین ہین پھر فرمایا کہ مین انکو حرام نہین کرتا ہون مگر فخر کو اور دنیا کی فضول کا قیامت مین محاسبہ ہونے کو برا جانتا ہون اور تواضع کو
پسند کرتا ہون کہ جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالی اسکو بلند کرتا ہے۔ اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت
سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ کھانا گھر والون سے نہ مانگتے اور نہ انپر کسی کھانے کی فرمایش کرتے اگر انھون نے کھلا دیا تو کھالیا اور جو

سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا۔ اور[1] بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لے لیتے
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

چھٹا بیان لباس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق و آداب کے ذکر میں۔ کپڑوں[2] میں جو آپ کو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے۔ اور آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ اور[3] آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اسکو اپنے زندوں کو پہناؤ اور اموات کو اسمین کفناؤ۔ اور[4] لڑائی کے وقت قبا سے پنبہ دار پہنتے اور بدون بھراؤ کی بھی پہنتے اور[5] ایک قباء دیبا کی آپکے پاس تھی کہ اسکو آپ پہنتے تو اسکی سبزی آپ کے رنگ کی سفیدی میں اچھی معلوم ہوتی اور[6] آپکے سب کپڑے ٹخنوں سے اوپر چڑھے ہوتے اور تہمد اس سے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا۔ اور آپ[7] کے قمیص کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز میں اور غیر نماز میں بند کھول دیتے اور آپ[8] کے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اسی کو پہن کر لوگوں کو نماز پڑھا دیتے۔ اور[9] کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہ ہوتا۔ اور آپ[10] کے پاس ایک چادر پیوندلگی تھی اسکو پہنتے اور فرماتے کہ میں بندہ ہوں پہنتا ہوں جیسے بندہ پہنتا ہے۔ اور[11] جمعہ کا جوڑا آپکا خاص تھا سوائے اور دنوں کے کپڑوں کے۔ اور کبھی آپ[12] ایک چادر یا تہمد ہی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہ ہوتی اور اسکے دونوں کناروں کو دونوں شانوں کے درمیان گرہ لگاتے۔ اور کبھی[13] جنازہ پر اس سے امامت کرتے۔ اور کبھی[14] مکان کے اندر ایک ہی تہمد میں لپٹ کر اور دونوں کنارے انکو شانوں پر ادھر کا ادھر ڈالکر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جسمیں رات کو صحبت کی ہوتی۔ اور[15] کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈال کر پڑھتے اور آپ[16] کے پاس ایک چادر سیاہ تھی اسکو آپ نے کسی کو دے ڈالا حضرت ام سلمہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں نے اسکو ہبہ کر دیا انھوں نے کہا کہ جیسی آپ کی سفیدی اسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی میں نے ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ اور[17] حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ ظہر کی نماز ایک چھوٹی چادر میں پڑھائی جسکے کناروں کو آپ نے گرہ دے لیا تھا۔ اور آپ[18] انگوٹھی پہنتے۔ اور[19] کبھی باہر تشریف لاتے اور آپکی انگوٹھی میں کسی چیز کی یادداشت کے لیے دھاگا بندھا ہوتا۔ اس[20] انگوٹھی سے آپ خطوں پر مہر لگاتے اور فرماتے کہ خط پر مہر کر دینی تہمت سے بہتر ہے اور ٹوپیاں[21] آپ عماموں کے تلے اور بدون عماموں کے پہنتے۔ اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر اسکا سترہ کرتے اور اسکی طرف

[Margin:] ابوداؤد و نسائی نے بروایت عائشہ رض ذکر کیا ہے ۱۲ ... عبادہ بن الصامت ... بخاری و مسلم بروایت ... ابن عدی ... انگوٹھی سے

[Footnotes: illegible]

نماز پڑھتے - اور کبھی عمامہ ہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے - اور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا اسکو آپنے حضرت علی مرتضیٰ کو ہبہ کر دیا تھا حضرت علی رض کبھی اسکو دیکر تشریف لاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمہارے پاس سحاب مین آئے - اور جب آپ کپڑا پہنتے تو دہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس - اور جب کپڑا اتارتے تو بائین طرف سے ابتدا کرتے - اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف خدا تعالے کیواسطے ہو تو وہ حالت حیات وموت مین خدا تعالی کی ضمان اور پناہ اور برکت مین رہیگا جب تک کہ مسلمان کو پہنائیگا - اور آپ کا ایک چمڑیکا گدا تھا آسمین خرما کی چھال بھری تھی اسکا طول دو گز کے قریب و عرض ایک گز ایک بالشت کے قریب تھا - اور آپ کا ایک کمل تھا کہ اسکو ہر جگہ اٹھا کر آپ کے تلے دو تہ کرکے بچھا دیتے تھے - اور آپ بوریے پر سوتے کہ اسکے سوا اور بستر نہوتا اور آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانوروں اور ہتھیاروں اور چیزوں کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپکے نیزہ کا نام عقاب تھا اور آپ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی مین ساتھ رکھتے تھے ذو الفقار تھا اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے - اور ایک اور قضیب کے نام سے معروف تھی - اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی بھرا ہوا تھا - اور آپ چمڑے کی پٹی پہنتے جسمین تین کڑیاں چاندی کی تھین - اور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور ترکش کا نام کافور - اور آپ کے ناقہ کا نام قصوے تھا جسکو عضبا بھی کہتے تھے - اور آپ کے خچر کا نام دلدل تھا - اور آپ کے دراز گوش کا نام یعفور - اور آپ کی بکری کا نام عنبہ تھا اسکا آپ دودھ پیتے تھے - اور آپ کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے اسپر آدمی اپنے چھوٹے بچوں تمیزدار کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے اور اگر لوٹے مین پانی پاتے تو اس کو پیتے اور اپنے چہروں اور بدن پر حصول برکت کے لیے ملتے -

ساتوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور مین سب سے زیادہ راغب تھے یہانتک کہ آپ کی خدمت مین سونے اور چاندی کے ہار آئے اور آپنے انکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم مین تقسیم فرمایا اسوقت ایک دیہی شخص اٹھا اور اسنے کہا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خدا تعالی نے آپکو عدل کرنیکا حکم فرمایا ہے مگر مین آپکو عدل کرتے نہین دیکھتا آپنے فرمایا کہ کمبخت میرے سوا پھر تجھپر کون عدل کریگا جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نرمی کیساتھ میرے پاس واپس لے آؤ - اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے روز لوگون کے لیے حضرت بلال رض

[illegible]

کے کپڑے مین چاندی جمع کرتے تھے آپکی خدمت مین ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمائیے آپ نے اُسکو
فرمایا کمبخت اگر مین عدل نہ کرونگا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ مین رہیگا اگر مین عدل نہ کرون حضرت عمر فاروق رض کھڑے ہوئے
اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اُسکی گردن اُڑا دون کہ یہ منافق ہے آپنے فرمایا معاذ اللہ لوگ یہ کہینگے کہ مین اپنے یارونکو قتل کرتا ہون[1] اور
ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی مین تھے کہ کفار نے مسلمانونکی کچھ غفلت دیکھی اتنے مین ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلعم کے سر پر آگیا
اور کہا کہ اب بتاؤ مجھ سے کون بچائیگا آپنے فرمایا اللہ جل شانہ راوی کہتا ہے کہ اُس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اُٹھا کر فرمایا
کہ مجھ سے تجھکو کون بچائیگا اُسنے عرض کیا کہ آپنے مجھکو اسیر کر لیا آپ بہتر گرفتار کرنیوالون مین سے ہوجیے آپنے فرمایا کہہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اُسنے
کہا یہ تو نہین مگر مین آپسے نہ قتال کرونگا نہ آپکا ساتھ دونگا نہ اُن لوگون کے ساتھ ہونگا جو آپسے لڑتے ہین آپ نے اُسکو رہا فرما دیا وہ اپنے
ساتھیون مین آیا اور کہا کہ مین تمھارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آتا ہون[2] اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک یہودیہ عورت آپکی
خدمت مین ایک بکری زہر ملی ہوئی لائی تاکہ آپ اُسمین سے تناول فرماوین اُس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے آپنے اُس سے زہر
کا حال پوچھا اُسنے عرض کیا کہ مجھکو منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالون آپنے فرمایا کہ خدا اسے تجھکو منظور نہین کہ تجھکو اس امر پر قادر کرے لوگون نے عرض کیا کہ ارشاد
ہو تو اسکو قتل کرین آپنے فرمایا کہ نہین اور ایک[3] یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکو اس حال کی اطلاع
دی تھی یہانتک کہ آپنے اُس جادو کو نکلوا کر گرہ کھولی تو اُس سے افاقہ ہوگیا اور اُس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ نہ فرمایا اور نہ اُسپر یہ حال ظاہر
کیا ۔ [4] اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضۂ خاخ کو جاؤ اور وہان ایک عورت مسافر ہے
اُسکے پاس ایک خط ہے اُس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے روضۂ خاخ مین (کہ مدینۂ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے راہ مین پڑتا ہے) گئے اور اُس
عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالہ کر اُس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہین ہمنے کہا کہ یا خط نکال ورنہ اپنے کپڑے نکال ڈال آخر
اُسنے خط اپنی چوٹی مین سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب بن ابی بلتعہ کیطرف سے مشرکین مکہ کے نام
تھا اور اُسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا تھا کہ آپ مدینۂ منورہ سے باہر ہوچکے ہین خواہ تمپر آوین گے یا کسی اور پر آپ نے حاطب سے
پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی اُسنے عرض کیا کہ آپ جلدی نہ فرمائیے اصل یہ ہے کہ مین اپنی قوم مین ملگیا ہون (یعنی قریش مین مقیم ہون نسب مین شریک نہین)
اور آپکے ساتھ اور مہاجرون کے رشتہ دار مکہ مین بہت ہین وہ اُنکے گھر والونکو بچا لینگے تو مین نے یہ چاہا کہ مجھکو اگر قرابت نسبی حاصل نہین تو قریش پر
کچھ احسان کرون جس سے میرے قریبون کو بچالین اور یہ امر مین نے کفر کی راہ سے نہین کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر اور نہ اپنے دین
سے مرتد ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تم سے سچ کہا حضرت عمر فاروق رض نے عرض کیا کہ مجھکو اجازت فرمائیے کہ اس منافق کی گردن
اُڑا دون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی مین شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالیٰ نے بدر والونکے حال پر مطلع ہوکر یہ
فرما دیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو مین نے تمھاری مغفرت کی[5] اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار مین سے
کہا کہ یہ وہ قسمت ہے جس سے رضاء الٰہی ارادہ نہین کی گئی ہے یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ذکر کی آپ کا چہرہ سرخ
ہوگیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ اُنکو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر اُنھون نے صبر فرمایا[6] اور آنحضرت

[1] بخاری و مسلم بروایت جابر باختلاف الفاظ ۱۲
[2] ح
مسلم بروایت انس رض ۱۲
[3] بخاری بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ح
نسائی بروایت زید بن ارقم اور قصہ آپکے سحر کا صحیحین مین بروایت عائشہ ہے مگر ان الفاظ سے نہین
[4] بخاری و مسلم ۱۲ ح
نقول ... بروایت ... مسلم بروایت ...
[5] بخاری و مسلم ۱۲ ح
[6] ... بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود رض ۱۲

صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم میں سے کوئی میرے اصحاب رضہ کی طرف سے کوئی بات مجھسے نہ کہا کرے کہ میں یہ چاہتا ہون کہ تمھارے پاس سینہ صاف ہوکر آؤن

آٹھوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتین بری معلوم ہوتین تھین اُن کو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد پتلی اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہوجاتی تھی۔ اور جب آپ کو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے۔ کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اُس کو بری معلوم ہو۔ ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور زرد خوشبو لگائے تھا آپ کو بری معلوم ہوئی مگر اُس سے کچھ نہین فرمایا جب وہ چلا گیا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس سے کہدو کہ اسکا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو۔ اور ایک اعرابی نے مسجد مین پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ اُسپر چڑھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا پیشاب بست رد کو پھر اُس سے ارشاد فرمایا کہ مسجد مین اس قابل نہین کہ کوئی کوڑا یا پیشاب یا پاخانہ اُنمین ہو۔ اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے صحابہ رضہ سے فرمایا کہ لوگون کو پاس بلاؤ بدکاؤ نہین۔ اور ایک اعرابی آپکی خدمت مین ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپنے اُسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا کہ نہ آپ نے احسان کیا نہ نیکی کی راوی کہتا ہے کہ مسلمان اس بات سے غصہ ہوئے اور اُسکی طرف چلے آپنے اُنکو ارشاد فرمایا کہ باز رہو پھر آپ اُٹھکر اپنے مکان مین تشریف لیگئے اور اُس اعرابی کو بلوا کر کچھ اور دیا پھر پوچھا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا ہان اللہ تعالیٰ آپکے اہل و عشیرہ کو جزائے خیر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہہ چکا ہے میرے اصحاب کے دلمین وہ کھٹکتا ہے اگر تیرا دل چاہے تو جو میرے سامنے کہتا ہے وہی اُنکے سامنے کہدینا تاکہ اُنکے دلون سے جو تجھپر غبار ہے وہ نکلجائے اعرابی نے عرض کیا بہت بہتر دوسرے روز صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے کہا تھا جو کہا تھا پھر ہمنے اسکو زیادہ دیا تو اُسنے کہا کہ مین راضی ہوگیا پھر اعرابی سے پوچھا کہ کیون بھلا یون ہی ہے اُسنے کہا ہان آپکے اہل و عشیرہ کو خدا تعالیٰ جزائے خیر دے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثل ایسی ہے جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی اور لوگ اُسکے پیچھے ہوئے تو اور زیادہ بھاگی پھر اونٹنی کے مالک نے اُنکو آواز دی کہ تم سب علیحدہ ہوجاؤ مین جانون اور میری اونٹنی مین اُسپر زیادہ شفیق اور اُسکے حال سے زیادہ واقف ہون پھر وہ سامنے کیطرف سے اُسی کیطرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لیکر اُسکو دکھلایا اور آہستہ آہستہ اُسکو پاس بلا لیا یہانتک کہ جب وہ آئی تو اُسکو بٹھلایا اور اُسپر کاٹھی باندھکر سوار ہوگیا جب اُس شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور مین تمکو منع نہ کرتا اور تم اُسکو مار ڈالتے تو وہ دوزخ مین جاتا

نوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخاوت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ سخی اور جواد تھے اور ماہ رمضان المبارک مین آندھی کیطرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیئے نہ چھوڑتے۔ اور حضرت علی رضہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ پورا کرنے والے نرم مزاج عادت مین بزرگ ترین خاندان مین تھے جو کوئی آپکو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے ڈرجاتا اور اگر شناسائی کے طور پر آپسے ملتا اور رکھتا تو عاشق ہوجاتا آپ کا وصف کرنیوالا کہتا کہ مین نے نہ ایسا آپ کے پیشتر دیکھا نہ آپ کے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان ہونے پر جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اُسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپسے سوال کیا تو آپنے اتنی بھیڑ بکریان دین کہ دو پہاڑون کے درمیان بھر جائین وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اُنسے کہا کہ

[Margin notes:] ابن حبان بروایت ابن حبان ... بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ... بروایت انس رضی اللہ عنہ ... صحاح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اس مین یون ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سے جب ملاقات ہوتی تو خیرات مین آندھی کی طرح ہوتے ۱۲ منہ یہ حدیث ترمذی کی ہے اور کہا کہ اس کی اسناد متصل نہین ۱۲ منہ بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲

مسلمان ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کیطرح عطا عنایت فرماتے ہیں جو فاقہ سے نہ ڈرتا ہو۔ اور کبھی کسی چیز کا سوال آپ سے نہیں ہوا کہ آپ نے اُسکو نہیں فرمایا ہو اور آپ کی خدمت میں نوّے ہزار درم آئے آپنے اُنکو بوریے پر رکھدیا پھر اُنکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہانتک کہ اُنسے فراغت پائی اور ایک شخص نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا آپنے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر مجھکو جو ضرورت ہو وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لیلے جب ہمارے پاس کچھ آئیگا ہم اُسکو ادا کر دینگے حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپکو قدرت نہیں اُسکی تکلیف خدا تعالی نے آپکو نہیں دی آپکو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیے جائیے اور مالک عرش بریں سے خوف مفلسی کا نفرمائیے آنحضرت صلعم نے تبسم فرمایا اور آپکے چہرہ مبارک پر سرور معلوم ہوا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین سے مراجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہو کر مانگنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ببول کے درخت کیطرف مجبوری جانا پڑا اُس درخت میں آپکی ردا مبارک اٹک گئی پس آپنے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھکو میری چادر دیدو اگر میرے پاس ان درختوں خاردار کی مقدار اُونٹ ہوں تو میں تم میں اُنکو تقسیم کر دوں پھر تم مجھکو بخیل اور جھوٹا اور نامرد نہ پاؤ گے

دسواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ قوی اور بہادر تھے حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہمنے اپنے آپکو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت کہ دشمن سے قریب تر تھے اور اُس روز سب لوگوں سے زیادہ سخت لڑنیوالے تھے۔ اور یہ بھی حضرت علی مرتضی رضہ کا قول ہے کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا تھا اور دونوں صفیں ملجاتی تھیں تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں ہو جاتے تھے پس آپکی نسبت کہ دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہ ہوتا تھا اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سخن اور قلیل الکلام تھے اور جب لوگوں کو قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگوں سے زیادہ لڑاک تھے۔ اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے۔ اور عمران بن حصین رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹولی سے آپ بھڑتے ہیں تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے۔ اور آپ قتال میں نہایت قوی تھے۔ اور جب آپکو مشرکوں نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اُتر پڑے اور فرمانے لگے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب تو اُس روز کوئی ایسا نہیں نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو۔

گیارھواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب میں سب لوگوں سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن عامر رضہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ پر کنکریاں مارتے دیکھا ہے کہ کوئی کسیکو مارتا تھا نہ دھکیلے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا۔ اور آپنے دراز گوش پر جادر کا زین ڈالکر سوار ہوتے باوجود اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی مرمت کر لیتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے اور اپنے مکان

مین گھر والونکی حاجت مین اُنکے شریک ہوکر کام کرتے ۔ اور آپ کے اصحاب آپکا کام نہ کرتے اسلیے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اس بات کو آپ بُرا جانتے
ہین ۔ اور آپکا گذر جب لڑکون پر ہوتا تو اُنکو سلام کرتے ۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے تو وہ آپکی ہیبت سے
کانپ گیا آپنے فرمایا کہ خوف مت کرو مین بادشاہ نہین ہون مین تو قریش مین کی ایک عورت کا فرزند ہون جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی
اور آپ اپنے اصحاب مین ایسے مخلط کر بیٹھتے کہ گویا انھین مین سے ایک آپ بھی ہین اجنبی شخص آتا تو بدون پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کونسے ہین
یہانتک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہ پر بیٹھا کرین کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کرے چنانچہ آپ کیلیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا کہ اُسپر
آپ نشست فرماتے ۔ اور حضرت عائشہ رضؓ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ خدا تعالیٰ مجکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگا کر
تناول فرمایا کیجیے کہ یہ آپ کو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگ جائے
فرمایا کہ مین ایسے کھاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے ۔ اور آپ کھانا خوان اور کشتی مین نہ کھاتے تھے
یہانتک کہ اللہ تعالیٰ سے ملے ۔ اور جو کوئی آپ کے اصحاب مین سے یا دوسرے لوگون مین آپ کو پکارتا تو آپ جواب مین لبیک
ارشاد فرماتے اور جب آپ لوگون کے ساتھ بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے باب مین گفتگو کرتے تو اُنکے ساتھ وہی تقریر فرماتے اور اگر وہ
کھانے پینے کی بات کرتے تو ویسا ہی ذکر فرماتے اور اگر وہ دنیا کے باب مین کلام کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپکو اُنکے ساتھ نرمی اور تواضع
کرنی منظور تھی اور کبھی اصحاب آپکے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتین عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو اُنکے ہنسنے کیوقت آپ بھی تبسم
فرماتے اور بجز حرام کے اُنکو اور چیز سے زجر نفرماتے

بارھوان بیان ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر مین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت سا طویل اور نہ کوتاہ
ہوتا تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپکے ساتھ چلتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا
قد مبارک اُس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو لمبے قد والے آپکے ادھر اُدھر ہوتے تو طول قامت مین آپ اُنپر غالب ہوتے اور جب وہ آپ سے علیحدہ
ہوتے تو اُنکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن مین کر دی گئی ہے ۔ اور آپ کا
رنگ مبارک ازہر یعنی گورا چٹا تھا نہ آپ گندم گون تھے اور نہ نخست سفید اور ازہر وہ سفید خالص ہے جسمین آمیزش زردی اور سرخی اور دوسرے
کسی رنگ کی نہو اور آپ کے وصف مین آپکے چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے ۔ وہ نورانی بدن جسکے سبب بادلون سے باران چاہتے ہین
اور بیوہ عورتونکا وہ ملجا اور ماویٰ ہے ۔ اور بعضون نے آپکا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے تو اسکی تطبیق مین یہ کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ
اور ہوا مین کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن ہین وہ تو سرخی آمیز تھے اور جو اعضا کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ ازہر یعنی سرخی سے خالی تھے ۔
اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک پر موتی کیطرح مشک خالص سے بھی زیادہ خوشبو دار تھا اور آپکے موے مبارک عمدہ [illegible] تھے
نہ بالکل لٹکے ہوئے نہ بہت گھونگر والے جب آپ کنگھی کرتے تو جیسے ریت مین ہوا سے لہرین پڑجاتی ہین ویسی ہی [illegible] معلوم ہوتین
اور ہر دوسری ہے کہ آپ کے بال شانون سے لگے ہوئے تھے ۔ اور اکثر روایت یہ ہے کہ کانون کی لو تک تھے اور کبھی آپ اُنکو چار لٹیں کر دیتے اور ہر گوش مبارک [illegible]

[illegible]

پھولون کے بیچ مین نکلا رہتا اور کبھی آپ بالون کو کانون کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپ کے سر مبارک اور ڈاڑھی شریف مین سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہین ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جسنے آپکے چہرہ کا وصف بیان کیا اُسنے اُسکو چودھوین رات کے چاند ہی سے تشبیہ دی اور چونکہ آپکی جلد صاف تھی تو آپکی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی اور لوگ یون کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے آپکے یار غار حضرت صدیق اکبر رض نے آپکی مدح کی ہے اور اس مضمون کا شعر کہا ہے

امین مصطفیٰ داعی بخیر است ❊ چو نور بدر کز ظلمت برآید ❊

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھوین باریک پوری اور دونون بھوون کے درمیان نور تابان گویا خالص چاندی ہے اُنکے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونون آنکھین کشادہ اور حسین اور اُنکی سیاہی خوب گہری تھی اور آپکی آنکھون مین گونہ سرخی کا اختلاط تھا مژہ طویل اور اس کثرت سے تھین کہ قریب ملنے کے ہو گئی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لمبی برابر تھی اور آپ کے دندان مبارک کچھ چھدرے تھے جب آپ خندۂ شیرین فرماتے تو اُنکی چمک بجلی کی دمک معلوم پڑتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب اللہ کے بندون سے حسین اور لطیف تر تھے اور آپکے رخسار مبارک غیر مرتفع اور سخت تھے آپکا چہرۂ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدور بلکہ کسی قدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اُسکو آپ نہ کترواتے چھوٹی رکھتے اور مونچھین کترواتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگون سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ یا ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جسمین سونا ملا ہو معلوم ہوتی اور اُسکی چمک مین چاندی کی جھلک اور کندن کی دمک نظر آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ چوڑا تھا کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے اُبھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کیطرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالون کا خط باریک دھار کیطرح تھا اور اُسکے سوا پیٹ اور سینہ پر اور بال نہ تھا آپکے شکم مبارک مین تین شکن تھے ایک تہمد کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانے بڑے تھے اور اُنپر بال کثرت سے تھے اور آپکے شانون اور کہنیون اور تہیگاہ کے جوڑ پر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونون شانون کے درمیان شانہ راست کے متصل مہر نبوت تھی جسمین ایک سیاہ داغ مائل بزردی تھا اور اُسکے گرد کچھ بال باہم گھوڑے کی عیال کے بال کیطرح کے تھے۔ اور آپکے دونون بازو اور ہاتھ پر گوشت تھے اور دونون بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پاؤن کشیدہ اور آپ کی انگلیان گویا چاندی کی قلمین تھین ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا خوشبو مین عطر فروش کی ہتھیلی تھی خواہ آپ اُسپر خوشبو لگائین یا نہ لگائین مصافحہ کرنیوالا جو آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اُسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کے باعث جو اُسکے سر مین ہوتی وہ دوسرے لڑکون سے پہچان پڑتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد کے نیچے کا بدن یعنی رانین اور پنڈلیان پر گوشت تھین اور آپکا بدن فربہی مین معتدل تھا آخر عمر مین کچھ فربہ ہو گئے تھے مگر گوشت ایسا چسپت تھا کہ گویا اول ہی خلقت پہ تھے فربہی سے آپکو کچھ ضرر نہین ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پاؤن کو جما کر اُٹھاتے ہین اور اُٹھان سے نیچے کو تشریف لاتے ہین قدم آگے کو جھک کر رکھتے اور پاؤن پاس پاس رکھکر چلتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مین اور ونکی نسبت کہ آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہون اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق مین مجھ سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہان میرے دس نام ہین مین محمد ہون مین احمد ہون مین ماحی ہون

ابو داؤد ترمذی اور بیہقی اور نسائی اور ... دندان کے ترمذی نے بروایت ... الشمائل مین ذکر کیے ہین ۱۲ ... مین بروایت جبیر بن مطعم منقول ہین اور مسلم نے ... اور بیہقی ... بروایت ابو موسی نقل کیا ہے اور احمد نے بروایت ...

کہ میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو فرمائیگا میں عاقب ہون یعنی پیچھے آنے والا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہیں اور میں حاشر ہون کہ اللہ تعالیٰ بندون کو میرے اُٹھنے کے بعد حشر فرمائیگا اور میں رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہون کہ سب لوگون کے بعد آیا یعنی انبیاء علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہون اور میں قثم ہون۔ ابو البختری نے کہا کہ قثم کے معنی کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہین

تیرھوان بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور ان نشانیون کے ذکر مین جنسے آپکا صدق معلوم ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپکے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصائل اور اقسام خلق کی سیاست اور اُنکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پرچانے اور ایسی طاعت پر کھینچ لانے کے اخبار سنے اور نیز جو عجائب جوابات آپنے دقیق مسائل میں ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری مین تدبیرات عجیب نکالین اور ظاہر شرع کی تفصیل مین عمدہ اشارات فرمائے جنکی دقتون اور باریکیون کے دریافت مین فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہین ان سب پر غور کرے تو اُسکو اس بات مین کچھ شک و شبہہ باقی نرہیگا کہ یہ امور ایسے نہین کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہون بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت الٰہی کے ممکن نہین اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتین ہونی محال ہین آپکی علامات ظاہری اور احوال ہی آپکے صدق کی قطعی دلیلین ہین یہانتک کہ خالص عرب آپکو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹون کی نہین یعنی محض علامات ظاہری کے نظر کرنیسے آپکے صدق کی شہادت دیتا تھا تو جس شخص نے آپکی عادات کا مشاہدہ کیا ہو اور سب حالات نشست و برخاست مین برتے ہون وہ کیسے شہادت نہ دیگا اور ہم نے کسی قدر آپ کے اخلاق اسلیے بیان کیے تاکہ محاسن اخلاق معلوم ہون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صدق اور علو منصب اور خداتعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ سب باتین عنایت کین حالانکہ آپ امی محض تھے نہ علم کی مزاولت کی نہ کتابون کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب مین کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب مین رہے اور باوجود یتیم اور بیکس اور لوگونکی نظرون مین بے بس تھے تو ایسی بے سروسامانی مین آپ کو محاسن اخلاق اور آداب اور مصالحہ فقہیہ کی شناخت کہان سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الٰہی اور فرشتون اور کتابہائے آسمانی کے جاننے کو جانیدو اگر صریح وحی نہوتی تو یہ سب چیزین کیسے آتین اور قوت بشری ان امور کو کیسے جان سکتی ہے پس اگر انہی امور ظاہری کے اور باتین آپمین نہین تو یہی کافی تھین مگر آپ کے ہاتھون معجزے اور نشانیان بھی اتنی ظاہر ہوئی ہین کہ اُنکے بعد پھر کسی طرح کا شبہہ عاقل کو نہین رہتا اور ہم آپکے معجزات مین سے وہ ذکر کرتے ہین جو احادیث مین شایع ہین اور صحاح مین ثابت اور اُنکو بطور اجمال بدون سب قصہ کے نقل کیے لکھتے ہین منجملہ اُنکے چاند کا پھٹ جانا ہے جبکہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا اور حضرت جابرؓ کے مکان پر روز خندق مین بہت سے لوگونکو تھوڑے جو مین کھانا کھلایا اور اسیطرح حضرت ابوطلحہ رضہ کے مکان پر تھوڑی غذا سے بہت کو شکم سیر کردیا اور ایکبار ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچہ سے اسی آدمیونکو کھانا کھلایا۔ اور ایکبار حضرت انسؓ جو کی چند روٹیان اپنے ہاتھ مین لیگئے اُنکو اسی آدمیون سے زیادہ کو کھلایا اور ایکبار تھوڑے سے خرمے بشیر کی بیٹی اپنے ہاتھ مین لائے اُنسے آپنے سب لشکر والونکا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھیل نہ سکتا تھا اُسمین اپنا دست مبارک رکھا تو آپکی انگلیون مین سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور سب پیاسے تھے۔ اور آپ نے ایکبار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ مین ڈالدیا اور اُسمین پانی نہ تھا تو اُسمین اتنا پانی چڑھ آیا

بروایت ابن مسعود و در روایت

بروایت انس

صحیح بخاری و مسلم

بیہقی در دلائل

بروایت بشیر بن سعد

صحیح بخاری و مسلم بروایت انس

ابو نعیم

مسلم بروایت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہ لشکر والون نے جو ہزارون تھے پانی پیا اور جھک گئے۔ اور ایکبار حدیبیہ کے کنوئین مین بقیہ وضو ڈالا تو اُسمین باوجودیکہ پانی نہ تھا مگر ایسا
پانی جوش کرآیا کہ پندرہ سو آدمیون نے پیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے جو سب ملکر شتر کے گھٹنے
کے برابر تھے چارسو سوارون کو زاد راہ کر و فاروق رضہ نے سب کو زاد بھی دیدیا اور اُسی قدر بیچ رہے۔ اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی
طرف پھینکی اور سب کی آنکھون مین پڑی اور بیکار کردیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور اللہ تعالی نے
کہانت کو آپکے مبعوث ہونے سے باطل کردیا کہ بالکل نیست ہوگئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی۔ اور جب آپکے لیے ممبر تیار ہوا تو جس ستون کے سہارے
آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اُسنے نالہ کیا یہانتک کہ اُسکی آواز شل آواز شتر کے سب اصحاب رضہ نے سنی آپنے اُسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہوگیا۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور اُنکو آگاہ کردیا کہ تمنا نکر سکینگے تو ایسا ہی ہوا کہ بول نہ سکے اور اظہار تمنا سے عاجز
ہوگئے اور یہ قصہ سورۂ جمعہ مین مذکور ہے جو جامع مسجدون مین مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز ہمیشہ اُسی آیت کی عظمت کیلیے پڑھی جاتی ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتونکی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی کو خبر دی کہ تمکو بلوہ پہنچیگا جسکے بعد جنت ہے اور حضرت عمار کو فرمایا کہ اُنکو باغی گروہ قتل
کریگا۔ اور حضرت امام حسن کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انکے سبب سے مسلمانونکی دو بھاری جماعتونمین صلح کریگا۔ اور ایک شخص کو جسنے
اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنی اُس شخص نے خود اپنے آپکو ہلاک کیا۔ اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ جن
چیزون سے معرفت بیشتر ہوجاتی ہے ایسے کسی طرح نہین معلوم ہوسکتین نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے
اور وحی سے آپکو معلوم ہوئی تھین۔ اور سفر ہجرت مین سراقہ بن جعشم نے آپکا تعاقب کیا تو اُسکے گھوڑے کے پانون زمین مین اُتر گئے
اور ایک دھوان اُسکے پیچھے آیا یہانتک کہ اُسنے آپ سے فریاد کی آپنے اُسکے لیے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپنے اُسکو خبر دی کہ تیرے
ہاتھون مین کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائینگے اور ایسا ہی ہوا اور آپنے اسود عنسی کے قتل کی خبر جسنے نبوت کا دعوی جھوٹا کیا تھا اُسی شب
بیان کی جس رات وہ مارا گیا حالانکہ وہ صنعاء یمن مین قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمایا اور قریش کے سو آدمی جو آپکی گھات مین بیٹھے تھے
آپ اُنکے پاس تشریف لیگئے اور سبکے سر پر خاک ڈال آئے مگر اُنھون نے آپکو نہ دیکھا۔ اور اصحاب رضہ کے روبرو اونٹ نے آپکی خدمت مین شکایت
کی اور آپکا منقاد ہوگیا۔ اور چند اصحاب آپکی خدمت مین مجتمع تھے آپنے فرمایا کہ تم مین سے ایک شخص دوزخ مین جائیگا اُسکی داڑھ کوہ احد
جیسی ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ اسلام پر مرے اور ایک مرتد ہوگیا اور اسی بے دینی کی حالت مین مارا گیا۔ اور چند اور اصحاب سے فرمایا کہ تم
مین سے جو سب کے بعد مریگا آگ مین ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ مین گر کر جلگیا اور مر گیا۔ اور آپ نے قضاء حاجت کے
لیے دو درختونکو بلایا وہ دونون آپکے پاس حاضر ہوئے اور ملگئے پھر آپ نے حکم فرمایا تو وہ جدے ہوکر جہان کے تہان ہوگئے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے مگر جب لمبون کے ساتھ چلتے تو طول قامت مین اُنپر غالب رہتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاری کو مباہلہ
کیواسطے بلایا وہ نہ آئے اور آپنے فرمادیا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہوجاؤ گے اُنھون نے جان لیا کہ آپ درست فرماتے ہین اسلیے نہ آئے

اور عامر بن طفیل و اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے آنحضرت صلعم کے قتل کے عزم سے آئے مگر انسے بن نہ پڑا اور آپ نے اُنکے حق
میں دعاء بد فرمائی تو عامر تو طاعون میں ہلاک ہوا اور اربد پر بجلی گری اُسنے اُسکو بھسم کر دیا۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا پس
جنگ احد میں آپ نے اُسکے ایک لطیف کوچا دیا کہ اُسمیں اُسکی موت ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زہر پلایا گیا تو جس شخص نے آپکے ساتھ کھایا تھا
وہ تو مر گیا اور آپ چار برس تک اُسکے بعد زندہ رہے اور بکری کے دست میں جو زہر ملا ہوا تھا اُسنے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
کہ مجھمیں زہر ہے۔ اور جنگ بدر کے روز آنحضرت صلعم نے سرداران قریش کے پچھڑنے کی جگہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام لیکر فرمایا کہ فلان
یہان گریگا اور فلان یہان تو جو جگہ جسکے لیے فرمائی تھی اُس سے اُسنے تجاوز نکیا۔ اور آپ نے آگاہ کر دیا تھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد
کرینگے اور ایسا ہی ہوا اور آپ کیلیے زمین یکجا کر دیگئی اور اُسکے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے۔ اور آپنے فرمایا کہ میری امت کا ملک عنقریب
وہانتک پہونچیگا جہانتک میرے لیے زمین یکجا کی گئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانونکی سلطنت ابتداء مشرق یعنی بلاد ترک سے آخر مغرب یعنی
بحر اندلس اور بلاد بربر تک پھیلی اور دکن اور شمال میں نہ پھیلی جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ارشاد فرمایا
کہ میرے خاندان میں سے اول تم مجھسے ملوگی اور ایسا ہی ہوا۔ اور آپنے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو تم میں خیرات زیادہ کرتی ہوگی وہ مجھسے
جلد تر ملیگی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کرکے خیرات کیا کرتی تھین سب سے اول واصل بحق ہوئین۔ اور آپنے ایک ہلا بکری کے تھن کو ہاتھ لگایا
جسنے کبھی دودھ ندیا تھا بس وہ دودھ دینے لگی اور یہی امر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی کے مسلمان ہونیکا سبب ہوا۔ اور ایکبار ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں
آپنے ایسا ہی کیا تھا۔ اور کسی صحابی کی آنکھ نکلکر گر پڑی تھی آپ نے اُسکو اپنے دست مبارک سے اُسی جگہ رکھدیا تو وہ آنکھ دونون میں صحیح اور خوبصورت
زیادہ ہوگئی اور جنگ خیبر میں حضرت علی مرتضیٰ کی آنکھیں دکھتی تھین آپنے اپنا لب مبارک لگا دیا اسیوقت اچھی ہوگئین اور آپنے انکو جھنڈا دیکر
روانہ فرمایا۔ اور آنحضرت صلعم کے سامنے اصحاب رض کھانیکی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور ایک صحابی کی ٹانگ میں ضرب آئی تھی آپنے اسپر اپنا دست
مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھی ہوگئی۔ اور ایکبار جو لشکر ہمراہ رکاب تھا اُسمین زاد کی کمی ہوئی آپ نے جسقدر زاد لوگونکے پاس رہگیا تھا اُسکو
لگایا وہ بہت ہی تھوڑا تھا آپ نے اُسمیں برکت کی دعا مانگی پھر اہل لشکر کو اجازت دیدی کہ لیجاؤ اُنھون نے اتنا لیا کہ کوئی برتن نہ رہا کہ اُس سے
بھر نہ گیا ہو۔ اور حکم بن العاص خبیث نے آپکی رفتار کی نقل تمسخر کے طور پر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایسا ہی رہیو پس وہ ہمیشہ لڑکھڑاتا
چلتا یہانتک کہ مر گیا۔ اور ایک عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام نسبت کیا اُسکے باپ نے بہانہ کر دیا کہ اسکو برص ہے اور واقع
میں نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی ہی ہوگی تو اُس عورت کو برص ہوگیا وہ شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی۔ اور اسکے سوا
آپکے معجزات اور آیات بہت ہیں ہمنے صرف مشہور پر اکتفا کیا اور جو شخص آپکے ہاتھون خرق عادت ہونے میں شک کرے اور کہے کہ ان وقائع
میں سے ہر ایک بنقل متواتر نہیں اور متواتر صرف قرآن مجید ہے تو وہ ایسا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت میں شک
کرے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ان دونون کے حالات غیر متواتر ہیں مگر مجموعہ واقعات ملکر بیشک علم بدیہی شجاعت و سخاوت کا پیدا کرتے ہیں۔ مجھ

قرآن کے متواتر ہونے مین کسیطرح کا شک نہین اور یہ بڑا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق مین باقی ہر اور آپکے سوا کسی نبی کا معجزہ باقی نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلق کے بلیغون اور عرب کے فصیحون کو تلاش کیا اور اس وقت جزیرۂ عرب مین اس قسم کے لوگ ہزارون تھے اور فصاحت انکا پیشہ تھا اور اسی سے آپسمین فخر کرتے تھے اور سب آپ نے علانیہ فرمایا کہ اگر تمکو قرآن مجید مین شک ہر تو اس کا مثل لے آؤ یا دس سورتین یا ایک سورت اس جیسی بنا لاؤ اور انکے سامنے فرمایا لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا - اور یہ آپ نے ان لوگون کے عاجز کرنے کو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اس سے عاجز ہوئے اور اپنی جانون کو قتل کرایا اور عورتون اور بچون کو قید مین ڈالا مگر یہ نہ ہوسکا کہ قرآن مجید کا معارضہ کرین یا اسکی خوبی اور فصاحت مین اعتراض وطعن کرین پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم مین شرقاً غرباً پھیلا اور قرن بہ قرن اور زمانہ پر زمانہ گذرتا چلا گیا یہانتک کہ آج قریب پانچسو برس کے گذرے کہ کوئی اسکے معارضہ پر قادر نہ ہوا اس صورت مین بڑا ابھی ہے وہ شخص کہ آپکے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرے کہ آپ کی شریعت ابتک قائم و دائم ہر اور اطراف عالم مین شائع اور ذائع اور باوجود آپکی تیمی اور ضعف کے تمام روے زمین کے بادشاہ آپکے عہد مبارک مین اور اسکے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوئے اور ان سب باتون کے معلوم کرنے کے بعد پھر کسی طرح کا شک آپکے صدق مین کرے اور بڑا توفیق یافتہ وہ شخص ہر جو آپ پر ایمان لائے اور تصدیق آپکی صدق دل سے کرے اور ہر فعل مین آپکے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالے سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمکو توفیق آپکے اقتدا کی اخلاق و افعال اور احوال اور اقوال مین اپنی عنایت و کرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنے والا ہر - دسوان باب خدا تعالے کے فضل سے تمام ہوا اسکے بعد جلد ثالث کا اول باب شرح عجائب قلب کا مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی عبدہ المصطفے

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس
جو ہر اک کو مرغوب و مطلوب ہر
تو حسن سے ہاتف نے تاریخ کو
کہا لکھدے کہ یہ ترجمہ خوب ہر
١٢٨٦ھ

خاتمۂ طبع

بعون الٰہی مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد دوم بار ششم مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین باہتمام
جناب منشی بشن نرائن صاحب مالک مطبع باہ شعبان ١٣٤٨ھ
مطابق ماہ فروری ١٩٣٠ء طبع ہوئی -

اطلاع۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست طول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ اور ملاحظہ سے شایقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائیٹل پیج کے تین صفحے جو سادے تھے ان میں بعض کتب اخلاق و تصوف اردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی حاصل ہو۔

نام کتاب	قیمت
کتب تصوف بزبان فارسی	
کلمۃ الحق۔ وحدت وجود پر مکمل بحث	
کتاب نور مطلق جو مولوی نور اللہ صاحب	
کی لکھی ہوئی ہے اس کے ساتھ مختصر	
شامل ہے از شاہ عبدالرحمن صاحبؒ	۷ر
مکتوبات حضرت شرف الدین یحییٰ	
منیری متضمن مذاق تصوف۔	۱۲ر
مکتوبات جو اپنی تصوف کے	
بے مثل اور نادر مضمون۔	۴ر
مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد	
الف ثانی۔ اس میں مریدوں وغیرہ	
کو تصوف کے آداب سکھائے گئے ہیں	عہ ۸ر
گلشن اسرار رموز تصوف کے	
بیان میں از مولوی انور علی صاحب	۱۰ر
کیمیائے سعادت از امام محمد غزالی	
رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مقبول عام ہے	
کہ مختلف ترجمے ہوئے اور سب کے	
سب مقبول ہو کر اطراف عالم میں	
پھیل گئے مسائل تصوف میں	

نام کتاب	قیمت
بہترین کتاب ہے۔	عہ ۱۰ر
مطالب رشیدی۔ از حضرت	
تراب علی شاہ قلندر قدس سرہ	۱۲ر
رسالہ معرفت السلوک سہ رنگہ	
مستانہ کلام عارفانہ از حضرت شاہ	
محمود خوش زبان۔	۴ر
نفحات الانس مع حواشی مفیدہ	
رموز تصوف میں مشہور و معروف	
کتاب ہے اور بہت سے تصوف	
کے نکات اس میں درج ہیں از ملا	
عبدالرحمن جامی قدس سرہ	عہ ۱۰ر
گنجینہ عرفان۔ اس میں مثنوی	
عطارؒ بیسر نامہ عطار مرغوب القلوب	
حضرت شمس تبریزؒ رسالہ رموز حقیقت	
مثنوی گرہ بند راجہ شامل ہیں	
نہایت ہی بیش بہا مجموعہ ہے	
جس کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک	
شعر انمول ہے۔	۲ر
فوائد سعدیہ۔ مشتمل بر مضامین	
تصوف مصنفہ قاضی ارتضا علیخان	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
پندنامہ عطارؒ۔ اخلاق و تصوف	
میں درسی مبتدیان	۱ر
منطق الطیر۔ جانوروں کی بولیاں	
اور تصوف کے نکات از شیخ	
فریدالدین عطارؒ	۱۰ر
فوائد الفواد بیان تصوف از	
حضرت نظام الدین اولیاءؒ	۱۰ر
دیباچہ رشیدیہ نصائح دلپذیر از	
شاہ رفعت علی صاحبؒ	[illegible]
زبدۃ المقامات حضرت خواجہ	
باقی باللہ صاحبؒ اور ان کے	
خلفا کے حالات۔	عہ
رسالہ رموز الحقیقت۔ بہت	
سے بیش بہا تصوف کے نکات	
اس میں درج ہیں۔	۹ پائی
مثنوی عطار مشہور و معروف	
نکات تصوف۔	[illegible]
مثنوی راحت متضمن مذاق تصوف	[illegible]
دیباچہ دیدہ از ملا محمد حسین صاحب	۱ر
دیباچہ پند نامہ یا نصائح دلپذیر و	۱۲ر

فہرست کتب

نام کتاب	قیمت
نکات سودمند مصنفہ منشی راے چند صاحب زمیندار۔	۱ر
مثنوی شاہ بو علی قلندر بہت مشہور و معروف ہے۔	۳ پائی
مثنوی شیخ بہلول۔ حکایات عارفانہ و کلام صوفیانہ	۱ر
مثنوی مولانا رومؒ کامل از تصنیف مولانا جلال الدین رومیؒ	[illegible]
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ لطائف معنوی از شاہ عبد اللطیف صاحبؒ اس میں نکات مثنوی کو نہایت عمدہ طریقہ سے حل کیا ہے	۱۲ر
التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم نکات فقر و تصوف از مولوی محمد حسن صاحب امروہوی	[illegible]
شرح مثنوی مولانا روم معروف بہ مکاشفات رضوی از محمد رضا صاحب	عہ ر
جواہر غیبی بحث وحدت وجود و توحید تحقیق رسالت و مراتب نبوت از حضرت مظفر علی شاہ صاحبؒ اکبر آبادی و دیگر مسائل تصوف کاغذ سفید و حنائی	۱۲ر
شرح مثنوی مولانا رومؒ۔ کامل دو دو جلد حامل المتن ایسی منظم شرح ہے کہ اس کو دیکھ کر دوسری شرحوں کی حاجت نہیں رہتی تمام مطالب کو نہایت صفائی سے بیان کیا ہے جو اکثر شارحوں کا طریقہ ہے کہ شرح میں علمیت سے کام لیکر اسکو ادق بنا دیتے ہیں وہ بات اس میں نہیں ہے بعض دیگر شرحوں میں جو اغلاط و اسقام ہیں وہ بھی اس میں دکھائے گئے ہیں مصنفہ مولوی ولی محمد صاحب اکبر آبادی کامل در دو جلد	للعہ ر
جواہر الاسرار شرح مثنوی مولانا روم یہ صرف تین دفتروں کی شرح ہے نہایت تلاش سے اسی قدر دستیاب ہوئی چونکہ عجیب و غریب شرح ہے اس لئے مجبوراً اسی کو چھاپ دیا گیا از مولانا حسین ابن حسن سبزواری	[illegible]
تذکرۃ اللہی۔ سوانح عمری شاہ مظفر علی صاحبؒ مع ملفوظات از مولانا ابو الحسن صاحب فرید آبادی	۶ر
فتوح الغیب مع شرح یہ تصوف کے بیش بہا نکات غوث الاعظم حضرت عبد القادر صاحب جیلانیؒ سے یادگار ہیں۔	عہ ر
دلیل العارفین۔ یعنی ملفوظات حضرت شاہ معین الدین صاحبؒ اجمیری اس کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔	۱۲ پائی
لوائح جامی۔ رموز تصوف از مولانا عبد الرحمن جامیؒ	۲ر
مثنوی اسرار العارفین۔ رموز تصوف۔	۱ر
مثنوی دو بحرین۔ معروف بہ مرآۃ العرفان اس مثنوی کی دو بحریں رکھی گئی ہیں اور ہر دو طرح پڑھنا یہ دلکش طرح لکھی ہیں تصوف کے رموز و اسرار اس میں بیان کئے ہیں از مولوی سید اکبر علی خان شیرازی۔	۳ر
انوار الرحمن یعنی ملفوظات شاہ عبد الرحمن صاحب۔	[illegible]
تحفۂ عشاق دربارۂ سماع از روئے حدیث و قرآن مجید بحث کی گئی ہے۔	۱۰ر
لمعۃ الانوار معروف بہ ہدایت العابد تصنیف حضرت شاہ محمد مہدی صاحب	۳ر